

تَسْهِيلُ
مُتَمَكِّلِ تَفْسِيرِ
بَيَانِ الْقُرْآنِ
١٤٢٧ھ

مُكْتَبَةُ الْمَدِينَةِ الْمَدِينَةِ

خُضْرَةُ مَوْلَانَا اشرف علي مھالوی قدس سرہ

تَسْهِيلُ وَ تَخْفِيفُ

سَيِّدِ الْاِسْلَامِ عَلَامَہ طَفَر احمد عثمانی صاحب مدظلہ

اِدَارَةُ تَالِيفَاتِ اشرفیہ

چوک قوارہ ملت ان پکستان

(061-4540513-4519240)

www.ahlehaq.org

آسان مکمل تفسیر بیان القرآن

۱۴۲۶ھ

حکیم الامت و ملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

تسهيل و تلخیص

شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملت ان پاکستان

(061-4540513-4519240

www.ahlehaq.org

سورۃ الفاتحہ

ایاتھا ۷ (۱) سورۃ الفاتحہ مکیہ (۵) رُکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مہربانی ہیں ہر عالم کے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ

ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کرتے ہیں بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا رستہ اُن لوگوں کا

الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ۝

کدام پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ رستہ اُن لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ اُن لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے

- ۱ مخلوقات کی الگ الگ جنس ایک ایک عالم کہلاتا ہے
- ۲ مغلّا عالم ملائکہ عالم انسان عالم جن۔
- ۳ مراد روز جزا سے قیامت کا دن ہے کہ اس میں سب اپنے کئے ہوئے کا بدلہ پائیں گے۔
- ۴ یہ بندہ کی طرف سے جناب باری میں خطاب ہے۔
- ۵ مراد دین کا رستہ ہے۔
- ۶ مراد دین کا انعام ہے۔ ان انعام والوں کا پتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دوسری جگہ بتلا دیا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء و صالحین ہیں وہ آیت یہ ہے وَمَنْ یُطِيعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُولَ قُلْ لَّیْسَ بِکُمْ مَعَهُ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ الْاٰیۃ
- ۷ راہ ہدایت کو چھوڑنے کی دوجہ ہوا کرتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس کی پوری تحقیقات نہ کرے ضالین سے مراد ایسے لوگ ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ باوجود پوری تحقیقات کے اُس پر عمل نہ کرے مغضوب علیہم سے مراد ایسے لوگ ہیں۔ کیونکہ اچھی طرح جان بوجھ کر خلاف کرنے میں زیادہ ناراضی ہوا کرتی ہے۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

رُكُوعَاتُهَا ۲۰

(۲) سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَكِّيَّةٌ (۸۷)

آيَاتُهَا ۲۸۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ وَالَّذِينَ

الم یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ۱۰ راہ بتلانے والی ہے تمہارے ڈرائیو والوں کو ۱۱ وہ خدا سے ڈرانے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین

يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْآخِرَةُ لَهُمْ يُوقُونَ

لاتے ہیں جیسی ہوئی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ دیا ہے ہم نے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں ۱۲ اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں

رابطہ: سورہ فاتحہ سے اس سورہ کا ربط یہ ہے کہ اس میں راہ ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اور اس میں اس درخواست کی منظوری ہے کہ لو یہ کتاب ہدایت ہے اس پر چلو الم تا ہم المفلحون ۱۰ ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلادے گئے ہوں ہم کو اللہ و رسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو چونکہ ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہیں اس لئے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہ چاہئے۔ ۱۱ یعنی قرآن مجید الہی کتاب ہے جس کے منجانب اللہ ہونے میں کچھ شک نہیں اگرچہ کوئی نا فہم اس میں شبہ رکھتا ہو کیونکہ یقینی بات کسی کے شبہ کرنے سے بھی حقیقت میں یقینی ہی رہتی ہے۔ ۱۲ کیونکہ جس کو خوف خدا نہ ہو وہ قرآن کا بتلایا ہوا طریقہ نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ ان کا ایمان قرآن پر بھی ہے اور پہلی کتابوں پر بھی مگر عمل صرف قرآن پر ہے کیونکہ دوسری کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔ ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں عمل کرنا دوسری بات ہے پس جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں سب کو سچا سمجھنا فرض ہے اور شرط ایمان ہے یعنی یوں سمجھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں وہ صحیح ہے خود غرض لوگوں نے جس قدر تبدیل و تغیر کیا وہ غلط ہے

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ

پس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے

هُمُ الْفَالِحُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب بیشک جو لوگ کافر ہو چکے ہیں

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ

برابر ہیں ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ

تُنذِرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾

ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے

رابطہ: نزول قرآن کے بعد لوگوں کی تین قسمیں ہو گئیں ایک وہ جو دل اور زبان سے قرآن اور دین کو مانتے تھے۔ یہاں تک ان کی ذکر تھا۔ دوسرے وہ جو نہ زبان سے مانتے تھے نہ دل سے ان کو اصطلاح قرآن میں کافر کہا جاتا ہے اب ان کا ذکر شروع ہوتا ہے تیسرے وہ لوگ جو کسی مصلحت یا دباؤ کے سبب زبان سے مانتے تھے مگر دل سے بالکل نہ مانتے تھے۔ ان کو منافق کہا جاتا ہے۔ ان کا ذکر سب سے پیچھے آئے گا۔ ان الذین تا لا یؤمنون کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ کافر تو بہت سے ایمان لے آتے ہیں بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب کافروں کا بیان نہیں بلکہ خاص ان کافروں کا ذکر ہے جن کا ایمان نہ لانا اور خاتمہ کفر پر ہونا حق تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو عذاب الہی سے نہ ڈرایا جاوے اور احکام سننے کی ضرورت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ایمان کی فکر نہ کریں اور ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ ہوں ان کے ایمان کی امید نہیں کوئی یوں نہ سمجھے کہ جب حق تعالیٰ نے ان کی نسبت یہ خبر دے دی کہ وہ ایمان نہ لائیں گے اور خدا تعالیٰ کی خبر کے خلاف واقع ہونا محال ہے تو اب ایمان نہ لانے میں ان کو معذور سمجھنا چاہئے بات یہ ہے کہ یہ فرمانا تو ایسا ہے جیسے طبیب حاذق کسی مریض مبتلائے دق کی نسبت کہے کہ اس کی دق درجہ چہارم میں پہنچ گئی ہے یہ اب اچھا نہ ہوگا سو ظاہر ہے کہ وہ مریض اس طبیب کے کہنے سے مدقوق نہیں ہو گیا مدقوق تو اپنی کسی بے احتیاطی کے سبب پہلے سے ہے۔ البتہ طبیب کا یہ خبر دینا خود اس کے مدقوق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ اس کافر کا ناقابل ایمان ہونا اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے سے نہیں ہوا بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا اس کافر کے ناقابل ایمان ہونے کی وجہ سے واقع ہوا۔ ناقابل ایمان ہونے کی

صفت خود اس کی شرارت و عناد و مخالفت حق کے سبب پیدا ہوئی ہے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ط

بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَلَهُمْ

اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِيمٌ ع

سزا بڑی ہے

ختم اللہ تا عظیم اس میں بھی کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب حق تعالیٰ نے خود ان کے حواس کو خراب کر دیا تو پھر وہ معذور ہوں گے بات یہ ہے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے شرارت و عناد اختیار کر کے خود اپنی استعداد برباد کر لی ہے سو اس تباہی استعداد کے سبب وہ خود بنے اور یہ ظاہر ہے کہ تمام افعال کا خدا تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے جب بندہ کوئی اچھا یا برا کام کرنا چاہتا ہے تو حق تعالیٰ اس کام کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کا بیان فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اپنی استعداد اور قابلیت کو برباد کرنے کا قصد کر لیا ہم نے بھی بد استعدادی کی کیفیت ان کے قلوب وغیرہا میں پیدا کر دی بند لگانے سے اسی بد استعدادی کا پیدا کرنا مراد ہے۔ سو یہاں بھی ان کا یہ فعل اور قصد اس ختم کا سبب ہوا، ختم الہی بد استعدادی کا سبب نہیں ہوا پس ان کی معذوری کی کوئی وجہ نہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ

اور ان لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر

وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٧﴾

حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں چالبازی کرتے ہیں اللہ سے اور ان لوگوں سے جو ایمان

يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ه وَمَا

لا چکے ہیں یعنی محض چالبازی کی راہ سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور واقع میں کسی

يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٨﴾

کیساتھ بھی چالبازی نہیں کرتے بجز اپنی ذات کے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے

ومن الناس تا وما كانوا مهتدين یعنی اس چالبازی کا انجام بد خود اپنے ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا

اُن کے دلوں میں بڑا مرض ہے سواور بھی بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے اُن کا مرض

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۱۴

اور اُن کے لئے سزا دردناک ہے

فی قلوبہم مرض تا یکذبون مرض میں ان کی بد اعتقادی وحسد اور ہر وقت کا اندیشہ وغیرہ سب آ گیا چونکہ اسلام کو روز افزوں ترقی تھی اس لئے لوگوں کے دلوں میں ساتھ ساتھ یہ امراض ترقی پاتے جاتے تھے۔

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۱۵ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے

لَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا إِنَّنَا

کہ فساد مت کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم

نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۱۱ إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ

تو اصلاح کرنے والے ہیں یاد رکھو بیشک

الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۱۲

یہی لوگ مفسد ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے

الانہم هم المفسدون تا لا يشعرون یعنی بوجہ اپنی غباوت یا شرارت کے شعور نہیں رکھتے ان لوگوں کی ایک جہالت تو اس سے معلوم ہوئی کہ اپنے عیب کو ہنر سمجھتے ہیں۔ فساد کو اصلاح بتاتے ہیں آگے دوسری جہالت کا بیان ہے کہ دوسروں کے ہنر کو جو ایمان خالص ہے یہ لوگ عیب بتلاتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْنُوا كَمَا امْنِ النَّاسُ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں

قَالُوا أَنْتُمْ كَمَا امْنِ السُّفَهَاءُ ۖ

اور لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لاویں گے جیسا ایمان لائے ہیں یہ بیوقوف

واذا قيل لهم تا لا يعلمون یہ شبہ نہ کیا جائے کہ منافقین تو اپنے کفر کو چھپاتے تھے پھر ایسی کفر کی باتیں مسلمانوں سے کیونکر کر سکتے تھے۔ بات یہ ہے کہ وہ ایسی بے باکانہ گفتگو غریب مسلمانوں کے سامنے کر گزرتے تھے جن سے ان کو کچھ اندیشہ نہ تھا باوجاہت مسلمانوں کے سامنے تو وہی نفاق اور خوشامد کی باتیں کرتے رہتے تھے۔

إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا

یاد رکھو یہی ہیں بے وقوف لیکن وہ اس کا علم

يَعْلَمُونَ ۱۳ وَإِذَا الْقَوَالِ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا

نہیں رکھتے اور جب ملتے ہیں وہ منافقین اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں

أَمَنَّا ۖ وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيطَانِهِمْ قَالُوا

ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں پہنچتے ہیں اپنے شریر سرداروں کے پاس

إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ ۱۴

تو کہتے ہیں کہ ہم بیشک تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں

واذا القوال الذين تامستهم و ن یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حق تعالیٰ نے ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لے آئے پہلے بھی نقل فرمایا ہے اور یہاں پھر نقل فرمایا تو تکرار لازم آتا ہے۔ بات یہ ہے کہ تکرار تو اسے کہتے ہیں جہاں اعادہ میں کوئی نئی غرض یا نیا فائدہ نہ ہو سو یہاں ایسا نہیں پہلے صرف ان کا عقیدہ بیان کرنا مقصود تھا کہ وہ حقیقت میں بے ایمان ہیں گویا ان سے دعویٰ ایمان کا کرتے ہیں اور یہاں ان کا برتاؤ جو مسلمانوں کے ساتھ اور اپنی جماعت کا اتھ تھا بیان کرنا مقصود ہے اور تمام قرآن میں جہاں تکرار معلوم ہوتا ہے وہاں ضرور نیا فائدہ یا نئی غرض ہوتی ہے صرف ظاہر میں تکرار ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں کوئی تکرار نہیں۔

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمْدُدُّهُمُ فِي

اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کر رہے ہیں اُنکے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۱۵

اُنکو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران سرگرداں ہو رہے ہیں

وہ استہزاء یہی ہے کہ ان کو مہلت دی گئی ہے کہ جب خوب کفر میں کامل ہو جائیں اور جرم سنگین ہو جائے دفعۃً پکڑ لئے جائیں اور حق تعالیٰ استہزاء سے پاک ہیں مگر چونکہ یہ معاملہ ان کے استہزاء کے مقابلہ میں تھا اس لئے اس کو بھی استہزاء کہہ دیا گیا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الصَّلَاةَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے گمراہی لے لی ہے بجائے

بِالْهُدَىٰ ۖ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا

ہدایت کے تو سود مند نہ ہوئی اُن کی یہ تجارت اور نہ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝۱۶ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ

یہ ٹھیک طریقہ پر چلے ان کی حالت اس شخص کی حالت کے مشابہ ہے

الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا اَضَاءَتْ

جس نے کہیں آگ جلائی ہو پھر جب روشن کر دیا ہو اُس آگ نے اُس شخص

مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

کے گرد اگر دی سب چیز و گواہی حالت میں اللہ تعالیٰ نے سلب کر لیا ہوا کئی

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَا يَبْصُرُونَ ۝۱۷

روشنی کو اور چھوڑ دیا ہوا انکو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں

مثلاً تالا بر جعون تو جس طرح یہ شخص اور اس کے ہمراہی
روشنی کے بعد اندھیرے میں رہ گئے اسی طرح منافقین حق واضح ہونے
کے بعد اندھیرے میں جا پھنسے اور جس طرح اندھیرے میں آگ جلانے
والوں کی آنکھیں اور زبان و کان سب بیکار ہو گئے اسی طرح گمراہی میں
پھنس کر منافقین کی یہ حالت ہو گئی کہ حق سے بہت دور ہو گئے ان کے کان
حق بات کے سننے کے قابل نہ رہے زبان حق بات کہنے کے لائق نہ رہی
اور آنکھیں حق دیکھنے کے کام کی نہ رہیں سواب ان کے حق کی طرف
رجوع ہونے کی کیا امید ہے۔ رابطہ منافقین میں دو قسم کے لوگ تھے بعضے
تو خوب دل کھول کر کفر کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ یہ مثال مذکور ان کی تھی
بعضے ایسے تھے کہ ابھی ان کو اسلام کے حق ہونے میں کبھی کبھی تردد ہوتا تھا
اس کی خوبیاں دیکھ کر کچھ ادھر میلان ہو جاتا پھر غالباً اغراض نفسانی سے وہ
میلان انکار سے بدل جاتا آگے ان کی مثال دیتے ہیں۔

صُمُّ بَكْمٌ عُمًى فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝۱۸

بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ ہوں گے

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٌ

یا ان منافقوں کی ایسی مثال ہے جیسے بارش ہوا آسمان کی طرف سے اُس میں اندھیری بھی ہو

وَرَعْدٌ ۚ يَجْعَلُونَ اَصَابِعَهُمْ

اور رعد و برق بھی جو لوگ اس بارش میں چل رہے ہیں

فِيْ اَازَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

وہ ٹھونسنے لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب اندیشہ

الْمَوْتِ ۖ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝۱۹

موت سے اور اللہ تعالیٰ احاطہ میں لئے ہوئے ہے کافروں کو

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ ابْصَارَهُمْ كُلَّمَا

برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اُن کی بینائی اُس نے لی جہاں

اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۚ وَاِذَا اَظْلَمَ

ذرا اُن کو بجلی کی چمک ہوئی تو اُسکی روشنی میں چلنا شروع کیا اور جب

عَلَيْهِمْ قَامُوا ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ

اُن پر تاریکی ہوئی پھر کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

تو اُن کے گوش و چشم سب سلب کر لیتے بلاشبک اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲۰

ہر چیز پر قادر ہیں

او کصیب تا قدیر سو جس طرح یہ لوگ طوفان باران میں کبھی
چلنے سے رک جاتے ہیں کبھی موقع پا کر آگے چلنے لگتے ہیں اسی طرح یہ
متردد منافقین کبھی نور اسلام کی جھلک دیکھ کر ادھر کو بڑھتے ہیں اور کبھی خود
غرضی کی ظلمت میں پڑ کر حق سے رک جاتے ہیں۔ رابطہ یہاں تک تینوں
قسم کی جماعت کا بیان ہو چکا۔ اب سب کو خطاب عام کر کے وہ کام
بتلاتے ہیں جس کے لئے یہ کتاب مقدس نازل کی گئی ہے جس کے
دواصول ہیں تو حید و تصدیق رسالت اول تو حید کی تعلیم فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي

اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا

خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

اور اُن لوگوں کو بھی کہ تم سے پہلے گذر چکے ہیں عجب نہیں کہ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝۲۱

تم دوزخ سے بچ جاؤ

یا ایہا الناس تا تتقون شاہی محاورہ میں ”عجب نہیں“ لفظ وعدہ کے موقع میں
بولا جاتا ہے۔ رابطہ اس کے بعد رسالت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں یہ بات قابل
لحاظ ہے کہ نبوت کی صاف اور بے غبار دلیل معجزہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے شمار معجزے عطا ہوئے جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہے۔ اس کے معجزہ ہونے میں مخالفین یہ شبہ کرتے تھے کہ شاید اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود تصنیف کر لیا کرتے ہوں اس صورت میں اس کا معجزہ اور دلیل نبوت ہونا مشتبہ ہو گیا اس لئے اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں اس اشتباہ کو رفع فرماتے ہیں تاکہ اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو جائے پھر نبوت پر قطعی دلیل بن سکے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش

وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی

فَاَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

پھر پر وہ عدم سے نکالا بذریعہ اُس پانی کے پھلوں کی غذا کو

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ۚ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۲﴾

تم لوگوں کے واسطے اب تم مت ٹھہراؤ اللہ کے مقابل اور تم جانتے بوجھتے ہو

وَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا

اور اگر تم کچھ غلبان میں ہو اُس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے

فَاتَّوْا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ

اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالو ایک محدود کلام جو اس کا ہم پلہ ہو

وان كنتم تا صدقین کیونکہ آخر تم بھی عربی زبان دان ہو بلکہ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم تو مشاق بھی نہیں اور تم بڑے مشاق ہو۔ جب باوجود اس

کے بھی نہ بنا سکو گے تو بشرط انصاف بلا تامل ثابت ہو جائے گا کہ قرآن

منجانب اللہ معجزہ ہے اور بلاشبہ آپ سچے پیغمبر ہیں اور یہی مقصود ہے۔

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ

اور بلاؤ اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقٰیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ

اگر تم سچے ہو پھر اگر تم

تَفْعَلُوْا وَلٰكِنْ تَفْعَلُوْا

یہ کام نہ کر سکتے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے

یہ سن کر کہ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے کیسا کچھ جوش نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ کشش میں کیوں اٹھا رکھا ہوگا پھر عاجز ہونے کی قطعی دلیل ہے اور یہ امر عادتہ محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور گرم ہو گیا ہو کیونکہ حامیان قرآن کی تعداد مخالفان قرآن سے ہر زمانہ میں کم رہی ہے۔ مخالف ہمیشہ زیادہ رہے ہیں سو جب قرآن بعینہ محفوظ چلا آ رہا ہے وہ تحریر کیسے ضائع ہو سکتی تھی پس یہ احتمال بالکل غلط ہے۔ رابطہ: اس آیت میں منکرین قرآن کے لئے وعید مذکور تھی آگے ماننے والوں کو بشارت سناتے ہیں۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ

تو پھر ذرا بچتے رہو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی

وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ

اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے اور خوشخبری سنا دیجئے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ

اے پیغمبر اُن لوگوں جو ایمان لائے اور کام کرتے رہے اچھا اس بات کی کہ بیشک اُن کے واسطے بہشتیں

تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رَزَقُوْا مِنْهَا

ہیں کہ چلتی ہوں گی اُن کے نیچے سے نہریں جب بھی دیئے جاویں گے وہ لوگ

مِّنْ ثَمَرَةٍ رّٰزِقًا ۖ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

اُن بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے

رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَاَتُوْا بِهٖ مُّتَشٰبِهًا

جو ہم کو ملتا تھا اس سے پیشتر اور ملے گا بھی اُن کو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا

وبشر الذين امنوا تا خلدون، یہ جو فرمایا کہ ان کو ملتا جلتا پھل ملے گا سوا کثر لطف کے واسطے ایسا ہوگا کہ دونوں بار کے پھلوں کی صورت ایک سی ہوگی۔ جس سے وہ یوں سمجھیں گے کہ یہ پہلی ہی قسم کا پھل ہے مگر کھانے میں مزادوسرا ہوگا جس سے مزادور لطف بڑھ جائے گا۔ رابطہ: سمجھنا چاہئے کہ مدعی کے ذمہ دو حق ہوتے ہیں ایک اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرنا دوسرے مخالف کی دلیل کا جواب دینا سو یہاں قرآن کے کلام الہی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس پر دلیل تو قائم ہو چکی کہ تمام افراد بشر اس کے مقابلہ میں عاجز ہیں۔ اب بعض مخالفین قرآن کے کلام الہی نہ ہونے پر یوں استدلال کرتے تھے کہ اس میں بعضی بہت ہی حقیر چیزوں کا ذکر ہے جیسے مکھی اور مکڑی اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو ایسی ذلیل چیزوں کا ذکر اس میں کیوں ہوتا

سے آنکھ نہیں پھوٹی بلکہ روشنی ہی بڑھتی ہے۔ مگر یہ قیوف ضدی کو کیا جواب دیا جائے اسی طرح مقصود قرآن سے صرف ہدایت ہے اس سے گمراہی نہیں ہوتی مگر یہ دوسرا نتیجہ ان معاندوں کی ضد اور جہالت کا ہے۔

وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا مِّمَّا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا

اور ہدایت کرتے ہیں اسکی وجہ سے بہتوں کو اور گمراہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس مثال سے

الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾

کسی کو مگر صرف بے علمی کرنیوالوں کو

کیونکہ بے علمی کی نحوست سے حق طلبی کی عادت نہیں رہتی۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖۤ

جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کا استحکام کے بعد

اس عہد کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے سب کو نکال کر فہم و گویائی عطا کر کے ان سے توحید کا اقرار لیا۔

وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ

اور قطع کرتے ہیں اُن تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ نے اُن کو وابستہ رکھنے کا

اس میں تمام تعلقات شرعیہ داخل ہو گئے خواہ خدا اور بندہ کے درمیان ہوں یا باہم اقارب میں یا عام اہل اسلام یا بنی آدم یا انبیاء علیہم السلام سے ہوں۔

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

اور فساد کرتے ہیں زمین میں

ظاہری فساد بھی کرتے تھے ظلم و بے آبروی و حق تلفی اور باطنی فساد بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر عداوت و حسد نو مسلموں کو بہکانا وغیرہ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

پس یہی لوگ پورے خسارہ میں پڑنے والے ہیں

کیونکہ دنیا کی راحت اور آخرت کی نعمت سب ہاتھ سے دے بیٹھے اس لئے کہ عداوت و حسد سے دنیا کا عیش بھی تلخ ہو جاتا ہے۔ رابطہ: یہاں تک کفار کے اعتراض کو جو وہ قرآن پر کرتے تھے جواب مذکور سے خوب صاف کر دیا گیا اب پھر پہلے مضمون یعنی اثبات توحید کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَئًا فَاحْيَاكُمْۤ

بھلا کیونکر ناپاس کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تھے تم محض بے جان (لفظ میں جان پڑنے سے پہلے) سو تم کو

اور چونکہ وہ اعتراض اس عنوان سے کرتے تھے کہ (توبہ توبہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا ایسی چیزوں کے ذکر سے شرما تے نہیں تو حق تعالیٰ نے بھی جواب اسی عنوان سے دیا ہے۔

وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۚ وَهُمْ فِيْهَا

اور اُنکے واسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہونگی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ

خٰلِدُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْ يُّضْرِبَ

بہشتوں میں ہمیشہ بسنے والے ہو گئے ہاں واقعی اللہ تعالیٰ تو نہیں شرما تے اس بات

مَثَلًا مَّاۤ بَعُوْضَةٌ فَمَا فَوْقَهَا

سے کہ بیان کریں کوئی مثال بھی خواہ مچھر کی ہو خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو

ان اللہ لا يستحي تا من ربهم وجہ اس کی ظاہر ہے کیونکہ مثال کو مناسبت اس چیز سے ہونا چاہئے جس کی وہ مثال ہے نہ کہ مثال دینے والے سے سو قرآن شریف میں جہاں مکڑی کا ذکر آیا وہاں بت پرستی کا لچر ہونا اور بتوں کا عاجز و کمزور ہونا بیان کیا گیا ہے سو اس کی مثال میں حقیر و ضعیف چیزوں کا لانا مناسب ہوگا یا ہاتھی و اونٹ کا لانا زیبا ہوگا جس کو ذرا بھی عقل ہوگی اس کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ الْحَقُّ

سو جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں خواہ کچھ ہی ہو وہ تو یقین کر چکے کہ جتنک یہ مثال تو بہت ہی موقع کی ہے اُنکے رب

مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ

کی جانب سے اور وہ جگے وہ لوگ جو کافر ہو چکے سو چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ یونہی کہتے رہیں گے وہ لوگ مطلب ہوگا

مَا ذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۙ مُّضِلُّۙ بِهِ كَثِيْرًا ۙ

جس کا قصد کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس حقیر مثال سے گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال کی وجہ سے بہتوں کو

واما الذين كفروا تا ويهدي به كثيرا چونکہ وہ لوگ حقیقت مثال و غرض مثال سے ناواقف نہ تھے اور یہ اعتراض محض شرارت و تمسخر کی وجہ سے کرتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے جواب میں مثال کی حکمت نہیں بیان فرمائی کیونکہ وہ تو بدیہی تھی بلکہ جواب میں دوسرا طرز اختیار فرمایا جو ایسے ضدی معاند لوگوں کے مقابلہ میں مناسب ہے۔ جیسے کوئی شخص جان بوجھ کر طبیب سے سوال کرے کہ یہ عینکیں کس واسطے رکھی ہیں ان سے کیا مطلب ہے اور وہ حکیم یوں جواب دے کہ ان سے مقصود یہ ہے کہ تیری آنکھیں پھوٹ جائیں اور دوسروں کی نگاہیں تیز ہوں۔ ظاہر ہے کہ عینک

ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٨﴾

جاندار کیا پھر تم کو موت دیتے پھر زندہ کریں گے (یعنی قیامت کے دن پھر ان ہی کے پاس بجائے جاؤ گے)

کیف تکفرون تا ترجعون ربط: اس کے بعد فرماتے ہیں کہ محسن کا حق ماننا تو طبعی امر ہے یہی سمجھ کر خدا کی طرف رجوع ہو جاؤ اس لئے اپنی عام اور خاص نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں سو عام نعمت تو یہ ہے

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کیلئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب

هو الذي الخ خواہ کسی قسم کا فائدہ ہو کھانے کا، پینے کا، پہننے کا، نگاہ کو تازگی بخشنے کا، نفس یا روح کو حظ (مزہ) دینے کا کسی چیز کو دیکھ کر خدا کا صحیح علم حاصل ہو جانے کا۔ پس اب کوئی چیز ایسی نہ رہی جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور بالفرض اگر ہم کو فائدہ معلوم بھی نہ ہو تو کیا ہوا معلوم نہ ہونے سے فائدہ کا نہ ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ ہم کو معلوم نہ ہو کسی دوسرے کو معلوم ہو اور ممکن ہے کہ کسی کو بھی نہ معلوم ہو اور حق سبحانہ و تعالیٰ بدون ہمارے علم کے ہم کو اس سے فائدہ پہنچا رہے ہوں۔ ربط: جاننا چاہئے کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے ایک ظاہری جیسے کھانا پینا وغیرہ دوسری معنوی جیسے عزت آبرو علم وغیرہ سو یہاں تک نعمت ظاہریہ کا بیان تھا۔ اب نعمت معنویہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو دولت علم دی اور مسجود ملائکہ بنایا اور تم کو ان کی اولاد میں ہونے کا فخر دیا اس تقریب سے اس قصہ کو پورا بیان فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ

پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف (یعنی اسکی تکمیل تخلیق کی طرف) سو درست کر

سَمَوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ

کے بنادیئے اُن کو سات آسمان اور وہ تو سب چیزوں کے جاننے والے ہیں

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے

واذ قال ربك الخ تا کہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں ورنہ اللہ تعالیٰ تو باطن کو بھی جانتے ہیں اور حقیقت میں ان سے مشورہ لینا نہ تھا اس کی حاجت ہی کیا تھی بلکہ اس کا تو احتمال بھی محال ہے۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ

کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب

یعنی وہ میرا نائب ہوگا کہ اپنے احکام شرعیہ کے اجراء کی خدمت اسکے سپرد کروں گا۔

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ

فرشتے کہنے لگے کہ آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیں

الدِّمَآءِ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ

کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں آپ کی

مطلب یہ کہ ہم تو سب کے سب آپ کے فرمانبردار ہیں اور ان میں کوئی مفسد و سفاک بھی ہوگا۔ اور یہ بات کسی طرح ان کو اللہ تعالیٰ نے معلوم کرادی ہوگی سو اگر یہ کام ہمارے سپرد کیا جائے تو ہم سب مل کر اس کو انجام دے لیں گے۔ غرض جب کام انجام دینے والوں کی ایک جماعت موجود ہے تو ایک نئی مخلوق کی کیا حاجت ہے اور یہ بطور اعتراض کے نہیں کہا بلکہ مقصود اپنی فرمانبرداری اور جاں نثاری کا اظہار تھا۔

قَالَ إِنِّي أَنَا عَلَّمَ مَالًا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جسکو تم نہیں جانتے

یعنی جو امر تمہارے نزدیک بنی آدم کی خلافت کے لئے مانع ہے۔ یعنی ان میں سے بعض کا مفسد و سفاک ہونا وہی امر واقع میں باعث ان کے پیدا کرنے کا ہے کیونکہ اجرائے احکام تو جب ہی ہو سکتا ہے جب کوئی اعتدال سے تجاوز کرنے والا بھی ہو اور اگرچہ یہ مادہ جنوں کے اندر بھی موجود ہے مگر ان میں مادہ شر اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اصلاح کی قابلیت بہت ضعیف ہے۔ تو زیادہ حصہ اصلاح و سعی کا بیکار جاتا۔ انسان میں مادہ فساد و اصلاح دونوں مناسب طور پر موجود ہیں اس لئے اس مقصود کی تکمیل انسان ہی کی پیدائش سے ہوگی۔ ربط: تخلیق انسان کی حکمت بیان فرما کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کی اصلاح بھی آدمی ہی سے ہو سکتی ہے کیونکہ مصلح کے لئے جس خاص علم کی ضرورت ہے وہ ملائکہ کی استعداد سے خارج ہے

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى

اور علم دیدیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو (انکو پیدا کر کے) سب چیزوں کے اسماء کا (مع)

الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ

اُن چیزوں کے خواص و آثار کے) پھر وہ چیزیں فرشتوں کے زبور و کردیں پھر فرمایا

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٣١﴾

کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے (یعنی مع اُنکے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو

کرائی جاوے جس سے عملاً بھی ان کا کامل ہونا ظاہر ہو جاوے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا

اور جس وقت حکم دیا ہم نے فرشتوں کو (اور جنوں کو بھی) کہ سجدے میں گر جاؤ آدم کے سامنے۔

إِلَّا ابْلِيسَ ابْنِ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۴﴾

سب سجدہ میں گر پڑے بجز ابلیس کے اُس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہو گیا کافروں میں سے

اس پر کفر کا فتویٰ اس لئے دیا گیا کہ اس نے حکم الہی کے مقابلہ میں تکبر اور اس کے قبول کرنے میں عار کیا اور اس کو خلاف مصلحت ٹھہرایا مسئلہ: جو شخص اس طرح حکم شرعی کے ساتھ رد و انکار کے ساتھ پیش آدے وہ کافر ہے۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم رہا کرو تم اور تمہاری بی بی

یعنی حوا جن کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدم علیہ السلام کی پہلی سے کوئی مادہ لے کر بنا دیا تھا۔

الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے با فراغت جس جگہ سے چاہو

خدا جانے وہ کیا درخت تھا مگر اسکے کھانے سے منع فرما دیا اور آقا کو اختیار ہے کہ اپنی چیزوں میں سے غلام کو جس چیز کے چاہے برتنے کی اجازت دے جس کی چاہے اجازت نہ دے۔

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۳۵﴾

اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے ورنہ تم بھی اُن ہی میں شمار ہو جاؤ گے

فَازْلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا

جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں پھر لغزش دیدی آدم و حوا کو شیطان نے اُس درخت کی

كَانَا فِيهِ

وجہ سے سو برطرف کر کے رہا اُن کو اس عیش سے جس میں وہ تھے

فازلہما تا حین یہ لغزش آدم علیہ السلام سے خطا اجتہادی کے طور پر ہوئی کیونکہ وہ یہ سمجھ گئے کہ ممانعت میری پہلی حالت کے ساتھ مخصوص تھی جب کہ میں ضعیف القوی تھا اب جب کہ میرے قوی سب کامل ہیں اب وہ ممانعت نہیں رہی جیسا کہ بیمار کو بہت سی چیزوں سے بوجہ ضعف معدہ کے منع کر دیتے ہیں بعد صحت کے وہ ممانعت نہیں رہتی ادھر شیطان نے بھی بہکانا شروع کیا کہ اس درخت کے کھانے سے حیات

یعنی اپنے اس خیال میں کہ ہم اصلاح طبائع و انتظام شرائع کی خدمت جس کے لئے خلیفہ کی تجویز ہو رہی ہے انجام دے سکیں گے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آدم پر اس علم کا ظاہر فرمانا جس سے ان میں خلافت کی صلاحیت پیدا ہوگئی اور فرشتوں سے پوشیدہ کرنا آدم کی ترجیح کے لئے کافی نہیں کیونکہ ملائکہ کے لئے اس علم کا حصول بوجہ اس خاص استعداد کے نہ ہونے کے جو آدم میں تھی اسی طرح ناممکن ہے جیسے عینین مادر زاد کو لذت جماع کا علم اور جب یہ علم ان کو حاصل نہیں ہو سکتا تو انسان کی اصلاح بھی جو خلیفہ خداوندی کا کام ہے ان سے ممکن نہ تھی۔ ربط: اس گفتگو سے ملائکہ کو اپنا عاجز ہونا تو مشاہد ہو گیا اب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آدم میں اس علم خاص کی قوت و مناسبت کا ہونا بھی ملائکہ عیناً نہ دیکھ لیں۔

قَالُوا سُبْحَنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ہم کو علم نہیں مگر وہی جو کچھ آپ نے ہم کو علم دیا

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۳۶﴾ قَالَ يَا آدَمُ

بیشک آپ بڑے علم والے بڑے حکمت والے ہیں (کہ جس قدر جس کے لئے مصلحت جانا

أَنْبِئُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ

اسی قدر ہم علم عطا فرمایا) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم انگوٹھوں کے اسماء بتلا دو

قال یا آدم تا تکتُمون بتلا دینے سے یہ مراد ہے کہ ان کے روبرو اس کا اظہار کرو تو اگرچہ وہ بوجہ مناسبت نہ ہونے کے سمجھ نہ سکیں گے مگر تقریریں کر اجمالاً آدم کا عالم ہونا تو ان کو معلوم ہو جائے گا۔

فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ

سو جب بتلا دیئے انگوٹھ آدم نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا (دیکھو)

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

میں تم سے کہتا تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی

وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۳۷﴾

اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کر دیتے ہو اور جس بات کو تم دل میں رکھتے ہو

کیونکہ ہر شخص کے حالات انہی دو میں منحصر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تمام حالات آفاقی و انفسی پر مجھ کو اطلاع ہے۔ اس میں انی اعلم تا لا تعلمون کی تفصیل مذکور ہوگئی۔ ربط جب آدم کا شرف دونوں جماعتوں پر ظاہر ہو گیا تو اب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان غیر کاملوں سے اس کامل کی کوئی ایسی تعظیم

مصلحتیں مضرتیں۔ چنانچہ پیدا کرنے سے پہلے ہی انہی جاعل فی الارض الخ فرمایا گیا تھا اس لئے معافی کے بعد وہ حکم بہوٹ منسوخ نہیں ہوا البتہ طرز اس کا بدل گیا کہ وہ پہلا حکم طرز حاکمانہ پر تھا اور دوسرا حکم حکیمانہ طرز پر ہوا۔

إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۳۷﴾

پیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنیوالے بڑے مہربان

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ

ہم نے حکم فرمایا کہ نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب

مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ

پھر اگر آدے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت ہو جو شخص

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يُخْزَنُونَ ﴿۳۸﴾

پہرہ کی گناہ میری اس ہدایت کی توبہ کچھ اندیشہ ہوگا ان پر اور نہ ایسے لوگ عکس ہوں گے

قُلْنَا اهْبِطُوا تَابِعْزَنُونَ یعنی قیامت کے روز یہ شمرہ ان کو ملے گا اور مطلب اس کا یہ ہے کہ ہماری طرف سے کوئی خوفناک واقعہ ان کے ساتھ نہ ہوگا گو وہ بوجہ اپنی سعادت مندی کے ہر وقت ہم سے خائف و ترسماں رہیں۔ رابطہ یہاں تک نعمت عامہ معنویہ کا ذکر تھا اب آگے نعمت خاصہ کا ذکر فرماتے ہیں جو خاص اس وقت کے علماء کو عطا ہوئی تھی جن میں زیادہ تر بنی اسرائیل تھے۔ اس لئے ان ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ نعمتیں ان کو یاد دلاتے ہیں تاکہ شرما کر ایمان لے آویں۔ اور چونکہ یہ اہل علم تھے ان کے ایمان لانے سے عوام پر اچھا اثر پڑے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

اور جو کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہ لوگ ہوں گے

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۹﴾ يٰبَنِي إِسْرَءِيلَ

دورخ والے وہ اس میں ہمیشہ کور ہیں گے اے بنی اسرائیل (یعنی اولاد حضرت

اٰدَمُ) اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

یعقوب علیہ السلام کی یاد کرو تم میرے اُن احسانوں کو جو کئے میں نے تم پر

بنی اسرائیل اذکرو الخ تاکہ ایمان لا کر اس نعمت کا حق ادا کرنا آسان ہو جائے آگے اس یاد کرنے کی مراد بتلاتے ہیں۔

وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ

اور پورا کرو تم میرے عہد کو (۳) پورا کرونگا میں تمہارے عہدوں کو

ابدی یا قوت ملائکہ حاصل ہو جاتی ہے اور اس مضمون پر اللہ کی قسمیں کھا گیا جس کے نام سن کر محبت والے تو گھل ہی جاتے ہیں غرض اسباب کچھ ایسے جمع ہو گئے کہ اس درخت کے کھانے کو اس وقت ممانعت سے خارج سمجھ گئے اور کھا لیا اس کا کھانا تھا اور سب عیش و آرام کا رخصت ہونا تھا۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

اور ہم نے کہا کہ نیچے آؤ تم میں سے بعض بعضوں کے دشمن رہیں گے

قُلْنَا اهْبِطُوا تا حین ایک سزا تو ظاہری ہوئی کہ یہاں سے زمین پر جاؤ دوسری باطنی سزا ہے کہ بعضوں میں باہم عداوتیں بھی قائم رہیں گی جس سے لطف زندگی بہت کم ہو جائے گا اور اگرچہ خطا اجتہادی اس قدر دارو گیر کے قابل نہیں ہوتی مگر جس قدر فہم و خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر ملامت زیادہ ہوتی ہے۔ مقرباں را بیش بود حیرانی تو یہ دارو گیر عین دلیل کمال آدم علیہ السلام اور ان کی مقبولیت کی ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِينٍ ﴿۴۰﴾

اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک معیاد معین تک

یعنی وہاں بھی جا کر دوام نہ ملے گا۔ بعد چندے وہ گھر بھی چھوڑنا پڑے گا۔ آدم علیہ السلام نے یہ خطاب و عتاب کب سنے تھے۔ نہ ایسے سنگ دل تھے کہ سہار کر جاتے۔ بے چین ہو گئے اور فوراً ہی معافی کی التجا کرنے لگے۔

فَتَلَقٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهِ كَلِمٰتٍ

بعد ازاں حاصل کر لئے آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ

فتلقى آدم من ربه کلمات وہ کلمات معذرت بھی حق تعالیٰ ہی نے تعلیم فرمائے تھے۔ جیسا کہ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض دفعہ جب نوکر اپنی خطا پر تادم ہو کر ہاتھ جوڑ کر گردن جھکا کر آقا کے سامنے خاموش کھڑا ہو جاتا ہے اور مارے ندامت و ہیبت کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہے اس وقت آقا رحم کھا کر خود کلمات معذرت تلقین کرتا ہے کہ اچھا اقرار کرو کہ مجھ سے قصور ہوا پھر ایسا نہ کروں گا۔ اس کے اس طرح کہہ دینے سے آقا معاف کر دیتا ہے۔

فَتَابَ عَلَيْهِ ط

تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کیساتھ توجہ فرمائی اُن پر (یعنی توبہ قبول کر لی)

فتاب علیہ اور حضرت حوا کی توبہ کا بیان سورہ اعراف میں ہے۔
قالا ربنا ظلمنا الخ سو وہ بھی توبہ میں آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔ مگر چونکہ ان کے روئے زمین پر آنے میں اور بھی ہزاروں حکمتیں اور

ہے حق تعالیٰ نے دونوں سے منع کر دیا۔ ربط: یہاں تک تو ایمان لانے اور کفر کی باتیں چھوڑنے کا حکم تھا جو کہ منجملہ اصول ہے۔ اب عظیم الشان فروع اسلامیہ کا حکم فرماتے ہیں۔ تاکہ مجموعہ سے تکمیل اسلام کا مقصود ہونا حاصل ہو جائے۔

وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ

اور قائم کرو تم لوگ نماز کو (یعنی مسلمان ہو کر) اور روز کوۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی

الرَّكْعَيْنِ ﴿۴۳﴾

کرنے والوں کے ساتھ

واقیموا الصلوة تا الراکعین اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں ظاہری اور باطنی پھر ظاہری کی دو قسمیں ہیں عبادت بدنی، عبادت مالی ان تینوں میں سے ایک ایک کو ذکر کر دیا نماز عبادت بدنی ہے زکوۃ عبادت مالی ہے خشوع و خضوع عمل باطنی ہے۔ اور چونکہ تواضع باطنی میں اہل تواضع کی معیت کو بڑا دخل ہے اس لئے مع الراکعین کا بڑھانا نہایت بر محل ہوا۔ ربط: اب ممکن تھا کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ شاید مخاطبین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی کا علم نہ ہو تو آگے ان کا اس سے واقف ہونا ظاہر فرماتے ہیں وہ لوگ اپنے بعض اقارب کو خفیہ طور پر حضور کے اتباع کی ترغیب دیا کرتے تھے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق دعوے رسالت سے بخوبی آگاہ تھے۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ

کیا (غضب ہے کہ) کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو (نیک کام سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَأَنْتُمْ تَنْكُرُونَ الْكِتَابَ

وہم پر ایمان لانا ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہے ہو کتاب کی

یعنی توریت کی اور اس میں جا بجا ایسے عالم بے عمل کی مذمتیں مذکور ہیں۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾

تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے

کہ ہم بھی ان مذمتوں کے مصداق بنے جاتے ہیں۔ ربط: یہ بات ثابت ہوئی کہ ان کے پاس کوئی عذر معقول ایمان نہ لانے کے باب میں نہیں اور ایمان لانا بلاشبہ ان پر فرض ہے مگر دو خصلتیں ان کو ایمان لانے سے مانع تھیں۔ ایک حب مال دوسرے حب جاہ اس لئے اس مشکل کے آسان ہو جانے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ

اور اگر تم کو حب مال و جاہ کے غلبہ سے ایمان لانا دشوار (معلوم ہو تو) مدد لو صبر اور نماز سے

واوہو اب عہدی یعنی تم نے جو مجھ سے عہد کیا تھا توریت میں جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ولقد اخذ الله ميثاق بني اسرائيل الخ..... اوف بعهدكم یعنی جو میں نے وعدہ کیا تھا ایمان لانے پر چنانچہ اسی آیت میں مذکور ہے۔

وَإِيَّاىَ فَارْهَبُونَ ﴿۴۵﴾

اور صرف مجھ ہی سے ڈرو

لا کفرن عنکم سیئاتکم الی قولہ سواء السبیل وایای فاتقون اپنے عوام الناس معتقدوں سے مت ڈرو کہ ان کو اعتقاد نہ رہے گا ان سے آمدنی بند ہو جاوے گی آگے اس ایقائے عہد کا مطالبہ صاف لفظوں میں بیان فرماتے ہیں۔

وَأْمِنُوا بِمَا أُنْزِلَتْ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اور ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو میں نے ہزل کی ہے یعنی قرآن پہلی حالت میں کہ وہ کچھ غلطی ہے اس کتاب کو

وامنوا بما انزلت الخ یعنی قرآن مجید پر ایمان لاؤ اور تم کو اس سے وحشت نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ توریت کے کتاب الہی ہونے کی تصدیق کرتا ہے ہاں جس قدر اس میں تحریف ہو گئی ہے وہ خود توریت اور انجیل ہونے ہی سے خارج ہے۔

وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ

جو تمہارے پاس ہے (یعنی توریت کے کتاب الہی ہو سکتی تصدیق کرتی ہے

ولا تكونوا اول کافر بہ یعنی تمہاری دیکھا دیکھی جتنے انکار کرتے جاویں گے ان سب میں اول بانی تم ہو گے تو قیامت تک تمام کا وبال تمہارے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتا رہے گا۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي

اور مت بنو تم سب سے پہلے انکار کر نیوالے اس قرآن کے

ثَمَنًا قَلِيلًا زَوَّايَا فَاتَّقُونَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَلْبِسُوا

اور مت لو بہ مقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر زور اور مخلوط

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾

مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے ہو

ولا تشتروا تا تعلمون خود غرض لوگ احکام شرعیہ تبدیل دو طرح کیا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر قابو چلا تو اس کو ظاہر ہی نہ ہونے دیا یہ کتمان ہے اور اگر ان کے چھپائے نہ چھپ سکا تو پھر اس میں خلط ملط کیا کرتے ہیں۔ یہ لبس

یہ بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ میں نے تم کو ایک بڑے حصہ زمین پر فوقیت دی تھی مثلاً اس زمانہ کے لوگوں پر اور زیادہ حصہ ان انعاموں کا مخلصین کے باپ و ادا پر ہوا ہے لیکن باپ کے ساتھ جو احسان کیا جائے ایک گونہ انتفاع اس سے اولاد کو ضرور ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ ہے اگلی آیت میں اطاعت نہ کرنے پر دھمکی ہے۔ جب کہ خود اس شخص میں ایمان نہ ہو جس کی سفارش کرتا ہے۔

وَلَا يُوْخِذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۳۸﴾

اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جاسکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرفداری چل سکتی

و لا یؤخذ منها الخ اور بدوں ایمان کے سفارش قبول نہ ہونے کی صورت دوسری آیات سے یہ معلوم ہوئی کہ کوئی ان کی سفارش ہی نہ کرے گا جو قبول کی گنجائش ہو غرض کہ دنیا میں جتنے طریقے مدد کے ہو سکتے ہیں بدوں ایمان کے وہاں کچھ نہ ہوگا۔ اب یہاں سے دور تک ان خاص برتاؤں کا ذکر چلا ہے۔

وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ رہائی دی ہم نے تم کو

واذنجنکم الخ یعنی تمہارے آبا و اجداد کو

مِّنَ الْفِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ

متعلقین فرعون سے جو فکر میں لگے رہتے تھے تمہاری سخت آزاری کے گلے

يَذَبْحُونَ آبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ

کاٹتے تھے تمہاری اولاد ذکور کے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری عورتوں کو

و يستحيون نساءكم الخ یعنی لڑکیوں کو تاکہ زندہ رہ کر بڑی عورتیں ہو جائیں۔

وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿۳۹﴾

اس (واقعہ) میں ایک امتحان تھا تمہارے پروردگار کی جانب سے بڑا بھاری

بلاء من ربکم الخ مراد اس واقعہ سے یا تو ذبح و قتل ہے اور مصیبت میں صبر کا امتحان ہوتا ہے یا رہائی دینا مراد ہے جو کہ ایک نعمت ہے اور نعمت میں شکر کا امتحان ہوتا ہے کسی نے فرعون سے پیشین گوئی کر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری سلطنت جاتی رہے گی اس لئے اس نے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنا شروع کیا اور چونکہ لڑکیوں سے کوئی اندیشہ نہ تھا اور ان سے خدمت لینا نہ نظر تھا اس لئے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَكُمْ

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ فرق کر دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دہائے شور کو بحر ہم نے (ڈوبنے سے)

اس لئے کہ صبر سے جب مال گھٹ جائے گی اور نماز سے جب جاہ گھٹ جائے گی۔ چونکہ نماز کی قیود بہت ہی گراں گزرتی ہیں اس لئے اس کی دشواری کا علاج بتلاتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿۴۰﴾

اور بیشک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں وہ خاشعین وہ لوگ ہیں

حاصل یہ ہے کہ نماز کی دشواری کا سبب یہ ہے کہ انسان کا قلب تخیلات و تفکرات کا خوگر ہوتا ہے اس لئے اس کو نماز کی تقیدات گراں گزرتی ہیں اور خیال و فکر ایک قسم کی حرکت ہے تو اس کا علاج سکون سے کیا گیا جو اس کی ضد ہے۔ خشوع کے معنی سکون قلب ہی کے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ دفعۃً قلب سے تمام تفکرات کا قطع ہونا بہت دشوار ہے۔ اس لئے اس کی صرف یہ تدبیر ہے کہ قلب کو کسی ایک خیال میں مستغرق کر دیا جائے تو دوسرے خیالات از خود منعدم ہو جائیں گے۔ جس سے حرکت قلب منقطع ہو جائے گی تو سکون قلب نصیب ہوگا جو سبب ہوگا اس کے آسان ہونے اور ہمیشہ ادا ہوتے رہنے کا۔ جس سے جب جاہ کم ہو کر مانع ایمان مرتفع ہو جائے گا۔ اس لئے اس خیال کی تعیین فرماتے ہیں (آگے ترجمہ) رابطہ: یہ مضمون جس کا بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا گیا ہے یہاں تک اجمالی ہے۔ اب اس کو مفصل بیان فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُّلقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ

جو خیال رکھتے ہیں اسکا کہ وہ بیشک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی

رَجْعُونَ ﴿۴۱﴾ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ

خیال رکھتے ہیں کہ وہ بیشک اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں (یعنی) اسے اولاد

الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

یعقوب کی تم لوگ میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو انعام میں دی تھی

بنی اسرائیل الخ تاکہ شکر و اطاعت کی تحریک ہو

الَّذِينَ وَإِنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۴۲﴾ وَاتَّقُوا

اور اس (بات) کو یاد کرو کہ میں نے تم کو تمام دنیا جہاں والوں پر خاص برتاؤ میں

يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا

نوقت دی تھی اور وہ تم ایسے دن سے کہ نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ

مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی۔ غرض قبول ہو سکتی ہے

وَاعْرِفْنَا اِلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝۵۰

پہچان لیا تم کو اور غرق کرو یا متعلقین فرعون کو (مع فرعون کے) اور تم اس کا معائنہ کر رہے تھے

واذ فرقنا تا تنظرون یہ قصہ اس وقت ہوا جب کہ موسیٰ پیدا ہو کر پیغمبر بھی ہو گئے اور مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے جب کہ کسی طرح نہ مانا تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو خفیہ لے کر یہاں سے چلے جاؤ راستہ میں سمندر ملا اور اسی وقت فرعون لشکر لے کر پیچھے سے آپہنچا حق تعالیٰ کے حکم سے دریا شق ہو گیا یہ تو پار ہو گئے اور فرعون کے پہنچنے تک دریا اسی طرح رہا وہ بھی تعاقب کرتا ہوا اندر گھس گیا اس وقت سب طرف سے پانی سمٹ کر دریا اپنی حالت سابقہ پر ہو گیا اور فرعون اور فرعون کی سب ختم ہو گئے۔

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا

واذواعدنا الخ یعنی توریت دینے کے لئے پہلے تیس رات کا وعدہ ہوا تھا۔ پھر دس رات کا اضافہ ہو کر چالیس راتیں پوری ہو گئیں کیونکہ موسیٰ نے مسواک کر کے بوئے دہن زائل کر دی تھی۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهَا وَاَنْتُمْ

پھر تم لوگوں نے تجویز کر لیا (پرستش کیلئے) گوسالہ کو موسیٰ کے (جانے کے) بعد

ظَلُمُونَ ۝۵۱

اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی

وانتم ظلمون الخ کہ ایسی بیجا بات کے قائل ہو گئے فرعون کے غرق کے بعد بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے لئے اگر کوئی شریعت مقرر ہو تو اس کو دستور العمل بنا دیں موسیٰ علیہ السلام کے عرض کرنے سے حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم ایک ماہ کوہ طور پر آ کر عبادت کرو تو ہم تم کو کتاب دیں گے۔ موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور کتاب مل گئی مگر مسواک کر لینے کی وجہ سے دس دن روزہ رکھنے کا اور حکم ہوا (شریعت محمدیہ میں مسواک کی روزہ میں اجازت ہے) موسیٰ تو یہاں رہے اور وہاں سامری نے چاندی یا سونے کی ایک بچھڑے کی صورت بنا کر اس میں جبریل کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹی ڈال دی جو اس کے پاس تھی اس میں جان پڑ گئی جہلائے بنی اسرائیل نے اس کی پرستش شروع کر دی۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ

پھر بھی ہم نے تمہاری توبہ کرنے پر درگزر کیا تم نے اتنی بڑی بات ہوئے پیچھے

تَشْكُرُونَ ۝۵۲

تو تم پر کہ تم احسان مانو گے

ثم عفونا عنكم تا لعلكم تشكرون اس توقع کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو شک تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ معاف کر دینا ایسی چیز ہے جس سے ہر دیکھنے والے کو توقع شکر گزاری کا احتمال ہو سکتا ہے۔

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ

اور وہ (زمانہ یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت)

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝۵۳

اور فیصلہ کی چیز اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو

واذاتینا تا تهتدون فیصلہ کی چیز یا تو احکام شرعیہ کو کہا جن سے تمام عقلی و اعتقادی اختلافات کا فیصلہ ہو جاتا ہے یا معجزوں کو جن سے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یا خود توریت ہی کو فرمایا کہ اس میں کتاب ہونے کی صفت بھی ہے اور فیصلہ ہونے کی صفت بھی۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ إِنَّا كُنتُمْ

اور وہ (زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ نے فرمایا اپنی قوم سے کہ اے میری قوم بیشک

ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

تم نے اپنا بڑا نقصان کیا اپنی اس گوسالہ (پرستی) کی تجویز سے سو تم اپنے

فَتَوَبُّوْا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ

خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ پھر بعض آدمی بعض آدمیوں کو قتل کرو

فاقتلوا انفسکم یعنی جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی وہ گوسالہ پرستی کرنے والوں کو قتل کریں ۱۲

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ

یہ (عملدرآمد) تمہارے لئے بہتر ہو گا تمہارے خالق کے نزدیک پھر (اس عمل سے) حق تعالیٰ تمہارے

عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۵۴

حال پر (اپنی رعایت سے) متوجہ ہوئے جبکہ وہ ایسی ہی ہیں کہ قبول کر لیتے ہیں اور رعایت فرماتے ہیں

یہ بیان ہے اس طریق کا جو اس گناہ کی توبہ کے لئے تجویز ہوا یعنی مجرم لوگ قتل کئے جاویں چنانچہ ہماری شریعت میں بھی بعض گناہوں کی سزا ہوا جو توبہ کے بھی قتل مقرر ہے۔ مثلاً شہوت زنا یا شہادۃ پر جرم کا حکم توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

اور جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے اس بات کو کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

حَتّٰی نَرٰی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْکُمُ الصَّعِقَةُ

یہاں تک کہ ہم (خود) دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ طور پر سو (اس گستاخی پر) آپڑی تم پر کڑا کے دار بجلی اور تم

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵

(اس کا آنا) آنکھوں سے دیکھ رہے تھے

یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ جب موسیٰ نے توریت لا کر پیش کی کہ یہ کتاب الہی ہے تو بعض گستاخوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خود فرمادیں کہ یہ کتاب ہماری ہے تو بے شک ہم کو یقین آ جائے موسیٰ علیہ السلام باذن الہی ستر آدمی ان میں سے لے کر کوہ طور پر چلے وہاں انہوں نے کلام الہی خود سنا پھر کہنے لگے کہ خدا جانے کون بول رہا ہے۔ اگر خدا کو دیکھ لیں تو بے شک مان لیں چونکہ دنیا میں خدا کا دیدار محال ہے اس لئے اس گستاخی پر ان پر بجلی آن پڑی اور سب ہلاک ہو گئے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

پھر ہم نے تم کو زندہ کرا لیا (موسیٰ کی دعا سے) تمہارے مرجانے کے بعد اس موقع پر کہ تم احسان مانو گے

قصہ یہ ہوا کہ موسیٰ نے عرض کیا کہ بنی اسرائیل بدگمان قوم ہے یوں سمجھیں گے کہ میں نے ہی کسی تدبیر سے ان کا کام تمام کر دیا مجھے اس بدگمانی سے بچائیے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو پھر زندہ کر دیا۔

وَضَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّٰ

اور سایہ فلن کیا ہم نے تم پر ابر کو (میدان تہ میں) اور (خزانہ غیب سے) پہنچایا ہم

وَالسَّلٰوٰی طُكُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ط

نے تمہارے پاس ترنجبین اور بیڑیں کھاؤ انھیں چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں

مگر وہ اس میں بھی خلاف بات کر بیٹھے

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷

اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے

یہ دونوں قصے وادی تہ میں ہوئے وہ ایک کھلا میدان تھا نہ عمارت نہ مکان بنی اسرائیل نے دھوپ کی شکایت کی تو ایک باریک سفید ابر کا سایہ کر دیا گیا بھوک کی شکایت کی تو خدا نے درختوں پر ترنجبین جو کہ ایک شیریں لطیف غذا

ہے بکثرت پیدا کر دی یہ اس کو جمع کر لیتے تھے اور بیڑیں خود ان کے پاس آ جاتیں بھاگتی نہ تھیں یہ دونوں باتیں چونکہ خلاف عادت تھیں اس لئے خزانہ غیب سے قرار دی گئیں اور خلاف حکم خداوندی محض حرص کی وجہ سے وہ لوگ آئندہ کے واسطے گوشت جمع کرنے لگے تو گوشت سڑنے لگا اب تک کبھی ایسا نہ ہوا تھا اسی کو فرمایا کہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے وادی تہ میں یہ لوگ چالیس سال تک رہے وجہ یہ ہوئی کہ بنی اسرائیل کو فرعون کے غرق ہونے کے بعد حکم ہوا کہ اپنے اصلی وطن ملک شام پر قبضہ کرو اور قوم عمالقہ سے جو اس وقت شام پر قابض تھے جہاد کرو یہ لوگ مصر سے بارادہ جہاد چلے مگر اس میدان میں پہنچ کر صاف انکار کر دیا اور ہمت ہار بیٹھے کیونکہ عمالقہ کے زور و قوت کی باتیں کچھ تحقیق ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ چالیس سال تک اسی میدان میں پریشان و سرگرداں پھرتے رہے گھر بھی پہنچنا نصیب نہ ہوا ۱۲

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُواْ هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُواْ

اور (یاد کرو) جبکہ ہم نے حکم کیا کہ تم لوگ اس آبادی کے اندر داخل ہو پھر کھاؤ اس کی چیزوں میں

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّاَدْخُلُواْ الْبَابَ

(سے) جس جگہ تم رغبت کرو بے تکلفی سے اور (یہ بھی حکم دیا کہ) دروازے میں داخل ہونا (عاجزی

سُجَّدًا وَّقُولُواْ حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَّکُمْ خَطِیْکُمْ ط

(سے) جھکے جھکے اور (زبان سے یہ) کہتے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) ہم معاف کر دیں گے تمہاری

وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۸

(کچھلی) خطائیں اور ابھی مزید برائیاں اوریں گے دل سے نیک کام کرنے والوں کو

اگر یہ قصہ بھی زمانہ وادی تہ کا ہے کہ جب من و سلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے اور معمولی کھانوں کی فرمائش کی تو ان کو حکم ہوا تھا ایک شہر میں جانے کا کہ وہاں معمولی چیزیں کھانے پینے کی ملیں گی تو اس قول پر بہت سے بہت یہ کہنا پڑے گا کہ آگے کا قصہ پیچھے اور پیچھے کا آگے بیان ہوا سو اس میں اشکال اس وقت ہوتا جب کہ قرآن مجید میں قصوں کا بیان بطور تاریخ کے مقصود اصلی ہوتا اور جب کہ نظر نتائج پر ہے تو اگر ایک قصہ کے بہت سے اجزاء ہیں ہر جز کا جدا نتیجہ ہو تو ان اجزاء میں بلحاظ آثار کے کسی کو موخر کسی کو مقدم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور دوسرے مفسرین نے اس حکم کو اس شہر کے متعلق سمجھا ہے جس پر جہاد کرنے کا حکم تھا اور بعد موسیٰ کے اس پر جہاد ہوا جب کہ یوشع نبی تھے اور وہ فتح ہوا تو کچھ بھی اشکال نہیں اور ہر قول پر یہ معافی تو سب کہے والوں کے لئے عام ہوگی اور جو اخلاص والے ہیں ان کا انعام اس کے علاوہ ہے۔

ہے جو لوگ ایسے امور کو محال سمجھتے ہیں وہ بخدا محال کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يُمُوسَىٰ لَنْ نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ

اور جب تم لوگوں نے (یوں) کہا کہ اے موسیٰ (روز کے روز) ہم ایک ہی قسم کے کھانے

وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا

پر کبھی نذر ہیں گے (یعنی من و سلویٰ پر) آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا

تُنِيتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا

کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کریں جو زمین میں اگا کرتی ہیں ساگ (ہوا)

وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصِلِهَا ۖ قَالَ

گکڑی (ہوئی) گیہوں (ہوا) مسور (ہوئی) پیاز (ہوئی) آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں

أَتَسْتَبِدُّونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ

لینا چاہتے ہو ادنیٰ چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے کسی شہر میں (جا کر)

خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مِمَّا سَأَلْتُمْ

اُترو (وہاں) البتہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو اور جم گئی اُن پر

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۖ فَ

ذلت اور پستی (کہ دوسروں کی نگاہ میں قدر اور خود اُن میں اولوالعزمی نہ رہی)

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ النِّحْيُ یعنی ایسی ایسی گستاخیوں سے ایک زمانہ میں
جا کر ذلت و مسکنت نقش کی طرح جم گئی۔

وَبَاءُ وَبَغْضٍ مِّنَ اللَّهِ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ

اور مستحق ہو گئے غضب الہی کے (اور) یہ اس وجہ سے (ہوا) کہ وہ لوگ منکر

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ

ہو جاتے تھے احکام الہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو (کہ وہ قتل

النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط

خود اُنکے نزدیک بھی) ناحق (ہوتا) تھا

و کانوا یعتدون یہ قصہ بھی وادی تہ کا ہے من و سلویٰ سے اکتا کر
ترکاریوں اور غلوں کی درخواست کی اور اس میدان کے قریب کوئی شہر تھا
وہاں جا کر رہنے کا حکم ہوا کہ بوؤ جو تو کھاؤ کھاؤ اور منجملہ ذلت و مسکنت کے
یہ بھی ہے کہ قرب قیامت تک یہودیوں سے سلطنت چھین لی گئی البتہ قرب

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ

سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے)

لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا

کہنے (کی اُن سے) فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے نازل کی اُن ظالموں پر ایک

مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۵۹

آفت سماوی اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی کرتے تھے

اور وہ کلمہ یہ تھا کہ حطة (بمعنی توبہ) کی جگہ حبة فی شعيرة کہا
یعنی غلہ درمیان جو کے اور وہ آسمانی آفت طاعون تھا جو بروئے احادیث
نافرمانوں کے لئے عذاب اور فرمانبرداروں کے لئے رحمت ہے۔ اور اس
طاعون سے بہت سے آدمی فنا ہو گئے۔

وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب (حضرت) موسیٰ نے پانی کی دعا مانگی اپنی قوم کے واسطے اس پر ہم

بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

نے (موسیٰ کو) حکم دیا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (اس سے پانی نکل آئے گا) پس مارنے

عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرِبَهُمْ كُؤُا

کی دیر تھی کہ فوراً اس سے پھوٹ نکلے بارہ چشمے (اور بارہ ہی خاندان تھے بنی اسرائیل کے چنانچہ)

وَأَشْرَبُوا مِنْ رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي

معلوم کر لیا ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع (اور ہم نے یہ نصیحت کی کہ) کھاؤ اور پیو اور اللہ

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝۶۰

تعالیٰ کے رزق سے اور حد (اعتدال سے) مت نکلو فساد (وقتہ) کرتے ہوئے سر زمین میں

واذ استسقی تا مفسدین یہ قصہ وادی تہ کا ہے اور کھانے سے مراد
من و سلویٰ ہے اور پینے سے یہی پانی پینا اور فساد وقتہ سے ترک احکام و نافرمانی
فائدہ: قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ ایسے خوارق کا انکار کرنا بڑی
غلطی ہے جب بعض پتھروں میں خلاف عقل لوہے کو جذب کرنے کی تاثیر
رکھی ہے تو اگر اس پتھر میں یہ تاثیر پیدا کر دی ہو کہ زمین سے پانی جذب کر
لے اور اس سے پانی نکلنے لگے تو کیا محال ہے ہمارے زمانہ کے عقلا کو اس
تقریر سے متفع ہونا چاہئے اور یہ مثال بھی محض ظاہر بینوں کے لئے ہے ورنہ
خود اگر اسی پتھر کے اجزاء میں سے پانی پیدا ہو گیا ہو تو کون سا محال لازم آتا

نہیں حاصل قانون کا ظاہر ہے کہ جو پوری اطاعت کرے گا خواہ پہلے کیسا ہی ہو وہ ہمارے یہاں مقبول ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت مسلمان ہونے میں منحصر ہے مطلب یہ کہ جو مسلمان ہو جائے گا مستحق نجات اخروی کا ہوگا اس میں اس خیال کا جواب ہو گیا اور صائبین کے متعلق مختلف اقوال ہیں ان کے طرز عمل اور معتقدات کا کسی کو پورا پورا پتہ نہیں لگا۔ واللہ اعلم۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

اور جب ہم نے تم سے قول قرار لیا (کہ توراۃ پر عمل کریں گے) اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر

الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا

(عماذات میں) مطلق کر دیا (اور کہا) کہ جلدی قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی

مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾

کیا تمہارا یاد رکھو جو (احکام) اس کتاب میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ

واذاخذنا قاتنتقون اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ دین میں تو زبردستی نہیں یہاں اکراہ کیسے کیا گیا جواب نہایت واضح ہے کہ دین میں اکراہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ عام کفار پر ابتداء قبول دین کیلئے اکراہ نہ کریں گے کہ یا ایمان لاؤ ورنہ مار ڈالیں گے اور یہاں تو یہ لوگ پہلے بخوشی ایمان لا چکے تھے ایسے شخص کو بجا آوری احکام پر ضرور مجبور کیا جائے گا جس کی نفی پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں اور جہاد جو ہماری شریعت میں رکھا گیا ہے اس سے مقصود قبول اسلام پر مجبور کرنا نہیں ہے کیونکہ جہاد میں ایک جزو جزیہ کا بھی ہے جس کے قبول کرنے سے جہاد رک جاتا ہے بلکہ مقصود اطاعت قانون عدل شرعی ہے جو مومنین و کفار سب کے حق میں عام ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۖ فَلَؤَلَا

پھر تم اس قول قرار کے بعد بھی (اس سے) پھر گئے سوا اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِّنَ

فضل اور رحم نہ ہوتا (تو اس عہد شکنی کا مقتضا تو یہ تھا کہ) ضرور تم (نوراً)

الْخَاسِرِينَ ﴿۶۴﴾

تباہ (اور ہلاک) ہو جاتے

ثم توليتم تا خسرين مگر ہماری عنایت و رحمت عامہ ہے کہ حیات مستعار کے ختم ہونے تک مہلت دے رکھی ہے اور یہ رحمت عامہ دنیا میں مومن و کافر سب پر ہے جس کا اثر عافیت و راحت دنیوی ہے اور رحمت خاصہ جس کا اثر نجات و قرب ہے اس کا ظہور آخرت میں صرف مومنوں کے لئے ہوگا اور اس

قیامت کے وصال یہودی کا چالیس دن کے لئے بے ضابطہ لٹیروں کی طرح زور شور ہوگا اس کو کوئی عاقل سلطنت نہیں کہہ سکتا اور انکو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت یہ بات بتلا دی گئی تھی کہ اگر بے حکمی کرو گے تو ہمیشہ دوسری قوموں کے محکوم رہو گے اور یہودیوں کے ہاتھ سے مختلف اوقات میں بہت سے پیغمبر قتل ہوئے جس کو وہ خود بھی ناحق سمجھتے تھے لیکن عناد اور ضد نے اندھا بنا رکھا تھا۔ ربط: یہودی کی ان شرارتوں کا حال معلوم کر کے سامعین کو یا خود کسی یہودی کو یہ خیال گزر سکتا ہے کہ اب تو شاید معذرت کرنے کے بعد بھی ایمان مقبول نہ ہو اس کے دفع کے لئے ایک قانون کلی ارشاد فرماتے ہیں

ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۶۵﴾

اور (نیز) وہ اس وجہ سے (ہوا) کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى

سے نکل نکل جاتے تھے یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ

وَالصَّبِيَّانَ مَنَ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور فرقہ صائبین (ان سب میں) جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی ذات و

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

صفات پر اور روز قیامت پر اور کارگذاری اچھی کرے

ان الذين تا عمل صالحا موافق قانون شریعت کے

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ

ایوں کیلئے ان کا حق الخدمت بھی ہے ان کے پروردگار کے پاس اور (وہاں جا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۶﴾

کر) کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے

ولا هم يحزنون ترجمہ میں وہاں جا کر کی جو قید ہے اس سے وہ شہر رخ ہو گیا کہ مقبول بندے تو اکثر خائف و متمکین رہا کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ وہاں جا کر بوجہ بشارت ملائکہ کے حزن و غم نہ رہے گا گو اس سے پہلے ہو اور اس قانون میں بظاہر مسلمانوں کے ذکر کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی مگر اسے کلام میں بلاغت اور مضمون میں خاص وقعت پیدا ہو گئی اس کی ایسی مثال ہے جیسے بادشاہ یوں کہے کہ ہمارا قانون عام ہے خواہ کوئی موافق ہو یا مخالف جو اطاعت کرے گا وہ مورد عنایت ہوگا اب ظاہر ہے کہ موافق تو اطاعت کر ہی رہا ہے اس کا ذکر صرف اس نکتہ کے لئے کیا گیا کہ ہم کو جو موافقین سے تعلق ہے وہ ان کی اطاعت کی وجہ سے ہے کوئی ذاتی خصوصیت

کہاں قاتل کی تحقیق کہاں بیل کا ذبح کرنا۔

قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝۶۷

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لعوذ باللہ جو میں ایسا جہالت والوں کا سا کام کروں

کہ احکام خداوندی میں تسخیر کرنے لگوں قصہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک خون ہو گیا تھا جس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ کسی نے اس مقتول کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تھا اس نے انکار کر دیا تو اس نے اس کو مار ڈالا لوگوں کو قاتل کا پتہ نہ چلا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ چل جائے آپ نے بحکم خداوندی ایک بیل کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا جس سے قاتل کے سراغ ملنے کا طریقہ آئندہ آیت میں آتا ہے اس پر انہوں نے اپنی جبلت کے موافق جتیش نکالنی شروع کیں اور یہ قصہ نزول توراۃ سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اس وقت تک کوئی قانون شرعی قاتل کے بارے میں نازل نہ ہوا تھا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۖ

وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ درخواست کیجئے اپنے رب سے ہم سے بیان کر دیں کہ اس

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ ۖ لَا فَارِضٌ

(بیل) کے کیا اوصاف ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ (میری درخواست کے جواب میں)

وَلَا يَكُرُّ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا

فرماتے ہیں کہ وہ ایسا بیل ہو کہ نہ بالکل بوزر ہا ہونہ بہت پیچ ہو (بلکہ) نہ تھو ہودونوں

مَا تَأْمُرُونَ ۝۶۸

عمروں کے وسط میں سواب (زیادہ حجت مت کیجئے بلکہ) کر ڈالو جو تم کو حکم دیا جاتا ہے

حدیث میں ہے کہ یہ جتیش نہ کرتے تو اتنی قیدیوں ان کے ذمہ نہ ہوتیں جو بیل ذبح کر ڈالتے کافی ہو جا تا ۱۲

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْ نُهَا ۖ

کہنے لگے کہ (اچھا یہ بھی درخواست کرو جسے ہم نے اپنے رب سے کہہ دیا یہ بھی بیان کر دیں کہ اس کا

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ ۖ صَفْرَاءُ ۖ فَاقِيعٌ

رنگ کیسا ہو) آپ نے فرمایا کہ (اسے تعلق) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایک زرد رنگ کا بیل ہے جس کا رنگ تیز

لَوْ نُهَا تَسْرُ النَّظِيرِينَ ۝۶۹ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ

زرد ہو کہ نظیرین کو فرحت بخش ہو کہنے لگے کہ (اب کی بار اور) ہماری خاطر اپنے رب سے دریافت کر دیجئے کہ

یعنی اول بار کے سوال کا جواب ذرا واضح فرمائیں۔

آیت کے مخاطب بظاہر وہ یہودی ہیں جو زمانہ نبوی میں موجود تھے چونکہ حضور پر ایمان نہ لانا بھی عہد شکنی ہے اس لئے ان کو بھی عہد شکنوں میں داخل کر کے فرمایا گیا کہ اس پر بھی ہم نے تم پر دنیا میں کوئی ایسا عذاب نازل نہیں کیا جیسا پہلے بے ایمانوں پر ہوتا رہا ہے یہ محض خدا کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے اس مضمون کی تائید کیلئے پہلے بے ایمانوں کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کو مستبعد نہ سمجھو ایسا ہو چکا ہے اور تم کو بھی خبر ہے (ترجمہ دیکھو)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ

اور تم جانتے ہی ہو ان لوگوں کا حال جنہوں نے تم میں سے (شرعاً) تمنا کیا تھا بارہ (اس تم کے بے ایمانیت کے مطلق تھا)

کہ وہ اس روز چھٹی کا شکار نہ کریں ۱۲

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝۷۰

سو ہم نے انکو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ

چنانچہ وہ بندروں کے قالب میں مسخ ہو گئے۔

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا

پھر ہم نے اس کو ایک (واقعہ) عبرت (انگیز) بنا دیا ان لوگوں کیلئے بھی جو اس قوم کے معاصر تھے وہ ان لوگوں کے

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝۷۱

لیئے بھی جو ایمان مان میں آتے رہے اور (نیز اس واقعہ کو) موجب نصیحت بنا دیا (خدا سے) کوزنواںوں کیلئے

یہ واقعہ بنی اسرائیل کا داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا یہ لوگ سمندر کے کنارہ پر آباد تھے اور چھٹی کے شکار کے شوقین تھے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کے لئے مخصوص تھا اس دن شکار سے منع کیا گیا مگر یہ لوگ باز نہ آئے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا اور تین دن پیچھے سب مر گئے اور اس مسخ میں استحالہ کی کوئی بات نہیں جب فلاسفہ جدیدہ بندر کا ترقی کر کے آدمی بن جانا ممکن کہتے ہیں تو آدمی کا تنزل کر کے بندر بن جانا کیوں محال ہوگا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو

أَنْ تَذَبَحُوا بَقَرَةً ۖ

حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو

اگر لاش کے قاتل کا پتہ لگانا چاہتے ہو

قَالُوا اتَّخَذْنَا هُزُؤًا

وہ لوگ کہنے لگے کہ آیا آپ ہم کو مسخر بناتے ہیں

یعنی مقتول کی لاش کو

كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

اسی طرح حق تعالیٰ (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دینگے اور اللہ تعالیٰ اپنے نظائر (قدرت) تم

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۴۳﴾

کو دکھاتے ہیں اسی توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو

چنانچہ چھوانے سے وہ زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کا نام بتلا کر پھر فوراً مر گیا آگے اللہ تعالیٰ بمقابلہ منکرین قیامت کے اس قصہ سے استدلال اور نظیر کے طور پر فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

ثُمَّ قَسَتْ

ایسے ایسے واقعات کے بعد

اور ایک نظیر سے دوسری نظیر کے انکار سے باز آؤ اور جو شخص مضغہ بے جان میں جان پڑنے کے طریق میں غور کریگا کہ اس کی کل حقیقت ایک بخار لطیف کا مضغہ سے چھو جانا اور متصل ہو جانا ہے وہ اس قصہ کو کسی طرح قدرت حق سے مستبعد نہ سمجھے گا اور دونوں اتصالوں میں کوئی معقول فرق بیان نہ کر سکے گا اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مقتول کا بیان تعین قاتل کے لئے کافی دلیل ہے کیونکہ اس خاص موقعہ پر وحی سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مقتول کا بیان مطابق واقع کے ہوگا اور ترتیب قصہ بدلنے میں نکتہ یہ ہے کہ سننے والے سمجھ جائیں کہ قصہ کے دونوں جزو مقصود ہیں اگر دونوں مقصود نہ ہوتے تو ترتیب کیوں بدل جاتی اس واقعہ سے بنی اسرائیل کی دو بے عنوانیاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ایک اخفا واردات کی کوشش کرنا دوسرے احکام خداوندی میں خواہ مخواہ جھٹیں نکالنا اگر قصہ ترتیب وار بیان کیا جاتا تو ممکن تھا کہ ناظرین جزو اول کو مقصود سمجھتے اور جزو ثانی کو محض تمہ قصہ کا خیال کرتے اور اگر چہ حق تعالیٰ کو قدرت تھی کہ مقتول کو ویسے ہی زندہ کر دیتے یا خود قاتل کا پتہ بتلا دیتے مگر حق تعالیٰ کے ہر کام میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے کسی حکمت سے انہوں نے ایسا ہی طریقہ اختیار کیا ہے حدیث از مطرب دے گو راز و ہر کم تر جو۔ کہ کس نکشود و نکشاید حکمت ایں معمارا۔ آگے ان واقعات سے متاثر نہ ہونے پر شکایت فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبَكُمْ (ترجمہ دیکھو) چاہیے تھا کہ تمہارے دل بالکل نرم اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے پر ہو جاتے لیکن (آگے ترجمہ دیکھو)

قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ

تمہارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو (یوں کہنا چاہئے کہ) کٹا کٹی مثال پتھر کی سی ہے

يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَبَهَ عَلَيْنَا

ہم سے بیان کر دیں کہ اسکا وصف کیا کیا ہوں کیونکہ (گائے) اور بیل میں (قدرے) اشتباہ ہے کہ وہ بیل معمولی ہو گیا اور کوئی عجیب و غریب جس میں تحقیق قاتل کا خاص اثر ہو۔

وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَهْتَدُونَ ﴿۴۴﴾ قَالَ

اور ہم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ (اب کی) ٹھیک سمجھ جاویں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق

إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا

تعالیٰ (یوں) فرماتے ہیں کہ وہ

کوئی عجیب و غریب جانور نہیں یہی معمولی ہے البتہ عمدہ ہونا چاہئے۔

بَقْرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي

ندوئل میں چلا ہوا جس سے زمین جوتی جاوے اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جاوے

الْحَرثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْفَنَ

(غرض ہر قسم کے عیب سے) سالم ہوا اور اس میں کوئی داغ نہ ہو (یہ سن کر) کہنے لگے کہ (ہاں)

جِئْتُ بِالْحَقِّ ط

اب آپ نے پوری (اور صاف) بات فرمائی

القصہ ایسا جانور تلاش کر کے خریدا

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿۴۵﴾ وَإِذْ

پھر اس کو ذبح کیا اور (اُنکی جنتوں سے ظاہر) کرتے ہوئے معلوم ہوتے نہ تھے اور (وہ)

قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَاذْرَءْهُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجُ

زمانہ یاد کرو) جب تم لوگوں (میں سے کسی) نے ایک آدمی کا خون کر دیا پھر ایک دوسرے

مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۴۶﴾

پر اسکو ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جسکو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے

یعنی تم میں مجرم و مشتبہ لوگ ۱۲

فَقُلْنَا

اسلئے ہم نے حکم دیا کہ اسکو

یعنی ذبح بقرہ کے بعد

أَضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ط

اس (بقرہ) کے کوئی سے ٹکڑے سے چھو دو

ان سب مذکورہ قصوں سے بڑھ کر ایک اور بات بھی ان سے ہو چکی ہے وہ یہ کہ (آگے ترجمہ)

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ

ان میں سے کچھ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے اور پھر

اللَّهُ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ

اسکو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے (اور) اسکو سمجھنے کے بعد (ایسا کرتے تھے) اور

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۵﴾

(لطف یہ ہے) کہ جانتے (بھی) تھے

کہ ہم برا کر رہے ہیں محض اغراض نفسانیہ اس کا روائی کا سبب ہوئی تھیں مطلب یہ کہ جو لوگ ایسے بے باک اور اغراض نفسانیہ کے اسیر ہوں وہ کسی کے کہنے سے کب باز آنے والے ہیں اور کسی کی کب سننے والے ہیں اور گوان میں سے بعض باتوں کا صدور ان یہود سے نہ ہوا ہو جو زمانہ نبوی میں تھے چونکہ یہ لوگ بھی اپنے اسلاف کے ان اعمال پر انکار و نفرت نہ رکھتے تھے اس لئے حکمایہ بھی ویسے ہی ہوئے۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا

اور جب ملتے ہیں (منافقین یہود) مسلمانوں سے (اُن سے) کہتے ہیں کہ ہم (بھی) ایمان لے

وَإِذَا خَلَا بِعَضُفٍ إِلَى بَعْضٍ

آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعض (منافق) دوسرے بعض (علائیہ) یہودیوں کے پاس

وَإِذَا لَقُوا الْخَوَّانَ سَمِعُوا أَنَّهُمْ يَمُوتُونَ وَهُمْ يَمُوتُونَ
کا دعویٰ کرتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ بِنَا فِتْنَةً

تو وہ اُن سے کہتے ہیں کہ تم (یہ) کیا غضب کرتے ہو کہ مسلمانوں کو وہاں سے تلاتے ہو جو اللہ تعالیٰ

لِيَحْجُوكُم بِهِ

نے (تو ریت میں) تم پر مشکف کر دی ہیں

مگر ہم بمصلحت ان کو پوشیدہ رکھتے ہیں

عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶﴾

نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ تم کو حجت میں مغلوب کر دیں گے کہ یہ مضمون اللہ کے پاس سے ہے کیا تم (اتنی مولیٰ بات) نہیں سمجھتے

أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً

بلکہ سختی میں (پھر) سے بھی زیادہ سخت

کہا جاوے تو زیادہ سخت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ (آگے ترجمہ دیکھو)

وَأَنَّ مِنَ الْحِجَارِ لَمَّا يَتْفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ

بعضے پھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں

وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَشْقُوقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ

بعضے ایسے ہیں جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور

وَأَنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

ان ہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے ہلک آتے ہیں

اور تمہارے قلوب میں کسی قسم کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۷﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں

جو کہ قلبی قسوت کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں بہت جلد تمہیں سزا کو پہنچاویں گے پتھروں کی ان تین اقسام میں ترتیب نہایت لطیف اور بیان مقصود میں نہایت بلغ ہے یعنی بعض پتھروں سے مخلوق کو بڑا نفع انہار کا پہنچتا ہے ان کے قلوب ایسے بھی نہیں بعض سے تھوڑے پانی کا کم نفع پہنچتا ہے ان کے قلوب ان سے بھی سخت ہیں بعض سے گو کسی کو نفع نہیں پہنچتا مگر خود ان میں تو ایک اثر خوف کا ہے مگر ان کے قلوب میں اتنی بھی صلاحیت نہیں سبحان اللہ کیا عجیب ترتیب ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پتھروں میں تو عقل نہیں ان میں خوف و خشیت خداوندی کیسے ہو سکتی ہے جواب یہ ہے کہ خوف کیلئے عقل کی تو ضرورت نہیں کیونکہ حیوانات میں خوف کا مشاہدہ کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بے عقل ہیں البتہ جس کی ضرورت ہے اور جمادات میں حس نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ حس موقوف ہے حیات پر تو ممکن ہے کہ ان میں ایسی حیات لطیفہ ہو جس کا ہم کو ادراک نہ ہوتا ہو جیسا کہ جو ہر دماغ کے احساس کا کسی کو ادراک نہیں ہوتا مگر بہت سے عقلاء دلائل سے اس کے قائل ہوئے تو ظاہر نص قرآن ان دلائل طبیہ سے قوت میں کم نہیں ہے۔

رابطہ یہود کے حالات دکھلا سنا کہ مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ ان کے مومن بنانے کی فکر و کوشش میں جو تم کلفت برداشت کرتے ہو اب یہ امید قطع کرو۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ

(اے مسلمانو) کیا یہ سارے قصے سن کر اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ

(یہودی) تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے حالانکہ

جب عوام مذکورین قابل زجر کے ہیں اور اصلی سبب ان کے جہل کے یہ علماء ہیں۔ (آگے ترجمہ دیکھو)

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ

تو بڑی خرابی اُنکی ہوگی جو لکھتے ہیں (بدل بدل کر) کتاب (توریت) کو اپنے ہاتھوں سے پھر

بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ

(عوام سے) کہہ دیتے ہیں کہ یہ (حکم) خدا کی طرف سے (یوں ہی آیا) ہے (اور) غرض

عِنْدَ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ

(صرف) یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کر لیں سو بڑی خرابی (پیش)

لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ

آدگی اُن کو اس کی بدولت (بھی) جسکو اُن کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی اُن کو

مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝۹

اُس (نقد) کی بدولت (بھی) جس کو وہ وصول کر لیا کرتے تھے

چونکہ لفظاً معنی توریت میں کچھ پھیر پھار کر کے اپنی نفسانی اغراض پوری کرتے رہتے تھے اس لئے اس آیت میں اس حرکت پر وعید سنائی ہے۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا

اور یہودیوں نے (یہ بھی) کہا کہ ہرگز ہم کو آتش (دوزخ) چھوئے گی (بھی) نہیں مگر (بہت)

مَعْدُودَةً ۖ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ

تھوڑے روز (جو انگلیوں پر) شمار کر لئے جائیں آپ (اُن سے) یوں فرمادیجئے کیا تم لوگوں نے حق

عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۚ أَمْ

تعالیٰ سے (اس کے متعلق) کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں

تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۱۰

گے یا (ایسے ہی) اللہ تعالیٰ کے مذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے

حاصل دعویٰ یہود کا یہ تھا کہ چونکہ دین موسوی ان کے زعم میں منسوخ نہیں اس لئے وہ مومن ہیں اور مومن اگر دوزخ میں کسی وجہ سے ڈالے جائیں گی تو صرف چند روز کے لئے ڈالے جائیں گے اور چونکہ اس دعویٰ کی بنیاد ہی غلط ہے کیونکہ شریعت موسویہ منسوخ ہو چکی ہے اس لئے انکار نبوت مسیحیہ و محمدیہ سے وہ کافر ہو گئے اور کفار کے لئے بعد چندے نجات ہو جاتا کسی کتاب سماوی میں نہیں جس کو حق تعالیٰ نے عہد سے تعبیر فرمایا پس

يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

کیا ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو سب خبر ہے اُن چیزوں کی بھی جن کو وہ

وَمَا يُعْلِنُونَ ۝۱۱

مخفی رکھتے ہیں اور اُنکی بھی جن کا وہ اظہار کر دیتے ہیں

منافقین کبھی ایک آدھ بات خوشامد میں اپنا صدق ایمان جتانے کے لئے مسلمانوں سے کہہ دیتے تھے کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت یا قرآن مجید کی خبر موجود ہے وغیرہ وغیرہ اس پر دوسرے لوگ ملامت کرتے تھے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ ایسے چالاک اور چاند پر خاک ڈالنے والے ہیں وہ تمہاری کیا مانیں گے یہ شبہ نہ ہو کہ منافقین کا یہ قول پہلے بھی آچکا ہے دوبارہ کیوں بیان کیا گیا جواب یہ ہے کہ وہاں انکا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ بتلانا منظور تھا یہاں ایمان کی امید قطع کرنا مقصود ہے اختلاف مقصود سے تکرار کہاں رہا اور اکثر جگہ مکررات قرآنی اسی قبیل سے ہیں اور اگر کہیں مقصود ایک بھی ہو جب بھی تاکید خود ایک نیا مقصود اور بلاغت میں مہتمم بالشان چیز ہے۔ ربط: اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ ان منافقوں اور ان کے ملامت کرنے والوں کی حماقت ظاہر فرماتے ہیں۔

اولا يعلمون تو ان منافقین نے اپنا کفر مسلمانوں سے چھپایا تو کیا اور ان ملامت گروں نے حضور کی بشارت وغیرہ کے مضامین چھپائے تو کیا حق تعالیٰ کو تو خبر ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے دونوں مضمونوں سے مسلمانوں کو جا بجا مطلع فرمایا۔ ربط: ان آیات میں یہود کے خواندہ لوگوں کا ذکر ہو چکا اگلی آیت میں ناخواندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ

اور اُن (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ بھی ہیں جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن (بلا سند)

إِلَّا أَمَانِيَّ

دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں)

ومنهم اميون الخ وجہ یہ ہے کہ کچھ تو ان کے علماء کی تعلیم ناقص اور گڑ بڑ تھی اوپر سے ان کی فہم کم پھر بجز بے بنیاد خیالات کے سچے حقائق کی تحقیق کہاں نصیب اور چونکہ ان کی اس توہم پرستی کا بڑا سبب ان کے علماء کی خیانت تھی اس لئے آگے ان کا بہ نسبت عوام کے زیادہ مستحق ملامت ہونا بیان فرماتے ہیں گو کچھ حال ان کا ابھی آچکا ہے۔

وَأَنَّهُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝۱۲

وہ لوگ اور کچھ نہیں (ویسے ہی بے بنیاد) خیالات پکا لیتے ہیں

رہے کہ توریت منسوخ ہونے سے پہلے شریعت موسویہ پر قائم رہے اور بعد نسخ تورات کے شریعت محمدیہ کے متبع ہو گئے۔

وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۸۳﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا

اور تمہاری تو معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تم سے

مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا

یہ قول و اقرار (بھی) لیا کہ باہم خونریزی مت کرنا اور ایک دوسرے کو

تُخْرِجُونَ

ترک وطن مت کرنا

واذا اخذنا ميثاقكم الخ ترک وطن کرانے کی ممانعت کے یہ معنی ہیں کہ کسی کو آزار پہنچا کر ایسا تنگ مت کرنا کہ وہ بے چارہ ترک وطن پر مجبور ہو جائے آگے اس حکم خاص سے ان کی عہد شکنی کا ذکر فرماتے ہیں۔

أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ

پھر تم نے اقرار بھی کر لیا اور (اقرار بھی ضمانت نہیں بلکہ ایسا صریح جیسے)

ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ

تم شہادت دیتے ہو پھر (اس صریح اقرار کے بعد) تم (جیسے ہو) یہ

أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ

(آنکھوں کے سامنے موجود ہی) ہو (کہ) قتل و قتل بھی کرتے ہو اور

فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظْهَرُونَ

ایک دوسرے کو ترک وطن بھی کراتے ہو (اس طور پر کہ) اُن اپنوں کے مقابلہ

عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

میں (اُنکی مخالف قوموں کی) امداد کرتے ہو گناہ اور ظلم کے ساتھ

ثم انتم هؤلاء الخ (ان دونوں حکموں کو تو یوں غارت کیا اور ایک تیسرا حکم جو پہل سمجھا اس پر عمل کرنے کو خوب تیار رہتے ہو کہ اگر کوئی قید ہو جائے تو اس کو رہا کر دیا۔

وَأَنْ يَأْتِيَكُمُ اسْرٰى تَفْدُوهُمْ وَهُمْ مَحْرَمٌ

اور اگر ان لوگوں میں سے کوئی گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کر

عَلَيْكُمْ اخْرَاجَهُمْ ط

رہا کر دیتے ہو حالانکہ یہ بات (بھی معلوم ہے) کہ تم کو اُن کا ترک وطن کرنا

ثابت ہوا کہ دعویٰ بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے ربط: آگے رد کے ساتھ ایک ضابطہ کا بیان ہے جس سے ان لوگوں کا ہمیشہ کے لئے جہنمی ہونا ثابت ہو جائے گا اور جاننا چاہئے کہ یہ ضابطہ کافر اور مومن صالح کا بیان ہوا ہے مومن بد عمل کا ضابطہ دوسری آیات و احادیث میں ہے کہ بوجہ ایمان کے کبھی نہ کبھی گناہوں کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہوگا۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ

کیوں نہیں جو شخص قصداً ہی باتیں کرتا رہے اور اسکو اس کی خطا (اور قصور اس طرح)

خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ

احاطہ کرے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا

ہیں اور وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ (اللہ اور رسول پر) ایمان

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

لاویں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۶﴾ وَإِذْ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب لیا ہم نے (توریت میں) قول و

أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءٰىلَ لَا تَعْبُدُونَ

قراری بنی اسرائیل سے کہ عبادت مت کرنا (کسی کی) بجز اللہ تعالیٰ کے اور ماں

إِلَّا اللَّهَ تَفَوْا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي

باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسْكِيْنَ وَقُولُوا

بچوں کی بھی اور غریب محتاجوں کی بھی اور عام لوگوں سے اچھی طرح (خوش خلقی

لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاقِيُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا

سے) بات کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوٰۃ پھر تم

الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ

(قول و اقرار کر کے) اُس سے پھر گئے بجز معدودے چند کے

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيئَتُهُ... وَاِذَا اخَذْنَا

مِيثَاقَ الْخ يٰہم معدودے چند وہ لوگ ہیں جو توریت کے پورے پابند

دھمکی کے لئے ان پر کفر کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جیسے ہمارے محاورے میں کہہ دیتے ہیں کہ تو بالکل پھار ہے حالانکہ مخاطب یقیناً پھار نہیں مقصود اس کام سے نفرت دلانا ہوتا ہے یہی معنی ہیں ایسی حدیثوں کے جیسے من ترک الصلوة مستعمداً فقد کفر اور اس جگہ دوسراؤں کا ذکر ہے ایک دنیوی سواس کا ظہور اس طرح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں بنی قریظہ بوجہ نقض معاہدہ کے قتل و قید کئے گئے اور بنی نضیر ملک شام کی طرف جلاوطن کئے گئے بنی قریظہ کا قصہ سورہ احزاب میں اور بنی نضیر کا سورہ حشر میں آئے گا ۱۲

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے احکام کی مخالفت کر کے (دوسری زندگی) کے حصول کو لے لیا ہے

بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا

بعض (نجات) آخرت کے سونے تو ان کی سزا میں (کچھ) تخفیف کی جاوے گی اور نہ کوئی

اولئک الذین الخ اور جہاں سزا کی ان کیلئے یہ ہے کہ (آگے ترجمہ دیکھو)

هُم يُنَصَّرُونَ ﴿۸۶﴾

ان کی طرف داری (پیروی) کرنے پاوے گا

یعنی وکیل مختار یا دوست رشتہ دار

وَلَقَدْ آتَيْنَا

اور ہم نے (اے بنی اسرائیل)

ولقد آتینا الخ تمہاری ہدایت کے لئے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کے سب سے اول (آگے ترجمہ)

مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ

موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توریت) دی اور (پھر) ان کے بعد درمیان میں یکے بعد دیگرے (برابر

بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ

مختلف) پیغمبروں کو بھیجے رہے اور (پھر) ہم نے عیسیٰ بن مریم کو (نبوت کے) واضح دلائل

انجیل و معجزات

وَأَيَّدْنَاهُ

عطا فرمائے اور ہم نے اُن کو روح القدس

یعنی جبرائیل علیہ السلام

بِرُوحٍ

سے تائید دی

اور قتل تو اور بھی بدرجہ اولیٰ ف مدینہ میں عرب کی دو قومیں رہتی تھیں۔ اوس و خزرج اور گرد و نواح میں یہودی کی دو قومیں بستی تھیں بنی قریظہ اور بنی نضیر۔ بنی قریظہ کی اوس سے دوستی تھی اور بنی نضیر خزرج کے یار تھے اور اوس و خزرج میں باہم عداوت تھی جب کبھی اوس و خزرج میں باہم قتل و قتال ہوتا تو بنی قریظہ اوس کی طرف ہوتے اور بنی نضیر خزرج کی حمایت کرتے تو جہاں اوس و خزرج مارے جاتے اور خانماں آوارہ ہو جاتے ان کے دوستوں کو بھی یہ مصیبت پیش آتی۔ بنی قریظہ بنی نضیر کے ہاتھوں قتل و برباد ہوتے اور وہ ان کے ہاتھوں البتہ اگر یہودیوں میں سے کوئی کسی کے ہاتھ میں قید ہو جاتا تو ہر ایک فریق اپنے دوستوں کو مال سے راضی کر کے اس کو رہا کر دیتا اور جو کوئی پوچھتا تو کہتے کہ ہم پر اس کا رہا کر دینا واجب ہے اور جو کوئی اعتراض کرتا کہ پھر ان کے قتل و اخراج میں کیوں معین ہوتے ہو تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دینے سے عار آتی ہے حق تعالیٰ نے اسی کی شکایت فرمائی ہے کہ تم کو تین حکم دیئے گئے تھے ایک قتل نہ کرنا دوسرا اخراج نہ کرنا تیسرا قیدی کو رہا کر دینا تم نے حکم اول و دوم کو تو ضائع کر دیا اور صرف تیسرے کا اہتمام کیا گناہ اور ظلم و لفظ لانے میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس میں دو حق ضائع ہوئے ایک حق اللہ کہ حکم الہی کی تعمیل نہ کی دوسرے حق العباد کہ مخلوق کو بلا وجہ آزار پہنچایا۔

أَفْتَوْمُنُونِ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ

نیز ممنوع ہے کیا تو (پس یوں کہو کہ) کتاب (توریت) کے بعض (احکام)

بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ

پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے سواور کیا سزا ہونا چاہئے ایسے

مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ

محض کی جو تم لوگوں میں سے ایسی حرکت کرے بجز (اس کے کہ) رسوائی ہو

الْقِيَمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۖ

دنیوی زندگی میں اور روز قیامت بڑے سخت عذاب میں ڈال دیئے جاویں

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۸۷﴾

اور اللہ تعالیٰ کچھ بے خبر نہیں ہیں تمہارے اعمال (زشت) سے

افتمنون ببعض الکتاب الخ اس جگہ بعض احکام پر عمل نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ جب تک حرام کو حرام سمجھے اس کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ جو گناہ بہت شدید ہوتے ہیں شرعی محاورہ میں

جوا لگ بجائے خود ایک دلیل واضح تھی۔

الْقُدُسُ

کیا

تعجب کی بات نہیں کہ اس پر بھی تم سرکشی کرتے رہے قرآن وحدیث میں جا بجا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو روح القدس کہا گیا ہے جیسے قل نزل به روح القدس اور جیسے یہ شعر حضرت حسان کا حدیث میں وجبریل رسول الله فينا وروح القدس ليس له كفاء اور جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے عیسیٰ علیہ السلام کی تائید کئی طور پر ہوئی اول پیدائش کے بعد مس شیطان سے بچایا پھر ان کے دم کرنے سے حمل عیسوی قرار پایا پھر یہود کثرت سے آپ کے دشمن تھے جبرئیل حفاظت کے لئے ساتھ رہتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ان ہی کے ذریعہ سے آسمان پر اٹھائے گئے یہود نے بہت پیغمبروں کی تکذیب کی اور یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کو قتل بھی کیا۔

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ

جب بھی (بھی) کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جن کو تمہارا دل نہ چاہتا

أَنفُسُكُمْ أَتُكْبَرُتُمْ ۖ فَفَرِّقًا كَذَّبْتُمْ ۖ

تھا (جب ہی) تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا سو بعضوں کو تو تم نے (نعوذ باللہ) جھوٹا

وَفَرِّقًا تَقْتُلُونَ ۝ ۸۴ ۖ وَقَالُوا قُلُوبُنَا

بتلایا اور بعضوں کو (بے دھڑک) قتل ہی کر ڈالتے تھے اور وہ (یہودی افتخار سے)

غُلْفٌ

کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں

وقالوا قلوبنا الغ ایسے کہ ان میں مخالف مذہب کا ذرا اثر ہی نہیں ہوتا تو ہم اپنے مذہب پر خوب پختہ ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محفوظی اور پختگی نہیں ۱۲

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ

(بلکہ) اُنکے کفر کے سبب اُن پر خدا کی مار ہے

کہ اسلام جو مذہب حق ہے اس سے نفور اور مذہب منسوخ پر مصر ہیں

فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ ۸۵

سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں

اور تھوڑا سا ایمان مقبول نہیں پس وہ کافر ہی ٹھہرے اور اس تھوڑے ایمان کو لغت کے اعتبار سے ایمان کہہ دیا کہ لغت میں ذرا سی تصدیق کو بھی

ایمان کہہ سکتے ہیں ورنہ شرعی ایمان یہ ہے کہ جملہ احکام شرعیہ کا یقین کیا جائے ایک حکم کا انکار بھی ہو تو وہ ایمان نہیں کفر ہے تو یہ لوگ گو خدا کے قائل تھے اور قیامت کے قائل تھے اور اسی کو تھوڑا سا ایمان کہا گیا ہے مگر نبوت محمدیہ اور قرآن کے کتاب الہی ہونے کے منکر تھے اس لئے پورا ایمان نہیں تھا بلکہ شرعاً وہ لوگ کافر تھے۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ

اور جب اُنکو ایک ایسی کتاب پہنچی (یعنی قرآن) جو منجانب اللہ ہے (اور) اُس

لِّمَا مَعَهُمْ لَا وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ

(کتاب) کی (بھی) تصدیق کرنیوالے تھے (پہلے سے) اُنکے پاس ہے (یعنی

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ

توریت) حالانکہ اُس کے قبل خود بیان کیا کرتے تھے کفار سے

ولما جاءهم الغ یعنی مشرکین عرب سے کہ ایک نبی آنے والے اور ایک کتاب لانے والے ہیں۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ

مگر پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ (جانتے) پہچانتے ہیں

فَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكُفْرَيْنِ ۝ ۸۶

اُس کا (صاف) انکار کر بیٹھے سو (بس) خدا کی مار ہو ایسے مکروں پر

جو جان بوجھ کر محض تعصب کے سبب انکار کریں اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب وہ قرآن کو اور رسول کو برحق جانتے تھے تو ان کو مومن کہنا چاہئے پھر کافر کیسے کہا گیا جواب یہ ہے کہ جس طرح حق کو باطل جانا کفر ہے ویسے ہی باوجود حق جاننے کے انکار کرنا بھی کفر ہے دوسرے ان کا یہ علم اضطرابی تھا جس سے انکا دل کراہت بھی کرتا تھا اس کا نام ایمان نہیں ایمان یہ ہے کہ باختیار خود بخوشی تصدیق کر کے تسلیم کیا جائے اور قرآن کو مصدق تورات اس لئے فرمایا کہ تورات میں جو پیشین گوئیاں بعثت محمدیہ اور نزول قرآن کے متعلق تھیں نزول قرآن سے ان کا سچا ہونا ظاہر ہو گیا پس تورات کا ماننے والا قرآن وصاحب قرآن کی تکذیب کر ہی نہیں سکتا ۱۲ ربط آگے بیان فرماتے ہیں کہ جو وہ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اس کا سبب حسد ہے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ

وہ حالت (بہت ہی) بری ہے جسکو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو

اللَّهُ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩١﴾

قتل کرتے تھے اللہ کے پیغمبروں کو پہلے زمانہ میں اگر تم (توراة پر) ایمان رکھنے والے تھے

بواسطہ موسیٰ علیہ السلام کے ۱۲

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تم لوگوں کے پاس صاف صاف دلیلیں لائے (مگر) اس پر بھی

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ

تم لوگوں نے گوسالہ کو (معبود) تجویز کر لیا موسیٰ علیہ السلام کے (طور پر جانے کے) بعد

ظِلْمُونَ ﴿٩٢﴾

اور تم (اس تجویز میں) ستم ڈھارے تھے

یہود کے اس قول کا حق تعالیٰ نے تین طرح پر رد فرمایا اول یہ کہ جب اور کتابوں کا حق ہونا بھی دلیل قطعی سے ثابت ہے پھر اس کے انکار کی کیا وجہ؟ دوسرے اور کتابیں مثلاً قرآن ہی جب تورات کی مصدق ہے تو اس کی تکذیب سے خود تورات کی تکذیب لازم آتی ہے جیسا کہ ابھی اس کا بیان گزر چکا ہے تیسرے تمہارے گروہ کے لوگوں نے جن کو تم مقتدا اور پیشوا مانتے ہو انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور انبیاء کو قتل کرنا تمام کتب سماویہ کی رو سے کفر ہے قاتل تو کافر بالتورات تھے ہی مگر تم نے بھی جب ان سے بغض نہ رکھا اور ان کو مقتدا مانا تو براہ راست تورات سے کفر کیا غرض ہر پہلو سے تمہارا دعویٰ ایمان بر توریت غلط ہے یہود کا یہ قول کفر تو ہے ہی مگر اس طرز کلام سے حسد بھی مترشح ہوتا ہے کہ جو ہم پر نازل کی گئی اسی کو مانیں گے آگے حق تعالیٰ اسی قول کو دوسرے طریقے سے رد فرماتے ہیں ولقد جاءكم الخ بینات سے مراد وہ دلیلیں ہیں جو نزول تورات سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے صدق پر قائم ہو چکی تھیں جیسے عصا ید بیضا اور فلق البحر وغیرہ اور گویہ قصہ گوسالہ پرستی وغیرہ کا پہلے بھی آپکا ہے مگر وہاں ان کے معاملات قبیحہ کا بتلانا مقصود تھا اور یہاں ان کے دعویٰ ایمان کی تکذیب مقصود ہے۔ فائدہ بدل جانے سے تکرار نہ رہا حاصل کلام یہ ہے کہ تم ایمان کے مدعی ہو مگر یہ فعل تو صریح شرک تھا جس سے موسیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کی تکذیب صراحتہ لازم آئی اور گوسالہ پرستی وغیرہ کا خطاب یہود ان زمانہ نبوی سے یا اس لئے ہے کہ وہ ان کے حامی تھے یا یہ مطلب ہے کہ جب تمہارے سلف ایسے تھے تو تم سے کفر محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنداں عجیب نہیں ۱۲

وَإِذَا خَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ

اور وہ (زمانہ یاد کرو) جب ہم نے تمہارا قول دہرا لیا تھا اور طور کو تمہارے (سرور کے) اوپر لاکھڑا

بنسما اشتروا الخ بزعم خود عذاب آخرت سے بچانا چاہتے ہیں ۱۲

أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

چھڑانا چاہتے ہیں (اور وہ حالت) یہ (ہے) کہ کفر کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے نازل فرمائی

ایک سچے پیغمبر پر یعنی قرآن اور وہ انکار بھی محض اس ضد پر (آگے ترجمہ دیکھو)

بَغْيًا أَنْ يَنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَىٰ

محض (اسی) ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندہ پر

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ

اُس کو منظور ہونا نازل فرماتے ہیں

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل فرما دے۔ اس حسد بالائے کفر

سے (آگے ترجمہ دیکھو) ۱۲

فَبَاءُ وَبِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ

تو یہ لوگ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان کفر کرنے والوں کو ایسی سزا ہوگی

عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿٩٠﴾

جس میں (علاوہ تکلیف کے) ذلت بھی ہے

اور عذاب میں ذلت کی قید سے کفار ہی کے ساتھ یہ عذاب خاص ہو گیا کیونکہ مومن گناہ گار کو جو عذاب ہو گا وہ محض گناہوں سے پاک صاف کرنے کے لئے ہو گا ذلت مقصود نہ ہوگی ربط: آگے ان کا ایک قول بیان فرماتے ہیں جس سے کفر بھی ثابت ہوتا ہے اور حسد بھی مترشح ہوتا ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ (ان تمام) کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے (متعدد پیغمبروں پر) نازل فرمائی ہیں

وإذا قيل لهم آمنوا الخ اور ان ہی میں سے قرآن بھی ہے

قَالُوا نُوْمِنُ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ

تو کہتے ہیں ہم تو (صرف) اُس (ہی) کتاب پر ایمان لائے گئے جو ہم پر نازل کی گئی ہے

بِمَا وَرَاءَهُ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا

(یعنی توریت) اور جتنی اُسکے علاوہ ہیں اُن سب کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہیں اور تصدیق

لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ

کرنیوالی بھی ہیں اُن کی جو اُنکے پاس ہیں (یعنی توراة کی) آپ کہیے کہ (اچھا تو) پھر کیوں

الطُّورُ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا

کیا تھا (اور حکم دیا کہ) لو جو کچھ (احکام) ہم تم کو دیتے ہیں ہمت (اور پختگی) کے ساتھ اور سنو

و اذاخذنا ميثاقكم الخ ان احكام كودل سے

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

اُس وقت انھوں نے زبان سے (تو) کہہ دیا کہ ہم نے سن لیا

قبول کر لیا مگر چونکہ واقع میں یہ بات دل سے نہ تھی اس لئے گویا بزبان حال یوں بھی کہہ رہے تھے کہ (آگے ترجمہ)

وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ

اور ہم سے ٹل نہ سکا اور (جہانگاہی) اُن کے قلوب میں وہی گمراہی پھیل گئی (سابقہ) کی وجہ سے

اور وجہ اس بددلی کی یہ تھی کہ (آگے ترجمہ)

قُلْ يَسْمَا يَا مُرْكُم بِهِ إِيْمَانُكُمْ

آپ فرما دیجئے کہ یہ افعال بہت بُرے ہیں جن کی تعلیم تمہارا ایمان تم کو کر رہا ہے

جبکہ دریائے شور سے اتر کر انہوں نے ایک بت قوم کو دیکھ کر درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی مجسم معبود تجویز کر دیا جائے۔ دیکھ لیا تم نے اپنے ایمان کی کڑو توں کو

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اگر تم (اب بھی) اہل ایمان ہو

یعنی یہ ایمان نہیں حاصل ان اسباب کی ترتیب کا یہ ہوا کہ اول دریائے شور سے اتر کر ان سے ایک کلمہ کفر صادر ہوا پھر اس سے اگرچہ توبہ کر لی مگر اعلیٰ درجہ کی توبہ نہ ہونے سے اس کی کچھ ظلمت قلب میں باقی رہ گئی جو ترقی پا کر گوسالہ پرستی کا سبب بن گئی جس سے بعض تو قتل ہی ہو گئے اور شاید بعض کی بلا قتل معافی ہو گئی ان کی توبہ بھی کچھ ضعیف ہوئی ہوگی اور جو گوسالہ پرستی سے بچے رہے چونکہ انہوں نے ان گوسالہ پرستی سے اس قدر نفرت نہیں کی جتنی کہ چاہئے تھی ایک گوندہ اثر اس معصیت کا بوجہ ایک گوندہ رضا کے ان کے قلب میں بھی رہا بہر حال ان اسباب نے دلوں میں پھر کجی پیدا کی جس سے عہد کے وقت رفع طور کی نوبت آئی اور قبول کے وقت زبان و دل موافق نہ ہوئے بعض یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ آخرت کی نعمتیں خالص ہمارا ہی حق ہیں اس کے رد کے لئے آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ دیکھو)

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (بقول) تمہارے عالم آخرت

عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ

محض تمہارے ہی لئے نافع ہے بلا شرکت غیرے تو تم (اس کی تصدیق کیلئے

فَتَمْنُوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

ذرا) موت کی تمنا کر (کے دکھلا) دو اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو

ہم ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ أَبَدًا إِيْمَانًا قَدْ مَتَّ

اور وہ ہرگز بھی اس (موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) اُن اعمال (کفریہ)

أَيَّدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ

کی جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی

دعویٰ کرنے والے (آگے ترجمہ) جب تاریخ مقدمہ کی آئینی فرد جرم سنا کر سزا کا حکم سنا دیا جائے گا یہود کا یہ دعویٰ مختلف عنوانات سے چند آیات میں مذکور ہے ایک عنوان یہ تھا کہ اگر ہم دوزخ میں گئے بھی تو وہ جانا چند روز کے لئے ہوگا وقالوا لن تمسنا النار دوسرا یہ کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے وقالوا لن يدخل الجنة الخ تیسرا یہ کہ ہم خدا کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں وقالت اليهود والنصرى نحن ابناء الله الخ حاصل ان سب کا یہ ہے کہ جو ہم میں تائب اور مرحوم یا مطیع ہیں وہ تو مثل اولاد و احباء کے محبوب و مقرب ہیں اور جو گنہگار ہیں ان کو چندے سزائے دوزخ بھگتنا پڑے گی یہ سب دعوے علاوہ عنوانات کی قباحیت کے فی نفسہ غلط ہیں کیونکہ ان کا صحیح ہونا موقوف اس پر ہے کہ وہ دین حق پر قائم ہوں مگر بوجہ شریعت موسویہ کے منسوخ ہو جانے کے وہ ہرگز دین حق پر نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے جا بجا مختلف طریقوں سے ان کی تکذیب فرمائی ہے اس جگہ ایک طرز عجیب سے ان کا رد فرمایا ہے وہ یہ کہ اگر تم دلائل سے فیصلہ نہیں کر سکتے تو ایک طریق خرق عادت سے فیصلہ کر لو وہ یہ کہ ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ تم لوگ ہرگز زبان سے اتنا نہیں کہہ سکتے کہ ہم موت کے متمنی ہیں کیونکہ اپنے حق پر ہونے کا خود ان کو بھی یقین نہیں ورنہ اس کے راستہ کے اختیار کرنے سے جو صرف موت ہے ان کو تو وحش نہ ہوتا گو موت ایک ناگوار چیز ہے مگر جب طبعی وحشت پر دوسرے مشتاق کرنے والے اسباب کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ تو وحش زائل ہو جاتا ہے ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کہیں گے چنانچہ وہ ایسا نہ کہہ سکے اور مثل دیوار کے ساکت رہ گئے حقانیت اسلام کے لئے یہ ایک زبردست معجزہ ہے تفصیل بیان القرآن میں دیکھو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيٰوَةٍ

اور آپ (تو) اُن کو حیات (دنویہ) کا حریص اور (عام) آدمیوں سے

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ

(بھی) بڑھ کر پادیں گے اور مشرکین سے بھی ان میں کا ایک ایک (مخلص)

لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحَّزِحٍ

اس ہوس میں ہے کہ اُس کی عمر ہزار برس کی ہو جائے اور یہ امر عذاب سے تو

مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ

نہیں بچا سکتا کہ (کسی کی بڑی) عمر ہو جائے اور حق تعالیٰ کے سب پیش نظر

بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾

ہیں اُن کے اعمال (بد)

وہ لوگ موت کی تمنا تو خاک کرتے

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجَبْرِئِيلَ

آپ (اُن سے) یہ کہئے کہ جو شخص جبریلؑ سے عداوت رکھے

وہ جانے لیکن اس کو قرآن کے نہ ماننے میں کیا دخل کیونکہ اس میں تو وہ سفیر مخلص ہیں ۱۲

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ

سو انھوں نے یہ قرآن آپ کے قلب تک پہنچا دیا ہے

بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

خداوندی حکم سے اُس کی (خود) یہ حالت ہے کہ تصدیق کر رہا ہے اپنے سے قبل

وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۹۷﴾

والی (ساوی) کتابوں کی اور رہنمائی کر رہا ہے اور خوشخبری سنارہا ہے ایمان والوں کو

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ

جو (کوئی) شخص خدا کا دشمن ہو اور فرشتوں کا (ہو) اور پیغمبروں کا (ہو)

وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ

اور جبریل کا (ہو) اور میکائیل کا (ہو) تو (ان سب کا وبال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ

لِلْكَافِرِينَ ﴿۹۸﴾

دشمن ہے ایسے کافروں کا

اور کتب سماویہ کی یہی شان ہوتی ہے پس قرآن ہر حال میں آسمانی کتاب

قابل اتباع ہے پھر جبریل کی عداوت سے اس کو نہ ماننا پوری حماقت ہے رہا خود

مسئلہ عداوت جبرائیل کا سوا اس کا فیصلہ یہ ہے کہ فرشتوں یا رسولوں سے عداوت رکھنا یا خود جبرائیل و میکائیل سے دشمنی کرنا خدا سے دشمنی کرنے کے ہم پلہ ہے حاصل تقریر کا یہ ہے کہ سفارت کے صادق ہونے کے لئے سفیر میں دو صفاتوں کا ہونا کافی ہے ایک مامور ہونا دوسرے امین ہونا سوا امین ہونے سے تو یہود کو ظاہری انکار بھی نہ تھا صرف مامور ہونے میں ظاہر میں عناد اُنکار کرتے تھے۔ اس لئے یہاں ان کے مامور من اللہ ہونے کو ہی ثابت کیا گیا نیز چونکہ عرفاً مامور کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا آمر تک متعدی ہوتا ہے تو اس سے جبرائیل کی عداوت کا عداوت خداوندی کو مستلزم ہونا خوب موکد ہو گیا اور دوسری آیت میں علی قلبک سے یہ وسوسہ نہ کیا جائے کہ جب قرآن دل پر نازل ہوا ہے تو الفاظ قرآنی منزل من اللہ نہیں صرف معانی ہی منزل ہیں جواب یہ ہے کہ قلب جس طرح معانی کا ادراک کرتا ہے الفاظ کا بھی ادراک کرتا ہے کان اور آنکھ محض آلات ہیں جیسے آنکھ کے سامنے عینک چونکہ خواب اور کشف میں جب کہ حواس ظاہری بالکل معطل ہوتے ہیں قلب میں الفاظ بھی آتے ہیں بلکہ بعض اوقات خواب میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن سے کان کبھی آشنائے تھے اور نہ ان کے معنی معلوم تھے تو وحی جس کی شان بہت ارفع ہے اور نہ ہم لوگ اس کی پوری حقیقت سمجھ سکتے ہیں اس کے متعلق ایسی بات کو جو شخص سے ثابت ہو چکی ہے محض قیاس یا عدم فہم سے نفی کرتا بڑی غلطی ہے۔ قرآن میں جا بجا نزول کے ساتھ لسان عربی کی قید مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ عربی میں نازل ہوئے ہیں اس لئے اس وسوسہ کی ہرگز گنجائش نہیں۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا

اور ہم نے تو آپ کے پاس بہت سے دلائل واضحہ نازل کئے ہیں اور (قاعدہ کلیہ ہے کہ)

يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿۹۹﴾

کوئی انکار نہیں کیا کرتا (ایسے دلائل کا) مگر صرف وہی لوگ جو عدول حکمی کے عادی ہیں

ولقد انزلنا الخ بعض یہود نے حضورؐ سے کہا تھا کہ آپ پر کوئی ایسی واضح دلیل نازل نہ ہوئی جس کو ہم بھی جانتے اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ وہ تو ایک دلیل کو کہتے ہیں ہم نے آپ کے پاس دلائل واضح نازل کئے ہیں جن کو وہ بھی خوب جانتے پہچانتے ہیں یہ انکار محض عدول حکمی کی عادت کی وجہ سے ہے۔ (آگے ترجمہ دیکھو) ۱۲

أَوْ كَلَّمَا عَهْدًا وَعَهْدًا تَبَذَّهُ فَرِيقٌ

کیا اور جب کبھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا (ضرور) اُس کو ان میں سے کسی نے کسی فریق نے نظر انداز کر

واتبعوا ما تنزلوا تا لو كانوا يعلمون یہودی ایسے بے عقل ہیں
کہ کتاب اللہ کا اتباع چھوڑ کر (آگے ترجمہ دیکھو)

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَنُ وَلَكِنَّ الشَّيْطَانَ

اور حضرت سلیمان نے کفر نہیں کیا مگر (ہاں) شیطان (بیشک) کفر (سحر)

كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ

کرتے تھے اور حالت یہ بھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے

بعض بے وقوف جو حضرت سلیمان علیہ السلام پر گمان سحر رکھتے تھے اور وہ یہود
تھے بالکل لغوبات ہے کیونکہ سحر تو اعتقاد یا عملاً کفر ہے اور (آگے ترجمہ دیکھو)

وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ

اور اس (سحر) کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا شہر بابل میں

وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَنِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ

(جن کا نام) ہاروت ماروت (تھا) اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ

يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

(نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان (خداوندی) ہے

یہود میں سحر متواتر چلا آ رہا ہے اس کا اتباع یہ یہودی ہی کرتے ہیں ۱۲

فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهَا مَا

سو تو کہیں کافر مت بن جائیو (کہ انہیں پھنس جائے) سو (بعض) لوگ ان دونوں سے

يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْمَرَّةِ

اس قسم کا سحر دیکھ لیتے تھے جسکے ذریعہ سے (عمل کر کے) کسی مرد اور انکی بیوی میں تفریق

کہ ہماری زبان سے سحر پر مطلع ہو کر کون پھنستا ہے اور کون بچتا ہے ۱۳

وَزَوْجِهِ ط

پیدا کرا دیتے تھے

اور اس سے کوئی وہم یا خوف میں نہ پھنسنے کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ
(آگے ترجمہ) فائدہ: اس مقام پر ایک مقدمہ سمجھ لینا چاہئے تاکہ فہم تفسیر
میں سہولت ہو وہ یہ کہ ایک زمانہ میں تمام دنیا بالخصوص بابل میں سحر کا بڑا چرچا
ہو گیا تھا جس سے جہلاء کو سحر اور معجزہ کی حقیقت میں اشتباہ ہونے لگا تو
جادوگروں پر نبی ہونے کا شبہ ہونے لگا حق تعالیٰ نے اس شبہ کو رفع کرنے
کے لئے بابل میں دو فرشتے بھیجے کہ لوگوں کو سحر اور شعبہ کی حقیقت سے مطلع

مِّنْهُمْ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۰

دیا ہوگا بلکہ ان میں سے زیادہ تو ایسے ہی فکریں گے (جو میرے سے گئے ہوئے اس مہد کا) یقین ہی نہیں رکھتے

او کلمہ الخ (بعض یہود کو جب وہ عہد یاد دلایا گیا جو حضور پر ایمان
لانے کی بابت ان سے تورات میں لیا گیا تھا تو اس نے عہد لئے جانے
سے صاف انکار کر دیا اس کے متعلق ارشاد ہے۔ اس عہد لینے سے ان کو
انکار ہے اور ان کی تو یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے مسلمہ عہدوں کو بھی
کبھی پورا نہیں کیا بلکہ (آگے ترجمہ دیکھو)

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ

اور جب انکے پاس ایک (عظیم الشان) پیغمبر آئے اللہ کی طرف سے جو تصدیق

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ

بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے (یعنی توراۃ کی)

سو تعمیل نہ کرنا تو فسق ہی تھا یہ یقین نہ کرنا اس سے بڑھ کر کفر ہے اور ایک
جماعت اس لئے کہا کہ بعض نے ان عہدوں کو پورا بھی کیا حتیٰ کہ اخیر میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آئے ایک خاص عہد شکنی کا ذکر فرماتے
ہیں جس میں اس جگہ کلام تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانا۔

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۖ

ان اہل کتاب میں سے ایک فریق نے خود اس کتاب

كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَانَهُمْ لَا

اللہ ہی کو پس پشت ڈال دیا جیسے ان کو گویا (اس کے مضمون کا)

يَعْلَمُونَ ۝۱۱

اصلاً علم ہی نہیں

ولما جاءهم رسول کیونکہ اس میں آپ کی نبوت کی خبر موجود
ہے اس حالت میں آپ پر ایمان لانا بعینہ تورات پر عمل کرنا تھا جس کو وہ
کتاب اللہ جانتے ہیں مگر (ترجمہ دیکھو)

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ

اور انھوں نے ایسی چیز کا (یعنی سحر کا) اتباع کیا جس کا چرچا کرتے تھے شیطان (یعنی نبیٹ جن)

مُلْكٍ سُلَيْمَنَ ج

حضرت سلیمان علیہ السلام کے (عہد) سلطنت میں

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا

اپنی جان دے رہے ہیں کاش اُن کو (اتنی) عقل ہوتی اور اگر وہ لوگ

وَاتَّقُوا الْمَثُوبَةَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ ط

(بجائے اس کے) ایمان اور تقویٰ (اختیار) کرتے تو خدا تعالیٰ کے ہاں

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

کا معاوضہ (اس کفر و بد عملی سے ہزار درجہ) بہتر تھا کاش اُن کو (اتنی) عقل

آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا

ہوتی اے ایمان والو تم (لفظاً) راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو

کہ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہمارے حال پر توجہ فرمائیے۔

وَاسْمِعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾

اور اس (حکم) کو (اچھی طرح) سن لیجیو اور (ان) کافروں کو (تو) سزائے دردناک (ہو) گی

جو حضور کی شان میں چالاکی سے گستاخی کرتے ہیں کہ لفظ راعنا سے آپ کو خطاب کرتے ہیں جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں برے ہیں اور عربی میں اچھے ہیں کہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے صحابہ اس شرارت کو نہ سمجھ کر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لفظ سے یاد کرنے لگے تھے اس لئے ان کو اس سے روکا گیا۔

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ

ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ (خواہ) ان اہل

الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ

کتاب میں سے (ہوں) اور (خواہ) مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم کو کسی طرح

عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ط

کی بہتری (بھی) نصیب ہو تمہارے پروردگار کی طرف سے حالانکہ

(ان کے حسد سے کچھ بھی نہیں ہوتا)

فائدہ: ما ننسخ من آية تامين ولي ولا نصير يهود نے قبلہ کا حکم بدل جانے پر جس کا ذکر عنقریب آتا ہے طعن کیا تھا اور مشرکین بھی بعض احکام کے منسوخ ہو جانے پر زبان درازی کرتے تھے حق تعالیٰ اس طعن و اعتراض کا جواب دیتے ہیں ۱۲

وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ط

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت (و عنایت) کے ساتھ جس کو منظور ہوتا ہے مخصوص فرما لیتے ہیں

کر دیں تاکہ اشتباہ رفع ہو اور ساحروں کے اتباع سے بچ سکیں اور مخلوق پر دلائل سے ان کا فرشتہ ہونا واضح کر دیا گیا غرض انہوں نے بابل میں آکر اپنا کام شروع کیا سحر کے اصول و فروع ظاہر کر کے اس سے بچنے اور ساحرین سے نفرت کرنے کی تاکید کی اور احتیاطاً یہ التزام بھی کر لیا کہ قبل از اطلاع کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو ہماری اس اطلاع کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کو بندوں کا امتحان بھی مقصود ہے کہ دیکھیں اس سے مطلع ہو کر کون اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے کہ شر سے بچے اور کون دین کو خراب کرتا ہے کہ مطلع ہو کر اس پر خود عمل کرنے لگے۔ دیکھو ہم تم کو نصیحت کرتے ہیں اچھی نیت سے سحر کی حقیقت دریافت کیجیو اب اس کے بعد بھی اگر کوئی وعدہ خلافی کر کے اپنے آپ فاجر و کافر بنے وہ جانے اور ملائکہ کی اس تعلیم کی بعینہ ایسی مثال ہے جیسے کہ علماء نے کتب فقہ میں اقوال کفریہ اس غرض سے بیان کر دیئے ہیں کہ لوگ اس قسم کے کلمات سے احتراز کریں اب اگر کوئی کم بخت ان کو دیکھ کر ان کا استعمال ہی کرنے لگے اور کافر بن جائے یہ اس کی حماقت ہے علماء پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے عوام کو کفر کی باتیں سکھا دیں اسی طرح فرشتوں کی اس تعلیم پر بھی کوئی اشکال نہیں ہو سکتا اور اس کام کے لئے فرشتے اس لئے تجویز کئے گئے کہ اگر انبیاء سے یہ کام لیا جاتا اور وہ خود سحر کے اصول و فروع کو عوام کے سامنے بیان کرتے تو لوگوں کا اشتباہ اور بڑھ جاتا وہ سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام بھی ضرور ساحر ہیں کہ اس کے اصول و فروع سے خوب واقف ہیں اور یہ ان کے منصب ہدایت کے لئے مضمر ہوتا اور اس خدمت و تکمیل کے بعد غالباً وہ فرشتے آسمان پر بلا لئے گئے ہوں۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا

اور یہ (ساحر) لوگ اس کے ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا

بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعْلَمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ

ہی کے (تقدیری) حکم سے اور ایسی چیزیں دیکھ لیتے ہیں جو (خود) اُن کو

وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ

ضرر رساں ہیں اور اُن کو نافع نہیں ہیں اور ضرور یہ (یہودی) بھی اتنا

اشْتَرَاهُ مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ

خَلَاقٍ تَنْفُو كَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ ط

(باقی) نہیں اور بیشک بُری ہے وہ چیز (یعنی سحر و کفر) جس میں وہ لوگ

خدا ہی کا حکم ہے غرض نسخ کی سب قسمیں اس میں آگئیں
فائدہ: حکم ثانی کے لئے عقلاً یہ امور ضروری ہیں (۱) اس کا موافق
مصلحت ہونا (۲) حاکم کا قادر ہونا (۳) حاکم کا محکومین کے لئے خیر خواہ ہونا
(۴) اگر کوئی ان میں سے مزاحمت کرے تو ان کی امداد کرنا حق تعالیٰ نے
اس جگہ اس سب شرطوں کو بیان فرمادیا۔

فائدہ: قانون کا بدلنا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ بانی قانون سے فروگزاشت
ہوگئی تھی یہ تو احکام الہیہ میں محال ہے گا ہے اس وجہ سے ہوتا ہے کہ محکومین کی
حالت بدلنے سے مصلحت بدل گئی جیسے مریض کی حالت بدلنے پر نسخہ بدلا جاتا
ہے ایسا نسخہ واقع ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ ام تردیدون ان تستلوا الخ
فائدہ: بعض یہود نے حضور کی خدمت میں عناداً عرض کیا کہ جیسے
موسیٰ علیہ السلام پر تورات ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی اسی طرح آپ
قرآن مجموعی طور پر لائے اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی درخواستیں جو صرف
رسول پر اعتراض کرنے اور حکمت الہیہ میں مزاحمت کرنے کے لئے ہوں
اور ایمان لانے کا پھر بھی ارادہ نہ ہو زری کفر کی باتیں ہیں کیونکہ ہر فعل میں حق
تعالیٰ کی حکمتیں جدا ہوتی ہیں بندے کو ان میں کوئی طریقہ معین کرنے کا کیا
حق ہے کہ اس طرح ہو اس طرح نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)

أَمْ تَرْيَدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ

ہاں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے (بیجا بیجا) درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل

كَمَا سَأَلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی (ایسی ایسی) درخواستیں کی جا چکی ہیں

مثلاً تمہارے بزرگوں نے خدا کے اعلانیہ دیکھنے کی درخواست کی تھی
وہ کثیر کا بصیر بعض یہود شب و روز مختلف تدبیروں سے دوستی اور
خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھرنے کی کوشش کیا
کرتے تھے اس پر متنبہ فرماتے ہیں

وَمَنْ يَتَّبِدْ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ

اور جو شخص بجائے ایمان لانے کے کفر کی باتیں کرے بلا شک وہ شخص راہ

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۸ وَكَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ

راست سے دور جا پڑا ان اہل کتاب (یعنی یہود) میں بہت سے دل سے یہ

الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ

چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں (اور یہ خیر

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۱۹ مَا نَسَخْ

ور اللہ بڑے فضل (کرنے) والے ہیں ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا

مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ

اس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو

یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں کیونکہ اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے
چنانچہ (آگے ترجمہ)

بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ۚ أَلَمْ تَعْلَم أَنَّ اللَّهَ

ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں (اے معترض) کیا

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲۰

تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتے ہیں

پس ایسے قادر کو رعایت مصالح کیا مشکل ہے

أَلَمْ تَعْلَم أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ایسے ہیں کہ خاص ان ہی کی ہے سلطنت آسمانوں

وَالْأَرْضِ ۚ

کی اور زمین کی

جب ان کی سلطنت و قدرت میں کوئی دوسرا شریک نہیں تو دوسرا حکم
دے دینے میں کون مزاحمت کر سکتا ہے

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا

اور (یہ بھی سمجھ رکھو کہ) تمہارا حق تعالیٰ کے سوا کوئی یار

نَصِيرٌ ۝۲۱

مددگار بھی نہیں

پس جب وہ دوست ہیں تو احکام میں مصلحت کی ضرورت رعایت کریں
گے اور جب مددگار ہیں تو ان احکام پر عمل کرنے کے وقت مخالفین کی
مزاحمت سے بھی ضرور محفوظ رکھیں گے ہاں اگر اس ضرر سے بڑھ کر کوئی نفع
اخروی ملنے والا ہو تو ظاہراً مخالف کا مسلط ہو جانا اور بات ہے۔

فائدہ: حکم ثانی کا مصلحت میں بہتر یا مثل ہونا کبھی باعتبار ثواب کے
ہوتا ہے کبھی باعتبار آسانی کے کبھی دوسرا حکم یہ بھی ہوتا ہے کہ بالکل معاف کر
دیا جائے یہ بھی ایک حکم ہے اگر حدیث سے کوئی حکم قرآنی منسوخ ہو وہ بھی

كُفَّارًا ۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ

خوائی سے نہیں بلکہ) محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے

مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

(جوش مارتا) ہے حق واضح ہونے کے بعد

اب اس پر مسلمانوں کو ان پر غصہ آنے کا کل تھا اسلئے ارشاد ہوتا ہے (آگے ترجمہ)

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ

خیر (اب تو) معاف کرو اور درگزر کرو جب تک حق تعالیٰ اس معاملہ کے متعلق اپنا حکم (قانون جدید) بھیجیں

اشارہ بتلا دیا کہ ان کی شرارتوں کا علاج قانون انتظام امن عام یعنی قتل و جزیہ سے ہم جلدی کرنے والے ہیں اس پر مسلمانوں کو اپنا ضعف دیکھ کر تعجب کا موقع تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ تم تعجب کیوں کرتے ہو (ترجمہ دیکھو)

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۹ وَأَقِيمُوا

بلاشبک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور (سر دست صرف)

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ

نمازیں پابندی سے پڑھو جاؤ اور زکوٰۃ دینے جاؤ

اور جب وہ قانون آئے گا اس کو بھی اضافہ کر لینا اور یہ نہ سمجھو کہ جہاد کا حکم آنے سے پہلے صرف نماز روزہ سے کچھ ثواب میں کمی رہے گی نہیں بلکہ (آگے ترجمہ دیکھو) ۱۲

وَمَا تُقَدِّمُوا إِلَّا أَنْفُسَكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور جو نیک کام بھی اپنی بھلائی کے واسطے جمع کرتے رہو گے

تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ

حق تعالیٰ کے پاس (پہنچ کر) اُسکو پاؤ گے (کیونکہ)

پورا پورا مع صلہ کے پاؤ گے

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۰

اللہ تعالیٰ تمہارے سب کئے ہوئے کاموں کو دیکھ بھال رہے ہیں

ان میں کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہوگا اس وقت کی حالت کا یہی مقتضی تھا کہ جہاد نہ ہو پھر حق تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرما کر آیات جہاد نازل فرمائیں جس کے بعد یہود کے ساتھ بھی وہ قانون برتنا گیا اور ناشائستہ لوگوں سے موافق ان کے فساد کے قتل یا اخراج وطن یا تقرر محصول کا عملدرآمد کیا گیا اس مضمون میں

یہود کے ساتھ نصاریٰ بھی شریک تھے اس لئے ان کو بھی ذکر میں لے لیا گیا۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن

اور یہود اور نصاریٰ (یوں) کہتے ہیں کہ بہشت میں ہرگز کوئی نہ جائے گا۔

كَانَ هُودًا

اُن لوگوں کے جو یہودی ہوں

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ تَابِعُونَ يَهُودَ كَقَوْلِهِ

أَوْ نَصْرِي ۚ

یا اُن لوگوں کے جو نصرائی ہوں

یہ نصاریٰ کا قول ہے آگے دونوں کا رد فرماتے ہیں کہ حقیقت واصل کچھ بھی نہیں بلکہ (ترجمہ دیکھو)

تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ

یہ (خالی) دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ (اُن سے یہ تو) کہئے کہ (اچھا)

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۱

اپنی دلیل لاؤ اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو

سو وہ تو کیا دلیل لاویں گے کیونکہ دلیل ہے ہی نہیں اب ہم اس کے خلاف پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور دوسرے بھی جاویں گے پھر اس پر دلیل لاتے ہیں کہ ہمارا یہ قانون تمام کتب سماویہ میں باتفاق ثابت ہو چکا ہے (ترجمہ دیکھو)

بَلَىٰ ق مَن أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ

ضرور دوسرے لوگ جاویں گے (کیونکہ) جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے

لَيَعْنِي فَرْمَانِ بَرْدَارِی اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی

وَهُوَ مُحْسِنٌ ۚ

اور وہ مخلص بھی ہو

کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کرے محض ظاہر داری نہ ہو اس قید سے منافقین نکل گئے وہ شرعاً کافر مستحق نار ہیں ۱۲

فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

تو ایسے شخص کو اُس کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس (پہنچ کر) اور نہ ایسے لوگوں پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱۲

(قیامت میں) کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ (اُس روز) مغموم ہوں والے ہیں

عملی فیصلہ کی قید اس لئے لگائی کہ تو لی اور برہانی فیصلہ تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے دنیا میں بھی ہو چکا ہے ۱۲ ومن اظلم تا عذاب عظیم یہود تو ویرانی مساجد میں اس طرح ساعی ہوئے کہ حکم قبلہ بدلنے پر کم سمجھ لوگوں کو طرح طرح کے شبہات پیدا کر کے بہکانا چاہا اگر انکا اثر ہو جاتا تو اسکا لازمی نتیجہ انکار رسالت و ترک صلوٰۃ ہوتا نصاریٰ اس طرح ساعی ہوئے کہ کسی وقت میں ایک بادشاہ روم نے جس کا نام طیطس تھا یہود شام پر چڑھائی کی اس وقت بعض جہلاء کے ہاتھ سے بیت المقدس کی بے حرمتی ہوئی اور بدامنی کی وجہ سے نماز بھی بند رہی اگرچہ وہ بادشاہ نصرانی نہ ہو مگر نصاریٰ کو اس واقعہ سے اس لئے خوشی ہوئی کہ یہود کی ذلت ہوئی اور یہود سے ان کو عداوت تھی تو ویرانی مساجد ان کو بھی ناگوار نہ گزری اور مشرکین ویرانی مسجد حرام میں اس طرح ساعی ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل فتح مکہ مسجد حرام میں داخل ہو کر طواف کعبہ اور نماز ادا کرنا چاہی تو مشرکین نے آپ کو مکہ سے باہر ہی روک دیا پھر سال آئندہ بعد صلح حدیبیہ کے آپ نے عمرۃ القضاء کیا حق تعالیٰ ان سب کی قباحت فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ

اور اُس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں

جس میں سب مسجدیں آئیں مکہ کی بھی مدینہ کی بھی اور بیت المقدس بھی ۱۲

أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا سُبُّهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا

اُن کا ذکر (اور عبادت) کئے جانے سے بندش کرے اور اُن کے دیران ہونے (کے بارہ) میں

أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا

کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے حیثیت (اور بیاک) ہو کر ان میں قدم بھی نہ کھنا چاہئے تھا

خَافِينَ

(بلکہ جب جاتے) ہیبت اور ادب سے جاتے

جب بے باک ہو کر اندر تک جانے کا استحقاق نہیں تو ہتک حرمت کا تو کب حق حاصل ہے اس کو ظلم فرمایا گیا۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

ان لوگوں کو دنیا میں بھی رُسوائی (نہیب) ہوگی اور (ان کو) آخرت

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾

میں بھی سزائے عظیم ہوگی

کیونکہ فرشتے ان کو بشارات سنا کر بے فکر کر دیں گے حاصل استدلال کا یہ ہے کہ جب یہ قانون مسلم ہے تو دیکھ لو کہ یہ مضمون کس پر صادق ہے ظاہر ہے کہ تم فرمانبردار نہیں ہو کہ دین منسوخ پر اصرار کئے ہوئے ہو اور حکم ثانی کو نہیں مانتے پوری تابعداری یہ ہے کہ جس وقت بھی حکم ملے اس کو مان لیا جائے یہ شان مسلمانوں کی ہے کہ انہوں نے نبوت و شریعت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبول کیا پس یہی مستحق جنت کے بھی ہیں۔ وقالت اليهود تافیه يختلفون ایک بار کچھ یہود کچھ نصرانی جمع ہو کر کچھ مذہبی مباحثہ کرنے لگے یہود نصاریٰ کے دین کو اصل سے باطل بتلاتے تھے اور نبوت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے کتاب اللہ ہونے کا انکار کرتے تھے نصاریٰ بھی تعصب میں آ کر یہود کے دین کو بے اصل و باطل کہنے لگے اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت و توراۃ کے کتاب اللہ ہونے کا انکار کرنے لگے اللہ تعالیٰ اس قصہ کو نقل فرما کر رد کرتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ

اور یہود کہنے لگے کہ نصاریٰ (کا مذہب) کسی بنیاد پر (قائم)

شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ

نہیں اور (اسی طرح) نصاریٰ کہنے لگے کہ یہود کسی بنیاد پر نہیں حالانکہ

عَلَىٰ شَيْءٍ لَا وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ

یہ سب (لوگ آسمانی) کتابیں (بھی) پڑھتے پڑھاتے ہیں

یعنی یہود توراۃ اور عیسائی انجیل کو پڑھتے دیکھتے ہیں اور دونوں میں دونوں رسولوں کی اور دونوں کتابوں کی تصدیق موجود ہے گو بوجہ منسوخ ہو جانے کے کوئی معمول بہ نہ ہو یہ اور بات ہے اہل کتاب کو دیکھ کر مشرکین کو بھی جوش ہوا وہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ سب کا دین بے بنیاد ہے ہم ہی حق پر ہیں یہاں سب اپنی اپنی ہانک لیں (ترجمہ دیکھو)

كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ

اسی طرح یہ لوگ (بھی) جو کہ (محض) بے علم ہیں اُن کا سا

قَوْلِهِمْ ۚ قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

قول کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان (عملی) فیصلہ کر دیں گے قیامت

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۴﴾

کے روز ان تمام (مقدرات) میں جن میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے

حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا بیان فرماتے ہیں جس سے ہم جنس کا امتناع اور اس سے بطور نتیجہ کے اولاد کا محال ہونا ثابت ہو جائے گا۔

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ

خاص اللہ تعالیٰ کے ملکوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں (موجودات) ہیں (اور) سب

قِنْتُونَ ﴿١١٦﴾ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِذَا

انکے حکوم بھی ہیں (حق تعالیٰ) (موجد) بھی ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جب کسی کام کو پورا کرنا

قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿١١٧﴾

چاہتے ہیں تو بس اُس کام کی نسبت (اتنا) فرمادیتے ہیں کہ ہو جائے وہ (اسی طرح) ہو جاتا ہے

اور ملائکہ کا خاص خاص کاموں پر متعین فرمانا حکمت کیلئے ہے حاجت کیلئے نہیں۔ ۱۲۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ

اور (بعض) جاہل یوں کہتے ہیں کہ (خود) ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتے اللہ تعالیٰ

کہ ہم کو خود احکام تعلیم فرمائیں یا کم از کم یہی کہہ دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں تو ہم ان کی اطاعت کرنے لگیں۔

أَوْ تَاتِينَا آيَةً ۖ

یا ہمارے پاس کوئی اور ہی دلیل آ جاوے

حق تعالیٰ اس قول کا اولاً ایک جاہلانہ رسم ہونا بیان فرماتے ہیں۔

كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ

اسی طرح وہ (جاہل) لوگ بھی کہتے چلے آتے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان ہی کا

قَوْلِهِمْ ۖ

سا (جاہلانہ) قول ہے

سو معلوم ہوا کہ یہ قول نہ با وقعت ہے نہ باریک بینی پر مبنی ہے یوں ہی ہانک دیا جاتا ہے۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ

ان سب کے قلوب (کج فہمی میں) باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں ہم نے تو

لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿١١٨﴾

بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کر دی ہیں (مگر وہ) انکے لئے (نافع) ہیں جو یقین حاصل کرنا چاہتے ہیں

رسالت محمدیہ کے ثبوت میں ۱۲۔

دنیا میں تو رسوائی یہ ہوئی کہ یہ سب قومیں سلطنت اسلام کی رعایا اور باجگزار ہوئیں اور آخرت میں بوجہ کفر و سعی و یرانی مساجد عذاب شدید ہوگا اور یرانی مساجد کے قصہ سے ان سب فرقوں کے دعویٰ حقانیت کا ایک گونہ رد ہو گیا کہ جن کے یہ کروت ہوں وہ اہل حق ہونے کا دعویٰ کریں شرم کی بات ہے اور جن نصاریٰ نے بیت المقدس کی بے حرمتی میں حصہ لیا تھا وہ اگرچہ اس وقت موجود نہ تھے مگر وہ بھی اس فعل سے نفرت ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ بوجہ ذلت یہود کے اس سے خوش تھے اس لئے ان کو بھی ظالم کہا گیا جو بالکل بجا اور بر محل ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ النّٰحِیَہُ یہود نے تبدیل قبلہ پر اعتراض کیا تھا کہ مسلمان اس جہت سے دوسری جہت کی طرف کیوں بدل گئے اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ

اور اللہ ہی کی ملکوک ہیں (سب جہتیں) مشرق بھی اور مغرب بھی

جب وہ مالک ہیں تو جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کر دیں کیونکہ تعین قبلہ میں جو حکمت ہے مثلاً اتفاق بیت و اجتماع خاطر وہ ہر جہت سے حاصل ہو سکتی ہے البتہ اگر نعوذ باللہ معبود کی ذات کے لئے کوئی خاص جہت ہوتی تو بالضرور قبلہ عبادت اسی میں منحصر ہونا زیبا تھا مگر وہ ذات پاک کسی جہت کے ساتھ مقید و محدود نہیں کیونکہ (آگے ترجمہ)

فَاَيْنِمَا تُوْثِقُوْا قَتْمًا وَجْهَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ

کیونکہ تم لوگ جس طرف منہ کرو ادھر (ہی) اللہ تعالیٰ (کی ذات پاک کا) رخ ہے

وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿١١٩﴾

کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمام جہات کو) محیط ہیں کامل العلم ہیں۔

جیسا کہ احاطہ ان کی شان کے لائق ہے ایسے مضامین میں زیادہ کھود کرید نہ کرنا چاہئے کیونکہ جیسے خدا تعالیٰ کی ذات کا پورا ادراک بندہ سے ممکن نہیں اسی طرح ان کی صفات کی حقیقت فہم سے باہر ہے اجمالاً ان پر ایمان لا کر کام میں لگنا چاہئے پس باوجود محیط اور غیر محدود ہونے کے جہت عبادت کو اس لئے متعین فرمادیا کہ وہ ہر شے کی بالخصوص تعین قبلہ کی مصالح کو خوب جانتے ہیں۔ (آگے ترجمہ دیکھو)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ ۚ بَلْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ (کیا مہمل بات ہے) بلکہ

ان کی تو اولاد ہونا عقلاً محال ہے کیونکہ اس کے لئے دوسرے ہم جنس کا ہونا ضروری ہے جس میں صفات کمال موجود ہوں آگے صفات کمال کا

قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ هُوَ الْهَدَىٰ

آپ (صاف) کہہ دیجئے کہ (بھائی) حقیقت میں تو ہدایت کا وہی راستہ ہے جسکو خدا نے (ہدایت کا راستہ) بتلایا ہے

اور دلائل سے ایسا راستہ صرف اسلام ہونا ثابت ہو چکا ہے پس راہ ہدایت وہی رہا۔

وَلَكِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں اُنکے غلط خیالات کا علم (قطعی ثابت بالوحی)

مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۱۱۹

آپ کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ پاویں گے نہ مددگار

اور یہ لازم محال ہے اس لئے اتباع مذکور بھی محال ہے ربط: یہاں تک معاندین اہل کتاب کا ذکر تھا اب حسب عادت قرآن اہل کتاب کے منصفین کا بیان ہے جنہوں نے حق واضح ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع اختیار کیا۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ۝۱۲۰

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توریت و انجیل) دی تھی ان کی تلاوت (اس طرح) کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے

الذین آتیناہم الکتاب الخ کہ مضامین سمجھنے میں اپنی قوت علمیہ کو صرف کیا اور اتباع حق کا پختہ عزم کرنے میں قوت ارادی سے کام لیا ربط: اس مقام پر بنی اسرائیل کے متعلق جن مضامین خاصہ کا بیان کرنا مقصود تھا بیان ہو چکے اب خاتمہ پر آغازی تمہید کو پھر مکرر لاتے ہیں جس سے ان مضامین کی تفصیل شروع ہوئی تھی تاکہ تفصیل کے بعد وہ مضمون اجمالی مکرر ہو کر خوب ذہن نشین ہو جائے اور یہ طرز بلوغ محاورات میں اعلیٰ درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ ۖ فَأُولَٰئِكَ

ایسے لوگ (البتہ آگے) اُس دین حق پر ایمان لے آئے ہیں اور جو شخص نہ مانے گا (کس کا نقصان

هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝۱۲۱) يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ

کرے گا) خود ہی ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے اولاد یعقوب (علیہ السلام) میری اُن نعمتوں کو

اٰذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ

یاد کرو جن کام میں نے تم پر (دعا فرمائی) انعام کیا اور اُس کو (بھی) کہ میں نے تم کو (بہت سی باتوں

فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۲۲) وَاَتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ

میں (بہت لوگوں پر فوقیت دی اور تم ڈرو ایسے دن سے جس میں کوئی شخص کسی شخص کی طرف نہ کوئی

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا ۝۱۲۳

(اے رسول) ہم نے آپ کو ایک سچا دین دیکر بھیجا ہے کہ خوشخبری سناتے رہئے

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ۝۱۲۴

اور ڈراتے رہئے اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہوگی

کہ ان لوگوں نے ایمان کیوں نہیں قبول کیا اور دوزخ میں کیوں گئے آپ اپنا کام کرتے رہئے آپ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی کیا فکر ربط: یہاں تک یہودی چالیس قباحتیں جن میں سے بعض میں نصاریٰ بھی شریک تھے بیان فرمائی گئیں آگے یہ بتلانا منظور ہے کہ ایسے ہٹ دھرم لوگوں سے امید ایمان نہ رکھنا چاہئے گویا یہ مضمون تمام ماسبق کا نتیجہ ہے جس سے ان کے قبائح مذکورہ کے اور تاکید ہو گئی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر و غم کا ازالہ بھی ہے کہ جو لوگ ایسے کج طبع ہیں ان کی کبھی بہت کم جاتی ہے لہذا آپ ان کے عام طور پر ایمان لانے سے ناامید ہو جائیے اور کلفت کو دل سے دور کیجئے آپ کے اتباع کی ان کو تو کیا توفیق ہوتی وہ تو یہاں تک بلند پروازی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنی راہ پر چلانے کی فکر محال میں ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول بعض جائز امور میں اہل کتاب کی موافقت بغرض ملاطفت و تالیف قلوب کے کر لیا کرتے تھے اس میں اس پر بھی دلالت ہے کہ آپ اس قصہ کو جانے دیجئے تاہم اس سے جو آپ کی غرض ہے کہ کچھ نرم ہو کر اسلام لے آویں وہ بخیر ہے ۱۲

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُودُ وَلَا النَّصٰرٰی

اور کبھی خوش نہ ہونگے آپ سے یہ یہودی اور نہ یہ نصاریٰ جب تک کہ آپ (خدا نخواستہ) اُن

حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۝۱۲۵

کے مذہب کے بالکل پیرو نہ ہو جائیں

ولن ترضی عنک الیہود الخ اور یہ محال ہے پس ان کا راضی ہونا بھی محال ہے اور یہ محال اس لئے ہے کہ اس سے ایک دوسرا محال لازم آتا ہے وہ یہ کہ نعوذ باللہ اگر آپ ان کے پیرو ہو جائیں تو جسے وہ اپنا مذہب کہتے ہیں وہ کچھ تو منسوخ ہو جانے سے اور کچھ تحریف سے محض اب چند خیالات کا مجموعہ ہو گیا ہے اور اتباع بھی ایسی حالت میں کہ آپ کے پاس علم وحی آپ کا ہے تو بہ تو بہ آپ کا نتیجہ قہر میں گرفتار ہونا لازم آئے گا اور یہ لازم محال ہے کیونکہ خدا کا ہمیشہ آپ سے راضی رہنا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے پس آپ کا اتباع کرنا ان کے مذہب کا بھی محال ہے اور بدوں اتباع کے ان کا راضی ہونا غیر ممکن تو ایسی بات سے دل کو خالی کر لینا چاہئے۔

دینے کے ہوا تو امامت کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کی امامت کو ترقی ہوگی یا یہ کہ آپ کی شریعت آپ کے بعد بھی مدتوں تک رہے گی جس سے آپ کا اجر و ثواب بڑھتا رہے گا اور عہدہ نبوت ملنے کے لئے ظالم نہ ہونے کی قید حضرات انبیاء علیہم السلام کے معصوم و بیگناہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ہر گناہ میں خلاف ورزی ہے حکم کی اور یہی حقیقت ہے ظلم کی تو ہر گناہ ظلم ہوا اور نبی کے لئے ظالم نہ ہونے کی شرط صراحتہ ارشاد ہو چکی ہے پس جو حضرات نبوت سے مشرف ہو چکے ہیں یقیناً وہ گنہگار نہ تھے نہ قبل نبوت نہ بعد نبوت اور جن قصوں میں گناہ کا شبہ ہوتا ہے اس کی موقع پر تفسیر دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ واقع میں گناہ نہیں ہیں (مجازاً ان کو کہیں معصیت سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب حقیقی معنی نہ بن سکیں تو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے اور معنی نہ بن سکنے کی دلیل یہ آیت ہے جس سے انبیاء کا معصوم ہونا ثابت ہے) تصدیق کے لئے قصہ آدم کی تفسیر ملاحظہ کرنا چاہئے جو اوپر گزر چکی ربط: فضیلت بانی کے بعد فضیلت بناؤ کر فرماتے ہیں۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ) جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبود اور مقام امن ہمیشہ کیلئے مقرر کیا

واذ جعلنا البيت الخ آخر میں امت محمدیہ کو حکم دیا کہ برکت حاصل کرنے کے لئے (آگے ترجمہ)

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدَنَا

اور مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو اور ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت

إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ

اسماعیل (علیہ السلام) کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک رکھا کرو پیر دینی اور

وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

مقامی لوگوں (کی عبادت) کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے اور جس وقت ابراہیم

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا

نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اسکو ایک (آباد) شہر بنا دیجئے امن وامان والا

مقام امن دو وجہ سے فرمایا کہ ایک تو یہ اس میں حج و عمرہ نماز و طواف ادا کرنے سے عذاب دوزخ سے امن ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی خونی حدود کعبہ یعنی حرم میں جا گھسے تو وہاں اس کو قتل نہ کیا جائے گا البتہ کھانا پینا بند کر دیا جائے تاکہ باہر نکل آئے خونی کے سوا دوسرے مجرموں کا اور حکم ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے پس یہ قانون بتلایا گیا کہ حرم مکہ میں

نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا

مطالبہ (حق واجب) ادا کرنے یا دینا اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جاوے گا

عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

اور نہ کسی کو کوئی سفارش (جبکہ ایمان نہ ہو) مفید ہوگی اور نہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا

اس کے متعلق ضروری امور پہلے اسی آیت کی تفسیر میں گزر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کر لئے جائیں۔

وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اُنکے پروردگار نے چند باتوں میں

وَإِذَا ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ الْخِ اپنے احکام میں سے۔

فَاتَّبَعْنَهُ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا

اور وہ اُنکو پورے طور پر بجالائے (اُس وقت) حق تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا بناناؤں گا

نبوت دیکر یا امت بڑھا کر

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ

اُنھوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی (کسی کسی کو نبوت دیجئے) ارشاد ہوا کہ

آپ کی یہ درخواست منظور ہے مگر اس کا ضابطہ سن لیجئے (آگے ترجمہ دیکھو)

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝

میرا (یہ) عہد (نبوت) خلاف ورزی (قانون) کرنے والوں کو نہ ملے گا

سوائے لوگوں کو تو صاف جواب ہے البتہ اطاعت کرنے والوں میں سے بعض کو نبوت دی جائے گی امتحان دو غرض سے ہوتا ہے کبھی اس لئے کہ امتحان لینے والا اس شخص کی حالت و لیاقت دریافت کرنا چاہتا ہے ایسا امتحان لینا ذات حق میں محال ہے اس کو پہلے ہی سے سب کچھ معلوم ہے اور کبھی امتحان اس لئے ہوتا ہے کہ دوسروں کے سامنے اس کی لیاقت ظاہر ہو جائے تاکہ کسی کو ترجیح وغیرہ کی شکایت نہ رہے اور امتحان دینے والے کی عظمت ثابت ہو جائے ایسا امتحان لینا خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں اور جہاں کہیں حق تعالیٰ کا امتحان لینا مذکور ہے وہاں یہی دوسری قسم مراد ہے اور ان احکام کی نسبت کتابوں میں مختلف اقوال لکھے ہیں جن میں ابراہیم علیہ السلام کا امتحان ہوا تھا اگر یہ امتحان تبلیغ احکام سے پہلے تھا تو امامت کے معنی یہ ہونگے کہ آپ کو احکام پہنچانے کا کام سپرد کیا جائے گا جو حاصل ہے نبوت کا اس قول پر اس وقت تو وحی نازل ہو گئی تھی مگر ہنوز اس کی تبلیغ کا اثر نہ ہوا تھا اور اگر یہ امتحان بعد تبلیغ احکام شروع کر

أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ ص

جماعت (پیدا) کیجئے جو آپ کی مطیع ہو

یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اس جماعت میں جس کے پیدا ہونے کی دعا اپنی اولاد میں سے کر رہے ہیں (آگے ترجمہ)

وَأَرْنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ

(نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتا دیجئے اور ہمارے حال پر (مہربانی سے) توجہ کیجئے اور

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ

فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمائو اے مہربانی کرنے والے ہمارے پروردگار اور اُس جماعت کے اندر

رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

اُن ہی میں سے ایک ایسا غمخوار بھی مقرر کیجئے جو اُن لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرے اور اُن کو

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط

(آسمانی) کتاب کی اور (اُس میں) خوش فہمی (حاصل کرنے) کی تعلیم دیا کریں اور اُن کو پاک کر دیں

تلاوت و تعلیم کے ذریعہ سے جہالات و خیالات و اعمال سے (آگے ترجمہ)

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ

بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرہ

کہ سب درخواستیں پوری کر سکتے ہیں۔

الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

کامل الانتظام

کہ جو کام کرتے ہیں اس میں کوئی فروگزاشت نہیں ہوتی اور یہ جماعت جس کا اس آیت میں ذکر ہے صرف بنو اسماعیل ہیں کیونکہ یہ دعا دونوں صاحبوں کی ہے تو وہی جماعت مراد ہو سکتی ہے جو دونوں کی اولاد ہو وہ جماعت اولاد اسماعیل ہے جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اسی واسطے صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ظہور ہوں اور ہر چند کہ امت مسلمہ تمام امت محمدیہ کا لقب ہے لیکن اولاد کی تخصیص اس لئے ہے کہ اور لوگوں میں ان کی بدولت اسلام شائع ہوگا چنانچہ بنی اسماعیل کی سعی بدنی اور تدبیر انتظامی سے اسلام کی اشاعت ہوئی ہے اور یہی حکمت ہے خلافت کی قریش کے ساتھ خاص ہوئی کی جو کہ اولاد اسماعیل ہیں اور خوش فہمی کا سلیقہ یہ ہے کہ اصل سے فرع کا حکم سمجھ لیں جس کو اجتہاد اور تفقہ کہتے ہیں چنانچہ امت محمدیہ میں بہت اکابر اس صفت سے ممتاز ہوئے اور ان

بدامنی نہ کرنا چاہیے یہ معنی نہیں کہ یہاں بدامنی کبھی نہ ہوگی اور مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے عمارت کعبہ بنائی ہے۔

وَأَرْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ أَمِنَ

اور اُن کے بسنے والوں کو پھلوں کی (قسم) سے بھی عنایت کیجئے (اور میں) انکو (کہتا ہوں) جو کھانا

مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط قَالَ

میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں (باقیوں کو آپ چاہیں) حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اور میں خاص ان حرم میں بسنے والوں کو کہتا ہوں کہ چونکہ رزق ہمارا خاص نہیں ہے اس لئے ثمرات سب کو دیں گے مومن کو بھی (آگے ترجمہ)

وَمَنْ كَفَرَ فَاَمَّتَعَهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ

اور اُس شخص کو بھی کہ کافر رہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتاؤ مگر پھر

عَذَابِ النَّارِ وَيُبْئِسُ الْمَصِيرُ ﴿۱۳۰﴾

اُسکو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں پہنچا دوں گا اور ایسے پہنچنے کی جگہ تو بہت بُری ہے

البتہ نجات آخرت کافر کو نصیب نہ ہوگی خدا سب مومنوں کو بچائے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ

اور جبکہ اٹھا رہے تھے ابراہیم علیہ السلام دیواریں خانہ کعبہ کی

وَإِسْمَاعِيلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ

اور اسماعیل علیہ السلام بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے) کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۱﴾

فرمائیے بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں

واذ یرفع ابراہیم الخ ہماری دعا کو سنتے ہیں ہماری نیتوں کو جانتے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام کی شرکت دو طرح ہو سکتی ہے یا تو پتھر گارا دیتے ہوں گے یا کسی وقت چنائی ہی کرتے ہوں

رَبَّنَا

اے ہمارے پروردگار

ربنا و اجعلنا الخ ہم دونوں یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا

ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی

بطور الہام کے (آگے ترجمہ)

قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۱﴾

فرمایا کہ تم (خدا کی) اطاعت اختیار کرنا انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی

پس اس اطاعت کے اختیار کرنے پر ہم نے ان کو شرف نبوت دیدیا
خواہ اسی وقت یا بعد چندے

وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ط

اور اسی (ملت) کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب بھی

اپنے بیٹوں کو مضمون اس کا یہ تھا کہ (آگے ترجمہ)

يَبْنِي إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا

میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے سو تم

مرتے دم تک اس کو نہ چھوڑنا

تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ط ﴿۱۳۲﴾

بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا کیا تم

کسی صحیح اور معتبر نقل سے یہ دعویٰ کرتے ہو یا کہ (آگے ترجمہ)

كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ لَا

خود (اُس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا (اور)

إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ

جس وقت انھوں نے اپنے بیٹوں سے

تجدید عہد کے لئے

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ

پوچھا کہ تم لوگ میرے مرنے کے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے انھوں نے

إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

بالاتفاق جواب دیا کہ ہم اُس کی پرستش کریں گے جلی آپ اور آپ کے

وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ

بزرگ (حضرت) ابراہیم واسماعیل واسحق کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لا شریک

مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾

ہے اور ہم اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے

کی برکات سے آج عامہ مسلمین و غنی نفع حاصل کر رہے ہیں اور پیغمبر کے لئے جو یہ تخصیص کی کہ ان ہی میں سے ہوں اس میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بہ نسبت دوسرے خاندانوں کے اپنے خاندان میں پیدا ہونے والے پیغمبر کو زیادہ سمجھیں گے اور ان کے اتباع کو دوسروں کے اطمینان و رفع خلیجان میں زیادہ اثر اور دخل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عام عرب قریش کے ایمان کے منتظر تھے ان کی اطاعت کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے جس کی طرف سورہ نصر یعنی اذ اجاء میں بھی اشارہ ہوا ہے۔ ربط ان آیات سے ضمناً ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام اور اطاعت حق ہے جیسا کہ وجعلنا مسلمین میں منصوص ہے اب جس زمانہ کے لئے جو احکام الہیہ بھی ہوں ان کا چھوڑنا ملت ابراہیمی سے منہ موڑنا ہے کیونکہ ان کے طریقہ کا حاصل صرف یہی ہے کہ احکام الہیہ کی اطاعت کی جائے اس مناسبت سے آیت آئندہ میں ان لوگوں کی غلط کاری بیان فرماتے ہیں جو باوجود دعویٰ اتباع ملت ابراہیمی کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار نہیں کرتے جب شہادت کتب سابقہ اور وصایا انبیاء سابقین و دلائل عقلیہ برہانیہ سب ثبوت رسالت محمدیہ پر متفق ہیں تو ملت ابراہیمی کی اطاعت یہی تھی کہ حضور کا اتباع اختیار کیا جاتا اس کے بعد بھی جب حضور کا اتباع نہ کیا تو ظاہر ہے کہ طریقہ ابراہیمی کی مخالفت لازم آگئی۔

وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ

اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی

سَفِهَ نَفْسَهُ ط

ذات ہی سے اجتناب ہو

ایسے نبی کی ملت کے تارک کو کیونکر احمق نہ کہا جائے جس کی پہچان یہ ہو کہ

اسی کی بدولت ابراہیم علیہ السلام عہدہ رسالت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي

اور ہم نے (اسی کی بدولت تو) اُن (ابراہیم) کو دنیا میں منتخب کیا اور (اسی کی

الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۴﴾

بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں

جن کے لئے سب ہی کچھ ہے اور یہ انتخاب رسالت کے لئے اس

وقت ہوا تھا (آگے ترجمہ)

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ لَا

جب کہ اُن سے اُن کے پروردگار نے

اپنا تفاخر اور دوسرے کی تحقیر حرام ہے۔ ربط: اوپر ملت اسلام کا حق ہونا اور یہودیت اور نصرانیت کا زمانہ نبوت محمدیہ میں موجب نجات نہ ہونا مذکور ہے اب یہودیت و نصرانیت کی طرف بلائے والوں کے قول کا جواب ارشاد ہے۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا

اور یہ (یہودی و نصرانی) لوگ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرَىٰ

أَوْ نَصْرَىٰ

یا نصرانی ہو جاؤ

یہ نصاریٰ نے کہا ہے

تَهْتَدُوا ط قُلْ بَلْ

تم بھی راہ (حق) پر پڑ جاؤ گے آپ (جواباً) کہہ دیجئے کہ ہم تو

یہودی نصرانی بھی نہ ہونگے بلکہ (آگے ترجمہ)

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

ملت ابراہیم یعنی اسلام پر ہیں گے جس میں کبھی کا نام بھی نہیں

بخلاف یہودیت و نصرانیت کے جس میں علاوہ محرف ہونے کے منسوخ ہو چکنے کے سبب سے بھی کبھی آگئی ہے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾

اور ابراہیم علیہ السلام مشرک بھی نہ تھے

اس اخیر جملہ سے یا تو یہ مقصود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام موحد خالص تھے اور یہودیت و نصرانیت میں اب شرک کی آمیزش ہو گئی ہے یا اس جملہ سے مشرکین عرب پر رد کرنا مقصود ہے کہ تم چند کام موافق ملت ابراہیم کر کے اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا متبع سمجھتے ہو حالانکہ تم میں اور ان میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے کہ وہ موحد تھے اور تم مشرک ہو۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ

(مسلمانو) کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس (کلم) پر جو تمہارے پاس بھیجا گیا اور اس پر بھی جو

إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

(حضرت) ابراہیم اور (حضرت) اسماعیل اور (حضرت) اسحاق اور (حضرت) یعقوب (علیہم السلام) اور

وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ

اولاد یعقوب (میں جو نبی گذرے ہیں ان) کی طرف بھیجا گیا اور اس (کلم و معجزہ) پر بھی جو حضرت

کسی نقلی دعوے کی صحت کے دو ہی طریقے ہیں یا نقل صحیح یا مشاہدہ یہاں دونوں نہیں تو دعویٰ محض بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہوا۔ عقلاً بھی نقلی دعویٰ عقلی دلیل کے خلاف تو اس لئے کہ یہودیت و نصرانیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوئے اور حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام ان دونوں سے بہت پہلے ہیں یا اہل کتاب لم تحتاجون الخ میں بھی یہ مضمون ہے اور نقلی دلیل کی خلاف اس لئے کہ خبر صادق یعنی قرآن کے یہ خلاف ہے اور جو صادق کی خلاف ہو وہ کاذب ہے قل ۱۱ انتم اعلم ام اللہ الخ میں بھی یہی مضمون ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اسی طرح اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا ہے اور آپ ان حضرات سے بہت پیچھے ہیں پھر ان کا ملت اسلام پر ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے جواب یہ ہے کہ اسلام کے معنی اطاعت حق کے ہیں اس سے تمام انبیاء کا ملت اسلام پر ہونا ثابت ہے بخلاف یہودیت یا نصرانیت کے کہ وہ خاص مذہب تورات یا مذہب انجیل کا نام ہے خوب سمجھ لو پس جو انبیاء پہلے نزول تورات و انجیل سے گزر چکے ہیں وہ یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ربط: اوپر ان سب انبیاء علیہم السلام کا ملت اسلام پر ہونا اور یہود و نصاریٰ کا بوجہ ترک اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ملت سے اعراض کرنا ثابت ہو چکا جس سے عند اللہ ان کا غیر مقبول ہونا لازم آ گیا مگر ان لوگوں کو انبیاء کی اولاد ہونے یا مذہب ان کی طرف منسوب ہونے پر فخر تھا اور اسی کو نجات کے لئے کافی سمجھے ہوئے تھے اس لئے اس خیال کا غلط اور محض نسبت کا ناکافی ہونا بیان فرماتے ہیں ۱۲

تِلْكَ أُمَمَةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا

یہ (ان بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو گذر چکی اُنکے کام اُن کا کیا ہوا آدینا اور

كَسَبْتُمْ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۶﴾

تمہارے کام تمہارا کیا ہوا آوے گا اور تم سے اُنکے کئے ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

تِلْكَ أُمَمَةٌ قَدْ خَلَتْ الخ خالی تذکرہ بھی تو نہ ہوگا اس سے تم کو نفع پہنچنا یہ تو بڑی دور ہے مقبولین کے ساتھ انتساب اس شخص کے لئے نافع نہیں ہوتا جو عقائد قطعیہ میں ان کے مخالف ہو یہود و نصاریٰ ایسے ہی تھے کہ رسالت محمدیہ کے منکر تھے حالانکہ ان کے انبیاء سابقین اس کے مصدق تھے اور اگر عقائد قطعیہ میں مخالفت نہ کی جائے تو کسی درجہ میں انتساب مقبولین کا نافع ہوگا خواہ شفاعت سے خواہ محبت سے یا بنا بر معیت کے یہ نصوص صحیح سے ثابت ہے حاصل یہ کہ انتساب مومنین کو نافع ہوگا نہ کہ کفار کو اور اسی معنی کے اعتبار سے نسب بھی نافع ہے اب سب احادیث میں موافقت و مطابقت ہو جائیگی رہا دنیا میں نسب کا آثار کے اعتبار سے متفاوت ہونا بلاشبہ متضمن مصالح کثیرہ ہے جن کا مشاہدہ بھی ہے لیکن

ف: اے مسلمانو! کہہ دو کہ ہم نے جو اوپر تم لوگوں کے جواب میں کہا ہے کہ ملت ابراہیمی پر رہیں گے اس کی حقیقت یہ ہے کہ (آگے ترجمہ)

صِبْغَةَ اللَّهِ

ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور رنگ کی طرح ہمارے رگ و ریشہ میں اس کو بھر دیا ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً

اور (دوسرا) کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو

جب کوئی دوسرا ایسا نہیں تو ہم نے اور کسی کا دین بھی اختیار نہیں کیا
رابطہ: اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ پر پورے طور سے حجت قائم ہو چکی پھر بھی وہ لوگ برابر اپنے کو حق پر اور مسلمانوں کو باطل پر بتلاتے رہے حق تعالیٰ نے اول دونوں باتوں کی تحقیق خوب فرمادی اب دوسرے طرز سے جواب تعلیم فرماتے ہیں۔

وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ

اور (اسی لئے) ہم اس کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں آپ (اُن سے) فرمادیتے کہ کیا تم لوگ ہم سے (اب بھی) حجت کئے جاتے ہو حق تعالیٰ (کے معاملہ) میں قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ تَاعْمَالُكُمْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قِيَامٌ فِيهِمْ

وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ

حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا (سب کا) رب ہے

سو مالک ہونے میں تو تمہارے ساتھ کوئی خصوصی نہیں جیسا کہ تمہارے بعض دعاوی سے مفہوم ہوتا ہے جیسے نحن ابناء الله

وَلَنَا أَعْمَالُنَا

اور ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا

یہاں تک تو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ (آگے ترجمہ)

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿۱۳۹﴾

اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا اور ہم نے صرف حق تعالیٰ کی (خوشنودی) کیلئے اپنے دین کو شرک وغیرہ سے خالص کر رکھا ہے

بخلاف تمہارے طریقہ موجودہ کے کہ علاوہ منسوخ ہونے کے خود شرک اس میں ملا ہوا ہے جب اس میں ہم کو اللہ نے ترجیح دی ہے پھر ہم کو نجات نہ ہونے کے کیا معنی

أَمْ

یا

وَمَا أَوْتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ

موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا اُن کے پروردگار کی طرف سے سو ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان بھی (آگے ترجمہ)

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ

اس کیفیت سے کہ ہم ان (حضرات) میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے

کہ کسی پر ایمان رکھیں کسی پر نہ رکھیں اخیر جملہ و نحن له مسلمون میں اس ملت کے نام یعنی اسلام کی طرف اشارہ فرما دیا۔

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۹﴾ فَإِنْ آمَنُوا

اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں سوا گروہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس

بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا

طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ حق پر لگ جاویں

وَأِنْ تَوَلَّوْا

گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو

تم ان کی روگردانی سے کچھ تعجب نہ کرو۔

فَاتَّبَعُوا فِي شِقَاقٍ

تو وہ لوگ تو (ہمیشہ سے) برسر مخالفت ہیں ہی

اور اگر ان کی مخالفت سے کچھ اندیشہ ہو۔

فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ

تو (سمجھ لو کہ) تمہاری طرف سے غریب ہی تمٹ لیں گے اُن سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں

تمہاری اور ان کی باتیں۔

الْعَلِيمُ ﴿۱۴۰﴾

جانتے ہیں

تمہارے اور ان کے برتاؤ تمہارے فکر و غم کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ تھوڑے دنوں میں یہود و نصاریٰ اور سب کفار کو مغلوب کر دیا جیسا کہ تواریخ متواترہ میں بھی منقول ہے۔ رابطہ: اس دین حق کا لقب جو ملت ابراہیمی ہے اس میں ایک نبی کے نام کی طرف نسبت تھی آگے اسلام کا مزید شرف ظاہر کرنے اور توحید کا زیادہ اہتمام کرنے کے لئے اپنے ہی نام کی طرف اس کو منسوب فرماتے ہیں۔ صِبْغَةَ اللَّهِ الخ

اب بھی اپنی حقانیت ثابت کرنے کو یہی (آگے ترجمہ)

تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ

کہے جاتے ہو کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ

وَيَعْقُوبَ

اور اولاد یعقوبؑ

میں جو انبیاء گزرے ہیں وہ سب حضرات (ترجمہ)

وَالْأَسْبَاطُ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى ط

یہود اور نصاریٰ تھے

اور تم اس موافقت کے واسطے سے اپنا حق پر ہونا ثابت کرتے ہو سو

اس کے جواب میں اتنی ایک مختصر سی بات (آگے ترجمہ)

قُلْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ ط

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) تم زیادہ واقف ہو یا حق تعالیٰ

اور ظاہر ہے خدا ہی زیادہ واقف ہے اور وہ ان سب انبیاء کا ملت

اسلام پر ہونا ثابت کر چکے ہیں اور جانتے وہ بھی ہیں مگر چھپاتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنْ

اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کا انکار کرے جو اس کے پاس منجانب

اللّٰهُ وَمَا لِلّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۰﴾

اللہ بخوبی ہواور (اے اہل کتاب) اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے سے بے خبر نہیں ہیں

پس جب یہ حضرات یہود و نصاریٰ نہ تھے سو تم دین میں ان کے موافق کب ہوئے پھر تمہارا حق پر ہونا بھی ثابت نہ ہوا اور اپنے کو مخلص کہنے سے دعویٰ کمال مقصود نہیں بلکہ مناظرہ مذہبی میں اپنے طریقہ دین کا اظہار منظور ہے جو ضروری امر ہے رابطہ پہلے یہود کے ایک فخر و زعم کے جواب میں جو نبی زادے ہونے کی وجہ سے کرتے تھے آیت تلک امة گذر چکی ہے۔ چونکہ یہاں ان کا فخر و زعم دوبارہ مذکور ہوا اس لئے وہی آیت پھر مکرر لائی جاتی ہے فرق یہ ہے کہ وہ ابتدائی جواب تھا

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ

یہ (اُن بزرگوں کی) ایک جماعت تھی جو گذر گئی ان کے کام ان کا کیا

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا

ہوا آوے گا اور تمہارے کام تمہارا کیا ہوا اور تم سے اُن کے کئے

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۱﴾

ہوئے کی پوچھ بھی تو نہ ہوگی

اور جب تذکرہ بھی نہ ہوگا تو اس سے تم کو نفع پہنچنا تو درکنار اس کے متعلق فائدہ اوپر گزر چکا ہے۔

الحمد للہ پہلے پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا

اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو (ہر پہلو سے) نہایت اعتدال پر ہے

اے متبعان محمد صلی اللہ علیہ وسلم (آگے ترجمہ) دنیا میں شرف و امتیاز حاصل ہونے کے علاوہ آخرت میں بھی تمہارا بڑا شرف ظاہر ہو کہ ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء ہوں گے اور دوسرا فریق ان کی مخالف قومیں (آگے ترجمہ)

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

تا کہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو

شرف بالائے شرف یہ ہو کہ (آگے ترجمہ)

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

اور تمہارے لئے اور رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں

اور اس شہادت سے تمہاری شہادت معتبر قرار پائے پھر تمہاری شہادت سے حضرات انبیاء کے حق میں فیصلہ ہوا اور مخالفین مجرم قرار پا کر سزا یاب ہوں اور اس کا اعلیٰ درجہ کی عزت ہونا ظاہر ہے حدیثوں میں اس کی بھی تفسیر آئی ہے کہ پہلی امتوں کے کافر حق تعالیٰ سے کہہ دیں گے کہ ہم کو آپ کے احکام ہی کی اطلاع نہیں ہوئی انبیاء دعویٰ کریں گے کہ ہم نے اطلاع دے دی تھی انبیاء سے گواہ لئے جائیں گے وہ امت محمدیہ کو اپنا گواہ بتلائیں گے اس امت کو بلا کر پوچھا جائے گا یہ انبیاء کے موافق گواہی دیں گے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس واقعہ کا ثبوت دلائل قطعیہ سے پہنچا ہم کو اس لئے واقفیت تھی پھر جرح مدعا علیہ کو بند کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر ان گواہوں کے معتبر ہونے کی تصدیق فرما دیں گے اس پر اجلاس احکم الحاکمین سے فیصلہ کر دیا جائے گا اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ امت محمدیہ انبیاء سے تو زیادہ معتبر نہیں ہے جو ان کی سچائی ان کی گواہی سے ثابت کی جائے جواب یہ ہے کہ جب کوئی اعلیٰ افسر کسی مقدمہ میں فریق ہو جاتا ہے تو وہ اپنے سے چھوٹے درجہ کے آدمیوں کو گواہی میں پیش کر سکتا ہے اور فریق ثانی کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہوتا کہ جب میں اعلیٰ افسر کو جھوٹا مانتا ہوں تو ادنیٰ درجہ کے گواہوں کی بات کیونکر مان لوں گا اس کو گواہوں پر یہ جرح کرنے کا حق نہیں کہ یہ ادنیٰ درجہ کے ہیں کوئی نقص گواہوں کی عدالت میں نکالا جائے تو البتہ مسموع ہوگا اور امت محمدیہ نے اگرچہ ان واقعات کا مشاہدہ نہیں کیا مگر چونکہ وحی کے ذریعہ سے پورا یقین ہے اس لئے وہ شہادت دے سکتے ہیں جس کا

رابطہ: اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اعتراض تحویل قبلہ کا جواب چند اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے ایک جزو حاکمانہ جواب بھی ہے سو وہ آیت آئندہ میں مذکور ہوتا ہے اور جواب کی تمہید میں ان کے جاہلانہ قول کی بھی تصریح فرمادی ہے۔ سیقول تا مستقیم جب کعبہ قبلہ نماز مقرر ہو کر یہود کا قبلہ متروک ہو گیا تو بوجہ ناگوار ہونے کے (آگے ترجمہ)

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ

اب تو (یہ) بیوقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے (سابقہ سمت) قبلہ سے

کہ بیت المقدس تھا

عَنْ قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ

جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس (بات) نے بدل دیا آپ فرمادیجئے کہ

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ

سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک میں ہیں

خدا تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے جس سمت کو چاہیں مقرر فرمادیں کسی کو منصب علت دریافت کرنے کا نہیں ہے اور سیدھا طریق احکام شرعیہ کے بارہ میں یہی اعتقاد ہے لیکن بعضوں کو اس راہ کی توفیق نہیں ہوتی خواہ مخواہ علتیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں البتہ اپنے فضل سے (آگے ترجمہ)

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

جس کو خدا ہی چاہیں (یہ) سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں

جس اعتقاد کو اس جگہ صراط مستقیم کہا گیا ہے درحقیقت سلامتی اور امن اسی راستہ میں ہے آج کل اکثر نو خیز طبائع نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے اور احکام کی علل تفتیش کرنے میں لگ گئے ہیں جن میں بعض کی غرض تو تعوذ باللہ احکام شرعیہ کی توہین یا تکذیب اور اس پر اعتراض کرنا ہوتا ہے اور بعض کو اس بہانہ سے عمل کرنے سے جان چرانا مقصود ہوتی ہے اور بعض کی غرض فاسد نہیں ہوتی لیکن فہم عالی اور دقیق نہ ہونے سے نتیجہ اس کا اکثر بددینی اور بد اعتقادی ہے مسلمان کو تو ایسا ہونا چاہئے

زبان تازہ کردن باقرار تو نینگینختن علت از کار تو

رابطہ: قبول احکام شرعیہ کے بارہ میں جس امر کو صراط مستقیم فرمایا ہے چونکہ جماعت محمدیہ نے اس کو بے چون و چرا اختیار کر لیا اس لئے آیت آئندہ کے شروع میں بطور جملہ معترضہ کے ان کی مدح و فضیلت بیان کر کے پھر اصل مطلب کی طرف رجوع فرمائیں گے۔ و کذلک جعلناکم امۃ شہیدا

مدار یقین پر ہے خواہ کسی ذریعہ سے حاصل ہوا ہو

وَ

اور

اور اصل میں تو شریعت محمدیہ کے لئے ہم نے کعبہ ہی کو قبلہ تجویز کر رکھا تھا (آگے ترجمہ دیکھئے)

مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ

جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو (ظاہری طور پر بھی) معلوم ہو جائے کہ

اس کے مقرر ہونے یا بدلنے سے یہود اور غیر یہود میں سے (آگے ترجمہ)

مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ

کون تو رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے اور نفرت اور مخالفت کرتا ہے اس امتحان کے لئے اس عارضی قبلہ کو مقرر کیا تھا پھر اصلی قبلہ سے اس کو منسوخ کر دیا۔

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ

اور یہ قبلہ کا بدلنا (منحرف) لوگوں پر ہوا بڑا ثقیل (ہاں) مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے

جس کا بیان اوپر گزرا کہ احکام الہیہ کو بے چون و چرا قبول کر لینا ان کو ذرا بھی گراں نہیں گزرتا جیسا پہلے اس کو حکم خدا سمجھتے تھے اب اس کو خدا کا حکم سمجھتے ہیں ۱۲

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ إِيْمَانَكُمْ

اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو

یعنی جو اس کے متعلق اعمال ہیں جیسے کہ نماز اس کے ثواب کو ضائع کر دیں

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَءَوَّفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۳۳﴾

ضائع (اور ناقص) کر دیں (اور) واقعی اللہ تعالیٰ تو (ایسے) لوگوں پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں

تو ایسے شفیق مہربان پر یہ گمان کب ہو سکتا ہے کیونکہ کسی قبلہ کا اصلی یا غیر اصلی ہونا تو ہم ہی جانتے ہیں تم نے دونوں کو ہمارا حکم سمجھ کر قبول کیا اس لئے ثواب بھی کسی کا کم نہ ہوگا

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ

ہم آپ کے منہ کا (یہ بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں

اور ہم کو آپ کی خوشی پوری کرنا منظور ہے ۱۲

فَلَنُؤَلِّبَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

اس لئے ہم (وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے (تو) پھر (حکم) ای دیئے دیتے ہیں کہ (اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے۔

اور یہ حکم تخصیصی نہیں بلکہ سب کے لئے عام ہے

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

اور تم سب لوگ

پیغمبر بھی امتی بھی

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ

جہاں کہیں بھی موجود ہو

مدینہ میں یا اور جگہ حتیٰ کہ خود بیت المقدس میں بھی ۱۲

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی

بالعموم اپنی اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کی وجہ سے اس قبلہ کے متعلق خوب واقفیت رکھتے ہیں کہ نبی آخر الزمان کا قبلہ اس طرح ہوگا

لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ

یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے (اور) ان کے پروردگار ہی کی طرف سے (ہے)

بلکہ عناداً نہیں مانتے ۱۲

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے کچھ بے خبر نہیں ہیں

حاصل حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لئے اسی کو قبلہ مقرر کر دیا رہا یہ کہ آپ کی خوشی اس میں کیوں تھی وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی علامات نبوت میں ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کا قبلہ کعبہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی قلب میں اسی کی خواہش پیدا کر دی۔ رلطا: اوپر فرمایا ہے کہ اہل کتاب اس قبلہ کا منجانب اللہ ہونا جانتے ہیں آگے ان کے عناد کا بیان ہے۔ ولئن اتیت الخ

وَلَيْنُ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ

اور اگر آپ (ان) اہل کتاب کے سامنے تمام (دنیا بھر کی) دلیلیں پیش کر دیں جب بھی یہ

مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ

(بھی) آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں

باوجود ان لوگوں کے سب کچھ سمجھنے کے ان کی ضد کی یہ حالت ہے کہ ان کی موافقت کی امید اس لئے نہ رکھنا چاہئے کہ آپ کا قبلہ بھی منسوخ ہونے والا نہیں (آگے ترجمہ)

وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتِهِمْ

اور آپ بھی ان کے قبلہ کو قبول نہیں کر سکتے (پھر موافقت کی کیا صورت)

جیسا ان اہل کتاب کو آپ سے ضد ہے انہیں باہم بھی موافقت نہیں

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ

اور ان کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کو قبول نہیں کرتا

مثلاً یہود نے بیت المقدس لے رکھا تھا اور نصاریٰ نے مشرق کی سمت کو قبلہ بنا رکھا تھا اور خدا نخواستہ آپ تو کسی طرح ان کے قبلہ کو لے ہی نہیں سکتے کیونکہ اگرچہ وہ اصل میں حکم خداوندی رہا ہو لیکن اب بوجہ منسوخ ہونے کے اس پر قائم رہنا محض نفسانی تعصب ہے سو (آگے ترجمہ)

وَلَيْنُ اتَّبَعَتْ أَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ

اور اگر آپ ان کے (ان) نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے

مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ

پاس علم (وجی) آئے پیچھے تو یقیناً آپ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں

اور آپ کا ظالم ہونا بوجہ معصوم ہونے کے محال ہے اس لئے آپ کا ان کے خیالات کو قبول کرنا کہ منجملہ ان کے قبلہ بھی ہے نیز محال ہے۔ ربط: اوپر یہ بیان تھا کہ اہل کتاب مسلمانوں کے قبلہ کو حق جانتے ہیں اور زبان سے نہیں مانتے ہیں آگے یہ ذکر ہے کہ اسی طرح صاحب قبلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں حق جانتے مگر زبان سے نہیں مانتے ہیں الدین اتینہم الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسالت بوجہ بشارت مندرجہ کے بے شک و شبہ سچا رسول جانتے ہیں اور (آگے ترجمہ)

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (توراة و انجیل) دی ہے وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَبْنَاءَهُمْ

کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر بھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے مگر پہچان کر بھی سب مسلمان نہیں ہوئے بلکہ بعض تو ایمان لائے (آگے ترجمہ)

وَأَنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ

اور بعض ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں (مگر) اخفا کرتے

يَعْلَمُونَ ﴿١٣٦﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

ہیں (حالانکہ) یہ امر واقعی منجانب اللہ (ثابت ہو چکا) ہے

ایسے امر واقعی کی نسبت ہر شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ (آگے ترجمہ)

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْهَاسِرِينَ ﴿١٣٧﴾

سو ہرگز شک و شبہ کرنے والوں میں شمار نہ ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچانے کو جو اولاد کے پیچانے سے تشبیہ دی ہے اس کا مطلب بیان ہو چکا کہ مراد صورت کا پہچانا ہے تو اب وہ شبہ جاتا رہا کہ بیٹا کا اپنا بیٹا ہوتا تو بعض دفعہ مشتبہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں بیوی کی خیانت کا احتمال ہو سکتا ہے تو یہ تشبیہ پوری نہ ہوئی جواب یہ ہے کہ تشبیہ میں بیٹے کا بیٹا ہونا ملحوظ نہیں بلکہ بیٹے کی صورت ملحوظ ہے سو چونکہ بیٹا گود میں پرورش پاتا ہے ہر وقت آدمی اس گود دیکھتا رہتا ہے اس کی صورت میں عادتہ شبہ نہیں ہوتا اس لئے بیٹوں کی معرفت سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ عرفاً بیٹا زیادہ پیارا ہوتا ہے باپ اس کو اپنے ساتھ زیادہ رکھتا ہے اور اسی وجہ سے یہ نہیں فرمایا کہ جیسے اپنے آپ کو جانتے ہیں کیونکہ انسان پر ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ اس میں اپنی ذات کی معرفت حاصل نہیں ہوتی جیسے بالکل بے ہوشی کا زمانہ بخلاف اپنے بیٹے کے کہ وہاں یہ نوبت نہیں آتی لکل وجہ الخ

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا

اور ہر مذہب والے شخص کے واسطے ایک ایک قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ عبادت (میں) منہ کرتا رہا ہے

کہ دوسری حکمت تحویل قبلہ میں یہ ہے کہ عادتہ اللہ جاری ہے کہ چونکہ شریعت محمدیہ بھی ایک مستقل دین ہے اس کا قبلہ بھی ایک خاص ہو گیا

فَاسْتَبِقُوا

سو تم

اے مسلمانو! اس بحث کو چھوڑ دو حکمت سب پر ظاہر ہو چکی ہے تم اپنے دین کے (آگے ترجمہ)

الْخَيْرَاتِ اِنَّ مَا تَكُونُوا يَاتِيَكُمْ بِاللّٰهِ جَمِيعًا

نیک کاموں میں لگاؤ کر تم خواہ کہیں ہو گے (لیکن) اللہ تعالیٰ تم سب کو حاضر کر دیں گے اس وقت نیکوں پر جزاء اور اعمال پر سزا مرتب ہوگی

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۳۸﴾

بالتعمین اللہ تعالیٰ ہر امر پر پوری قدرت رکھتے ہیں

اس حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح حضرت میں کعبہ کی طرف رخ ہوتا ہے اسی طرح اگر مدینہ سے یا اور کہیں سے (آگے ترجمہ) ومن حیث تاتھتدون

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

اور جس جگہ سے بھی (کہیں سفر میں) آپ باہر جاویں تو (بھی) اپنا چہرہ (نماز میں)

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا

مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف رکھا کیجئے اور یہ (حکم عام قبلہ کا) بالکل حق ہے (اور)

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ

منجانب اللہ (ہے) اور اللہ تعالیٰ کئے ہوئے کاموں سے اصلاً بے خبر نہیں اور (مکرر پھر کہا جاتا ہے کہ) آپ جس جگہ سے بھی (سفر میں) باہر جاویں

اور حضرت میں تو بدرجہ اولیٰ کیونکہ تجویز قانون کے وقت آپ مقیم ہی تھے ۱۲

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ

اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام کی طرف رکھئے۔ اور

اسی طرح سب مسلمان بھی سن لیں

حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ لَا

تم لوگ جہاں کہیں (موجود) ہو اپنا چہرہ (نماز میں) اس کی طرف رکھا کرو اور یہ حکم اس لئے مقرر کیا جاتا ہے (آگے ترجمہ)

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۖ

تاکہ (ان مخالف) لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو (کی مجال) نہ رہے

کہ اگر محمد وہی نبی موعود آخر الزمان ہوتے تو ان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا اصلی قبلہ کعبہ ہوگا اور یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز

پڑھتے ہیں اس حکمت کے واسطے بھی ہم نے تھویل قبلہ کیا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

(ہاں) مگر ان میں جو کہ (بالکل ہی) بے انصاف ہیں

وہ اب بھی کٹ جیتی نکال لیں گے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو کہ اتنے انبیاء کے خلاف کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں لیکن ایسے مہمل اعتراض سے دین حق کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا

فَلَا تَخْشَوْهُمْ

تو ایسے لوگوں سے (اصلاً) اندیشہ نہ کرو

اور ان کے اعتراضوں کے جواب کی فکر میں مت پڑو

وَاحْشَوْنِيْ

اور مجھ سے ڈرتے رہو

کہ میرے احکام کی مخالفت نہ ہونے پائے کہ یہ البتہ تم کو مضرب ہے

وَ

اور

ہم نے تم کو ان احکام مذکورہ پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی (آگے ترجمہ)

لَا تَمْرِنَعْمٰنِيْ عَلَيْكُمْ

تاکہ تم پر جو (کچھ) میرا انعام ہے اس کی تکمیل کرو دوں

کہ آخرت میں بہشت میں داخل کروں

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور تاکہ (دنیا میں) تم راہ راست (حق) پر رہو

جو کہ اسلام ہے جس پر تکمیل نعت مرتب ہوتی ہے۔ ف چونکہ قبلہ کا معاملہ نہایت مہتمم بالشان تھا اور نیز مخالفین کا اس میں شور و شغب بھی زیادہ تھا نیز بعض صورتوں کی تعمین احکام میں تردد بھی ہو سکتا تھا اس لئے کئی کئی پہلوؤں سے اس کو بیان کیا اور حکمتیں بھی کئی ارشاد ہوئیں حکم حضرت کی طرف الگ اشارہ کیا سفر کے حکم کی جدا تصریح کی تاکہ حضرت میں جو مدینہ والے جنوب کی طرف منہ کرتے ہیں کہ کعبہ وہاں سے اسی سمت کو ہے اس کی خصوصیت کا وہم نہ ہو جائے اور سفر کا موقع زیادہ شبہ کا تھا کہ شاید راہ کا حکم جدا ہو منزل کا جدا ہو اس کو مکرر لائے لفظ من سے جو عربی میں ابتداء کے لئے ہے واضح ہو گیا کہ شروع سفر سے یہی حکم ہے راہ اور منزل سب کا حکم معلوم ہو گیا پھر خطاب خاص حضور

مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۱﴾

باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی

اور نہ کتب سابقہ کی صریح بیانات یا عقل ان کے لئے کافی تھی اور اسی شان کے رسول کے مبعوث ہونے کی ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی سو اس کا ظہور ہو گیا رابطہ: چونکہ سابق آیات میں بڑی بڑی نعمتوں کا ذکر تھا اس لئے آیت آئندہ میں اپنے ذکر اور نعمت کے شکر کا حکم فرما کر اس مضمون کی بوجہ حسن تکمیل فرماتے ہیں فاذا کرونی الخ

فَاذْكُرُونِي

ان (نعمتوں) پر

بوجہ میرے منعم ہونے کے (آگے ترجمہ)

اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۵۲﴾

مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا اور میری (نعمت کی) شکر گزاری کرو اور میری ناسپاسی مت کرو

انکار نعمت یا ترک اطاعت کر کے ۱۲ رابطہ: اوپر ایک خاص واقعہ میں صبر کی تعلیم اور صابریں کی فضیلت بیان ہوئی اب بعض دیگر واقعات خلاف طبع کی تفصیل اور ان میں صبر کی ترغیب اور فضیلت بیان فرماتے ہیں جس میں کفار کے ساتھ قتل و قتل کو مقدم فرماتے ہیں دو وجہ سے ایک بوجہ اعظم ہونے کے کہ بڑی بات پر صبر کرنے والا چھوٹی پر بدرجہ اولیٰ صبر کرے گا دوسرے مناسبت مقام کی وجہ سے کیونکہ ان معترضین کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تھا ولا تقولوا الخ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ

اے ایمان والو! تم ہلکا کرنے کے لئے صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ

بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں

یعنی دین کے واسطے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ

ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ تو

ایک ممتاز حیات کے ساتھ (آگے ترجمہ)

أَحْيَاءُ وَلَكِنْ

زندہ ہیں لیکن تم

کو الگ کیا خطاب عام مسلمانوں کو الگ کیا سفر کے متعلق بھی اور حضری بابت بھی اور اس حکم کے حق ہونے کی شروع میں آیت قد نرى کے اندر بھی تصریح کی پھر رکوع کے ختم پر دوبارہ تصریح کی پھر آیت من حیث خرجت میں سہ بارہ تصریح کی اور اس حکم کے قبول کرنے والوں کو شروع میں بھی باہدایت فرمایا بھدی من یشاء میں اور اسی پر ختم بھی فرمایا لعلکم تہتدون سے اور لا تنحشوا ہم میں جھگڑے اور نزاع سے یکسو اور بے غم ہونے کی طرف اشارہ فرما کر اس حکم کے غایت درجہ واضح ہونے پر بھی تنبیہ فرمادی ہے اس کے ضمن میں یہ بھی تعلیم ہو گئی کہ جب معترض کا عناد قرآن سے معلوم ہو جائے تو پھر اس کا جواب دینا لا حاصل ہے البتہ اگر کسی طالب حق کو اس اعتراض سے شبہ ہو جائے اس کی اصلاح ضرور کر دی جائے۔ رابطہ: اس مضمون تحویل قبلہ کی ابتداء میں ابراہیم بانی کعبہ کی دعا مذکور ہوئی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولاد ابراہیم میں ایک خاص شان کے ساتھ مبعوث ہونے کی درخواست تھی اسی مضمون پر اس کو ختم کرتے ہیں پس آغاز و انجام کے اتحاد سے اشارہ ہو گیا کہ ان پیغمبر کی شریعت میں کعبہ کا قبلہ مقرر ہونا جائے تعجب نہیں کیونکہ کعبہ بنائے ابراہیم ہے اور یہ ابن ابراہیم ہیں اور اس رسول کے مبعوث ہونے کی انہوں نے دعا بھی کی تھی ہم نے ان کی دونوں دعائیں قبول کیں اور کعبہ کو امت محمدیہ کا قبلہ قیامت تک کے لئے مقرر کر دیا جو قبول بناء کی بہت بڑی علامت ہے پس ارشاد ہے کما ارسلنا فیکم الخ یعنی ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے ابراہیم کی ایک دعا جو قبولیت کعبہ کے متعلق تھی اس طرح قبول کی (آگے ترجمہ)

کَمَا

جس طرح

ان کی دوسری دعا جو دوبارہ بعثت محمدیہ کے بھی قبول کی (آگے ترجمہ)

أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ

تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان رسول کو بھیجا جو تم ہی میں سے (ہیں اور وہ) ہماری

أَيُّتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ

آیات (واحکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور جہالت سے (تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں

خیالات و رسوم جہالت سے

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ

اور تم کو کتاب (الہی) اور کام کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید)

ان حواس سے اس حیات کا (آگے ترجمہ)

لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۵۳﴾

ادراک نہیں کر سکتے

ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گویہ کہنا کہ وہ مر گیا جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی طرح سمجھنا منع ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ بعض مرنے کی اگرچہ عالم برزخ میں ہر شخص کی روح کو حیات حاصل ہوتی ہے اور اسی سے جزاء و سزا کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کو اس حیات میں دوسروں سے گونا گویا ہے وہ یہ کہ اس کی حیات دوسروں کی حیات سے زیادہ قوی ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کا اثر روح سے متجاوز ہو کر بدن پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا بدن باوجود یکہ مجموعہ گوشت و پوست کا ہے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل زندوں کے صحیح و سالم رہتا ہے چنانچہ احادیث و مشاہدات اس پر گواہ ہیں اور اگر کسی نے شہید کی لاش کو خاک خوردہ پایا ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ ممکن ہے کہ اس کی نیت خالص نہ ہو جس پر شہادت کا مدار ہے کیونکہ صرف قتل ہونے کا نام شہادت نہیں ہے اور یہی حیات ہے جس میں انبیاء شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں کہ باوجود سلامتی جسم کے بعض احکام میں وہ مثل زندہ کے ہیں مثلاً بعد موت ظاہری کے ان کی ازواج کا نکاح کسی سے درست نہیں ہوتا ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء و صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں سو مجاہدہ نفس میں مرنے کو بھی معنی شہادت میں داخل سمجھیں گے اور چونکہ عالم برزخ کا ادراک ظاہری حواس سے نہیں ہوتا اس لئے لَا تَشْعُرُونَ فرمایا گیا رابطہ: مواقع صبر میں سے بڑے واقعہ کو بیان کر کے چھوٹے واقعات کا ذکر فرماتے ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ دربار خداوندی میں صبر کی اعلیٰ قسم کی طرح ادنیٰ قسم کی بھی قدر ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ تَاهَم المہتدون

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

اور (دیکھو) ہم تمہارا امتحان کریں گے

صفت رضا و تسلیم میں جو کہ ایمان کا تقاضا ہے

بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ

کسی قدر خوف اور فاقہ سے

جو کہ ہجوم مخالفین یا نزول حوادث و شدائد سے پیش آئے۔

وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّرَاتِ

اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے

مثلاً مواشی مر گئے یا کوئی اور آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار ضائع ہو گئی اور جو لوگ ان امتحانوں میں پورے پورے اتر آویں اور مستقل رہیں (آگے ترجمہ)

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۴﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ

اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنائیجئے (جن کی عبادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے

قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ

تو وہ (دل سے یوں) کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال و اولاد و حقیقتہ) اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں

اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے اس سے غلام کو تنگ ہونا کیا معنی

وَأَنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۵﴾

اور ہم سب دنیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں

سو یہاں کے نقصانات کا بدلہ وہاں جا کر مل رہے گا اور وہ بشارت یہ ہے کہ (آگے ترجمہ) ۱۲

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قَف

ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی انکے پروردگار کی طرف سے ہوں گی

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿۱۵۶﴾

اور (سب پر بالائشراک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگئی۔

کہ حق تعالیٰ کو مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والے سمجھ گئے ف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کا جو امتحان ہوتا ہے اس کی حقیقت و اذابتلیٰ ابراہیم ربہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور واقعات کے آنے سے پہلے خبر دینے میں یہ فائدہ ہے کہ صبر آسان ہو جاتا ہے ورنہ دفعۃً صدمہ پڑنے سے زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور یہ خطاب ساری امت کو ہے تو سب کو سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا دار اٹھن ہے یہاں کے حوادث کو بعید و عجیب سمجھیں گے تو بے صبری نہ ہوگی اور چونکہ ہر صابر کا صبر مقدار و خصوصیت صابر میں جدا ہوتا ہے اس لئے صبر عام رحمت کا بھی وعدہ فرمایا جو سب کے لئے مشترک ہے اور جدا جدا خاص عنایتوں کا ہر شخص کے لئے الگ وعدہ فرمایا۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ج

تحقیقاً صفا و مروہ منجملہ یادگار (دین) خداوندی ہیں

اور ان کے درمیان میں سعی کرنا اس یا دعا کی تعظیم ہے

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

سو جو شخص حج کرے بیت (اللہ) کا یا (اس کا) عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں ہوتا

جیسا تم کو شبہ ہو گیا

أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا

ان دونوں کے درمیان آمدورفت کرنے میں (جس کا نام سعی ہے)

اور گناہ کیا بلکہ ثواب ہوتا ہے کیونکہ یہ سعی شرعاً امر خیر ہے اور ہمارے

یہاں کا ضابطہ ہے کہ آگے ترجمہ

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝۱۵۸

اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے حق تعالیٰ (اس کی بڑی) قدر دانی

کرتے ہیں (اور اس خیر کرنے والے کی نیت و خلوص) خوب جانتے ہیں

پس اس ضابطہ کی رو سے سعی کرنے والے کو بقدر خلوص ثواب ہو گا ان

الذین تا ولاہم بنظرون

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ

جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں)

وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي

واضح ہیں اور دوسروں کو (ہادی ہیں بعد اس کے کہ ہم اس کو کتاب (الہی) توراۃ و انجیل)

الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ

میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں

کہ اپنی رحمت خاص سے ان کو دور کر دیتے ہیں

وَيَلْعَنُهُمُ اللَّهُ ۖ ۝۱۵۹

اور دوسرے بہترے لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں

یعنی جن کو اس فعل سے نفرت ہے وہ ان پر بددعا کرتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا

مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور (ان مضامین کو) ظاہر کر دیں

یعنی ان اخفاء کرنے والوں میں سے جو اپنی اس حرکت پر حق تعالیٰ کے

رو برو معذرت کر لیں اور جو کچھ ان کے اس فعل سے خرابی ہو گئی تھی آئندہ

کے لئے اس کی اصلاح کر لیں اور اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان بیان کئے

ہوئے مضامین کو عام لوگوں پر ظاہر کر دیں تاکہ سب کو اطلاع ہو جائے اور ان پر گمراہ کرنے کا الزام نہ آئے اور اظہار معتبر یہ ہے کہ اسلام لے آویں کیونکہ اسلام نہ لانے میں نبوت محمدیہ کے متعلق عوام پر بھی حق مخفی رہے گا وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر نبوت حق ہوتی تو یہ علماء کتاب کیوں ایمان نہ لاتے خلاصہ یہ کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو جاویں (آگے ترجمہ)

فَأُولَٰئِكَ

تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں

اور اپنی عنایت سے ان کی خطا معاف کر دیتا ہوں۔

أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۱۶۰

اور میری توبہ کثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا البتہ جو لوگ (ان)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ

میں سے) اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ

(وہ) لعنت (مذکورہ) اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝۱۶۱

(ایسے طور پر ہا کرے گی کہ) وہ ہمیشہ (ہمیشہ) اسی (لعنت) میں رہیں گے

حاصل یہ کہ وہ جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہونگے اور ہمیشہ کا جہنم میں رہنے

والا ہمیشہ ہی خدا کی خاص رحمت سے دور رہے گا اور ہمیشہ ملعون رہنا ہی ہے۔

لَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ ۖ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝۱۶۲

ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پاوے گا اور نہ (داخل ہونے کے قبل)

ان کو مہلت دی جاوے گی

کسی میعاد تک کیونکہ مہلت اس وقت دی جاتی ہے جبکہ مقدمہ میں کچھ

گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہونے کے وقت اول ہی پیشی میں حکم سزا ہو جاتا ہے

رابطہ: آیت بالا میں کتمان حق پر جو وعید مذکور ہوئی۔ ہر چند کہ لفظ وہ ہر

امر حق کے بارہ میں عام ہے مگر خصوصیت مقام کی وجہ سے زیادہ مقصود ہے۔

مسئلہ: رسالت محمدیہ ہے پس اس لحاظ سے آیت بالا میں مسئلہ رسالت

کا اثبات ہوا اور چونکہ اعتقاد رسالت و اعتقاد توحید شریعت میں لازم ملزوم

ہیں اس لئے آیت آئندہ میں مسئلہ توحید کی تقریر فرمائی جاتی ہے۔

وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ

اور (ایسا معبود) جو تم سب کے معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی معبود (حقیقی ہے)

الرَّحِيمُ ۱۹۳

اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (وہی) رحمان ہے رحیم ہے

والہکم اللہ واحد الخ دوسرا کوئی ان صفات میں کامل نہیں اور بدوں صفات کمال کوئی معبود ہو نہیں سکتا پس بجز معبود حقیقی کے کوئی اور مستحق عبادت نہیں ہوا ربط: اہل عرب کو جب آیت توحید کی سنائی گئی تو تعجب سے کہنے لگے کہ کہیں سارے جہان کا ایک معبود بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کوئی دلیل پیش کرنا چاہئے حق تعالیٰ آگے دلیل توحید بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ

یثک آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي

رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ

الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

سمندر میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں (اور اسباب لے کر)

مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ

اور بارش کے پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین

بَعْدَ مَوْتِهَا

کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے

ان فی خلق السموات تایعقلون یعنی نباتات پیدا کئے اور ان

نباتات سے (آگے ترجمہ)

وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ

اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے

کیونکہ حیوانات کی زندگی اور تولید و تناسل اسی غذائے نباتی کی بدولت ہے۔

وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ

اور ہواؤں کی (سمتیں اور کیفیتیں) بدلنے میں

کہ کبھی پروا ہے کبھی پچھوا کبھی گرم ہے کبھی سرد

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

اور ابر (کے وجود) میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے دلائل

لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۱۹۴

(توحید کے موجود) ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں

اس عقلی استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا وجود ممکن ہے ضروری اور دائمی نہیں کیونکہ بعض میں یہ مشاہدہ ہے کہ وہ پہلے معدوم تھیں پھر موجود ہوئیں اور بعض کے احوال بدلتے رہنے سے اس کا پتہ چلتا ہے اور بعضی مرکب ہیں جو اپنے اجزاء کی طرف محتاج ہیں ترکیب اجزاء سے پہلے معدوم تھیں جب سب کا ممکن ہونا معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ ممکن کا چونکہ وجود عدم دونوں برابر ہوتے ہیں اس کو اپنے وجود کے لئے کسی مرجح کی ضرورت ہوتی ہے وہ مرجح اگر اس جیسا اگر کوئی ممکن ہے تو اس کے لئے پھر مرجح کی ضرورت ہوگی تو اس محال سلسلہ لامتناہی کو قطع کرنے کے لئے ماننا پڑے گا کہ مرجح وجود کوئی ایسی ذات ہے جس کا وجود خانہ زاد ہو کہ اس سے کبھی جدا نہ ہو سکتا ہو اسی کو واجب الوجود اور خدا کہتے ہیں تو یہ دلیل ہے ہستی صانع عالم کی رہا اس کا واحد ہونا اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ صانع عالم مثلاً دو ہیں تو یا تو دونوں قادر مطلق ہیں یا ان میں سے کوئی عاجز بھی ہو سکتا ہے دوسری صورت تو غلط ہے کیونکہ جو عاجز ہوگا وہ صانع عالم اور واجب الوجود نہیں ہو سکتا پہلی صورت کہ دونوں قادر مطلق ہوں یہ بھی محال ہے کیونکہ اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ اگر ان میں سے کسی نے ایک کام کا قصد کیا مثلاً زید کو پیدا کرنے کا تو دوسرا اس کے خلاف کا قصد کر سکتا ہے یا نہیں اگر کہو کہ خلاف کا قصد نہیں کر سکتا تو عاجز ہونا لازم آ گیا اور جو عاجز ہو وہ خدا کب ہو سکتا ہے اور اگر کہو کہ خلاف کا قصد کر سکتا ہے تو اس صورت میں یا تو دونوں کا ارادہ پورا ہوگا یا ایک کا اگر ایک کا ارادہ پورا ہوا ایک کا نہ ہوا تو دوسرا قادر مطلق نہ رہا اور اگر دونوں کا ارادہ پورا ہوگا تو ضدین کا اجتماع ہوگا کہ زید موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو یہ محال ہے اس لئے دو قادر مطلق ہونا خود محال ہو گیا پس قادر مطلق ایک ہی ہو سکتا ہے یہی مقصود تھا خوب سمجھ لو۔ ربط: اسلام کے اصول یعنی توحید و رسالت عقلی ہیں لفظ یعقلون میں اس طرف اشارہ ہے اور مسائل شرعیہ کا عقلی ہونا ضروری نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ کسی دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہ ہوں افسوس یہ ہے کہ آج کل نو خیز طبائع دونوں کو خلط کر کے عجیب چکر میں پڑ جاتے ہیں جس کا اخیر انجام بددینی ہے خوب سمجھ لو ربط: آسمانوں کا وجود ثابت ہے اور نفی کی کوئی دلیل کسی کے پاس نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ نظام طلوع و غروب میں آسمان کو دخل نہ ہو لیکن اس سے وجود کی نفی لازم نہیں آتی۔

کام لو تو اس وقت ضرور توحید کا حق ہونا منکشف ہو جائے اور توحید پر پختگی نصیب ہو
رابطہ: اور عذاب آخرت کو سخت فرمایا ہے آگے اس سختی کی کیفیت کا بیان ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا

جبکہ وہ (ذی اثر لوگ) جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان (عام) لوگوں سے
صاف الگ ہو جائیں گے جو ان کے کہنے پر چلتے تھے اور سب (خاص و عام)

وَرَأَوْا الْعَذَابَ

عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے

اذقبرا اللذین تا من النار وہ سختی عذاب کی اس وقت معلوم ہوگی (آگے ترجمہ)

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝۱۶۶

اس وقت سب قطع ہو جائیں

کہ ایک تابع تھا دوسرا متبوع تھا وغیرہ وغیرہ سب جاتے رہیں گے
جیسا دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک جرم میں سب متفق و شریک ہوتے
ہیں اور تنقیح مقدمہ کے وقت سب الگ الگ پچنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ باہم گر
شناخت تک کے منکر ہو جاتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ

اور (جب) یہ تابع لوگ (جھلا کر) یوں کہنے لگیں گے۔ کسی طرح ہم سب کو ذرا
ایک دفعہ (دنیا میں) جانا مل جائے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جائیں جیسا

مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنْهَا

کہ یہ ہم سے (اس وقت) صاف الگ ہو بیٹھے

یعنی جب اپنے سرداروں کی یہ طوطا چشتی دیکھیں گے تو بڑے
جھنجھٹاویں گے اور تو کچھ نہ ہو سکے گا مگر یوں کہیں گے کہ ہم دنیا میں ذرا جا
کر اتنا بدلہ تو ان سے لے لیں کہ اگر یہ پھر ہم کو اپنے تابع ہونے کی ترغیب
دیں تو ہم بھی ان کو نکالنا جواب دیکر کہہ دیں کہ جناب آپ وہی ہیں کہ عین
موقع پر دیدہ شوی کی تھی اب ہم سے کیا غرض اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس
وقت ان تجویزوں اور سوچ بچاروں سے کیا ہاتھ آئے گا (آگے ترجمہ)

كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ

اللہ تعالیٰ یونہی ان کی بد اعمالیوں خالی ارمان (کے پیرایہ میں) کر کے ان کو دکھلا

عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝۱۶۷

دیں گے اور (ان تابعین اور متبوعین سب) کو دوزخ سے نکالنا بھی نصیب نہ ہوگا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ

اور کچھ آدمی وہ (بھی) ہیں جو علاوہ خدا تعالیٰ کے اوروں کو بھی شریک

اللَّهِ أَنْدَادًا

(خدا کی) قرار دیتے ہیں

ومن الناس تا شدید العذاب اور ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں

يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ

ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے (رکھنا ضروری) ہے

یہ تو حالت مشرکین کی ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

اور جو مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے

کیونکہ اگر کسی مشرک کو یہ بات ثابت ہو جائے کہ میرے معبود سے مجھ
پر کوئی ضرر پہنچے گا تو فوراً محبت منقطع ہو جائے اور مومن باوجود یکہ نافع و ضار
حق تعالیٰ ہی کو اعتقاد کرتا ہے لیکن پھر بھی محبت اور رضا اس کی باقی رہتی ہے و
نیز اکثر مشرکین سخت مصیبت کے وقت اپنے من گھڑت معبودوں کو چھوڑ
دیتے تھے اور مومنین جو واقعی مومن تھے مصیبت میں بھی خدا کو نہ چھوڑتے
تھے اور محاورات میں ایسا کلام باعتبار حالت غالبہ کے بھی صادق ہوتا ہے۔

وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ لَا

اور کیا خوب ہوتا کہ یہ ظالم (مشرکین) جب (دنیا میں) کسی مصیبت کو دیکھتے تو

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۖ

(اس کے وقوع میں غور کر کے) سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے

دوسرے سب اس کے سامنے عاجز ہیں چنانچہ اس مصیبت کو نہ کوئی
روک سکا نہ ٹال سکا اور نہ ایسے وقت میں کوئی یاد رہا۔

وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝۱۶۸

اور یہ (سمجھ لیا کرتے) کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب (آخرت میں اور بھی) سخت ہوگا

تو اس طرح غور کرنے سے تراشیدہ معبودوں کا عاجز ہونا اور حق تعالیٰ کی عظمت
اور قادر مطلق ہونا منکشف ہو کر توحید و ایمان نصیب ہو جانا غور کرنے کے واسطے جو
مصیبت کے وقت کو خاص کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ ایسے ہی وقت میں غیر
اللہ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے تھے اس لئے اس وقت کو یاد دلانے
متنبہ فرماتے ہیں کہ جیسے اس وقت کسی قدر راہ پر آ جاتے ہو اگر قدرے نظر صحیح سے

کیونکہ شرک کی سزا خلود فی النار یعنی ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے اس عذاب میں کئی طرح کی سختی ثابت ہوئی اول تو دوزخ کا عذاب سزا خود بہت سخت ہے دوسرے ان متبوعین کے خشک جواب دے دینے سے اور تابعین کو بجز غیض و غضب اور تمنائے انتقام کے کچھ نہ بن پڑنے سے اور بالعموم سب پر حسرت واقع ہونے سے جو روحانی عذاب ہے اس سے کسی عذاب میں اندرونی شدت اور بڑھ گئی۔ ربط: اوپر اہل شرک کے عقیدہ کا ابطال تھا آگے ان کے بعض اعمال کے بطلان کا بیان ہے جیسے سائنڈ کی تعظیم وغیرہ یا بیہا الناس کلوا تا تعلمون بعض مشرکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے اور باعتبار تعظیم ان سے منفعہ ہونے کو حرام سمجھتے تھے اور اپنے اس فعل کو حکم الہی اور موجب رضا و قرب حق بواسطہ شفاعت ان بتوں کے سمجھتے تھے حق تعالیٰ اس کے بارہ میں خطاب فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا

اے لوگو جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے (شرعی) حلال

طیباً صلے

پاک چیزوں کو کھاؤ (برتو)

ان کی نسبت اجازت ہے اور اس نامزد کرنے سے ان کو حرام نہ کرو اور نہ اس تحریم بطریق تعظیم کو حکم حق اور نہ موجب قرب و رضا الہی اعتقاد کرو

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ

اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۶۸﴾

صریح دشمن ہے

کہ ایسے خیالات و جہالات سے تم کو خسران ابدی میں گرفتار کر رکھا ہے۔

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا

وہ تو تم کو ان ہی باتوں کی تعلیم کرے گا جو کہ (شرعاً) بری اور گندی ہیں اور یہ (بھی تعلیم

عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۹﴾

کرے گا) کہ اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ جن کی تم سنبھلی نہیں رکھتے

مثلاً یہی کہ حق تعالیٰ کا ہم کو اسی طرح حکم ہے ف سائنڈ وغیرہ جو بتوں کے نام چھوڑ دیئے جاتے تھے یا اور کوئی جانور بیکرا امر غا کسی بزرگ یا اور کسی غیر اللہ کے نامزد کر دیا جائے اس کا حرام ہونا ما اہل بہ لغیر اللہ کی تفسیر

میں آئے گا اس آیت یا بیہا الناس میں ایسے جانور کے حرام ہونے کی نفی کرنا منظور نہیں جیسا کہ بعضوں کو شبہ ہو گیا ہے بلکہ اس آیت میں خاص طریق سے اس کے حرام کر دینے کو منع کیا ہے یعنی ایسی حرکت ہی نہ کرو جس سے وہ حرام ہو جائے اور اس تحریم سے غیر اللہ کی تعظیم ہوتی ہے ایسا مت کرو نہ اس عمل کو موجب برکت و تقرب سمجھو بلکہ اس کو اپنے حال پر رکھ کر کھاؤ پیاؤ اور اگر ایسی حرکت جہالت سے ہو جائے تو ایمان و توبہ و اصلاح کی نیت کے ذریعہ سے اس تحریم کو مرفوع کر دینا مت سمجھو کہ اب یہ حرمت کسی طرح زائل نہیں ہو سکتی ربط: آیت گذشتہ میں مشرکین کے طریق کا ابطال تھا آگے ان کی دلیل کا ابطال ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ

اور جب کوئی ان (مشرک) لوگوں سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس پر چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ نہیں (بلکہ

نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

ہم تو اسی (طریقہ) پر جائیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے

وإذا قيل لهم ألا يهتدون کیونکہ وہ لوگ اس طریق کو اختیار کرنے میں اللہ کی طرف سے مامور تھے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ہر حالت میں یہ لوگ اپنے باپ دادا ہی کے طریقہ پر چلیں گے (آگے ترجمہ)

أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا

کیا اگر چنانچہ کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ (کسی آسمانی

يَهْتَدُونَ ﴿۱۷۰﴾

کتاب کی) ہدایت رکھتے ہوں

مطلب یہ ہے کہ خود ان کے باپ دادا ہی خدا کے حکم پر نہ چلتے تھے کیونکہ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو کتاب الہی کے صریح الفاظ سے حکم معلوم کیا جائے جس کو ہدایت سے تعبیر کیا یا حکم کتاب کی علت سے بذریعہ قیاس کے جس کو عقل سے تعبیر فرمایا سو وہ دونوں سے خالی تھے پس ایسے شخص کی تقلید کی کب گنجائش ہے اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر کسی میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں کہ وہ صریح الفاظ کتاب الہی سے احکام مستنبط کر کے بیان کرتا ہے یا علت حکم کتاب سے بواسطہ قیاس صحیح کے تو اس کی تقلید کرنا بجا ہے ہاں جس میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں وہ تقلید کے قابل نہیں پس تقلید آئمہ مجتہدین کی مذمت میں اس آیت کو پڑھ دینا محض بے محل ہے بلکہ اس سے تو اور ان کی تقلید کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔ ربط: اوپر ان مشرکین کی بد فہمی کا بیان تھا جو منشا ہے حق نہ

قبول کرنے کا آگے اس بدیہی کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور ان کافروں کی کیفیت (ناہمی میں)

و مثل الذين تالوا يعقلون یہ بھی ظاہری بات چیت تو سنتے ہیں لیکن کام کی بات سے بالکل بہرے ہیں گویا سنا ہی نہیں گونگے ہیں کہ کبھی ایسی بات زبان پر ہی نہیں آتی اندھے ہیں کہ نفع نقصان نظر ہی نہیں آتا جب سارے حواس مختل ہیں (آگے ترجمہ) رابطہ: اوپر مشرکین کی غلطی ظاہر فرما کر اس کی اصلاح مقصود تھی آگے اہل ایمان کو کفار کے موافقت کرنے سے ممانعت فرماتے ہیں اور اس امر میں اپنا انعام ظاہر فرما کر ان کو ادائے شکر کا حکم فرماتے ہیں۔

كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً

اس (جانور کی) کیفیت کے مثل ہے کہ ایک شخص ہے وہ ایسے (جانور) کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز بلانے اور پکارنے کے کوئی بات

وَنِدَاءٍ طَمَعُكُمْ عَمِي فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤١﴾

نہیں سنتا (اسی طرح) یہ کفار بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو سمجھتے کچھ نہیں

يا ايها الذين تالوا تعبدون ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے اور اس اجازت کیساتھ یہ حکم ہے کہ (آگے ترجمہ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا

اے ایمان والو جو (شرع کی رو سے) پاک چیزیں ہم نے تم کو مہمت فرمائی ہیں ان

رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ

میں سے (جو چاہو) کھاؤ (برقو) اور حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو

زبان سے بھی ہاتھ پاؤں سے خدمت و طاعت بجالا کر اور دل سے ان نعمتوں کو خدا کی طرف سے سمجھ کر بھی۔

إِنْ كُنْتُمْ رِيَاءً تَعْبُدُونَ ﴿١٤٢﴾

اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی (کا تعلق رکھتے ہو)

اور یہ تعلق ہونا مسلم اور ظاہر ہے پس شکر بھی واجب ہے رابطہ: اوپر تو اس کا بیان تھا کہ حلال کو حرام مت کر دو آگے یہ مذکور ہے کہ حلال کو حرام مت سمجھو جیسا کہ مشرکین اس میں بھی مبتلا تھے کہ مردار کو اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کو حلال سمجھتے تھے اور ان حرام چیزوں کے بیان سے پہلے مضمون کی بھی تائید مقصود ہے کہ دیکھو حرام چیزیں یہ ہیں اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام مت کرو۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے

انما حرم تا رحیم ان چیزوں کو نہ یہ کہ تم اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام کر لو جیسا کہ گزرا

الْبَيْتَةِ

(مردار) جانور کو

جو کہ باوجود واجب الذبح ہونے کے بلا وجہ شرعی مر جائے پس وہ حرام ہو جاتا ہے اور جس جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک ٹڈی اور مچھلی دوسرے وحشی جانور جب کہ اس کے ذبح پر قدرت نہ ہو جیسے ہرن وغیرہ تو اس کو دور ہی سے تیرے یا کسی اور تیز ہتھیار سے اگر بسم اللہ کہہ کر زخمی کیا جائے اور زندہ نہ ملے تو حلال ہو جاتا ہے البتہ بندوق کا شکار بدون ذبح کئے حلال نہیں کوئی کیونکہ اس میں دھار نہیں۔

وَالْدَّمَ

اور خون کو جو بہتا ہو

اور جو خون نہیں بہتا اس سے دو چیزیں مراد ہیں طحال اور جگر یہ دونوں حلال ہیں۔

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ

اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر بھی

اسی طرح اس کے سب اجزاء گوشت و پوست و اعصاب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ

جو شخص بھوک سے بہت ہی بے تاب ہو جائے (بشرطیکہ) نہ تو کھانے میں طالب لذت ہو اور نہ (قدرے حاجت سے) تجاوز کرنے والا ہو

اس میں اتنی آسانی رکھی ہے (آگے ترجمہ)

فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہوتا واقعی اللہ تعالیٰ ہیں بڑے غفور رحیم

کہ ایسی حالت میں ان حرام چیزوں کو کھائیں کہ رحمت فرمائی کہ گناہ کی چیزوں میں گناہ اٹھا دیا مسئلہ: جس جانور کو غیر اللہ کے نامزد اس نیت سے کر دیا ہو کہ وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری کارروائی کر دیں گے جیسا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ

اس میں کوئی شے نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب (کے مضامین) کا اخفا

الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا لَا

کرتے ہیں اور اس (خیانت) کے معاوضہ میں (دنیا کا) متاع قلیل وصول کرتے

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ

ہیں ایسے لوگ اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ (کے انگارے) بھر رہے ہیں

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا

اور اللہ تعالیٰ ان سے نہ تو قیامت میں لطف کے ساتھ کلام کریں گے اور نہ (گناہ

يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ اُولَٰئِكَ

معاف کر کے) ان کی صفائی کریں گے اور ان کو مزائے دردناک ہوگی یہ ایسے لوگ

الَّذِينَ اشْتَرُوا الصَّلَاةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابِ

ہیں جنہوں نے (دنیا میں تو) ہدایت چھوڑ کر ضلالت اختیار کی اور (آخرت میں)

بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝

مغفرت چھوڑ کر عذاب (سرپر لیا) سو (شاباش ہے ان کو) دوزخ (میں جانے)

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ط

کے لئے کیسے باہمت ہیں یہ (ساری مذکورہ سرائیں ان کو) اس وجہ سے ہیں کہ حق

وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي

تعالیٰ نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھیک بھیجا تھا اور جو لوگ (ایسی کتاب میں بے راہی

شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

اختیار کریں وہ (ظاہر ہے کہ) بڑی دور کے اختلاف میں مبتلا ہوں گے

کہ اس نیت سے بکرا مرغ وغیرہ نامزد کرنے کی عام جاہلوں میں رسم ہے وہ حرام ہو جاتا ہے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا جائے البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس نیت سے تو بہ کر لے پھر وہ حلال ہو جاتا ہے تشبیہ اس مسئلہ میں بعض پڑھے لکھوں کو غلطی ہو گئی ہے اور وجہ غلطی کی دو ہیں اول یہ کہ پہلی آیت یا بیہا الناس کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ جو لوگ سائنڈ وغیرہ کی تحریم کرتے تھے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ سائنڈ وغیرہ کی تحریم پر رد و انکار کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کام کرنا جس سے حلال چیز حرام ہو جائے برا ہے اور یہاں جو اس کو حرام کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی حرکت کریگا تو بے شک حرمت کا حکم ثابت ہو جائے گا تو اس تحریم میں جس کا یہاں انکار کیا گیا ہے اور اس تحریم میں جس کو یہاں ثابت کیا گیا ہے چند فرق ہیں اول یہ کہ اس جگہ تحریم کے یہ معنی ہیں کہ ایسا فعل کرنا جس سے وہ حرام ہو جائے اور تحریم کو باعث قربت سمجھنا اور اس کو دامن سمجھنا کہ اب وہ زائل ہی نہ ہو سکے غلط ہے اور یہاں جو حرام کہا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس فعل کے بعد وہ حرام تو ہو جائے گی مگر یہ حرمت دائمی نہیں نیت کی درستی کے بعد حرمت جاتی رہے گی اور نیت کا درست کر لینا واجب بھی ہے تو جس تحریم کا انکار کیا گیا ہے وہ اور ہے اور جس تحریم کو ثابت کیا گیا ہے وہ اور ہے ایک کے انکار سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے ما اهل به لغير الله کی تفسیر یہ کی ہے کہ جس کو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے اس سے شبہ ہو گیا کہ غیر اللہ کے نامزد کرنے سے حرام نہیں ہوتا بلکہ اس کا نام لے کر ذبح کرنے سے حرمت آتی ہے جواب یہ ہے کہ الفاظ قرآن دونوں کو عام ہیں نامزد کرنے کو بھی اور نام لے کر ذبح کرنے کو بھی مفسرین نے صرف ایک صورت کی تفسیر کر دی ہے دوسری صورت سے سکوت کیا ہے اور سکوت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نامزد کرنا حرام نہیں اور اس سے جانور حرام نہ ہوگا سورہ مائدہ میں حق تعالیٰ نے ما اهل الخ کے بعد ما ذبح على النصب جدا فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ جس ذبح سے تقرب و تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ حرام ہو جاتا ہے چاہے خدا کا نام لے کر ہی ذبح کیوں نہ کیا جائے۔

رابطہ: اوپر ظاہری محرمات کا بیان تھا آگے باطنی محرمات کا ذکر ہے جو کہ عادت تھی علماء و یہودی کہ احکام غلط بیان کر کے عوام سے رشوت لیتے اور کھاتے تھے نیز علماء امت محمدیہ گو اس میں تعلیم ہے کہ ہم نے جو کچھ احکام بیان کئے ہیں کسی نفسانی غرض اور منفعت سے ان کے ظاہر کرنے اور پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

ان الذين يكتُمون تا بعید ایسی خلاف ورزی پر ضرور ایسی سخت سزاؤں کا استحقاق ہوگا۔ رابطہ: شروع سورت سے یہاں تک کہ تقریباً نصف سورہ بقرہ زیادہ روئے سخن منکرین کی طرف تھا ضمناً کوئی خطاب مسلمانوں کو ہو جانا اور بات ہے اب آیات آئندہ میں بقیہ نصف بقرہ تک زیادہ مقصود مسلمانوں کو بعض اصول و فروع کی تعلیم کرنا ہے گو ضمناً کافروں کو بھی کوئی خطاب ہو جائے اور یہ مضمون ختم سورت تک چلا گیا ہے جس کو شروع کیا گیا ہے ایک مجمل بیان سے یعنی بر سے جو بمعنی خوبی اور نیکی کے ہے اور تمام

طاہرہ اور باطنی کوشاں ہے اور پہلی آیت میں جامع الفاظ کے ساتھ ایک قانون کلی کی تعلیم کی گئی ہے مثلاً کتاب پر ایمان لانا مال خرچ کرنا عہد کو پورا کرنا مصیبت کے وقت صبر کرنا جو تمام احکام قرآنی و انواع انفاق و عہد و نکاح و معاملات و جہاد وغیرہ سب کوشاں ہے پھر اسی پر کی تفصیل ہے جس میں بہت سے احکام باقتضائے وقت و مقام مثل قصاص و وصیت و صیام و جہاد و حج و انفاق و حیض و ایلا و یمن و طلاق و نکاح و عدت و مہر و تکرار ذکر و انفاق فی سبیل اللہ و بعض معاملات بیع و شرا و شہادت بقدر ضرورت بیان فرما کر بشارت و وعدہ رحمت و مغفرت پر ختم فرمادیا سبحان اللہ کیا بیخ ترتیب ہے پس چونکہ ان مضامین کا حاصل ہر کا بیان ہے اجمالاً و تفصیلاً اس لئے اگر اس مجموعہ کا لقب ابواب البر لکھا جائے تو نہایت زیبا ہے واللہ الموفق

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آگیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو لیکن (اصلی) کمال تو

وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ

یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ (کی ذات و صفات) پر یقین رکھے اور (اسی طرح) قیامت کے

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ

دن کے (آنے پر) (بھی) اور فرشتوں (کے وجود) پر بھی اور سب کتب (سموایہ) پر اور پیغمبروں پر

وَالَّذِي مَلَكَ عَلَىٰ حَبِيبِهِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

اور (وہ شخص) مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں (اپنے چاہنے والوں کو اور یتیموں کو

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
نابالغ چھوڑ کر مر گیا ہو

وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي

اور دوسرے غریب محتاجوں کو (اور بے خرچ) مسافروں کو اور (لا چاری

میں سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کو)

الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ

گروں چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا

اور جو اشخاص (ان عقائد و اعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ)

اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب کسی جائز امر کا) عہد کر لیں

اس صفت کو خصوصیت کے ساتھ کہوں گا کہ ان مواقع میں (آگے ترجمہ)

وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ

اور وہ لوگ مستقل مزاج رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور

الْبَأْسِ

(معرکہ) قتال میں

یعنی پریشان اور کم ہمت نہ ہوں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

(پس) یہ لوگ ہیں جو سچے کمال کے ساتھ موصوف (ہیں اور یہی لوگ ہیں جو

سچے متقی (کہے جاسکتے ہیں)

غرض اصلی مقاصد اور کمالات دین کے یہ ہیں نماز میں کسی سمت کو منہ کرنا انہی کمالات مذکورہ میں سے ایک خاص کمال یعنی نماز پڑھنے کی شرائط میں سے ہے اس کی خوبی سے اس میں بھی حسن آگیا ورنہ اگر نماز نہ ہوتی تو کسی خاص سمت کی طرف منہ کرنا بھی عبادت نہ ہوتا خاص سمتوں کا قصہ یہاں اس لئے ذکر ہوا کہ تحویل قبلہ کے وقت تمام تر بحث یہود و نصاریٰ کی اس میں رہ گئی تھی اس لئے متنبہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر دوسرے کام کرنے کے ہیں ان کا اہتمام کرو: شریعت میں کل احکام کا حاصل تین چیزیں ہیں عقائد اعمال اخلاق باقی تمام جزئیات انہی تمام کلیات کے تحت میں داخل ہیں اور اس آیت میں ان تینوں اقسام کے بڑے بڑے شعبے ارشاد فرمائے گئے اس اعتبار سے یہ آیت منجملہ جوامع کلم کے ہے

رابطہ ان اصول پر کے بعد آگے کچھ فروع بر یعنی احکام جزئیہ کا بیان ہوتا ہے موافق ضروری واقعات کے جو اس وقت پیش آئے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

اے ایمان والو تم پر (قانون) قصاص فرض کیا جاتا ہے کہ مقتولین (مقتل عمد)

فِي الْقَتْلِ أَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

کے بارہ میں آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں (قتل کیا جاوے) اور غلام غلام

وَالْأَنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ

کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں

یایہا الذین تا تتقون اگر یہ قاتلین بڑے درجہ کے اور مقتولین چھوٹے درجہ کے ہوں جب بھی سب کو برابر سمجھ کر قصاص لیا جائے گا یعنی قاتل کو مرزا میں قتل کیا جائے گا۔

فَمَنْ عَفَىٰ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ

ہاں جس کو دوسرے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہو جائے (مگر پوری معافی نہ ہو)

اس سے سزائے قتل سے تو بری ہو گیا لیکن دیت یعنی خون بہا کے طور پر مال کی ایک متعین مقدار بذمہ قاتل واجب ہوگی تو اس وقت فریقین کے ذمہ دو باتوں کی رعایت ضروری ہے (آگے ترجمہ)

فَاتَّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ

تو مدعی کے ذمہ معقول طور پر (خون بہا) کا مطالبہ کرنا

کہ اس کو زیادہ تنگ نہ کرے

وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ

اور قاتل کے ذمہ (خوبی کے ساتھ) مال کا ان کے پاس پہنچا دینا (ضروری ہے)

کہ مقدار میں کمی نہ کرے خواہ مخواہ ٹالے نہیں

ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ

یہ (قانون دیت و عفو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (سزا میں) تخفیف اور (شاہانہ) رحم ہے

ورنہ بجز سزائے قتل کے کوئی گنجائش ہی نہ ہوتی

فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ

پھر جو شخص اس (قانون) کے بعد تعدی کا مرتکب ہو

مثلاً کسی پر جھوٹا الزام قتل کا لگا دے یا شبہ سے دعویٰ کر دے یا معاف کر کے پھر قتل کی پیروی کرے

فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ

تو اس شخص کو (آخرت میں) بڑا دردناک عذاب ہوگا اور اے فہیم لوگو

(اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے

کیونکہ اس قانون کے اجراء کے خوف سے لوگ ارتکاب قتل سے

دُریں گے تو بہت سی جانیں بچیں گی ۱۲

فائدہ: اس مقام کے متعلق چند ضروری مسائل ہیں مسئلہ: قتل عمد یہ ہے کہ ارادہ کر کے کسی کو آہنی ہتھیار یا کسی دھاردار چیز سے قتل کیا جائے قصاص اسی قتل کے جرم میں خاص ہے مسئلہ ایسے قتل میں جیسے آزاد آدمی کے عوض میں عورت ماری جاتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے مقابلہ میں قتل کیا جاتا ہے مسئلہ اگر قتل عمد میں قاتل کو پوری معافی دے دی جائے مثلاً مقتول کے وارث اس کے دو بیٹے تھے دونوں نے اپنا حق معاف کر دیا

تو قاتل پر کوئی مطالبہ نہیں رہا اور اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً صورت مذکورہ میں ایک بیٹے نے معاف کیا ایک نے نہیں کیا تو سزائے قتل سے تو قاتل بری ہو گیا لیکن معاف نہ کرنے والے کو آدھی دیت دلائی جاوے گی دیت یعنی خون بہا شرع میں یہ ہے سواوٹھ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم ایک دینار دس درم کا ہوتا ہے اور درم کی مقدار سکہ مروجہ حال سے سوا چار آنہ اور ساڑھے چار آنہ کے درمیان ہے اور اونٹوں کی عمریں وغیرہ کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں باقی مسائل بیان القرآن میں دیکھ لئے جائیں یہاں گنجائش نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَعَلَّكُمْ تُتَّقُونَ ۝

ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ ایسے قانون امن کی خلاف ورزی سے بچو گے

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب کسی کو موت نزدیک آنے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو

تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

تو (اپنے) والدین و اقارب کے لئے معقول طور پر (کہ مجموعہ ایک ثلث سے زیادہ نہ

بِالْمَعْرُوفِ

ہو) کچھ کچھ بتلا جاوے (اس کا نام وصیت ہے

کتب علیکم تا رحیم شروع اسلام میں جب تک کہ میراث کے حصے مقرر نہ ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کی ایک تہائی تک مرنے والا اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جتنا جتنا مناسب سمجھے بتلا جاوے اتنا ہی ان لوگوں کا حق تھا اس آیت میں یہ حکم مذکور ہے

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا

جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ ضروری کیا جاتا ہے پھر جو شخص (اس وصیت

سَمِعَهُ

کون لینے کے بعد) اس (کے مضمون) کو تبدیل کرے گا

اور باہمی تقسیم اور فیصلہ کے وقت غلط اظہار دے گا اور اس کے موافق فیصلہ ہونے سے کسی کا حق تلف ہو جائے گا (آگے ترجمہ)

فَإِنَّمَا أَشْهُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ

تو اس کا گناہ ان ہی لوگوں کو ہوگا جو اس کو تبدیل کریں گے

حاکم عدالت یا ثالث کو گناہ نہ ہوگا کیونکہ (آگے ترجمہ)

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۸۱﴾

اللہ تعالیٰ تو یقیناً سنتے جانتے ہیں

تبدیل کرنے والے کے اظہار بھی سنتے ہیں اور حاکم کا بے خبر اور معذور ہونا بھی جانتے ہیں۔

فَمَنْ

ہاں

ایک طرح تبدیل کی اجازت بھی ہے وہ یہ کہ (آگے ترجمہ)

خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنْفًا أَوْ اِثْمًا

جس شخص کو وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی بے عنوانی کی یا کسی جرم کے ارتکاب کی تحقیق ہوئی ہو

یعنی یہ معلوم ہوا کہ اس نے وصیت کے بارہ میں غلطی سے بے عنوانی کی یا قصداً قانون وصیت کی خلاف ورزی کی اور اس بے ضابطہ وصیت سے اس کے وارثوں میں نزاع کا اندیشہ ہو یا پیدا ہونے لگے (آگے ترجمہ)

فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ

پھر یہ شخص ان میں باہم مصالحت کرادے

گو وہ مصالحت اس مضمون وصیت کے خلاف ہو جو ظاہر میں تبدیل وصیت ہے (آگے ترجمہ)

فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۸۲﴾

تو اس پر کوئی گناہ نہیں واقعی اللہ تعالیٰ تو (خود گناہوں کے) معاف فرمانے والے ہیں

اور یہ شخص تو اس اصلاح میں مطیع حکم ہے تو اس پر تو کیوں نہ رحمت ہوگی ف: اس حکم کے تین جزو تھے ایک یہ کہ بجز اولاد کے دوسرے ورثاء کے حقوق اور حصے معین نہ ہونا یہ تو آیت میراث سے منسوخ ہے دوم ایسے اقارب کے لئے وصیت کا واجب ہونا یہ حدیث اور اجماع سے منسوخ ہے اور وجوب کے ساتھ جواز بھی منسوخ ہے اب وارث شرعی کے لئے وصیت مالیہ باطل ہے تیسرا جزو اب بھی باقی ہے تہائی سے زائد میں وصیت بدو رضائے ورثاء جائز نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

اور تم فرمانے والے ہیں اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ

تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا (اس تو فیح پر کہ تم روزے

قَبْلَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾

کی بدولت رفتہ رفتہ (تقی بن جاؤ

یایہا الذین امنوا تا تعلمون کیونکہ روزہ رکھنے سے نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی عادت پڑے گی اور اسی عادت کی پختگی بنیاد ہے تقویٰ کی۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ط

تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو

ان تھوڑے دنوں سے مراد رمضان ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ

پھر (اس میں بھی اتنی آسانی ہے کہ) جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو

اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بجائے ایام رمضان کے (آگے ترجمہ)

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ

دوسرے ایام کا شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا ان پر واجب ہے (اور دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہو گئی یہ ہے کہ) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں

اور پھر بھی نہ رکھنے کو دل چاہے۔

فِدْيَةٌ ط طَعَامُ مِسْكِينٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا ہے اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر

فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ط وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ

کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

رکھنا (اس حال میں بھی) زیادہ بہتر ہے اگر تم کچھ (روزے کی فضیلت کی) خبر رکھتے ہو

گو ہم نے آسانی کے لئے ان حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی بھی اجازت دے دی ہے ف پہلی امتوں میں سے نصاریٰ پر روزہ فرض ہونے کا بیان ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ نصاریٰ پر فقط ماہ رمضان کا روزہ فرض ہوا تھا ان کا کوئی بادشاہ بیمار ہوا تو اس کی قوم نے نذر مانی کہ اگر بادشاہ کو شفا ہو جائے تو ہم دس روزے اور اضافہ کر دیں گے پھر اور کوئی بادشاہ بیمار ہوا اس کی صحت پر سات دن کا اور اضافہ ہوا پھر بادشاہ بیمار ہوا اس نے تجویز کیا کہ

مِّنْ أَيَّامٍ أُخِرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

روزہ رکھنا (اس پر واجب) ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے

وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

ساتھ (احکام میں) آسانی کرنا منظور ہے

اس لئے ایسے احکام مقرر کئے جن کو تم آسانی سے بجالا سکو

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا

اور تمہارے ساتھ (احکام و قوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں اور تاکہ تم لوگ ایام (ادایا قضا کی) شمار کی تکمیل کر لیا کرو (کہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور تاکہ تم لوگ

هَذَا كُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۸۵﴾

اللہ تعالیٰ کی شہداء بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو راستہ بتلادیا اور تاکہ تم شکر ادا کرو

یعنی قضا رکھنے کا حکم کر دیا جس سے تم برکات و ثمرات صیام رمضان سے محروم نہ رہو گے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں (اور باتشنانا مناسب درخواست کے) منظور کر لیتا ہوں ہر عرضی درخواست کرنے والے

دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي

کی جبکہ وہ میرے حضور درخواست دے سوان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں یعنی بجالائیں ورنہ اگر یہ اجازت نہ ہوئی تو سخت مشقت ہوتی

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾

اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ رشد حاصل کر سکیں گے

یہ جو فرمایا کہ جب دریافت کریں تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دریافت کیا تھا۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ

روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا

اور پہلے جو ممانعت تھی وہ ترک کی گئی

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۚ

کیونکہ وہ تمہارے (بجائے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم ان کے (بجائے)

پچاس میں تین ہی کی کسر رہ گئی ہے لاؤ تین اور بڑھالیں اور سب روزے ایام ربیع میں رکھ لیا کریں گے اور لعلکم تتقون میں روزہ کی حکمت کا ایک بیان ہے مگر حکمت کا اسی میں انحصار نہیں ہو گیا خدا جانے اور کیا کیا حکمتیں ہوں گی پس کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ جب روزہ کا مقصد معلوم ہو گیا تو یہ مقصود اگر دوسرے طریقہ سے حاصل ہو جائے تو روزے کی یا رمضان کی قید کی کیا ضرورت؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ روزہ میں کچھ خاص حکمتیں اور ثمرات ایسے ہوں کہ وہ بدوں ان خاص قیود شرعیہ کے حاصل نہ ہو سکیں اور سب سے بڑھ کر رضائے الہی ہے وہ تو حکم کی بجا آوری ہی سے حاصل ہو سکے گی اس کے بدوں نہیں ہو سکتی اور یہاں چند مسائل ہیں جو بیان القرآن یا کتب فقہ میں دیکھنے چاہئیں ف شروع اسلام میں جبکہ لوگوں کو روزہ کا خوگر بنانا مقصود تھا یہ حکم ہو گیا تھا کہ اگر باوجود روزہ کی طاقت کے روزہ کو دل نہ چاہے تو فدیہ دیدیں اب یہ حکم منسوخ ہے البتہ جو شخص بہت بوڑھا یا ایسا بیمار ہو کہ اب صحت کی توقع نہیں رہی ایسوں کے واسطے یہ حکم اب بھی ہے کہ فی روزہ یا تو ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں یا خشک جنس دینا چاہیں تو فی روزہ اسی کی تول سے ایک مسکین کو پونے دو میرگیہوں دیدیا کریں اور اگر اتنے گیہوں دو مسکین کو دیں گے تو درست نہیں یا ایک تاریخ میں ایک مسکین کو دو دن کا فدیہ دیں گے تب بھی درست نہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

(وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے (جس کا

هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ

ایک وصف یہ ہے کہ) لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہے

وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

اور (دوسرا وصف) واضح الدلالة ہے مجملہ ان کتب کے جو کہ (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور

فَلْيَصُومْهُ ۚ

اس میں روزہ رکھنا چاہئے

اور وہ فدیہ کی اجازت جو اوپر مذکور بھی منسوخ و موقوف ہوئی البتہ مریض و مسافر کے لئے جو اوپر قانون تھا وہ اب بھی اسی طرح باقی ہے

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ

اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار کر کے (ان کا

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونُ

اور تم نے (کے) ہو خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت کر کے گناہ میں اپنے کو

أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

بتلا کر رہے تھے مگر خیر اللہ تعالیٰ نے تم پر عنایت فرمائی

جب تم معذرت سے پیش آئے۔

وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْعَنَ بِأَشْرَوْهِنَّ

اور تم اسے گناہ کو دھویا۔ سواب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت)

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ

تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بلا تکلف) اس کا سامان کرو

جس طرح شب صیام میں بی بی سے ہم بستری جائز ہے اسی طرح

اس کی بھی اجازت ہے کہ (آگے ترجمہ)

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید

الْخِطُّ الْأَبْيَضُ

خط (یعنی نور) صبح (صادق) سے

جب کہ وہ بالکل شروع ہی شروع میں طلوع ہوتی ہے

مِنَ الْخِطِّ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ

متیز ہو جائے سیاہ خط سے

مراد تاریکی کی حد فاضل ہے جو کہ خط نور صبح سے ملا ہوا محسوس ہوتا ہے اور واقع میں وہ خط نہیں بلکہ ایک ہی خط ہے جو سطح نور و سطح ظلمت دونوں کا منہما اور دونوں میں مشترک ہے جیسا کہ اہل ریاضی جانتے ہیں

ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ

پھر (صبح صادق) سے رات تک روزہ کو پورا کیا کرو

شروع اسلام میں یہ حکم تھا کہ رات کو ایک دفعہ نیند آنے سے آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا بی بی کے پاس جانا حرام ہو جاتا تھا بعض صحابہ سے غلبہ میں اس حکم کی خلاف ورزی ہو گئی انہوں نے نادم ہو کر حضور سے اس کی اطلاع کی ان کی ندامت و توبہ پر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی اور اس حکم کو منسوخ فرما دیا۔

وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ

اور ان بیبیوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو

لاتبشروہن الخ یعنی بیبیوں کے بدن سے اپنا بدن شہوت کے ساتھ نہ ملاؤ اعتکاف کے ضروری مسائل کتب فقہ میں معلوم کریں۔

وَأَنْتُمْ عِكَفُونَ ۚ فِي الْمَسْجِدِ ط تِلْكَ

جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف کرنے والے ہو مسجدوں میں یہ سب احکام

حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ

خداوندی کے ضابطے ہیں سو ان سے نکلنے کے نزدیک بھی مت ہونا اسی طرح

اللَّهُ أَلَيْسَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٤﴾

اللہ تعالیٰ اپنے (اور) احکام (بھی) لوگوں (کی اصلاح) کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں اس امید پر کہ وہ لوگ (مطلع ہو کر خلاف کرنے سے) پرہیز رکھیں

تلك حدود الله تايتقون یعنی ان ضابطوں سے نکلنا تو کیا معنی نکلنے کے پاس بھی نہ جاؤ اور سب احکام پر پابندی کرو مطلع ہو کر ان کے خلاف کرنے سے پرہیز رکھو اور معلوم نہ ہو تو معلوم کرنا فرض ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور پر)

وَتُدْءُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا

مت کھاؤ اور ان (کے جھوٹے مقدمہ کو) حکام کے یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ (اس کے ذریعہ سے)

مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ

لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ (بطریق گناہ یعنی ظلم) کے کھا جاؤ اور تم کو

تَعْلَمُونَ ﴿١٨٥﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِهْلَةِ ط

(اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم بھی ہو۔ آپ سے چاندوں کی حالت کی تحقیقات کرتے ہیں

يسئلونك تا والحج کہ ان کے ہر مہینے میں گھٹنے بڑھنے سے کیا فائدہ ہے

قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط

آپ فرما دیجئے کہ وہ چاند آ لہ شاخت اوقات ہیں لوگوں کے (اختیاری معاملات مثل عدت و مطالبہ حقوق کے) لئے اور غیر اختیاری عبادات مثل (حج و زکوٰۃ و روزہ وغیرہ) کے لئے

مطلب یہ ہے کہ سورج کی شکل تو ہمیشہ ایک حالت پر رہتی ہے لیکن وہ

امرنی ہے کہ ایک مدت تک اس کا فرق ظاہر نہیں ہوتا اور کسوف نہ ہمیشہ ہوتا ہے نہ متعین ہے بخلاف چاند کے کہ جلد جلد اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں پھر ہر مہینہ ایک ہی ضابطہ پر بدلتی ہیں اور وہ اختلاف ایسا بین ہے کہ ہر چھوٹا بڑا بے تکلف اس کو محسوس کرتا ہے اس لئے عام طور پر جیسا کہ قمری حساب سے اوقات کا انتظام و انضباط ہر طبقہ کے آدمیوں کے لئے سہل ہے شمسی حساب سے ممکن نہیں اور جنزریاں چھپنے کا اصول ہر زمانہ میں نہ تھا اور اس وقت بھی دیہات والے اس کو نہیں جانتے اور نہ ان کا بنانا دقت سے خالی ہے جو بناتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں اس لئے شریعت نے بالاصالہ قمری حساب پر احکام عبادات کا مدار رکھا ہے تاکہ سب کا اجتماع و اتفاق سہولت سے ممکن ہو پھر بعض احکام میں تو اس حساب کو لازم کر دیا ہے کہ ان میں دوسرے حساب پر مدار رکھنا جائز ہی نہیں جیسے حج و روزہ رمضان و عیدین و زکوٰۃ و عدت و طلاق وغیرہ اور بعض میں گواختیار دیا ہے جیسے کوئی چیز خریدی اور وعدہ ٹھہرا کہ اس وقت سے ایک سال شمسی گزرنے پر زرخشن ادا کریں گے اس میں شریعت نے مجبور نہیں کیا کہ سال قمری ہی پر مطالبہ کا حق ہو جائے گا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر سال قمری پر مدار رکھا جائے تو عام طور پر بہت سہولت ہے مسئلہ: چونکہ مدار احکام شرعیہ کا اکثر حساب قمری پر ہے اس لئے اس کا محفوظ و منضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے اور سہل طریقہ انضباط کا یہ ہے کہ روزمرہ اسی کا استعمال رکھا جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ فرض کفایہ عبادت ہے اور عبادت کی حفاظت کا طریقہ بھی یقیناً ایک درجہ میں عبادت ہے پس حساب قمری کا استعمال اس درجہ میں شرعاً مطلوب ضرور ہے پس ہر چند کہ روزمرہ کی خط و کتابت وغیرہ میں کسی حساب کا استعمال شرعاً ناجائز نہیں مگر مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ مطلوب شرعی کو چھوڑ کر ایک ایسی چیز کو اختیار کرے جو کسی درجہ میں اس کے مزاحم ہو خصوصاً اس طور پر کہ مطلوب شرعی سے کوئی خاص تعلق اور دلچسپی بھی نہ رہے اور غیر مطلوب کو رائج قرار دینے لگے نیز بوجہ صحابہ و سلف صالحین کی وضع کے خلاف ہونے کے شمسی حساب کا اس قدر استعمال ناجائز نہیں تو خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ

اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی

مِنْ ظُهُورِهَا

طرف سے آیا کرو

لیس البر تا تفلحون بعض لوگ قبل اسلام کے حالات احرام حج میں اگر کسی ضرورت سے گھر جانا چاہتے تھے تو دروازہ سے جانا ممنوع جانتے تھے

اس لئے پشت کی دیوار میں نقب دے کر اندر آتے تھے اور اس عمل کو فضیلت سمجھتے تھے حق تعالیٰ ذکر حج کے بعد اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأَتُوا الْبُيُوتَ

ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام چیزوں سے بچے اور گھروں میں ان

مِنْ أَبْوَابِهَا ص وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

کے دروازوں سے آؤ اور اصل الاصول تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو

تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾

(اس سے البتہ) امید ہے کہ تم (دارین میں) کامیاب ہو

اس سے ایک بڑے کام کی بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ جو شے شرعاً مباح و جائز ہو اس کو طاعت و عبادت سمجھنا اسی طرح مباح کو معصیت و محل ملامت اعتقاد کر لینا شرعاً مذموم اور داخل بدعت ہے چنانچہ گھروں میں دروازے سے آنا مباح تھا اس کو ان لوگوں نے معصیت سمجھا تھا اور دروازہ چھوڑ کر کسی اور طرف سے آنا بھی فی نفسہ جائز ہے اس کو ان لوگوں نے عبادت و فضیلت سمجھا تھا اس پر حق تعالیٰ نے ان پر رد فرمایا اور تقویٰ کو واجب کہا اور ان کے اس اعتقاد کو خلاف تقویٰ فرما کر باطل کیا اور ضرور ہے کہ جو چیز واجب کے خلاف ہو وہ گناہ ہے تو ان کے یہ دونوں اعتقاد گناہ ہوئے اس قاعدہ سے ہزاروں اعمال کا حکم معلوم ہو گیا جو کہ عوام بلکہ خواص تک میں شائع ہیں۔ خدا تعالیٰ رحم فرمائیں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اور بے تکلف تم بھی لڑو اللہ کی راہ میں

وَقَاتِلُوا تَا الْمُتَّقِينَ ذیقعدہ ۶ ہجری میں حضور اداۓ عمرہ کے قصد سے مکہ معظمہ تشریف لے چلے اس وقت تک مکہ معظمہ مشرکین کے قبضہ اور حکومت میں تھا ان لوگوں نے حضور اور آپ کے ہمراہیوں کو مکہ کے اندر جانے سے روک دیا اور عمرہ رہ گیا آخر بڑی گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ سال آئندہ آکر عمرہ ادا فرمائیں چنانچہ ذیقعدہ ۷ ہجری میں پھر آپ اسی قصد سے تشریف لے چلے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ شاید مشرکین اپنا معاہدہ پورا نہ کریں اور آمادہ مقابلہ و مقاتلہ جائیں تو ایسی حالت میں نہ تو سکوت مصلحت ہے اور اگر قتال کیا جائے تو ذیقعدہ میں ہوگا حالانکہ اس وقت تک اس میں اور ذی الحجہ و محرم و رجب میں قتل و قتال ممنوع تھا اور اس لئے یہ چار مہینے اشہر حرم کہلاتے تھے مسلمان اس تردد سے پریشان تھے

فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾

لڑنے کا سامان کر لیں تو (اس وقت) تم بھی ان کو مارو ایسے کافروں کی

فَإِنْ أَنْتَهُوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾

(جو حرم میں لڑنے لگیں) ایسی ہی سزا ہے پھر اگر وہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جائیں (اور اسلام قبول کر لیں) تو اللہ تعالیٰ بخشنے دیں گے اور مہربانی فرمائیں گے۔

یعنی اگر قتال شروع ہونے کے بعد بھی وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کا اسلام بے قدر نہ سمجھا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے گزشتہ کفر کو معاف فرما کر علاوہ مغفرت کے قسم قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں گے اور اگر وہ لوگ اسلام نہ لاویں تو اگرچہ دوسرے کفار سے جزیہ دینے کے اقرار پر قتال سے دست کش ہونے کا حکم ہے مگر یہ کفار چونکہ اہل عرب ہیں ان کے لئے قانون جزیہ نہیں بلکہ اسلام ہے یا قتل۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ

اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے

وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ط

اور ان کا دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے

اور دین و مذہب کا ان کے لئے خالص ہونا اسلام پر موقوف ہے تو حاصل یہ ہوا کہ شرک چھوڑ کر اسلام اختیار کر لیں۔

فَإِنْ أَنْتَهُوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى

اور اگر وہ لوگ (کفر سے) باز آ جائیں تو (قانون یہ ہے کہ) سختی کسی پر نہیں ہوا

الظَّالِمِينَ ﴿١٩٣﴾

کرتی بجز بے انصافی کرنے والوں کے۔

جو براہ بے انصافی خدائی احسانات کو بھول کر کفر و شرک کرنے لگے اور جب یہ اسلام لے آئے تو بے انصاف نہ رہے لہذا ان پر سزائے قانون کی سختی بھی نہ رہی۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ

حرمت والا مہینہ بعوض حرمت والے مہینے کے ہے اور یہ حرمتیں تو عوض

قِصَاصٌ ط

ومعاوضہ کی چیزیں ہیں

حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ گودوسرے کفار کی طرح ان معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ بوجہ باہمی معاہدہ کے تم کو اپنی جانب سے ابتداء قتال کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ لوگ خود عہد شکنی کریں اور تم سے لڑنے کو آمادہ ہو جائیں تو اس وقت تم کسی طرح کا اندیشہ دل میں مت لاؤ۔

الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

ان لوگوں کے ساتھ جو (نقص عہد کر کے) تمہارے ساتھ لڑنے لگیں

یعنی اس نیت سے کہ یہ لوگ دین کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَلَا تَعْتَدُوا ط

اور (از خود) حد (معاہدہ سے) مت نکلو

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾

واقعی اللہ تعالیٰ حد (قانون شرعی) سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور (جس

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ

حالت میں وہ خود عہد شکنی کریں اس وقت خواہ) ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور

مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُم

(خواہ) ان کو (مکہ سے) نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے کہ عہد شکنی کر کے لڑنے لگو۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ط

اور شرارت (ضرر میں) قتل سے بھی سخت تر ہے

اور تمہارے قتل و اخراج کے بعد بھی الزام عقلاً ان ہی پر ہے کیونکہ اس کی نوبت ان کی شرارت ہی کی بدولت پہنچی ہے کہ نقص عہد کیا پس یہ شرارت اصل اور قتل و اخراج اس کی فرع ہے۔ علاوہ معاہدے کے خوف ان سے قتال شروع کرنے میں ایک اور بات بھی مانع ہے وہ یہ کہ حرم شریف یعنی مکہ اور اس کے گرد و جوانب ایک واجب الاحترام جگہ ہے اس میں قتال کرنا اس کے احترام کے خلاف ہے اس وجہ سے بھی حکم دیا جاتا ہے کہ (آگے ترجمہ)

وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور ان کے ساتھ مسجد حرام کے قرب و نواح میں (کہ حرم کہلاتا ہے) قتال مت کرو

حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ط فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ

جب تک کہ وہ لوگ وہاں تم سے نہ لڑیں۔ ہاں اگر وہ (کفار) خود ہی

جو تم سے ان کی رعایت کرے تم بھی رعایت رکھو

فَمِنْ أَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ

سو جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر

مَا أَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ

زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

کہ ان سب احکام مذکورہ میں سے کسی امر میں حد قانون سے تجاوز نہ

ہونے پاوے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۹۵﴾

اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں

ان آیتوں کے متعلق چند سوال ہیں مسئلہ جن کفار سے معاہدہ ہو ان سے ابتداء قتال شروع کرنا ناجائز ہے البتہ اگر معاہدہ رکھنا مصلحت نہ ہو تو صاف اطلاع کر دی جائے کہ ہم وہ معاہدہ باقی نہیں رکھتے یا وہ خود معاہدہ توڑ دیں ان دونوں صورتوں میں ابتداء قتال کرنا درست ہے چنانچہ جن لوگوں کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں جب انہوں نے نقض عہد کیا تو ان سے یہاں تک قتل و قتال ہوا کہ مکہ فتح ہو کر دارالاسلام بن گیا اور اگر معاہدہ نہ ہو تو ابتداء قتال کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ شرائط جواز موجود ہوں۔

مسئلہ جزیرہ عرب کے اندر جس میں حرم بھی آگیا کفار کو وطن بنانے کی اجازت نہیں اور اگر بزور رہنا چاہیں تو حرم سے باہر تو قتال سے بھی دفع کر دینا جائز ہے اور حرم کے اندر پہلے قتال نہ کریں گے بلکہ ان کو دوسری طرح تنگ کیا جائے جس سے کہ خود چھوڑ دیں اور اگر کسی طرح نہ چھوڑیں اور دفع کرنے سے آمادہ قتال ہوں اس وقت قتال جائز ہے اور یہی حکم ہے قتل کر کے حرم میں گھس جانے والے کا اور اس آیت میں جو نقض عہد نہ کرنے کی صورت میں ان سے تعرض نہ کرنے کا حکم مفہوم ہوتا ہے تو اس وقت تک جزیرہ عرب میں کفار کے بسنے کی ممانعت نہ ہوئی تھی پھر آخر میں یہ حکم مقرر ہو گیا مسئلہ جمہور آئمہ دین کا اجماع ہے کہ اشہر حرم میں قتل و قتال جائز ہے اور جن آیات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ منسوخ ہیں لیکن افضل اب بھی یہی ہے کہ اشہر حرم میں ابتداء بالقتال نہ کی جائے مسئلہ کفار عرب اگر اسلام نہ لاویں تو ان کو صرف قتل کا قانون ہے اگر جزیرہ دینا چاہیں تو نہ لیا جائے گا۔

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ

اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے

إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ

آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو

سبیل اللہ تا المحسنین کہ ایسے مواقع میں جان و مال خرچ کرنے سے بزدلی یا بخل کرنے لگو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور مخالف قوی اور یہی عین تباہی ہے اور یہ جو فرمایا کہ "اپنے ہاتھوں" اس قید کا مطلب یہ ہے کہ یا اختیار خود کوئی کام خلاف حکم نہ کرو بلا قصد و اختیار کے اگر کچھ ہو جائے تو وہ معاف ہے۔

وَأَحْسِنُوا ۚ

اور (جو) کام (کرو) اچھی طرح کیا کرو

مثلاً اسی موقع میں خرچ کرنا ہے تو دل کھول کر خوشی سے اچھی نیت کے ساتھ خرچ کرو۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۶﴾ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو اور جب حج و عمرہ کرنا ہو تو

وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ

اس حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو

واتموا الحج والعمرة تا العقاب یعنی اس کو خوش کرنے کے لئے کہ افعال و شرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی خالص ثواب کی ہو

فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ

پھر اگر (کسی دشمن یا مرض کی وجہ سے) روک دیئے جاؤ

حج و عمرہ کے پورا کرنے سے (آگے ترجمہ)

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

تو قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو (ذبح کرو)

اور حج و عمرہ کی جو وضع اختیار کر رکھی تھی مقوف کرو اس کو احرام کھولنا کہتے ہیں جس کا طریقہ شریعت میں سر منڈانا ہے اور بال کشا دینے میں بھی یہی اثر ہے۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ

اور اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈاؤ جب تک قربانی اپنے موقع پر نہ

مَحِلَّةٌ ۚ

پہنچ جائے

الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

حرام (یعنی کعبہ) کے قریب میں نہ رہتے ہوں (یعنی میقات کے اندر اس کا گھر نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ کسی امر میں خلاف نہ ہو جائے) اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بے باکی اور مخالفت کرنے والوں کو)

شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

سزائے سخت دیتے ہیں

مسئلہ: جس شخص کے پاس مکہ پہنچنے کا سامان اور استطاعت ہو اس پر تو حج ابتدا ہی فرض ہے اور جس کو استطاعت نہ ہو اور وہ شروع کر دے یعنی احرام باندھ لے اس پر حج کا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور عمرہ فرض و واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے البتہ شروع کرنے سے اس کا بھی پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور حج و عمرہ و احرام کا طریقہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ مسئلہ: عورت کو سر منڈانا حرام ہے وہ صرف ایک ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔ مسئلہ: اگر حج و عمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے مثلاً راہ میں بدامنی ہوگئی یا بیماری نے مجبور کر دیا ایسے شخص کو چاہیے کہ کسی معتبر آدمی سے کہدے کہ فلاں تاریخ حد حرم میں پہنچ کر میری طرف سے ایک جانور جو بکری سے کم نہیں ہو سکتا ذبح کر دے اور قرآن و تمتع میں (جن کا ذکر ابھی آتا ہے) دو بکریاں ذبح کرنے کے لئے رکھنا چاہیے جب وہ تاریخ آجائے گو وہ ایام قربانی سے پہلے ہی ہو اور گمان غالب ہو جائے کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہوگا تو سر منڈا دے اس سے احرام کھل جائے گا پھر اس حج یا عمرہ کی آئندہ قضاء لازم ہوگی اور ذبح کے لئے حد حرم معین ہے اور روزہ و صدقہ جہاں چاہے ادا کر دے اور ایک مسکین کو ایک ہی حصہ دینا چاہیے اگر دو حصے ایک آدمی کو دے دے تو ایک ہی شمار ہوگا۔

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ

(زمانہ افعال) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں (شوال ذیقعدہ اور دس تاریخیں ذی

الْحَجِّ فَلَارْفَتْ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جِدَالٌ

الحج کی) سو جو شخص ان میں (اپنے ذمہ) حج مقرر کر لے تو پھر (اس کو) نہ کوئی خش بات

فِي الْحَجِّ ط

(جائز) ہے اور نہ کوئی بے علمی (درست ہے) اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے

الحج اشہر ۳ الالباب بلکہ اس کو چاہیے کہ ہر وقت نیک ہی کاموں میں لگا رہے۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا

اور جو نیک کام کرو گے خدا تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور (جب حج کو جائے لگو)

اور وہ موقع حرم ہے مطلب یہ ہے کہ روک ٹوک کے ساتھ ذرا ہی احرام کھولنا درست نہیں بلکہ ایک جانور کسی معتبر شخص کے ہاتھ حرم میں بھیج دو اور اس سے کہہ دو کہ فلاں دن میں اس کو ذبح کر دینا اس دن کے بعد سر منڈانا چاہئے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ

(۱۰) البتہ اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے

مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ

جس سے پہلے سر منڈانے کی ضرورت پڑ جائے تو (وہ سر منڈا کر) فدیہ دیدے

أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ

(تین) روزے یا (چھ مسکین کو) خیرات دے دے یا (ایک بکری) ذبح کر دینے سے پھر جب امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع ہوا ہو

إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ

(یعنی ایام حج میں عمرہ بھی کیا ہو) تو جو کچھ قربانی اسے میسر ہو (ذبح کرے) اور جس نے صرف عمرہ یا صرف حج کیا ہو اس پر حج وغیرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں) پھر جس

لَمْ يَجِدْ

شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو

یعنی جو شخص حج و عمرہ کو جمع کرتا ہے اگر وہ غریب ہو یا کسی اور وجہ سے اس کو جانور نہ ملے (آگے ترجمہ)

فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ

اس کے ذمہ تین دن کے روزے ہیں (ایام) حج میں

کہ آخر ان ایام کا نویں تاریخ ذی الحجہ کی ہے۔

وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ط

اور سات ہیں جبکہ (حج سے) تمہارا لوٹنے کا وقت آ جاوے۔

مطلب یہ ہے کہ حج کر چکو خواہ لوٹنا ہو یا وہیں رہنا ہو۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ط

یہ پورے دس ہوئے

اور یہ بھی یاد رکھو کہ حج و عمرہ کا ملا نا ہر ایک کو درست نہیں بلکہ (آگے ترجمہ)

ذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ

یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل (و عیال) مسجد

فَإِنْ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي

خرج ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خیر میں (گداگری سے) بچنا

الْأَلْبَابِ ۝۱۹۷

ہے اور اے ذی عقل لوگو مجھ سے ڈرتے رہو

سب احکام کی تعمیل کرو اور کسی حکم کے خلاف مت کرو مسئلہ: افعال حج احرام سے شروع ہوتے ہیں اور شوال کے مہینہ سے احرام باندھ لینا بلا کراہت جائز ہے اس سے پہلے مکہ وہ ہے اس لئے شوال سے حج کے مہینے شروع سمجھے گئے اور فرائض جس میں سب سے آخر طواف زیارت ہے وہ دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ہوتا ہے۔ اس لئے اس تاریخ کو ختم حج قرار دیا گیا ہے اگرچہ بعض واجبات بعد میں بھی ادا ہوتے ہیں مسئلہ: بخش بات دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے ہی سے حرام ہے وہ حج کی حالت میں اور بھی زیادہ حرام ہوگی دوسرے وہ جو پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بیوی سے بے حیائی اور بے حجابی کی باتیں کرنا حج میں یہ بھی درست نہیں اسی طرح بے حکمی دو طرح کی ہے ایک وہ جو پہلے سے بھی حرام ہے جیسے تمام گناہ یہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہے دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے حرام ہو گئے جیسے خوشبو لگانا بال کٹنا وغیرہ یہ حج میں ناجائز ہوتے ہیں اسی طرح رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی برا ہے مگر حالت حج میں اور زیادہ برا ہے مسئلہ: بے خرچ کئے ہوئے حج کو جانا ایسے شخص کو درست نہیں جس کے نفس میں قوت توکل نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت دے بصری میں مبتلا ہو جاؤں گا اور سوال کر کے لوگوں کو پریشان کروں گا۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا

تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو جو (تمہاری قسمت میں)

مِّن رَّبِّكُمْ ط

تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے

لیس علیکم تا رحیم یہ بات بھی یاد رکھو کہ قریش نے جو دس سو سال رکھا تھا کہ تمام حجاج تو عرفات ہو کر پھر وہاں سے مزدلفہ کو آتے ہوئے ٹھہرتے تھے اور یہ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے تھے عرفات نہ جاتے تھے کیونکہ وہ اپنے کو مجاور حرم سمجھتے تھے اور عرفات حرم سے باہر ہے اور مزدلفہ حرم کے اندر تو جائز نہیں بلکہ (آگے ترجمہ)

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا

پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو

اللَّهُ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۝

تو مشعر الحرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کر کے) خدا تعالیٰ کو یاد کرو

وَاذْكُرُوا كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ

اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے (نہ یہ کہ اپنی رائے کو دخل دو)

مِّن قَبْلِهِ لِمَنِ الصَّلَاتَيْنِ ۝۱۹۸ ثُمَّ

اور حقیقت میں قبل اس کے تم محض ہی ناواقف تھے۔ پھر تم سب

خواہ قریش ہوں یا غیر قریش۔

حج کے واسطے مکہ کو عرفات کو جا کر نویں کو وہاں ٹھہرتے ہیں راہ میں مٹی اور مزدلفہ پڑتے ہیں پھر اسی راہ کو لوٹتے ہیں اور شب دہم کو اول مزدلفہ ملتا ہے اس میں صبح تک ٹھہرتے ہیں اور یہاں مغرب و عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑھتے ہیں اور یہ جمع کرنا واجب ہے آیت میں جو ذکر کا حکم ہے اس میں یہ نمازیں بھی شامل ہیں پس یہ ذکر تو واجب ہے اور باقی جو کچھ ذکر کرے سب مستحب ہے اور یہ جو فرمایا کہ جس طرح بتلا رکھا ہے اس طرح یاد کرو اس سے یہ فائدہ ہے کہ مثلاً اسی جمع کرنے میں کوئی شخص قیاس کو دخل دینے لگتا اس سے روک دیا۔ مشعر حرام مزدلفہ میں ایک پہاڑی ہے اس کے آس پاس سے مراد سارا مزدلفہ ہے جہاں ٹھہر جائیں درست ہے باستثنائے وادی حمر کے کہ اس میں ٹھہرنا جائز نہیں اور تجارت کی اجازت تصریحاً اس لئے دی کہ اسلام سے پہلے ان ایام میں تجارت کیا کرتے تھے بعد اسلام کے شبہ ہوا کہ شاید گناہ ہو اس لئے بتلا دیا کہ گناہ نہیں مباح ہے اب رہی یہ بات کہ اخلاص کے خلاف تو نہیں اس میں مثل دیگر مباحات کے تفصیل ہے اگر مقصود حج ہو اور تبعاً تجارت کی جائے تو اخلاص کے خلاف نہیں اور اگر مقصود تجارت ہے یا دونوں برابر درجہ میں ہیں تو بیشک اخلاص کے خلاف ہے اور ثواب حج کا کم ہو جائے گا۔

رابطہ: فاذا قضیتما تحشرون جاہلیت میں تو بعضوں کی یہ حالت تھی کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر و فضائل بیان کرتے حق تعالیٰ اس بے ہودہ شغل کے بجائے اپنے ذکر کی تعلیم فرماتے ہیں۔

أَفِضُوا مِّنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

کو ضرور ہے کہ اس جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں

وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور (احکام حج میں پراثر رسوں پر عمل کرنے سے) خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو (یعنی اللہ تعالیٰ

رَحِيمٌ ۱۹۹) فَاِذَا قُضِيَتْ مَمَنَاسِكُكُمْ

معاف کر دیں گے اور مہربانی فرمادیں گے پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اَبَاءَكُمْ

تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے ابا (واجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو

اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ط

بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہونا چاہئے

اور بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ تعالیٰ ہی کا کرتے تھے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے اس لئے تمام تر ذکر کا خلاصہ صرف دنیا کے لئے دعا مانگنا ہوتا تھا حق تعالیٰ صرف دنیا طلبی سے منع فرما کر بجائے اس کے خیر دارین طلب کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي

سو بعض آدمی (جو کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے ہم کو (جو کچھ دینا ہو)

الدُّنْيَا وَمَالَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں (بجائے انکار آخرت کے) کوئی

خَلَاقٍ ۲۰۰

حصہ نہ ملے گا

جو کچھ ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل رہے گا۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي

اور بعض آدمی (جو کہ مومن ہیں) ایسے ہیں (جو دعا میں یوں) کہتے ہیں کہ

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۲۰۱

بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے

سو یہ لوگ پہاں کی طرح بے بہرہ نہیں

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ط

ایسے لوگوں کو (دونوں جہان میں) بڑا حصہ ملے گا۔ بدولت ان کے اس عمل (یعنی

وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۲۰۲

طلب دارین) کہ اور اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں

کیونکہ قیامت میں حساب ہوگا اور قیامت قریب آتی جاتی ہے پس وہاں کی بہتری کو مت بھولو۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط

اور (منیٰ میں خاص طریقہ سے بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک

اور وہ خاص طریقہ یہ ہے کہ تین معین پتھروں پر کنکریاں ماری جائیں ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے اور کئی روز سے مراد دسویں گیارہویں بار ہوں ذی الحجہ کی ہے تیرہویں بھی کہ اس میں کنکریاں مارنا مستحب ہے۔ حاصل یہ کہ بارہویں تاریخ تک تو منیٰ کا قیام واجب ہے اگر کوئی بارہویں ہی کو کنکریاں مار کر چلا آئے تو کچھ گناہ نہیں مگر تیرہویں تاریخ کی رمی کر کے آنا زیادہ افضل ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا

پھر جو شخص (دسویں کے بعد) دو دن میں (مکہ واپس آنے میں) عجیل کرے اس

اِثْمَ عَلَيْهِ ۲۰۳ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ

پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن میں (ایک دن کی) اور تاخیر کرے اس پر بھی

عَلَيْهِ لَا اِثْمَ اَتَّقُوا اللّٰهَ

کچھ گناہ نہیں یہ سب اس شخص کے واسطے (ہے) جو (خدا سے) ڈرے اور اللہ

وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲۰۴

تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے

اس آیت سے آج کل کے طالبان دنیا کو شبہ ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طالبان دنیا کی جب کہ وہ طالب آخرت بھی ہوں مدح کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ طلب دنیا بری چیز نہیں مگر یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ یوں دعا کرتے ہیں ربنا اتنا فی الدنیا حسنة کہ اے اللہ ہم کو دنیا میں بہتری عنایت کیجئے تو اس میں دنیا کی طلب نہیں بلکہ حسنة کی طلب ہے یعنی وہ حالت جو خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مستحسن ہو اور اسی پر مدح کی گئی ہے اس سے اس دنیا طلبی کی مدح کہاں نکلتی ہے جس میں دنیا مطلوب بالذات اور آخرت کو محض برائے نام قرار دے دیا ہو حاشا وکلا اس کو آیت سے مس بھی نہیں یہ دوسری بات

ہے کہ اگر طلب دنیا میں حلال و حرام کی پابندی کی جائے تو وہ مباح ہے مگر مباح ہونے سے شرعی مطلوب ہونا لازم نہیں آتا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ

اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے

رابطہ: اوپر کی آیت میں دعا مانگنے والوں کی دو قسمیں بتلائی تھیں ایک کافر کہ منکر آخرت ہے اس لئے صرف دنیا مانگتا ہے دوسرا مومن کہ معتقد آخرت ہے اس لئے دنیا کی بھلائی بھی مانگتا ہے اور آخرت کی بھلائی بھی اگلی آیت میں اسی طرح نفاق و اخلاص کے اعتبار سے تقسیم فرماتے ہیں کہ بعض منافق ہوتے ہیں اور بعض مخلص ومن الناس تا المہادی ایک شخص تھا انیس بن شریق بڑا فصیح و بلیغ وہ حضور کی خدمت میں آ کر قسمیں کھا کر اسلام کا جھوٹا دعویٰ کیا کرتا تھا اور مجلس سے اٹھ کر جاتا تو فساد و شرارت و ایذا رسانی خلق میں لگ جاتا حق تعالیٰ اس کے بارے میں فرماتے ہیں (دیکھو ترجمہ) کہ اظہار اسلام کر کے مسلمانوں کی طرح مقرب و خاص بنارہوں گا۔ چنانچہ ایک مسلمان کا اس طرح نقصان کر دیا تھا

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَى

مذہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بتاتا ہے اپنے

مَا فِي قَلْبِهِ ۚ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۝۴۰

مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی) مخالفت میں نہایت شدید ہے

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوز دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد

فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط

کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو تلف کر دے

رابطہ: اوپر کی آیت میں مخلص کی مدح تھی بعض اوقات غلطی سے اخلاص میں غلو اور افراط ہو جاتا یعنی قصد تو ہوتا ہے زیادہ اطاعت کا مگر وہ اطاعت شریعت و سنت کی حد سے متجاوز ہو کر داخل بدعت ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ آئندہ آیت میں اس کی اصلاح کسی قدر اہتمام سے فرماتے ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے اور اس مذہب میں ہفتہ کا دن معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا ان صاحبوں کو بعد اسلام کے یہ خیال ہوا کہ شریعت موسویہ میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں اسی طرح اس شریعت میں

اونٹ کا گوشت حرام تھا اور اس شریعت میں حرام نہیں تو کھانا فرض بھی نہیں سوا اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کے گوشت کو اعتقاداً حلال سمجھیں اور عملاً کھانا چھوڑ دیں تو پہلی شریعت کی رعایت ہو جائے گی اور شریعت محمدیہ کے خلاف نہ ہوگا اور اس میں تو خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت معلوم ہوتی ہے اللہ اس خیال کی اصلاح فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام پر کامل ایمان لانا فرض ہے اور اس کا کامل ہونا چھٹی ہے کہ جو امر اسلام میں قابل رعایت نہیں دین سمجھ کر اس کی رعایت نہ کی جائے اور ایسی بات کو دین سمجھنا یہ شیطانی لغزش ہے اور یہ نسبت ظاہری گناہوں کے یہ سخت گناہ ہے اس لئے اس میں عذاب کا سخت اندیشہ ہے اس سے بچو۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ۝۴۱ وَإِذَا قِيلَ

اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے اور جب اس سے کوئی کہتا ہے

لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ

کہ خدا کا تو خوف کر تو نحوٹ اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے

فَحَسْبُ جَهَنَّمَ وَلَيْسَ الْبِهَادُ ۝۴۲

سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ

اور بعض آدمی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر دیتا ہے

مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝۴۳ يَا أَيُّهَا

اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہے اے

الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السَّلَامِ كَافَّةً ۝۴۴

ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو

یا ایہا الذین تا الامور یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کیا کرو۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۝۴۵ إِنَّهُ

اور فاسد خیالات میں پڑ کر (شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝۴۶

وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت وہ دین کے بالکل خلاف ہے۔

بدعت سے توبہ بہت کم نصیب ہوتی ہے کیونکہ جب وہ اس کو مستحب سمجھ رہا ہے تو توبہ کیوں کرے گا اگر اللہ تعالیٰ اپنے طفیل سے اس عمل سے ہی نجات بخش دیں تو اور بات ہے کہ توبہ نصیب ہو جائے افسوس ہے جہلائے صوفیا اس بلا بدعت میں بکثرت مبتلا ہیں بہت سے ان میں عابد زاهد تارک دنیا بھی ہیں مگر برکات سنت سے محروم ہیں۔ ف عبد اللہ بن مسعودؓ سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائیں گے اور سب منتظر حساب و کتاب کے ہونگے اللہ تعالیٰ ابر کے سائبانوں میں عرش سے تجلی فرمائیں گے اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ان سائبانوں کے گرد اگر دلائل ہو گئے آیت میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ کیا قیامت کے منتظر ہیں پھر اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔ ف اللہ تعالیٰ کے لئے آنا وغیرہ جہاں مذکور ہے اس کی تفتیش حقیقت کے درپے ہونا جائز نہیں حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی کنہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی بلا تعین کیفیت اجمالاً ایمان لے آنا چاہیے۔

رابطہ: اوپر فرمایا تھا کہ بعد دلائل واضح آ جانے کی حق کی مخالفت کرنا موجب سزا ہے آگے اس کی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ جیسے بنی اسرائیل میں ہوا ہے بعض کو ایسی ہی مخالفت پر سزا دی گئی۔

سَلُّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَهُمْ

آپ (علماء) بنی اسرائیل سے (ذرا) پوچھئے (تو سہی) ہم نے

مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ط

ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں

سل بنی اسرائیل تا شدید العقاب یعنی ان کے بزرگوں کو مگر انہوں نے بجائے ہدایت کرنے کے الٹی گمراہی پر کمر باندھی تو پھر کبھی سزائیں بھگتیں تو رات کو قبول نہ کیا تو طور کرنے کی دھمکی دی گئی خدا تعالیٰ کا کلام سن کر شبہات نکالے آخر بجلی سے ہلاک ہوئے دریا کو ان کے لئے پھاڑا گیا احسان تو کیا ماننے کو سالہ پرستی شروع کر دی ہزاروں قتل کئے گئے من و سلوی عطا ہوا تو حرص کے مارے جمع کرنے لگے سو وہ سڑنے لگا اس کی بے قدری کی تو موقوف ہو گیا اور کھیتی کی مصیبت پڑی انبیاء کا سلسلہ ان میں جاری رہا اسے غنیمت سمجھتے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا تو بادشاہت چھین لی گئی اور ایسے ہی بہت سے واقعات ہوئے رابطہ: اوپر مخالفت حق کا بیان تھا آگے اس کی اصلی علت بیان فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت ہے جس کے آثار میں سے اہل دین کو حقیر سمجھنا بھی ہے کیونکہ جب محبت دنیا کا غلبہ ہوتا ہے دین کی طلب نہیں رہتی بلکہ جب دین سے دنیا کا خلل دیکھتا ہے تو دین کو چھوڑ دیتا

فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمْ

پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں پہنچ چکی ہیں (صراط مستقیم سے)

الْبَيِّنَاتُ فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

غرش کرنے لگو تو یقین کر رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست ہیں۔

حَكِيمٌ ۱۰۹

حکمت والے ہیں

یعنی وہ تم کو سخت عذاب دیں گے اور اگر چندے سزا نہ دیں تو دھوکہ مت کھاؤ کیونکہ کسی حکمت اور مصلحت سے سزا میں کبھی دیر بھی کر دیں گے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ

یہ (کج راہ) لوگ صرف اس امر کے منتظر (معلوم ہوتے) ہیں کہ حق تعالیٰ

فِي ظُلُمٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ

اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس (سزا دینے کے لئے)

وَقُضِيَ الْأَمْرُ ط

آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے

یعنی کیا اس وقت حق کو قبول کریں۔ گے جس وقت کا قبول کرنا بھی مقبول نہ ہوگا۔

وَالِلَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۱۱۰

اور یہ سارے مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے

کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا سوائے زبردست کے خلاف مخالفت کرنے کا انجام بجز خرابی کے کیا ہو سکتا ہے۔ ف: آیت کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت پر کس قدر ملامت اور کس درجہ مذمت و رد ان کا فرمایا گیا ہے اور حدیثوں میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں اور واقع میں اگر غور سے کام لیا جائے تو بدعت ایسی ہی مذموم ہونا چاہئے کیونکہ خلاصہ بدعت کی حقیقت کا غیر شریعت کو شریعت بنانا ہے اور شریعت من جانب اللہ ہوتی ہے تو یہ شخص ایسی بات کو جو اللہ کی طرف سے نہیں ہے اپنے اعتقاد میں منجانب اللہ سمجھتا اور دعویٰ سے من اللہ بتلاتا ہے جس کا حاصل خدا پر جھوٹ اور بہتان لگانا اور ایک گونہ ثبوت کا دعویٰ ہے سو اس کے مذموم اور عظیم ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے یہ خرابی تو حقیقت کے لحاظ سے ہے ظاہری اعتبار سے بھی آثار کے خرابی یہ ہے کہ

کہ ایک عرصہ کے بعد بد اعمالی و اختلاف کی نوبت آگئی۔

فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ

پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور ڈراتے

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ

تھے اور ان کے ساتھ (آسمانی) کتابیں بھی بھیج کر ان کے درمیان فیصلہ

النَّاسِ فِيهَا اخْتَلَفُوا

غرض سے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں ان کے امور اختلافیہ (مذہبی) میں فیصلہ

کیونکہ انبیاء و کتب کے ذریعہ سے امر واقعی کا اظہار و تعین ہو کر غیر واقعی کا غلط ہونا معلوم ہو جاتا ہے یہی فیصلہ ہے تو چاہیے تھا کہ ان کتابوں کو مان کر اختلافات رفع کر دیتے مگر بعضوں نے خود کتابوں ہی میں اختلاف کرنا شروع کر دیا۔

فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ

فرماد یوں اور اس کتاب میں (یہ) اختلاف اور کسی نے نہیں کیا مگر صرف ان لوگوں نے جن کو (اولاً) وہ کتاب ملی تھی

یعنی اہل علم و اہل فہم نے اختلاف کیا کہ اول مخاطب وہی ہوتے ہیں عوام تو ان کے ساتھ لگ لیا کرتے ہیں۔

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ

بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل واضح پہنچ چکے تھے باہم ضد اضدی کی وجہ سے

یعنی باوجودیکہ دلائل ان کے ذہن نشین ہو چکے تھے مگر ضد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اصلی وجہ ضد اضدی کی حب دنیا ہوتی ہے حب مال ہو یا حب جاہ پس مدار مخالفت کا حب دنیا ہونا ظاہر ہے اور اسی مضمون کا بیان کرنا تھا۔

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا

پھر اللہ تعالیٰ نے (ہمیشہ) ایمان والوں کو وہ امر حق جس میں (مختلفین) اختلاف

فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ

کیا کرتے تھے بفضلہ تعالیٰ بتلادیا

یعنی کفار کا اختلاف اہل ایمان کو کبھی مضرت نہیں ہوا بلکہ ان کو رسولوں اور کتابوں پر ایمان لائیکے بدولت ہمیشہ امر حق واضح ہو گیا ربط: اوپر کی آیت میں کفار کا ہمیشہ سے انبیاء اور مومنین کے ساتھ اختلاف و مخالفت کرتے رہنے کا ذکر تھا جس میں مسلمانوں کو گونہ تسلی دینا بھی مقصود تھی

ہے اور اہل دین پر ہنستا ہے کہ یہ کیسے میلے کچیلے رہتے ہیں کہ پاس بیٹھنے سے بھی عار آتا ہے چنانچہ بعض رؤسائے بنی اسرائیل مثل جہلائے مشرکین کے غریب مسلمانوں کے ساتھ استہزا کرتے تھے ان لوگوں کا بیان فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلتا ہے اس کے پاس پہنچنے کے بعد

مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

تو یقیناً حق تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں

زین للذین تا بغیر حساب کیونکہ کفار جہنم میں ہوں گے اور مسلمان جنت میں۔

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

دنوی معاش کفار کو آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور (اسی وجہ سے) ان

وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ

مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ (مسلمان) جو کفر و شرک سے بچتے

اتَّقُوا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ

ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ میں ہوں گے قیامت کے روز اور روزی

مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے اندازہ دے دیتے ہیں

پس اس کا مدار قسمت پر ہے نہ کمال اور مقبولیت پر سو یہ ضرور نہیں کہ جو روزی میں بڑھا ہوا ہو وہی اللہ کے نزدیک بھی معزز ہو اور بڑی عزت بھی ہو پھر محض اس کی وجہ سے اپنے کو معزز اور دوسرے کو ادنیٰ سمجھنا بے وقوفی ہے۔ ربط: اوپر مخالفت حق کی علت حب دنیا بتلائی گئی ہے اب اسی مضمون کی تائید فرماتے ہیں کہ تورات سے یہی قصہ چلا آتا ہے کہ دلائل واضح دین حق پر قائم کرتے ہیں اور اہل دنیا اپنی دنیوی اغراض کے سبب سے اس سے خلاف کرتے ہیں۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً قَفْ

(ایک زمانہ میں) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے

کان الناس تا مستقیم کیونکہ اول دنیا میں حضرت آدم مع اپنی بی بی کے تشریف لائے اور جو اولاد ہوتی گئی ان کو دین حق کی تعلیم فرماتے رہے اور وہ ان کی تعلیم پر عمل کرتے رہے ایک مدت اسی حالت میں گزر گئی پھر اختلاف طبائع سے اغراض میں اختلاف ہونا شروع ہوا حتیٰ

کیونکہ استہزاء کفار سے ان کو اذیت ہوتی تھی اب ان تکالیف و شدائد کا بیان فرماتے ہیں جو انبیاء مومنین سابقین کو کفار سے پہنچیں اس سے بھی مسلمانوں کی تسلی کرنا منظور ہے کہ تم کو بھی کفار کی ایذاؤں پر صبر کرنا چاہئے کیونکہ آخرت کی کامل راحت سخت اذیت ہی اٹھانے سے ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو راہ راست بتلا دیتے ہیں

مُسْتَقِيْمٌ ﴿۱۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا

(دوسری بات سنو) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں (بے مشقت)

الْجَنَّةَ وَلَمَّا

جاداغل ہو گے؟ حالانکہ

ام حسبتم تا قریب وہی کچھ مشقت اٹھائے بغیر نہیں کیونکہ (آگے ترجمہ)

يَاۤتِكُمْ مِّثْلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

تم کو ہنوز ان (مسلمان) لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے ہو

مَسَّتْهُمْ الْبَاسَآءُ وَالضَّرَآءُ وَزُلْزِلُوْا

گزرے ہیں ان پر (مخالفین کے سبب) ایسی ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور (مصائب

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سے) ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ (اس زمانے کے) پیغمبر تک اور جو ان کے

مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ

ہمراہ اہل ایمان تھے بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد (موعود) کب ہوگی؟

پھر ان کی اس جواب سے تسلی کی گئی (آگے ترجمہ)

اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۱۱۴﴾

یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد (بہت) نزدیک ہے

انبیاء اور مومنین کا اس طرح کہنا نعوذ باللہ شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ ان کو امداد اور غلبہ کا وقت معین طور پر نہ بتلایا گیا تھا اس ابہام کی وجہ سے مخالفین کی زیادتیاں دن بدن دیکھ کر ان کو جلدی ہی امداد کا انتظار ہوتا تھا جب انتظار سے تھک جاتے تو اس طرح عرض معروض کرتے لگتے کہ یا اللہ وہ امداد کب ہوگی اس سے ان کا مقصود الحاج وزاری کے ساتھ دعا کرنا تھا اور الحاج خلاف رضا و تسلیم نہیں بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا

میں الحاج کرنا حق تعالیٰ کو پسند ہے تو الحاج تو عین رضا ہے البتہ رضا کے خلاف وہ دعا ہے جس کے قبول نہ ہونے سے دعا کرنے والا ناراض ہو سو معاذ اللہ انبیاء اور مومنین کا ملین میں نہ اس کا ثبوت ہے نہ احتمال اور یہ جو فرمایا ہے کہ کیا جنت میں بے مشقت چلے جاؤ گے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعض گنہگار تو محض فضل سے جنت میں داخل ہو جائیں گے ان پر کوئی مشقت نہ ہوگی جواب یہ ہے کہ ان کو بھی تھوڑی بہت تو مشقت کرنا پڑی جو ادنیٰ درجہ کی ہے مشقت کے درجات مختلف ہیں جس کا درجہ ادنیٰ نفس و شیطان سے مقابلہ اور مخالفین دین کی مخالفت کر کے اپنے عقائد کا درست کرنا ہے اور یہ ہر مومن کو حاصل ہے آگے اوسط و اعلیٰ درجات ہیں اسی طرح جنت کے بھی مختلف مراتب ہیں جس درجہ کی مشقت ہوگی اسی درجہ کا دخول جنت ہوگا البتہ صحابہ چونکہ درجات عالیہ کے طالب تھے اور ہر مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہئے اس لئے ان درجات کے لئے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلنے کو شرط کہا گیا آگے پھر سلسلہ احکام کا شروع ہوتا ہے۔

يَسْأَلُوْكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَا

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کیا کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جو

اَنْفَقْتُمْ مِّنْ

کچھ مال تم کو صرف کرنا ہو

یسنلو نک ماذا تا علیم اس کی مقدار مقرر کرنا تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم بتلا دیتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)

خَيْرٍ فَلِلّٰهِ الدِّيْنُ

سواں باپ کا حق ہے

مسئلہ ماں باپ کو زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ دینا درست نہیں اس آیت میں صدقہ نافلہ کا بیان ہے وہ ماں باپ کو دینا بھی درست ہے۔

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰى وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنِ

اور قرابت داروں کا اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر

السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

کا اور جو سائنیک کام کرو گے سو اللہ تعالیٰ کو

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

اکی خوب خبر ہے (وہ اس پر ثواب دیں گے) جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً)

وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا

کہ جو اسلام لائے اسے تکلیفیں پہنچاتے ہیں تاکہ ڈر کے مارے لوگ مسلمان نہ ہوں۔

وَكُفْرٍ بِهِ

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا

کہ وہاں بت رکھ چھوڑے ہیں اور بجائے خدا کی عبادت کے ان کی عبادت اور طواف کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کا معبود ہے۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجِ أَهْلِهِ مِنْهُ

اور مسجد حرام (یعنی کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا

جس سے ہجرت یعنی ترک وطن کی نوبت پہنچی۔

أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ

جرم عظیم ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور فتنہ بڑاڑی کرنا (اس قتل) سے بدرجہا بڑھ کر ہے

کیونکہ اس قتل سے دین حق کو تو کوئی مضرت نہیں پہنچی بہت سے بہت اگر کوئی جان کرایا کرے۔ یہ تو خود ہی گناہ گار ہوگا اور ان حرکتوں سے تو دین حق کو ضرر پہنچتا ہے کہ اس کی ترقی رکتی ہے۔

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ

اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر (خدا نہ کرے)

عَنْ دِينِكُمْ إِنْ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ

قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین (اسلام) سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے

يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ

اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں

وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

مر جاوے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ

وَهُوَ كَرِهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا

گراں (معلوم ہوتا) ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو

شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا

اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو

شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ

اور وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے

لَا تَعْلَمُونَ

اور تم نہیں جانتے

مکتب علیکم تا لا تعلمون اس لئے اپنی رغبت و کراہت پر بھی عمل نہ کرو اور جو حکم ہو جائے اسی کو اجمالاً سمجھ کر اس پر کاربند رہا کرو اور طبعاً کی قید اس لئے عائد کر دی کہ مسلمان کو احکام شرعیہ میں عقلاً کراہت کبھی نہیں ہو سکتی اور اس آیت سے ہمارے نوخیز فلسفیوں کو سبق لینا چاہئے کہ اس آیت کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر حکم کی مصلحت ہمارے احاطہ علمی سے خارج ہے گو واقع میں ضرور ہوتی ہے یسٹلونک تا من القتل چند صحابہ کا ایک سفر میں اتفاق سے کفار کے ساتھ مقابلہ ہو گیا اور ایک کافران کے ہاتھ سے مارا گیا اور جس دن یہ قصہ ہوا جب کی پہلی تاریخ تھی اور جب اشہر حرم سے ہے جن میں قتل و قتال پہلے منع تھا مگر صحابہ اس کو جمادی الاخریٰ کی تیس سمجھتے تھے کفار نے مسلمانوں پر طعن کیا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا مسلمانوں کو اس کی فکر ہوئی اور حضور سے پوچھا اور بعض روایات میں ہے کہ خود بعض کفار قریش نے بھی حاضر ہو کر اعتراضا سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (آگے ترجمہ)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ

لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ

آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا (یعنی عمداً) جرم عظیم ہے

مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ تاریخ کی تحقیق نہ ہونے سے غلطی میں انہوں نے قتال کیا یہ تو تحقیقی جواب تھا آگے الزامی جواب دیتے ہیں کہ کفار مشرکین کا تو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا منہ ہی نہیں کیونکہ اگرچہ شہر حرام میں لڑنا جرم ہے لیکن کفار کی جو حرکتیں ہیں وہ اس سے بدرجہا بدتر ہیں۔

التَّارِجُ هُمْ فِيهَا خِلْدُونَ ﴿٢١٤﴾

دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

دنیا میں اعمال کا ضائع کرنا یہ ہے کہ اس کی بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے اور اگر کوئی اس کا مسلمان عزیز مرے تو مرتد کو میراث کا حصہ نہیں ملتا وغیرہ وغیرہ اور آخرت میں یہ ہے کہ عبادات کا ثواب نہیں ملتا اور ابد الابد کے لئے دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا

حقیقۃً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا

وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ

ہو اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے

رَحْمَتَ اللَّهِ ط

امیدوار ہوا کرتے ہیں

رابطہ: شہر حرام میں قتال کرنے کے بارے میں مسلمان کو جواب مذکور سن کر گناہ نہ ہونے کا اطمینان ہو گیا تھا مگر اس خیال سے دل شکستہ تھے کہ ثواب نہ ملا ہوگا اس میں ان کی تسلی کی گئی۔

ان الذين آمنوا تارحيم اور تم لوگوں میں یہ سب صفات یا ان میں سے بعض ضرور موجود ہیں چنانچہ ایمان تو ظاہر ہے ہجرت ہی بہت سوں نے کی رہا اس جہاد خاص میں شبہ ہو سکتا ہے تو چونکہ تمہاری نیت جہاد ہی کی تھی لہذا ہمارے نزدیک وہ بھی جہاد ہی میں شمار ہے۔ پھر ان صفات کے ہوتے ہوئے تم کیوں نا امید ہوتے ہو۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٥﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ

اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی کو) معاف کر دیں گے (اور تم پر) رحمت کریں گے لوگ

الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ

آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمْ أَكْبَرُ مِنِّ

دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے)

نَفْعِهِمَا ط

فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں

یسنلونک تا نفعہما اس لئے دونوں قابل ترک ہیں پہلے یہ دونوں چیزیں حلال تھیں سب سے پہلی آیت شراب و قمار کے متعلق یہ نازل ہوئی اور اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان دونوں کا استعمال خود گناہ ہے بلکہ مطلب یہ تھا کہ ان کے استعمال سے اکثر اوقات دوسری باتیں گناہ کی پیدا ہو جاتی ہیں کیونکہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور وہی سب گناہوں سے روکتی ہے قمار سے مال کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے چوری وغیرہ کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو اس آیت سے ان دونوں کی حرمت فی نفسہ کا بیان کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ بعض عوارض کی وجہ سے ان کو چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا کہ ان میں نفع اتنا نہیں ہے جتنا نقصان ہو جاتا ہے شراب کا نفع تشہ لذت اور قمار کا نفع تحصیل مال ہے مگر یہ نفع فوری ہے اور اپنے ہی آپ کو ہوتا ہے اور ضرر دیر پا ہے اور دوسروں تک پہنچتا ہے یہی وجہ تھی کہ اس آیت کو سن کر بعض نے تو فوراً دونوں کو ترک کر دیا اور بعضوں نے کہا کہ جب حرام نہیں تو ان مفاسد کا ہم کچھ انتظام کر کے نفع حاصل کرنے کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر یہ عنوان آیت بیان حرمت کے لئے ہوتا تو اہل لسان بکثرت اتنی بڑی غلطی میں نہ پڑتے پھر اس آیت کے بعد کسی صحابی نے شراب پی کر نماز پڑھی اور غلط پڑھی تو نماز کے اوقات میں پینا بالکل ممنوع ہو گیا پھر بعد چندے مطلقاً حرام کر دی گئی اور یہی آخری حکم ہے جس نے پہلے احکام کو منسوخ کر دیا۔

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ط قُلْ

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر و خیرات میں) کتنا خرچ کیا

الْعَفْوُ ط

کریں آپ فرمادیجئے کہ جتنا آسان ہو

یسنلونک ماذا تا والاخرة کہ اس کے خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دنیوی تکلیف میں یا کسی کا حق ضائع کر کے اخروی تکلیف میں نہ پڑ جاوے۔

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ

اللہ تعالیٰ اسی طرح احکام کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں

ان احکام کو جان لینے کے بعد ہر عمل سے پہلے ان کو سوچ لیا کرو اور سوچ کر ہر معاملہ میں ان احکام کے موافق عمل کیا کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٦﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط

تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات میں سوچ لیا کرو

وَلَا مَمَّةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ

اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی (کیوں نہ ہو وہ ہزار درجہ) بہتر ہے کافر عورت سے

ولا تنكحوا المشركات حتیٰ تاتنكحوا کرون چاہے وہ آزاد نبی نبی ہی کیوں نہ ہو اور بوجہ مال یا جمال کے تم کو اچھی معلوم ہو مگر پھر بھی واقع میں مسلمان عورت ہی اس سے اچھی ہے۔

وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

گودہ تم کو اچھی ہی معلوم ہو

مگر پھر بھی واقع میں مسلمان مرد ہی اس سے اچھا ہے اور وجہ ان کافروں کے برا ہونے کی کہ اصلی یہی ہے سب ان سے نکاح کی ممانعت کا یہ ہے کہ وہ کفر کی تحریک دیتے ہیں اور اس کا انجام دوزخ ہے۔

وَلَا تُنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا

اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جاویں۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ

اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گودہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو

اَعْجَبَكُمْ اُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ

(کیونکہ) یہ لوگ دوزخ میں جانے کی تحریک دیتے ہیں

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْغَفْرِ بِاِذْنِهٖ

اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں۔ اپنے حکم سے

اس لئے کفار کے بارے میں یہ حکم مناسب صادر فرمایا کہ ان سے نکاح نہ کیا جائے تاکہ ان کی تحریک کے اثر سے پوری حفاظت رہے اور اس سے محفوظ رہ کر جنت و مغفرت حاصل ہو جائے ف: اس آیت کے دو حکم ہیں ایک یہ کہ مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے نہ کیا جائے اس حکم کے دو جزو ہیں ایک یہ کہ وہ کافر عورت کتابیہ ہو یعنی یہود یا نصاریٰ یہ جزو سورہ مائدہ کی ایک آیت سے منسوخ ہو گیا جس کا مضمون یہ ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح درست ہے اس لئے اب یہود یہ یا نصرانیہ سے نکاح جائز ہے دوسرا جزو یہ ہے کہ وہ کافر عورت کتابیہ نہ ہو کوئی اور مذہب کفر کا رکھتی ہو اس جزو میں اس آیت کا حکم باقی ہے چنانچہ ہندو یا آتش پرست عورت سے مسلمان کا نکاح بدوں اس کے اسلام لائے نہیں ہو سکتا دوسرا حکم آیت کا یہ ہے کہ کافر مردوں سے مسلمان عورت کا نکاح نہ کیا جائے سو یہ حکم بحالہ باقی ہے حتیٰ کہ مسلمان مرد اگر نعوذ باللہ کافر ہو جائے اور اس کے نکاح میں پہلے کوئی مسلمان عورت تھی

پہلے بھی ایک آیت میں اس قسم کا سوال آچکا ہے جس میں ضمنیہ حکم بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ ہمت ہو صرف کرو اس میں یہ بات پوچھنے کے قابل تھی کہ اگر جوش میں آکر سب دے ڈالنے کی ہمت ہو تو یہ ہمت معتبر ہے یا نہیں اس کا جواب یہاں دیا گیا ف خرچ کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ موافق حکم الہی بھی ہے یا نہیں اگر ہو خرچ کیا ورنہ نہ کیا اور اس حکم کی تفصیل فقہ میں ہے۔ ق: یسنلونک عن الیتامیٰ نا حکیم چونکہ ابتدائے اسلام میں مثل ہندوستان کے عرب میں بھی یتیموں کا حق دینے میں پوری احتیاط نہ تھی اس لئے وعید سنائی گئی تھی کہ یتیموں کا مال کھانا ایسا ہے جیسا دوزخ کے انگارے پیٹ میں بھرنا تو سننے والے ڈر گئے اور اتنی احتیاط کرنے لگے کہ انکا کھانا الگ ہی پکواتے اور الگ ہی رکھواتے اور اتفاق سے اگر بچہ کھانا کم کھاتا تو کھانا بچتا اور سڑتا اور پھینکنا پڑتا اس طرح کرنے میں تکلیف بھی ہوتی اور یتیم کا مال ضائع بھی ہوتا یہ معاملہ حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا اس کے متعلق یہ ارشاد ہے (آگے ترجمہ)

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ

اور لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت

لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَارْحَمُوا

رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمہارے (دینی) بھائی ہیں۔

اور بھائی بھائی شامل ہی رہا کرتے ہیں کچھ ڈر کی بات نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمَصْلِحِ

اور اللہ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے

والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں

پس اس طرح ان کے مال کو نہ ملانا چاہئے جس میں ان کی مصلحت ضائع ہو جائے مثلاً تھوڑا سا برائے نام اپنا ملا دیا باقی سب ان ہی کا کھایا جویا کرے گا اللہ تعالیٰ سے اس کی بدعتی چھپ نہیں سکتی اور چونکہ اس وقت اکثر مسلمانوں کے پاس مسلمان ہی یتیم تھے اس لئے اخوانکم کی قید اتفاقی فرمادی ورنہ اگر دوسرے مذہب کا بچہ بھی اپنی تربیت میں ہو اس کا بھی بعینہ یہی حکم ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَعْتَبَكُمُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

وَلَا تُنْكَحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ

اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾

اور محبت رکھتے ہیں پاک رہنے والوں سے

جو حالت حیض میں صحبت کرنے سے اور اسی طرح سب گناہوں سے بچتے رہتے ہیں اور حالت پاکی میں صحبت کی اجازت دینا او وہ بھی اس طرح کہ آگے کی طرف ہو پیچھے کی طرف نہ ہو اس لئے کہ آگے ترجمہ

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

تمہاری بیویاں تمہارے لئے (بمزرلہ) کھیت (کے) ہیں

جس میں نطفہ بجائے تخم کے اور بچہ بجائے پیداوار کے ہے

فَاتُّوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ

سوائے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ۔

اسی طرح بیویوں کی حالت پاکی میں ہر طرف سے آنے کی اجازت ہے خواہ کروٹ سے ہو یا پیچھے یا آگے بیٹھ کر ہو یا کسی طرح ہو مگر آنا ہر حال میں کھیت کے اندر ہو کہ وہ صرف آگے کا موقع ہے پیچھے کا موقع کھیت کے مشابہ نہیں اس میں صحبت نہ ہو۔

وَقَدْ مَوَّالِ أَنْفُسِكُمْ

اور آئندہ کے واسطے (بھی) اپنے لئے کچھ کرتے رہو

اور ان لذات میں مشغول ہو کر آخرت کو نہ بھولو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلْقَوَةٌ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ یقین رکھو کہ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے سامنے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ

پیش ہونے والے ہو اور (اے محمد) ایمانداروں کو خوشی کی خبر سنا دیجئے اور اللہ تعالیٰ

عُرْضَةً لَا يُمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا

کو اپنی قسموں کے ذریعہ سے ان امور کا حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی کے

وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ

اور تقویٰ کے اور اصلاح فیما بین خلق کے کام کرو

ولا تجعلوا الله تاعليهم یعنی اللہ کا نام لے کر یہ قسم کھاؤ کہ ہم یہ کام نیک نہیں کریں گے۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتے جانتے ہیں

تو نکاح فوراً ٹوٹ جاوے گا اور یہ عورت عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ مسئلہ گو کتابی عورت سے نکاح درست ہے لیکن اچھا نہیں حدیث میں دیندار عورت کے حاصل کرنے کا حکم ہے تو بددین عورت کا حاصل کرنا اس درجہ میں ناپسند ہوگا اور اگر کتابیہ عورت کے نکاح سے مسلمان مرد کے بگڑ جانے کا گمان غالب ہو تو شدت سے ممنوع کہا جاوے گا۔ مسئلہ جو قوم ظاہر میں اہل کتاب سمجھی جاتی ہے مگر تحقیق کرنے سے ان کے عقائد اہل کتاب جیسے نہ ہوں اس قوم کی عورتوں سے نکاح درست نہیں جیسے آج کل انگریزوں کو عام لوگ عیسائی سمجھتے ہیں حالانکہ تحقیق سے بعض کے عقائد بالکل ملحدانہ ثابت ہوئے ہیں کہ نہ خدا کے قائل نہ عیسیٰ کی نبوت کے معتقد نہ انجیل کو کتاب آسمانی مانیں سوائے لوگ عیسائی نہیں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں ولایت سے یمیں بیاہ لاتے ہیں۔ مسئلہ ایسے ہی جو مرد ظاہری حالت سے مسلمان سمجھا جائے لیکن عقائد اس کے کفر تک پہنچے ہوں اس سے مسلمان عورت کا نکاح درست نہیں اور اگر نکاح کے بعد ایسے عقائد ہو جائیں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے آج کل بہت آدمی اپنے مذہب سے ناواقف سائنس کے اثر سے اپنے عقائد تباہ کر لیتے ہیں لڑکی والوں پر واجب ہے کہ پیغام آنے پر مرد کے عقائد کی تحقیق کر لیا کریں جب اس کا اطمینان ہو جاوے تب زبان دیں اور عورتوں کو چاہئے کہ اگر بعد نکاح کے ایسے عقائد شوہر کے ثابت ہوں تو اس سے کنارہ کریں اور جس طرح بن پڑے اس کو ہم بستر نہ ہونے دیں اور سر پرستوں کو اس حالت میں عورتوں کو طلاق دلوانا واجب ہے۔

وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۲۵﴾

اور اللہ تعالیٰ اس واسطے آدمیوں کو اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تاکہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى لَا

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ

تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت مت کیا کرو

حَتَّى يَطْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ

جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس

حَيْثُ أَمَرَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ

آؤ جاؤ جس جگہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے (یعنی آگے سے)

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے

مثلاً اتفاقاً با احتیاطی سے حالت حیض میں صحبت کر بیٹھا پھر متنبہ ہو کر توبہ کر لی۔

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُ فَإِنَّ اللَّهَ

چار مہینے کی مہلت ہے۔ سو اگر یہ لوگ (قسم توڑ کر عورت کی طرف) رجوع کر لیں

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ

جب تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے رحمت فرمادیں گے اور اگر بالکل چھوڑ ہی

فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۷﴾

دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مَا عَلَيْهِمْ سُنَّةٌ مِّنْهُ سُنَّةٌ سَائِمَةٌ

کے پختہ ارادوں کو پس چار ماہ گزرتے ہی قطعی طلاق پڑ جائے گی

مسئلہ: اگر کوئی قسم کھائے کہ اپنی بی بی سے صحبت نہ کروں گا اس کی

چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے دوم یہ کہ چار ماہ کی مدت

کی قید لگا دے تیسرے یہ کہ چار ماہ سے زیادہ مدت کی قید لگا دے چوتھی یہ

کہ چار ماہ سے کم مدت کا نام لے پہلی اور دوسری اور تیسری صورت کو

شریعت میں ایلاء کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چند ماہ کے اندر اپنی قسم

توڑ ڈالی اور بیوی کے پاس چلا گیا تو قسم کا کفارہ دے اور نکاح باقی ہے اور

اگر چار ماہ گزر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر طلاق بائن پڑ گئی یعنی

بلا نکاح رجوع نہیں ہو سکتا البتہ اگر دونوں رضامندی سے پھر نکاح کر لیں

تو درست ہے اور حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور چوتھی صورت ایلاء نہیں اگر

قسم توڑی کفارہ لازم ہوگا اور قسم پوری کر دی جب بھی نکاح باقی ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین

قُرُوءًا

حیض تک

وَالْمُطَلَّقَاتُ تَعْرِضْنَ لَهَا وَهِيَ كَالْحَائِضِ

صحبت خلوت صحیح کی ہواں کو حیض آتا ہوا زاد ہوں شرعی قاعدہ سے لونڈی نہ ہوں۔

اس کو عدت کہتے ہیں عدت کے اندر دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں۔

وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَكُونَ مِمَّا خَلَقَ

اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا

اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ

کیا ہو (خواہ حمل یا حیض) اس کو پوشیدہ کریں

تو زبان سنبھال کر بات کرو اور دل میں برے خیالات مت لاؤ۔ ف جس بات سے آدمی قسم کھا لیتا ہے اس سے رک جاتا ہے اور نیک کام کا چھوڑنا بدوں قسم کھائے بھی برا ہے تو جب اس نے ایسی باتوں سے رکنے کے لئے اللہ کی قسم کھائی تو گویا خدا کے نام کو ان کاموں کے لئے حجاب بنایا حالانکہ اللہ کا نام لے کر تو کام نیک زیادہ کرنے چاہئیں نہ کہ ایسا الٹا برتاؤ کیا جائے اس لئے ایسی بات پر قسم کھانا بھی اور زیادہ برا ہوا۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ

اللہ تعالیٰ تم پر (آخرت میں) دارو گیر نہ فرمادیں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر

وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ط

لیکن دارو گیر فرمادیں گے اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۸﴾

(جھوٹ بولنے کا) ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور ہیں حلیم ہیں

لا یواخذکم اللہ تا حلیم غفور ہونے کی وجہ سے ایسی بیہودہ قسم پر دارو گیر نہ فرمائی اور حلیم ہونے کی وجہ سے قصداً جھوٹی قسم کھانے کی سزا فوراً نہیں دیتے بلکہ آخرت تک مہلت دیدی کہ شاید کبھی توبہ کر لے لغو قسم کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ کبھی گزری ہوئی بات پر جھوٹی قسم بلا قصد نکل گئی یا نکلے تو ارادہ سے مگر وہ اس کو اپنے گمان میں سچی سمجھتا ہے یا آئندہ کے متعلق اس طرح قسم نکل گئی کہ کہنا کچھ چاہتا ہے اور بے ارادہ منہ سے قسم ہی نکل گئی اس میں گناہ نہیں ہوتا اس واسطے اس کو لغو کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جس قسم پر گناہ اور مواخذہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے یہ وہ قسم ہے جو قصداً جھوٹی سمجھ کر جان بوجھ کر کھائی ہو اس کو غموس کہتے ہیں اس میں گناہ سخت ہوتا ہے مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں آتا اور پہلی صورت میں جس کو لغو کہا جاتا ہے نہ گناہ ہے نہ کفارہ اس آیت میں ان ہی دونوں کا ذکر ہے اور دوسرے معنی لغو کے یہ ہیں کہ جس میں کفارہ نہ ہو اس معنی کے اعتبار سے لغو میں غموس بھی داخل ہے کیونکہ اس میں بھی کفارہ نہیں گو گناہ ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ قسم ہے جس میں کفارہ آتا ہے جس کو منعقدہ کہتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ آئندہ کے متعلق قصد کر کے یوں قسم کھائی کہ میں فلاں کام کروں گا یا نہ کروں گا اس میں قسم توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس کا بیان سورہ مائدہ میں آئے گا۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ

جو لوگ قسم کھا بیٹھے ہیں اپنی بیبیوں (کے پاس جانے) سے ان کے لئے

بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ ط

موافق خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ

الطلاق مرتان تا باحسان اس طلاق کو رجعی کہتے ہیں کہ دو مرتبہ سے زیادہ نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ صاف لفظوں سے ہو اور موافق قاعدہ کے رجعت کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کا طریقہ شریعت کے موافق ہو وہ یہ کہ عدت گزرنے سے پہلے زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی یا اس سے ہم بستر یا بوس و کنار کرے اس رجعت سے پہلا ہی نکاح رہتا ہے اور نیت بھی شرع کے موافق ہو یعنی رجعت سے یہ مقصد ہو کہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں گے اور یہ مقصود نہ ہو کہ بیوی رکھ کر تنگ کرے گا اور خوش عنوانی سے بھی چھوڑنے کا یہی مطلب ہے کہ اس کا طریقہ بھی شرع کے موافق ہو کہ یا تو اور طلاق نہ دی یہاں تک کہ عدت گزر جانے سے وہ نکاح سے باہر ہو جائے گی یا تیسری طلاق طہر میں دے دے جب کہ دو طلاقوں کے بعد ایک حیض آ کر وہ پاک ہو جائے اور دو طلاق بھی اسی طرح دینا چاہیے کہ پہلے ایک طلاق دی جب ایک حیض گزر کر پاک ہو جاوے تو دوسری طلاق دی اور اچھا سب سے یہ ہے کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کرے عدت گزرنے کے بعد وہ نکاح سے نکل جائے گی دو طلاقوں کی کیا ضرورت ہے اور نیز چھوڑنے سے نیت بھی اچھی ہونی چاہئے کہ دفع نزاع کا قصد کرے اس کی دل شکنی اور ذلیل کرنے کا قصد نہ کرے اس لئے نرمی و دل جوئی کی رعایت ضروری ہے۔

وَلَا يَجِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا

اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے

اتَّيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا

(کسی) جو تم نے ان کو (مہر میں) دیا تھا مگر یہ

يُقِيمَا حَدُّوَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا

کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے سو اگر

يُقِيمَا حَدُّوَ اللَّهِ لَا فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا

تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضابطہ خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا

فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حَدُّ اللَّهِ

اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔

کیونکہ اس کے پوشیدہ کرنے سے عدت کا حساب غلط ہو جائے گا مطلقہ پر اپنے حائضہ یا حاملہ ہونے کی حالت ظاہر کر دینا واجب ہے تاکہ اس کے موافق عدت کا حساب ہو۔

إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط

اگر وہ عورتیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتی ہیں

وَبَعُولَتَهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ

اور ان عورتوں کے شوہران کے (بلا تہدید نکاح) پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں

جب کہ ان کو طلاق رجعی ملی ہو جس کا بیان آگے آتا ہے اور اس لوٹانے کو رجعت کہتے ہیں۔

فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ط

اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں

ورنہ تنگ کرنے کیلئے رجعت کرنا لا حاصل ہے تاہم رجعت تو ہو ہی جاوے گی۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط

اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط

قاعدہ (شرعی) کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے

اس لئے مردوں کے حقوق باعتبار نوعیت کے عورتوں کے حقوق سے بڑھے ہوئے ہیں گویا لازم ہونے میں دونوں حق برابر ہیں۔

وَاللَّهُ عَزِيزٌ

اور اللہ تعالیٰ زبردست (حاکم) ہیں

جو احکام چاہیں مقرر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور حکیم بھی ہیں کہ نہایت مصلحت کے ساتھ احکام مقرر فرماتے ہیں۔ ف مطلقات میں جو اوپر چند صفتوں کی قید لگائی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس میں یہ صفات نہ ہوں گی ان کا حکم اور ہے۔ مسئلہ مرد کے اوپر خاص حقوق عورت کے یہ ہیں کہ سنت کے موافق اس کو کھانا، کپڑا، رہنے کا گھر دینا، مہر دینا اس کو تنگ نہ کرنا عورت پر مرد کے خاص حقوق یہ ہیں اس کی اطاعت کرے خدمت کرے۔

حَكِيمٌ ط الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ مَسَاكُ

حکیم ہیں وہ طلاق دو مرتبہ کی ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے

فَلَا تَعْتَدُوا هَاجَ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ

یہ خدا کی ضابطے ہیں سو تم ان سے باہر مت نکلتا اور جو شخص خدا کی ضابطوں

اللہ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۹﴾

سے باہر نکل جاوے سوائے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں

ولا یحل لکم تاہم الظالمون عورت سے شوہر کو مال لینا جائز نہیں ہے رہا یہ کہ شوہر کو عورت سے مال لینا خلع یا طلاق میں جائز ہے یا نہیں اس میں تفصیل یہ ہے کہ ناموافقت میں اگر قصور عورت کا ہے اور اسی نے خلع کی درخواست کی ہے تو عورت گناہ گار ہوگی مرد کو مال لینے میں گناہ نہ ہوگا البتہ مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے اور اگر قصور مرد کا ہے تو مال لینا ہر حال میں گناہ ہے خواہ مہر کے برابر ہو یا کم مہر سے زیادہ ہو تو وہ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہے اور عورت مال دینے میں یا درخواست خلع کرنے میں گناہ گار نہ ہوگی اور اگر مرد عورت کا قصور سمجھتا ہے اور عورت مرد کا ہر ایک اپنی رائے میں دوسرے کو ظالم اپنے کو مظلوم جانتا ہے تو عورت کو خلع کی درخواست میں گناہ ہوگا اور نہ مرد کو مال لینے میں بشرطیکہ مہر سے زیادہ نہ ہو کہ زیادہ مکروہ ہے احقر کے نزدیک دونوں کے احتمال سے مراد اس آیت میں بھی اخیر کی صورت ہے اسی لئے فرمایا کہ دونوں کو گناہ نہ ہوگا اور پہلی دو صورتوں میں ایک کو ضرور گناہ ہوگا جو اپنے کو قصور وار جانتا ہے باقی خلع سب صورتوں میں صحیح و نافذ ہو جائے گا گو کسی صورت میں گناہ کے ساتھ کسی۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ

پھر اگر کوئی (تیسری) طلاق دے دے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی

بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط

اس کے بعد یہاں تک وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

(عدت کے بعد) نکاح کرے پھر اگر یہ اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا

پراس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے

حُدُودَ اللَّهِ ط

ہوں کہ (آئندہ) خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے

فان طلقها تا يعلمون ورنہ پھر دوبارہ منازعت اور حق تلفی کے

گناہ میں مبتلا ہونا کیا فائدہ ۱۲

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے

يَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾

لئے جو دانشمند ہیں

کیونکہ دانشمند ہی عمل کیا کرتے ہیں اور جو بیوقوفی سے عمل نہیں کیا کرتے ان کے لئے یہ قوانین الئے ثبوت جرم کے دلائل بن جاتے ہیں۔ ف اس کو حلال کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے خواہ تینوں صاف لفظوں سے ہوں یا الفاظ کنایہ سے ہو جن میں کہ عند اللہ نیت کی ضرورت ہے یا دور جعی ہوں تیسری بائن اور اس کا الٹا اور یہ تینوں طلاق ایک دفعہ دی ہوں یا کئی دفعہ کر کے ایک لفظ سے دی ہوں یا چند لفظوں سے سب صورتوں میں وہ عورت اس پر حرام بحرمت غلیظہ ہو جائے گی اور اگر اس سے پھر نکاح کرنا چاہے تو حلالہ کا طریقہ بجالا کر وہ حلال ہو سکتی ہے جو کہ ان آیتوں میں مذکور ہے۔ رابطہ: اوپر آیت الطلاق مرتین میں مطلقہ کے بارے میں باقاعدہ رجعت یا خوبی کے ساتھ الگ کرنے کا حکم فرمایا تھا اس آیت میں اس کو مکرر اس لئے ذکر فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں اس میں بہت کوتاہی کرتے تھے پس تکرار سے اہتمام کا فائدہ نیا حاصل ہوا نیز اس جگہ امساک بالمعروف و تہدیت بالاحسان کا ذکر بھی تھا اصل مقصود طلاق رجعی کا عدد بتانا تھا اور اس جگہ اسی کو بالقصد اہتمام و تاکید و مبالغہ کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں اس لئے بھی تکرار لازم نہیں آیا کیونکہ یہ مضمون مستقل بھی ہے اور پہلے کی تاکید بھی ہے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ

اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے

أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

قریب پہنچ جاؤ (یا تو) ان کو قاعدہ (رجعت) کے موافق نکاح میں رہنے دو

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ

یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے

ضَرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ

مت رکھو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے اور جو شخص ایسا (برتاؤ)

ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط وَلَا تَتَّخِذُوا

کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب (کی

آیت اللہ ہزوان

طرح بے وقعت (مت سمجھو

واذا طلقتم النساء تا علیہم کہ جس طرح چاہا کر لیا اور چاہے نہ کیا

وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ

اور حق تعالیٰ کی جو تم پر نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور (خصوصاً) اس کتاب

عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ

اور (مضامین) حکمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہیں

يَعُظُّكُمْ بِهِ ط

کہ تم کو ان کے ذریعہ سے نصیحت فرماتے ہیں

اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے پس ان نعمتوں کو یاد کرنے سے احکام
منعم کی وقعت قلب میں ہوگی۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر

شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳۱﴾

چیز کو خوب جانتے ہیں

جب یہ خوف اور یقین ہوگا تو احکام پر بھی عمل ہوگا اور قاعدہ کے موافق
رکھنے اور چھوڑنے کا بیان الطلاق مرتن کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ اور اس
آیت میں احکام پر عمل نہ کرنے کو مجازاً لہو و لعب بنانا فرما دیا جو صرف
معصیت سے اگرچہ شدید ہے ورنہ حقیقتاً اگر کوئی شخص احکام الہیہ کے ساتھ
تمسخر و استہزاء کرے وہ کافر ہو جاتا ہے خواہ عقیدہ بھی فاسد ہو یا عقیدہ صحیح ہو
کیونکہ دین کی تحقیر تو دونوں حالتوں میں ہوئی اور یہی علت ہے کفر کی اور
بعض مفسرین نے لاتخذوا آیات اللہ ہزوان کی تفسیر یہ کی ہے کہ جاہلیت
میں بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ طلاق دے دی اور پھر کہہ دیا کہ ہم نے یوں
ہی دل لگی میں کہہ دیا تھا یا غلام آزاد کر دیا پھر کہہ دیا کہ میں تو ہنسی کرتا تھا حق
تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی کہ یہ احکام استہزاء کے محل نہیں ان کو لہو و لعب
اور دل لگی نہ بناؤ اور حدیث میں اس کی اور زیادہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی ہنسی
دل لگی میں بھی طلاق دے دے گا تو سچ سچ طلاق پڑ جائے گی اسی طرح اور

بھی چند معاملات ہیں جن میں ہنسی دل لگی کو بھی سچ سچ سمجھا جائے گا اس تفسیر
پر یہ حکم بست و ہشتم بالکل مستقل حکم ہو جائیگا۔ مسئلہ: ہزل اور خطا میں فرق
ہے ہزل تو یہ ہے کہ بات ارادہ اور قصد سے کہی جائے لیکن ہنسی کرنا مقصود ہو
اس کے موثر ہونے کا قصد نہ ہو سوا طلاق اور چند معاملات ایسے ہیں کہ وہ اس
صورت میں نکاح کرتے ہی فوراً واقع ہو جاتے ہیں اور خطا کی صورت یہ ہے
کہ کہنا کچھ اور تھا زبان بجل گئی اور منہ سے لفظ طلاق نکل گیا فتح القدیر میں
لکھا ہے کہ اس میں عند اللہ طلاق نہ ہوگی ۱۲

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلْيُغْنِ

اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں پھر وہ عورتیں

أَجَلَهُنَّ

اپنی میعاد (عدت) بھی پوری کر چکیں

واذا طلقتم تا لاتعلمون اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح
کرنا چاہیں خواہ پہلے ہی شوہر سے یا کسی اور سے

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَمْراً وَاجِباً

تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب

إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ط

کہ باہم رضامند ہو جاویں قاعدہ کے موافق

ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

اس مضمون سے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط

تم میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو

یعنی ماننے کی ان ہی سے امید ہے اور یوں تو نصیحت سب ہی کو ہے۔ ۱۲

ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَظْهَرُ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ

اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لئے صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۲﴾

اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے

اس لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملہ میں دیر سے عمل مت کرو
ف: بعض جگہ تو خود شوہر ہی طلاق دینے کے بعد جب وہ کہیں دوسری جگہ
نکاح کرنا چاہتی تو اپنی ذلت سمجھ کر نکاح نہ کرنے دیتا اور بعض جگہ عورت

یعنی بچہ کے ماں باپ آپس میں کسی بات پر ضد اُضدی نہ کریں مثلاً ماں دودھ پلانے سے انکار کرے تو سمجھنا چاہیے کہ معذور ہوگی باپ اس پر زبردستی نہ کرے کہ آخر اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مارے گی اور پلاوے گی البتہ اگر بچہ کسی کا دودھ نہیں لیتا نہ اوپر کا دودھ پیتا ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا اسی طرح اگر ماں دودھ پلانا چاہتی ہے اور اس کے دودھ میں کسی قسم کی خرابی بھی نہیں ہے تو باپ کو جائز نہیں کہ اس کو دودھ پلانے سے روکے اور دوسری انا کا دودھ پلوائے البتہ اگر ماں کے دودھ میں خرابی ہو تو جائز ہے اسی طرح اگر باپ مفلس ہو اور ماں معذور نہیں وہ پلانے سے سمجھ کر انکار کرے کہ اس کا بھی تو بچہ ہے جھک مارے گا کسی سے پلوائے گا تو یہ جائز نہیں البتہ اگر عورت کو طلاق دے دی ہے اور عدت پوری ہو چکی ہے تو وہ دودھ پلانے کی اجرت مانگ سکتی ہے اور باپ کو دنیا پڑے گی اور اتنی ہی اجرت پر دوسری سے دودھ پلوانے کا حق نہیں ہاں اگر مال زیادہ اجرت مانگے اور دوسری انا اس سے کم پر راضی ہو تو دوسری سے دودھ پلوانا جائز ہے مگر اس سے کہا جائے گا کہ ماں کے پاس رہ کر دودھ پلائے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو جب کہ ماں اس کی درخواست کرے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا

اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو پھر اگر دونوں دودھ

فَصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا

چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی سے اور مشورہ سے تو دونوں پر

جُنَاحٌ عَلَيْهِمَا

کسی قسم کا گناہ نہیں

مشورہ کی اس لئے ضرورت ہے کہ بچہ کی مصلحت میں نظر کر لیں۔

وَإِنْ

اور اگر تم لوگ

ماں کے ہوتے ہوئے بھی کسی ضروری مصلحت سے مثلاً یہ کہ ماں کا دودھ اچھا نہیں بچہ کو ضرر ہوگا (آگے ترجمہ)

أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْرِضَعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ

اپنے بچوں کو کسی اور انا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ

عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا اتَّيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ

نہیں جبکہ ان کے حوالہ کر دو جو کچھ ان کو دینا ہو قاعدہ کے موافق

کے دوسرے عزیز واقارب اپنی کسی دنیوی غرض سے اس کو نکاح نہ کرنے دیتے اور ایک جگہ ایسا ہوا کہ عورت مطلقہ اور اس کا پہلا شوہر دونوں نکاح کرنے پر پھر رضا مند ہو گئے تھے مگر عورت کے بھائی نے غصہ میں آ کر روکا تھا اس آیت میں سب صورتیں داخل ہیں اور ہر صورت میں روکنا ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا کہ اس میں پاکی اور صفائی ہے تو اس کی عام وجہ تو یہ ہے کہ احکام الہی کا ماننا ہمیشہ سبب ہوتا ہے گناہوں سے پاک صاف رہنے کا اور خاص وجہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ عورت و مرد باہم دگر ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں پاکی اور صفائی اسی میں ہے کہ نکاح سے نہ روکا جائے ورنہ خرابی اور فتنہ اور آلودگی کا اندیشہ ہے البتہ اگر بے قاعدہ نکاح ہو اس سے روکنا نکاح سے روکنا نہیں کیونکہ وہ نکاح ہی کہاں ہو واجب بے قاعدہ ہے۔

وَالْوَالِدَتُ يُرْضَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ

گاملین

پلایا کریں

والوالدات تا یرضعن خواہ نکاح باقی ہو یا طلاق ہو چکی ہو مگر نکاح کی حالت میں اگر ماں معذور نہیں تو عند اللہ اس کے ذمہ دودھ پلانا بدوں اجرت کے واجب ہے اور اجرت لینا جائز نہیں اور اگر مانگے گی تو قضاء بھی اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اور یہی حکم ہے اس صورت کا جب کہ طلاق دے دی گئی ہو مگر عدت پوری نہیں ہوئی کیونکہ عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح کے احکام باقی رہتے ہیں اور اگر عدت طلاق ہو چکی تو بدوں اجرت کے ماں کے ذمہ دودھ پلانا واجب نہیں۔

لَبْنٍ أَرَادَ أَنْ يَتِمَّ الرِّضَاعَةُ طَوْعًا عَلَى الْهَوْلُودِ لَهُ

بیدت اس کے لئے ہے جو کوئی شیر خواری کی تکمیل کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ)

جو شرعاً نسب کے اعتبار سے باپ ہو۔

رِزْقَهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

اس کے ذمہ ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق

جب کہ وہ نکاح یا عدت میں ہوں اور زوجہ کے نان و نفقہ کے قاعدہ اور اس کے مسائل مشہور ہیں۔

لَا تَكْلَفُ نَفْسٌ إِلَّا أَوْسَعَهَا لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ

کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق کسی ماں کو تکلیف نہ پہنچانا

بَوْلِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ يَوْلِدُهَا

چاہئے اس کے بچہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہئے اس کے بچہ کی وجہ سے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ

اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے

بَصِيرٌ ﴿۲۳۱﴾

کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں

باپ کے ہوتے ہوئے بچہ کی پرورش صرف باپ کے ذمہ ہے اور جب باپ مر جائے تو اس میں تفصیل ہے اگر بچہ کو میراث وغیرہ میں مال ملا ہے تو اسی میں سے اس کا خرچ ہوگا اور اگر اس کی ملکیت میں مال نہیں تو اس کے مالدار عزیزوں میں جو اسکے محرم ہیں اور شرعاً اسکے مرنے کے بعد میراث کے مستحق ہیں تو جس قدر حصہ جس کا میراث میں ہوگا اس قدر خرچ اس بچہ کا اس کے ذمہ ہوگا۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن

والذین یتوفون تاخیر یہ یہ عدت اس بیوہ کی ہے جس کو حمل نہ ہو اور اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے تک اس کی عدت ہے خواہ جنازہ لے جائے پہلے ہی بچہ پیدا ہو جائے یا چار ماہ دس دن سے بھی زیادہ میں یہ حکم سورہ طلاق میں آئے گا۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

پھر جب اپنی میعاد (عدت) ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ایسی بات میں کہ

فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط

وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق

البتہ اگر کوئی بات خلاف قاعدہ شروع کریں اور تم باوجود روک سکنے کے نہ روکو تو تم بھی شریک گناہ ہو گے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص خلاف شرع کام کرے تو اوروں پر بھی واجب ہو جاتا ہے کہ بشرط قدرت اس کو روکیں ورنہ یہ بھی گنہگار ہوتے ہیں اور قاعدہ کے موافق سے یہ مراد ہے کہ جو نکاح تجویز ہو وہ شرعاً صحیح اور جائز ہو تمام شرائط حلت کے وہاں جمع ہوں۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۲﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں۔

جس کا خاوند مر جائے اس کو عدت کے اندر خوشبو لانا، سنگھار کرنا سرمہ اور تیل بلا ضرورت مرض کے لگانا، مہندی لگانا، رنگین کپڑے پہننا درست

نہیں اور دوسرے نکاح کی صاف بات چیت کرنا بھی عدت کے اندر درست نہیں اور رات کو دوسرے گھر میں رہنا بھی درست نہیں اور یہی حکم ہے اس عورت کا جس پر طلاق بائن پڑی ہو جس میں رجعت درست نہیں مگر اس کو شوہر کے گھر سے نکلنا بھی درست نہیں سخت مجبوری ہو تو خیر۔

مسئلہ: اگر خاوند کی وفات چاند رات کو ہوئی ہے تب تو یہ عدت چاند کے حساب سے پوری کی جائیگی ہر مہینہ چاہے انتیس کا ہو یا تیس کا اور اگر چاند رات کے بعد وفات ہوئی ہے تو ایک سو میں دن پورے کئے جائیں گے ہر مہینہ تیس دن کا لیا جائے گا اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں اور جس وقت وفات ہوئی تھی جب وہی یہ مدت گذر کر آئے گا تب عدت ختم ہوگی۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ

اور تم پر کوئی گناہ نہ ہو گا جو ان مذکورہ عورتوں کو

ولا جناح علیکم تا رحیم جو کہ عدت وفات میں ہیں اور یہی حکم ہے اس عورت کا جو طلاق بائن کی عدت میں ہو۔

مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ

پیغام (نکاح) دینے کے بارہ میں کوئی بات اشارۃً کہو

مثلاً یہ کہ مجھ کو ایک نیک عورت کی ضرورت ہے اور مثل اس کے

أَوْ أَكُنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ طَعَمَ اللَّهِ أَنْتُمْ

یا اپنے دل میں ارادہ نکاح کو پوشیدہ رکھو اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم

سَتَذَكَّرُونَ نَهْنِ

ان عورتوں کا (ضرور) ذکر مذکور کرو گے

اس لئے اشارہ کنایہ کی اجازت دے دی تو خیر اس طرح ذکر مذکور کرو۔

وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا

لیکن ان سے نکاح کا وعدہ (اور گفتگو) مت کرو مگر یہ کہ کوئی بات

قَوْلًا مَّعْرُوفًا ط

قاعدہ کے موافق کہو

تو اس کا مضائقہ نہیں اور قاعدہ کے موافق بات دینی ہے کہ اشارہ سے کہی جائے۔

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ

اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ عدت مقررہ

الْكِتَابِ أَجَلَهُ ط وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

اپنی قسم کو نہ پہنچ جاوے اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہے تمہارے

مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ج

دلوں کی بات کی سوا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو

اور ناجائز امر کا دل میں ارادہ بھی مت کیا کرو

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور یقین رکھو اس کا کہ اللہ تعالیٰ معاف بھی کرنے والے ہیں

پس اگر کسی ناجائز امر کا ارادہ کیا تھا پھر توبہ کر لی تو معاف کر دیں گے۔

حَلِيمٌ ع

حلیم بھی ہیں

سوا اگر توبہ نہ کرنے والے کو سردست سزا نہ دیں تو اس کی وجہ حلیم سمجھو
دھوکہ مت کھاؤ ف یہاں عدت کے اندر چار فعل مذکور ہیں دو زبان کے
اور دو دل کے اور ہر ایک کا حکم جدا ہے اول زبان سے صراحت پیغام نکاح
دینا یہ حرام ہے لا تواعد و هن میں اس کا ذکر ہے دوم زبان سے
اشارۃ کہنا یہ جائز ہے لا جناح علیکم اور قولاً معروفاً میں اس کا ذکر
ہے سوم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ ابھی یعنی عدت کے اندر نکاح کر لیں گے
یہ بھی حرام ہے کیونکہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے اور حرام کا ارادہ بھی
حرام ہے۔ لا تعزموا میں اس کا ذکر ہے چہارم دل سے یہ ارادہ کرنا کہ
عدت کے بعد نکاح کریں گے یہ جائز ہے اکتتم فی انفسکم میں اس
کا ذکر ہے صحبت و خلوت سے پہلے طلاق کی دو صورتیں ہیں یا تو نکاح کے
وقت مہر مقرر نہیں ہوا یا پہلی صورت کا حکم اول بیان ہوتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ

تم پر (مہر کا) کچھ مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ

مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ط

ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے

لا جناح علیکم تا علی المحسنین سو اس صورت میں مہر
اپنے ذمہ مت سمجھو۔

وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ

اور (صرف) ان کو ایک جوڑا دے دو صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت

قَدَرَهُ ج مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ح حَقًّا عَلَى

کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے جوڑا دینا

الْمُحْسِنِينَ ع

قائدے کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر

یعنی سب مسلمانوں پر کیونکہ خوش معاملگی کا سب ہی کو حکم ہے۔ ف: اگر
نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جائے نکاح ہو جاتا ہے۔ مسئلہ: اگر ایسی عورت کو قبل
صحبت اور خلوت صحیحہ کے طلاق دے دی تو کچھ مہر دینا نہیں پڑتا بلکہ ایک جوڑا تین
کپڑوں کا جس میں ایک کرتا ہو ایک سر بند اور ایک اتنی بڑی چادر جس میں سر سے
پاؤں تک لپٹ سکے واجب ہوتا ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ اس جوڑا میں مرد کی حیثیت
معتبر ہے اور ایسی عورت کے لئے یہ جوڑا قائم مقام مہر کے ہے۔ مسئلہ: یہ جوڑا پانچ
درم سے کم قیمت کا نہ ہو۔ اور اس عورت کے خاندانی مہر کے نصف سے زیادہ نہ ہو۔

وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ

اور اگر تم ان بیویوں کو طلاق دو قبل اس کے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ

وَقَدْ قَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ

اور ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہو اس کا

مَا قَرَضْتُمْ إِلَّا

نصف (واجب) ہے۔ مگر

و ان طلقتموهن تابصير دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ایک
صورت تو یہ کہ (آگے ترجمہ) ۱۲

أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يُعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةٌ

یہ کہ وہ عورتیں (اپنا نصف) معاف کر دیں یا یہ کہ وہ شخص رعایت کر دے جس کے

النِّكَاحِ ط

ہاتھ میں نکاح کا اعلق (رکھنا اور توڑنا) ہے

یہ دوسری صورت ہے کہ خاوند اس کو پورا مہر دے دے اس صورت
میں خاوند نے آدھا معاف نہیں کرایا بلکہ سارا دیدیا اور پہلی صورت میں
کچھ بھی واجب نہیں رہا جب کہ عورت نے اپنا آدھا بھی معاف کر دیا۔

وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى ط وَلَا تَنْسُوا

اور تمہارا معاف کر دینا (بہ نسبت وصول کرنے کے) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور پس میں

الْفَضْلُ بَيْنَكُمْ إِنْ أَلَّفَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٤﴾

احسان کرنے سے غفلت مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتے ہیں

تو اگر تم کسی کے ساتھ رعایت و احسان کرو گے اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر تم کو دیں گے۔ مسئلہ: جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر کیا ہوا ہو اور اس کو قبل صحبت و خلوت صحیحہ کے طلاق دے دی ہو تو مقرر کئے ہوئے مہر کا آدھا مرد کے ذمہ واجب ہوگا البتہ اگر عورت معاف کر دے یا مرد پورا مہر دے دے تو اختیاری بات ہے۔ مسئلہ: کسی کے ساتھ رعایت سلوک و احسان کرنا یا اپنا حق مہر معاف کر دینا بہت اچھا ہے اور اس کا موجب ثواب ہونا ظاہر اور معلوم ہے لیکن کسی خاص وجہ سے کبھی معاف نہ کرنا اور رعایت نہ کرنا بہتر ہوتا ہے مثلاً یہ کہ رعایت کرنے والا یا مہر معاف کرنے والی خود مفلس ہے اور معاف کرنے والے کو تنگدستی پر صبر نہ ہو سکے گا اور خود کسی معصیت سوال وغیرہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں رعایت کرنا اور معاف کرنا چاہئے نہیں عورتیں خصوصاً اس مسئلہ سے بہت غافل ہیں ہر حالت میں مہر معاف کر دینے ہی کو ثواب سمجھتی ہیں کسی شے کا قی نفسہ اچھا ہونا اور کسی عارض کی وجہ سے اچھا نہ رہنا اس میں کچھ تعارض نہیں۔ رابطہ: اس سے آگے پیچھے طلاق وغیرہ کے احکام ہیں۔ درمیان میں نماز کے احکام بیان فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اصلی مقصود حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اور معاملات و معاشرت کے احکام سے بھی علاوہ دیگر مصلحتوں کے اس توجہ کی حفاظت اور ترقی مقصود ہے کیونکہ ان احکام میں حقوق عباد ادا کرنے کی تعلیم ہے اور حقوق عبادت تلف کرنے سے درگاہ الہی سے دوری ہو جاتی ہے۔ اور دوری کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ خدا کی اور بندہ کی دونوں کی طرف سے بے توجہی ہو جائے گی چونکہ نماز میں یہ توجہ زیادہ ظاہر ہے اس لئے درمیان میں اس کے لانے سے توجہ حق کے اصلی مقصود ہونے پر زیادہ دلالت ہو گئی۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ

حفاظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز کی (خصوصاً) اور

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿٢٣٥﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ

کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے پھر اگر تم کو اندیشہ ہو

حافظوا علی الصلوات تا تعلمون باقاعدہ نماز پڑھنے کی صورت میں

فَرَجَالًا أَوْ تَرَکِبًا ۚ

تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو

جس طرح بھی بن سکے خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا نہ ہو اور گور کو رکوع و سجدہ صرف اشارہ ہی سے ہو سکتا ہے ایسی حالت میں بھی نماز کو نہ چھوڑو کھڑے کھڑے نماز جب صحیح ہوگی جب ایک ہی جگہ کھڑا رہے اور سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ پست کرے اور پیروں چلتے ہوئے نماز درست نہ ہوگی البتہ جب ایک جگہ ٹھہرنا ممکن نہ ہو مثلاً عین لڑائی کا وقت ہے تو نماز کو قضا کر دیا جائے گا دوسرے وقت پڑھ لیں گے۔

فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم

پھر جب کہ اطمینان ہو جائے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے

مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٦﴾

کرو جو تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

کثرت سے علماء کا بعض احادیث کی وجہ سے قول یہ ہے کہ بیچ والی نماز عصر کی نماز ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجر و ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغرب و عشاء اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمائی ہے کہ یہ وقت اکثر لوگوں کے لئے کام کی بھیڑ بھاڑ کا ہوتا ہے اور عاجزی کی تفسیر حدیث میں خاموشی آئی ہے اسی آیت سے نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی پہلے درست تھا۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ

اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویوں کو وہ

أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیویوں کے واسطے ایک سال تک متاع ہونے کی

إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ ۚ

اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں

والذین بتوفون تا حکیم چار مہینہ دس دن کے بعد یا وضع حمل کے بعد غرض عدت پوری کر کے وہ خود شوہر کے گھر سے جانا چاہیں (آگے ترجمہ)

فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ

تو تم کو گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے

فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

بارہ میں کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں

ان کے حکم کے خلاف مت کرو اور حکمت والے ہیں کہ تمام احکام میں تمہاری مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں گو تمہاری فہم میں نہ آ سکیں ف جاہلیت میں وفات زوج کی عدت ایک سال تھی اسلام میں بجائے ایک سال کے چار مہینہ دس دن مقرر ہوئے جیسا کہ پہلے عنقریب گزر چکا ہے مگر چونکہ اس وقت تک میراث کا حکم نازل نہ ہوا تھا اور بی بی کا کوئی حصہ مقرر نہ ہوا تھا بلکہ بجز اولاد کے سب رشتہ داروں کے حقوق کا دار و مدار مرنیوالوں کی وصیت پر تھا اس لئے عورت کی اتنی رعایت رکھی گئی تھی کہ اگر وہ عدت کے بعد بھی خاوند کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے کا حق حاصل ہے اور اس مدت سے اسی کے ترکہ سے اسی کو نان و نفقہ بھی دیا جائے اور خاوندوں کو حکم تھا کہ اس طرح کی وصیت کر جایا کریں اس آیت میں اسی کا بیان ہے اور چونکہ یہ حق عورت کا تھا اس کو اپنے حق کے وصول کرنے نہ کرنے کا پورا اختیار حاصل تھا اس لئے وارثوں کو گھر سے نکالنا جائز نہ تھا لیکن خود عورت کو جائز تھا کہ عدت پوری کر کے اس گھر میں نہ رہے اور اپنا حق ورثا کو چھوڑ دے اور نکاح وغیرہ کر لے قاعدہ کی بات سے یہی مراد ہے البتہ عدت کے اندر نکلتا اور نکاح وغیرہ کرنا سب گناہ تھا پھر جب آیت میراث نازل کی گئی اور گھربار ترکہ میں سے عورت کا حق ملنے لگا تو یہ آیت منسوخ ہو گئی اب اگر وہ رہے تو اپنے حصہ میں رہے اور اپنے ہی حصہ سے خرچ کرے ایک متاع کا بیان سی سوم (۳۳) میں ہوا ہے اور ایک متاع کا سی وینچم میں اب دوسرے اقسام متاع کے اور باقی ہیں ان کا بیان فرماتے ہیں۔

حَكِيمٌ ۲۴۰ وَلِلْمُطَلَّقاتِ مَتَاعٌ ۲۴۱ بِالْمَعْرُوفِ ط

حکمت والے ہیں اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۲۴۱

قاعدہ کے موافق (یہ) مقرر ہوا ہے ان پر جو (شرک و کفر سے) پرہیز کرتے ہیں

وللمطلقات متاع تا تعقلون مراد مسلمان لوگ ہیں اور یہ مقرر ہونا عام ہے خواہ وجوب کے درجہ میں ہو یا استحباب کے درجہ میں

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

اسی طرح حق تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں اس توقع پر

تَعْقِلُونَ ۲۴۲

کہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

مطلقات کی چار قسمیں ہیں ایک وہ جس کو قبل دخول کے طلاق دی گئی

ہو اور مہر مقرر نہ ہو اس کو جوڑا دینا واجب ہے دوسرے وہ جس کو طلاق قبل دخول کے دی گئی ہو اور مہر مقرر ہو اس کو آدھا مہر دینا واجب ہے ان دونوں کا ذکر اوپر آچکا ہے تیسرے وہ جس کو دخول کے بعد طلاق دی گئی ہو اور مہر مقرر ہو اس کو پورا مہر جو مقرر ہے دینا واجب ہے چوتھی وہ جس کو دخول کے بعد طلاق دی گئی ہو اور مہر مقرر نہ ہو اس کو خاندانی مہر پورا دینا واجب ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

(اے مخاطب) تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے

وَهُمْ أَلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ

نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے سوائے تعالیٰ نے

مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى

ان کے لئے (حکم) فرمایا کہ مر جاؤ (سب سر گئے) پھر ان کو جلا دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ

النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۲۴۳

بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں (کے حال) پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

یہ قصہ پہلی امتوں میں سے کسی کا ہے اور مشہور یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا ہے جو کسی ایسے حادثے سے بھاگے تھے جس میں موت کا اندیشہ تھا ان کو یہ بات دکھلا دی کہ موت و حیات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے چنانچہ ان کو ایک دم سے موت آگئی پھر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر کی دعا کے بعد ان کو زندہ کر دیا تاکہ بلا سبب موت و حیات دونوں کا مشاہدہ کر لیں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اس قصہ میں غور کرو (اور اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین کر رکھو اس بات کا اللہ تعالیٰ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۲۴۴

خوب سننے والے اور خوب جانتے والے ہیں

جہاد کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی باتیں سنتے ہیں اور ہر ایک کی نیت جانتے ہیں اور سب کو سزائے مناسب دیں گے۔

رابطہ: جہاد میں جان خرچ کرنے کے ساتھ مال خرچ کرنے کا بیان فرماتے ہیں اور گواہان کا بیان پہلے بھی آچکا ہے اور آئندہ بھی آئے گا لیکن ہر جگہ بیان سے مقصود جدا گانہ امر ہے چنانچہ ذرا غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

کون شخص ہے (ایسا) جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا

من ذا الذي يقرض الله قرضًا حسنًا یعنی اخلاص کے ساتھ خرچ کرے اور قرض مجازاً فرما دیا ورنہ حقیقت میں سب خدا ہی کی ملک ہے مطلب یہ ہے کہ جیسا قرض کا عوض ضرور دیا جاتا ہے اسی طرح تمہارے خرچ کرنے کا عوض بھی ضرور ملے گا۔

فِيُضِعْهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ

پھر اللہ تعالیٰ اس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دیوے اور اللہ

اس کا اندیشہ مت کرو کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جائے گا کیونکہ یہ تو خدا ہی کے قبضہ میں ہے کچھ خرچ کرنے نہ کرنے پر اس کا مدار نہیں اور ثواب بڑھانے کا بیان ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر ایک چھوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ احد پہاڑ کے ٹکڑے خرما کے برابر کئے جائیں تو بے شمار ہوں گے اس حساب سے معلوم ہو گیا کہ ثواب زیادہ ہونے کی حد سات سو تک نہیں رہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ملتا ہے بشرطیکہ خلوص سے ہوشان نزول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب وہ سات سو والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے رب میری امت کو اور زیادہ دیجئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

رابطہ اس مقام پر زیادہ مقصود غیب قاتل ہے اور پر کا قصہ اسی کی تمہید اور خرچ کرنا مضمون اسی کی تائید بھی اب طالوت و جالوت کا قصہ اسی کی تاکید ہے۔

يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۲۵﴾ أَلَمْ

کی کرتے ہیں اور فرانی کرتے ہیں اور تم اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لے

تُرْأَىٰ الْمَلَائِكَةُ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ

جائے جاؤ گے (اے مخاطب) تجھ کو بنی اسرائیل کی جماعت کا قصہ جو موسیٰ علیہ السلام

مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّهِمْ

کے بعد ہوا ہے تحقیق نہیں ہوا جب کہ ان لوگوں نے اپنے ایک پیغمبر سے کہا

الم تر الى الملائكة بالظلمين جب کہ ان پر جالوت کا فرعالب آچکا تھا اور ان کے کئی صوبے انہوں نے دبا لئے تھے۔

أَبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم اللہ کی راہ میں (جالوت

قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

(سے) قتال کریں۔ ان پیغمبر نے فرمایا کہ کیا یہ احتمال ہے کہ اگر تم کو جہاد کا حکم

أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي

دیا جاوے (اس وقت) جہاد نہ کرو؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا

سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ

کون سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں حالانکہ

جہاد کے لئے ایک محرک قوی بھی موجود ہے وہ یہ کہ ان کافروں نے ہماری بعض بستیاں بھی دبا لیں اور ہماری اولاد کو بھی دبا لے گئے۔

أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا فَلَمَّا كُتِبَ

ہم اپنی بستیوں اور اپنے اپنے فرزندوں سے بھی جدا کر دیئے گئے ہیں پھر جب

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ

ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تو باسٹنا ایک قلیل مقدار کے (باقی) سب پھر گئے

جیسا کہ جہاد کے واسطے بادشاہ مقرر ہونے کا اور ان لوگوں کے پھر جانے کا بیان تفصیلاً آتا ہے۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۱۲۶﴾

اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں

سب کو سزا دیں گے ان لوگوں نے حق تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا تھا تو کفار عمالقاہ ان پر مسلط کر دیئے گئے اس وقت ان لوگوں کو اصلاح کی فکر ہوئی اور ان پیغمبر کا نام حضرت شموئیل علیہ السلام مشہور ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ

اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر

طَلُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ

طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا۔ کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ

کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے

وَلَمْ يُوْتِ سَعَةً مِنَ الْمَالِ

زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی

تو اتنی اجازت ہے مگر اصل حکم یہی تھا کہ مطلق نہ چکھو یہ رخصت کے درجہ میں تھا غرض وہ نہر راستہ میں آئی پیاس کی تھی شدت (آگے ترجمہ)

فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ط

سو پھر سب نے اس سے (بے تحاشا) پینا شروع کر دیا مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے

احتیاط کی کسی نے بالکل نہ پیا ہوگا کسی نے چلو سے زیادہ نہ پیا ہوگا اور خرق عادت ہوا کہ زیادہ پانی پینے والے غیبی طور پر بھی زیادہ بے کار اور اذکار رفتہ ہو گئے۔

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا

سو جب طالوت اور جو مؤمنین ان کے ہمراہ تھے نہر سے پار اتر گئے کہنے لگے کہ آج تو ہم

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ط قَالَ

میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوئی (یہ سن کر) ایسے لوگ

الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا اللَّهَ

جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رو برو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے کہ کثرت سے

ایسے واقعات ہو چکے ہیں کہ (آگے ترجمہ) دیکھو تو اصل چیز استقلال ہے فتح و شکست کا مدار فوج کی قلت اور کثرت ہی پر نہیں۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً ط

بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے

يَا ذِينَ اللَّهِ

غالب آ گئی ہیں

اس قصہ میں جو احوال و اقوال مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اترے دوسرے کامل الایمان جو امتحان میں پورے اترے مگر اپنی قلت کی فکر ہوئی اور تیسرے اکمل جن کو یہ فکر بھی نہیں ہوئی۔

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ط

اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں

ولما برزوا لجالوت ثا الکفرین دیار عالقہ میں پہنچے اور (آگے ترجمہ)

وَلَمَّا

اور جب

اس دعا کی ترتیب بڑی پاکیزہ ہے کہ اصل مقصود تو غلبہ تھا مگر غلبہ کے لئے ثابت قدمی کی ضرورت تھی اس لئے پہلے اس کی دعا کی اور ثبات قدمی کا مدار ہے ثبات قلبی پر اس لئے سب سے پہلے اس کی دعا کی۔

بَرَزُوا لَجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ

جالوت اور ان کی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے

عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبَّتْ أقدَامَنَا وَانصَرْنَا

پروردگار ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے

عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ط

رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔

فہر موہم باذن اللہ تا علی العلمین جو اس وقت لشکر طالوت میں تھے اور اس وقت تک نبوت وغیرہ نہ ملی تھی۔

فَهَرَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ قَتَلَ دَاوُدُ

پھر طالوت والوں نے جالوت والوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے

شکست دی اور داؤد علیہ السلام نے

اور مظفر و منصور واپس آئے۔

جَالُوتَ

جالوت کوئل کرڈالا

جیسے بلا آلات کے زرہ بنانا اور جانوروں کی بولی سمجھنا اور حکمت سے مراد اس جگہ نبوت ہے آگے اس واقعہ کی مصلحت جامع بیان فرماتے ہیں (آگے ترجمہ)

وَأَنَّ اللَّهَ الْمَلِكُ وَالْحَكِيمُ وَعَلِمَهُ مِمَّا

اور ان کو (یعنی داؤد کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو

يَشَاءُ ط

جو منظور ہو ان کو علیم فرمایا

اس لئے وقفاً و قنا اصلاح کرتے رہتے ہیں اور کبھی جو اس کا عکس ہو جاتا ہے کہ مفسد لوگ اہل حق پر غالب ہو جاتے ہیں اس میں کچھ اور مصلحتیں ہوتی ہیں لیکن اصلی مقصود حق تعالیٰ کا اہل حق کو غالب کرنا ہوتا ہے چنانچہ آخر انجام اسی پر قرار پاتا ہے جیسا کہ حدیث اور مشاہدہ و ذوق شاہد ہیں۔ ف: اس قصہ میں عیسائیوں نے کچھ شبہات کئے ہیں ان کا جواب مع تقریر شبہات تفسیر حقانی میں مذکور ہے۔

الحمد للہ دوسرے پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى

اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

علیہا السلام کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدس (یعنی

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْنَا الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ

جبرائیل) سے فرمائی اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ

باہم قتل و قتل نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس (امر حق کے) دلائل پہنچ چکے تھے لیکن

اِخْتَلَفُوا فِيهِمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ ۖ

وہ لوگ باہم (دین میں) مختلف ہوئے سو ان میں سے کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا

چونکہ اللہ تعالیٰ کو بعض حکمتیں منظور تھیں اس لئے ان میں دینی اتفاق پیدا نہیں کیا۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْتُمْ وَلَكِنْ اللَّهُ

اور نہ تو قتل و قتل نہ کرتے (پہنچی) اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتل نہ

يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۖ

کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں

پھر اس اختلاف میں نوبت یہ قتل و قتل بھی پہنچی۔

احقر کے ذوق میں اس مضمون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک

گونہ تسلی کرنا منظور ہے کہ بعد اس کے کہ نبوت آپ کی بہت دلائل سے

ثابت ہو چکی پھر بھی منکر انکار ہی کئے جاتے تھے اس سے آپ کو رنج و کلفت

ہونے کا محل تھا اس لئے حق تعالیٰ نے یہ بات سنائی کہ آپ سے پہلے اور بھی

پیغمبر مختلف درجوں کے گزرے ہیں۔ لیکن ایمان عام کسی کی امت میں نہیں

ہوا کسی نے موافقت کی اور کسی نے مخالفت اس لئے کسی کے ایمان نہ لانے

سے غمگین نہ ہو جائے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں گو ہر شخص پر

منکشف نہ ہوں مگر اتنا عقیدہ اجمالا ضروری ہے کہ کوئی حکمت ضرور ہے۔

رابطہ: عنقریب یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ابواب البر میں سے دو امر کا بیان زیادہ

اہتمام سے ہوا ہے ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے چنانچہ

قدرے اس جگہ پھر ایک رکوع کے بعد پھر اس سے آگے اسی کا بیان ہوا ہے مگر

رابطہ: چونکہ قرآن کے بڑے مقاصد میں سے ایک مقصود اثبات نبوت محمدیہ بھی ہے اس لئے اکثر جس جگہ کسی مضمون کے ساتھ مناسب ہونے کی وجہ سے موقع ہوتا ہے وہاں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے چنانچہ اس مقام پر اس قصہ کی صحیح خبر دینا ایسے طور پر کہ نہ آپ نے کہیں پڑھا نہ سنا نہ آپ نے چشم خود دیکھا بوجہ معجزہ ہونے کے صریح دلیل ہے صدق دعویٰ نبوت کی اس لئے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر استدلال فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو) تلك ايت الله نتلوها عليك الخ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَا

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے

لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ

رہا کرتے ہیں تو سر زمین (تمام تر) فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل

عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ تَتْلُوهَا

والے ہیں جہاں والوں پر یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

پڑھ کر سناتے ہیں اور (اس سے ثابت ہے کہ) آپ بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ

(مثلاً) بعض ان میں سے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں (یعنی موسیٰ علیہ السلام)

رابطہ: چونکہ اوپر کی آیت میں ضمناً پیغمبروں کا اجمالی طور پر ذکر آ گیا تھا اس لئے اس آیت میں ان کے احوال و کمالات کی کسی قدر تفصیل مذکور ہوتی ہے اور انبیاء کی مناسبت سے ان کی امتوں کی ایک خاص حالت کا بیان اور اس خاص حالت کے واقع ہونے میں جو حکمتیں اور مصالح الہیہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں تلك الرسل تا ما يريد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی گویا واسطہ فرشتہ کے ہو مگر بے

حجاب نہ تھی پس سورہ شوریٰ کی اس آیت سے کچھ تعارض نہیں جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بشر سے بے حجاب کے کلام نہیں فرماتے۔ و ما کان

لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب البتہ بعد موت کے

بے حجاب ہونا بھی شرعاً ممکن ہے پس وہ آیت دنیا کے اعتبار سے ہے۔

مقصود ہر جگہ جدا ہے اس لئے تکرار کا شبہ نہیں ہو سکتا چنانچہ یہاں طرز کلام میں غور کرنے سے زیادہ مقصود جلدی خرچ کرنے کی طرف رغبت دلانا ہے اور وقت و گنجائش مال کو غنیمت سمجھنے کی بابت اللہ تعالیٰ انہماک ہم الظلمون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ

اے ایمان والو! خرچ کرو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں بل اس کے

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ

کہ وہ دن (قیامت کا) آجائے جس میں

کوئی چیز اعمال خیر کا بدل نہ ہو سکے گی کیونکہ اس میں (آگے ترجمہ)

لَا بَيْعُ فِيهِ

نہ تو خرید و فروخت ہوگی

کہ کوئی چیز دے کر اعمال خیر خرید لو

وَلَا خُلَّةٌ

اور نہ دوستی ہوگی

کہ کوئی تم کو دوستی میں آکر اپنے اعمال خیر دے دے۔

وَلَا شَفَاعَةٌ

اور نہ (بلا اذن الہی کوئی سفارش ہوگی

جس سے اعمال خیر کی تم کو حاجت ہی نہ رہے۔

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۵۵﴾

اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں

کہ اعمال اور مال کو بے موقع استعمال کرتے ہیں اس طرح کہ طاعت بدنہ و مالیہ کو چھوڑتے ہیں اور معصیت مالیہ و بدنہ کو اختیار کرتے ہیں ف: مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو اعمال خیر دنیا میں فوت ہو جائیں گے پھر وہاں ان کا کچھ بھی تدارک قدرت سے خارج ہو جائے گا کیونکہ طریقہ تدارک کے تحت القدرت ہونے کے لئے تین باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ اس طریقہ کا وجود تو ہو دوسرے وہ عام ہو یعنی اس کا وجود بکثرت ہو تیسرے اپنے اختیار میں ہو اور یہاں جتنے طریقے تدارک کے ہیں تینوں باتیں مجتمع کسی میں نہیں ہج کا تو وہاں سرے سے وجود ہی نہیں دوستی کا وجود ہوگا مگر عام نہ ہوگا شفاعت کسی کے اختیار میں نہیں ہے پس آخرت میں اپنی کوتاہیوں کا تدارک کرنا ہر

طرح تمہارے اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ پس اس آیت میں دوستی اور شفاعت کی مطلقاً نفی نہیں ہوئی۔ چنانچہ الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین سے وجود شفاعت اور اگلی ہی آیت میں من ذالذی یشفع عنده الا باذنه سے وجود شفاعت خود مفہوم ہوتا ہے لیکن اس علت و شفاعت کے باوجود بھی اعمال صالحہ کی پھر بھی بہت ضرورت ہوگی اقل درجہ ایمان درست ہونا تو لازمی ہے مقصود آیت کا یہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال خیر کے ثمرات حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہوگا جو کرنا ہو تمہیں کر لینا چاہئے اور بعض نے کہا ہے کہ مقصود ترک انفاق پر وعید سنانا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس جگہ انفاق سے زکوٰۃ مراد ہے اور ترک فرض موجب وعید ہے اور تارک زکوٰۃ کو کافر فرمانا بطریق زجر کے ہے ربط: اوپر کی آیت میں جس طرح قیامت کے دن شفاعت بلا اذن الہی سے اعمال خیر پر قدرت نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے کہ ان کے روبرو کسی کو مجال دم زدن نہیں اس مناسبت سے اس آیت میں جس کو آیت الکرسی کہتے ہیں توحید ذات و صفات کا ذکر فرماتے ہیں کہ عظمت شان کی خوب توضیح و تاکید ہو جائے اللہ تا العظیم

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ

تو تم اپنے مت بنو اللہ تعالیٰ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں زندہ ہے

سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي

سنہالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو آگاہد باکستی ہے اور نہ نیند اسی کے ملوک ہیں سب جو

الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا

کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی)

بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان موجودات کے تمام حاضر و غائب

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا

حالات کو اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لاسکتے مگر

بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

جس قدر (علم) وہ دینا (بے) چاہے اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور سب زمین کو اپنے اندر لے

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿۵۶﴾

رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہ عایشاں عظیم الشان ہے

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا لَا يُخْرِجُهُمُ

اللہ تعالیٰ سناٹھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (یا

مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ

بچا کر (نور) (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھ شیاطین ہیں

كَفَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ لَا يُخْرِجُونَهُمُ

(اُنکی یا جنہی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لے

مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ

جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۵۰

رہیں گے (اے مخاطب) تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی مردوکا) جس نے

إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں اس

أَنَّ اتَّهَ اللَّهُ الْمَلِكُ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

وہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا

رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ لَا قَالَ أَنَا

پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں

أُحْيِي وَأُمِيتُ ط

اور مارتا ہوں

الم تر إلى الذي تا الظلمين حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس

کے پوچھنے پر کہ خدا کیسا ہے خدا تعالیٰ کی خاص صفات بیان کیں وہ کوڑھ مغر

جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھا نہیں کہنے لگا کہ یہ کام تو میں بھی کر سکتا

ہوں چنانچہ جس کو چاہوں قتل کر دوں اور جس کو چاہوں قتل سے معاف کر دوں

یہ جلانا ہے ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بالکل ہی بھدی عقل کا ہے

کہ قتل کرنے اور قتل سے معاف کرنے کو جلانا اور مارنا سمجھتا ہے حالانکہ جلانے

کی حقیقت یہ ہے کہ بے جان چیز میں جان ڈال دے نہ یہ کہ زندہ کو چھوڑ

دے اور مارنے کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی جان اپنے اختیار سے نکالے نہ یہ

کہ گردن الگ کر دے اور جان خود بخود بدوں اس کے اختیار کے نکل جاوے

قیامت میں انبیاء و اولیاء حق تعالیٰ کی مرضی پانے کے بعد شفاعت کریں گے اور کرسی ایک جسم ہے عرش سے چھوٹا اور آسمانوں سے بڑا جیسا کہ روح المعانی میں بروایت ابوذر ثمری ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک چھٹا ایک بڑے میدان میں پڑا ہوا اور عرش کرسی سے اتنا بڑا ہے جیسے وہ میدان اس چھٹے سے بڑا ہے اور سند دار قطنی وغیرہ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے کرسی کو بتلا کر فرمایا کہ عرش کی کوئی حد ہی نہیں بتلا سکتا ہے۔ ربط: انک لمن المرسلین میں اثبات رسالت اور آیت الکرسی میں توحید حق سبحانہ و تعالیٰ مذکور ہوئی ہے اور یہی دونوں اسلام کے اصل الاصول ہیں ان کے اثبات سے لازمی طور پر دین اسلام کی حقانیت بھی ثابت ہوگئی اس آیت میں اسی پر تفریع کر کے اسلام کا محل اکراہ نہ ہونا بیان فرماتے ہیں لا اکراہ فی الدین تا علیم

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ

دین میں زبردستی (کافی نفسہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی

مِنَ الْغَيِّ ط

سے ممتاز ہو چکی ہے

یعنی اسلام کی خوبی دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکی ہے پس اسلام ایک کھلی ہوئی چیز ہے وہ زبردستی اور اکراہ کافی نفسہ محل نہیں۔ زبردستی اس امر میں ہوا کرتی ہے جس کی خوبی واضح نہ ہو۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ

سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْقِصَامَ لَهَا ط

اسلام قبول کر لے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔ جس کو کسی طرح ٹکٹل

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۵۱

نہیں (ہو سکتی) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب جاننے والے ہیں

یعنی ظاہری اور باطنی اقوال کو خوب سنتے اور جانتے ہیں سو اگر کوئی صرف زبان سے اسلام لاوے گا اور دل میں کفر رکھے گا تو ہم سے چھپ نہیں سکتا ہم آپ ہی اس کو سمجھ لیں گے۔

اس کا اختیار ہوتا تو یہ اختیار بھی ہونا چاہئے تھا کہ گردن الگ کر دے اور جان نہ نکلنے دے جب قرآن سے معلوم ہوا کہ یہ جلانے اور مارنے کی حقیقت تو سمجھ گاہیں اس ضرورت سے دوسرے جواب کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ اِبْرَاهِمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق

مِنَ الْمَشْرِقِ فَاَتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے۔ اس پر متحیرہ گیا وہ

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کافر (اور کچھ جواب نہ آیا) اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۸﴾

بے جا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے

بلکہ عادت یہ ہے کہ اول کوئی ارادہ قبول حق کا خود کرے پھر وہ ہدایت کر دیتے ہیں اور اختیاری افعال میں اگر ارادہ نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا نہیں کرتے اگر یہ شبہ ہو کہ ارادہ بھی تو ان ہی کے پیدا کرنے پر موقوف ہے جواب یہ ہے کہ ارادہ میں بندہ مجبور محض نہیں حق تعالیٰ نے بندہ کو دونوں راستے دکھا دیئے ہیں حق کا بھی باطل کا بھی اور اس کو اختیار دے دیا ہے کہ جس کو چاہے لے لے اب اپنے اختیار سے وہ جس کا قصد کرے حق تعالیٰ اس راہ پر اس کو چلا دیتا ہے۔ ف بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ نمرود کو دوسری دلیل پر یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ اگر خدا موجود ہے تو وہی آفتاب کو مغرب سے نکال دے۔ دفع اس کا یہ ہے کہ اس وقت اس کے دل میں بلا اختیار یہ بات پڑ گئی تھی کہ خدا ضرور موجود ہے اور مشرق سے آفتاب کا طلوع ہونا اسی کا فعل ہے اور وہ مغرب سے بھی نکال سکتا ہے اور یہ شخص یعنی ابراہیم علیہ السلام پیغمبر ہیں ان کے کہنے سے ضرور ایسا ہو جاوے گا اور اگر ایسا ہو گیا تو عالم میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑ جائیں مثلاً اس معجزہ کو دیکھ کر سب لوگ مجھ سے منحرف ہو کر ان کی راہ پر ہو لیں ذرا سی بات میں سلطنت جاتی رہے یہ جواب تو اس لئے نہ دیا اور دوسرا کوئی جواب تھا ہی نہیں اس لئے حیران منہ دیکھ کر رہ گیا۔ او کالذی تا قلدیر

اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ

یام کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ اس کا ایک بستی پر ایسی

عَلَى عُرْوَتِهَا قَالَ اُنّٰی يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ

حالت میں گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ

بَعْدَ مَوْتِهَا

اس بستی (کے مردوں) کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔

یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مردوں کو ضرور زندہ کریں گے مگر بوجہ اس کے عجیب ہونے کے ایک حیرت بھی دل پر غالب ہو گئی کہ خدا جانے جلانا کس صورت سے ہوگا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس کا تماشا دنیا ہی میں اس کو دکھلا دیں تاکہ ایک نظیر واقع ہو جانے سے لوگوں کو زیادہ ہدایت ہو۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةً عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ

سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کراٹھایا (اور پھر) پوچھا

قَالَ كَمْ لَبِثْتُ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضُ

کہ تو کتنی مدت اس حالت میں رہا اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا

يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةً عَامٍ فَانْظُرْ

ایک دن سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے۔ تو اپنے کھانے

اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ

(کی چیز) اور پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گئی۔ اور (دوسرے) اپنے

اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں۔

کہ اس کی نظیر سے قیامت کے زندہ ہونے پر استدلال کر سکیں۔ روح المعانی میں حضرت علی و ابن عباس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام ہیں اسی لئے احقر نے اس کی تصریح کر دی کہ ان کو قیامت میں زندہ ہونے کا یقین تھا اور اس حیرت کی وجہ بھی ظاہر کر دی کہ چونکہ یہ امر عجیب تھا اس کی کیفیت خاص وہ معین نہ کر سکے اور آخر میں جو کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یقین رکھتا ہوں۔ یہ ایک طبعی واضطراری حالت ہے کہ نئی بات کو دیکھ کر اقرار و قدرت کو تازہ کیا جاتا ہے چنانچہ ہمارے محاورات میں بھی سبحان اللہ وغیرہ ایسے موقع پر کہہ اٹھتے ہیں حالانکہ اس کا پہلے سے عقیدہ ہوتا ہے اور اس مجموعی کیفیت سے ان کی حیرت کا جواب احقر کے ذوق میں اس طرح ہے کہ قیامت میں زندہ ہونا چند وجوہ سے محل حیرت ہے ایک تو خود زندہ کرنا دوسرے طویل مدت کے بعد زندہ کرنا تیسرے خاص کیفیت سے زندہ کرنا چوتھے اس

کہ ایک متعین کیفیت کا مشاہدہ کرنے سے بہت سے احتمالات کی طرف ذہن کو حرکت نہ ہو۔

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ

ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو۔ پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے ہلا لو۔

تاکہ ان کی خوب شناخت ہو جائے پھر سب کو ذبح کر کے مع پرو استخوان وغیرہ کے ان کا خوب قیمہ سا کر کے کئی حصے کر دو اور چند پہاڑ اپنی تجویز سے اختیار کر لو (آگے ترجمہ)

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔ (اور) پھر ان سب کو پلاؤ (دیکھو)

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيَنَّكَ سَعْيًا وَاعْلَمَنَّ أَنَّنَا

تمہارے پاس سب دوڑے دوڑے چلے آویں گے اور خوب یقین رکھو اس بات

اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

کا کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

یعنی حق تعالیٰ زبردست قدرت والے ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں مگر پھر جو بعض باتیں نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمت والے بھی ہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے

اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت۔ جس سے (فرض کرو)

فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط

سات بالیاں جمیں (اور) ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں۔

اسی طرح خدا تعالیٰ ان کا ثواب سات سو حصہ تک بڑھاتے ہیں۔

وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَن يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ

اور یہ افزودنی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت

عَلِيمٌ

والے جاننے والے ہیں

مدت تک روح کا باقی رکھنا پانچویں بعد زندہ ہونے کے برزخ میں رہنے کی مدت معلوم نہ ہونا۔ پہلی بات خود ان کو زندہ کر کے اور ان کے گدھے میں جان ڈال کر بتلادی گئی دوسری بات ثابت کرنے کے لئے ان کو سو برس تک مردہ رکھا تیسری بات کے لئے خود گدھا ان کے سامنے زندہ کر کے دکھلا دیا چوتھی بات کے لئے کھانے اور پینے کی چیزوں کا باقی رکھنا اور خود ان کے بدن کا باقی رکھنا دکھلا دیا کیونکہ کھانا پینا بوجہ عناصر کی ترکیب کے بہ نسبت روح کے زیادہ قابل تغیر و فساد کے ہیں اور پانچویں بات کے لئے خود ان کا یہ سمجھنا کہ میں ایک دن یا دو دن رہا ہوں دلیل ہو گیا کہ اسی طرح اہل معشر بھی زمانہ دراز کو بہت کم سمجھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو مرنے کے بعد بہت جلدی زندہ ہو گئے۔ رہی یہ بات کہ جب دوسروں نے دیکھا نہیں تو لوگوں کے لئے نمونہ قدرت یہ واقعہ کیونکر ہو گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن خارجہ سے ان کو ان کے بیان کے صحیح بات ہونے کا یقین بطور علم بدیہی کے ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

وَأَنظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ

اور اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دے دیتے ہیں۔ پھر ان پر

نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ط قَالَ

گوشت چڑھائے دیتے ہیں پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہا تھا کہ میں یقین رکھتا

أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط

ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس وقت کو یاد کر جبکہ ابراہیم علیہ السلام

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى ط

نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔

واذ قال ابراہیم تا حکیم یعنی زندہ کرنے کا تو یقین ہے مگر عقلاً اس کی بہت سی صورتیں ممکن ہیں ان میں سے معلوم نہیں کونسی کیفیت ہوگی اب چونکہ اس درخواست کا قصہ سن کر احتمال تھا کہ کسی کم سمجھ کو ابراہیم علیہ السلام پر لغو و بالہ یقین کامل نہ رکھنے کا گمان ہوتا اس لئے حق تعالیٰ نے خود ان سے اس کا سوال کر کے اور ان کا جواب نقل فرما کر اس کو صاف کر دیا حق تعالیٰ کا یہ سوال اس وجہ سے نہ تھا کہ معاذ اللہ ان کو بھی ابراہیم علیہ السلام پر ایسا شبہ تھا۔

قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنُ ط قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن

ارشاد فرمایا کیا تم یقین نہیں لائے انہوں نے عرض کیا یقین کیوں نہ لانا لیکن اس غرض

لِيُطَمِّنَ قَلْبِي ط

ہے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جاوے۔

میں کچھ بھلائی نہیں رلے: اب احسان و ایذا رسانی کا اور ان کے ساتھ ریا کا صدقہ کے ثواب کو باطل کر دینا مع ایک مثال کے بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود ان باتوں سے منع کرنا ہے یا ایہا الذین امنوا اتوا الکفرین

حَلِيمٌ ۲۶۳ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا

حلیم ہیں۔ اے ایمان والو۔ تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو۔

صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ

برباد مت کرو۔ جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کو

رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر

مراد اس سے منافق ہے وہ خیرات کے اصل ثواب ہی کو برباد کر دیتا ہے۔

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی (آگئی) ہو

اور اس مٹی میں کچھ گھاس پھوس جم آیا ہو

فَأَصَابَهُ وَاِبِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ط

پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو بالکل صاف کر دے

اسی طرح منافق کے ہاتھ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ ہو گیا جو ظاہر میں ایک نیک عمل معلوم ہوتا ہے جس میں امید ثواب کی ہوتی ہے لیکن اس کے نفاق نے ویسا ہی کورا کا کورا ثواب سے خالی چھوڑ دیا۔

لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ط

ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔

کیونکہ کمائی سے مراد نیک عمل ہے اور اس کا ہاتھ لگنا ثواب کا ملنا ہے اور ثواب کی شرط ایمان اور اخلاص ہے اور ان لوگوں میں دونوں نہیں۔ کیونکہ ریا کار بھی ہیں اور کافر بھی۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۲۶۴

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو (جنت کا) راستہ نہ بتلاوے گی

کیونکہ کفر کی وجہ سے ان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوا جس کا ثواب ذخیرہ ہوتا اور وہاں پہنچ کر اس کے صلہ میں جنت میں پہنچائے جاتے۔ رلے: صدقات باطلہ غیر مقبولہ کی مثال بیان فرما کر اب صدقات مقبولہ کی

ان کے یہاں کی چیز کی کمی نہیں وہ سب کو یہ افزونی دے سکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی جاننے والے بھی ہیں اس لئے اخلاص نیت وغیرہ کو دیکھ کر عطا فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو

اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا

(اس پر) احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے اس کو) آزار پہنچاتے ہیں

أَذَى لَا لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا

ان لوگوں کو ان (کے اعمال) کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس اور

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۲۶۵

نہ ان پر کوئی خطرہ ہو گا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

برتاؤ سے آزار پہنچانا یہ کہ مثلاً اپنے احسان کی بناء پر اس کے ساتھ تحقیر سے پیش آئیں اس سے دوسرا شخص آزار پاتا ہے۔

رلے: اس میں احسان و ایذا رسانی کی مذمت بیان فرماتے ہیں۔ قول معروف تا حلیم ناداری کے وقت جواب میں معقول اور (آگے ترجمہ)

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ

مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا

سائل سے اگر وہ بدتمیزی سے غصہ دلاوے یا اصرار سے تنگ کرے۔

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا أَذَى ط وَاللَّهُ غَنِيٌّ

(ہزار درجہ) بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے

بعد آزار پہنچایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں۔

کسی کے مال کی ان کو حاجت نہیں جو کوئی خرچ کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے پھر آزار کس بنا پر پہنچایا جاتا ہے اور آزار پہنچانے پر جو فوراً سزا نہیں دیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حلیم بھی ہیں ناداری کی قید اس لئے لگائی کہ استطاعت کے وقت تو حاجت مند کی اعانت نہ کرنا خود برا ہے اس کو بہتر کیوں کہا جاتا البتہ ناداری کے وقت نرمی سے جواب دینا اور سائل کی سختی کو ٹال دینا چونکہ موجب ثواب ہے اس لئے اس کو خیر فرمایا گیا اور آزار پہنچانا حرام اور موجب عذاب ہے احسان جتلا نا بھی اسی میں شامل ہے اور چونکہ اس صدقہ میں جو دل آزاری کے ساتھ دیا گیا ہو بظاہر اتنی خیریت معلوم ہوتی ہے کہ صدقہ تو پایا گیا لیکن اس خیریت کی نفی فرمادی گئی کہ اس

مثال بیان فرماتے ہیں۔ و مثل الذین تا بصیر

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ

اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی

مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ

کی غرض سے اور اس غرض سے اپنے نفسوں کو (اس عمل شاق کا ذخیرہ بنا کر ان) میں پختگی پیدا کریں

تاکہ دوسرے اعمال صالحہ سہولت سے صادر ہوا کریں تو صریح اس کی یہ ہے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے اور اہل سلوک کے برتاؤ میں ہے کہ جس کام میں نفس کو کسی قدر مشقت ہو اس کے بار بار کرنے سے نفس کے اندر بوجہ عادت کے ایک پختہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے وہ دوسرے اعمال میں بھی پس و پیش نہیں کرتا اور نفس کی مزاحمت مغلوب ہو جاتی ہے تو اس آیت میں اس کی ترغیب ہے کہ ہر عمل میں یہ نیت بھی کر لینا اچھا ہے کہ اس سے دوسرے اعمال کے لئے بھی نفس میں آمادگی پیدا ہو اور یہی حاصل ہوتا ہے۔ مجاہدہ کا اور صدقہ خیرات کا خلاصہ اس نیت کا یہ ہوا کہ اس وقت بھی اس عمل سے رضا الہی حاصل ہو اور ایسی عادت ہو جائے کہ آئندہ بھی ہمیشہ رضا الہی حاصل کیا کریں غرض دونوں نیتوں سے مقصود رضا الہی کی طلب ہے اور اس تشبیہ میں جو دو طرح کی بارش فرض کی گئی ہے اس سے مقصود تفاوت بیان کرنا ہے مراتب اخلاص کا چونکہ یہ خرچ کرنا ایمان کے ساتھ ملا ہوا ہے احسان و ایذا رسانی سے پاک ہے اخلاص اس میں موجود ہے تو ضرور مقبول ہو کر ثواب بڑھنے کا باعث ہوگا خواہ اخلاص اعلیٰ درجہ کا ہو یا اوسط درجہ کا یا ادنیٰ درجہ کا نفس قبول و زیادت ثواب کے لئے کافی ہے گو تفاوت مراتب اخلاص سے مراتب قبول میں بھی تفاوت ہوگا۔

كَمْثَلِ جَنَّتِهِمْ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ

مثال حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیکرے پر ہو کہ

فَأَتَتْ أَكْثَهَا ضَعْفَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا

اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دوگنا (چوگنا) پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا

وَابِلٌ قَطَلَ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۵﴾

مینہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔

أَيُّودُ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو۔

مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

کھجوروں کا اور انگوروں کا اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں۔

أَلَّا نَهْرُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ لَا

اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ ۚ

کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں

فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۚ

سو اس باغ پر ایک گولہ آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے

رابطہ: اس مقام پر تین قسم کے صدقات کا بیان کرنا منظور ہے ایک وہ جس میں ایمان و اخلاص کے ساتھ احسان و ایذا سے بچنا بھی موجود ہو اس کا بیان دو آیتوں میں دو مثالوں کے ضمن میں مذکور ہوا کمثل حبة اور کمثل حنة ہر بوء دوسرے وہ جس میں ایمان و اخلاص نہ پائے جائیں خواہ دونوں نہ ہوں یا فقط ایک نہ ہو اس کا بیان کالذی ینفق مالہ میں اس مثال کے ساتھ ہوا کمثل صفوان تیسرے وہ جس میں احسان و ایذا سے بچنا نہ پایا جائے اس کا بیان اس آیت میں ایک مثال کے ساتھ ہوتا ہے پہلی قسم کی دو مثالیں شاید اس لئے بیان کی گئیں کہ وہ بوجہ مقبول ہونے کے زیادہ قابل اہتمام ہے واللہ اعلم ابو داؤد احکم تا یتفکرون ظاہر بات ہے کہ کسی کو اپنے لئے یہ بات پسند نہیں آ سکتی پھر اس کے مشابہ تو یہ بات بھی ہے کہ اول صدقہ دیا یا اور کوئی نیک کام کیا جس کے قیامت میں کام آنے کی امید ہو کہ وہ غایت درجہ احتیاج کا وقت ہوگا پھر ایسے وقت میں معلوم ہوگا کہ ہمارے سب صدقات بوجہ احسان و ایذا رسانی کے غارت یا دیگر معاصی سے ہماری طاعات بے برکت ہو گئی ہیں۔ اس وقت کیسی سخت حسرت ہوگی کیسی آرزوؤں کا خون ہوگا پس جب تم اس مثال کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے تو ابطال طاعات کو کیسے گوارا کرتے ہو۔

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے

تَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾

تاکہ تم سوچا کرو

روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک بات اس آیت کی تفسیر

حَبِيدٌ ۲۷۷

تعریف کے لائق ہیں

یعنی ذات و صفات میں کامل ہیں تو ان کے دربار میں بھی ایسی چیز پیش کرنا چاہئے جو عمدہ اور قابل تعریف ہو شان نزول سے طیب کے معنی عمدہ لئے گئے کیونکہ بعض لوگ خراب چیزیں لے آئے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور بعض نے طیب کی تفسیر حلال سے کی ہے کیونکہ پوری عمدہ جیسی ہوگی جب حلال بھی ہو اور پہلی تفسیر پر حلال ہونے کی شرط دوسرے دلائل سے ثابت کی جائے گی اور یاد رکھو کہ یہ اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس عمدہ چیز ہو پھر بری ٹنگی چیز خرچ کرے اور جس کے پاس اچھی ہو ہی نہیں وہ اس ممانعت سے بری ہے اس کی وہ بری چیز ہی قبول ہے ربط: اب تنبیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تم کو خرچ کرنے کی اور اس میں عمدہ مال کی رعایت کرنے کی ترغیب دی ہے اس میں شیطان بہکایا کرتا ہے تم اس پر مت عمل کرنا الشیطان یعدکم تا اولوا الالباب

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے

کہ اگر خرچ کرو گے یا اچھا مال خرچ کرو گے تو محتاج ہو جاؤ گے۔

وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ

اور تم کو بری بات (یعنی بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے

مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ط

اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا

اگر تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اچھا مال خرچ کرو کیونکہ نیک جگہ خرچ کرنا طاعت ہے اور طاعت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض کسی کو صرف آخرت میں اور کسی کو دنیا میں بھی بہت زیادہ دیا کرتے ہیں ۱۲

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۲۷۸ یُؤْتِي الْحِكْمَةَ

اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں دین کا فہم جس کو

مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے

أَوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا

اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے

میں منقول ہے جس کو حضرت عمرؓ نے بھی پسند فرمایا کہ یہ آیت تمام طاعات کو عام ہے کہ جس طاعت کے بعد آدمی گناہوں میں منہمک ہو جائے تو وہ طاعت خراب ہو جائے گی اس کی تحقیق جیسا کہ اوپر اجمالاً بیان کیا گیا ہے کہ طاعات میں کچھ شرطیں انوار و برکات باقی رہنے کے لئے بھی ہوا کرتی ہیں وہ شرط یہ ہے کہ طاعت کے بعد عموماً سب گناہوں سے پرہیز رکھے کیونکہ جب طاعت کے بعد معاصی میں مشغول و منہمک ہوتا ہے تو ان کے انوار و برکات سلب ہو جاتے ہیں جس کا اثر دنیا میں تو یہ ہوتا ہے کہ قلب میں جو حلاوت طاعت سے پیدا ہوئی تھی وہ زائل ہو جاتی ہے اور ایک طاعت سے جو دوسری طاعات کا سلسلہ چلا کرتا ہے اور ویسے ہی سامان جمع ہونے لگتے ہیں جس کا نام توفیق ہے وہ توفیق بند ہو جاتی ہے بلکہ طاعات معمولہ میں بھی ناغہ اور سستی اور کمی ہونے لگتی ہے اور جو ثمرات آخرت میں ان فوت شدہ اعمال پر ملتے وہاں اس سے محروم رہے گا یہ اثر عالم آخرت میں ہوگا غرض اس نور و برکت کے سلب ہونے کو بھی کہیں آیات و احادیث میں حیط وغیرہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے مگر اس سے مراد حیط بمعنی مشہور نہیں کہ خود اس طاعت کا بھی ثواب نہ ملے اور وہ بالکل اکارت ہو جائے ربط: مال خرچ کرنے میں جن باتوں کی رعایت ضروری ہے ان میں سے بعض تو ذکر ہو چکیں جیسے احسان و ایذا و ریا سے بچنا اور ایک یہ بھی شرط ہے کہ وہ چیز ردی اور خراب نہ ہو اب اس کو بیان فرماتے ہیں یا ایہا الذین امنوا تا حمید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ

اے ایمان والو! (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور

مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اور ردی

الْأَرْضِ وَلَا تَيَسَّوْا الْخَبِيثَاتِ مِنْهُ تُنْفِقُونَ

(ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کرو۔

وَلَسْتُمْ بِأَخْذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْنُوا فِيهِ ط

حالانکہ تم بھی اس کے لینے والے نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ (تو اور

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

بات ہے) اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں

جو ایسی ناکارہ چیزوں سے خوش ہوں ۱۲

أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۹۹﴾

ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں)

یعنی صحیح عقل رکھتے ہیں اور یہاں شیطان کے ڈرانے سے مراد وہ دور دراز کے اوہام ہیں جو نیک کام میں خرچ کرنے کے وقت باوجود گنجائش ہونے کے کبھی کبھی خیال میں آیا کرتے ہیں اکثر بخیل لوگ ایسے وہم میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ جب گنجائش ہے تو بقدر مناسب خرچ کرنے سے محتاجی کا احتمال ہی غلط ہے پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ ایسے خرچ کرنے میں ضرورت بالکل نہیں نفع ہر طرح کا ہے کہ مغفرت بھی ملے اور فضل بھی پس عقل کا مقتضی یہی ہے کہ ایسی حالت میں شیطانی وسوسہ کو ہرگز قبول نہ کرے البتہ اگر گنجائش نہ ہو اور ظاہری اسباب و قرائن سے محتاجی کا اندیشہ قوی ہو تو ایسے شخص کو صدقات و تبرعات سے شریعت خود روکتی ہے اور اس کے خرچ نہ کرنے کو بخل بھی نہیں کہہ سکتے اور دین کی فہم زیادہ نافع اس وجہ سے ہے کہ اس کے عقائد درست ہوتے ہیں اعمال کی توفیق ہوتی ہے اور عقائد و اعمال پر آخرت میں نجات و ثواب مرتب ہوگا اور دنیا کی کوئی نعمت ثواب و نجات کی برابری نہیں کر سکتی۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو

مِنْ نَّذِيرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ﴿۳۰۰﴾

سو اللہ تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں

لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۳۰۱﴾

کا کوئی ہمراہی (اور حمایتی) نہ ہو گا

رابطہ: اوپر خرچ کرنے کے بارہ میں جن شرائط کا حکم فرمایا ہے اب اس رعایت کی تاکید ایک خاص پیرایہ میں فرماتے ہیں کہ ہم کو سب خبر رہا کرتی ہے ہر کام کو درستی کے ساتھ کیا کرو وما انفقم تا من انصار کسی قسم کا خرچ کرنے میں سب خرچ داخل ہو گئے وہ بھی جن میں شرائط مذکورہ کی رعایت ہو اور وہ بھی جن میں سب شرائط کی یا بعض کی رعایت نہ ہو مثلاً نیک کام میں خرچ نہ کیا ہو یا ریا سے کیا ہو یا عمدہ مال نہ ہو یا احسان جتلیا ہو یا ذرا سانی کی ہو اسی طرح نذر کرنے میں سب نذریں آگئیں اور مقصود اس اطلاع سے یہ ہے کہ ہم سب کی جزا و سزا دیں گے اس سے سننے والوں کو شرائط مذکورہ کی پابندی کا شوق ہوگا اور خلاف کرنے سے ڈریں گے۔

إِنْ تَبَدُّوا لِلصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ﴿۳۰۲﴾

اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو

وَأِنْ تَخْفَوْهَا وَتُوْتُوهَا الْفُقَرَاءَ

اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ

(اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے

مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب

خَيْرٌ ﴿۳۰۳﴾

خبر رکھتے ہیں

امام حسن بصریؒ کا قول ہے کہ یہ آیت فرض اور نفل سب صدقات کو شامل ہے اور سب میں اخفاء ہی افضل ہے اس میں دینی و دنیاوی سب طرح کے منافع ہیں رابطہ: اب یہ بتلاتے ہیں کہ صدقہ خیرات دینے میں مسلمان کی تخصیص نہیں اگر کافر بھی حاجت مند ہو اس کے ساتھ احسان کرنے سے دریغ مت کرو بشرطیکہ وہ اہل اسلام کو ضرر پہنچانے کے لئے آمادہ نہ ہو۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ

ان (کافروں) کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض واجب) نہیں لیکن خدا تعالیٰ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ

جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں۔ اور (اے مسلمانو) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے

خَيْرٍ فَلَا نَفْسٍ لَكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا

فائدے کی غرض سے کرتے ہو۔ اور تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی

ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ

ذات پاک حق تعالیٰ کے اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا

خَيْرٌ يُّوفِّيْكُمْ وَلَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿۳۰۴﴾

ثواب) پورا پورا تم کو مل جاوے گا اور تمہارے لئے اس میں ذرا بھی کمی نہ کی جاوے گی۔

پس تم کو ثواب سے مطلب رکھنا چاہئے اور یہ ثواب ہر حال میں ملے گا پھر تم کو اس سے کیا بحث کہ ہمارا صدقہ مسلمان ہی کو ملے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ

(صدقات) اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ

اللَّهُ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ

میں (اور اس وجہ سے) وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادتاً) امکان نہیں

يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

رکھتے (اور) ناواقف ان کو تو فکر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب

تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ

سے (البتہ) تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو (کہ فقر وفاقہ سے چہرہ پراثر

النَّاسِ الْحَافَاطِ

ضرور آ جاتا ہے) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے

للفقراء الذين تا عليهم جس سے کوئی ان کو حاجت مند سمجھے
مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل مانگتے ہی نہیں کیونکہ جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں
وہ لپٹ کر ہی مانگا کرتے ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ

اور جو مال خرچ کرو گے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب

عَلِيمٌ ۝۴۲

اطلاع ہے

دوسروں کو دینے سے فی نفسہ ان کی خدمت کا ثواب زیادہ ملے گا اور
فی نفسہ قید لگانے کی وجہ ربط کی تقریر سے معلوم ہو چکی ہے۔ کہ اصل میں تو
زیادہ ثواب اسی میں ہے کہ خادمان دین کو دیا جائے لیکن کسی عارض کی وجہ
سے دوسروں کو دینے میں بھی زیادہ ثواب ہونا ممکن ہے مثلاً دوسروں کو ان
سے زیادہ حاجت ہو یا ان کی خدمت کرنے والے اور لوگ بھی ہیں اور
دوسرا کوئی محتاج ایسا ہے کہ اس کی خبر لینے والا کوئی نہیں جہاں یہ عوارض نہ
ہوں وہاں یہ لوگ خدمت کے لئے زیادہ افضل ہیں اور جاننا چاہئے کہ
ہمارے ملک میں اس آیت کے سب سے زیادہ مصداق وہ حضرات ہیں
جو علوم دینیہ کی خدمت و اشاعت میں مشغول ہیں اس بناء پر سب سے اچھا
مصرف طالب علم ٹھہرے اور ان پر جو بعض نا تجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ کیا
ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن مجید میں دے دیا گیا ہے جس کا
حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ہر ایک کے

لئے یا صرف ایک کے لئے پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس کو علم دین کا
کچھ بھی مذاق ہو گا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں غایت درجہ مشغولی
و انہماک کی حاجت ہے اس لئے اس کے ساتھ مال کمانے کا شغل جمع نہیں
ہو سکتا اور ایسا کرنے سے علم دین کی خدمت نا تمام رہ جاتی ہے چنانچہ اس
کی ہزاروں نظائر پیش نظر ہیں پس حفاظت دین کے لئے ایک ایسی
جماعت کی ضرورت ہے جو اسی میں منہمک رہیں اور ان کی خدمت کرنا
مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے ربط: آگے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نیک کام
میں خرچ کرنے کے لئے کسی زمانہ اور کسی حالت کی قید نہیں جب موقع ہو
خرچ کرنا چاہئے سب مقبول ہے۔ والذین ینفقون تا یحزنون

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں

وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ

حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۴۳

اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب موقع ہو اسی وقت خرچ کرنا چاہئے
اس سے یہ سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ پوشیدہ خرچ کرنا اسی وقت افضل ہے جبکہ
ظاہر کر کے دینے کی ضرورت نہ ہو اور اگر مثلاً مجمع عام میں ایک شخص کا
بھوک سے دم نکلا جاتا ہے اور ہم اس کو نفع پہنچا سکتے ہیں تو اب وہاں یہ
انتظار کرنا کہ جب سارے ہٹ جائیں اس وقت اس کی خبر گیری کریں
گے اسی مثل کا مصداق ہو گا کہ تاتریاق از عراق آدرہ شود مارگزیدہ مردہ
شود اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ان پر کوئی خطرہ واقع ہونے والا نہیں اس سے یہ
شبہ جاتا رہا کہ قیامت کے روز تو خاص بندے بھی بڑے خوف و خطر میں
مشغول ہوں گے جواب یہ ہوا کہ گو خود ان کو خطرہ ہو مگر جس امر کا خطرہ ہے
وہ ان کو پیش نہ آئے گا۔ ربط: مضامین انفاق کی تفصیل ہو چکی اب بقیہ
احکام منجملہ ابواب البر کے بیان کئے جاتے ہیں۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ

(اور) جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہو گئے (قیامت میں قبروں سے)

وَيُرِي الصَّدَقَاتِ ط

اور صدقات کو بڑھاتے ہیں

یعنی اگرچہ سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے مگر مال کار بربادی ہے کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں بربادی یقینی ہے کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا بخلاف اس کے صدقہ دینے میں کوئی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے مگر مال کار ترقی ہے کبھی تو دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی ہے کیونکہ وہاں اس کا ثواب بہت زیادہ ملے گا چنانچہ اوپر بیان ہو چکا۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿۲۷۹﴾

اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو

کفر سے مراد وہ قول مذکور ہے کہ ربو مثل بیع کے حلال ہے اور گناہ سے مراد سود لینا ہے ف آخرت میں جنون کی سی حالت ہونا قرآن سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سود لینے اور اس کو حلال سمجھنے کی وجہ سے ہوگی مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف سود لینے والے کی بھی ایسی ہی حالت ہوگی اگرچہ وہ حلال نہ سمجھتا ہو روح المعانی میں عوف بن مالک سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے قرآن میں جو سود لینے والوں کی حالت کو اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کو شیطان نے لپٹ کر خطی بنادیا ہو اس سے معلوم ہوا کہ آسیب کا لپٹ جانا ممکن امر ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ بعض جنات جو خبیث ہوتے ہیں وہ آدمی پر مسلط ہو جاتے ہیں جس سے وہ بدحواس ہو جاتا ہے نیز دیگر آیات سے بھی جنات کا ثبوت ہوتا ہے اور ان کے انگلی لگانے کے اثر سے بچہ کا رونا حدیث سے ثابت ہے اس لئے آیہ میں اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ یہ تشبیہ اہل عرب کے گمان کے موافق بیان کر دی گئی اور قرآن میں یہ نہیں کہا گیا کہ بدحواسی ہمیشہ آسیب لگنے ہی سے ہوتی ہے بلکہ آیت سے اتنا معلوم ہوا کہ جنات کے اثر سے بھی بدحواسی ہو جاتی ہے تو اگر کبھی مرض کی وجہ سے بھی بدحواسی ہو جائے تو اس سے ہمیں انکار نہیں ہے پس اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ بدحواسی اور جنون امراض کی قسم سے ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیشک مرض کی وجہ سے بھی کبھی ایسا ہوتا ہے اور آسیب کی وجہ سے بھی ہونا ممکن ہے تو اس میں کوئی وجہ اشکال کی نہیں پس اس قسم کے آثار کا انکار کرنا نری دہریت اور الحاد ہے بعض لوگوں کو اس آیت سے وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم الخ شبہ ہوا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے کہ وہ برائی کی طرف بلاتے ہیں تو آسیب کا لپٹنا کوئی چیز نہیں

إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ

مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خطی بنادے لپٹ کر

مِنَ الْهَسِّ ط ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ

(یعنی حیران و مدہوش) یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی

مِثْلُ الرِّبَا ط

تو مثل سود کے ہے

یعنی سود کے حلال ہونے پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ سود سے بھی نفع حاصل کرنا مقصود ہے اور بیع سے بھی جب بیع حلال ہے تو سود بھی جو اس کے مثل ہے حلال ہونا چاہئے۔

وَاحِلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ط

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے

یعنی دونوں میں کھلا فرق ہے اس سے زیادہ اور کیا فرق ہوگا کہ ہم نے ایک کو جائز کیا ہے اور ایک کو ناجائز اور یہ جواب حاکمانہ ہے۔

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى

پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا

سود لینے سے بھی اور اس کو حلال سمجھنے سے بھی یعنی حرام سمجھنے لگا اور لینا بھی چھوڑ دیا۔

قُلْ مَا سَلَفَ ط وَأْمُرْهُ إِلَى اللَّهِ ط

تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کار ہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا

یعنی ظاہر شرع میں اس کی توبہ قبول ہو چکی اور پہلا لیا ہوا مال اسی کی ملک ہے۔

وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ط

اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے

یعنی جو لوگ صرف سود لیتے ہیں اور اس کو حلال نہیں کہتے وہ دوزخ میں سزا بھگتنے کو جائیں گے کیونکہ ان کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہے اور جو لوگ اس کو حلال کہتے ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کیونکہ ان کا یہ قول کفر ہے۔

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۸۰﴾ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا ط

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں

جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیاطین جبراً معصیت نہیں کرا سکتے اس سے اثر کی جس میں یہاں گفتگو ہے نفی نہیں ہوتی اس آیت میں صرف معاصی کی بابت حصر کے طور پر کہا گیا ہے کہ بجز ترغیب دینے کے اور زیادہ غل شیطان کو گناہ کرانے میں نہیں دوسری باتوں کی اس سے نفی نہیں ہوتی البتہ یہ اب تک ثابت نہیں کہ مردوں کی رو میں آ کر ستاتی ہوں بلکہ ظاہر یہ بات اس لئے غلط معلوم ہوتی ہے کہ اگر وہ نیک روح ہے تو جنت کی آمناش چھوڑ کر یہاں ایذا رسانی کے لئے اس کو آنے کی کیا ضرورت اور اگر وہ روح کسی بد کی ہے تو اس کو عذاب سے کب مہلت ۱۲

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ

(بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی۔ ان کیلئے انکا ثواب ہوگا

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

ان کے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت میں) ان پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ اے ایمان والو

اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا

اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقیہ ہے اس کو چھوڑ دو۔

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۶۸﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا

اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا

فَإِذْنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ج

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا)

وَأِنْ تَبْتَغُوا فَلَکُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِکُمْ ج

اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے۔

لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۶۹﴾

نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

یعنی نہ تم اصل مال سے زیادہ لینے پاؤ گے اور نہ یہ ہوگا کہ تم کو اصل مال

بھی نہ دلایا جائے گا آیت میں جو جہاد کے لئے فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر سود کو حلال سمجھ کر نہ چھوڑے تو وہ کافر ہے جیسے کفار کے ساتھ جہاد ہوتا ہے اسی طرح اس شخص پر ہوگا اور اگر سود کو حرام سمجھے مگر لینے سے باز نہ آوے تو اس پر جبر کیا جاوے گا مگر جبر دو چار پر تو چل سکتا ہے اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ جماعت بندی کر کے مقابلہ سے پیش آوے تو ان پر بھی جہاد ہوا کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر مسلمان کسی خاص حکم شرعی کے چھوڑنے پر اتفاق کر لیں تو خواہ وہ سنت ہی کیوں نہ ہو ان پر امام کو جہاد کرنا چاہئے۔

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ط

اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دیئے کا حکم ہے۔ آسودگی تک۔ اور یہ (بات) کہ

وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۷۰﴾

معاف ہی کرو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو۔

مفلس کو مہلت دینا واجب ہے اور جب اس کو گنجائش ہو جائے پھر مطالبہ کرنا جائز ہے۔ ربط: چونکہ ان احکام میں کسی قدر مالی نقصان ہے اس لئے کچھ بعید نہیں کہ لوگ ان میں کوتاہی کریں اس لئے آئندہ آیت میں کوتاہی کرنے پر دھمکی دیتے ہیں۔ واتقوا یوماً تالایا یظلمون

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَىٰ اللَّهِ قَف

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے

ثُمَّ تَوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا (یعنی اس کا بدلہ) پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا

لَا يُظْلَمُونَ ﴿۷۱﴾

ظلم نہ ہوگا۔

تم پیشی کے لئے اپنی کارگزاری درست رکھو اور کسی قسم کی خلاف ورزی مت کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ

اے ایمان والو! جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا

خواہ دام ادھار ہوں جیسے روپیہ کے گےہوں یا ہزار روپیہ کا مکان خریدا اور دام دینے کا وعدہ چھ مہینہ بعد ٹھہرایا جو چیز خریدا ہے وہ ادھار ہو جیسے کسی کو سو روپے دے دیئے اور یہ معاہدہ ٹھہرا کہ چھ مہینہ کے بعد فلاں غلہ اس قدر لیں گے جس کو عام لوگ بدھنی اور شریعت میں بیع سلم کہتے ہیں دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں البتہ ان

سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا

خفيف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو

خفيف العقل سے مراد وہ ہے جس کی عقل خراب ہو خواہ مجنون ہو یا بھولا بیوقوف اور ضعیف البدن سے مراد نابالغ یا بوڑھا ہے پس نابالغ اور مجنون و بیوقوف کی بیع و شراء و اقرار تو شرعاً ناقابل اعتبار ہے ان کے معاملات اس قسم کے بدون ولی شرعی کی اجازت کے درست نہیں ہو سکتے ولی یا تو خود معاصمہ کرے اور ان کے مال میں سے دام وغیرہ دے دے اور اگر یہ خود معاملہ کریں تو اگر ولی مطلع ہو کر کہہ دے کہ میں اس معاملہ کو جائز رکھتا ہوں تب درست ہوگا اور ایسا ولی جس کو ان کے مال میں تصرف کا حق حاصل ہو باپ ہے یا جس کو باپ نے وصیت کی اور دادایا جس کو دادا نے وصیت کی یا حاکم شرعی اور بوڑھا اگر بدحواس ہو جائے تب تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ خود معاملہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اپنے آرام کے لئے کسی کو مختار کر دے یہ بھی جائز ہے اس کو وکیل کہتے ہیں۔

أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ

یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو

مثلاً گونگا ہے اور لکھنے والا اس کا اشارہ نہیں سمجھتا یا دوسرے ملک کا رہنے والا ہے لکھنے والا اس کی بولی نہیں سمجھتا اس صورت میں گونگے کا اشارہ سمجھنے والا اور غیر زبان کا جاننے والا جسے ترجمان کہتے ہیں کوئی معتبر آدمی ہونا چاہئے ۱۲

أَنْ يَمْلَأَ هُوَ قَلَمًا وَلِيَّهُ بِالْعَدْلِ

تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے۔

پس قرآن میں لفظ ولی بمعنی کارکن ولی شرعی اور وکیل اور ترجمان وغیرہ سب کو شامل ہے۔

وَأَسْتَشْهَدُ وَاشْهَدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ

اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ (بھی) کر لیا کرو

یعنی معاملہ دین پر علاوہ دستاویز لکھنے کے دو آدمیوں کی گواہی بھی کرا لوتا کہ معاملہ پختہ ہو جائے۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ

پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنائے)

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ

جادیں (ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دونوں عورتوں

کے لئے بہت سی شرطیں ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں منجملہ ان کے ایک شرط کی طرف آیت میں بھی اشارہ ہے کہ مدت میعاد ٹھیک طور سے معین کریں جس میں اختلاف کی گنجائش نہ ہو مثلاً رمضان کی پندرہ تاریخ اور یوں نہ کہے کہ جب فصل کٹنے لگے گی کیونکہ فصل کٹنے کی ابتداء و انتہا میں بہت تفاوت ہوتا ہے۔

إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ط وَلْيَكُتُبْ

ایک میعاد معین تک (کے لئے) تو اس کو لکھ لیا کرو اور یہ ضرور ہے کہ تمہارے

بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ م

آپس میں (جو) کوئی لکھنے والا (ہو وہ) انصاف کے ساتھ لکھے۔

یعنی کسی کی رعایت سے مضمون میں کمی بیشی نہ کرے اور یہ لکھتا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے اگر نہ لکھے لکھا دے تو گنہگار نہیں صرف مصلحت ہے تاکہ اختلاف کا احتمال بالکل نہ رہے اسی لئے یہ لکھنا دین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر دونوں طرف سے لین دین نقد ہو پھر بھی لکھنا مصلحت ہو تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی گاؤں خریدا اور بیع نامہ لکھوا لیا تاکہ آئندہ کوئی منکر نہ ہو جائے۔

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ

اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (لکھنا)

اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ ج

سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے

کاتب کو لکھنے کا حکم اور انکار سے ممانعت یہ بھی استجاب کے لئے ہے اسی واسطے اگر کاتب لکھنے پر اجرت لے تو جائز ہے۔

وَلْيَمْلَأِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور وہ شخص لکھوا دے جس کے ذمہ حق واجب ہو

کیونکہ دستاویز کا حاصل حق کا اقرار کرنا ہے تو جس کے ذمہ حق ہے اسی کا اقرار ضروری ٹھہرا۔

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ

اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں سے ذرہ برابر

شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

(بتلانے میں) کمی نہ کرے۔ پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر

اِحْدُهُمَا فَتَنْ كِرَاحِدُهُمَا الْاُخْرٰى ط

میں سے کوئی ایک بھی بھول جاوے تو ان میں ایک دوسری کو یاد دلادے۔

یعنی ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لئے تجویز ہوئیں کہ عورتوں میں سہو زیادہ ہے ورنہ مضمون کو نا تمام بیان کرنے کا مرض تو سب میں ہے اس لئے شہادت کا وہ حصہ جو ایک کے بیان سے چھوٹ جائے گا دوسری پورا کر سکے گی۔

وَلَا يَابُ الشَّهَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوْا ط

اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب (گواہ بننے کے لئے) بلائے جایا کریں

کہ اس میں اپنے بھائی کی اعانت ہے پس گواہ بننا تو مستحب ہے مگر بن جانے کے بعد بعض صورتوں میں فرض ہے جیسا کہ عنقریب بعد کی آیت میں آئے گا۔

وَلَا تَسْمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا وَّكَبِيْرًا ط

اور تم اس دین کے بار بار لکھنے سے اکتایا مت کرو خواہ وہ (معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

اِلٰى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ ط

یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا

لِلشَّهَادَةِ وَاَذْنٰى اِلَّا تَرْتَابُوْا اِلَّا اَنْ

زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ)

تَكُوْنُ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ ط

کے متعلق کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لینے

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اِلَّا تَكْتُبُوْهَا ط

دیتے ہو۔ تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں۔

مراد یہ ہے کہ دنیا کی کوئی مضرت نہیں ورنہ گناہ تو کسی معاملہ کے نہ لکھنے میں بھی نہیں اور نقد لین دین میں لکھنے کا اہتمام نہ فرمانا اس لئے ہے کہ ایسے معاملات بکثرت ہوتے ہیں اور دست بدست ہونے سے اختلاف و نزاع کا بہت کم اندیشہ ہے تو لکھنے میں حرج اور تنگی ہوگی اس سے یہ بھی مستحب ہو سکتا ہے کہ اگر کسی نقد لین دین میں بھی اس قسم کا احتمال ہو مثلاً یہ کہ بہت بڑا معاملہ ہے جو نا درالوقوع ہے اور آئندہ اختلاف کا احتمال ہے تو اس میں کتابت مطلوب ہوگی چنانچہ عادت بھی ہے کہ بڑے بڑے معاملات کی دستاویزیں برابر لکھی جاتی ہیں گواہ ہار نہ ہو

وَأَشْهَدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ص

اور (اتنا اس میں بھی ضرور کیا کرو کہ) خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو

شاید آئندہ کوئی بات نکل آوے مثلاً بائع کہنے لگے کہ مجھ کو دام ہی وصول نہیں ہوئے یا یہ کہ میں نے یہ چیز فروخت نہیں کی یا خریدار کہنے لگے کہ میں نے تو واپسی کا اختیار بھی لیا تھا یا یہ کہے کہ ابھی تک بیع پوری میرے پاس نہیں پہنچی۔

وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ط

اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو

یعنی جس طرح ہم نے اوپر کاتب اور گواہ کو منع کیا ہے کہ لکھنے سے اور گواہی دینے سے انکار نہ کریں اسی طرح ہم تم کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ ان کو تکلیف مت دو مثلاً یہ کہ اپنی مصلحت کے لئے ان کی کسی مصلحت میں خلل ڈالا جائے۔

وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ ط

اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

تعالیٰ کا (تم پر احسان ہے) کہ تم کو تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں

کے جاننے والے ہیں

تو وہ مطیع اور عاصی کو بھی جانتے ہیں ہر ایک کو مناسب جزا دیں گے حق تعالیٰ نے لکھنے میں تین فائدے بتلائے ہیں اول یہ کہ ایک کا حق دوسرے کے پاس نہ جائے گا نہ رہے گا تو حقوق العباد سے حفاظت رہے گی دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ گواہوں کو آسانی ہوگی تیسرے کا حاصل یہ ہے کہ معاملہ والوں کا جی صاف رہے گا طبیعت صاف رہے گی دوسرے سے قلب میں کدورت نہ ہوگی اور ان فائدوں کو اس طرح بیان فرمانا قرینہ ہے کتابت اور شہادت کے مستحب ہونے کا البتہ کاتب اور گواہوں کو ضرر پہنچانا حرام ہے اور کاتب اگر اجرت مانگے یا گواہ کو آمد و رفت کے خرچ کی ضرورت ہو تو اس کو مفت کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے بھی حرام ہے اور ضرر پہنچانے میں داخل ہے ۱۲

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا ط

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور (وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی

فَرِهْنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ط فَاِنْ اَمِنْ بَعْضُكُمْ ط

چیزیں (ہیں) جو قبضہ میں دے دی جاویں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا

اخفاء کرنے میں قلب کا بھی گناہ بتلایا گیا ہے آگے اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ دل کے بدنما افعال میں کس فعل پر گناہ ہوتا ہے اور کس فعل پر نہیں یہ مضمون وان تبدوا سے شروع ہو کر ما اکتسبت پر ختم ہو گیا اور للہ ما فی السموات میں اس کی تمہید ہے اور آخر میں بضمن دعا اس کی تائید ہے۔ للہ ما فی السموات تا قدیر

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں

وَ اِنْ تُبَدُّوا

ہیں۔ اور جو باتیں تمہارے نفوس میں ہیں۔

مثلاً عقائد فاسدہ و اخلاق ذمیہ و ارادہ معاصی

مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ

ان کو اگر تم ظاہر کرو گے

مثلاً زبان سے کلمہ کفر کہہ دیا یا تکبر کر کے کہہ دیا کہ میں فلا نے سے اچھا ہوں یا جس معصیت کا ارادہ تھا اسے کر ڈالا۔

اَوْ تَخْفَوْهُ يَحْصِبْكُمْ بِاللّٰهِ ط فَيَغْفِرْ لِمَنْ

یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔ پھر (بجز کفر و شرک کے)

يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰی

جس کے لئے منظور ہوگا بخش دینگے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۸۲

ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

تو دل کے اندر چھپی ہوئی بات پر مطلع ہو کر اس پر حساب لینا کوئی تعجب کی بات نہیں حاصل مسئلہ کا یہ ہوا کہ مراد ما فی انفسکم سے دل کی وہ باتیں ہیں جو اپنے اختیار میں ہیں پس جس طرح زبان اور تمام ظاہری اعضاء کے افعال دو قسم پر ہیں ایک اختیاری جیسے ارادہ کر کے بولنا اور قصد کسی کو مارنا اور ایک غیر اختیاری جیسے کہہنا کچھ چاہتا تھا اور زبان سے کچھ اور نکل گیا یا عرشہ کی وجہ سے ہاتھ کو حرکت ہو رہی ہے اور ان میں افعال اختیاریہ پر ثواب و عذاب ہوتا ہے اور غیر اختیاری پر نہیں ہوتا یہی حال قلبی افعال کا ہے کہ جو اختیاری ہیں جیسے کفر کا عقیدہ جمانا یا قصد اپنے کو بڑا سمجھنا یا شراب و زنا وغیرہ کا پختہ ارادہ کرنا ان پر مواخذہ ہوگا اور جو غیر

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اُوْتِيَ اَمَانَتَهُ

ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہئے کہ دوسرے کا

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ ط

حق (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ جس طرح سفر میں رہن رکھنا جائز ہے۔ حضر میں بھی جائز ہے آیت میں سفر کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ سفر میں اس کی ضرورت زیادہ پڑے گی کیونکہ حضر میں اور بھی ذرائع اطمینان کے مل سکتے ہیں۔ جیسے لکھنا گواہ کر دینا جو سفر میں اکثر میسر نہیں ہوتے۔ ولا تکتُموا الشہادۃ تا علیم اس کا بھی ماقبل سے تعلق ظاہر ہے اور چونکہ یہ حکم تمام معاملات مالی و غیر مالی کو عام ہے اس لئے احقر نے اس کو مضمون سابق کے تابع نہیں کیا بلکہ مستقل حکم قرار دیا۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَكْتُمْهَا

اور شہادت کا اخفاء مت کرو اور جو شخص اس کا اخفا کرے گا

فَاِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اس کا قلب گناہ گار ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب

عَلِيْمٌ ۝۲۸۳

جانتے ہیں۔

سو اگر کوئی اخفاء کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو تو اس کا علم ہے وہ سزا دیں گے گواہی کا اخفاء دو طرح ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ غلط بیان کرے دونوں صورتیں حرام ہیں ہر صورت میں اصل واقعہ مخفی ہو گیا گواہی دینا اس وقت فرض ہے جب کہ حقدار کا حق اس کی شہادت کے بدوں ضائع ہونے لگے اور وہ درخواست بھی کرے اس وقت شہادت دینے سے انکار کرنا حرام ہے اور اگر صاحب واقعہ کو علم نہ ہو کہ اس شخص کو میرا واقعہ معلوم ہے تو حق ضائع ہونے کی صورت میں اس پر ظاہر کر دینا واجب ہے اگر اس کے بعد بھی وہ گواہی دینے کی تم سے درخواست نہ کرے تو اب یہ واجب نہیں کہ خود جا کر گواہی دیتے پھر مسئلہ: چونکہ ادائے شہادت واجب ہے لہذا اس پر اجرت لینا جائز نہیں البتہ آمد و رفت کا خرچ اور خوراک بقدر حاجت صاحب معاملہ کے ذمہ ہے اگر زیادہ آجائے تو بقیہ واپس کر دے فائدہ: دل کو اس لئے گنہگار کہا کہ کوئی شخص اس کو خالی زبان ہی کا گناہ نہ سمجھے کیونکہ ارادہ تو دل ہی سے ہوا ہے دل کا بھی گناہ ہوا ربط: شہادت کے

کامل جانتے ہیں اور فرشتوں کو موجود اور گناہوں سے پاک اور مختلف خدمات پر مقرر مانتے ہیں اور آسمانی کتابوں کے دراصل سچے ہونے کا اور سب پیغمبروں کی نبوت اور سچائی کا اعتقاد رکھتے ہیں یہ نہیں کہ کسی کو پیغمبر سمجھیں اور کسی کو نہ سمجھیں یہاں صرف مسلمانوں کی مدح فرمانا مقصود ہے مگر تائید کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کو بھی شامل کر لیا جس سے صحابہ کے کمال ایمانی کی طرف اشارہ ہو گیا۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا

اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی

وَالَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۲۸۵﴾

بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے

یہ مدح تو جملہ معترضہ کے طور پر ہے آگے اس قانون کی تفسیر و توضیح فرماتے ہیں۔

لَا يَكْفِيُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار) میں

كَسَبَتْ

ہو اس کو ثواب بھی اسی کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے۔

اور جو وسعت سے باہر ہے اس کا مکلف نہیں کیا گیا لہذا لا تَوَاضَعْنَا لَكَ الْكَافِرِينَ

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تَأْخُذْنَا

اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم

إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَانَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ

پر دار و گیر نہ فرمائے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے رب اور

عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ

ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ اے

قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ

ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا یا آخرت کا) نہ ڈالنے جس کی ہم کو

لَنَا بِهِ عَافٍ عَنَّا وَقَفَّهٗ أَغْفِرْ لَنَا وَقَفَّهٗ

سہار نہ ہو۔ اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحمت کیجئے ہم

اختیاری ہیں جیسے برے برے و سو سے کفر و معصیت کے بلا ارادہ دل میں آویں ان پر مواخذہ نہ ہوگا نیز جیسا کہ ظاہری اقوال و افعال میں بجز کفر کے اور سب میں مغفرت یا عذاب غیر دائمی کا احتمال ہے اسی طرح قلبی افعال میں بھی بجز کفر و شرک کے دونوں احتمال ہیں مگر چونکہ آیت میں صراحتہ اختیار و غیر اختیار کی قید مذکور نہ تھی اس لئے صحابہ ظاہری الفاظ کو دیکھ کر گھبرا گئے اور یہ سمجھے کہ وساوس و خیالات بلا ارادہ پر بھی مواخذہ ہوگا اس لئے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب تک جن افعال کا ہم کو حکم دیا گیا وہ ہماری طاقت و اختیار میں تھے مگر اب جو آیت نازل ہوئی ہے یہ تو ہماری طاقت سے باہر ہے ہر چند کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا صحیح مطلب جانتے تھے لیکن غایت خوف و خشیت کی وجہ سے آپ کی نظر بھی آیت کے عام الفاظ کی طرف پھٹی اور بدوں وحی کے از خود اختیار و غیر اختیار کی قید تفسیر میں ظاہر نہ فرمائی بلکہ صحابہ کو ادب و طاعت کی تعلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ اہل کتاب کی طرح سمعنا و عصینا کہو بلکہ یوں کہنا چاہئے سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر چنانچہ صحابہ نے یوں ہی کہا مگر جو معنی وہ سمجھے ہوئے تھے اس کی بناء پر اطاعت کا عہد کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی تھی اس پر حق تعالیٰ نے اگلی دو آیتیں نازل فرمائیں ایک میں مسلمانوں کی مدح اور دوسری میں آیت بالا کی تفسیر ہے۔ آمَنَ الرُّسُلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ

اَمَنَ الرُّسُلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے

رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ط

رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مؤمنین بھی

آگے قرآن پر اعتقاد رکھنے کی تفصیل ہے کہ کن کن چیزوں کے ماننے کو قرآن پر اعتقاد رکھنا کہا جاوے گا۔ ۱۲

كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَيْكَتِهِ وَكُتِبَ لَهُ وَرُسُلِهِ

سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ قَف

کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔

یعنی رسول اور سب مسلمان اللہ کو موجود و واحد اور ذات و صفات میں

وَإَرْحَمْنَا وَقَفِّهِ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

پر۔ آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارسازِ طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو

الْكَافِرِينَ ۴

کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

اس آیت میں قسیان و خطا کا مضمون تو اوپر کے مضمون کا تتمہ ہے کیونکہ قسیان و خطا پر مواخذہ نہ ہونا اجمالاً قاعدہ کلیہ سے معلوم ہو چکا ہے اور یہ جملہ کہ ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے تاہل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لا یتکلف اللہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ طاقت سے باہر کوئی حکم حق تعالیٰ نہیں دیتے تو جو سخت احکام پہلی امتوں پر نازل کئے گئے تھے وہ یقیناً ان کی طاقت سے باہر نہ تھے جب پہلی امتوں جیسے سخت احکام نازل نہ کرنے کی دعاء سکھائی گئی تو اس سے بدرجہ اولیٰ ان امور کے تکلف نہ بنانے کی بھی دعاء ہو گئی جو انسانی طاقت سے باہر ہیں یہاں تک تو شرعی تکالیف و احکام کے متعلق دعا تھی آگے تکوینی تکالیف سے بچنے کی دعا ہے جس میں دنیا و آخرت کے سب مصائب و عذاب داخل ہو گئے پھر اپنے ذاتی مصالح کے ختم کے بعد اپنے دشمنوں پر غلبہ کی دعا ہے جس پر سب معاملات کی درستی مکمل ہو گئی یعنی محبوب کے ساتھ جو تعلق ہے وہ بھی درست ہو گیا اور دشمن کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ بھی خاطر خواہ ہو گیا حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں قبول ہوئیں بعض میں تو ظاہر ہے اور بعض میں اگر شبہ ہو تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کسی وقت قبول نہ ہونے میں قبول سے زیادہ ظاہری اور باطنی مصلحتیں اور منافع ہوتے ہیں تو وہ قبول نہ ہونا بھی قبول ہے کیونکہ قبول خود مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود مصلحت ہے اور احبب دعوة الداع کی تفسیر بھی ملاحظہ کر لی جائے۔

(۳) سُورَةُ الْاٰلِ عِمْرَانَ مَكِّيَّةٌ (۸۹)

سورۃ آل عمران مدینے میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الْمَرَّةِ ۱

الم

سورۃ آل عمران مدنیہ و ایہا مائتان رابط : میرے نزدیک یہ تمام سورۃ جملہ و انصرنا علی القوم الکفرین سے مرتبط ہے کیونکہ اس سورۃ کے زیادہ حصے میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا ذکر ہے خواہ زبان سے ہو خواہ تلو سے اور چونکہ منشاء جہاد کا یہ تھا کہ وہ توحید کو نہ مانتے تھے

اس لئے اس سورت کو مضمون توحید سے شروع فرماتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں اللہ لا الہ

الا ہوالحی القیوم

اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں وہ زندہ (جاوید) ہیں سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں

حی و قیوم ان صفات کے لانے سے اشدۃ دلیل عقلی سے معبودان باطلہ کے معبود نہ ہونے کو ثابت کر دیا کیونکہ ان میں یہ صفات نہیں ہیں اور جو چیز نہ ہمیشہ سے ہو اور نہ ہمیشہ رہے اور اپنی حفاظت میں خود دوسرے کے محتاج ہو وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہو سکتی کیونکہ عبادت غایت درجہ ذلیل بننے کو کہتے ہیں اور غایت درجہ ذلیل اسی کے سامنے ہونا چاہئے جسے غایت درجہ کی عزت حاصل ہو اور غایت درجہ کی عزت اسی کو ہو سکتی ہے جو کہ غایت درجہ کا کامل ہو اور جو حیات و بقا میں خود دوسرے کا محتاج ہو وہ تو غایت درجہ ناقص ہے پس عبادت اس کا حق نہیں ہو سکتا

رابط : اب توحید کی دلیل نقلی ذکر فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام کتب الہیہ و اقوال انبیاء جن کا نبی ہونا معجزات سے ثابت ہے توحید پر متفق ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں نزل علیک الکتب سے نبوت محمدیہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا نزل علیک تا الفرقان۔

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیِّنَ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے

یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۳

کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان (آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں اور

مِنْ قَبْلُ هُدًی لِّلنَّاسِ

(اسی طرح) بھیجا تھا توریت اور انجیل کو اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے

اور اسی سے قرآن کا ہدایت ہونا بھی لازم آ گیا کیونکہ جو ہدایت کا مصدق ہے وہ بھی ہدایت ہے۔

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط

اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے مجزات

انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے واسطے رابط : آگے مکران

توحید کی شان میں وعید بیان فرماتے ہیں ان الذین کفروا تا انتقام

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

بے شک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے

جو توحید پر دلالت کرتی ہیں ربط: اب تہ توحید کا ذکر فرماتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ تَا الْحَكِيمِ

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ط

ان کیلئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ (اور قدرت) والے ہیں بدلہ لینے والے ہیں

پس ان کا علم بھی نہایت کامل ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ

بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے (نہ کوئی چیز) زمین میں اور نہ

وَلَا فِي السَّمَاءِ ط هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي

(کوئی چیز) آسمان میں وہ ایسی ذات (پاک) ہے کہ تمہاری صورت

الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ط

(شکل) بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے

کسی کی صورت کیسی ہے کسی کی کیسی ہے پس ان کی قدرت بھی کامل ہے غرض حیات اور قیومت اور علم اور قدرت جو تمام صفات کاملہ کی اصل الاصول ہیں حق تعالیٰ میں کامل طور پر بلا شرکت غیرے موجود ہیں۔ ۱۳

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ

کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں۔

کہ منکر توحید سے انتقام لے سکتے ہیں لیکن حکمت والے بھی ہیں کہ بمصلحت دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے۔ روح المعانی میں ربیع سے منقول ہے کہ چند نصاریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مذہبی گفتگو شروع کی آپ نے اپنی مفصل تقریر میں ابطال تثلیث پر اللہ تعالیٰ کی صفت حیات دائمی اور قیومت کاملہ اور علم محیط اور قدرت بے مثال سے اس کا یکتا ہونا ثابت فرمایا اور یہ مقدمات ان کو تسلیم کرنا پڑے اور مان گئے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں یہ صفات موجود نہیں تو وہ خدا کے بیٹے اور شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ بیٹا اپنے باپ کا ہم جنس ہوا کرتا ہے اور نا جنس اولاد پیدا ہونا خود مخلوق کے لئے عیب شمار ہوتا ہے تو خالق کے لئے کیوں عیب نہ ہوگا تو عیسیٰ علیہ

السلام جب خدا کے ہم جنس نہیں ہو سکتے تو ان کو خدا کا بیٹا کہنا بھی غلط ہو گیا آخر میں وہ لوگ کہنے لگے کہ اچھا آپ ان کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ تو مانتے ہیں حضور نے فرمایا کہ بیشک مانتے ہیں کہنے لگے کہ بس ہم کو اتنا ہی کافی ہے اس سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اس کا جواب اگلی آیت میں آتا ہے۔ ربط: جب توحید ثابت ہو چکی جس سے تثلیث کا بھی ابطال ہو گیا مگر بعض منکران توحید نے اپنے مدعا پر بطریقہ الزام ایسے کلمات سے استدلال کیا تھا جن کے معنی مخفی ہیں جیسے کلمۃ اللہ و روح اللہ وغیرہ اگلی آیت میں اس شبہ کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کلمات سے جن کی مراد معلوم نہ ہو استدلال درست نہیں بلکہ اعتقاد کا مدار وہ نصوص ہونے چاہئیں جن کے معانی واضح ہوں اور مخفی المراد پر جب کہ ان کی تفسیر معلوم نہ ہو اجمالاً ایمان لے آنا واجب ہے زیادہ تفتیش کی اجازت نہیں ہو الذی انزل تا اولوا الالباب

الْحَكِيمُ ط هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ

حکمت والے ہیں وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک

مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ ط

حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں

یعنی ان کا مطلب ظاہر ہے۔

هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ

اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب کا

یعنی جن نصوص کے معانی ظاہر نہیں ہیں ان کو بھی ان ہی کے موافق بنایا جاتا ہے جن کے معنی واضح ہیں۔

وَأُخْرٌ مُّتَشَبِّهَاتٌ ط

اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں

یعنی ان کا مطلب مخفی ہے یا تو بوجہ مجمل ہونے کے یا اس واسطے کہ وہ کسی واضح نص کے معارض ہے ۱۴۔

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ

سو جن لوگوں کے دلوں میں لجی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ

جو مشتبہ المراد ہے۔ (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس کے

مراد قیامت کا دن ہے اور شک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے آنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلِفُ الْمِيعَادَ ⑨

(اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدہ کو۔

اس لئے قیامت کا آنا ضرور ہے اور اس واسطے ہم کو اس کی فکر ہے۔
ان الذين كفروا تائبس المهاد

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ

باليقين جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے ان کے مال

أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ⑩

(دولت) اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی۔

مقابلہ میں کام آنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی ضرورت نہ ہو اس کے عوض صرف مال و اولاد کافی ہو جائے دوسرے یہ کہ مال و اولاد کے ذریعہ سے خدا کا مقابلہ کر کے عذاب سے بچ جاویں مقابلہ کا لفظ دونوں جگہ بولا جاتا ہے سو آیت میں دونوں کی نفی کر دی گئی ہے۔

وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ⑪ كَذَابٍ أَلِ

اور ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہوں گے۔ جیسا معاملہ تھا

فِرْعَوْنَ ⑫ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا

فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والے (کافر) لوگوں کا کہ انہوں نے ہماری

بِآيَاتِنَا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ⑬ وَاللَّهُ

آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دارو گیر فرمائی ان کے گناہوں

شَدِيدُ الْعِقَابِ ⑭

کے سبب۔ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

ایسا ہی معاملہ ان لوگوں نے کیا کہ انہوں نے بھی ہماری آیتوں کی تکذیب کی سو ان کو بھی ایسی ہی سزا ہوگی۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ

آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ غنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کئے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے

تَأْوِيلُهُ ⑮

(غلط) مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے

تا کہ اپنے غلط عقیدہ میں اس سے مدد حاصل کرے۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ⑯

حالانکہ اس کا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا

پھر اگر کسی کا مطلب حق تعالیٰ نے قرآن یا حدیث کے ذریعہ سے صراحتاً یا اشارۃً بتلاد یا معلوم ہو گیا اور جس کی مراد نہیں بتلائی تو اس کی خبر کسی کو نہیں ہو سکتی ۱۲

وَالرَّسَخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ أَمْثَلُهُ ⑰

اور جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور نفیم) ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ اس پر (اجمالاً) یقین

كُلُّ مَنْ عِنْدَ رَبِّنَا ⑱

رکتے ہیں (یہ) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں

پس ان کے جو کچھ معنی اور مراد واقع میں ہیں وہ حق ہیں ۱۳

وَمَا يَذْكُرُوا إِلَّا أُولَئِ الْأَلْبَابِ ⑲

اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں

پس عقل کا مقتضا بھی یہی ہے کہ مفید اور ضروری بات میں مشغول ہوں فضول اور مضرت قصہ میں نہ پڑیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا

اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو گم نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ⑳

ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے۔

وہ رحمت یہ ہے کہ ہم راہ مستقیم پر قائم رہیں۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ㉑ رَبَّنَا

بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار

ہم یہ دعا کسی دنیوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کی غرض سے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ (آگے ترجمہ)

إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ⑳

آپ بلاشبہ تمام آدمیوں کو (میدان حشر میں) جمع کرنا لے ہیں اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں

إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَيُسَّ إِلِيَّهَادُ ۝۱۲

لے جائے جاؤ گے اور وہ (جہنم) ہے برا ٹھکانا۔

یعنی تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ دارو گیر صرف آخرت میں ہوگی بلکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ ہوگی اور ان کافروں سے مراد آیت میں خاص کافر ہیں جیسے یہ خطاب ہوا تھا چنانچہ ان میں سے مشرکین پر قتل و قید کی مصیبت اور یہود پر قتل و قید کے ساتھ جزیہ اور جلا وطنی کی بھی عقوبت نازل ہوئی پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ سب کفار تو دنیا میں مغلوب نہیں پائے جاتے۔ رہی سزائے آخرت وہ سب کفار کو عام ہے۔ ربط: اوپر کفار کے مغلوب ہونے کی خبر دی گئی تھی آگے اس کی ایک کافی نظیر بطور دلیل کے ارشاد فرماتے ہیں قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ تَالَوَّلَى الْاَبْصَارِ۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ

جسک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے

تُفَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ

مقابل ہوئے تھے ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتے تھے (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ

تھے یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصے (زیادہ) ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا۔

یعنی دیکھنا بھی کچھ وہم اور خیال سے نہیں بلکہ ایسا کہ اس کے واقع ہونے میں شبہ نہ تھا روایتوں میں آیا ہے کہ اس روز مسلمان تین سو تیرہ تھے اور کفار ایک ہزار تھے گویا مسلمانوں سے تین حصے تھے مگر پھر بھی انجام دیکھ لیا کہ مسلمان ہی غالب رہے۔ اس سے ہر عاقل منصف استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں تو کفار کی کثرت اور ثروت اس کو روک نہیں سکتی غالب اور مغلوب کرنا محض قبضہ خداوندی میں ہے۔ (آگے ترجمہ)

وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي

اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دے دیتے ہیں۔ (سو)

ذَلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّلْأُولَىٰ الْاَبْصَارِ ۝۱۳

بلاشبک اس میں بڑی عبرت ہے (دانش) بینش والے لوگوں کو

سورہ انفال میں یہ بھی ذکر ہے کہ اول حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کفار کا عدد کم دکھلایا تا کہ آپ مسلمانوں سے اپنا خواب بیان فرمائیں تو مقابلہ کی جرات بڑھے پھر جب دونوں گروہ

مقابل ہوئے اس وقت مسلمانوں کو بھی کفار کم معلوم ہوئے تا کہ مقابلہ ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کر دیا اس میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب خلاف واقعہ کیوں ہوا کیونکہ کفار تو کم نہ تھے ایسے ہی مسلمانوں نے بھی خلاف واقعہ کفار کو کم دیکھا وہ تو بہت زیادہ تھے۔ تحقیق اس کی یہ ہے کہ خلاف واقعہ دیکھنا غلط دیکھنے کو کہتے ہیں سو یہاں غلط دیکھنا نہیں پایا گیا کیونکہ غلط دیکھنا اس کو کہتے ہیں کہ سامنے ہزار ہوں اور ان کو دو سو سمجھا جاوے اور اگر ہزار میں سے دو سو سامنے ہوں اور آٹھ سو پوشیدہ ہوں کہ نظر نہ آوے تو اس کو خلاف واقعہ دیکھنا نہیں کہہ سکتے یہاں ایسا ہی ہوا تھا کہ حق تعالیٰ نے حضور کو اور مسلمانوں کو تھوڑے سے دکھلا دیئے اور باقی ان کی نظروں سے چھپا دیئے تھے اور سورہ انفال میں تو یہ فرمایا ہے کہ کفار مسلمانوں کو کم دیکھتے تھے اور یہاں یہ فرمایا کہ کفار اپنی جماعت کو مسلمانوں سے کئی حصے زیادہ دیکھتے تھے۔ ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے جب اپنی جماعت کو زیادہ دیکھا جائے گا تو دوسری جماعت لا محالہ کم نظر آئے گی۔

ربط: اوپر اموال و اولاد کا آخرت میں کام نہ آنا بیان فرمایا تھا جس سے ان چیزوں کا بے قدر ہونا لازم آیا تھا آگے اس بے قدری کو صراحتہ بیان فرماتے ہیں اس کے بعد آخرت کی نعمتوں کا قابل قدر و لائق رغبت ہونا اور ان نعمتوں کا تقویٰ کی بدولت حاصل ہونا بیان فرماتے ہیں اس کے بعد کسی قدر تقویٰ کی تفصیل اور اس کے بعض شعبے مثل ایمان مناجات استغفار صبر وغیرہ ذکر ہوں گے۔ زین للناس تا حسن الماب

زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً)

وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرَ الْمُقَنْطَرَةَ مِنَ الذَّهَبِ

عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نمبر

وَالْفِصَّةَ وَالْخَيْلَ الْمُسَوَّمَةَ وَالْأَنْعَامَ

(یعنی نشان) لگے ہوئے۔ گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور

وَالْحَرْثَ ۚ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ

زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی۔ اور

وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَبَآئِ ۝۱۴

انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے

وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۱۷

خرج کرنے والے ہیں اور اخیر شب میں (انٹھ اٹھ کر) گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔

اخیر شب کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس وقت اٹھنے میں مشقت بھی ہے اور وہ وقت بھی قبولیت کا ہے ربط: شروع سورت میں قصار علی کے مناظرہ و مقابلہ میں توحید کا اثبات اور تثلیث کا ابطال کیا گیا ہے اور درمیان کے مضامین اسی کی مناسبت سے لائے گئے تھے اب پھر اسی مضمون توحید کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کے بعد اسلام کے حق ہونے کی تصریح اور اہل کتاب کے ساتھ گفتگو کی تقریر پھر حق قبول نہ کرنے والوں کی مذمت پھر تبعاً اہل اسلام کے غلبہ کی پیشین گوئی اور اپنی قدرت کاملہ ثابت کر کے اس کا بعید نہ ہونا۔ پھر مسلمانوں کو کفار کی دوستی سے ممانعت پھر توحید کا بدو اتباع رسول کے معتبر نہ ہونا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و محبوبیت کی تائید میں چند مقبولین کے قصے یہ سب مضامین مذکور ہوں گے اور اس تقریر سے دور تک کا ربط معلوم ہو گیا۔ شہد اللہ تا الحکیم

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ الْمَلِكُ

گواہی دی اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں

وَأُولُوا الْعِلْمِ

اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی

حق تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں گواہی دی اور فرشتوں نے اپنے ذکر و تسبیح میں کیونکہ ان کے اذکار توحید سے بھرے ہوئے ہیں اور اہل علم نے اپنی تقریرات و تحریرات میں اس کی گواہی دی ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

قَائِمًا بِالْقِسْطِ

اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔

یہ صفت غالباً اس لئے بڑھادی کہ وہ ایسے نہیں کہ صرف اپنی عبادت و تعظیم ہی کراتے ہوں بلکہ وہ سب کے کام بھی بناتے ہیں اس لئے پھر دوبارہ کہا جاتا ہے کہ آگے ترجمہ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱۸

انکے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ دلیل تو نقلی ہے جو اس کو نہیں مانتے ان پر کس طرح حجت ہوگی جواب یہ ہے کہ دلیل خاص اہل کتاب کے مقابلہ میں ہے وہ

جو بعد موت کے کام آوے گی جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور یہ جو فرمایا کہ ان چیزوں کی محبت خوشنما معلوم ہوتی ہے اس کا حاصل میرے ذوق میں یہ ہے کہ محبت اور میلان غالب حالت میں ڈر کی چیز ہے اس سے دین کا ضرر ہوتا ہے مگر اکثر لوگ اس کو ضرر کا سبب نہیں سمجھتے بلکہ اس محبت و میلان کو مطلقاً اچھا سمجھتے ہیں واللہ اعلم ۲ اقل اؤنبکم تا بالعباد

قُلْ أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا

آپ فرمادیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان چیزوں سے (سو سنو) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ) سے ڈرتے ہیں

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتْ تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا

ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے اور (ان کے لئے) ایسی

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۱۹

نیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے (بھالتے) ہیں بندوں کو

اس لئے ڈرنے والوں کو یہ نعمتیں دیں گے آگے ان ڈرنے والوں کے بعض تفصیلی حالات و اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں۔

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا أَمْنَا

یہ ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے

الذین يقولون تا بالاسحار یہ اس وجہ سے کہا کہ بدو ایمان کے مغفرت نہیں ہو سکتی پس حاصل یہ ہوا کہ کفر جو ہمیشہ کے لئے مغفرت سے مانع ہے اس کو تو ہم مرتفع کر چکے اب معاف کر دیجئے اب چاہے بالکل معافی ہو جائے یا کچھ گناہوں کی سزا بھگتنی پڑے۔

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۲۰

سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب و سزا سے بچالیں۔ (اور وہ لوگ) صبر

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ

کرنے والے ہیں اور راست باز ہیں اور (اللہ کے سامنے) فروتنی کرنے والے ہیں اور (مال)

دلیل نقلی کے منکر نہیں تھے اور دلائل عقلیہ دوسرے مواقع میں موجود ہیں

رابط: اور معلوم ہو چکا ہے۔ ان الدین عند اللہ تا سریع الحساب

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ قَف وَمَا

بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور

اختلف الذين اوتوا الكتاب الا من

اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (کہ اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد

بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم ط

کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کے سبب سے

یعنی اسلام کے حق ہونے میں ان کو کوئی وجہ شبہ کی پیش نہ آئی بلکہ ان میں دوسروں سے بڑا بننے کا مادہ ہے اور اسلام لانے میں یہ سرداری جو ان کو اب عوام پر حاصل ہے فوت ہوتی تھی اس لئے اسلام کو قبول نہیں کیا بلکہ اور انہیں اس کو باطل بتلانے لگے۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعٌ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس

الحساب ۱۹

کا حساب لینے والے ہیں

اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے حساب کا کیا انجام ہوگا۔ عذاب

رابط: آگے ان منکرین اہل کتاب اور ان کے ساتھ مشرکین عرب کے انکار و مباحثہ کا جواب دیتے ہیں اور یہ انکار و مباحثہ ان کا محض عناد کی وجہ سے تھا۔ فان حاجوك تا بالعباد اسلام کی حقانیت پر دلیل قائم ہونے کے بعد (آگے ترجمہ)

فَإِنْ حَاجُوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے جتیں نکالیں تو آپ فرمادیجئے کہ (تم مانویانہ مانو)

لِلَّهِ وَمَنْ أَتَّبَعَن ط

میں تو اپنا رخ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف کر چکا اور جو جو میرے پیرو تھے وہ بھی۔

اپنا رخ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف کر چکے مراد یہ ہے کہ ہم سب اسلام اختیار کر چکے جس میں اعتقاد تو حید کی وجہ سے قلب کا رخ خاص اللہ ہی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب میں کچھ کچھ شرک مل گیا تھا اور اس پر

یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ منکرین کے مقابلہ میں اتنا کہہ دینا کب کافی ہو سکتا ہے کہ تم مانویانہ مانو میں تو مان گیا جواب یہ ہے کہ یہ ہر منکر کے مقابلہ میں نہیں فرمایا گیا بلکہ خاص ان منکرین کے مقابلہ میں جن کا انکار کسی شبہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ دلائل قائم ہونے کے بعد محض عناد و عداوت سے تھا جب ان کو کوئی شبہ نہیں تو ان کے سامنے مکرر دلائل بیان کرنا بیجا رہے اس وقت یہی آخری جواب ہے کہ خیر بھائی تم مت مانو ہم تو مان چکے۔

وَقُلْ لِلَّذِينَ أوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ

اور کہیے اہل کتاب سے اور (مشرکین) عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو۔

أَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدْ اهْتَدَوْا ط

سو اگر وہ لوگ اسلام لے آویں تو وہ لوگ بھی راہ پر آ جاویں گے اور اگر وہ

وَأِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ ط وَاللَّهُ

لوگ روگردانی نہیں سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ

بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۲۰

خوب دیکھ (اور سمجھ) لیں گے بندوں کو

آپ سے کوئی باز پرس نہ ہوگی آپ اس کا غم نہ کیجئے۔

رابط: شروع سورت میں زیادہ روئے سخن نصاریٰ کی طرف تھا پھر آیت بالا میں الذین اوتوا الكتاب کا عنوان نصاریٰ اور یہود دونوں کو شامل تھا اب آیت آئندہ میں یہود کے بعض خاص حالات بیان فرماتے ہیں چنانچہ روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو ایک وقت میں قتل کیا۔ ان کی نصیحت کے لئے ایک سو ستر بزرگ کھڑے ہوئے اسی دن ان کا بھی کام تمام کیا فقط اور بنی اسرائیل اکثر یہودی تھے ان الذین یکفرون تا نصیرین۔

إِنَّ الدِّينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ لَا وَيَقْتُلُونَ

ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں

الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ط

ایسے شخصوں کو جو (انفال و اخلاق کے) اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۱﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

سوائے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی (اور) یہ وہ لوگ ہیں کہ

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ان کے سب اعمال (صالحہ) غارت ہو گئے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ ﴿۲۲﴾

(سزا کے وقت) ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا۔

دنیا میں غارت ہونا یہ کہ ان کے ساتھ معاملہ اہل اسلام کا سا نہ ہوگا اور آخرت میں یہ کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور ہر چند کہ محض نصیحت کرنے والوں کا قتل کفر نہیں ہے جس سے اعمال اکارت ہوں البتہ گناہ کبیرہ ہے مگر چونکہ ناصحین کے ساتھ انبیاء کا قتل بھی ان سے سرزد ہوا اس لئے مجموعہ پر جہٹ کا مرتب فرمانا صحیح ہوا اور چونکہ زمانہ نبویہ کے یہود اپنے پہلوں کے برے کاموں پر انکار نہ رکھتے تھے اس لئے ان پر الزام صحیح ہوا۔

رابط: آیات آئندہ میں یہود کی ایک خاص حالت اور ایک خاص قول کی قباحت بیان فرماتے ہیں۔ الم تر الى الذين تالايظلمون

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ

(اے محمد) کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب (تورات) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا

اگر ہدایت کے طالب ہوتے تو وہ حصہ اس غرض کی تکمیل کیلئے کافی تھا۔

يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ ان

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾

کے درمیان فیصلہ کر دے پھر (بھی) ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا

ہیں بے رخی کرتے ہوئے۔ (اور) یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ

ہیں کہ ہم کو صرف کتنی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ لگے گی۔

پھر مغفرت ہو جائے گی اور یہی ان کا اعتقاد بھی ہے۔

وَعَزَّاهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾

اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں نے

جیسے اسی تراشی ہوئے عقیدہ نے ان کو دھوکہ دیا اور کتاب اللہ سے بے اعتنائی کرنے لگے۔

فَكَيْفَ إِذَا جُمِعْتُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ

سوائے کا کیا (برا) حال ہوگا جبکہ ہم ان کو اس تاریخ میں جمع کر لیں گے جس

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

(کے آنے) میں ذرا شبہ نہیں اور اس تاریخ میں (پورا پورا بدلہ مل جاوے گا۔

يُظْلَمُونَ ﴿۲۵﴾

ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان شخصوں پر ظلم نہ کیا جاوے گا۔

کہ بلا جرم یا جرم سے زیادہ سزا ہو جائے اور ان کے اس قول لن تمسنا النار کی تحقیق پارہ الہم میں گزر چکی ہے۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مَن

(اے محمد) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہتے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ

تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ

ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور

مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ يُبْدِلُ

جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں

الْخَيْرُ

۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی۔

رابط: چونکہ اوپر کی آیتوں میں بعض میں محاجہ باللسان اور بعض میں محاجہ باللسان کی تقریر ہے آئندہ آیت میں اس کی مناسبت سے امت محمدیہ کے کفار پر غالب آنے کی پیشین گوئی کی طرف دعا و مناجات کی تعلیم فرماتے ہوئے اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ شان نزول سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم و فارس فتح ہو جانے کا وعدہ فرمایا تو منافقین و یہود نے استہزاء کیا اور اس کو بعید سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی قل اللہم تا بغیر حساب

خدا کے اختیار میں تو برائی بھی ہے مگر یہاں صرف خیر کو اس لئے بیان کیا کہ

کے معاملات ہوتے ہیں ایک موالات یعنی دوستی دوسرے مداراة یعنی ظاہری خوش خلقی تیسرے مواساة یعنی احسان و نفع رسانی ان میں سے موالات یعنی دوستی تو کسی حال میں جائز نہیں اور مدارات یعنی ظاہری خوش اخلاقی تین حالتوں میں درست ہے دفع ضرر کے واسطے دوسرے اس کا فری دینی مصلحت کے واسطے کہ خوش اخلاقی سے ہدایت کی توقع ہو تیسرے اکرام ضیف یعنی مہمان نوازی کے طور پر اس کی خاطر کرنا اگر کوئی کافر خود مہمان بن جائے ان تینوں صورتوں کے علاوہ محض اپنی مصلحت اور منفعت مال یا جاہ کے لئے مدارات بھی جائز نہیں بالخصوص جب کہ دینی مضرت کا بھی اندیشہ ہو تو بدرجہ اولیٰ میل جول کرنا حرام ہوگا اور مواساة یعنی احسان و نفع رسانی کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے اور اپنی منفعت مالی یا جاہی کے لئے مدارات کی ممانعت اس آیت میں ہے۔ ایتغون عندہم العزۃ اور یہی حکم ہے فساق کا اور اہل بدعت کا کہ ان سے دوستی بالکل ناجائز ہے اور مدارات اس تفصیل کے موافق جو بیان ہوئی جائز ہے۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي

اور جو شخص ایسا (کام) کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی

شئ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً

شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھتے ہو

قوی کی قید اس لئے لگائی کہ محض توہم اور خیال کا اعتبار نہیں چنانچہ ایک آیت میں یقولون ان نصیبنا دائرۃ سے اس پر انکار کیا گیا ہے کہ محض وہی اندیشہ کی وجہ سے کفار سے میل جول نہ چاہئے البتہ قوی اندیشہ ضرر کا ہو تو اس صورت میں ظاہری دوستی یعنی مدارات جائز ہے۔ بعضوں کو اس آیت سے اس تقیہ کے جائز ہونے کا شبہ ہوا ہے جو شیعہ میں متعارف ہے مگر اس آیت کو اس تقیہ سے اصلا مس نہیں کیونکہ اس جگہ خوف ضرر کے وقت دوستی ظاہر کرنے اور دشمنی چھپانے کا ذکر ہے اور تقیہ متعارفہ میں کفر کا اظہار اور ایمان کا اخفاء بھی شیعہ جائز سمجھتے ہیں اور اکراہ و جبر کی صورت میں جو شریعت نے اظہار کفر و اخفاء ایمان جائز کیا ہے تو اس میں ضرر کا شدید ہونا اور خوف کا قوی ہونا شرط ہے اور شیعہ تقیہ کے لئے خفیف سا ضرر اور وہی خوف بھی کافی سمجھتے ہیں بلکہ تحصیل منفعت کے لئے بھی جائز جانتے ہیں جہاں ضرر کا بھی اندیشہ نہیں ہوتا پس شیعہ کے تقیہ کو قرآن سے کوئی مس نہیں نہ اس آیت سے نہ اکراہ والی آیت سے خوب سمجھ لو ربط: اوپر کی آیت میں کفار سے دوستی کی ممانعت تھی آگے اس ممانعت کو عام طور پر بیان فرماتے ہیں کہ دلی دوستی تو کسی صورت میں اصلاً جائز نہیں اور بلا ضرورت ظاہری دوستی بھی جائز

اس جگہ مقصود بھلائی مانگنا ہے تو اسی کا ذکر مناسب ہے جیسے کوئی شخص نوکری کا امیدوار ہو اور وہ حاکم سے کہے کہ نوکر رکھنا آپ کے اختیار میں ہے جس کو آپ چاہیں نوکر رکھ لیں اگرچہ نوکر کا موقوف کر دینا بھی حاکم کے اختیار میں ہے مگر امیدواری کے وقت اس کو ذکر نہیں کیا کرتے کہ یہ اس کے ذکر کا موقع نہیں ۱۲

إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ

بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ آپ رات (کے اجزاء) کو دن میں داخل

فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۝

کردیتے ہیں اور (بعض فصلوں میں) دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کردیتے ہیں

پہلی صورت میں دن بڑا ہونے لگتا ہے اور یہ دوسری صورت میں رات بڑھنے لگتی ہے۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ

اور آپ جاندار چیزوں کو بے جان سے نکال لیتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں

مِنَ الْحَيِّ ۝ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

جیسے پرند سے بیضہ) اور آپ جس کو چاہتے ہیں بیشمار رزق عطا فرماتے ہیں

یعنی آپ کو ہر طرح کی قدرت ہے تو کمزوروں کو قوت و سلطنت دے دینا کیا مشکل ہے اس دعاء میں مسلمانوں کی بادشاہت اور غلبہ کے ممکن ہونے پر ایک قسم کا استدلال ہو گیا اور کفار جو اس کو بعید جانتے تھے اس کو دفع کر دیا ربط اوپر کفار کی مذمت مذکور تھی آگے بطور تفریع کے ان کے ساتھ دوستی کرنے کی ممانعت بیان فرماتے ہیں حاصل یہ ہے کہ جب کفار کے قبیح افعال معلوم ہو چکے جیسے انکار آیات و عداوت خدا و رسول تو ایسے دشمنان خدا و رسول سے دوستی کب زیبا ہے۔ لَا يَتَّخِذُ تَا إِلَى اللَّهِ الْمَصِيرَ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ

مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو (ظاہراً یا باطناً) دوست نہ بنائیں

مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے۔

یہ تجاوز دو صورت سے ہوتا ہے ایک یہ کہ مسلمانوں سے بالکل دوستی نہ کریں دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار سے بھی دوستی رکھیں دونوں صورتیں ممانعت میں داخل ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تین قسم

نہیں اور اس مضمون کو ایسے عام عنوان سے بیان فرمایا جس سے تمام ظاہری و باطنی گناہوں سے تنبیہ ہو جائے قل ان تخفوا تا قادی

وَيَحْذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ الْبَصِيرُ ﴿۲۸﴾

اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَتُبْدُوهُ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا مافی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا

اس کو (ہر حال میں) جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ آسمانوں

فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾

میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں۔

سو اگر تم کسی فتنہ کا ارتکاب کرو گے خواہ ظاہری ہو یا باطنی اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے سکتے ہیں۔

رابطہ: آگے مضمون بالا کی تاکید کے لئے قیامت کا آنا اور اس میں سب اعمال کا بلا تخصیص پیش نظر ہو جانا اور اس وقت گنہگاروں کا پچھتانا بیان فرماتے ہیں یوم تجد کل نفس تا بالعباد

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ

جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے

مُحْضَرًا مِّمَّا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ

گا۔ اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی (اور) اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا

أَنْ يَبَيِّنَهَا وَبَيِّنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۝

خوب ہوتا جو اس شخص کے اور اس روز کے درمیان دور دراز مسافت (حائل ہوتی)

تاکہ اپنے اعمال بد کا معائنہ نہ کرنا پڑتا اور تم سے مکر رکھا جاتا ہے کہ (آگے ترجمہ)

وَيَحْذَرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

نہایت مہربان ہیں بندوں پر

اس مہربانی ہی کی وجہ سے تم کو ڈراتے ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ تم

سزائے آخرت سے بچے رہو اور بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اعمال بد کو ترک کر دو اور اعمال بد کا چھوڑنا عادت بدوں ڈرانے کے ہوتا نہیں اس لئے ڈراتے ہیں پس یہ ڈرانا عین شفقت و رحمت ہے۔ ف جن لوگوں کے اعمال نیک اور بد دونوں قسم کے ہوں گے ان کی نسبت یہ فرمانا کہ وہ اس دن کے نہ آنے کی تمنا کریں گے یہ نہایت بلاغت ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے کچھ اعمال اچھے بھی ہوں گے مگر ان کے ہونے کی ذرا خوشی نہ ہوگی اعمال بد سے غایت درجہ رنج ہوگا تو جس کے پاس شر ہی شر ہو اس کا کیا پوچھنا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن کے اعمال سب نیک ہوں وہ بھی ایسی تمنا کریں گے رابطہ: اوپر توحید کا واجب ہونا اور کفار کا مذموم ہونا مذکور تھا آگے اعتقاد رسالت و اتباع رسول کا واجب ہونا بتلاتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح انکار توحید کفر ہے انکار رسالت بھی کفر ہے۔ قل ان كنتم تحبون الله تالا يحب الكافرين

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو۔

اور محبت رکھنے کی وجہ سے یہ بھی چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے (آگے ترجمہ)

فَاتَّبِعُونِي

تو تم لوگ میرا اتباع کرو

یعنی اس مقصد کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کیونکہ میں خاص اسی تعلیم کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ

خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۝

گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

آپ (یہ بھی) فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

یعنی اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور میری اطاعت اس حیثیت سے ضروری ہے کہ میں اس کا فرستادہ ہوں میری معرفت حق تعالیٰ اپنی اطاعت کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

فَإِنْ

پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ

آپ کی اطاعت سے کہ ادنیٰ اس کا اعتقاد رسالت ہے۔

تَوَلَّوْا قَانَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۲

اعراض کریں سو (سن رکھیں) کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے

اور اس صورت میں یہ لوگ کافر ہوں گے سوان کو دعویٰ محبت کرنا یا محبوب خدا ہونے کی ہوس رکھنا محض حماقت ہے رابطہ: بعض معاندین مسئلہ رسالت میں باوجود دلائل عقلیہ و نقلیہ واضح ہو چکنے کے استبعاد و انکار کرتے تھے اس لئے آئندہ آیات میں اس مسئلہ کی تاکید کے لئے اولاً چند مشہور انبیاء کا اجمالاً مقبول و منتخب ہونا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت زکریا علیہ السلام و حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کسی قدر مفصل قصہ بیان فرماتے ہیں تاکہ ان نظائر سے وہ استبعاد رفع ہو جائے اور ان حضرات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان کا زمانہ حضور کے زمانہ سے قریب گزرا ہے ان اللہ تا علیم

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ

بیشک اللہ تعالیٰ نے (نبوت کے لئے) منتخب فرمایا ہے (حضرت) آدم کو اور (حضرت) نوح کو اور (حضرت) ابراہیم کی اولاد (میں سے بعضوں کو)

وَالْاَمْرُ ۝۴۳

اور عمران کی اولاد (میں سے بعضوں کو) تمام جہان پر۔

جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام اور تمام انبیاء بنی اسرائیل جو کہ اولاد یعقوب علیہ السلام کی ہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اور خود ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ ان کی نبوت تمام آسمانی مذاہب میں مشہور و مسلم تھی۔

ذُرِّيَّتَهُمْ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۴۴

بعضے ان میں سے بعضوں کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں

کہ سب کے اقوال کو سنتے ہیں سب کے احوال کو جانتے ہیں پس جن کے اقوال و احوال مناسب شان نبوت کے دیکھے ان کو نبی بنا دیا اذ قالت امراة عمران تا العلیم وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ

جبکہ عمران (پدر مریم) کی بی بی نے (حالت حمل میں) عرض کیا کہ اے میرے

لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ

پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ

تاکہ خاص خانہ خدا کی خدمت کے لئے فارغ ہو (آگے ترجمہ)

مُحَرَّرًا

آزاد رکھا جاوے گا

اور میں اس کو اپنے کام میں نہ لاؤں گی

فَتَقَبَّلَ مِنْیْ ۝۴۵

سو آپ مجھ سے (بعد ولادت) قبول کر لیجئے۔

اس زمانہ میں لڑکوں کے لئے ایسی نذر ماننا جائز تھی انہوں نے اس گمان سے یہ نذر مانی تھی کہ شاید لڑکا پیدا ہو۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۴۶

بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں

کہ میری عرض کو سن رہے ہیں اور میری نیت کو جانتے ہیں فلما وضعتها تا الرحیم

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی

پھر جب لڑکی (جنی) (حسرت سے) کہنے لگیں کہ اے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی (جنی)۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے خیال سے حسرت کر رہی تھیں آگے ترجمہ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَیْسَ الذَّكْرُ

حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس کو جو انہوں نے جنی۔ اور وہ لڑکا (جو انہوں نے)

كَانَ اُنْثٰی ۝۴۷

نے چاہا تھا) اس لڑکی کے برابر نہیں۔

بلکہ یہ لڑکی ہی افضل ہے کہ اس کے کمالات و برکات عجیب ہوں گے

یہ ارشاد بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے پھر ان بی بی کا قول ہے

وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ

اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا

جس کے معنی عابدہ کے ہیں اس نام کے جتلانے میں یہ اشارہ ہے کہ میں اپنی نذر پر حتی الامکان اب بھی قائم ہوں کہ اس لڑکی کو بھی مسجد کے لئے فارغ کر دوں گی اگر خدمت کے لئے نہیں تو عبادت ہی کے لئے سہی۔

وَ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتُهَا مِنْ

اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی اولاد ہو) آپ کی پناہ میں دیتی

اس پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس مکان میں بجز ان کے کوئی نہ آ سکتا تھا خود قفل لگا جاتے خود آ کر کھولتے دوسرے وہ چیزیں بھی بے فصل میوے ہوتے تھے اس لئے تعجب ہوتا تھا۔

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ

وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں

مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ هُنَالِكَ

بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔ اس موقع پر دعا کی۔

موقعہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ذکر یا علیہ السلام نے بے فصل میوے آتے ہوئے دیکھے تو سمجھے کہ اگرچہ میں اور میری بیوی بظاہر اولاد کے قابل نہیں رہی لیکن ان بے موسم میووں کی طرح اگر میرے بھی خلاف عادت اولاد ہو جاوے تو خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ

(حضرت) ذکر یا علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب

لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد

یعنی جو کہ بابرکت اور نیک کردار ہو

إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ

بیشک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے۔ پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۚ

نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں

محراب سے مقصد اس جگہ عمدہ مکان ہے جس سے یا تو مراد بیت المقدس کی محراب ہے یا وہ مکان ہے جس میں حضرت مریم کو رکھا کرتے تھے۔

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مُّصَدِّقًا لِّكَلِمَةٍ

کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔

کلمہ اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ وہ محض خدا تعالیٰ کے حکم سے خلاف عادت بغیر باپ کے پیدا کئے گئے یحییٰ علیہ السلام ان کی تصدیق کرنے والے تھے دونوں صاحب ایک ہی زمانہ میں تھے البتہ یحییٰ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

ہوں شیطان مردود سے

چنانچہ ان کی یہ عرض بھی قبول ہوئی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر بچہ کو ولادت کے وقت شیطان چھیڑتا ہے اور اس کے چھیڑنے سے بچہ چلاتا ہے بجز مریم علیہا السلام و عیسیٰ علیہ السلام کے فقط اور چونکہ یہ دعاء ولادت کے ساتھ ہی معاً ہوئی تھی اس لئے اس وقت تک شیطان مس کرنے نہ پایا تھا اور حدیث میں مریم علیہا السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خاص طور پر اس لئے ہوا کہ ان کی والدہ سے صراحتہ دعا منقول ہے حضور نے بھی صراحتہ اس کے قبول ہونے کو ظاہر فرما دیا پس یہ لازم نہیں آتا کہ اور انبیاء کو شیطان مس کرتا ہوا اور شیطان کو جتنی قدرت دی گئی ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کر سکتا اس لئے یہ شبہ فضول ہے کہ اگر شیطان کو ایسی قدرت ہو تو سب کو ہلاک کر دے دوسرے ملائکہ بھی تو نگہبان ہیں فتقبلہا ربھا تا بغیر حساب

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ

پس ان (مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمایا۔

قبولیت کی ظاہری علامت یہ تھی کہ اس عجیب قرعہ میں جو بطور معجزہ کے تھا ذکر یا علیہ السلام غالب آئے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ ذکر یا علیہ السلام کے پاس یہ رہیں اور پلیں اس لئے قبولیت کو اور ذکر یا علیہ السلام کی کفالت کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ ہم نے ایسا کیا۔

حَسَنٍ وَانْتَبَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۚ

اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا۔

عمدہ طور پر نشوونما دینے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بچپن سے عبادت و طاعت میں مشغول رکھا دوسرے یہ کہ اور بچوں کے معمولی نشوونما سے ان کا ظاہری نشوونما زیادہ تھا۔

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

اور (حضرت) ذکر یا کو ان کا سرپرست بنایا۔ (سو) جب بھی ذکر یا (علیہ السلام) ان

الْمِحْرَابِ لَا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ

کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے

يَمْرَأَتِي أِنِّي لَكِ هَذَا

(اور) یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں۔

علیہ السلام ان سے کچھ بڑے تھے۔

مَنْ اللَّهُ وَسَيِّدًا وَحْصُورًا

اور معتقد ہوں گے اور اپنے نفس کو (لذات سے) بہت روکنے والے ہوں گے۔

لذات سے روکنے میں سب جائز خواہشوں سے بچنا داخل ہو گیا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مناسب حال تھا کیونکہ ان پر آخرت کا خیال اور خوف اس درجہ غالب تھا کہ وہ اہل و عیال کے حقوق ادا کرنے کی طرف اصلاً التفات نہ ہونے دیتا تھا ایسے شخص کے لئے یہی افضل ہے قال رب انی تا والا بکار

وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّی

اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے۔ ذکر یا علیہ السلام نے

يَكُونُ لِيْ عِلْمٌ وَقَدْ بَلَغَنِی الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ

عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا

عَاقِدٌ

آپہنچا اور میری بی بی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔

باوجودیکہ قدرت خداوندی کے معتقد تھے اور نمونہ قدرت کا مکرر مشاہدہ بھی کر چکے تھے پھر ان کا یہ کہنا کہ لڑکا کس طرح ہوگا شک و شبہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ مقصود کیفیت دریافت کرنا تھا کہ آیا ہم دونوں میاں بی بی اس طرح بوڑھے رہیں گے جیسے اب ہیں اور اسی حال میں اولاد ہو جائے گی یا ہماری حالت کچھ تبدیل کی جائے گی جواب کا حاصل یہ ہوا کہ نہیں تم بوڑھے ہی رہو گے پھر بھی اولاد ہو جائے گی اب اس میں کوئی اشکال نہیں رہا اور لڑکا ہونا یحییٰ نام سن کر معلوم ہو گیا تھا۔

قَالَ كَذٰلِكَ اَللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰیَةً ط

اے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔

جس سے مجھ کو معلوم ہو جائے کہ اب حمل رہ گیا اور یہ درخواست اس لئے کی تاکہ جلدی خوشی حاصل ہو جائے دوسرے تاکہ پہلے ہی سے شکر میں مشغول ہوں اور یہ جو نشانی مقرر کی گئی کہ آدمیوں کے ساتھ کلام کی قدرت نہ رہے گی اس میں لطافت یہ ہے کہ نشانی سے جوان کا مقصود تھا کہ

شکر ادا کریں نشانی بھی ایسی تجویز کی گئی کہ بجز اس مقصود کے دوسرے کام ہی کے نہ رہیں نشانی کی نشانی ہو گئی اور مقصود کا مقصود حاصل ہو گیا۔

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں

اِلَّا رَمْزًا ط

نہ کر سکو گے۔ بجز اشارے کے۔

ہاتھ سے یا سر سے جب یہ نشانی دیکھو تو سمجھ جانا کہ اب گھر میں امید ہے اور یہ نہ بول سکتا اضطرابی تھا کہ بات کر ہی نہ سکتے تھے اختیاری نہ تھا کیونکہ اس صورت میں نشانی کیونکر ظاہر ہوتی اور اس زمانہ میں آدمیوں سے بات کرنے پر قدرت نہ رہی تھی ذکر اللہ وغیرہ پر قادر تھے اس لئے فرمایا (آگے ترجمہ)

وَادْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

اور اپنے رب کو (دل سے) بکثرت یاد کیجئے اور (زبان سے بھی) تسبیح (و تقدیس) کیجئے دن ڈھلے کو بھی اور صبح کو بھی۔

صبح و شام سے مراد یا تو تمام اوقات ہیں یا صرف دن دن مراد ہے پس رات کو بوجہ نیند کا وقت ہونے کے تمام رات ذکر کا امر نہیں فرمایا ہوگا اور اس آیت میں تو تین روز ہیں دوسری آیت میں تین رات فرمایا ہے مراد تین دن تین رات ہیں پس دونوں آیتیں صحیح ہیں واذ قالت الملكة تا مع الراکعین

وَالْبُكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ

کہ اس کی قدرت رہے گی اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ فرشتوں نے کہا

فرشتوں کے کلام کرنے سے حضرت مریمؑ کی نبوت کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ فرشتوں کا کلام کرنا نبوت کی خصوصیات سے نہیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصینؓ کو فرشتوں کا سلام کرنا منقول ہے نبوت کا خاصہ وہ کلام ہے جو ایسے شخص سے کیا جائے جس کو تبلیغ احکام کا امر کیا گیا ہو۔

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ

اے مریم! بلا شک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول فرمایا ہے) اور پاک بنایا ہے

تمام ناپسندیدہ اخلاق و اعمال سے

وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور تمام جہان بھر کی عیسویوں کے مقابلہ میں تم کو منتخب فرمایا ہے

لفظ نساء عربی میں بالغہ جوان عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس سے بظاہر یہ معلوم

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ

کلمے مریم علیہا السلام بیشک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو انتخاب اللہ ہوگا۔

یعنی ایک بچہ کی بشارت دیتے ہیں جو بوجہ برباب کے پیدا ہونے کے کلمہ اللہ کہلاوے گا۔

اِسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا

اس کا نام (و لقب) مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ با آبرو ہوں گے

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۳۵﴾

دنیا میں اور آخرت میں اور من جملہ مقربین ہوں گے۔

یعنی حق تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی آبرو دیں گے کہ نبوت عطا ہوگی اور آخرت میں بھی آبرو دیں گے کہ اپنی امت کے مومنوں کے واسطے شفاعت کریں گے اور شفاعت قبول ہوگی اور علاوہ نبوت و شفاعت کے جس کا تعلق دوسروں سے بھی ہے ذاتی کمالات کے ساتھ بھی موصوف ہوں گے کہ عند اللہ مقرب ہوں گے۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

اور آدمیوں سے کلام کریں گے کہوارہ میں اور بڑی عمر میں

یعنی دونوں حالتوں میں یکساں کلام کریں گے دونوں کلاموں میں تفاوت نہ ہوگا مطلب یہ کہ وہ صاحب معجزہ ہی ہوں گے۔

وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۶﴾

اور شائستہ لوگوں میں سے ہوں گے۔

اس شائستگی کی حقیقت اوپر بھی علیہ السلام کے قصہ میں گزر چکی ہے اور یہ بشارت دینا سورہ مریم میں جبرئیل علیہ السلام کی طرف بعنوان دیگر منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہاں ملائکہ کی طرف اب یا تو یہاں ملائکہ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہی ہوں گے اور ان کو جمع کے لفظ سے تعبیر کرنا ایسا ہوگا جیسا کہ ہمارا محاورہ ہے کہ علماء کا اس مسئلہ میں یہ قول ہے چاہے ایک ہی عالم سے سنا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اور فرشتے بھی اس بشارت دینے میں شریک ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں بولنا سورہ مریم میں آئے گا قالت رب انی یكون تا فیکون

قَالَتْ رَبِّ اَنۡیَ یَکُونُ لِیۡ وَلَدٌ وَلَمۡ یَمَسِّنِیۡ

حضرت مریم علیہا السلام بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو

ہے کہ فرشتوں کا یہ کلام حضرت مریم کے جوان ہونے کے بعد ہوا تھا اس بنا پر منتخب ہونے کا بیان دوبارہ اس لئے ہوا کہ پہلا انتخاب بچپن میں ہو چکا تھا۔ مثلاً نذر میں ان کا مقبول ہو جانا بے فصل میوؤں کے آنے سے ان کی کرامت ظاہر ہونا وغیرہ اور دوسرا انتخاب جوانی میں ہوا کہ فرشتوں نے ان سے کلام کیا بے شوہر کے خدا نے بچہ دے کر ان کی کرامت ظاہر کی پھر ان بچہ ہی کی زبانی ان کی برات ثابت کی وغیرہ وغیرہ

یَمْرِیْمَ اَقْنِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدْ لِیْ وَارْکَعِیْ

اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان

مَعَ الرَّکِیْعِیْنَ ﴿۳۷﴾

لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ بعض یہود نے نماز میں رکوع چھوڑ دیا تھا جیسے بیماری میں بعض لوگ قومہ چھوڑ دیتے ہیں اور بعض رکوع کرتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نماز کے طریقہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا جو رکوع بھی کیا کرتے ہیں پس مقصود رکوع کا اہتمام ہے۔

ذٰلِکَ

یہ قصہ

جو اوپر مذکور ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کے اعتبار سے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی ظاہری ذریعہ ان کے معلوم کرنے کا نہ تھا ربط: اوپر کی آیت بطور جملہ معترضہ کے تھی جو نبوت محمدیہ کے ثابت کرنے کے لئے لائی گئی تھی آگے پھر حضرت مریم کا قصہ مذکور ہوتا ہے جس میں زیادہ مقصود عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے۔ واذ قالت الملئکة تا من الصالحین

مِنۡ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہٖ اِلَیْکَ ط وَمَا

منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اور آپ ان لوگوں کے پاس

کُنْتَ لَدَیْہِمۡ اِذۡ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَہُمۡ اَیُّہُمۡ

نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے قلموں کو (پانی میں ڈالتے تھے کہ ان سب

یَکْفُلُ مَرْیَمَ ۚ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْہِمۡ اِذۡ

میں سے کون شخص حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت

یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۸﴾ اِذۡ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَہُ یَمْرِیْمُ

موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے (یہ بھی) کہا

اے مریم اس مولود مسعود کی یہ فضیلتیں ہوں گی کہ آگے ترجمہ

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل

فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ

ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (جاندار) پرندہ بن جاتا

وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى

ہے۔ خدا کے حکم سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام)

بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا

کے بہار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو

تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

کچھ اپنے گھروں میں کھایا کرتے ہو اور جو رکھ آتے ہو۔ بلاشبہ ان میں (میری

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) وَمُصَدِّقًا لِّمَا

نبوت کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو۔ اور میں اس

بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ

طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی تورات کی

بَعْضَ الَّذِي حَرَّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ

اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے لئے بعضی ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام

مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

کردی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس دلیل (نبوت) لے کر آیا ہوں۔ حاصل یہ کہ تم

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ

لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور

مُسْتَقِيمٌ

تمہارے بھی رب ہیں۔ سو تم لوگ اس کی عبادت کرو بس یہ ہے راہ راست۔

جس میں عقائد و اعمال دونوں کی تکمیل ہو اس سے نجات اور وصول الی

اللہ میسر ہوتا ہے۔ مسئلہ: پرندہ کی شکل بنانا تصویر تھا جو اس شریعت میں جائز

بَشَرًا

کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔

یعنی نہ جائز طریق سے نہ ناجائز طریق سے کوئی مرد مجھ سے ہمبستر نہیں ہوا اور عادتہ بچہ بدوں مرد کے پیدا نہیں ہوتا تو معلوم نہیں کہ مجھ کو نکاح کا حکم کیا جائے گا یا ویسے ہی محض قدرت خداوندی سے بچہ ہو جاوے گا۔

قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا (کیونکہ)

اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں۔

یعنی کسی چیز کے پیدا ہونے کے لئے صرف ان کا چاہنا ہی کافی ہے کسی واسطہ اور خاص سبب کی ان کو حاجت نہیں اور ان کے چاہنے کا طریقہ یہ ہے کہ (آگے ترجمہ)

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جائے وہ چیز ہو جاتی ہے۔

پس اگر اسباب و ذرائع کے بعد موجود ہونے کو فرما دیا تو وہ اس طرح ہو جاتی ہے اور اگر اسباب و وسائل کے بغیر فرما دیا وہ ویسے ہو جاتی ہے اور بدوں اسباب کے کسی چیز کے پیدا ہونے میں عقلی استحالہ کوئی نہیں کیونکہ اگر بدوں اسباب کے کوئی چیز موجود نہ ہو سکے تو وہ اسباب بھی تو کوئی چیز ہیں وہ کیسے بدوں اسباب کے موجود ہو گئے اگر ان کے واسطے بھی اسباب فرض کئے جائیں تو سلسلہ غیر متناہی چلے گا جو محال ہے۔ بالآخر ماننا پڑے گا کہ کوئی چیز بدوں اسباب کے بھی محض قدرت سے پیدا ہو سکتی ہے اور اس میں اسباب وغیرہ سب برابر ہیں تو ہر چیز بدوں اسباب کے موجود ہو سکتی ہے یہ اسباب محض حکمت اور آزمائش کے لئے مقرر ہیں پس عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب پیدائش کا اعتقاد کرنا لازم ہوگا کیونکہ عقلاً ایسا ہونا ممکن ہے اور خبر صادق نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے پس انکار کی کوئی وجہ نہیں ۲ او یعلمہ الكتاب تا مستقیم

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ

اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرماوے گا (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص)

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ

توریت اور انجیل اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے (پیغمبر بنا کر) کہ

بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ لَا

میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لے کر آیا ہوں۔

کو حق تعالیٰ کی تدبیر کا علم بھی پہلے سے نہ ہو سکا اس کو دفع تو کیا کرتے

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْبٰكِرِيْنَ ۝۵۱

اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھے ہیں۔

کیونکہ دوسروں کی تدبیریں کمزور ہوتی ہیں اور کبھی بے ڈھنگی اور بے موقع بھی ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی تدبیریں قوی بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ خیر اور موافق حکمت کے ہوتی ہیں اور وہ تدبیر اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی (آگے ترجمہ)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يُعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں۔

پس جب تمہارے لئے طبعی موت مقدر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں دار پر جان دینے سے محفوظ رہو گے یہ وعدہ اس وقت پورا ہوگا جبکہ قرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لاویں گے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

وَرٰفِعُكَ اِلٰى

اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں۔

یعنی میں عالم بالا کی طرف تم کو اٹھائے لیتا ہوں یہ وعدہ اسی وقت پورا کیا گیا چنانچہ سورہ نساء میں اس کے پورا کر دینے کی خبر دی گئی ہے۔ بل رفعہ اللہ الیہ اب وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اگرچہ پہلا وعدہ وفات طبعی دینے کا بعد میں پورا ہوگا لیکن اس کو پہلے اس لئے ذکر کیا گیا کہ وہ دوسرے وعدہ کے لئے یعنی عالم بالا کی طرف اٹھائے جانے کے لئے ایک گونہ دلیل ہے اور دلیل کا رتبہ مقدم ہوتا ہے۔ اور لفظ واو ترتیب کے لئے موضوع نہیں اس لئے اس تقدیم و تاخیر میں کوئی اشکال نہیں اس تقریر سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو آج کل دعویٰ بلا دلیل کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور وہ مدفون ہو گئے اور قیامت کے قریب تشریف نہ لاویں گے مزید تفصیل بیان القرآن میں ملاحظہ ہو

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ

اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے

الَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں

اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ اِلٰى مَرْجِعِكُمْ فَاَحْكُمُ

روز قیامت تک۔ پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی۔ سو میں تمہارے درمیان

بَيْنَكُمْ فَيَمَّا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۵۲

(معمولی) فیصلہ کر دوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے۔

کہ منجملہ ان امور کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقدمہ بھی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا

تفصیل (فیصلہ کی) یہ ہے کہ جو لوگ (ان اختلاف کرنے والوں) میں کافر

شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ زُمْرًا لَهُمْ

تھے سو ان کو سخت سزا دوں گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور ان لوگوں

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۵۳ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کا کوئی حامی (طرفدار) نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ

کئے تھے سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے (ایمان اور نیک کاموں کے) ثواب دیں

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۴

گے اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنے والوں سے

اور بڑا ظلم یہ ہے کہ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا جائے ۱۲

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ

یہ ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ (آپ کے) منجملہ دلائل (نبوت) کے ہے اور منجملہ

الْحٰكِمِ ۝۵۵ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ

حکمت آمیز مضامین کے ہے۔ بیشک حالت عجیبہ (حضرت عیسیٰ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک

یعنی ان کی تجویز ازلی میں اور مطلب اس کا یہ ہے کہ پیدا کرنے

کے قبل علم الہی میں یوں ہی مقدر تھا کہ ان حضرات کی پیدائش اس خاص

کیفیت سے ہوگی ۱۲

كَمَثَلِ اٰدَمَ طَخَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ

مشابہ حالت عجیبہ (حضرت آدم کے ہے کہ ان کے قالب) کوٹی سے بنایا

قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۵۶

پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جاؤ پس وہ (جاندار) ہو گئے۔

حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ کے پیدا ہونا قدرت

اللَّهُ عَلَى الْكَذِبِينَ ۝

کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں

خلاصہ یہ کہ اس طرح بددعاء کریں کہ جھوٹے پر خدا کا قہر نازل ہو اس طرح پر بددعاء کرنے کو مہبلہ کہتے ہیں اس سے مقصود زبان کی گفتگو کا ختم کرنا ہوتا ہے اور اکثر اس کا اثر جلدی ظاہر ہو جاتا ہے جس سے جھوٹے اور سچے کی تعین سب کے نزدیک واضح ہو جاتی ہے کہ جس پر قہر کا اثر ہو وہی جھوٹا ہے اور اگر کبھی اثر ظاہر نہ ہو یا ظہور میں دیر ہو تو شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ حق و باطل کا اصلی مدار دلائل شرعیہ ہیں وہ مہبلہ پر موقوف نہیں مہبلہ کی غرض صرف بحث و مباحثہ کا ختم کرنا ہے اور بس یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو دعوت اسلام کا فرمان لکھا تھا خلاصہ اس کا یہ تھا کہ یا اسلام کو قبول کرو یا جزیہ دو یا جہاد کے لئے آمادہ رہو۔ انہوں نے مشورہ کر کے چند آدمیوں کو حضور کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں سے آپ کی مذہبی گفتگو ہوئی۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں کلام کی نوبت آئی اس وقت یہ آیت مہبلہ نازل ہوئی آپ نے ان کو اس مضمون کی اطلاع دی اور خود مع حضرت فاطمہؓ و حضرت علیؓ و امام حسنؓ و امام حسینؓ تشریف لا کر مہبلہ کے لئے مستعد ہوئے ان میں ایک شخص شریعتی تھا اس نے یہ دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا تم کو ان کا نبی ہونا معلوم ہے نبی سے مہبلہ کر کے فلاح نہیں ہو سکتی ہم سب بلاشبہ ہلاک ہو جاویں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے صلح کر لو چنانچہ حضورؐ سے عرض کیا آپ نے ان پر جزیہ مقرر فرمادیا جس کو انہوں نے منظور کیا حدیث میں آیا ہے کہ اگر وہ لوگ مہبلہ کر لیتے تو ان کے اموال اور اہل سب ہلاک ہو جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ جل جاتے اور درخت وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہبلہ اب بھی بوقت حاجت جائز ہے بشرطیکہ مسائل قطعیہ میں ہو اختلافی ظنی مسائل میں جائز نہیں ربط آگے اہتمام کے لئے اس مضمون کا حق ہونا اور نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا بیان فرماتے ہیں ان ہذا تا الحکیم

إِنَّ هَذَا هُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ

بیشک یہ (جو کچھ) مذکور (ہوا) وہی ہے سچی بات۔ اور کوئی معبود

إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے

الْحَكِيمُ ۝

حکمت والے ہیں۔

خداوندی سے کوئی بعید نہیں چنانچہ ان سے پہلے آدم علیہ السلام بے باپ اور بے ماں کے محض مٹی ہی سے پیدا ہوئے پس عیسیٰ علیہ السلام کا صرف ماں کے خون سے بننا اتنا عجیب نہیں جتنا آدم علیہ السلام کا مٹی سے بننا عجیب تر ہے پھر آدم علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کوئی نہیں مانتا تو عیسیٰ علیہ السلام پر محض بے باپ کے پیدا ہونے سے یہ شبہ کیونکر ہو سکتا ہے ربط: آگے اس مضمون کے حق ہونے کو موکد کرتے ہیں الحق من ربک الخ

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُبْتَرِّينَ ۝

یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے (بتلایا گیا ہے) سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جائے۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ حضور میں شک و شبہ کرنے کا احتمال تھا بات یہ ہے کہ کسی مضمون کی تاکید کبھی تو اس لئے کیا کرتے ہیں کہ مخاطب کی جانب میں کوتاہی کرنے کا احتمال ہے اور کبھی مضمون کی تاکید محض اس لئے کرتے ہیں کہ اس مضمون کا مہتمم بالشان ہونا ظاہر ہو جائے جیسے کوئی بادشاہ سفر کا ارادہ کرے تو اپنے وفادار وزیر سے کہتا ہے کہ دیکھو سب کام اسی طرح ہوتے رہیں گے ان میں کوتاہی نہ کرنا تو اس کلام سے مقصود ان کاموں کے مہتمم بالشان ہونے کو جتانا ہے اور یہ وہ بھی جانتا ہے کہ وزیر سے اگر نہ بھی کہا جائے تب بھی وہ ایسا ہی کرے گا اس میں کوتاہی کرنے کا احتمال بھی نہیں اسی طرح یہاں سمجھو کہ حق تعالیٰ نے یہ تاکید محض اس لئے فرمائی کہ یہ مضمون خود قابل اہتمام کے ہے نہ اس وجہ سے کہ معاذ اللہ حضور میں کوتاہی کا احتمال ہے ربط: اوپر کی تقریر تو طالبان حق کے سمجھانے کے لئے تھی آگے معاندین اور ہٹ دھرم لوگوں کے سکت کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ فمن حاجک فیہ تا علی الکذبین

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ

پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں (اب بھی) حجت کرے۔

مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا

آپ کے پاس علم (لطیف) آئے پیچھے تو آپ فرمادیجئے آجاؤ ہم (اور تم) بلا

وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا

لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور

وَأَنْفُسَكُمْ فَتَنْتَهَلُوا فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ

خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا

یعنی اس کی ذات بھی واحد ہے صفات بھی بے مثل ہیں تو حید ذاتی اور صفاتی دونوں اس کے لئے ثابت ہیں۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٤٣﴾

پھر (بھی) اگر سربازی کریں تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو آپ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ

فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان

سَوَاءٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ

(مسلم ہونے میں) برابر ہے یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ

وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار

بَعْضًا رَبًّا بَآئِمْنٌ دُونَ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا

دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم

فَقُولُوا أَشْهَدُ وَأَبَاؤُنَا مُسْلِمُونَ ﴿٤٤﴾

(ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں

رابط: آگے فساد و عناد والوں سے جو اتنی حجتوں کے بعد بھی نہ مانیں گفتگو کرنے سے باز رکھتے ہیں اور ان کا معاملہ اپنے حوالہ ہونا بتلاتے ہیں۔ فان تولوا تا بالمفسدين

رابط: اوپر اہل کتاب سے گفتگو تھی جس کو خوبی کے ساتھ ختم کر دیا گیا آگے ملاطفت و نرمی کے ساتھ پھر ان کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور اوپر زیادہ روئے سخن نصاریٰ سے تھا اب عام الفاظ میں یہود و نصاریٰ دونوں کو شامل کرتے ہیں قل یا اهل الكتاب تا مسلمون

اگر تم نہ مانو تو تم جانو اس مضمون کو مسلم اس لئے کہا گیا کہ تمام شرائع میں اس کی تعلیم ہوئی ہے اور اجمالاً بطور قاعدہ کلیہ کے اہل کتاب بھی اس کو مانتے تھے کہ تو حید فرض ہے اور شرک کفر ہے اور کسی مخلوق کو رب قرار دینا شرک ہے لیکن باوجود اس کے خدا کی بعض خاص صفات میں جیسے کہ الوہیت ہے عیسیٰ علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام کو شریک کرتے تھے اسی طرح علماء اور راہبین کی علی الاطلاق اطاعت کرتے تھے کہ جس چیز کو وہ حلال کہہ دیں اس کو حلال اور جس کو حرام کہہ دیں اس کو حرام جانتے تھے چاہے وہ کھلم کھلا حکم خداوندی کے خلاف ہی کہہ دیں حالانکہ علی الاطلاق

اطاعت خدا تعالیٰ کے لئے خاص ہے وہ لوگ اس کو شرک نہ سمجھتے تھے حالانکہ شرک کی حقیقت یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاص صفات کو مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے اور اس کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے جو خدا کے ساتھ کرنا چاہئے تھا اسی لئے فرمایا کہ خدا کو چھوڑ کر راہبوں اور علماء کو رب نہ قرار دو کیونکہ احبار اور رہبان کی ایسی اطاعت میں خدا تعالیٰ کے احکام متروک ہوئے جاتے تھے حلال و حرام کر دینا ان کے قبضہ میں ہو گیا تھا پس اس تقریر میں لطف یہ ہوا کہ ان کو قواعد کلیہ مسلمہ یاد دلادیئے اس کے بعد ان باتوں کا اس میں داخل کرنا جس میں وہ مبتلا تھے اور ان کو شرک نہ سمجھتے تھے سہل کام رہ گیا اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو تقلید اماموں کی اب اہل اسلام میں شائع ہے وہ اس آیت کے مضمون میں داخل نہیں کیونکہ وہ تقلید صریح مسائل میں نہیں ہوتی بلکہ ظنی مسائل میں ہوتی ہے وہ بھی اس شرط سے کہ کسی نص قطعی یا حدیث یا اجماع کی مخالفت نہ ہو جائے۔ اہل کتاب تو اپنے علماء کی ایسی تقلید کرتے تھے کہ اگر وہ صریح حکم خداوندی میں بھی تصرف کرنا چاہیں تو ان کو کوئی نہ روکتا تھا اس تقلید کو منع کیا گیا ہے کہ یہ شرک ہے رابط: اوپر نصاریٰ کے ان شبہات کا رد تھا جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ان کو پیش آرہے تھے آگے اس گفتگو کا رد ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں انہوں نے حضور کے سامنے کی تھی قصہ یہ ہوا کہ ایک بار نصاریٰ نجران اور کچھ علمائے یہود حضور کے پاس جمع تھے اور ہر فریق ابراہیم علیہ السلام کو اپنے طریق پر بتلانے لگا جس سے ان کے زعم میں رسالت محمدیہ پر قدح لازم آتا تھا اس لئے ان کی تردید فرماتے ہیں۔ پس پہلی گفتگو میں مسئلہ تو حید کا اثبات تھا اور اس گفتگو میں مسئلہ رسالت محمدیہ کا اثبات ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَحْجُونَ فِي إِبْرَاهِيمَ

اے اہل کتاب! کیوں حجت کرتے ہو (حضرت) ابراہیم کے بارہ میں

کہ وہ طریق یہودیت پر تھے یا نصرا نیت پر

وَمَا أُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا

حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر ان کے

مِنْ بَعْدِهِ ط

(زمانے کے بعد)

اور یہ دونوں طریق ان ہی کتابوں سے ظاہر ہوئے پہلے سے ان کا وجود بھی نہ تھا پھر ابراہیم علیہ السلام ان طریقوں پر کیسے ہو سکتے ہیں۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٩٥﴾ هَآأَنْتُمْ هَآؤِلَآءِ حَاجَجْتُمْ

کیا پھر سمجھتے نہیں ہو۔ ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے

فِي مَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ

جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی۔ سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو

فِي مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ

جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ

اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو

يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ

یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے۔ لیکن (البتہ) طریقِ مستقیم والے (یعنی)

حَنِيفًا مَّسْلَمًا ط

صاحبِ اسلام تھے۔

اس پر یہ شبہ ہوگا کہ اسلام بھی تو ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے موخر ہے پھر وہ صاحبِ اسلام کیسے ہوئے اس کا جواب سورۃ بقرہ میں ام کتھم شہداء کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٧﴾ إِنَّ

اور مشرکین میں سے (بھی) نہ تھے۔ بلاشبہ سب آدمیوں میں سے زیادہ

أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَئِذَا يُنَادِیْهِمْ

خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ البتہ وہ

وَهَذَا النَّبِيُّ ط

لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی امت کی زیادہ خصوصیت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہ ہے کہ آپ اصول میں اور بہت سے فروع میں ان سے موافقت رکھتے ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٨﴾

اور یہ ایمان والے۔ اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے دل سے چاہتے

وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ

ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو (دین حق سے) گمراہ کر

وَمَا يُضِلُّونَ

دیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے۔

نہ خاص صحابہ کو اور نہ عام اہل اسلام کو عوام میں سے کوئی خود گمراہ ہونا چاہے تو ہو جائے مگر گمراہ کرنا ان کے اختیار و قدرت سے باہر ہے۔

إِلَّا أَنْفُسَهُمْ

مگر خود اپنے آپ کو

اس کے وبال میں خود کو گرفتار کر رہے ہیں ۱۲

وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩٩﴾

اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے

اگر اس جماعت سے مراد جہلاء ہوں تب تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ ان کو اپنی کرتوتوں کے انجام کی خبر نہیں اور علماء ہوں تو مطلب یہ ہے کہ اس طرف التفات نہیں کرتے کیونکہ ان میں جو عالم تھے وہ اسلام کی حقانیت اور گمراہ کرنے کے وبال سے آگاہ تھے مگر التفات نہ کرنے کے سبب ان کا جاننا مثل نہ جاننے کے تھا۔ رابطہ: آگے اس گمراہی اور گمراہ کرنے پر ان کو ملامت فرماتے ہیں یا اهل الكتاب لم تكفرون تا تعلمون

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

اے اہل کتاب! کیوں کفر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ

جو کہ تورات و انجیل میں نبوت محمد پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ان آیات کی تکذیب کرنا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب کفر ہے

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿١٠٠﴾

حالانکہ تم اقرار کرتے ہو

زبان سے کہتے ہو کہ وہ آیات حق ہیں یہ تو گمراہ ہونے پر ملامت ہوئی آگے گمراہ کرنے پر ملامت فرماتے ہیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

اے اہل کتاب! کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی (مضمون یعنی نبوت محمد ص) کو غیر

ہے تو جس کو وہ ہدایت پر قائم رکھنا چاہیں اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ لَا أَنْ يُؤْتَىٰ

کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو

أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّوْكُمْ

بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا وہ لوگ تم پر غالب آجادیں۔

عِنْدَ رَبِّكُمْ ط

تمہارے رب کے نزدیک

خلاصہ یہ کہ تم کو مسلمانوں پر یہ حسد ہے کہ ان کو آسمانی کتاب کیوں مل گئی یا یہ لوگ ہم پر مذہبی مناظرہ میں کیوں غالب آ جاتے ہیں اس حسد کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کے تنزل کی کوشش کر رہے ہو آگے اس حسد کا رد ہے۔

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے

يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۴۳ يَخْتَصُّ

چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔ خاص کر

بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۴۴

دیتے ہیں اپنی رحمت (فضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

پس اس وقت برعایت حکمت مسلمانوں پر فضل و رحمت فرما دیا اس میں حسد کرنا فضول اور جہل ہے ۱۲ رابطہ: اوپر اہل کتاب کی دینی خیانت کا ذکر تھا کہ خدا کی آیتوں کو چھپاتے اور ان میں خلط ملط کرتے ہیں آگے ان کی مالی خیانت کا ذکر ہے اور چونکہ بعض ان میں امانت دار بھی تھے اس لئے دونوں قسموں کا ذکر فرماتے ہیں۔ و من اهل الكتاب من ان تامينه تا هم يعلمون۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ (اے مخاطب) اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار

بِقِنَاطِيرٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ

مال بھی امانت رکھ دو تو وہ (مانگنے کے ساتھ ہی) اس کو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں

تَأْمَنَهُ يَدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ

سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے

وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۴۵

واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو۔

کہ حق بات کو ہم چھپا رہے ہیں یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر کوئی جانتا نہ ہو یا اقرار نہ کرتا ہو تو اس کو کفر جائز ہے جواب یہ ہے کہ کفر تو کسی حال میں جائز نہیں مگر اقرار و علم کے بعد کفر کرنا بہت زیادہ قبیح اور زیادہ قابل ملامت ہے اس لئے وانتم تشهدون و تعلمون زیادہ ملامت کرنے کے لئے بڑھا دیا ربط: اوپر ذکر تھا کہ بعض اہل کتاب مسلمانوں کے گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں آگے ان کی ایک چال کا ذکر ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے بہکانے کے لئے چلی تھی۔ وقالت طائفة تا ذو الفضل العظيم

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا

اور بعض لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کی

بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ

گئی ہے مسلمانوں پر (یعنی قرآن پر) شروع دن میں اور

النَّهَارِ وَكَفَرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝۴۶

پھر انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا وہ پھر جادیں۔

یعنی مسلمانوں کو بھی اسلام اور قرآن کے حق ہونے میں شبہ پڑ جائے اور یہ خیال کریں کہ اہل کتاب علم والے ہیں اور بے تعصب بھی ہیں کہ اسلام قبول کر لیا اس پر بھی جو وہ پھر گئے تو ضرور اسلام کا ناحق ہونا ان کو دلائل علمی سے ثابت ہو گیا ہو گا اور اہل کتاب نے یہ بھی باہم کہا کہ مسلمانوں کے دکھلانے کو صرف ظاہری ایمان لانا (آگے ترجمہ)

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ ط

اور (صدق دل سے) کسی کے رو برو اقرار مت کرنا

مگر ایسے شخص کے رو برو جو تمہارے دین کا پیرو ہو

اس کے سامنے تو اپنے قدیم دین کا اقرار خلوص دل سے کرنا چاہئے باقی مسلمانوں کے سامنے ویسے ہی زبانی اسلام کا اقرار کر لینا حق تعالیٰ اس تدبیر کے لچر ہونے کو ظاہر فرماتے ہیں۔ (آگے ترجمہ)

قُلْ

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے۔

کہ ان چالاکوں سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ ہدایت اللہ کی طرف سے

بلکہ امانت رکھنے کا بھی اقرار نہ کرے۔

إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا

مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو

اس وقت تک تو خیر نہیں مکرے گا اور جہاں الگ ہوئے پھر ادا کرنے کا تو کیا ذکر ہے سرے سے امانت ہی سے مکر جاوے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّينَ

یہ (امانت کا ادا نہ کرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے

سَبِيلٌ

(مال کے) بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں

یعنی جو اہل کتاب نہیں جیسے قریش وغیرہ ان کا مال چرا لینا اور چھین لینا سب جائز ہے آگے اللہ تعالیٰ ان کے اس دعوے کی تکذیب فرماتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور (دل میں) وہ بھی جانتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال نہیں کیا محض من گھڑت دعویٰ ہے اس آیت میں جو بعض امانت داروں کی تعریف ہے اگر اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو ایمان لے آئے تھے جیسا کہ معاملہ میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام صحابی ہیں کہ کسی نے ان کے پاس بارہ سو اوقیہ سونا رکھا تھا اور انہوں نے بعینہ ادا کر دیا تب تو مدح میں کوئی اشکال نہیں اور اگر مطلقاً اہل کتاب میں امانت داروں اور خائنوں کے ہونے کو بتلانا مقصود ہے چاہے وہ اسلام لائے ہوں یا نہیں تو مدح اس وجہ سے نہیں کہ یہ عمل ان کا مقبول عند اللہ ہے اور اس کا وہاں ثواب ملے گا۔ کیونکہ ثواب کسی نیک عمل پر بدوں ایمان کے نہیں ہو سکتا بلکہ مدح اس وجہ سے ہے کہ اچھی بات گو کافر کی ہو کسی درجہ میں تو اچھی ہے جس کا اثر دنیا میں نیک نامی وغیرہ اور آخرت میں اس عذاب کی کمی جو اس کے خلاف کرنے سے ہوتا ہے اور اس تقدیر پر اسلام کی غایت بے تعصبی ثابت ہوتی ہے کہ مخالف کے ہنر کی بھی بقدر واقعی داد دی جاتی ہے ۱۲ ربط: اوپر ان کے دعویٰ کی تکذیب تھی آگے اسی کی تاکید ہے اور وفائے عہد کی فضیلت اور بدعہدی کی مذمت صراحتہ بیان فرماتے ہیں۔ بلی من اوفی تا ولہم عذاب الیم

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ

کہ (خائن پر) الزام کیوں نہ ہوگا ضرور ہوگا کیونکہ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے

خواہ وہ عہد اللہ تعالیٰ سے ہو یا مخلوق سے کوئی جائز عہد ہو کیونکہ اگر مخلوق سے ناجائز عہد کیا تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (ایسے) متقیوں کو

یہاں تک ایک قانون ہو اور دوسرا قانون یہ ہے (آگے ترجمہ)

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ

یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انہوں نے) کیا ہے

مثلاً انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا عہد کیا تھا جس کو اہل کتاب رسالت محمدیہ کا انکار کر کے توڑ رہے ہیں اسی طرح خدائی عہد میں سب احکام بھی آگئے۔

وَأَيُّمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا

اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے

مثلاً حقوق العباد و معاملات میں قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا

أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ

ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہ ملے گا

اگر یہ آیت کفار کے حق میں لی جاوے تب تو یہ سب وعیدیں ابد الابد کے لئے ہیں اور اگر فساق کے لئے بھی عام مانی جاویں تو معنی یہ ہوں گے کہ ایک زمانہ تک وہ ان نعمتوں کے مستحق نہ ہوں گے اب چاہے حق تعالیٰ بدوں استحقاق کے اپنے فضل سے فوراً ہی عطا فرما دیں یا ایک مدت کے لئے ایسا ہو ۱۲

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ

اور نہ خدا تعالیٰ ان سے (لطف کا) کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (محبت

الْقِيَمَةِ وَلَا يَزَكِّيهِمْ

سے) دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ ان کو پاک کریں گے

یزکيہم کا ایک ترجمہ اور بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نہ کریں گے جیسے مومنین کی کریں گے اور من اوفیٰ بعہدہ سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وفائے عہد پر حق تعالیٰ نے اپنی محبت کی بشارت دی ہے اس میں ایمان کی بھی شرط نہیں بات یہ ہے کہ عہد اللہ میں ایمان بھی داخل ہے اور آگے اتقی کی قید سے ایمان کا ضروری ہونا صراحتہ بیان فرما دیا کیونکہ تقویٰ کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کفر سے بچے۔

البتہ معنوی تحریف قرآن میں بھی کی۔ خدا ان کو ہدایت دے۔

رابطہ: اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کے اقوال و افعال پر اعتراض تھا اگلی آیت میں ان کے ایک لغو اعتراض کو باطل کرتے ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا جیسا کہ لباب النقول میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس کی خدمت میں ایک بار یہود اور نصاریٰ نجران کے مجتمع تھے تو آپ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا تو ابو رافع یہودی نے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں جیسا نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں آپ نے فرمایا معاذ اللہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ما کان لبشر تا مسلمون

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب

وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوَّةَ

اور فہم اور نبوت عطا فرماویں

جن میں سے ہر ایک کا مقتضا کفر و شرک سے منع کرنا ہے۔

ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي

پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ

مِنْ دُونِ اللَّهِ

خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر

خلاصہ یہ کہ نبوت کے ساتھ شرک کا حکم دینا جمع نہیں ہو سکتا ۱۲

وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّينَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بھجاس کے کہ تم کتاب (الہی اوروں کو بھی)

الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿۹﴾ وَلَا

سکھاتے ہو۔ اور بھجاس کے (کہ خود بھی اسکو) پڑھتے ہو اور نہ (نہ وہ بشر موصوف بالنبوة)

يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلِيكَةَ وَالنَّبِيَّيْنَ

یہ بات بتلا دے گا کہ تم فرشتوں کو اور (یا دوسرے) نبیوں کو

أَرْبَابًا ۖ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ

رب قرار دے لو۔ کیا (بھلا) وہ تم کو کفر کی بات بتلا دے گا بعد اس کے کہ تم

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور بیشک ان میں سے بعض ایسے ہیں

يَلُونُ السِّنْتَهُمْ بِالْكِتَابِ

کہج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب پڑھنے (میں)

رابطہ: اوپر خیانت کی مذمت کا ذکر تھا آگے ان کی ایک خاص خیانت کی عادت بیان فرماتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ کو خاص طریقہ سے تحریف کرتے تھے و ان منهم لفريقا تا وہم يعلمون

یعنی اس میں کوئی لفظ یا کوئی تفسیر غلط ملادیتے ہیں اور غلط پڑھنا کج زبانی کہلاتا ہے یا یہ کہ اپنے ملائے ہوئے الفاظ کو بھی اسی طرح بنا بنا کے پڑھتے ہیں۔ جیسے کلام الہی کو بنا کر پڑھتے ہیں اور اس کا کج زبانی ہونا تو ظاہر ہے ۱۲

لِتَحْسِبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ

تا کہ تم لوگ اس (ملائی ہوئی چیز) کو (بھی) کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ

الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ (لفظ یا مطلب) خدا کے پاس سے ہے

وَمَا هُوَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى

حالانکہ وہ (کسی طرح) خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں

اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۱﴾

اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں

ممکن ہے کہ تحریف لفظی کرتے ہوں یعنی کتاب اللہ کے الفاظ بدلتے ہوں یا اپنی طرف سے ملاتے ہوں اس صورت میں تو دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہی خدا کے نازل کئے ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ تفسیر غلط بیان کرتے ہوں اس صورت میں یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ تفسیر قواعد شرعیہ سے ثابت ہے پہلی صورت میں تو صراحتہ اپنے کلام کو خدا کا کلام بنایا دوسری صورت میں صراحتہ تو نہیں مگر در پردہ اپنی تفسیر کو خدا کے کلام میں داخل کیا کہ اس کو قواعد شرعیہ کے موافق ظاہر کیا اور قواعد شرعیہ خدا کے نازل کئے ہوئے تھے تو گویا وہ تفسیر بھی کسی درجہ میں خدا کی طرف منسوب ہو گئی اس لئے ترجمہ میں دونوں احتمالات کی رعایت رکھی گئی بدوینوں نے اس امت میں بھی حدیث کے اندر تو لفظی اور معنوی دونوں طرح کی تحریف کی اور قرآن میں لفظی تحریف تو نہیں کر سکے کہ اس کی حفاظت کا وعدہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے

مُسْلِمُونَ ﴿۸۰﴾

(واقعی یا بزم خود) مسلمان ہو

شاید وہ معترض براج عناد اطاعت کو عبادت سمجھتا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا حالانکہ فرق ظاہر ہے کہ عبادت اور چیز ہے اطاعت اور چیز ہے اللہ تعالیٰ نے صراحتہ جواب میں ظاہر فرمادیا کہ نبی کا خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کا حکم دینا محال ہے۔

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا (حضرات) انبیاء

مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم (شریعت) دوں۔ پھر تمہارے پاس کوئی

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

اور پیغمبر آئے جو مصدق ہو اس (علامت) کا جو تمہارے پاس ہے

یعنی تمہاری کتاب اور شریعت میں جو علامات نبی اور رسول کی موجود ہیں وہ اس میں پائی جاتی ہوں خلاصہ یہ کہ دلائل شرعیہ سے اس کا رسول ہونا ثابت ہو جائے۔

لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

تو تم ضرور اس (رسول) پر (دل سے) اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری

وَآخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ اٰصْرِي ط قَالُوْا

بھی کرنا (پھر یہ عہد بیان کر کے) فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا

اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا

عہد (اور حکم) قبول کیا۔ وہ بولے ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا

مطلب یہ کہ اپنے اس اقرار پر گواہ کی طرح جسے رہو کیونکہ گواہ اپنی گواہی سے پھر جانے کو برا سمجھتا ہے اور اقرار کرنے والا چونکہ صاحب غرض ہوتا ہے اس کا پھر جانا چنداں بعید نہیں ہوتا۔

وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں

انبیاء علیہم السلام سے تو اس عہد کا لیا جانا صراحتہ اس آیت میں مذکور

ہے باقی ان کی امتوں سے ممکن ہے کہ اس وقت بھی لیا گیا ہو ورنہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے تو ان سے عہد لیا جانا ظاہر ہے تمام کتابوں میں یہ حکم بتا کید مذکور ہے کہ جس زمانہ میں جو رسول آوے اس کا اتباع کرنا چاہئے یہاں تک کہ آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہوئے اسی لئے اہل کتاب کو یہ عہد یاد دلایا گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دلائل سے تم کو ثابت ہو چکی تو موافق اس عہد کے تم پر یقیناً آپ کی تصدیق اور نصرت فرض ہے اور یہ عہد یا تو عالم ارواح میں بھی لیا گیا ہو یا صرف دنیا میں بذریعہ وحی کے لیا گیا ہو اور یہ وسوسہ فضول ہے کہ عالم ارواح کا عہد تو ہم کو یاد نہیں بات یہ ہے کہ اگر ہم کو کوئی بات یاد نہ رہے اور کوئی معتبر شخص بیان کر دے کہ تم نے یہ عہد کیا تھا مگر تم بھول گئے تو اس کا بھی پورا کرنا مثل اپنی یاد کے واجب ہوتا ہے چنانچہ یہ عہد دلائل قطعہ سے سچی وحی اور سچے رسول کی زبانی ہم کو یاد دلایا گیا رابطہ اور پر عہد کا ذکر تھا اب عہد شکنی پر وعید فرماتے ہیں۔ فَمَنْ تَوَلَّىٰ تَاهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ

سو جو شخص روگردانی کرے گا بعد اس کے

کہ انبیاء تک سے یہ عہد لیا گیا ہے امت والے تو کس شمار میں ہیں۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں

چونکہ اس آیت میں انبیاء کو خطاب نہیں اور روگردانی کرنے والے بھی امت والے وہی لوگ تھے اس لئے آیت کو عام کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ وعید صرف امت والوں کے سنانے کے لئے ہے۔

رابطہ: اوپر عہد اسلام کے توڑنے کی حرمت مذکور تھی آگے اس عہد شکنی پر جہر فرماتے ہیں۔ اَفْغِيْرَ دِيْنَ اللّٰهِ تَاِيْرُ جَعُوْنَ

اَفْغِيْرَ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَٰكِنَّ اَسْلَمَ

کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب

مِّنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا

سراغندہ ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں بعضے خوشی سے بعضے بے اختیار

یعنی حق تعالیٰ کے حکم دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جن کے آثار بندہ کے اختیار میں نہیں جیسے مارنا جلانا بیمار کرنا اس میں تو سب خدا کے مخر ہیں بے اختیار ہیں اور

بیان ہے جو اسلام کو قبول کر کے پھر اس سے پھر گئے ان میں بھی دو طرح کے لوگ ہیں بعض تو کفر ہی پر قائم رہے اور بعض پھر تائب ہو کر اسلام لے آئے دونوں کا بیان آتا ہے۔ کیف یہدی اللہ تا غفور رحیم اول ان مرتد ہونے والوں کا ذکر ہے جو کفر ہی پر قائم رہے اور کفر کو ہدایت سمجھتے رہے چونکہ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ خدا نے اب ہم کو ہدایت نصیب کی لہذا ان کی مذمت کے ساتھ اس دعویٰ کی بھی نفی کرتے ہیں کہ بھلا (آگے ترجمہ)

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ (دین خدا کے نزدیک) اس

مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۸۵﴾

سے مقبول نہ ہوگا اور وہ فیصلہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا (یعنی نجات نہ پائے گا) اللہ

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ

تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے۔ جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے (دل سے)

وَشَهِدُوا أَنَّ الرُّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ

اور بعد اپنے اس اقرار کے (تربان سے) کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو (حقانیت

الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۶﴾

اسلام کے) واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بڑھکے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے۔

یہ مطلب نہیں کہ ایسوں کو کبھی اسلام کی توفیق نہیں دیتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ جو کافر ہونے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اب ہم کو ہدایت نصیب کی تو خدا تعالیٰ ایسی بے ڈھنگی ہدایت کیوں کرنے لگے یہ تو شیطانی ہدایت ہے کہ وہ لوگ کفر کا بے ڈھنگا راستہ اختیار کر کے اپنے کو ہدایت پر سمجھتے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں پس اس تقریر سے وہ اشکال جاتا رہا کہ مرتد ہونے کے بعد بھی بسا اوقات ہدایت ہو جاتی ہے جواب یہ ہوا کہ یہاں ہدایت کرنے کی نفی نہیں بلکہ وہ لوگ جو اپنے کو کفر کے بعد ہدایت پر سمجھتے تھے ان کے ہدایہ پر ہونے کی نفی ہے خوب سمجھ لو۔

أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَّهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ

ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی

اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۸۷﴾

بھی اور بہترے آدمیوں کی بھی غرض سب کی۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی

بعض احکام کو پورا کرنا بندہ کے اختیار میں ہے جیسے نماز پڑھنا اسی طرح تمام شرعی احکام ان کو بھی بہت لوگ خوشی سے بجالاتے ہیں جس سے حق تعالیٰ کی عظمت نمایاں ہے اب بعض لوگ جو احکام شرعیہ میں مخالفت کرتے ہیں تو کیا کوئی دوسرا اس عظمت کا ہے جس کی موافقت کے لئے خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔

وَالِيهِ يُرْجَعُونَ ﴿۸۸﴾

اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جاویں گے

یعنی اول تو عظمت خداوندی ہی کا یہ مقتضا تھا کہ کوئی ان کے عہد کی مخالفت نہ کرے خاص کر جب آئندہ کی سزا کا بھی ڈر ہو کہ قیامت کے روز مخالفین کو عذاب ہوگا ربط: اوپر اسلام کی حقانیت کا بیان تھا آگے اس کی حقیقت ظاہر کر دینے کا حضور کو ارشاد ہے قل امنا بالله تا مسلمون

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا

آپ فرمادیتے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اس حکم پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس

اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

حکم پر جو حضرات ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام)

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى

اور یعقوب (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام)

وَعِيسٰى وَالتَّبٰیءُ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نَفَرَقُ

اس پر بھی جو موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا ان کے پروردگار کی

بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ

طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔

کہ کسی پر ایمان رکھیں کسی پر نہ رکھیں۔

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۸۹﴾

اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں

خدا نے ہم کو یہ دین کا طریقہ بتلایا ہے ہم اس پر ہیں اسلام کی اس حقیقت ہی سے اس کی خوبی ظاہر ہے پھر اس کو چھوڑنا سخت بددینی اور بے انصافی ہے ایسے ہی ایک آیت الہم کے آخر رکوع میں آچکی ہے بقیہ فوائد وہاں ملاحظہ کر لئے جائیں ربط: آگے اسلام کے سوا کسی طریقہ کا عند اللہ مقبول نہ ہونا بتلاتے ہیں و من يتبع تا من الخسرین ربط: آگے ان لوگوں کا

کیونکہ گناہوں سے توبہ کرنا ایک طاعت ہے اور کوئی طاعت بدون ایمان کے مقبول نہیں

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّالُّونَ ﴿۹۰﴾

اور ایسے لوگ بچے گمراہ ہیں۔

اس توبہ کے بعد بھی وہ بدستور ویسے ہی ہیں جب تک کہ اسلام نہ لائیں اور یہ حکم مرتد اور اصلی کافر کے لئے یکساں ہے کہ گناہوں سے توبہ بدون ایمان کے کسی کی مقبول نہیں ربط اوپر کی آیت میں جو یہ فرمایا تھا کہ کافر ہونے کے بعد کفر میں بڑھتے رہے اس سے مراد یہ تھی کہ مرتے دم تک کافر رہے اگلی آیت میں اس مراد کو صاف صاف بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں

فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلٌّ اِلَى الْأَرْضِ

سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا

ذَهَبًا وَلَا وَفْدًا ۖ بِهِ

وہ اگرچہ معاوضہ میں اس کا دینا بھی چاہے۔

مطلب یہ کہ خود درخواست کر کے دینے میں ایک گونہ معذرت و ندامت بھی ہوتی ہے جس میں عادت قبولیت کی امید ہوتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ جرمانہ کے طور پر جبراً لے لیا جاوے تو جب درخواست کر کے دینے کی صورت میں قبولیت کی امید نہیں تو جرمانہ دے کر چھوٹ جانے کی تو کیا امید ہو سکتی ہے ربط اوپر یہ بیان تھا کہ کفار کے واسطے مال کا خرچ کرنا مفید نہیں آگے بتلاتے ہیں کہ البتہ مومنین اگر دنیا میں فی سبیل اللہ کچھ خرچ کریں تو آخرت میں ان کے لئے نافع ہو سکتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کفار اگر آخرت میں اپنے مال سے منفعہ ہونا چاہیں تو مسلمان ہو کر دنیا میں فی سبیل اللہ خرچ کریں۔ لَنْ تَنَالُوا تِلْكَ

خُلَايَيْنَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ

میں رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۹۱﴾

مہلت ہی دی جاوے گی۔

آگے ان کا بیان ہے جو پھر مسلمان ہو گئے ان کو اس حکم سے مستثنیٰ فرماتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ

ہاں مگر جو لوگ توبہ کر لیں اس کفر کے بعد اور اپنے دل کو

وَأَصْلَحُوا قَدْ

سنواریں

یعنی منافقانہ طور پر صرف زبان سے توبہ کافی نہیں بلکہ سچے مسلمان ہو جاویں ربط اوپر توبہ کرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کا وعدہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام لے آئے مگر احتمال تھا کہ شاید کوئی مرتد توبہ کا لفظ سن کر صرف برے کاموں سے توبہ کرنا سمجھے جن کو کافر بھی برا سمجھتے ہیں اور بدون اسلام لائے گناہوں سے توبہ کر کے مغفرت و رحمت کا اپنے کو مستحق سمجھے اس لئے اگلی آیت میں تصریح فرماتے ہیں کہ بدون اسلام کے محض گناہوں سے توبہ کرنا عند اللہ فضول چیز ہے ان الذین کفروا تاہم الصالون

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ

سو بیشک خدا تعالیٰ بخشنے والے (اور) رحمت کرنے والے ہیں۔ بیشک جو لوگ کافر ہوئے

كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا

اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں (یعنی کفر پر دوام رکھا) ان کی توبہ

جو کہ اور گناہوں سے کرتے ہوں

لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ

ہرگز مقبول نہ ہوگی

الحمد للہ تیسرے پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ

ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی۔ اور ان کے کوئی حامی بھی

نَصِيرِينَ ﴿٩١﴾ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا

نہ ہوں گے۔ تم خیر کامل کو بھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو

مِمَّا تَحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ

خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی

اللَّهُ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾

خوب جانتے ہیں۔

لن تنالوا تا علیم کچھ تو ثواب اس پر بھی دے دیں گے لیکن کامل ثواب حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے کہ محبوب چیز خرچ کرو آیت سے معلوم ہوا کہ ثواب تو ہر خرچ کرنے سے ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں کیا جائے مگر زیادہ ثواب محبوب چیز کے خرچ کرنے سے ہوتا ہے ربط اور پر کی آیتوں میں اہل کتاب سے گفتگو چلی آ رہی ہے آگے بھی ایک خاص گفتگو کا بیان ہوتا ہے جس کا قصہ روح المعانی میں یہ نقل کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملت ابراہیمی پر ہونا بیان فرمایا تو یہود نے اعتراضاً کہا کہ آپ اونٹ کا گوشت اور دودھ کھاتے ہیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھا (تو اس کا جواب اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ملت ابراہیم پر ہونے کے یہ معنی نہیں کہ جملہ احکام میں ہم ان کے متبع ہیں کیونکہ شریعت محمدیہ مستقل شریعت ہے اور گزشتہ شرائع کے لئے ناخ بھی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصول میں تو بالکل اور فروع میں اکثر ہم ان کے موافق ہیں لیکن چونکہ ان کا یہ اعتراض اصل ہی سے غلط تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ نہیں ان پر یہ حلال تھا یہود نے کہا کہ جتنی چیزیں ہم حرام سمجھتے ہیں یہ سب حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے وقت سے حرام چلی آتی ہیں اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں ان کے اس قول کی تردید فرماتے ہیں۔ کل الطعام تا هم الظالمون

كُلُّ الطَّعَامِ

سب کھانے کی چیزیں

جن میں گفتگو ہو رہی ہے ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہرگز حرام

نہیں بلکہ (آگے ترجمہ)

كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ

نزول تورات کے قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوب (علیہ السلام) نے

إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ نَفْسِهِ

اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا

ایک خاص وجہ سے وہ یہ کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا آپ نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے شفادیں تو سب میں زیادہ جو کھانا مجھ کو محبوب ہو اس کو چھوڑ دوں گا ان کو شفا ہو گئی اور سب میں زیادہ محبوب ان کو اونٹ کا گوشت تھا اس کو چھوڑ دیا پھر ان کی اولاد میں بھی حرام چلا آیا اور یہی تحریم جو نذر کی وجہ سے ہوئی تھی بنی اسرائیل پر بھی بحکم وحی رہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں نذر کی وجہ سے حلال چیز حرام بھی ہو جاتی تھی جیسا کہ ہماری شریعت میں مباح کام نذر ماننے سے واجب ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی نذر مانے تو ہماری شریعت میں یہ نذر جائز نہیں بلکہ اس نذر کا توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے۔

مِنْ قَبْلِ أَنْ تَنْزَلَ التَّوْرَةُ ۖ

بنی اسرائیل پر حلال تھیں

پس ابراہیم علیہ السلام کے وقت ان کے حرام ہونے کا دعویٰ کب صحیح ہو سکتا ہے اور نزول تورات کے قبل اس لئے فرمایا کہ نزول تورات کے بعد ان مذکورہ حلال چیزوں میں سے بھی بہت سی چیزیں حرام ہو گئی تھیں جن کی تفصیل سورۃ انعام میں آئے گی۔

قُلْ فَاتُوا بِالَّتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنْتُمْ

فرما دیجئے کہ پھر تورات لاؤ پھر اس کو پڑھو۔ اگر تم

صَادِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

سچے ہو سو جو شخص اس کے بعد اللہ پر جھوٹ بات کی

مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩٤﴾

تہمت لگائے تو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں۔

کیونکہ نقلی گفتگو میں شرعی دلیل کی ضرورت ہے اور کوئی دلیل تو ایسی رہی نہیں جس کو تم مان لو صرف توریت باقی ہے سو اسی میں دکھا دو کہ اونٹ کا گوشت ہمیشہ سے حرام ہے یا کسی خاص زمانہ سے چنانچہ اس میں بھی نہ دکھلا سکے تو ان کا

جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اس پر ارشاد فرماتے ہیں (آگے ترجمہ) کہ دلیل سے اس دعویٰ کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا رابطہ اوپر یہود کے ایک خاص دعویٰ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا جس سے عقلاً قرآن کا سچا ہونا ثابت ہوا۔ آئندہ آیت میں قرآن کی صداقت صاف و صراحت بیان کر کے ان کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ قَفْ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہہ دیا

اب تم کو چاہئے کہ حقانیت قرآن ثابت ہونے کے بعد (آگے ترجمہ)

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ

سو تم ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۹۵

اور وہ مشرک نہ تھے

بارہ ائمہ کے اخیر میں بھی ایسی آیت آچکی ہے وہاں تفسیر ملاحظہ ہو

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیت المقدس سے بھی پہلے بنا ہے چنانچہ حدیث صحیحین میں اس کی تصریح بھی ہے۔

وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى

لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ

لِلْعَالَمِينَ ۹۶

برکت والا ہے اور جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حج وہاں ہوتا ہے اور نماز کا ثواب وہاں زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تو دینی برکت ہوئی اور جو لوگ وہاں نہیں ہیں ان کو کعبہ کے ذریعہ سے نماز کا رخ معلوم ہوتا ہے یہ رہنمائی ہوئی۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ

اس میں کھلی نشانیاں ہیں

کچھ نشانیاں شرعی ہیں کچھ ظاہری ہیں جن سے اسکی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۹۷

مُجْمَلہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے۔

مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اس میں آپ کے قدموں کا نشان بن گیا۔ اب یہ پتھر خانہ کعبہ سے ذرا فاصلہ پر ایک محفوظ مکان میں رکھا ہے۔

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ

اور جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے لوگوں

حِجُّ الْبَيْتِ

کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے۔

مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص لوگوں کے۔

مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ

یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک پہنچنے کے سبیل کی اور جو

اللَّهُ غَنَىٰ عَنِ الْعَالَمِينَ ۹۸

شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

تو خدا تعالیٰ کا کیا ضرر ہے خود اس منکر ہی کا ضرر ہے کسی کے ماننے پر اس کا کوئی کام انکا نہیں پڑا ان نشانیوں میں مقام ابراہیم کا تو کھلا ہوا نشان ہونا ظاہر ہے باقی جو شرعی نشانیاں بیان فرمائی ہیں وہ اگرچہ محسوس نہیں مگر چونکہ دلیل قطعی سے ثابت ہیں اس لئے ان کو بھی کعبہ کے لئے نشان فضیلت بنانا ظاہر ہے نیز اگرچہ یہ احکام شرعی ہیں مگر ظاہری اثر انکا دلوں پر ایسا تھا کہ جاہلیت میں بھی یہ آثار موجود تھے چنانچہ دور دراز سے حج کے لئے آنا طواف کرنا حد حرم میں امن قائم رکھنا قدیم سے چلا آ رہا ہے خلاصہ دلیل کا یہ ہوا کہ دیکھو یہ احکام شرعیہ و نشانات ظاہرہ خانہ کعبہ کے متعلق ہیں اور ایسے احکام بیت المقدس کے متعلق مشروع نہیں ہوئے پس کعبہ کا افضل ہونا ثابت ہو گیا رابطہ اوپر سے اہل کتاب کا رد چلا آتا ہے آگے ان کے ایک فعل پر ملامت ہے جس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک یہودی تھا شمس بن قیس مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اس نے ایک مجلس میں انصار کے دو قبیلوں اوس و خزرج کو باہم مجتمع و متفق دیکھا حسد کی وجہ سے سخت ناگوار ہوا اور ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا آخر یہ تجویز کیا کہ ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے جو ایک لڑائی زمانہ دراز تک رہی ہے اور اس کے متعلق ہر فریق کے فخریہ اشعار ہیں وہ اشعار ان کی مجلس میں پڑھ دیئے جائیں چنانچہ اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں چناں چیں ہونے لگی یہاں تک کہ موقع اور وقت لڑائی کا پھر مقرر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو

تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

فرقہ کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو تمہارے

يُرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ﴿۵۰﴾

ایمان لائے پیچھے کا فر بنا دیں گے۔

خواہ اعتقاد یا عملاً کیونکہ جنگ و جدال اگر کفر نہیں تو کفر کا کام ضرور ہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ

اور (بھلا) تم کفر کیسے کر سکتے ہو

یعنی تمہارے لئے کفر کے کام کب زیبا ہیں۔

وَأَنْتُمْ تُثَلِّىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ

حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور (پھر) تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں

اور یہ دونوں ایمان پر قائم رہنے کے قوی ذریعہ ہیں۔

وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ

اور (یاد رکھو) جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے

خدا کو مضبوط پکڑنا یہی ہے کہ اس کی ذات و صفات کی تصدیق کرے اس کے احکام کو جانے۔

فَقَدْ هَدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۱﴾

تو ضرور ایسا شخص راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے

یعنی وہ راہ راست پر ہوتا ہے اور راہ راست پر ہونا ہر صلاح و فلاح کا اصلی مدار ہے۔ رابطہ: اوپر مسلمانوں کو فہمائش تھی آگے اسی کا تمہ بیان ہوتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تا تهتدون کامل ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شرک اور کفر سے بچے ہو اسی طرح تمام گناہوں سے بچو اور بلا وجہ شرعی لڑنا معصیت ہے تو اس سے بھی بچنا فرض ہے پس حق ڈرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جیسا حق تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے کیونکہ یہ تو کسی سے ہو نہیں سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنا تمہارے ذمہ حق مقرر اور واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ ادنیٰ تقویٰ پر کفایت نہ کرو بلکہ اعلیٰ درجہ کا کامل تقویٰ اختیار کرو جس میں تمام گناہوں سے بچنا آ گیا اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک اور کفر سے بچے گو گناہوں میں مبتلا رہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو (جیسا) ڈرنے کا حق (ہے)

خبر ہوئی آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اور مسلمان ہو کر اور باہم متفق ہو جانے کے بعد وہابیات کیا اسی کفر کی طرف عود کرنا چاہتے ہو متنبہ ہوئے اور سمجھے کہ یہ شیطانی حرکت تھی اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی اس واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں یہ مضمون کئی آیتوں تک چلا گیا ہے جس میں اول تو ان اہل کتاب پر ملامت کی گئی ہے جن کی یہ کارروائی تھی اور یہ ملامت بڑی بلاغت سے کی گئی ہے کہ اس فعل پر ملامت سے پہلے ان کو کفر پر بھی ملامت کی گئی جس کا حاصل یہ ہوا کہ چاہئے تو یہ تھا کہ خود بھی اسلام لے آتے نہ یہ کہ الٹا دوسروں کو بہکاتے ہو پھر مسلمانوں کو خطاب فرما کر ان کو فہمائش کی گئی قل یا اهل الكتاب تا بغافل عما تعملون

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا

وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۲﴾ قُلْ يَا أَهْلَ

حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے

الْكِتَابِ لِمَ تَصَدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

اے اہل کتاب کیوں ہٹا (نے کی کوشش کر) تے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے ایسے

أَمَّن تَبْغُونَهَا عِوَجًا

شخص کو جو ایمان لا چکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو اس راہ کے لئے

یعنی دین کے راستہ میں روڑے اٹکاتے ہو جیسا کہ قصہ مذکورہ میں کوشش کی تھی کہ اس کارروائی سے مسلمانوں کے دین میں خلل پڑ جائے کیونکہ نا اتفاقی گناہ بھی ہے اور اس سے قوت و ترقی بھی زائل ہو جاتی ہے اور ان بکھیروں میں پڑ کر وہ دین حق سے دور پڑ جاتے ہیں۔

وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں

اگرچہ یہ آیتیں یہود کے بارہ میں نازل ہوئیں مگر الفاظ عام ہونے سے نصاریٰ بھی اس میں آگئے

عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

(وقت معین پر اس کی سزا دیں گے) اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ

تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ

راہ راست پر قائم رہو اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ (دوسروں

إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

کو بھی) خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کے کرنے کا کہا کریں اور برے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۳﴾

کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ (آخرت میں) پورے کامیاب ہوں گے۔

تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو شخص نیک کام کی نصیحت کرنے اور برے کاموں سے روکنے پر قادر ہو یعنی قرینہ سے اس کو غالب گمان یہ ہو کہ اگر میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کروں گا تو مجھ کو کوئی بڑا ضرر نہ پہنچے گا تو اس پر ضروری احکام میں امر ونہی کرنا واجب ہے اور مستحب باتوں میں مستحب ہے اور جو شخص اس طرح قادر نہ ہو اس پر ضروری احکام میں بھی امر ونہی واجب نہیں البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ہے پھر ضروری احکام میں قدرت رکھنے والے کے لئے تفصیل یہ ہے کہ جہاں ہاتھ سے قدرت رکھتا ہو وہاں ہاتھ سے اس کا انتظام واجب ہے جیسے حکام کو محکومین کے ساتھ اور ہر شخص کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور اگر صرف زبان سے قدرت رکھتا ہو تو زبان سے کہنا واجب ہے۔ اور جو قدرت نہ رکھتا ہو اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ واجبات و فرائض چھوڑنے والوں اور حرام کا ارتکاب کرنے والوں سے دل سے نفرت رکھے اور قدرت رکھنے والے کے لئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس امر کے متعلق پورا حکم شرعی اس کو معلوم ہو۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا

اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے (دین میں) باہم تفریق کر لی

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

اور (نفسانیت سے) باہم اختلاف کر لیا ان کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد

اس آیت میں یہ قید صاف بتلا رہی ہے کہ جس تفریق و اختلاف کی مذمت ہے اس سے وہ تفریق مراد ہے جو اصول مذہب میں ہو یا ان فرعی مسائل میں جو کہ ایسے واضح ہیں کہ اگر نفسانیت نہ ہو تو ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ باقی ایسے مسائل جن میں کوئی صریح نص موجود نہیں یا

اسلام کامل کا بھی وہی مطلب ہے جو کامل ڈرنے کا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ اسی کامل تقویٰ اور کامل ایمان پر مرتے دم تک قائم رہنا۔

وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۴﴾

اور بجز اسلام (کامل) کے اور کسی حالت پر جان مت دینا

یعنی اللہ کے دین کو جس میں سب اصول اور احکام آ گئے۔

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو

یعنی اسلام سے پہلے چنانچہ اوس و خزرج میں ایک مدت دراز سے جنگ چلی آتی تھی اور اسلام سے پہلے عام طور پر اہل عرب کی یہی حالت تھی۔

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

اس طور پر کہ باہم متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام (ہوا) ہے اس

عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

کو یاد کرو جبکہ تم (باہم) دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا

تعالیٰ کے (اس) انعام سے (اب) آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے

حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا

کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی (یعنی اسلام نصیب کیا

یہ انعام پہلے انعام کی بھی اصل ہے یعنی بوجہ کافر ہونے کے دوزخ سے اتنے قریب تھے کہ بس دوزخ میں جانے کے لئے صرف مرنے کی دیر تھی اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا کیا جس کے سبب دوزخ میں جانے سے بچ گئے پس ان انعاموں کی قدر کرنا چاہئے اور آپس کی جنگ و جدال سے جو کہ معصیت ہے ان انعاموں کو ضائع نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس جنگ و جدال سے باہمی الفت کی نعمت تو بالکل ہی زائل ہو جائے گی اور نعمت اسلام میں بھی خلل اور نقصان پیدا ہو جائے گا۔ کہ یہ بھی ایک گونہ اسلام کو ضائع کرنا ہے۔ رابطہ: اوپر مسلمانوں کو ہدایت پر قائم رہنے کا حکم تھا آگے یہ حکم ہے کہ دوسروں کو بھی ہدایت کرنے کی کوشش کرو جیسا کہ اس کے مقابل کافروں کو پہلے گمراہ ہونے پر ملامت کی تھی پھر دوسروں کو گمراہ کرنے کی ممانعت کی تھی ولتکن منکم امة تاهم المفلحون

اللَّهُ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٤﴾ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ

وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر

تَتْلُوَهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط

ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں۔

اس سے مضمون بالا کا صحیح ہونا معلوم ہو گیا۔

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾

اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے۔

یعنی جس کو تم عقلاً و شرعاً ظلم سمجھتے ہو وہ بھی کرنا نہیں چاہتے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو حق تعالیٰ جو کچھ بھی کریں وہ ظلم ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ظلم کہتے ہیں غیر کے حق میں دست اندازی کرنے کو اور یہاں تو جو کچھ ہے سب خدائی کا ہے وہ جو کچھ بھی کریں اپنی ہی چیزوں میں تصرف ہوگا اور اپنی چیز میں تصرف کرنے کا مالک کو ہر طرح اختیار ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اگر نیک آدمی کو جہنم میں بھیج دیں یا فاسق کو جنت میں بھیج دیں ہر صورت میں اپنی چیز میں تصرف ہے جس کو ہرگز ظلم نہیں کہا جاسکتا مگر اس جگہ ظلم کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم جو کچھ بھی کریں وہ کسی صورت میں ظلم نہیں مگر جس کو تم بظاہر ظلم سمجھتے ہو ہم وہ بھی نہیں کرنا چاہتے ہر شخص کے لئے جو جزا و سزا مقرر کی گئی ہے بالکل مناسب ہے اس سے تجویز مذکور کا مناسب ہونا معلوم ہو گیا۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

پس جب سب ان کی ملکیت ہیں تو ان سب کے ذمہ خدا کی اطاعت واجب تھی اس سے ان کا مملوک ہونا اور اطاعت کا واجب ہونا ثابت ہو گیا۔

وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿١٠٩﴾

اور اللہ ہی کی طرف سے سب مقدمات رجوع کئے جاویں گے۔

کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا ربط اور پر کی آیتوں میں مسلمانوں کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا حکم تھا آگے اسی کی تاکید کے لئے بتلاتے ہیں کہ ان کاموں کی وجہ سے بھی تم سب امتیوں سے افضل ہو ان میں کمی نہ آنے پاوے۔ کتم خیر امة تا اکثرهم الفسقون

كُنْتُمْ

اے امت محمدیہ تم لوگ

بظاہر نصوص میں تعارض ہے اور تطبیق کا طریقہ واضح نہیں ان میں اختلاف ہو جانا اس آیت میں داخل نہیں اور نہ وہ مذوم ہے کیونکہ آیت میں اس اختلاف کی مذمت ہے جو واضح دلیل پہنچنے کے بعد ہو۔

وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ

اور ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہوگی اس روز (یعنی قیامت کے روز) کہ (جس میں) بعضے

تَبْيِضُ وُجُوهُهُمۡ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُهُمۡ فَأَمَّا الَّذِينَ

چہرے سفید (اور روشن) ہو جائیں گے اور بعضے چہرے سیاہ ہو گئے سوچئے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں

أَسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَٰٓ اٰیْمَانِكُمْ

گئے ان سے کہا جاوے گا کیا تم (ہی) لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد

مفسرین کے اس جگہ مختلف اقوال ہیں کہ ان تفریق و اختلاف کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں جامع اقوال یہ ہے کہ کفر سے مراد اس جگہ عام معنی ہیں جو انکار تو حید و رسالت و اعتقاد بدعت سب کو شامل ہے۔ کہ یہ سب اختلافات و دلائل واضح پہنچ جانے کے بعد ہوئے ہیں پس آیت میں کفار و منافقین و اہل بدعت سب کا اختلاف داخل ہے اور ہر ایک کا کفر اس کے درجہ کے موافق ہوگا کفار و منافقین کا کفر اعتقادی ہے اور اہل بدعت کا کفر عملی ہے ایسے ہی عذاب بھی ہر ایک کو بقدر اس کے کفر کے ہوگا اعتقادی کفر کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور عملی کفر میں کسی وقت عذاب سے نجات ہو جائے گی پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ اے مسلمانوں تم ان اختلافات کرنے والوں کے مشابہ نہ ہو جاؤ جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور عذاب کے مستحق ہوئے اتنا فرق ہے کہ مسلمانوں کا اختلاف عملی گناہ ہے اور دوسروں کا اختلاف اعتقادی گناہ تھا مگر تشبیہ و تمثیل کے لئے اتنی ہی مناسبت کافی ہوتی ہے پوری مناسبت ہونا ضروری نہیں۔ ربط اور پر اہل رحمت و اہل غضب کی جزا و سزا کا بیان تھا آگے حق تعالیٰ اس خبر کا صحیح ہونا اور اس جزا و سزا کا مناسب ہونا اور سب لوگوں کا مملوک خداوندی ہونا اور کسی غیر کا اختیار بالکل نہ ہونا بیان کرتے ہیں کیونکہ وعدہ و وعید کا با وقعت ہونا ان ہی باتوں پر موقوف ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَارِجَعُ الْأُمُورُ

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾

تو اب سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے اور جن کے چہرے سفید ہو گئے ہوں گے

وَأَمَّا الَّذِينَ أَبْيَضَتْ وُجُوهُهُمۡ ففِي رَحْمَةِ

وہ اللہ کی رحمت (یعنی جنت میں) داخل ہوں گے۔ (اور)

تمام اہل مذاہب سے (آگے ترجمہ)

خَيْرَ أُمَّةٍ

اچھی جماعت ہو

یہ خطاب تمام امت محمدیہ کو عام ہے پھر ان میں سے صحابہ اول مخاطب ہیں اور اس امت میں سب سے افضل ہیں پس اوس و خزر ج کے قصہ سے بھی مناسبت ظاہر ہوگئی۔

أُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

کہو جماعت (عام) لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو۔ یعنی شریعت کے حکم کے موافق زیادہ اہتمام کے ساتھ بتلاتے ہو۔

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

اور بری باتوں سے روکتے ہو اور (خود بھی) اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں ساری دین کی باتوں پر ایمان لانا داخل ہے کیونکہ وہ سب اللہ کی بتلائی ہوئی ہیں۔

وَلَوْ أَمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ

اور اگر اہل کتاب (بھی تمہاری طرح) ایمان لے آتے تو ان کے لئے

اس حالت موجودہ سے جس کو وہ بزعم خود اچھی سمجھتے ہیں (آگے ترجمہ)

خَيْرًا لَّهُمْ

زیادہ اچھا ہوتا

کیونکہ پھر وہ بھی اسی بہترین امت میں داخل ہوتے مگر وائی بر حال ایشاں کہ سب مسلمان نہ ہوئے بلکہ (آگے ترجمہ)

مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ

ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں

وہ لوگ مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔

وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۱۱۰

اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں۔

اور طرفہ یہ کہ جو بیچارے مسلمان ہو گئے ہیں ان کو بہکانے کی فکر میں ہیں

لَنْ يَضُرَّكُمْ إِلَّا أَذًى ط

وہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت

یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دل دکھانا اس سے زیادہ ان کی ہمت نہ ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہمت کریں تو اس کا انجام آگے مذکور ہے۔

وَأَنْ يُّقَاتِلُوكُمْ يُؤْتُواكُمْ الْأَدَبَ بَارِقًا

اور اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر (اس سے بڑھ کر

ثُمَّ لَا يَنْصَرُونَ ۝۱۱۱

یہ کہ) کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی۔

بڑھ کر اس لئے کہا گیا کہ خالی حمایت و طرفداری کیا جانا غالب آنے سے زیادہ آسان ہے کیونکہ غالب آنے کے لئے بڑے سامان کی ضرورت ہے اور خالی حمایت کے لئے صرف زبان ہلانا اور ذرا دوز دھوپ کر لینا پڑتا ہے مگر جب زبانی بھی ان کا ساتھ کوئی نہیں دیتا تو غالب آنا تو بدرجہ اولیٰ ممکن نہیں اس کی نفی تو خود ہی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ بیان کی بھی ضرورت نہیں ضربت علیہم الذلۃ تا يعتدون

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ

جمادی گئی ان پر (خاص) بے قدری

یعنی جان کی بے امنی

أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ

جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے

اللہ کی طرف کا ذریعہ یہ ہے کہ اگر کوئی کتابی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایسا مشغول ہو کہ مسلمانوں سے لڑتا بھڑتا نہ ہو وہ جہاد میں قتل نہیں کیا جاتا گو اس کی عبادت آخرت میں نافع نہیں نیز یہ بھی کہ اگر کتابی نابالغ یا عورت ہو تب بھی اس کو قتل نہیں کیا جاتا۔

وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ

اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے

آدمیوں کی طرف کا ذریعہ یہ ہے کہ مثلاً معاہدہ صلح مسلمانوں سے ہو جائے تو ذمی وغیرہ کو قتل نہیں کیا جاتا۔ یا کسی قوم کا ان سے لڑنے کا قصد نہ ہو جیسا کہ بعض زمانوں میں واقع ہوا یا آئندہ ایسا ہو یہ صورت بھی آدمیوں کی طرف سے ان کے مامون ہونے کی ہے باقی اور کسی کو امن نہیں۔

وَبَاءٌ وَيَغْضَبُ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ

اور مستحق ہو گئے (یہ لوگ) غضب الہی کے اور جمادی

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط

گئی ان پر پستی

کہ ان کی طبائع ہی میں اولوالعزمی نہ رہی نیز جز یہ دینا اور جلا وطن ہونا بھی پستی میں داخل ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

یہ (ذلت و غضب) اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الہیہ کے اور قتل

وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا

کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو (اور وہ خود ان کے نزدیک بھی تھا) اور (نیز) یہ اس وجہ

عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

سے ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ (اطاعت سے) نکل نکل جاتے تھے۔

روح المعانی میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے اس پیشین گوئی میں دلیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی چنانچہ یہود بنی قریظہ و بنی نضیر و خیبر و غیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکام رہے اور پھر روز بروز ذلیل ہی ہوا گئے۔ رابطہ: اوپر اہل کتاب کی مذمت فرماتے ہوئے اجمالاً ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا تھا جو ان میں سے مسلمان ہو گئے تھے جیسے کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے بھائی وغیرہ آگے اسی اجمال کی تفصیل ہے ۲ یسوا سوا تا بالمتقین

لَيْسُوا سَوَاءً ۚ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ

یہ (لوگ) سب برابر نہیں (بلکہ) ان (ہی) اہل کتاب میں سے ایک جماعت

قَائِمَةٌ يَتَشَلُّونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنْاءً أَلِيلٍ

وہ بھی ہے جو دین حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں

وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يَوْمُ مِنْوَنَ بِاللَّهِ

اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اللہ پر اور قیامت والے دن

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي

اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں

الْخَيْرِ ط وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں سے ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوا ۝

اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کئے جائیں گے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔

پس محروم ہونے کا احتمال ہی کب ہے کیونکہ یہ لوگ اہل تقویٰ ہیں اور خدا کو ان کے اخلاص و اعمال کا بخوبی علم ہے اور تقویٰ اور ثواب و اجر کا وعدہ ہے پس نہ یہ احتمال کہ خدا کو ان کی حالت کا علم نہ ہو نہ یہ احتمال کہ وعدہ خلافی کریں اور اس مقام پر جتنی باتیں مذکور ہیں یہ ضرور نہیں کہ سب فرض ہی ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ بعض باتیں ان میں سے نفل بھی ہیں جیسے شب بیدار رہ کر قرآن کی تلاوت کرنا یا تہجد پڑھنا اور فائدہ نوافل کے بیان کرنے کا یہ ہے کہ جب وہ لوگ نفل تک کے پابند ہیں تو فرض اعمال و عقائد کو تو کیوں ضائع کریں گے حاصل آیت کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان صفات کو اختیار کیا ہے جو اس امت کے سب امتیوں میں افضل ہونے میں دخل رکھتی ہے اسی لئے ایمان اور امر بالمعروف کو خاص طور پر بیان کیا ورنہ دین حق پر قائم ہونے کی صفت میں یہ بھی داخل ہو گئے تھے۔ رابطہ: اوپر مدح تھی ان اہل کتاب کی جو مسلمان ہو گئے تھے آگے مذمت ہے ان اہل کتاب کی جو مسلمان نہیں ہوئے۔ ان الذین کفروا تا خلدون

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ

جو لوگ کافر رہے ہرگز ان کے کام نہ آویں گے

أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط

ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

کبھی نجات نہ ہوگی اور چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں اس لئے سب کفار کا یہی حکم ہے رابطہ: ابھی یہ فرمایا ہے کہ کفار کے اموال و اولاد کام نہ آویں گے چونکہ بعض کفار بزم خود طاعات میں بھی خرچ کیا کرتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً

اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت

مِّنْ دُونِكُمْ

مت بناؤ۔

نہ محبت میں نہ برتاؤ میں نیز اس ممانعت میں ہمارا بنانا بھی داخل ہے۔

لَا يَأْلُوَنَكُمْ خَبَالًا وَّدُّوْا مَا عَنِتُّمْ

وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقت اٹھائیں رکھتے۔ تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں۔

یعنی دینی و دنیوی ضرر رسانی کے درپے رہتے ہیں۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ

واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے

بات چیت وغیرہ میں چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جب دل میں بہت غبار ہوتا ہے کتنا ہی زبان کو سنبھالے مگر کچھ منہ پر آ ہی جاتا ہے۔

وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے۔ ہم علامات

الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾

تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو

اور اس میں ان کی کتابیں بھی آگئیں اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے مگر وہ تو باوجود تمہارے اس ایمان کے بھی تم سے محبت نہیں کرتے اور تم باوجود قرآن کی تکذیب کرنے کے بھی ان سے محبت رکھتے ہو۔

هَآنَتُمْ أَوْلَاءَ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ

ہاں تم ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں

وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا الْقُوكُمُ

رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوا آمَنَّا بِ

کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔

یعنی صرف تمہارے دکھانے کو منافقانہ طور پر ایسا کہہ دیتے ہیں تم ان کے اس ظاہری ایمان سے دھوکہ مت کھانا کہ وہ بھی تمہاری کتاب کو ماننے ہیں۔

خواہ سب کے نزدیک وہ طاعت ہو جیسے مساکین کو کھانا کھلانا یا فقط ان کے زعم میں طاعت ہو جیسے اپنے مذہب کی حمایت میں خرچ کرنا اور بعض مواقع میں ان کا خرچ کرنا بظاہر اچھا معلوم ہوتا تھا جس سے قبولیت کا احتمال ہو سکتا تھا اس لئے آگے عام الفاظ سے اس احتمال کو قطع کرتے ہیں کہ ان کا کوئی خرچ کرنا خدا کے نزدیک معتبر نہیں خواہ کیسا ہی ہو اور وجہ اس کی ظاہر ہے کیونکہ تمام طاعات کے قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ ان میں نہیں اور اولاد کا نافع نہ ہونا دوبارہ ذکر نہیں کیا کیونکہ ان میں نافعیت کا احتمال کچھ بھی نہیں اگر وہ بھی کافر ہیں تو جو حال ان کا وہی حال اولاد کا اور اگر مومن ہیں تو اور زیادہ دشمن ہوں گے یہ بات بدیہی تھی اس لئے دوبارہ بیان نہیں فرمایا بخلاف نیک کام میں خرچ کرنے کے کہ بعض مواقع میں بظاہر نافع ہونے کا احتمال ہوتا تھا اور نافع نہ ہونا سمجھ میں نہ آتا تھا قرآن میں اس کو دلیل سے ہٹا دیا گیا کہ ایمان نہ ہونے کے سبب سے کچھ قابل قبول نہیں۔ مثل ما ينفقون تا يظلمون

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیوی زندگی میں۔ اس کی حالت اس حالت

كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ

کے مثل ہے کہ ایک ہوا ہے جس میں تیز سردی ہو وہ لگ جاوے ایسے لوگوں

قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ

کی کھیتی کو جنہوں نے اپنا نقصان کر رکھا ہے پس وہ اس کو برباد کر ڈالے

اسی طرح ان لوگوں کا خرچ کرنا آخرت میں سب ضائع ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٩﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچاتے ہیں۔

کہ کفر میں مبتلا ہیں جو قبولیت سے مانع ہے نہ کفر کرتے نہ ان کے سارے خرچ ضائع جاتے اور اس مثال میں جو یہ فرمایا کہ پالا لگ جائے ایسے لوگوں کی کھیتی کو جنہوں نے بددینی سے اپنا نقصان کر رکھا ہو اس پر بظاہر یہ شبہ ہوگا کہ پالے سے تو ہر ایک کی کاشت کو نقصان پہنچ سکتا ہے چاہے دیندار ہی کیوں نہ ہو پھر بددین کی تخصیص کی کیا ضرورت تھی تو نکتہ اس قید میں یہ ہے کہ یہاں کامل نقصان دکھانا مقصود ہے اور کامل نقصان پالے سے یا کسی قسم کی آفت سے بددین ہی کو ہوتا ہے کہ دنیا میں مال ضائع ہو گیا اور آخرت میں کچھ بدلہ بھی نہ ملے گا۔

وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَيْكُمْ إِلَّا نَامِلٌ

اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں

مِنَ الْغِيْظِ ط

مارے غیظ کے

یہ کتنا یہ ہے سخت غصہ کی حالت سے جب کہ مجبوری بھی ہو اور کچھ بس نہ چلتا ہو۔

قُلْ مَوْتُوا بِغِيْظِكُمْ ط

آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں

مراد یہ ہے کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری مراد پوری نہ ہوگی اس میں علم اخلاق کے ایک مسئلہ کی بھی تعلیم ہے جو ایک فائدہ عظیم ہے وہ یہ کہ جب کسی سے قطع تعلق کرنا کسی ضروری مصلحت کی وجہ سے واجب ہو تو کوئی دل خراش بات اس شخص سے کہہ دینا قطع تعلق میں نہایت موثر ہے اس سے وہ شخص مایوس ہو کر خود علاقہ قطع کر دیتا ہے مگر یہ ایذا شرعی حد سے گزرنے نہ پاوے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۱۹

بیشک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو

اسی لئے ان کے دلوں میں جو رنج و حسد اور عداوت تمہاری طرف سے بھری ہے سب بتا دی۔

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے

مثلاً تم میں باہم اتفاق ہو یا غیروں پر تم کو غلبہ ہو جائے۔

تَسُوْهُمْ زَوَّانٌ تُصْبِكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط

تو ان کیلئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت

پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں

اس سے ان کی عداوت اور شامت ثابت ہے پس جب ان کے یہ حالات ہیں تو وہ اس قابل کب ہیں کہ ان سے دوستی یا دوستی کا برتاؤ کیا جاوے۔ یہ تقریر مسلمانوں کے دل سے ان کی دوستی کا خیال نکالنے کے لئے کافی ہے لیکن ساتھ ہی ان کی مخالفت پر آگاہ ہو کر فکر میں پڑ جانے کا احتمال ہے کہ جب یہ ایسے دشمن ہیں تو کہیں ہم کو ضرر نہ پہنچاویں اس لئے آگے اس کے متعلق تسلی فرماتے ہیں۔

وَأِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی

شَيْئًا

ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

اگر یہ خطاب خاص ہی رکھا جائے تب تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ یہ یہودی حضرات صحابہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے اور اگر یہ خطاب سب مسلمانوں کو عام سمجھا جاوے اور یہی ظاہر معلوم ہوتا ہے تب بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ وعدہ یہ ہے کہ اگر تم صبر و تقویٰ پر مستقل رہو تو تم کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا اور اکثر جب مخالف کو مسلمانوں پر غلبہ ہو اصرار و تقویٰ کی کمی کی وجہ سے ہوا ہے اور اگر شاذ و نادر کبھی ایسا بھی ہو کہ باوجود استقلال و تقویٰ کے کفار کو غلبہ ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہاں حقیقی ضرر نہیں ہوتا صرف ظاہری ضرر ہوتا ہے کیونکہ اس وقت حق تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کیا کرتے ہیں جس میں بوجہ رضا و توکل کے ان کے دل پریشان نہیں ہوتے بلکہ اللہ والے امتحان کی تمام تکالیف کو راحت سمجھتے ہیں اور بزبان حال یوں کہتے ہیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

تکلیف دہ ہوتی ہے جس سے قلب کو تشویش ہو اور دل کو جب راحت و خوشی نصیب ہو تو ظاہری تکلیف کا حقیقت کے مقابلہ میں اعتبار نہ کیا جاوے گا اس ظاہری شکست میں مسلمانوں کو باطنی فتح نصیب ہوتی ہے وہ یہ کہ بکثرت فتوحات اور غلبہ ہوتے رہنے سے کبھی اپنی قوت پر نظر ہو جاتی ہے اور خدا پر توکل کم ہو جاتا ہے کبھی شکست دے کر حق تعالیٰ ان کے اخلاق مہذب کر دیتے ہیں جس سے ثواب اور قرب و رضا میں ترقی ہو جاتی ہے اور مسلمان کا اصلی مقصد یہی ہے اگر شکست میں خدا کا قرب و رضا زیادہ ہو تو وہ ہزار فتح سے بہتر ہے خوب سمجھ لو۔

إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۱۲۰

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں

یعنی کوئی عمل اس کے علم سے باہر نہیں اس لئے وہاں سزا سے بچنے کے لئے کسی حیلہ حوالہ کی گنجائش نہیں۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ بِبُيُوتِ الْمُؤْمِنِينَ

اور جب کہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کے

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۱﴾

لئے مقامات پر جہاز ہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے سب جان رہے

إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتٌ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا

تھے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں (بنی سلمہ و بنی حارثہ) نے دل میں خیال کیا

وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ط

کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا۔

رابطہ: یہاں تک زبانی جہاد تھا اب آگے تلوار کے جہاد کا ذکر ہوتا ہے جس کے ضمن میں تین قصوں کی طرف اشارہ ہے۔ غزوہ احد اور زیادہ اسی کا بیان ہے۔ غزوہ بدر غزوہ حراء الاسد اور اس مضمون کو اوپر کی آیت سے خاص مناسبت یہ ہے کہ اوپر فرمایا ہے کہ اگر تم صبر و تقویٰ پر مستقل رہو گے تو تم کو کفار کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے آئندہ یہ تین قصے بطور دلیل کے بیان فرماتے ہیں کہ دیکھ لو جہاں تم نے صبر و تقویٰ پورا پورا کیا جیسے جنگ بدر وہاں باوجود تمہاری قلت اور کمزوری کے کفار تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے اور جہاں اس میں ذرا کمی آگئی جیسے احد میں وہاں کفار غالب آ گئے پھر حراء الاسد میں باوجود یکہ احد میں تازہ زخم کھائے ہوئے تھے لیکن صبر و استقلال و تقویٰ سے کام لیا پھر تم ہی غالب ہو گئے۔ اس سے مضمون بالا کی پوری تائید ہو گئی۔ بھلا وہ ان کو کب ہمت ہارنے دیتا چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس خیال پر عمل کرنے سے ان کو روک دیا اور محفوظ رکھا۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۲﴾

اور پس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے

یہ نصیحت ہے ان جماعتوں کو اور تمام مسلمانوں کو بھی کہ ایسی کم ہمتی کبھی نہ کرنا چاہئے خدا پر نظر رکھنی چاہئے۔ رابطہ: قصہ بدر کی نصرت کا بدولت صبر و تقویٰ کے ہونا بیان فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ج

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو (غزوہ) بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سر و سامان تھے۔

کیونکہ مجمع بھی کفار کے مقابلہ میں کم تھا وہ ایک ہزار تھے اور مسلمان کل تین سو تیرہ تھے اور ہتھیار وغیرہ بھی بہت کم تھے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ

سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو

کیونکہ یہ منصور ہونا بطور تقویٰ کے تھا جس میں صبر و استقلال بھی داخل ہے پس تم پر لازم ہے کہ آئندہ بھی تقویٰ اختیار کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲۳﴾

تا کہ تم شکر گزار ہو

یعنی تا کہ تم اس نعمت نصرت کا شکر پوری طرح ادا کرو۔

إِذْ تَقُولُ

(یہ نصرت اس وقت ہوئی) جبکہ آپ

جبکہ وہ یہ خبر سن کر کہ مشرکین کی اور مدد آ رہی ہے پریشان ہو رہے تھے۔

لِلْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ

مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری

بِثَلَاثَةِ أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿۱۲۴﴾

امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو (آسمان سے) اتارے جاویں گے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے درجہ کے فرشتے ہوں گے ورنہ جو فرشتے پہلے سے زمین پر موجود تھے ان سے بھی یہ کام لیا جاسکتا تھا ذرا اس سے پہلے مسلمانوں کی دعا اور فریاد پر ایک ہزار فرشتے بھیجنے کا وعدہ ہوا تھا جیسا کہ سورہ انفال میں ہے پھر جب مشرکین کی امداد آنے کی خبر آئی کہ کرز بن جابر محارب مشرکین کا ساتھ دینا چاہتا ہے اس پر زیادہ تقویت قلب کے لئے تین ہزار کا وعدہ ہوا پھر تقویٰ و استقلال سے لڑائی کے وقت کام لینے پر پانچ ہزار کا وعدہ ہوا جو آئندہ آتا ہے۔ یہ تین وعدے ہوئے جن میں سے تیسرے وعدے کا سبب تو خود قرآن میں صاف مذکور ہے کہ صبر و تقویٰ سے کام لینا ہے اور پہلے دو وعدوں کے سبب ظاہر میں دعا و پریشانی معلوم ہوتے ہیں مگر اصلی سبب ان کا بھی وہی تقویٰ و صبر ہے اسی کی برکت سے دعا بھی قبول ہوئی اور اسی کی بدولت قدم قدم پر رحمتیں متوجہ ہوئیں۔

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ

ہاں کیوں نہیں (کافی ہوگا) اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر

فَوْرِهِمْ

ایک دم سے (بھی) آپہنچیں گے

کہ ایسے وقت میں عادیہ مخلوق سے مدد پہنچنا دشوار ہوتا ہے مگر جب بھی (آگے ترجمہ)

حکیم بھی ہیں جب چاہیں اسباب پیدا کر کے غلبہ دے دیتے ہیں یہ حکمت ہوئی ملائکہ کی امداد پہنچنے کی جس میں غور کرنے سے کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

الْحَكِيمُ ۱۲۹ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ

حکیم بھی ہیں تاکہ کفار میں سے ایک گروہ کو (جان سے) ہلاک کر دے یا ان

كَفَرُوا أَوْ يَكْتَبَتَهُمْ

کو ذلیل و خوار کر دے پھر وہ ناکام لوٹ جاویں

یعنی تاکہ ان میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو جائے اور اگر دونوں ہو جائیں تو بہت ہی اچھا چنانچہ دونوں باتیں ہونیں ستر کافر رئیس قتل کئے گئے باقی شکست کھا کر ذلیل ہوئے اور ناکام واپس ہوئے اور تیسری بات اور ہوئی کہ ستر آدمی قید ہوئے رابطہ آگے پھر عود ہے قصہ احد کی طرف اور سبب نزول اس کا یہ ہے کہ جب غزوہ احد میں حضورؐ کا دمان مبارک شہید اور چہرہ اقدس زخمی ہوا تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ ایسی قوم کیا فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا حالانکہ وہ نبی ان کو خدا کی طرف بلارہا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے بعض کے حق میں بددعا بھی فرمائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ سب بعد میں اسلام لے آئے اور آپؐ کا بددعا فرمانا یا شکایت کرنا اجتہاد ا تھا وحی سے نہ ممانعت تھی نہ اجازت پس عصمت کے متعلق کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ۱۳۰

آپؐ کو (خود) کوئی دخل نہیں

کسی کے مسلمان ہونے یا کافر رہنے میں نہ علم کا دخل کہ کون ہدایت پائے گا نہ قدرت کا دخل کہ آپؐ جس کو چاہیں ہدایت کر دیں بلکہ یہ سب خدا کے علم اور قبضہ میں سے ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر یا تو (رحمت سے) متوجہ ہو جاویں۔

یعنی ان کو اسلام کی توفیق دیدیں تو اس وقت صبر خوشی سے بدل جائے گا۔

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ

اور یا ان کو (دنیا ہی میں) کوئی سزا دیں

اس وقت قلب کو نشئی ہو جائے گی اور سزا دینا کچھ بے جا بھی نہیں (آگے ترجمہ)

أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۱۳۱

کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

هَذَا يُدْرِكُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِّنَ

تو تمہارا رب تمہاری امداد فرماوے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو

الْمَلَائِكَةِ مُّسَوِّمِينَ ۱۳۲

ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

جیسا کہ طریقہ ہے کہ فوج کی کوئی خاص وردی ہوتی ہے ابن عباس سے منقول ہے کہ ملائکہ کی وضع جنگ بدر میں سفید عمامے تھے اس میں اشارہ ہے کہ وہ فرشتے خاص اسی کام کے لئے بھیجے جائیں گے اور جو شخص خاص طور پر ایک کام کے لئے آتا ہے عادتاً اس سے زیادہ امید کام کی ہوتی ہے اس غرض سے یہ خبر دی گئی پھر اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ پانچ ہزار کا وعدہ بھی پورا ہوا یا کہ نہیں بعض نے کہا کہ نہیں ہوا کیونکہ اس وعدہ کے لئے ایک شرط بھی تھی کہ کفار کی مدد آجائے اور وہ امداد نہیں آئی تھی اس لئے فرشتے بھی پانچ ہزار نہیں آئے صرف تین ہزار آئے اس میں بھی اختلاف ہے کہ تین ہزار پہلے ایک ہزار کے علاوہ آئے یا ان سمیت اور بعض کا قول ہے کہ تینوں وعدے پورے ہوئے اور قصہ احد کے درمیان میں قصہ بدر کا بیان کرنا اس میں مقابلہ کے طور پر اشارہ ہے اس طرف کہ احد میں جو امداد نہیں ہوئی اس کا سبب تقویٰ میں کوتاہی کرنا تھا اور یہ کوتاہی لڑائی سے پہلے بھی ہوئی کہ غزوہ بدر میں کفار کو فد یہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا اس کی سزا ملی اور لڑائی کے وقت بھی ہوئی کہ مورچہ سے حضورؐ کے حکم کے خلاف ہٹ گئے اور جنگ احد میں ملائکہ کا نازل ہونا کسی قوی دلیل سے ثابت نہیں اور ملائکہ کی امداد کی نسبت جو شبہ کیا گیا ہے اس کا جواب عنقریب آتا ہے۔ رابطہ آگے اس امداد کی حکمت کا بیان ہے۔ وما جعله الله الا بشرى تا خائبين

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے (اس کی) بشارت ہو اور

قُلُوبُكُمْ بِهِ ط وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ

تاکہ تمہارے دلوں کو (اضطراب سے) قرار ہو جائے اور نصرت (واقع میں)

اللَّهِ الْعَزِيزِ

صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں

کہ بدوں اسباب کے بھی غالب کر سکتے ہیں لیکن چونکہ طبعاً اسباب ظاہری سے تسلی ہو جاتی ہے اس لئے اس سبب کا سامان کیا گیا کیونکہ وہ

ظلم سے مراد کفر و شرک ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ

ہے اور سب کو چاہیں بخش دیں

یعنی اسلام نصیب کر دیں جس سے مغفرت ہو جائے۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ

یعنی اسلام نصیب کر دیں جس سے مغفرت ہوتی ہے (اور جس کو چاہیں عذاب دیں

یعنی اسلام نصیب نہ ہو اور اس وجہ سے عذاب دائمی ہو

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے (اور) بڑی رحمت کرنے والے ہیں

تو بخشنے کا تو ذرا بھی تعجب نہیں کیونکہ ان کی رحمت تو غضب سے بڑھی ہوئی ہے رحمت تو بلا وجہ بھی کر دیتے ہیں اور عذاب بلا وجہ نہیں کرتے اسی لئے عذاب دینے کی وجہ فانہم ظلمون سے بیان فرمائی اور رحمت کی وجہ کوئی نہیں بیان کی رابطہ: اوپر بیان کیا ہے کہ احد میں امداد نہ ہونے کا سبب تقویٰ میں کوتاہی کرنا ہوئی تھی ایک کوتاہی واقعہ سے پہلے ایک عین واقعہ میں اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض دفعہ پہلے گناہ آئندہ طاعات میں خلل اندازی یا دوسرے گناہوں کے ارتکاب کا سبب ہو جاتے ہیں چنانچہ اس کا تجربہ بھی ہے اور علماء نے لکھا بھی ہے اس لئے آگے تقویٰ کی تاکید اور اس کی بعض ضروری فروع کی تصریح فرماتے ہیں اور بعض بڑے گناہوں سے جیسے ربوا ہے بچنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ پابند حد و شرعیہ رہیں تو آئندہ پھر کسی موقعہ پر مضرت پیش نہ آئے۔ یا ایہا الذین امنوا اتلعلکم ترجمون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا

اے ایمان والو! سود مت کھاؤ (یعنی نہ لو اصل سے)

أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً

کئی حصے زائد (کر کے)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ کئی حصہ زائد نہ لو تو سود جائز ہے۔ سود چاہے تھوڑا ہو چاہے بہت سب حرام ہے بلکہ اس زمانہ کا دستور اس طرح تھا کہ سود بالائے سود لیا کرتے تھے اس لئے ان کے دستور کے موافق یہ قید

اتفاق ہے دوسری آیت میں وحرم الربوا مطلقاً بقید کے بیان ہو چکا ہے دونوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوا کہ سود بالکل حرام ہے جو صورت ان میں رائج تھی وہ بھی اور جتنی صورتیں اس کے سوا ہوں وہ بھی آج کل بعض ہوا پرست اس آیت سے عام مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ

وَاتَّقُوا النَّارَ

اور اس آگ سے ڈرو جو (در اصل)

یہ قید اس لئے بڑھائی کہ گناہوں کی وجہ سے بعض مسلمان بھی دوزخ میں جائیں گے لیکن وہ ان کا اصلی ٹھکانا نہیں یہی وجہ ہے کہ سزا کے بعد برکت ایمان کے اس سے نکل آویں گے رابطہ: آگے بھی تہہ ہے مضمون سابق کا جس میں تقویٰ کی بعض صورتوں کے اختیار کرنیکی ترغیب مع وعدہ مغفرت و جنت کے ہے پس اوپر دوزخ سے بچنے کو فرمایا تھا آگے جنت لینے کو فرماتے ہیں و سارعوا الی مغفرة تانعم اجر العملین

الَّتِي أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور خوشی سے کہنا مانو اللہ تعالیٰ کا اور رسول کا

وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے (قیامت میں) اور دوز و طرف مغفرت کے جو

إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

تمہارے پروردگار کی طرف سے (نصیب) ہو اور طرف جنت کی

مطلب یہ کہ ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے حق تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دیں اور تم کو جنت نصیب ہو۔

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

جس کی وسعت ایسی (تو) ہے (ہی) جیسے سب آسمان اور زمین

اور اس سے زیادہ کی اس آیت میں نفی نہیں مگر واقع میں اس سے زیادہ ہونا ثابت ہے۔

أَعَدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ

وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے (نہیں اعلیٰ درجہ کے مسلمان)

فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينِ

ایسے لوگ (ہیں) جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں (بھی) اور

الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ

غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٦﴾

اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

یعنی جن میں یہ صفتیں ہوں ان کو حق تعالیٰ بہت محبوب رکھتے ہیں اور عام محبت تو حق تعالیٰ کو سب مسلمانوں سے ہے یہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں ایک ان کے اعتبار سے دوسرے درجہ کے ہیں ڈرنے والوں میں سب آگئے (آگے ترجمہ)

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا

اور (بعض) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں

أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا وَاللَّهُ فَاسْتَغْفَرُوا

پر) زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو (معا) اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں

لِذُنُوبِهِمْ

پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں۔

یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے کہ اگر دوسروں پر زیادتی کی ہو تو ان سے بھی حقوق معاف کرائے اور جو خاص اپنی ذات تک گناہ ہو اس میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ قَفْ

اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو

رہا بندے جو اپنے حقوق معاف کرتے ہیں ان کے اختیار میں عذاب سے بچا لینا تو نہیں اور حقیقی بخشش یہی ہے۔ ربط: آگے پھر عود ہے غزوہ احد کے قصہ کی طرف مسلمانوں کی تسلی کرتے ہیں کہ ہمیشہ سے طریقہ الہی چلا آ رہا ہے کہ انجام کار کفار ہی مغلوب و ناکام ہوتے ہیں پس اگرچہ تم اس وقت اپنی بے عنوانی سے مغلوب ہو گئے لیکن اگر تم ایمان کے مقتضی پر ثابت قدم اور تقویٰ پر مستقل رہے تو اخیر میں کفار ہی مغلوب ہوں گے۔

قد خلت من قبلکم سنن تامؤمنین

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾

اور (وہ لوگ) اپنے فعل (بد) پر اصرار (اور ہٹ) نہیں کرتے اور وہ جانتے

أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ

ہیں۔ ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور (بہشت کے)

وَجَنَّتْ تَجْرِي مِّن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی یہ ہمیشہ (ہمیشہ) ان

خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿١٣٦﴾

ہی میں رہیں گے اور (یہ) اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا۔

قَدْ خَلَتْ مِّن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ لَا

بالتحقیق تم سے قبل مختلف طرق کے (لوگ) گزر چکے ہیں۔

جن میں مسلمان بھی تھے کافر بھی تھے اور ان میں باہم جنگ و جدال بھی ہوا لیکن انجام کار کفار ہی ہلاک ہوئے چنانچہ اگر تم آثار کا مشاہدہ کرنا چاہو (آگے ترجمہ)

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ

تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لو کہ اخیر انجام

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾ هَذَا بَيَانٌ

تکذیب کرنے والوں کا کیا ہوا۔ یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے

لِلنَّاسِ وَهَدَىٰ وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾

لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے خاص خدا سے ڈرنے والوں کے لئے

یعنی ہدایت و نصیحت یہی لوگ حاصل کرتے ہیں ہدایت تو یہ کہ حق و باطل کو سمجھیں اور نصیحت یہ کہ اس کے موافق عمل کریں اور بیان کافی سب کے لئے ہے اگر اس میں غور کریں سب عبرت حاصل کر سکتے ہیں ربط: آگے بھی تسلی ہے دوسرے عنوان سے چنانچہ ترجمہ سے معلوم ہو جائے گا ان یمسککم قرح تا یمحق الکفرین

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ

اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور (آخر) کو غالب تم ہی رہو گے۔ اگر

کیونکہ مصیبت سے اخلاق و اعمال کا تصفیہ ہو جاتا ہے پانچویں حکمت یہ ہے کہ (آگے ترجمہ)

وَيَذِقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾

اور مٹا دے کافروں کو

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غالب آ جانے سے جرات بڑھے گی تو پھر مقابلہ میں آویں گے اور ہلاک ہوں گے دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر تباہ ہوں گے۔

دیدنی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند
رابطہ: اوپر کی آیتوں میں گذشتہ مصائب پر قسلی تھی اگلی آیت میں آئندہ کی مشقتوں کے تحمل پر مسلمانوں کے دلوں میں قوت پیدا کرتے ہیں۔ ام حسبکم تا يعلم الصابرين

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ

ہاں (اور سنو) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گئے۔

یعنی خصوصیت کے ساتھ سب سے پہلے یا بڑے درجوں میں پہنچ جاؤ تو یہ بدون مشقت کے نہیں ہوتا اور یوں جنت میں پہنچ جانا بلا خصوصیت کے تو ہر مومن کے لئے محض فضل و کرم سے بھی ہو سکتا ہے۔

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ

حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں

یعنی خدا تعالیٰ کا جاننا سب کو ظاہری طور پر معلوم نہیں ہوا۔

الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ

جنہوں نے تم میں سے (خوب) جہاد کیا ہو

خوب کی قید اس لئے بڑھادی کہ تھوڑا بہت جہاد تو غزوہ احد میں بھی ہوا گونا گونا رہا۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی تمہاری ثابت قدمی اور جہاد کا امتحان بہت باقی ہے آئندہ کے لئے اس میں کوشش کرنا ضروری ہے کیونکہ جنت کے عالی درجے بے مشقت نہیں مل سکتے۔ رابطہ: اوپر نصیحت تھی آگے لڑائی سے بھاگنے پر ایک گونہ ملامت ہے۔ ولقد كنتم تانتظرون

وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ ﴿١٣٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں اور تم تو (شہید ہو کر) مرنے کی

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ

تم پورے مومن رہے۔ اگر تم کو زخم (صدمہ) پہنچ جاوے

قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۖ

(جیسا احد میں ہوا) تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے۔

یعنی گھبرانے کی کوئی بات نہیں اس میں بھی حکمتیں ہیں چنانچہ ایک حکمت تو یہ ہے کہ سال گذشتہ بدر میں تمہارے مقابلوں کو صدمہ پہنچا تھا اور ہمارا معمول ہے کہ کبھی ایک قوم کو غالب کرتے ہیں دوسری کو مغلوب کبھی اس کے برعکس اسی معمولی کے موافق بارہ سال وہ مغلوب ہوئے تھے اس سال تم ہو گئے اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں بڑی مصلحت ایک یہی ہے کہ اس عالم میں لوگوں کا ابتلاء و امتحان باقی رہے اگر مسلمان ہی ہمیشہ غالب ہوا کرتے تو یہ اس کی حقانیت کا کھلا نشان ہمیشہ کے لئے ہوتا پھر کسی کا ایمان لانے میں کچھ کمال نہ ہوتا اور اگر کفار کو ہمیشہ غلبہ ہوا کرتا تو ضعیف الایمان لوگ سخت فتنہ میں پڑ جاتے اس لئے اکثر تو مسلمان ہی غالب ہوتے ہیں مگر کبھی مغلوب بھی ہو جاتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

اور ہم ان ایام کو ان لوگوں کے درمیان اڈلتے بدلتے رہا کرتے ہیں

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

اور (دوسری حکمت یہ ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیویں۔

یعنی اس کا جاننا سب کو معلوم ہو جاوے کیونکہ مصیبت کے وقت مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے۔

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۖ وَاللَّهُ لَا

اور تیسری حکمت یہ ہے کہ تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ

يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾

ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔

پس اس کا احتمال نہ کیا جائے کہ شاید ان کو محبوب ہونے کی وجہ سے غالب کر دیا ہو ہر گز نہیں یہ کلام بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے بقیہ حکمتیں آتی ہیں چوتھی حکمت یہ ہے (آگے ترجمہ)

وَلِيَمِخَصَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

اور تاکہ (گناہوں کے) میل کچیل سے صاف کر دے ایمان والوں کو

الْمَوْتِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ

(بڑی تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو (تمنا کے بعد)

رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾

اس (کے سامان) کو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا (پھر کیوں بھاگنے لگے)

شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ احد سے پہلے بعض صحابہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ان کے بڑے بڑے فضائل حدیث و قرآن میں آئے تو بعض نے تمنا کی کہ کاش ہم کو بھی کوئی ایسا موقع پیش آدے کہ اس دولت شہادت سے مشرف ہوں آخر غزوہ احد کا واقع ہوا تو بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی رابطہ: جب غزوہ احد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا اور سر مبارک زخمی ہوا اس وقت کسی دشمن نے پکار دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے مسلمان ایک تو لڑائی کا رنگ بدل جانے سے بدحواس و پریشان ہو ہی رہے تھے اس خبر سے رہی سہی اور بھی کمر ٹوٹ گئی کسی نے تو یہ تجویز کیا کہ اب کفار سے امن لے لینا چاہئے بعضے ہمت ہار کر بیٹھ رہے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے۔ بعضے بولے کہ جب آپ ہی نہ رہے تو ہم رہ کر کیا کریں گے جس پر آپ نے جان دی ہم کو بھی اسی پر جان دیدینی چاہئے آپ قتل ہو گئے تو کیا خدا تو قتل نہیں ہوا بعضے بھاگ کھڑے ہوئے بعضے منافق بولے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے تو پھر اپنا پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کر لیا جائے بعضے بولے کہ اگر نبی ہوتے تو کیوں قتل ہوتے اس پریشانی میں اول آپ کو حضرت کعب بن مالک نے دیکھا پہچانا اور پکار کر کہا کہ مسلمانو یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ صحیح سلامت پھر سب مسلمان مجتمع ہوئے آپ نے اس بھاگنے پر ملامت فرمائی عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وحشتناک خبر سے ہمارے دل بیٹھ گئے اس لئے پاؤں اکھڑ گئے وما محمد

الارسل تا سنجزی الشکرین

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں) آپ سے

قَبْلِهِ الرُّسُلُ

پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

اسی طرح آپ بھی ایک روز آخر گزر رہی جائیں گے تو آپ کی موت یا قتل کی خبر کو عجب سمجھ کر ایسے کیوں گھبرا گئے فائدہ: قد خلت من قبلہ

الرسول سے عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال پر استدلال کرنا محض باطل ہے کیونکہ زندہ آسمان پر اٹھ جانا بھی دنیا سے گزر جانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس طرح بھی اٹھ جاتے تب صحابہ کو موت ہی کا سا صدمہ ہوتا پس تسلی میں مطلق گزر جانے کو بھی پورا دخل ہے خواہ موت سے ہو یا بدوں موت کے۔

أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ

سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ (جہاد یا اسلام سے) الٹے پھر جاؤ گے۔

چنانچہ اس واقعہ میں بعض مسلمان میدان جنگ سے بھاگ پڑے تھے اور منافقین دین سے پھر جانے کی ترغیب دے رہے تھے۔

وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ

اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا (بلکہ اپنا ہی

اللَّهُ شَيْئًا طَوِيسًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۴﴾

کچھ کر دے گا) اور خدا تعالیٰ جلدی ہی (نیک) عوض دے گا حق شناس لوگوں کو

جو ایسے مواقع میں حق تعالیٰ کے انعامات کو یاد رکھ کر اس کی اطاعت پر جت رہتے ہیں اور قیامت میں عوض ملنا جلدی یہی ملنا ہے کیونکہ روزانہ وہ قریب ہی ہوتی جاتی ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدوں حکم خدا کے

خواہ طبعی موت ہو یا قتال سے ہو پس کسی کی موت سے گھبرانا فضول بات ہے پھر جب وہ خدا کے حکم سے ہے تو اس پر راضی رہنا چاہئے دوسرے یہ کہ جس کی موت آئی بھی ہے تو (آگے ترجمہ)

كِتَابًا مُؤَجَّلًا ط

اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے

جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی تو پھر ارمان و حسرت محض بیکار ہے وہ تو وقت پر ضرور ہوگی اور وقت سے پہلے ہرگز نہ ہوگی پھر اس سے متوحش ہو کر بھاگنے کا آخر نتیجہ کیا بجز اس کے کہ چند روزہ زندگی کی ایک تدبیر ہے سو ایسی تدبیر کا حال سن لو (آگے ترجمہ)

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا

اور جو شخص دنیوی عتجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں

اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا في امرنا

کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے

وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم

حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھئے اور ہم کو کافروں پر

الكافرين ﴿١٣٤﴾ فاتهم الله ثواب

غالب کیجئے۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی

الدنيا وحسن ثواب الاخرة ط

بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ۔

والله يحب المحسنين ﴿١٣٥﴾

اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔

اس میں اس بات کی تعلیم ہے کہ مصیبت کے وقت ظاہری تدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا و استغفار بھی کرے کہ اکثر مصیبت کا سبب گناہ ہوتا ہے۔ اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ جنگ احد میں مصیبت عدول حکمی کی وجہ سے ہوئی اور اگر یہ اشکال ہو کہ صحابہؓ تو اللہ والے تھے پھر ان کے گناہ کیا ہوں گے تو جواب یہ ہے کہ اپنے اپنے مرتبہ کے موافق کچھ نہ کچھ تو انسان سے ہوئی جاتا ہے مگر ایسے اتفاقیات سے ان کے اللہ والے ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ بہت جلد معذرت کر لیتے ہیں اور دعا و استغفار و ثابت قدمی یہ بھی فتح و ظفر کی تدابیر میں سے ہیں اگر کبھی کسی عارضہ کی وجہ سے ان کے باوجود بھی شکست ہو تو کچھ اشکال نہیں ربط: چونکہ لڑائی بگڑنے کے وقت بعض منافقین مسلمانوں سے کہنے لگے تھے کہ جب حضورؐ ہی نہ رہے تو اپنا پہلا ہی دین کیوں نہ اختیار کر لیا جائے اس سے ان کی خباثت و بدخواہی ظاہر ہے اس لئے اگلی آیت میں مسلمانوں کو کسی بات میں ان کے مشورہ پر عمل کرنے سے ڈراتے ہیں جیسا کہ اوپر مخلصین کے اتباع کی رغبت دلائی تھی۔ یا ایہا الذین امنوا ان تطيعوا تاخير النصرين

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا

اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے

الَّذِينَ كَفَرُوا يُرَدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

کافروں کا تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں گے

اپنی مشیت کے موافق پھر آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

اور جو شخص اخروی نتیجہ چاہتا ہے

مثلاً جہاد میں اس لئے ثابت قدم رہ کہ یہ ثواب آخرت ملنے کی ایک تدبیر ہے۔

الْآخِرَةِ نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿١٣٦﴾

تو ہم اس کو آخرت کا حصہ (یقیناً) دیں گے اور ہم بہت جلد

(نیک عوض دیں گے) ایسے (حق شناسوں کو

جو اپنے اعمال و تدابیر میں آخرت کی نعمت چاہیں پہلی جگہ اعمال نیک پر قائم رہنے کو شکر کہا تھا یہاں آخرت کی نیت کرنے کو شکر کہا گیا تو کلام میں تکرار نہیں۔

وَكَايِّنَ مِنْ نَّبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ

اور بہت نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لڑکے ہیں۔

كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي

سو نہ تو ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی

سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ط

راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے

ربط: آگے بھی ملامت کا تہمتہ پہلی امت کے مخلصین کا حال یاد دلاتے ہیں کہ دیکھو وہ کیسے مستقل رہے تم کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ و کاین من نبی تا يحب المحسنين

کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگے ہوں۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿١٣٧﴾

اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے

جو دین کے کام میں ایسے ثابت قدم رہیں اور ان کے افعال میں تو کیا لغزش ہوتی (آگے ترجمہ)

وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا

اور ان کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا

وَمَا لَهُمُ التَّاسِرُ ۖ وَبِئْسَ مَثْوَى

اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے

الظَّالِمِينَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ

بے انصافوں کی۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا تھا۔

إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِأَذْنِهِ ۚ

جس وقت کہ تم ان کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔

چنانچہ ابتدائے جنگ میں مسلمانوں ہی کو غلبہ حاصل تھا اور یہ غلبہ وقتاً فوقتاً بڑھتا گیا۔

حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ

یہاں تک کہ جبکہ تم خود ہی کمزور ہو گئے۔

کہ جو تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ مورچہ پر پچاس آدمی اور ایک افسر برابر بیٹھے رہیں اس میں بعض نے غلط فہمی سے خلاف رائے دی کہ اب وہ حکم ختم ہو گیا پس ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہئے۔

وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ

اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے

بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ مَّا تَحِبُّونَ ۖ

کہ تم کو تمہاری دلخواہ بات دکھلا دی تھی۔

کہ آنکھوں سے اپنی جماعت کا غلبہ دیکھ رہے تھے۔

مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا

کہ تم میں سے بعض تو وہ شخص تھے جو دنیا کو چاہتے تھے۔

یعنی کفار کا تعاقب کر کے مال غنیمت جمع کرنا چاہتے تھے مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ غنیمت جمع کرنے میں ان کو عوض دنیا ہی مقصود تھی کیونکہ صحابہ کی ایسی حالت نہ تھی جو حضرات ایسے مورد عنایات ہوں وہ محض طالب دنیا نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی نیت یہ تھی کہ حفاظت مورچہ کا ثواب حاصل کر کے کفار کے خانماں آوارہ کرنے کا بھی ثواب لیں۔ تو مقصود اس میں بھی آخرت تھی کیونکہ اگر وہ غنیمت کو جمع نہ بھی کرتے تب بھی حسب قانون شریعت وہ غنیمت کے یقیناً مستحق تھے مگر چونکہ اس میں ایک گونہ دنیا کی بھی شرکت تھی

یعنی ان کا اصل مطلب یہی ہے جس کو وہ کبھی تو صراحتہ ظاہر کر دیتے ہیں اور کبھی کوئی خیر خواہی کی بات سوچتے ہیں مگر اس میں بھی کوئی ایسا چبھ رکھتے ہیں کہ انجام اس کا آخر کفر ہو جائے۔

فَتَنَقَّلُوا خَيْرِينَ ۝ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۚ

پھر تم ناکام ہو جاؤ گے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے

وَهُوَ خَيْرُ النَّصِيرِينَ ۝

اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔

پس اسی کی دوستی پر اکتفا کرو اور اسی کو مددگار سمجھو مخالف اگر خیر خواہی بھی ظاہر کرے تو خلاف حکم خداوندی عمل مت کرو ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کا مددگار و مولیٰ ہونا مذکور تھا آگے ایک واقعہ سے اس کو ثابت کرتے ہیں۔

سنلِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالرُّعْبَ

ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہول کافروں کے دلوں میں

چنانچہ اس کا نظہور اس طرح ہوا کہ اول تو باوجود مسلمانوں کے شکست کھا جانے کے مشرکین بلا کسی سبب ظاہری کے مکہ کو لوٹ گئے پھر جب کچھ راستہ قطع کر چکے تو اپنے اس طرح چلے آنے پر بہت افسوس کیا کہ جب مسلمانوں میں بالکل دم نہ رہا تھا اس وقت بدون ان کی جڑ کاٹنے واپس آنا کیا ضرور تھا پھر واپسی مدینہ کا ارادہ کیا مگر کچھ ایسا رعب چھایا کہ پھر نہ آ سکے یہاں وحی سے ان کا ارادہ معلوم ہو گیا تو آپ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد ایک جگہ ہے وہاں تک پہنچے۔

بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ

بسبب اس کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھہرایا ہے جس پر

سُلْطَانًا ۚ

کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی۔

نہ ان کے پاس کوئی دلیل لفظی ہے چنانچہ اس کا نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ کسی آسمانی کتاب میں شرک کی اجازت نہیں نہ کوئی دلیل معنوی ہے جس کو عقلاً یا شرعاً صحیح مانا جائے چنانچہ شرک پر کوئی دلیل قطعی تھی بھی نہیں بلکہ دلیل عقلی سے تو شرک کا محال ہونا ثابت ہے ربط: آگے غزوہ احد میں مغلوب ہو جانے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ ولقد صدقكم تا على المؤمنين

فَاثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمِّ

سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے پر نہ آئے اور استقلال نہ اختیار کیا کہ متوجہ ہو کر سنتے۔

لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا

تاکہ تم مغموم نہ ہو اگر وہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس

مَا أَصَابَكُمْ

چیز پر جو تم پر مصیبت پڑے۔

یعنی اس مصیبت سے تم میں پشیمانی ہو جائے گی اور مصائب کے عادی ہو کر استقلال پیدا ہوگا۔

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۵۷﴾ ثُمَّ أَنْزَلَ

اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً

اس غم کے بعد تم پر چین اور رحمت بھیجی یعنی اونگھ

جب کفار میدان سے واپس ہو گئے مسلمانوں پر غیب سے اونگھ غالب ہو گئی جس سے سب غم غلط ہو گیا۔

نُعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ

کہ تم میں سے ایک جماعت پر تو اس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک

قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ

جماعت وہ تھی کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑی تھی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

غَيْرِ الْحَقِّ ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُولُونَ هَلْ

خلاف واقع خیالات کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا وہ

لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ

یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے۔

یعنی لڑائی سے پہلے یہ لوگ جہاد سے جی چراتے تھے اور اوروں کو بھی روکتے تھے۔ لڑائی کے وقت کہنے لگے کہ ہماری کسی نے نہ سنی خواہ خواہ مصیبت میں پھنسے۔

اور یہ طریقہ ثواب کا حضور کے فرمان کے خلاف تھا اس لئے محمود نہ سمجھا گیا مگر یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے مخالفت کے مجرم نہ کہے جائیں گے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ

اور بعض تم میں سے وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

نے آئندہ کے لئے اپنی نصرت کو بند کر لیا پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا۔

اور باوجودیکہ یہ مغلوبیت تمہارے لئے فعل کا نتیجہ تھی مگر پھر بھی یہ بطور سزا کے نہیں ہوئی بلکہ حکمت کی وجہ سے ایسا کیا گیا (آگے ترجمہ)

لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ

تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش فرمادے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا۔

چنانچہ اس وقت منافقین کا نفاق کھل گیا اور مخلصین کی قدر بڑھ گئی۔

وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۵۸﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر

اب آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا اس آیت سے حق تعالیٰ کی صحابہ کے حال پر بڑی عنایت معلوم ہوئی ہے کہ عتاب میں بھی پے در پے چند تسلیاں فرمائیں ایک یہ کہ یہ شکست سزا کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس میں بھی تمہاری مصلحت تھی پھر مواخذہ آخرت سے بے فکر کر دیا فضل و انعام کا امیدوار کیا ربط: آگے بھی اسی مغلوبیت کے قصہ کا تتمہ ہے اذ تصعدون تا بما تعملون

إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَى أَحَدٍ

وہ وقت یاد کرو جبکہ تم چڑھ چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے

وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرِكُمْ

اور رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے۔

کہ ادھر آؤ ادھر آؤ مگر تم نے سنا نہیں اور قصہ کے ضمن میں اوپر یہ بیان کیا گیا ہے کہ کعب بن مالک نے مسلمانوں کو پکارا اور سب جمع ہو گئے اور آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا اس میں کوئی تعارض نہیں اول حضور نے پکارا جو صحابہ نے نہ سنا پھر کعب بن مالک نے پکارا اور سب جمع ہو گئے۔

ان کو آزمائش کی حاجت نہیں مگر تاکہ سب کو عام طور پر اس کا انکشاف ہو جائے اس لئے ایسے امور واقع کر دیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى

یقیناً تم میں جن لوگوں پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم

الْجَمْعِ لَا إِلَهَ إِلَّا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ

مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ ان کو شیطان نے لغزش

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا

دے دی ان کے بعض اعمال کے سبب سے۔

یعنی ان سے کچھ خطا و قصور ایسے ہو گئے تھے جس سے شیطان کو ان سے اور مصیبت کرانے کی بھی طمع ہو گئی اور اتفاق سے وہ طمع پوری بھی ہو گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گناہ سے دوسرا گناہ بھی پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق ہوتی ہے۔

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمایا۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت

حَلِيمٌ

کرنے والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔

کہ آخر میں بخش دیا اور خطا کرتے وقت کوئی سزا نہیں دی اور اس آزمائش و معافی وغیرہ کا ذکر اور پر مسلمانوں کی تسلی کے لئے ہوا تھا اور یہاں منافقین کے اس خیال کی تغلیط کے لئے ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ ہماری رائے پر عمل نہ کرنے سے یہ نقصان ہوا تو بتلادیا کہ نقصان میں اس قدر منافع تھے رہا حقیقی نقصان جو گناہ کے سبب سے ہوا وہ معاف ہو گیا پس غرض مختلف ہونے سے تکرار نہ رہا اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس مصیبت کا سبب شیطانی لغزش کو بھی بتایا اور آزمائش وغیرہ کو بھی جواب یہ ہے کہ آزمائش وغیرہ سبب نہیں ہیں بلکہ حکمتیں ہیں اور حکمت پیچھے ظاہر ہوا کرتی ہے اور سبب پہلے ہوا کرتا ہے پس یہ وہی بات ہوئی کہ

عدد شود سبب خیر گر خدا خواہد

فائدہ: بعض صحابہ کے دشمنوں نے اس واقعہ سے صحابہ پر خصوصاً حضرت عثمانؓ پر طعن کیا ہے اور اس سے یہ نکالا ہے کہ حضرت عثمان چونکہ لڑائی سے بھاگ گئے تھے تو ایک گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے اس لئے وہ

قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ

آپ فرمادیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔

مطلب یہ کہ اگر تمہاری رائے پر عمل بھی ہوتا جب بھی قضائے الہی غالب ہوتی اور جو مصیبت آنے والی تھی آ کر رہتی۔

يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ

وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔

کیونکہ ظاہر میں تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہمارا اختیار کچھ چلتا ہے جس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ نہیں تقدیر الہی کے سامنے بندہ کی کوئی تدبیر نہیں چلتی یہ معنی تو عین ایمان ہیں مگر ان کا یہ مطلب نہیں ان کی مراد کچھ اور ہے (آگے ترجمہ)

يَقُولُونَ لَوْ كَانْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قَتَلْنَا

کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول

هَمُنَا

نہ ہوتے۔

چونکہ ان کی بات کا مطلب یہ تھا آگے مفصل جواب دیتے ہیں اور لطف یہ کہ ان کے قول سے جو ایک اچھے معنی پیدا ہو سکتے تھے اوپر اجمالاً اس کی تصدیق کر دی گئی کہ بیشک اختیار خدا ہی کا چلتا ہے مگر تمہاری یہ مراد نہیں اب اس مراد کو ظاہر کر کے تفصیل میں اس کی تکذیب کرتے ہیں

قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ

چکا تھا وہ لوگ ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں اور یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوتا کہ

اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہارے باطن کی بات کی آزمائش کرے اور تاکہ تمہارے دلوں کی بات کو صاف کر دے۔

وساوس و خطرات سے کیونکہ مصیبت کے وقت مسلمان کو غیر خدا کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور اس سے ایمان و عقیدہ کا تصفیہ ہو جانا ظاہر ہے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

اور اللہ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

کی نظر اسباب ظاہری ہی پر رہتی ہے

وَاللّٰهُ يُخَيِّ وَيُمِيتُ

اور مارتا جلالتا تو اللہ ہی ہے

خواہ سفر ہو یا حضر خواہ لڑائی ہو یا امن ہر وقت میں موت خدا ہی کے حکم سے آتی ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۶﴾

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہے ہیں

سو اگر تم بھی ایسی باتیں کرو گے یا دل میں رکھو گے اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہ رہے گا۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمُ

اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ۔ یا کہ مرجاؤ تو بالضرور اللہ تعالیٰ کے

لَسَغْفِرَةً مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةً خَيْرٌ مِّمَّا

پاس کی مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ

يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾

جمع کر رہے ہیں۔

اور اسی کی لالچ میں زندگی کو محبوب رکھتے ہیں۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَآ إِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾

اور اگر تم لوگ مر گئے یا مارے گئے تو بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

پس اول تو قضا ملتی نہیں دوسرے اللہ کے پاس جانے سے کسی حال میں بچتے نہیں اور دین کی راہ میں مرنایا مارا جانا مغفرت و رحمت کا سبب ہے تو ویسے مرنے سے تو دین کی راہ میں جان دینا ہی بہتر ہوا ایسی باتیں اور یہ خیالات محض بیکار دنیا میں موجب حسرت اور آخرت میں موجب نار ہیں اور میرے نزدیک اس آیت میں سفر سے مراد دینی کام میں سفر کرنا ہے چنانچہ اس پر مغفرت و رحمت کا وعدہ فرمانا اس کا قرینہ ہے تو منافقین کے قول کے اس جگہ دو جواب مذکور ہوئے ایک یہ کہ مارنا جلانا خدا کے قبضہ میں ہے کوئی حالت اس کو روک نہیں سکتی دوسرے خدا کی راہ میں سفر کر کے یا جہاد کر کے مرنایا مارا جانا بڑے ثواب کا موجب ہے اور اخوانہم کے ترجمہ میں جو کہا گیا ہے کہ ہم مشرب و ہم نسب بھائی تو ان کے ہم مشرب تو منافقین ہیں

خلافت کے قابل نہ تھے جواب یہ ہے کہ یہ محض مہمل بات ہے جب خدا تعالیٰ نے معاف کر دیا اور ان کی اس خطا میں بہت سی حکمتیں بتلا دیں تو اب دوسروں کو مواخذہ کرنے کا کب حق رہا۔ رہا قصہ خلافت تو اہل حق کے نزدیک خلافت کے لئے معصوم ہونا ہی کب شرط ہے۔ پس شبہ ساقط ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا۔ جو کہ

كَفَرُوا

کافر ہیں۔

رابطہ: اوپر منافقین کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ اگر ہماری رائے پر عمل کرتے تو اتنے آدمی مقتول نہ ہوتے اور یہ مصیبت نہ آتی آگے بھی اسی قسم کا قول آتا ہے ایسے اقوال کے سننے سے احتمال ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی ایسے وساوس نہ پیدا ہونے لگیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آئندہ آیت میں ایسے اقوال سے ممانعت فرماتے ہیں۔

يا ايها الذين امنوا اتوا تحشرون

یعنی تم ان لوگوں کی سی باتیں مت کرنا گودہ ظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر در پردہ منافق ہیں۔

وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ

اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت جبکہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں

أَوْ كَانُوا غُرًى

یادہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں

اور سفر میں اتفاقاً مرجائیں یا جہاد میں قضا قتل ہو جائیں تو وہ منافق کہتے ہیں۔ (آگے ترجمہ)

لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا

کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ

تا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ان کے قلوب میں موجب حسرت کر دیں۔

یعنی نتیجہ اس خیال کا جس کی بنا پر وہ یہ باتیں کرتے ہیں بجز حسرت کے کچھ نہیں ایسے خیال کا آدمی ہمیشہ حسرت و افسوس ہی میں رہتا ہے جس

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کر دیجئے۔

کیونکہ خدا کے حکم میں ان سے کوتاہی ہوئی اگرچہ معافی مل گئی مگر آپ کا استغفار زیادتی شفقت کی دلیل اور سبب ان کی زیادتی تسلی کا ہوگا

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

تاکہ ان کا اور دنیا جی خوش ہو کہ مشورہ میں یہ خاص اثر سے

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں سو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔

خواہ آپ کی رائے ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو خدا تعالیٰ پر نظر اور بھروسہ کر کے اس کو پورا کر دیجئے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿٥٩﴾

بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ اگر

اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُ لَكُمْ فَمَنْ

حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ

ذَ الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ ۖ وَعَلَى اللَّهِ

نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٦٠﴾

ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہئے

رابطہ: اوپر ان حضرات کی تسلی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند باتوں کا حکم ہوا تھا جس سے حضور کی ناخوشی کا دغدغہ تو زائل ہو گیا لیکن چونکہ صحابہ کو اس واقعہ مغلوبیت سے حسرت بھی تھی اس لئے آگے اس حسرت کو اتارتے ہیں۔ ان یٰٰنصرکم تا فلیتوکل المؤمنون

اس تقریر سے حسرت اس طرح زائل کی گئی کہ غالب و مغلوب کرنا خدا کے قبضہ میں ہے یہ امر پورا پورا تمہارے قبضہ میں نہیں تو اس کے پیچھے اپنے جی کو نہ ڈالو جو ہو گیا ہو گیا اس میں جو آفت گناہ کی وجہ سے آئی اس سے توبہ کر لو اور آئندہ کے لئے خدا پر نظر رکھو یعنی اس سے گناہوں سے

اور ہم نسب مسلمان بھی تھے پس اگر بھائیوں سے مراد دوسری صورت ہے یعنی ہم نسب مسلمان تب تو ان کا سفر و غزوہ دین کے لئے ہونا اور اس پر وعدہ مغفرت و رحمت ظاہر ہے البتہ یہ اشکال ہوگا کہ مسلمانوں کے مرنے یا مارے جانے سے منافقوں کو حسرت کیا ہوتی تو جواب یہ ہے کہ آخر قرابت سے کچھ اضطراری تعلق تو ہوتا ہی ہے یا یہ کہ گو اس خاص صورت میں دل سے حسرت نہ ہو مگر چونکہ ان کے یہ خیالات ہمیشہ ان کے لئے باعث حسرت ہوتے ہیں تو مسلمانوں پر بھی منافقانہ طور پر حسرت ظاہر کیا کرتے تھے اور اگر ہم مشرب بھائی مراد ہیں تو حسرت ہونے میں تو شبہ نہیں مگر پھر یہ شبہ ہوگا کہ ان کا سفر و جہاد اللہ کے واسطے کہاں ہوتا تھا اور اس پر وعدہ مغفرت و رحمت کیسا اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی وہ دبے دبائے دینی کاموں میں شریک ہوتے تھے اور اگر وہ نفاق چھوڑ دیتے تو ضرور ثواب کے بھی مستحق ہوتے اور ظاہر میں چونکہ وہ بھی ایمان کے مدعی تھے اس بناء پر جواب دیا گیا کہ اگر وہ اللہ کے راستے میں ایسے کام کرتے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو پھر یہ حسرت کیسی ان کو مغفرت و رحمت کے مقابلہ میں ان مصائب کی پرواہ نہ کرنا چاہئے۔ رابطہ: اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بعض مسلمانوں سے غزوہ احد میں لغزش صادر ہو گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بٹھایا تھا وہاں سے ہٹ گئے اس قصہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا تھا گو آپ نے وسعت اخلاق کی بناء پر ان کے ساتھ کوئی سختی و ملامت کا معاملہ نہیں فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان صاحبوں کی طرف سے حضور کے مبارک قلب پر بھی انقباض نہ رہے نیز ان کے دل سے بھی یہ کلفت دھل جائے اس لئے اول اپنی معافی کی بشارت بنا کر آئندہ آیت میں حضور کو چند باتوں کا امر فرماتے ہیں جن سے یہ غرض حاصل ہو جائے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَبِثَ لَكُمْ

بعد اس کے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے۔

حالانکہ آپ کو ان کی لغزش پر حق ملامت حاصل تھا۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا عَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا

اور اگر آپ تند و سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب

مِنْ حَوْلِكَ

منتشر ہو جاتے۔

پھر ان کو یہ فیوض و برکات کیسے میسر ہوتے۔

أَفَمِنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطِ

سوا یہ شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو گیا وہ اس شخص کے مثل ہو جاوے گا جو کہ

مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ وَيُسَّ الْمَصِيرُ ۝۱۴۶

غضب الہی کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو اور وہ جانے کی بری جگہ ہے۔

پس ہرگز دونوں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ رضائے حق کا اتباع کرنے والے اور غضب الہی کے مستحق ہونے والے (آگے ترجمہ)

هُمْ دَرَجَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا

یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ خوب

يَعْمَلُونَ ۝۱۴۷

دیکھتے ہیں ان کے اعمال کو

پس رضائے حق کا شیع محبوب اور جنتی ہوگا اور خائن مغضوب اور دوزخی ہوگا اس سے انبیاء علیہم السلام کا امین ہونا دلیل کے ساتھ ثابت ہو گیا اور یہ جو فرمایا کہ خیانت کی چیز کو قیامت میں حاضر کرے گا تو اگر وہ چیز اجسام میں سے ہے جیسے کسی کی کوئی چیز لی تب تو وہ اس کی گردن پر لدی ہوگی جیسا کہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا دیکھو میں قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا بولتا ہو اور میں صاف جواب دے دوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ خیانت اجسام میں سے نہ ہو تو اس کے لانے کے معنی اس کی خبر لانے کے ہو سکتے ہیں۔ یا اس کے لئے بھی کوئی صورت اس عالم میں ہو جیسا کہ احادیث سے نیک اعمال کا حسین آدمی کی صورت میں آنا ثابت ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا

کہ آپ کے ذریعہ سے ان کو فلاح دارین نصیب ہوئی

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ

جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے

یعنی بنی آدم میں سے

رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر

سننے کی توفیق مانگو اور پھر جو مصیبت نازل ہو اس کو کارساز عالم کی طرف سے مصلحت اور بہتر سمجھو فقط ربط: اور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا باعث وبال ہونا بتلایا تھا آگے حضورؐ کا غایت درجہ امین ہونا بتلاتے ہیں تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ آپ جو کچھ حکم فرماتے ہیں اس میں آپ کی کوئی نفسانی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور آپ خیانت سے مبرا ہیں پس آپ کے حکم کی مخالفت ضرور قابل مذمت اور موجب وبال ہوگی اور اس آیت کا شان نزول ترمذی کی روایت کے موافق اگرچہ ایک خاص واقعہ ہے مگر چونکہ الفاظ آیہ کے عام ہیں اس لئے اوپر کی آیتوں سے اس کا تعلق ہماری تقریر کے موافق بخوبی ظاہر ہو گیا وہ واقعہ یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک چادر مال غنیمت میں سے گم ہو گئی بعض کم سمجھ یا منافق لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو اگر یہ قول منافقین کا تھا تب تو ان کی بیہودگی تھی اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو اس نے اس بناء پر کہہ دیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تصرف کا اختیار حاصل ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کام حقیقت میں یا ظاہر میں خیانت ہے اور رسول کی شان ہر قسم کی خیانت سے منزہ ہے وہ اپنی غرض نفسانی سے کوئی کام یا کوئی بات نہیں کر سکتے وما کان لنبي تا بما يعملون

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغْلُطَ وَمَنْ يَغْلُطْ

اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے حالانکہ جو شخص خیانت کرے گا وہ

يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝۱۴۸

اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔

تاکہ سب خلائق مطلع ہوں اور سب کے روبرو فضیحت ہو

ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا عوض ملے گا اور ان پر

يُظْلَمُونَ ۝۱۴۹

بالکل ظلم نہ ہوگا۔

غرض خیانت کرنے والے پر غضب نازل ہوگا اور وہ جہنم کا مستحق ہوگا اور انبیاء علیہم السلام قیامت میں بوجہ رضائے حق کے سر بلند ہوں گے پس نبوت کے ساتھ خیانت کیونکر جمع ہو سکتی ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم

وَأِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۱۴۳﴾

کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں

أَوَلَمَّْا أَصَابَكُمْ مَصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا لَا

تھے۔ اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے۔

کیونکہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے قید کوئی نہیں ہوا اور بدر میں ستر کافروں کو قتل اور ستر کو قید کیا تھا۔

قُلْتُمْ أَنِّي هَذَا أَقْلُ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۖ

کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی۔

آپ فرما دیجئے یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی

نہ حضور کی رائے کے خلاف کرتے نہ ہارتے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۴۵﴾ وَمَا

بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ اور جو مصیبت تم پر پڑی جس

أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّقَى الْجَمْعُ فَبِإِذْنِ اللَّهِ

روز کہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی۔

یعنی اگر کبھی باوجود استقلال و اطاعت احکام کے بھی مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو شبہ نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کو مشیت الہی سمجھنا چاہئے جس میں چند در چند مصلحتیں ہیں جن کا بیان پہلے بھی ہو چکا ہے اور یہاں بعض حکمتیں مذکور ہوتی ہیں۔

وَلْيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۴۶﴾ وَلْيَعْلَمَ الَّذِينَ

اور تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو بھی دیکھ لیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں

نَافَقُوا ۖ وَقِيلَ لَهُمْ

نے نفاق کا برتاؤ کیا اور ان سے یوں کہا گیا

جب کہ شروع جنگ کے وقت تین سو آدمی ان میں سے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے۔

تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْادُ فَعُوتَا ۖ

کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا یا دشمنوں کا دفعیہ بن جانا

کیونکہ بہت سی بھیڑ دیکھ کر کچھ تو ان پر رعب ہوگا اور اسی سے شاید ہٹ جائیں۔

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَتَّبِعُنَا ۖ

وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے۔

لیکن یہ کوئی لڑائی ہے کہ مقابل تم سے تین چار حصے زیادہ پھر ان کے پاس سامان بھی زیادہ ایسی حالت میں لڑنا ہلاکت میں پڑنا ہے اس کو لڑائی نہیں کہتے حق تعالیٰ اس پر فرماتے ہیں (آگے ترجمہ)

هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ

یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہو گئے بہ نسبت اس حالت کے کہ وہ ایمان سے

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ

نزدیک تھے۔ یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں

کیونکہ پہلے بھی گو وہ دل سے مومن نہ تھے مگر مسلمانوں کے ساتھ موافقت کی باتیں بناتے رہتے تھے اس روز ایسی طوطا چٹشی غالب ہوئی کہ کھلم کھلا مخالفت کی باتیں منہ سے نکلنے لگیں اور کفر سے زیادہ قریب اس لئے کہا کہ موافقت کی باتیں دل سے نہ ہوتی تھیں اس لئے زور دار نہ تھیں اور یہ باتیں دل سے تھیں اس لئے عبارت بھی زور دار تھی

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿۱۴۷﴾

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

یعنی دل میں تو یہ ہے کہ ان مسلمانوں کا کبھی ساتھ نہ دیں گے گو لڑائی ڈھنگ ہی کی کیوں نہ ہو اس لئے انکے اس قول کا غلط ہونا خدا کو خوب معلوم ہے۔

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا أَلَوْ

یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر

أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۖ

ہمارا کہنا ماننے تو قتل نہ کئے جاتے۔

اس جگہ بھائیوں سے مراد مسلمان لوگ ہیں کیونکہ مسلمان اکثر ان

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اور (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو

أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۹۹﴾

بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے اور

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔

مثلاً درجات قرب وغیرہ یعنی ان کو رزق ظاہری بھی ملتا ہے اور رزق باطنی بھی یعنی مسرت

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِّنْ

اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی اس

خَلْفِهِمْ لَا أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا

يَخْزَنُونَ ﴿۱۰۰﴾

نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

یعنی اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ان کا ہمارے جیسا حال ہوگا غرض ان کو دو خوشیاں ہیں اپنی بھی اور اپنے تعلق والوں کی بھی آگے ان دونوں خوشیوں کا سبب بتلاتے ہیں۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِ

وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ

وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۱﴾

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

بلکہ وہاں جا کر دیکھ لیا کہ جس درجہ کا مکمل ہوتا ہے اسی درجہ کا اجر دیتے ہیں پس شہادت جو افضل اعمال ہے اس پر سب سے بہتر اجر ملے گا جس کے لوازم میں یہ ہے کہ ذرا بھی خوف و غم نہ ہوگا شہداء کی حیات کی تحقیق سيقول کے شروع میں گزر چکی ہے اور رزق ملنے کی کیفیت صحیح احادیث میں وارد ہے کہ ان کی رو میں عرش کی قدیلوں میں رہتی ہیں اور جنت کی

کے ہم نسب تھے کیونکہ آگے ان قتل ہونے والوں کی فضیلت ذکر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھائیوں سے مراد ہم مشرب بھائی یعنی منافق مراد نہیں ہیں پس یہاں ان کا یہ کہنا کہ بے فائدہ قتل نہ کئے جاتے حسرت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ان کے نزدیک مسلمانوں کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے تھا کیونکہ اس آیت میں حسرت وغیرہ کا ذکر نہیں اور پہلی آیت میں لیجعل اللہ ذلک حسرة فی قلوبہم میں ان کی حسرت کا ذکر تھا اس لئے بھائیوں سے عام مراد لیا گیا۔ ہم مشرب منافق بھی اور ہم نسب مسلمان بھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور بعض مفسرین نے یہاں بھی عام معنی مراد لئے ہیں وہ اگلی آیت کو تعریض پر محمول کرتے ہیں کہ اگر تمہارے منافق بھائی اللہ کی راہ میں شہید ہوئے جیسا کہ تم ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر ان کے قتل کو بے فائدہ کیوں بتلاتے ہو شہداء کی تو بڑی فضیلت ہے

قُلْ فَادْرَءُوا عَنِّي أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ

آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۰۲﴾

اگر تم سچے ہو

کہ میدان میں جانے سے ہی ہلاکت ہوتی ہے کیونکہ قتل سے بچنا تو موت ہی سے بچنے کے لئے ہوتا ہے جب گھر بیٹھے بھی وقت معین پر موت آ جاتی ہے تو قتل بھی جس کے مقدر میں ہے تل نہیں سکتا اور اس واقعہ میں جو عتاب کے بعد صحابہ کی جا بجا تسلی کی گئی اس سے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھائیں کہ ہم جو گناہ کرتے ہیں اس میں خدا کی حکمت اور مشیت ہوتی ہے پھر غم کی کوئی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ اولاً تو صحابہؓ سے یہ گناہ قصداً نہ ہوا تھا خطا سے ایسا ہوا دوسرے ان پر ندامت اور غم کا بے انتہا غلبہ ہوا جو توبہ کا اعلیٰ درجہ ہے اس لئے ان کی تسلی کی گئی اور جو شخص قصداً گناہ کرے پھر اس پر جرات بھی ہو وہ تسلی کا مستحق نہیں بلکہ زجر اور وعید کا مستحق ہے۔ خوب سمجھ لو رابطہ: اوپر منافقین کا قول بیان کیا گیا ہے کہ وہ شہداء کی نسبت کہتے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو بے فائدہ قتل نہ ہوتے اس سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ گھروں میں بیٹھنا ہلاکت سے بچنے کا سبب ہے اس کا جواب تو دے دیا گیا کہ اگر یہی بات ہے تو موت کو اپنے سے ہٹا دو دوسرے یہ سمجھا گیا کہ وہ ان شہداء کی موت کو ناکامی اور لذتوں سے محرومی کا سبب سمجھتے تھے آگے حق تعالیٰ ان کی اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور حقیقی حیات اور وہاں کی لذتوں کا ذکر فرماتے ہیں وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا قَاتِلَ الْمُؤْمِنِينَ

أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ

ان کے لئے ثواب عظیم ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے سو

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَبِطَانًا ۝ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ حق تعالیٰ ہم کو کافی ہے

وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَاَنْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ

اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور

اللَّهُ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا

فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو ناگواری ذرا پیش نہ آئی اور وہ

رِضْوَانِ اللَّهِ ۝ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝

لوگ رضائے حق کے تابع رہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔

إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۝

اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا اللَّهَ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ہی ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو اور آپ کے لئے

وَلَا يَحْزَنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۝

وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں۔

جیسے منافقین کہ ذرا مسلمانوں کا پلہ ہلکا دیکھا فوراً ہی کفر کی باتیں کھلم

کھلا کرنے لگے جیسا کہ ان کے اقوال و احوال سے پہلے معلوم ہوا۔

إِنَّهُمْ لَن يَصْرِوْا اللَّهَ شَيْئًا

یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

اور آپ کو زیادہ رنج اسی سے ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت سے دین اسلام

کی ترقی میں کچھ خلل آجائے پس جب یہ یقیناً معلوم ہو گیا کہ دین کو اس سے کچھ

ضرر نہیں ہو سکتا پھر آپ کیوں رنج کریں اور اگر رنج کی یہ وجہ ہے کہ گوان سے دین

شہروں سے پانی پیتے ہیں اور اس کے پھل کھاتی ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ شہریں اور پھل جنت کے اندر ہونا ضرور نہیں بلکہ ان کا تعلق جنت سے ہوگا پس یہ اشکال نہ رہا کہ جنت میں جانے کے بعد وہاں سے قیامت میں باہر کیسے آویں گے۔ ربط: غزوہ احد کا قصہ ذکر ہو چکا ہے آگے اسی کے متعلق ایک دوسرے غزوہ کا ذکر ہے جو حمراء الاسد کے نام سے مشہور ہے جس کی طرف کچھ اشارہ آیت سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب میں اوپر ہو چکا ہے وہ یہ کہ جب کفار میدان احد سے مکہ کو واپس ہوئے تو راستہ میں ان کو اس پر افسوس ہوا کہ ہم باوجود غالب ہونے کے ناحق لوٹ آئے اب چل کر سب کا استیصال کر دینا چاہئے۔ حضور گوان کا ارادہ وحی سے معلوم ہو گیا آپ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں آپ نے تین روز ۱۸ ۱۹ شوال پیر منگل بدھ تک قیام فرمایا اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ پھر مکہ ہی کی طرف ہوئے راستہ میں ان کی معبد خزاعی سے مقام روحاء میں ملاقات ہوئی جو حضور کی قیام گاہ سے ہو کر مکہ کی طرف جا رہے تھے کفار نے ان سے مسلمانوں کی خبر پوچھی اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہ تھے مگر حضور کے خیر خواہ تھے انہوں نے مسلمانوں کی خداداد شان و شوکت کو عمدہ الفاظ میں بیان کیا۔ اس سے کفار کے حوصلے بالکل پست ہو گئے اور بدستور مکہ جانے کا عزم پختہ کر لیا اور چل دیئے۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کر لیا

جب کہ کفار کے تعاقب کے لئے ان کو بلایا گیا

مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۝ لِلَّذِينَ

بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا اور ان لوگوں میں

اَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا

جو نیک اور متقی ہیں

اور واقع میں سب ہی ایسے ہیں مگر اس سے مقصود ان کے اوصاف کا ظاہر کرنا اور اجر عظیم کے مستحق ہونے کی وجہ بتلانا ہے کہ ان باتوں کی وجہ سے وہ ثواب عظیم کے مستحق ہوئے یہ مقصود نہیں کہ بعض ان میں سے اچھے کام کرنے والے یا تقویٰ کرنے والے نہیں ہیں۔ ولا یحزنک الذین تا عذاب الیم

کو ضرر نہیں مگر خود ان کا تو ضرر ہے کہ یہ ایسے کام کیوں کرتے ہیں جس سے ان کی عاقبت برباد ہو تو آپ اس کا بھی رنج نہ کریں کیونکہ (آگے ترجمہ)

يُرِيدُ اللَّهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ آخرت میں ان کو اصلاً بہرہ نہ دے

جب یہ امر مقدر ہو چکا تو پھر ان سے موافقت کی امید بیکار اور رنج امید کے خلاف ہونے سے ہوتا ہے جب امید ہی نہ رکھی جائے تو رنج بھی نہ ہوگا اس جگہ اگر کسی کے ذہن میں مسئلہ تقدیر کے متعلق خلجان ہو تو شروع الحکم میں ان الذین کفروا اور ختم اللہ علی قلوبہم کی تفسیر دیکھ لے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰسْتَرَوْا

اور ان لوگوں کو سزائے عظیم ہوگی۔ یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان کی جگہ

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَلَهُمْ

کفر کو اختیار کیا ہوا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اور ان

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۰﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کو دردناک سزا ہوگی اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں

اَنَّا نُبْلِيْ لَهُمْ خَيْرًا لِّاَنفُسِهِمْ ط

کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے۔

رابطہ: اوپر کی آیتوں میں کفار کو عذاب عظیم کا مستحق فرمایا ہے چونکہ وہ لوگ اس کے منکر تھے اور یہ استدلال کرتے تھے کہ جب ہم یہاں آرام و آسائش میں ہیں تو معلوم ہوا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ ناخوش نہیں ہیں پس اگر آخرت کوئی چیز ہے تو ہم وہاں بھی آرام میں رہیں گے۔ ورنہ یہاں عذاب سے کیوں چھوڑے جاتے یہ ان کی دلیل قرآن میں بہت جگہ بیان کی گئی ہے اور اس کا ابطال کیا گیا ہے چنانچہ اگلی آیت میں بھی اس کی تردید ہے لا يحسبن الذين كفروا اننا عذاب مهين اور مفید ہے ہرگز نہیں بلکہ (آگے ترجمہ)

اِنَّمَا نُبْلِيْ لَهُمْ لِيْزِدَا دُوْرًا اِثْمًا ط

ہم انکو صرف اسلئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ جرم میں انکو اور ترقی ہو جائے۔

اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لئے مہلت دی ہے کہ وہ زیادہ جرم کریں تو پھر زیادہ جرم کرنے سے عذاب کیوں ہوگا

جواب یہ ہے کہ اس کلام کی اصل یہ تھی کہ ہم ان کو اس لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ ان کو زیادہ عذاب دیں کیونکہ وہ مہلت دینے سے اور زیادہ جرم کریں گے پس مہلت دینے کا اصلی سبب یہ ہے کہ عذاب زیادہ دینا منظور ہے مہلت دینے کا سبب یہ نہیں کہ زیادہ جرم کریں بلکہ یہ تو سبب کا سبب ہے جس کو سبب کے قائم مقام بیان کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کافر ایسے ناقدرے ہیں کہ جس قدر ان کو مہلت ملتی ہے اسی قدر جرم کرتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ استاد ایک شوخ لڑکے کو شرارت کرتے ہوئے دیکھے اور غصہ کو ضبط کر کے کہے کہ ابھی کچھ نہیں کہتا تاکہ تو خوب پیٹ بھر کر شرارتیں کر لے اب یہ کون عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ استاد کا مقصود یہ ہے کہ شرارت زیادہ کرے اس کا مقصود تو زیادہ سزا دینا ہے مگر اس مقصود کی جگہ اس کی وجہ کو بیان کر دیتے ہیں اور مہلت کا غیر نافع ہونا کفار سے اس لئے مخصوص ہے کہ مسلمان کو جس قدر عمر ملتی ہے اس کے لئے نافع ہے کیونکہ بوجہ اسلام کے زیادہ اطاعت کا موقع ملے گا اور زیادہ درجات ملیں گے ہاں اگر اسلام کے موافق عمل ہی نہ کئے تو اور بات ہے اور کافر کے لئے بوجہ کفر کے زیادہ عمر ہونا باعث ضرر ہے ہاں اگر تائب ہو کر ایمان سے مشرف ہو جائے تو اور بات ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۸۱﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ لِيْذَرَ

اور ان کو توہین آمیز سزا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ ط

اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو۔

کہ منافقین و مخلصین سب ملے جلے ہیں۔

حَتّٰى يُمَيِّزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط

جب تک کہ ناپاک کو پاک سے متمیز نہ فرمائیں۔

اور یہ امتیاز سخت مصائب کے وقت ہو جاتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ط

اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے۔

یعنی بوجہ خاص حکمت کے حق تعالیٰ تم کو بذریعہ وحی کے یہ بتلانا نہیں چاہتے کہ کون کون منافق ہیں بس اس کا یہی طریقہ ہے کہ مصائب و حوادث یا آثار سے تم کو معلوم ہو جائے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ

لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو منتخب فرمالتے ہیں۔

یعنی ایسی مخفی باتوں کی اطلاع خاص طور پر صرف پیغمبروں کو دے سکتے ہیں۔ البتہ واقعات ایسے نازل کر دیتے ہیں جن سے تم استدلال کر کے آپس میں امتیاز کر لو کہ مخلص کون ہے اور منافق کون۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۚ

پس اب اللہ پر اور اس کے رسولوں پر

چونکہ حضور پر ایمان لانا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ سب پیغمبروں پر ایمان لایا جائے اس لئے یہ فرمایا کہ سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔
وَلَا يَحْسِبَنَّ الدِّينَ يَبْخُلُوْنَ تَا بِمَا تَعْلَمُوْنَ خَيْرٍ

وَإِنْ تَوَصَّوْا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۱۵۹

ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز رکھو تو پھر تم کو اجر عظیم ملے۔

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ أَلَيْسَ هُوَ

کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کے لئے اچھی ہوگی۔ بلکہ یہ بات

شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ

ان کے لئے بہت ہی بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جاویں گے

اس کی کیفیت بخاری کی حدیث میں یہ آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو خدا تعالیٰ مال دے اور اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو وہ مال قیامت کے روز ایک زہریلے سانپ کی شکل بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا وہ سانپ اس شخص کی باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا سرمایہ ہوں پھر حضور نے یہ آیت پڑھی مگر اس حدیث میں زکوٰۃ کا بیان مثال کے طور پر ہے دوسری ایک حدیث میں ایسی ہی وعید رشتہ دار کو نہ دینے پر بھی آئی ہے کیونکہ صاحب وسعت پر غریب رشتہ دار کی اعانت بھی واجب ہے غرض جن ضروری موقعوں پر شریعت نے خرچ کرنے کا حکم کیا ہے وہاں بخل کرنے کی یہی سزا ہے۔

مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ

اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اخیر میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

آسمان اور زمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا۔

تو بخل کرنا بڑی حماقت ہے جب ایک وقت مجبور ہو کر سارا مال خدا ہی کے قبضہ میں چھوڑنا ہے تو اس وقت اپنے اختیار ہی سے خدا کی راہ میں خرچ کر دینا کہ ثواب بھی ملے اس وقت کے چھوڑنے سے کچھ ثواب نہ ملے گا۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۶۰

اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

پس جو خرچ کرو خلوص دل سے کرنا اور یہ آیت بظاہر عام معلوم ہوئی ہے جو کوئی بخل کرے خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کی یہی سزا ہے جو یہاں بیان ہوئی مگر جو علماء یہ کہتے ہیں کہ کفار بجز ایمان کے اور کسی حکم شرعی کے مکلف نہیں ہیں وہ اس آیت کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ بخل کا منشا قیامت سے انکار کرنا اور خدا کی آیتوں کو جھٹلانا ہے لہذا کفار کو بخل پر دھمکی دینا حقیقت میں کفر پر دھمکی دینا ہے کیونکہ اگر وہ کفر پر قائم رہ کر خرچ بھی کریں تو عند اللہ قبول نہ ہوگا۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوْا

بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا

رابطہ: اس تمہید کے بعد آگے یہود کی اس گستاخی پر وعید فرماتے ہیں
لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ تَابُوا لِلْعَبِيْدِ

بظاہر یہود کا اعتقاد اس قول کے مطابق نہ تھا بلکہ ان کا مطلب یہ ہوگا کہ ان آیتوں کا مضمون اگر صحیح ہو تو اس سے خالق کا فقیر ہونا اور مخلوق کا غنی ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے تو ان آیتوں کا مضمون بھی صحیح نہیں تو مقصود ان کا قرآن کی تکذیب کرنا تھا جس سے حضور کی بھی تکذیب لازم آگئی چنانچہ آگے آیت فان کذبوک اس کا قرینہ ہے لیکن انہوں نے یہ بات استہزاء اور دل لگی کے طور پر کہی پس اول تو قرآن کی تکذیب کفر پھر اس کے ساتھ استہزاء کرنا یہ خود مستقل کفر کیونکہ بلا تکذیب کے بھی خدا کی آیات اور احکام سے استہزاء کرنا کفر ہے۔ پس دونوں کا جمع ہو جانا تو سخت کفر ہوا اس لئے سخت وعید کے مستحق ہوئے اور مناظرہ کے وقت اہل اسلام جو کبھی یہود و نصاریٰ کے اعتقادات سے ان کے مذہب کے باطل ہونے پر استدلال کیا

بعض انبیاء کا یہ معجزہ تھا کہ کوئی جاندار یا غیر جاندار چیز اللہ کے نام کی نکال کر کسی میدان یا پہاڑ پر رکھ دی غیب سے ایک آگ نمودار ہوئی اور اس کو جلا دیا تو یہ علامت قبولیت کی ہوتی تھی یہود کا یہ مطلب تھا کہ اگر آپ سے یہ معجزہ ظاہر ہوتا تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِی بِالْبَيِّنَاتِ

آپ فرمادیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے

وَبِالَّذِی قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ

دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا۔ اگر تم سچے ہو۔

یہود کے دودعوئی تھے ایک تو یہ کہ حق تعالیٰ نے ہم سے ایسا عہد کیا ہے اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اگر وہ دل سے یہ بات کہتے کہ اس معجزہ کے دیکھنے پر ہم ایمان لے آئیں گے تو یہ معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا یہ ان کا دوسرا دعویٰ تھا جس کا جواب فرمایا گیا ہے کہ جن پیغمبروں کا یہ معجزہ تھا ان کی تکذیب کیوں کی بلکہ قتل کر ڈالا معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ

سو اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو بہت سے پیغمبروں کی جو

مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ

آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے جو معجزات لے کر آئے

وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾

تھے اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر

جب دوسروں کی بھی تکذیب ہو چکی ہے تو آپ کی تکذیب کوئی نئی بات نہیں پھر غم کیا۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے بعض صرف معجزات لائے بعضوں کو چھوٹی کتاب دی گئی اور بعضوں کو بڑی کتاب جیسے تورات و انجیل اور چونکہ آیت میں کتاب سے بڑی کتاب مراد ہے اس لئے اس کی صفت میں منیر بمعنی روشن بڑھا دیا گیا کہ اس کے مضامین اور اس کی شان دونوں واضح ہوتے ہیں رابطہ: اوپر تکذیب کرنے والوں کا ذکر تھا آگے ایک عام عنوان سے سب پر وعید ہے جس میں تصدیق کرنے والوں کے

کرتے ہیں اس سے ان کا مقصود محض اس لغو اعتقاد پر اعتراض یا استہزاء ہوتا ہے تورات یا انجیل پر اعتراض یا استہزاء مقصود نہیں ہوتا کیونکہ یہ دونوں کتابیں جس طرح نازل ہوئی تھیں اہل اسلام کے نزدیک حق ہیں البتہ ان میں جو تحریف و تغیر کیا گیا ہے وہ ہمارے نزدیک غلط ہے اسی پر اعتراض بھی کیا جاتا ہے پس اہل اسلام کتاب الہی پر ہرگز اعتراض یا استہزاء نہیں کرتے۔

إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ

کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ ہم ان کے کہے ہوئے کو لکھ کر

مَا قَالُوا

رہیں گے۔

حق تعالیٰ کو اس کی احتیاج نہیں ہے بلکہ اس حکمت کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے کہ عادتہ مجرم پر تحریر زیادہ جمت ہوتی ہے

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ لَا

اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی

انبیاء کے قتل کا مضمون بیان فرمانا یہ بتلانے کے لئے ہے کہ یہ لوگ تو جرائم میں ایسے بیباک ہیں کہ تکذیب سے گزر کر انبیاء تک کو قتل کر چکے ہیں پس اگر یہ حضور کی تکذیب یا استہزاء کریں تو کیا تعجب ہے۔

وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۵﴾

اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے

ذَلِكِ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَكُمْ وَاَنَّ اللَّهَ

اپنے لئے سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے

لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۱۸۶﴾ الَّذِيْنَ قَالُوا

والے نہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا

إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا اَلَا نُؤْمِنُ بِرَسُوْلٍ

کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتماد نہ لائیں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نہ درو نیاز

حَتّٰی يٰٓاْتِيَنَا بِقُرْبٰنٍ تَّكُوْلُهُ النَّارُ

خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جاوے۔

لئے بشارت بھی آگئی۔ کل نفس ذائقة الموت تا متاع الغرور

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش

تَوْفَقُونَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط

تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی۔

سودنیا میں اگر اس کا ظہور نہ ہوتا تو کافر مومن نہ ہوں اور مسلمان مایوس نہ ہوں۔

فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ

تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا

فَقَدْ قَازَ ط

سو پورا کامیاب وہ ہوا۔

اسی طرح جو جنت سے جدا رہا اور دوزخ میں بھیجا گیا پورا ناکام ہوا کیونکہ کبھی تکلیف سے نجات نہ ہوگی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوگی اور جان لینا چاہئے کہ یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اس سے مراد عام ہے خواہ بالکل بچا لیا جائے یا کسی قدر سزا کے بعد اس میں سب مسلمان آگئے اور ان کی پوری کامیابی کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی نعمتیں پاویں گے ایسے ہی اس کے مقابلہ میں جو جنت سے جدا رہا اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے جدا رہا اور ایسے لوگ صرف کفار ہیں۔

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾

اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر صرف دھوکہ کا سودا ہے

جس کی آب و تاب کو دیکھ کر خریدار پھنس جاتا ہے بعد چندے اس کی قلعی کھل جاتی ہے اسی طرح دنیا کی چمک دمک سے دھوکہ کھا کر آخرت سے غافل نہ ہو جانا چاہئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیوی زندگی سب کے لئے مضر ہے بلکہ اس تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں بلکہ اگر کوئی یہ سودا عمدہ داموں کو خریدنے لگے تو اس سے محبت نہ کرنا چاہئے بلکہ غنیمت سمجھ کر بیچ ڈالنا چاہئے چنانچہ اہل عقل اس حیاۃ اور اس کی لذات کے عوض اللہ تعالیٰ سے اعمال صالحہ اور جنت عالیہ لے لیتے ہیں۔ رابطہ: اوپر یہودی گستاخی کا بیان تھا جس کا قصہ اوپر آچکا اس قصہ میں یہ بھی ہوا کہ فحاش یہودی نے یہ گفتگو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے روبرو کی تھی آپ کو

سخت غصہ آیا اور یہودی کے ایک طمانچہ مارا اس پر یہ اگلی آیت نازل ہوئی جس میں خبر دے دی ہے کہ ایسی ایسی بہت سنو گے محل کرنا چاہئے نیز کعب بن اشرف یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی شان میں یہودہ اشعار کہتا تھا بعض نے اس کو بھی شان نزول میں بیان کیا ہے۔ غرض اگلی آیت میں یہودی قباحتوں کا بیان ہے اور مسلمان کو تعلیم صبر اور مشرکین بھی اس ایذا رسانی میں شریک تھے ان کا ذکر بھی بڑھا دیا گیا اور چونکہ صبر و تحمل اسی ایذا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر حادثہ میں اس کا حکم ہے لہذا مالی و جانی نقصان کا بھی ذکر ملا دیا گیا جس سے غزوۂ احد کے نقصانات پر بھی اشارہ ہو گیا کہ صبر کرنا چاہئے۔ لتبلون فی اموالکم تا من عزم الامور

لَتَبْلُوَنَّ

البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے۔

یعنی وقتاً فوقتاً تم پر حوادث واقع ہوا کریں گے اسی کو مجازاً آزمانا کہہ دیا اور نہ خدا عالم الغیب ہے آزمائے کے اصلی معنی سے پاک ہے اور پہلے سے اس لئے خبر دے دی تاکہ آمادہ رہیں اور وقت پر پریشان نہ ہوں۔

فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ

اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی

مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

باتیں دل آزاری کی لوگوں سے جو تم سے پہلے

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ط

کتاب دیئے گئے ہیں۔ اور ان لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں۔

وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا

اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے

صبر کا یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کرو انتقام کے موقع میں بدلہ نہ لو یا لڑائی کے موقع میں لڑائی نہ کرو بلکہ یہ مطلب ہے کہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ خلاف شرع کاموں سے بچو گو تدبیر بھی کی جائے پس حضرت صدیق اکبرؓ کا غصہ کرنا اور مارنا بھی صبر کے خلاف نہیں تھا۔

فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾

تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے۔

اور تاکید احکام پر عمل کرنا ہی اچھا ہے۔ رابطہ: آگے بھی یہودی کی ایک قبیح خصلت کا ذکر ہے کہ حق بات ظاہر کرنے کا معاہدہ کیا تھا پھر اس کو توڑ دیا۔ وَاِذَا اخَذَ اللَّهُ تَا مَیْشْتَرُونَ

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اس

الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ

کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اس کو

یہ قید اس لئے بڑھا دی کہ اگر کسی دقیق باریک مسئلہ کو کم سمجھ کے سامنے نہ ذکر کیا جاوے تاکہ اس کے لئے فتنہ کا سبب نہ ہو جائے اور اس کے ظاہر کرنے کی ضرورت بھی نہ ہو تو یہ جائز بلکہ ضروری ہے اور جن مضامین کو اہل کتاب چھپاتے تھے ان میں بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پیشین گوئیوں اور بشارتوں کا تھا چونکہ ان کو خود ایمان لانا منظور نہ تھا اس لئے اوروں سے بھی اخفاء کرتے تھے۔ رابطہ: چونکہ یہ لوگ اپنی اس قبیح حرکت پر کہ حق کو چھپاتے تھے بجائے تداامت و فحالت کے الٹی مسرت اور فخر کیا کرتے تھے اگلی آیت میں اس پر وعید ہے۔

وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ

پوشیدہ مت رکھنا سو ان لوگوں نے اس کو اپنے پس پشت پھینک دیا۔

وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبَيَّسَ مَا

اور اس کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ لے لیا سو بری چیز ہے جس کو وہ

يَشْتَرُونَ ﴿١٨٤﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ

لوگ لے رہے ہیں۔ جو لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کردار پر

بِمَا آتَوْا

خوش ہوتے ہیں۔

برا کام یہی کہ حق بات کو چھپاتے تھے۔

وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا

اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو۔

جو کام نہیں کیا اس سے مراد اظہار حق ہے جس کو وہ کرتے نہ تھے مگر

دوسروں کو یہ یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہم حق کو ظاہر کرتے ہیں چھپاتے نہیں تاکہ ان کا فریب معلوم نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی یہود نے یہ حرکت کی تھی نیز اکثر یہودی جو منافق تھے جہاد کے موقع پر جھوٹے عذر کر کے ایسا ہی فریب دینا چاہتے تھے اور چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں اس لئے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی حرکت کرے مگر اس خوشی سے مراد گناہ پر خوشی کرنا ہے اور تعریف چاہنے سے مراد اس کا اہتمام کرنا ہے پس اگر نیک کام کر کے طبعی طور پر جی خوش ہو اسی طرح کسی کے تعریف کرنے سے طبعاً مسرت ہو یہ معصیت نہیں البتہ اہتمام تعریف یا مسرت کا کرنا نیک کام میں بھی مذموم ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ

سو ایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٥﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

بچاؤ میں رہیں گے۔ اور ان کو دردناک سزا ہوگی اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ

آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٦﴾

شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

رابطہ: اوپر اہل کفر کی سزا کا ذکر تھا چونکہ سزا دینے کے لئے اختیار اور قدرت لازم ہے اس لئے آگے اس کو ثابت کرتے ہیں۔ وَلِلَّهِ تَا قَدِيرٌ تو چونکہ وہ سلطان حقیقی ہیں سب پر ان کا حکم ماننا ضروری ہے اور نافرمانی جرم ہے اور چونکہ وہ قادر ہیں اس لئے جرم کی سزا دے سکتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اس سزا کی خبر دی ہے اس لئے ضرور سزا دیں گے اور چونکہ ان صفات میں ان کے برابر کوئی نہیں اس لئے ان کے سزا دیے ہوئے کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ ان مقدمات سے اوپر کے مضمون کی تاکید ہوگئی۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَايَاتٍ لِّلْأُولَى الْآلِبَابِ ﴿١٨٧﴾

رات کے اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا

جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے

وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ

بھی لیٹے بھی۔

غرض ہر حال میں دل سے بھی اور زبان سے بھی

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ

اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

اپنی قوت عقلیہ سے خدا کی قدرت پر استدلال کرتے ہیں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔

بلکہ ان میں بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اس مخلوق سے خالق کی ہستی اور قدرت پر استدلال کیا جائے۔

سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۱۹۱

ہم آپ کو منزه سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

کیونکہ ہم نے مخلوقات پر نظر کر کے آپ کی توحید پر استدلال پکڑا اور مومن ہو گئے۔

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ

اے ہمارے پروردگار بے شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں

فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ط

اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا۔

مراد اس سے کافر ہے کیونکہ مسلمانوں کے لئے رسوا نہ کرنے کا اور

مداد کا وعدہ ہے۔

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۱۹۲

اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔

جن کی اصلی جزا دوزخ تجویز کی جائے۔

رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو

مراد اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ نے اپنے زمانہ والوں کو بلا واسطہ اور بعد والوں کو بواسطہ قرآن کے ایمان کی طرف بلایا۔

يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ

سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر

فَآمِنَا ص

ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔

غرض ہم نے عقلی طور پر بھی توحید کو مانا اور نقلی طور پر رسول کے کہنے سے بھی مانا اس کلام سے رسالت کا اعتقاد بھی سمجھا گیا پس ایمان کے دونوں جزو توحید و اعتقاد رسالت کامل ہو گئے۔

رَبَّنَا فَاعْفُ رُكْنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا

اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری

سَيِّئَاتِنَا

بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے۔

تاکہ عذاب سے بالکل بچے رہیں آگے خاتمہ اچھا ہونے کی درخواست ہے جس پر سارا مدار ہے

وَتَوْفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۱۹۳

اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔

یعنی نیکی پر خاتمہ ہوتا کہ نیک بندوں میں شامل ہوں۔

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ

اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں

کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔

اوپر مضرتوں سے محفوظ رہنے کی دعا تھی جیسے دوزخ اور رسوائی اور ذنوب و سیئات اب منافع کی دعا کرتے ہیں کہ ہم کو جنت نصیب کیجئے جس کا رسولوں کی معرفت نیک بندوں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے اور اگرچہ اس جگہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کافی تھا مگر سب رسولوں کا ذکر اس لئے کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس وعدہ میں سب انبیاء متفق ہیں اور ہر زمانہ میں اس وعدہ کی تجدید ہوتی رہی تو بڑا پختہ وعدہ ہے۔

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے۔

یعنی جنت ہم کو اس طرح دیتے ہیں کہ اس سے پہلے کچھ بھی رسوائی نہ ہو جیسا کہ بعض لوگوں کو پہلے سزا ہوگی پھر جنت میں جاویں گے مطلب یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کر دیجئے۔

إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿۱۹۵﴾

یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

لیکن ہم کو یہ ڈر ہے کہ خدا خواستہ ہم ان صفات میں کوتاہی کر جائیں جن کی بناء پر یہ وعدہ ہے پھر ہم اس وعدہ کے مستحق نہ رہیں اس لئے ہم آپ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسا ہی کر دیجئے جس سے ہم اس وعدہ کے پورے مستحق ہو جائیں ف: ان دعاؤں کا مضمون تمام مقاصد کو جامع ہے کیونکہ تمام مقاصد کا منتہی دو باتیں ہیں۔ جنت ملنا، دوزخ سے بچنا اور ان دونوں کے لئے دو شرطیں ہیں۔ طاعات کا ہونا۔ معاصی سے بچنا چاروں کی درخواست یہاں موجود ہے۔ رابطہ: آگے فاستجاب لہم میں ان دعاؤں کا قبول ہونا اور اتنی لا اضیع میں قبولیت کا سبب بطور قاعدہ کلیہ کے بتلاتے ہیں پھر اس قاعدہ پر ایک دوسرا مضمون مرتب فرماتے ہیں جو اس سورۃ کے مقصود سے مناسبت رکھتا ہے۔ فاستجاب لہم تا حسن الثواب

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ

سو منظور کر لیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے

عَمَلٍ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہوا کارت نہیں کرتا۔

کہ اس کا صلہ نہ دوں بلکہ میری ہمیشہ سے عادت یہ ہے کہ میں ہر نیک عمل کی قدر کرتا ہوں اور اس پر جزا دیتا ہوں۔

مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشِجَ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ

خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو۔

اس لئے دونوں کے لئے یکساں قانون اور حکم بھی ایک سا ہے پس ان لوگوں نے ایمان لا کر جو کہ ایک نیک عمل ہے اس کے ثمرات کی درخواست کی تو میں نے اپنی عادت کے موافق اس کو منظور کر لیا اور جب صرف ایمان کی ہمارے یہاں اتنی قدر ہے (آگے ترجمہ)

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔

یعنی ہنسی خوشی سیر و سیاحت کے شوق میں گھروں نہیں نکلے بلکہ کفار نے ان کو وطن میں پریشان کیا تو آزادی کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے کے لئے پردیس کو نکل کھڑے ہوئے۔

وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقُتِلُوا وَقُتِلُوا

اور تکلیفیں دیے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔

اور آخر دم تک جہاد سے نہ ہٹے غرض ان لوگوں نے علاوہ ایمان کے بہت سی مشقت کے عمل کئے تو ایسے اعمال پر میں ثمرات کیوں نہ دوں گا۔

لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سِيَّاتِهِمْ

ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دوں گا۔

یعنی جو میرے حقوق کے متعلق ہوں کیونکہ حدیث سے حق العباد کا اس وقت تک معاف نہ ہونا معلوم ہوتا ہے جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے یا حق ادا کر دیا جائے البتہ جہاد و ہجرت و شہادت سے حق اللہ کے متعلق جس قدر گناہ ہوں سب معاف ہو جاتے ہیں اور توبہ و استغفار سے بھی ایسے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں چنانچہ اوپر تمام گناہوں کی معافی کی درخواست تھی اور اس آیت سے اس کا قبول ہونا معلوم ہوا۔

وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے

الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ

نہریں جاری ہوں گی۔ یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ہی کے پاس اچھا عوض ہے

یعنی ان کے قبضہ قدرت میں ہے تو وہ ان لوگوں کو عطا فرمائیں گے رابطہ: اوپر مسلمانوں کی کلفتوں کا بیان اور ان کا نیک انجام مذکور تھا آگے کفار کا عیش و آرام اور اس کا بد انجام مذکور ہے تاکہ مسلمان ان کے عیش و آرام کی طرف اصلاً التفات نہ کریں پھر اس انجام بد کو معلوم کر کے کفار میں سے اگر کوئی توبہ کرے اور کفر و معاصی سے باز آ جائے تو اس کو بھی نیک انجام

نصیب ہو جانا ساتھ کے ساتھ بیان فرمادیا لا یغرنک تاخیر للابرار

لَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝۱۹۷

تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۖ قَفْ

چند روزہ بہار ہے

مرتے ہی اس کا نام و نشان بھی نہ رہے گا پس اس حالت کی کچھ وقعت نہ کرنا ان کا انجام یہ ہے کہ (آگے ترجمہ)

ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَيُسَّ إِلِيْهَا ۝۱۹۸

پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ برائی آرام گاہ ہے لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں

الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي

ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا

ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے۔ اور جو چیزیں خدا کے پاس

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ

ہیں وہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب

لِلْأَبْرَارِ ۝۱۹۹ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ

میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ

کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو

إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ ۚ

ان کے پاس بھیجی گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

کفار کے دنیوی عیش و آرام سے مقدار میں بہت زیادہ اور کیفیت میں بھی بہت عمدہ

رابطہ: دعاء کی آیتوں سے پہلے ان کے متصل ہی اہل کتاب کی

برائیوں کا ذکر تھا چونکہ بعضے ان میں سے اسلام لا کر اچھے ہو گئے تھے اس

لئے حسب عادت ان کی مذمت کے بعد ان کی مدح فرماتے ہیں۔ چنانچہ

پہلے بھی آیت لیسوا سواء میں ایسے لوگوں کی مدح آ چکی ہے مگر وہ آیت یہودی نو مسلموں کے بارہ میں تھی اور اگلی آیت نو مسلم نصاریٰ کے بارہ میں ہے اور اس سورۃ میں ان ہی دونوں سے زیادہ روئے سخن تھا اور اگر دونوں آیتوں کا مصداق ایک ہی جماعت ہو تب بھی عنوان بدل جانے کی وجہ سے تکرار نہ ہوگا۔ و ان من اهل الكتب تا سریع الحساب

اس لئے اس اعتقاد میں حدود شرعی سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ دوسرے اہل کتاب نعوذ باللہ خدا پر اولاد کی تہمت لگاتے ہیں کہیں احکام میں افتراء کرتے ہیں اور خدا کا خوف نہیں کرتے یہ لوگ ایسے نہیں اسی طرح دوسرے اہل کتاب تورات اور انجیل کے معاوضہ میں دنیا کماتے تھے یہ ایسا نہیں کرتے بلکہ تورات و انجیل پر اس طرح اعتقاد رکھتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)

لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ

اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے

أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ إِنَّ

ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس۔ بلاشبہ

اللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۲۰۰

اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب کر دیں گے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں سے بھی حساب کتاب ضرور ہوگا کیونکہ حدیث سے بہت مقبول بندوں کا بلا حساب جنت میں جانا معلوم ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو جلدی حساب کتاب کر دیتا ہے وہ جلدی ہی لینا دینا بھی بیباک کر دیتا ہے تو سمجھ لو کہ ایمان و اعمال صالحہ کا عوض بھی جلدی ہی مل جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَصَابِرُوا

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے

وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝۲۰۱

مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

آخرت میں تو ضرور ہی کامیابی ہوگی اور ان احکام کی بجا آوری سے اکثر دنیا میں بھی کامیابی ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

سورة النساء بسم الله الرحمن الرحيم۔ ربط اوپر کی سورة تقویٰ کے حکم پر ختم ہوئی تھی اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا جاتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم تارقیبا

سُورَةُ النَّسَاءِ مَكِّيَّةٌ

سورة نساء مدینے میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو ستر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو

یعنی دوسروں سے کہتے ہو کہ خدا کے واسطے خدا کا خوف کر کے میرا حق دے دے سو جب دوسروں کو خدا کی مخالفت سے ڈراتے ہو تو تم خود بھی تو ڈرو۔

رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ

جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے

وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ

اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے

مِنْهُمَا بَرَّجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا

بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو

اللَّهُ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ

جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو

یعنی یوں تو تمام احکام الہیہ میں مخالفت سے بچنا اور ڈرنا ضروری ہے مگر اس مقام پر یہ حکم خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ قرابت کے حقوق ضائع مت کرو۔

وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝۱

اور قرابت سے بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں

اگر مخالفت کرو گے سزا کے مستحق ہو گے اور جاننا چاہئے کہ اس آیت میں پیدائش کی تین صورتوں کا بیان ہے ایک تو جاندار کا بے جان سے پیدا کرنا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا دوسرے جاندار کا جاندار سے مشہور طریقہ کے خلاف پیدا ہونا کیونکہ حوا علیہا السلام آدم علیہ السلام کی پسلی

سے پیدا ہوئیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے تیسرے جاندار کا جاندار سے مشہور طریقہ پر پیدا ہونا جیسا کہ آدم و حوا سے اور آدمی اس وقت تک پیدا ہوتے آ رہے ہیں۔ اور سب طریقے فی نفسہ عجیب ہونے میں برابر ہیں مگر قدرت کے نزدیک کوئی بھی عجیب نہیں پس دلیل سے ثابت ہونے کے بعد کسی صورت کا محض تو ہم پرستی کی بناء پر انکار کرنا جیسا کہ بعض لوگ حوا علیہا السلام کے طریقہ پیدائش کے منکر ہیں نہایت ظلم ہے اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ پسلی سے پیدا ہونا عقل میں نہیں آتا تو ہم پوچھتے ہیں کہ نطفہ سے ہی انسان کا پیدا ہونا کب عقل میں آتا ہے مگر چونکہ قدرت کے سامنے سب آسان ہے اس لئے اس کا انکار نہیں کرتے تو پھر اور صورتوں کا کیوں انکار کیا جاوے رہا یہ سوال کہ پھر اس خاص صورت کے اختیار کرنے میں کہ پسلی سے ان کو پیدا کیا کیا فائدہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تم اس طریقہ پیدائش کی بابت جو کہ متعارف ہے بیان کر دو کہ اس میں کیا اسرار و فوائد ہیں جب یہ تم کو معلوم نہیں وہ بھی نہ سہی نیز ممکن ہے کہ یہ حکمت بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ہر طریقہ پر پیدا کرنے کی قدرت محقق ہو جائے اور یہ حکمت و اسرار بیان کرنے کے نہ ہم مدعی نہ اس کی ضرورت کیونکہ یہ کوئی لازمی بات نہیں کہ اگر کسی بات کی حکمت نہ معلوم ہو تو وہ غلط ہی ہو حق تعالیٰ کے افعال کے اسرار کا کون احاطہ کر سکتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدم علیہ السلام کی ایک ہڈی پسلی کی کم ہو گئی ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے کسی خاص جز کو اصل قرار دے کر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کو بڑھا کر خاص صورت بنا دی ہو اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ ایک پسلی آدم علیہ السلام کے بدن سے کم ہو گئی تھی تو اس میں استحالة کیا ہے یا یہ کہ اس کو نکالنے سے آدم علیہ السلام کو تکلیف ہوئی ہوگی محض طفلانہ وہم ہے حق تعالیٰ کو ہر طرح قدرت ہے اور یہ حکم حفاظت رحم کا خاص طور پر اس لئے بیان کیا گیا کہ آگے اس قسم کے احکام آتے ہیں گویا یہ اس کی تمہید ہے ربط: اوپر تقویٰ کا حکم تھا اور اس ضمن میں حقوق رحم و تعلقات انسانیہ کی رعایت کرنا حکم تھا آگے ان حقوق کو جن کی بابت تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔

وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ

اور جن بچوں کا باپ مر جاوے ان کے مال ان تک پہنچاتے رہو

یعنی ان ہی کے خرچ میں لگاتے رہو۔

وَلَا تَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ

اور تم اچھی چیز سے بری چیز کو مت بدلو۔

کہ ان کی اچھی چیز نکال لو اور بری ملا دو

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ ط

اور ان کے مال مت کھاؤ اپنے مالوں (کے رہنے) تک
البتہ جب تمہارے پاس نہ رہے تو بقدر حق خدمت لے سکتے ہو۔

إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے

چونکہ جاہلیت میں یتیموں کے حقوق ضائع کئے جاتے تھے اس لئے
ان کی سخت ممانعت کی گئی۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ

اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر

فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ ط

سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو

کیونکہ وہ مجبور نہیں ہیں آزادی سے اپنی خوشی ناخوشی بتا سکتی ہیں لیکن
یتیم لڑکیاں تمہارے اثر کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں گی۔

مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبْعَ ج

اور دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے

چار سے زیادہ ایک مرد کو جائز نہیں۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا

پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے

بلکہ کئی بیبیاں کرنے سے کسی کے واجب حقوق ضائع ہوں گے (آگے ترجمہ)

فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط

تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی

یعنی اگر ایک کے حقوق بھی نہ ادا کر سکو تو باندی پر کفایت کرو کیونکہ اس
کے حقوق کم ہوتے ہیں۔

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝۳ وَأَتُوا النِّسَاءَ

اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔ اور تم لوگ بیبیوں کو

صَدُقْتِهِنَّ نِحْلَةً ۝ فَإِنْ طِبَّنَ لَكُمْ ط

ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ

عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيًّا ۝

دیں تم کو اس مہر میں کا کوئی جزو تو تم اس کو کھاؤ مزہ داز اور خوشگوار سمجھ کر

مسئلہ اگر عورتیں مہر لے کر پھر واپس کر دیں تو یہ ہے اور اگر بے لئے معاف
کر دیں تو ابراء ہے۔ دونوں جائز ہیں ربط: اوپر حکم اول میں یتیموں کے مال کی
حفاظت کا حکم تھا اب یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے مال کب ان کے سپرد کئے جائیں نیز
سپرد کرنے کی تاکید بھی فرماتے ہیں۔ وَلَا تَوْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ

وَلَا تَوْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ

اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو

مطلب یہ ہے کہ اگر بالغ بھی ہو جائیں لیکن ابھی تک سلیقہ اور انتظام
خرچ کرنے میں پیدا نہ ہوا ہو تو ابھی مال ان کے سپرد مت کرو کیونکہ وہ بے
قدری کر کے اڑا دیں گے حالانکہ مال قدر کرنے کی چیز ہے۔

الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ

جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگی بنایا ہے اور ان مالوں میں

فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

ان کو کھلاتے رہو اور پہنتے رہو اور ان سے معقول

مَعْرُوفًا ۝

بات کہتے رہو۔

یعنی ان کی تسلی کرتے رہو کہ مال تمہارا ہی ہے مگر تمہاری خیر خواہی کی
وجہ سے ابھی تمہارے ہاتھ میں نہیں دیا گیا۔ ذرا سمجھ دار ہو جاؤ گے تو تم ہی
کو دے دیا جائے گا۔

وَابْتََلُوا الْيَتَامَىٰ

اور تم یتیموں کو آزما لیا کرو

یعنی بالغ ہونے سے پہلے ان کی آزمائش کرتے رہا کرو ان کے ہاتھ سے
خرید و فروخت کراؤ اور دیکھو کہ کیسے سلیقہ سے خرید و فروخت کرتے ہیں اس سے
معلوم ہوا کہ نابالغ کی بیع و شراء ولی کی اجازت سے جائز ہے کیونکہ بالغ ہونے
کا وقت تو مال سپرد کرنے کا وقت ہے تو آزمائش بلوغ سے پہلے ہونا چاہئے۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ج

یہاں تک کہ وہ نکاح کو پہنچ جائیں

یعنی بالغ ہو جائیں کیونکہ نکاح کی پوری قابلیت بلوغ ہی سے ہوتی ہے۔

فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا

پھر اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے

إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ج

اموال ان کے حوالے کر دو

ایک گونہ تمیز سے وہی مراد ہے کہ اپنی مصلحت و حفاظت مال کا سلیقہ و انتظام پیدا ہو جائے اگر ایسا سلیقہ بالغ ہونے کے بعد بھی اس میں پیدا نہ ہوا ہو تو کچھ عرصے تک اور حوالے نہ کیا جائے جس کی حد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ۲۵ سال تک ہے ۲۵ سال کی عمر کے بعد مال اس کے حوالہ کر دیا جائے گا چاہے سلیقہ و انتظام پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حق تعالیٰ نے تو تمیز و سلیقہ پر مدار رکھا ہے پس اگر پچیس سال کے بعد بھی اس میں سلیقہ نہ پیدا ہوا تو چاہئے کہ ساری عمر اس کو مال نہ دیا جائے۔ امام صاحب نے پچیس سال کی حد کیسے مقرر کر دی جواب یہ ہے کہ اس جگہ سفاہت اور بے تمیزی سے مراد وہ کم عقلی ہے جو بچپن کا اثر ہوتی ہے اور ۲۵ سال میں آدمی دادا بن سکتا ہے اس عمر میں لڑکپن کی بیوقوفی باقی نہیں رہا کرتی اتنا بڑا ہو کر بھی اگر انتظام و سلیقہ سے مال خرچ نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ عمداً بد سلیقہ بنا ہوا ہے اب اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ پچیس سال کی عمر میں رشد و عقل مندی کا زمانہ ہے اب اس کو مال دے دیا جائے گا وہ اپنے نفع و نقصان کو خود سمجھ سکتا ہے۔ البتہ اگر سفاہت و کم عقلی لڑکپن کے اثر سے نہیں بلکہ اس کی عقل میں فتور ہے جس کو جنون یا عتہ کہتے ہیں تو اس کو ساری عمر مال نہ دیا جاوے گا اور تمام عمر اس کا حکم نابالغ کے مثل ہے اور جس کی عقل میں فتور نہیں۔ مگر لڑکپن کے اثر سے ابھی اس میں سلیقہ و انتظام کا مادہ نہیں اس کا حکم بعد بلوغ کے نابالغوں جیسا نہیں اس کے تمام وہ معاملات جو زبانی تمام ہو جاتے ہیں مثل بیع و شراء نکاح و طلاق وغیرہ ولی کی اجازت کے بغیر بھی نافذ اور صحیح ہو جاتے ہیں مگر ۲۵ سال تک چونکہ اس کو مال نہیں دیا جاتا اس لئے ولی کو اس کے معاملات کی تکمیل کا حکم کیا جاوے گا۔ مثلاً بیع و شراء میں زرخشن ادا کرنا اور نکاح میں مہر و نفقہ دینا یہ سب ولی کے ذمہ ہوگا البتہ ہبہ صدقہ وغیرہ سفیہ کے لئے بھی بدوں ولی کی اجازت کے صحیح نہیں۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّ يَدًا سَرًا اَنْ

اور ان اموال کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جاویں

يَكْبَرُوا ط

گے جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔

پس اسراف تو کسی حال میں جائز نہیں اور اگر تھوڑا سا خرچ کرنا چاہیں تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ج وَمَنْ

اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ اپنے کو بالکل بجائے اور جو شخص

كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ط

حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھا لے۔

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهَدُوْا

پھر جب ان کے اموال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو

عَلَيْهِمْ ط وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ٥

اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والے کافی ہیں

گواہوں کا ہونا صرف ظاہری مصلحت کے لئے مستحب ہے ورنہ اگر خیانت نہ کی تو گواہوں کا نہ ہونا بھی مضر نہیں۔

لِلرِّجَالِ

مردوں کے لئے بھی

خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔

نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِ

حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو والدین اور بہت نزدیک کے قرابت دار

وَالْاَقْرَبُونَ ص

چھوڑ جاویں

خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی

وَاللِّسَاءِ

اور عورتوں کے لئے

ذوالفروض کیلئے تو سهام مقرر ہیں اور عصبات اور ذوی الارحام کے لئے قواعد مقرر ہیں پس اب مورث کے اوپر مدار نہیں جیسا شروع اسلام میں تھا۔

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار

وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ

چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا

كَثُرُ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝

کثیر ہو حصہ قطعی۔

قطعی سے مراد یہ ہے کہ عمل کے اعتبار سے قطعی ہے کیونکہ عصبات ذوی الارحام کے حقوق حدیث سے ثابت ہیں اور ذوی الفروض کے قرآن سے تو ثبوت سب کا قطعی نہیں البتہ عمل سب کا قطعی اور واجب ہے اور نزدیکی قرابت سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے جو ترتیب وارثوں کی مقرر کر دی ہے اس کے اعتبار سے نزدیک ہو پھر جہاں شریعت نے سب کو نزدیک سمجھا ہے گو زیادہ کم کا فرق ہو وہاں سب کو وارث بنایا ہے اور جہاں کسی کو نزدیک کسی کو دور کا رشتہ دار سمجھا ہے وہاں نزدیک کے قرابت دار کو وارث سمجھا ہے دور کے رشتہ دار کو نہیں تفصیل علم فرائض سے معلوم ہو سکتی ہے۔

رابطہ اوپر ورثہ کے استحقاق کا بیان تھا حکم ہفتم میں یہ بتلاتے ہیں کہ جو مستحق میراث کے نہیں ان کے ساتھ بھی رعایت کرنا مستحب ہے۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اَقْرَبُوْنَ مَعْرُوفًا۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ

اور جب (وارثوں میں ترکہ کے) تقسیم ہونے کے وقت آ موجود ہوں رشتہ دار

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ

(دور کے) اور یتیم اور غریب لوگ

غریب و یتیم تو خیر خیرات کی توقع سے آویں گے کہ شاید ہم کو بھی مل جاوے اور دور کے رشتہ دار ممکن ہے کہ استحقاق کے گمان سے آویں۔

فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

توان کو بھی اس (ترکہ) میں (جس قدر بالغوں کا ہے اس میں سے کچھ دے دو اور ان

مَعْرُوفًا ۝

کے ساتھ خوبی سے بات کرو

رشتہ داروں کو تو یہ سمجھا دو کہ تمہارا حصہ شریعت سے اس میں نہیں ہم زیادہ دینے سے معذور ہیں اور دوسروں کو دے کر احسان نہ جتلاؤ اور

بالغوں کی قید اس لئے لگائی ہے کہ نابالغوں کے حصہ میں سے خیر خیرات یا کسی کی مراعات بالکل جائز نہیں اور یہ حکم واجب نہیں صرف مستحب ہے اور اگر شروع اسلام میں واجب ہوا ہو تو اب وجوب منسوخ ہے۔

رابطہ: یہاں تک اصل مضمون یتیموں کو ضرر نہ پہنچانے کا تھا دوسرے مضامین اس کی مناسبت سے درمیان میں ذکر ہوئے آگے اس اصل مضمون کی تاکید کے لئے ایک دنیوی واقعہ فرض کرتے ہیں جس سے یتیموں کی ہمدردی پیدا ہو اور آخرت کے متعلق ایک واقعہ کا یقین دلاتے ہیں تاکہ خوف پیدا ہو اور دونوں واقعوں میں غور کر کے یتیموں کو ضرر پہنچانے کی جرات نہ کریں۔ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ

اور ایسے لوگوں کو ڈرانا چاہئے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے

خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ ضَعُفًا خَافُوا

چھوڑ جاویں تو (ان کی) ان کو

عَلَيْهِمْ ۝

فکر ہو

کہ دیکھئے ان کو کوئی آزار نہ پہنچائے تو ایسا ہی دوسرے کے بچوں کے لئے بھی خیال کرنا چاہئے آنچہ برخود نہ پسندی بردیگراں پسند۔

فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ

سوان لوگوں کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں

یعنی اس بات کو سوچ کر یتامی کے معاملہ میں حکم خداوندی کی مخالفت نہ کریں اپنے کسی فعل سے ان کو آزار و ضرر نہ پہنچاویں۔

وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝

اور موقع کی بات کہیں

یعنی قول میں بھی ان کی تسلی و دلجوئی کی رعایت رکھیں اور تعلیم و تادیب میں اگر بقدر ضرورت تشدد کرنا پڑے وہ جائز ہے ایسی نرمی کرنے کا حکم نہیں جس سے وہ بگڑ جاوے مگر تشدد میں اپنے غصہ اور دل کی بھڑاس نکالنے کا قصد نہ چاہئے ہر سختی و نرمی میں اس کی مصلحت پر نظر کرنا چاہئے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے

ظُلْمًا

(برتے ہیں)

بلا استحقاق کی قید اس لئے لگائی کہ استحقاق سے کھانے کی بات پہلے آ چکی ہے اور جیسے یتیم کا مال خود کھانا حرام ہے کسی کو کھلانا بھی حرام ہے گو بطور خیر خیرات ہی کے کیوں نہ ہو اور یہی حکم ہر نابالغ کا ہے گو یتیم نہ ہو۔ خوب یاد رکھو اس میں بہت بے پروائی کی جاتی ہے۔ ربط: اوپر ورثہ کا استحقاق میراث میں اجمالاً مذکور ہوا ہے آگے ان حصوں کی کچھ تفصیل میں کئی قسم کے ورثہ کا حصہ بیان فرمایا ہے اور ان کا خاص طور سے ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ حضور سے اولاد اور بھائی بہنوں کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔

إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا

اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں

وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ۝۱۰ يُوْصِيْكُمْ

اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم

اللَّهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِيْ كَرِمْتُ لِحَظِ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ

دیتا ہے تمہاری اولاد کے باپ میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے

فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا

برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گودو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا

مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ

اس مال کا جو کہ مورث چھوڑا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا

اولاد کے وارث ہونے کی چار صورتیں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ لڑکے لڑکیاں سب ہوں دوسرے یہ کہ صرف ایک لڑکی ہو تیسرے یہ کہ صرف دو لڑکیاں ہوں چوتھے یہ کہ دو لڑکیوں سے زیادہ ہوں۔

وَلَا يُوْثِرُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ

مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ

میں سے چھنا چھنا حصہ ہے۔ اگر میت کے کچھ اولاد ہو

خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ایک ہو یا زیادہ اور بقیہ میراث اولاد کو اور دوسرے خاص خاص ورثہ کو ملے گی پھر بھی بچ جاوے تو پھر سب کو دی جاوے گی۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ

اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو تو اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں۔

یعنی بھائی بہن بھی نہ ہوں کیونکہ اس صورت کا حکم آگے آتا ہے۔

فَلِأُمَّهِ الثُّلُثُ ۚ

تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے

اور باقی دو تہائی باپ کو ملے گا چونکہ اس صورت میں یہ بات ظاہر تھی اس لئے تصریح کی ضرورت نہ ہوئی۔

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ

اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں

خواہ کسی قسم کے ہوں یعنی یعنی ماں باپ شریک یا علاتی کہ باپ ایک اور ماں الگ الگ ہو یا اخیانی کہ ماں ایک اور باپ الگ الگ ہو غرض کہ کسی طرح کے بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں اور ماں باپ ہوں اور میت کے اولاد نہ ہو (آگے ترجمہ)

فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا

اس صورت میں بھائی بہنوں کی وجہ سے ماں کا حصہ بجائے تہائی کے چھٹا رہ گیا مگر بھائی بہن کو کچھ بھی نہ ملے گا کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے یہ سب محروم ہیں باقی سب باپ کو مل جائے گا۔

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ

اور باقی باپ کو ملے گا (وصیت نکال لینے کے بعد کہ میت

انکی وصیت کر جائے یا دین کے بعد

من بعد وصية الخ یعنی یہ سب حصے وصیت و دین ادا کرنے کے بعد تقسیم ہوں گے اگر میت نے کچھ دین چھوڑا ہو یا وصیت کی ہو بشرطیکہ وصیت موافق شرع کے ہو یعنی کسی وارث کے لئے وصیت نہ کی ہو ورنہ اس کا اعتبار نہ ہوگا اسی طرح بعد تجہیز و تکفین و ادائے دین کے جو مال بچے وصیت اس کی تہائی سے زیادہ کی نہ ہو غرض سب سے مقدم تجہیز و تکفین ہے پھر ادائے دین پھر وصیت اس کے بعد جو بچے وہ ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اور قرآن میں جو وصیت کو دین سے مقدم کیا گیا ہے حالانکہ ادا کرنے میں وہ پیچھے ہے اس میں نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ دین کے مطالبہ کرنے والے تو آدمی ہیں وہ خود ہی وصول کر لیں گے اس میں کوتاہی کا احتمال کم ہے اور

فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو

خواہ تم سے ہو یا پہلے شوہر سے

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ

تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا۔

یہ کل دو صورتیں ہوں گی اور دونوں صورتوں میں بقیہ دوسرے وارثوں کو ملے گا لیکن ہر صورت میں (آگے ترجمہ)

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط

وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اس کی وصیت کر جائیں یا دین کے بعد اور ان

وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ

بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ۔

خواہ ایک ہوں یا کئی ہوں وہ چوتھائی سب میں برابر بانٹ دیا جائے گا۔

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ج

اگر تمہارے کچھ اولاد نہ ہو

نہ لڑکا نہ لڑکی نہ ایک نہ زیادہ

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ

اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو

خواہ ان ہی بیبیوں سے ہو یا اور کسی عورت سے

فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ

تو ان کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا۔ وصیت نکالنے کے

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط

بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دین کے بعد

عورت کا مہر میراث سے جدا ہے وہ قرض میں داخل ہے اس کے ادا کرنے کے بعد میراث کا حق جدا ملے گا۔ و ان كان رجل تاروا لله عليم حكيم

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَّةً أَوْ امْرَأَةً وَوَلَةٌ

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ مرد میت

ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں

وصیت چونکہ دراصل تبرع اور ہبہ ہے اس میں کوتاہی کا زیادہ احتمال ہے اس لئے اہتمام و تاکید کے لئے اس کا ذکر پہلے کیا گیا۔

رابطہ: آگے اس کی حکمت بتلاتے ہیں کہ میراث کا قصہ میت کی رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ خود حق تعالیٰ نے سب قواعد مقرر فرمادیئے۔

أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

تمہارے اصول و فروع جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے ہو کہ ان میں

لَكُمْ نَفْعًا ط

کا کونسا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔

یعنی تم کو یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ دنیوی یا اخروی نفع کی توقع کس سے زیادہ ہے پس اگر میراث کا قصہ تمہاری رائے پر چھوڑ دیا جاتا تو غالب اوقات تقسیم میں تم ایک کو دوسرے پر ترجیح نفع رسانی کی توقع پر دیتے مثلاً دنیوی نفع رسانی کی توقع پر کہ فلاں آدمی ہماری خوب خدمت کرے گا لیکن اکثر اوقات وہ دغا دے جاتا ہے۔ اور دوسرا مخلص محض ثواب سمجھ کر یا محبت سے زیادہ خدمت کرتا ہے یا اخروی نفع کی توقع پر کہ یہ ہم کو ثواب بخشے گا یا آخرت میں شفاعت کرے گا کبھی اس کے بھی خلاف ہوتا ہے جب اس کے یقین کا تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں تو اس پر مدار ٹھہرانا صحیح نہیں۔ اس لئے دوسری مصلحتوں پر گودہ تمہارے ذہن میں نہ آویں مدار ٹھہرایا گیا اور (آگے ترجمہ)

فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم

حَكِيمًا ۱۱

اور حکمت والے ہیں۔

اس لئے جو حکمتیں خدا نے اپنے علم سے اس میں رکھی ہیں وہی قابل اعتبار ہیں بعض بددینوں نے مسئلہ میراث میں کچھ دنیوی مضرتوں کا دعویٰ کیا ہے جو بے دلیل اور محض خرافات ہیں۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ

اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر

يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ج

ان کے کچھ اولاد نہ ہو۔

نہ لڑکی نہ لڑکا نہ ایک نہ زیادہ

وَصِيَّةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

یہ حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں حلیم ہیں۔

کہ کون مانتا ہے کون نہیں مانتا اور نہ ماننے والوں کو جو فوراً سزا نہیں دیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ حلیم بھی ہیں۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يُطِيعِ اللَّهَ

یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت

وَمَرَ سُوْلُهُ يَدْخُلْهُ جَنَّتِ

کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو فوراً ایسی بہشتوں میں داخل کر دیں گے۔

رابطہ ان احکام کو بیان کر کے آگے ان پر اعتقاد و عمل کرنے کی تاکید اور فضیلت اور نہ ماننے پر وعید ارشاد فرماتے ہیں۔ تلک حدود اللہ تا عذاب مہین (۱) فوراً کے معنی یہ ہیں کہ بلا عذاب کے جنت میں جائے گا کیونکہ پوری اطاعت کرنے والوں کو عذاب بالکل نہیں ہوگا۔

تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ہمیشہ ہمیشہ

فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾

ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی

حُدُوْدَكَ يَدْخُلْهُ

اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا

یعنی پابندی احکام کو ضروری بھی نہ سمجھے اور یہ حالت کفر کی ہے تو جو لوگ احکام شرع پر اعتقاد رکھیں گے مگر عمل میں کوتاہی کریں گے وہ شرعی ضابطوں سے بالکل خارج نہیں کیونکہ اعتقاد بھی تو ایک ضابطہ ہے جس کو وہ تسلیم کئے ہوئے ہیں پس بالکل نکل جانا کافروں ہی پر صادق آ سکتا ہے۔

نَاسًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهُ عَذَابٌ

اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور

مَّهِيْنٌ ﴿١٤﴾

اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے

یعنی باپ دادا اور یہ تفسیر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر ہے ان کے نزدیک دادا سے بھی سب طرح کے بہن بھائی میراث سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دوسرے آئمہ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ مسئلہ صحابہ میں بھی مختلف فیہ تھا۔

اَخٍ اَوْ اُخْتٍ

نہ فروغ

یعنی اولاد اور بیٹے کی اولاد

فَلِكُلِّ وَّاحِدٍ

اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو

اس پر امت کا اجماع ہے کہ اس جگہ بھائی بہن اخیا فی مراد ہیں (یعنی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ) اور آیت میں بھی اس کا قرینہ موجود ہے کہ ان بھائی بہنوں کا حصہ وہی ٹھہرایا ہے جو اوپر ماں کا گزر چکا ہے۔ یعنی تہائی اور چھٹا اور حقیقی و علانی بھائی بہنوں کا حکم سورۃ کے ختم پر آئے گا اور بعض صحابہ اس آیت میں ولہ اخ او اخت کے بعد من الام بھی بڑھاتے تھے۔ یعنی وہ بھائی بہن ماں شریک ہوں تو یہ تفسیر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی۔

مِنْهُمْ السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ ایک سے زیادہ ہوں

فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ

تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے۔

چاہے دو ہوں یا زیادہ اور اخیا فی بہن بھائی میں کسی کا دوہرایا اکھرا حصہ نہیں ہوتا مرد و عورت سب کا حصہ برابر ہے باقی میراث دوسرے ورثہ کو اور اگر کوئی دوسرا نہ ہو تو ان ہی کو دی جائے گی۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّتِ يُّوْضِیْ بِهَا اَوْ دِيْنٍ ۙ

وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا دین کے بعد بشرطیکہ کسی

غَيْرِ مُضَآئِرٍ ۚ

کو ضرر نہ پہنچا دے۔

نہ ظاہر میں نہ ارادہ میں ظاہر میں تو یہ کہ مثلاً تہائی سے زیادہ وصیت کرے تو یہ وصیت میراث پر مقدم نہ ہوگی ارادہ میں یہ کہ وصیت تو تہائی کی کرے لیکن نیت یہ ہو کہ وارثوں کو کم ملے یہ وصیت نافذ تو کی جائے گی لیکن گناہ ہوگا۔

اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے ایک کامل مطیع دوسرے کامل نافرمان ایک قسم کا اس میں ذکر نہیں جو اعتقاد سے تابع اور عمل میں قصور وار ہو اس کا حکم دوسری آیتوں میں موجود ہے کہ کچھ سزا کا مستحق ہے لیکن اخیر میں نجات ہو جائے گی اور یہاں بھی غور کرنے سے اس کا حکم معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ جب اس کی حالت بین بین ہے تو جزا بھی بیچ بیچ ہوگی یعنی کچھ عذاب کچھ ثواب اور ظاہر ہے کہ یہ احتمال تو ہو نہیں سکتا کہ پہلے جنت میں جائے پھر جہنم میں کیونکہ جنت میں جا کر پھر نکلتا ممکن نہیں پس یہی صورت متعین ہوگی کہ پہلے عذاب ہو پھر آخر میں نجات ہو اگر کوئی یہ کہے ان تین کے علاوہ چوتھا احتمال یہ بھی تو ہے کہ کوئی عمل کرے اعتقاد نہ کرے اس کو کچھ ثواب کچھ عذاب ہونا چاہئے۔ جواب یہ ہے کہ یہ احتمال باطل ہے کیونکہ عمل قبول ہونے کے لئے اعتقاد شرط ہے جب اعتقاد نہیں تو وہ عمل بھی کچھ نہیں اس لئے یہ بھی بالکل نافرمان ہے۔ ربط جس طرح جاہلیت میں یتیموں اور میراث کے معاملات میں بہت سی بے اعتدالیاں تھیں اسی طرح عورتوں کے معاملہ میں بھی طرح طرح کی بے عنوانیاں تھیں مثلاً ان کو اذیتیں پہنچاتے تنگ کرتے تھے جن سے نکاح حرام ہے ان سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ اب ان معاملات کی اصلاح فرماتے ہیں اور جو خطا و قصور شرعاً معتبر ہو اس پر اصلاح اور تادیب کی اجازت دیتے ہیں۔ الرجال قوامون تک یہ مضمون چلا گیا ہے۔ تادیب ہی سے شروع ہوا اور تادیب ہی پر ختم ہوا۔ والنسی یاتین الفاحشة تا تو اباً رحیماً

وَالَّتِي يَأْتِيَنِ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ

اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے

فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ

سو تم لوگ ان عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کر لو۔

تاکہ ان کی گواہی پر حاکم آئندہ سزا جاری کرے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے سوا کسی دوسرے کو سزا دینے کا اختیار نہیں کیونکہ گواہ بنانے کی ضرورت تو حکام ہی کی اطلاع کے لئے ہے ورنہ شوہر کو اگر اختیار ہوتا تو اس کے معائنہ کے بعد گواہوں کی کیا حاجت تھی۔

فَإِنْ شَهِدُوا فَاَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ

سو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو سیسہ گھروں کے اندر مقید رکھو۔

سیسہ کی قید بڑھانے سے یہ شبہ جاتا رہا کہ گھروں میں مقید رکھنا تو شوہر کا حق ہے یہ سزا کیا ہوئی جواب یہ ہے کہ شوہر تعلق و محبت کی وجہ سے

مقید کرتا ہے اور یہ مقید رکھنا سزا کے طور پر ہے۔

حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ

یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی

لَهُنَّ سَبِيلًا ۝۱۵

اور راہ تجویز فرمائیں۔

چنانچہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سبیل بتلا دی ہے تم لوگ سمجھ لو یاد کر لو کہ ناکتھا کے لئے سو درے اور نکتھا کے لئے سنگساری پس اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔

وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا مِنْكُمْ

اور جن سے دو شخص بھی بے حیائی کا کام کریں تم میں سے

یعنی عاقل بالغ مسلمانوں میں سے پس منکوحہ عورت ہی کی اس میں کچھ تخصیص نہیں بلکہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے غیر منکوحہ عورت اور نکاح و بے نکاح والا مرد سب اس میں آگئے۔

فَاذْوَهِمَا ج

تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ۔

مگر منکوحہ عورتوں کے لئے تو اذیت کا طریقہ بھی بتلا دیا گیا کہ مقید رکھو باقیوں کے لئے طریقہ بیان نہیں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ حکام کی رائے پر ہوگا کہ جس طریقہ سے مناسب سمجھیں ہاتھ سے یا زبان سے تکلیف پہنچائیں پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا

فَإِنْ تَابَا

پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں۔

یعنی اذیت پہنچانے کے بعد

وَأَصْلَحَا

اور اصلاح کر لیں

یعنی آئندہ پھر ان سے ایسا فعل سرزد نہ ہو

فَاعْرِضُوا عَنْهُمَا ط

تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو

اس کا یہ مطلب نہیں کہ سزا نہ دو کیونکہ یہ توبہ حکم سزا کے بعد مذکور ہے بلکہ

حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت ہی آکھڑی ہو

موت آجانے کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے عالم کی چیزیں ان کو نظر آنے لگیں۔

قَالَ إِنِّي تُبْتُ النَّارَ

کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں

پس ایسوں کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

وَالَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط

اور نہ ان لوگوں کی جن کو حالت کفر پر موت آ جاتی ہے۔

اس وقت اگر وہ کفر سے توبہ کر کے ایمان لانا چاہیں تو قبول نہ ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَاخِرُوا خَيْرًا كَثِيرًا

أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

ان لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ

اے ایمان والو! تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے

تَرَثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا ط

جبراً مالک ہو جاؤ۔

جان کا مالک ہونا اس طرح سے کہ مردہ کی عورت کو اپنی میراث سمجھتے

تھے۔ یہ تو ہر حال میں جبر ہے چاہے عورت راضی بھی ہو جائے اس سے وہ

سچ سچ اس کی میراث اور ملک نہیں ہو سکتی کیونکہ آزاد آدمی کو اپنی ملک بنانا

چاہے اس کی خوشی سے ہو یا ناخوشی سے صریح ظلم اور تعدی ہے اور مال کا

مالک ہونا اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت کا جو حق شرعاً میراث

میں ہے اس کو نہ دیا جائے خود لے لیا جاوے دوسرے اس کو نکاح نہ کرنے

دیا جائے یہاں تک کہ وہ اپنا مال دے دے یا مر جائے تو اس کا مال لے

لیں تیسرے یہ کہ شوہر بیوی کو بے وجہ مجبور کرے کہ کچھ مال دے تب اس کو

چھوڑے ان سب صورتوں میں جبر سے مال لینا حرام ہے۔ اور اگر عورت

کی خوشی ہو تو جائز اور حلال ہے مگر خوشی کا پوری طرح یقین ہونا چاہئے جس

کی صورت یہ ہے کہ مال پہلے اس کو دے دیا جائے تصرف کا اس کو اختیار دیا

مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کر لیں تو پھر سزا کے بعد ملامت نہ کرو اور زیادہ سزا نہ دو اور

توبہ اگر نہ کریں تو ملامت کرنا درست ہے جیسا کہ سزا کے بعد دوبارہ اگر ایسا

کریں تو پھر دوبارہ سزا ہے۔ رابطہ: اوپر کی آیت میں توبہ کا ذکر تھا آگے توبہ

کے قبول ہونے اور نہ ہونے کی صورتیں مذکور ہیں۔ انما التوبة تا الیمما

إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔ توبہ جس کا

التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ

قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے

گناہ ہمیشہ حماقت ہی سے ہوتا ہے جس کو اپنے نفع و نقصان کی پرواہ نہ

ہو اس سے بڑھ کر کیا حماقت ہوگی پس اس قید کا یہ مطلب نہیں کہ جو گناہ

حماقت سے نہ ہو اس کی توبہ نہیں کیونکہ بدوں حماقت کے گناہ ہوتا ہی نہیں

چاہے عالم کرے یا جاہل۔

السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں

یعنی موت آنے سے پہلے

قَالَ لَّيْكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ

سو ایسوں پر تو خدا تعالیٰ توبہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

اللَّهُ عَلَيْهِمًا

خوب جانتے ہیں

کہ کس نے دل سے توبہ کی ہے اور دل سے توبہ کرنے والے کو اکثر

فضیحت نہیں کرتے کیونکہ (آگے ترجمہ)

حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ

حکمت والے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں

يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ج

جو گناہ کرتے رہتے ہیں

اس کا یہ مطلب نہیں کہ بار بار کرتے رہتے ہیں بلکہ اگر ایک بار بھی

گناہ کر کے اس سے توبہ نہ کی تو برابر گناہ ہوتا رہے گا کیونکہ معصیت پر

اصرار دوسرا گناہ ہے۔

جائے پھر وہ خوشی سے دے دے تو حلال ہے اور نکاح سے جبراً روکنا حرام ہے اگر وہ اپنی خوشی سے نہ کرے تو ان لوگوں کو گناہ نہیں۔

وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضٍ

اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے یعنی خود تم نے یا تمہارے عزیز نے دیا ہے پس یہ حکم شوہر اور وارث دونوں کو شامل ہے۔

مَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اس میں کا کوئی حصہ وصول کرلو۔

اس مضمون میں وہ تین صورتیں داخل ہیں جو مال کے مالک ہونے کی اوپر بیان کی گئی ہیں۔

إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں

پس اس صورت میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز ہے مثلاً عورت کی ناشائستہ حرکت شوہر کی نافرمانی یا بدخلقی ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ اس کو بدوں مال لئے ہوئے طلاق نہ دے بشرطیکہ وہ مال مہر سے زیادہ نہ ہو یا ناشائستہ حرکت زنا ہو تو شروع اسلام میں خاوند کو جائز تھا کہ اس جرمانہ میں اس سے اپنا دیا ہوا مال واپس لے کر اس کو نکال دے مگر اب یہ حکم منسوخ ہے زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا اگر دے چکا ہو تو واپس لینا اب جائز نہیں اور نہ دیا ہو تو دینا واجب ہے نیز زنا کی صورت میں خاوند کو اور دوسرے ورثہ کو ابتداء اسلام میں بطور سزا کے حکم حاکم عورتوں کو گھروں میں مقید رکھنا جائز تھا پھر یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا اب حد قائم کی جائے گی مقید نہ کیا جائے گا آگے شوہروں کو حکم ہوتا ہے (ترجمہ دیکھو)

وَعَاثِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارا کیا کرو۔

یعنی خوش اخلاقی اور نان و نفقہ کی خبر گیری سے برتاؤ کرو۔

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ

اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں

خواہ تمہاری طبیعت کو ان سے رغبت نہ ہو یا کوئی بات ان کی طرف سے ناپسندیدگی کی موجب ظاہر ہو۔

فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ

تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی

خَيْرًا كَثِيرًا

منفعت رکھ دے۔

مثلاً وہ تمہاری خدمت گزار اور ہمدرد ہو یہ دنیا کی منفعت ہے یا اس سے اولاد صالح پیدا ہو جو خیرہ آخرت ہو جائے یا اقل درجہ ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی ملے گی رابطہ اوپر کی آیت سے معلوم ہو چکا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے کوئی خرابی بدخلقی وغیرہ کی ظاہر ہو تو چھوڑنے کے وقت اس سے مال لے لینا جائز ہے اس کے بغیر جائز نہیں بعض لوگ یہ کرتے تھے کہ پہلی بیوی سے رغبت نہ رہی دوسری سے نکاح کرنا چاہا تو اس کو مہر دینے کی یہ تجویز سوچی کہ پہلی بیوی سے دیا ہوا روپیہ کسی طرح وصول کر لیں اور نہ دیا ہو تو معاف کرنا کرو ہی روپیہ دوسری کو دے دیں اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے کبھی تو پہلی بیوی پر کچھ تہمت لگا دیتے یا ویسے ہی پریشان کرتے تاکہ اپنی جان چھڑانے کے لئے روپیہ دے دے یا معاف کر دے آئندہ آیت میں اس کی ممانعت ہے تو یہ مضمون گویا ماقبل کا تہہ ہے۔

وَأِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ

اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو

وَأَتَيْتُمْ أَحَدَهُنَّ قِطَارًا

اور تم اس کو ایک انبار کا انبار مال دے چکے ہو۔

خواہ مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ کے اس کے ہاتھ میں دے چکے ہو یا بوجہ مہر بندھ جانے کے معاہدہ کر چکے ہو۔

فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا

تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔

اور عورت کو تنگ کر کے معاف کرنا بھی واپس لینے کے حکم میں ہے۔

أَتَأْخُذُونَ مِنْهُ بُهْتَانًا

کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر

اس کی ذات پر نافرمانی کا یا بدکاری کا صریح بہتان ہو یا زبان سے کچھ نہ کہے اور مہر واپس لے لے تو لوگ شبہ کریں گے یہ بھی بہتان لگانے کے حکم میں ہے۔

وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝

اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر

مہر کا واپس لینا یا جبراً معاف کرنا تو صریح ظلم ہے اس کے علاوہ اگر کچھ بہہ کیا تھا اس کو واپس لینا بھی ظلم ہے کیونکہ بیوی سے بہہ کر کے واپس لینا ناجائز ہے۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى

اور تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے

بَعْضٍ

حجابانہ مل چکے ہو

یعنی علاوہ بہتان و ظلم کے یہ بھی مانع ہے کہ وہ اپنی ذات کو تمہاری لذات کے لئے تمہارے سپرد کر چکی ہیں اور مہر اسی کا معاوضہ ہے تو مدعا پورا کر کے معاوضہ واپس لے لینا یا نہ دینا بالکل عقل کے خلاف ہے۔

وَأَخْذُنَ مِنْكُمْ مِّمِّثًا قَا غَلِيظًا ۝

اور وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں

یہ دوسرا مانع ہے کہ تم نے نکاح کے وقت اپنے ذمہ مہر رکھا تھا تو عہد کے خلاف لازم آتا ہے۔

رابطہ: مجملہ جاہلیت کی رسوم قبیحہ کے ایک رسم یہ تھی کہ بعضے لوگ حرام عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے تھے مثلاً اپنی سوتیلی ماں یعنی باپ کی بیوی سے یا ایک بہن کے اپنے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے اور بعض لوگ حلال عورتوں کو حرام سمجھتے جیسے متبنی (یعنی منہ بولے بیٹے) کی بیوی آگے حکم وہم میں اس کا ابطال فرماتے ہیں اور مناسبت مقام سے دوسرے محرمات کی تفصیل بھی کی جائے گی۔ نیز بعض حلال عورتوں میں مسلمانوں کو شبہ ہوا تھا جیسے وہ شرعی باندی جس کا خاوند دار الحرب میں زندہ موجود ہو اس کی حلت بھی بیان ہوگی۔ نیز نکاح کے بعض شرائط اور متعلقات مثل مہر وغیرہ کے بھی مذکور ہوں گے۔ ولاتنکحوا ما نکح تا ساء سبیلہ

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا

اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جس سے تمہارے باپ (دادا نانا) نے نکاح کیا ہو مگر جو

مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا

بات گزر گئی۔ بیشک یہ (عرفاً و عقلاً) بھی بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے

جاہلیت میں بعض لوگ ایسا کرتے تھے مگر شائستہ لوگ اس زمانہ میں بھی اس کو برا جانتے تھے اور اس کو نکاح مقت کہتے تھے اور جو اولاد اس نکاح سے پیدا ہوتی اس کو مقتی کہا کرتے تھے اس لئے احقر نے اس میں عرفاً کا لفظ بڑھا دیا اور شرعاً و عقلاً بے حیائی اور برا طریقہ ہونا تو ظاہر ہے۔

وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

اور (شرعاً بھی) برا طریقہ ہے

حتیٰ کہ اگر کوئی ایجاب قبول بھی کر لے وہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا محض باطل ہے اور دوسری محرمات کا نکاح بھی باطل ہے مگر اس کی اعلیٰ درجہ کی قباحت ظاہر کرنے کے لئے اس کی مذمت کی وجوہ الگ بیان فرمائیں۔ مسئلہ: جس طرح باپ کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے گو باپ نے اس سے صحبت بھی نہ کی ہو اسی طرح اگر کسی عورت سے باپ نے بلا نکاح صحبت کر لی ہو اس سے بدرجہ اولیٰ نکاح حرام ہوگا امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے اسی طرح جہاں جہاں نکاح کی وجہ سے ہمیشہ کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے زنا سے بھی ہو جاتی ہے مثلاً کسی عورت سے نکاح کر لینے کے بعد اس کی ماں یعنی ماس سے نکاح حرام ہو جاتا ہے اسی طرح کسی عورت سے اگر زنا کیا تو اس کی ماں سے نکاح حرام ہو جائے گا اور شہوت سے یوسہ لینا چھوٹا وغیرہ بھی زنا کے حکم میں ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے حرمت علیکم امہاتکم تا کتب اللہ علیکم

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ

تم پر حرام کی گئیں

یعنی ان سے نکاح کرنا حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسمیں ہیں اول محرمات نسبہ وہ یہ ہیں (ترجمہ دیکھو)

أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ

تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں

ان میں سب اصول و فروع خواہ بواسطہ ہوں یا بلا واسطہ تمام داخل ہیں۔

وَأَخَوَاتُكُمْ

اور تمہاری بہنیں

خواہ حقیقی ہوں یا علائی یا اخیانی

وَعَمَّاتُكُمْ

اور تمہاری پھوپھیاں

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز

جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو

یعنی کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح یا تنہائی کرنے سے اس کی لڑکی حرام نہیں ہوتی بلکہ جب اس عورت سے صحبت بھی ہو جائے تب لڑکی حرام ہوتی ہے اور شہوت سے چھونا بوسہ لینا بھی صحبت کے مثل ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ

اور اگر تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم کو کوئی

عَلَيْكُمْ ز

گناہ نہیں

ایسی بیوی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں۔

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ لَا

اور تمہاری ان بیٹیوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں

نسل کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ رضاعی بیٹے کی بیوی حلال ہے بلکہ اس قید سے متنبی یعنی منہ بولے بیٹے کو جس کو لے پا لک کہتے ہیں خارج کرنا منظور ہے کہ اس کی بیوی سے بعد موت یا طلاق کے نکاح درست ہے چونکہ اہل عرب کے نزدیک اس سے نکاح حرام تھا اس لئے یہ قید بڑھا دی گئی باقی رضاعی بیٹے کی بہو سے اجماعاً نکاح حرام ہے

وَأَنْ تَجْمَعُوا

اور یہ کہ تم دو بہنوں کو

خواہ رضاعی ہوں یا سہمی اپنے نکاح میں (آگے ترجمہ)

بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ

ایک ساتھ نہ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا۔ بیشک

اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۲۳﴾

اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں۔

کہ رحمت سے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

الحمد للہ چوتھے پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

اس میں باپ دادا اور جتنے اصول مرد ہیں سب کی بہنیں تینوں قسم کی آگئیں۔

وَحَلَائِكُمْ

اور تمہاری خالائیں

خواہ ماں کی بہن ہو یا نانی کی بہن اور جتنی عورتیں اصول کی جانب میں ہیں سب کی تینوں قسم کی بہنیں آگئیں۔

وَبَنَاتُ الْأَخِ

اور بھتیجیاں

اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بواسطہ ہوں یا بلا واسطہ سب داخل ہیں۔

وَبَنَاتُ

اور بھانجیاں

اس میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بواسطہ ہوں یا بلا واسطہ سب آئیں۔ قسم دوم محرمات رضاعیہ وہ یہ ہیں (ترجمہ دیکھو)

الْأُخْتِ وَأُمَّهُتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ

اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری

مِّنَ الرِّضَاعَةِ

وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں

یعنی تم نے ان کی حقیقی ماں یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے یا اس نے تمہاری حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے گو مختلف زمانہ میں پیا ہو قسم سوم محرمات بالمصاہرہ یعنی جو نکاح کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں وہ یہ ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور تمہاری بیبیوں کی مائیں

اس میں زوجہ کی ماں اس کی ماں کی ماں سب مؤنث اصول آگئیں۔

وَرَبَّائِكُمْ

اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں

اس میں زوجہ کی سب مؤنث فروع بواسطہ یا بلا واسطہ داخل ہیں۔

الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي

جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہوں ان بیبیوں سے کہ

میں معتبر ہیں جیسے خلوت صحیح یا صحبت انتفاع حاصل کیا ہو (آگے ترجمہ)

فَاتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ط

سو ان کو ان کے مہر دو جو کچھ مقرر کر چکے ہو

اس آیت میں مہر معین کے وجوب کی دو شرطیں بیان فرمائیں ایک مقرر ہونا دوسرے انتفاع حاصل کرنا پس اگر ایک شرط بھی نہ ہو تو مہر معین واجب نہ ہوگا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَا ضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ

اور مقرر ہوئے بعد بھی جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ اس میں

الْفَرِيضَةُ ط

تم پر کوئی گناہ نہیں

مثلاً خاوند مہر بڑھاوے یا عورت کم کر دے یا سب معاف کر دے ہر طرح درست ہے ۱۲

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ لَمْ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں۔ اور جو شخص

يَسْتَطِيعَ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْبُحْصَنَاتِ

تم میں پوری قدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ

کرنے کی تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں

فَتَيْتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ط

کی مملوکہ ہیں نکاح کر لے۔

کہ ممکن ہے کہ دین کے اعتبار سے وہ تم سے بھی افضل ہوں کیونکہ دین کا مدار ایمان پر ہے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ ط

اور تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے

رہا دنیا کی رو سے عار ہونا تو اس کا سبب زیادہ تر نسب کا تفاوت ہے سوسب کے سب آدم و حوا کی اولاد ہیں اس اعتبار سے (آگے ترجمہ)

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ج

تم سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو

اس لئے ضرورت کے وقت اس سے عار نہ کرنا چاہئے۔

وَالْبُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ

اور وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہوں مگر جو کہ تمہاری مملوک

أَيْمَانُكُمْ ج

ہو جاویں

تو اگرچہ ان کے کافر شوہر دار الحرب میں زندہ موجود ہوں وہ بعد ایک حیض آجانے یا وضع حمل کے حلال ہیں پس شوہر والیوں میں سے یہ قسم مستثنیٰ ہے باقی سب حرام ہیں اور ان محرمات کے سوا جو عورتیں حرام ہیں وہ اکثر ان ہی میں داخل ہیں جس کا بیان بوجہ دقیق ہونے کے نہیں کیا گیا اور بعض کی حرمت احادیث و آثار سے ثابت ہے اور بعض کی حرمت پر اجتماع امت ہے۔ پس یہ اشکال نہ رہا کہ آیت میں تو ان کے ماسوا سب کو حلال کہا گیا ہے جیسا کہ واحل لکم ماوراء ذلکم سے معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ ان کے ماسوا جو عورتیں حرام ہیں اکثر کی حرمت تو ان سے ہی سمجھی گئی ہے وہ تو ماسوا ہی نہیں اور جن کی حرمت ان سے نہیں سمجھی گئی وہ بے شک ماسوا میں داخل ہیں لیکن چونکہ احادیث و آثار و دیگر دلائل شرعیہ سے ان کی حرمت سمجھی گئی اس لئے ماوراء ذلکم کا لفظ بالکلیہ عام نہ ہوگا بلکہ بعض صورتیں دیگر دلائل کی وجہ سے اس میں مستثنیٰ اور خاص کی جائیں گی اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک لفظ بظاہر عام ہوتا ہے مگر حدیث یا اجماع کی وجہ سے بعض صورتیں اس میں سے مستثنیٰ کی جاتی ہیں پس کوئی اشکال نہ رہا۔

رابطہ: یہاں تک محرمات کا بیان تھا اس کے بعد ان کے ماسوا کی حلت نکاح کا مع بعض شرائط کے ذکر ہے۔ واحل لکم ماوراء ذلکم تا حکیمانہ

كُتِبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ج وَاحِلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ

اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے

ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے چاہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں مہر ہونا ضروری ہے اور وہ بھی مال ہونا چاہئے۔

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ ط

اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو۔

اس آیت سے متعدی کی حرمت ثابت ہے کہ اس میں صرف مستی نکالنا نظر ہوتا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ

پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے مستمتع ہوئے ہو

یعنی نکاح کے بعد تم نے ان کے ساتھ ان طریقوں سے جو کہ شریعت

فَانِكُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

سوان سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور ان کو ان کے

بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفَحَاتٍ وَلَا

مہر قاعدہ کے موافق دے دیا کرو اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں نہ تو علانیہ

مَتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ

بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں

یعنی وہ مہر بمقابلہ نکاح کے ہونا چاہئے۔ بطور اجرت زنا مال دینے سے وہ حلال نہ ہوگی۔ ربط: اوپر لونڈیوں سے شادی کرنے کا ذکر تھا آگے ان کے متعلق ایک حکم سیاسی زنا کی بابت بتلاتے ہیں اور اگرچہ یہ حکم غلام اور منکوحہ باندی سب کے لئے ہے مگر یہاں منکوحہ کے لئے خاص طور پر اس لئے بیان فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ باندیوں سے نکاح کرنا اگرچہ جائز ہے مگر بلا ضرورت اس میں نہ پڑنا چاہئے چنانچہ اسی لئے اوپر دو قیدی بیان کی گئی ہیں آزاد مسلمان سے نکاح کرنے کی گنجائش نہ ہونا اور باندی کا مسلمان ہونا اسی غرض کے لئے تاکہ بلا ضرورت باندی سے نکاح کرنے کی سامعین کو رغبت نہ ہو زنا کا حکم منکوحہ باندی کی بابت یہاں بیان فرمایا جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہو گیا کہ بہ نسبت آزاد عورت کے باندی سے ایسی حرکت نکاح کے بعد بھی چنداں مستبعد نہیں کیونکہ اس کی خدمت مولیٰ کے لئے بازار وغیرہ میں پھرنا ایسے امور ہیں جن سے اس فعل کے وقوع کا احتمال ہو سکتا ہے جو غیرت مند کے لئے کوفت کا سبب ہے یہ نقطہ حق تعالیٰ نے اس احقر کے قلب میں القا فرمایا ہے۔

فَاِذَا اُحْصِنَ فَاِنَّ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ

پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنائی جاویں پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام کریں

نِصْفُ مَا عَلٰی الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ

تو ان پر اس سزا سے نصف سزا ہوگی جو کہ آزاد عورتوں پر ہوتی ہے

فاذا احصن تamen العذاب آزاد عورت اور آزاد مرد کے لئے نکاح سے پہلے سو درے ہیں جس کا ذکر سورہ نور میں ہے اور نکاح کے بعد چند دیگر شرائط کے ساتھ آزاد مرد و عورت کے لئے سنگساری ہے جو تواتر کے ساتھ احادیث میں ثابت ہے اور غلام اور باندی چاہے نکاح والے ہوں یا بے نکاح دونوں صورتوں میں ان کی سزا پچاس درے ہیں اس جگہ اگرچہ صرف منکوحہ باندی کا حکم مذکور ہے یہی حکم غلام کے لئے اجماع سے ثابت ہے اور نصف فرمانے سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ غلام اور باندی کے لئے بعد نکاح کے سنگساری کا حکم نہیں کیونکہ سنگساری کی انتہا موت ہے اس کی تنصیف ناممکن ہے۔ ربط: آگے پھر عود ہے باندیوں کے نکاح کے حکم کی طرف ذلک لمن خشی تا غفور رحیم

ذٰلِكَ

یہ

یعنی باندیوں سے نکاح کرنا۔

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ

اس شخص کے لئے ہے جو تم میں زنا کا اندیشہ رکھتا ہو

بوجہ غلبہ شہوت کے اور آزاد منکوحہ میسر نہ ہونے کے پس جس کو یہ اندیشہ نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں۔

وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے

باندی کے ساتھ نکاح کرنے سے اگر اندیشہ کی حالت میں بھی اپنے نفس پر قابو ہو

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں

اگر کراہت کی صورت میں بھی نکاح کر لیا تو ہم مواخذہ نہ کریں گے اور ہر مکروہ تنزیہی کا یہی حکم ہے کہ اس میں مواخذہ نہ ہونے کا وعدہ ہے البتہ مقربین کی شان کے ضرور خلاف ہے پس باندی کے نکاح میں اس قید کی رعایت کرنا بھی اولیٰ ہے کہ اگر زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو کیا جائے ورنہ بوجہ ان مصلحتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں بلا ضرورت مکروہ ہے غرض اللہ تعالیٰ نے ہماری مصلحت کے واسطے یہ مشورہ دیا ہے جس کو اصطلاح فقہ میں امر ارشادی کہتے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان سب قیدوں کی رعایت واجب ہے بدوں ان قیود کے نکاح جائز نہ ہوگا۔

ربط: اوپر خاص احکام کی تفصیل تھی آگے اپنا انعام واحسان اور ان احکام میں ہماری مصلحتوں اور منافع کی پوری رعایت رکھنا بتلاتے ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنْنَ

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم سے بیان کر دے اور تم سے پہلے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

لوگوں کے احوال تم کو بتلا دے۔

تا کہ تم کو اتباع کی رغبت اور مخالفت سے خوف ہو۔

وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۳۶﴾ وَاللَّهُ

اور تم پر توبہ فرماوے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں

يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ فَفَ وَيُرِيدُ الَّذِينَ

اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے حال پر توبہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ

يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ

کہ شہوت پرست ہیں

یعنی کفار و فاسق

أَنْ تَمِيلُوا مِيلًا عَظِيمًا ﴿۳۷﴾

وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ۔

اور ان ہی جیسے ہو جاؤ بے راہ لوگ اور وہ کو بھی بے راہ کرنا چاہا

کرتے ہیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے

یعنی احکام میں آسانی بھی مد نظر ہے

وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا ﴿۳۸﴾

اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے

یعنی آدمی بدن اور ہمت دونوں میں بہ نسبت جن اور ملائکہ کے کمزور

ہے اس لئے اس کے ضعف کی بھی رعایت کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال

بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً

ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ فَفَ

سے ہو تو مضاائقہ نہیں

بشرطیکہ اس میں اور بھی سب شرائط شرعیہ موجود ہوں۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر

بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۳۹﴾

بڑے مہربان ہیں

اس لئے ضرر رسانی کی صورتوں سے منع فرمادیا خصوصاً جس میں یہ بھی اثر ہو کہ دوسرا شخص پھر تم کو ضرر پہنچائے گا اور چونکہ قتل ان صورتوں میں زیادہ سخت ہے اس لئے اس پر ان کو بالخصوص سخت وعید سناتے ہیں (آگے ترجمہ)

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدُوًّا

اور جو شخص ایسا فعل کرے گا اس طور پر کہ حد سے گزر جاوے۔

مگر وہ حد سے گزرنا خطا اور بھول چوک سے نہ ہو کیونکہ اس میں زیادہ گناہ نہیں اگر خطا رائے میں ہو جائے مثلاً حاکم یا قاضی کے پاس تنقیح مقدمہ کے بعد کسی شخص پر جرم کا ثبوت ہو گیا اور گواہوں کو اپنے نزدیک معتبر سمجھا اور واقع میں وہ معتبر نہ تھے اور مجرم کے لئے قتل کا حکم دیدیا اس صورت میں تو حاکم پر کچھ بھی گناہ نہیں اور اگر خطا فعلی سے قتل ہو جائے مثلاً شکار کو گولی سے مارنا چاہتا تھا اور کسی آدمی کے لگ گئی اس صورت میں کچھ گناہ ہوگا زیادہ نہیں جس کا کفارہ آگے آئے گا۔ یہ وعید جو یہاں مذکور ہے اس قاتل کے لئے ہے جو ایسے شخص کو جو یہاں بوجہ حقیقت حال معلوم ہو جانے کے اس کے نزدیک قتل کا مستحق نہیں قصداً ظلم سے مار ڈالے (آگے ترجمہ) ۱۲

وْظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ

اور اس طور پر کہ ظلم کرے تو ہم عنقریب اس کو آگ میں داخل کریں گے

ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿۴۰﴾

اور یہ امر خدا تعالیٰ کو آسان ہے

کسی قسم کے اہتمام اور سامان کی ضرورت نہیں غرض عدوان اور ظلم جب دونوں جمع ہو جاویں اس وقت یہ وعید ہے عدوان کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص واقع میں قتل کا مستحق نہ ہو اس کو قتل کیا جائے اور ظلم سے مراد یہ ہے کہ جس کا حال معلوم ہے کہ یہ قتل کا مستحق نہیں اس کو عداً مار ڈالنا پس اگر کوئی شخص واقع میں تو قتل کا مستحق نہیں مگر حاکم کے پاس بوجہ ثبوت پہنچ جانے کے مجرم ہو گیا یا کسی نے قصداً نہیں مارا خطا سے قتل ہو گیا یہ صورتیں تو عدوان میں داخل ہیں مگر ظلم میں داخل نہیں اس لئے ان پر یہ وعید مرتب نہ ہوگی اور عدوان کی قید سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو شخص واقعی قتل کا مستحق ہو اس کا

اور اگر کسی ایسی فضیلت کی تمنا ہو جو اگرچہ وہی ہے مگر اعمال کو بھی اس میں دخل ہے تو اس کی تمنا کا مضائقہ نہیں۔

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسَأَلُوا

اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

کے فضل کی درخواست کیا کرو

اور پہلی قسم کے وہی فضائل کی جن میں عمل کو بالکل دخل نہ ہو دعائیں لگنا بھی ناجائز ہے۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۳۲﴾ وَلَكُلِّ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو

جَعَلْنَا مَوَالِي مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ

والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ دیں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جن

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتَوْهُمْ نَصِيبَهُمْ

لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کو ان کا حصہ دے دو۔

جن دو شخصوں میں باہم اس طرح قول و قرار ہو جائے کہ ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں گے کہ اگر ایک شخص کے ذمہ کوئی دیت لازم آوے تو دوسرا اس کو ادا کرے اور جب ایک مرجائے تو دوسرا اس کی میراث لے یہ عہد عقد موالاة کہلاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو مولی الموالاة کہا جاتا ہے۔ ربط: عورتوں کے متعلق جو احکام اوپر آچکے ہیں ان میں عورتوں کے حقوق تلف کرنے کی ممانعت اور بے حیائی کا کام کریں تو سزا کی اجازت تھی اب آگے مردوں کے حقوق ہیں جو عورتوں پر تعلق ہیں اور اگر عورتیں ان کو ادا نہ کریں تو ادب دینے کی اجازت فرماتے ہیں۔ نیز اس کے ضمن میں مردوں کی فضیلت صاف صاف بیان کرنے سے ایک گونہ تائید اس جواب کی ہوگئی جو مردوں کے حصہ میراث کے دوچند ہونے کی بابت ایک خیال کی تردید میں اوپر بیان کیا گیا ہے پس متصل کی آیتوں سے بھی اس کو خاص ارتباط ہے۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿۳۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے

تخل جائز ہے۔ چنانچہ ولی مقتول کو حق قصاص ہے اور اس کی درخواست پر حاکم کے ذمہ قاتل سے قصاص لینا واجب ہے ربط: اوپر جن گناہوں کا ذکر ہے ان میں اکثر گناہ کبیرہ ہیں یہاں تک تو ان کے کرنے پر عذاب کی مضرت سے ڈرایا آگے ان سے بچنے کا ایک نفع بتاتے ہیں کہ اگر کبائر سے بچتے رہو گے تو تمہاری طاعات سے خفیف خفیف گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور چونکہ سب کبائر یکساں ہیں اس لئے آیت میں عام لفظ سے تمام کبائر کو اس حکم میں شامل کیا گیا۔

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ

جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری گناہ ہیں

ان تَجْتَنِبُوا کبائر تا مدخلہ مکریما یعنی بڑے بڑے گناہ اور گناہ کبیرہ کی تفسیر میں جامع تر قول یہ ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد مقرر ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں ایسا ہی مقصد ہے جیسا کہ اس گناہ میں ہے جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہے خواہ برابر ہو یا زیادہ یا وہ گناہ بوجہ دین کی بے پروائی کے صادر ہوا ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کے مقابل صغیرہ ہے۔

مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ

اگر تم ان سے بچتے رہو

ضرورت ہے کہ کبیرہ سے بچنے اور اطاعت ضروریہ کا پابند ہو تب وعدہ ہے کہ صغائر معاف ہو جائیں گے کیونکہ اگر طاعات ضروریہ کی پابندی نہ کی تو کبائر سے بچنا کہاں پایا گیا۔

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

تو ہم تمہاری خفیف برائیاں

یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ جو دوزخ میں لے جاسکتے ہیں۔

سَيِّئَاتِكُمْ وَنَدَّخِلْكُمْ مَدْخَلَ كَرِيمًا ﴿۳۴﴾

تم سے دور فرمائیں گے۔ اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے

یہ سب مردوں اور عورتوں کو ہوتا ہے کہ جو فضائل محض وہی ہیں کہ کسی کے عمل کو ان میں دخل نہیں (آگے ترجمہ)

وَلَا تَتَّبِعُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى

اور تم ایسے کسی امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں

بَعْضٌ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا

پرفوقیت بخشی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے

یعنی پھر زیادتی کرنے کے لئے موقع نہ نکالو۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ﴿۳۴﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں

تو خدا سے ڈرنا چاہئے اس کے حقوق بہت بڑے ہیں اگر تم ایسا کرو گے تو پھر تم پر بھی عورتیں اپنے حقوق کے متعلق ہزار الزام قائم کر سکتی ہیں۔

وَأِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو جس کو باہم وہ نہ سلجھا سکیں۔

فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا

تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک

مِّنْ أَهْلِهَا

آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان کی طرف سے بھیجو۔

اس کشاکش کے رفع کرنے کے لئے تاکہ وہ جا کر تحقیق حال کریں۔ اور جو بیرونی پرہیزگاروں کا کچھ کچھ قصور ہو تو سمجھا دیں۔

إِنْ يَرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط

اور اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے۔

یعنی اگر فیصلہ کرنے والوں کی نیت ٹھیک ہوگی وہ طریقہ ان کے قلب میں القا فرمادیں گے جس سے زوجین میں باہم مصالحت ہو سکے بشرطیکہ زوجین اس طریق پر عمل بھی کریں یہ مطلب نہیں کہ فیصلہ کرنے والوں کی نیت ٹھیک ہونے سے خود بخود مصالحت ہو جائے گی بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم مصالحت کا طریقہ ان کے دل میں ڈال دیں گے کہ اگر زوجین اس پر عمل کریں تو کشاکش رفع ہو جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ فیصلہ کرنے والوں کی جو تجویز ہوگی وہ میاں بیوی کے اختیاری افعال کے متعلق ہوگی اور اختیاری افعال کا نتیجہ ان پر عمل کرنے سے ظاہر ہوا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کوئی شخص مصالحت و اصلاح کا طالب ہو تو اس کا طریقہ ضرور اس کو سمجھا دیتے ہیں۔ اور اگر زوجین فیصلہ کرنے والوں کو طلاق یا صلح کا حق بھی دے دیں تو وہ کالہ وہ اس کے بھی مختار ہو جائیں گے مگر آیت میں اس سے تعرض نہیں اور یہ فیصلہ کرنا حکام پر تو واجب ہے جب کہ زوجین ان سے رجوع کریں اور دوسروں کیلئے مستحب ہے اور فیصلہ کرنے والوں کا مرد عورت کے خاندان سے ہونا ہر حال میں مستحب ہے۔

اللَّهُ يَعْصُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا

بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے

مِنْ أَمْوَالِهِمْ ط

اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

الرجال قوامون على النساء كما خبيراً عورتوں کے اوپر مہر میں اور نان نفقہ میں اور قاعدہ ہے کہ خرچ کرنے والے کا ہاتھ اونچا اور بہتر ہوتا ہے اس سے جس پر خرچ کیا جائے پہلی فضیلت میں تو مردوں کو خود دخل نہیں محض خدا کا عطیہ ہے اور یہ فضیلت ان کے عمل اور کسب سے متعلق ہے۔

فَالصَّالِحَاتُ

سو جو عورتیں نیک ہیں

وہ مرد کے ان حقوق و فضائل کی وجہ سے (آگے ترجمہ)

قِنْتُ حِفْظٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ط

طاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الہی نگہداشت کرتی ہیں

یعنی مرد کی عدم موجودگی میں اس کے مال و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ

اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بددماغی کا احتمال ہو

یعنی قرآن سے اس کا قوی احتمال ہو جائے

فَعِظُوهُنَّ

تو ان کو زبانی نصیحت کرو

اگر اس سے بھی نہ مانیں تو (آگے ترجمہ)

وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو

یعنی ان کے پاس مت لیٹو۔

وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا

اور ان کو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں

عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط

تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو

موجود ہے اور جو لوگ ان حقوق کو ادا نہیں کرتے اکثر اس کے کئی سبب ہیں یا تو ان کے مزاج میں تکبر ہے کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور یا ان کی طبیعت میں بخل غالب ہے کہ کسی کو دیتے دلاتے جان نکلتی ہے اور یا ان کو رسول کا اعتقاد نہیں کہ آپ کے احکام اور حقوق ادا کرنے یا نہ کرنے پر ثواب و عذاب کو صحیح نہیں سمجھتے۔ یہ کفر ہے یا ان کی عادت نام آوری کی ہے جہاں نام ہو چاہے حق نہ ہو خرچ کرتے ہیں اور جہاں نام نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی۔ اگرچہ حق ہو یا ان کو سرے سے خدا ہی کے ساتھ اعتقاد نہیں یا قیامت کے قائل نہیں۔ اور یہ بھی کفر ہے اس لئے ان لوگوں کا بھی حال سن لو۔ (ترجمہ دیکھو)

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں ٹخن کی باتیں

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

کرتے ہوں جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں

خواہ زبان سے یا اس طرح کہ ان کو دیکھ کر دوسرے بھی سیکھتے ہیں اور بخل سے مراد اس جگہ عام ہے خواہ مال و دولت میں بخل ہو یا حق بات ظاہر کرنے میں بخل ہو شان نزول اس آیت کے متعدد ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود و توریت کے مضامین ظاہر کرنے میں بخل کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ایک روایت میں ہے کہ بعض لوگ انصار کو خرچ کرنے سے روکتے اور سمجھاتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝

اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے

خواہ مال و دولت کو بلا کسی مصلحت کے محض بخل کی وجہ سے چھپا دے تاکہ اہل حق توقع ہی نہ کریں یا علم دین کو چھپا دے جیسا کہ یہود حضور کی خبروں کو چھپاتے تھے پس اس میں بخیلوں اور منکرین رسالت دونوں کی مذمت ہو گئی۔

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

اور ہم نے ایسے ناپاسوں کے لئے

جو نعمت مال یا نعمت رسالت محمدیہ کا حق نہ پہنچائیں۔

عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ

الہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور وہ لوگ کہ اپنے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝ وَاعْبُدُوا اللَّهَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو

اس میں توحید بھی آگئی۔

وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو

خواہ انسان ہو یا غیر انسان

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ

اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی

وَالْيَتَامَىٰ

اور یتیموں کے ساتھ بھی۔

یتیموں کا ذکر یہاں دوبارہ فرمانے سے اہتمام مقصود ہے۔

وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ

اور غریب غریب کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے

الْجُنُبِ

پڑوسی کے ساتھ بھی

یہ اہل حقوق اگر کافر ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرے البتہ مسلمان کا حق زائد ہوگا۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ

اور ہم مجلس کے ساتھ بھی

خواہ وہ مجلس دائمی ہو جیسے لمبے سفر کی رفاقت یا کسی جائز کام کی شرکت یا عارضی ہو جیسے تھوڑے سفر کی رفاقت یا اتفاقی جلسہ میں شرکت

وَابْنِ السَّبِيلِ ۝

اور راہ گیر کے ساتھ بھی

خواہ وہ خاص تمہارا مہمان ہو یا نہ ہو۔

وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۝

اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں

غرض ان سب سے عمدہ معاملہ کرو جس کی تفصیل کتب فقہ میں

مالک جو کچھ بھی چاہے کرے اس کو ہر طرح حق ہے آگے اپنی رحمت کاملہ کو بتلاتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَأِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا

اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر دیں گے۔

جیسا کہ دوسری آیتوں میں وعدہ ہو چکا ہے۔

وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهِ

اور اپنے پاس سے

اس ثواب موعود کے علاوہ بلا معاوضہ عمل کے محض اپنے فضل و انعام سے۔

أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۰﴾

اور اجر عظیم دیں گے

اور یہ اجر عظیم باوجودیکہ مقررہ ثواب کے علاوہ ہوگا مگر پھر بھی اس کو اجر اس لئے کہا کہ گودہ عمل کے مقابلہ میں نہیں مگر عمل ہی کی وجہ سے ہے کیونکہ عادیۃً انعام بھی عمل کرنے والے کو ہی ملتا ہے۔ رابطہ: اور جن امور کی ترغیب تھی آگے ان کے نہ کرنے پر وعید بیان فرماتے ہیں پس یہ بھی ماقبل کا تمہہ ہوا۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ

سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر امت میں سے

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ

ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو بھی ان لوگوں پر

فکیف اذا جئنا من کل امة تا حدیثا جن کا آپ سے سابقہ پڑا ہے۔

هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿۳۱﴾

گو ابھی دینے کے لئے حاضر لا دیں گے۔

یعنی جن لوگوں نے خدائی احکام نہ مانے ہوں گے ان کے مقدمہ کی پیشی کے وقت بطور سرکاری گواہ کے انبیاء علیہم السلام کے اظہار سنے جائیں گے۔ جو جو معاملات انبیاء علیہم السلام کی موجودگی میں پیش آئے تھے وہ سب ظاہر کر دیں گے اس کے بعد مخالفین پر جرم ثابت ہو کر سزا دی جائے گی اور فرمایا تھا کہ اس وقت کیا حال ہوگا آگے اس حال کا خود بیان فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

يَوْمَ يَذُودُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا

اس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس

أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ

مالوں کو لوگوں کے دکھلانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر

بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ

اور آخری دن پر اعتقاد نہیں رکھتے اور شیطان۔

لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿۳۲﴾

جس کا مصاحب ہو اس کا برا مصاحب ہے

کیونکہ وہ ایسا مشورہ دیتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر ہو۔

رابطہ: آگے خدا پر اور آخرت پر ایمان لانے کی اور خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اگرچہ لفظاً صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے مگر خدا پر ایمان لانا رسول پر ایمان لانے کو بھی مستلزم ہے اور خرچ کرنے سے مراد عباد اللہ خرچ کرنا ہے جو ریا کے مقابل ہے اور اسی میں کبر کا بھی علاج ہے۔ کیونکہ کبر میں طلب جاہ ہوتی ہے سو بتلادیا کہ ہر کام میں خدا کی ذات مطلوب ہونی چاہئے نہ کہ جاہ وغیرہ کیونکہ طالب جاہ طالب خدا نہیں ہوگا پس یہ مضمون پہلے مضمون کا تمہہ ہے۔ وہاں انکار توحید و انکار قیامت و بخل و کبر و ریا وغیرہ کی مذمت و ممانعت تھی یہاں ان کی اشداد کی ترغیب ہے۔

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور ان پر کیا مصیبت نازل ہو جائے گی اگر وہ لوگ اللہ پر اور آخری دن پر ایمان

الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ

لے آویں اور اللہ نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہا کریں

وماذا علیہم لو امنوا باللہ تا اجرا عظیماً اخلاص و خلوص

کے ساتھ یعنی اس میں کچھ بھی ضرر نہیں ہر طرح نفع ہی ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿۳۳﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ

اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴿۳۴﴾

کریں گے

کہ کسی کا ثواب مار لیں یا بے وجہ عذاب دیں لگیں جو ظاہر ظلم ہے اور ظاہر

اس واسطے کہ اگر وہ ایسا بھی کریں تو واقع میں وہ بھی ظلم نہ ہوتا کیونکہ وہ مالک ہیں۔

ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود

یعنی جب کہ غسل فرض ہو

إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا ط

باستثناء تمہارے مسافر ہونے کی حالت میں یہاں تک کہ غسل کرلو
یعنی جنابت کے بعد غسل کرنا صحت نماز کے لئے شرط ہے۔

وَأِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ

اور اگر تم بیمار ہو

اور پانی کا استعمال مضر ہے جیسا کہ آتا ہے۔

أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

یا حالت سفر میں ہو

اور پانی نہیں ملتا

أَوْ جَاءَ أَحَدٌ

یا تم میں سے کوئی شخص

جو کہ نہ مریض ہے نہ مسافر۔

مِّنْكُمْ مِنَ الْغَايَةِ أَوْ لِمَسْتُمُ النِّسَاءِ

استنجنے سے آیا ہو۔ یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

استنجنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور قربت کرنے سے غسل ٹوٹ جاتا ہے
پس ہر حالت میں جب کبھی وضو اور غسل کی ضرورت ہو۔

فَلَمْ تَجِدُوا

پھر تم کو پانی نہ ملے

مذکورہ موانع کی وجہ سے

مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا

تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو

پاک زمین پر دوبارہ ہاتھ مار کر

فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ

یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو بلاشبہ

اللَّهُ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ۝۳۳

اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بخشنے والے ہیں

الرَّسُولَ لَوْ تَسْوَىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ط

بات کی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین کے پیوند ہو جاویں۔

تاکہ اس وقت کی رسوائی اور آفت سے محفوظ رہیں اور گواہی کے
علاوہ خود اقراری مجرم بھی ہوں گے جو کچھ دنیا میں ان سے صادر ہوا ہوگا
خدا کے سامنے سب کا اقرار کر لیں گے (ترجمہ دیکھو)

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝۳۴

اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفانہ کر سکیں گے

پس دونوں طریقوں سے ان پر جرم ثابت ہو جائے گا اور جاننا جائے
کہ ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے مگر
دوسری جگہ یہ آچکا ہے قَالُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا كُنَّا مُشْرِكِينَ مگر یہ اول اول
ہوگا پھر جب اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا کر ہاتھوں اور ان کے
پیروں کو بولنے کا حکم دینگے اس وقت سب اپنا کیا کہہ ڈالیں گے یہ اقرار کرنا
اور اخفانہ کر سکرنا اس وقت کے اعتبار سے فرمایا پس دونوں میں کوئی تعارض
نہیں حضرت ابن عباسؓ سے بھی بعینہ یہی مضمون منقول ہے اور جو جرائم
انبیاء علیہم السلام کے پیچھے یا ان کی وفات کے بعد ہوئے ہیں ان کے
ثابت کرنے کے لئے اگر انبیاء کی گواہی نہ ہوئی تو مقصود فوت نہ ہوگا کیونکہ
دوسرے طریقوں سے ان کو ثابت کیا جائے گا اور یہ آیت بظاہر کفار کے
بارے میں ہے پس دوسرے گناہ بخل و ریاء و تکبر وغیرہ جو اوپر مذکور تھے ان پر
گو اس درجہ وعید نہیں ہوگی مگر عاقل شخص اسی سے ان کی بھی وعید سمجھ سکتا ہے
جس قدر کی ان سے ممانعت ہے اس درجہ کی وعید ان پر بھی ہے مگر چونکہ اس
وقت یہ معاصی بھی زیادہ تر کفار ہی میں تھی اس لئے وعید خاص طور پر کفار
کے حق میں بیان کی گئی ربط: شروع سورۃ میں بیان ہو چکا ہے کہ اس سورۃ
میں تین قسم کے احکام میں تقویٰ کا حکم کیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ

اے ایمان والو! تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں

یعنی اس حالت میں نماز مت پڑھو۔

وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ

مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

یہ حکم شروع اسلام میں تھا جب شراب حلال تھی۔ یعنی جب کہ غسل فرض ہو۔

وَلَا جُنْبًا

اور حالت جنابت میں بھی

عَنْ مَوَاضِعِهِ

دوسری طرف، پھیر دیتے ہیں۔

ایک گمراہی تو ان کی یہ ہوئی آگے ایک دوسری گمراہی بتاتے ہیں جس میں دھوکہ سے سادہ ذہن آدمی کا پھنس جانا بھی ممکن ہے (ترجمہ دیکھو)

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمِعْ غَيْرَ

اور یہ کلمات کہتے ہیں سمعنا و عصینا اور اسمع غیر

مُسْمِعٍ وَرَاعِنَا

مسمع اور راعنا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرتے وقت ایسے الفاظ بولتے ہیں جن سے معنی اچھے برے دونوں نکل سکتے ہیں اور یہ لوگ برے ہی معنی کا قصد کرتے تھے مگر دوسروں پر اچھے مطلب کو ظاہر کرتے تھے اس سے کسی مسلمان کا دھوکہ میں آ کر ایسے الفاظ سے کسی وقت حضور کو خطاب کر دینا کچھ بعید نہ تھا۔ پس یہ بھی ان کا ایک طرح مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنا تھا گو صرف لفظوں ہی میں سہی۔ اسی لئے سورۃ بقرہ میں مسلمانوں کو لفظ راعنا بولنے کی ممانعت فرمادی گئی۔ سمعنا و عصینا کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے سن لیا اور مانا نہیں اچھا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کے قول کو ہم نے مان لیا اور آپ کے مخالف کی بات نہیں مانتے اور برا مطلب یہ ہے کہ آپ کی بات کو سن تو لیا مگر عمل نہ کریں گے۔ اسمع غیر مسمع کا ترجمہ یہ ہے کہ ہماری بات کو سنئے اور خدا کرے تم کو کوئی بات سنائی نہ جائے اچھا مطلب تو یہ ہے کہ خدا کرے آپ کو رنج کی بات کبھی نہ سنائی جائے سب آپ کی بات کو منظور ہی کریں اور برا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے کبھی آپ کو خوشی کی بات نہ سنائی جائے اور راعنا کے اچھے معنی تو یہ ہیں کہ ہمارے حال پر توجہ فرمائے اور برے معنی لغت یہود میں گالی کے ہیں۔

لَيَّا بِالسِّنِّتِهِمْ

اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر

یعنی تحقیر کے لہجہ سے تعظیم کے لہجہ کی طرف زبان کو پھیرتے ہیں جس سے ظاہر میں کسی کو تحقیر کا شبہ نہ ہو مگر دل میں چور گھسا ہوا ہے۔

وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ط

اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے

اس لئے یہ آسان حکم دے کر تم کو تکلیف سے بچالیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

یعنی دیکھنے کے قابل ہیں دیکھو تو تعجب کرو۔

أَوْ تَوَانَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ

جن کو کتاب کا ایک بڑا حصہ ملا ہے

یعنی توریت کا علم رکھتے ہیں۔

يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن

وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں

تَضِلُّوا السَّبِيلَ ط

کہ تم راہ سے بے راہ ہو جاؤ۔

اس کا ذکر پارہ تلک الرسل - ولن تنالوا میں بھی آچکا ہے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ط

اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں

تم کو اگر ان کی اب تک خبر نہ ہو تو کیا ہوا خدا نے تم کو بتلادیا سو تم ان سے بچتے رہو۔

وَكَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا ط

اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے

پس تم ان کی مخالفت کا حال سن کر زیادہ فکر میں بھی نہ پڑ جانا ہم تمہاری مصلحتوں کی رعایت رکھیں گے۔

وَكَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا ط

اور اللہ تعالیٰ کافی حامی ہے

ان کی مضرتوں سے تمہاری حفاظت کریں گے۔

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ

یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے

نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلِ أَن

فرمایا ہے ایسی حالت پر کہ وہ سچ بتلاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اس

پس تم کو اس پر ایمان لانے سے وحشت نہ ہونا چاہئے۔

تَطْيِسَ وُجُوهاً

سے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں

یعنی ان کے نقش و نگار آنکھ ناک وغیرہ

فَنَزَّلَهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

اور ان کو ان کی الٹی جانب کی طرح بنا دیں یا ان پر ہم ایسی لعنت

لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ط

کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی

جو یہود میں پہلے گزر چکے ہیں۔

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿۴۷﴾

اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے

پس تم کو ڈرنا اور اس پر ایمان لانا چاہئے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے۔

بلکہ سزائے دائمی میں رکھیں گے۔

أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرَ مَا دُونَ

کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں

خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ

ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴿۴۸﴾

جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے

یعنی اگر منظور ہوگا تو بلا سزا کے بھی بخش دیں گے۔ کیونکہ سزا کے بعد تو

برمومن کے گناہوں کا بخشنا جانا یقینی ہے جس کا وعدہ ہو چکا ہے پس یہاں

جو یقین کے ساتھ وعدہ نہیں فرمایا یہ اس کی دلیل ہے کہ بدوں سزا کے بخشنا

مراد ہے کیونکہ اس کا وعدہ ہر ایک کے لئے نہیں یہ مشیت ایزدی پر ہے کہ

وہ یہ ہے کہ نبی کے ساتھ طعن و استہزاء معینہ دین خدا کے ساتھ طعن و تمسخر ہے ۱۲

وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

اور اگر یہ لوگ یہ کلمات کہتے سمعنا و اطعنا

جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور سمعنا و عصینا نہ کہتے۔

وَأَسْمَعُ

اور اسمع

جس کے معنی صرف یہ ہیں کہ آپ سن لیجئے اور اسمع غیر مسمع نہ کہتے۔

وَأَنْظُرْنَا

اور انظرنا

جس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری طرف توجہ فرمائیے اور انما نہ کہتے غرض بجائے ذو

معنیں الفاظ کے یہ کلمات جن کے معنی شرارت سے پاک ہیں کہتے (آگے ترجمہ)

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ لَا

تو یہ بات ان کے لئے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی۔

ان لوگوں نے نفع اور موقع کی بات لکھی نہ کہی بلکہ وہی ناشائستہ

یہودہ بات جکتے رہے اس لئے ان کو یہ مضرت پہنچی کہ (آگے ترجمہ)

وَلَكِنْ لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ

اور مگر ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب

جس میں یہ کلمات بھی آگئے اور دیگر افعال و اقوال کفریہ بھی داخل ہو گئے۔

فَلَا يُؤْمِنُونَ

اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے

یہ ان کی نسبت فرمایا گیا ہے جو علم الہی میں کفر پر مرنے والے تھے پس نو

مسلموں کے ایمان لانے سے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ ایمان کیسے لے آئے۔

إِلَّا قَلِيلًا ﴿۴۹﴾

ہاں مگر تھوڑے سے آدمی

جو ایسی حرکتوں سے دور رہے وہ خاص رحمت سے بھی دور نہیں ہیں ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِنَا

اے وہ لوگو جو کتاب دیے گئے ہو تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل

جس کو چاہیں بدوں عذاب کے بھی سب گناہ بخش دیں۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِثْمًا

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم

عَظِيمًا ﴿۳۸﴾

کا مرتکب ہوا

اسی وجہ سے کہ وہ جرم عظیم ہے قابل مغفرت نہیں اور قرآن و حدیث و اجماع سے شریعت کا یہ ضروری مسئلہ ہے کہ شرک اور کفر دونوں کی کبھی مغفرت نہ ہوگی اور ہر چند کہ اس آیت میں صرف شرک کا ذکر فرمایا ہے مگر دوسری آیتوں سے کفر کا بھی یہی حکم ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اس کی بھی مغفرت نہ ہوگی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ شرک کے دو معنی ہیں ایک معنی کے اعتبار سے تو شرک اور کفر دو چیزیں ہیں اور دوسرے معنی عام ہیں جس میں کفر بھی داخل ہے اور اس جگہ شرک کے دوسرے معنی مراد ہیں جو کفر کو بھی شامل ہیں پس دونوں کا ایک حکم اسی آیت سے معلوم ہو جائے گا روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے یہی دوسری توجیہ نقل کی ہے۔ ربط: اور یہود کا کفر اور اس پر وعید بیان ہوئی تھی چونکہ یہود اپنے کو اللہ کا مقبول و محبوب اور خالص مومن ہونا بتلاتے تھے جیسا کہ ان کا قول نحن ابناء الله و احبائه قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ آگے اس کا رد فرماتے ہیں۔ الم تر الى الذين يزكون تا كفى به اثمنا مبينا

الْمُتَرِّاٰلِیَ الَّذِیْنَ یَزْكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ط

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں

ان کے بتلانے سے کیا ہوتا ہے۔

بَلِ اللّٰهُ یُزِیْکِیْ مَنْ یَّشَآءُ

بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتلا دیں

یہ البتہ قابل اعتبار ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مومن کو مقدس بتلایا ہے پس وہی مقدس ہوگا نہ کہ کفر کرنے والے جیسے یہود وغیرہ اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب مومن کو اللہ تعالیٰ نے مقدس بتلایا ہے تو پھر اگر کوئی اپنے آپ کو یا دوسرے کو حسن ظن کی وجہ سے مقدس کہے تو شریعت میں اس کی ممانعت کیوں ہے جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت تین وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ اکثر اپنی مدح کا منشا کبر ہوتا ہے تو حقیقت میں کبر سے ممانعت ہوئی۔ دوسرے خاتمہ کا حال اللہ کو معلوم ہے کہ تقدس پر خاتمہ ہوگا یا نہیں اس لئے

مطلقاً یہ دعویٰ کرنا خوف کے خلاف ہے تیسرے یہ کہ اکثر اوقات سننے والے کو اس دعویٰ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ بالکل تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور بہمہ وجہ عند اللہ مقبول ہے حالانکہ اکثر بندہ دوسری گندگیوں میں گرفتار ہوتا ہے اور اسی قدر اس کے قرب و قبولیت میں عند اللہ کمی ہوتی ہے پس جس دعوے سے ایسا وہم پیدا ہو وہ جھوٹ ہے اور دوسرے کو مقدس کہنے میں کبھی اس کو عجب بھی ہوتا ہے اگر یہ باتیں نہ ہوں تو خدا کی نعمت بیان کرنے کی نیت سے ایسا کہنا جائز ہے آگے بتلاتے ہیں کہ قیامت میں یہود کو اس جھوٹے دعویٰ کی جس کا منشاء کفر کو ایمان سمجھنا ہے سزا ہوگی ۱۲

وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۳۹﴾

اور ان پر تاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا

یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے۔

اُنْظُرْ کَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ ط

دیکھ تو یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں

کیونکہ باوجود کفر کے خدا کے مقبول ہونے کا دعویٰ کرنا خدا پر کفر کے پسندیدہ ہونے کی تہمت لگانا ہے۔

وَکَفٰی بِہٖ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۴۰﴾

اور یہی بات صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے

کہ خدا پر اتہام لگایا جائے۔

الْمُتَرِّاٰلِیَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنْ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک

الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْحِبَّتِ وَالطَّاعُوْتِ

حصہ ملا ہے وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں

جو مشرکین کے دین کی تصدیق کرنے سے لازم آتا ہے۔

وَقٰیْقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰؤُلَآءِ

اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ

اِهْدِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۴۱﴾

یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں

یہ تو انہوں نے صراحتاً ہی کہا تھا۔

أُولَٰئِكَ

یہ لوگ

جنہوں نے کفر و شرک کے طریقہ کو اسلام سے بہتر کہا۔

الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ

وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے

یہ بے باکی اسی لعنت کا اثر ہے۔

وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٦﴾

اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنا دے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے

یعنی اس حرکت پر ان کو دارین میں سخت سزا ہوگی۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا

ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا۔ سو ایسی حالت میں تو وہ

يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٧﴾ أَمْ

اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیں۔ یا دوسرے آدمیوں سے

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ

ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔

مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ

سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٨﴾

اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے

سو آپ کو ایسی چیزیں مل جانا کوئی نئی بات نہیں بنی اسرائیل میں بھی بہت سے سلاطین ہوئے ہیں جیسے حضرت یوسف و حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہم السلام اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے پیہیاں بھی بہت تھیں اور یہ سب اولاد ابراہیم علیہ السلام میں ہیں اور آپ بھی ان ہی کی اولاد میں ہیں تو اگر آپ کو یہ نعمتیں اور عطیات مل گئے تو تعجب کی کیا بات ہے پس اگر وہ اس بات پر حسد

کرتے ہیں کہ ان کی سلطنت مسلمانوں میں شامل ہوگئی تب تو خدا نے ان کو ٹھکانے ہی سے رکھا کہ سلطنت نہ دی ورنہ یہ کسی کو ایک کوڑی بھی نہ دیتے اور اگر اس بات پر حسد ہے کہ ان کو کیوں مل گئی ان کو سلطنت سے کیا علاقہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی شاہی خاندان سے ہیں کسی اجنبی جگہ سلطنت نہیں آئی سو اس حسد کے نامعقول ہونے کی دو عقلی وجہ بتائیں ایک حسد کے ذکر سے پہلے ایک پیچھے رابطہ: چونکہ حسد سے طبعاً محسوس و کورنج ہوتا ہے اس لئے اگلی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ أَمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط

سوان میں سے بعض تو اس پر ایمان لائے اور بعض ایسے تھے کہ اس سے روگرداں ہی رہے

فمِنْهُمْ مَّنْ أَمَنَ تَا سَعِيْرَا پس اگر آپ کی رسالت پر بھی آپ کے زمانے کے بعض لوگ ایمان نہ لاویں تو کوئی رنج کی بات نہیں کیونکہ پہلے انبیاء کے ساتھ بھی ان کے زمانہ کے آدمیوں کا یہی معاملہ رہا ہے۔

وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٩﴾

اور دوزخ کی آتش سوزاں کافی ہے

سو اگر ان اعتراض کرنے والوں اور کافروں کو دنیا میں سزا کم بھی ہو یا نہ ہو تو کیا ہوا آخرت کی سزا ہی بہت کافی ہے۔

رابطہ: اوپر خاص بنی اسرائیل کے مومنوں اور کافروں کا ذکر تھا۔ آگے قاعدہ کلیہ کے طور پر ہر مومن و کافر کی جزا و سزا ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ

بلاشک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت

نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ

آگ میں داخل کریں گے جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس پہلی

جُلُودًا غَيْرَهَا

کھال کی جگہ فوراً دوسری کھال پیدا کر دیں گے۔

ان الذين كفروا بايتنا تا ظلالا ظليلا غرض وہاں ان کی برابر یہی حالت رہے گی۔

لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ط

تا کہ عذاب ہی بھگتتے رہیں

فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

واسطے ان میں پاک صاف بیبیاں ہوں گی اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں

وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝۵۰

داخل کریں گے (اے اہل حکومت)

ان اللہ یاہر کم تا احسن تاویلا خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو یا بہتوں پر۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ

بیشک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا

أَهْلَهَا

دیا کرو

جو تمہارے ذمہ ہیں۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ

اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو

إِلَىٰ حَقِّهِمْ بَيْنَ بِيْنٍ بَيْنٍ ۝۵۱

تو عدل سے تصفیہ کیا کرو بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں

يَعِظُكُمْ بِهِ

وہ بات بہت اچھی ہے

دنیا کے اعتبار سے بھی کہ اس میں بقائے حکومت ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی کہ موجب قرب و ثواب ہے۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا

بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں

تمہارے اقوال کو جو امانت اور تصفیہ کے بابت تم سے صادر ہوتے ہیں۔

بَصِيرًا ۝۵۲

خوب دیکھتے ہیں

تمہارے افعال کو جو اس بارہ میں تم سے واقع ہوتی ہیں تو اگر کوتاہی کرو گے تو ہم سزا دیں گے یہ خطاب تو حکام کو ہوا آگے محکومین کو خطاب فرماتے ہیں۔

پہلی کھال جلنے کے بعد یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید ان میں اور اک نہ رہے بے حس اور سن ہو جائے اس لئے شبہ قطع کرنے کے لئے یہ بات کہی۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا

بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں

کہ ایسی سزا دے سکتے ہیں۔

حَكِيمًا ۝۵۳

حکمت والے ہیں

اس لئے باوجودیکہ جلی ہوئی کھال کو بھی تکلیف پہنچانے پر ان کو قدرت ہے مگر کسی حکمت کی وجہ سے اس کو بدل دیں گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو غنیمت سے داخل کریں گے

یعنی دنیا کا سایہ نہ ہوگا کہ خود سایہ کے اندر بھی دھوپ چھنتی ہے بلکہ وہ بالکل متصل سایہ ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب وہاں آفتاب وغیرہ نہ ہو گا تو سایہ کے کیا معنی؟ مطلب یہ ہے کہ سایہ کا وجود دھوپ پر موقوف نہیں اگرچہ ہم اس کو بدوں دھوپ کے نہ سمجھ سکیں سایہ کے لئے کسی جسم نورانی کا ہونا کافی ہے ممکن ہے کہ کسی تیز نور کو لطیف بنایا جائے جیسے ماہتاب پر رقیق بادل آ جاتا ہے یا وہ سایہ خود بھی نور ہو جیسے گوہر ن شراخ کا سایہ یا یوں کہا جائے کہ خالص سایہ ہو مگر اس میں ظلمت نہ ہو جیسے صبح کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے کا سماں ہوتا ہے کہ ایک آیت الم ترالی ربک کیف مدالظل میں مشہور تفسیر کے موافق اس کو سایہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ربط: یہود کے قبارح کے بیان سے پہلے احکام کا بیان چلا آ رہا ہے مجملہ باہمی معاملات کے احکام کے ایک حکم یہ ہے کہ حکام محکومین سے عدل و امانت کا برتاؤ کریں اور محکومین حکام کی امور شرعہ میں اطاعت کریں پھر دونوں کو اللہ و رسول کے حکم کو اصل سمجھنے کا حکم دیا آگے ان ہی مضامین کا ذکر ہے اس کے متصل منافقین کی مذمت ذکر فرمائی کہ وہ اللہ و رسول کے احکام کو دل سے پسند نہیں کرتے اور اس مضمون کو متصل مضمون سے بھی ربط ہے کیونکہ یہود کے عوام و خواص کا دین میں خیانت کرنا اور ہوا پرستی کرنا قبارح کے ضمن میں اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو

یہ حکم تو حکام و محکومین سب کے لئے عام ہے۔

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی

کہنا مانو اور یہ حکم محکومین کے ساتھ خاص ہے تو جن احکام کی بابت محکوم و حاکم دونوں کا اتفاق ہو کہ یہ اللہ و رسول کے خلاف نہیں ان میں تو حکام کی اطاعت کی جائے گی (آگے ترجمہ)

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ

پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو

کہ یہ حکم اللہ و رسول کے فرمان کے خلاف ہے یا نہیں۔

فَرُدُّوهُ

تو اس امر کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو آپ سے پوچھ کر اور بعد آپ کی وفات کے ائمہ مجتہدین و علماء دین سے (آگے ترجمہ)

إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

اللہ اور رسول کے حوالہ کر دیا کرو

اور جیسا ان حضرات سے فتویٰ ملے اس پر سب حکام و محکومین عمل کریں۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

ذَلِكَ

یہ امور

جو مذکور ہوئے یعنی اللہ و رسول کی اور حکام کی اطاعت اور امور متنازعہ کو کتاب و سنت کی طرف حوالہ کرنا۔

خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے

دنیا میں امن و راحت اور آخرت میں نجات و سعادت اور جانا چاہیے کہ اس آیت کا شان نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز عثمان بن ابی طلحہؓ کلید بردار کعبہ سے کعبہ کی کنجی لی تھی حضرت عباسؓ نے درخواست کی کہ یہ اب مجھ کو دے دی جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی مگر یہ اس دعویٰ کے منافی نہیں کہ اس کے مخاطب حکام ہیں کیونکہ آیت کے معنی عام ہیں جس میں یہ خاص واقعہ بھی داخل ہے دوسری پہل تریات یہ ہے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ حاکم ہونے کے اس کے مخاطب تھے اور امانات سب حقوق کو شامل ہے جس میں حقوق خداوندی بھی شامل ہیں پس یہ شبہ نہ رہا کہ محکومین کو تو اطاعت خدا و رسول کا حکم فرمایا اور حکام کو نہیں فرمایا کیونکہ جب حکام کو ادائے امانات کا حکم دیا گیا اور امانات حقوق خداوندی کو بھی شامل ہے تو اطاعت اللہ و رسول کا مضمون بھی اس میں ادا ہو گیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے

بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی

یعنی توریت

يُرِيدُونَ أَنْ يُتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ

اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں

غیر شرع کے پاس جانا گویا شیطان کے پاس جانا ہے۔

وَقَدْ

حالانکہ

اس سے مانع موجود ہیں

أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا

ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں

نہ اعتقاد میں نہ عمل میں

بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا

اور شیطان ان کو بھٹکا کر بہت دور لے جانا

بَعِيدًا ۶۰

چاہتا ہے

یعنی بڑا بد خواہ دشمن ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف

کہ آپ حکم الہی کے موافق فیصلہ فرمادیں۔

مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ

جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ

الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۶۱

منافقوں کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا

پھر کیسی جان کو ہنتی ہے جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے ان کی اس حرکت کی

قَدَّ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ

بدولت جو کچھ وہ پہلے کر چکے تھے۔

اس حرکت سے مراد شریعت کو چھوڑ کر دوسری جگہ مقدمہ لے جانا ہے اور مصیبت سے مراد قتل ہونا یا خیانت و نفاق کا کھل جانا اور باز پرس ہونا یعنی اس وقت سوچ پڑتی ہے کہ اس حرکت کی کیا تاویل کریں جس سے سرخروئی نصیب ہو۔

ثُمَّ جَاءَ أُولَىٰ يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنَّ أَرْدَنَّا

پھر آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا اور کچھ مقصود

إِلَّا أَحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ۶۲

نہ تھا سو اس کے کہ کوئی بھلائی نکل آوے اور باہم موافقت ہو جاوے

مطلب یہ کہ ہم دوسری جگہ قانون شرع کو ناحق سمجھ کر نہیں گئے تھے بلکہ بات یہ ہے کہ قانونی فیصلہ میں تو حاکم صاحب حق کو رعایت کرنے کے لئے تو نہیں کہہ سکتا اور باہمی فیصلہ میں اکثر رعایت کرادی جاتی ہے۔ یہ وجہ تھی ہماری دوسری جگہ جانے کی گویا اس قصہ قتل میں اس مقتول کی اور اپنی براءت ظاہر کر کے اس کا ناحق مقتول ہونا بتلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تاویل کی تکذیب فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۖ

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

یعنی کفر و نفاق پس یہ لوگ دوسری جگہ اس لئے مقدمات لے جاتا چاہتے ہیں کہ یہ شریعت کے حکم سے راضی نہیں ہیں تو وقت معین پر اس کی سزا پائیں گے۔

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ

سو آپ ان سے تغافل کر جایا کیجئے

کچھ مواخذہ نہ فرمائیے مواخذہ خداوندی کو کافی سمجھئے۔

وَعِظُهُمْ

اور ان کو نصیحت فرماتے رہیے

کہ ان حرکتوں کو چھوڑ دو کیونکہ نصیحت کرنا تو آپ کے منصب رسالت کا مقتضی ہے۔

وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۶۳

اور ان سے خاص ان کی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے

تاکہ ان پر حجت الہی تمام ہو جائے پھر بھی نہ مانیں تو وہ جانیں اور اس تغافل میں مصلحت یہ تھی کہ منافقین کا کفر تو لوگوں کو معلوم تھا نہیں بلکہ ظاہر میں مثل اور صحابہ کے خاصے مسلمان معلوم ہوتے تھے اگر ان کے ساتھ جہاد وغیرہ اسی طرح کیا جاتا جیسے کہ عام کفار کے ساتھ ہوتا ہے تو دور والے جن کو ان کی خفیہ شرارتوں کی اطلاع نہیں تھی یہ قتل و غارت سن کر یہ کہتے کہ اسلام میں بہت سختی اور بد نظمی ہے۔ کہ اپنے آدمیوں کو بھی قتل کرتے ہیں اس خیال سے ایک گونہ اسلام سے توحش ہوتا اور ترقی اسلام رک جاتی ایک حدیث میں حضورؐ نے اس مصلحت کو ظاہر فرمایا ہے مگر اس واقعہ میں چونکہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے وہ منافق قتل ہو چکا تھا اور حقیقت میں وہ کافر ہی تھا اس لئے اس کا خون ہدر ہو گیا قصاص یا دیت یا تاوان حضرت عمرؓ کے ذمہ کچھ نہیں ہوا چنانچہ کسی روایت سے ثابت نہیں اگر دوسرے ہو کہ اس واقعہ میں بھی تو اسلام کی بدنامی اور اس سے توحش کا احتمال ہو سکتا تھا تو اس کا قطعی جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اختیار ہے کہ ایک عام قانون میں سے کسی خاص واقعہ کو مستثنیٰ کر دیں اور جو حکمت عام قانون میں تھی اس خاص واقعہ میں اس سے زیادہ حکمت رکھ دیں چنانچہ اس واقعہ میں یہ کہہ

حَتَّىٰ يَحْكُمُوْكَ فِيمَا شَجَرَ

جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے

اور اگر آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے۔

يَبْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا

تقصیہ کرادیں پھر اس آپ کے تقصیہ سے اپنے دلوں میں تنگی

مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۵﴾

نہ پاویں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں

اس آیت میں تحکیم سے مراد مقدمہ لانا ہے۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ

اور اگر ہم لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے

یعنی اصل احکام کی طرح ان کو بھی مقصود بنا دیتے۔

اَنۡ اَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْۢمۡ اَوْ اَخْرَجُوْا مِنْ

کہ تم خود کشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز

دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ

معدودے چند لوگوں کے

جو مومن کامل ہوتے اس میں تمام صحابہ اور مومنین کاملین داخل ہیں جو کفار و منافقین و فاسقین کے مقابلہ میں تھوڑے ہی ہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس وقت کے مومنین میں ایسے لوگ دو چار ہوتے کیونکہ دلائل سے ثابت ہے کہ صحابہ سب ایسے ہی جاں نثار تھے۔

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ط

اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا

اس سے ثابت ہوا کہ کامل اطاعت کرنے والے کم ہوتے ہیں جس سے ایک گونہ حضور کو تسلی بھی دی گئی کہ منافقین کی حالت سے غم زدہ نہ ہوں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا

اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے

یعنی جان و دلوں سے اللہ و رسول کی اطاعت کرنے کی۔

سکتے ہیں کہ منافق چونکہ ظاہر میں مسلمان تھا اور اس کا معاملہ ایک مجاہد کافر کے ساتھ تھا اس میں منافق کو یہ سزا دی گئی اور اس کا خون معاف کیا گیا تو وہ یہودی اپنے ہم مشربوں میں اس قصہ کو بیان کرے گا تو اہل عقل انصاف والے اسلام کی حق پرستی کی اعلیٰ درجہ کی داد دیں گے۔ کہ غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنی قوم کو حق قبول کرنے پر ایسا مجبور کرتے ہیں کہ نہ ماننے پر ان کی رعایت نہیں کرتے واللہ اعلم

رابطہ: اوپر منافقین کے عذرنا معقول کا غلط ہونا بیان فرمایا ہے آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ بجائے اس تاویل باطل کے اگر استغفار و ندامت مع شرائط کے اختیار کرتے تو البتہ اس جرم کی تلافی ہو جاتی۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ حکم خداوندی ان

بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

کی اطاعت کی جاوے

پس اول تو شروع ہی سے ان لوگوں پر اطاعت کرنا واجب تھی۔

وَلَوْ

اور اگر

شامت نفس سے حماقت ہی ہو گئی تھی تو (آگے ترجمہ)

اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ

جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو

فَاَسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے

الرَّسُوْلُ لَوْ جَدُّوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۵۶﴾

معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ قبول فرما لیتے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

پھر قسم ہے آپ کے رب کی کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے۔

یعنی ان کا ایمان مقبول نہ ہوگا۔

مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا

کیونکہ دنیا میں ثواب کے مستحق ہوتے۔

وَأَشَدُّ تَثْبِيتًا ﴿۶۶﴾

اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا

کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ دین کے کام کرنے سے اعتقاد و یقین کو ترقی ہوتی ہے جب دنیا میں عمل کی برکت سے ثواب کے مستحق ہو جاتے اور یقین پختہ ہو جاتا تو آخرت کی فلاح نصیب ہوتی۔ (ترجمہ دیکھو)

وَإِذَا لَاتَيْنَهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۶۷﴾

اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے

وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿۶۸﴾

اور ہم ان کو سیدھا راستہ بتلا دیتے

کہ بے روک ٹوک جنت میں جا داخل ہوتے جو کہ اجر عظیم ملنے کی جگہ ہے۔
رابطہ: اوپر اطاعت پر خاص مغاٹہ میں سے اجر کا وعدہ تھا آگے بطور قاعدہ کلیہ کے عام وعدہ ہے جس میں اجر عظیم کی تفسیر ہو جائے گی جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا

ومن يطع الله والرسول تا علیما یعنی چاہے ضروری احکام ہی میں سہی گویا طاعت کر کے کمال حاصل نہ کر سکے اور ضروری احکام میں اطاعت کرنے کے بھی مختلف مرتبے ہیں ادنیٰ درجہ وہ ہے جس سے آدمی مومن ہو جاتا ہے اس سے اعلیٰ وہ ہے جس سے عاصی کے لقب سے بچ جاتا ہے اس جگہ یہی دو درجے طاعت کے مراد ہیں جس درجہ کی اطاعت ہے اسی کے موافق انبیاء علیہم السلام وغیرہم کی معیت ہوگی اس سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ظاہری و باطنی مستحبات کو بھی بجالائے یہ درجہ صدیقین و اولیاء کا ملین کو نصیب ہوتا ہے آیت میں اطاعت کا یہ درجہ اس لئے مراد نہیں کہ اس میں اطاعت کرنے والوں کو انبیاء و صدیقین و اولیاء کی معیت کی بشارت دی گئی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت کا وہ درجہ مراد ہے جو مرتبہ صدیقیت کی شہادت سے کم ہے۔

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے

ساتھ ہونے سے نہ تو یہ مراد ہے کہ ان ہی کے درجوں میں پہنچ جائیں گے کیونکہ فرق مراتب ضرور ہوگا اور نہ صرف یہ مراد ہے کہ جنت میں چلے جائیں گے۔ کیونکہ اس سے کوئی بڑی فضیلت نہیں نکلتی حالانکہ یہ مقام مدح میں فرمایا گیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے نیچے کے درجوں سے ان کے بلند مرتبوں میں جا کر ان کی زیارت و برکات سے مشرف ہوا کریں گے۔

أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء

وَالصِّدِّيقِينَ

اور صدیقین

جو کہ انبیاء کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں۔ جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے ان کو عرف میں اولیاء کہتے ہیں۔

وَالشُّهَدَاءِ

اور شہداء

جنہوں نے دین کی محبت میں اپنی جان تک دیدی

وَالصَّالِحِينَ ؕ

اور صالحاء

جو شریعت کے پورے قیوع ہوتے ہیں واجبات میں بھی مستحبات میں بھی جن کو نیک بخت دیندار کہا جاتا ہے۔

وَحَسَنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿۶۹﴾

اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں

حاصل یہ ہوا کہ اطاعت کا شرہ یہ ملے گا کہ اس کے رفیق ایسے لوگ ہوں گے۔

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ

یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے

یعنی ان حضرات کی رفاقت و معیت یہ عمل کا بدلہ نہیں کیونکہ عمل کا مقتضا تو یہ تھا کہ جس درجہ کا عمل ہو وہاں سے آگے نہ جاسکے پس یہ بطور انعام کے ہے

كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٤٣﴾

کہ میں بھی ان لوگوں کا شریک حال ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی

اور یہ بات محض خود غرضی سے صرف مال کے فوت ہو جانے کے افسوس سے کہتا ہے جس سے بے تعلقی ظاہر ہے ورنہ جس سے تعلق ہوتا ہے اس کی کامیابی پر تو خوش ہوتے ہیں نہ کہ اپنا افسوس کرنے بیٹھ جاوے اور اس کی خوشی کا نام بھی نہ لے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑی کامیابی مفت مفت نہیں ملتی اگر اس کا طالب ہو۔ (ترجمہ دیکھو)

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تو ہاں اس شخص کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں

یعنی خدا کا بول بالا کرنے کے لئے اور یہ نیت ایمان و اخلاص کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی تو حاصل یہ ہوا کہ مسلمان اور مخلص بن کر

الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ

ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں

یعنی اس شخص کو اگر فوز عظیم (بڑی کامیابی) کا شوق ہے تو دل درست کرے ہاتھ پاؤں ہلائے مشقت جھیلے تیغ و سناں کے سامنے سینہ سپر ہو دیکھو فوز عظیم ہاتھ آتا ہے یا نہیں اور یوں کوئی دل لگی ہے پھر جو شخص اتنی مصیبت ہے سچی کامیابی اس کی ہے کیونکہ دنیا کی کامیابی اول تو حقیر پھر کبھی ہے کبھی نہیں اور آخرت کی کامیابی جس کا مخلص مومن کے لئے وعدہ ہے عظیم بھی ہے پھر ہر حالت میں ہے کیونکہ اس کا قانون یہ ہے (ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ

اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جاوے یا

يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٤﴾

غالب آ جاوے۔ ہم اس کو اجر عظیم دیں گے

جو کہ بڑی کامیابی کہنے کے لائق ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی میں یہ بھی فرق ہے کہ پہلی کا وعدہ نہیں اور آخرت کی کامیابی کا وعدہ ہے اسی وجہ سے وہ بوجہ یقینی ہونے کے مشابہ اجرت ہے۔ ربط: آگے بھی مکرر بیان سے جہاد کی تاکید کرتے ہیں اور اس کا ایک داعی بیان کرتے ہیں اور وہ داعی کمزور مسلمانوں کا ستم رسیدہ ہونا ہے۔ اور وعدہ امداد کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں پس یہ مضمون ماقبل کا تہہ ہے۔

رابطہ: اوپر معاملات مخالفین میں سے ایک معاملہ کا ذکر ہوا ہے یعنی کفار کی قیاحتوں کا اظہار کئی رکوع سے چلا آتا ہے بیچ بیچ میں مقابلہ کے لئے اہل ایمان کی فضیلت کا بھی ذکر ہو گیا منجملہ معاملات مخالفین کے ایک جہاد بھی ہے آگے اس کا ذکر شروع ہوتا ہے اور دور تک اسی کے متعلقات چلے گئے ہیں۔

وَكُفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا ۖ يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ

اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔ اے

أَمْنُوا اخْذُوا حِذْرَكُمْ

ایمان والو! اپنی توا احتیاط رکھو

یٰ ایہا الذین امنوا اتنا اجرا عظیما یعنی ان کے داؤ گھات سے بھی ہوشیار رہو اور لڑائی کے وقت سامان ہتھیار ڈھال تلوار سے بھی درست رہو اس جگہ اصل مقصود تو جہاد کا حکم دینا ہے مگر پہلے حفاظت و احتیاط کا حکم دیا جو رحمت و شفقت الہیہ کی دلیل ہے۔

فَإِنْ فَرَّوْا ثُبَاتٍ أَوْ فَرَّوْا جَمِيعًا ﴿٤٥﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ

پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو اور تمہارے مجمع میں

جس کے اندر بعض منافقین بھی شامل ہو رہے ہیں۔

لَمَنْ لَّيْبَطُنَّ

بعض بعض شخص ایسا ہے

مراد منافق ہے۔

فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ ۖ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ

جو جہاد سے ہٹا ہے پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا تو کہتا ہے بیشک

اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٤٦﴾

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوا

نہیں تو مجھے بھی مصیبت آتی یعنی اپنے نہ جانے پر خوش ہوتا ہے ۱۲

وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے تو ایسے طور پر کہ گویا تم

كَأَنَّ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ ۖ لَّيَلِيْتَنِي

میں اور اس میں کچھ تعلق ہی نہیں کہتا ہے ہائے کیا خوب ہوتا

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ تَا ضَعِيفًا بَاوُجُودٍ يَكُنْ اس کا قوی داعی موجود ہے ایک تو یہ کہ جہاد (آگے ترجمہ دیکھو)

فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کی راہ میں

یعنی خدا کا نام بلند کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جس کا اہتمام بہت ضروری ہے دوسرا داعی آگے بیان فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ

اور کمزوروں کی خاطر سے

بھی لڑنا ضروری ہے تاکہ وہ منجہ کفار کے ستم سے رہائی پائیں تو اعلائے کلمۃ اللہ کے آثار میں سے یہ خاص ضرورت بھی درپیش ہے۔

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ

جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ

جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو

هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ

اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا

غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے

مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝۱۲

کسی حامی کو بھیجئے۔ جو لوگ بکے ایماندار ہیں وہ تو

ان احکام کو سن کر (ترجمہ دیکھو) ۱۲

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۝۱۳

اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ

كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ

کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں

اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں اللہ کی نصرت ایمانداروں کے ساتھ ہوگی۔

فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۝۱۴

تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو

کیونکہ تمہارے ساتھ اللہ کی امداد ہے اور کافروں کے ساتھ نہیں اگرچہ وہ بھی غلبہ کی تدبیریں کرتے ہیں۔

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝۱۵

واقع میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے

کیونکہ اس میں غیبی امداد نہیں ہوتی اور گاہے غلبہ ہو جانا یہ استدراج ہے غیبی امداد کا وہ تدبیریں کیا مقابلہ کر سکتی ہیں خلاصہ یہ کہ جہاد کا داعی بھی موجود ہے اور امداد کا وعدہ بھی ہے پھر کیا عذر ہے؟ مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے جو اپنے ضعف جسمانی و کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے پھر کافروں نے بھی جانے نہ دیا اور ان کو بہت ستاتے تھے آخر حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی بعضوں کی رہائی کا تو پہلے ہی سامان ہو گیا پھر مکہ معظمہ فتح ہو گیا جس سے سب کو امن اور اعزاز حاصل ہو گیا اور ان کی دعا قبول ہونے کے بعد مسلمانوں کو جہاد کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ خدا کو ان کے جہاد کی ضرورت تھی بدوں اس کے ان کی رہائی نہ ہو سکتی تھی بلکہ صرف اس لئے حکم دیا گیا تاکہ مسلمان مفت کی دولت حاصل کر لیں کیونکہ عالم اسباب میں حق تعالیٰ شانہ کوئی ظاہری سبب بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ تو بہر حال ان کمزوروں کی حمایت کے لئے کسی کو مقرر فرمایا جاتا اور مسلمانوں کو حکم دیا اگر وہ سستی کرتے تو کسی دوسرے کو اس کام پر کھڑا کر دیتے چنانچہ دوسری آیت میں ہے وَاَنْ تَقْتُلُوا وَيَسْتَبْدِلَ قَوْمًا غَيْرَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۱۶ اگر تم پھر جاؤ گے تو ہم کسی دوسری قوم کو تمہاری جگہ قائم کر دیں گے اور حامی و مددگار کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہی ظاہر ہے یا وہ صحابی جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا حاکم بنایا کیونکہ انہوں نے سب کو بہت آرام پہنچایا ان کا نام عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

رابطہ: ہجرت سے پہلے جب مکہ میں بہت سے مسلمان تھے اور کفار کی ایذا رسانی اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے تو ان کو طبعی جوش ہوتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باصرار اجازت جہاد کی چاہتے تھے مگر اس وقت درگزر کرنے اور

کہ ذرا اور ہنکری سے رہ لیتے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

آپ فرمادیتے کہ دنیا کا متاع

اور آرام جس کی وجہ سے تم التواء جہاد کی تمنا کرتے ہو۔

قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ

بھٹ چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے

جس کے حصول کا اعلیٰ ذریعہ جہاد ہے۔

لِمَنِ اتَّقَىٰ قَفْ

اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے

مخالفت اگر کفر تک پہنچ گئی تب تو بالکل ہی محرومی ہے اور اگر معصیت کی حد تک ہے تو تمتع کے اعلیٰ درجہ سے محروم رہے گا۔

وَلَا تَظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝

اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا

بلکہ حسب اعمال پورا پورا ثواب ملے گا۔

أَيُّنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ

تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آ دباوے گی

فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۖ

اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں ہی میں ہو

کیونکہ موت ہر ایک کے واسطے مقدر اور مقرر ہو چکی ہے اپنے وقت پر ضرور آئے گی کہیں بھی ہو

وَأَنْ تُصِيبَهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ

اور اگر ان منافقوں کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ

عِنْدَ اللَّهِ ۚ

یہ منجانب اللہ ہوگی

یعنی ان منافقوں کا اور عجیب حال سنو اگر تدبیر لڑائی کی درست ہوئی اور فتح ہوگئی اور غنیمت کا مال ہاتھ آ گیا تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے

صبر کرنے کا حکم تھا پھر ہجرت کے بعد جوان کو امن چین نصیب ہوا تو بعضوں کو اتنا جوش نہ رہا کیونکہ قاعدہ ہے کہ آنکھوں کے سامنے ظلم ہوتا ہوا دیکھ کر زیادہ جوش ہوتا ہے اور آنکھ اوچھل پہاڑ اوچھل پھر جو جہاد کا حکم نازل ہوا تو طبعاً بعض کو دشوار معلوم ہوا اس پر آئندہ آیت میں ایک لطف آمیز شکایت فرمائی گئی جو توبیخ اور دھمکی نہیں ہے کیونکہ ان پر گرائی ایک طبعی قاعدہ کی بناء پر ہوئی تھی جیسا کہ ہم نے ابھی بتلایا ہے انکار یا اعتراض کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی حق تعالیٰ اس شکایت کے ساتھ دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کا باقی رہنا اور موت سے کسی حال میں نہ بچ سکتا بیان فرماتے ہیں اور ان باتوں کا ترغیب میں پورا داخل ہونا ظاہر ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّواْ اَيْدِيَكُمْ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ

رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو

یعنی یا تو جہاد کا حکم آنے سے پہلے ایسا تقاضا تھا کہ ہم کو روکنے کی ضرورت پڑی اور یہ کہا گیا کہ جو جو حکم تم کو اس وقت تک دیئے گئے ہیں بس ان میں لگے رہو ابھی جہاد نہ کرو (آگے ترجمہ)

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ

پھر جب ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو قصہ کیا ہوا کہ ان میں سے بعض

مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ

بعض آدمی لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا

چونکہ یہ خوف طبعی تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا۔

وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كُتِبَتْ عَلَيْنَا الْقِتَالُ ۚ

اور یوں کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض

لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۖ

فرمادیا۔ ہم کو اور تھوڑی مدت مہلت دے دی ہوتی

ہے یعنی اتفاقی بات ہوگئی۔

وَأِنْ تُصِْبْهُمْ سَيِّئَةٌ

اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آتی ہے تو

یعنی اگر تدبیر بگڑ جاتی اور ہزیمت اور نقصان پیش آتا تو الزام نعوذ باللہ رسول اللہ کی تدبیر پر رکھ دیتے۔

يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ

کہتے ہیں کہ یہ آپ کے سبب سے ہے

ورنہ چین سے گھروں میں بیٹھے رہتے تو کیوں اس مصیبت میں پڑتے۔

قُلْ

آپ فرمادیجئے

میرا تو اس میں ذرا بھی دخل نہیں۔

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ

کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے

نعمت تو بلا واسطہ اور مصیبت بواسطہ کیونکہ نعمت تو محض ان کے فضل سے ہے اعمال کو اس میں دخل نہیں کیونکہ جس عمل کو اس کا سبب سمجھا جائے اس سے پہلے بھی حق تعالیٰ کی اس قدر نعمتیں ہوں گی کہ ان ہی کی مکافات اس عمل سے نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ دوسری نعمت کا سبب بنے اور مصیبت حق تعالیٰ کے عدل کی وجہ سے سبب گناہوں کے آتی ہے پس تم جو مصیبت میں میرا دخل سمجھتے ہو حقیقت میں لوگوں کے گناہوں کو اس میں دخل ہے جیسا کہ غزوہ احد کے بیان میں شکست کے وجہ گزر چکے ہیں اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے اگر آدمی ذرا بھی غور کرے تو خوش حالی سے پہلے کوئی عمل اس درجہ کا نہ پاوے گا جو اس کا سبب بن سکے محض فضل ہی معلوم ہوگا اور بد حالی سے پہلے ضرور کوئی عمل بد ہوگا جس کی سزا اس سے بھی زیادہ ہوتی (ترجمہ دیکھو)

فَبَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ

تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو

حَدِيثًا

بھی نہیں نکلتے

سمجھیں گے تو کیا ہوگا آگے اس اجمالی جواب کی جو اوپر دیا گیا ہے تفصیل فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا

اے انسان تجھ کو جو کوئی خوشحالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ کی جانب سے ہے

أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ

اور جو کوئی بد حالی پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے

پس اس بد حالی کو رسول کی طرف یا حکم شرعی کی طرف نسبت کرنا پوری جہالت ہے جیسا کہ منافقین حضور کی طرف اور جہاد کی طرف نسبت کرتے تھے اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ اس جگہ محض عدل اور فضل کا بیان کرنا مقصود ہے مسئلہ: خلق افعال سے آیت کو کوئی بھی تعلق نہیں بعض بدین یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کا خالق خدا ہے اور بد اعمال کا خالق خود انسان ہے آیت میں خالق ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں مقصود صرف اتنا ہے کہ نعمت محض فضل خداوندی کی وجہ سے ہوتی ہے اور مصیبت بھی خدا خود ہی بھیجتے ہیں مگر انسان کے گناہوں کے سبب سے اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ حکم سب کے لئے نہیں بلکہ بد عمل آدمی کے لئے ہے باقی نیک بندوں پر جو حوادث و بلیات آتے ہیں وہ خود رحمت اور تربیت ہے گو ظاہر میں مصیبت معلوم ہو اور بعض جگہ جو خوشحالی وغیرہ کو اعمال حسنہ کا عوض فرمایا گیا ہے وہ محض صورتہ ہے ورنہ حقیقت میں اصلی سبب محض فضل ہے۔ رابطہ: منافقین کے اس قول سے کہ وہ بد حالی کو نعوذ باللہ حضور کی طرف نسبت کرتے تھے رسالت کا انکار بھی لازم آتا تھا۔ آگے رسالت کا اثبات دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس سے ان کے قول کا دوسرے طور پر بھی رد ہو جائے گا۔

وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف

و ارسلناک للناس رسولاً الخ اس میں جن و انس سب داخل ہیں کیونکہ لفظ الناس کا اطلاق سب پر آتا ہے پس اس میں حضور کی نبوت عام ہونے کا بیان ہے جو قرآن و حدیث میں اور جگہ بھی مذکور ہے اور قطعی عقیدہ ہے ۱۲

رَسُولًا

پیغمبر بنا کر بھیجا ہے

کسی کافر کے انکار سے نبوت کی دلیل کی کب نفی ہو سکتی ہے۔

وَكُفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝۹

اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں

حق تعالیٰ نے قول اور فعل دونوں سے اس کی شہادت دی ہے۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۚ

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی

اور جس نے آپ کی نافرمانی کی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝۱۰

اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا

کہ آپ ان کو کفر نہ کرنے دیں

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ

باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت مشورے کرتی ہے ان میں کی ایک جماعت

یعنی سرداروں کی جماعت

غَيْرِ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۚ

برخلاف اس کے جو کچھ زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ لکھتے جاتے ہیں جو

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ

کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور

بِاللَّهِ وَكَفَىٰ ۝۱۱

اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

وہ خود مناسب طور پر اس کا دفعیہ فرما دیں گے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ

تو کیا پھر قرآن میں غور نہیں کرتے

حالانکہ اس کا اعجاز دیکھ رہے ہیں۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا

اِخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۱۲

تو اس میں بکثرت تفاوت پاتے

کیونکہ اس کے اندر مضامین بہت زیادہ ہیں آدمی کا ہر ہر مضمون ایک ایک حالت کے مطابق ہوتا ہے جن میں اختلاف اور تفاوت بھی ہوتا ہے تو اتنے مضامین میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ قرآن کے ایک مضمون میں بھی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے تفاوت نہیں نہ کسی غیبی خبر میں واقعیت سے اختلاف ہے پس لامحالہ یہ غیر اللہ کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے خلاصہ دلیل کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کئی طرح سے اعجاز موجود ہے ایک تو اس کا فصاحت و بلاغت میں بے مثل و بے نظیر ہونا جس کا ثبوت تمام فصحاء و بلغاء کے عاجز ہونے سے ظاہر ہو چکا ہے اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس طرح تمام بلغا جو بلاغت و شاعری میں شہرہ آفاق تھے اس کے مقابلہ سے عاجز نہ ہوتے پھر انسان کا سارا کلام یکساں نہیں ہو سکتا کبھی تو کوئی مضمون فصاحت و بلاغت سے ضرور گرا ہوا ہوتا ہے مگر قرآن باوجود یکہ اتنی بڑی کتاب ہے کہیں کوئی آیت اس کی حد اعجاز سے گری ہوئی نہیں کسی آیت کا مثل و نظیر کوئی شخص نہیں لاسکتا تو منافقین میں جو مشرک ہیں ان کے لئے یہ فصاحت و بلاغت کا اعجاز قرآن کے کلام الہی ہونے پر بڑی دلیل ہے اور جو اہل کتاب ہیں اور اکثر منافقین بھی ان میں ہی سے تھے ان کے لئے قرآن کی حقانیت پر کافی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں غیب کی خبریں بکثرت موجود ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان پر مطلع ہونے کا کوئی ذریعہ نہ تھا نہ آپ نے کوئی کتاب پڑھی نہ اہل کتاب کی صحبت میں رہے پھر بدوں وحی الہی کے کیونکر اس کثرت سے قرآن میں پہلی خبریں بیان کی گئیں اس کو بھی جانے دو منافقین اور ان کے سردار جو آپس میں خفیہ مشورہ کیا کرتے تھے سب کی اطلاع اور ان کے دلوں کی اطلاع اور بھیدوں کا اظہار قرآن میں بکثرت کیا گیا ہے نیز آئندہ کی نسبت بہت سی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اگر یہ کلام کسی انسان کا ہوتا تو کوئی خبر تو واقعیت سے ہٹی ہوئی ہوتی بلکہ اتنی زیادہ خبروں میں تو واقعیت سے زیادہ اختلاف ہوتا مگر قرآن میں زیادہ تو کیا ایک خبر کو بھی واقعیت کے خلاف کوئی نہ ثابت کر سکا اہل کتاب بھی مان گئے کہ جتنی خبریں پہلے زمانہ کی قرآن میں ہیں سب سچ ہیں منافقین کے دلوں کے بھید جب قرآن میں کھولے گئے سب سرنگوں ہو

کیونکہ جہاد کی ضرورت معلوم ہو چکی۔

لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ

آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے کوئی حکم نہیں

دوسروں کے افعال آپ کے ذمہ نہیں۔

وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ

اور مسلمانوں کو ترغیب دے دیجئے

اور اپنے فرض سے بری الذمہ ہو جائیے۔

عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَكْفِيَ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کافروں کے زور جنگ کو روک دیں گے
اور کفار کو مغلوب کر دیں گے۔

وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا

اور اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں

اس سے مراد قدرت اور قوت الہیہ ہے۔

وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٢﴾

اور سخت سزا دیتے ہیں

ممکن ہے کہ اس سے سزائے آخرت مراد ہو اور پہلے جملہ سے سزائے دنیوی

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً

جو شخص اچھی سفارش کرے

یعنی مقصود بھی جائز ہو اور طریقہ سفارش کا بھی موافق شریعت کے ہو۔

يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ

اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری

شَفَاعَةً

سفارش کرے

جس کی غرض یا طریقہ ناجائز ہو۔

سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللَّهُ

اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ

گئے اور حیران تھے کہ ہمارے خفیہ مشورے اور دلی راز قرآن میں کیسے ہو بہو
ظاہر کر دیئے جاتے ہیں باتیں کرتے ہوئے ڈرنے لگے اور آئندہ کی
پیشین گوئیاں تو بعینہ سچ ہوتی ہوئی دنیا نے دیکھ لیں اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن
ہے کہ حضور کو کسی فن کی مشق ہو جس سے ربط آپ کو کشف وغیرہ ہوتا ہو تو
جواب یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں مخالفین بکثرت موجود تھے اگر ایسا ہوتا تو
ضرور کوئی دعویٰ کر کے اس کو ثابت کرتا دوسرے کیسے ہی کوئی ماہر فن ہو غیب
کی خبریں اس کثرت سے صحیح بعینہ نہیں بیان کر سکتا کہ کوئی بات بھی واقعیت
سے نہ ہٹے علاوہ ازیں اگر کوئی ایسے فن کا ماہر بھی ہو تو جھوٹا دعویٰ نبوت
کرنے کے بعد اس کی ساری مہارت جاتی رہتی ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ

اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور

أَذَاعُوا بِهِ

کر دیتے ہیں

جو انتظامی مصالح کے خلاف ہے۔

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ

اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسا امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ

مِنْهُمْ لَعَلَّهِ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ

رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے

یعنی حضور کی اور اکابر صحابہ کی رائے پر چھوڑ دیتے وہ اس کو خود سمجھ لیتے۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور رحمت

یعنی قرآن کا عطا ہونا اور پیغمبر کا مبعوث ہونا۔

لَا تَبْعَثُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

نہ ہوتی تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے

جو بدولت عقل خدا داد کے اس سے محفوظ رہتے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۸۵ وَإِذَا حِيتُمْ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر)

یعنی جائز طریقہ پر کیونکہ اگر ناجائز طریقہ پر سلام کرے مثلاً پاخانہ پیشاب کرنے والے یا نماز و تلاوت کرنے والے کو تو اس کا جواب دینا واجب نہیں مگر بعض جگہ جواب دینا مکروہ ہے

بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا

سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو

یعنی جواب دو اور جواب دینا واجب علی الکفایہ ہے کہ اگر جماعت میں سے ایک بھی جواب دے دے تو سب کے ذمہ سے اتر جائے گا اور مطلق جواب دینا تو واجب ہے باقی ویسے ہی الفاظ یا اس سے کم یا زیادہ اس کا اختیار ہے ادنیٰ لفظ تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ اس سے زیادہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبراکت اسی طرح جواب میں بھی علیکم السلام سے تو کم نہ ہو آگے اختیار ہے اگر کافر سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں البتہ جائز ہے اور وہ جو حدیث میں آتا ہے کہ اہل کتاب اگر سلام کریں تو صرف علیکم کہہ دیا کرو یہ جب ہے کہ اس کے شرارت سے سلام کرنے کا احتمال ہو ورنہ جواب دینا جائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت پہلے کرنا بھی جائز ہے۔
رابطہ: آگے ان سب احکام کی تاکید و اہتمام کے لئے اپنی عظمت اور روز قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری کے خوف سے عمل کا اہتمام زیادہ ہو۔

أَوْ رَدُّوْهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

حَسْبًا ۝۸۶ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لِيَجْمَعَ بَيْنَكُمْ

حساب لیں گے اللہ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ

وہ ضرورت میں سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن میں اس میں کوئی شبہ نہیں

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝۸۷

اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی

اللہ لا الہ الا ہوتا حدیثاً یعنی مخلوق کی بات خدا سے زیادہ سچی

نہیں ہو سکتی اور محاورہ میں اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ برابر بھی نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کیونکہ مخلوق کو علم غیب چونکہ نہیں وہ اس پر مطلع نہیں ہو سکتے کہ واقع کے مطابق کوئی بات ہے کوئی نہیں اور سچائی کا مدار یہی ہے نیز کیونکہ مخلوق کو قدرت کا ملکہ نہیں وہ اپنے وعدہ کو پورا کر دینے پر بھی قادر نہیں مگر یہ کہ خدا تعالیٰ بتلا دیں یا قدرت دیں تو اور بات ہے تو چونکہ حق تعالیٰ میں یہ دونوں باتیں ہیں اس لئے ان کی ہر خبر بھی صادق ہے اور وعدہ بھی سچا ہے نیز مخلوق کے کلام کے لئے صدق ایسی صفت نہیں کہ کبھی جدا نہ ہو سکے بخلاف حق تعالیٰ کے کلام کے کہ اس سے سچائی کا جدا ہونا محال ہے اس کے کلام کے لئے صدق ہمیشہ لازم ہے جدا نہیں ہو سکتا یہ اور بات ہے کہ کذب پر بھی خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کیونکہ جب کلام پر قدرت ہے تو ہر قسم کے کلام پر قدرت ہوگی مگر کذب کا وقوع نہیں ہو سکتا۔

رابطہ: اوپر جہاد کے احکام مذکور تھے آگے بھی کفار کے بعض حالات کے اعتبار سے خاص خاص احکام مذکور ہیں شان نزول ان آیتوں کا جو پورا ایک رکوع ہے چند واقعات ہیں اول یہ کہ بعض مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں پھر مرتد ہو گئے اور حضورؐ سے اسباب تجارت لانے کا بہانہ کر کے پھر مکہ چل دیئے اور واپس نہ آئے ان کے بارہ میں مسلمانوں کی رائے مختلف ہوئی کسی نے کہا یہ کافر ہیں بعض نے حسن ظن کی بناء پر کہا کہ مومن ہیں اور ان کے مکہ چلے جانے میں تاویل کر لی ہوگی کہ ہجرت ایک فرض ہے اور فرض کا تارک فاسق ہوتا ہے نہ کافر حالانکہ اس وقت مثل اقرار کے بدوں ہجرت کے اسلام متصور نہ ہو سکتا تھا حق تعالیٰ نے فما لکم الخ میں ان کا منافق اور واجب القتل ہونا بیان فرما دیا۔ (کیا ہوا) جب تم ان مرتدین کی حالت دیکھ رہے ہو۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ

پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے

یعنی اختلاف رائے کرنے لگے۔

وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا ان کے عمل کے سبب

یعنی علانیہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔

أَتُرِيدُونَ

کیا تم لوگ

جو دارالسلام سے چلے جانے کو کفر کی علامت نہیں سمجھتے۔

أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ط

اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے

جب کہ انہوں نے خود گمراہی اختیار کی۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝۸۸

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے

پس ان لوگوں کو مومن نہ کہنا چاہیے۔

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا وَافْتَكُونُونَ ط

وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ

سَوَاءٌ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ ط

سب ایک طرح کے ہو جاؤ سوان میں سے کسی کو دوست مت بنانا

کیونکہ دوستی جائز ہونے کے لئے اسلام شرط ہے۔

حَتَّىٰ يَهَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ط

جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں

یعنی تکمیل اسلام کے لئے ہجرت کریں۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ ط

اور اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو

یہ پکڑنا قتل کے لئے ہے یا غلام بنانے کے لئے۔

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا

اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ اور نہ

تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۸۹ ط

ان میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ

مطلب یہ ہے کہ نہ امن کی حالت میں ان سے دوستی کرو اور نہ خوف

کے وقت ان سے امداد لو۔ بالکل الگ تھلگ رہو سراقہ بن مالک مدنی نے

بعد واقعہ بدر واحد کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آ کر

درخواست کی کہ ہماری قوم بنی مدجن سے صلح کر لیجئے آپ نے حضرت خالد کو تکمیل صلح کے لئے وہاں بھیج دیا مضمون صلح یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کی مدد نہ کریں گے اور قریش مسلمان ہو جائیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جاویں گے اور جو قومیں ہم سے متحد ہوں گی وہ بھی اس معاہدہ میں ہماری شریک ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو کہ ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں کہ تمہارے

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ط

اور ان کے درمیان عہد ہے

الی الذین یصلون الی قوم تا سبیلہ جیسا کہ بنی مدجن نے مسلمانوں سے صلح کی تھی تو جتنی قومیں ان کی دوست اور ہم عہد ہوں گی وہ بھی اس استثنائے داخل ہو گئیں اور بنی مدجن تو بدرجہ اولیٰ یہ تو بواسطہ صلح کی صورت تھی آگے بلا واسطہ صلح کی صورت بیان فرماتے ہیں۔

أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ

یا خود تمہارے پاس اس حالت سے آویں کہ ان کا دل تمہارے ساتھ

يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ط

اور نیز اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے منقبض ہو

اس لئے نہ تو اپنی قوم کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں بلکہ ان سے بھی صلح رکھیں اور تم سے بھی دونوں طریقوں میں سے جس طریق سے کوئی مصالحت کرے وہ قتل وغیرہ کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَتُلُوكُمْ ط

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے

تو خدا کا احسان مانو کہ ان کے دلوں میں تمہاری ہیبت ڈال دی اور خود صلح کی درخواست کرنے آئے اور خدا نے تم کو پریشانی سے بچا لیا۔

فَإِنْ اعْتَزَلْتُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا ط

پھر اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے

إِلَيْكُمْ السَّلَامُ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

نہ لڑیں اور تم سے سلامت روی رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے

عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ⑨

تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی

یعنی اجازت نہیں دی روح المعانی میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم صلح کا سورہ براءت کی آیت فاذا انسלخ الاشهر الحرم سے منسوخ ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ صلح والوں سے تو جنگ نہ کرنے کا اب بھی حکم باقی ہے پھر نسخ کا کیا مطلب جواب یہ ہے کہ اس وقت خواہان صلح کی درخواست منظور کرنا واجب ہوتا تھا اب یہ وجوب منسوخ ہے۔ امام کو اختیار ہے کہ صلح مناسب سمجھے کرے ورنہ نہ کرے اور ممکن ہے کہ اس وقت بھی صلح قبول کرنے کا اختیار ہی ہو لیکن یہ بھی حکم ہے کہ اگر کسی وقت صلح کا باقی رکھنا مصلحت نہ ہو تو صلح کر نیوالوں کو اطلاع کر دی جائے کہ ہم مصالحت توڑتے ہیں چنانچہ سورہ براءت میں یہی صورت مذکور ہے کہ بعد اشہر حرم کے کسی سے صلح باقی نہ رہے گی تو ابن عباس نے اس اعلان نقض صلح کو ظاہر نسخ کہہ دیا ورنہ حقیقت میں یہ نسخ نہیں خوب سمجھ لو۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اسد اور غطفان کے لوگ مدینہ میں آ کر بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے اور اپنی قوم سے جا کر کہتے کہ ہم تو بندر اور بچھو پر ایمان لائے ہیں اور مسلمانوں سے آ کر کہتے کہ ہم تو تمہارے دین پر ہیں اور یہی حالت قبیلہ بنی عبدالدار کی تھی۔ احقر کہتا ہے کہ اس تیسرے فرقہ کی حالت پہلے فرقہ کی مثل ہے کیونکہ دلیل سے انکا پہلے ہی سے مسلمان نہ ہونا ثابت ہو گیا اس لئے انکا حکم مثل عام کفار کے ہے یعنی اگر صلح ہو جائے تو ان سے لڑائی نہ کی جائے اور صلح نہ ہو تو قتال کیا جائے۔

سَتَجِدُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ

بعض ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے کہ وہ چاہتے ہیں کہ تم سے بے خطر ہو کر

يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ ط

رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں

کہ تم ان کو اپنا سمجھو اور ان کی قوم بھی اپنا سمجھے۔

كَلِمَاتٍ دُورًا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ط

جب کبھی ان کو شرارت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو اس میں جاگرتے ہیں

یعنی جنگ اور نقض عہد پر تیار ہو جاتے ہیں۔

فَإِنْ لَّمْ يَعْزِلُوا عَنْكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ

اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے

السَّلَامَ وَيَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ

سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں

سب کا حاصل یہ ہے کہ صلح توڑ دیں

فَخَذُواهُمْ وَأَقْتَلَوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ط

تو تم ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ

وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ط

اور ہم نے تم کو ان پر صاف حجت دی ہے

یعنی ان کا خون مباح ہو گیا

وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَا ط

اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے لیکن غلطی سے

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَا ط

اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے

وما كان للمؤمن قاتلًا وكان الله عليهما حكيمًا خواه غلطی ارادہ اور گمان میں ہو مثلاً کسی مسلمان کو کافر جہاں سمجھ کر قتل کر دیا یا فعل میں غلطی ہو کہ مارنا چاہا تھا شکار کو آدمی کے جا لگایا آدمی کو ارادہ سے مارا مگر دھار دار ہتھیار سے نہیں مارا لاشی وغیرہ سے مارا اور وہ جان سے مر گیا یہ صورت بھی قتل خطا میں داخل ہے اس کو شبہ عمدہ کہتے ہیں کیونکہ لاشی وغیرہ سے اکثر جان سے مارنا مقصود نہیں ہوتا تو گویا یہ قتل بھی خطا سے واقع ہو گیا اگرچہ قصد آدمی مارا ہو۔

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مَوْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ ط

تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے

قتل خطا کی سب صورتوں میں گناہ بھی ہے اور دیت بھی لیکن اگر دیت نقد مال سے دی جائے تب تو ہر صورت میں ایک ہزار دینار شرعی یا دس ہزار درم شرعی ہیں اور اگر اونٹوں سے دی جائے تو سواونٹ ہیں مگر شبہ عمدہ میں اور دوسری صورتوں میں اونٹوں کی قسمیں مختلف ہوں گی جس کی تفصیل فقہ میں مذکور ہے اور گناہ شبہ عمدہ میں زیادہ ہے کیونکہ ارادہ سے قتل کیا اور دوسری صورت میں اس سے کم ہے صرف بے احتیاطی کی وجہ سے گناہ ہوگا اور یہ مقدمہ دیت کی مرد کے لئے ہے اگر عورت کو قتل کیا ہو تو اس کی دیت مرد سے آدھی ہے۔

إِلَىٰ أَهْلِهِ

جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جائے

یعنی ان میں جو وارث ہیں ان کو بقدر حصہ میراث کے دیا جائے اور جس کے وارث نہ ہوں بیت المال قائم مقام ورثہ کے ہے۔

إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا

مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں

خواہ پوری یا کچھ معاف کریں اتنی ہی معاف ہو جاوے گی۔

فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں

یعنی کافر حربی ہیں اور وہ مسلمان کسی وجہ سے ان ہی میں رہتا تھا۔

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ

اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا

اور اس صورت میں دیت نہیں خواہ دارالحرب میں مقتول کے ورثہ

مسلمان موجود ہوں یا نہ ہوں۔

وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ

اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو

خواہ معاہدہ صلح کا ہو یا ذمہ کا خلاصہ یہ کہ مقتول ذمی یا مصالح یا مستامن ہو

فَدِيَّةٌ مِّسْلَمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ

تو خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کو حوالہ کر دی جائے

یعنی جو ان میں وارث ہیں کیونکہ کافر کا وارث ہوتا ہے اور دیت

مسلمان اور ذمی کی برابر ہے۔

وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ

اور ایک غلام یا لونڈی مسلمان کا آزاد کرنا پھر جس شخص کو

اور نہ اتنے دام ہوں کہ خرید سکے۔

لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

نہ ملے تو متواتر دو ماہ کے روزے ہیں

یعنی جن صورتوں میں غلام لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے اگر غلام لونڈی دستیاب نہ ہوں جیسا کہ ہندوستان میں نہیں مل سکتے تو اس کے ذمہ بجائے آزاد کرنے کے لگاتار دو ماہ کے روزے واجب ہیں اگر بیچ میں کسی وجہ سے سلسلہ ٹوٹ جائے تو پھر از سر نو رکھنا پڑیں گے البتہ اگر عورت حیض و نفاس کی وجہ سے نہ رکھے تو اس سے سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور اگر کسی عذر سے روزوں پر قدرت نہ ہو تو بقدر امکان خوب توبہ کرے اور قتل عمد میں کفارہ نہیں ہے۔ صرف قصاص اور توبہ ہے اور جاننا چاہئے کہ کفارہ تو قاتل کے ذمہ خود واجب ہے کہ غلام آزاد کرے یا روزے رکھے اور دیت قاتل کے خاندان پر ہے جس کو شرع میں عاقلہ کہتے ہیں وہ چندہ کر کے ادا کریں اور چندہ میں قاتل کو بھی شریک کیا جائے گا کیونکہ قتل خطا میں جیسے قاتل کی بے احتیاطی ہے ان لوگوں کی بھی غفلت ہے کیونکہ انسان اپنے مددگاروں کے زور پر ایسی بے احتیاطی کیا کرتا ہے تو اتنی بڑی رقم تنہا قاتل کے ذمہ نہیں ڈالی گئی خاندان والے بھی چندہ کر کے دیں تاکہ آئندہ اپنے آدمیوں کی حفاظت کریں۔

تُوبَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۹۲﴾

بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی اور اللہ تعالیٰ

بڑے علم والے بڑے حکمت والے ہیں

اپنے علم و حکمت سے مناسب احکام مقرر فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا فَجَزَاءُ ۖ جَهَنَّمُ

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصد قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ

خَالِدًا فِيهَا

ہمیشہ کو اس میں رہے گا

مگر خدا کے فضل سے برکت ایمان یہ اصلی سزا جاری نہ ہوگی اور آخر کو نجات ہو جائے گی۔

وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا

اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے

عَظِيمًا ﴿۹۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ

اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کریں گے اے ایمان والو! جب تم اللہ کی

فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا

راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو

خواہ قتل ہو یا کچھ اور ہو

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش میں

جیسے کلمہ پڑھنا یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرنا۔

تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں

محض جان بچانے کو جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کرتا ہے۔

فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ

کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں

یعنی خدا کے علم و قدرت میں ہیں جو تم کو جائز طریقہ سے ملیں گے پس ایسے وقت میں مال کا خیال نہ کرو

كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ

پہلے تم بھی ایسے ہی تھے

کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ ہی دعویٰ تھا اب تمہارا اسلام عند اللہ اور عند الناس مشہور ہو گیا اول تو ایسے نہ تھے

فَمِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا

کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفا کیا گیا اور نفی باطن پر توقف نہ کیا گیا۔

فَتَبَيَّنُوا أَنِ اللَّهُ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا

سو غور کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

کہ بعد اس حکم کے کون اس پر عمل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔

رابطہ: اوپر جہاد کی فضیلت مذکور تھی آگے یہ بتلاتے ہیں کہ جو جہاد فی نفسہ فرض عین نہیں اس لئے اگر بعض نے جاویں تو گناہ نہیں لیکن پھر بھی اس کے جو خاص فضائل ہیں وہ کرنے ہی پر موقوف ہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے

لا يستوى القاعدون تا غفورا رحیما یہ قید اس لئے ہے کہ

حدیثوں میں مصرح ہے کہ اگر نیک کام کا عزم ہو اور کسی عذر کی وجہ سے نہ کر سکے تو اس نیت کرنے والے کو بھی کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ گو یہ ممکن ہے کہ کیفیت میں کچھ تفاوت ہو۔

غَيْرَ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں

يَأْمُرُوا إِلَهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت

يَأْمُرُوا إِلَهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقُعْدِينَ

زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں یہ نسبت گھر میں

دَرَجَةً ط وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ط

بیٹھے رہنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے

یعنی بوجہ فرض عین نہ ہونے کے ان بیٹھے والوں پر گناہ نہیں بلکہ بوجہ ایمان اور دوسرے فرائض کے بجالانے کے یہ بھی جنت میں جائیں گے۔ آگے مجاہدین کے بڑے درجوں کی تفصیل بیان فرماتے ہیں ۱۲

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعْدِينَ

اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے۔

أَجْرًا عَظِيمًا ۱۵ دَرَجَتٍ مِّنْهُ

یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے

کیونکہ مجاہد سے متعدد افعال ثواب کے صادر ہوتے ہیں جن کی تفصیل سورہ براءۃ کی اس آیت میں ذلک بانہم لا یصیبہم ظمأ ولا نصب میں مذکور ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس تھکن وغیرہ برداشت کرتے ہیں تو ان کو ہر قدم پر گھوڑے کی ہر ٹاپ پر نیکی ملتی ہے حدیث میں تفصیل ثواب کی موجود ہے۔

وَمَغْفِرَةً

اور مغفرت

کیونکہ جب اس سے اعمال عظیمہ صادر ہوئے تو گناہ بھی زیادہ معاف ہوئے بلکہ کیا عجب ہے کہ دین کے سوا سب معاف ہو جاویں

فرض کے چھوڑنے کی وجہ سے ہے اور چاہنا چاہئے کہ روح قبض کرنا کسی جگہ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس اور بعض جگہ ملک الموت کی طرف منسوب کیا گیا ہے قل یتوفکم ملک الموت اور اس آیت میں فرشتوں کی طرف منسوب فرمایا ہے توفته رسلنا سو تطبیق اس طرح ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ جان قبض کرتے ہیں اور ظاہر میں ملک الموت اس کام پر مقرر ہیں اور دوسرے فرشتے ان کے معین و مددگار ہیں۔

فَأُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَاءَتْ

سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جانے کے لئے وہ بری

مَصِيرًا ۹۷ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

جگہ ہے لیکن جو مرد

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ

اور عورتیں اور بچے

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بچوں کو شامل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ بچوں کی طرح عاجز ہوں تب معذور شمار ہوں گے ورنہ بچوں کے ذکر کی ضرورت بظاہر نہ تھی کیونکہ وہ تو گنہگار نہیں ہو سکتے۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ

قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے

سَبِيلًا ۹۸ فَأُولَٰئِكَ عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ

واقف ہیں سو ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ

يَعْفُو عَنْهُمْ ط

معاف کر دیں

یہاں دو شبہ ہوا کرتے ہیں ایک یہ کہ جب یہ لوگ مستثنیٰ ہیں تو گناہ گار ہی نہیں پھر معافی کے کیا معنی دوسرے معافی میں امید کیسی جس سے تردد مترشح ہوتا ہے پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ ہجرت نہ کرنا فی نفسہ تو گناہ ہے گو کسی خاص شخص کے حق میں بوجہ عذر کے گناہ نہ لکھا جاوے تو اس گناہ نہ لکھنے کو کسی جگہ گناہ نہ ہونا قرار دے دیا اور کہیں معافی گناہ ہونا کے لفظ سے فی نفسہ اس کا گناہ ہونا بتلا دیا اس تقریر سے وہ شبہ بھی رفع ہو گیا جو بچوں کے اس جگہ مذکور ہونے پر کیا گیا ہے کہ بچوں کو تو گناہ نہیں ہوتا ان کی

کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے۔ ان الحسنات یذهبن السيئات نیک کاموں سے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ ربط : اوپر جہاد کے واجب ہونے کا حکم تھا آگے ہجرت کا واجب ہونا مذکور ہوتا ہے اور دونوں میں مناسبت ظاہر ہے کیونکہ مقصود دونوں سے کفار کے شر کو دفع کرنا ہے جہاد میں عام مسلمانوں سے کفار کے شر کو دفع کیا جاتا ہے اور ہجرت میں خاص اپنی ذات سے دفع کیا جاتا ہے۔ ان الذین توفهم الملكة تا عفواً غفورا

وَمَرْحَمَةً ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۹۹

اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ

بیشک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو

أَنفُسِهِمْ

گناہ گار کر رکھا تھا

کہ باوجود ہجرت کر سکنے کے پھر بھی اس کو ترک کیا

قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ط

وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے

یعنی دین کے کیا کیا ضروری احکام بجالاتے تھے۔

قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ط

وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے

اس لئے ضروریات دین پر عمل نہ کر سکتے تھے یعنی ان فرائض کے ترک میں معذور تھے۔

قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً

وہ کہتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم کو ترک

فَتْهَا جَرُّوا فِيهَا ط

وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہئے تھا

یعنی اگر اس جگہ نہ کر سکتے تھے تو دوسری جگہ جا کر فرائض کو ادا کر سکتے تھے اس سے وہ لا جواب ہو جاویں گے اور جرم ان کا ثابت ہو جائے گا ابتداء اسلام میں ہجرت کا فرض ہونا گزر چکا ہے اور یہ دھمکی اور عذاب اسی

یعنی بوجہ وعدہ کے وہ ایسا ہے گویا خدا کے ذمہ ہے اگرچہ ابھی اس سفر کو ہجرت نہیں کہہ سکتے لیکن صرف اچھی نیت سے اس کے شروع کر دینے پر پورا صلہ عطا ہو گیا۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا

اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں

اس ہجرت کی وجہ سے گو وہ نا تمام ہی رہے بہت سے گناہ معاف فرما دیں گے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہجرت سے تمام پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۱۲

رَحِيمًا

بڑے رحمت والے ہیں

کہ حسن نیت کی وجہ سے عمل شروع کرنے کو ثواب میں کمال عمل کے برابر کر دیا روح المعانی میں ہجرت کی فضیلت کا منسوخ ہونا اقل کیا ہے البتہ مستحب اب بھی ہے مسلم کی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضورؐ نے ایک اعرابی کو جس نے ہجرت کی اجازت چاہی تھی یہ فرمایا ان شان الهجرة لشديد کہ ہجرت کرنا بڑا سخت کام ہے۔ آسان نہیں آپ نے اس کو وطن میں رہنے کا حکم فرمایا اور اس کے ارادہ ہجرت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دارالاسلام میں نہ تھا البتہ شروع اسلام میں ہجرت فرض تھی بلکہ ظاہر اسلام کا ثبوت اس پر موقوف تھا اور وہ اسلام کا ایک لازمی شعار تھی صرف عذر کی حالت میں اس کی فرضیت اور شعاریت ساقط ہو جاتی تھی۔ ربط: اوپر جہاد و ہجرت کا ذکر تھا چونکہ غالب احوال میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں مخالفین کی طرف سے اندیشہ بھی اکثر ہوتا ہے اس لئے خوف اور سفر کی رعایت سے جو بعض سہولتیں نماز میں کی گئی ہیں ان کا ذکر فرماتے ہیں ۱۲

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ

اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنْ

کوئی گناہ نہ ہو گا کہ تم نماز کو کم کر دو

الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ

اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان

كَفَرُوا ۖ

کریں گے

معافی کیسی اس کا بھی یہی جواب ہے کہ گناہ تو ان کو نہیں ہوتا مگر صورت گناہ کی ہے نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہجرت چھوڑنا چونکہ بڑا گناہ تھا اس لئے باوجود عذر چھوڑنے اور گناہ نہ ہونے کے بھی معافی کے عنوان سے تعبیر کیا کہ گویا گناہ ہوا اور معاف ہو گیا اور دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ کریم کا امید دلانا بھی وعدہ ہوتا ہے شاہی محاوروں میں امیدوار باشند ہزاروں قسموں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ ربط: اوپر ترک ہجرت پر وعید تھی آگے ہجرت کی ترغیب اور اس پر سعادت دارین کا وعدہ ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا ۙ وَمَنْ

اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں اور جو شخص

وَمَنْ يَهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَا غَفُورًا رَحِيمًا ان لوگوں میں سے جن کے لئے ہجرت مشروع ہے۔

يُهَاجِرْ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں

یعنی دین کے لئے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدُ فِي الْأَرْضِ

ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی

مُرْغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ط

بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش

ملے گی پس اگر ایسی جگہ پہنچ گیا تب تو دنیا میں بھی اس سفر کی کامیابی ظاہر ہے اور اگر اتفاق سے دنیا میں یہ کامیابی نصیب نہ ہوئی تب بھی آخرت کی کامیابی میں تو کوئی تردد نہیں کیونکہ اس کا قانون آگے بتلاتے ہیں۔

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا

اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کر کھڑا ہو

إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يَدْرِكْهُ الْمَوْتُ

کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت

فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ط

آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ

واذا ضربتم فی الارض تا عدواً مبیناً اور اس اندیشہ کے سبب سے ایک جگہ زیادہ دیر تک ٹھہرنا خلاف مصلحت سمجھا جاوے

إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا

بلاشبہ کافر لوگ تمہارے صریح

مُبِیِّنًا ۱۰۱

دشمن ہیں

مسئلہ: جو سفر تین منزل سے کم ہو اس سفر میں نماز پوری پڑھی جاتی ہے آیت مجمل ہے حدیث سے اس کی تفسیر ہو گئی ہے مسئلہ: قصر کے معنی یہ ہیں کہ چار رکعت والی نماز فرض کو دو رکعت پڑھنا پس مغرب اور فجر اور تمام سنتوں اور وتر میں قصر نہیں ہوا کرتا اور سفر کی حالت میں قصر واجب ہے قرآن میں جو اس طرح فرمایا گیا ہے کہ تم کو گناہ نہ ہوگا جس سے شبہ ہوتا ہے کہ نہ کرنا بھی جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری نماز کی جگہ آدھی پڑھنے سے ظاہراً و سوسہ گناہ کا ہو سکتا تھا اس لئے گناہ کی نفی فرمادی سو یہ وجوب کی منافی نہیں جو کہ دوسری دلیل سے ثابت ہے۔ مسئلہ: دریا کا سفر بھی زمین ہی کا سفر ہے اس میں بھی سفر ہوتا ہے معتدل ہوا کی حالت میں تین دن میں کشتی جتنا سفر کر سکے اس کا اعتبار ہوگا۔ ربط: اوپر جو تقریر ربط کی گزر چکی ہے اس سے وجہ مناسبت معلوم ہو چکی۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ

اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں

واذا كنت فيهم فاقمت قاعدًا مبيناً اور اسی طرح آپ کے بعد اور جو امام ہو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے حضور کی تخصیص اس وقت کی حالت کے اعتبار سے ہے کہ آپ تشریف رکھتے تھے اب جو امام ہو وہ اس میں آپ کا قائم مقام ہے اور یہ صورت صلوة الخوف کی اس وقت ہے جبکہ سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں اور عجب نہیں کہ حضور کے تشریف فرما ہونے کی قید میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جب امام ایسا ہو کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنا سب کو محبوب ہو جیسا کہ حضور کی شان تھی ورنہ دونوں جماعتیں دو اماموں کے پیچھے الگ الگ پوری نماز پڑھ لیں۔

فَاقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ

پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں

اور اندیشہ ہو کہ اگر سب نماز میں لگ جائیں گے تو کوئی دشمن موقع پا

کر حملہ کر بیٹھے گا۔

فَلَتَقِمَّ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ

تو یوں چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاویں

یعنی جماعت کے دو حصے کر لئے جائیں ایک نماز میں شریک ہو جائے دوسرا نماز میں کھڑا ہو جائے۔

وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ قَف

اور وہ لوگ ہتھیار لے لیں

کہ شاید مقابلہ کی ضرورت پڑ جائے۔

فَإِذَا سَجَدُوا

پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں

یعنی ایک رکعت پوری کر لیں۔

فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ

تو یہ لوگ تمہارے پیچھے ہو جاویں

یعنی یہ جماعت جس نے ایک رکعت پڑھ لی ہے۔

وَلَتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا

اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی آ جاوے اور آپ کے ساتھ

مَعَكَ

نماز پڑھ لیں

یعنی باقی ماندہ ایک رکعت میں شریک ہو جائیں۔

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ج

اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ

کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے

أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ

غافل ہو جاؤ تو تم پر ایک بارگی

عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

حملہ کر بیٹھیں اور اگر تم کو بارش

إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ

کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو

كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ

تو تم کو اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار کر رکھو

وَحِذُّوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ

اور اپنا بچاؤ لے لو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سزا اہانت

عَذَابًا مُّهِينًا ۝۱۲

آميز مہیا کر رکھی ہے

پس کفار کی عداوت کا آخرت میں اس سے بڑھ کر علاج ہوگا۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ

پھر جب تم اس نماز کو ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ

قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ

کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی

فاذا قضيت الصلوة تا كتبوا موقوتا یعنی ہر حالت میں حتیٰ کہ عین قتال کے وقت بھی دل سے اور احکام کے اتباع سے کہ وہ بھی ذکر ہے خدا کو یاد رکھو چنانچہ لڑائی میں خلاف شرع کوئی کارروائی کرنا ناجائز ہے غرض نماز تو ختم ہوئی ذکر ختم نہیں ہوتا نماز میں تو تخفیف ہوگئی تھی لیکن ذکر بے حساب ضروری ہے۔

فَإِذَا أَظْمَأْتُمْ

پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ

یعنی سفر ختم کر کے مقیم ہو جاؤ یا خوف زائل ہونے کے بعد مامون ہو جاؤ۔

فَاقِيَمُوا الصَّلَاةَ ۚ

تو نماز کو قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو

یعنی اب قصر کرنا اور نماز میں چلنا پھرنا چھوڑ دو یہ باتیں ایک عارض کی وجہ سے جائز کی گئی تھیں کیونکہ (آگے ترجمہ)

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے

كِتَابًا مَّوقُوتًا ۝۱۳

ساتھ محدود ہے

پس فرض ہونے کی وجہ سے اس کا ادا کرنا ضرور اور وقت مقرر ہونے کی وجہ سے وقت ہی پر پڑھنا ضرور اس لئے کچھ کچھ اس کی ہیئت میں تخفیف کے لئے تبدیلی ہوگئی ورنہ مقصود یہ اصلی ہیئت ہی ہے تو جب عارض زائل ہو جائے اصلی ہیئت کی حفاظت واجب ہوگی اور عین لڑائی کے وقت چونکہ کوئی صورت نماز کی عادت ممکن نہیں ہوتی اس لئے اس وقت نماز کے موخر کرنے کا حکم ہے اگر کوئی یہ کہے کہ عین لڑائی کے وقت کے لئے ایسی آسان صورت تجویز کر دی جاتی کہ اس وقت بھی ہو سکتی تو جواب یہ ہے کہ اس وقت نماز کی ادائی سے ادنیٰ صورت بھی دشوار ہوتی ہے صرف ذکر ہو سکتا ہے مگر خالی ذکر کا نام تو نماز نہیں اس لئے جو آسان صورت لڑائی کے وقت نماز کے لئے تجویز کی جاتی اس کو نماز نہ کہہ سکتے اور نماز کے ارکان کی کچھ بھی رعایت کی جاتی تو وہ عادت ایسے وقت میں مشکل ہوتی اس لئے موخر کی گئی۔

رابطہ: اوپر اصل مقصود جہاد کا ذکر تھا دوسرے مضامین اس کی مناسبت سے مذکور ہو گئے تھے۔ آگے پھر جہاد ہی کے متعلق ارشاد ہے کہ جہاد میں سستی ناجائز ہے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے نزول غزوہ حراء الاسد میں ہوا تھا جس کا قصہ آل عمران میں آچکا ہے۔

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۚ إِنْ تَكُونُوا

اور ہمت مت ہارو اس مخالف قوم کے تعاقب کرنے میں اگر تم الم

تَالْمُونَ

رسیدہ ہو

ولا تهنوا فی ابتغاء القوم تا علیما حکیمان تو وہ تم سے زیادہ قوت نہیں رکھتے پھر کاہتے ہو بلکہ تم میں ایک بات ان سے زیادہ ہے۔ (ترجمہ دیکھو)

فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ

تو وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں

مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۚ

کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے

یعنی اس سے واقع کے مطابق حال معلوم ہوگا۔

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ط

تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اسکے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے

یعنی وحی کے ذریعے اس واقعہ کا اصل حال آپ کو بتلادیا ہے وہ یہ کہ بشیر منافق واقع میں چور ہے اور بنو ابیرق جو اس کے حامی ہیں جھوٹے ہیں۔

وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۝

اور آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے

حضور نے اس واقعہ میں ان کی طرفداری نہیں کی تھی مگر ان کی خواہش یہ تھی کہ آپ ان کی حمایت کریں اس لئے آئندہ کے انتظام کے لئے یہ ممانعت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ اب تک آپ نے طرفداری نہیں کی آئندہ بھی نہ کیجئے۔ چنانچہ آیت ولولا فضل اللہ علیک الخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کی طرفداری نہیں کی۔

وَأَسْتَغْفِرِ اللَّهَ ط

اور آپ استغفار فرمائیے

کہ آپ بنو ابیرق کو دیندار سمجھنے کے باعث رفاہ اپنے حق سے دست کش ہو گئے تھے۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَلَا تَجَادِلْ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت والے ہیں اور آپ

عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ

ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کیجئے

جیسا کہ وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے۔

أَنفُسَهُمْ ط

جو کہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں

کہ لوگوں کے مال میں خیانت کر کے اپنا دین کھوتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ

أَثِيمًا ۝

کرنے والا ہو

یعنی ثواب وغیرہ تو دل کی قوت میں تم ان سے زیادہ ہو اور ضعف

بدن میں دونوں برابر ہو پس تم کو زیادہ مستعد ہونا چاہئے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں

ان کو کفار کے ضعف قلب و ضعف بدن کا حال معلوم ہے۔

حَكِيمًا ۝

بڑے حکمت والے ہیں

تمہارے تخیل سے زیادہ حکم نہیں فرمایا ربط : اور پر کفار کے معاملات کے ضمن میں چند جگہ منافقین کا ذکر آیا ہے آگے بھی منافقین کے ایک خاص قصہ کے متعلق مضمون مذکور ہوتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو ابیرق ایک خاندان تھا اس میں سے بشیر نام ایک منافق نے حضرت رفاعہ صحابی کی بخاری میں نقب دے کر کچھ آٹا کچھ ہتھیار جو اس میں رکھے تھے چرا لئے صبح کو پاس پڑوس میں تلاش کیا اور بعض قوی قرآن سے بشیر منافق پر شبہ ہوا بنو ابیرق نے جو اس کے شریک حال تھے اپنی براءت کے لئے حضرت لبید کا نام لے دیا حضرت رفاعہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع کی آپ نے تحقیق کا وعدہ فرمایا بنو ابیرق کو جو یہ خبر ہوئی تو ایک شخص بشیر نام جو اسی خاندان کا تھا اس کے پاس مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور مع بعض اہل خانہ کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت رفاعہ و قتادہ کی شکایت کی کہ بدوں گواہوں کے ایک مسلمان دیندار گھرانے پر چوری کی تہمت لگاتے ہیں ان کو مقصود یہ تھا کہ اس مقدمہ میں حضور ان کی طرفداری کریں آپ نے یہ تو نہیں کیا مگر اتنا ہوا کہ قتادہ جو پھر حضور کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں تہمت لگاتے ہو انہوں نے آ کر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے کہا وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں غرض چوری ثابت ہوئی اور مالک برآمد ہوا اور مال کو دلایا گیا اس پر بشیر ناخوش ہو کر کھلم کھلا مرتد ہو گیا اور مکہ جا کر مشرکوں سے جا ملا اس پر آخر کی آیتیں ومن يشاقق الرسول الخ نازل ہوئیں۔ انا انزلنا الیک الکتب تا ساءت مصیرا

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقعہ کے موافق

بلکہ اس کو مغفوض رکھتے ہیں۔

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا

جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے

يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ

نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ہے

جیسا کہ ہر وقت پاس ہی ہیں۔

إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ ط

جبکہ وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں

چنانچہ بشر کے پاس جمع ہو کر مشورہ کیا گیا تھا کہ حضور سے یوں گفتگو کریں گے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝۸

اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں

وہ لوگ سن لیں کہ جو بشر وغیرہ کی حمایت میں جمع ہو کر آئے تھے کہ (آگے ترجمہ)

هَآنَتُمْ هَآؤِلَآءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي

ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قَفَّ فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ

جواب دہی کی باتیں کر لیں سو خدا تعالیٰ کے روبرو

عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَم مَّنْ يَكُونُ

قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جواب دہی کرے گا یا وہ کون شخص ہوگا

عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝۹

جوان کا کام بنانے والا ہوگا

یعنی نہ کوئی زبانی جوابدہی کر سکے گا نہ کوئی مقدمہ کی عملی درستی کر سکے گا

آگے بتلاتے ہیں کہ یہ خائنین اگر اب موافق قاعدہ شرعیہ کے توبہ کر لیتے تو

معافی ہو گئی ہوتی کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ (ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ

اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے

یعنی ایسا گناہ کرے جس کا ضرر دوسروں کو نہیں پہنچتا اسی کی جان تک محدود ہے۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ

پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے

یعنی قاعدہ شرعیہ کے موافق مثلاً حقوق العباد میں حق کو ادا کرنا یا ان

سے معافی چاہنا بھی ضروری ہے۔

يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۱۰ وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا

تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا اور جو شخص گناہ

فَاتِمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ط

کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے

جب گناہ کے کام کا انجام یہ ہے تو گنہگاروں کو توبہ کی ضرورت کو شش

کرنی چاہئے۔ اور وہ اثر گناہ و سزا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۱

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں

سب گناہ کی ان کو خبر ہے اور مناسب مناسب سزا تجویز فرماتے ہیں

یہ تو خود گناہ کرنے کا انجام ہوا اور جو شخص خود گناہ کرے اور دوسروں کے

ذمہ لگا دے اس کا حال سنو (آگے ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا

اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ

ثُمَّ يَدْرِمْ بِهِ بَرِّيًّا فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا

پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو اس نے تو بڑا بھاری بہتان

وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝۱۲

اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا

جیسا بشر منافق نے کیا کہ چوری تو خود کی اور ایک نیک بخت بزرگ

آدمی حضرت لبید کے ذمہ رکھ دی۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ

اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا

جو کہ ہمیشہ آپ کے شامل حال رہتا ہے۔

لَهَمَّتْ طَائِفَةً مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ

توان لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کر دیا تھا

لیکن خدا کے فضل سے ان کی رنگ آمیز باتوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا اور آئندہ بھی نہ ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو) ۱۲۱۲

وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَصْرِوْنَكَ

اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن اپنی جانوں کو اور آپ کو ذرہ برابر ضرر نہیں

مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ

پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ

اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائی ہیں

فَضَّلُ اللَّهُ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝۱۱۳

جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے

پھر اللہ کے فضل کے ساتھ کس کا قابو چل سکتا ہے۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ

عام لوگوں کی سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی

جیسا کہ بشیر کے پاس جمع ہو کر خفیہ مشورہ کیا گیا ہے۔

إِلَّا مَنَ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ

ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام یا لوگوں میں باہم

إِصْلَاحٍ مِّبَيْنَ النَّاسِ

اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں

اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں یا خود صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خفیہ ہی کہنا مصلحت ہوتا ہے ان کے مشوروں میں البتہ ثواب اور برکت ہے اور ہر چند کہ نیک کام میں وہ سب باتیں داخل ہیں جو نافع ہوں خواہ دین میں یا دنیا میں بشرطیکہ جائز بھی ہوں اور صدقہ اور صلح بھی اس میں آگئے تھے مگر چند وجوہ سے ان دونوں کو صراحتہ ذکر فرمایا وہ یہ کہ

صدقہ نفس پر زیادہ شاق ہوتا ہے اس لئے زیادہ اہتمام فرمایا نیز خاص اس مقام میں اس کا ذکر اس لئے بھی بہت مناسب ہوا کہ یہاں چوری کا واقعہ مذکور تھا کہ ایک منافق نے غیر کا مال لے لیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں اپنا مال غیروں کے لئے دیدینے کی فضیلت بیان فرمادی اور چونکہ نا اتفاقی مضرت عظیمہ کا سبب ہوتی ہے اور صلح کر دینے سے اس کا انسداد ہوتا ہے اس لئے صلح کو صراحتہ ذکر فرمایا غرض صدقہ سے منافع عظیمہ حاصل ہوتے ہیں اور بڑی بڑی مضرتیں دفع ہوتی ہیں اس لئے ان دونوں کو جدا ذکر فرمایا۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ

اور جو شخص یہ کام کرے گا حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے

فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۱۴

واسطے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا فرما دیں گے

یعنی آخرت میں اور چونکہ ان خاندانوں کے مشورے ایسے نہیں ہیں اس لئے وہ ناپسندیدہ ہیں۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو

تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر

الْمُؤْمِنِينَ

دوسرے راستہ ہو لیا

جیسا کہ بشیر مرتد ہو گیا حالانکہ اسلام کا حق ہونا اور نیز اس واقعہ خاص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا حق ہونا خود اس کے معائنہ میں بھی آچکا ہے پھر بھی بدبختی نے گھیرا اور مخالفت رسول کا ذکر کر کے یہ جو فرمایا کہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہو لیا مخالفت رسول کی تفسیر ہے۔ یعنی رسول کی مخالفت یہ ہے کہ مسلمانوں کا طریقہ چھوڑ دے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو مشاہدہ سے معلوم کرنا ہر وقت ممکن نہیں خود آپ کی حیات میں بہت سے غائبین نے خود آپ کا طریقہ مشاہدہ سے معلوم نہیں کیا اور وفات کے بعد تو سب کو دشوار ہو گیا پس آپ کی موافقت و مخالفت و اتباع و عدم اتباع کا مدار مسلمانوں کے طریقہ کے چھوڑنے پر ہو اس آیت میں اجماع کے معتبر ہونے کی دلیل ہے

رابطہ: اوپر جہاد میں گو سب مخالفین داخل ہیں مگر حالات زیادہ تر یہود اور منافقین کے مذکور ہوئے ہیں مخالفین میں ایک جماعت منافقین کی سب سے بڑی تھی آگے کچھ ان کے عقائد کی حالت اور طریقہ کی مذمت اور ان کی سزا کا ذکر ہے اور اس سارق کے مرتد ہونے کا بھی ذکر تھا پس اس مضمون سے اس کی دائمی سزا کا حال معلوم ہو گیا نیز اوپر توبہ کی ترغیب تھی یہاں شراب و کفر کے سوا تمام گناہوں کے مغفور ہونے کے بیان سے توبہ کی زیادہ ترغیب ہو گئی۔

نُوْلِهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ

توہم اس کو جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے

مَصِيرًا ۝۱۱۵ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ

جانے کی۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشے گا کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے

ان الله لا يغفر تا لا يعجلون عنها بلکہ دائمی سزا میں مبتلا رکھیں گے ۱۲

وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۝

اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے

البتہ اگر وہ مشرک مسلمان ہو جاوے تو پھر مشرک ہی نہ رہا اب وہ سزائے دائمی بھی نہ رہے گی آگے شرک کے نہ بخشے کی وجہ بتلاتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝۱۱۶

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا

کیونکہ اس نے امر حق کو چھوڑ دیا اور وہ توحید ہے جو عقلاً بھی واجب ہے کیونکہ تعظیم صانع کے حقوق میں سے وہ ایک بڑا حق ہے پس مشرک نے حضرت صانع کی اہانت کی اس لئے ایسی ہی سزا کا مستحق ہے اور جو علت شرک کے نہ بخشے جانے کی ہے وہ کفر میں بھی مشترک ہے کیونکہ اس میں بھی حق تعالیٰ کی کسی بتائی ہوئی چیز کا انکار ہوتا ہے تو وہ اس کی صفت صدق کی نفی کرتا ہے اور بعض کافر خود ذات کے بھی منکر ہیں اور ذات و صفات میں سے جس کی بھی نفی ہو تو حید کا انکار اس سے لازم آتا ہے پس کفر و شرک دونوں کی مغفرت نہ ہوگی بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ گواہوں میں بھی کچھ گمراہی ہے مگر توحید کا ان میں انکار نہیں ہوتا آگے مشرکین کی حماقت بیان فرماتے ہیں جو ان کے مذہبی طریقہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنشَاءً

یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں

زانی چیزوں سے مراد بعضے بت ہیں جن کے نام اور صورتیں عورتوں کی سی تھیں اور ان کو زیور بھی پہناتے تھے حسن سے منقول ہے کہ ہر قبیلہ میں ایسے بت تھے اور ان کو انٹنی بن فلاں کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے چنانچہ بعضے بت نام اور شکل میں مردوں کی طرح بھی تھے اور آگے جو یہ فرمایا ہے کہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں یہ ان کے سب معبودوں کو شامل ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے کہنے سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو گویا اسی کی عبادت کرتے ہیں ان میں سب بتوں کی عبادت آگئی خواہ عورتوں کی شکل میں ہوں یا مردوں کی مگر زانی عورتوں کا ذکر صراحتہ فرمانا ان کی زیادہ حماقت ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ایسی ناقص الاوصاف کی بھی عبادت کرتے ہیں آگے شیطان کی چند صفات مقصود کی تاکید کے لئے بیان فرماتے ہیں یعنی ایسے شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو اولاً تو سرکش ہے پھر سرکشی کی وجہ سے ملعون ہے تیسرے انسان کا دشمن ہے پھر اس کی دشمنی ظاہر کرنے کے لئے اس کے چند قول بیان فرمائے مگر یہ ضرور نہیں کہ جتنی باتیں یہاں مذکور ہیں وہ سب کفر و شرک ہی ہوں بلکہ بعض ان میں سے صرف فسق اور مصیبت ہیں۔

وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۝۱۱۷

اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ حکم سے باہر ہے جس کو خدا تعالیٰ

لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَخِذَنَّ مِنْ

نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور

عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۝۱۱۸

تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا

اس بات سے اس کی عداوت صاف مترشح ہے۔ آگے اس حصہ کی تفصیل ہے۔

وَلَا ضِلَّتْهُمْ وَلَا مَنِيَتْهُمْ

اور میں ان کو گمراہ کر دوں گا اور میں ان کو ہوسیں دلاؤں گا

جس سے معاصی کی طرف میلان ہو اور اس کی مضرت نظر میں نہ رہے۔

وَلَا مَرَّتْهُمْ

اور میں ان کو تعلیم دوں گا

اعمال بد کی جن میں بعض کفر ہیں اور بعض فسق ہیں۔

فَلْيَبْتَكَنْ اِذَا نَ الْاُنْعَامِ

جس سے وہ چار پایوں کے کانوں کو تراشا کریں گے

یعنی بتوں کے نام پر اور یہ اعمال کفریہ میں سے ہے۔

وَلَا مُرْتَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط

اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے

اور یہ اعمال فسقیہ میں سے ہے جیسے دائرہ منڈانا بدن گودنا وغیرہ اور یہاں تغیر و تبدل کی مذمت نہیں بلکہ جس تغیر سے خرابی پیدا ہو اور صورت بگڑ جائے اس کی ممانعت ہے۔

وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا

اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنا دے گا

یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اور شیطان کی اطاعت کرے۔

مَنْ دُونِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ اَنْفُسًا كَثِيرًا ط

وہ صریح نقصان میں واقع ہو گا

وہ نقصان جہنم میں جانا ہے

يَعِدُّهُمْ وَيُذِيبُهُمْ ط

شیطان ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے

کہ تم بے فکر رہو نہ کہیں حساب ہے نہ کتاب

وَمَا يَعِدُّهُمْ

اور ان کو ہوسیں دلاتا ہے

یعنی خیالات وغیرہ میں

الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُورًا ط

اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے

کیونکہ واقع میں حساب و کتاب سب حق ہے۔

اُولٰٓئِكَ مَا وُهِبَهُمْ جَهَنَّمَ

ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے

اور وہ صریح نقصان میں ہے۔

وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ط وَالَّذِينَ

اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے اور جو لوگ

اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ

ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خِلْدِينَ

باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں

فِيهَا اَبَدًا ط وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ط وَمَنْ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا ط

سچا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا سچ ہوگا

نصف پارہ پر من اصدق من اللہ حدیث میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہاں بھی ملاحظہ کر لیا جائے ربط : اوپر ہوسنا کی کے خیالات کا شیطانی دھوکہ اور ناقابل اعتبار ہونا اور ایمان و اعمال صالح کا قابل اعتبار ہونا مذکور تھا آگے بھی یہی دو مضمون ہیں پہلی آیت میں پہلا مضمون اور بعد کی آیتوں میں دوسرا مضمون اور اہل کتاب کا ذکر اس مضمون میں اس لئے آیا کہ ایک باران میں اور اہل اسلام میں دین کی بابت تفاخر ہوا تھا۔

لَيْسَ بِاَمَانِيَكُمْ وَلَا اَمَانِي اَهْلِ الْكِتٰبِ ط

نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے

لیس بامانیکم تا بکل شی محیطا کہ خالی خالی زبان سے اپنے فضائل بیان کیا کریں بلکہ اصل مدار اطاعت پر ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ

جو شخص کوئی برا کام کرے گا

یعنی اطاعت میں کمی کرے گا خواہ وہ کی عقائد میں ہو یا اعمال میں

سُوْءًا يُجْزٰى بِهِ لَا

وہ اس کے عوض میں سزا دیا جاوے گا

اگر وہ برائی عقیدہ کفر تک ہے تب تو سزائے دائمی اور حتمی ہوگی اور اس سے کم ہے تو سزائے غیر دائمی ہے وہ بھی اگر توبہ نہ کی ہو یا حق تعالیٰ معاف نہ فرمائیں ورنہ اگر توبہ کر لی یا حق تعالیٰ کا فضل ہو گیا تو کفر و شرک کے سوا سب کی سزا موقوف ہو سکتی ہے۔

وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا

اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا اور نہ

نَصِيرًا ﴿١٣٢﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ

مددگار ملے گا اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا

مِنْ ذِكْرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ

خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سو ایسے لوگ

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿١٣٣﴾

جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہو گا

کہ ان کی کوئی نیکی ضائع کر دی جائے اور اوپر جو مومن کی قید لگائی ہے اس کا مصداق ہر فرقہ نہیں بلکہ صرف وہ فرقہ ہے جس کا دین خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوئے میں سب سے اچھا ہو اور ایسا فرقہ صرف اہل اسلام ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں یہ صفات ہیں پوری اطاعت اخلاص اور ملت ابراہیم کا اتباع

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ

اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے

یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ

اور وہ مخلص بھی ہو

کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو خالی مصلحت و ظاہر داری نہ ہو۔

وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ

اور وہ ملت ابراہیم کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں اور اللہ تعالیٰ نے

إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿١٣٥﴾

ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا تھا

پس ملت ابراہیم ضرور قابل اتباع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ دوست کے طریقہ پر چلنے والا بھی محبوب و مقبول ہوگا پس طریقہ اسلام مقبول ہوا اور اہل اسلام ہی لقب مومن کے مصداق ٹھہرے اور دوسرے فرقوں نے اتباع ابراہیم چھوڑ دیا کہ اسلام نہ لائے جس پر سارے کام کا مدار ہے تو بس نری تمناؤں پر وہ مطمئن ہوئے اور مسلمان ہی ایسے ثابت ہوئے کہ ان کا بھروسہ محض تمناؤں اور ہوسوں پر نہیں بلکہ اطاعت گزار ہیں پس کام بھی ان ہی کا چلے گا اور ملت ابراہیم کی تحقیق اور مسلمانوں کا اس کا متبع ہونا اہل میں گزر چکا ہے۔ ف خلیل ہونا اعلیٰ درجہ کا قرب ہے اور حدیث میں ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح خلیل بنایا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ کو حبیب بھی بنایا ہے آگے حق تعالیٰ اپنی کامل اطاعت کے ضروری ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ ہماری سلطنت اور خبرداری دونوں کامل ہیں اور یہی امور مدار ہیں وجوب اطاعت کے۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

یہ تو کمال سلطنت ہوا

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ﴿١٣٦﴾

اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہیں

یہ کمال علم ہوا رابطہ: شروع سورۃ میں یتیموں اور عورتوں کے احکام میں ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم تھا کیونکہ جاہلیت میں بعضے ان کی میراث ہی نہ دیتے تھے بعضے ان کا مال جو میراث میں یا کسی اور طور پر ان کو ملتا تھا جاتے بعضے ان سے نکاح کر کے ان کو پورا مہر نہ دیتے اوپر ان سب کی ممانعت کی گئی تھی اس پر مختلف واقعات پیش آئے بعض کو یہ خیال ہوا کہ عورتیں اور بچے حقیقت میں میراث کے مستحق نہیں کسی مصلحت سے برائے چندے یہ حکم دیا گیا ہے پھر منسوخ ہو جائے گا چندے اس کے منتظر رہے جب نسخ نہ ہوا تو حاضر ہو کر پوچھا اور بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں بد صورت یتیم لڑکی تھی بد صورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے سے اس لئے نہ کیا کہ مال بھی اس کے ساتھ جائے گا اس بارہ میں حضور سے سوال کیا غالباً غرض سوال سے یہ ہوگی کہ آسان حکم کوئی آجائے مثلاً یہی کہ اس شخص کو حق پرورش میں کچھ حصہ مال کامل جائے گا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جیسے ان کی بد صورتی میں غرض فاسد کی وجہ سے ان سے نکاح نہیں کیا کرتے تو ان کے مرغوب و زیبا

ان ہی کے موافق عمل کرو۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ

اور جو نیک کام کرو گے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو

عَلِيمًا ﴿۱۲۷﴾

خوب جانتے ہیں

تم کو اس کی جزائے خیر دیں گے اور جانتے ہیں خیر کے سوا کو بھی لیکن یہاں چونکہ ترغیب خیر کی دینا منظور ہے اس لئے اسی کا ذکر فرمایا۔

رابطہ: اوپر احکام سابقہ کی طرف رجوع کیا جس میں عورتوں کے احکام بھی تھے آگے بھی عورتوں کے بعض احکام کی طرف رجوع ہے جو ازواج کے متعلق ہیں جس کا بیان پہلے بھی بعنوان اصلاح آچکا ہے پس گویا کہ یہ اس کا تتمہ ہے۔

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بدو ماغی

أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ

یا بے پروائی کا ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں

يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط

باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں

وان امرأة خافت تا خبيرا یعنی اگر عورت ایک ایسے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو اس کے حقوق پورے ادا نہیں کرتا اس لئے اس کو چھوڑنا چاہتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے کچھ حقوق مثلاً نان و نفقہ معاف کر دے یا کم کر دے یا اپنی باری معاف کر دے تاکہ وہ چھوڑے نہیں اور شوہر کو بھی جائز ہے کہ اس معافی کو قبول کر لے۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ

اور یہ صلح بہتر ہے اور نفوس کو حرص کے ساتھ

الشَّحَّ ط

اقتراں ہوتا ہے

اس لئے ایسی صلح ہونا کچھ بعید نہیں کیونکہ جب حرص پوری ہو جاتی ہے راضی ہو جاتا ہے۔

ہونے کی صورت میں بھی کیوں نکاح کرتے ہو ہاں پورا مہر دو تو مضائقہ نہیں غرض مقصود یہ ہے کہ اول حکم اب بھی بحالہ باقی ہے منسوخ نہیں کیا جائے گا تو اس آیت کا ربط شروع سورۃ سے ہے درمیان میں مختلف مضامین آتے گئے تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ طرز نہایت موثر اور قلوب میں بہت وقعت رکھتا ہے کہ یہ حکم ذکر کر دیا پھر وعدہ وعید کا ذکر آ گیا پھر عظمت الہی کا ذکر ہونے لگا اس میں ساتھ ساتھ خوف و رغبت اور حاکم حقیقی کا مراقبہ بھی ہوتا رہتا ہے قرآن مجید کا یہی طرز ہے ۱۲۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ط قُلِ اللَّهُ

اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔

يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ لَا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي

آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی

الْكِتَابِ فِي يَتْلَى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تَوْتُونَهُنَّ

جو کہ قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں جو کہ ان یتیم عورتوں کے

مَا كُتِبَ لَهُنَّ

باب میں ہیں جن کو جو ان کا حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو

يستفتونك في النساء تا عليما یعنی اگر وہ صاحب مال و صاحب جمال ہوئیں تو ان سے نکاح کرتے ہو مگر پورا مہر نہیں دیتے اور اگر مالدار ہوں صاحب جمال نہ ہوں تو خود نکاح سے نفرت کرتے ہو اور مال ہاتھ سے جانے کے خیال سے دوسروں سے بھی نہیں کرتے ۱۲

وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ

اور ان کیساتھ نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو اور کمزور

مِنَ الْوُلْدَانِ لَا وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى

بچوں کے باب میں اور اس باب میں کہ یتیموں کی کارگزاری انصاف کے

بِالْقِسْطِ ط

ساتھ کرو

یہ مضمون ہے آیات سابقہ کا پس وہ آیتیں اپنا مضمون اب بھی واجب کر رہی ہیں اور ان کا حکم بعینہ باقی ہے کوئی جدید حکم نہیں دیا جاتا تم

وَأَنْ تَحْسِنُوا وَتَتَّقُوا

اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو

یعنی ان سے حقوق معاف کرانے کے خواہاں نہ ہو

فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾

تو بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ

اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں برابری رکھو

حتیٰ کہ رغبت قلبی میں بھی یہ نہیں ہو سکتا۔

وَلَوْ حَرَصْتُمْ

گو تمہارا کتنا ہی جی چاہے

میلان قلب اگرچہ غیر اختیاری ہے مگر عمل تو اختیار سے باہر نہیں

فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ

تو تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر میں لٹکی ہو

کہ نہ تو اس کے حقوق ہی ادا کئے جائیں اور نہ ہی طلاق دی جائے۔

وَأِنْ تَصْلَحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

اور اگر اصلاح کرو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی

غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۲۹﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ

رحمت والے ہیں اور اگر دونوں میاں بی بی جدا ہو جاویں

اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا

تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاج کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی

حَكِيمًا ﴿۱۳۰﴾

وسعت والے اور بڑی حکمت والے ہیں

اپنی حکمت سے ہر ایک کے لئے مناسب سبیل نکال دیں گے کوئی

یوں نہ سمجھے کہ بدوں میرے کسی دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا۔

رابطہ: یہاں تک کہ مختلف احکام بیان فرما کر آگے خاص اہتمام سے

ان کی بجا آوری کی تاکید فرماتے ہیں۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں

وللہ ما فی السموات تا بصیرا تو ایسے مالک کے احکام ماننا بہت ہی ضروری ہیں آگے بتلاتے ہیں کہ احکام کی بجا آوری کا حکم فقط تم ہی کو نہیں ہوا۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ

اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے

قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ

پہلے کتاب ملی تھی اور تم کو بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو

اسی کا نام تقویٰ ہے جس میں تمام احکام کی موافقت داخل ہے اس لئے اس سورت کو تقویٰ سے شروع کر کے اس کی تفصیل میں مختلف احکام

لائے کیونکہ تقویٰ تمام احکام کی بجا آوری کا نام ہے۔

وَأِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ

اور اگر ناپاسی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی ملک میں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں

وَمَا فِي الْأَرْضِ

اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں

ایسے بڑے سلطان کا کسی کی مخالفت سے کیا ضرر ہو سکتا ہے خود مخالف کرنے والے کا ضرر ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿۱۳۱﴾

اور اللہ تعالیٰ کسی کے حاجت مند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں

کامل الصفات ہیں کسی کی مخالفت سے ان کی صفات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

اور اللہ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین

وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿۱۳۲﴾

میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں

پس ان کی کارسازگی کے ہوتے ان کی اطاعت کرنے والوں کو کون

شَهِدَ آءِ اللَّهِ

گواہی دینے والے رہو

یا ایہا الذین امنوا تاخبروا یعنی معاملات کے بیان کرنے اور فیصلہ کرنے کے وقت انصاف سے کام لو اور اقرار یا گواہی کی نوبت آئے تو سچا اظہار دو۔

وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ وَأَوَالِدٍ ذِينَ وَالَاقْرَبِينَ

اگر چہ اپنی ذات ہی پر ہو یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابلہ میں ہو

اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو یا یہ کہ وہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کر دیں تم کسی کی امارت و غربت کو نہ دیکھو۔

إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِمَا قَفَ

وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے

اتنا تعلق تم کو نہیں کیونکہ تمہارا تعلق بھی جس قدر ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے اور ان کو جو تعلق ہے وہ کسی کا دیا ہوا نہیں پھر جب باوجود اس قوی تعلق کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اسی میں رکھی ہے کہ حق بات کہی جائے تو تم اپنے کمزور تعلق پر ان کی عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہو۔ ربطہ اور زیادہ حصہ فرعی احکام کا بیان ہوا ہے اور ایمان و کفر کی بحث کے مضامین کہیں کہیں مخالفین کے معاملات کے ضمن میں آگئے ہیں۔ آگے یہ مضامین قدرے تفصیل سے مذکور ہوتے ہیں ترتیب بیان میں اول ایمان معتبر عند اللہ کا ذکر ہے پھر کفار کے مختلف فرقوں کے عقائد و اعمال کی مذمت ہے۔

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلُؤْا

سو تم خواہش نفس کا اتباع مت کرنا بھی تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی

أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ

کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی

خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پوری خبر رکھتے ہیں اے ایمان والو

یا ایہا الذین امنوا تا بعیدا یعنی جو لوگ اجمالی طور پر ایمان لا کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو چکے ہیں وہ عقائد ضروریہ کی تفصیل سن لیں۔

ضرر پہنچا سکتا ہے پس خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ جو تم کو دین کے کام بتلا رہے ہیں تو تمہاری ہی سعادت کے لئے ورنہ وہ دوسروں سے بھی کام لے سکتے ہیں آگے اپنی قدرت بیان فرماتے ہیں۔

إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ أَيْهَا النَّاسُ وَيَأْتِ

اگر ان کو منظور ہو تو اے لوگو! تم سب کو فنا کر دیں اور دوسروں کو

بِآخَرِينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ قَدِيرًا ﴿۱۳۶﴾

موجود کر دیں اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں

پھر جو ایسا نہیں کیا یہ ان کی عنایت ہے اس لئے بجا آوری احکام کو غنیمت سمجھ کر سعادت حاصل کرو آگے بتلاتے ہیں کہ اعمال کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے دنیا میں نہ ملنے سے بدل نہ ہونا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ

جو شخص دنیا کا معاوضہ چاہتا ہے تو

اللَّهُ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ

اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ ہے

جب ان کو اعلیٰ و ادنیٰ دونوں پر قدرت ہے تو ادنیٰ کا مانگنا بڑی غلطی ہے اعلیٰ چیز ہی کیوں نہ مانگی جائے پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنا چاہیے عبادت میں دنیا کے ثمرات کا قصد نہ کرنا چاہیے البتہ مستقل طور پر دنیا کی حاجات مانگنے کا مضائقہ نہیں عبادت میں ان کی نیت نہ کرے۔ ربطہ: اوپر مختلف احکام کا ذکر ہوا جن میں بعض معاملات بھی تھے اور معاملات میں صاحب معاملہ کو اور دوسروں کو اگر اختلاف پڑے تو فیصلہ کرنے والے کو عدل کی رعایت اور دوسرے جو اس کی حقیقت پر مطلع ہوں گواہی میں اظہار حق کا لحاظ ضروری ہے اس لئے آگے قیام بالعدل و اظہار حق کو واجب فرماتے ہیں پس یہ مضمون گویا تمام احکام سابقہ کا مکمل اور موکد ہے اس کو یتیموں اور عورتوں کے احکام سے بھی تعلق ہے اور قصہ بنی امیہ میں بعض لوگوں کی ناحق طرف داری کا ذکر ہوا ہے اس سے بھی خاص مناسبت ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۱۳۷﴾ يٰۤاَيُّهَا

اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوِّمِيْنَ بِالْقِسْطِ

ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے

کر کا فر مر جائے اس کی مغفرت ہو جائے گی بات یہ ہے کہ یہاں بار بار ارتداد کا ذکر بطور قید کے نہیں بلکہ جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی انہوں نے ایسا ہی کیا تھا تو یہ قید صرف حکایت کے طور پر ہے ورنہ ایک بار مرتد ہو کر کفر پر مر جانے کا بھی یہی حکم ہے۔

وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ط

اور نہ ان کو (منزل مقصود یعنی بہشت کا) راستہ دکھائیں گے

کیونکہ مغفرت اور جنت کے لئے ایمان پر مرنا شرط ہے ۱۲

بَشِيرِ الْمُنْفِقِينَ يَا نَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ط

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے

الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ

جن کی یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں

مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْبَغُونَ عِنْدَهُمْ

مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں

الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ط

سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

رابطہ: اوپر مرتدین کا ذکر تھا آگے منافقین کا ذکر ہے وہ بھی اہل کفر کا ایک فرقہ تھا۔ بشر المنافقین تا جمیعاً وہ جس کو چاہیں عزت دیں پس اگر خدا تعالیٰ ان کو یا جس سے جا جا کر دوستی کرتے ہیں ان کو اعزاز نہ دیں تو کہاں سے معزز بن جائیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلدی ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سب کو ذلیل و خوار کر دیا منافقین کا کفار سے ملنا اس غرض سے تھا کہ ان کو مسلمانوں کے اس طرح غالب آنے کی توقع نہ تھی یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ رہنا تو یہود و مشرکین کے ساتھ ہوگا پھر ان سے کیوں بگاڑ کیا رابطہ: اوپر کی آیت میں منافقین کا کفار سے دوستی کرنا مذکور تھا آگے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے مطلقاً اور ان کے کفریات کے مشغلہ کے وقت ظاہری مجالست سے بھی جو کہ زیادہ موجب معصیت ہے منع فرماتے ہیں اور ساتھ ساتھ منافقین کے قبائح کا اظہار بھی فرماتے جاتے ہیں جس سے مقصود مقام زیادہ موکد ہو جائے۔ وقد نزل علیکم تا سبیلاً اے مسلمانو! دیکھو تم منافقوں کی طرح کفار کے ساتھ خصوصیت مت رکھنا خاص کر جب کہ وہ کفریات کا تذکرہ کرتے ہیں چنانچہ اس سورۃ مدنیہ سے پہلے بھی سورہ انعام میں کہ وہ مکہ

أَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے

الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي

ساتھ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ

أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط

پہلے نازل ہو چکی ہیں

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب سابقہ پر ایمان لانے میں ملائکہ اور باقی انبیاء علیہم السلام اور یوم قیامت پر ایمان رکھنا بھی داخل ہو گیا رابطہ: اوپر کفار کی مذمت اجمالاً مذکور ہوئی ہے آگے تفصیل ہے سوان میں سے ایک فرقہ مرتدین کا ہے جس کا اول بیان ہوتا ہے۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَكِيَّتِهِ وَكِتَابِهِ وَرَسُولِهِ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ط

اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا

بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے

ان الذین آمنوا تا سبیلاً اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلا گناہ مرتد ہونے کا معاف ہو جاتا

ثُمَّ كَفَرُوا

پھر کافر ہو گئے

اس کے بعد مسلمان نہ ہوئے بلکہ مرتے دم تک کفر ہی پر قائم رہے ورنہ پھر بھی ایمان مقبول ہو جاتا۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ثُمَّ أَرَادُوا كُفْرًا ثُمَّ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہرگز نہ بخشیں گے

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر اتنی مرتبہ مرتد نہ ہوا ہو بلکہ ایک ہی بار مرتد ہو

میں نازل ہوئی ہے اس سے ممانعت کی جا چکی ہے۔ (ترجمہ دیکھو)

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب

سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ

احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا

تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی

فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ

اور بات شروع نہ کر دیں

یہ استہزاء کرنے والے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود تو علانیہ اور منافقین صرف غریب اور کمزور مسلمانوں کے سامنے بس جیسے مکہ میں مشرکین کے پاس ایسے وقت بیٹھنے کی ممانعت تھی اسی طرح مدینہ میں یہود اور منافقین کے اختلاط سے ممانعت ہے اس باطل کے ساتھ میل جول اور مجالست کی چند صورتیں ہیں۔ ان کے کفریات پر راضی ہو کر ملنا یہ کفر ہے۔ اظہار کفریات کے وقت کراہت کے ساتھ بلا عذر ملنا یہ فسق ہے۔ کسی ضرورت دنیوی کے واسطے یہ مباح ہے۔ تبلیغ احکام کے لئے یہ عبادت ہے۔ مجبوری اور بے اختیاری کے ساتھ اس میں معذور ہے آگے اس ممانعت کی وجہ بتلاتے ہیں ۱۲

إِنكُمْ إِذَا امْتَلَأْتُمْ

کہ اس حالت میں تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے

گو دونوں گناہوں کی نوعیت میں فرق ہو کہ ایک گناہ کفر کا ہے اور دوسرا فسق کا آگے بتلاتے ہیں کہ اس ممانعت میں منافقین اور کھلے کافر سب برابر ہیں کیونکہ علت دونوں جگہ موجود ہے کہ وہ کفریات بکتے ہیں جس کا منشا کفر ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں چنانچہ سزا میں بھی دونوں برابر ہونگے کہ جہنم کا کدہ بنیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ

یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو

فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۚ

سب کو دوزخ میں جمع کر دیں گے۔ وہ ایسے ہیں کہ تم پر افتاد پڑنے

بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا

کے منتظر رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہوگئی تو باتیں بناتے ہیں کہ

أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۚ

کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے

کیونکہ نام چارہ کو تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو۔

وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا

اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو باتیں بناتے ہیں کہ کیا

أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ

ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے

مگر ہم نے قصداً تمہارے غالب کرنے کے لئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی۔

وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

اور کیا ہم نے تم کو مسلمان سے بچانہیں لیا

جب تم مغلوب ہونے لگے تھے تو ہم نے ان کی مدد نہ کی اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے ہم کو بھی کچھ دلو اور غرض دونوں طرف ہاتھ مارتے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ

سو اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں عملی فیصلہ فرمائیں گے

اس قید سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ دنیا میں تو کفار گاہے مسلمانوں پر غالب ہو جاتے ہیں اور اس کو فیصلہ اس لئے فرمایا (حالانکہ فیصلہ اختلاف کی صورت ہوا کرتا ہے) کہ منافقین کے عقائد اور ان کا مسلک تو مختلف تھا ہی اگرچہ بوجہ نفاق کے ظاہر مخالف نہ معلوم ہوتے اور ان کو اپنے مسلک پر اس لئے ناز تھا کہ جیسے دنیا میں امن سے رہے یہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں نجات پالیں گے مگر وہاں اس کا عملی فیصلہ ہو جائے گا اور عملی اس لئے کہا کہ دلائل سے تو دنیا میں حق و باطل کا فیصلہ ہو رہا ہے۔

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى

اور (اس فیصلہ میں) ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو

الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝۱۳۱ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ

مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرما دیں گے بلاشبہ منافق لوگ

يَخْدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا

چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور جب

قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ

نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ

رابطہ: آگے بھی منافقین کے قبائح کا تتمہ ہے۔

ان المنافقین کا سبیلہ کیونکہ دل میں ایمان تو ہے نہیں اس لئے نماز کو نہ فرض سمجھیں نہ اس میں ثواب کا اعتقاد رکھیں اور ظاہر ہے کہ نشاط تو اعتقاد اور امید سے پیدا ہوتا ہے اور جس کسل کی یہاں مذمت ہے وہ اعتقادی کسل ہے کہ دل میں اس کی وقعت و حرمت نہ ہو اور اگر باوجود اعتقاد صحیح کے ظاہری کاہلی ہو وہ اس سے خارج ہے پھر اگر کسی عذر مرض و تعب یا غلبہ نیند کی وجہ سے ہو تب تو قابل ملامت بھی نہیں اور اگر بلا عذر ہو تو قابل ملامت ہے۔

يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ

کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی

إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۳۲

نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر

یعنی محض نماز کی صورت بنا لیتے ہیں کہ نماز کا نام ہو جائے اور عجب نہیں کہ صرف اٹھنا بیٹھنا ہی ہوتا ہو کیونکہ جہر کی ضرورت تو بعض نمازوں میں امام کو ہوتی ہے امامت تو ان کو کہاں نصیب ہوتی مقتدی بن کر اگر کوئی بالکل بھی نہ پڑھے لب ہی ہلاتا رہے تو کسی کو کیا خبر ہو تو ایسے بد اعتقادوں سے کیا بعید ہے کہ زبان بھی نہ ہلتی ہو۔

مَذْبُذِبَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ لَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ

معلق ہو رہے ہیں دونوں کے درمیان میں نہ ادھر

وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ

نہ ادھر اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں

جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ انسان جس کام کا قصد کرتا ہے وہ اس کو پورا کر دیتے ہیں۔

فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝۱۳۳

ایسے شخص کے لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے

مطلب یہ کہ ان منافقین کے راہ پر آنے کی امید مت رکھو۔ اس میں منافقین کی تشبیح کی ہے اور مؤمنین کی تسلی کہ ان کی شرارتوں سے رنج نہ کریں رابطہ: آگے تتمہ ہے کفار سے خصوصیت و تعلق رکھنے کی ممانعت کا کہ ایک آیت میں اوپر یہ مضمون مذکور ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

اے ایمان والو تم مؤمنین کو چھوڑ کر

الْكُفْرَيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ

کافروں کو دوست مت بناؤ

یا ایہا الذین امنوا تا سلطنا مبینا جیسا کہ منافقین کا شیوہ ہے کیونکہ تم کو ان کی عداوت اور کفر کی حالت معلوم ہو چکی۔

أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا

کیا تم یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجت

مُبِينًا ۝۱۳۴

صریح قائم کر لو

یعنی اپنے آپ کو مجرم اور مستحق عذاب بنا لو اور صریح حجت یہی ہے کہ ہم نے جب منع کر دیا تھا پھر ایسا کیوں کیا کفار کے ساتھ دوستی اور مدارات کی تحقیق آل عمران میں گزر چکی رابطہ: اوپر منافقین کے قبائح کا بیان مقصود تھا اور ضمناً اسی مضمون میں ان کا جہنمی ہونا بھی مذکور ہوا تھا آگے مستقل طور پر ان کی سزا کا بیان مقصود ہے اور چونکہ سزا کے بیان کا اثر فی نفسہ یہ ہے کہ سلیم الطبع آدمی کو خوف پیدا ہوتا ہے جو توبہ کا سبب ہو جاتا ہے اس لئے توبہ کرنے والے کو سزا سے مستثنیٰ کر کے ان کی جزائے نیک کا بھی بیان فرمایا۔

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے

النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝۱۳۵ إِلَّا الَّذِينَ

اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا لیکن جو لوگ توبہ کر لیں

تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوا

اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص

دینہم باللہ

اللہ ہی کے لئے کیا کریں

ان المنافقین تا شا کرا علیہما یعنی نفاق سے توبہ کر لیں اور مسلمانوں کے ساتھ جو ایذا رسانی کے معاملات تھے ان کی اصلاح کر کے پھر ایسی باتیں نہ کریں اور کفار سے جو بغرض ان کی پناہ میں رہتے کے دوستی کرتے ہیں اس کو چھوڑ کے خدا پر بھروسہ کریں اور ریا کو چھوڑ کر سب اعمال اللہ کی رضا کے واسطے کیا کریں غرض اپنے عقائد و معاملات و اخلاق باطنی و اعمال ظاہری سب کی درستی کر لیں اس تفسیر پر توبہ قیدیں مومنین کی معیت کاملہ کے لئے ہیں کیونکہ ان میں کوتاہی کرنے سے گناہ ہوگا تو معیت ناقص ہو جائے گی اور اگر ان سب کا مطلب یہ لیا جائے کہ ایمان لے آویں تو یہ قیدیں نجات کے لئے موقوف علیہ ہوں گی اور مطلق معیت کا سبب بنیں گی۔

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ

تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور مومنین کو

يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۴۷

اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرما دیں گے (اور اسے منافقو)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ ۖ

اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم سپاس گزاری کرو اور

أَمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝۱۴۸

ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔

یعنی تمہیں عذاب کرنے پر خدا کا کوئی کام انکا نہیں پڑا جو خواہ مخواہ تم کو سزا دیں بلکہ صرف تمہارا اکثر عمل جو سخت درجہ کفران نعمت ہے عذاب کا سبب ہو رہا ہے۔ اگر اس کو چھوڑ دو پھر رحمت ہی رحمت ہے۔

الحمد للہ پانچویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا

اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو (کسی کے لئے) پسند نہیں کرتے بجز

مَنْ ظَلَمَ

مظلوم کے

رابطہ: اوپر منافقین و کفار کے احوال میں ان کا مسلمانوں سے عداوت کرنا مذکور تھا۔ چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی کی بھی نوبت آتی ہے اور جس کو ایذا پہنچتی ہے اکثر اس کی زبان سے شکایت و حکایت بھی نکل جاتی ہے۔ اس مناسبت سے آگے شکایت کے جواز و ناجواز کی تحقیق مع فضیلت عفو کے بیان فرماتے ہیں۔ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ قَدْ بَرَأَ

کہ اپنے ظالم کی نسبت کچھ حکایت شکایت کرنے لگے تو وہ گناہ نہیں خلاصہ یہ ہے کہ بلا مصلحت و ضرورت کے اور کسی کی عیب گوئی جائز نہیں۔ اور یہ مطلب نہیں کہ ظالم کے سوا مطلقاً کسی کی شکایت جائز نہیں کیونکہ اگر کسی سے کوئی دینی یا دنیوی مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کے حال سے لوگوں کو مطلع کرنا درست ہے بلکہ واجب ہے پس یہاں حصر حقیقی نہیں۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ۝۱۳۸

اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے جانتے ہیں اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو

خَيْرًا أَوْ تَخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ

(بالخصوص) کسی (کی) برائی کو معاف کرو تو اللہ تعالیٰ (بھی) بڑے معاف

اللَّهُ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۝۱۳۹

کرنے والے ہیں (باوجودیکہ) پوری قدرت والے ہیں

کہ اپنے مجرموں سے ہر طرح انتقام لے سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی اکثر معاف ہی کر دیتے ہیں پس اگر تم بھی ایسا کرو تو اول تو اخلاق خداوندی کا اتباع ہے دوسرے پھر تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرنے کی امید ہوگی۔ رابطہ: یہاں تک منافقین کا بیان ہو چکا کفار میں ایک فرقہ یہود کا ہے آگے اس کا بیان ہے یہود کی چند قباحتوں کا اس جگہ ذکر ہوتا ہے ان الذین یکفرون تار حیم

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ

جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ

جیسا کہ ان کے عقیدہ و قول آئندہ سے صاف لازم آتا ہے۔

وَرُسُلِهِ

اور اس کے رسولوں کے ساتھ

یعنی بغض کیساتھ تو صراحت کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے اور کل کے ساتھ اسی سے کفر لازم آ گیا۔

وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ

اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان میں فرق رکھیں اور کہتے ہیں

وَيَقُولُونَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ لَا

کہ ہم (پہنچہروں میں سے) بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں

اس قول اور عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی کفر لازم آ گیا اور سب رسولوں کے ساتھ بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور ہر رسول نے سب رسولوں کو رسول کہا ہے جب بعض کا انکار ہوا تو اللہ تعالیٰ اور بقیہ رسولوں کی بھی تکذیب ہوئی جو ایمان کی ضد ہے۔

وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ

اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ

سَبِيلًا ۝۱۴۰

تجویز کریں

کہ نہ سب پر ایمان ہے جیسے مسلمان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ سب کا انکار ہے جیسے مشرکین کرتے تھے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا

بلکہ نہ سب پر ایمان ہو نہ سب کا انکار۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں

کیونکہ بعض کے ساتھ کفر کرنا بھی کفر ہے اور ایمان و کفر کے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے کہ اس کو آدھا ایمان اور آدھا کفر کہا جائے بلکہ جب سب پر ایمان نہ ہو تو وہ کفر ہی ہوا ۱۴۱

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝۱۴۱

اور کافروں کیلئے ہم نے اہانت آمیز سزا مقرر کر رکھی ہے

وہی ان کے لئے بھی ہوگی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں

يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ

پر بھی اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے

یعنی ایمان لانے میں کسی میں فرق نہیں کرتے بلکہ سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمُ أَجْرُهُمْ وَكَانَ

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑی

اللَّهُ غَفُورًا

مغفرت والے ہیں

اس لئے ایمان سے پہلے جتنے گناہ ہو چکے ہیں سب بخش دیں گے ۱۲

رَحِيمًا

اور بڑے رحم والے ہیں

اس لئے ایمان کی برکت سے ان کی نیکیوں کو بڑھا کر خوب ثواب دیں گے۔ ف بعض مفسرین نے اس آیت کو یہود و نصاریٰ دونوں کی شان میں کہا ہے کیونکہ نصاریٰ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے لیکن آگے پیچھے یہود کا ذکر ہونا بھی چاہتا ہے کہ اس آیت کا یہودی کی شان میں ہونا زیادہ مہتمم بالشان ہو گو تبعاً نصاریٰ بھی آیت کے عام الفاظ میں داخل ہو جائیں ۱۲ رابطہ: اوپر یہودی مذمت تھی آگے اور مذمت ہے۔ یسٹلک تا سلطنا ہینا

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ

آپ سے اہل کتاب (یہود) یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس

كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ

ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں

یہود نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ عناد یہ درخواست کی کہ اب ہم آپ سے جب بیعت کریں گے کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف ایک نوشتہ اس مضمون کا آوے کہ از جانب خدا تعالیٰ بنام فلاں یہودی آنکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اسی طرح ہر ہر یہودی کے نام یہ خطوط ہوں اللہ تعالیٰ نے حضور کی تسلی فرمائی کہ یہ لوگ ہمیشہ سے ایسی درخواستیں جہالت کی کرتے آتے ہیں آپ اس کو عجیب بات نہ سمجھیں اور دل شکستہ نہ ہوں۔

فَقَدْ

سوا انہوں نے

یعنی اس فرقہ کے جو لوگ اس وقت موجود تھے انہوں نے

سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا

موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی۔ اور یوں کہا

أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً

تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھا دو

دیدار الہی کی درخواست اس سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ خدا کی کتابیں تو دنیا میں انسانوں پر نازل ہو سکتی ہیں اگرچہ بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی اور پر نازل نہیں ہوئیں جیسا کہ وہ چاہتے تھے مگر دیدار الہی تو دنیا میں کسی کو کبھی واقع ہوا ہی نہیں۔

فَاخَذَ تَهُمُ الصَّعِقَةَ يُظْلِمُهُمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا

جس پر ان کی گستاخی کے سبب ان پر کڑک (بجلی) آپڑی۔ پھر اس سے بڑھ کر

الْعَجَلَ

(یہ کہ) انہوں نے گوسالہ کو (معبود) تجویز کیا تھا

گوسالہ کی عبادت اس سے بڑھ کر ہے کہ دیدار الہی گودنیا میں کسی کو نہیں ہوا مگر آخرت میں تو بعض کو ہوگا لیکن غیر خدا کا معبود بننے کے قابل ہونا یہ تو عقلاً محال ہے کہ کسی زمانہ میں کسی جگہ میں ہو ہی نہیں سکتا اور گوسالہ کی پرستش کا قصہ مشہور روایات میں درخواست دیدار سے پہلے ہو چکا تھا پس یہاں لفظ ثم جس کا ترجمہ پھر ہے اس سے مراد زمانہ کے اعتبار سے موخر ہونا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ یہ حرکت پہلے سے بھی بڑھ کر ہے چنانچہ ترجمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ

بعد اس کے کہ بہت سے دلائل ان کو پہنچ چکے تھے

جن سے حق و باطل کی تعین ہو چکی تھی اور ان دلائل سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں جن میں سے فرعون کے غرق ہونے تک بہتوں کا مشاہدہ ہو چکا تھا

فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا

پھر ہم نے اس سے درگزر کر دیا تھا اور موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم نے

مِثْنًا ۱۵۳

بزار عیب دیا تھا

مگر اس رعب پر اور ہماری عنایات و درگزر پر بھی ان لوگوں کی یہ کیفیت تھی کہ نہ عنایت سے متاثر ہوتے تھے نہ رعب سے رابطہ: اور یہود کی بعض جہالات و عناد کا بیان کر کے آگے بعض دیگر جہالات کا بیان فرماتے ہیں جس سے ان کی تشنیع بھی مقصود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور زیادہ تسلی بھی منظور ہے اور اس سے زیادہ فائدہ کی وجہ سے ان قصوں میں تکرار نہ رہا۔ ورفعنا تا لا قلیلا

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِثْنٍ قَهْمٌ وَقُلْنَا

اور ہم نے ان لوگوں سے قول و قرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے اوپر

لَهُمْ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

متعین کر دیا تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا

لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ

اور ہم نے ان کو حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارہ میں تجاوز مت کرتا

یعنی جو حکم کہ تم کو ملا ہے کس میں شکار نہ کرو اس میں حد شرع سے آگے نہ بڑھنا۔

وَآخِذْنَا مِنْهُمْ مِثْنًا قَالًا غَلِيظًا ۱۵۴

اور اس کے علاوہ اور بھی ہم نے ان سے قول و قرار نہایت شدید لئے۔

جس کا بیان و اذا اخذنا ميثاق بني اسرائيل میں مذکور ہے لیکن ان لوگوں نے باوجود اس قدر اہتمام کے پھر اپنے عہدوں کو توڑ ڈالا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ

سو ہم نے سزا میں مبتلا کیا

یعنی ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے لعنت و غضب و لذت و مسخ وغیرہ میں ہم نے ان کو گرفتار کیا۔

مِثْنًا قَهْمٌ وَكَفَرِهِمْ بَايَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمْ

ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر کی وجہ سے احکام الہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے

الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ط

کی وجہ سے انبیاء کو ناحق اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں

کہ ان میں مخالف مذہب کا یعنی اسلام کا اثر ہی نہیں ہوتا تو اپنے مذہب پر ہم خوب پختہ ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مضبوطی اور پختگی نہیں بلکہ خدا کی مار ہے ۱۲

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ

بلکہ ان کے کفر کے سبب ان قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے

کہ حق بات کی ان میں تاثیر نہیں ہوتی۔

فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۱۵۵

سوان میں سے ایمان نہیں لائیں گے مگر قدرے قلیل

اور قدر قلیل ایمان مقبول نہیں پس کافر ہی ٹھہرے

ف: عہد شکنی میں بعد کے سب مضامین آگئے تھے لیکن زیادہ تشنیع کے لئے سب معاملات کو الگ الگ بھی بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے کہ ان کے احکام کے منکر ہیں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ تکذیب سے گذر کر ان کو قتل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ آپ کے سامنے اپنے حق پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ سب کفر ہی کی اقسام ہیں اور ان سب قصوں کی تفصیل یعنی دیدار الہی کی درخواست کرنا، گوسالہ کی عبادت کرنا اسی طرح طور کا اٹھایا جانا اور سبت کے دن میں زیادتی کرنا وغیرہ بارہ الہم میں مذکور ہو چکی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہ السلام کے متعلق ان کے اقوال کا اجمالی ذکر سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ اور کچھ تفصیل آگے آ جاوے گی ۱۲ ربط اور یہود پر لعنت وغیرہ ہونے کی کچھ وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ بعض ذہمیں آگے مذکور ہیں۔ و بکفرهم تا شهيدا

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۱۵۶

اور ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریم (علیہا السلام) پر ان کے بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے

یعنی ہم نے ان کو سزائے لعنت وغیرہ میں ان وجوہ سے بھی مبتلا کیا ف: مریم علیہا السلام پر بہتان لگانے سے عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب بھی لازم آتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے معجزہ سے ان کی براءت ظاہر فرما چکے ہیں اور معجزہ یہی تھا کہ پیدا ہونے کے بعد ہی کلام کیا۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو جو کہ

مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ج

رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا

مگر ان کا جھوٹ ظاہر ہونے کے لئے تو کافی ہے تو اس سے اگر ابھی ایمان لے آویں تو نافع ہو جائے۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝۱۵۹

اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے

یعنی جب دنیا اور برزخ دونوں ختم ہو جائیں گے اور قیامت آجائے گی اس وقت عیسیٰ علیہ السلام ان منکرین کے انکار پر گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے میری نبوت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ ف: عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق بحث اور اہل کتاب کے مختلف اقوال تلک الرسل میں اور انبیاء کا گواہی دینا والمحصنات سے ذرا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ ضرور ملاحظہ کیا جائے اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و موت کے بحث میں کتاب سیف چشتیہ قابل مطالعہ ہے ربط: آگے بھی یہود کی بعض شرارتوں کا ذکر مع ان سزاؤں کے جو ان پر شرعی احکام میں سختی کر کے اور بعض پاکیزہ چیزوں کو ان پر حرام کر کے دنیا میں واقع ہوئیں نیز آخرت کی سخت سزا کا بیان فرماتے ہیں۔ فبظلمنا الیما

فَبِظْلَمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں

یعنی حلال اور نافع اور لذیذ چیزیں

طَبِئَاتٍ

جو ان کے لئے حلال تھیں

چنانچہ آیت کل الطعام کان حلالاً لبني اسرائیل میں بیان ہو چکا ہے کہ پہلے سب طبیات یہود کے لئے بھی حلال تھیں پھر تورات نازل ہونے سے بعض اچھی چیزیں بھی بوجہ ان کی نافرمانی کے ان پر حرام کر دی گئیں۔

أُحِلَّتْ لَهُمْ

ان پر حرام کر دیں

ان چیزوں کا بیان سورۃ النعام کی آیت وعلى الذین هادوا حرمنا کل ذی ظفر الخ میں ہے اور وہاں بھی یہ مذکور ہے کہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان طبیات کو حرام کیا گیا تھا ذلک جزینہم ببغیہم وانا لصدقون آگے بتلاتے ہیں کہ شریعت موسویہ کی حرام کردہ چیزیں دیگر انبیاء کے زمانہ میں بھی وہ سب حرام ہی رہیں کوئی حلال نہیں ہوئی کیونکہ وہ آئندہ بھی ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے۔

وہ لوگ بطور تفاخر کے یہ بات کہتے تھے اور یہ کہنا دلیل ہے عداوت کی اور انبیاء کے ساتھ عداوت کرنا کفر ہے نیز اس میں قتل کا دعویٰ ہے اور نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے اور کفر کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ جو لفظ رسول اللہ آیا ہے یہ یہود کا قول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا ہے کہ دیکھو ایسے کی نسبت ایسا کہتے ہیں پھر یہ دعویٰ علاوہ کفر ہونے کے واقع میں غلط بھی ہے چنانچہ آگے بیان فرماتے ہیں۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۝

حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا

وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ ۝

اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں۔ ان

مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۝

کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝۱۶۰ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۝

ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا

یعنی آسمان پر اٹھالیا اور ایک دوسرے آدمی کو ان کا ہم شکل بنا دیا اس کو سولی دی گئی وہ مقتول ہوا اسی وجہ سے یہود کا اشتباہ ہو گیا اور اشتباہ سے اہل کتاب میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۶۱

اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں

کہ اپنی قدرت و حکمت سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا اور آسمان پر اٹھالیا اور یہود کو اشتباہ کی وجہ سے پتہ بھی نہ لگا آگے بتلاتے ہیں کہ یہود کو عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے انکار میں اور قتل کے دعویٰ میں اپنا جھوٹا ہونا بہت جلد دنیا ہی میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

وَإِنَّ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ ۝

اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے مرنے سے

قَبْلَ مَوْتِهِ ۝

پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے

جب کہ عالم برزخ نظر آنے لگتا ہے گو اس وقت کی تصدیق نافع نہیں

وَبَصَدَّ هُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۝

اور بسبب اس کے کہ وہ بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے کیونکہ احکام میں تحریف اور اختفاء کرنے سے عوام کو خواہ مخواہ دین حق میں خلط والتباس ہو جاتا تھا گو طلب صادق اور پوری تحقیق سے وہ التباس رفع ہو سکتا تھا۔

وَآخَذَ هُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ

اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۝

بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے

پس ان وجوہ سے کہ وہ لوگ خدا کے دین سے مخلوق کو روکتے تھے اور سود لیتے اور ناحق مال کھاتے تھے شریعت موسویہ کے باقی رہنے تک کوئی تخفیف نہ ہوئی البتہ شریعت عیسویہ میں کچھ احکام بدلے تھے اور شریعت محمدیہ میں بہت تخفیف ہو گئی۔ ف: جرائم اور گناہوں کی وجہ سے جو بعض پاکیزہ چیزیں یہود پر حرام ہوئیں ان کی تحریم سب کے لئے عام تھیں گو بعض نیک لوگ جرائم سے محفوظ بھی تھے۔ کیونکہ بہت سی حکمتوں کی وجہ سے عادات اللہ یوں ہی جاری ہے جیسا کہ قرآن میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے۔ واتقوا فتنة لا تصيبن الخ ایسے عذاب سے بچتے رہو جو تم میں سے فقط گناہگاروں ہی کو نہ پہنچے گا (بلکہ سب کو عام ہو جائے گا) اور حدیث میں ہے کہ بڑا مجرم وہ ہے جس کے بے ضرورت سوال کرنے سے زمانہ وحی میں کوئی شے سب کے لئے حرام ہو جائے ف: اور شریعت محمدیہ میں جو چیزیں حرام ہیں وہ کسی جسمانی یا روحانی ضرورت کی وجہ سے حرام ہیں کہ اس اعتبار سے وہ پاکیزہ اور طیب کہے جانے کے لائق نہیں ہیں پس طیبات نافعہ کا حرام ہونا عذاب اور سیاست ہے اور مضر چیزوں کا حرام ہونا رحمت و حفاظت ہے یہودی دنیوی سزایان کرنے کے بعد آگے اخروی سزا کا بیان ہے۔

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اور ہم نے ان لوگوں کیلئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے

البتہ جو موافق قاعدہ شریعت کے ایمان لے آئے اس کی کچھلی جنائتیں سب معاف ہو جائیں گی ربط: اوپر کفار یہود کا ذکر تھا آگے ان میں سے جو ایمان لے آئے تھے۔ ان کا بیان ہے گو کچھ پہلے بھی ان کا بیان آچکا ہے لیکن یہاں دوسرے عنوان سے اور کسی قدر مفصل ہے لیکن الراسخون تا عظیمًا۔

لَكِنَّ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ

لیکن ان (یہود) میں جو لوگ علم (دین) میں پختہ ہیں

یعنی اس کے موافق عمل کرنے پر مضبوط ہیں اور اسی پختگی نے ان پر حق کو واضح اور حق بات قبول کر لینے کو آسان کر دیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن سلام و اسید و ثعلبہ اور جو ان کی مثل ہیں مراد ہیں۔

وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

اور جو (ان میں) ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس (کتاب) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ

آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں (جو آپ سے پہلے بھیجی گئی تھی اور جو

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

(ان میں) نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو (ان میں) زکوٰۃ دینے والے ہیں

ان کاموں پر آیت میں ثواب کامل کو معلق کیا گیا ہے ورنہ مطلق ثواب اور مطلق نجات صرف عقائد ضروریہ کی تصحیح پر موقوف ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ

اور جو (ان میں) اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں (سو) ایسے

سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

لوگوں کو ہم ضرور (آخرت میں) ثواب عظیم عطا فرما دیں گے۔ ہم نے آپ کے پاس وحی

كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ۝

بھیجی ہے جیسے نوح علیہ السلام کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس

رابطہ: اوپر یہود کے ایک سوال کا جو سننک اهل الكتب میں منقول ہے ذکر تھا اور وہاں اس کا منشاء جہالت اور عناد بتلایا گیا تھا اور اسی کے ثابت کرنے کے لئے بعد کے مضامین تھے آگے اس سوال کا جواب ارشاد ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ثبوت نبوت کے لئے یہ درخواست محض لغو ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بھی انبیاء علیہم السلام گزرے جن کی نبوت تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے اگر ثبوت نبوت اسی پر موقوف ہے کہ ہر شخص کے پاس خدا کا لکھا ہوا حکم پہنچا کرے کہ فلاں شخص ہمارا رسول ہے تو سب انبیاء میں اس کا ثابت کرنا لازم ہوگا حالانکہ ایسا کبھی

اللَّهُ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط

اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔

یعنی ظاہر بھی کوئی عذر نہ کر سکیں ورنہ قیامت میں یوں کہتے کہ بہت سی چیزوں کا اچھا برا ہونا عقل سے معلوم نہ ہو سکتا تھا پھر ہماری کیا خطا

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۱۶۵﴾

اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کو ہر طرح اختیار اور زور ہے کہ وہ بدوں رسولوں کے بھیجنے کے بھی سزا دے سکتے تھے اور بوجہ اس کے کہ وہ مالک حقیقی ہونے میں یکتا ہیں کوئی ظلم بھی نہ ہوتا مالک کو ہر طرح کا اختیار ہوتا ہے پس حقیقت میں کسی کو بھی عذر کا حق نہ ہوتا لیکن چونکہ وہ حکمت والے بھی ہیں اس لئے حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ رسول بھیجے جائیں تاکہ ظاہری عذر بھی کسی کو نہ رہے۔ رسولوں کے بھیجنے کی حکمت بیان کر کے آگے نبوت محمدیہ کو ثابت فرما رہے۔ جواب کو مکمل فرماتے ہیں۔

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ

لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے

بِعِلْمِهِ ج

علمی کمال کے ساتھ شہادت دے رہے ہیں

یعنی اگر یہ لوگ باوجود اپنے اس شبہ کے رفع ہو جانے بھی آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کریں تو کیا ہوا واقع میں تو وہ ثابت ہے اور اس کے ثبوت پر دلیل صحیح قائم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے جس کو انہوں نے اپنے علمی کمال کے ساتھ نازل فرمایا ہے جس سے وہ کتاب ایک بہت بڑا معجزہ بن گئی جو کہ ثبوت نبوت کے لئے قطعی دلیل ہے ایسی کتاب کے ذریعہ سے آپ کی نبوت پر دلیل قائم کر رہے ہیں پس واقع میں معجزہ اور دلیل سے ثبوت نبوت کا ہو چکا رہا کسی کا ماننا نہ ماننا اس کا خیال ہی کیا۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط

اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں

یعنی اول تو کسی کے ماننے نہ ماننے کا خیال ہی کیا اور اگر طبعاً اس کو بھی جی چاہتا ہو تو ان سے بہتر مخلوق یعنی فرشتے آپ کی نبوت کی تصدیق کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی تصدیق تو مشاہد ہی ہے پس اگر چند احمقوں نے نہ ماننا نہ سہی۔

نہیں ہوا تو اس پر نبوت کا موقوف ہونا ہی غلط ہے سو جیسی دلیل سے دوسروں کی نبوت ثابت ہے ویسی ہی دلیل یہاں بھی موجود ہے یعنی معجزات پھر ایسی فرمائش عناد نہیں تو کیا ہے انا او حینا الیک تا تکلیما جن میں سے بعضوں کے نام بھی بتلائے دیتے ہیں۔

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام

وَاٰیُّوْبَ وَاَلْاَسْبَاطَ وَاٰیُّوْبَ وَاٰیُّوْبَ

اور یعقوب علیہ السلام اور اولاد یعقوب علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام

وَاٰیُّوْبَ وَاٰیُّوْبَ وَاٰیُّوْبَ وَاٰیُّوْبَ

اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی

دَاوُدَ زَبُورًا ﴿۱۶۶﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ

بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صابوحی بنایا

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

جن کا حال اس سے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں

جیسا کہ سورۃ انعام وغیرہ کی سورتوں میں بہت سے انبیاء کا ذکر ہے غرض ہم نے کچھ آپ کو انوکھا اور نیا رسول نہیں بنایا جو ایسی واہی تباہی فرمائشیں یہ لوگ کرتے ہیں ۱۲

رابطہ: آگے رسولوں کے بھیجنے کی حکمت اور اس کے ختم پر مقصود کی تصریح یعنی نبوت محمدیہ کا اثبات فرماتے ہیں جو کہ خلاصہ کلام و نتیجہ مقام ہے اس کے بعد ان لوگوں کی بد حالی مذکور ہے جو باوجود دلائل قائم ہونے اور حق واضح ہو جانے کے بھی انکار ہی کرتے ہیں۔ رسلاً مبشورین تا علی اللہ یسیرا

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ

اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا

اللَّهُ مُوسٰی تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۷﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ

اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا۔ ان سب کو خوشخبری

وَمُنْذِرِیْنَ اِلَّا یَكُوْنَنَّ لِلنَّاسِ عَلٰی

دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس

یہ بتلائیں سب پر یقین رکھو جو پہلے سے یقین لائے ہوئے ہیں وہ اس پر قائم رہیں اور جو نہیں لائے وہ اب اختیار کر لیں کیونکہ نجات اسی سے ہوگی۔ ۱۲

خَيْرَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ

یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ کی ملک ہے

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ

یہ سب جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے

یعنی اگر انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ ایسے بڑے عظیم الشان مالک و قادر کو تم کیا نقصان پہنچا سکتے ہو مگر اپنی خیر منالو ۱۳

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں کامل حکمت والے ہیں

یعنی دنیا میں جو پوری سزا تم کو نہیں دیتے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ خدا کی حکمت اسی کو مقتضی ہے ربط: اوپر یہود کو خطاب تھا آگے نصاریٰ کو خطاب ہے۔ یا اهل الكتب تا وکیلا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے مت نکو

تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۖ

اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو

مثلاً یہ کہ نعوذ باللہ اللہ صاحب اولاد ہے جیسا کہ بعض کہتے تھے المسیح ابن اللہ کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یا یہ کہ خدا تین معبودوں میں کا ایک ہے جیسا کہ بعض کہتے تھے ان اللہ ثالث ثلثة اور بقیہ دو معبود ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے تھے اور ایک حضرت جبریل کو اور بعض حضرت مریم کو کہتے تھے یا یہ کہ خدا عین مسیح ہے جیسا کہ بعض کہتے تھے۔ ان اللہ هو المسیح بن مریم غرض یہ سب عقیدے باطل ہیں۔

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ

مسیح عیسیٰ بن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور

اللَّهُ وَكَلَّمَتْهُ ۚ

اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں

وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

اور اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت کافی ہے

یعنی اصل بات تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دلیل قائم کر دینے کے بعد کسی کی تصدیق کو تسلیم کرنے کی آپ کو حاجت نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصَدُّوا عَنْ

جو لوگ منکر ہیں اور خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں

سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔

یہ تو دنیا میں ان کے مذہب کا حاصل ہے اور اس کا ثمرہ آخرت میں جو ہوگا آگے سنو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ

بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ

لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝

ان کو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ ان کو سوا جہنم کی راہ کے کوئی راہ

إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ

دکھائیں گے اس طرح پر کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے

وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے اے

النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ

تمام لوگو تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی

مِنْ نَوَاسِكُمْ فَاْمِنُوا

طرف سے تشریف لائے ہیں سو تم یقین رکھو

رابطہ: اوپر یہود کے ایک شبہ کا جواب جو نبوت محمدیہ کے متعلق تھا نہایت بلاغت و وضاحت سے مذکور ہو چکا آگے عام خطاب سے سب پر آپ کی نبوت کی تصدیق واجب فرماتے ہیں یا ایہا الناس تا علیما حکیمان یعنی اس سچے دعوے اور سچی دلیل کا تو مقتضایہ ہے کہ تم ان پر اور جو احکام

یعنی ایک کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ز

جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں

کہ اس جان کو حضرت مریم کے جسم میں حضرت جبریل علیہ السلام کی پھونک کے ذریعہ سے پہنچایا گیا تھا باقی نہ وہ خدا کے بیٹے نہ خود خدا ہیں نہ تین میں کے ایک ہیں جیسا کہ عقائد مذکورہ سے لازم آتا ہے روح المعانی میں نصاریٰ کے اقوال مع رد کے خوب تفصیل سے لکھے ہیں اور اس میں یہ لکھا ہے کہ ان اقوال میں سے بعض کا اس وقت کے نصاریٰ کے انکار ہے سو یا تو جن لوگوں کا یہ قول ہے وہ جو نزول قرآن کے وقت ہوں گے آگے سلسلہ ان کا منقطع ہو گیا یا یہ مراد ہے کہ ان کے اقوال سے یہ عقائد لازم آتے ہیں اور جو بات صراحتہ لازم آئے وہ بھی مثل عقیدہ کے ہوتی ہے

فَامِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ قف

سو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ

اور ایمان موقوف ہے توحید پر پس توحید کا عقیدہ رکھو اور ان سب غلط عقیدوں سے توبہ کرو۔

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ط

اور یوں مت کہو کہ تین ہیں

مقصود شرک سے منع کرنا ہے اور شرک تمام اقوال مذکورہ میں مشترک ہے تو مطلب یہ ہوا کہ شرک مت کرو۔

إِنْتَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَهٌ

باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ معبود حقیقی

وَاحِدٌ سُبْحَنَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ط

تو ایک ہی معبود ہے وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے

اور خدا کا تمام عیبوں سے پاک ہونا اور علی الاطلاق سب کا مالک ہونا توحید کی دلیل ہے جس کی تقریر سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے اور ایک دلیل آگے آتی ہے ۱۲

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی ملک ہیں

اور ان کے سوا سب کے سب کار سازی میں ناکافی اور دوسرے کے

محتاج ہیں اور ایک حد پر جا کر عاجز ہیں حالانکہ کار سازی میں کافی ہونا بڑی کامل صفت ہے اور خدا میں کامل صفات ہونا ضروری ہیں سو جب خدا کے سوا کسی میں یہ صفت نہیں تو دوسرا کوئی معبود نہیں ہو سکتا پس توحید ثابت ہے۔

وَكُفَى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ۱۱

اور اللہ تعالیٰ کا رساز ہونے میں کافی ہیں

رابطہ: اوپر حق تعالیٰ کی پاکی کا اثبات اور عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کا ابطال کیا گیا ہے آگے اس مضمون کی تاکید کے لئے خود عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ کا اقرار ذکر فرماتے ہیں کہ جن کو خدائی میں شریک کرتے ہو وہ بھی اپنی عبدیت اور غلامی کا اقرار کرتے ہیں اس کیساتھ منکرین کے لئے وعید اور مومنین کے لئے وعدہ بیان فرماتے ہیں۔ لن يستنكف المسيح تا نصیرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بندہ ہونے سے عار نہیں کریں گے یعنی نصاریٰ خواہ مخواہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا رہے ہیں حالانکہ خود حضرت مسیح کی یہ کیفیت ہے کہ زمین میں رہنے کی حالت میں تو بندہ ہونے کا اقرار ان سے مشہور ہی ہے جس سے خدائی کا ابطال خود بخود ہوتا ہے لیکن اب آسمان میں رہنے کی حالت میں بھی جو زمین میں رہنے کی حالت سے بہت بلند اور بالاتر حالت ہے اور اس میں بڑائی کا احتمال ہو سکتا ہے اب بھی ان سے کوئی پوچھ دیکھے اس حالت میں بھی یا قیامت تک وہ جس حالت میں ہوں خدا کا بندہ بننے سے کبھی عار نہ کریں گے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ

مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے

یعنی وہ بھی خدا کی بندگی سے کبھی عار نہ کریں گے جن میں حضرت جبرائیل بھی داخل ہیں جن کو تین خداؤں میں کا ایک خدا کہتے ہیں۔ خود ان سے کوئی پوچھ دیکھے اور یہ لوگ بندگی سے عار کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ اس سے عار کرنے کا تو بہت برا انجام ہے چنانچہ وہ انجام سن لو۔

وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط

اور نہ مقرب فرشتے

یعنی خدا کے بندے بنے رہے ہوں گے کیونکہ عبدیت اور بندگی کا حاصل یہی ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ۱۲

وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ

اور جو شخص خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا

وہ ذات مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿۴۲﴾

اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے

جو کہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ذریعہ سے جو کچھ تم کو بتلایا جاتا ہے وہ سب حق ہے جن میں یہ مضامین مذکورہ بھی داخل ہیں۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے

اور ایمان کے لئے خدا کی توحید اور تنزیہ کا اعتقاد لازم ہے۔

وَأَعْتَصَمُوا بِهِ

اور انہوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا

اور اس کے لئے رسول اور قرآن کی تصدیق لازم ہے

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۚ

سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کریں گے اور اپنے فضل میں

یعنی اپنا فضل ان کے شامل حال کریں گے غرض دخول جنت کے علاوہ اور بھی بڑی بڑی نعمتیں دیں گے جن میں دیدار الہی بھی داخل ہے۔

وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۴۳﴾

اور اپنے تک ان کو سیدھا راستہ بتلا دیں گے

یعنی دنیا میں ان کو اپنی خوشنودی کے طریقہ پر قائم رکھیں گے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ خوشنودی کا طریقہ تو بعینہ ایمان و اعمال صالحہ ہی ہیں پھر اس کے کیا معنی کہ ایمان و اعمال کی وجہ سے ایمان و اعمال ہی پر قائم رکھیں گے یہ تو تحصیل حاصل ہے کہ ایک ہی چیز کے سبب سے وہی چیز حاصل ہوئی جواب یہ ہے کہ گذشتہ ایمان و اعمال سبب ہیں اور آئندہ ایمان و اعمال اس کا ثمرہ ہے حاصل یہ ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس پر جسے رہنے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَلَةِ

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلام کے باب میں حکم دیتا ہے

رابطہ: شروع سورت کے ذرا بعد میں میراث کے احکام مذکور تھے پھر وہاں سے تقریباً ایک پارہ کے بعد حکم میراث کی طرف پھر رجوع فرمایا تھا

فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۴۴﴾ فَأَمَّا

تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے۔ پھر

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہوں گے

بظاہر شبہ ہوگا کہ ان لوگوں کو خدا کی عبادت سے تو عار و تکبر نہ تھا بلکہ خود قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور حضور کے رسول ہونے میں کلام تھا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کے مجموعی حالات سے یہ ثابت ہے کہ ان پر حق واضح ہو گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد سے زیادہ پہچانتے تھے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم مگر حضور کا اتباع ان کو ناگوار تھا اور آپ کا اتباع فرض ہے اور ہر فرض عبادت ہے پس آپ کے اتباع سے عار ہونا یقیناً عبادت الہی سے عار ہے۔ رابطہ: اوپر نصاریٰ کے عقائد کا باطل ہونا مع جزا و سزا کے مذکور ہو چکا آگے عام خطاب سے ان مضامین کا اور ان کی تعلیم فرمانے والے رسول اور قرآن کا سچا ہونا اور مومنین کی فضیلت بیان فرماتے ہیں جیسا کہ یہود کے ساتھ گفتگو فرما کر تم پر اسی طور پر عام خطاب فرمایا تھا۔ یا ایہا الناس تامسقیما

فَيُوفِّيهِمْ أَجْرَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ

تو ان کو تو ان کا پورا ثواب دیں گے اور ان کو اپنے فضل سے اور

فَضْلِهِ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا

زیادہ دیں گے اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا اور تکبر کیا ہوگا

فَيَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَلَا يَجِدُونَ

تو ان کو سخت دردناک سزا دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر

لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۴۵﴾

اللہ کو اپنا یار اور مددگار نہ پادیں گے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے

مِّن رَّبِّكُمْ

ایک دلیل آچکی ہے

یعنی اس صورت میں ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا لیکن حقیقی بھائی سے علاقائی بھائی بہن سب ساقط ہو جاتے ہیں اور حقیقی بہن سے کبھی وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے تفصیل کتب فرائض میں ہے۔ ربط: چونکہ اس سورت میں بہت سے اصول اور فروع کی تفصیل ہے اس لئے ایک مجمل عنوان سے تمام تفصیل کو یاد دلانا احکام کے بیان کرنے میں اپنی منت و احسان اور حکمت کی رعایت کرنے کا ذکر فرما کر سورۃ کو ختم فرماتے ہیں۔ یسین اللہ تا علیم

الْأَنْثَىٰ يَبِيْنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَصْلُوْا ط

اللہ تعالیٰ تم سے (دین کی باتیں) اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو

اس میں تو یاد دہانی ہے اور اپنے احسان کا ذکر ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۶

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

پس حق تعالیٰ احکام کی مصلحتوں پر بھی مطلع ہیں اور احکام میں ان کی رعایت کی جاتی ہے یہ حکمت کا بیان ہے۔

(۵) سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۲)

سورۃ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں اور سورۃ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط

اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو

ربط: اوپر کی سورت کے ختم پر فرمایا تھا کہ ہم احکام شرعیہ کو تم سے بیان کرتے ہیں اس سورۃ کے شروع میں اس کا امر ہے کہ تم ہمارے ان بیان کئے ہوئے احکام کی پوری پوری بجا آوری کرو یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے انجام و آغاز میں ہے باقی مجموعی حیثیت سے بھی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ دونوں سورتوں میں احکام شرعیہ بکثرت بیان کئے ہیں اور خود اس سورت کے اجزاء میں بھی ایک عجیب ارتباط ہے وہ یہ کہ اس کی پہلی آیت بمنزلہ متن کے ہے اور تمام سورت اس کی شرح ہے کیونکہ لفظ عقود بقول ابن عباس تمام معاملات اور احکام شرعیہ کو عام ہے اور سورت میں ان ہی کی تفصیل ہے پس اولاً اجمالی عنوان سے تمام احکام کی بجا آوری کا امر فرماتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود

اب ختم سورت پر پھر اسی کی طرف رجوع ہے۔ اور شاید تین جگہ متفرق بیان کرنے میں یہ حکمت ہو کہ اسلام سے پہلے میراث کے بارہ میں بہت ظلم ہوتا تھا پس سورت کے اول اور بیچ میں اور اخیر میں اس کے ذکر فرمانے سے سننے والوں کو معلوم ہو جاوے گا کہ اس کا بہت اہتمام کرنا مقصود ہے اور شان نزول اس کا حضرت جابر بن عبد اللہ کا استفتاء ہے کہ اس وقت صرف ان کی بہنیں وارث تھیں تو انہوں نے اپنی میراث کا حکم دریافت کیا تھا۔ یستفتونک تا حظ الانثیین

کمالہ وہ ہے جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ اولاد ہو۔

اِنْ اَمْرُؤًا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ ۙ وَلَهُ

اگر کوئی شخص مر جاوے جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کے

اُخْتُ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ

ایک (یعنی یا علاقائی) بہن ہو تو اس کو تمام ترکہ کا نصف ملے گا

یعنی بعد ادائے قرض و وصیت و خرچ تجبیز و تکفین کے آدھا ملے گا اور بقیہ اگر کوئی عصبہ ہو اس کو ملے گا ورنہ پھر اسی کو مل جائے گا۔

وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ط

اور وہ شخص اس (اپنی بہن) کا وارث ہوگا اگر (وہ بہن مر جاوے اور) اس کی اولاد نہ ہو

یعنی اگر یہ بہن مر جائے تو بھائی اس کے کل ترکہ کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد اور ماں باپ نہ ہوں۔

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشُّلُّنِ مِمَّا تَرَكَ ط

اور والدین بھی نہ ہوں) اور اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ)

تو ان کو اس کے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے

اور ایک تہائی عصبہ کو ورنہ پھر واپس ہو کر ان ہی کو مل جاوے گا۔

وَ اِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَ نِسَاءً

اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت

یعنی اگر ایسی میت کے کہ جس کے نہ اولاد ہے اور نہ والدین خواہ میت مرد ہو یا عورت ایک سے زیادہ بھائی بہن وارث ہوں۔

فَلِلَّذِيْكَرِمِثْلُ حَظِّ

تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر

وَلَا الْقَلَائِدَ

اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں

اس نشانی کے لئے کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں۔

وَلَا آمِیْنَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ یُبْتَغُوْنَ فَضْلًا

اور نہ ان لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں

مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط

اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں

بزع خود اگرچہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں

وَإِذَا احْلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ط

اور جس وقت تم احرام سے باہر آ جاؤ تو شکار کیا کرو

بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہوں۔

وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ

اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اسی سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

مسجد حرام سے روک دیا تھا

مراد کفار قریش ہیں

اَنْ تَعْتَدُوْا م

وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جائے کہ تم حد سے نکل جاؤ

یعنی احکام مذکورہ کے خلاف کر بیٹھو۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۚ وَلَا تَعَاوَنُوْا

اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور

عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ

زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو

مثلاً یہی احکام ہیں ان میں دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ترغیب دو اور اگر کوئی ان کے خلاف کرنے لگے تم اس کی اعانت مت کرو۔

یعنی جب تم ایمان لے آئے ہو تو تمہارے ایمان کا مقتضایہ ہے کہ تم نے ایمان کے ضمن میں جو عہد اللہ تعالیٰ سے کئے ہیں ان کو پورا کرو اور احکام شرعیہ کو بجا لاؤ کیونکہ ایمان لانے سے تم نے سب احکام اپنے اوپر لازم کر لئے اور التزام کا مقتضایہ ہے کہ اس کو پورا بھی کیا جائے۔

رابطہ: اوپر اجمالی اور کلی عنوان سے تمام احکام کی بجا آوری کا امر تھا آگے احکام کی جزئیات کی تفصیل ہے۔

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَہِیْمَةُ الْاَنْعَامِ

تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ انعام (یعنی اونٹ بکری گائے) کے ہوں

جن کی حلت اس سے قبل سورہ انعام میں فرمادی گئی ہے۔

اِلَّا مَا یَتْلٰی عَلَیْكُمْ

حلال کئے گئے ہیں مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے

کہ وہ باوجود بہیمۃ الانعام میں داخل ہونے کے حرام ہیں۔

غَیْرُ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حَرَمٌ ط

لیکن شکار کو حلال نہ سمجھنا جس حالت میں کہ تم احرام میں ہو

مثلاً حج و عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ①

بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں

یعنی اس کا حکم ہمیشہ مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰهِ

اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی

مثلاً یہ کہ اس میں شکار کھیلنے لگو۔

وَلَا الشَّہْرَ الْحَرَامَ

اور نہ حرمت والے مہینہ کی

بے ادبی کرو کہ اس میں کفار سے لڑنے لگو۔

وَلَا الْہٰدٰی

اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی

بے ادبی کرو کہ اس سے بری طرح پیش آؤ۔

زمانہ جاہلیت میں ان کے کھانے کی عادت تھی۔

وَمَا ذُبْحٌ عَلَى النَّصَبِ

اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے

وہ بھی حرام ہے گویا ان سے غیر اللہ کے نامزد نہ کرے کیونکہ حرمت کا مدار نیت خبیثہ پر ہے اس کا ظہور کبھی قول سے ہوتا ہے کہ زبان سے نامزد کر دے کبھی فعل سے ہوتا ہے کہ ایسے مقامات پر ذبح کرادے۔

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ

اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے

یہ بھی اس وقت ایک رسم تھی کہ شرکت میں مثلاً ایک اونٹ خرید کر ذبح کیا لیکن اس کے گوشت کو داموں کی نسبت سے تقسیم نہ کرتے تھے بلکہ دس عدد تیر اس غرض سے مقرر تھے کہ ان میں سے سات پر لکیریں کچھ بنی ہوئی تھیں بعض سادہ تھے اور اس کے متعلق کچھ اصطلاح ٹھہرا رکھی تھی کہ جس کے نام پر مثلاً سادہ تیر نکل آوے وہ محروم ہے اور جس کے نام پر لکیروں والا تیر نکل آوے تو اس اصطلاح کے موافق جس قدر اس کا حصہ ہوا اتنا گوشت اس کو دے دیا اسی طرح سب شیرکاء کے واسطے یہی عمل کرتے تھے چونکہ یہ صورت قمار کی تھی اس لئے اس کی ممانعت کی گئی قمار کی حرمت سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے اور آج کل جو چٹھی ڈالنے کی رسم ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اس لئے ناجائز ہے اور قرعہ جو شریعت میں ثابت ہے وہ اس صوت میں ہے کہ جہاں بدو قرعہ کے بھی اس پر باہم اتفاق کر لینا جائز ہو جیسے مکان تقسیم کر کے یہ جائز ہے کہ دونوں اپنی رضامندی سے ایک شریک ایک طرف کا حصہ لے لے دوسرا دوسری طرف کا لے لے تو اس میں قرعہ بھی جائز ہے۔ تنبیہ ہر چند کہ اوپر ذکر بہائم کا ہے لیکن گلا گھونٹنے ہوئے جانور وغیرہ کی حرمت بہائم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ گلا گھونٹا ہوا پرندہ بھی حرام ہے کیونکہ اس استثناء میں چوپایہ ہونے کی صفت کو دخل نہیں بلکہ یہ استثناء اس علت کی وجہ سے ہے کہ ان صورتوں میں بدو ذبح شرعی کے گلا گھونٹنے وغیرہ سے موت ہوئی ہے۔

ذَلِكُمْ فَسْقٌ طَالِیَوْمَ یَدِیْسُ الذِّیْنَ كَفَرُوا

یہ سب گناہ ہیں آج کے دن ناامید ہو گئے کافر لوگ

مِنْ دِیْنِكُمْ

تمہارے دین سے

وَاتَّقُوا اللَّهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو

کہ اس سے سب احکام کی پابندی بہل ہو جاتی ہے۔
رابطہ: اوپر الا ما یطی علیکم میں اجمالاً بعض بہائم کا استثناء فرمایا کہ وہ حلال نہیں آگے ان کی تفصیل ہے۔ حرمت علیکم المیتۃ تا ذلکم فسق

إِنَّ اللَّهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں تم پر حرام

الْبَیْتَةُ

کئے گئے ہیں مردار

جو بدو ذبح کے حلال نہ ہو سکتا ہو اور بلا ذبح شرعی مر جاوے۔

وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِزْرِ

اور خون اور خنزیر کا گوشت

اسی طرح اس کے تمام اجزاء بھی ناپاک و حرام ہیں۔

وَمَا أَهْلٌ لِّغَیْرِ اللَّهِ بِهِ

اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو

ما اهل لغیر اللہ بہ کے متعلق مسائل پارہ سیقول میں مذکور ہو چکے

ہیں ملاحظہ فرمالیا جاوے۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ

اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اپنے سے گر کر مر جاوے

وَالنَّطِیْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ قَفْ

اور جو کسی کی ٹکڑ سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو

یعنی المنخنقة سے ما اكل السبع تک جن کا ذکر ہے ان میں سے کسی کو دم نکلنے سے پہلے قاعدہ شرعیہ کے موافق ذبح کر لیا جاوے تو وہ اس حرمت سے مستثنیٰ ہے وہ حلال ہو جائے گا اور بعد ان صدمات کے دم نکلنے سے پہلے ذبح کرنے سے اس وقت حلال ہوگا جب کہ علامات سے اس کی حیات معلوم ہو جائے ان علامات کی تفصیل اور شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کرنے کی تفصیل کتب ننتہ میں ہے اور ہر چند کہ ان صدمات سے مرنے والے جانور بھی مردار میں داخل تھے مگر ان کو جدا اس لئے بیان کیا گیا کہ

کہ وہ مغلوب یا گم ہو جاوے۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ

سوان سے مت ڈرنا

کہ تمہارے دین کو وہ گم کر سکیں ہرگز نہیں۔

وَإِخْشَاؤُنَّ

اور مجھ سے ڈرتے رہنا

اور میرے احکام کی مخالفت نہ کرنا۔

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ

آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا

قوت میں بھی اور احکام و قواعد میں بھی۔

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا

دینی اور دنیوی دونوں جہت سے

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا

اب دوسرا دین تجویز نہ ہوگا۔

فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ

پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہو جاوے

اور اس وجہ سے ان حرام چیزوں کو کھالے۔

غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ

بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو

یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھائے اور نہ لذت مقصود ہو۔

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۵

تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں

کہ ایسی حالت میں اجازت دے دی۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں

یعنی کتے اور باز کے ذریعہ سے حلال جانوروں کا شکار جائز ہے یا نہیں۔

قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ

آپ فرمادیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے ہیں اور جن شکاری جانوروں کو

یعنی جو جانور از قسم شکار پہلے سے حلال ہیں وہ سب کتے اور باز کے ذریعہ سے شکار کرنے کے بعد بھی حلال رہتے ہیں یہ تو سوال کے ایک جزو کا جواب ہو گیا آگے دوسرے جزو کا جواب ہے کہ حلت کے لئے اس صورت میں چند شرطیں ہیں (ترجمہ دیکھو)

مُكَلِّبِينَ

تم تعلیم دو

جن میں کتا اور باز وغیرہ بھی آگئے۔

یعنی خاص طور پر جس کا بیان آگے آتا ہے یہ ایک شرط ہے

تُعَلِّمُونَهُنَّ

اور تم ان کو چھوڑ دو بھی

یعنی شکار پر چھوڑنا یہ دوسری شرط ہے۔

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ

اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دیا ہے

وہ طریقہ یہ ہے کہ کتے کو یہ تعلیم دی جاوے کہ شکار کو پکڑ کر کھاوے نہیں اور باز کو تعلیم دی جاوے کہ جب اس کو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آوے۔ احادیث میں یہ طریقہ مذکور ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ

تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ

یہ تیسری شرط ہے سوا اگر کتا اس شکار کو کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب وہ مالک کے کہنے میں نہیں تو اس نے شکار بھی اس کے لئے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے۔

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ

اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو

یہ چوتھی شرط ہے یعنی جب شکار پر جانور چھوڑنے لگو تو چھوڑنے کے وقت بسم اللہ کہہ کر چھوڑو

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۝

اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو

تمام کاموں میں احکام خداوندی کا خیال رکھو مثلاً شکار میں ایسے منہمک نہ ہو کہ نماز وغیرہ سے غافل ہو جاؤ یا اتنی حرص مت کرو کہ حلال ہونے کی شرطیں نہ پائی جاویں جب بھی شکار کو کھا جاؤ مسئلہ ایک پانچویں شرط امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ بھی ہے کہ وہ جانور اس شکار کو زخمی بھی کر دے قرآن میں لفظ جوارح اس کی دلیل ہے جس کا مادہ جرح ہے بمعنی زخمی کرنا۔ مسئلہ ایک طریقہ شکار کا تیر یا بہالہ وغیرہ سے ہے اس کا شکار بھی شرائط کے ساتھ حلال ہے اور بندوق کا شکار بدوں ذبح کے حلال نہیں اور یہاں ذکر صرف وحشی جانوروں کا ہے جو حلال جانور وحشی نہیں ہیں وہ بدوں ذبح کے حلال نہیں ہوتے اسی طرح اگر وحشی شکار پکڑنے کے بعد ذبح کی مہلت ملی وہ بھی بدوں ذبح کے حلال نہیں ہے باقی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں آج تمہارے لئے حلال چیزیں

الطَّيِّبَاتُ ۝

حلال رکھی گئیں۔

رابطہ: اوپر شکاری جانوروں کے شکار کا حلال ہونا مذکور تھا آگے اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کا حکم فرماتے ہیں اور ساتھ میں ایک دوسرا حکم بھی اہل کتاب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ کتابیہ عورت سے مسلمان کا نکاح درست ہے الیوم احل لکم قامن الخسرين یعنی جو چیزیں پہلے سے حلال کر دی گئی ہیں وہ ہمیشہ کے لئے حلال رہیں گی کبھی منسوخ نہ ہوں گی۔

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ ۝

اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے

کتابی کا ذبیحہ حلال ہے دو شرط سے ایک یہ کہ اصلی کتابی ہو یعنی مرتد نہ ہو وہاں اگر کوئی غیر مسلم ہندو وغیرہ نصرانی ہو جائے تو اس کا حکم نصرانی کے مثل ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لے ورنہ حرام ہو جائے گا۔ (در مختار) اور یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر نصاریٰ برائے نام عیسائی ہیں ایسوں کا حکم نصاریٰ کا سا نہیں اور یہی تقریر نکاح کے بارے میں بھی سمجھو او یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب

اہل کتاب کا ذبیحہ تک درست ہے اور ذبیحہ کے سوا اور کھانے دوسرے کفار کے بھی جائز ہیں تو کفار کے ساتھ مل کر کھانے پینے سے کیوں منع کیا جاتا ہے سو اس کی وجہ دوسرے مفسد کا پیدا ہو جانا ہے۔

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ

اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے

الْبُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

اور پار ساعورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پار ساعورتیں ان لوگوں میں سے بھی

الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ

جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں جبکہ تم ان کو ان کا معاوضہ دے دو

مُحْصِنِينَ

اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ

یعنی نکاح میں لاؤ۔

غَيْرَ مُسْفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۝

نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو

ان احکام شرعیہ پر ایمان لانا فرض ہے اور جو شخص ایمان (لانے کی چیزوں) کے ساتھ کفر کرے گا۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ

اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا

مثلاً حلال قطعی کی حلت اور حرام قطعی کی حرمت سے انکار کرے۔

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

تو اس شخص کا عمل غارت ہو جاوے گا اور وہ شخص آخرت میں

الْخَسِرِينَ ۝

بالکل زیاں کار ہوگا

تو بس حلال کو حلال سمجھو اور حرام کو حرام سمجھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ

اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو

یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔

إِلَى الصَّلَاةِ فَأَغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

تو اپنے چہروں کو دھوؤ

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت

وضو میں یہ چار چیزیں فرض ہیں باقی اور مسنون و مستحب ہیں جن کی تفصیل فقہ میں ہے۔ رابطہ: اوپر فرضیت وضو کا بیان تھا آگے فرضیت غسل کا بیان ہے۔ و ان کنتم جنباً فاطهروا

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى

اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت

الْكَعْبَيْنِ ۖ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْهَرُوا ۚ ط

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو

یعنی نماز سے پہلے اور اس کے مسائل بھی کتب فقہ میں ہیں

رابطہ: وضو اور غسل کا ذکر ہو چکا آگے تیمم کا بیان ہے۔ و ان کنتم

مرضى تا ايديكم منه

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو

اور پانی نہیں ملتا جیسا کہ آگے آتا ہے یہ تو عذر کی حالت ہوئی اور اگر عذر سفر و مرض کا نہ بھی ہو بلکہ ویسے ہی وضو یا غسل ٹوٹ جائے اس کا حکم آگے آتا ہے یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو

أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ

یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو

یعنی پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہوا ہو جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ

یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو

جس سے غسل ٹوٹ گیا ہو۔

فَلَمْ تَجِدُوا

پھر تم کو پانی نہ ملے

یعنی ان سب صورتوں میں پانی کے استعمال کا موقع نہ ملے خواہ بوجہ ضرر کے یا پانی نہ ملنے کے

مَاءً فَتَيَسَّسُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں

بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ ط

اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین میں سے

اس کی تفسیر اور مسائل سورہ نساء میں گزر چکے ہیں یہاں دوبارہ شاید اس لئے ذکر فرما دیا ہو کہ طہارت کی سب اقسام وضو و غسل و تیمم ایک جگہ جمع ہو جاویں تاکہ آئندہ جو احسان ظاہر کیا جاتا ہے اس کی قدر ہو کیونکہ منت بقدر نعمت ہوتی ہے۔ رابطہ: اوپر طہارت کے احکام مذکور ہیں جن میں بندوں کی مصلحت و سہولت کی رعایت کی گئی ہے آگے اس پر منت ظاہر فرماتے ہیں اور شکر کی تحریک دیتے ہیں۔ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مَشَقَّةً

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مَشَقَّةً

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں

یعنی ان احکام کے مقرر کرنے سے منظور یہ ہے کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے چنانچہ ان احکام مذکورہ میں خصوصاً اور تمام احکام شرعیہ میں عموماً سہولت و مصلحت کی رعایت ظاہر ہے اور تنگی نہ ہونے کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ کوئی حکم نازل نہ ہوتا۔ (ترجمہ دیکھو)

وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے

اس لئے طہارت کے قواعد اور طریقے مقرر کئے بدن کی طہارت تو خاص ان ہی احکام وضو و غسل وغیرہ سے ہوتی ہے اور قلوب کی طہارت تمام طاعات میں غام ہے پس اگر یہ احکام نہ ہوتے تو کوئی سی طہارت حاصل نہ ہو سکتی اس لئے یہ صورت اختیار نہیں کی گئی کہ احکام ہی نازل نہ ہوتے کیونکہ اس میں بندوں کا ضرر تھا وہ طہارت ظاہری و باطنی سے محروم رہتے بلکہ یہ صورت اختیار کی کہ احکام نازل فرمائے اور ان میں سہولت کی بہت رعایت فرمائی۔

خاص سے ہے آگے ایسا حکم مذکور ہوتا ہے جس میں غیروں سے بھی تعلق ہے چنانچہ شہادت و عدل کا تعلق غیر سے ظاہر ہے پس عبادات و معاملات دونوں جمع کر دیئے گئے یا یہاں الذین امنوا تا ہما تعملون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے

لِلَّهِ شُهَدَاءُ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو

شَنَّانُ قَوْمٍ عَلَىٰ لَا تَعْدِلُوا إِيْدِلُوا قَفْ

اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ

هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

یعنی عدل کرنے سے آدمی متقی کہلاتا ہے اور تقویٰ اختیار کرنا تم پر فرض ہے چنانچہ حکم ہوتا ہے۔ (ترجمہ دیکھو)

وَاتَّقُوا اللَّهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

یہی تقویٰ کی حقیقت ہے پس عدل بھی جس پر تقویٰ موقوف ہے فرض ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے

ایسی ہی آیت و انھننت کے ختم پر بھی آچکی ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ بے انصافی کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو ایک فریق کی رعایت یا کسی فریق کی عداوت وہاں پہلا سبب مذکور ہے یہاں دوسرا سبب چنانچہ آیتوں کے الفاظ میں غور کرنے سے واضح ہے بس اس فرق کے بعد تکرار نہ رہا۔

رابطہ: اوپر احکام مذکور تھے۔ آگے بجالانے والوں کے لئے وعدہ اور خلاف کرنے والوں کو وعید سناتے ہیں۔ وعد اللہ الذین تا اصحاب الجحیم

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ

وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے

وَلِيَّتَمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ

اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرمائے

اس لئے احکام کی تکمیل فرمائی تاکہ ہر حال میں طہارت بدنی و قلبی حاصل کر سکو۔ جس کا ثمرہ رضا و قرب ہے جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

تاکہ تم شکر ادا کرو

ہماری اس عنایت کا اور شکر میں بجا آوری احکام بھی داخل ہے۔ رابطہ: اوپر متعدد احکام کا شروع ہونا اور ان کا نعمت ہونا مذکور تھا آگے ان کی بجا آوری کی تاکید چند طریقوں سے فرماتے ہیں نعمت کی یاد دہانی مخاطبین کو ان کا عہد یاد دلانا مخالفت سے ڈرانا واذکرو انعمۃ اللہ تا بذات الصدور

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو

جس میں بڑا انعام یہ ہے کہ تمہاری فلاح کے طریقے تمہارے لئے شروع کر دیئے۔

وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ

اور اس کے اس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے

قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا

کیونکہ اسلام لانے کے وقت ہر شخص اسی مضمون کا عہد کرتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی

الصُّدُورِ

پوری خبر رکھتے ہیں

اس لئے جو کام کرو اس میں اخلاص و اعتقاد بھی ہونا چاہئے صرف منافقانہ بجا آوری کافی نہیں مطلب یہ کہ ان احکام میں اول تو تمہارا ہی نفع ہے پھر تم نے اپنے سر بھی رکھ لیا ہے پھر مخالفت میں ضرر کا خوف ہے ان وجوہ سے بجا آوری ضروری ہوئی اور وہ بھی دل سے ہونی چاہئے ورنہ کالعدم ہے۔ رابطہ: یہاں تک وہ احکام مذکور ہوئے ہیں جن کا تعلق ہر شخص کی ذات

جس نے پہلے تمہارے سب کام بنائے ہیں آئندہ بھی آخرت تک اسی سے امید رکھو اتقوا اللہ میں خوف دلایا اور توکل کا حکم دے کر امید دلائی اور بجا آوری احکام کا مدار اسی بیم ورجا پر ہے۔ شروع سورت سے یہاں تک اکثر آیتوں میں ڈرنے کا حکم فرمایا ہے ایک جگہ لفظ خشیت سے باقی جگہ لفظ تقویٰ سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کو احکام بجالانے میں زیادہ دخل ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا

اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کئے

رابطہ: اوپر آیت واذکروا نعمۃ اللہ علیکم و میثاقہ میں صراحت اور مابعد کی آیتوں میں دلالت معاہدہ خداوندی کے ایفاء اور احکام شرعیہ کے جو اس معاہدہ میں داخل ہیں بجالانے کا حکم فرمایا ہے آگے زیادہ اہتمام کے لئے بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے اور نقض عہد سے جو ان کو وبال پہنچا اس کی حکایت فرماتے ہیں تاکہ اطاعت کی رغبت اور معصیت سے خوف زیادہ ہو۔ ولقد اخذ اللہ منہم عہدًا

ان کے قبائل کے عدد کے موافق تاکہ ہر قبیلہ پر ایک ایک سردار رہے جو اپنے ماتحتوں کو ہمیشہ ایقائے عہد کی تاکید کرتا رہے اور عہد کا مضمون آتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں

یہ بات مزید تاکید عہد کے لئے فرمائی کہ تمہارے سب بھلے برے کی مجھے خبر رہے گی غرض عہد لیا اور اس کی تاکید و تاکید فرمائی۔ آگے اس عہد کا خلاصہ مضمون بیان فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ

اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا

الرَّكُوعَ وَأَمْنَتُمْ

کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر

جو آئندہ بھی نئے نئے آتے رہیں گے چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی بہت انبیاء ہونے والے تھے اس لئے امتہ برسلٰی خصوصیت کے ساتھ عہد میں ذکر کیا گیا۔

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا

أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں

اس آیت میں پوری مخالفت کرنے والوں کا حال ہے اور جو تھوڑا خلاف کرنے والے ہیں یعنی ایماندار ہیں مگر عمل اچھے نہیں ان کا حال دوسری نصوص میں ہے۔ رابطہ: اوپر تین چار آیتوں میں احکام شرعیہ کا نعمت ہونا بیان کر کے بجا آوری کے لئے اس نعمت کی یاد دہانی فرمائی تھی جو کہ دینی نعمت تھی آگے ایک دنیوی نعمت کی یاد دہانی فرماتے ہیں اس سے بھی مقصود وہی بجا آوری احکام کی تاکید ہے کیونکہ نعمت کا خیال کرنا منعم کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا کل المومنون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَتَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے انعام کو

اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا

یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ

إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ

تم پر دست درازی کریں

اس طرح کہ تمہارا خاتمہ ہی کر دیں۔

فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ

سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا

یعنی جیسا وہ چاہتے تھے اس قدر قابو نہ دیا گو کچھ کچھ مضرتیں پہنچ جاتی تھیں اور آخر میں مسلمانوں کو غالب کر دیا پس اس نعمت کو یاد کرو۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

احکام کو بجالاؤ کہ اس نعمت کا شکر یہی ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہئے

طرح کے عذابوں میں جیسے مسخ اور ذلت وغیرہ گرفتار ہوئے پس عنایات و الطاف الہی سے یہ دوری اسی وجہ سے ہوئی اور لعنت کی حقیقت یہی ہے۔

وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً

ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا

یہ بھی اسی لعنت کے آثار میں سے ہے کہ حق بات کا ان پر اثر ہی نہیں ہوتا۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ

وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں

یہ سخت دلی کے آثار میں سے ہے کہ ان کے علماء توریت کے الفاظ و مطالب میں تحریف لفظی یا تحریف معنوی کرتے ہیں

وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ

اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے

یعنی تحریف کا اثر یہ ہوا کہ ایک بہت بڑے نفع سے جو ان کو توریت پر عمل کرنے سے نصیب ہوتا کھو بیٹھے کیونکہ ان کی اس تحریف کی زیادہ مشق ان مضامین پر تھی جو تصدیق رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھے تو حضور پر ایمان لانے سے محروم رہے اور ظاہر ہے کہ ایمان سے زیادہ بڑا نفع کیا ہوگا غرض نقض عہد پر لعنت ہوئی اور لعنت سے قساوت قلبی وغیرہ پیدا ہوئی اور قساوت پر تحریف مرتب ہوئی اور تحریف پر یہ اثر مرتب ہوا کہ بڑے فائدہ سے محروم رہ گئے پھر یہ بھی نہیں کہ جتنا کر چکے اسی پر بس کریں بلکہ دن بدن ان کی شرارت ترقی پر ہے۔ (ترجمہ دیکھو)

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ

اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی ہے

یعنی ہمیشہ دین کے بارہ میں نئی نئی خیانتیں کرتے رہتے ہیں مثلاً ایک بار رجم کا حکم جو تورات میں موجود تھا چھپا لیا ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر تورات کا ایک مضمون غلط بیان کر دیا اور اونٹ وغیرہ کی حرمت قدیم ہونے کا ایک بار غلط دعویٰ کیا اور ان کی تمام وہ غلط بیانات جو قرآن مجید میں جا بجا مع ان کی تردید و ابطال کے مذکور ہیں اس میں داخل ہیں جیسے وہ کہا کرتے تھے کہ ہم کو چند دن سے زیادہ دوزخ کی آگ نہ چھو سکے گی اور جنت میں یہود کے سوا کوئی نہ جائے گا اور کہتے تھے کہ ہم اللہ کی اولاد اور محبوب ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ

ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے

ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں

وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے

یعنی علاوہ زکوٰۃ کے اور مصارف خیر میں بھی اخلاص کے ساتھ صرف کرتے رہو گے خیرات میں صرف کرنے کو مجازاً قرض اس لئے فرمادیا کہ جس طرح قرض لازم الاداء ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور دیں گے۔

لَا تُكْفِرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا ادْخِلَنَّكُمْ

تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ

داخل کر دوں گا جن کے نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی

یعنی اس عہد و پیمان لینے کے بعد بھی۔

كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

کفر کرے گا تو وہ بیشک راہ راست سے

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۲

دور جا پڑا

اور یہاں اس شخص کا حال بیان نہیں فرمایا جو کفر نہ کرے اور اعمال کی پوری پابندی بھی نہ کرے اور قرآن مجید کا یہی طرز ہے کہ زیادہ ذکر پوری اطاعت کرنے والوں اور پوری مخالفت کرنے والوں کا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بین بین کا حال طرفین کے حال سے عقلاء کو خود قیاس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جو بیچ بیچ میں ہے اس کی نہ جزا ایسی ہوگی نہ سزا ایسی ہوگی پھر حدیثوں سے پوری تفصیل معلوم ہوگئی رابطہ: اوپر بنی اسرائیل کے عہد کا بیان تھا آگے ان کے نقض عہد اور اس کے وبال کا بیان ہے۔ فیما نقضهم میثاقهم تا یحب المحسنین

فِيمَا نَقَضْتُمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ

تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا

یعنی بنی اسرائیل نے عہد مذکور کو توڑ ڈالا اور توڑنے کے بعد طرح

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ

بجز ان میں کے معدودے چند شخصوں کے

جو کہ مسلمان ہو گئے تھے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط

سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔

یعنی بلا ضرورت شرعی۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے

اور بلا ضرورت فضیحت نہ کرنا بھی خوش معاملگی ہے۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں

أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا

ہم نے ان سے بھی ان کا عہد لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس

ذِكْرُوا بِهِ ص

میں سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے

یعنی ایک بڑا نفع جو عمل کی بدولت ان کو حاصل ہوتا

فَاغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ

تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ط

وعداوت ڈال دیا

کہ خود ان کے باطل مذہب کے بھی ان میں اختلاف ڈال کر کٹڑے کر دیئے۔ رابطہ: اوپر یہود و نصاریٰ کا الگ الگ ذکر تھا آگے دونوں کو جمع کر کے نصیحت کا خطاب فرماتے ہیں۔ یا اہل الکتاب قد جاءکم تا صراط مستقیم

وَسَوْفَ يَنْبِئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا

اور ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا

يَصْنَعُونَ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

جتلا دیں گے اے اہل کتاب!

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں۔ کتاب میں سے جن امور کا تم

كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تَخْفَوْنَ

اخفاء کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے

مِنَ الْكِتَابِ

صاف صاف کھول دیتے ہیں

یعنی آپ کے علم کی یہ شان ہے کہ باوجود ظاہر تحصیل علوم نہ فرمانے کے محض وحی سے مطلع ہو کر تمہاری بہت سی علمی باتوں کو جن کو تم چھپاتے ہو ظاہر کر دیتے ہیں جب کہ ان کے اظہار میں کوئی شرعی مصلحت بھی ہوتی ہے

وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ط

اور بہت سے امور کو واگذاشت کر دیتے ہیں

یعنی آپ کی خوش اخلاقی کی یہ حالت ہے کہ جن امور کا تم اخفاء کرتے ہو اگر ان کے ظاہر کرنے میں کوئی شرعی مصلحت نہیں ہوتی صرف تمہاری تفسیح اور رسوائی ہی ہو تو باوجود اطلاع کے ان کو ظاہر نہیں فرماتے اور ظاہر ہے کہ ایسا علم نبوت کی دلیل ہے اور ایسی خوش اخلاقی جو لطافت قوت عملیہ کا شعبہ ہے اس دلیل کی موکد ہے غرض تمہاری دینی خیانتوں ہی کے متعلق جو آپ کا برتاؤ ہے وہی نبوت کی دلیل کافی ہے پھر ضرورت تصدیق کرنا چاہئے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللَّهِ نُورٌ

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے

وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝

اور ایک کتاب واضح

یعنی قرآن مجید جو علاوہ نبوت کی دلیل ہونے کے خود ان ذاتی اوصاف سے موصوف ہے جو آگے مذکور ہیں (ترجمہ دیکھو)

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ

کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو

رِضْوَانُهُ سُبُلَ السَّلَامِ

رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں

یعنی جنت میں جانے کے طریقے کہ خاص عقائد و اعمال میں تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ پوری سلامتی روح اور بدن کی جنت ہی میں جا کر نصیب ہوگی اور سلامتی کے راستے قرآن مجید کے ذریعہ سے بتلانا سب کے لئے عام ہے مگر یہاں طالبانِ رضائے حق کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ اس سے متفع وہی لوگ ہوتے ہیں۔

وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی

بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ

طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ

مُسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ

راست پر قائم رکھتے ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہیں

یعنی دونوں میں اتحاد کے قائل ہیں وجہ کفر کی ظاہر ہے کہ توحید کا انکار صریح ہے۔

قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

آپ یوں پوچھئے گا اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو

بظاہر حضرت مریم کی ذکر کی اس جگہ دو وجہ ہو سکتی ہیں یا تو عیسیٰ کی کمزوری کی تاکید ہے کہ وہ نہ اپنے کو بچا سکتے ہیں نہ اپنی ماں کو جن کی ہر طرح خدمت اور حفاظت کرتے تھے اور ماں کی حمایت طبعی امر بھی ہے دوسری یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ بعض ان کو بھی تین خداؤں میں کا ایک مانتے تھے ان کا ذکر بڑھانے سے ان کے قول کی بھی نفی ہو گئی رہا یہ کہ حضرت مریم کی موت تو واقع ہو چکی پھر اس کے فرض کر لینے کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ اس سے مضمون کو موکد کرنا مقصود ہے کہ جن چیزوں کی ہلاکت فرض کی گئی ہے جب ان میں سے ایک کی ہلاکت کا واقع ہو چکنا معلوم ہوگا تو سننے والے سمجھ جائیں گے کہ جیسے اس پر موت مسلط کر چکے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بقایا پر بھی موت مسلط کر سکتے ہیں۔

إِنْ أَرَادَ أَنْ

اور بلکہ جتنے زمین میں (آباد) ہیں

سب اہل زمین کے ذکر کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے عجز کی اور تاکید ہو جائے کہ وہ اور تمام عالم عاجز ہونے میں برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں دوسرے یہ کہ تمام عالم جن میں باطل معبود وغیرہ سب داخل ہیں سب عاجز ہیں۔

يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ

ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے

یعنی اس کو تم بھی مانتے ہو کہ ایسا کوئی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ خدا وہ ہو سکتا ہے جس پر دوسرے کی قدرت کا تعلق نہ ہو پھر اس کا فناء اور ہلاکت کیساتھ موصوف ہونا محال ہو اور عیسیٰ علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کو قدرت ہے وہ ان کو فنا و ہلاک کر سکتے ہیں پس مسیح کی خدائی باطل ہے یہ تو ان کی شان ہے اب خدا کی شان دیکھو آگے ترجمہ

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر

بَيْنَهُمَا ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ

اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں ان پر اور جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں

یہ اس لئے بڑھا دیا کہ نصاریٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے سے ان کے خدا ہونے کا شبہ ہوا تھا بتلادیا کہ خدا تعالیٰ جس چیز کو جس طرح چاہیں پیدا کر دیں ان کو سب قدرت ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے سے یا مردوں کے زندہ کرنے اور پرندہ مٹی سے بنا کر زندہ کر دینے سے ان کی خدائی کا شبہ نہ کرنا چاہئے یہ سب صورتیں خدا ہی کے پیدا کرنے کی ہیں وہی پیدا کرتا ہے عیسیٰ علیہ السلام صرف واسطہ تھے۔

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے

اور یہ صفات کمال خدائی کے خواص میں سے ہیں پس حق تعالیٰ کی خدائی ثابت ہے اور مسیح علیہ السلام کی خدائی پہلے ہی باطل ہو چکی تھی اس مجموعہ

سے توحید ثابت ہوگئی رابطہ: اوپر یہود و نصاریٰ کے بعض قبائح الگ الگ مذکور تھے آگے ایک اور قباحت ذکر فرماتے ہیں جو دونوں گروہ میں مشترک تھی یعنی دونوں فریق باوجود کفر و معصیت کے اپنے مقرب و مقبول عند اللہ ہونے کے مدعی تھے۔ اس کا ابطال فرماتے ہیں و قالت الیہود تا الیہ المصیر

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصْرَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ

اور یہود اور نصاریٰ (دونوں فریق) دعویٰ کرتے ہیں کہ

اللہ وَأَحِبَّاءُ

ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں

یعنی مثل اولاد اور معشوقوں کے مقبول ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو بوجہ اس کے کہ ہم انبیاء کی اولاد اور ان کی خاص جماعت ہیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے گو وہ ہمارے ہی مذہب کے کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ زیادہ خصوصیت ہے کہ ہم سے باوجود نافرمانی کے دوسروں کے برابر ناخوش نہیں ہوتے جیسے باپ کو اولاد کی نافرمانی پر دوسروں کے برابر غصہ نہیں آتا اللہ تعالیٰ اس کا رد فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (آگے ترجمہ)

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ

آپ یہ پوچھئے کہ اچھا تو پھر تم کو تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیں گے

جس کے تم بھی قائل ہو یہود کا قول تھا لن تمسنا النار الا اياما معدودة اور حضرت مسیح کا ارشاد اس آیت میں منقول ہے وقال المسيح يا بني اسرائيل انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة و ماواه النار کہ جو کوئی شرک کرے گا خدا نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے یہ قول نصاریٰ بھی تسلیم کرتے ہیں غرض یہ کہ اگر تم اولاد اور محبوب ہو تو پھر دونوں فرقوں کو عذاب کیوں ہوگا کیونکہ باپ بیٹے کو اور عاشق معشوق کو عذاب نہیں کیا کرتا اور آخرت میں یہ احتمال ہی نہیں کہ تادیب کے لئے سزا دی جائے کیونکہ تادیب کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پھر ایسا نہ کرے۔ آخرت میں پھر کرنے کا احتمال نہیں پس تادیب کی کیا گنجائش ہے تو وہاں جو سزا ہوگی لامحالہ تعذیب ہی ہے جس سے جرم پر تکلیف پہنچانا ہی مقصود ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا یہ دعویٰ محض یہود ہے کہ تم کو دوسروں کی نسبت کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں۔

بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ

بلکہ تم بھی مجملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو

جیسے اور ہیں

يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گے بخشے گے اور جس کو چاہے گے سزا دیں گے

اور آسمانی کتابوں سے مغفرت کے لئے ایمان کا شرط ہونا ثابت ہے اور تم صاحب ایمان نہیں ہو تو ہمیشہ معذب رہو گے۔

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی

اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی

تو ان کو عذاب دینے سے کون روک سکتا ہے۔

وَالِیْهِ الْمَصِیْرُ ۝۱۸

اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے

کسی سفارش وغیرہ کی کوئی پناہ بھی نہیں جو بچ سکیں۔

يٰۤأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا یُبَیِّنُ

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آ پہنچے جو کہ تم کو (احکام) صاف

لَكُمْ عَلٰی فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ

صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ (مدت سے) موقوف تھا

اور پہلی شریعتیں سب گم ہو چکی تھیں۔

اَنْ تَقُولُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ

تاکہ تم قیامت میں یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر

وَلَا نَذِیْرٌ

اور نذیر نہیں آیا

کہ وہ ہم کو ہدایت کرتا ہے

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ

سو تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ چکے ہیں

اب عذر کی گنجائش نہیں

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱۹

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

جس کو اور جب چاہیں پیغمبر بنا کر بھیج دیں

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا

یہ مضمون اول ترغیب جہاد کی تمہید کے طور پر فرمایا

يَقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ

کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو کہ تم پر ہوا ہے یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ

فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ

نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے

جیسے حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ حضرت موسیٰؑ وغیرہم

وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا

اور تم کو صاحب ملک بنایا

چنانچہ فرعون کے ملک پر ابھی قابض ہو چکے تھے۔

وَآتَكُمْ مَّا لَمْ يُوْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝۲۰

اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں

جیسے دریا میں راستہ دینا دشمن کو عجیب طور پر غرق کر دینا وغیرہ

يَقَوْمِ

اے میری قوم

ان نعمتوں اور احسانات کا مقتضی یہ ہے کہ تم کو جو اس جہاد کے متعلق حکم خداوندی ہوا ہے اس پر آمادہ رہو۔

ادْخُلُوا الْاَرْضَ

اس تبرک ملک میں داخل ہو

یعنی جہاد کر کے عمالقہ کے قبضہ سے جو وہاں حکمران ہیں نکال لو۔

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ

کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھ دیا ہے

اس لئے قصد کرتے ہی فتح نصیب ہوگی یہ شبہ نہ ہو کہ ان لوگوں کو تو وہ

ملک نہیں ملا تو اس سے وعدہ خداوندی کا خلاف ہونا لازم آتا ہے جواب یہ

ہے کہ اس کے مخاطب اگر خاص وہی لوگ لئے جائیں تو یہ وعدہ جہاد کی

شرط کے ساتھ تھا جب شرط نہ پائی گئی وعدہ بھی پورا نہ ہوا اور اگر مخاطب قوم کو کہا جائے تو ان کی اولاد بھی قوم میں داخل ہے ان کو وہ ملک عنایت ہو گیا پس خلاف وعدہ کسی صورت میں لازم نہیں۔

وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا

اور پیچھے واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے

خَسِرْتُمْ ۝۲۱

میں پڑ جاؤ گے

دنیا میں تو یہ خسارہ کہ تو سب ملک سے محروم رہو گے اور آخرت میں یہ کہ ترک جہاد سے گنہگار ہو گے۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبّٰرِيْنَ ۝۲۲

کہنے لگے کہ اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں

وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوا مِنْهَا ۝۲۳

اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائیں

فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دٰخِلُونَ ۝۲۴

ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جائیں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں کہا ان

رَجُلَيْنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا اَدْخَلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۝۲۵

تھا کہ تم ان پر دروازہ تک تو چلو

فَإِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَإِنَّكُمْ غٰلِبُونَ ۝۲۶

سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اسی وقت غالب آ جاؤ گے۔

مطلب یہ کہ جلدی فتح ہو جائے گا خواہ تو رعب سے بھاگ جائیں یا

تھوڑا یہ مقابلہ کرنا پڑے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فِتْوٰكُمُ وَإِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۷

اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو

یعنی ان کی تنومندی پر نظر مت کرو مگر ان لوگوں پر کسی کی فہمائش کا

اصلاً اثر نہ ہوا ان دو بزرگوں کو تو انہوں نے قابل خطاب بھی نہ سمجھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے نہایت گستاخی کے ساتھ گفتگو کی۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا

کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ

دَامُوا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا

وہاں موجود ہیں (اگر ایسا ہی لڑنا ضروری ہے) تو آپ اور آپ کے اللہ میاں

اِنَّا هُمْ نَقْعِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

چلے جائیں اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں

بنی اسرائیل کے اس قول میں اگر تاویل نہ کی جائے تو کفر ہے اور اگر اس تاویل سے کہا ہو کہ آپ لڑیے اور حق تعالیٰ آپ کی مدد کریں اور مجازاً مدد کرنے کو خدا کا جانا اور لڑنا کہہ دیا تو کفر نہیں البتہ معصیت ظاہر ہے کہ مخالفت حکم کی کی گئی اور ہر حال میں غالباً ان سے توبہ بھی کرائی گئی ہوگی گو مذکور نہیں باقی اس شریعت کے قواعد و احکام کا پورا احاطہ نہیں کہ اس کے موافق کیا حکم ہوگا۔

قَالَ

موسیٰ دعا کرنے لگے

اپنی قوم کے اس جواب کو سن کر نہایت زچ اور پریشان ہوئے اور تنگ آ کر کہنے لگے (ترجمہ دیکھو)

رَبِّ اِنِّیْ

کہ اے میرے پروردگار

میں کیا کروں ان پر کچھ بس نہیں چلتا ہاں (ترجمہ دیکھو)

لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَآخِیْ

میں اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر البتہ (پورا) اختیار رکھتا ہوں

موسیٰ علیہ السلام نے صرف اپنے کو اور اپنے بھائی کو دعاء میں مستثنیٰ فرمایا حالانکہ وہ دو بزرگ بھی جو عہد پر قائم رہے تھے آپ کے پورے مطیع تھے ان کو مستثنیٰ نہ فرمایا اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ کلام تنگ دلی میں آپ نے فرمایا اور ایسے وقت اکثر الفاظ تنگ اور مختصر ہوتے ہیں یا یہ کہ ہارون علیہ السلام توبہ نہ کی ہونے کے پورا بھر دوسہ تھا کیونکہ نبی کے لئے عصمت ضروری ہے اور ان دو صاحبوں پر بوجہ معصوم نہ ہونے کے اس قدر وثوق نہ تھا اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا۔

فَاَفْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾

سو آپ ہم دونوں کے اور اس بے حکم قوم کے درمیان (مناسب) فیصلہ فرمادیجئے

یعنی جس کی حالت کا جو مقصی ہو ہر ایک کے لئے تجویز فرمادیجئے

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ

ارشاد ہوا (بہتر) تو یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا

اور گھر جانا بھی نصیب نہ ہوگا راستہ ہی نہ ملے گا ۱۲

یَتَّيْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ط

یوں ہی زمین میں سرمارتے پھرتے رہیں گے

بعض لوگوں کو یہ بات قیاس سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ دن میں سورج رات کو ستارے زمین پر درخت اور پہاڑ ان نشانوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ اس جنگل سے نکلنے کی راہ نہ پاسکے جواب یہ ہے کہ علامات جب کام دیتی ہیں جب حواس درست ہوں سو اگر قہر خداوندی سے ان کے حواس ہی خبط ہو گئے ہوں تو کیا محل تعجب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ فیصلہ سنا جس کا گمان نہ تھا کہ کوئی معمولی تنبیہ ہو جائے گی تو طبعاً مغموں ہونے لگے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ جب ان سرکشوں کے لئے ہم نے یہ تجویز کیا تو یہی مناسب ہے

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾

سو آپ اس بے حکم قوم (کی اس حالت زار) پر (ذرا) غم نہ کیجئے

چنانچہ چالیس برس تک اسی ایک محدود حصہ زمین میں حیران و پریشان پھرا کئے حتیٰ کہ سب وہیں ختم ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے کچھ پہلے ہارون علیہ السلام بھی اسی وادی تہ میں انتقال فرما گئے اس مدت میں جو اولاد ان لوگوں کی پیدا ہوئی تھی ان کو رہائی حاصل ہوئی اور حضرت یوشع جن کا ذکر اوپر آچکا ہے پیغمبر ہوئے ان کی معرفت بنی اسرائیل کی اسی نئی نسل کو ملک شام کے فتح کرنے کا حکم ہوا چنانچہ سب نے ان کی ہمراہ جہاد کیا اور جانتا چاہئے کہ بنی اسرائیل کا اس میدان میں رہنا تو بطور سزا کے تھا اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رہنا بطور سزا کے نہ تھا بلکہ ان حضرات کا وہاں تشریف رکھنا قوم کی اصلاح و ہدایت کے لئے تھا جو ان کا منصبی کام اور عین سرمایہ راحت تھا جیسے دوزخ کے اندر دوزخیوں کا ہونا اور طور پر ہے اور ملائکہ عذاب کا ہونا اور طرح ہے اصل عقوبت دل کی تنگی اور پریشانی تھی یہ بنی اسرائیل ہی کو تھی دونوں حضرات انبیاء اس سے محفوظ تھے۔ ربط: اوپر بنی اسرائیل کا یہ قول نقل فرمایا تھا نحن ابناء اللہ و احباء ہ کہ ہم اللہ کی اولاد اور

لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَىٰ يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي مَا

اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا

أَنَا بِبَاسِطِ يَدَيَّ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ

تو بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۸﴾

نہیں کیونکہ میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں

یعنی باوجودیکہ بظاہر تیرے قتل کا مجھ کو حق ہے کیونکہ تو میرے قتل کے درپے ہے مگر میں صریح حکم نہ ہونے کی وجہ سے احتیاط کرتا اور خدا سے ڈرتا ہوں۔

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ

میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے

کیونکہ مظلوم کے گناہ ظالم کے سر ڈالے جاتے ہیں۔

فَتَكُونَنَّ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ

پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے

کہ عذاب دارین کا مستوجب ہو گیا۔

وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ

اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی سو اس کے جی نے اس کو اپنے بھائی

نَفْسُهُ قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ

کے قتل پر آمادہ کر دیا پھر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے بڑے نقصان اٹھانے

الْخَسِرِينَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ

والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھجا کہ وہ (چونچ اور بچوں

فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِثُ سَوْءَةً

سے) زمین کو کھودتا تھا تا کہ وہ اس کو تعلیم کر دے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس

أَخِيهِ ۖ قَالَ يُوَيْلَتِي أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ

طریقہ سے چھپائے کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا

اس کے محبوب ہیں جس کا منشاء یہ تھا کہ وہ انبیاء کی اولاد ہونے کی وجہ سے فخر کرتے تھے حق تعالیٰ اس گھمنڈ کے توڑنے کے لئے آگے ہاتھ بٹیل و قاتیل کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ دونوں آدم علیہ السلام کے صلیبی بیٹے ہونے میں ان لوگوں سے بڑھ کر تھے مگر ان میں بھی وہی مقبول ہوا جو حکم الہی کا مطیع رہا یعنی ہاتھ بٹیل اور دوسرے نے عدول حکمی کی مردود ہو گیا اور آدم کا بیٹا ہونا کچھ کام نہ آیا خلاصہ قصہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے جولوڑ کا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوتی تھی اور ایک لڑکا دوسرے لڑکی سے اور دوسرے لڑکا پہلے لڑکی سے بیاہ دیا جاتا تھا اس وقت بوجہ ضرورت بطون کا اختلاف بمنزلہ اختلاف نسب کے قرار دیا گیا تھا اسی سلسلہ میں دولڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہاتھ بٹیل رکھا اور دوسرے کا قاتیل اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی اور حسب قاعدہ ہاتھ بٹیل کا نکاح قاتیل کی بہن سے اور قاتیل کا ہاتھ بٹیل کی بہن سے تجویز ہوا قاتیل کی بہن زیادہ حسین تھی وہ اپنی بہن کا خواستگار ہوا حضرت آدم نے سمجھایا مگر اس نے نہ مانا آخر کار آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں اللہ کے نام کی نیاز کرو جس کی نیاز قبول ہو جائے گی وہ لڑکی اس کو دی جائے گی غرض ہاتھ بٹیل کی نیاز مقبول ہوئی کہ اس کو ایک آگ آسمان سے آ کر کھا گئی قاتیل ہار کر اس کی جان کا دشمن ہوا اور موقع پا کر اس کو مار ڈالا

وَائْتِلْ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَىٰ آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ

اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں (ہاتھ بٹیل و قاتیل) کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے

تا کہ ان کو اولاد انبیاء ہونے کا گھمنڈ نہ رہے۔

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا

جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی (یعنی ہاتھ بٹیل کی) تو

وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ۚ

مقبول ہوئی اور دوسرے کی (یعنی قاتیل کی) مقبول نہ ہوئی

کہ اس کی نیاز کو آگ نے مس نہ کیا

قَالَ لَا قُتِلَتْكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ

وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا اس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ

مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۱﴾

متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں

تو اپنے ناحق ہونے کی وجہ سے ہارا۔

مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأَوَارَى سَوْءَةً أَخِي ۚ

گزارا کہ اس کو بے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا

فَاصْبَحَ مِنَ النَّدَمِينَ ﴿۳۱﴾

سو (اس بد حالی پر) بڑا شرمندہ ہوا۔

یہ ندامت بقول مفسرین قتل پر نہیں تھی تاکہ توبہ کا شبہ ہو بلکہ قتل پر جو مضرتیں پیش آئیں جیسے نعش کے دفن میں حیران رہنا اور کوئے کی تعلیم کا محتاج ہونا بدن کا سیاہ ہو جانا جیسا کہ بعض نے لکھا ہے اور بدحواس ہو جانا وغیرہ اس پر نادم ہوا اور احقر کہتا ہے کہ اگر قتل ہی پر ندامت ہو تب بھی توبہ کا شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر ندامت توبہ نہیں ہو سکتی بلکہ جس ندامت کے بعد معذرت و انکسار اور تدارک کی فکر بھی ہو وہ توبہ ہے یہ ندامت طبعی تھی جو عقل سے پیدا ہو جاتی ہے اس میں شرع اور تقویٰ کا کچھ دخل نہیں رابطہ: اوپر کے قصہ سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ قاتیل باوجودیکہ نبی زادہ تھا مگر یہ انتساب اس کے کچھ کام نہ آیا اس اعتبار سے تو یہ قصہ ماقبل کے مضمون کی دلیل ہے کہ بزرگوں اور پیغمبروں کے انتساب پر قناعت کر لینا بیہودہ بات ہے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ ناحق خون کرنا بڑا جرم ہے جس سے قاتیل کیسے کیسے نقصانات میں مبتلا ہوا اس کی مناسبت سے آئندہ ایک مضمون بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ناحق قتل کرنا تباہیت مضمر چیز ہے اس لئے ہم نے اس کی ممانعت تمام شریعتوں میں بہت اہتمام سے کی ہے۔ من اجل ذالک کتبنا قالمسرفون

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ ۚ

اسی (واقعہ کی) وجہ سے

جس سے قتل ناحق کے مفاسد بخوبی ثابت ہو گئے

كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ

ہم نے (تمام مکلفین پر عموماً اور) بنی اسرائیل پر (خصوصاً) یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص

نَفْسًا يَغْيِرْ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ

کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدوں کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو

یہ دو قیدیوں نے لگائیں کہ قصاص میں قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اور بعض وجوہ سے بھی قتل جائز ہے جس میں سے ڈاکہ زنی کا ذکر آگے آتا ہے اور کافر حربی کے قتل کا حکم جہاد کے بیان میں آچکا ہے۔

فَكَانَمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۚ

(خواہ مخواہ) قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا

یعنی بعض اعتبارات سے ایک کا قتل کرنا اور سب کا قتل کرنا برابر ہے کیونکہ گناہ پر جرات خدا کی نافرمانی خدا تعالیٰ کی ناراضی دنیا میں قصاص واجب ہونا آخرت میں دوزخ کا مستحق ہونا یہ باتیں ایک کے قتل میں بھی ہیں اور ہزار کے قتل میں بھی گوشت و اشہدیت کا تفاوت ہوگا۔

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَ مِثْلَ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ

اور جو شخص کسی شخص کو بچا لے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا

یعنی ہم نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ جیسا ناحق قتل کرنا جرم عظیم ہے اسی طرح کسی کو ناحق قتل سے بچا لینے میں ثواب بھی بہت بڑا ہے اور ناحق کی قید اس لئے لگائی کہ جس شخص کا قتل شرعاً واجب ہو اس کی امداد یا سفارش حرام ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا بچانے والا اور ہزار کا بچانے والا برابر ہو جواب یہ ہے کہ جب ایک کے بچانے والے کو تمام عالم کے بچانے والے کا ثواب ملتا ہے تو ممکن ہے کہ ہزار کے بچانے والے کو ہزار مرتبہ تمام عالم کے بچانے کا ثواب ملے کیونکہ نیکی کے بڑھنے سے کوئی دلیل مانع نہیں ہاں شرعاً گناہ میں زیادتی نہیں ہو سکتی جتنا جرم ہوگا اتنا ہی گناہ ہوگا اسی لئے اوپر جو کہا گیا تھا کہ ایک کا خون کرنا گویا تمام عالم کا خون کرنا ہے وہاں بتلا دیا گیا کہ یہ بعض اعتبارات کی بناء پر فرمایا گیا ہے ورنہ گناہ دونوں کا شرعاً برابر نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک شخص کے بچانے والے کو اگر تمام عالم کے بچانے کا ثواب مل جائے تو اس میں کیا ہرج ہے یہ خدا کا فضل ہے جس میں کوئی کمی نہیں۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولُنَا بِالْبَيِّنَاتِ زُخْرَانًا ۚ

اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضحہ (نبوت کے) لے کر آئے

اور وقتاً فوقتاً اس مضمون کی تائید کرتے رہے۔

كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ

پھر اس کے بعد بھی بہترے ان میں سے دنیا میں

لَمُسْرِفُونَ ﴿۳۲﴾

زیادتی کرنے والے ہی رہے

اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا حتیٰ کہ بعض نے خود انبیاء ہی کو قتل کر دیا۔

یہ اس صورت میں ہے کہ صرف مال لیا ہو قتل نہ کیا ہو اور داہنا ہاتھ گئے پر سے اور بایاں پیر ٹخنے پر سے کاٹا جائے پھر اس کو داغ دے دیا جائے تاکہ بدن کا سارا خون نہ نکل جائے

أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط

یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں

یہ حکم اس حالت میں ہے کہ نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا ہو بلکہ ڈاکہ ڈالنے کا قصد کیا تھا کہ اس کے بعد ہی گرفتار ہو گئے ہوں اور ان چاروں حالتوں کی سزائیں حق اللہ ہیں اور حدود ہیں اگر مالک مال یا ولی مقتول معاف بھی کر دے تو معاف نہیں ہو سکتیں۔

ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ

یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور ان کو

فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۳۲

آخرت میں عذاب عظیم ہو گا۔ ہاں

الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا

مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو

عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳۳

توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والی ہے مہربانی فرمادیں گے

مطلب یہ ہے کہ اگر گرفتاری کے قبل ان لوگوں کا تائب ہونا ثابت ہو جائے تو حد جو کہ حق اللہ ہے ساقط ہو جائے گی البتہ حق العبد باقی رہے گا۔ پس اگر مال لیا ہو گا اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر قتل کیا ہو گا تو قصاص لیا جاوے گا لیکن اس ضمان و قصاص کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہو گا مسئلہ اس حد کے باقی حدود جیسے حد زنا حد تہمت حد شراب خواری حد سرقہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتے مسئلہ اگر نہ مال لیا ہو نہ قتل کیا بلکہ زخمی کیا ہو تو چونکہ یہ صورت حد کی چاروں صورتوں سے خارج ہے اس لئے اس کا حکم مثل عام زخموں کے ہے کہ زخم کی دیت دلائی جائے گی جس کے معاف کرنے کا بھی زخمی کو حق حاصل ہے اور اگر زخمی بھی کیا مال بھی لیا تو حد جو حق اللہ ہے جاری کی جائے گی اور زخموں کا قصاص لیا جاوے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں

وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں

رابطہ: اوپر ناحق قتل کی قباحت بیان فرمائی تھی آگے یہ بتلاتے ہیں کہ فساد پھیلانے اور جنایت کرنے والوں کا قتل کرنا یا سزا دینا جائز ہے بلکہ شریعت میں مطلوب ہے اس لئے اول قطاع الطريق کا پھر سارق کا حکم مذکور ہوتا ہے اور درمیان میں بعض مضامین خاص مناسبت سے لائے گئے ہیں۔ انما جزاء الذين يحاربون تا غفور رحيم

مراد اس سے ڈاکہ ڈالنا ہے ایسے شخص کی جان و مال پر جس کو قانون شرعی سے امن دیا گیا ہو یعنی مسلمان اور ذمی پر اسی لئے اس کو اللہ و رسول سے لڑنا کہا گیا کیونکہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے امن کو توڑا اور چونکہ احکام خداوندی کا ظہور رسول کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے رسول کا تعلق بھی بڑھا دیا گیا غرض اللہ و رسول سے لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ خلاف قانون شرعی ملک میں بد امنی پھیلاتے ہیں۔

أَنْ يُقْتَلُوا

ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں

یہ اس صورت میں جب کہ رہزنوں نے صرف قتل ہی کیا ہو اور مال لینے کی نوبت نہ آئی ہو۔

أَوْ يُصَلَّبُوا

یا سولی دیئے جائیں

جبکہ انہوں نے مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو اس صورت میں امام کو انہیں قتل کر دینے کا بھی اختیار ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دے یا قتل کرے یہ اختیارات دیگر دلائل سے ثابت ہیں اور سولی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ زندہ دار پر کھینچا جائے اور برچھی سے پیٹ چاک کیا جائے یہاں تک کہ مر جاوے۔

أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ

یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

اور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو

یعنی طاعات ضروریہ کے پابند رہو۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو امید ہے کہ تم

تُفْلِحُونَ ﴿۲۵﴾

کامیاب ہو جاؤ گے

وہ کامیابی خدا کی رضا حاصل ہونا اور عذاب سے نجات پانا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّهُمْ

یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی

مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ

چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ

لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ

وہ اس کو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں

مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۶﴾

تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جاویں گی اور ان کو دردناک عذاب

يُرِيدُونَ أَن يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ

ہو گا۔ اس بات کی خواہش کریں گے کہ دوزخ سے نکل آویں

وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ

اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے

عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۲۷﴾

اور ان کو عذاب دائمی ہوگا

یعنی کسی تدبیر سے نہ سزا ملے گی نہ سزا کا دوام ملے گا

رابطہ: دو آیت میں اوپر قطع طریق کا بیان تھا جو سرقہ کبریٰ کہلاتا ہے

آگے سرقہ صغریٰ یعنی چھپ کر چوری کرنے کا اور اس کی سزا کا بیان ہے۔

والسارق والسارقة تا عزیز حکیم

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا

اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سوان دونوں کے (دائیں) ہاتھ

جَزَاءً بِمَا كَسَبَانَا لَا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ

(گنے پر سے) کاٹ ڈالوان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۸﴾

اور اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں (جو سزا چاہیں مقرر فرمائیں) بڑے حکمت والے ہیں

مسئلہ: کم از کم مقدار مال کی جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے دس درہم ہیں مسئلہ: چور کا داہنا ہاتھ گٹے پر سے کاٹا جاتا ہے پھر اس کو داغ دے دیتے ہیں تاکہ سارے بدن کا خون نہ نکل جاوے۔ مسئلہ: یہ سزا حد ہے اس میں معافی نہیں ہو سکتی اور لفظ من اللہ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ مسئلہ: اگر دوبارہ چوری کرے تو بائیں پاؤں منحنے سے قطع کیا جاوے گا اگر پھر چوری کرے تو اب بقیہ ہاتھ پاؤں قطع نہ کریں گے بلکہ جب تک توبہ نہ کرے جس کا سچا ہونا قرآن سے معلوم ہو جائے قید خانہ میں رکھیں گے یہ مسائل ہدایہ میں ہیں باقی مسائل کتب فقہ میں ملیں گے۔ رابطہ: اوپر چوری کی سزائے دنیوی کا بیان تھا آگے توبہ سے سزائے آخرت سے بچ جانے کا ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ قطع طریق میں بھی بعد بیان سزا کے توبہ کا ذکر آیا تھا فمن تاب من بعد ظلمه تا غفور رحیم

فَمَنْ تَابَ

جو کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں (پھر جو شخص توبہ کرے

یعنی قاعدہ شریعت کے موافق مثلاً جو چیز چرائی ہے مالک کو واپس کر دے اور اگر تلف ہو گئی ہو ضمان دے اگر ضمان نہ دے سکے معاف کرائے کہ یہ بھی تکمیل توبہ کی شرائط میں سے ہے۔

مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ

اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے

یعنی چوری وغیرہ نہ کرے اپنی توبہ پر قائم رہے

فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ط

تو بیشک اللہ تعالیٰ اس پر توبہ فرمائیں گے

کہ توبہ سے پچھلے گناہ معاف فرمادیں گے اور آئندہ توبہ پر قائم رہنے کی توفیق مزید عنایت فرمادیں گے رابطہ: اوپر قطع طریق اور سرقہ کی

درخواست کے منظور کرنے سے پہلے چند منافقوں کو حضور کی خدمت میں تجسس خیالات کے لئے بھیجا کہ اگر اپنے موافق ہوئے تو فیصلہ کرا لیں گے ورنہ نہیں اور یہ حرکات حضور کو رنج دینے والی تھیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ

اے رسول! جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کر گرتے ہیں

یعنی رغبت سے ان باتوں کو کرتے ہیں۔

لَا يَحْزَنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ

آپ کو مغموم نہ کریں خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں

مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ

جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے

وَلَمْ تُؤْمِنُ قُلُوبُهُمْ

اور ان کے دل یقین لائے نہیں

یعنی منافقین

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا

اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہ یہودی ہیں

جیسا کہ یہود حاضر ہوئے ایک مجرم زنا کو لے کر کہ اگر اصل حکم رجم دیا جائے تو عمل نہ کریں۔

سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں

جوان کے علمائے محرفین ان کو سناتے تھے۔

سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَا لَكُمْ يَأْتُونَكَ

آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھردھر کر سنتے ہیں

جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ وہ آپ کے پاس نہیں آتے

فرط تکبر سے بلکہ دوسروں کو بھیجا۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ

کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں

بہمی لفظاً بہمی معنیاً بہمی دونوں طرح غرض وہ پہلے سے کلام الہی کو محرف

سزا میں جو قتل اور قطع اعضاء کا حکم دیا گیا ہے تو قبل اس کے حکمت میں نظر کرنے کے بظاہر نوع انسان کی شرافت سے گو نہ مستبعد معلوم ہوتا تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ اپنا مالک حقیقی ہونا اور قادر ہونا بیان فرماتے ہیں اور درمیان میں عذاب و مغفرت کا ذکر فرما کر اپنے حکیم ہونے کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ ہم صرف عذاب ہی نہیں کرتے بلکہ معاف بھی کر دیتے ہیں مگر جو جس کے لائق ہو اور لیاقت کا حال ان لوگوں کی حالت میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے الم تعلم تا قدیر

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳۹ أَلَمْ تَعْلَمْ

بیشک خدا تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں (کہ اس کا گناہ معاف کر دیا) بڑے

أَنَّ اللَّهَ

رحمت والے ہیں (کہ آئندہ بھی مزید عنایت کی) کیا تم نہیں جانتے کہ

یعنی سب جانتے ہیں

لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ

کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس

يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ

کو چاہا سزا دیں اور جس کو چاہا معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۴۰

پوری قدرت ہے

چنانچہ چوری اور ڈکیتی کی سزا دنیا میں بھی دی اور اگر اس پر اصرار رہا تو آخرت میں بھی ہوگی اور توبہ کرنے سے آخرت میں دونوں کی معافی ہو جائے گی اور ڈکیتی میں تو قبل قید ہونے کے توبہ کرنے سے دنیا میں بھی معافی ہو جاتی ہے ربطاً اور تیسرے رکوع سے اہل کتاب کا ذکر چلا آ رہا تھا اور میان میں بعض مضامین خاص مناسبت سے آگئے تھے اب آگے پھر اہل کتاب کے ذکر کی طرف عود ہوتا ہے۔ اور ان آیات آئندہ کے سبب نزول کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود مدینہ کی ایک جماعت میں سے کسی کے ہاتھ سے دوسری جماعت کا ایک آدمی قتل ہو گیا انہوں نے دستور قدیم کے موافق خون بہا کم دینا چاہا دوسری جماعت نے خون بہا کم لینے سے انکار کیا کیونکہ وہ معاہدہ بنوری کی وجہ سے ماننا پڑتا تھا اب بوجہ سلطنت اسلام کے وہ مجبوری رفع ہو گئی تو مقتول کے فریق نے حضور کی طرف رجوع کیا چونکہ قاتل کا فریق جانتا تھا کہ آپ حق فیصلہ کریں گے اس لئے اس

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي

ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۱﴾

اور آخرت میں ان کے لئے سزائے عظیم ہے

چنانچہ منافقین کی رسوائی تو یہ ہوتی کہ ان کا اتفاق کھل گیا اور نظر ذلت سے دیکھے گئے اور یہود کا قتل و قید و جلا وطن ہونا روایات میں مشہور ہے اور عذاب آخرت ظاہر ہی ہے غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے واقعہ میں رجم کا حکم دیا چنانچہ اس حکم کے بعد وہ رجم کیا گیا اور یہ حکم آپ نے تورات کے موافق دیا کیونکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تورات میں اس کی بابت کیا حکم ہے علماء یہود نے اپنا گھڑا ہوا حکم بیان کر دیا۔ حضور نے ان سے مناظرہ فرمایا اور ان کے مدرسہ میں بھی تشریف لے گئے تو ریت منگائی گئی تو اس میں رجم کا حکم موجود تھا آپ نے وہی حکم دیا ورنہ شریعت محمدیہ میں زنا سے کافر کو رجم نہیں کیا جاتا کیونکہ رجم کے لئے محسن ہونا اجتماعاً شرط ہے اور کافر محسن نہیں یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے جو حدیث اور اجماع سے مؤید ہے پس یہ فیصلہ ان ہی کی مسلمہ شریعت کے موافق کیا گیا اس وقت آپ کو یہی حکم ہوا ہوگا کہ تورات کے موافق حکم دیں جس کو وہ چھپاتے تھے یا اس واقعہ کی خصوصیت ہو۔

رابطہ: اوپر ان قوموں کے دو وصف بیان کئے گئے تھے ایک تو آنے والی قوم کا یہودہ باتیں سننے کا عادی ہونا دوسرے کلام الہی میں تحریف کرنا۔

سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں

جیسا پہلے آچکا

أَكْلُونَ لِلْسُّحْتِ ط

بڑے حرام کے کھانے والے ہیں

حرص نے ان کو احکام میں غلط بیانی کا جس کے عوض کچھ نذرانہ وغیرہ ملتا ہے خوگر کر دیا۔

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ

تو اگر یہ لوگ آپ کے پاس آ دیں تو خواہ آپ ان میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو

عَنْهُمْ ج

نال دیجئے

کرنے کے عادی ہیں چنانچہ اسی عادت کے موافق خون بہا اور رجم کے حکم کو بھی اپنی ایجاد کردہ رسم سے بدل دیا پھر اس رسم کے لئے سہارا ڈھونڈنے کو اپنے جاسوسوں کو یہاں بھیجا کہ شاید شریعت محمدیہ سے اس رسم کی تائید ہو جائے۔

يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخَذُّوْهُ

کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اس کو قبول کر لینا

وَإِنْ لَّمْ تَوْتَوْهُ فَاحْذَرُوْهُ ط

اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا

یعنی پھر یہی نہیں کہ اپنی ایجاد کی ہوئی رسم کی موافقت تلاش کرنے پر بس کرتے بلکہ جانے والوں کو بھی حق قبول کرنے سے روکتے ہیں کہ اگر ہمارے موافق حکم ملے تب تو اس کے موافق عمل درآمد کرنے کا اقرار کر لینا ورنہ مت قبول کرنا پس اس بھیجنے والی قوم میں چند خرابیاں ہوئیں اول تکبر و عداوت جس کی وجہ سے خود نہیں آئے دوسرے طلب حق نہ ہونا بلکہ حق کو بدل کر اس کی تائید ڈھونڈنا تیسرے دوسروں کو بھی قبول حق سے روکنا یہاں تک تو آنے والوں اور بھیجنے والوں کی الگ الگ مذمت تھی آگے ان سب کی مذمت ہے۔

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ

اور جس کا خراب ہونا خدا ہی کو منظور ہو

اور خدا کی یہ منظوری جب ہی ہوتی ہے جب کہ گمراہ خود گمراہ ہونے کا عزم اور قصد کرے تو حق تعالیٰ بھی حسب عادت جب کوئی قصد کرتا ہے اس کو ویسا ہی کر دیتے ہیں۔

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْْءًا اُولٰٓئِكَ

تو اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا۔ یہ لوگ ایسے ہیں

الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرْ قُلُوْبَهُمْ ط

کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوتا

کیونکہ یہ خود پاک ہونے کا قصد نہیں کرتے اس لئے حق تعالیٰ نے بھی ان میں پاکی پیدا نہیں فرمائی خلاصہ یہ کہ جب وہ خود خراب رہنے کا قصد رکھتے ہیں تو حسب عادت حق تعالیٰ نے بھی ان میں گمراہی پیدا کر دی پس اب کوئی شخص ان کو ہدایت نہیں کر سکتا پھر ان کے راہ پر آنے کی کیا توقع ہے۔ اس مضمون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تسلی ہے جس سے کلام شروع بھی ہوا تھا آگے ان اعمال کا ثمرہ بیان فرماتے ہیں۔

یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید ناخوش ہو کر عداوت نکالیں۔

وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ط

اور اگر آپ ان کو ٹال ہی دیں تو ان کی مجال ہی نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے نگہبان ہیں

وَإِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ط

اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿۴۲﴾

بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں

اور وہ عدل اب منحصر ہو گیا ہے قانون اسلام میں پس وہی لوگ

محبوب ہوں گے جو اس قانون کے موافق فیصلہ کریں

وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ ط

اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توریت ہے

فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ

جس میں اللہ کا حکم ہے

جس کے ماننے کا ان کو دعویٰ ہے

ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ط

پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں

یعنی اول تو اس حالت میں فیصلہ لانے ہی سے تعجب ہوتا تھا لیکن اس احتمال سے رفع ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کا حق پر ہونا ان پر واضح ہو گیا ہو اس لئے آگئے ہوں لیکن جب اس فیصلہ کو نہ مانا تو وہ تعجب پھر تازہ ہو گیا کہ اب تو وہ احتمال بھی نہ رہا پھر کیا بات ہوگی جس کے واسطے یہ فیصلہ لائے ہیں۔

وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۳﴾

اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں

یعنی اسی سے ہر عاقل کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہاں اعتقاد سے نہیں آئے اپنے مطلب کے واسطے آئے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے ان کو حضور سے اعتقاد نہیں کیونکہ آپ کے فیصلہ کو نہ مانا اسی طرح تورات سے بھی پورا اعتقاد نہیں ورنہ اس کو چھوڑ کر کیوں آتے غرض دونوں

طرف سے گئے نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے ہوئے ربط نا اور بہت سی آیتوں میں اہل کتاب کا احکام و عہد الہیہ کو چھوڑ دینا اور نقض عہد کرنا مع مذمت کے مذکور ہوا ہے آگے یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان احکام الہیہ پر ہر زمانہ میں عمل کرنا واجب ہے جو کبھی تورات کے واسطے سے ظاہر ہوئے کبھی انجیل کے اور اب قرآن مجید کے واسطے سے ظاہر ہو رہے ہیں اور تورات و انجیل پر عمل کرنے کا اس لئے حکم فرمایا تاکہ وہ رسالت محمدیہ کی تصدیق کا سبب ہو جائے کیونکہ ان دونوں کتابوں میں آپ کی بشارت موجود ہے اور تورات کے ذکر میں بعض احکام قصاص کے شاید اس لئے ذکر فرما دیئے ہوں کہ اوپر کی آیتوں کا سبب نزول ایک واقعہ قصاص کا بھی تھا جس کو یہود نے بدل دیا تھا انا انزلنا التوراة تاہم الکفرون

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ج

ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا

انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا

لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ

کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی

بِمَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا

بوجہ اس کے کہ ان کو اس کتاب کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ

عَلَيْهِ شُهَدَاءُ ج

اس کے اقراری ہو گئے تھے۔

یعنی چونکہ ان کو اس کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اس حکم کا اقرار کر لیا تھا اس لئے ہمیشہ اس کے پابند رہے آگے زمانہ نبوی کے رؤسا و علماء یہود کو خطاب فرماتے ہیں کہ جب ہمیشہ سے تمہارے سب مقتدا تورات کو مانتے آئے ہیں تو رسالت محمدیہ کی تصدیق کے بارہ میں جس کا حکم تورات میں موجود ہے آگے ترجمہ دیکھو)

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ

سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو

کہ اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لیں گے تو عام لوگوں کی

نظروں میں ہماری جاہ کم ہو جاوے گی۔

وَإِخْشَونَ

اور مجھ سے ڈرو

کہ تصدیق نہ کرنے پر سزا دوں گا۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ط

اور میرے احکام کے بدلے میں متاعِ قلیل مت لو

وَمَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے

بلکہ حکم شرعی کے خلاف کو قصداً حکم شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کرے۔

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝۳۳

سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں

جیسا کہ اسے یہود تم کر رہے ہو کہ عقائد میں بھی تحریف کی جیسے رسالت محمدیہ کے عقیدہ میں اور اعمال میں بھی جیسے حکم رجم وغیرہ میں کہ اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو حکم الہی بتلا کر خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ وکتبتنا علیہم فیہا ان النفس تاہم الظلمون

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ

اور ہم نے ان پر اس میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے

بِالنَّفْسِ لَا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ

کان کے اور دانت بدلے دانت کے

بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ

اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص

تَصَدَّقَ بِهِ

اس کو معاف کر دے

یعنی قصاص کا مستحق ہو کر پھر بھی بدلہ نہ لے۔

فَهُوَ كَفَّارٌ لَّهٗ ط

تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا

یعنی معاف کرنا موجبِ ثواب ہے اس سے معاف کرنے والے کے گناہ دور ہو جائیں گے چونکہ یہود نے ان احکام کو چھوڑ رکھا تھا اس لئے مکرر وعید سناتے ہیں۔ (ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے

هُمُ الظَّالِمُونَ ۝۳۴

سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھار ہیں

یعنی بہت برا کام کر رہے ہیں مسئلہ: چونکہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ پہلی شریعتوں کے احکام جب قرآن و حدیث میں بلا انکار کے مذکور ہوں تو وہ ہمارے لئے بھی حجت ہیں اس لئے یہ مضمون ہماری شریعت کا بھی حکم ہے باقی اس میں بعض صورتوں میں تفصیل ہے جو کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے چند ضروری باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔ قصاص اس قتل میں ہے جب کہ ناحق ہو اور عمداً ہو ورنہ حق سرقہ کرنا درست ہے اور خطا میں دیت ہے جس کے مسائل سورہ نسا میں گزر چکے اور جان بدلے جان کے اس میں آزاد اور غلام مسلمان اور کافر ذمی اور مرد و عورت بچہ بڑا شریف و ذلیل رعیت بادشاہ سب داخل ہیں۔ البتہ خود اپنے غلام اور اپنی اولاد کے قصاص میں آقا اور باپ کا نہ مارا جانا اجماع و حدیث سے ثابت ہے اس صورت میں دیت آتی ہے۔ قطع اعضاء اور زخموں میں مرد و عورت اور آزاد و غلام میں ناقص سے کامل کا قصاص لیا جاوے گا اور کامل سے ناقص کا قصاص نہیں لیا جاوے گا بلکہ دیت اور معاوضہ دلا یا جاوے گا البتہ مسلمان اور کافر ذمی اس صورت میں بھی برابر ہیں قصاص ہر ایک سے لیا جاوے گا خاص زخموں سے مراد وہ ہیں جن میں برابری کے ساتھ بدلہ لینا ممکن ہو ورنہ معاوضہ دلا یا جاوے گا اسی طرح اگر آدھا ناک کان کاٹا جاوے اس میں بھی قصاص نہیں ہے معاوضہ ہے اگر ولی مقتول کئی شخص ہوں اور ایک معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جائے گا بقید اولیاء اگر چاہیں دیت لے سکتے ہیں۔

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی

وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ

تصدیق فرماتے تھے۔ اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

اور وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر

وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۹۶﴾ وَلِيَحْكُمَ

ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور انجیل والوں کو چاہئے

أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أُنزِلَ اللَّهُ فِيهِ

کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں

رابطہ: اوپر توریت کا اپنے زمانہ میں واجب العمل اور حجت ہونا مذکور تھا

آگے انجیل کی یہی صفت مذکور ہے وقفینا علی آثارہم تا ہم الفسقون

آگے زمانہ نبوی اور اس کے بعد کے نصاریٰ کو خطاب ہے کہ اے

اس زمانہ کے نصاریٰ سن رکھو (آگے ترجمہ)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ

هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۹۷﴾

بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں

اور انجیل رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیتی ہے پس تم اس کے

خلاف کیوں چل رہے ہو رابطہ: اوپر توریت و انجیل کا اپنے اپنے دور میں

واجب العمل ہونا بیان فرمایا تھا آگے قرآن مجید کا اپنے دور میں جو کہ

نازل ہونے کے وقت سے قیامت آنے تک رہے گا واجب العمل ہونا

بیان فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں اشارۃً ایک قصہ سے بھی تعرض ہے

کہ ایک بار چند علماء و رؤسایہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہو کر ملتئم ہوئے کہ ہمارا اپنی قوم سے کچھ مقدمہ ہے اگر آپ ہمارے

موافق فیصلہ فرمادیں تو ہم آپ کا اتباع اختیار کر لیں گے آپ نے صاف

انکار فرمادیا جس پر آپ کی تصویب رائے کے لئے آیت وان احکم

الخ نازل ہوئی۔ وانزلنا الیک الکتب بالحق تا لقوم یوقنون

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور

بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے

کیونکہ قرآن قیامت تک محفوظ و معمول رہے گا اور اس میں ان

کتابوں کی تصدیق موجود ہے کہ وہ بھی خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں

اس لئے قرآن ہمیشہ کے لئے ان کا بھی محافظ ہے جب قرآن ایسی کتاب

ہے (آگے ترجمہ دیکھو)

فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ

تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور

أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ

یہ جو کچھ کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے

جیسا کہ اب تک بھی آپ نے نہیں کیا چنانچہ باوجود ان کے

درخواست و التماس کے آپ نے صاف انکار فرمادیا مطلب یہ ہے کہ

آپ کی یہ رائے نہایت ہی درست ہے اسی پر ہمیشہ قائم رہیے آگے اہل

کتاب کو خطاب ہے کہ تم کو قرآن کے حق ماننے سے کیوں انکار ہے کیا

نئے دین کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے۔ آخر (آگے ترجمہ دیکھو)

لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا

تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

مثلاً یہود کی توراۃ اور نصاریٰ کی انجیل

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا

لَيَبْلُوكُمْ فِي مَا أَنزَلْنَا

تاکہ جو جو دین تم کو دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان فرماویں

کیونکہ طبعی امر ہے کہ نئے طریقہ سے وحشت اور مخالفت کی طرف حرکت ہوتی ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

تو مفید باتوں کی طرف دوڑو

یعنی ایمان لاؤ۔

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا۔

فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۴۸﴾

جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے

اس لئے بے جا اختلاف کو چھوڑ کر حق کو جو کہ اب قرآن میں منحصر ہو گیا ہے قبول کر لو اور چونکہ ان اہل کتاب نے ایسی فتنہ پردازی کی تھی کہ آپ سے اپنے موافق مقدمہ طے کرنے کی درخواست کی جہاں اس کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا اس لئے آئندہ مضمون سنا کر ان کے حوصلے پست اور ہمیشہ کے لئے ان کو ناامید کرتے ہیں۔

وَأَن أَحْكُمُ بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ

اور ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے

أَهْوَاءَهُمْ وَاحِدًا رَّهْمًا أَن يَفْتِنُوكَ عَنْ

موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی ان کی اس

بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ

بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچا دیں

یعنی گو بوجہ معصوم ہونے کے اس کا کبھی احتمال نہیں لیکن اس کا قصد بھی رہے تو موجب ثواب بھی ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلَّمَ الْإِنَّمَاءُ إِنَّ اللَّهَ يُصِيبُهُمْ

پھر گواگر یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ

بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ط

ان کے بعض جرموں پر ان کو سزا دیں

اور وہ بعض جرم فیصلہ کو نہ ماننا ہے جو رعیت ہونے کے خلاف ہے اس کی سزا دنیا ہی میں ہوتی ہے اور حقانیت قرآن کا نہ ماننا کفر ہے۔ اور کفر کی پوری سزا آخرت میں ہوگی چنانچہ یہود کی سرکشی اور عہد شکنی جب حد سے گزر گئی تو ان کو سزائے قتل و قید و اخراج وطن کی دی گئی۔

وَأَنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿۴۹﴾ أَفَحُكْمُ

اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ پھر کیا زمانہ

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط

جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں

یعنی فیصلہ قرآنی کو چھوڑ کر جو کہ عین عدل ہے اپنی محترع باتوں کے موافق فیصلہ چاہتے ہیں جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں دو واقعوں میں آچکا ہے حالانکہ وہ سراسر عدل و عقل کے خلاف ہے اہل علم ہو کر علم سے اعراض کرنا اور جہل کی طرف جھکنا عجب در عجب ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا

بلکہ کوئی خدا کے برابر بھی نہیں ہو سکتا پس خدائی فیصلہ کو چھوڑ کر دوسرے فیصلہ کا طالب ہونا عین جہل نہیں تو کیا ہے۔

حُكْمًا لِّلْقَوْمِ يُوقِنُونَ ﴿۵۰﴾

یقین رکھنے والوں کے نزدیک

کیونکہ اس کا سمجھنا بھی عقل کی سلامتی پر موقوف ہے اور کفار اس سے بے نصیب ہیں ربطاً: اوپر یہود و نصاریٰ کے قبائح مذکور ہیں اور بعض منافقین ان سے بعض وہی مصلحتوں کی وجہ سے دوستی رکھتے تھے کیونکہ غزوہ احد میں جب اہل اسلام کو بظاہر شکست ہوئی تو منافقین سخت اندیشہ میں پڑے اور باہم مشورے کرنے لگے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی اپنی کہیں پناہ لگائے رکھنا چاہئے چنانچہ کسی نے کسی یہودی سے کسی نے کسی نصرانی سے پناہ لے لی کہ وقت پر اس کی امداد کرے اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے یہود بنی قینقاع سے ساز کر لیا اور جب وہ مسلمانوں سے لڑائی کرتے پر آمادہ ہوئے تو ان کی حمایت میں کھڑا ہوا حضرت عبادہ بن صامت بھی اس قوم کے حلیف اور ہم عہد تھے مگر جب انہوں نے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے صاف قطع علاقہ کر لیا عبداللہ بن ابی نے کہا کہ مجھ کو زمانہ کی گردش کا اندیشہ ہے میں ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتا آگے حق تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی دوستی سے منع فرماتے ہیں اور ان منافقین کی مذمت فرماتے ہیں اور ان مصلحتوں کو باطل کرتے ہیں جن کی بنا پر وہ یہود وغیرہ سے دوستی کرتے تھے اور انجام کار ان کا ندامت اٹھانا بطور پیشین گوئی کے ذکر فرماتے ہیں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو

جس میں مسلمانوں کی کوشش کا بھی دخل ہوگا۔

أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ

یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے

یعنی یا وحی کے ذریعہ سے ان کا نفاق صاف صاف بیان کر دیں جس میں مسلمانوں کی تدبیر کا کچھ دخل نہیں مطلب یہ کہ مسلمانوں کی فتح اور ان کی پردہ دردی دونوں باتیں قریب ہونے والی ہیں۔

فَيُصِيحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ

پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر

نِدَائِينَ ۝

نادم ہوں گے

کہ ہم تو سمجھے تھے کہ کفار غالب ہوں گے اور یہ کیا برعکس معاملہ ہو گیا یہ تو طبعی ندامت اپنے خیال کی غلطی پر ہوگی دوسری ندامت نفاق کے کھلنے پر جس کی بدولت رسوا ہوئے تیسری ندامت کفار سے دوستی کرنے پر کہ رائیگاں ہی گئی اور مسلمانوں سے بھی برے بنے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ

اور مسلمان لوگ کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے

أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَبَعَمٌ

قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں

یہ تو کچھ اور ہی ثابت ہوا کیونکہ زمانہ فتح میں ان لوگوں کا نفاق بھی کھل جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبَحُوا خَسِرِينَ ۝

ان لوگوں کی ساری کارروائیاں غارت گئیں جس سے ناکام رہے

کیونکہ کفار تو خود مغلوب ہو گئے ان کا ساتھ دینا محض بے کار اور مسلمانوں کے سامنے قلعی کھل گئی ان سے اب بھلا بننا دشوار دہی مثل ہو گئی دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا چنانچہ یہ پیشین گوئی سچی ہوئی ان منافقوں کی زیادہ دوستی مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین سے تھی مکہ فتح ہو گیا اور یہود خستہ خراب ہوئے یوں تو اکثر واقعات میں ان کا نفاق کھلتا رہتا تھا مگر فتوحات کے بعد صراحتاً معین طور پر معلوم ہو گیا اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب وہ لوگ اپنی

وَالنَّصْرَىٰ أَوْلِيَآءَ مَبْعُضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ

دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں

یعنی یہودی یہودی باہم اور نصرانی نصرانی باہم دوست ہیں مطلب یہ کہ دوستی ہوتی ہے مناسبت سے سوان میں تو باہم مناسبت ہے مگر تم میں اور ان میں کیا مناسبت

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ

اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ ان ہی میں سے ہوگا

یعنی جب معلوم ہو گیا کہ دوستی مناسبت سے ہوتی ہے تو جو ان سے دوستی کرے گا اس کو ضرور ان سے کوئی خاص مناسبت ہوگی جس کے اعتبار سے وہ گویا ان ہی میں سے ہے گو کافر نہ بھی ہو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں

یعنی دوستی میں منہمک ہونے کی وجہ سے یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ

اسی لئے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر

فِيهِمْ

ان میں گھستے ہیں

اور اگر کوئی ملامت کرے تو حیلہ بازی سے کہتے ہیں کہ ہمارا ان سے ملنا دل سے نہیں دل سے تو تمہارے ساتھ ہیں بلکہ صرف ایک مصلحت سے ان کے ساتھ ملتے ہیں وہ یہ کہ (ترجمہ دیکھو)

يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ يُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۝

کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے

جیسے قحط اور تنگ دستی وغیرہ اور یہودی ہمارے سا ہو کار ہیں ان سے قرض ادھار مل جاتا ہے اگر ان سے میل جول قطع کر دیں تو وقت پر ہم کو وقت پڑے مگر یہ مطلب ظاہری ہوتا تھا دل میں حادثہ پڑ جانے کا یہ مطلب لیتے تھے کہ شاید آخر میں مسلمانوں پر کفار غالب آجائیں تو پھر ہم کو ان کی احتیاج پڑے اس لئے ان سے دوستی رکھنا چاہئے۔

فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ

سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرمادے

وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

والے ہیں بڑے علم والے ہیں

چنانچہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی اس پیشین گوئی کے موافق مخلص مسلمانوں کے ہاتھ سے زمانہ خلافت صدیقی میں ان کا قلع قمع کر دیا اور بعض نے توبہ کر لی تھی بہر حال اسلام کو کوئی ضعف یا ضرر نہیں پہنچا اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ارتداد سے ایک صورت میں اسلام کو ضرر پہنچ سکتا ہے وہ یہ کہ سب مرتد ہو جاویں جواب یہ ہے کہ اول تو ایسی صورت کا دوسری نصوص سے حال معلوم ہو چکا ہے کہ محال ہے قیامت تک اس دین کی حمایت کرنے والے رہیں گے دوسرے اگر ایسا ہو بھی جائے تب بھی اسلام کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ اسلام کی مثال فن طب جیسی ہے اگر تمام مریض اتفاق کر کے دوا چھوڑ دیں تو دوا کا یافن طب کا کیا ضرر ہے اس کا جو کمال ہے کہ اس کے استعمال سے شفا اور نفع ہوتا ہے ہر حالت میں باقی ہے اسی طرح اسلام کا کمال فی نفسہ یہ ہے کہ جو اس پر عمل کرے اس کو نجات ہو پس بعض کے یا کل کے چھوڑ دینے سے خود چھوڑنے والوں کی نجات میں خلل پڑے گا اسلام کا کیا بگڑ جائے گا۔ ربط: اوپر کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت پھر مرتدین کے ذکر سے اس کی تائید بھی آگے اللہ و رسول و مومنین سے دوستی کا علاقہ رکھنے کا حکم اور اس کی فضیلت و برکت بیان فرماتے ہیں۔ انما وليکم الله ورسوله تا هم الغلبون

انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا

تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار

الذين يقيمون الصلوة ويؤتون

لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں

الزكاة وهم زكعون ۝

اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے

یعنی عقائد و اخلاق و اعمال بدنی و مالی سب کے جامع ہیں۔

ومن يتول الله ورسوله والذين امنوا

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے

وہ اللہ کے گروہ میں داخل ہو گیا۔

فان حزب الله هم الغلبون ۝

سو اللہ کا گروہ بلا شک غالب ہے

حرکات پر نادم ہوئے تو ندامت توبہ ہے اور توبہ کرنے والے پر ملامت نہیں ہوتی تو پھر آگے جہاں اعمال و خسران کا ذکر کر کے ان پر ملامت کیوں کی گئی جواب یہ ہے کہ ہر ندامت توبہ نہیں ہوتی تا سب ہوتے تو سچے دل سے مسلمان نہ ہو جاتے توبہ وہ ندامت ہوتی ہے جس کے بعد معذرت خطا کا اقرار اور تلافی مافات کی کوشش ہو یہ ندامت طبعی اور بوجہ رسوائی کے تھی۔

رابطہ: اوپر بیان فرمایا تھا کہ کفار سے دوستی کرنے میں خود ان ہی لوگوں کا ضرر ہے اسلام کو کچھ ضرر نہیں آگے مبالغہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ دوستی تو درکنار اگر کوئی اسلام سے مرتد بھی ہو جائے تب بھی اسلام کو کچھ ضرر نہیں خود اسی کو ضرر ہوگا۔ یا ایہا الذین امنوا من یرتد تا واسع علیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اے ایمان والو

یعنی جو لوگ کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت ایمان والے ہیں

مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ

جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے

اسلام کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ اسلامی خدمات انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ دوسرا سامان کر دیں گے وہ یہ کہ (آگے ترجمہ)

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ لَا

تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور

أَذَلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

ان کو اللہ سے محبت ہوگی۔ مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ

پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی

لَوْمَةً لَا يُخْشَوْنَ

لامت کا اندیشہ نہ کریں گے

جیسا کہ منافقین کا حال ہے کہ دے دے دباے جہاد میں جاتے تھے مگر اندیشہ لگاتا تھا کہ وہ کفار جن سے دل میں دوستی ہے ملامت کریں گے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت

آ گیا تھا آگے مناسبت نہ ہونے کی ایک خاص دلیل بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ تمہارے دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا انا لایعقلون کیونکہ اصلی علت تو دوستی سے منع کرنے کی کفر و تکذیب ہے وہ سب میں مشترک ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵﴾

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو

یعنی ایماندار تو ہو ہی پس جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس کو مت کرو۔

وَاذْأَنَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هَٰهٰؤُلَا

اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ

اس میں اذان اور نماز دونوں داخل ہو گئیں غرض عقائد اسلام کے ساتھ بھی ہنسی کرتے ہیں اور عبادات و احکام کے ساتھ بھی۔

وَلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾

ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے

ور نہ امر حق کو سمجھتے اور اس کے ساتھ ہنسی نہ کرتے یہ دو قصوں کی طرف اشارہ ہے ایک یہ کہ جب اذان ہوتی اور مسلمان نماز میں کھڑے ہوتے تو یہود کہتے کہ خدا کرے کبھی کھڑا ہونا نصیب نہ ہو دوسرا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی تھا جب اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سنتا تو یہ کہتا کہ خدا کرے جھوٹا جل جادے ایک رات کو ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اور اس کے سب اہل و عیال سو رہے تھے کوئی خادم گھر میں آگ لے کر گیا ایک چنگاری گر پڑی اور ایسی گھر میں لگی کہ وہ اور اس کا گھر اور گھر والے سب جل گئے۔ ربط: اوپر اہل کتاب کا اسلامی طریقہ سے استہزاء کرنا مذکور ہے آگے ان کے گھرے ہوئے محرف مذہب میں اور اسلامی طریقہ میں موازنہ کر کے بتلاتے ہیں کہ استہزاء کے لائق کون سا طریقہ ہے۔ قل یا ہل الکتاب قاسوا السبیل

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِبُوْنَ

آپ کہیے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کوئی بات معیوب پاتے ہو

مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا

بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی

اور کفار مغلوب ہیں اور غالب کو مغلوب سے ساز کرنا اور دوستی کرنا محض نازیبا ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو بعض اوقات مسلمانوں کو جو اللہ کا گروہ ہے کفار سے مغلوب پاتے ہیں جواب یہ ہے کہ اس حکم کا مدار اللہ و رسول سے تعلق ولایت حاصل کرنے پر ہے اگر کہیں اسی تعلق میں کمی ہو مثلاً اللہ و رسول کی کوئی معصیت سرزد ہوئی یا امام کی مخالفت کی ہو اور اکثر یہی ہوتا ہے تو اس صورت میں غلبہ کا وعدہ ہی نہیں اور جہاں یہ نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عادت کا بیان ہے اور عادت میں اکثر اسی طرح ہونا کافی ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا کبھی اگر اس کے خلاف ہوتا ہے تو اس میں مصلحتیں ہوتی ہیں جن کا بیان واقعہ احد کے قصہ میں کچھ ہو چکا ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس جگہ یہ بات بتلانی مقصود ہے کہ واقع میں مسلمان ارفع ہیں اور کفار پست ہیں کیونکہ دلیل سے مسلمان حق پر ہیں اور کفار باطل پر ہیں گو کسی وقت دنیا میں خاص مدت تک وہ آثار رفعت کے کبھی خاص حکمت کی وجہ سے ظاہر نہ ہوں مگر اس سے ان کی واقعی رفعت زائل نہیں ہو سکتی دوسرے وقت پر مثلاً آخرت میں جو کہ اصلی وقت ہے اور بعد چند سے دنیا میں بھی وہ رفعت ظاہر ہو جاوے گی اگر کسی بڑے حاکم پر سفر میں کوئی ذلیل ڈاکو لوٹ مار کرنے لگے تو اس عارضی غلبہ سے اس ڈاکو کو حاکم اور حاکم کو محکوم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس مغلوبیت میں بھی حاکم معزز اور ڈاکو ذلیل ہی ہے گو حاکم کی رفعت اس وقت بوجہ کسی عارض کے ظاہر نہیں ہوئی جب وہ افسر اپنے خاص دارالحکومت پہنچے گا اس رہزن کو گرفتار کر کے سزا دے گا اس وقت اس کی حکومت و رفعت ظاہر ہو جائے گی اسی طرح یہاں سمجھو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں

اَتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هٰٰذَا وَاَوْ لَعِبًا مِّنْ

کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو

وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ج

دوست مت بناؤ

ربط: اوپر یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت اس علت کی وجہ سے کی تھی کہ تم میں اور ان میں مناسبت نہیں بچ میں منافقین اور مرتدین کا ذکر

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَلَا أَنْ أَكْثَرَكُمْ

ہے اور اس پر جو پہلے بھیجا جا چکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان

فَسِقُونَ ﴿۵۹﴾

سے خارج ہیں

نہ قرآن پر تمہارا ایمان ہے چنانچہ ظاہر ہے اور نہ تورات و انجیل پر کیونکہ ان میں خود قرآن کی تصدیق موجود ہے پس قرآن کی تکذیب کرنا خود ان کی تکذیب کرنا ہے تو باوجود تمہارے کسی کتاب پر ایمان نہ رکھنے کے ہم جو سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے ہم کو ہتے ہو حالانکہ واقع میں یہ تو ہماری خوبی اور تمہارا عیب ہے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (آگے ترجمہ)

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ مِمَّنْ ذَلِكِ

آپ کیسے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتاؤں جو اس سے بھی

جس کو تم برا سمجھ رہے ہو

مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مِمَّنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ

خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ برا ہو وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ

اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بندر

وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ

اور سو بنادیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو

وہ جس میں غیر اللہ کی عبادت ہو اور اس پر یہ وبال نازل ہوں یا وہ طریقہ جو سراسر توحید اور نبوت انبیاء کی تصدیق سے بھرا ہو یقیناً موازنہ کا نتیجہ یہی ہوگا کہ (آگے ترجمہ)

أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءٍ

ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور راہ راست سے

السَّبِيلِ ﴿۶۰﴾

بھی بہت دور ہیں

اور تم بھی ان ہی کے طریقہ پر چل رہے ہو پھر کیا منہ لے کر ہتے ہو اور یہ حالتیں یہود و نصاریٰ میں ہو چکی ہیں گو سالہ پرستی یہود میں واقع ہوئی نصاریٰ

نے شیطان کے بہکانے سے احبار و رہبان و مسیح علیہ السلام کو خدا بنایا اور یہود میں اصحاب سبت بند رہوئے اور نصاریٰ میں آسمانی دسترخوان کی درخواست کرنے والے کفران نعمت کی وجہ سے سو رہوئے اور ان کا ملعون و مغضوب ہونا جا بجا آیات و احادیث میں موجود ہے۔ ربط: جن سے دوستی کرنے کی ممانعت تھی ان میں سے بعض منافق تھے جو کفار کے ضمن میں اوپر مذکور بھی ہو چکے آگے ان کی خاص حالت ذکر فرماتے ہیں واذ جاؤکم قالوا امننا تا یکممنون

وَإِذَا جَاءُوكُمْ

اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جہاں مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے۔ ربط: یہود کے کچھ حالات دوسرے فرقوں کے ساتھ اوپر مذکور ہوئے ہیں کچھ حالات آگے بیان فرماتے ہیں۔ وتری کثیراً منهم یسارعون تا یصنعون

قَالُوا أَمَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ

آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر آئے

قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا

تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں جس کو یہ

يَكْتُمُونَ ﴿۶۱﴾ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ

پوشیدہ رکھتے ہیں اور آپ ان میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر

فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السَّحْتَ ط

گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں

لَيَبْسُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۲﴾

واقعی ان کے یہ کام برے ہیں

یہاں تک تو عوام کا حال تھا آگے خواص کا حال بیان فرماتے ہیں کہ باوجود مسئلہ جاننے اور واقعہ کی اطلاع ہونے کے ان کو نہیں روکتے ربط: آگے بھی یہود کے بعض خاص حالات مذکور ہیں جن کا قصہ یہ ہوا تھا کہ نباش بن قیس اور فخاص رئیس یہود نے حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے کہ نعوذ باللہ خدا بخیل ہے۔

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ

ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے

قَوْلِهِمْ اِلَّا ثَمَرًا وَلَهُمْ السُّحْتُ ط لَيْسَ

اور حرام مال کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے واقعی ان کی

مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ

یہ عادت بری ہے اور یہود نے کہا کہ

يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ط غَلَّتْ اَيْدِيهِمْ

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ان ہی کے ہاتھ بند ہیں

یعنی خود اس مرض میں مبتلا ہیں چنانچہ یہود کا بخل تمام عالم میں مشہور ہے۔

وَلَعَنُوا اِبْرٰهٖمَ

اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے دور کر دیئے گئے

گو یہ کلمہ اعتقاد سے نہ ہو مگر کلمہ کفر پھر بھی کفر ہی ہے۔

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتٰنِ ط

بلکہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں

یعنی بڑے جواد اور کریم ہیں

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ط

جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں

پس یہود پر تنگی کی علت حکمت ہے کہ ان کو کفر کا وبال چکھائیں۔

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ

اور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ

مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ط

ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے

کہ بجائے توبہ کرنے کے اس کا بھی انکار کرنے لگتے ہیں۔

وَالْقِيٰنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى

اور ہم نے ان میں باہم قیامت تک عداوت

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ط

اور بغض ڈال دیا

چنانچہ ان میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقہ دوسرے کا دشمن ہے

كَلِمًا اَوْ قَدْ وَاِنَّا رَا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ لَا

جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں تو حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں

اور بکھادیتے ہیں یا تو لڑکر مرعوب ہو جاتے ہیں یا آپس کے اختلاف

کی وجہ سے اتفاق کی نوبت ہی نہیں آتی اور جاننا چاہیے ہیں کہ اس جگہ کافر

و ملعون ہونے کے جو آثار بیان کئے گئے ہیں ذلیل و قید ہونا اتفاق نہ ہونا

لڑائی میں ناکام رہنا یہ بطور واقعات کے ہیں آیت میں یہ دعویٰ نہیں کہ کفر و

لعنت کے واسطے یہ باتیں لازم ہیں نہ یہ دعویٰ ہے کہ یہ آثار کفار ہی کے

ساتھ خاص ہیں غیر کفار میں نہیں ہو سکتے پس اگر کفار پر کبھی یہ آثار مرتب

نہ ہوں یا غیر کفار میں بھی کبھی پائے جائیں تو کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ط

اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں

جیسے نو مسلموں کو بہکانا لگائی بجھائی کرنا عوام کو تورات کے محرف

مضامین سنا کر اسلام سے روکنا۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ

اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے اور اگر یہ

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا عَنْهُمْ

اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام

سَيِّئَاتِهِمْ

برائیاں معاف کر دیتے

رابطہ: اوپر اہل کتاب کے اقوال کفریہ مذکور ہیں آگے دونوں فرقوں کو

ایمان کی دنیوی و اخروی برکات سنا کر ایمان کی ترغیب دیتے ہیں اور اس

کے ضمن میں تنگی رزق کے سبب پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ید اللہ

مغلولہ کہنے کی نوبت آئی کہ اس کا سبب احکام الہی کا چھوڑنا ہے و لو ان

اهل الکتاب امنوا و اتقوا تا ساء ما يعملون

اس میں کفر اور شرک اور معاصی سب داخل ہیں جن میں تمام اقوال و

احوال آ گئے۔

وَلَا دُخْلَنَهُمْ جَنَّتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾

اور ضرور ان کو چین کے باغ میں داخل کر دیتے

یہ تو آخرت کی برکتیں ہوئیں آگے ایمان و تقویٰ مذکور کی دنیوی برکتیں بیان فرماتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا

اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے

أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ

ان کے پاس بھیجی گئی ہے اس کی پوری پابندی کرتے

یعنی ان کتابوں میں جس جس بات پر عمل کرنے کو لکھا ہے سب پر پورا عمل کرتے اس میں رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی آگئی اور منسوخ و محرف احکام اس سے نکل گئے کیونکہ یہ سب کتابیں ان پر عمل کرنے سے روکتی ہیں اس تقریر سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ اب بھی پوری توریت و انجیل واجب العمل ہیں اور اس جگہ اگرچہ صرف قرآن کا ذکر کافی تھا مگر تورات و انجیل کا ذکر اس لئے بڑھا دیا گیا تاکہ اہل کتاب کو بتلادیا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے توریت و انجیل پر بھی عمل فوت ہوتا ہے اور آپ کی تصدیق کرنا ان دونوں پر عمل کرنا ہے۔

لَا كُلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ط

تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے

کیونکہ اوپر سے یعنی آسمان سے پانی برستا اور نیچے سے یعنی زمین سے پیداوار ہوتی یہ ایمان کی دنیوی برکات کا ذکر ہوا اور یہاں بھی مثل پہلی آیت کے دنیوی برکات بصورت واقعہ بیان کی گئی ہیں۔ یہ دعویٰ نہیں کہ یہ باتیں ایمان و اعمال صالحہ ہی کے ساتھ خاص ہیں بدوں ایمان کے کسی کو عطا نہ ہوں گی نہ یہ دعویٰ ہے کہ ہر ایمان والے کو ہمیشہ یہ باتیں حاصل ہونا ضروری ہیں پس اگر کوئی مسلم تنگی میں ہو یا کوئی کافر وسعت میں ہو تو کوئی اشکال لازم نہیں آتا مگر اہل کتاب کفر پر مصر رہے اس لئے تنگی میں پڑے جس پر بعض نے حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی مگر پھر بھی سب برابر نہیں بلکہ (ترجمہ دیکھو)

مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط

ان میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے

جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ہمراہی اور نصاریٰ میں حضرت نجاشی اور ان کی جماعت لیکن ایسے تھوڑے ہی ہیں۔

وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝۶۶

اور زیادہ ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں

کیونکہ کفر و عناد سے بدتر کیا کام ہوگا۔ ربط: اوپر کفار کی مذمت دور سے چلی آ رہی ہے چونکہ کفار کی کثرت تھی اس لئے ان کی علی الاعلان مذمت کرنا بالخصوص ان کے منہ پر کرنا (کیونکہ بعض آیات میں حضور کو یہی حکم ہوا ہے) بعض اوقات موجب خطر و محتمل ضرر ہو سکتا ہے اس لئے آگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کے امر کے ساتھ اس ضرر سے بے خطر کرتے ہیں۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزلنا الیک من

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا

رَّبِّكَ ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط

دیتے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا

کیونکہ اس مجموعہ کا پہنچانا فرض ہے تو جیسا کل کے اخفاء سے یہ فرض فوت ہوتا ہے اسی طرح بعض کے اخفاء سے بھی وہ فرض فوت ہوتا ہے۔

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا

یعنی مقابل ہو کر کوئی آپ کو قتل و ہلاک نہ کر سکے گا۔ پس تبلیغ کے بارے میں کفار کا کچھ خوف نہ کیجئے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝۶۷

یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے۔

کہ اس طرح مقابل ہو کر آپ کو قتل و ہلاک کر سکیں چنانچہ یہ وعدہ اسی طرح صادق ہوا گو بعض لڑائیوں میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے نامردوں کی طرح آپ کو زہر دیا مگر مجتمع و مقابل ہو کر کوئی قتل و ہلاک نہ کر سکا اور اس پیشین گوئی کا سچا ہونا آپ کا معجزہ اور دلیل نبوت ہے اور ترمذی میں ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے فرمایا سب چلے جاؤ حق تعالیٰ نے میری حفاظت کر لی یہ بھی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ ایسا اعتماد بدوں وحی کے نہیں ہو سکتا۔

ربط: ایک آیت میں اوپر اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب تھی آگے ان کے موجودہ طریقہ کا خدا کے نزدیک ناکارہ اور نجات میں ناکافی ہونا اور نجات کا اسلام پر موقوف ہونا بیان فرماتے ہیں اور اس کے بعد بھی کفر پر اصرار کرنے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں قل یا ہلک الکُتُبُ لستم تا الکفرین

رابطہ: اوپر اہل کتاب کو اسلام کی ترغیب تھی آگے بھی ایک عام قانون ہے جو اہل کتاب وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اسی کی ترغیب ہے۔ ایسی ہی ایک آیت سورہ بقرہ میں مع اس کے ضروری مضامین کے گزر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے رابطہ: اوپر سے اہل کتاب کے قبائح کا ذکر چلا آ رہا تھا آگے پھر اسی کی طرف رجوع فرماتے ہیں اول یہود کا ذکر ہے کہ اس قوم کی تو ہمیشہ سے ایسی ہی عادت چلی آتی ہے پھر نصاریٰ کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا تَابَعِيرٍ بِمَا يَعْمَلُونَ

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا

اول توریت میں کہ تمام پیغمبروں کی تصدیق و اطاعت کریں۔

بَنِي إِسْرَءِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا كَلَّمَا

اور ہم نے ان کے پاس بہت سے پیغمبر بھیجے جب کبھی ان کے

جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ لَا

پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا

تب ہی ان کے ساتھ مخالفت سے پیش آئے اور ان رسولوں میں جن کی شریعت یا بعض احکام جدید تھے ان کا خلاف خواہش ہونا تو اعتقاد کے اعتبار سے بھی ممکن ہے کیونکہ نئی بات سے اکثر وحشت ہوتی ہے اور جو رسول صرف توریت کے احکام کی بعینہ تعلیم کرتے تھے ان کا خلاف خواہش ہونا بوجہ عمل کی ناگواری کے تھا جیسا کہ آج کل مسلمانوں میں نکاح بیوہ کا حال ہے کہ اعتقاداً سب جائز سمجھتے ہیں مگر عمل ناگوار ہو رہا ہے۔

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۝۹۰ وَحَسِبُوا

سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور یہی گمان کیا کہ

أَلَّا تَكُونُ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُوا

کچھ مزاح نہ ہوگی اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے

کہ نہ انبیاء کی صداقت کی دلیل کو دیکھنا ان کے کلام کو سنا۔

ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توبہ فرمائی

یعنی اور کسی پیغمبر کو بھیجا کہ اب بھی راہ پر آویں مگر (ترجمہ دیکھو)

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُ عَلَىٰ شَيْءٍ

آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! تم کسی راہ پر بھی نہیں

کیونکہ غیر مقبول راہ پر ہونا مثل بے راہی کے ہے

حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا

جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب

أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ط

کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی بھی پوری پابندی نہ کرو گے

اس کے معنی اور ترغیب اور برکات اور پر مذکور ہو چکے ہیں آگے حضور کو خطاب فرماتے ہیں کہ چونکہ ان میں اکثر لوگ تعصب بے جا میں مبتلا ہیں اس لئے (ترجمہ دیکھو)

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

اور ضرور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے

مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ج

وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے

جس سے ممکن ہے کہ آپ کو رنج و غم ہو لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ متعصب ہیں (ترجمہ دیکھو)

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْكُفْرِينَ ۝۹۱ إِنَّ

تو آپ ان کافر لوگوں پر غم نہ کیا کیجئے۔ یہ حقیقی بات ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ

کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صابین

وَالنَّصَارَىٰ مَنَ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور نصاریٰ جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

پر اور کارگزاری اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ۝۹۲

مغموم ہوں گے۔

ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ ۝۹

پھر بھی اندھے اور بھرے بنے رہے یعنی ان میں کے بہترے اور اللہ تعالیٰ

بِمَا يَعْمَلُونَ ۝۱۰

ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں

یعنی ان کا یہ گمان غلط تھا چنانچہ وقتاً فوقتاً ان کو سزا بھی ہوتی رہی کبھی طاعون کبھی ذلت کبھی قتل کبھی مسخ وغیرہ مگر ان کا یہی شیوہ رہا حتیٰ کہ اب آپ کے ساتھ بھی اسی طرح تکذیب و مخالفت کا برتاؤ کیا لہذا کفر الذین قالوا ان اللہ تا واللہ غفور رحیم

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

بِشَكِّ وَهُوَ كَافِرٌ هُوَ يَكْفُرُ هُوَ كَافِرٌ هُوَ كَافِرٌ

ابْنُ مَرْيَمَ ۝۱۱

ابن مریم ہے

یعنی دونوں میں اتحاد ہے

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِيْ اِسْرَءِيْلَ اَعْبُدُوا

حالاںکہ مسیح نے خود فرمایا کہ اے بنی اسرائیل اتم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو

اللَّهُ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ ۝۱۲

میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے

اس قول میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بندہ ہونے کی تصریح کر دی پھر بھی ان کو معبود کہنا وہی بات ہے کہ مدعی ست گواہ چست

اِنَّهُ مِنْ يُّسْرِكَ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ

بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ

الْجَنَّةَ وَمَا وَهُ التَّارُطُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ

جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی

اَنْصَارٍ ۝۱۳

مددگار نہ ہوگا۔

کہ دوزخ سے بچا کر ان کو جنت میں پہنچا سکے اور جیسے اتحاد کا عقیدہ کفر ہے اسی طرح تثلیث کا عقیدہ بھی کفر ہے پس آگے ترجمہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۝۱۴

بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا

وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ۝۱۵

ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں

نہ دو اور نہ تین جب یہ عقیدہ بھی کفر ہے تو اوپر جو سزا مذکور ہے وہ اس پر بھی مرتب ہوگی۔

وَأِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ

اور اگر یہ لوگ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۶

ان میں کافر رہیں گے ان پر دردناک عذاب واقع ہو گا کیا پھر بھی

یعنی ان مضامین تو حید و وعید کو سن کر بھی اپنے عقائد و اقوال باطلہ سے آگے ترجمہ

يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَاللَّهُ

خدا تعالیٰ کے سامنے تو نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۷

بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں

اس سورۃ کے تیسرے رکوع کی تفسیر میں ان فرقوں کی تعیین کر دی گئی ہے اور جملہ انہ من یشرک باللہ اور ما للظلمین من انصار ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی کے کلام کا تہہ ہوا اور موجودہ انجیلوں میں منقول نہ ہو یا بقول مفسر حقانی محفوظ نہ رہا ہو یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہو جو بقول مفسر حقانی انجیل کے بھی دوسرے مواضع سے ثابت ہے۔ ربط: اوپر عیسیٰ علیہ السلام کی معبودیت کا عام مضمون سے ابطال فرمایا تھا آگے ایک خاص دلیل سے باطل کرتے ہیں۔ ما المسیح ابن مریم الارسل قانی یوفکون

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ

مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے پہلے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۝۱۸

اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ عاجز ہونا خود الوہیت کے منافی ہے تو عاجزوں کی عبادت کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ یہ نصاریٰ یا تو عیسیٰ علیہ السلام کی بھی پرستش کرتے ہوں گے یا یہ کہ عبادت میں سب سے بڑا درجہ خدائی کے اعتقاد کا ہے جب وہ عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کے معتقد ہوئے تو یقیناً ان کی عبادت کی۔

وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۵﴾

حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں

پھر بھی تم خدا سے نہیں ڈرتے اور اپنے کفر و شرک سے باز نہیں آتے۔
رابط: چونکہ ایسے عقائد میں اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے اسلاف کے طریقہ سے دلیل لایا کرتے ہیں اس لئے آگے اس سے منع فرماتے ہیں۔ قل یا ہل الکتاب تا السبیل

قُلْ یَا أَهْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ

آپ فرمائیے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں

غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ

ناحق کا غلومت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی

قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا کَثِیْرًا

میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں

وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ ﴿۶﴾

اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے

جب ان کی غلطی دلائل سے ثابت ہو گئی پھر ان کا اتباع کیوں نہیں چھوڑتے۔

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ بَنِیِّ إِسْرَآءِیْلَ

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی

عَلٰی لِسَانِ دَاوُدَ وَعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ

داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے

رابط: اوپر نصاریٰ کے ذکر سے پہلے یہود کا ذکر تھا آگے پھر ان ہی کا ذکر ہے اس کے بعد یہود کے سخت تعصب کے مقابلہ میں نصاریٰ کا عموماً کم تعصب والا ہونا اور ان میں سے ایک خاص نو مسلم جماعت کا خصوصاً حق کا منقاد ہونا بیان فرما کر اس بحث کو اس مقام پر ختم فرما کر دوسرے احکام متعلقہ بیان فرماتے ہیں پھر نصاریٰ کے ساتھ کچھ بقیہ گفتگو آخر سورۃ میں

جن کو عیسائی خدا نہیں مانتے پس اگر پیغمبری یا معجزات خدائی کی دلیل ہیں تو سب کو خدا ماننا چاہئے اور اگر یہ خدائی کی دلیل نہیں تو حضرت مسیح کو کیوں خدا کہا جاوے جب ان کو خدا نہیں کہتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مت کہو۔

وَأُمُّهُ صِدِّیْقَةٌ

اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں

جیسے اور بیبیاں ولی ہو چکی ہیں ان کو بھی خدا یا خدا کا جزو کہنا سراسر حماقت ہے آگے ان دونوں حضرات کے خدا نہ ہونے کی ایک سہل دلیل بیان فرماتے ہیں۔

كَأَنَّا یَاكُلِنَ الطَّعَامَ

دونوں کھانا کھایا کرتے تھے

اور جو شخص کھانا کھاتا ہے وہ اس کا غذا میں یا تلذذ میں محتاج ہوتا ہے اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا دوسرے کھانا کھانا مادی چیزوں کی خاصیت ہے تو مسیح علیہ السلام مادی ہوئے اور مادی شے ممکن ہوتی ہے کہ اس کے لئے وجود لازمی نہیں ہوتا معدوم بھی ہو سکتی ہے اور یہ خدائی کے منافی ہے کیونکہ خدا کا واجب الوجود ہونا ضروری ہے کہ اس کا وجود کبھی فنا نہ ہو سکے پس عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی باطل ہے اور اسی دلیل سے روح القدس کی باطل خدائی بھی باطل ہو گئی کیونکہ ان کا چلنا پھرنا آنا جانا مسلم ہے اور یہ بھی مادی چیزوں کے خواص میں سے ہیں تو وہ بھی مادی ہوئے اور مادی شے کے لئے وجود لازم نہیں ہوتا جو خدائی کے منافی ہے اور چونکہ ان لوگوں سے ان ہی میں کلام تھا اس لئے غیر مادی چیزوں کے خدا نہ ہونے کے متعلق استدلال بیان کرنا یہاں ضروری نہ تھا دوسری آیتوں میں عام طور پر مادی اور غیر مادی سب کی خدائی کے ابطال پر استدلال مذکور ہے۔

رابط: مسیح علیہ السلام کی خدائی باطل کر کے آگے ان لوگوں پر دھمکی ہے جو اس کے قائل ہیں۔ قل اتعبدون تا هو السميع العليم

أَنْظُرْ کَیْفَ بُیِّنَ لَهُمُ الْآیَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أُنِّی

دیکھئے تو ہم کیونکر دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ لئے کدھر جا

یُؤْفَکُونَ ﴿۷﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

رہے ہیں آپ فرمائیے کیا خدا کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہو جو کہ

اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا

تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا

یہ اسی دائمی ناخوشی کا ثمرہ ہے

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر پر

یعنی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے جس کا ان کو دعویٰ ہے۔

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا لَهُمْ أَوْلِيَاءَ

اور اس کی کتاب پر جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی تو ان کو بھی دوست نہ بناتے

کیونکہ اگر ان کو اپنے نبی پر سچا ایمان ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی کرتے کیونکہ آپ کو موسیٰ علیہ السلام سے نبوت وغیرہ میں مناسبت ہے اور یہود کے نزدیک بھی آپ کی نبوت ثابت ہے۔ نہ یہ کہ مشرکین سے محض اس مناسبت سے دوستی کا علاقہ رکھیں کہ ان کو بھی اہل اسلام سے عداوت ہے اس سے ثابت ہوا کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام اور توریت پر بھی ایمان نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ جب ایک نبی کا بھی انکار کیا تو اللہ تعالیٰ اور سب انبیاء اور تمام خدائی کتابوں کے ساتھ کفر ہو گیا۔

وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۱﴾

لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں

اسی لئے مشرکین کے ساتھ ان کو دوستی اور تعلق بطریق مذکور ہو رہا ہے اور زیادہ کی قیداً۔ اے ہے کہ بعض ان میں سے ایمان بھی لے آئے تھے جیسا کہ بار ذکر ہو چکا۔

رابطہ: اوپر یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا مذکور تھا اگے ان کا مشرکین کی طرح مسلمانوں سے سخت عداوت رکھنا مذکور ہے کہ وہی اصل میں مشرکین سے دوستی کا سبب ہے اور کفر کا اثر ہے اس کے بعد ایک خاص جماعت نصاریٰ میں بہ نسبت ان یہود کے تعصب کم ہونا بتلاتے ہیں کیونکہ ہر مضمون میں انصاف و عدل رکھنا قرآن مجید کے لوازم ذات میں سے ہے اس لئے یہود کے تعصب کا ذکر کر کے اس کے مقابلہ میں نصاریٰ کی اس خاص جماعت کی بے تعصبی کا ذکر بھی کر دیا گیا اور ان میں سے جنہوں نے حق کو قبول کر لیا تھا ان کا مستحق تعریف و ثناء و حسن جزا ہونا بھی مذکور ہے اور یہ خاص جماعت حبشہ کے نصاریٰ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو جب کہ ہجرت مدینہ سے پہلے وہ حبشہ چلے گئے تھے کچھ تکلیف نہیں دی اور جو نصرانی اب بھی ایسا ہی ہو وہ حکماً ان ہی میں داخل ہے اور ان میں سے حق قبول کرنے والے نجاشی بادشاہ اور ان کے مصاحب ہیں کہ حبشہ میں بھی قرآن سن کر روئے اور مسلمان ہو گئے پھر تیس آدمی حضور صلی اللہ

لاویں گے لعن الذین تا یفعلون

یعنی زبور و انجیل میں کافروں پر لعنت کی گئی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے چونکہ یہ کتابیں ان حضرات پر نازل ہوئی تھیں اس لئے یہ مضمون ان کی زبان سے ظاہر ہوا۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۸۲﴾

یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے یعنی کفر بھی شدید تھا اور شدید ہونے کے ساتھ مدید بھی تھا کہ اس کو دائم و قائم رکھا چنانچہ آگے ترجمہ

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ط

جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آئے تھے۔

بلکہ اسی کفر پر جسے رہے پس ان کے شدید و مدید کفر کے سبب ان پر لعنت ہوئی۔ رابطہ: اوپر اسلاف یہود کا ذکر تھا آگے ان کے اخلاف یعنی موجودہ یہودیوں کا ذکر ہے اس ترتیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا بھی ہے کہ آپ ان کی مخالفت کا غم نہ کیجئے اس قوم کا شیوہ مدت سے یہی چلا آتا ہے۔ قری کثیرا منهم تا فسقون

لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۸۳﴾ تَرَى كَثِيرًا

واقعی ان کا فعل بیشک برا تھا۔ آپ ان میں بہت آدمی دیکھیں گے

مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط

کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں

چنانچہ یہود مدینہ اور مشرکین مکہ میں باہم خوب سازگاری تھی جس کا منشاء یہ تھا کہ مسلمانوں سے سب کو عداوت تھی۔

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ

جو کام انہوں نے آگے کے لئے کیا ہے وہ بیشک برا ہے

یعنی کفر کہ وہی سبب تھا کفار کی دوستی کا اور مسلمانوں سے عداوت کا۔

أَنْفُسَهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي

کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوا اور یہ لوگ

الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۸۴﴾

عذاب میں دائم رہیں گے

اٰمَنُوْا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَضْرِیْ ط

تر تو ان لوگوں کو پائے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں
یہاں قالوا صیغہ ماضی کا ہے تو زمانہ مابعد کے نصرانی اس سے خارج رہیں گے۔

ذٰلِكَ

یہ

یعنی دوستی کے قریب اور عداوت میں کم ہونا

بِاَنَّ مِنْهُمْ قَسِيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا

اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں
اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں

جب کسی قوم میں ایسے لوگ بکثرت ہوتے ہیں تو عوام میں بھی حق
کے ساتھ زیادہ عناد نہیں رہتا۔

وَاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۸۲

اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں
اور امر حق کے سامنے نرم ہو جانا تواضع کا خاصہ ہے۔

علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور قرآن سن کر روئے اور
اسلام قبول کیا اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا تھا لتجدن اشد
الناس تالا يستكبرون

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ

تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے

اٰمَنُوْا اِلَيْهِمْ وَالَّذِيْنَ اٰشْرَكُوْۤا

آپ ان یہود اور مشرکین کو پاویں گے

الذین اشرکوا صیغہ ماضی ہے اس سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ
یہ حکم تمام زمانوں کے اور ہر جگہ کے مشرکوں پر جاری ہونا ضروری نہیں
اور یہود کا الفت رکھنا اب تک نہیں سنا گیا اور اگر کہیں پائے جائیں
تب بھی اشکال نہیں کیونکہ یہاں خاص یہود کا ذکر ہے عام کا نہیں
چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ

اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب

الحمد للہ چھٹے پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے

تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا

تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے

عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ

کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا

رابطہ: اوپر نصاریٰ میں سے ایک خاص اوصاف کی جماعت کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو ان میں مسلمان ہو گئے تھے۔ واذا سمعوا تا اصحاب الجحیم مطلب یہ کہ حق کو سن کر متاثر ہوتے ہیں۔

يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۸۲﴾

یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن کے حق ہونے کی یعنی ہم کو بھی مسلمانوں میں شمار کر لیجئے۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ

اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے

الْحَقِّ لَا وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ

اس پر ایمان نہ لاویں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک

الصَّالِحِينَ ﴿۸۳﴾

لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا

بلکہ یہ امید اسلام پر موقوف ہے اس لئے مسلمان ہونا ضروری ہے رابطہ: یہاں تک اہل کتاب کے متعلق گفتگو تھی آگے پھر رجوع ہے احکام فریعیہ کی طرف جن کا ذکر کچھ شروع سورۃ میں اور کچھ درمیان میں بھی ہوا ہے اور اوپر کی آیتوں سے ایک خاص تعلق یہ ہے کہ اوپر رہبانیت کا ذکر مدح کے موقعہ میں آیا ہے گو وہ مدح رہبانیت کے صرف ایک جزو خاص یعنی ترک حب دنیا کی ہے لیکن یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کی تمام خصوصیات کے اعتبار سے کوئی مدح سمجھ جائے اس لئے اس مقام پر اس تحریم حلال کی ممانعت زیادہ مناسب ہوئی کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام نہ کر دیا جیسا کہ بعض

صحابہ نے گوشت اور چکنائی اور بعض نے عورتوں کو اپنے اوپر حرام کرنے کا قصد کیا تھا۔ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا تا انتم بہ مومنون

فَاتَّبَعَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَدَّتِ تَجْرِي

سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ

نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے

جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اور نیکوکاروں کی یہی پاداش ہے اور جو لوگ کافر رہے اور

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۸۶﴾

ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں

خَوَاهِ كِهَانِ كِ قِسْمِ سِ هَوْنِ يَآ سِنِي كِ يَآ مَنكُوحَاتِ كِ قِسْمِ سِ هَوْنِ۔

مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ

ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ

حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم

اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ

جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں

یعنی حلال چیز کو حرام کرنا رضائے حق کے خلاف ہے پس خدا سے ڈرو اور ایسا مت کرو یا یہ مطلب ہو کہ ضروری بات تو حرام اور معصیت سے بچنا ہے کہ یہ تقویٰ ہے ان سے بچو حلال چیزوں سے بچنا ضروری نہیں اس پر تقویٰ موقوف نہیں۔ اور جاننا چاہئے کہ حلال کو حرام کرنا تین طرح ہے ایک تو اعتقاداً کہ اس کو عقیدہ میں حرام سمجھے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ یقیناً قطعی طور پر حلال

أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ط

یا ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا

یعنی تینوں میں جس کو چاہے اختیار کر لے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكْ

اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں یہ

كَفَّارَةٌ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ط وَاحْفَظُوا

کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کا

أَيْمَانَكُمْ ط

خیال رکھا کرو

بھی ایسا نہ ہو کہ قسم کو توڑ دو اور کفارہ نہ دو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ حکم تمہاری دینی اور دنیوی مصالح کی رعایت کر کے فرمایا ہے (آگے ترجمہ)

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ

تَشْكُرُونَ ۵۹

تم شکر کرو

لغو کہتے ہیں بے اثر کو اس کے دو معنی ہیں ایک وہ جس پر گناہ مرتب نہ ہو اس کا حکم مع تفسیر معنی کے سورہ بقرہ میں ہو چکا ہے دوسرے وہ جس پر کفارہ نہ آتا ہو اس آیت میں لغو سے یہی مراد ہے قرینہ یہ ہے کہ اس قسم کے مقابلہ میں مذکور ہوئی ہے جس میں کفارہ آتا ہے جو منعقدہ کہلاتی ہے حقیقت اس کی یہ ہے کہ آئندہ کے لئے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائی اسی سے لغو کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی کہ جو ایسی نہ ہو وہ لغو ہے اب چند مسائل بمبین منعقدہ کے لکھے جاتے ہیں مسئلہ: قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ: کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ صدقہ فطر کے برابر مسکین کو غلہ یا اس کی قیمت دے دے یا دس آدمیوں کو گھر بٹھلا کر دو وقت کھلا دے لیکن ان میں ایسا شخص نہ ہو جو قریب بلوغ کے بھی نہ ہو یا شکم سیر ہو اور یہ سب مساکین ایسے ہوں جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر کپڑا دے تو اس قدر جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے مثلاً ایک کرتہ ایک پانجامہ یا ایک لنگی اور چادر مسئلہ: یہاں غلام لونڈی کا مومن ہونا شرط نہیں باقی مسائل غلام لونڈی کے پارہ والحصنت میں گزر چکے ہیں۔ مسئلہ: اگر

ہے تو اس تحریم سے کافر ہو جاوے گا دوسرے یہ کہ صرف قول سے حرام کہے دل سے اس کو حلال سمجھے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر الفاظ قسم کے ہوں تو قسم ہو جاوے گی اور بلا ضرورت ایسی قسم کھانا معصیت ہے اس کو توڑ کر کفارہ دے اور اگر قسم کے الفاظ نہیں تو لغو ہے اس کا کچھ اثر نہیں اگر کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے یا اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں یہ قسم ہو جائے گی اور اگر یوں کہے کہ فلاں چیز کھاؤں یا فلاں کام کروں تو سو کھاؤں یا حرام کھاؤں اس کا حکم یہ ہے کہ جہاں اس طرح قسم کھانے کا رواج نہ ہو وہاں قسم نہ ہوگی اور جہاں رواج ہو وہاں فقہاء کا اختلاف ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ نہ اعتقاداً حرام سمجھے نہ زبان سے کہے مگر ثواب سمجھ کر ہمیشہ کو کسی حلال چیز سے پرہیز کر لے یہ بدعت اور رہبانیت ہے اس کے خلاف کرنا واجب ہے اور اس سے کفارہ نہیں آتا اور اگر ثواب سمجھ کر نہ پرہیز کرے بلکہ بطور معالجہ بدن یا نفس کے کسی عارضی مرض سے مرض رہنے تک چھوڑ دے تو وہ تحریم نہیں یہ جائز ہے اور بزرگوں سے جو مجاہدات منقول ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں اور معالجہ امراض نفس کے لئے ایسا کرتے تھے ان پر اعتراض ناجائز ہے ۱۲

بِاللَّغْوِ

فرماتے

رابطہ: اوپر حلال چیزوں کے حرام کرنے کا ذکر تھا چونکہ بعض اوقات اس سے قسم لازم ہو جاتی ہے اس لئے آگے قسم کا حکم مذکور ہے۔
لَا يُوْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ تَا تَشْكُرُونَ
یعنی کفارہ واجب نہیں کرتے۔

فِيْ أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ

تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں

بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ ج

کہ تم قسموں کو مستحکم کر دو

یعنی آئندہ بات پر قسم کھا لو۔

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنَ مِنْ

سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو

أَوْ سِطِّ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيْكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ

اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا

رہتے اور قمار میں بھی ایسی دھت ہوتی ہے کہ دنیا کی حرص اس درجہ غالب ہوتی ہے کہ رفتہ رفتہ خدا کی یاد اور نماز سب چھوٹ جاتی ہے جو جیت گیا اس کو تو سرور اور نشاط اس درجہ ہوتا ہے کہ وہ اس میں غرق ہوتا ہے اور جو ہار گیا اس کو رنج و اضطراب پھر غالب آنے کی کوشش اس درجہ ہوتی ہے کہ اس سے فراغت نہیں ہوتی یہ دینی نقصان ہوا خمر و میسر کے متعلق سورہ بقرہ میں اور ازلام کے متعلق اسی سورہ میں ضروری بیان گزر چکا ہے۔ اور ازلام کا ذکر تو اس جگہ اس لئے کیا گیا کہ وہ بھی قمار میں داخل ہے البتہ انصاب یعنی بتوں کے ذکر میں اس طرف اشارہ ہے کہ شراب و قمار اس درجہ قبیح ہیں کہ اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے اور بت پرستی کے قریب قریب یہ اس لئے ہیں کہ نماز سے جو کہ اسلام کا بڑا شعار اور ایمان کی بڑی علامت ہے روکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس درجہ ایمان سے دوری ہوگی اسی قدر کفر سے نزدیکی ہوگی اور یہ حکمت جو کہ شراب و قمار کی حرمت میں بیان کی گئی ہے شطرنج وغیرہ میں بھی موجود و مشاہد ہے۔ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ جائز کیونکر ہو سکتی ہے۔

فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۙ

سو اب بھی باز آؤ گے؟

حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر صحابہ نے کہا انتھینا یعنی ہم باز آئے اور جس قدر شرابیں اس وقت موجود تھیں سب پھینک دیں۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ

اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ عَلَىٰ رَسُولِنَا

اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ

الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۙ

صرف صاف صاف (حکم کا) پہنچا دینا تھا

رابطہ: اوپر ایک خاص حکم کے بجالانے کا امر فرمایا ہے آگے تمام احکام میں اطاعت کرنے کا امر ہے۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول تا المبین اور وہ اس کو بخوبی انجام دے چکے اور تم کو احکام پہنچا چکے اب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش نہیں رہی۔ رابطہ: اوپر کی آیت میں شراب و قمار کی حرمت نازل ہو چکی تو بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت سے آدمی جو شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے اس تحریم سے پہلے مر گئے اب معلوم ہوا کہ

روزے رکھے تو متواتر رکھنے چاہئیں اور اگر دو روزے رکھنے کے بعد بھی کھانا یا کپڑا دینے کا مقدور ہو گیا تو روزہ سے کفارہ نہیں ہوا۔ مسئلہ: خواہ قسم جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جائے دونوں میں کفارہ واجب ہے مسئلہ: مقدور سے مراد صاحب نصاب ہونا ہے رابطہ: اوپر حلال چیزوں کے ایک خاص طریقہ پر چھوڑنے کی ممانعت تھی آگے بعض حرام چیزوں کے استعمال سے ممانعت ہے یا ایہا الذین امنوا انما الخمر تاهل انتم منتھون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو

وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۙ

شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو

کہ ان کی مضرتوں سے بچے رہو گے اور وہ مضرتیں دینی بھی ہیں اور دنیوی بھی جن کا بیان یہ ہے کہ (ترجمہ دیکھو)

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ

شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے

وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے

چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب میں تو عقل نہیں رہتی گالی گلوچ دنگا فساد ہو جاتا ہے جس سے بعد میں بھی کدورت باقی رہتی ہے۔ اور جوئے میں جو ہارتا ہے اس کو جیتنے والے پر طبعاً غیظ ہوتا ہے کہ میرا مال لے لیا جب اس کو رنج ہوگا تو دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا تو یہ دنیوی نقصان ہوا۔

وَيَصِدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے

جو کہ اللہ کی یاد کا افضل طریقہ ہے۔

وَعَنِ الصَّلَاةِ ۚ

تم کو باز رکھے

چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ کیونکہ شراب میں تو اس کے ہوش ہی بجائیں

وہ حرام ہے تو ان کا کیا حال ہوگا اس پر آیت آئندہ نازل ہوئی جس میں ان پر

گناہ نہ ہونا مذکور ہے۔ لیس علی الذین امنوا تا یحب المحسنین

لَیْسَ عَلَی الذِّیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں

جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْا

کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں

اور اس وقت وہ حلال ہو جو کہ بعد میں حرام ہو جاوے۔

اِذَا مَا اتَّقَوْا

جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں

یعنی ان لوگوں کو گناہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ گناہ کا کوئی سبب ان میں نہیں

بلکہ ان میں گناہ سے روکنے والی ایک صفت موجود ہے وہ یہ کہ وہ لوگ خدا کے خوف سے اس وقت کی تمام چیزوں سے پرہیز کرتے تھے۔

وَ اٰمَنُوْا

اور ایمان رکھتے ہوں

یہ ان کے خوف خدا کی دلیل ہے کیونکہ ایمان خدا سے ڈرنے کا سبب ہے۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور نیک کام کرتے ہوں

یہ خوف خدا کی علامت ہے جس پر وہ عمر بھر قائم رہے

ثُمَّ اتَّقَوْا

پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں

یعنی اگر وہ حلال چیز جس کو وہ پہلے کھاتے پیتے تھے کبھی آگے چل کر

حرام ہو جائے تو خوف خدا کے سبب اس سے بھی پرہیز کرنے لگے آگے اس خوف کی دلیل میں بھی ایمان کا ذکر فرماتے ہیں جو کہ اعمال صالح کو مقتضی ہوتا ہے پس یہاں بھی خوف خدا کا سبب اور اس کی علامت دونوں موجود ہیں۔

وَ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَ اَحْسَنُوْا

اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں

یعنی اگر پھر کوئی حلال چیز حرام ہو جائے تو اسی خوف کی وجہ سے اس سے بھی

پرہیز کرنے لگے اور اس وقت بھی خوف خدا کی دلیل اور علامت وہی ایمان ہوتا ہے کیونکہ نیک اعمال ایمان ہی پر موقوف ہیں مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی یہ

حالت تھی کہ جب کسی چیز کی حرمت نازل ہوتی فوراً اس سے رک جاتے۔

وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۹۳

اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں

یعنی ان لوگوں کی حالت بیگناہی سے محبوبیت تک پہنچ گئی۔

یٰۤاَیُّهَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا لَیْبُوْا نَکْمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا

مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهُ اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ

جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے

یعنی حالت احرام میں شکار کرنے کو تم پر حرام کیا جائے گا۔

لَیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ ۝۹۴

تا کہ اللہ تعالیٰ معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے

آگے صراحۃً بھی حرمت کا ذکر ہے۔

فَمَنْ اَعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلْہٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۹۵

سو جو شخص اس (حرمت) کے بعد (حد شرعی) سے نکلے گا اس کے واسطے دروناک سزا ہے

چنانچہ وحشی جانور اس پاس پھرتے تھے صحابہ اس امتحان میں پورے اترے۔

یٰۤاَیُّهَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوْا

اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو

مگر جس کو شرع نے مستثنیٰ کر دیا ہے

الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرْمٌ ۝۹۶

جبکہ تم حالت احرام میں ہو

اسی طرح جب کہ وہ شکار زمین حرم میں ہو گوشتکاری حرم سے باہر ہو۔

وَمَنْ قَتَلْہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فِجْزَآءٍ مِّثْلُ مَا

اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ

قَتَلَ مِنَ النِّعَمِ

مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے

یعنی باعتبار قیمت کے مساوی ہوگی۔

يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ

جس کا فیصلہ (تخمینہ سے) تم میں سے دو معتبر آدمی کر دیں

جو دینداری میں بھی قابل اعتبار ہوں اور تجربہ و بصیرت میں بھی اور دو شخصوں کا تخمینہ کرنا افضل ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی عادل شخص سے کرا لیا جائے اور یہ تخمینہ اسی وقت اور اسی جگہ ہونا چاہئے جہاں وہ شکار مارا گیا ہے اور اگر وہ جگہ جنگل ہے تو جو آبادی اس سے قریب ہو وہاں کے اعتبار سے تخمینہ کیا جاوے گا پھر تخمینہ قیمت کے بعد قاتل کو چند باتوں کا اختیار ہے (ترجمہ دیکھو)

هَدْيًا بَلِغَ الْكَعْبَةِ

خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں سے ہو

یعنی اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری نہ ہو یا مادہ ان میں سے اس قیمت کا کوئی جانور خریدے۔

أَوْ كَفَّارَةً

بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک

یعنی کعبہ کے پاس تک زمین حرم کے اندر

طَعَامٌ مِّسْكِينَ

پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیا جائے

یعنی خواہ اس قیمت کے برابر غلہ مساکین کو دے دیا جائے ایک مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم نہ دیا جائے البتہ اگر فی مسکین نصف صاع دے کر اخیر میں نصف صاع سے کم بچے تو وہ بقیہ ایک مسکین کو دیدے یا نہ دے اور اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لے اور تخمینہ مذکورہ میں جتنے مساکین کا حصہ قرار پاوے اگر ان کو دو وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلاوے تب بھی جائز ہے۔

أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا

اور خواہ اس (غلہ) کے برابر روزے رکھ لئے جاویں

غلہ کی برابر روزے رکھنے کی صورت یہ ہے کہ بحساب فی مسکین نصف صاع کے جتنے مساکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا ہے اتنے شمار سے روزے رکھ لے اور تقسیم غلہ اور روزے رکھنے کے لئے حرم میں ہونے کی قید نہیں اور اگر جانور کی قیمت اتنی کم ہے کہ نصف صاع غلہ بھی اس میں نہیں خریدا جاسکتا تو اختیار ہے کہ یا تو وہی نصف صاع سے کم ایک مسکین کو دیدے یا اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لے۔

لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ

تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے

اور اگر جان بوجھ کر نہیں مارا بلکہ غلطی سے ایسا ہوا تو پھر بھی اگرچہ یہی جزاء واجب ہے مگر وہ اس فعل کی سزا نہیں بلکہ صرف اس شکار کے محترم ہو جانے کی وجہ سے اس کا ضمان ہے خواہ بوجہ شکار حرم ہونے کے محترم ہو یا شکاری کے محرم ہونے کی وجہ سے محترم ہو گیا ہو۔

عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ

اور اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف کر دیا

یعنی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی حرم اور احرام کی حرمت چونکہ معلوم تھی اس لئے گناہ ہو سکتا تھا مگر صریح حکم معلوم نہ ہونے کی وجہ سے معاف فرما دیا لیکن صریح حکم کے بعد جو ایسا کرے اس کا حکم آگے آتا ہے (ترجمہ دیکھو)

وَمَنْ عَادَ فَيَنْقِمَ اللَّهُ مِنْهُ

اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے

کیونکہ دوبارہ کرنے میں اکثر ایک گونہ جرأت ہوتی ہے اس لئے علاوہ جزائے مذکورہ کے کہ وہ تو شکار کی جان کا عوض یا اس کے فعل کا تاوان ہے آخرت میں بھی اس جرأت کا بدلہ پائے گا البتہ اگر توبہ کر لے تو چونکہ جرأت نہیں رہی انتقام آخرت بھی نہ ہوگا۔

وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۹۵

اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں

اس میں چند مسائل ہیں۔
مسئلہ: حرم کا شکار اگر غیر محرم قتل کرے تو اس کے لئے کفارہ میں روزے کافی نہ ہوں گے۔

مسئلہ: جس طرح قتل میں جزا ہے اسی طرح زخمی کرنے سے بھی جتنی قیمت کم ہوگئی ہو تخمینہ کر کر اس مقدار قیمت میں پھر وہی تین صورتیں جاری ہوگی۔

مسئلہ: جس شکار کا حرم اور احرام میں قتل کرنا حرام ہے وہ عام ہے خواہ اس کا کھانا حلال ہو یا نہ ہو البتہ جو دلیل سے مستثنیٰ ہو گئے ہیں ان کو پکڑ کر قتل کرنا جائز ہے جیسے دریائی شکار اور بعض خشکی کے خاص جانور جیسے کوا چیل بھڑیا سانپ بچھوکا ٹٹے والا کتا اسی طرح جو درندہ حملہ کرے اس کا قتل بھی جائز ہے ۱۲

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا

دریائی جانور وہ ہے کہ اس کی پیدائش اور سکونت دونوں پانی میں ہوں

وَطَعَامُهُ

اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے

ظاہر آیت میں اس سے مراد مچھلی ہے

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ

تمہارے انتفاع کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا

صِيدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ

تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو

الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللَّهُ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے

الْكُعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ

کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا

یعنی اس میں دینی اور دنیاوی برکات رکھیں۔

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۖ

اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور ان

جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں

اس نشانی کے لئے کہ یہ اللہ کی نیاز ہیں۔

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور

وَمَا فِي الْأَرْضِ

زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں

کہ آئندہ کے فوائد کے لحاظ سے احکام مقرر فرماتے ہیں

وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۹۷﴾

اور بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں

اور ان کا علم ذاتی ہے۔

إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ

تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی

عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۸﴾

مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں

تو ان کے فرمان کے خلاف مت کرو اور اگر ہو گیا ہو تو توبہ کر لو۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۖ

رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے

سو وہ خوب پہنچا چکے اب تمہارے پاس کوئی عذر و حیلہ نہیں رہا۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۹﴾

اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو

سو تم کو ظاہر و باطن دونوں سے اطاعت کرنی چاہئے ۱۲

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ

آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں

یعنی گناہ اور اطاعت یا گناہ کرنے والا اور اطاعت کرنے والا برابر

نہیں بلکہ خبیث مبغوض اور طیب مقبول ہے پس اطاعت کر کے مقبول بننا

چاہئے معصیت سے مبغوض نہ ہونا چاہئے ۱۳

وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ

گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو

کہ باوجود ناپسندیدہ ہونے کے گناہ وغیرہ خبیث چیزوں کا وجود

کیوں زیادہ ہے جیسا کہ دنیا میں اکثر یہی واقع ہوتا ہے مگر سمجھ لو کہ زیادہ

ہونا اچھے ہونے کی دلیل نہیں وہ کسی حکمت کی وجہ سے ہے اس پر نظر مت

کرو جب خدا کے علم و عقاب پر مطلع ہو گئے اور جان لیا کہ کثرت پر خوبی کا

مدار نہیں (ترجمہ دیکھو) ربط : اوپر نازل شدہ احکام میں مخالفت اور تساہل

کی ممانعت تھی آگے غیر ضروری امور کی بلا ضرورت تفتیش اور کھود

کرید کرنے کی ممانعت ہے جس میں غیر نازل شدہ احکام بھی داخل ہیں

پس اس مجموعہ سے اعتدال کے ساتھ اطاعت کرنے کا حکم نکل آیا کہ نہ اس

قدر کوتاہی کرو کہ جن امور کا حکم ہو چکا ہے ان میں کوتاہی کرنے لگو نہ اس

قدر حد سے بڑھو کہ جن امور کا حکم نہیں ہوا اور کوئی معقول وجہ شبہ کی بھی نہ ہو

ان کے پیچھے پڑو جیسے بعض لوگوں کی اب بھی عادت ہے کہ دوران کار

سوالات تراش تراش کر تلاش کر کے فرض کر کے علماء سے پوچھا کرتے ہیں

سبب نزول اس آیت کا صحیحین میں چند واقعات ہیں کہ بعض نے آپ

سے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے اس شخص کے نسب میں لوگوں کو شبہ تھا۔ کسی

نے پوچھا کہ میری ادنیٰ گم ہو گئی ہے کہاں ہے۔ جب حضور نے حج کی

فرضیت بیان فرمائی تو ایک شخص نے پوچھا کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے

مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿۱۰۲﴾

پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجالائے
یعنی ان پر عمل نہ کیا اور ان سے متاثر نہ ہوئے

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو

وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ لَا

اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو

بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جائے اور
سائبہ وہ جانور جس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیں اور وصیلہ وہ اونٹنی جو پہلی
اور دوسری بار مادہ جنے اور حامی وہ نراونٹ جو کہ خاص شمار تک جفتی کر چکا ہو
ان سب کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى

وَلَكِن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر

اللَّهُ الْكُذِبَ

جھوٹ لگاتے ہیں

کہ خدا تعالیٰ ان اعمال سے خوش ہیں۔

وَكَثَرَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۳﴾

اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے

یعنی اس سے کام نہیں لیتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا

جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کر دیتے ہیں

عَلَيْهِ آبَاءُنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے کیا اگرچہ ان کے

شَيْءًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۰۴﴾

بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں

حضور نے تین بار سکوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال
فرض ہو جاتا پھر ہونہ سکتا پہلے لوگ یوں ہی ہلاک ہوئے کہ اپنے پیغمبروں
سے پوچھ پچھ زیادہ کی پھر ان کے خلاف کیا میں جو بتلا دوں کر لیا کرو اور
جس چیز سے منع کروں باز رہا کرو یعنی جس امر میں کوئی وجہ شبہ کی نہ ہو اس
کو مت پوچھا کرو۔ یا ایہا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء تا کفرین

فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۵﴾

تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو! تاکہ تم کامیاب ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ

اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی

أَشْيَاءَ إِن تَبْدَلَكُمْ تَسْوَكُم

جادیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو

یعنی ان کے جواب میں ناگواری گزرنے کا احتمال ہو مثلاً جو امور متعلق حلال
و حرام کے ہیں ان میں مطابق حدیث گذشتہ کے جواب میں تحریم کا یا فرضیت کا
احتمال ہے جس سے گرانی ہو سکتی ہے اور جو امور واقعات کی قبیل سے ہیں ان
میں خلاف مرضی جواب آنے کا احتمال ہے جیسے سوال نسب میں کہ میرا باپ
کون ہے ممکن ہے کہ جواب خلاف مرضی ملتا تو رسوائی ہوتی پھر اس سوال پر
ندامت اور جواب سے ناگواری ہوتی اور واقعات میں ایسے سوالات سے
اطاعت اور ادب میں بھی کمی ہو جاتی ہے اور حضور کے بعد علماء سے ایسے ایسے
سوالات سے ممانعت کی وجہ وقت کا ضائع کرنا اور عجیب کو تنگی میں ڈالنا ہے۔

وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ

اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر

تُبْدَلُكُمْ

کردی جادیں

جو معاملات شرع سے متعلق ہوں۔

عَفَا اللَّهُ عَنْهَا

سوالات گذشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے

مگر آئندہ ایسا مت کرنا۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۰۶﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ

اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے حلم والے ہیں ایسی باتیں تم سے

ایسی ہی ایک آیت سیقول میں گزر چکی ہے جس میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کی تحقیق ہے ملاحظہ کر لی جائے ربط: اوپر کفار کی رسم پرستی اور جہالت کا ذکر تھا جس کو سن کر مسلمانوں کو رنج و افسوس ہو سکتا ہے آگے مومنین کو اس کے متعلق ارشاد ہے کہ تم کیوں غم میں پڑے تم کو اپنی اصلاح کا اور دوسرے کی اصلاح میں بقدر وسعت کوشش کرنے کا حکم ہے باقی کوشش پر ثمرہ مرتب ہونا اختیار سے باہر ہے اس لئے کار خود کن کار بیگانہ ممکن یا یہاں اللہین امنوا علیکم تا تعملون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اے ایمان والو اپنی فکر کرو

کہ اصل کام تمہارے ذمہ یہی ہے باقی دوسروں کی اصلاح کے متعلق یہ ہے کہ جب تم اپنی طرف سے بتوقع نفع بقدر طاقت کوشش کر رہے ہو مگر دوسرے پر اثر نہیں ہوتا تو تم نتیجہ مرتب نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑو کیونکہ (ترجمہ دیکھو)

عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ

جب تم راہ پر چل رہے ہو

اور واجبات دین کو اس طرح ادا کر رہے ہو کہ اپنی بھی اصلاح کر رہے ہو اور دوسروں کی اصلاح میں بھی کوشش کر رہے ہو۔

لَا يَضُرُّكُمْ

تو جو شخص

تمہاری کوشش اصلاح کے بعد بھی۔

مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ

گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں

اور جیسا کہ دوسروں کی اصلاح میں حد سے زیادہ غور و فکر کرنے سے منع کیا جاتا ہے اسی طرح ہدایت سے ناامید ہونے کے وقت غصہ میں آ کر یہ تمنا مت کرنا کہ دنیا ہی میں ان پر عذاب نازل ہو کر حق و باطل کا آخری فیصلہ ہو جائے کیونکہ یہ آخرت میں ہوگا چنانچہ (ترجمہ دیکھو)

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتلا دیں گے جو جو کچھ تم

تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾

سب کیا کرتے تھے

پھر حق پر ثواب اور باطل پر عذاب کا حکم نافذ فرما دیں گے اس آیت کا صرف ترجمہ دیکھنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جو شخص خود دین پر عمل کرتا رہے اس کے ذمہ دوسروں کو نیک کام کا حکم کرنا اور برے کاموں سے روکنا واجب نہیں لیکن جو تقریر تفسیر کی گئی ہے اس سے آیت کا مطلب واضح ہو گیا اور یہ شبہ دفع ہو گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ضرر نہ ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ راہ پر چلتے رہیں اور راہ پر چلنے میں یہ بھی داخل ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں کیونکہ محدثین نے حضرت صدیق کا خطبہ اس مضمون کا نقل کیا ہے کہ تم لوگ اس آیت کے معنی کچھ اور سمجھتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید سنی ہے اور اس کے چھوڑنے پر آپ نے وعید فرمائی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم امر و نہی کرتے رہو یہاں تک کہ جب حرص و خود رانی وغیرہ کا غلبہ ہو جائے تو عوام کو چھوڑ کر اپنی اصلاح کے شغل میں لگ جاؤ معلوم ہوا کہ دوسروں کے گمراہ رہنے سے اس وقت ضرر نہیں ہوتا جب کہ اصلاح کی کوشش کے بعد بھی اس پر اثر نہ ہو ربط: اوپر مصالح دین کے متعلق احکام تھے آگے دنیا کی مصلحتوں کے متعلق بعض احکام ہیں اور ان دونوں کو ساتھ ساتھ لانے سے دو باتوں پر اشارہ ہو گیا ایک یہ کہ دونوں قسم کے احکام عمل کے واجب ہونے میں برابر ہیں دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے مثل اصلاح آخرت کے اپنے بندوں کی معاش کی بھی اصلاح فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا

اے ایمان والو تمہارے آپس میں دو شخص وحشی ہونا مناسب ہے

حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ

جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہو۔ وہ دو

أَشْنَيْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَيْنِ مِّنْ غَيْرِكُمْ

شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص

إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ

ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے اگر تم کو شبہ ہو تو

مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُونَهُمَا مِّنْ بَعْدِ

ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھا دیں کہ ہم اس قسم کے

الصَّلَاةَ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا

عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابتدار بھی ہوتا اور اللہ کی بات کو ہم

نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا

پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گناہگار ہوں گے پھر اگر اس کی

نَكُمْ شَهَادَةَ اللَّهِ لَا إِنَّا إِذًا لَّيْنِ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰﴾

اطلاع ہو کہ وہ دونوں وحی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں

فَإِنْ عُدُّوْا عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا ثَمَنًا فَخَرْنَا

سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر

يَقُوْمُنْ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ

ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا

عَلَيْهِمُ الْاٰوٰكِيْنَ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا

کی قسم کھا دیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست

اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتَيْهِمَا وَمَا عُدُّوْا إِنَّا

ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا ورنہ ہم

إِذَا لَيْنَ الظَّالِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ يَّاتُوْا

اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ

بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وُجُوْهِهَا اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ

واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں

اٰیْمَانٌۢ بَعْدَ اٰیْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمِعُوْا

لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔

رابطہ: اوپر مختلف احکام کا ذکر ہوا ہے درمیان میں ان کی بجا آوری کی ترغیب اور مخالفت پر ترہیب فرمائی گئی ہے اس کی تاکید کے لئے آئندہ

آیت میں قیامت کی ہول و ہیبت کو یاد دلاتے ہیں تاکہ اطاعت کا زیادہ باعث اور مخالفت سے زیادہ مانع ہو اور اکثر قرآن مجید کا یہی طرز ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو (مع ان کی امتوں کے) جمع کریں گے

یوم یجمع اللہ الرسل تا علام الغیوب مطلب یہ کہ ایک ایسا دن ہوگا جس میں اعمال و احوال کی تفتیش ہوگی اس لئے تم کو مخالفت و معصیت سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اور بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام امتوں کے احوال پر گواہی دیں گے یہ آیت ان کے معارض نہیں کیونکہ یہاں دل کی باتوں کے متعلق گفتگو نہ کرنا مذکور ہے وہاں ظاہری باتوں پر گواہی دینا مذکور ہے اور جو کفار انبیاء کے زمانہ کے بعد ہوں گے ان پر ملائکہ اور نامہ اعمال اور خود ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے اور انبیاء سے یہ گفتگو گنہگاروں کے سنانے کے واسطے ہوگی تاکہ ان پر دھمکی ظاہر ہو۔

رابطہ: اوپر چند آیتوں میں اہل کتاب کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے اب ختم سورہ پر اسی مضمون کی طرف رجوع کر کے نصاریٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض مضامین سناتے ہیں جن سے ان کی بندگی کا اثبات اور خدائی کا ابطال ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان پر انعامات ہونا اور تمام تصرفات میں خدا کا محتاج ہونا بالخصوص حفاظت جان میں اور توحید کی طرف دعوت کرنا اور آسمان سے نزول مانگہ کی التجاء و سوال کرنا اور خود اپنی خدائی سے تبری کرنا یہ سب ان کی بندگی کے ثبوت اور خدائی کے ابطال کے لئے دلیل قطعی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ گفتگو قیامت میں ہوگی اس وقت اس کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی غلطی افراط و تفریط میں ظاہر ہو جائے یہود ان کو رسول بھی نہ مانتے تھے حالانکہ اس مضمون میں عیسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات ذکر کئے گئے ہیں وہ ان کی رسالت کی بڑی دلیل ہیں اور قیامت میں بھی اس گفتگو سے ان ہی دونوں فرقوں کی غلطی ظاہر کرنا مقصود ہوگی۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ تا من العلمین

فَيَقُوْلُ

پھر ارشاد فرمائیں گے

اور اسی روز عیسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص گفتگو ہوگی (آگے ترجمہ)

مَا ذَا اٰجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ

کہ تم کو ان امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ظاہری جواب تو ہم کو معلوم

عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى

ہے لیکن اسکندل کی ہم کو کچھ خبر نہیں (اس کو آپ ہی جانتے ہیں کیونکہ) آپ بٹک پوشیدہ باتوں

ابن مریم اذ کُرْنَعَمٰی

کے پورے جاننے والے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائینگے کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرا انعام یاد کرو

مختلف اوقات میں قسم قسم کا انعام ہوا ہے اور یاد دہانی کی یہ وجہ ہے کہ لذت تازہ ہو ۱۲

عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُكَ

جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ میں نے تم کو

بِرُوحِ الْقُدُسِ ۝

روح القدس سے تائیدی

روح القدس کی تائید کی تفسیر سورہ بقرہ و سورہ نساء میں گزر چکی ہے

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۝

تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی

دونوں حالتوں میں یکساں کلام ہوتا تھا دونوں میں کچھ تفاوت نہ تھا ۱۳

وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ

اور جبکہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور توریت

وَالْاِنْجِيلَ ۝ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ

اور انجیل تعلیم کیں۔ اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِي فَتَنْفَخُ فِيهَا

جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس کے اندر پھونک مار

فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِي وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ

دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے

وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِي ۝ وَاِذْ تُخْرِجُ الْبَوْتِ بِاِذْنِي ۝

تھے مادر زاد اندھے کو اور برص کے بیماروں کو میرے حکم سے اور جبکہ

وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءٰٓئِلَ عَنْكَ

تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جبکہ میں نے بنی

اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ

اسرائیل کو تم سے (یعنی تمہارے قتل و ہلاک سے) باز رکھا۔ جب تم ان کے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

پاس دلیلیں لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ بجز

وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيْنَ اَنْ اٰمِنُوْا

کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں اور جبکہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ اور

بِیْ وَبِرَسُوْلِيْ ۝ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ

میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد

بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝

رہے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں

ان سب باتوں کا عیسیٰ علیہ السلام پر انعام ہونا ظاہر ہے اور حضرت

مریم علیہا السلام پر انعام ہونا اس طرح ہے کہ ان سے آپ کا نبی ہونا

ثابت ہوا تو ایسی اولاد عطا ہونا خود ایک انعام ہے پھر آپ نے اپنی والدہ

کی پاکی بیان کی اور نبی کی سب خبریں سچی ہوتی ہیں پس ان کی پاکدامنی

ثابت ہو گئی یہ بڑا انعام ہے باقی اجزاء کی تحقیق مع ایک بحث متعلق

حواریین کے سورہ آل عمران میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ کر لی جائے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيسَى ابْنَ

وہ وقت قابل یاد ہے کہ جب حواریین نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن

مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُنْزِلَ

مریم! کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ

عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ۝

ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمادیں

یعنی کوئی بات مثل خلاف حکمت ہونے وغیرہ کے اس سے مانع تو

نہیں۔ ورنہ خدا کی قدرت میں ان کو شبہ نہ تھا کیونکہ حواریین مومن تھے۔

قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو

مطلب یہ کہ تم تو ایماندار ہو اس لئے خدا سے ڈرو اور معجزات کی فرمائش سے جو کہ بے ضرورت ہونے سے خلاف ادب ہے بچو۔

قَالُوا

وہ بولے

کہ ہمارا مقصود بے ضرورت فرمائش کرنا نہیں ہے جو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چند مصلحتوں سے اس کی درخواست کرتے ہیں آگے مصلحتوں کا بیان ہے اور باوجود دیگر معجزات جیسے اندھے کوڑھی وغیرہ کو اچھا کرنا مردوں کو جلانا گارے سے پرندہ پھونک مار کر زندہ کر دینا وغیرہ مشاہدہ کرنے کے اس کی درخواست کرنا شاید زیادہ قوت و برکت ایمان حاصل کرنے اور زیادہ معجزات دیکھنے کے لئے کی ہو ۱۲

نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا

کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے آگے اطمینان کا مطلب مذکور ہے کہ یقین زیادہ ہو جائے ۱۲

وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا

اور ہمارے یقین اور بڑھ جاوے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے

کیونکہ جس قدر دلائل بڑھتے جاتے ہیں دعویٰ کا یقین بڑھتا جاتا ہے ۱۲

وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝۱۳

اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں

یعنی دوسروں کے سامنے جنہوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا گواہی دیں کہ ہم نے ایسا معجزہ دیکھا ہے تاکہ ان کے سامنے رسالت کا اثبات کر سکیں اور ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جاوے

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

عیسیٰ ابن مریم نے

جب دیکھا کہ اس درخواست میں ان کی غرض صحیح ہے تو حق تعالیٰ سے (آگے ترجمہ)

اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ

دعا کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما۔ کہ وہ ہمارے

تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا

لئے یعنی ہم میں جواول ہیں اور بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جاوے

حاضرین کی خوشی تو کھانے سے اور عرض قبول ہونے سے اور بعد والوں کی خوشی اپنے سلف پر ایسا انعام ہونے سے اور یہ فائدہ تو مومنین کے ساتھ خاص ہے ۱۲

وَآيَةٌ مِنْكَ ۚ

اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے

کہ مومنین کو میری پیغمبری کا یقین بڑھ جائے اور منکرین حاضرین و غائبین پر حجت ہو جائے یہ غایت مومن و غیر مومن سب کے لئے عام ہے۔

وَأَرْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ۝۱۴

اور آپ ہم کو عطا فرما دیجئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں

کیونکہ اور سب تو اپنے نفع کے لئے دیتے ہیں اور آپ کا دینا بندوں ہی کے نفع کے لئے ہے اس لئے ہم اپنے منافع کو پیش کر کے آپ سے ماندہ کی درخواست کرتے ہیں

قَالَ اللَّهُ

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

آپ میری طرف سے ان درخواست کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ (آگے ترجمہ)

إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ

میں وہ کھانا تم پر نازل کرنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناقص شامی کرے گا

یعنی اس کے حقوق کو جو عقل و شرع سے واجب ہیں ادا نہ کرے گا مثلاً ایک حق یہ ہے کہ اس پر شکر کیا جائے یہ تو عقلاً بھی واجب ہے اور اس میں خیانت نہ کریں اور اگلے دن کے لئے اٹھانہ رکھیں اس کا شرعاً ان کو حکم ہوا تھا چنانچہ ترمذی کی حدیث میں ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ ایک خوان آسمان سے نازل ہوا اس میں روٹی و گوشت تھا۔

فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا بَلَاءً أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنْ

تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہاں والوں میں سے

الْعَالَمِينَ ۝۱۵

کسی کو نہ دوں گا

حدیث میں ہے کہ ان لوگوں نے یعنی ان میں سے بعض نے خیانت کی اور اگلے دن کے لئے اٹھا کر رکھا پس بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو

گئی۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ

رابط: واذ قال اللہ یعیسیٰ الخ کی تمہید میں اگلی آیہ کا

رابط: بھی بیان ہو چکا ہے اور جیسے اس آیت میں قیامت کی گفتگو کا ذکر ہے ایسے ہی آئندہ آیت میں بھی ہے درمیان میں نزول ماندہ کا قصہ جو کہ دنیا میں ہوا ہے شاید اس لئے لایا گیا ہو کہ اہل کتاب کو ان کی افراط و تفریط پر جو عذاب کی اطلاع دی گئی ہے اس قصہ سے اس کی تاکید ہو جائے کہ دیکھو جس طرح اصحاب ماندہ کو ایک معجزہ کے ساتھ کفر کرنے کی دنیا میں سزا دی گئی ہے اسی طرح ان افراط و تفریط کرنے والوں کو آیات البیہ کے ساتھ کفر کرنے کی آخرت میں بھی سزا دی جائے گی واللہ اعلم واذ قال اللہ تا انت العزیز الحکیم

قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نصاریٰ کے سنانے کیلئے (آگے ترجمہ)

يُعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم

ان نصاریٰ میں جو تثلیث کا عقیدہ تھا مثلاً بعضے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تم کو اور تمہاری والدہ مریم علیہا السلام کو شریک خدائی مانتے تھے اس کا سبب کیا ہوا۔

أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ

کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے

مِنْ دُونِ اللَّهِ

معبود قرار دے لو

اس سوال میں تصریحاً تو صدور قول کی بابت سوال ہے کہ تم نے یہ بات کہی یا نہیں لیکن اشارۃً یہ سوال بھی مترشح ہوتا ہے کہ اس تثلیث کے عقیدہ کا سبب کیا ہوا اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام اول جواب میں اپنی براءت ظاہر کریں گے پھر ان کی حالت کے متعلق عرض کریں گے ۱۲

قَالَ سُبْحَنكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ

تو عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ (توبہ توبہ) میں تو آپکو (شریک سے) منزہ سمجھتا ہوں

جیسا کہ آپ واقع میں بھی اس سے منزہ اور پاک ہیں تو ایسی حالت

میں (آگے ترجمہ)

أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ

مجھ کو کسی طرح زیانہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں

نہ عقیدہ کے اعتبار سے کیونکہ میں موحد ہوں نہ واقع کے اعتبار سے کیونکہ آپ درحقیقت واحد ہیں آگے اپنے نہ کہنے کی دلیل بیان فرماتے ہیں۔

إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ

اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا

مگر جب آپ کے علم میں بھی یہی ہے کہ میں نے نہیں کہا تو یہ سچ ہے کہ میں اس بات سے بری ہوں۔

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي

آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں

تو جو بات زبان سے کہتا اس کا علم تو آپ کو کیسے نہ ہوتا۔

وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ

اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا

یعنی اس بارہ میں مثل دیگر مخلوقات کے میں بھی اس قدر عاجز ہوں کہ بدون آپ کے بتلائے ہوئے آپ کے علوم کو نہیں جان سکتا پس (آگے ترجمہ)

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝۱۱

تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں

سو جب اپنا اس قدر عاجز ہونا اور آپ کا اس قدر کامل ہونا مجھ کو معلوم ہے تو شرکت خدائی کا میں کیونکر دعویٰ کر سکتا تھا یہاں تک تو اس بات کے کہنے کی نفی ہوئی آگے یہ عرض کرتے ہیں کہ میں نے تو اس کے خلاف اپنے بندہ ہونے کا ان کے سامنے اقرار کیا تھا اور صرف آپ کی عبادت کا ان کو حکم دیا تھا ۱۲

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا

میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو

اللَّهُ رَبِّي وَرَبَّكُمْ

فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے

یہاں تک عیسیٰ علیہ السلام اپنی برأت کر کے ان لوگوں کی حالت کے متعلق عرض کرتے ہیں

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ

اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا اس وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے اسکے متعلق عرض کر سکتا ہوں

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ

پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا

یعنی پہلی بار تو آسمان کی طرف زندہ اٹھایا دوسری بار طبعی موت کے طور پر اٹھالیا۔

أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ ۖ

تو آپ ان پر مطلع رہے

اس وقت کی مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیوں کر ہوا۔

وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۚ

اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں

یہاں تک اپنا اور ان کا معاملہ عرض کر کے آگے ان کے اور حق تعالیٰ کے معاملہ کی بابت عرض کرتے ہیں کیونکہ اس سوال سے کہ کیا تم نے نصاریٰ سے کہہ دیا تھا کہ تم کو اور تمہاری والدہ کو معبود بنائیں طبعاً سامعین کا ذہن اس طرف منتقل ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں امت الزام سے بری ہوگی پس اس سوال سے یہ بات بھی مترشح ہو سکتی ہے کہ کیا آپ کے نزدیک یہ لوگ رہائی کے قابل ہیں پس اس بارہ میں یوں عرض کریں گے (آگے ترجمہ)

إِنْ تَعَذَّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں

اور آپ ان کے مالک ہیں اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر سزا دے اس لئے آپ اس کے بھی مختار ہیں۔

وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ

اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں

قدرت والے ہیں معافی پر بھی آپ قادر ہیں اس لئے اس کے بھی آپ مختار ہیں۔

الْحَكِيمُ ۝۱۱۸

حکمت والے ہیں

تو آپ کی معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی اس لئے اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہو سکتی مطلب یہ کہ آپ دونوں حالت میں مختار ہیں میں کچھ دخل نہیں دیتا غرض عیسیٰ علیہ السلام اول تثلیث کے عقیدہ اور اس کی تعلیم سے اپنی برأت ظاہر کریں گے پھر ان کے اس عقیدہ کا مفصل سبب جاننے سے پھر ان کے بارہ میں کسی قسم کی کوئی تحریک کرنے سے تبرئی ظاہر کریں گے اور حق تعالیٰ کا اس گفتگو سے یہی مقصود ہوگا کہ ان کفار کو اپنی نادانی پر پوری توبخ ہو جائے اور ناکامی پر کامل حسرت ہو۔

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے

یعنی صحیح راستہ پر تھے

صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ان کا سچا ہونا ان کے کام آوے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں

خُلْدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی

عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۱۹

اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے

کہ دنیا میں کوئی کامیابی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ

اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان میں

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۲۰

موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں

ان کی قدرت ذاتی ہے ان کو ہر شے میں ہر تصرف کا اختیار ہے۔

تینوں آیتوں میں مقصود مشترک تو حید ثابت کرنا ہے کہ عبادت کے لائق وہی ہے جس میں یہ صفات ہوں کہ تمہاری ذات اور تمام عالم کا پیدا کرنے والا ہو اور ظاہر و باطن کا جاننے والا ہو اور آخر کی دو آیتوں میں قیامت کی خبر اور اس کے استحالة کا دفعیہ ہے اور اعمال پر حساب ہونے کی تنبیہ ہے جس سے شرک پر وعید ثابت ہوگئی رابطہ: اوپر تو حید کے دلائل مذکور تھے آگے کفار کا مطلقاً آیات الہی سے اعراض کرنا مع وعید کے مذکور ہے و ماتاہم من اية تا قرنا اخرین

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا

اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ

كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ

اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں سو انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا

کیونکہ یہ ان کا شیوہ ہو گیا ہے پس ان کی یہ تکذیب خالی نہ جائے گی ۱۲

لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا

جبکہ وہ ان کے پاس پہنچی سو جلدی ہی ان کو خبر مل جاوے گی اس چیز کی جس

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا کرتے تھے

مراد اس سے عذاب ہے جس کی خبر قرآن میں سن کر ہنستے تھے مطلب یہ ہے کہ جب عذاب نازل ہوگا اس وقت اس کی خبر آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور اگر وہ عذاب کو بعید سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے (آگے ترجمہ)

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے

مَكَثِهِمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ لَكُمْ

ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی۔

وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا

اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے

الأنهر تجري من تحته

نہریں جاری کیں

(۶) سُورَةُ الْأَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ (۵۵)

سورہ انعام مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو کہ نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو

وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ

اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر

الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ هُوَ

بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہ

الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ

ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا

یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور انکے واسطے سے سب کو پیدا کیا۔

ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَہٗ

پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے

حق تعالیٰ نے دوسرے وقت کو اپنے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ پہلا وقت یعنی موت کا علم ظنی طور پر علامات سے مخلوق کو بھی معلوم ہو سکتا ہے گو یقینی طور پر نہ ہی اور قیامت کا علم کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا

ثُمَّ أَنْتُمْ تَمُرُّونَ ۝

پھر بھی تم شک رکھتے ہو

کہ دوبارہ زندہ ہونے کو محال سمجھتے ہو حالانکہ جس نے پہلی بار حیات دی اس کو دوبارہ دینا کیا مشکل ہے۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ

اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی

یعنی باقی اور سب معبود باطل ہیں۔

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجْهَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝

وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں

اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں

کیونکہ جب دل میں ارادہ ماننے کا نہیں ہوتا تو ہر دلیل میں انسان کوئی نہ کوئی بات نکال لیتا ہے

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا

جس کو ہم دیکھیں اور اس کی باتیں سنیں اور ان کی یہ درخواست بہت سی آیتوں میں بیان کی گئی ہے حق تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكَ تَقْضِي الْأَمْرَ ثُمَّ لَا

اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا

يُنْظَرُونَ ۵

مہلت نہ دی جاتی

بلکہ جب اس کو نہ مانتے جیسا کہ ان کی حالت سے بھی یقین ہے تو فوراً عذاب نازل ہو جاتا کیونکہ زبردست نشان پھر وہ بھی فرمائش سے نازل ہونے کے بعد حسب عادت الہی اس کا نہ ماننا فوری ہلاکت کا موجب ہوتا ہے اور اب بھی گونہ ماننے سے گو عذاب ہوگا مگر چندے مہلت تو ہے جس میں اگر توبہ کرنا چاہیں تو ممکن ہے اور اگر کسی کو یہ احتمال ہو کہ شاید فرشتہ کو دیکھنے اور اس کی باتیں سننے کے بعد یہ مان ہی لیتے تو آگے اس احتمال کا غلط ہونا بیان فرماتے ہیں۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكَ تَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا

اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدمی ہی بناتے

یعنی آدمی ہی کی شکل میں اس کو بھیجتے کیونکہ اگر اصلی صورت میں بھیجتے تو آدمی اپنے ان حواس سے فرشتہ کو اصلی صورت میں بھیجتے تو آدمی اپنے ان حواس سے فرشتہ کو اصلی صورت میں نہ دیکھ سکتے۔

وَلَلْبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُونَ ۶

اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جواب اشکال کر رہے ہیں

کیونکہ جب وہ فرشتہ آدمی کی شکل پر ہوتا تو اس کو بشر سمجھ کر پھر یہی اعتراض کرتے کہ ہمارے پاس فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا گیا۔ غرض فرشتہ کے رسول بننے سے ان کا نفع تو کچھ نہ ہوتا کیونکہ پھر بھی اشتباہ وہی قائم رہتا اور ضرر یہ ہوتا کہ نہ ماننے سے فوراً ہلاک کر دیئے جاتے اس لئے ہم نے ایسا نہیں کیا خلاصہ یہ کہ محض عناد کی وجہ سے ایسی باتیں نکالتے ہیں جو ہدایت اور حق واضح ہونے کا طریقہ نہیں اور جو اس کا طریقہ ہے کہ موجودہ آیات و معجزات میں غور کریں اس سے یہ کام نہیں لیتے ۱۲

جس سے زراعت اور پھلوں کی خوب ترقی ہوئی اور ثروت سے گزر کرتے تھے مگر باوجود اس قدر قوت و سامان کے ۱۲ (آگے ترجمہ)

فَاهْلِكُنْهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ

پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد

قَرْنًا آخَرِينَ ۷

دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا

ان کے ہلاک کرنے سے حقیقت میں تو ہمارا کیا نقصان ہوتا ظاہر میں بھی تو ہمارے ملک میں کوئی کمی نہیں آئی کہ دنیا ویسی ہی رہی اسی طرح اگر تم پر عذاب نازل کر دیں تو تعجب کیا ہے اور ان ہلاک ہونے والی جماعتوں سے عادی و غریبہ مراد ہیں کہ قسم قسم کے عذابوں سے ہلاک کئے گئے اور ان کی ہلاکت کے آثار نمایاں تھے۔ ان آثار کے دیکھنے کو ہلاکت کا دیکھنا فرما دیا۔ اور جس عذاب سے کفار موجودین کو ڈرایا گیا ہے مراد اس سے یا تو دنیوی عذاب ہو چنانچہ قتل و قید کئے گئے یا عذاب آخرت مراد ہو کہ وہ بھی قریب ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے لہذا: کفار کے اعراض و تکذیب کو بیان فرما کر آگے اس تکذیب پر ان کے اصرار و عناد کا ذکر فرماتے ہیں جو کہ توحید و آیات الہی کے ساتھ رسالت کے بارے میں بھی تھا اور یہ تینوں مضمون جس ترتیب کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں واقع میں بھی ان میں یہی ترتیب ہے کیونکہ تکذیب تو اعراض سے سخت ہے اور عناد تکذیب سے بڑھ کر ہے لہذا لونا علیک کتبنا یلبسون

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہو کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے

جیسا کہ یہ لوگ کہا کرتے ہیں۔ تنزل علینا کتبنا نقرؤہ کہ ہمارے پاس ایسی کتاب لاؤ جس کو ہم پڑھ لیں

فَلَمَسُوهُ بَأْيَدِهِمْ

پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے

جس میں نظر بندی کا احتمال بھی نہ ہو سکتا۔

لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ

تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر

مُبِينٌ ۸

صریح جادو ہے

یعنی اپنی عقل و نظر صحیح کو برباد کر لیا ہے

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾

سو وہ ایمان نہ لاویں گے

کیونکہ ہر مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے قوت فکر یہ سے کام لینا ضروری ہے اور یہ اس سے کام لینا نہیں چاہتے پھر ایمان کیونکر لاویں گے آگے اثبات توحید کے لئے مکرر ارشاد فرماتے ہیں تاکہ شاید ہدایت ہو جائے ورنہ حجت اچھی طرح قائم ہو جائے کہ آپ ان سے یوں بھی کہئے کہ (آگے ترجمہ)

وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي الْإِلِّ وَالنَّهَارِ ط

اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں

سب کا حاصل یہ ہوا کہ جتنی چیزیں کسی مکان یا زمان میں ہیں سب اللہ کی ملک ہیں

وَهُوَ السَّيِّعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ

اور وہی ہے بڑا سنے والا بڑا جاننے والا آپ کہیے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ

أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں

وَهُوَ يُطْعِمُ

اور ان کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا

کیونکہ وہ اس سے مستغنی ہیں جیسا کہ اوپر مالک الکل ہونے سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہی رزاق ہیں اور صفات کمال ثابت ہو جاتے کے بعد نقصان و عیب کی نفی خود ہو جاتی ہے اور کھانے پینے کا محتاج ہونا عیب ہے تو صفات مذکورہ سے اس کی بھی نفی ہو گئی ۱۲

وَلَا يُطْعَمُ قُلْ

کسی کو معبود قرار دوں۔ آپ فرما دیجئے

کہ میں اللہ کے سوا کسی کو معبود کیسے بنا سکتا ہوں کہ اول تو یہ دلائل عقلیہ کے خلاف ہے دوسرے دلیل نقلی کے بھی خلاف ہے (ترجمہ دیکھو)

إِنِّي أَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ

کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں

یعنی جتنے لوگوں کو قرآن کے ذریعہ سے توحید پہنچے گی ان میں سب سے

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ

اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے

فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۴﴾

جس کا تمسخر اڑاتے تھے

تو اس سے پیغمبروں کا نقصان نہیں ہوا بلکہ ان کو ہی اس کا انجام بھگتنا پڑا۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ

آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۵﴾

کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا

کہ آثار کے ہوتے ہوئے انکار مشکل ہے

قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

آپ کہیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے

وہ خود ہی اس پر خدا کی توحید کے اظہار پر مجبور ہوں گے

قُلْ لِلَّهِ كُتِّبَ عَلَى

آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی

یعنی توبہ کے بعد مہربانی فرمانے کا وعدہ ہے۔

نَفْسِهِ الرَّحْمَةً ط لِيَجْزِيَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

فرمانا اپنے اوپر لازم فرمایا ہے تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جمع کریں گے

اور سب کا حساب لیں گے

لَا رَيْبَ فِيهِ ط

اس میں کوئی شک نہیں

کہ یہ وعدہ قیامت حق ہے

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے

پہلے مجھ کو اسلام کے اصول اور فروع ماننے کا حکم ہے جن میں توحید بھی داخل ہے۔

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳﴾

اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا

یہ حکم دوسروں کو سنانے کے لئے ہے تاکہ تنبیہ ہو کہ جب نبی معصوم کو جس سے شرک کے واقع ہونے کا احتمال بھی نہیں ہو یہ حکم کیا گیا ہے تو دوسرے جو معصوم نہیں اور ان میں شرک کا احتمال بھی ہے اور وجود بھی ہے ان کو تو کیونکر یہ حکم نہ ہوگا۔

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي

آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵﴾

تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں

مطلب یہ کہ اپنے آپ اور پر رکھ کر ان کو شرک کا عذاب سنا دیجئے پس مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کا کہنا نہیں مانتے ان کو سخت عذاب ہوگا۔

مَنْ يُصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَ مِذِّ فَقَدْ رَحِمَهُ ط

جس شخص سے اس روز عذاب ہٹا دیا جاوے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ وہ شخص ہوگا جو کہ اسلام قبول کرنے میں اور شرک سے بچنے میں خدا کا کہنا مانے

وَذَلِكَ الْقَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾

اور وہ صریح کامیابی ہے

عذاب کی اس کیفیت سے اس رحمت کی تفصیل ہوگئی جس کا وعدہ توحید قبول کرنے والوں کے لئے پہلے کیا گیا ہے آگے اپنی قدرت کاملہ ظاہر فرماتے ہیں تاکہ وعدہ رحمت و وعید عذاب میں کسی کی مزاحمت اور مقابلہ کا احتمال نہ رہے

وَأِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچاویں تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ

لَهُ إِلَّا هُوَ ط

کے اور کوئی نہیں

وہ چاہیں دور کریں یا نہ کریں خواہ دیر میں کریں یا جلدی کریں

وَأِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچا دیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت

قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾

رکھنے والے ہیں

ان کے مقابلہ میں کسی کو قدرت نہیں اس لئے ان کے ارادہ کو کوئی نہیں ہٹا سکتا آگے اسی مضمون کی تاکید ہے

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ط وَهُوَ الْحَكِيمُ

اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت

الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾

والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں

پس علم سے سب کا حال جانتے ہیں اور قدرت سے سب کو جمع کر لیں گے اور حکمت سے مناسب جزا و سزا دیں گے اس لئے اسلام قبول کرنا ضروری ہے۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ط

آپ کہیے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے

رابطہ: اوپر توحید و رسالت کے بارہ میں جدا جدا کلام ہوا ہے آگے دونوں میں ایک ساتھ کلام ہے اور اس کا شان نزول بھی دو واقعے ہیں جو دونوں مسئلوں کے متعلق تھے ایک بار کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا خدا تعالیٰ کو آپ کے سوا کوئی رسول نہیں ملا ہم تو نہیں سمجھتے کہ آپ کے دعویٰ کی کوئی تصدیق کر سکتا ہے ہم نے تو یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں سو ہم کو کوئی بتلائے جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ایک بار چند لوگوں نے آپ کی خدمت میں آ کر کہا کہ کیا آپ کے علم میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے فرمایا کہ میرے علم میں کیا واقع میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں میں تو یہی دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کی دعوت کرتا ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی قل ای شئیء اکبر شهادة تا لا یفلح الظالمون

جس کی گواہی پر کسی اختلافی مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے اس کا جواب ظاہر

ہے کہ یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر ہیں ۱۲

قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

آپ کہیے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے

جس کی گواہی سب سے بڑھ کر ہے آگے بتلاتے ہیں کہ خدا کی گواہی کیا ہے (ترجمہ دیکھو)

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ

اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے

جس کا اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہونا ظاہر ہو چکا پس قرآن اپنے اعجاز کی وجہ سے میرے منجانب اللہ رسول ہونے کی دلیل ہے

لَا نُذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ

تا کہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس کو یہ قرآن پہنچان سب کو ڈراؤں

پس قرآن کے معجزہ ہونے سے اللہ کی ظاہری گواہی اور اس کے مضامین سے شرعی گواہی ثابت ہو گئی اور اس آیت میں حضور کی رسالت کا تمام مخلوق کے لئے عام ہونا مذکور ہے چنانچہ ترجمہ سے ظاہر ہے

أَيُّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً

کیا تم سچ سچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور

أُخْرَىٰ

معبود بھی ہیں

اگر اس شہادت کبریٰ کے بعد بھی ہٹ دھرمی سے وہ یہی کہیں کہ ہاں ہم تو یہی گواہی دیں گے تو اس وقت ان سے بحث کرنا لا حاصل ہے بلکہ صرف اپنے عقیدہ کو ظاہر کر دیجئے۔

قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا آپ فرما دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی

بَرِيءٌ مِّمَّا تَشْرِكُونَ ﴿١٩﴾

معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں

اور رسالت کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے پوچھ کر دیکھ لیا تو اس بارہ میں تحقیق یہ ہے کہ (ترجمہ دیکھو)

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح

يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ

اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر عادتاً کبھی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے اسی طرح وہ حضور کو دل سے بلا شک و شبہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ رسول برحق ہیں گویا ان سے انکار و انفاء کریں لیکن جب شہادت کبریٰ قرآن مجید و دیگر معجزات موجود ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کی شہادت پر مدار ہی نہیں تو اس کے نہ ہونے سے کیوں استدلال کیا جائے۔

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے

کہ ایسی شہادت کبریٰ کے ہوتے ہوئے بھی اپنی عقل کو اس میں سچ طور پر نظر کرنے سے معطل کر لیا ہے خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا ان کے غیر

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾

سو وہ ایمان نہ لاویں گے

اور رسالت کو نہ مانیں گے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ منکرین توحید و رسالت کے مسئلہ میں عقلاً بھی نہایت بے انصافی سے کام لے رہے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے

مثلاً خدا کے ساتھ شریک قرار دے جیسا کہ مشرکین کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کو دوسرے غلط اوصاف سے بدل ڈالے جیسا کہ اہل کتاب کرتے تھے۔

أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ

یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلا دے

حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں کی خدا اور رسول نفی کرنا چاہتے تھے ان کو یہ لوگ ثابت کرتے ہیں اور جن چیزوں کو ماننا چاہتے تھے ان کا انکار کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں صریح ظلم اور بے انصافی ہے۔

إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾

ایسے بے انصافوں کو رستگاری نہ ہوگی

بلکہ دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے اور الذین خسروا الخ یہ مضمون اوپر بھی قریب آیا ہے مگر وہاں توحید کے بارہ میں تھا اور یہاں

أَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئیں اور ان میں بعض ایسے ہیں

يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ

کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں

رابطہ: اور تو حید و رسالت کے انکار کی مذمت اور جزا کا بیان تھا آگے
قرآن کے انکار کی قباحت مذکور ہے ومنہم من يستمع تا يشعرون
یعنی آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت اس کو سنتے ہیں مگر چونکہ وہ سننا
طلب حق کے لئے نہیں ہوتا اس لئے قرآن سے متفع نہیں ہوتے۔

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً

اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں

یہ مثال کے طور پر فرمایا گیا ہے اور یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جب خدا نے
ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے تو وہ معذور ہوئے جواب یہ ہے کہ یہ
حجاب اس وقت پڑا جب کہ انہوں نے با اختیار قرآن سے اعراض کیا اور
عناد اختیار کیا اس کی تحقیق پارہ ائم میں گزر چکی ہے

أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ط

اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے

یہ تو ان کے دلوں اور کانوں کی حالت ہے آگے نگاہوں کا حال
بتلاتے ہیں ۱۲

وَأِنْ يَرَوْا كَلَّآيَةً لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ط

اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لاویں

یعنی غایت درجہ کے معاند ہیں اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ سورہ شعراء کی
آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضی نشانیوں پر ضرور ایمان لانا پڑے ان
نشاننزل علیہم من السماء آية فظلت اعناقهم لها خاضعين
کہ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی بھیج دیں جس کے سامنے ان کی
گردنیں جھک جائیں اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دلیل پر
ایمان نہ لاویں گے جواب یہ ہے کہ اس جگہ بے اختیاری ایمان کا ذکر ہے
جو مقبول نہیں اور یہاں اختیاری ایمان کی نفی کی گئی ہے جو شرع میں مطلوب

رسالت کے بارہ میں ہے پس تکرار نہ رہا گو تا کید کے لئے بھی دوبارہ ایک
مضمون کو لانا مستحسن ہے اور باہل کتاب کے رسول اللہ کو پہچاننے کی بعض
ضروری تحقیقات سیاق میں گزر چکی ہیں ملاحظہ کر لی جائیں۔

رابطہ: اوپر کفار کا فلاح نہ پانا مذکور ہے آگے اس فلاح نہ پانے کی
کچھ کیفیت مذکور ہے۔ و يوم نحشرهم جميعا تا يفترون

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے

أَشْرَكُوا

پھر ہم مشرکین سے (بواسطہ یا بلا واسطہ تو بیخ کے طور پر) کہیں گے

اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ آیت سے خدا تعالیٰ کا کفار کے ساتھ کلام
فرمانا معلوم ہوتا ہے حالانکہ دوسری آیت میں لا یکلمہم اللہ آیا ہے کہ
خدا تعالیٰ ان سے کلام نہ فرمائیں گے۔ ترجمہ میں تو بیخ کی قید بڑھا کر اس
کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

أَيْنَ شُرَكَائِكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۴﴾

کہ (بتلاؤ) تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے

یعنی اب تمہاری سفارش کیوں نہیں کرتے جس پر تم کو بھروسہ تھا۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ

پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ

رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۵﴾

قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے

یعنی کوئی ان کے کام نہ آئے گا اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قیامت میں تو
سب حقائق منکشف ہو جائیں گے وہاں مشرکین جھوٹ کیسے بولیں گے
جواب یہ ہے کہ غایت حیرت و دہشت سے اور کچھ نہ بن پڑے گا شرک
سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتے ہوئے بدحواسی سے جھوٹ بول دیں گے
اور یہ بھی شبہ نہ کیا جائے کہ اس آیت میں شرک کا انجام اس قول میں منحصر
کر دیا گیا ہے کہ بس شرک کا یہی انجام ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے حالانکہ
دوزخ میں جانا بھی شرک کا انجام ہے جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے
کہ وہ اپنے شرک پر ذرا بھی نہ جمیں گے بلکہ آخر کار اس کا انکار ہی کرتے
بن پڑے گا پس اس جگہ اقوال کے اعتبار سے حصر ہے کہ بات اس کے سوا
کچھ نہ کریں گے ہر اعتبار سے حصر مقصود نہیں۔

دنیا میں جا کر ایمان لانے کی تمنا اس لئے ہوگی کہ دنیا کا ایمان ہی باعث نجات ہے۔

بَلْ بَدَأَهُمُ

بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے

اور اس کا اقرار نہ کرتے تھے۔

مَا كَانُوا يَخْشَوْنَ مِنْ قَبْلُ ط

وہ ان کے سامنے آ گئی ہے

اور جان بچانے کو یہ سارے وعدے ہو رہے ہیں۔

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا اِلَيْهَا نَهَوْا عَنْهُ

اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دیئے جاویں تب بھی یہ

وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا

یعنی کفر و تکذیب و انکار وغیرہ

وَالْتَهُمُ لَكِذِبُوْنَ ۝۲۸

اور یہ یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں

نہ اس وقت ایفا کا قصد ہے نہ دنیا میں جا کر ایفا کرتے ربط: اوپر

توحید و رسالت و قرآن کے انکار پر سزاؤں کا بیان تھا آگے قیامت کے

انکار اور اس کی سزا کا بیان ہے۔ وقالوا ان ہی تا تکفرون

وَقَالُوا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال جینا ہے اور ہم زندہ نہ

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۲۹ وَلَوْ تَرَى اِذْ

کے جاویں گے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ اپنے

وَقِفُّوا عَلٰی رَبِّهِمْ ط

رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے

تو بڑا عجیب واقعہ نظر آوے اور پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ دوزخ

کے پاس کھڑے کئے جاویں گے اس میں اور اس میں کچھ تعارض نہیں

کیونکہ یہ حساب کے لئے خدا کے سامنے کھڑا کیا جانا دوزخ ہی کے پاس

ہوگا اور وہیں یہ دونوں واقعے ہوں گے۔

قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوا بَلٰی

اور اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔

ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے اختیار سے یہ لوگ کبھی ایمان نہ قبول کریں گے۔ اور یہ آیت خاص لوگوں کے بارہ میں ہے جن کا خاتمہ علم الہی میں کفر پر ہونے والا تھا آگے ان کے عناد کی انتہا بتلاتے ہیں ۱۲

حَتّٰی اِذَا جَآءُوكَ يُجَادِلُوْكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے

خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں

كُفْرًا وَّاِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۰

کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں

یعنی تمام ادیان والے ایسی ہی باتیں کرتے چلے آئے ہیں کہ معبود ایک ہے بشر بھی نبی ہو سکتا ہے قیامت میں پھر زندہ ہونا مطلب یہ ہے کہ عناد کی وجہ سے انکار سے گزر کر مباحثہ اور جدال تک ان کی نوبت پہنچی ہے پھر اس سے گزر کر دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ

اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے

يُهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ ۝۳۱

ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں

نہ رسول کا کوئی نقصان ہے نہ قرآن کا رسول کو رسالت کا ثواب ہر حال میں ملے گا کیونکہ وہ تو اپنا کام کر چکے قرآن کا نور ہدایت کامل ہو کر رہے گا۔ لیظہرہ علی الدین کلمہ ربط: جیسا کہ اوپر توحید و رسالت کے انکار پر ان کی سزا کا بیان تھا اسی طرح قرآن کے انکار پر سزا کا بیان فرماتے ہیں۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۳۲ وَلَوْ تَرَى اِذْ وَقِفُّوا عَلٰی

اور کچھ خبر نہیں رکھتے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ دوزخ کے پاس

النَّارِ

کھڑے کئے جاویں گے

تو بڑا ہولناک منظر سامنے ہوگا۔

فَقَالُوا اِلَيْتِنَا نَرْدُ وَلَا نَكْذِبُ بِآيٰتِ

تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جاویں اور گمراہ ہو

رَبِّنَا وَنَكُوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۳

جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ایمان والوں سے ہو جاویں

وَرَبَّنَا ۖ قَالَ فَذُقُوا الْعَذَابَ بِمَا

وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی اللہ تعالیٰ فرماوے گا

كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو بیشک خسارے میں پڑے وہ لوگ

كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ

جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی

رابطہ: اوپر قیامت کے منکروں پر وعید بھی آگے بھی اسی کا تہہ ہے۔

قد خسر الذين تايذرون

یعنی قیامت میں زندہ ہو کر خدا کے رد و روپیش ہونے کا انکار کیا اور خسارہ کا بیان اوپر بھی آچکا ہے اور آگے بھی آتا ہے اور یہ تکذیب تھوڑے ہی دنوں رہے گی۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعہ آ پہنچے گا۔

اس وقت سارے دعوے ختم ہو جاویں گے اور یہ تکذیب اگرچہ مرتے ہی ختم ہو جائے گی لیکن قیامت کو منتہی اس لئے قرار دیا کہ اس وقت پورا انکشاف ہو جائے گا اور صاحب کشف نے یہ کہا ہے کہ موت کا وقت بھی قیامت کا مقدمہ ہے اس لئے وہ بھی حکماً قیامت میں داخل ہے۔

قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا ۖ

کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی

وہ کوتاہی یہ ہے کہ قیامت کو جھٹلایا جس سے اس کے حقوق ضائع ہوئے رابطہ: اوپر کفار کا یہ قول نقل فرمایا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ حیات دنیا کے سوا کوئی زندگی نہیں حق تعالیٰ اس کا جواب دے کر آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہے حیات آخرت ہی ہے اس کے مقابلہ میں حیات دنیا کچھ بھی نہیں۔ وما الحیوة الدنیا تا افلا تعقلون

وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۖ

اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے خوب سن لو

الْأَسَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا

کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو

إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ

ولعب کے

یعنی وہ دنیوی زندگی جس میں کفار نے حیات کو منحصر سمجھ رکھا ہے اس کے اشغال و اعمال چونکہ نافع اور باقی رہنے والے نہیں اس لئے وہ لہو و لعب کے سوا کچھ نہیں اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ خود حیات دنیا کو لہو و لعب کہنا مقصود نہیں بلکہ اس کے ان اشغال و اعمال کو جو کہ نہ آخرت کے لئے مقرر ہیں نہ اس میں اعانت کرتے ہیں لہو و لعب کہا گیا ہے تو اس قید سے طاعات اور وہ مباحات جو طاعات میں معین ہیں سب اس سے نکل گئے اور لا یعنی مباحات اور معاصی سب اس میں داخل رہ گئے گویا یہ مباحات میں گناہ نہ ہو لیکن فانی اور بے سود تو ہیں ۱۲۔ رابطہ: اوپر کفار کے بعض اقوال کفریہ مذکور ہیں جن سے حضور کو صدمہ ہوتا تھا نیز ایک بار ابو جہل نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن جو دین اور کتاب آپ لائے ہیں اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں اس سے بھی آپ کو بہت رنج پہنچا اس پر حق تعالیٰ نے اگلی آیات نازل فرمائیں جن میں آپ کی تسلی فرماتے ہیں قد نعلم انه تائبانی المرسلین

وَلَدَّارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۖ

اور پچھلا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے کیا تم سوچتے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لِيَحْزَنَكَ

سمجھتے نہیں ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو

الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ

ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے

وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾

لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

اور اس سے اگرچہ آپ کی تکذیب بھی لازم آتی ہے لیکن ان کا اصل مقصود اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا ہے تو ان کا یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہوا سو ہم خود ہی ان کو سمجھ لیں گے آپ اس غم میں کیوں پڑے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے اور یہ کوئی نئی بات آپ ہی کے ساتھ نہیں ہوئی بلکہ (ترجمہ دیکھو)

وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبْرُوا

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی

جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی

فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ

تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ

أَوْ سَلْمًا فِي السَّمَاءِ فَتَاتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۖ

یا آسمان میں کوئی میڑھی ڈھونڈھ لو پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو

یعنی ہم تو ان کی یہ فرمائشیں بوجہ بے ضرورت ہونے کے نیز بوجہ مضرت ہونے کے پوری نہیں کرتے اور ضرر کا بیان آئندہ ہوگا پس اگر آپ یہی چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح یہ مسلمان ہی ہو جائیں تو آپ اس کا انتظام کر لیجئے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ ہدایت پر جمع کر دیتا

لیکن چونکہ یہ خود ہی اپنا بھلا نہیں چاہتے اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں ہوا پھر آپ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝۳۵

سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جیے

اور اس فکر کو چھوڑیے اور یہ ارشاد نصیحت و محبت کے طور پر ہے جیسا کہ ہمارے محاورہ میں بھی محبوب کو کسی ضد پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ بس زیادہ نادان نہ بنو ضد کو جانے دو اور چونکہ جہالت کا لفظ ہمارے محاورہ میں بے ادبی کا موہم ہے اس لئے ایسے لفظ سے ترجمہ مناسب نہیں۔

إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۖ

وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں

یعنی حق بات کو طلب حق کے ارادہ سے سنتے ہیں اور چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا پھر ہدایت کہاں ہو۔ آگے بتلاتے ہیں کہ اگر اس اعراض و انکار کی پوری سزا ان کو دنیا میں نہ ملی تو کیا ہوا۔

وَالْمَوْتِ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝۳۶

اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھادیں گے پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جاویں گے

اس وقت سب حقیقت کھل جاوے گی اور پوری سزا تجویز ہو جاوے گی۔

وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ فرما دیجئے

عَلَىٰ مَا كَذَّبُوا أَوْ ذُو أَحْسَىٰ أَنَّهُمْ نَصَرُنَا ۚ

اور ان کو ایذا نہیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی۔

جس سے وہ غالب اور ان کے مخالفین مغلوب یا ہلاک ہو گئے اسی طرح آپ بھی صبر کیجئے۔ ایک وقت میں آپ کو بھی امداد الہی پہنچے گی۔ کیونکہ رسولوں کی امداد کا وعدہ ہو چکا ہے۔ کتب اللہ لا غلبن اننا ورسلی خدا نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے ۱۲

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ

اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس

مِنْ تَبَآئِ الْمُرْسَلِينَ ۝۳۷

بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں

جن سے اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ ان کے پاس خدائی امداد پہنچی پس یہ مضمون ہر طرح محقق ہے خلاصہ یہ کہ یہ لوگ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو چونکہ آپ خدا کی طرف سے پہنچانے والے ہیں اس لئے درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہیں اپنے معاملہ میں خدا تعالیٰ خود سمجھ لیں گے اور رسولوں کی بابت خدا کی یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ حق کو دنیا و آخرت میں غالب اور باطل کو مغلوب کرتے ہیں اب بھی اس کا وعدہ ہے اور یہی حضور کا مقصود تھا اس لئے پوری تسلی ہو گئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو جو پہلی قوموں کی ہلاکت کی خبر سن کر تسلی ہو گئی تو آپ بھی اپنی قوم کی ہلاکت چاہتے تھے اگرچہ اس کا مضائقہ بھی نہیں مگر پھر بھی آپ پر شفقت ہی غالب تھی آپ صرف دین حق کا غلبہ چاہتے تھے۔

وَإِنْ كَانَ كِبَرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے

رابطہ: اوپر حضور کو کفار کے معاملات میں صبر کا امر تھا چونکہ آپ کو کمال شفقت سے ان کے ایمان لانے کی غایت درجہ حرص تھی اس لئے آپ چاہتے تھے کہ اگر موجودہ معجزات پر باوجودیکہ وہ کافی ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان کے فرمائشی معجزات ہی واقع ہو جائیں شاید ایمان لے آویں آگے حق تعالیٰ ان فرمائشوں کا پورا نہ ہونا سنا کر صبر کی تاکید فرماتے ہیں۔ نیز یہ کہ رسالت کا ثبوت ان فرمائشوں کے پورا ہونے پر موقوف نہیں وان کان کبرتا لا یعلمون

اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کے فرمائشی معجزات ہی واقع ہو جائیں

إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ

کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرما دیں لیکن

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۷﴾

ان میں اکثر بے خبر ہیں

انجام کو نہیں سمجھتے اس لئے یہ درخواست کر رہے ہیں وہ انجام یہ ہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لاویں گے تو سب ہلاک کر دیئے جائیں گے حاصل یہ ہے کہ ضرورت تو اس لئے نہیں کہ پہلے معجزات کافی ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جیسے ان پر ایمان نہیں لائے فرمائی معجزہ بھی پورا ہونے کے بعد بھی نہ لائیں گے اور اس صورت میں سخت ضرر ہے اس لئے حکمت یہی ہے کہ ان کے فرمائی معجزات نازل نہ ہوں رابطہ: اوپر صبر و تسلی کی تاکید کے ضمن میں سزائے کفر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قیامت میں مبعوث ہونے کا ذکر فرمایا تھا آگے اسی کی تاکید کے لئے جانوروں کا مبعوث ہونا ذکر فرماتے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَئِيرٍ يَظِيرُ

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کد اپنے دونوں

بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ

بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں

یعنی دوبارہ زندہ ہونے میں

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

ہم نے دفتر (لوح محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی

اگرچہ علم قدیم ہی کافی تھا مگر لکھ لینے سے سب اشیاء کا منضبط ہونا جلد سمجھ میں آ جاتا ہے اس لئے ایسا کیا گیا

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا

(سب کو لکھ دیا ہے) پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں

بِإِيتِنَا صُمْرًا وَبِكُمْ فِي الظُّلُمَاتِ

تو وہ بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح طرح کی ظلمتوں میں ہیں

کیونکہ ہر کفر ایک ظلمت ہے

مَنْ يَشَاءِ اللَّهُ يُضِلَّهُ

اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کر دیں

مطلب یہ کہ حق بات ماننے کے لئے تو سننے اور دیکھنے کی ضرورت ہے اور ان کا یہ حال ہے جو معلوم ہو چکا تو ان کے راہ پر آنے کی کیا توقع ہے یہ تو لامحالہ ظلمتوں میں گرفتار ہیں پھر جب کوئی حق سے اعراض ہی کرتا رہے تو حق تعالیٰ بھی اس کو گمراہی میں رکھتے ہیں پس ایسی حالت میں ان کی فکر میں پڑنا بے سود ہے ان کو حوالہ بہ خدا کرنا چاہئے۔

وَمَنْ يَشَاءِ جَعَلَهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۴۹﴾

اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگا دیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ

آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آپڑے یا

أَتَاكُمْ السَّاعَةُ أَغَيَّرَ اللَّهُ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ

تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر

صَادِقِينَ ﴿۵۰﴾

تم سچے ہو

رابطہ: اوپر شروع سورت میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا آگے پھر اسی کی طرف خاص طور پر رجوع ہے کہ خود مشرکین سے کچھ سوالات کئے جاتے ہیں جن کے جواب سے شرک کا ابطال ہو جائے گا۔

قل اراءيتكم تا تشركون

تو اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارنا چاہئے تھا لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ مناظرہ میں یہ ضروری ہے کہ دلیل کے سب مقدمات مسلمہ ہوں۔ یہ مشرکین قیامت ہی کے کب قائل تھے جواب یہ ہے کہ استدلال قیامت کے آنے سے نہیں کیا گیا بلکہ اس کے آنے کو فرض کیا گیا ہے اور فرض کرنا ہر چیز کا ممکن ہے اور ان کا دعویٰ باطل کرنے کے لئے یہ فرض کرنا بھی کافی ہے کیونکہ جب وہ روزانہ ہلکی ہلکی آفتوں میں خدا ہی کو پکارتے تھے تو اس سوال کا وہ یہ جواب نہیں دے سکتے کہ ہاں قیامت کی مصیبتوں میں ہم غیر اللہ ہی کو پکاریں گے۔

بَلْ آيَاتُهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ

بلکہ اسی کو پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو اگر چاہے تو

إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ

اس کو ہٹا بھی دے

چنانچہ دنیوی عذاب میں تو دونوں احتمال ہیں اور قیامت کی آفتوں میں سے طول موقف شفاعت کبریٰ دعا سے موقوف ہو جاوے گا اور شفاعت کبریٰ ساری مخلوق کی درخواست پر ہوگی اور ظاہر ہے کہ کسی سے یہ کہنا کہ ہمارے لئے خدا سے دعا کرو یہ بھی دعا کا ایک طریقہ ہے تو طول موقف کی مصیبت دفع ہونے میں ساری مخلوق کی دعا کا اثر ہوگا باقی عذاب جہنم کفار سے نہ ملے گا کتنی ہی دعائیں کریں۔

رابطہ: اوپر مشرکین کے دعویٰ شرک کو عذاب کا آنا فرض کر کے باطل کیا تھا آگے بتلاتے ہیں کہ اسی فرضی بات کا واقع ہو جانا کچھ دشوار نہیں تم سے پہلے بہت سی امتوں پر عذاب آچکا ہے۔ نیز یہ بھی بتلاتے ہیں کہ مصیبت آ کر ٹل جانے سے یہ دھوکہ مت کھانا کہ یہ ہمارے اعمال کی سزا ہوتی تو کیوں ملتی ہم تو اب بھی ویسے ہی سرکش ہیں کیونکہ عذاب الہی اسی طرح آیا کرتا ہے۔ ولقد ارسلنا تار ب العلمین

وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ

اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو سب کو بھول بھال جاؤ۔ اور ہم نے اور

أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ

امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکے ہیں پیغمبر بھیجے تھے

مگر انہوں نے ان پیغمبروں کو نہ مانا

فَاَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَآءِ لَعَلَّهُمْ

سو ہم نے ان کو تنگ دستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ وہ ڈھیلے

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٣٢﴾

پڑ جاویں

اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کر لیں۔

فَلَوْلَا اِذَا جَاءَهُمْ بِآسَا تَضَرَّعُوا وَلٰكِنْ

سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن

قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا

ان کے قلوب تو سخت رہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ

آراستہ کر کے دکھاتا رہا۔ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان

فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ ابْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط

کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے

یعنی ہر قسم کے اسباب عیش و عشرت اور خوب نعمت و ثروت دی۔

حَتّٰى اِذَا فَرَّحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنَاهُمْ بِغَتَّةٍ

یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے

فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿٣٤﴾

ان کو دفعہ پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے

کہ یہ کیا ہو گیا جیسا کہ قرآن میں اور جگہ ان قصوں کی تفصیل مذکور ہے مطلب یہ کہ اسی طرح یہ مشرکین اپنی حالت پر مغرور و بے فکر نہ رہیں حق تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ اول کفر و معصیت پر کسی قدر عذاب نازل فرماتے ہیں تاکہ تضرع و زاری کریں اگر اس سے متنبہ نہ ہوا تو ڈھیل دینے کے لئے نعمتیں نازل فرماتے ہیں پھر جب کفر و معصیت کی خوب ترقی ہو جاتی ہے اس وقت سخت عذاب دفعہ نازل فرماتے ہیں پس بعض بلاؤں کے ٹل جانے سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

فَقَطَّعَ دَاۤیِرَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ط

پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٣٥﴾

اور اللہ کا شکر ہے جو کہ تمام عالم کا پروردگار ہے

کہ ایسے ظالموں کا پاپ کٹا جن کے رہنے سے نحوست ہی پھیلتی رابطہ: پھر شرک کا ابطال اسی طرز سے کیا جاتا ہے کہ مشرکین سے کچھ سوالات کرتے ہیں جن کے جواب سے توحید ثابت ہو جائے گی۔ قل ارایتم تا یصدفون

قُلْ اَرَاۤیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ

آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی

وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا

غِیْرِ اللّٰهِ یَاتِیْكُمْ بِهِ ط

اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے

جب تمہارے اقرار سے بھی خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں تو پھر کسی کو عبادت کا مستحق کیسے سمجھتے ہو۔

أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ

آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر

يَصْدِفُونَ ﴿۳۶﴾

بھی یہ اعتراض کرتے ہیں

اور ان دلائل میں فکر کر کے ان کے نتیجہ کو تسلیم نہیں کرتے
رابطہ: اوپر پہلی امتوں کی ہلاکت کا بیان کفار کی تنبیہ کے لئے ہوا ہے آگے
بطور سوال و جواب کے اس ہلاکت کی علت بتلاتے ہیں کہ صرف کفر و شرک ہی
تھی جس کو ظلم کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے نیز اس پر بھی تنبیہ ہے کہ یہ علت
تمہارے اندر بھی موجود ہے اس لئے اگر عذاب آئے گا تو صرف تمہارے ہی
اوپر آئے گا اس خیال سے خوش مت ہونا کہ عذاب آئے گا تو سب ہی ہلاک
ہوں گے مسلمان بھی اور ہم بھی پھر کیا غم قل اراءيتكم تا الظالمون

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ

آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب

بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ

آپڑے خواہ بے خبری میں یا خبر داری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی

الظَّالِمُونَ ﴿۳۷﴾

ہلاک کیا جاوے گا

یعنی کوئی نہیں کیونکہ عذاب ظلم کی وجہ سے آئے گا جیسا کہ پہلی امتوں پر
بھی اسی وجہ سے آیا تھا سوا محالہ ظالموں ہی کے ساتھ خاص ہوگا اور ظالم تم ہو
کہ شرک و کفر کرتے ہو تو خاص تمہارے ہی اوپر آئے گا اور مسلمان بچے رہیں
گے سو تم کو متنبہ ہونا چاہئے اور مرگ انبوہ جتنے دارد کا سہارا بھی چھوڑ دینا
چاہئے رابطہ: اوپر کفار کے فرمائشی معجزات کے پورا کرنے کا بے ضرورت ہونا
بتلاتے ہوئے اس کے ضمن میں رسالت کا اثبات بھی کر دیا گیا تھا کہ اس کے
لئے موجودہ معجزات کافی ہیں جو ان کو نہیں مانتے وہ دوسروں کو بھی نہ مانیں
گئے آگے بتلاتے ہیں کہ رسالت کے ثبوت کے بعد رسول پر تبلیغ لازم ہے
سب فرمائشوں کا پورا کرنا لازم نہیں اس سے تمام مضمون کی کسی قدر تفصیل
مقصود ہے۔ وما نرسل المرسلين تا لعلهم يتقون

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ

اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں

وَمُنْذِرِينَ

اور ڈراویں

یعنی قطعی دلائل سے پیغمبری کا ثبوت ہو جانے کے بعد رسولوں کا کام
یہ ہے کہ ایمان و اطاعت بجالانے والوں کو رضائے الہی کی بشارت دیں
اور کفر و معصیت کرنے والوں کو خدا کی ناخوشی سے ڈراویں جس پر کبھی دنیا
میں بھی اور آخرت میں تو ہمیشہ عذاب ہوتا ہے پیغمبروں کو اس واسطے نہیں
بھیجا جاتا کہ جو کچھ بھی ان سے واپسی تباہی فرمائشیں کی جاویں وہ سب کو پورا
کریں جیسا کہ یہ منکرین محض عناد کی وجہ سے درخواست کرتے ہیں۔

فَمَنْ أَمِنَ وَأَصْلَحَ

پھر جو شخص ایمان لے آوے اور درست کر لے

یعنی اپنے عقائد و اعمال کی حالت سنوار لے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

سوان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں

گویہ لوگ باقتضائے ایمان خدا تعالیٰ سے ہمیشہ خوف کیا کرتے ہیں

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا

اور نہ وہ مغموم ہوں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلا دیں

بِآيَاتِنَا يَسْسُ لَهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا

ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ دائرے سے

يَفْسُقُونَ ﴿۳۹﴾ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي

نکلتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس

خَزَائِنُ اللَّهِ

خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں

کہ جب مجھ سے کوئی فرمائش کی جائے اس کو اپنی قدرت سے پورا کر دوں۔

وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ

اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں

خواہ اعتقادی طور پر یا احتمال کے طور پر کیونکہ قیامت کے متعلق تین طرح کے آدمی ہیں ایک تو وہ جو یقین کے ساتھ اس کے منکر ہیں ان لوگوں کا اس آیت میں ذکر نہیں دوسرے وہ جو یقین کے ساتھ اس کے معتقد ہیں تیسرے وہ جن کو تردد ہے آیت میں ان ہی دو قسموں کا ذکر ہے کیونکہ ان کو ڈرانا نافع ہے اور آیت میں مطلق ڈرانا مقصود نہیں بلکہ ایسا ڈرانا مقصود ہے جس کا نفع بھی ہو اور نفع ان ہی دو قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے اسی لئے یہ قید بڑھائی گئی کہ ایسے لوگوں کو ڈرائیے الخ اور پہلی قسم کے لوگوں کو بھی اگرچہ تبلیغ کی جاتی ہے جیسا کہ دوسری آیتوں میں صراحۃً حکم ہے مگر وہ محض حجت پورا کرنے کے لئے ان کے حال پر زیادہ توجہ نہیں کی جاتی کیونکہ بوجہ عناد کے وہ اس قابل نہیں ہیں۔

أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ

دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ

يَتَّقُونَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں۔ اور ان لوگوں کو نہ نکالنے

رابطہ: اوپر کی آیت میں قیامت سے ڈرنے والوں کو خاص طور پر ڈرانے کا حکم تھا اور ان میں دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جن کو قیامت کا یقین ہے دوسرے وہ جن کو تردد ہے آگے حکم ہوتا ہے کہ جن کو قیامت کا یقین ہے اور خدا کے طالب ہیں ان پر سب سے زیادہ توجہ فرمائیے پس معاندین کے لئے تو عام تبلیغ ہوئی جیسا کہ قل انہی نہیت میں آگے آتا ہے کہ ان سے توحید و رسالت کے مضامین صرف زبانی کہہ دینا کافی ہیں اور تردد والوں کے لئے خاص تبلیغ اور طالبین کے لئے اخص الخاص توجہ ہوئی سبحان اللہ کیا حکیمانہ انصاف ہے شان نزول اگلی آیتوں کا یہ ہے کہ بعض سرداران کفار قریش نے بعض غریب صحابہ کی نسبت حضور سے درخواست کی تھی کہ جس وقت ہم آیا کریں اس وقت یہ لوگ اٹھ جایا کریں جب ہم چلے جاویں اس وقت آ جایا کریں اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ ایسا کریں تو عجب نہیں ہم آپ کا اتباع کر لیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا بھی کر دکھائیے دیکھیں ان کا کیا مقصود ہے راہ پر آتے ہیں یا نہیں آپ نے اس درخواست کو قبول فرمایا مگر عمل نہیں ہونے پایا کہ یہ آیتیں اس سے

جیسا کہ کبھی عناد کی وجہ سے اس قسم کی باتیں مجھ سے پوچھتے ہو کہ قیامت کب آوے گی۔

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ

اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

جیسا کہ کبھی براہ عناد یہ کہتے ہو کہ یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں سو میں رسالت کے ساتھ فرشتہ ہونے کا تو مدعی نہیں ہوں۔

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ

میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں

خود بھی عمل کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتا ہوں جیسا کہ پہلے پیغمبروں کا بھی یہی قاعدہ تھا پھر ثبوت رسالت کے بعد جس کے لئے بہت سے دلائل قائم ہو چکے ہیں یہ مہمل فرمائشیں میرے سامنے کیوں پیش کی جاتی ہیں اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ تم جو دو روز کا فرمائشیں کر کے میری رسالت کی تکذیب کرتے ہو یہ محض بے معنی ہے کیونکہ اگر میں کسی عجیب و غریب بات کا دعویٰ کرتا جیسے خدائی خزانوں کا مالک ہونا عالم الغیب ہونا یا فرشتہ ہونا تب تو تم کو ان دو روز کا فرمائشوں کا حق بھی ہوتا رسالت جس کا میں مدعی ہوں وہ تو کوئی عجیب و غریب بات نہیں جو اس کو مستبعد سمجھ کر ایسی فرمائشوں سے اس کی تکذیب کرتے ہو ۱۲

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۖ

آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے

أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۚ

سو کیا تم غور نہیں کرتے

اور آنکھوں سے دیکھنا نہیں چاہتے تاکہ حق واضح ہو جائے ورنہ یاد رکھو کہ اندھے ہی بنے رہو گے آگے فرماتے ہیں کہ اگر اس پر بھی یہ لوگ عناد سے باز نہ آویں تو ان سے گفتگو موقوف کیجئے اور اس کی فکر میں نہ پڑیئے اور جو رسالت کا اصلی کام ہے یعنی تبلیغ اس میں مشغول ہو جئے ۱۳

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ

اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں

اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنَاتٍ ط

لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے

یعنی اس میں کفار کا امتحان ہے۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿٥٣﴾

کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا

جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ

فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى

دیتے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے

نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَا أَنَّهُ مِّنْ عَمَلٍ مِّنْكُمْ

ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر

سُوءًا أَوْ جَهَالَةً

بیٹھے جہالت سے

یہاں عملی جہالت مراد ہے ربطاً اور قیامت سے ڈرنے والوں کے لئے تبلیغ خاص اور مومنین کے لئے خاص الخالص توجہ کا حکم ہوا ہے آگے عناد والوں کے لئے عام تبلیغ یعنی صرف زبانی توحید و رسالت کا مضمون پہنچانے کا حکم ہے۔ قل انی نہیت تا بالظالمین

ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ

پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ بڑے

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ

مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں اور اسی طرح ہم آیات کی

وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾

تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جاوے

اور یہ بھی ظاہر کر دیجئے کہ تمہارا طریقہ شرک محض گمراہی اور باطل خیالات کا اتباع ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم

ممانعت کرنے کے لئے نازل ہوئیں حضرت عمرؓ نے اپنی رائے سے معذرت کی اس پر و اذا جاءك الذين الخ کا نزول ہوا جس میں توبہ قبول ہونے کی بشارت ہے حضور نے ان غرباء کو بلایا جب حاضر ہوئے تو فرمایا سلام علیکم کتب و بکم علی نفسہ الرحمة اور اس منظوری سے آپ کی شان عصمت پر کوئی حرف نہیں آیا کیونکہ آپ کی منظوری غرباء کی تحقیر کی بناء پر نہ تھی بلکہ صرف بامید ہدایت ان رؤسا کی تالیف قلب منظور تھی اور خود صحابہ کو بھی یہ بات معلوم تھی اس لئے ان کی دل شکنی بھی نہ تھی غرض یہ آپ کا اجتہاد تھا جس پر عمل کرنے کی حق تعالیٰ نے اجازت نہیں دی کیونکہ خدا تعالیٰ کو علم غیب سے اس تدبیر کا نافع نہ ہونا معلوم تھا ۱۲

گو آپ کی نیت یہ نہ ہو مگر رؤسا کفار کی ایسی درخواستوں پر توجہ کرنا بھی مثل نکالنے کے ہے۔

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص

يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ط

اس کی رضائی کا قصد رکھتے ہیں

یعنی ان میں پورا اخلاص ہے۔

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں

وَمِمَّا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ

اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں

فَتَطَرَّدَهُمْ

کہ آپ ان کو نکال دیں

یعنی ان کی غربت تو اخراج کا سبب نہیں ہو سکتی اور قلبی حال کی نہ آپ کو خبر نہ آپ اس کے ذمہ دار

فَتَكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٦﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا

اور آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور اسی طور پر ہم نے ایک

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مِثَّنَا

کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کہ یہ

دلیل تو ایک بھی کافی ہوتی ہے ورنہ کبھی دلائل کا خاتمہ ہی نہ ہو اس لئے نزول عذاب سے ابھی فیصلہ نہیں فرمایا۔

قُلْ تَوَاتَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے

لَقَضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا

نہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ہلاک ہونا خود مقصود تھا بلکہ اس لئے کہ ان لوگوں کے نزدیک رسالت کا ثابت ہونا اسی پر موقوف ہو چکا تھا کہ اس لئے عذاب نازل کر دیا جاتا۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۝۵۸

اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

ان کے علم میں جب مناسب ہوگا عذاب نازل کر دیں گے چنانچہ دنیا میں بھی بدروغیرہ میں ہلاک کئے گئے اور آخرت کا عذاب تو ہے ہی غرض مجھ کو نہ اس کی قدرت ہے نہ اس کا مناسب وقت معلوم ہے نہ اس کی حاجت ہے۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

اور اللہ ہی کے پاس میں خزانے کا مخفی اشیاء کے

رابطہ اور خیر الفاصلین میں حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اور علم تام کا حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا ان لوگوں کی حالت کے متعلق مذکور تھا آگے تمام چیزوں کے اعتبار سے حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ و علم کامل کا ذکر ہے جس میں توحید کا اثبات بھی ہے جو بڑا مقصود ہے۔ وعنده مفاتيح الغيب تا کتاب مبین یعنی ممکنات میں سے جس چیز کو جس وقت اور جس قدر چاہیں ظاہر کر دیتے ہیں اور مفاتيح کا ترجمہ کنجیاں بھی کہہ سکتے ہیں حاصل یہ ہوگا کہ غیب کی کنجیاں یعنی وہ اسباب جن سے ان مخفی چیزوں کو کھولتے اور ظاہر کرتے ہیں سب خدا کے قبضہ میں ہیں ان میں عذاب بھی آگیا مطلب یہ کہ اور کسی کو ان پر قدرت نہیں اور جس طرح خدا کی قدرت کامل ہے علم بھی کامل ہے۔

لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی

وَمَا تَسْقُطُ

میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ

لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع

قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝۵۹

نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا

اس مضمون کا زیادہ تعلق توحید سے تھا آگے کا مضمون زیادہ رسالت کے متعلق ہے ۱۲

قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي

آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے

یعنی دین اسلام کے حق ہونے پر مجھ کو کافی دلیل ملی ہے یعنی قرآن مجید جو کہ میرا معجزہ ہے جس سے میری تصدیق ہوتی ہے ۱۲

وَكَذَّبْتُم بِهِ

اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو

یعنی بلاوجہ اس صحیح دلیل اور کافی معجزہ پر اکتفا نہیں کرتے اور اس کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے فوری عذاب کی درخواست کرتے ہو کہ اگر یہ کتاب منجانب اللہ ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے۔

مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ

جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں

یعنی عذاب نازل کرنا میری قدرت میں نہیں۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ

حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے

اور ان کا حکم عذاب نازل کرنے کے لئے ابھی نہیں ہوا پھر میں کس طرح عذاب دکھلا دوں ہاں جو دلیل منجانب اللہ نازل ہو چکی ہے یعنی قرآن میں اس کو دکھلا سکتا ہوں۔

يَقْصُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِيلِينَ ۝۶۰

اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے

کہ موافق حکمت کے فیصلہ کرتا ہے چونکہ ابھی نزول عذاب میں حکمت نہیں دیکھی اور نہ اثبات رسالت کے لئے اس کی حاجت کیونکہ صحیح

کو نفس حیۃ کہا ہے پس قرآن میں لفظ نفس کی ہر مقام کے مناسب تفسیر کی جائے گی اور سونے کے وقت روح نفسانی کو قبض کر کے جاگنے کے وقت پھر واپس دیدینے سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے پر ایک نظیر قائم کر دی جس سے اس کا استبعاد دفع ہو گیا چونکہ جو روح نفسانی کو قبض کر کے پھر لوٹا دیتا ہے وہ روح حیوانی کو بھی قبض کر کے پھر دوبارہ بدن میں ڈال سکتا ہے۔

لَيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

تا کہ میعاد معین تمام کر دی جاوے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو تالا

يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ وَهُوَ الْقَاهِرُ

دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب

فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ

ہیں برتر ہیں اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتے ہیں

رابطہ: اوپر قیامت میں زندہ ہونے کا امکان مذکور تھا آگے بھی اسی کی تفصیل کے لئے اول قدرت کا پھر موت کا پھر قیامت میں زندہ کرنے کا پھر حساب کا ذکر ہے وہو القاهر تا اسرع الحاسبین کہ زندگی بھر تمہارے اعمال کو لکھتے رہیں اور تمہاری جان کی نگہبانی کرتے ہیں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے متعلق تین قسم کے فرشتے ہیں ایک اعمال لکھنے والے دوسرے جن مضرتوں سے حفاظت کرنے کا جب تک حکم ہے ان سے جان کی حفاظت کرنے والے تیسرے جان نکالنے والے مگر دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جان نکالنے کا کام ملک الموت کے سپرد ہے تو دوسرے ان کے ساتھ امداد وغیرہ کے لئے رہتے ہوں گے مجازاً ان کو بھی جان نکالنے والا کہہ دیا گیا۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آپہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے

وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ ۚ

قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے

بلکہ جس وقت اور جس طرح قبض روح کا حکم ہوتا ہے اسی طرح بجالاتے ہیں غرض موت نہیں ٹالتی۔

ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ

پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جاویں گے

ما فی البر والبحر تمام عالم ظاہر کو شامل ہے تو پہلا اور دوسرا جملہ مل کر ثابت ہو گیا کہ خدا کا علم عالم غیب و عالم ظاہر دونوں کو محیط ہے پھر برگ و دانہ کا ذکر مبالغہ کے لئے کیا گیا کہ یہ چیزیں حقیر و صغیر ہیں ایسی چیزیں بھی خدا کے علم سے غائب نہیں پھر رطب و یابس کا ذکر دوبارہ اس بات کے بتلانے کو لایا گیا کہ حق تعالیٰ کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کو عام ہے۔

مِنْ وَرَقَةٍ

اور کوئی پتہ نہیں گرتا

صرف کرنے کی حالت اس لئے ذکر کی گئی کہ یہ اس شے کی انتہائی حالت ہے مطلب یہ کہ اخیر تک کا حال جانتے ہیں

إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ

مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝۵۹

اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب میں مبین میں ہیں

یعنی لوح محفوظ میں ہر چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ بدوں علم کے لکھنا ممکن نہیں پس حاصل یہ ہوا کہ سب چیزوں کو خدا کا علم محیط ہے اور یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے تمام معلومات لوح محفوظ ہی میں منحصر ہیں بلکہ اس کی تو کہیں انتہائی نہیں رابطہ قدرت کاملہ و احاطہ علمی کو ثابت کر کے قیامت و آخرت کا ذکر فرماتے ہیں کیونکہ ان دونوں کا قدرت اور علم کے ساتھ تعلق ہے نیز اوپر تو حید و رسالت کا ذکر تھا اور اکثر قیامت کا ذکر ان کے ساتھ ساتھ تمام قرآن میں خصوصاً اس سورت میں ہو رہا ہے

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ

دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے

سونے کے وقت روح نفسانی جس سے احساس و ادراک و تمیز ہوتی ہے ایک گونہ قبض ہو جاتی ہے یعنی کچھ دیر کے لئے معطل ہو جاتی ہے اور روح حیوانی جس کے نکلنے سے موت آ جاتی ہے وہ سوتے ہوئے قبض نہیں ہوتی بلکہ جسم میں رہتی ہے وہ موت کے وقت نکلتی ہے اور قرآن میں دونوں کو نفس ہی سے تعبیر کیا گیا ہے ابن عباسؓ نے روح نفسانی کو نفس تمیز اور روح حیوانی

مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتَ أَرْجُلِكُمْ

تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے

مثلاً زلزلہ آجائے یا زمین پھٹ جائے یہ تو ایسے اسباب ہیں جو ان کے اختیار سے باہر ہیں آگے ایسے عذاب کو بتلاتے ہیں جس کے سامان ان کے ہاتھوں سے ہو جائیں ۱۲

أَوْ يُلِيْسِكُمْ شَيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضُكُم بَأْسَ

یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی

بَعْضٌ أَنْظَرَ كَيْفَ نَصَرَفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ

چکھا دے۔ آپ دیکھئے تو کسی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے

يَفْقَهُونَ ۝۹۵ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ

ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔ اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ یقینی ہے

عذاب شامل ہے اخروی کو بھی اور دنیوی کو بھی جس میں جہاد بھی داخل ہے چنانچہ دوسری آیت میں ہے قَاتِلُوهُمْ يَعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ اِنْ سَ جَہَاد کرو خدا تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے دے گا۔

قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝۹۶

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں

یعنی اس کے بعد اگر وہ یہ پوچھیں کہ عذاب کب ہوگا تو فرما دیجئے کہ میں عذاب لانے کے لئے متعین نہیں کیا گیا ہوں کہ مجھ کو مفصل اطلاع ہو یا میرے اختیار میں ہو۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۹۷

ہر چیز کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا

اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب جہاد کا حکم ہو گیا تو اس وقت آپ ان پر تعینات ہو گئے تو یہ آیت منسوخ ماننا پڑے گی جواب یہ ہے کہ جہاد کو کفار کے حق میں عذاب الہی ہو مگر مسلمانوں کو تو کفار کے عذاب دینے کی غرض سے اس کا حکم نہیں اسی وجہ سے اگر کفار جزئیہ دینا قبول کر لیں تو جہاد موقوف ہو جاتا ہے مسلمانوں کو تو جہاد کا حکم محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہے تو حکم جہاد کے بعد بھی آپ ان کے عذاب پر مسلط و تعینات نہیں ہوئے۔ دوسرے عذاب کے اور بھی بہت سے طریقے جہاد کے علاوہ ہیں جو حضور کے علم و اختیار سے باہر ہیں پس مجموعہ عذاب کو آپ کے علم و اختیار سے خارج کہنا ہر وقت صحیح ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ سب سے مولیٰ ہیں اور دوسری آیت میں کفار کے لئے فرمایا ہے وَلَا مَوْلٰی لَہُمْ کہ ان کا کوئی مولیٰ نہیں تو وہاں مولیٰ کے معنی مددگار کے ہیں اور یہاں مالک کے ہیں پس کوئی اشکال نہیں مالک سب کے ہیں مددگار کافروں کے نہیں۔ ربط: اور پر قیامت کا ذکر تھا آگے موافق طرز قرآن کے پھر توحید کی طرف رجوع ہے قل من ینجیکم تا سوف تعلمون

أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝۹۸ قُلْ

خوب سن لو کہ فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا آپ کہیے

مَنْ يَنْجِيكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے

تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ لَّيْنٌ أُنْجِنَا

دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے کہ اگر آپ ہم کو

مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝۹۹

ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں

یعنی پھر ہمیشہ توحید کے قائل رہیں اور شرک سے باز آجائیں کہ بڑی حق شناسی یہی ہے اور چونکہ اس سوال کا جواب متعین ہے اور وہ لوگ بھی کوئی دوسرا جواب نہ دیتے اس لئے فرماتے ہیں (ترجمہ دیکھو) ۱۲

قُلِ اللَّهُ يَنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے

یعنی جب کبھی نجات ملتی ہے خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے ان ہی مصائب کی کیا تخصیص ہے

ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝۱۰۰

تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو

جو کہ اعلیٰ درجہ کی ناحق شناسی ہے غرض یہ کہ مصیبت کے وقت تمہارے ہی اقرار سے توحید کا حق ہونا ثابت ہو جاتا ہے پھر انکار سے کیا ہوتا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا

آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا

اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ کسی

غَيْرِهِ ۖ وَإِمَّا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ

اور بات میں لگ جاؤں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد

الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۷۸﴾ وَمَا عَلَىٰ

پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ اور جو لوگ

الَّذِينَ

احتیاط رکھتے ہیں

رابطہ: اوپر کفار کی تکذیب کا ذکر اور ان کو تبلیغ احکام کا حکم تھا آگے بلا ضرورت تبلیغ کے ان کی مجالس میں جانے اور بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں واذا رايت الذين تايكفرون

جن میں ایسی مجالس میں بلا ضرورت جانا بھی داخل ہے حاصل یہ کہ جو لوگ بلا ضرورت نہ جائیں بلکہ ضرورت سے جائیں ان پر کوئی گناہ نہ ہو گا اور بضرورت ان مجالس میں جانے کی یہ صورتیں ہوتی تھیں مثلاً مسجد حرام میں طواف و نماز کے لئے گئے اور وہاں کفار بھی بیہودہ شغل کر رہے تھے یا ان کو وعظ سنانے گئے اور وہ ان خرافات میں مشغول تھے۔

يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ

ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا لیکن

ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۷۹﴾

ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں

یا تو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے یا ان نصیحت کرنے والوں کے لحاظ سے ان خرافات سے باز آجائیں اور یہ نصیحت بشرط قدرت ہے ورنہ یہ بھی ذمہ نہیں آگے بتلاتے ہیں کہ کچھ تکذیب کرنے والوں ہی کی مجالس کی تخصیص نہیں۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا

اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا

وَعَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے

کہ اس کی لذات میں مشغول ہیں اور آخرت کے منکر ہیں اور جس دین اسلام کا ماننا ان کے ذمہ فرض تھا اس کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اس لئے تمسخر کا انجام نظر نہیں آتا آگے فرماتے ہیں کہ اس کنارہ کشی اور ترک تعلقات کے ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہو۔

وَذِكْرُ رَبِّهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ فَلَيْسَ

اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے

لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ ۖ وَإِنْ تَعْدِلْ

سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو اور

كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ

یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جاوے

غرض نصیحت سے یہ فائدہ ہے کہ اعمال بد کے انجام پر تنبیہ ہو جاتا ہے آگے ماننا نہ ماننا دوسرا جانے

مِنْهَا ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ

یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے

کیونکہ نصیحت نہ مانی آگے بتلاتے ہیں کہ آخرت میں عذاب کا ظہور کس طرح ہوگا رابطہ: بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست کی تھی اگلی آیت میں اس کا جواب ہے اور ماقبل سے اس کو قوی مناسبت ہوگئی کیونکہ اوپر حکم تھا کہ مشرکین کو اسلام کی طرف بلاؤں یہاں ان کے ترک اسلام کی طرف بلانے کا جواب ہے جس میں مستقل طور پر توحید کا اثبات و ابطال شرک مذکور ہے اور تبعاً قیامت کا ذکر بھی ہے۔ قل اندعو امن دون الله تا هو الحكيم الخبير

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَيِّمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

ان کے لئے نہایت تیز پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے

يَكْفُرُونَ ﴿۸۰﴾

کفر کے سبب

یعنی سب مسلمانوں کی طرف سے ان مشرکوں کو فرما دیجئے۔

قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا

آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ وہ نہ ہم کو نفع پہنچا دے

وَلَا يَضُرُّنَا

اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچا دے

یعنی عبادت کرنے کی صورت میں نفع اور نہ کرنے کی صورت میں نقصان نہیں پہنچا سکتے اور معبود میں کم از کم اپنے موافق اور مخالف کو نفع و ضرر پہنچانے کی تو قدرت ہونی چاہئے مراد اس سے باطل معبود ہیں کہ بعضوں کو تو اصلاً قدرت نہیں اور جن کو کچھ ہے وہ خود نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی ہے تو کیا ہم کفار کی مرضی کے موافق ایسوں کی عبادت کریں۔

وَنُرْدُّ عَلٰی اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا

اور کیا ہم اٹھ پھر جاویں بعد اس کے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے

یعنی اول تو معاذ اللہ شرک خود ہی بری چیز ہے خصوصاً طریق ہدایت یعنی دین اسلام کے اختیار کرنے کے بعد تو اور بھی زیادہ قبیح ہے اس حالت میں تو ہماری وہ مثال ہو جائے گی (ترجمہ دیکھو)

اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطٰنُ فِي الْاَرْضِ

جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو۔

حِزْبَانٍ لَّهٗ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهُ اِلَى الْهٰدِي اَتَيْنَا

اس کے کچھ ساتھی بھی تھے۔ کہ وہ اس کو ٹھیک راستہ کی طرف بلارہے ہیں کہ ہمارے پاس آ

مگر وہ غایت حیرت سے نہ سمجھتا ہے نہ آتا ہے تو جیسا یہ شخص راہ پر تھا لیکن اپنے راستہ جاننے والے رفیقوں سے جدا ہو کر غولان بیابانی کے بچہ میں گرفتار ہو کر راہ سے بے راہ ہو گیا اور وہ رفقاء اب بھی اس کو راہ پر لاتے ہیں مگر وہ نہیں آتا ایسی ہی ہماری حالت ہو جائے کہ راہ اسلام پر ہو کر اپنے ہادی پیغمبر سے جدا ہوں اور گمراہ کرنے والوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاویں اور وہ ہادی پھر بھی خیر خواہی سے دعوت اسلام کرتے رہیں اور ہم گمراہی کو نہ چھوڑیں تو کیا تمہاری مرضی پر عمل کر کے ہم اپنی ایسی مثال بنا لیں تنبیہ اس مثال میں جو شیطانوں کا راہ بھلا دینا مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین اور خبیث جن بعض اوقات ایسے تصرفات و افعال کر سکتے ہیں پس آیت میں تاویلات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی تحقیق سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

قُلْ اِنَّ هٰدِيَ اللّٰهُ هُوَ الْهٰدِي

آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے

یعنی جب اس مثال سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے بے راہ ہونا برا ہے اور یقیناً خدا کا بتلایا ہوا راستہ دین اسلام ہے پس اس کا چھوڑنا قطعاً بے راہی ہے پھر ہم اسے کب چھوڑ سکتے ہیں۔

وَاْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ پورے مطیع ہو جائیں پروردگار عالم کے

اور پوری اطاعت کا طریقہ اسلام ہی میں منحصر ہے تو ہم شرک کیونکر کر سکتے ہیں۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو

جس میں عملی طور پر تو حید پر دلالت خوب ظاہر ہے۔

وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

اور اسی سے ڈرو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے

وہاں مشرکین کو اپنے شرک کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بافائدہ پیدا کیا

جس میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خالق کے وجود اور تو حید پر استدلال کیا جاتا ہے پس یہ بھی تو حید کی ایک دلیل ہے آگے بتلاتے ہیں کہ حشر کو مستبعد نہ سمجھو کیونکہ قدرت کے سامنے سب آسان ہے

وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ

اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ (حشر) تو ہو جا پس وہ ہو پڑے گا اس کا کہنا

اَلْمَلِكُ يَوْمَ يَنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

بادشاہ ہے اور جب کہ صور میں پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی۔

یعنی اس دن حقیقت بھی اور ظاہر بھی اللہ ہی کی حکومت ہوگی وہ اپنی حکومت سے موحدین و مشرکین کا فیصلہ فرما دیں گے اور اس پھونک مارنے سے فرشتہ کا دوسری بار پھونک مارنا مراد ہے جس سے تمام عالم پھر زندہ ہو جائے گا ۱۲

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ

وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ إِزْرًا تَتَّخِذُ

والا پوری خبر رکھنے والا۔ اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم

أَصْنَامًا إِلَهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ

علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے۔

فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۵﴾

بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں

رابطہ: اوپر شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات مذکور تھا آگے اسی کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ توحید کی طرف بلانے کا بیان فرماتے ہیں اور چونکہ اہل عرب ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے اس لئے اس مضمون کی تائید میں زیادہ قوت ہو گئی نیز اس قصہ میں رسالت کی بھی تائید ہے کہ نبوت کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی انبیاء ہوئے ہیں اور یہاں چند باتیں معلوم کر لینا تفسیر سے پہلے ضروری ہیں اول یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے حالات سے جو قرآن میں مذکور ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت پرستی بھی کرتے تھے اس واسطے ابراہیم علیہ السلام کے مناظرات میں دونوں پر گفتگو ہے دوسرے یہ کہ ابراہیم علیہ السلام ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے توحید کے محقق و عارف تھے ہاں ایک عرصہ تک مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا تھا پھر یا توبت سے پہلے یا نبوت کے بعد قوم سے مناظرہ فرمایا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات کی آمد کا اس جگہ ذکر ہے اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس کے پہلے انہوں نے بوجہ غار میں پرورش پانے کے کوئی رات نہ دیکھی تھی بلکہ یہ غار کا مشہور قصہ خود ثابت نہیں تیسرے یہ کہ آپ کی قوم خدا کی قائل تھی یا نہیں دونوں احتمال ہیں البتہ نمرود کے طرز گفتگو سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود خالق ہی کا منکر تھا لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے عناد اور سرکشی کی وجہ سے ایسی گفتگو کی ہو اور واقع میں خالق کا قائل ہو چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب اسی کے قائل ہوئے ہیں کہ ان کی قوم خدا کی قائل تھی اس احتمال پر آیات مناظرہ کی تفسیر زیادہ ہل ہو جائے گی۔

واذ قال ابراهيم نا ما انا من المشرکین جو کہ اس اعتقاد میں تیرے شریک ہیں یہ گفتگو تو بتوں کے متعلق تھی ستاروں کے متعلق گفتگو آگے آتی ہے درمیان میں ابراہیم علیہ السلام کی صحت نظر کی تعریف فرماتے ہیں کہ ماقبل اور مابعد دونوں سے اس کا تعلق ہے ۱۲

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلٰكُوْت

اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں

یعنی خالق کی ذات و صفات کی معرفت حاصل ہو جائے اور معرفت کی ترقی سے درجہ یقین پر پہنچ جائیں۔ آگے ستاروں کے متعلق گفتگو ہے جو مناظرہ کا تتمہ ہے۔

وَلِيَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُؤَقِّنِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَمَّا

اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ پھر جب

جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ

رات کی تاریکی ان پر چھا گئی

یعنی اسی طرح تمام عالم پر تاریکی چھا گئی کیونکہ رات کی تاریکی تو سب ہی پر آتی ہے اور یہ واقعہ خواہ اسی دن کا ہو جس میں پہلی گفتگو ہوئی تھی یا اور کسی دن کا۔

رَا كُوْكَبًا ؕ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے

یعنی تمہارے خیال کے موافق یہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور سب کے حالات میں تصرف کرتا ہے بہت اچھا ابھی تھوڑی دیر میں حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ افق میں جا چھپا آگے ترجمہ

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۶﴾

سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا

اور خدا کی کے اعتقاد کے ساتھ محبت لازمی ہے تو حاصل یہ ہوا کہ میں رب نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے غروب ہو جانے کی صفت جو کہ متغیر اور بدلنے والی حالت ہے خود بتلاتی ہے کہ وہ حادث ہے اس کا وجود ایک حال پر قائم نہیں تو وہ خود کسی خالق کا محتاج ہے ۱۲

فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے

بہتر اب تھوڑی دیر میں اس کی کیفیت بھی دیکھنا چنانچہ وہ بھی غروب ہو گیا اور یہ چاند کا قصہ ممکن ہے کہ ستارہ ہی کی شب کا ہو یا دوسری شب کا ہو ۱۲

فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ

سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت

لَا كُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا

نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں پھر جب

رَأَى الشَّمْسُ

آفتاب کو دیکھا

یہ واقعات دو یا تین شب کے ہیں۔

بَارِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبَرُ

چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب میں بڑا ہے

بس اس پر گفتگو کا خاتمہ ہو جائے گا۔

فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ

سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا اے میری قوم بیشک میں تمہارے

مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۷۸﴾

شرک سے بیزار ہوں

یعنی بیزاری ظاہر کرتا ہوں کیونکہ اعتقاد تو ہمیشہ سے ہی بیزار تھے

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۷۹﴾

اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔ اور ان سے ان کی قوم نے حجت

وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ ط

کرنا شروع کی۔

رابط: آگے اوپر کے قصہ کا تہہ ہے و حاجہ قومہ تا مہندون

وہ یہ کہ بتوں کی پرستش رسم قدیم ہے وجدنا آباءنا لها عبدین ہمارے آباؤ اجداد ان کی پرستش کرتے آئے ہیں اور یہ بھی کہا کہ تم جو ہمارے معبودوں کا انکار کرتے ہو ہمیں خوف ہے کہ کبھی تم کو یہ کسی آفت میں نہ پھنساویں پہلی بات کا تو آپ نے یہ جواب دیا (ترجمہ دیکھو)

قَالَ اتَّحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ط

آپ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو

حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ ہتلا دیا ہے۔

جس کو میں تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں تو محض رسم قدیم ہونا اس دلیل کا جواب نہیں ہو سکتا اس لئے اب اس میں حجت کرنا بیکار اور ناقابل التفات ہے دوسری بات کے جواب میں یہ فرمایا (ترجمہ دیکھو)

وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ

اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا

وہ مجھ کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکتے کیونکہ ان میں خود قدرت ہی کی صفت نہیں اور اگر کسی میں ہو بھی تو مستقل قدرت نہیں خدا کی عطا کردہ ہے۔

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ط

ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے

تو وہ دوسری بات ہے وہ پوری ہو جائے گی لیکن اس سے ان باطل معبودوں کی قدرت کا ثبوت یا ان سے ڈرنے کی ضرورت کب لازم آئی اور یہ بات آپ نے اس لئے فرمادی کہ آخر تو آدمی تھے انسان پر حوادث بھی آتے رہتے ہیں تو شاید وہ ان تکالیف سے استدلال کرتے کہ یہ ہمارے معبودوں کو برا کہنے کا نتیجہ ہے اس لئے پیش بندی فرمادی کہ ان حوادث سے استدلال باطل ہے کیونکہ وہ خدا کی طرف سے واقع ہوں گے۔

وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط

میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے

یعنی جس طرح اس کا قادر مطلق ہونا معلوم ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ اگر چاہے تکلیف بھیج دے اسی طرح اس کا علم بھی کامل ہے غرض قدرت و علم دونوں اسی کے ساتھ خاص ہیں تمہارے معبودوں کو نہ قدرت ہے نہ علم۔

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾

کیا تم پھر خیال نہیں کرتے

آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح میرے نہ ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے معبود علم و قدرت سے بالکل خالی ہیں اسی طرح یہ بھی وجہ ہے کہ میں نے کوئی ڈر کا کام بھی تو نہیں کیا۔

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُ وَلَا تَخَافُونَ

اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس

أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ

بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا

نبوت پہلے سے چلی آ رہی ہے پھر اس کو مستبعد کیوں سمجھا جاتا ہے اور اس تمام تذکرہ سے ابراہیم علیہ السلام کی حجت کی تقویت بھی ہو جائے گی۔
وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ
اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں
نَرَفَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ
دی تھی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں
چنانچہ سب انبیاء کو یہ رفعت عطا فرمائی۔

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾

بیشک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے

کہ ہر ایک کا حال اور استعداد جانتا ہے۔ اور ہر ایک کے مناسب اس کو کمال عطا فرماتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا ج

اور ہم نے ان کو (ایک بیٹا) اسحاق علیہ السلام دیا اور (ایک پوتا) یعقوب علیہ السلام دیا ہر ایک کو (طریق حق کی) ہم نے ہدایت کی

غرض جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو ذاتی علم و عمل دیا گیا اسی طرح یہ فضیلت بھی دی گئی کہ ان کے اصول و فروع میں بہتوں کو کمال نبوت عطا کیا گیا اور اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے ذکر سے دوسری اولاد کی نفی نہیں ہوتی چنانچہ اسماعیل علیہ السلام بھی ان کی اولاد بلا واسطہ ہیں ان کا ذکر آگے آتا ہے غرض جب یہ سب ہدایت پر چلے تو خدا نے ان کو جزائے خیر بھی دی جیسے ثواب اور زیادہ قرب۔

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ

اور (ابراہیم علیہ السلام سے) پہلے زمانہ میں ہم نے نوح علیہ السلام کو ہدایت کی اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد میں سے

دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ

داؤد علیہ السلام کو اور سلیمان علیہ السلام کو اور ایوب علیہ السلام کو اور یوسف علیہ السلام کو

وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي

اور موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو (طریق حق کی ہدایت کی) اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں

عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ط

ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

مطلب یہ کہ ڈرنا تو تم کو چاہئے تھا دو وجہ سے اول تو تم نے ڈر کا کام کیا ہے جو کہ شرک و کفر ہے جس پر عذاب مرتب ہوتا ہے دوسرے خدا کا عالم وقادر ہونا معلوم ہو چکا ہے مگر تم الٹا مجھ کو ڈراتے ہو ذرا انصاف سے سوچو کہ مشرکین اور موحدین میں سے ڈرنا کس کو چاہئے۔

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ج

سوان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے

یعنی بے خوف و خطر ہونے کے قابل کون ہے اور خوف بھی وہ جو واقع میں اعتبار کے قابل ہے یعنی آخرت کا خوف ۱۲۔

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ

اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں

يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ

اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔

الْأَمْنِ وَهُمْ مَّهْتَدُونَ ﴿۸۵﴾

ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں

یعنی آخرت میں ان کے لئے امن ہے اور دنیا میں وہ راستی پر ہیں کہ یہی بڑی نعمت ہے اور ایسے لوگ صرف موحدین ہیں کیونکہ مشرکین بظاہر خدا پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا کے قائل ہیں لیکن شرک بھی اس کے ساتھ ملاتے ہیں جس سے شرعاً عند اللہ وہ ایمان معتبر نہیں رہتا۔ جب موحدین امن کے قابل ہیں تو اس صورت میں تم خود ڈرو نہ کہ مجھ کو ڈراتے ہو حالانکہ نہ تمہارے معبود ڈرنے کے قابل نہ میں نے کوئی کام ڈرنے کا کیا نہ دنیا کا خوف اعتبار کے قابل اور تمہاری حالت تینوں اعتبار سے خوف کے لائق ہے ربط: ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے توحید کا اثبات اور رسالت کی تائید ہوتی تھی آگے ان دونوں مسئلوں کی تائید کے لئے اور ایک مختصر تذکرہ انبیاء علیہم السلام کا کرتے ہیں جن کو ابراہیم علیہ السلام سے خاص خاص تعلقات بھی ہیں کسی کو ولدیت کا کسی کو نبوت کا کسی کو اتباع کا پس اس تذکرہ میں اہل عرب کو جو اپنے کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے تنبیہ ہے کہ ان کے متعلقین تو موحد تھے پھر تم کیسی اولاد ہو کہ ان کے طریقہ کے خلاف کرتے ہو نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ

الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۳﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ

اور نیز زکریا علیہ السلام کو اور یحییٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو

وَالْيَاسَ كُلُّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۴﴾ وَإِسْمَاعِيلَ

اور الیاس علیہ السلام کو (اور یہ) سب (حضرات) پورے شائستہ لوگوں میں تھے اور نیز (ہم نے طریق حق کی ہدایت کی) اسماعیل علیہ السلام کو

وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَىٰ

اور یسع علیہ السلام کو اور یونس علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو اور (ان میں سے) ہر ایک کو (ان زمانوں کے) تمام جہانوں والوں پر (نبوت سے)

الْعَالَمِينَ ﴿۸۵﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ

ہم نے فضیلت دی اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو (طریق حق کی ہم نے ہدایت کی)

وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ

اور ہم نے ان (سب) کو مقبول بنایا

آگے بتلاتے ہیں کہ وہ ہدایت جس کا جملہ ذکر اوپر آیا ہے وہ کیا چیز تھی ۱۲۔

وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۸۶﴾

اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی۔ اللہ کی ہدایت وہ یہی دین ہے

ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ

اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو ہدایت کرتا ہے

یعنی جس کو چاہتے ہیں اس تک پہنچا دیتے ہیں بانی ہدایت بمعنی راستہ بتلا دینا وہ سب کو ہوئی ہے مگر بعض لوگوں نے اس کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا آگے بتلاتے ہیں کہ شرک کس قدر ناپسندیدہ چیز ہے۔

مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَا

اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے ان

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۷﴾

سے سب اکارت ہو جاتے

تو جب شرک کرنے کی صورت میں انبیاء سے یہ معاملہ ہوتا تو غیر انبیاء تو کس شمار میں ہیں آگے مسئلہ نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ

اور یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (کے علوم)

وَالنَّبُوَّةَ ۚ

اور نبوت عطا کی تھی

پس نبوت کوئی عجیب چیز نہیں جو یہ کافر لوگ آپ کے منکر ہو رہے ہیں کیونکہ اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں۔

فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا

سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ

قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿۸۸﴾

مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں

جیسے مہاجرین و انصار پس آپ کچھ غم نہ کیجئے اور صبر کیجئے کیونکہ سب انبیاء علیہم السلام نے ایسا ہی کیا ہے ۱۲۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ

یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے (صبر کی) ہدایت کی تھی سو آپ بھی

اِقْتَدُوا ۖ

انہی کے طریق پر چلئے۔

آپ کو بھی اسی کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ ان لوگوں سے نہ آپ کو کوئی نفع نہ کوئی ضرر جس کی وجہ سے غم اور بے صبری ہو ۱۲۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا

جس کے ملنے سے نفع اور نہ ملنے سے ضرر ہو بلکہ بے غرض نصیحت کرتا ہوں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۸۹﴾

یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے

جس کے ماننے سے تمہارا ہی نفع اور نہ ماننے سے تمہارا ہی نقصان ہے رابطہ: اوپر مقصود اُتو حید کا ذکر تھا گو ضمناً رسالت کی بھی تائید تھی آگے مسئلہ رسالت کا مقصود اُذکر ہے اور سبب اس کے نزول کا یہ ہوا تھا کہ ایک یہودی مالک بن الصیف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ مذہبی گفتگو کی اور جوش میں آ کر اس قدر مبالغہ کیا کہ کہنے لگا اللہ

کی وجہ سے انکار کی تو گنجائش نہیں چوتھے تمہارے حق میں وہ بڑی نعمت ہے کہ اسی کی بدولت آج عالم بنے بیٹھے ہو اس وجہ سے بھی اس میں انکار کی گنجائش نہیں تو یہ بتلاؤ کہ اس کو کس نے نازل کیا ہے اگر خدا نے کوئی کتاب نازل نہیں کی تو یہ کہاں سے آگئی چونکہ اس سوال کا جواب ایسا متعین ہے کہ وہ لوگ بھی اس کے سوا کوئی جواب نہیں دے سکتے اس لئے حضور کو خود ہی جواب دینے کے لئے حکم ہے۔ (ترجمہ)

قُلِ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ذَرُّهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے

کیونکہ آپ کا منصبی کام ختم ہو گیا اس پر بھی نہ مانیں تو آپ فکر میں نہ پڑیں ہم خود ہی سمجھ لیں گے آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح تورات ہماری نازل کی ہوئی کتاب ہے اسی طرح قرآن بھی ہے اور یہود کا اس بیہودہ دعویٰ سے مقصود بھی اسی کی تکذیب کرنا ہے۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقٌ

اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے

یعنی ہم نے قرآن کو نفع خلائق اور تصدیق کتب الہیہ کے لئے نازل فرمایا اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا موجب فلاح دارین ہے۔

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ

اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس

وَمَنْ حَوْلَهَا

والوں کو ڈرائیں

یعنی ان لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ اس عذاب الہی سے ڈراویں جو مخالفت پر نازل ہوگا کیونکہ پیغمبر کو اپنے خاندان و قوم کی اصلاح کا اول حکم ہوتا ہے اور یوں عام طور پر تو سب کے ڈرانے کا آپ کو حکم تھا۔ لیکن للعلمین لنذیرا

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ

اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے

وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾

آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں

تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں کی اور ایک روایت میں ہے کہ یہود نے کہا کہ واللہ آسمان سے خدا نے کوئی کتاب نازل نہیں کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی وما قدروا اللہ حق قدرہ تا يحافظون

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر جانتا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی

أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۖ

جبکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی

اور اس بات میں ناقدر شناسی اس لئے ہے کہ اس سے مسئلہ نبوت کا انکار لازم آتا ہے اور نبوت کا منکر خدا کی تکذیب کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کتنی بڑی گستاخی اور بے قدری ہے حق تعالیٰ کی تصدیق واجب ہے منکر نبوت اس واجب کو فوت کرتا ہے اس تحقیقی جواب کے بعد حضور کو الزامی جواب دینے کا حکم فرماتے ہیں جو مسکت جواب ہے (ترجمہ)

قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ

آپ کہیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے جس کی یہ کیفیت

نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ

ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مضمون کے اوراق جدا کر رکھے تھے اور بعض کا ایسا کر لینا تعجب نہیں اور غرض یہ تھی کہ جب ہر مضمون کے اوراق جدا ہوں گے تو ساری کتاب کے مضامین پر لوگوں کو اطلاع نہ ہوگی جو چاہیں گے چھپا لیں گے اور مجازاً یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے ذہن میں تورات کے مضامین کے مختلف حصے تجویز کر رکھے تھے بعض مضامین کو جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپاتے تھے اور اس کی دوسری طرح تاویلیں کرتے تھے۔

تُبَدَّلُونَهَا وَتَخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعَلِمْتُمْ مَا لَمْ

جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی

تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ۖ

باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے

مطلب یہ کہ جس تورات کی یہ حالت ہے کہ اس کو اولاً تم مانتے ہو دوسرے بوجہ نور و ہدایت ہونے کے ماننے کے قابل بھی ہے تیسرے ہر وقت تمہارے استعمال میں ہے گو وہ استعمال شرمناک طریقہ ہے لیکن اس

شدت نہ کفار کے لئے ہمیشہ لازم ہے نہ ان کے ساتھ خاص ہے بلکہ مسلمانوں کو کبھی ہو سکتی ہے البتہ روحانی سختی کفار ہی کے لئے خاص ہے مسلمان اکثر موت کے وقت خدا تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہو جاتا ہے اس اشتیاق میں اس کو ایسی محویت ہوتی ہے کہ ظاہری شدت نزع کی روح کو خبر بھی نہیں ہوتی ۱۲

وَاللّٰكِبَةُ بَاسِطُوْاْ اَيْدِيْهِمْۙ اَخْرِجُوْاْ اَنْفُسَكُمْۙ

اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے ہاں اپنی جانیں نکالو

کہاں جان بچاتے پھرتے تھے اور ملائکہ یہ بات محض شدت اور سختی ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے یہ وجہ نہ ہوگی کہ بدوں مانگے ان کی جان نہ نکلے گی بلکہ فرشتے خود جان نکالتے جائیں گے اور دھمکی کے طور پر یہ بات کہتے جائیں گے جیسے کوئی شخص تمہاری چیز لے کر بھاگ جائے اور اس کو بغل میں چھپاتا پھرے پھر تم اس کو پکڑ لو اور بغل میں ہاتھ ڈال کر اس کو نکالتے جاؤ اور کہتے جاؤ کہ یہاں سے نکال کہاں چھپائے پھرتا ہے ظاہر ہے کہ اس کہنے کا مقصود صرف اس کو دھمکانا اور شرمندہ کرنا ہوتا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرح جو اپنے لئے وحی کا مدعی تھا پھر اس نے نادم ہو کر توبہ کر لی اور اسلام لے آیا تو وہ اس وعید سے مستثنیٰ ہو جائے گا کیونکہ وعید کی جو علت تھی جب وہ مرتفع ہو گئی تو وعید بھی رفع ہو جائے گی ۱۳

اَلْيَوْمَ تَجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ

آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے

یہ کیفیت تو موت کے وقت ہوگی اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (ترجمہ دیکھو)

بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ

کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم

عَنْ اٰيٰتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ

اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے

اہل محشر کا برہنہ پابرہنہ بدن ہونا اصحاب میں آتا ہے اور بعض روایات میں جو مومنین کا کپڑا پہننا آیا ہے وہ اس کے معارض نہیں برہنگی اصلی حالت ہو گی اور لباس اس کے بعد ملے گا خواہ قبر سے نکلنے کے بعد ملے یا پہلے واللہ اعلم

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَ اَفْرَادِيْۙ كَمَا خَلَقْنَاكُمْۙ اَوَّلَ

اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا

یعنی آپ کے ڈرانے کے بعد گو سب لوگ ایمان نہ لاویں مگر جن کو آخرت کا یقین ہے اور عذاب سے اندیشہ ہے اور اس سے بچنے کا فکر اور ہمیشہ نجات کا طریقہ معلوم کرنے اور راہ حق طلب کرنے کی دھن ہے ایسے لوگ ضرور قرآن کو مانتے ہیں اور ایمان و اعتقاد کے ساتھ اس کے اعمال کے بھی پابند ہوتے ہیں چنانچہ نماز جیسی عبادت پر جو کہ دن میں پانچ بار مکرر ہونے کی وجہ سے بہت گراں ہے مداومت کرتے ہیں تو دوسری عبادات جو گاہ گاہ اور سہل ہیں ان کے بدرجہ اولیٰ پابند ہوں گے حاصل یہ کہ کسی کے ماننے نہ ماننے کی فکر نہ کیجئے جو اپنا بھلا چاہیں گے مان لیں گے جو نہ چاہیں گے نہ مانیں گے۔ آپ اپنا کام کیجئے رابطہ: اوپر منکرین نبوت کے اقسام میں سے بعض کا رد تھا آگے دوسری قسموں کی بھی مذمت ہے بعض وہ تھے کہ صرف آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے مگر اپنے لئے بھی کوئی دعویٰ نہ کرتے تھے دوسرے وہ تھے جو اپنے لئے خود نبوت کے مدعی تھے جیسے مسیلہ کذاب وغیرہ تیسرے وہ جو قرآن کے مثل تصنیف کر سکنے یا کرنے کے مدعی تھے جیسے نصر بن حارث وغیرہ آگے ان سب کی مذمت ہے اور چونکہ نصر بن حارث نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھ کو عذاب ہونے لگا تو لات وعزئی شفاعت کر دیں گے اس لئے ولقد جئتمونا میں اس کا جواب بھی ہے ومن اظلم تا تزعمون

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًاۙ اَوْ

اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا

قَالَ اَوْحٰى اِلٰى وَلَمْ يُوحِۙ اِلَيْهِ شَيْۢءٌۙ وَمَنْ

یوں کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو

قَالَ سَاَنْزِلُۙ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

شخص کہ یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں

جھوٹ تہمت لگانے والے وہ لوگ ہیں جو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت یا مطلق نبوت کے منکر ہیں اور وحی کا دعویٰ کرنے والے وہ ہیں جو خود مدعی نبوت ہیں اور تیسرا فرقہ وہ ہے جو قرآن کے مثل تصنیف کرنے کے مدعی تھے مگر آج تک کبھی اپنے دعویٰ کو کر کے نہ دکھلا سکے غرض یہ سب لوگ بڑے ظالم ہیں آگے ظالموں کا حال بتلاتے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمْرٰتِ الْمَوْتِ

اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی تختیوں میں ہوں گے

غمرات کی تفسیر روحانی تختیوں سے اس لئے کی گئی کہ نزع کی ظاہری

مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۚ

اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے

مطلب یہ کہ مال و دولت کے بھروسہ مت رہنا یہ سب نہیں رہ جائے گا وہاں کچھ نہ لے جاسکو گے۔

وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ

أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۖ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ

رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا

کہ آج تم ان سے بیزار وہ تم سے بیزار شفاعت کیا خاک کریں گے پس قطع تعلق سے یا تو یہی مراد ہے کہ شفاعت نہ کریں گے گو حسیک جائی رہے یا ظاہر میں بھی علیحدگی کر دی جائے جیسا کہ فریلنا بینہم سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٣﴾ إِنَّ اللَّهَ

اور وہ تمہارا دعویٰ تم سب سے گیا گزرا ہوا۔ بیشک اللہ تعالیٰ

فَلِيقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ

پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو

رابطہ: اوپر مسئلہ رسالت کی تحقیق مع اس کے متعلقات کے تھی اور اس سے پہلے مسئلہ تو حید مذکور تھا آگے پھر تو حید کی طرف رجوع ہے اور استدلال میں اپنی نعمتوں کا ذکر کر کے اپنا منعم ہونا ثابت کرتے ہیں جس سے شرک کا طبعی طور پر بھی نتیجہ ہونا ظاہر ہو جاوے گا۔ ان اللہ فالق الحب تا لقوم یومنون

یعنی زمین میں دبائے کے بعد جو دانہ یا گٹھلی پھوٹی ہے یہ اللہ ہی کا کام ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ

وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے (جیسے نطفہ سے آدمی

پیدا ہوتا ہے) اور وہ بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے

مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾

(جیسے آدمی کے بدن سے نطفہ ظاہر ہوتا ہے) اللہ یہ ہے (جس کی ایسی

قدرت ہے) تو تم کہاں لٹے چلے جا رہے ہو

یعنی جس اللہ کی ایسی قدرت ہے اس کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کی طرف کہاں جا رہے ہو۔

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ

وہ (اللہ تعالیٰ) صبح کا نکالنے والا ہے

یعنی صبح کو رات سے نکالتا ہے رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق ظاہر ہوتی ہے۔

وَجَعَلَ الْيَلَّ سَكَنًا

اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے

کہ سب تھکے تھکائے سو کر آرام پاتے ہیں ۱۲

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ۖ

اور سورج اور چاند (کی رفتار) کو حساب سے رکھا ہے

یعنی ان کی رفتار مضبوط ہے جس سے اوقات کے انضباط میں سہولت ہو

ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي

یہ ٹھہرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے اور وہ

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ

(اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے ستاروں کو

پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو بیشک ہم نے (یہ) دلائل

خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے

يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾

جو خبر رکھتے ہیں

یعنی یہ دلائل اگرچہ پہنچیں گے سب کو مگر مفید انہی لوگوں کے لئے ہوں گے کیونکہ غور و فکر ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں ۱۳

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو (اصل میں) ایک شخص سے پیدا کیا

فَسَتَقَرُّوْا وَمُسْتَوْدَعٌ ۖ

پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی

یعنی پھر آدم علیہ السلام سے توالد و تناسل کا سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے کہ ہر

بعضے انار اور زیتون کے پہلی صورت و شکل و مقدار اور رنگ و مزہ میں باہم مشابہہ ہوتے ہیں اور بعضے مشابہہ نہیں ہوتے بلکہ مختلف ہوتے ہیں یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ ایک درخت میں مختلف رنگ اور مزے پیدا کر دیئے۔

وَعَدَرٌ مُّتَشَابِهٌ ۖ أَنْظِرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا

اور (بعضے) ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے (ذرا ہر ایک کے پھل کو دیکھو

أَشْرَوْ يَنْعِهِ ۖ

جب وہ پھلتا ہے (پھر) اس کے پکنے کو دیکھو

پھلتے وقت بالکل کچا بد مزہ ناقابل اشتقاق ہوتا ہے اور پکنے کے بعد سب اوصاف میں کیسا کامل ہو گیا یہ بھی خدا کی قدرت کا ظہور ہے اور ان مضامین میں ایک عجیب ترتیب کی رعایت فرمائی ہے وہ یہ کہ یہاں تین قسم کی کائنات بتائی ہیں کائنات زمین یعنی سفلیات کائنات آسمان یعنی علویات اور کائنات درمیان جن کو کائنات جو کہتی ہیں اول سفلیات کا ذکر کیا کہ وہ ہم سے زیادہ قریب ہیں پھر اس کے وہ حصے کئی ایک نباتات کا بیان دوسرے انسانی پیدائش کا بیان نباتات کا بیان پہلے کیا کیونکہ نطفہ کی حالت بدلنا اور اس کے تمام انقلابات کا علم اطباء کے ساتھ مخصوص ہے بخلاف نباتات کے کہ ان کے انقلابات کا عام طور سے مشاہدہ ہے پھر کائنات جو کو بیان فرمایا یعنی رات اور صبح پھر علویات کو ذکر کیا آفتاب چاند ستارے پھر چونکہ زمین کی چیزوں کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے اس کو مکرر لا کر اس پر بیان ختم کر دیا مگر پہلے انکا ذکر اجمالاً تھا دوبارہ تفصیل سے ذکر کئے گئے لیکن تفصیل کے وقت ترتیب بدل دی گئی اور انسانی پیدائش کا ذکر مقدم کیا گیا شاید اس لئے کہ اس وقت اظہار نعمت کا عنوان اختیار کیا گیا ہے اور انعام میں مقصود انسان ہی ہے اور بارش کا ذکر درمیان میں آنا اس میں ایک لطیفہ ہے کہ بارش میں کئی جہتیں ہیں مبدء کے اعتبار سے تو علوی ہے کہ آسمان کی طرف سے شروع ہوتی ہے اور انتہا کے اعتبار سے ہے سفلی ہے کہ زمین پر پہنچتی ہے اور مسافت کے اعتبار سے کائنات جو میں سے کیونکہ آسمان زمین کے درمیان ہو کر آتی ہے۔ ربط: اوپر توحید کے دلائل مذکور تھے آگے صراحتاً توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے وجعلوا للہ تا الخیر

إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾

ان میں (بھی) دلائل (توحید کے موجود) ہیں ان کو لوگوں کے لئے جو ایمان (لانے کی فکر) رکھتے ہیں اور لوگوں نے شیاطین کو

شخص کا مادہ ایک جگہ زیادہ دنوں تک رہتا ہے یعنی ماں کے رحم میں اور ایک جگہ چند دن رہتا ہے یعنی باپ کی پشت میں پھر اس بے جان مادہ میں رحم کے اندر جان پڑ جاتی ہے اور بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کلام سے بخرج الحی الخ کی تفصیل ہو گئی۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ

بیشک ہم نے دلائل (توحید و انعام کے) خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں

الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَخْرَجْنَا

کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے آسمان (کی طرف)

بِهِ نَبَاتٌ كُلِّ شَيْءٍ

سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا

اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک ہی پانی سے مختلف نباتات پیدا ہو جاتے ہیں سبب واحد اور مسبب مختلف ۱۲

فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ

پھر ہم نے اس سے

یعنی نبات کے اول نمودار ہونے والے حصے سے ”جو کہ اول زمین سے نکلتا ہے جس کو بعض غلات میں سوئی یا کھوئی کہتے ہیں اور رنگ میں زرد ہوتی ہے“ سبز شاخ نکالی۔

خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۖ

سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں

یہ تو غلوں کی کیفیت ہے اس کلام سے فالق الحب کی تفصیل ہو گئی آگے میوؤں اور پھلوں کا بیان آتا ہے جن کا ذکر اجمالاً والنوی میں آیا تھا اس کی تفصیل ہو جائے گی۔

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ

اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گہبے میں سے خوشے ہیں جو (مارے بوجھ کے)

وَجَلَّتْ مِّنْ أَعْنَابٍ ۖ وَالزَّيْتُونَ وَالرَّمَّانَ

نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور (اسی پانی سے ہم نے) انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار

مُشْتَبِهًا

(کے درخت پیدا کئے جو کہ) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور اس کا خود ان کو بھی اقرار ہے جب خالق کوئی اور نہیں تو معبود بھی کوئی اور نہ ہونا چاہئے۔

وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط

اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں جیسے نصاریٰ حضرت مسیح کو اور بعض یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۱۰﴾ بَدِيعُ

وہ پاک اور برتر ہیں ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

آسمانوں اور زمین کا موجد ہے

نہایت سے ہست کرنے والا ہے دوسرا کوئی موجد نہیں پس معبود بھی اور کوئی نہیں ہوگا اس سے تو شریک کی نفی ہوئی اور اولاد نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اولاد ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی بی بی ہو اور دونوں کے اجتماع سے تیسری جاندار چیز پیدا ہو اول تو اس صورت میں خدا کا محتاج ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے دوسرے اس کی کوئی بی بی بھی تو نہیں جس پر اولاد کا ہونا موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ موقوف علیہ کی نفی سے موقوف کی نفی بدرجہ اولیٰ ہو جاتی ہے تو خدا کے لئے اولاد نہیں ہو سکتی۔

أَنِّي يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً ط

اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بی بی تو ہے نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۱﴾

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے

اور اس وصف میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں اور خالق ہونا بدو علم کے ہو نہیں سکتا اس سے یہی ثابت ہوا کہ اور کوئی خالق نہیں۔

ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ

یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا

كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

کرنے والا ہے تو تم لوگ اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

وَكِيلٌ ﴿۱۲﴾

کارساز (حقیقی) ہے

دوسرا کوئی کارساز بھی نہیں پس خدا کی عبادت کرو گے تو وہ تم کو نفع حقیقی پہنچا دے گا۔ اور دوسرا کیا دے دے گا۔ غرض خالق بھی وہی ہے علیم بھی وہی ہے وکیل بھی وہی ان سب سے لازم آیا کہ معبود بھی وہی ہو آگے اپنے علم کے یکتا ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ

اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی

دنیا میں تو اس طرح کہ کوئی اس کو دیکھ ہی نہیں سکتا اور آخرت میں اس طرح کہ اہل جنت گو اس کو دیکھیں گے مگر احاطہ جب بھی محال رہے گا اور جب نگاہ سے اس کے ظاہر کا احاطہ محال ہے تو عقل سے اس کی حقیقت باطنی کا احاطہ بدرجہ اولیٰ محال ہوگا کیونکہ ظاہر کے مقابلہ میں حقیقت بدرجہا مخفی تر ہے اور نگاہ کے مقابلہ میں عقلی ادراک بدرجہا غلطی کو زیادہ محتمل ہے ف خدا تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں نظر آ سکتی ہیں خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہوں نگاہ ان کا احاطہ کر سکتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے ظاہر کا احاطہ کسی طرح نہیں کر سکتی اور یہاں ادراک سے مراد احاطہ ہی ہے ف: معزلہ نے اس آیت سے دیدار اہل جنت کی نفی کی ہے مگر ترجمہ سے ظاہر ہے کہ اس سے مطلق دیدار کی نفی نہیں ہو سکتی بلکہ احاطہ کی نفی ہوتی ہے اور آئمہ لغت نے ادراک کے معنی احاطہ بیان کئے ہیں اور ابن عباسؓ نے اس جگہ ادراک کی تفسیر احاطہ ہی سے کی ہے اور بہت سے دلائل شرعیہ سے اہل جنت کو خدا کا دیدار ہونا ثابت ہے جن کا انکار نہیں ہو سکتا ف: دنیا میں خدا تعالیٰ کا دیدار عقلاً تو ممکن ہے جیسا کہ موسیٰ کی درخواست ارئی سے ظاہر ہے مگر شرعاً محال ہے جیسا کہ جواب لن قرانی اور نیز دیگر احادیث سے صراحتاً ثابت ہے اور شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کو دیکھنا عالم آخرت میں ہوا ہے کیونکہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور ان کے مافوق کو دنیا سے خارج مانتے ہیں پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضورؐ نے دنیا میں خدا کو دیکھا ہے اور جب حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ آپؐ نے خدا کو دیکھا ہے تو آپؐ سے دو جواب منقول ہیں ایک یہ کہ وہ تو ایک نور ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں اس جواب میں احاطہ مراد ہے یعنی میں اس کا احاطہ کہاں کر سکتا ہوں اور دوسرا جواب آپؐ نے یہ دیا کہ میں نے ایک

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا

طرف خیال نہ کیجئے اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے

لیکن ان لوگوں کی بدعنوانیوں سے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ان کو سزا دیں اس لئے ویسا ہی سامان جمع کر دیا پھر ان کو آپ کب مسلمان بنا سکتے ہیں پس یہ افسوس نہ کیجئے کہ انہوں نے قبول کیوں نہ کیا۔

وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا وَمَا أَنْتَ

اور ہم نے آپ کو ان کا نگراں نہیں بنایا اور نہ

عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۰۶

آپ ان پر مختار ہیں

کہ ہماری طرف سے ان پر عذاب نازل کر دیں جب آپ کے متعلق نہ ان کے جرائم کی تفتیش ہے اور نہ ان کی سزا کا حکم دیا گیا ہے پھر آپ کو تشویش کیوں ہے۔ ربط: اوپر تبلیغ کا حکم تھا آگے تبلیغ کے حدود قائم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر قوم سے مناظرہ کرنا تو تبلیغ میں داخل ہے لیکن دشنام یا دخر اش الفاظ ان کے باطل معبودوں اور معظم لوگوں کی نسبت نہ کہو کیونکہ پھر وہ تمہارے معبود یا رسول یا معظم لوگوں کی شان میں گستاخی کریں گے جس کے باعث گویا تم ہو گے اس وجہ سے اس کی ممانعت کی جاتی ہے۔ ولا تسبوا تا يعلمون

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ

اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ

اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے

یعنی غصہ میں آ کر ایسا کر بیٹھیں گے آگے اس تعجب کا جواب ہے کہ پھر ایسے لوگوں کو ساتھ کے ساتھ سزا کیوں نہیں مل جاتی۔

كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے

یعنی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنا طریقہ پسند ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ عالم اصل میں امتحان کی جگہ ہے پس اس میں مزاحمت نہیں۔

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا

پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو جتلا دے گا

نور دیکھا یہاں مطلق دیدار مراد ہے۔ غرض آپ نے خدا کو دیکھا مگر احاطہ نہ کر سکے یہی حال جنت میں ہوگا۔ ربط: دلائل اثبات توحید و ابطال شرک کے بعد رسالت کے متعلق آگے اس کا بیان ہے کہ آپ کے ذمہ رسالت کی حیثیت سے صرف ان مضامین کا پہنچانا اور عبدیت کے اعتبار سے خود عمل پر مستقیم رہنا ہے نہ کہ ان کے فکر و غم میں پڑ جانا قد جاء کم تا ہوکیل

وَهُوَ يَدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہ ہی بڑا باریک میں باخبر ہے اب بلاشبہ

الْخَبِيرُ ۝۱۰۷ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ

تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بنی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص

رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ

دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں

عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِظٍ ۝۱۰۸

تمہارا نگراں نہیں ہوں اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں

وَكَذَلِكَ نَصْرِفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ

تا کہ سب کو پہنچا دیں اور تا کہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے

مطلب یہ ہے کہ ان پر اور زیادہ الزام قائم ہو کہ ہم تو اس طرح حق کو ثابت کرتے تھے اور تم اس پر بھی تعصب سے ایسا کہتے تھے کیونکہ یہ کہنا ان کا محض عناد سے تھا اور نہ اس کا غلط ہونا خود ظاہر ہے۔

وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۱۰۹

اور تا کہ ہم اس کو دانشمندوں کے لئے خوب ظاہر کر دیں

غرض قرآن کے نازل کرنے کے تین فائدے ہیں ایک یہ کہ آپ کو تبلیغ کا ثواب ملے دوسرے یہ کہ منکرین پر زیادہ جرم قائم ہو تیسرے یہ کہ دانشمندو طالبان حق کو حق ظاہر ہو جائے پس یہ نہ دیکھئے کہ کون ماننا ہے کون نہیں ماننا ۱۲

اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ

آپ خود اس طریقہ پر چلتے رہیے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے

إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۱۰

آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾

جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے

اس وقت مجرمین کو سزا دے دی جائے گی۔ یہاں ایک بات قابل سمجھنے کے ہے وہ یہ کہ جن آیات میں اثبات تو حید و رسالت و ابطال شرک و کفر کے مضامین مذکور ہیں بعض اوقات کفار ان پر بھی حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور حضور کی شان میں تکذیب کے کلمات کہتے تھے چنانچہ بعض مقامات میں وہ منقول ہیں لیکن ان مضامین کا بیان کرنا ممنوع نہیں ہوا اور بتوں کے برا بھلا کہنے سے جو وہ گستاخی کرتے تھے تو بتوں کی دشنام سے منع کیا گیا فرق کی وجہ یہ ہے کہ بتوں کو دشنام دینا اور برا کہنا کوئی فرض واجب کام نہ تھا صرف جائز اور مباح تھا۔ جب مباح کام ایک حرام کا ذریعہ بن گیا یعنی خدا اور رسول کی گستاخی کا تو اس سے منع کیا گیا اور تو حید و رسالت و ابطال شرک کے مضامین بیان کرنا واجب اور شریعت میں مطلوب تھا اس پر مفاسد مرتب ہونے سے اس کو منع نہیں کیا گیا۔ اس سے دو قاعدے فقہی حاصل ہوئے کہ اگر مباح کام پر مفاسد مرتب ہونے لگیں تو اس مباح سے منع کیا جائے گا اور فرض و واجب کام سے مفاسد پیدا ہوں تو اس کو ترک نہ کیا جائے گا ان دونوں کے فرق میں علم عظیم ہے بے شمار مسائل کا حکم اور فیصلہ ان سے معلوم ہو سکتا ہے اور قرآن میں بعض جگہ جو معبودان باطلہ کی تحقیر مذکور ہے وہ بقصد شب و شتم نہیں بلکہ اس سے مقصود کی تحقیق اور خصم کو الزام دینا منظور ہے جو مناظرہ کا قاعدہ ہے اور قرآن سے مخاطب کو فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیق مقصود ہے یا تحقیر اول جائز ہے دوسرا ناجائز و رلیط: اوپر مذکور ہوا ہے کہ مشرکین آیات و معجزات سے منتفع نہیں ہوتے آگے مشرکین کا براہ فساد بعض معجزات کی فرمائش کرنا مع جواب کے مذکور ہے شان نزول ان آیات کا یہ ہے کہ ایک بار حضور نے قریش سے اسلام لانے کے متعلق گفتگو کی وہ بولے کہ جیسے معجزات انبیاء سابقین کے بیان فرمائے ہیں ویسا معجزہ کوئی لائے آپ نے معجزہ کی تعیین پوچھی انہوں نے کہا کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیجئے آپ نے پوچھا کہ اس پر تم میرا اتباع کرو

گے وہ قسمیں کھانے لگے کہ ہاں کریں گے آپ دعاء کے واسطے کھڑے ہو گئے حضرت جبریل وحی لے آئے کہ اگر آپ چاہیں تو سارے پہاڑ سونا ہو جائیں لیکن اگر ایمان نہ لائے تو میں ان پر عذاب نازل کروں گا اب چاہے اس کو اختیار کیجئے اور چاہے رہنے دیجئے جس کی قسمت میں ایمان ہوگا وہ بقیہ معجزات کو کافی سمجھ کر ایمان لے آئے گا آپ نے فرمایا تو پھر یوں ہی رہنے دیا جائے اس پر یہ آیت یجھلون تک نازل ہوئی۔

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْْمَانِهِمْ لَئِنْ

اور ان (مکر) لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے

جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا

(یعنی ہمارے) پاس کوئی نشانی آ جاوے تو وہ (یعنی ہم) ضرور ہی اس پر ایمان

الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ لَا

لے آویں گے آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب خدا تعالیٰ کے قبضہ

أَنَّهُآ إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٩﴾ وَنَقَلَبُ

میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر (بلکہ ہم کو خبر ہے) کہ وہ نشانیاں جس وقت آ جاویں

أَفِئِدَتُهُمْ وَ أَبْصَارُهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا

گی یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لاویں گے اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی

بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَ نَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو

يَعْمَهُونَ ﴿١١٠﴾

ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

الحمد للہ ساتویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ إِلَيْهِمُ الْمَلِئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ

اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں

الْمَوْتِ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا

کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات (غیبیہ) کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے

مَا كَانُوا لِلْيَوْمِ مُنَوًّا

روبرو لا کر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے

واقسموا باللہ تا بجهلون وما يشعركم سے بجهلون تک مسلمانوں کو خطاب اور فہمائش ہے کیونکہ ان کو خیال تھا کہ اگر یہ نشان ظاہر ہو جائیں تو خوب ہو شاید ایمان لے آویں بتلا دیا کہ ایک نشان کیا بڑے بڑے کئی کئی نشان بھی ظاہر کر دیتے جب بھی یہ لوگ ماننے والے نہیں ۱۲

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

اگر خدا چاہے تو اور بات ہے

مگر چونکہ ان لوگوں کا خود ہی ایمان لانے کا ارادہ نہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی ان کی تقدیر کو نہ پلٹا پس جب ان کے عناد اور شرارت کی یہ کیفیت ہے اور خود بھی جانتے ہیں کہ ہماری نیت کسی وقت ایمان لانے کی نہیں تو ان کو نئے معجزات کی فرمائش بھی نہ کرنی چاہیے تھی کیونکہ محض بے کار ہے۔

وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿۱۱﴾

لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں

کہ ایمان لانے کا تو قصد نہیں پھر خواہ مخواہ کی فرمائشیں کھلی جہالت ہے رہا یہ سوال کہ اگر ان کی یہ فرمائش پوری ہو جاتی تو کیا ضرر تھا اس ضرر کا بیان دوسری آیتوں میں آچکا ہے اور یہاں بھی تقریر ربط میں معلوم ہو چکا ہے کہ اس صورت میں ایمان نہ لانے سے فوری عذاب نازل ہوتا حاصل جواب کا یہ ہوا کہ رسول مدعی نبوت ہے اور قاعدہ عقلیہ کے موافق مدعی کے ذمہ مطلق کسی دلیل کا قائم کرنا ضروری ہے کسی خاص دلیل کا معین کرنا ضروری نہیں اس لئے منکرین کو نئے معجزات کی فرمائش کا کوئی حق حاصل نہ تھا کیونکہ بہت سے معجزات خارق عادت ظاہر ہو چکے تھے۔ ہاں ان دلائل پر جرح قدح کریں تو اس کا جواب بے شک مدعی یا اس کے نائب کے ذمہ ضروری ہوگا جس کے لئے حقانیت اسلام کا ہر مدعی اب بھی آمادہ ہے دیکھئے مقدمہ میں مدعی کے ذمہ گواہ لانا ضروری ہے اور مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ ان گواہوں کا مجروح ہونا ثابت کرے لیکن اس کو یہ اختیار نہیں کہ بلا وجہ بدوں

کسی جرح کے یہ کہنے لگے کہ میں تو فلاں فلاں شخصوں کی گواہی کو مانوں گا ان گواہوں کو نہیں مانتا حاکم عدالت اس بے ہودہ عذر کو ہرگز نہیں سن سکتا ربط: اور پر کفار کے عناد و عداوت کا ذکر تھا آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کی جاتی ہے کہ ایسی عداوت پہلے انبیاء سے بھی ہوتی آئی ہے اور اس پر ایسے آثار مرتب ہوتے رہے ہیں۔ وکذلک جعلنا تا مقترفون

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی

الْإِنْسِ

اور کچھ جن

یعنی ابلیس اور اس کی اولاد پس یہاں شیطان سے مجازاً عام معنی مراد لئے گئے جو انسان و جن دونوں کو شامل ہیں مگر اس جگہ مجازی معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ شیطان سے یہی معنی مراد ہوں یہاں تک کہ اصلی شیطان کا انکار کیا جائے دوسرے اس جگہ شیطان کی ایک قسم جن بھی بتلائی گئی ہے پس اس سے تو حقیقی شیطان کا وجود خود ثابت ہو گیا تو اس مجازی معنی سے جنوں کے وجود کے انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرَفَ

جن میں سے بعض دوسرے بعضوں کو چکنی چڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے

اور وہ کافراں کے وسوسوں کی طرف میلان اور ان کا قصد کر کے اُن پر عمل کرتے ہیں اسی لئے ان کی مذمت کرتے ہیں ورنہ محض وسوسہ اگر اس پر قصد نہ پیدا ہو مضر نہیں البتہ وسوسہ ڈالنے والے کو تو ہر حالت میں گناہ ہوگا کیونکہ اس کے گمراہ کرنے کا ارادہ کر ہی لیا۔

الْقَوْلِ غَرُورًا

تا کہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں

مراد ان سے کفر و مخالفت کی باتیں ہیں کہ ظاہر میں نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور حقیقت میں مہلک ہیں یہی دھوکہ ہے تو جب یہ کوئی نئی بات نہیں تو آپ اس کا غم نہ کیجئے اصل یہ ہے کہ اس میں بعض حکمتیں ہیں اس وجہ سے ان کو ایسے امور پر قدرت بھی ہو گئی ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایسے کام نہ کر سکتے سوان لوگوں کو اور جو کچھ

یعنی اس میں واقعی علوم اور سچے عقائد ہیں اور اعمال ظاہری اور باطنی میں اعتدال کی رعایت ہے یہاں تک قرآن کے پانچ وصف بیان ہوئے ایک یہ کہ وہ کامل کتاب ہے اپنے اعجاز بلاغت کی وجہ سے نبوت کی کافی دلیل ہے دوسرے خدا کی نازل کی ہوئی ہے تیسرے دین کی ضروری باتیں اس میں صاف صاف بیان ہوئی ہیں چوتھی یہ کہ کتب سابقہ میں اس کی خبر دی گئی ہے جو اہل کتاب راست گو تھے انہوں نے ظاہر بھی کر دیا پانچویں یہ کہ اس میں واقعت اور اعتدال کی پوری رعایت ہے چھٹا وصف یہ ہے کہ تحریف اور تغیر سے خدا اس کا حافظ اور نگہبان ہے (ترجمہ دیکھو)

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۵﴾

اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں

وَإِنْ تَطِيعْ أَكْثَرَمَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط

اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں

کیونکہ خود گمراہ ہیں اور جاننا چاہئے کہ اس جگہ جو حضور کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں اسی طرح پہلے جو فرمایا گیا ہے کہ آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اس سے دوسروں کو سنانا منظور ہے اور حضور کو خطاب فرمانے سے مبالغہ ہو گیا کہ جب آپ کو ایسا کہا گیا حالانکہ آپ میں اس قسم کا احتمال بھی نہیں تو دوسروں کی کیا ہستی ہے اسی طرح اوپر کہا گیا ہے کہ کیا میں اللہ کے سوا اور کسی فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں وہاں بھی مقصود یہ ہے کہ کیا تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کا فیصلہ چاہتے ہو مگر مناظرہ میں ایسی باتوں کو اپنی طرف نسبت کرنے سے مخاطب پر زیادہ اثر ہوتا ہے اس لئے ملاطفت کے طور پر ظاہراً آپ کی طرف اسناد کر دی گئی ربط : اوپر گمراہوں کے اتباع سے مطلقاً منع کیا گیا ہے آگے ایک خاص واقعہ کی وجہ سے خاص امر میں اتباع کرنے سے منع فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کو شبہ میں ڈالنا چاہا تھا کہ تم اللہ کے بارے میں جانور کو (جو بدوں ذبح کئے مر جائے) تو کھاتے نہیں ہو اور اپنے مارے ہوئے جانور کو (جس کو تم ذبح کرو) کھاتے ہو بعض مسلمانوں نے یہ شبہ حضور کی خدمت میں نقل کیا اس پر یہ آیتیں مشرکوں تک نازل ہوئیں فكلوا مما تالمشركون اور جب اوپر کفار کے اتباع کا مذموم ہونا معلوم ہو گیا (آگے ترجمہ)

يَفْتَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ

یہ افتر پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔ اور تاکہ اس کی طرف ان

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

لوگوں کے قلوب مائل ہو جاویں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے

مراد کافر لوگ ہیں اگرچہ اہل کتاب ہی ہوں کیونکہ قیامت پر جیسا یقین چاہئے ان کو بھی نہ تھا ورنہ انکار نبوت پر جرات نہ کرتے جس کی وجہ سے وہاں سزا ہوگی۔ چونکہ مخالفت سے بچنے میں خوف عذاب کو زیادہ دخل ہے اس لئے آخرت کا ذکر خاص طور پر کیا گیا کیونکہ اگر کوئی خدا کا قائل ہو مگر آخرت کا منکر ہو تو اس کو گناہ سے بچنا بہت مشکل ہے ربط : اوپر بتلایا گیا ہے کہ نبوت پر جدید دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں آگے اس دلیل کو بتلاتے ہیں جو کہ اس بارہ میں کافی ہے یعنی معجزہ قرآن اور اس کے ماننے والوں کی حالت بیان فرماتے ہیں۔ افعبر اللہ تا بالمہتدین

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿۱۷﴾

اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔

أَفَعِبرَ اللَّهُ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے

إِلَيْكُمْ الْكِتَابُ مُفَصَّلًا ۖ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمْ

اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں

الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقفیت کے ساتھ

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۸﴾

بھیجا گیا ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا ط

اور آپ کے رب کا کلام واقفیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے

لئے صراحۃً جواب نہیں دیا گیا مگر پھر بھی جواب کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کیونکہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے حلال اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے حرام بتلایا پس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ حلال ہونے کا مدار دو باتوں پر ہے ایک تو ذبح کرنا کیونکہ بدوں ذبح کے ناپاک خون بدن میں سے نہیں نکل سکتا دوسرے اللہ کا نام لینا جو کہ مفید برکت ہے اسی وجہ سے خون والے جانوروں کے حلال ہونے کے لئے ذبح کے وقت خدا کا نام لینا شرط ہے اس لئے مذبح حلال ہے اور غیر مذبح حرام ہے ہاں جن حلال جانوروں میں خون نہیں چونکہ وہ ناپاکی سے خالی ہیں وہ بدوں ذبح کے بھی حلال ہیں جیسے مچھلی مڈی وغیرہ ۱۲

لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ

جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہے

إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ

اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں

بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے

بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذُرُوا ظَاهِرَ الْأَثَمِ

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو

وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْأَثَمَ

بھی چھوڑو۔ بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے

سَيَجْزُونَ بِمَا كَانُوا يَكْتَرِفُونَ ۝ وَلَا

کی عنقریب سزا ملے گی۔ اور ایسے

تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ أَسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ

جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے

لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخِرَ إِلَى

اور یقیناً شیطان اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ

أُولَئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ

یہ تم سے (بیکار) جدال کریں اور اگر (خدا نخواستہ) تم ان لوگوں کی اطاعت

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں

يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ

کرتے ہیں بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ

عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

ہو جاتا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ

جو اس کی راہ پر چلتے ہیں سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اس میں سے کھاؤ

بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝

اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو

یعنی اس کو مباح اور حلال سمجھو کیونکہ حلال کو حرام جاننا خلاف ایمان ہے

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اللَّهُ

اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر

عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ

اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے

اور اس تفصیل میں وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام بلا

شرکت لیا گیا ہو داخل نہیں پھر اس کے کھانے میں اعتقاد کیوں انقباض ہو

حاصل جواب کا یہ ہے کہ تم مسلمان ہو اللہ کے احکام کو ماننے والے ہو اور خدا نے

حرام و حلال کی تفصیل بتلا دی ہے اس پر چلتے رہو حرام پر حلال ہونے کا اور حلال

پر حرام ہونے کا شبہ مت کرو اور مشرکین کے وسوسوں کی طرف التفات نہ کرو ان کو

محض جھگڑنا ہی مقصود ہے طلب حق منظور نہیں (تحقیق) اس جگہ مشرکین کے شبہ

کا جواب صراحۃً مذکور نہیں وجہ یہ ہے کہ اصول مذہب ثابت کرنے کے لئے تو

دلائل عقلیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اصول ثابت ہو جانے کے بعد فرعی

مسائل میں صرف دلائل نقلیہ کافی ہوتے ہیں عقلی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی

البتہ کوئی طالب حق ہو تو اس کی تسلی کرنے کے لئے فرعی مسائل میں بھی اطمینان

بخش جواب دے دینے کا مضا لقمہ نہیں یا کوئی مخالف کسی اسلامی فرعی مسئلہ کا عقلی

دلیل قطعی سے مخالف ہونا ثابت کرے تو مدعی حق کے ذمہ اس کا جواب دینا

ضروری ہوگا مگر یہاں مشرکین کے شبہ میں دونوں باتوں کا احتمال نہیں ہو سکتا اس

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾ اَوْ مَنْ كَانَ مِيْتًا

(عقائد و افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ ایسا شخص جو کہ پہلے

فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُوْرًا اَيُّمَشِيْ بِهٖ

مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس

فِي النَّاسِ

کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے

رابط : تصریحات بالا سے اوپر فرمائی معجزات کا غیر ضروری ہونا ثابت کر کے معجزہ قرآن کا اثبات رسالت کے لئے کافی ہونا مذکور تھا نیز تصدیق و تکذیب کرنے والوں کا حال بھی بیان ہوا تھا آگے اسی مضمون کی زیادہ توضیح ہے اَوْ مَنْ كَانَ تَا يَعْمَلُوْنَ

یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے جس کے سبب وہ گمراہی وغیرہ کی تمام مضرتوں سے محفوظ ہے پس زندہ سے مراد مسلمان شخص ہے اور نور سے مراد ایمان کا نور ہے۔

كَمَنْ مِّثْلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ

کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں

مِنْهَا

میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا

مراد وہ شخص ہے جو مسلمان نہیں ہوا آگے اس تعجب کا جواب ہے کہ وہ کفر پر باوجودیکہ وہ ظلمت کی چیز ہے کیوں قائم رہا وجہ یہ کہ جس طرح مسلمان کو ایمان اچھا معلوم ہوتا ہے (آگے ترجمہ)

كَذٰلِكَ زَيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں

چنانچہ اسی وجہ سے یہ رؤسا مکہ جو آپ سے مہمل فرمائشیں اور شبہات پیش کرتے رہتے ہیں اپنے کفر کو اچھا سمجھ کر ہی اس پر جے ہوئے ہیں آگے بتلاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں (ترجمہ دیکھو)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرَ

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا

پھر ان کے اثر سے اور عوام ان میں مل گئے۔

مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ط

تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں

انبیاء کو ضرر پہنچانے کے لئے جن سے ان کا سخت عذاب ہونا خوب ثابت ہو جائے۔

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ

اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں

گواپنے خیال میں دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن واقع میں اس کا وبال تو ان ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَاءَتْهُمْ اَيَّاهُ

اور ان کو ذرا خبر نہیں۔ اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا

ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے

اَوْتٰى رُسُلُ اللّٰهِ ط

جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے

یعنی ہمارے پاس بھی وحی اور کتاب آئے جس میں ان کو ایمان لانے کا حکم ہو تب ایمان لاویں گے اور اس قول کا جرم عظیم ہونا ظاہر ہے کہ تکذیب اور عناد اور تکبر اور گستاخی سب کا جامع ہے آگے حق تعالیٰ اس کا رد فرماتے ہیں

اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ط

اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتا ہے

کیا ہر کس و نا کس اس شرف کے قابل ہو گیا آگے اس جرم کی سزا کا بیان ہے۔

سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ اٰجَرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی

جیسا کہ ان لوگوں نے نبی کے مقابلہ میں اپنے کو اعزاز نبوت کا مستحق سمجھا تھا۔

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيْهٖ يَشْرَحْ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو

صَدْرَهُ لِّلْإِسْلَامِ

اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں

کہ اسلام قبول کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا اور نور ایمان اسی کشادگی کا نام ہے۔

وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ

اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو تنگ بہت تنگ کر

ضَيِّقًا

دیتے ہیں

کہ اس کو اسلام لانا سخت مصیبت نظر آتا ہے آگے اس کی مثال ہے۔

حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ

جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے

مگر چڑھنا نہیں جاتا اور جی تنگ ہوتا ہے مصیبت کا سامنا ہوتا ہے یہی حالت ان کی اسلام لانے کے لئے ہوتی ہے کہ جیسا اس سے چڑھنا نہیں جاتا ایسے ہی خدا کی پھنکار کی وجہ سے ان سے ایمان نہیں لایا جاتا۔

كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ

اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھنکار

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٤﴾ وَهَذَا صِرَاطٌ رَبِّكَ

ڈالتا ہے اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے

مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو

يَذْكُرُونَ ﴿١٥﴾

صاف صاف بیان کر دیا

تاکہ اس معجزہ قرآنی کی تصدیق کریں پھر اس کے مضامین پر عمل کر کے نجات حاصل کریں یہی تصدیق اور عمل کامل صراط مستقیم ہے اور جن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنے کی فکر ہی نہیں ان کو نہ یہ معجزہ کافی نہ دوسرے دلائل کافی آگے ان نصیحت ماننے والوں کی جزاکا ذکر ہے جیسا کہ نہ ماننے والوں کی سزا کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ رابطہ اوپر حق ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی

جزا سزا کا ذکر کیا گیا ہے آگے اس کا وقت اور اس کی بعض کیفیات اور بعنوان دیگر اسی کی تاکید مذکور ہے۔ ویوم يحشرهم تالا يفلح الظالمون۔

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ

ان کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ ان سے محبت رکھتا ہے

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ

ان کے اعمال کی وجہ سے اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو

جَمِيعًا

جمع کریں گے

اور ان میں سے کفار کو حاضر کر کے شیاطین الجن سے دھمکی کے طور پر یہ کہا جائے گا (آگے ترجمہ)

يَمْعَشَرُ الْجِنَّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ

اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا

اور ان کو خوب بہکایا اسی طرح انسانوں سے پوچھا جائے گا الم اعهد اليكم يٰبنی آدم کہ اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بلکہ میری عبادت کرنا غرض شیاطین الجن بھی اقرار کریں گے اور کافرانسان بھی اپنی غلطی کا اقرار کریں گے۔

مِّنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيَهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ

جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ (اقرار) کہیں گے کہ اے

ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا

یعنی گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے میں ہر ایک کو اپنا نفسانی فائدہ مد نظر تھا چنانچہ گمراہ انسانوں کو اپنے عقائد کفریہ میں لذت آتی ہے اور گمراہ کرنے والے شیاطین کو اس سے حظ ہوتا ہے کہ ہمارا قابو چل گیا۔

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَوَلَعْنَا أَجَلَنَا

اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے متعین فرمائی تھی

یعنی فی الحقیقت ہم ان کے بہکانے سے قیامت کے منکر تھے لیکن وہ انکار غلط ثابت ہوا چنانچہ قیامت آگئی۔

الَّذِي أَجَلْتَنَا ۖ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ

(یعنی قیامت) اللہ تعالیٰ (سب کفار جن و انس سے) فرماویں گے تم سب کا ٹھکانہ

خَلِيدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط

دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہے گا اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ خدا بھی نکالنا نہ چاہے گا اس لئے ہمیشہ رہو گے۔

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذَلِكَ

بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔ اور اسی طرح

نُورِي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا

ہم بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے

كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾

ان کے اعمال کے سبب

یعنی جس طرح دنیا میں گمراہی میں سب میں تعلق و قرب تھا اسی طرح دوزخ میں بھی سب اکٹھے رہیں گے یہ خطاب تو انسانوں اور جنوں کی مجموعی حالت کے متعلق تھا آگے ہر ایک کو ان کی ذاتی حالت کے متعلق خطاب ہے (ترجمہ دیکھو)

يَمْعُشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ

اے جماعت جنات اور انسانوں کے کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ

پیغمبر نہیں آئے تھے

یہ جو فرمایا ہے کہ تمہیں میں کے پیغمبر تو اگر جنات میں بھی رسول ان ہی کی جنس سے آئے ہوں تب تو مطلب سہل ہے اور اگر انسانوں ہی کے رسولوں کا اتباع جنوں پر بھی واجب ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم دونوں کے مجموعہ میں سے رسول بھیجے گئے اور مجموعہ میں سے رسول کا آنا اس وقت بھی صادق ہے کہ فقط انسانوں ہی میں سے رسول آئے ہوں رہا یہ سوال کہ پھر جنوں کو ان سے فیض لینا کیوں کر ممکن ہوگا اس کا جواب سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے کہ انسان طبیعت ملائکہ اور طبیعت جن دونوں کا جامع ہے اس سے ہر ایک کو فیض ہو سکتا ہے مگر انسان کو بجز انسان کے دوسرے سے فیض لینا دشوار ہے کیونکہ وہ طبیعت انسان کے جامع نہیں۔

يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ

جو تم سے میرے احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی

لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَقَالُوا شَهِدْنَا

خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا)

عَلَى أَنْفُسِنَا

اقرار کرتے ہیں

ہمارے پاس کوئی وجہ عذر اور براءت کی نہیں آگے اللہ تعالیٰ اس مصیبت کے پیش آنے کا سبب بتلاتے ہیں

وَعَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا

اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ

عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿١٣٠﴾

مقرر ہوں گے کہ وہ کافر تھے

یعنی دنیوی لذات کو بڑا مقصود سمجھ رکھا ہے آخرت کی فکر ہی نہیں وہاں اپنی اس غلطی کا اقرار کریں گے مگر اس وقت کے اقرار سے کیا ہوتا ہے اگر دنیا میں ذرا غفلت دور کریں تو اس روز بد کا سامنا ہی کیوں ہو آگے حق تعالیٰ رسولوں کے بھیجنے میں اپنی رحمت کا اظہار فرماتے ہیں۔

ذَلِكَ أَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ

یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو ایسی حالت میں

يُظْلِمُ وَأَهْلُهَا غَفْلُونَ ﴿١٣١﴾

ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں

بوجہ رسولوں کے نہ آنے کے احکام الہیہ کی ان کو خبر نہ ہو جب دنیا میں بدوں رسول بھیجے عذاب نہیں ہو سکتا تو آخرت کا عذاب جو بہت سخت ہے بغیر رسولوں کے بھیجے کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے پیغمبروں کو بھیجتے ہیں تاکہ ان کو اطلاع ہو جائے اس کے بعد جس کو عذاب ہوگا استحقاق کی وجہ سے ہوگا اور اگر کوئی یوں کہے کہ رسولوں کے بھیجنے سے بڑھ کر رحمت تو یہ تھی کہ احکام کا پابند ہی نہ کرتے جواب یہ ہے کہ پھر باہم جس قدر فساد ہوتا اس کے اسناد کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ سلاطین دنیا بھی قانون ہی سے انتظام کرتے۔

وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا ط وَمَا

اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا

رَبُّكَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَرَبُّكَ

رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور آپ کا رب

الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط

بالکل غنی ہے رحمت والا ہے

یعنی حق تعالیٰ رسولوں کو اس وجہ سے نہیں بھیجتے کہ نعوذ باللہ وہ کسی کی عبادت کے محتاج ہیں بلکہ اس لئے بھیجتے ہیں کہ رسولوں کا آنا بندوں کے لئے رحمت ہے ان کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنے نفع نقصان کی خبر ہوتی ہے اس میں بندوں ہی کا نفع ہے آگے اپنی شان استغنیایان فرماتے ہیں۔

إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن

اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس کو چاہے

بَعْدَكُمْ مَّا يَشَاءُ ۚ كَمَا أَنشَأَكُم

تمہاری جگہ آباد کرے جیسا کہ تم کو ایک دوسری

مِّنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخَرِينَ ط

قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے

جن کا کہیں پتہ نہیں اور تم ان کی جگہ موجود ہو اسی طرح سلسلہ چلا آ رہا ہے لیکن اگر ہم چاہیں تو دفعۃً اس سلسلہ کو بند کر دیں اور از سر نو دوسرا سلسلہ قائم کر دیں کیونکہ کسی کے ہونے نہ ہونے سے ہمارا کوئی کام اٹکا نہیں پڑا پس رسولوں کا بھیجنا ہماری ضرورت کی وجہ سے نہیں تمہاری احتیاج کی وجہ سے ہے تم کو چاہئے کہ ان کی تصدیق اور اتباع کر کے سعادت حاصل کرو اور کفر و انکار کے ضرر سے بچو۔

إِنَّ مَّا تُوْعَدُونَ لَا تِلْكَ لَمْ

جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم

بِمُعْجِزِينَ ط

عاجز نہیں کر سکتے

یعنی یہ مت خیال کرنا کہ اگر قیامت آئے گی تو ہم کہیں بھاگ جائیں گے ہاتھ نہ آئیں گے جیسا کہ حکام دنیا کے ساتھ مجرم ایسا کیا کرتے ہیں یاد رکھو تم خدا سے کہیں نہیں بھاگ سکتے آگے فرماتے ہیں کہ باوجود دلائل بیان کر دینے کے اور حق متعین ہو جانے کے اب بھی اگر کوئی کفر ہی کو اچھا

سمجھے اور اسلام کو برا کہے اور قیامت کا انکار کرے تو ایسے لوگوں کے جواب میں آخری بات سنا دیجئے۔ ربط: اوپر مشرکین کی اعتقادی جہالتوں شرک اور کفر کی باتوں کا ذکر تھا آگے ان کی بعض عملی جہالتوں کا بیان ہے جن کا منشاء بھی شرک اور کفر ہے۔ وجعلوا للہ تکانوا مهتدون

قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي

آپ یہ فرما دیجئے کہ اے میری قوم! تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَا مَن تَكُونُ

عمل کر رہا ہوں۔ سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار

لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ط

کس کیلئے نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں

وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا

ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور

لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ

بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے

جو کہ مہمانوں اور مسافرو وغیرہ عام مصارف میں صرف ہوتا ہے۔

وَهٰذَا لَشُرْكَائِنَا ۚ فَمَا كَانَ

اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے پھر جو چیز ان کے معبودوں کی

لَشُرْكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ط

ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی

بلکہ اگر اتفاقاً بھی خدا کے نام کے حصہ میں مل جائے تو فوراً نکال لی جاتی ہے۔

وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى

اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ

شُرْكَائِهِمْ ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ط

جاتی ہے انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے

وَحَرَّتْ حَبْرٌ ۖ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ

ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سو ان کے جن کو ہم

نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

چاہیں اور (کہتے ہیں کہ یہ مخصوص) مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام

ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ أَسْمَ

کردی گئی ہے اور (مخصوص) مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے (یہ

اللَّهُ عَلَيْهَا افْتَرَاءٌ عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمُ

سب باتیں) محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر (کہتے ہیں) ابھی اللہ تعالیٰ

بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا مَا فِي

ان کو ان کے افتراء کی سزا دیئے دیتا ہے اور وہ (یوں بھی) کہتے ہیں کہ جو چیز ان

بُطُونُ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا

مواشی کے پیٹ میں (سے نکلتی) ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور

وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ

ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ (پیٹ کا ٹکڑا ہوا بچہ) مردہ ہے تو اس سے

مَيْتَةٌ فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمُ

(مقتلع ہونے کے جواز ہیں) مرد و عورت) سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو

وَصَفَّهُمْ ۖ إِنَّهُ حَكِيمٌ

ان کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلاشبہ وہ بڑا حکمت والا

افتراء اس لئے تھا کہ وہ ان امور کو حق تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب سمجھتے

تھے اور ابھی سزا دینا اس لئے فرمایا کہ قیامت جو آنے والی ہے دور نہیں اور

کچھ کچھ سزا تو مرتے ہی شروع ہو جائے گی۔

بعض حکمتوں کی وجہ سے مہلت دے رکھی ہے۔ جلدی سزا دینے کی وجہ یہ ہے۔

عَلِيمٌ ﴿١٣٩﴾

بڑا علم والا ہے

ابھی سزا دینے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کو خبر نہیں اس کو سب خبر ہے

آگے بطور خلاصہ اور انجام کے ارشاد فرماتے ہیں (دیکھو ترجمہ)

کیونکہ اول تو سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے پیدا کرنے میں کوئی شریک نہیں تو دوسرے کا نام کیوں لیا جائے دوسرے پھر جتنا اللہ کا حصہ نکالا ہے اس میں سے بھی گھنا دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تو غنی ہے اور سب محتاج ہیں تو محتاج مان کر معبود سمجھنا اور زیادہ حماقت ہے یہاں جن رسوم کا رو ہے وہ چند رکبیں ہیں۔ غلہ اور پھل میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام کا نکالتے اور کچھ بتوں اور جنات کے نام کا پھر اگر اتفاقاً اللہ کے حصہ میں سے کچھ بتوں کے حصہ میں مل جاتا تو اس کو ملارہنے دیتے اور برعکس صورت میں اس کو نکال کر پھر بتوں کے حصہ میں ملا دیتے اور بہانہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بت محتاج ہیں۔ بکیرہ اور سائبہ کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے دختر کی اولاد کو قتل کر ڈالتے تھے کچھ کھیت بتوں کے نام پر وقف کر دیتے اور کہتے کہ اس کا اصل مصرف مرد ہیں اور عورتوں کو دینا ہماری رائے پر ہے ورنہ وہ اس کا مصرف نہیں اسی طرح جانوروں کے بارے میں بھی ان کا عمل تھا جن جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے ان پر سواری اور بار برداری کو جائز نہ سمجھتے تھے بعض جانور مخصوص تھے کہ ان پر کبھی اللہ کا نام نہ لیتے تھے نہ ذبح کرتے وقت نہ دودھ نکالتے ہوئے نہ سوار ہوتے ہوئے بکیرہ اور سائبہ کے پیٹ میں سے ذبح کرتے وقت جو بچہ نکلتا اگر زندہ ہوتا تو اس کو بھی ذبح کر لیتے اور مردوں کے واسطے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے اگر مردہ ہوتا تو سب کے لئے حلال سمجھتے تھے بعض جانوروں کے دودھ کو بھی مردوں کیلئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے بکیرہ اور سائبہ اور وسیلہ اور حامی کی عبادت اور دائمی حرمت کے قائل تھے۔

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد

قَتَلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ وَهُمْ

کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ

لِيُرِدُّوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ

کو مجبوت کر دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرَهُمْ

اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے۔ اور وہ اپنے خیال

وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٤٠﴾ وَقَالُوا هَذِهِ الْأَنْعَامُ

(باطل) پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مواشی ہیں اور (مخصوص) کھیت

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا

واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ

قتل کر ڈالا اور جو (حلال) چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دی تھیں

افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا

ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۴۰﴾

گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے

تو یہ گمراہی جدید نہیں بلکہ قدیم سے ہے پس اس آیت میں ان کے طریقہ کا خلاصہ بھی مذکور ہے کہ گمراہی میں پڑ گئے اور انجام بد کا خلاصہ بھی مذکور ہے کہ خرابی میں پڑ گئے عذاب بھگتیں گے۔ رابطہ: اوپر مشرکین کا کھیتی اور جانوروں میں حلال و حرام کرنے کا تصرف مع رو کے مذکور تھا۔ آگے بھی اسی رو کی کسی قدر تفصیل ہے۔ وهو الذی تالایہدی القوم الظالمین

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ

اور وہی (اللہ پاک) ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جوٹیوں پر چڑھائے

وَّغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ

جاتے ہیں (جیسے انگور) اور وہ بھی جوٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے

یا تو اس لئے کہ بیلدار نہیں جیسے تہ دار و درخت یا باوجود بیلدار ہونے کے ٹٹیوں پر ان کے چڑھانے کی عادت نہیں جیسے خر بوزہ تر بوزہ وغیرہ۔

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكْلُهُ

اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا

اور زیتون اور انار جو (انار انار) باہم (زیتون زیتون) باہم ایک دوسرے کے مشابہ

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا

بھی ہوتے ہیں اور (کبھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی

پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق (شرع سے) واجب ہے وہ

أَثْمَرًا وَاتُّوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۚ

اس کے کاٹنے (توڑنے) کے دن (مسکینوں کو) دیا کرو

یہاں جس حق شرعی کا بیان ہے اس سے عشر مراد نہیں جو کہ زمین کی زکوٰۃ تھی کیونکہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی بلکہ یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ تھا پھر جب زکوٰۃ و عشر واجب ہو گئے یہ حق منسوخ ہو گیا۔

وَلَا تُسْرِفُوا

اور حد سے مت گزرو

یعنی مسکینوں کو دینے میں بھی شرعی اجازت سے آگے نہ بڑھو یعنی اتنا مت دو کہ اپنے اوپر اور اہل و عیال پر تنگی اور پریشانی ہو باقی یہ مطلب نہیں کہ جس قدر واجب ہے اس سے زیادہ نہ دو کیونکہ واجب سے زیادہ دینا جب تک کہ تنگی وغیرہ نہ ہو اسراف نہیں۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۴۱﴾

یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں

آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح باغ اور کھیت حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اسی طرح حیوانات بھی اسی نے پیدا کئے ہیں۔

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ كُلُوا

اور مواشی جو اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ

یعنی انکے بارہ میں بھی مثل باغ اور کھیت کے تم کو اجازت ہے کہ جو شریعت سے حلال ہے اس کو کھاؤ اور اپنی طرف سے حرمت کے احکامات تراشو۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ

اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمَنِةَ أَزْوَاجٍ ۚ

(اور یہ مواشی) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے) یعنی بھیڑ (اور دنبہ) میں

مِنَ الصَّانِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۚ

دو قسم (نر و مادہ) اور بکری میں دو قسم (نر و مادہ) آپ (ان سے)

قُلْ ءَ الذِّكْرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو

اَمَّا اَشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ط

یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں

یعنی تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کا دعویٰ کرتے ہو تو کیا حق تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو حرام کیا ہے اگر خدا کی طرف نسبت کرتے ہو تو بتلاؤ کہ ان میں سے کس کو حرام کیا ہے۔

نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳۰

تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو

یہ تو چھوٹے قد والوں کے متعلق بیان ہوا آگے بڑے قد والوں کا بیان ہے۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اُنْثَيَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اُنْثَيَيْنِ ط

اور اونٹ میں دو قسم اور گائے بھینس میں دو قسم آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے

قُلْ ءَ الذِّكْرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ

اَمَّا اَشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ط

(اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں۔ کیا تم (اس وقت) حاضر تھے

اَمْ كُنْتُمْ شٰهَدَآءَ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا ج

جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس (تحریم و تحلیل) کا حکم دیا

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ تم جو مختلف صورتوں سے تحریم کے مدعی ہو تو کیا یہ تحریم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اگر ایسا ہے تو اس پر دلیل قائم کرنا چاہئے جس کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کسی رسول و فرشتے کے واسطے سے ہو اس کو تو تم اختیار کر رہی نہیں سکتے کیونکہ تم کو مسئلہ نبوت اور وحی سے انکار ہی ہے پس اس دعویٰ کے ثابت کرنے کی ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ خود خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ تم کو یہ احکام بتلائے ہوں سو یہ بھی غلط (ترجمہ دیکھو)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

تو اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹ

لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو (جنت کا

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۳۱ قُلْ لَا

راستہ آخرت میں) نہ دکھلاویں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی

اَجِدُ فِيْ مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا

میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں

اور ظاہر ہے کہ اس کا دعویٰ بھی نہیں ہو سکتا پس ثابت ہو گیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں حاصل جواب کا یہ ہوا کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں تو جس طرح اللہ کے سوا کسی کے لئے یہ حق نہیں کہ ان چیزوں کو عبادت کے طور پر اس کے نام زد کیا جائے جیسا کہ مشرکین بتوں کے نام پر کھیت اور جانور چھوڑتے تھے اسی طرح ان کے حلال و حرام کرنے کا اختیار بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ ہو گا اور حق تعالیٰ نے ان سے ہر قسم کی نفع سواری لینے اور کھانے پینے کا جائز کیا ہے پس حرمت کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ تمہارا حرام کرنا شرعاً غیر ممکن اور خدا نے حرام کیا نہیں اور اگر کیا ہے تو دلیل لاؤ جب دلیل نہیں لا سکتے تو حرمت کا دعویٰ کرنا خدا پر افتراء باندھنا ہے۔

رابطہ: آگے بھی مضمون سابق ہی کی تائید ہے کہ جن حیوانات میں کلام ہو رہا ہے ان میں حرام تو فلاں فلاں چیزیں ہیں تم اپنی طرف سے اختراع کیوں کرتے ہو نیز اس میں ان کی ایک دوسری گمراہی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ لوگ بہتے ہوئے خون اور غیر خدا کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو بھی کھاتے تھے تو اوپر حلال کو حرام کرنے کا ذکر تھا آگے حرام کو حلال کرنے کا ذکر ہے قل لا اجدنا غفور رحيم

عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ

کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھا دے

یعنی ان جانوروں میں سے جن میں کلام ہو رہا ہے بجز ان کے اور کوئی حرام نہیں تو اس قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ کیا بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی چیز حرام نہیں حالانکہ احادیث میں اور حیوانات کی بھی حرمت آئی ہے۔

اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا

مگر یہ کہ وہ مردار (جانور) ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو

اَوْ لَحْمٌ خَنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رَجْسٌ

یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے

اسی لئے اس کے سب اجزاء نجس ہیں بال بھی کھال بھی ہڈی بھی گوشت بھی ایسے ناپاک کو نجس العین کہتے ہیں۔

أَوْ فَسَقًا أَهْلَ لِيغِيرَ اللَّهُ بِهِ فَمَنْ

یا جو (جانور) شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص

أَصْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ

بے تاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو

اس حالت میں ان حرام چیزوں کے کھانے میں بھی اس شخص کو گناہ نہیں ہوتا ایسی ہی ایک آیت سیقول میں گزری ہے وہاں تفسیر ملاحظہ کی جائے رابطہ: اوپر جو مضمون مذکور تھا آگے اس کے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہے کہ اس جگہ سوائے چند چیزوں کے جن کو استثناء کیا گیا ہے باقی سب کھانے کی چیزوں کو حلال فرمایا ہے حالانکہ بعض اہل کتاب سے معلوم ہوا ہے کہ بعضے اور حیوانات بھی حرام ہیں جواب یہ ہے کہ وہ حرمت صرف یہود کے واسطے بوجہ ان کی شرارت کے عارضی طور پر ہوئی تھی جواب منسوخ ہو گئی پس دعویٰ مذکورہ بالکل صحیح اور اعتراض غلط ہے وعلی الذین ہادوا انا لصدقون۔

فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۳۵ وَعَلَى

(قدر ضرورت سے) تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے اور یہود پر ہم نے

الَّذِينَ هَادُوا

تمام ناخن والے جانور

مراد وہ جانور ہیں جن کے کہری ہوتی ہے۔

حَرَّمَ نَاكِلَ ذِي ظُفْرِ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ

حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری (کے اجزاء) میں سے

وَالْغَنَمِ حَرَّمَ نَاكِلًا عَلَيْهِمْ شَحُومَهُمَا

ان دونوں کی چربیوں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں

إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا

مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو

باقی سب چربی حرام تھی تو فی نفسہ ان چیزوں کا حرام کرنا مقصود نہ تھا بلکہ (ترجمہ دیکھو)

أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ

یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرارت کے سبب ہم نے

بِغَيْرِهِمْ ۚ وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ ۝۱۳۶

ان کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں

آیہ کل الطعام کان حلالاً الخ اور آیت فبظلم من الذین ہادوا میں قدرے اس تحریم کا بیان مع اس کے سبب کے گزر چکا ہے اور اونٹ بنی اسرائیل پر نزول توریت سے پہلے حرام تھا پھر بعد میں حلال ہو گیا تھا رابطہ: آگے بھی اسی مضمون کے متعلق ایک دوسرے شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہے کہ اگر مشرکین کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے تو باوجود قدرت خداوندی کے ان کو سزا کیوں نہیں ہوتی اس سے تو نعوذ باللہ رسول کی جانب کذب کا شبہ ہوتا ہے۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں

فان کذبوک تا المجرمین صرف اس وجہ سے کہ ان پر عذاب نہیں آتا

فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۚ

تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے

بعض حکمتوں سے جلدی مواخذہ نہیں فرماتا یہ جواب ہو گیا اس شبہ کا حاصل یہ ہے کہ بیشک ان کا باطل طریقہ پر ہونا اسی کو مقتضی ہے کہ جلدی ان پر عذاب نازل ہو اور قدرت خداوندی سے آ بھی سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک خاص وقت تک اس سے مانع ہے اس سے یوں نہ سمجھیں کہ ہمیشہ یوں ہی بچے رہیں گے۔

وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝۱۳۷

اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا

یہ تو تحقیقی جواب ہے اور اس کا ایک الزامی جواب بھی ظاہر ہے وہ یہ کہ اگر جلدی عذاب نہ ہونا حق ہونے کی دلیل ہے تو اس دلیل سے تو مسلمانوں کا بھی حق پر ہونا لازم آ گیا کیونکہ وہ کون سے عذاب میں گرفتار ہیں تو اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ ایک شی کا حق ہونا بھی صحیح ہو اور باطل ہونا بھی صحیح ہو اور اجتماع نقیضین محال ہے معلوم ہوا کہ یہ دلیل یہودہ ہے رابطہ: آگے اسی مضمون کے متعلق ایک تیسرے شبہ کا جواب ہے وہ شبہ عقلی یہ ہے

کرے تو اس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں جس قدر کام ہو رہے ہیں سب حق ہو جائیں حالانکہ یہ صریح اجتماع نقیضین ہے پھر ان دونوں جوابوں کے بعد ترقی کر کے فرمایا ہے کہ تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہ ہو تو عقلی ہی دلیل لے آؤ۔ قل ہلم شهداء کم میں اسی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ

آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو

لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ

تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم

أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ

بالکل انکل سے باتیں بناتے ہو آپ کہیے کہ پس پوری

الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ

حجت اللہ ہی کی رہی

یعنی دونوں جوابوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کی حجت مضبوط ہے اور تمہاری حجت باطل ہوگئی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔

فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۹﴾

پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا

مگر چونکہ تم راہ پر آنا نہیں چاہتے اس لئے خدا نے بھی توفیق نہیں دی اور اس میں اس کی حکمت ہے کسی کو توفیق دی کسی کو نہیں دی البتہ حق سب کے سامنے کر دیا اور ارادہ و اختیار سب کو دیدیا ہے آگے عقلی دلیل کا مطالبہ فرماتے ہیں۔

قُلْ هَلْ مَشْهَدٌ آتَاكُمْ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ

آپ کہئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر (باقاعدہ) شہادت دیں

یعنی اپنی دلیل عقلی کا حال تو تم کو معلوم ہو گیا اب کوئی دلیل عقلی صحیح پیش کرو اور باقاعدہ شہادت وہ ہے جس سے مشاہدہ کے برابر یقین حاصل ہو جائے۔

أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا ۖ فَإِنْ شَهِدُوا

کہ اللہ تعالیٰ نے ان (مذکورہ) چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں

یعنی اگر اتفاق سے کسی کو جھوٹے گواہ بنا کر لے آئیں تو چونکہ وہ شہادت یقیناً بے قاعدہ اور محض سخن سازی ہوگی کیونکہ نہ ان کو مشاہدہ ہوا

کہ مشرکین اپنے طریقہ کے جائز اور مستحسن ہونے پر یوں استدلال کرتے تھے کہ ہم جو کچھ شرک و تحریم وغیرہ کر رہے ہیں اگر یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتا تو ہم کو اپنی مرضی کی خلاف یہ کام کیوں کرنے دیتا معلوم ہوا کہ خدا کو یہ باتیں ناپسند نہیں۔ سيقول الذين تا بعدلون

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

یہ مشرک یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے

أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِن شَيْءٍ ط

اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس شرک اور تحریم سے ناراض نہیں اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ یہ دلیل باطل ہے کیونکہ اس سے رسولوں کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے حالانکہ رسولوں کا سچا ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں رسولوں کی تکذیب قدیم سے چلی آ رہی ہے (آگے ترجمہ)

كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ

اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (رسولوں کی)

ذَاقُوا بِأَسَنَاتٍ

تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا

خواہ دنیا ہی میں جیسا کہ اکثر کفار و منافقین پر دنیا میں عذاب نازل ہوا ہے یا مرنے کے بعد وہ تو ظاہر ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ ان لوگوں سے کفریات کے مقابلہ میں صرف قوی جواب پر اکتفا نہ کیا جائے گا بلکہ کفار و منافقین کی طرح ان کو عملی سزا بھی دی جائے گی غرض اس جگہ حق تعالیٰ نے اس شبہ کے دو جواب فرمائے ہیں پہلا جواب کذلک کذب الذین میں اشارۃ مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دلیل باطل ہے کیونکہ اس سے شرک اور تحریم مخرج کا حق ہونا لازم آتا ہے حالانکہ رسول ہمیشہ اس کو باطل بتلاتے رہے اور ان کا سچا ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے ان کا جھوٹا ہونا محال ہے اور اس دلیل سے ان کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اور جو دلیل محال کو مستلزم ہو وہ خود محال اور غلط ہے دوسرا جواب هل عندکم من علم میں آگے آتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی کام کے کرنے پر عذاب نہ آنے کو خدا تعالیٰ کی خوشی اور خدا کی رضا کی دلیل بنانا یہ خود ایک دعویٰ ہے اس پر دلیل قائم کرنا چاہئے اگر کوئی دلیل ہو تو بیان کرو اور اس جواب کی وضاحت الزامی طور پر اس طرح ہو سکتی ہے کہ اگر کسی کام پر عذاب کا نہ آنا اس کے حق ہونے کی دلیل ہوا

ہے نہ مشاہدہ کے برابر یقین اس لئے وہ گواہی سننے کے قابل نہیں۔

فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ

تو آپ اس شہادت کی سماعت نہ فرمائیے اور (اے مخاطب) ایسے لوگوں کے باطل

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا

خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿٥٠﴾

پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ

آپ (ان سے) کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں

جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ

أَلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ وَالْوَالِدَيْنِ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ

إِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوا

احسان کیا کرو۔ اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب

رابطہ: اوپر مشرکین کی خود ایجاد کردہ تحریم پر انکار تھا آگے واقعی حرام چیزوں

کو بیان فرماتے ہیں جن میں وہ جاہل مبتلا تھے اور دونوں کلاموں کے مجموعہ

سے ان کی حالت پر تعریض ہو گئی کہ عجب بات ہے جو امور واقع میں حرام ہیں

ان میں تو مبتلا ہیں اور جو چیزیں واقع میں حلال ہیں ان میں حرمت ایجاد کرتے

ہیں اس طرز سے گفتگو کرنا حکیم کا طریقہ ہے۔ قل تعالوا ناعقلون

کیونکہ جاہلیت میں اکثر اسی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی

عادت تھی اور بعض خوف عار سے ایسا کرتے تھے۔

أَوْلَادَكُمْ مِّنْ إِمْلَاقٍ ۚ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ

قتل مت کیا کرو ہم ان کو اور تم کو رزق (مقدر)

وَأَيَّاهُمْ ۚ

دیں گے

وہ تمہاری قسمت کی روزی میں شریک نہیں ہیں پھر کیوں قتل کرتے ہو

پس ان کا قتل کرنا بالکل حرام ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ

بَطْنٌ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ

ہو اور خواہ پوشیدہ ہو۔ اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو

إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ

قتل مت کرو ہاں مگر حق پر

یعنی حق شرعی پر قتل جائز ہے مثلاً قصاص میں یا رجم میں پس خون ناحق

بالکل حرام ہوا۔

ذَلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا

اس کا تم کو تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے

تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحب ہے

یعنی اس تصرف کی اجازت ہے جو شرعاً پسندیدہ ہے مثلاً اس کے مال

کو اسی کے کام میں لگانا اس کی حفاظت کرنا نیز بعض اولیاء کو یتیم کے لئے

اس میں تجارت بھی کرنا جائز ہے یعنی دادا کو اور قاضی کو یا باپ دادا کے وصی

کو ان کے سوا کسی کو یتیم کے مال میں تجارت کی اجازت نہیں اور کچھ احکام

مال یتیم کے سورہ نساء میں گزر چکے ہیں

حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ

یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے

پھر اس کا مال اس کو دے دیا جائے گا بشرطیکہ بے وقوف اور بھولا نہ ہو

غرض ناجائز تصرف یتیم کے مال میں حرام ہے

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ

اور ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ

کہ کسی کا حق اپنے پاس نہ رہے اور نہ آوے پس اس میں دغا کرنا حرام ہوا

اور یہ احکام کچھ دشوار نہیں ہیں پھر ان میں کوتاہی کیوں کی جائے (آگے ترجمہ)

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ

ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا

فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ج

کرو تو انصاف سے کہا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو

جس کے مقابلہ میں وہ بات کہہ رہے ہو پس خلاف عدل حرام ہوا۔

وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید کی حکم دیا

تَذَكَّرُونَ ۝۵۳ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ

ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو) اور یہ (بھی کہہ دیجئے) کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے

یعنی کچھ ان ہی احکام کی تخصیص نہیں بلکہ اسلام اور تمام احکام جن کی طرف میں باذن الہی تم کو بلاتا ہوں سیدھا راستہ ہے۔

رابطہ: اوپر مشرکین کے عقائد شرکیہ اور تحلیل و تحریم کا رد نہایت ببط سے فرمایا گیا ہے آگے مسئلہ نبوت پر بحث ہے جو کہ قل تعالوا اور هذا صراطی سے مفہوم ہو چکا ہے حاصل بحث کا یہ ہے کہ نبوت کوئی عجیب چیز نہیں ہے پہلے اور انبیاء ہوئے جن میں موسیٰ علیہ السلام مشہور و معروف ہیں اخیر میں آپ صاحب وحی ہو گئے تو اس کا کیوں انکار کیا جاتا ہے۔

فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ

سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر ملت چلو۔ کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے

بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۝ ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

جدا کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے

تَتَّقُونَ ۝۵۴ ثُمَّ

خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو پھر

ابطال شرک کے بعد اہم مسئلہ نبوت میں کلام کرتے ہیں کہ ہم نے صرف آپ کو اکیلا نبی نہیں بنایا جس پر یہ لوگ اس قدر شور و غل مچا رہے ہیں بلکہ آپ سے پہلے ہم نے موسیٰ کو بھی پیغمبر بنایا تھا۔

اتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَىٰ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے

الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جاوے

وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً

اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو

یعنی سب کے لئے رہنما ہو اور ماننے والوں کے لئے سبب رحمت ہو کہ اس پر عمل کر کے ثواب و قرب حاصل کریں۔

لَعَلَّهُمْ يَلْقَاءَ رَبَّهُمْ يَوْمَئِذٍ ۝۵۵

تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لادیں

یعنی ہم نے ایسی کتاب اس لئے دی کہ خدا تعالیٰ سے ملنے کا اعتقاد کر کے سب احکام بجالائیں گے آگے بتلاتے ہیں کہ جب تورات کا اور اس کے تمہ انجیل کا دورہ ختم ہو گیا تو ہم نے قرآن نازل کیا۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكٌ فَاتَّبِعُوهُ

اور یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی

وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۵۶

سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو

آگے قرآن کے نازل کرنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اگر یہ نازل نہ ہوتا اور اس صورت میں تم کو کفر و شرک پر قیامت کے دن عذاب ہوتا تو (آگے ترجمہ)

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ

کبھی تم یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف

طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ

ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے

دِرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِينَ ۝۵۷

پڑھانے سے محض بے خبر تھے

اس لئے ہم کو توحید کی تحقیق نہ ہوئی اور بے خبری کی وجہ یہ نہیں ہو سکتی کہ تورات انجیل عربی میں نہ تھی کیونکہ ترجمہ کے ذریعہ سے مضامین کی اطلاع ممکن بلکہ واقع تھی بے خبری کی وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب نے اہل عرب کو توحید تعلیم کرنے کا کبھی اہتمام نہیں کیا اور اتفاقاً کسی مضمون کا کان میں پڑ جانا عادتاً تنبیہ میں کم موثر ہوتا ہے اگرچہ اس قدر تنبیہ پر بھی طلب اور تامل واجب ہو جاتا ہے اور اسی بناء پر توحید کے چھوڑنے پر عذاب ممکن تھا اور اس سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کا عام ہونا لازم نہیں آتا

رابطہ: اوپر تکذیب کرنے والوں کا ظالم اور مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا ہے آگے بھی ان کے ایمان نہ لانے پر تو بخ اور دھمکی ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ

یہ لوگ صرف اس حکم کے منتظر (معلوم ہوتے) ہیں

هل ينظرون تا منتظرون یعنی یہ لوگ قرآن شریف نازل ہو جانے اور کھلے معجزات دیکھ لینے اور حق واضح ہو جانے کے بعد بھی ایمان لانے میں ایسا توقف کر رہے ہیں جیسے کوئی کسی بڑی بات کا انتظار کر رہا ہو۔

تَأْتِيَهُمُ الْمَلَايِكَةُ أَوْ يَأْتِي رَبُّكَ

کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا ان کے پاس آپ کا رب آوے جیسا کہ قیامت میں حساب کے وقت ایسا ہوگا۔

أَوْ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ

یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے

مراد اس بڑی نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے یہ تفسیر بہت سی صحیح احادیث میں وارد ہے اور اس کی کیفیت ایک روایت میں اس طرح آئی ہے کہ اس روز بعد غروب کے آفتاب بہ حکم خداوندی الٹی حرکت کرے گا اس لئے مغرب سے طلوع ہوگا اور حضرت کعب سے اس طرح منقول ہے کہ قطب کی طرف گھوم کر نقطہ مغرب پر آ جائے گا الٹی حرکت سے یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ایک روایت میں ہی کہ مغرب سے طلوع ہو کر جب وسط آسمان تک پہنچے گا پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ کر ادھر غروب ہو جائے گا پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا اور اہل بیت اور سائنس والے جن قواعد و اصول کی بناء پر اس کو محال کہتے ہیں اب تک خود اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے کہ یہ قواعد لازمی ہیں بہت سے بہت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب تک ان قواعد کے خلاف نہیں ہوا مگر اس سے یہ کیونکر لازم آ گیا کہ ان قواعد کے خلاف ہونا محال بھی ہے۔

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا

جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی آ پہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس

إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمْنًا مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ

کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی

فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

نیک عمل نہ کیا ہو

کیونکہ نبوت عام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اصول و فروع میں اتباع واجب ہو ایسی عام نبوت صرف ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص ہے اور اصول میں تو تمام انبیاء کا اتباع ساری مخلوق پر واجب ہے اس بناء پر عذاب صحیح ہوتا لیکن یہ عذر ظاہر نظر میں پیش کیا جاسکتا تھا اب اس کی بھی گنجائش باقی نہ رہی اور حجت اللہ تام ہو گئی۔

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ

یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم

لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ

ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے

اور عقائد و اعمال میں ان سب سے زیادہ کمال حاصل کر کے ثواب کے مستحق ہوتے۔

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى

سو اب تمہارے ہاں تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ

وَرَحْمَةٌ

اور رحمت آ چکی ہے

اب تمہارے پاس کوئی ظاہری عذر بھی نہیں اور اہل فطرت کے متعلق یعنی جو لوگ نزول قرآن سے پہلے مرچکے ہیں۔ ایک سوال و جواب سورہ مائدہ کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللَّهِ

سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلاوے

وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ

اور اس سے روکے ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری

يَصْدِقُونَ عَنِ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ

آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے

بِمَا كَانُوا يَصْدِقُونَ ﴿٥٥﴾

سب سخت سزا دیں گے۔

سزا میں سختی اس روکنے کی وجہ سے بڑھی ورنہ صرف تکذیب کرنا بھی سزا کی موجب ہے۔

بوجہ ایمان بالغیب نہ ہونے کے یہ ایمان اور توبہ مقبول نہیں ۱۲
رابط: یہاں تک زیادہ حصہ مشرکین کے بارے میں تھا آگے عام عنوان
سے دوسرے گمراہوں کا حق سے دور اور مستحق وعید ہونا بیان فرماتے ہیں
جس میں تمام کفار و مشرکین و اہل کتاب و جملہ اہل ہوا و بدعت والے
بتفاوت مراتب داخل ہو گئے ان الذین فرقوا تانا یفعلون۔

قُلْ اَنْتَظِرُوْا اَنَا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ بیشک

الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ

جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا

یعنی جن کے وہ مکلف تھے اس دین کو پورا قبول نہیں کیا یا تو سب کو
چھوڑ دیا یا بعض کو چھوڑ دیا اور طریقے شرک اور کفر اور بدعت کے اختیار کئے۔

وَكَانُوْا شِيْعًا لِّسِتِّ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ط

اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں

یعنی آپ ان سے بری ہیں آپ پر کوئی الزام نہیں۔

اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ

پس ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے

وہ لوگ خود اپنے نیک و بد کے ذمہ دار ہیں اور اللہ تعالیٰ دیکھ بھال رہے ہیں۔

ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

پھر ان کا کیا ہوا ان کو بتلا دیں گے

اور حجت قائم کر کے ان کا مستحق عذاب ہونا جتلا دیں گے ان جماعتوں
سے ابن عباسؓ کے قول میں یہود و نصاریٰ کا مراد ہونا اور حضرت ابو ہریرہؓ کی
مرفوع حدیث سے اہل بدعات کا مراد ہونا اور حسن سے تمام مشرکین کا مراد
ہونا منقول ہے کہ ان میں بت پرست و کواکب پرست وغیرہ بہت سے
فرقے تھے مگر چونکہ آیت کے الفاظ عام ہیں اس لئے عام ہی مراد لینا
مناسب ہے البتہ عذاب کے مراتب متفاوت ہونگے یعنی کفار کو دائمی
عذاب ہوگا اور مبتدعین عقائد فاسدہ کی وجہ سے چندے عذاب کے مستحق
ہوں گے پھر ایمان کی وجہ سے نجات ہو جائے گی اور حدیث میں جو آیا ہے
کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہوں گے ان میں ایک ناجی باقی سب
ناری ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو ناری ہیں ان کو ہمیشہ کے لئے عذاب ہو

گا کیونکہ مسلمان کے لئے دائمی عذاب نہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ فرقہ ناجی
میں کسی کو کچھ بھی عذاب نہ ہوگا کیونکہ بعض اہل سنت کو بھی گناہوں کے سبب
عذاب ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ فرقہ ناجی میں کسی کو فساد عقیدہ کے سبب
عذاب نہ ہوگا اور باقی سب فرقوں کو فساد عقیدہ کا بھی عذاب ہوگا اور عملی
گناہوں کا تو سب کو ہوگا مگر عملی گناہوں کا عذاب فساد عقیدہ کے عذاب سے
کم ہوگا باقی جس طرح یہ ممکن ہے حق تعالیٰ عملی گناہوں کو بدوں عذاب ہی
کے معاف فرمادیں یہ بھی ممکن ہے کہ فساد عقیدہ کے گناہوں کو بھی ویسے ہی
معاف فرماویں فساد عقیدہ پر بالضرور عذاب لازم ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔
رابط: اوپر قیامت کی جزاء کا بیان تھا آگے اس کا عام قانون مذکور
ہے اور شاید اس بات سے کہ نیکیوں کا ثواب بہت زیادہ ملے گا کفار کو ایمان
کی ترغیب دینا مقصود ہو کہ اگر کفر چھوڑ کر ایمان لے آؤ تو کسی قدر نفع ہو کہ
تھوڑا کام کرو اور ملے بہت من جاء بالحسنة تالایظلمون

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَآ

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے (اقل درجہ) ملیں گے

یعنی ایسا سمجھا جاوے گا کہ گویا وہ نیکی دس بار کی اور جتنا ثواب ایک
نیکی پر ملتا اب دس حصے ویسے ہی ثواب کے ملیں گے اور اقل درجہ کی قید لگائی
دوسری نصوص سے بعض اوقات اس سے بھی زیادہ ملنا مصرح ہے

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى اِلَّا مِثْلَهَا

اور جو شخص برے کام کرے گا سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا

یعنی ظاہری ظلم بھی نہ ہوگا کہ کوئی نیکی درج نہ ہو یا کوئی بدی زیادہ کر کے لکھ
دی جائے اور حقیقت میں تو کسی حال میں بھی خدا کے کسی فعل کو ظلم نہیں کہہ سکتے
وہ جو کچھ بھی کریں عین عدل ہے وہ مالک ہیں اور مالک کو سب اختیار ہے۔

قُلْ اِنِّیْ هَدٰی رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے کہ وہ

دِیْنًا قِیْمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ

ایک دین ہے مستحکم طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا کجی نہیں

حنیف کی قید سے تمام طرق بدعت کا رد ہو گیا۔

میں عام طور پر کمی بیشی رکھی ہے وہ غیر اختیاری ہیں جیسے عقل و جاہ و رزق و حسن و جمال و صحت و قوت وغیرہ اس تفاوت میں حکمت ہونا تو ظاہر ہے اور نعمت ہونا بھی اس شخص کے لئے جس میں عمدہ اوصاف ہیں ظاہر ہے اور جس میں کمتر اوصاف ہیں اس کے لئے وہ بھی نعمت ہیں کیونکہ ہر نقصان و مصیبت میں کوئی نہ کوئی نفع دنیوی یا اخروی ہوتا ہے جیسے کسی بڑے وبال سے بچا لینا اور رفع درجات و کفارہ سینات وغیرہ چنانچہ واقعات و آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

لَيَبْلُوكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۝

تاکہ ظاہراً تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں

آزمائے کہ کون ان نعمتوں کی قدر کر کے منعم کی اطاعت کرتا ہے اور کون بیقداری کر کے اطاعت نہیں کرتا اور دونوں کے ساتھ مناسب معاملہ کیا جائے گا۔

وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا (بھی) ہے۔

نافرمانوں کے لئے عذاب اور فرمانبرداروں کے لئے رحمت اور نافرمانی سے تابعداری کی طرف آنے والوں کے لئے مغفرت ہے پس بندوں پر ضرور ہوا کہ دین حق کے موافق اطاعت اختیار کریں اور طریق باطل اور مخالفت سے باز آویں ۱۲ اِیْسَمُ اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سورۃ الاعراف مکئۃ الانصانی آیات من قوله و اسألهم الی قوله و اذ نتقنا

رابطہ: اس سورت کے آغاز کو پہلی سورت کے اخیر سے یہ مناسبت ہے کہ اس کے اخیر میں قل اننی ہدنی میں دین حق کو معین فرمایا تھا کہ وہ اسلام ہے اس کے بعد ثواب و عذاب کی رغبت اور خوف دلایا تھا اور اس سورت کے شروع میں اس دین کی تبلیغ کا حکم ہے اور آخرت کے معاملات سوال اور وزن اعمال و جزاء و سزا کا بیان ہے اور ان مضامین میں باہم مناسبت ظاہر ہے اور اس سورت کے مضامین اس میں بھی باہم متناسب ہیں کیونکہ تمام سورت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ مضامین آپس میں آخرت اور نبوت کے متعلق ہیں سوسب سے اول تذکرون تک قرآن کا حق اور واجب الاتباع ہونا بیان فرماتے ہیں۔ پھر و کم من قریۃ سے اس کے انکار و مخالفت پر دنیوی اور اخروی سزا سے ڈراتے ہیں۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنْ صَلَاتِيْ

اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز

وَنَسِیْ وَمَحَیَّی وَمَمَیَّی لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنایہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو

لَا شَرِیْكَ لَهُ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ

مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور

الْمُسْلِمِیْنَ ۝ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغَیْ رَبًّا وَهُوَ

میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں آپ فرمادیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا

رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا

کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو

عَلِیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی ۚ

شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا

یعنی تمہارا یہ کہنا کہ تمہارے گناہ بھی ہمارے ہی سر پر ہے محض لغو ہے۔ رابطہ: سورت ختم پر آئی اس تمام سورت میں دین حق کی تحقیق تفصیل کے ساتھ ہے اب اخیر میں اپنے دو انعام بیان فرماتے ہیں ایک میں تو سب برابر ہیں دوسرے میں کمی بیشی بھی ہے اس سے اپنی اطاعت کی ترغیب اور مخالفت سے ڈرانا مقصود ہے پھر آیت کو اپنے دو وصفوں پر ختم فرماتے ہیں جو کہ ترغیب و ترہیب کے مناسب ہیں پس اس اعتبار سے خاتمہ کو تمام سورت سے تعلق ہو گیا ایسے ہی خاتمہ کو حسن ختام کہتے ہیں۔ وهو الذی تارحیم

ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فِیْئِسْکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ

پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جسد ایں گے جس جس

تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلْفَیْ

چیز میں تم اختلاف کرتے تھے اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب

الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضُکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ

اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر (بعض چیزوں میں) رتبہ بڑھایا

پہلی نعمت میں تو سب برابر ہیں اور دوسری میں کمی بیشی ہے اور جن

سوال یہ ہوگا کہ تم نے پیغمبروں کو مانا یا نہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ماذا اجبتم المرسلین کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔

وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۙ

اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے

کہ تمہاری امتوں نے کہنا مانا یا نہیں جیسا کہ پہلے آچکا ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم اور دونوں سوالوں سے کفار پر دھمکی مقصود ہوگی

فَلَنَقْصُصَنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۙ

پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے

وَالْوِزْنَ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۙ

اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا

تاکہ عام طور پر ہر ایک کی حالت ظاہر ہو جائے اور وزن عقائد و اعمال سب کا ہوگا۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ

الْفٰلِحُونَ ۙ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ

کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہو گا

فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بَيِّنًا

سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب

كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۙ

اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرنے لگے

چونکہ اکثر ظلم کا اطلاق قرآن میں کفر پر ہوتا ہے اس لئے اس اخیر آیت کو کفار کے بارہ میں سمجھا گیا اور مقابلہ کی وجہ سے پلہ بھاری ہونے کی تفسیر ایمان سے کٹی گئی کیونکہ سورہ مومن میں ہلکے پلے والوں کے بارہ میں فرمایا ہے فی جہنم خللدون کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے معلوم ہوا کہ ہلکے پلے والے کافر ہیں اور بھاری پلے والے مومن ہیں مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ بجز ایمان و کفر کے باقی اعمال حسنہ یا سیئہ کا وزن نہ ہوگا کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات سے اور احادیث کثیرہ سے اعمال کا موزون ہونا معلوم ہوتا ہے غرض اس میزان میں ایمان و کفر کا بھی وزن کیا جائے گا اور

(۷) سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ (۳۹)

سورۃ اعراف مکہ میں نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْمَّصَّ ۙ كِتَابٌ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے

فِي صَدْرِكَ حَرْجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ

ذریعے سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہئے اور یہ

لِلْمُؤْمِنِينَ ۙ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ

نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس

مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ

تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا

أَوْلِيَاءَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۙ وَكَمْ مِّنْ

اتباع مت کرو اور تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو اور بہت بستیوں کو ہم

قَرِيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيِّنًا

نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں

أَوْهُمْ قَالُونَ ۙ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ

کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے سو جس وقت

إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

ان پر عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی

ظٰلِمِیْنَ ۙ

تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے

یعنی اس وقت اپنے جرم کا اقرار کیا: ب کہ اقرار کا وقت گزر گیا یہ تو دنیوی عذاب ہوا آگے بتلاتے ہیں کہ اس کے بعد عذاب اخروی کا سامان ہوگا۔

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ

پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے تھے

لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدْ وَإِلَادًا مَرَّةً فَسَجَدَ إِلَّا

سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سوسب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ سجدہ

ابْلِیْسَ لَمْ یَكُنْ مِنَ السَّاجِدِ ۝ قَالَ

کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا

مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذَا اَمَرْتُكَ ط قَالَ اَنَا

تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس

خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ

سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے

طِیْنٍ ۝

خاک سے پیدا کیا ہے

یہ دلیل کا پہلا مقدمہ ہے دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ آگ بوجہ نورانیت کے خاک تیرہ سے افضل ہے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ افضل کی فرع بھی غیر افضل کی فرع سے افضل ہے چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ افضل کا ادنیٰ کو سجدہ کرنا نامناسب ہے اس لئے میں نے سجدہ نہیں کیا پہلا مقدمہ تو بایں معنی صحیح ہے کہ انسان میں غالب جزو خاک ہے باقی مقدمے سب باطل ہیں دوسرے مقدمہ میں غلطی یہ ہے کہ عناصر میں کسی کو دوسرے پر کلی فضیلت نہیں اگر ایک عنصر میں ایک فضیلت ہے تو دوسرے میں دوسری فضیلت ہے اور جزوی فضیلت دعویٰ کے لئے مفید نہیں اور تیسرا مقدمہ اس لئے غلط ہے کہ بعض اوقات مومن کی اولاد کافر اور کافر کی اولاد مومن شریف کی اولاد نالائق رذیل کی اولاد لائق ہوتی ہے تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ آگ اگر خاک سے کسی بات میں افضل ہو تو اس سے بننے والی چیزیں بھی خاک سے بنی ہوئی چیزوں سے افضل ہوں اور چوتھا مقدمہ اس لئے غلط ہے کہ ممکن ہے ادنیٰ کی تعظیم اعلیٰ سے کرانے میں کوئی حکمت ہو مثلاً یہی کہ اعلیٰ کا نفس مہذب ہو جائے اس میں تواضع پیدا ہو جب سب مقدمات باطل ہیں تو نتیجہ بھی غلط ہے اور جن لوگوں نے اس قصہ سے فقہی قیاس کو باطل کیا ہے سخت غلطی ہے کیونکہ شیطان کا قیاس صریح حکم کے مقابل اور اس کو توڑ کرنے والا ہے اور فقہی قیاس نصوص کے مقابل نہیں ہوتا بلکہ ان کی مراد کو ظاہر کرتا ہے اور ابلیس جو کافر ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے تکبر کی وجہ سے حق تعالیٰ کے حکم پر اعتراض کیا جو کفر ہے ورنہ اگر براہ تحقیق کسی حکم کی حکمت کا سوال کیا جاوے وہ کفر نہیں ربط : تتمہ قصہ قال فاهبط تا تخرجون

اس وزن میں ایک پلہ خالی رہے گا ایک پلہ میں اگر وہ مومن ہے تو ایمان اور اگر وہ کافر ہے تو کفر رکھا جائے گا اس سے معلوم ہو گیا کہ کافر کا پلہ ایمان کا جو ہلکا ہو گا تو اس کی وجہ ایمان کی کمی نہیں بلکہ سرے سے ایمان کا نہ ہونا ہے یعنی جو پلہ ایمان کے رکھنے کے واسطے مخصوص ہے وہ خالی ہوگا اور دوسرے پلہ میں کفر ہوگا تو لامحالہ خالی پلہ بھرے پلہ کے مقابلہ میں ہلکا ہوگا جب اس تول سے مومن و کافر متمیز ہو جاویں گے تو پھر خاص مومنین کے لئے ایک پلہ میں ان کے حسنات اور دوسرے پلہ میں ان کے سینات رکھ کر اعمال کا وزن ہوگا پھر اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور اگر سینات غالب ہوئے تو دوزخ اور دونوں برابر ہوئے تو اعراف تجویز ہوگی پھر خواہ شفاعت سے سزا کے پہلے ہی یا سزا کے بعد دوزخ و اعراف والے مسلمانوں کی مغفرت ہو جائے گی اب بحمد اللہ کسی آیت اور حدیث میں کوئی اشکال نہ رہا رہی یہ بات کہ اعمال تو اجسام نہیں ان کا وزن کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ وزن کے لئے جسمیت کا شرط ہونا اس عالم کے ساتھ مخصوص ہے عالم آخرت میں غیر اجسام کا بھی وزن ہو سکتا ہے یا یہ کہ بعض روایات میں وارد ہے کہ نامہ اعمال کا وزن ہوگا اس پر تو اشکال ہی نہیں پس بعض لوگوں نے یہ جو صورت جواب کی اختیار کی ہے کہ میزان ہی میں تاویل کر دی اس سے ترازو مراد ہی نہیں لی یہ ظاہر منصوص کے بالکل خلاف ہے احادیث میں اس کے لئے پلے ہونا اور کاٹنا ہونا مصرح ہے پس ایسی تاویل جو بلا ضرورت ہو اور روایات کو توڑنے والی ہو ہرگز مقبول نہیں گو کیسا ہی بڑا شخص کہے۔ ربط : اوپر عذاب کی یاد دہانی کر کے انکار حق سے ڈرایا تھا آگے نعمتوں کو یاد دلانا قبول حق کی رغبت دلاتے ہیں اول تربیت کی نعمت مذکور ہے۔ ممکنہ میں پھر پیدا کرنے کی نعمت مذکور ہے۔ خلقنکم میں پھر قلنا للملئکۃ میں نعمت اکرام مذکور ہے اور تیسری نعمت کے ضمن میں ابلیس کے انکار حق کا قصہ اور اس کی محرومی اور ناکامی کا ذکر ہے تاکہ مخالفت اور نافرمانی کا نتیجہ بد معلوم ہو جس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ ان منکروں کو ابلیس گمراہ کر رہا ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا

اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے

لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٌ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝

اس میں سامان زندگی پیدا کیا۔ تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور ہم

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

نے تم کو پیدا کیا ہے پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں

ہے اس سے وہ دوست نہیں ہو جاتا اور و مادعاء الکفرین الافی ضلال سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کی دعا بے کار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں مقبول نہ ہوگی رہا یہ سوال کہ شیطان کو مہلت کیوں دی گئی اس کا جواب حقیقی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور ظاہری حکمتیں تو ظاہر ہیں اور جاننا چاہئے کہ یہ قصہ قرآن میں کئی جگہ مختلف عبارتوں سے آیا ہے اور ظاہر ہے کہ واقعہ کسی خاص طور پر ہوا تھا پھر سب کی صحت کی کیا صورت ہے اصل یہ ہے کہ واقعہ کو خاص طور پر واقع ہوا ہو لیکن اس کی حکایت بلفظ ضروری نہیں بلکہ نفس مضمون محفوظ رہنا چاہئے لفظی تعبیر ہر مقام کے مناسب مختلف طور سے ہو سکتی ہے۔

قَالَ فِيمَا آغْوَيْتَنِي

کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے

اور یہ کہنا خود ایک گمراہی ہے۔

لَا قُودَنَّ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝۱۶ ثُمَّ

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر

لَا تَنبِتُهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ

حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی دہنی

أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۝

جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی

یعنی ان کے بہکانے میں خوب میں خوب کوشش کروں گا۔

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝۱۷

اور آپ ان میں اکثر لوگوں کو احسان ماننے والا نہ پائے گا

شیطان کو قرآن سے معلوم ہو گیا ہوگا

قَالَ أَخْرَجَ مِنْهَا مَذْءٌ وَمَا مَدَّ حُورًا ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل

اور بہکا اس میں ہمارا کیا ضرر ہے۔

لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ

جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا اور ہم

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا

حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر

جہاں سب فرمانبردار ہی فرمانبردار جمع ہیں

فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ۝۱۸

سو نکل بیشک تو ذیلیوں میں شمار ہونے لگا

اور آسمان عزت والوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے یہاں سے لمبا بن۔ درمنثور میں نقل کیا ہے کہ ایک بار ملائکہ سے جنات کو ان کی نافرمانی کی سزا دلائی گئی تھی چنانچہ بہت سے جنات قتل ہوئے یہ ابلیس بچہ سا تھا اس کو آسمان پر لا کر رکھا گیا اور فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مشغول تھا اور اب آسمان سے نکلنے کا حکم ہوا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ سب گفتگو بلا واسطہ ہوئی تھی رہا یہ کہ ابلیس کو یہ جرات کیسے ہوئی وجہ یہ ہے کہ ادھر سے عظمت و جلال کی تجلی ظاہر نہیں کی گئی ادھر شیطان میں بے حیائی اور تکبر سے جرأت پیدا ہوئی۔

قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝۱۹ قَالَ إِنَّكَ

وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝۲۰

کہ تجھ کو مہلت دی گئی

بظاہر مہلت کا وہی وقت منظور کیا گیا ہے جو اس نے درخواست میں عرض کیا تھا اور دوسری آیت میں الی یوم الوقت المعلوم آیا ہے دونوں سے ایک ہی مراد ہے پھر شیطان کے مرنے کے وقت میں کلام ہوا ہے کعب الاحبار سے خاص یوم حشر میں اس کا مرنا منقول ہے رہا یہ اشکال کہ وہ تو زندہ ہونے کا دن ہے بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے اول حصہ میں مار کر پھر زندہ کیا جائے اور حاکم نے عبد اللہ بن مسعود سے قیامت کے قریب دابة الارض کا اس کو قتل کرنا نقل کیا ہے اور اس آیت کو بھی اسی پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ شیطان کی درخواست نا تمام منظور ہوئی اس نے قیامت تک مہلت مانگی تھی مگر قرب قیامت تک قبول ہوئی اور مجھ کو یہ قول بعید معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو قرآن میں ضرور کوئی قید مذکور ہوتی جس قید کے حذف کرنے سے مقصود کے خلاف کا وہم ہو اس کا حذف کرنا خلاف مقتضی حال ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کی دعا بھی گاہے مقبول ہو جاتی ہے مگر اس سے اکرام اور محبت لازم نہیں آتی کبھی غایت کرم سے دشمن کی بات بھی پوری کر دی جاتی

تفصیل سے ہو چکی ہے اور چونکہ وسوسہ ایک نفسانی تصرف ہے جس میں مکان کی دوری حائل نہیں ہوتی اس لئے یہ ثابت کرنے کی حاجت نہیں کہ شیطان نے بالمقابل بات کی ہو اور ان صاحبوں سے ملا ہو بلکہ ممکن ہے کہ زمین ہی پر رہ کر وسوسہ ڈالا ہو اور آدم علیہ السلام کو شیطانی وسوسہ ہونا بھی معلوم نہ ہوا ہو

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا

پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے

يُخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ طَوْنًا وَنَادَاهُمَا

رو برو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے

رَبُّهُمَا أَلَمَ أَنْهَكَمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقْلَ

لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت

تَكُنَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢٢﴾

نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے دونوں کہنے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سَكَنَةً

لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا

کہ پوری احتیاط اور تامل سے کام نہ لیا

وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ

اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا

مِنَ الْخُسِرِينَ ﴿٢٣﴾

نقصان ہو جاوے گا

کیونکہ ترقی نہ ہونا بھی نقصان ہے یا ممکن ہے کہ تواضعاً ایسے الفاظ کہے ہوں اور اس کی تحقیق کہ آدم علیہ السلام کا یہ فعل گناہ نہ تھا اور باوجود گناہ نہ ہونے کے یہ عتاب ہوا جس پر انہوں نے توبہ کی سبب سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے اور یہاں بھی ترجمہ میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں

فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ

کے دشمن ہو گئے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے

أَجْمَعِينَ ﴿٢٤﴾ وَيَا دَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ

نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو

الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ

دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار

الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾ فَوَسْوَسَ

میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔ پھر شیطان نے ان دونوں

لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وَّرِى عَنْهُمَا

کے دل میں وسوسہ ڈالنا کہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا

مِنْ سَوَاتِهِمَا

دونوں کے رو برو بے پردہ کر دے

ممکن ہے کہ اس درخت کے کھانے میں یہ خاصیت ہو کہ کھانے والا بے پردہ ہو جائے یا ممانعت کی وجہ سے یہ تاثیر رکھ دی گئی ہو۔

وَقَالَ مَا نَهَىٰ عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ إِلَّا

اور کہنے لگا تمہارا سب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر

أَنْ تَكُونَا مَلَائِكَةً أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ﴿٢٦﴾

محض اس وجہ سے کہ دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے ہو جاؤ

اور ممانعت کے وقت آپ کیلئے یہ صفات مناسب حال نہ تھے اور اب حالت میں ترقی ہو کر مناسبت پیدا ہو گئی اس لئے وہ ممانعت بھی اس وقت کے متعلق نہیں۔

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لِنَاصِحٍ ﴿٢٧﴾

اور ان دونوں کے رو برو قسم کھائی کہ یقین چاہیے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ

سوان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا۔

یعنی ایسی باتیں بنانا کہ حالت اور رائے کے اعتبار سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی نیچے لے آجائی کہ آدم علیہ السلام نے اپنی رائے عالی کو چھوڑ کر اس کی پست رائے کی طرف میلان کیا اور جنت عالی سے زمین کی پستی میں اتارے گئے اور اس دھوکہ دینے کی توجیہ اور تحقیق سورہ بقرہ کے شروع میں بہت

تجویز کیا ہے وہ تقویٰ ہے یہ ظاہری لباس سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ ظاہری لباس کا بھی شرعاً ضروری ہونا اسی تقویٰ کی فرع ہے پس اصل مقصود جو ہر حال میں ضروری ہے وہ یہ لباس ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۳۶﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولاد آدم کی

یٰبَنۡیَ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَکُمُ الشَّیۡطٰنُ

شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے۔

یعنی جب تم کو تقویٰ کا واجب ہونا اور اس سے پہلے شیطان کا دشمن ہونا معلوم ہو چکا ہے تو اس بات کا ذرا خیال رکھنا کہ شیطان تم سے تقویٰ اور دین کے خلاف کوئی کام نہ کراوے۔

کَمَا اَخْرَجَ اَبَوٰیۡکُم مِّنَ الْجَنَّةِ یَنۡزِعُ عَنْهُمَا

جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کر دیا ایسی حالت سے

لِبَاسَہُمَا لِیُرِیَہُمَا سَوَاتِیۡہُمَا اِنَّہٗ یَرٰکُم

کہ ان کا لباس بھی ان سے اتر دیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھائی دینے

ہُوَ وَقَبِیۡلُہٗ مِنْ حَیۡثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

لگے وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو عادتاً نہیں دیکھتے ہو

اور ظاہر ہے کہ ایسے دشمن سے پھر دشمن بھی قدیم بہت ہی بچنا چاہئے اور بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اور ایمان کامل اختیار کر لو ترجمہ میں اس جگہ عادت کا لفظ بڑھانے سے معلوم ہو گیا کہ مطلب یہ ہے کہ انسان کا جنات کو دیکھنا عام عادت کے خلاف ہے باقی قطعی طور پر دیکھنے کی نفی نہیں ہے پس بعض اوقات انبیاء علیہم السلام یا انبیاء کے سوا دوسرے خواص یا عوام کا جنات کو دیکھ لینا اس آیت کے خلاف نہیں۔

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیۡطٰنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیۡنَ لَا

ہم شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان

یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

نہیں لاتے

اگر بالکل ایمان نہیں ہے تو کامل رفاقت اور قدرت ہوتی ہے اور پورا ایمان کامل نہیں ہے تو ناقص رفاقت اور قدرت ہوتی ہے اور مومن

مطلب یہ ہے کہ عادت کے طور پر اصلی جگہ رہنے کی زمین ہے اور اگر خرق عادت ہو جائے جس سے کوئی آسمان پر رہنے لگے اس کی اس آیت سے نفی نہیں ہوتی پس اس سے عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جاتے اور رہنے کی نفی پر استدلال کرنا محض باطل ہے ربط: اوپر ابلیس کی گمراہی اور بنی آدم سے اس کی عداوت مذکور تھی آگے اس سے تمام کاموں میں بچنے اور احتیاط کرنے کی تاکید ہے خاص کر بعض علمی اور عملی باتوں میں جو ان آیات کے اسباب نزول ہیں۔ قد انزلنا علیکم لباساً یہ آیت قریش اور دیگر قبائل عرب کے بارہ میں نازل ہوئی کہ وہ گوشت نہ کھاتے تھے نیز بجز قریش کے دوسرے قبائل برہنہ طواف کرتے تھے ابن عباس سے منقول ہے کہ عورتیں برہنہ طواف کرتیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں خذوا زینتکم اور قل من حرم زینۃ اللہ اور بعض اہل جاہلیت ایام حج میں کھانا سدر مت کھاتے اور چکنائی چھوڑ دیتے تھے بعض مسلمانوں کو ایسا خیال ہوا اس پر کلووا واشربوا الخ نازل ہوا اور ان امور کے بیان کو مقام سے خاص تعلق یہ ہے کہ اوپر شیطان کی عداوت کا اثر آدم علیہ السلام کے ساتھ طعام و لباس میں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ درخت کھلا کر باقی کھانوں سے محروم کر دیا اور لباس بھی اتر دیا یہی اثر ان کی اولاد کے ساتھ ظاہر ہوا کہ عقائد فاسدہ میں ان کو مبتلا کر کے لباس اور طعام سے محروم کرتا ہے نیز اوپر انعامات کا ذکر ہے لباس اور طعام بھی نعمت ہیں آگے ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ قد انزلنا علیکم لباساً

وَمَتَاعٌ اِلٰی حَیۡنٍ ﴿۳۸﴾ قَالَ فِیہَا تَحِیُّوْنَ

اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا

وَفِیہَا تَمُوۡتُوۡنَ وَمِنْہَا تَخْرٰجُوۡنَ ﴿۳۹﴾

ہے اور وہاں ہی مرنے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔ اے اولاد

یٰبَنۡیَ اٰدَمَ قَدْ اَنۡزَلْنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ

آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن

سَوَاتِیۡکُمۡ وَرِیۡشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ

کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یہ اس

خیر

سے بڑھ کر ہے

یعنی اس ظاہری لباس کے علاوہ ایک معنوی لباس بھی تمہارے لئے

یعنی ہر عبادت کے وقت اپنے دل کو اللہ کی طرف جھکاؤ بت وغیرہ کو سجدہ اور ان کی کوئی عبادت مت کرو۔

وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو

یعنی شرک کا عقیدہ مت رکھو ان احکام میں سب اصول شریعت آگئے انصاف میں حقوق العباد اور رخ سیدھا کرنے میں تمام اعمال و طاعت اور خالص رکھنے میں تمام عقائد غرض اللہ تعالیٰ کے تو یہ احکام ہیں ان کو مانو کیونکہ صرف حکم دے کر تم کو نہیں چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک وقت حساب و کتاب کا بھی آنے والا ہے یعنی قیامت

كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ط

تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے

قدرت خداوندی پر نظر کرتے ہوئے اس کو مستبعد سمجھنا لغو ہے جب دوبارہ پیدا ہو گے اس وقت جزا و سزا ملے گی آگے اس کی تفصیل بتلاتے ہیں۔

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ط

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے

غرض ہر ایک کو وقت پر مناسب جزا و سزا ملے گی آگے ان لوگوں کے گمراہ ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں۔ آ

إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ

ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنا لیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر

دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُم مُّهْتَدُونَ ط

اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں

راہ راست پر ہونے کا خیال یا تو اس لئے ہے کہ بزم خود اپنے دین کو حق سمجھتے ہیں یا حق تو نہیں سمجھتے مگر کسی مصلحت کی وجہ سے باطل پر جے ہوئے ہیں اور اپنے نزدیک اس مصلحت کی رعایت کو ضروری سمجھ کر باوجود باطل پر ہونے کے اپنے کو راہ پر سمجھتے ہیں۔ صورت اول میں اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب ایک شخص واقع میں اپنے کو حق سمجھتا ہے اگرچہ غلطی ہی پر ہو اس پر کیا الزام وہ تو معذور ہونا چاہئے کیونکہ اس کو اپنی غلطی کی اطلاع ہی نہیں جواب یہ ہے کہ معذور اس لئے نہیں کہ باوجود دلائل صحیحہ تو یہ قائم ہونے کے اس نے تامل کیوں نہیں کیا کیونکہ ایسے دلائل سے طبعاً اضطراری طور پر

کامل پر اس کا اصلاً قابو نہیں چلتا انہ لیس لک سلطان علی الذین امنوا و علی ربهم یتوکلون جو لوگ خدا پر (کامل) ایمان اور بھروسہ رکھتے ہیں ان پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے

آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ط

باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے

اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا قابو چلے گا کہ شرک اور کفر میں مبتلا کر رکھا ہے کہ عقائد میں یہ اعلیٰ درجہ کی بے حیائی ہے اور اعمال میں ننگے طواف کرنا پوری بے شرمی ہے آگے جواب کی تعلیم ہے۔

قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اتَّقُوا اللَّهَ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا خدا کے ذمے ایسی

عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ط

بات لگاتے ہو جس کی تم سب نہیں رکھتے

اس سے ان کی بات کا جواب نکل آیا کیونکہ کسی کو تقلید اس مسئلہ میں جائز ہے جس میں شرعی سند اور اجازت تقلید کے لئے ہو اور اس کے لئے سب شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مسئلہ نص قطعی کے خلاف نہ ہو اور یہاں خود حکم قطعی کی مخالفت کی وجہ سے شرائط معدوم ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ایسی باتوں کی اجازت نہیں دیتے پس ایسی تقلید سے حجت پکڑنا خود باطل ہے۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي

آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے

یعنی جن باتوں کو تم خدا کی طرف منسوب کرتے ہو وہ تو غلط ٹھہریں اب وہ باتیں سنو جن کا حکم کرنا واقعی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہے وہ تو ایسی اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں مثلاً (ترجمہ دیکھو)

بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ

انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ

كُلِّ مَسْجِدٍ

سیدھا رکھا کرو

خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط

زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کیلئے ہیں

یعنی فقط استعمال کی اجازت مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہاں جس استعمال کے بعد کوئی وبال نہ ہو وہ البتہ مقبولیت کی دلیل ہے سو ایسا استعمال خاص اہل ایمان کا حصہ ہے بخلاف کفار کے کہ یہاں گونہم میں ہیں مگر چونکہ ان نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا بلکہ کفر و شرک میں مبتلا رہے اس لئے وہاں یہ نعمتیں ان کے لئے وبال جان بن جائیں گی اور سب کھایا پینا تک کی راہ نکل جاوے گا۔

كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۳۲﴾

ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کیا کرتے

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

ہیں۔ آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان

وَمَا بَاطِنَ

میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی

یعنی جن چیزوں کو تم نے بلا دلیل حرام اعتقاد کر کے چھوڑ رکھا ہے اور بعض اوقات ان کی حرمت کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو ان کو تو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا خدا نے تو ان چیزوں کو حرام کیا ہے جن میں تم اکثر مبتلا ہو علانیہ گناہ جیسے برہنہ طواف کرنا اور پوشیدہ جیسی بدکاری وغیرہ

وَالْأَنۡتُمْ وَابۡغَیۡ بِغَیۡرِ الْحَقِّ وَآنۡ تَشۡرِکُوۡا

اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے

بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنۡزِلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا

ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی

نہ کلی طور پر نہ جزئی طور پر پس اس میں تمام دلائل شرعیہ داخل ہو گئیں کیونکہ نازل شدہ نصوص سے ان کا بھی معتبر ہونا معلوم ہو چکا ہے۔

وَآنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو

یعنی جو واقع میں حلال ہیں ان کو تو تم نے حرام سمجھا اور جو واقع میں حرام ہیں ان کو حلال سمجھا عجب جہل میں گرفتار ہو اور جس طرح قل امر ربی بالقسط میں

جانب مخالف کا تردد اور احتمال پیدا ہو جاتا ہے اور آیت میں جن لوگوں کی مذمت ہے وہ ایسے ہی تھے بلکہ اکثر تو اپنے طریقہ کو باطل سمجھنے والے تھے اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ جب وہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا ہے تو مومن ہونا چاہئے پھر اس کو کفار میں کیوں شمار کیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے دل سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب اور برتاؤ سے انبیاء کی مخالفت و عداوت کرنا بھی کفر ہے البتہ جو شخص طلب حق میں اپنی پوری کوشش خرچ کر چکا ہو اور پھر بھی اس کی نظر صحیح راستہ پر نہ پہنچی ہو اس کی نسبت بعض علماء کی نرم رائے ہے مگر اسلم یہ ہے کہ خدا کے حوالہ کیا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اٰتُوۡا زَيۡتُکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ

اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو

مسجد کی حاضری کی قید اتفاق ہے کیونکہ وہ لوگ طواف وغیرہ ہی کے وقت برہنہ ہوا کرتے تھے نیز اس وقت میں لباس پہننا زیادہ موکد ہے اور یوں تو ہر وقت ستر کا چھپانا واجب ہے آگے بتلاتے ہیں کہ اسی طرح کھانے پینے کی حلال چیزوں کو حرام سمجھ کر چھوڑ دینا جیسا کہ مشرکین کرتے تھے یہ بھی شیطانی گمراہی ہے اس سے بھی باز آؤ۔

وَكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ

اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے

الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۴﴾ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰهِ الَّتِیۡ

والوں کو۔ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے

اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ط

بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو جس شخص نے حرام کیا ہے

یعنی حرمت کے لئے حرام کرنے والے کی ضرورت ہے وہ بجز خدا کے کون ہے اب اس جگہ کفار کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ ہم بھی اللہ کے محبوب و مقبول ہیں کہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کیں اس لئے اس وہم کو آگے دفع کرتے ہیں۔

قُلۡ هِیَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الْحَیۡوَةِ الدُّنْیَا

آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی

خدا کی طرف منسوب کرے اور جو خدا نے کہی ہو اس کو بے کہی بتلائے پس جب تکذیب کرنے والوں کا سخت وعید کا مستحق ہونا معلوم ہو گیا اب تفصیل سنو

أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ط

ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جاوے گا

لیکن آخرت میں مصیبت ہی مصیبت ہے آگے ان کی موت کی حالت بتلاتے ہیں کہ عالم برزخ میں قیامت سے پہلے ہی ان کو مصیبت کا سامنا ہوگا۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُتَوَفَّوْنَهُمْ ط

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے

قَالُوا آيِنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط

آویں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے

اب اس مصیبت میں کیوں نہیں کام آتے۔

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ط

وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا

أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ط

اقرار کرنے لگیں گے

لیکن اس وقت کا اقرار بے کار ہے اور بعض آیات میں ایسے ہی سوال و جواب کا قیامت میں ہونا بھی مذکور ہے سو دونوں موقعوں پر ہونا ممکن ہے آگے ان کا قیامت کا حال بتلاتے ہیں۔

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ ط

اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے تم سب سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں

مِّنَ الْجِنَّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ط

سے بھی اور آدمیوں میں بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ

چنانچہ آگے پیچھے سب کفار اس میں داخل ہوں گے آگے داخلہ کی کیفیت بتلاتے ہیں۔

كَلَّمَآدَخَلَتْ أُمَّةٌ ط

جس وقت بھی کوئی (کفار کی) جماعت داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو

جوان ہی جیسے کافر ہوں گے اور ان سے پہلے دوزخ میں جا چکے ہوں گے۔

تمام مامورات داخل تھے اسی طرح یہاں انما حرم میں تمام ممنوعات داخل ہیں ناحق ظلم میں سب معاملات آگئے اور شرک اور بے سند باتوں میں تمام عقائد فاسدہ اور گناہ میں تمام اعمال و معاصی آگئے جن میں سے بے حیائی کے گناہوں کو خاص طور پر اہتمام کے لئے ذکر کر دیا گیا۔ ربط: اوپر عقائد و اعمال میں ابلیس کی اتباع و موافقت و احکام الہیہ کی مخالفت سے منع کیا گیا تھا آگے بتلاتے ہیں کہ اس مضمون کا خطاب تم کو جدید نہیں بلکہ عالم ارواح میں یہ عہد لے لیا گیا تھا اور وعدہ وعید سنا دیئے گئے تھے اور اس میں رسالت و معاد کا اثبات بھی ہو گیا۔ یعنی ادم تا خلدون

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا

اور ہر گروہ کے لئے ایک معاد معین ہے سو جس وقت ان کی معاد معین آ جاوے

يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ط

گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

ہم نے عالم ارواح ہی میں کہہ دیا تھا (آگے ترجمہ) ربط: اوپر عہد مذکور میں جنت دوزخ کا اجمالاً بیان تھا آگے کسی قدر مفصل ذکر ہے اول دوزخ والوں کا پھر جنت والوں کا۔

يَبْنِي أَدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ يَفْصَحُونَ ط

اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہو گئے جو

عَلَيْكُمْ أَيْتِي لَفَمِنَ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ ط

میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پر ہیز رکھے اور درستی کرے سو

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ط وَالَّذِينَ كَذَّبُوا ط

ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ ہمارے

بِأَيِّتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ط

ان احکام کو جھوٹا بتلا دیں گے اور ان سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ط فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ط

ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ مواس شخص سے زیادہ ظالم کون

افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ط

ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلا دے

فَمَنْ أَظْلَمُ تَابَمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ یعنی جو بات خدا نے کہی نہ ہو اس کو تو

یعنی حق تعالیٰ کے اس جواب کو سن کر وہ پہلے داخل ہونے والے بولیں گے کہ جب سزا کی یہ حالت ہے کہ آنا فانا بڑھتی جائے گی تو تخفیف عذاب میں تم کو ہمارے اوپر کچھ فضیلت نہیں تخفیف نہ ہم کو نہ تم کو چپکے بیٹھے رہو۔

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۳۹﴾

سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو یہ تو کفار کے جہنم میں جانے کی حالت ہوئی اب جنت سے محرومی کی کیفیت سنو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان (کے ماننے) سے تکبر کرتے

عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے

یعنی ان کی رو جس آسمانوں میں نہ چڑھ سکیں گی یہ تو حالت مرنے کے بعد عالم برزخ میں ہوگی آگے قیامت کا حال سنو

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ

اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے

فِي سِمِّ الْخِيَاطِ ط

کے اندر سے نہ چلا جاوے

اور یہ محال ہے پس ایسے ہی ان کا جنت میں جانا بھی محال ہے۔

وَكَذَلِكَ

اور ہم مجرم لوگوں کو

یعنی ہم کو ان سے کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا نہ جرائم کا ارتکاب کرتے نہ یہ سزا بھگتنا پڑتی۔

نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ

ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ان کے لئے آتش دوزخ کا

مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط

بچھونا ہو گا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہو گا

لَعَنَتْ أُخْتَهَا ط

لعنت کرے گی

یعنی باہم ہمدردی نہ ہوگی بلکہ ہر شخص دوسرے کو بری نظر سے دیکھے گا اور برا کہے گا کیونکہ سب حقائق اس وقت منکشف ہو چکے ہوں گے۔

حَتَّىٰ إِذَا ارْكَبُوا فِيهَا

یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جاویں گے تو پچھلے لوگ

جو بعد میں داخل ہوئے ہوں گے اور کفر میں دوسروں کے تابع ہوئے تھے

جَمِيعًا ط

پہلے لوگوں کی نسبت

یعنی ان لوگوں کی نسبت جو بوجہ پیشوائے کفر ہونے کے دوزخ میں پہلے داخل ہو چکے ہوں گے۔

قَالَتْ أَخْرِبْهُمْ لَا وَلَهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ

کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے

أَضَلُّونَا فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ط

گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دو گنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ

قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ

فرما دیں گے کہ سب ہی کا دو گنا ہے

یعنی ان کو دو گنا ہونے سے تم کو کوئی تسلی اور راحت ہو جائے گی بلکہ تمہارا عذاب بھی آنا فانا بڑھتا جائے گا اس لئے وہ ان کے دو گنے جیسا ہو گیا ابھی تو عذاب کی ابتدا ہی ہے بڑھنے کو نہیں دیکھا اسی لئے ایسی باتیں بنا رہے ہو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کو دو گنا عذاب ہونا تمہاری تسلی اور غصہ بجھنے کا سبب ہو سکتا ہے تھوڑی دیر میں سب باتیں بھول جاؤ گے۔

وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾ وَقَالَتْ أُولَهُمَّ

لیکن (ابھی) تم کو (پوری) خبر نہیں۔ وہ پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے

لَاخْرِبْهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

کہیں گے کہ بس پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں

لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

واقعی ہمارے رب کے پیغمبر بھی باتیں لے کر آئے تھے

چنانچہ انہوں نے جن اعمال پر جنت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا

وَنُودُوا أَن تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا

اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

تمہارے اعمال کے بدلے

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال جنت میں داخل ہونے کا سبب ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ اعمال کے سبب کوئی جنت میں نہ جائے گا بلکہ رحمت الہی کی وجہ سے جائیں گے۔ اصل یہ ہے کہ آیت میں ظاہری سبب مراد ہے اور اعمال ظاہری سبب تو جنت میں جانے کا ہے اور حدیث میں حقیقی سبب مراد ہے اور بلاشبہ اعمال جنت میں جانے کا حقیقی سبب نہیں بلکہ حقیقی سبب محض رحمت الہی ہے پس کوئی تعارض نہ رہا اور یہ نداء کرنے والا ایک فرشتہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے فیذهب الملك فيقول سلم عليكم تلك الجنة اور ثموها بما كنتم تعملون کہ فرشتہ جا کر جنتیوں سے کہے گا کہ السلام علیکم تم اپنے اعمال صالحہ کے سبب اس جنت کے وارث بنائے گئے ربط: اوپر اہل جنت و اہل نار کی جزا و سزا کی تفصیل تھی آگے بطور تہتمہ کے ان میں جو باہم بات چیت ہوگی اس کا بیان ہے اور ان کے ساتھ اہل اعراف کی بھی کچھ باتیں اور حالات مذکور ہیں جن کی حالت ابتداء بین بین ہوگی۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنِ قَدْ

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا

و نادى اصحاب الجنة تا كانوا يمجحدون کہ ایمان و اعمال صالح اختیار کرنے سے جنت دیں گے

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ

ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا۔ سو تم نے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا

مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا

یعنی تم سے جو کہا گیا کہ کفر کے سبب دوزخ میں پڑو گے اب تو اللہ و رسول کے سچے ہونے کی اور اپنی گمراہی کی حقیقت معلوم ہوئی ہوگی اور اہل جنت کا یہ

غرض وہ آگ چار طرف سے ان کو محیط ہوگی کہ کسی طرف سے ان کو راحت نہ ملے۔

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۴﴾ وَالَّذِينَ

ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور جو لوگ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَفِّ نَفْسًا إِلَّا

ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے

وَسَعَهَا

زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے

یہ کلام بطور جملہ معترضہ کے ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نیک کام چنداں مشکل بھی نہیں کیونکہ ہماری عادت ہے کہ وسعت سے زیادہ کسی پر بار نہیں ڈالتے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۵﴾

ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ

اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے

یعنی دوزخ والوں جیسا حال نہ ہوگا کہ وہاں بھی لعنت و پھٹکار اور بغض و عداوت ہی رہے بلکہ ان کے برعکس جنت والوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ اگر کسی معاملہ میں طبعی اقتضا کی وجہ سے دنیا میں کچھ رنج و غبار ہو گیا ہوگا وہاں سب نکل جائے گا اور باہم خوب الفت سے رہیں گے

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ

ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ

لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ

احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی

لَوْلَا أَن هَدَانَا اللَّهُ

اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے

پہنچانے میں یہ بھی آگیا کہ وہاں تک پہنچنے کا جو طریقہ تھا وہ بتلادیا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ اور ان پر چلنے کی ہم کو توفیق دی۔

پکارنا اپنی حالت پر خوشی ظاہر کرنے اور ان کی حسرت بڑھانے کو ہوگا۔

قَالُوا نَعَمْ ج

وہ کہیں گے ہاں

یعنی واقعی اللہ و رسول کی سب باتیں ٹھیک نکلیں۔

فَإِذَنْ مُّوَدِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَهُ اللَّهُ عَلَى

پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو

الظَّالِمِينَ ﴿۳۳﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ

ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے

سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ

اور اس میں کبھی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے

كُفْرُونَ ﴿۳۴﴾

بھی منکر تھے

جس کا نتیجہ آج بھگت رہے ہیں یہ کلام تو اہل جنت کا اور ان کی تائید میں اس سرکاری منادی کا مذکور ہوا آگے اعراف والوں کا ذکر ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ج

اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی

یعنی ایک دیوار ہوگی جس کا ذکر ایک آیت میں سورہ حدید کی ہے ہسورلہ باب اس دیوار کا خاصہ یہ ہوگا کہ جنت کا اثر دوزخ تک اور دوزخ کا اثر جنت تک نہ جانے دے گی رہا یہ کہ پھر گفتگو کیونکر ہوئی سو ممکن ہے کہ اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا اس میں سے یہ گفتگو ہو یا ویسے ہی آواز پہنچ جائے اور اس دیوار کا یا اس کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے اس پر سے جنتی اور دوزخی سب نظر آویں گے۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمِهِمْ ج ۱۰

اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہونگے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ

وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ قَف

سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف

لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿۳۵﴾

جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے۔

چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کی امید پوری کر دی جائے گی اور جنت میں جانے کا حکم ہو جائے گا نیز جب وہ گنہگار جن کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں گے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے تو اہل اعراف جن کے سینات و حسنات برابر ہوں گے بدرجہ اولیٰ جنت میں جانے چاہئیں دلالت النص بھی اس کو مقتضی ہے۔

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ

اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی۔

جو کہ کافر ہوں گے اور کافروں کی تخصیص غالباً اس لئے کی گئی کہ ابھی تک دوزخ میں گنہگار مسلمان بھی ہوں گے قرینہ اس کا یہ ہے کہ جب اہل اعراف ہنوز جنت کی امید ہی میں ہیں اس میں داخل نہیں ہوئے تو گنہگار مسلمان جن کے گناہ اہل اعراف کے گناہوں سے زیادہ ہیں اور اس لئے وہ دوزخ بھیجے گئے بدرجہ اولیٰ دوزخ سے ابھی نہ نکلے ہوں گے اس لئے یہ قید بڑھائی گئی کہ بہت سے آدمیوں کو (یعنی کافروں کو) پکاریں گے کیونکہ اس گفتگو کے مخاطب گنہگار مسلمان نہ ہوں گے۔

قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۳۶﴾

تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے

وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ

اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافہ سے پہچانیں گے

کیونکہ کافروں کے چہرہ پر ظلمت و کدورت ہوگی چنانچہ دنیا میں بھی اہل بصیرت صورت دیکھ کر مسلمان و کافر کا امتیاز کر لیتے ہیں گو شکل و لباس وغیرہ میں کیسے ہی مشابہ ہوں اور آخرت میں تو کافر و مسلم میں نمایاں فرق ظاہر ہوگا جس کو ہر شخص پہچان لے گا۔

بِسِيمَتِهِمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا

پکاریں گے کہیں گے تمہاری جماعت اور تمہارا

كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۳۷﴾

اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا

تم اسی تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ بے چارے خدا کے فضل و کرم کے کیا مستحق ہوتے۔ اہل اعراف

اللہ علیہم من بیننا تو ان مسلمانوں کو اب تو دیکھو۔

أَهْوَلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ

کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر

بِرَحْمَةٍ أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا

اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا۔ ان کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ

أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿۵۹﴾

اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے

تو ان پر تو اتنی بڑی رحمت ہوئی اور یہ جو گفتگو باہمی ہوگی اس میں دو احتمال ہیں یا تو کیف مآتق بعض کی بعض سے ہو یا خاص جان پہچان والوں سے ہو۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا

اور دو ترخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال

عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے

کیونکہ ہم بھوک اور پیاس اور سخت گرمی کے مارے بے دم ہوئے جاتے ہیں خدا کے واسطے کچھ دے دو شاید کسی قدر تسکین ہو جائے اور اس گفتگو سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امید کر کے مانگیں گے بلکہ غایت اضطراب میں بعید از توقع باتیں بھی منہ سے نکلا کرتی ہیں۔

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۶۰﴾

جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے

الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمْ

بندش کر رکھی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا

اس لئے دین کی کچھ پرواہ ہی نہ کی اور یہ تو دارالجزاء ہے جب دین ہی نہیں تو اس کا ثمرہ کہاں نصیب ہوا گے حق تعالیٰ اہل جنت کے اس جواب کی تصدیق فرماتے ہیں۔

رابطہ: اوپر جزا و سزا کی تفصیل تھی آگے یہ فرماتے ہیں کہ اس واشگاف بیان کا اور نیز دیگر مضامین قرآنیہ کا تو یہ مقتضی تھا کہ کفر و مخالفت سے باز آ

جاتے لیکن کفار و معاندین کی قساوت اس درجہ بڑھی ہے کہ عذاب آنے سے پہلے نہ مانیں گے مگر اس وقت ماننا کام نہ آئے گا۔

فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسَوَا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ

سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا۔

هَذَا ۚ وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۶۱﴾

اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ

ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح کر کے

عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۶۲﴾

بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لے آتے ہیں

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۚ

ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کا خیر نتیجہ کا انتظار ہے

یعنی یہ لوگ جو باوجود اتمام حجت کے ایمان نہیں لاتے تو ان کی حالت سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ گویا خود عذاب کا واقع ہو جانا چاہتے ہیں۔

يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ

جس روز اس کا خیر نتیجہ پیش آوے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ

تھے یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لائے تھے۔

مگر ہم سے حماقت ہوئی کہ باوجود دلائل دیکھ لینے کے بھی ان کو جھٹلاتے رہے۔

فَهَلْ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ

سواب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا ہم پھر

فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوا

واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے

أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۶۳﴾

تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے۔ سب گم ہو گیا بیشک تمہارا

وَالْأَرْضِ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ

رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

الْعَرْشِ

پھر عرش پر قائم ہوا۔

رابطہ: اوپر چند باتیں مذکور تھیں ایک تو معاد کی تفصیل تھی چونکہ مشرکین دوبارہ زندہ ہونے کو دشوار سمجھتے تھے اس لئے آگے اپنی قدرت اور کامل تصرف کو بیان کرتے ہیں جو آسمان و زمین کی پیدائش کے بیان سے شروع ہو کر بارش کے ذکر پر ختم ہوا چونکہ بارش سے مردہ زمین کو حیات حاصل ہوتی ہے اس لئے کذلک نخرج الموتیٰ سے صراحت معاد کا امکان ثابت کیا کہ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے دوسرے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بت وغیرہ وہاں کام نہ آئیں گے اس سے شرک کا ابطال ہو چکا تھا اس مناسبت سے آگے توحید کا بیان فرمایا تیسرے اوپر بیان کیا تھا کہ قرآن سے صرف مومنین ہی منتفع ہوتے ہیں اگرچہ اس کا خطاب عام ہے آگے والبلد الطیب میں اس کی مثال بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لاله روید و در شوره بوم خس

ان ربکم اللہ تایشکرون یعنی تخت شاہی پر قائم ہو کر زمین و آسمان میں احکام جاری کرنے لگا (اگرچہ اسویٰ علی العرش کی تفسیر میں موافق مذاق سلف کے اسلم یہ ہے کہ سکوت کیا جائے اور یہی ہمارا بھی مذاق ہے مگر جب متاخرین نے تاویل کا دروازہ کھول دیا تو یہ تاویل جو اس جگہ کی گئی ہے نہایت لطیف ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ محاورات میں تخت نشین ہونا اجراء احکام و تدبیر و انتظام کرنے کے معنی میں بولا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ کے بعد فلاں شخص تخت نشین ہوا چاہے اس کو تخت پر بیٹھنے کی نوبت بھی نہ آئی ہو مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے بعد وہ حاکم ہوا اس نے انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا یہی محاورہ قرآن میں استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد صرف یہی ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان و زمین وغیرہ پیدا کرنے کے بعد ان میں احکام جاری کرنے لگے اور تدبیر و انتظام کرنے لگے چنانچہ ایک آیت میں اسویٰ علی العرش کے بعد یہ پیدالامر بھی موجود ہے جس کو اسویٰ علی العرش کی تفسیر کہا جاوے تو اس تاویل کی اس سے تائید ہو جاتی ہے اور اگر اس جگہ بھی استویٰ علی العرش کے بعد یغشی اللیل النہار میں تدبیر و انتظام کا ذکر ہے اب

یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ تو تخت پر بیٹھنے سے پاک ہے اور استویٰ علی العرش سے اس کا شبہ ہوتا ہے جواب یہ ہوا کہ اسویٰ علی العرش موافق محاورات کے بولا گیا ہے جس سے تدبیر و انتظام کرنا مراد ہے کہ یہی معنی تخت نشینی کے لفظ سے عرفاً سمجھے جاتے ہیں پس متاخرین نے جہاں اور تاویل کی ہیں وہاں اس کو بھی جگہ دے دو کہ انشاء اللہ یہ سب سے لطیف تاویل ہے۔

يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا

چھپا دیتا شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلتی ہے

یعنی دن آنا فنا گزرتا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ دفعۃً رات آ جاتی ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ

اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم

بِأَمْرِهِ ۚ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۚ تَبَرَّكَ

کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا

بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں تم لوگ اپنے پروردگار

وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾

سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی (ہے

کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں

مثلاً جو چیزیں عقلاً یا شرعاً محال ہیں یا عادتاً مستبعد ہیں یا گناہ یا بیکار

ہیں ان کو مانگنے لگے مثلاً نبوت یا فرشتوں پر حکومت یا اجنبی عورت سے

وصال اور اس کے مثل کوئی چیز مانگنے لگے یہ سب ادب کے خلاف ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا

اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ

یعنی توحید اور نبوت کے ماننے سے اور اجراء احکام شرعیہ سے جن کی

اوپر تعلیم کی گئی ہے عالم میں امن قائم ہوتا ہے تم تعلیم مذکور کو چھوڑ کر نقص

امن مت کرو آگے دعا کے علاوہ بقیہ عبادات کا حکم ہے۔

وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے

یعنی عبادت کر کے نہ تو ناز ہو اور نہ مایوسی ہو آگے عبادت کی ترغیب ہے۔

ایسے ہی ہم نے قدرت کا نمونہ تمہارے سامنے ظاہر کر دیا جو قیامت کے امکان کے لئے کافی دلیل ہے اس میں غور کر کے قیامت کا قائل ہو جانا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے کمالات ذاتی وصفات معلوم کر کے کسی کو اس کی عبادت وغیرہ میں شریک نہ کرنا چاہئے اس کا کافی بیان سے بھی اگر کوئی منفع نہ ہو اور ان کو نہ مانے تو مثل خراب اور شور زمین کے اسی کی ناقابلیت ہے۔

كَذَلِكَ نَصْرَفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾

اسی طرح ہم (ہمیشہ) دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ

جو قدر کرتے ہیں ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم

اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ﴿٥٩﴾

(صرف) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں

رابطہ: شروع سورت سے یہاں تک نبوت اور معاد اور توحید کا اثبات ہے اور اتباع کی ترغیب اور مخالفت سے ترہیب اور ابلیس کے گمراہ کرنے کا بیان تھا جیسا کہ عنوانات سے ظاہر ہے آگے ان ہی مضامین کے مناسب چند قصے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے مذکور ہوتے ہیں نبوت سے تو ان قصوں کو مناسبت ظاہر ہے کہ جب اور انبیاء بھی ہوئے ہیں پھر آپ کی نبوت پر کیا تعجب ہے نیز پچھلے قصوں کا صحیح طور پر بلا نقل مستقل کے بیان کر دینا مدعی رسالت کے لئے خود ایک معجزہ اور نبوت کی بڑی دلیل ہے توحید سے مناسبت اس طرح ہے کہ یہ سب حضرات انبیاء توحید کی تعلیم کرتے آئے اور پچھلی امتوں پر جو عذاب نازل ہوئے ان کے ذکر سے ترغیب و ترہیب پیدا ہوگی اگر وہ انبیاء کا اتباع کرتے تو ان عذابوں سے محفوظ رہتے اگر ہم بھی ان جیسا طریقہ اختیار کریں گے تو عذاب کا ہمارے لئے بھی اندیشہ ہے اور ان سب قصوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی ہے کہ تکذیب سب کی ہوتی آئی ہے۔ آپ غم نہ کریں۔ ولقد ارسلنا نوحا ناصحا عظیم پس بت پرستی چھوڑ دو اور ان کے بتوں کے نام سورہ نوح میں ہیں ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر۔

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٩﴾

مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے

وہ اندیشہ قیامت کے دن کا ہے یا طوفان کے دن کا جس صورت میں کہ وہ کہنا نہ مانیں اور اطاعت نہ کریں۔

قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِي

بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور وہ (اللہ)

يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ﴿٥٩﴾

ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں۔

حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا

یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں

اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ بادلوں کے اجزاء کو ہوا باہم ملا دیتی ہے نیز ہوا کی وجہ سے بادل معلق رہتے ہیں ورنہ مرکز کی طرف مائل ہو جاتے نیز ہوا کے سبب بادل ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہیں اور بارش سے پہلے ہوا کا آنا جو بتلایا ہے یہ باعتبار اکثر اوقات کے ہے پس کبھی ایک کا بدوں دوسرے کے ہونا موجب اشکال نہیں۔

ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَكْدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَاهُ

تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس

الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ﴿٥٩﴾

بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں

جس سے علاوہ ان تصرفات کے ہماری توحید بھی ثابت ہوئی اور دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت بھی معلوم ہوئی۔

كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٩﴾

یونہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کر دیں گے تاکہ تم سمجھو

کہ جو ان باتوں پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ کلام الہی ہدایت کے لئے فی نفسہ بہت کافی ہے لیکن قابل اور ناقابل کے تفاوت کی وجہ سے کوئی منفع ہوتا ہے کوئی نہیں اس کی مثال بارش ہی کے آثار میں غور کر کے سمجھ لو۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتَهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ﴿٥٩﴾

اور جو ستھری سرزمین ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے

وَالَّذِي خَبِثَ لَا يَخْرِجُ إِلَّا نَكِدًا ﴿٥٩﴾

اور جو خراب ہے اس کی پیداوار اور (اگر نکلی بھی تو) بہت کم نکلتی ہے

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ

ان کی قوم کے آبرو دار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۹۰

صریح غلطی میں (بتلا) دیکھتے ہیں

کہ ہمارے طریقہ کے خلاف توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب کا ڈراوا دکھا رہے ہو۔

قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۹۱

پروردگار عالم کا رسول ہوں

انہوں نے مجھ کو توحید پہنچانے کا حکم کیا ہے اس لئے اپنا منہ بھی کام کرتا ہوں۔

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ

تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں

کیونکہ توحید میں تمہارا ہی نفع ہے اس تبلیغ میں میری کوئی دنیوی غرض نہیں ہے بلکہ محض تمہاری خیر خواہی ہے۔

وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۹۲

اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں

اس لئے تم جو عذاب عظیم سے تعجب کرتے ہو یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلادیا ہے کہ ایمان نہ لانے سے عذاب عظیم واقع ہوگا۔

أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ

اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس

عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی۔

یعنی تم کو میرے رسول ہونے پر بوجہ بشر ہونے کے تعجب کیوں ہے نبوت اور بشریت میں کچھ منافات نہیں۔

لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۹۳

تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تا کہ تم ڈر جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جاوے سو وہ لوگ

فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ

ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں

وَأَعْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا

کشتی کا قصہ اور نیز طوفان میں بجز کشتی والوں کے سب کا غرق ہو جانا سورہ نوح اور سورہ ہود میں آدے گا اور اس سے نوح علیہم السلام کی نوبت کا عام ہونا لازم نہیں آتا اس کی تحقیق سورہ آل عمران میں آچکی ہے اور ایک قصہ کا مختلف الفاظ سے قرآن میں آنا اس کی بھی تحقیق اسی سورہ کے شروع میں آچکی ہے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے یہ سب باتیں مختلف اوقات و مختلف مجالس میں اپنی اقوام سے کی ہوں اور قوم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو کسی نے کچھ کہا ہو۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عِيبِينَ ۝۹۴ وَإِلَىٰ عَادِ

بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے اور ہم نے قوم عاد کی طرف

والیٰ عادت ما کانوا مؤمنین عاد اصل میں ایک شخص کا نام ہے پھر اس کی اولاد کو بھی عاد کہنے لگے۔ اور یہ لوگ بڑے قوی الجثہ ہوتے تھے۔

أَخَاهُمْ هُودًا ۝۹۵

ان کے بھائی ہود

اہل نسب کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ ہود علیہ السلام قوم عاد کے بھائی ہیں اور قوم عاد ہی میں سے ہیں اور کچھ لوگ ان کو دوسری قوم کا بتلاتے ہیں اور قرآن میں جو ان کو عاد کا بھائی کہا گیا ہے اس میں تاویل کرتے ہیں کہ شرکت وطن کی وجہ سے بھائی کہہ دیا گیا

قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ

کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی

غَيْرُهُ ۝۹۶ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝۹۷

تمہارا معبود نہیں سو کیا تم نہیں ڈرتے

یعنی ایسے بڑے جرم عظیم شرک میں مبتلا ہو کر بھی خدا کا خوف نہیں کرتے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ

ان کی قوم میں جو آبرو دار لوگ کافر تھے

إِنَّا لَنَزَّلْنَا فِي سَفَاهَةٍ

انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں

کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو جو ہمارے قدیم طریقہ کے خلاف ہے

اور عذاب سے ڈرا رہے ہو۔

وَإِنَّا لَنُظُنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿۶۶﴾

اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں

یعنی تعوذ باللہ نہ توحید صحیح مسئلہ ہے نہ عذاب کا آنا صحیح ہے۔

قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی

رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۷﴾

نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں

انہوں نے مجھ کو توحید کی تعلیم اور عذاب سے ڈرانے کا حکم کیا ہے اس

لئے اپنا منہی کام کرتا ہوں۔

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ

تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم

أَمِينٌ ﴿۶۸﴾ أَوْ عَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن

اس بات کا تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک

رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ

ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی

یعنی تم جو میرے بشر ہونے سے میری نبوت کا انکار کرتے ہو تو یہ کوئی

تعجب کی بات نہیں کیا نبوت اور بشریت میں کوئی منافات ہے۔

لِيُنذِرَكُمْ ط

تاکہ وہ تم کو ڈرا دے

اوپر افلاحتقون میں ترہیب اور دھمکی تھی آگے خدا کی نعمتیں یاد دلا

کراطاعت کی ترغیب دلاتے ہیں۔

وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ

اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد

قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ج

آباد کیا اور ذیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا

یہ لوگ بڑے قد آراء اور قوی الجشہ ہوتے تھے۔ زاد کم فی الخلق بصطة کے یہی معنی ہیں۔

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ

سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو

یعنی یاد کر کے خدا کا احسان مانو اور اطاعت کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ

تاکہ تم کو فلاح ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے

اللَّهُ وَحْدَهُ وَنَذَر مَّا كَانَ يَعْبُدُ

آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے

أَبَاؤُنَا ج فَإِنَّا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنْتُ

باپ دادا پوجتے تھے۔ ہم ان کو چھوڑ دیں اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی

مِنَ الصِّدِّيقِينَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ

دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ

عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ رَجْسٌ وَغَضَبٌ ط

بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے

پس عذاب کے شبہ کا جواب تو اس وقت معلوم ہو جائے گا رہا توحید پر

یہ شبہ ہے کہ ان بتوں کو تم معبود کہتے ہو جن کا نام معبود رکھ لیا ہے لیکن واقع میں

ان کے معبود ہونے کی کوئی بھی دلیل نہیں اس کا جواب سنو (ترجمہ دیکھو)

أَتَجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَيِّئَةٍ مَّوْهًا

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو

یعنی ان کے محض نام ہی نام ہیں اس کے سوا ان میں کچھ نہیں۔

أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا

جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے آپ ہی ٹھہرا لیا ہے ان کے معبود ہونے

مِن سُلْطٰنٍ ط

کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) نہیں بھیجی

یعنی بحث میں مدعی کے ذمہ دلیل بیان کرنا ہے اور مقابل کی دلیل کا جواب دینا سو تم نہ دلیل قائم کر سکتے ہو نہ میری دلیل کا جواب دے سکتے ہو پھر بحث کے کیا معنی۔

فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ ﴿۱﴾

سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں

یعنی بس اب بحث ختم کرو اور عذاب الہی کے انتظار میں رہو

فَانْجِيْنَهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا

وَقَطَّعْنَا دَابِرَ

اور ان لوگوں کی جڑ (تک) کاٹ دی

یعنی بالکل ہلاک کر دیا بعض نے کہا ہے کہ ان کی نسل بالکل منقطع ہو گئی اور بعض نے کہا ہے کہ کفار بالکل ہلاک ہو گئے اور مومنین باقی رہے اور ممکن ہے کہ کفار کی چھوٹی اولاد بھی رہ گئی ہو ان کی نسل آگے بڑھی ہو ان کو عاد آخری کہتے ہیں اور پہلے ہلاک ہونے والوں کو عاد اولیٰ اور بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ان عاد میں سے بعضے لوگ جو اس وقت اطراف مکہ میں گئے ہوئے تھے بچ رہے تھے ان کو عاد آخری کہتے ہیں اور لفظ عاد ارم جو سورہ فجر میں آیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ارم قوم عاد کے اجداد میں کسی کا نام ہے اس قبیلہ کے دونوں لقب ہیں عاد بھی اور ارم بھی اور بعض نے کہا ہے کہ ارم قوم عاد میں سے ایک شاخ کا لقب ہے اور مشہور یہ ہے کہ ارم کے دو بیٹے تھے ایک عوص اس کے بیٹے کا نام عاد ہے قوم عاد اولیٰ اسی کی اولاد ہے اور ارم کے دوسرے بیٹے جو اس کا بیٹا ثمود اس کی اولاد کا لقب عاد ثانی ہے اور عذاب اس قوم کا سخت ہوا تھی جس سے وہ ہلاک ہوئے اور سورہ فصلت میں جو لفظ صاعقہ آیا ہے اس سے مطلق عذاب مراد ہے اور بعض مفسرین قائل ہوئے ہیں کہ ان پر ہوا کا عذاب بھی آیا تھا اور سخت آواز کا بھی جس سے دل پھٹ گئے پس صاعقہ کے معنی کڑک کے ہوں گے واللہ اعلم اور اس قوم کا مسکن احقاف ہے جو بقول اہل سیر ایک ریگستان کا نام ہے جو عمان اور حضر موت کے درمیان ہے۔ والی ثمود تا النصحین

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا

جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ

مُؤْمِنِيْنَ ۝۲۱ وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اٰخَاهُمْ صٰلِحًا ۝

ایمان والے نہ تھے اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

قَالَ يَقُوْمِرْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی

غَيْرُهُ ط

معبود نہیں

اس کے بعد انہوں نے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی کہ اس پتھر سے ایک اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لاویں چنانچہ آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی آگے اس کا بیان ہے۔

قَدْ جَاءَ تٰكْمُ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ط

تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے

هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةٌ فَمَنْ رَّوٰهَا

یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی

چونکہ وہ اونٹنی قدرت الہی کی دلیل تھی اسی لئے اللہ کی اونٹنی کہلائی اور علاوہ اس کے کہ وہ صالح علیہ السلام کی رسالت پر دلیل تھی اس کے کچھ حقوق بھی تھے جن کا آگے ذکر ہے۔

تَاْكُلُ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ

زمین میں کھاتی پھرا کرے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ چاہے وہ کسی کا کھیت کھاتی پھرا کرے تب بھی کچھ نہ کہا جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس گھاس کا کھانا مباح ہے اس کے چرنے میں اس سے تعرض نہ کیا جائے اسی طرح اپنی باری کے دن میں پانی پیتی رہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔

وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ

اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک

اَلِيْمٌ ۝۲۲ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

عذاب آ پکڑے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے

مِّنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّآكُمْ فِي الْاَرْضِ

تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر

اور وہ حکم الہی اعتقاد تو حید اور تصدیق رسالت کے بارہ میں تھا آگے ان کی بے باکی کا بیان ہے۔

وَقَالُوا يُصْلِحُ اٰتِنَا

اور کہنے لگے کہ اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے

جیسا کہ اوپر لکھا تھا میں آچکا ہے کہ اس اونٹنی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آنا ورنہ عذاب آجائے گا اور دوسری آیت میں کفر کرنے پر عذاب کی دھمکی مذکور ہے الاتفقون اور جس نے اونٹنی کو قتل کیا اس کا نام قدار آیا ہے اور آیت میں جو سب کی طرف قتل کی نسبت کی گئی یہ اس لئے کہ راضی سب تھے اور وجہ اس قتل کی اہل سیر نے یہ لکھی ہے کہ چونکہ اونٹنی بہت بڑی تھی اس لئے جس جنگل میں وہ چرتی تھی دوسرے مواشی اس سے ڈر کر بھاگ جاتے اور جس کنویں میں پانی کی باری مقرر ہوتی تھی وہ اپنی باری میں کنویں میں گردن ڈال کر تمام پانی پی جاتی اس روز دوسرے مواشی کو وہاں پانی نہ ملتا اس سے وہ لوگ تنگدل ہوئے اور اس کو قتل کر ڈالا

بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنْ

اس کو منگوائے۔ اگر آپ

الرَّسُلِ ۝۷

پیغمبر ہیں

دوسری آیت میں صیحہ یعنی فرشتے کے نعرہ سے ہلاک ہونا آیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اوپر سے صیحہ اور نیچے سے زلزلہ آیا تھا اور بعض نے رنڈ سے دل کا ہلنا مراد لیا ہے زمین کا ہلنا مراد نہیں لیا فرشتے کی آواز سے ان کے دل دہل گئے تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ

سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے۔ رہ گئے

جَثِيْمٍ ۝۸ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ

اس وقت صالح ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے

ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صالح علیہ السلام یہاں سے قوم کی ہلاکت کے بعد تشریف لے گئے اور یہ خطاب مردوں کو فرضی طور پر محض حسرت و افسوس ظاہر کرنے کے لئے فرمایا اور بعض نے کہا کہ عذاب کے آثار دیکھ کر زندوں کو یہ خطاب کر کے چلے گئے تو آیت میں تقدیم و تاخیر ہو

تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا

رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو

وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا

اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ

الْاِءِ اللّٰهِ وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝۹

کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ

یعنی ایمان لے آؤ اور کفر و شرک کر کے فساد نہ پھیلاؤ مگر باوجود اس قدر فہمائش کے بھی کچھ غر باہی ایمان لائے اور ان میں اور رئیسوں میں یہ گفتگو ہوئی (ترجمہ)

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ

ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے

قَوْمِهِ لِلَّذِيْنَ اسْتَضَعُّوْا لِمَنْ

غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا

اَمَنْ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ ضَلِحًا

کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی

مُرْسَلٍ مِّنْ رَّبِّهِ ۖ قَالُوا اِنَّا بِمَا

طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیشک ہم اس پر

اُرْسِلَ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ قَالَ الَّذِيْنَ

پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔

اسْتَكْبَرُوا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنَّا بِهٖ

وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے

كُفْرُوْنَ ۝۱۱

منکر ہیں۔

پس نہ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور نہ اونٹنی کے حقوق ادا کئے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی

گی پھر بعض نے شام کو جانا بعض نے مکہ جانا نقل کیا ہے۔

يَقُومُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي

کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا جس پر عمل کرنا موجب فلاح تھا۔

وَنَصَحْتُ لَكُمْ

اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی

کہ کس کس طرح شفقت سے سمجھایا

وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ ﴿٤٩﴾

لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے

اس لئے افسوس ہے کہ تم نے میری ایک نہ سنی اور آخر روز بد دیکھا

ولوطا تا عاقبة المجرمين

وَلُوطًا

اور ہم نے لوط کو بھیجا

آپ چند بستیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اہل سیر نے کہا ہے کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں بابل سے ان ہی کے ساتھ ہجرت کر کے ملک شام میں تشریف لائے ابراہیم فلسطین میں مقیم ہوئے اور لوط علیہ السلام کو سدوم میں رہنے کا اور اس شہر اور اس کے گرد و نواح کے شہروں کی ہدایت کا حکم ہوا کبھی ابراہیم علیہ السلام بھی جا کر نصیحت فرماتے تھے وہ لوگ لواطت کے عادی تھے جس کا ارتکاب بقول عمر بن دینار ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا

جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام

سَيَقُومُ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٠﴾

کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ

سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے

دُوْنَ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٥١﴾

ہو عورتوں کو چھوڑ کر۔ بلکہ تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو

یعنی اس بارہ میں یہ نہیں کہ تم کو کوئی دھوکہ ہو گیا ہو جیسا کہ بعض گناہوں میں آباء و اجداد کی تقلید سے دھوکہ ہو جاتا ہے اس میں تو یہ بھی نہیں کیونکہ تم سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا اور بعض آیتوں میں جو تجھلون آیا ہے جس میں ان کو جاہل کہا گیا ہے اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ ان کو اس فعل بد کی قیاحت معلوم نہ تھی کیونکہ وہاں جہل سے مراد یہ ہے کہ تم کو اس کا انجام بد یعنی عذاب معلوم نہیں کہ کتنا سخت عذاب ہوگا۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ

اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس

قَالُوْا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ج

میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو۔

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٢﴾

یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں

اور ہم کو گندہ بتلاتے ہیں پھر گندوں میں پاکوں کا کیا کام یہ بات انہوں نے آپس میں تمسخر اور بے ہودگی سے کہی تھی

فَاَنْجَيْنٰهُ

سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو

یعنی ان کے گھر والوں اور دوسرے ایمان والوں کو بھی

وَاَهْلَهُ

بچالیا

کہ وہاں سے نکل جانے کا پہلے ہی حکم ہو گیا۔

اِلَّا امْرَاَتَهُ صَدَّقَتْ

بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی

کیونکہ یہ بیوی کافرہ تھی جب لوط علیہ السلام کو عذاب سے پہلے بستی سے نکل جانے کا حکم ہوا بعض نے تو کہا ہے کہ یہ بیوی ساتھ ہی نہیں گئی اور بعض نے کہا ہے کہ ساتھ چلی تھی پھر لوٹنے لگی اور ہلاک کر دی گئی اور لوط علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ رہے اگر شبہ ہو کہ عورتوں پر عذاب کیوں نازل ہو جواب یہ ہے کہ عذاب کا ایک سبب کفر بھی تھا جو سب میں مشترک تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپس میں ان کی عورتیں بھی مساحقت کرتی تھیں اس صورت میں شبہ ہی ساقط ہو گیا۔

بَيِّنَهُ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ

کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے تو تم ناپ اور تول

وَالْمِيزَانَ

پوری کیا کرو

یعنی جب تمہارے پاس میرے نبی ہونے پر واضح دلیل آ چکی جو کوئی معجزہ ہے اور میری نبوت ثابت ہو چکی تو احکام شرعیہ میں میرا کہنا مانو چنانچہ میں تم کو ناپ تول پوری طرح کرنے کا امر کرتا ہوں۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا

اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین

تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا

میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ

یعنی توحید کی تعلیم اور بعثت انبیاء اور عدل واجب کرنے اور ناپ تول کے حقوق مقرر کرنے سے زمین کی درستی کر دی گئی اب ان احکام کی مخالفت نہ کرو کہ موجب فساد ہے۔

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾

یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو

جس پر دلیل قائم ہے اور تصدیق کر کے عمل کرو تو امور مذکورہ داریں میں نافع ہیں آخرت میں تو ظاہر ہے کہ نجات ہوگی اور دنیا میں عمل بالشرع سے امن و انتظام قائم رہتا ہے خاص کر پورا ناپنے تولنے میں بوجہ اعتبار بڑھنے کے تجارت کو ترقی ہوتی ہے۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان

وَتَصَدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ مِّنْ

لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو

أَمَّنْ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا

اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو

کہ بے جا اعتراض سوچ سوچ کر لوگوں کو بہکاؤ یہ لوگ ضلال مذکور

مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا

جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٨٧﴾

(کہ وہ پتھروں کا تھا) سو دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیا ہوا۔

ہر دیکھنے والا تعجب کرے گا اور پتھروں کا مینہ برساتی دوسری آیات میں آیا ہے اور دوسری آیات میں ان بستیوں کا الٹ دینا بھی آیا ہے جس کا بیان ان آیات کی تفسیر کے ساتھ انشاء اللہ ہوگا۔ والی مدین اخامہم شعبیا تا قوم کففرین

وَالِی مَدَیْنٍ أَخَاهُمْ شُعَیْبًا

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا

قرآن میں ان کا اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث ہونا آیا ہے اور اہل مدین پر کہیں صحیحہ (سخت آواز) کہیں رجحہ (زلزلہ) کا عذاب اور اصحاب ایکہ پر ظلمہ (آگ کے سائبان) کا عذاب ہونا مذکور ہے بعض نے تو دونوں قوموں کو ایک ہی کہا ہے اور بعض نے الگ الگ کہا ہے کہ ایک قوم یعنی اہل مدین کے ہلاک ہونے کے بعد اصحاب ایکہ کی طرف جو مدین ہی کے قریب رہتے تھے اور قرب کی وجہ سے ان میں بھی کم تولنے ناپنے کا مرض تھا مبعوث ہوئے اور اکثر کا قول یہی ہے اور دو یا تین عذابوں کا جمع ہو جانا کچھ مستبعد نہیں جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان پر سخت گرمی مسلط ہوئی کہ گھر میں بھی چین نہ آتا تھا اس میں ایک بدلی آئی جس میں سے سرد ہوا نکلی اور اس کے سایہ میں سب میدان میں جمع ہو گئے اس وقت اس میں سے آگ برسی اور زمین کو بھی زلزلہ آیا سب جل کر مر گئے اس صورت میں لفظ دار سے جو کہ آیت میں آتا ہے زمین مراد ہے جیسا کہ دارالاسلام دارالحرب میں دار کا اطلاق مطلق زمین پر ہوتا ہے اور ان کفار کے ہلاک ہونے کے بعد آپ مکہ میں آ رہے تھے اور وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی اور مدین اصل میں ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند کا نام ہے۔ پھر قبیلہ اور شہر پر اطلاق ہونے لگا جو ان کی اولاد تھے یا اس اولاد کا مسکن تھا یہ سب اہل سیر نے لکھا ہے۔

قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی

مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ط قَدْ جَاءَكُمْ

عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار

وَطَائِفَهُ لَمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا

بعضے ایمان نہیں آئے ہیں تو ذرا ٹھہر جاؤ

یعنی اگر تم کو عذاب نہ آنے کا اس سے شبہ ہوتا ہو کہ ایمان لانے والے اور نہ لانے والے دونوں ابھی تک ایک ہی حالت میں ہیں ایمان نہ لانے والوں پر ابھی تک عذاب نازل نہیں ہوا اس سے تم سمجھتے ہو کہ عذاب سے ڈرانا بے اصل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فوراً عذاب نہ آنے سے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ عذاب کبھی نہ آویگا ذرا صبر کرو (آگے ترجمہ)

حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا

یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں

یعنی عذاب نازل کر کے مومنین کو نجات دیں گے اور کفار کو ہلاک کریں گے۔

وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِمِينَ ﴿۸۷﴾

کہ ان کا فیصلہ بالکل سچ فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں

سابق کے ساتھ اس اضلال میں بھی مبتلا تھے کہ سڑکوں پر بیٹھ کر آنے والوں کو بہکاتے کہ شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لانا نہیں تو ہم تم کو مار ڈالیں گے۔ آگے تذکیر نعمت سے ترغیب اور تذکیر نعمت سے ترہیب ہے۔

وَإِذْ كُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَرَكُمْ

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم

وَإِنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیا انجام ہوا

الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۸﴾ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ

فساد کرنے والوں کا اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے

مِّنْكُمْ أَمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ

کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان لے آئے ہیں اور

الحمد للہ آٹھویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



کے کلام کے مقابلہ کے طور پر فرما دیا کہ وہ عود کرنے کو کہتے تھے یا فرض محال کے طور پر ان کے گمان کو فرض کر کے کلام کیا یا دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے ان کی وجہ سے عود کا لفظ اطلاق کر دیا ۱۲

وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ

اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی

اللَّهُ رَبُّنَا ط

نے جو ہمارا مالک ہے ہمارے لئے مقدر کیا ہو

جس کی مصلحت ان ہی کے علم میں ہے تو خیر یہ اور بات ہے ۱۲

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ط

ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں

اور بھروسہ کر کے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو دین حق پر ثابت رکھے اور اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ان کو اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین نہ تھا انبیاء کو یہ یقین دیا جاتا ہے بلکہ مقصود اظہار عجز اور تفویض الی الما لک ہے جو کہ لوازم کمال نبوت سے ہے اور دوسرے مومنین کے اعتبار سے لیا جاوے تو کوئی اشکال ہی نہیں یہ جواب دے کر جب دیکھا کہ ان سے خطاب کرنا بالکل موثر نہیں اور ان کے ایمان لانے کی بالکل امید نہیں ان سے خطاب ترک کر کے حق تعالیٰ سے دعا کی ۱۲

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ

اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری (اس) قوم کے درمیان فیصلہ کر

وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ

دہجے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں اور ان کی

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِيَنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا

قوم کے (ان ہی مذکور) کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے

إِنكُمْ إِذَا الْخُسُوفُونَ ﴿۹۰﴾

لگو گے تو بیشک بڑا نقصان اٹھاؤ گے

دین کا بھی کیونکہ ہمارا مذہب حق ہے حق کو چھوڑنا خسارہ ہے اور دنیا کا بھی اس لئے کہ پورا ناپنے تو لے میں بحث کم ہوگی غرض وہ سب اپنے کفر و ظلم پر جمے رہے اب عذاب کی آمد ہوئی ۱۲

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ

ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ

قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعَبُ وَالَّذِينَ

اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ

أَمْنُوا مَعَكَ مِنْ قُرَيْبِنَا أَوْ لَتَعُودَنَّ فِي

ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب

مِلَّتِنَا ط

میں پھر آؤ

تو اس صورت میں البتہ کچھ نہ کہیں گے اور پہلے مذہب میں پھر آ جانا مومنین کی نسبت تو اس لئے کہا کہ وہ لوگ قبل ایمان کے اس طریقہ کفر پر تھے لیکن شعیب علیہ السلام کے حق میں باوجود یکہ انبیاء سے کبھی کفر صادر نہیں ہوتا اس لئے کہا کہ نبوت سے پہلے ان کے سکوت اور خاموشی سے وہ یہی سمجھتے تھے کہ ان کا اعتقاد بھی ہم ہی جیسا ہوگا ۱۲

قَالَ أَوْ لَوْ كُنَّا كَرِهِينَ ﴿۹۱﴾ قَدْ افْتَرَيْنَا

شعیب نے جواب دیا کہ ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں گے

تو گو ہم اس کو (بدلیل و بصیرت) مکر وہ ہی سمجھتے ہوں

یعنی جب اس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے تو ہم کیسے اس کو

اختیار کریں ۱۲

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِدْ

ہم تو اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر (خدا نہ کرے) ہم تمہارے

نَجِّنَا اللَّهُ مِنْهَا ط

مذہب میں آ جاویں (خصوصاً) بعد اس کے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے نجات دی ہو

کیونکہ اول تو ہر حالت میں کفر کو دین حق سمجھنا یہی اللہ پر تہمت لگانا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو یہ دین پسند ہے خصوصاً مومن کا مرتد ہو کر کافر ہو جانا چونکہ دلیل حق معلوم کرنے اور قبول کر لینے کے بعد ہوگا یہ اور زیادہ تہمت ہے ایک تو وہی پہلی تہمت کہ دین کفر کو خدا کا پسندیدہ سمجھنا دوسری یہ تہمت کہ خدا نے جو مجھ کو دلیل کا علم دیا تھا جس کو میں حق سمجھتا تھا وہ علم غلط دیا تھا اور شعیب علیہ السلام نے اپنی نسبت جو عود کا لفظ استعمال کیا ہے یا تو ان

فَاَخَذَ تَهُمُ الرَّجْفَةَ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ

پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے

جَنَبَيْنِ ۱۱) الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا

پڑے رہ گئے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہو گئی جیسے

يَعْنُوا فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا

ان گھروں میں کبھی بے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی

هُمُ الْخَيْرِينَ ۱۲)

وہی خسارہ میں پڑ گئے

اور ان کے اتباع کرنے والوں کو خاسر و ناکام بتاتے تھے۔ ۱۲

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمٍ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے

رِسَلْتُ رَبِّي

تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے۔

جن پر عمل کرنا ہر طرح کی فلاح اور کامیابی کا سبب تھا ۱۲

وَنَصَحْتُ لَكُمْ

اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی

کہ کس طرح سمجھایا مگر تم نے نہ مانا اور یہ روز بد دیکھا اس کے بعد پھر

ان کے عناد و کفر وغیرہ کو یاد کر کے فرمانے لگے کہ جب انہوں نے اپنے

ہاتھوں یہ مصیبت خریدی تو ایسی تیزی میں جائیں جیسا کیا دیا بھگتا (ترجمہ

دیکھو) ۱۲ رابطہ: اوپر جن قوموں کا قصہ مذکور ہوا ہے چونکہ اور قوموں کے بھی

ایسے قصے واقع ہوئے ہیں آگے عام عنوان سے اجمالاً ان سب کے جرم کی

حالت اور جرم پر بھی اول مہلت ملنا پھر بھی نہ سمجھنے پر سزا جاری ہونا مذکور ہے

اس کے بعد اولم یهد الخ سے اس حکایت کی غرض پر تنبیہ فرمائی گئی کہ

اس سے مقصود عبرت دلانا ہے وما ارسلنا فی قریۃ تا لفسقین

فَكَيْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۱۳) وَمَا اَرْسَلْنَا

پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں اور ہم نے کسی بستی میں

فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا

کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے

بِالْبِاسِ اَسَاءَ وَالضَّرَّاءِ

محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو

یعنی ہمیشہ ان کو اول نبی کے نہ ماننے پر تنبیہ کی گئی اور طرح طرح

کے مصائب میں گرفتار کیا گیا جیسے تنگ دستی بیماری وغیرہ ۱۲

لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ ۱۴)

تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں

اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کریں پھر جب اس سے متنبہ نہ ہوئے تو

ڈھیل دینے کے لئے یا اس غرض سے کہ مصیبت کے بعد جو نعمت ہوتی ہے

اس کی زیادہ قدر ہوتی ہے اور نعمت دینے والے کی اطاعت انسان طبعاً

کرنے لگتا ہے ان کو مصیبت سے نجات دی ۱۲

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ

پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوشحالی بدل دی یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی

عَفَوًا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ

ہوئی اور (اس وقت براہ کج فہمی) کہنے لگے کہ

وہ پہلی مصیبت ہم پر کفر و تکذیب کے سبب سے نہ تھی ورنہ پھر خوشحالی

کیوں ہوتی بلکہ یہ اتفاقات زمانہ سے ہے ۱۲

اَبَاؤُنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ

ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھیں۔

اسی طرح ہم پر بھی یہ حالتیں گزر گئیں ۱۲

فَاَخَذْنَاهُمْ بِغُرَّتِهِمْ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۱۵)

تو ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی

یعنی اگرچہ ان کو انبیاء علیہم السلام نے خبر کی تھی مگر چونکہ وہ اس خبر کو

غلط سمجھتے تھے اور عیش و آرام میں بھولے رہتے تھے اس لئے ان کو عذاب کا

گمان بھی نہ تھا آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو ان کو عذاب مہلک میں

گرفتار کیا اس کا سبب صرف ان کی مخالفت اور کفر تھا ۱۲

اللَّهُ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾

(کہ) خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا

اس آیت سے استنباط کیا گیا ہے کہ عذاب الہی سے بے خوف ہونا کفر ہے کیونکہ محاورات قرآنیہ میں لفظ خاسر کا اطلاق اکثر کافر ہی پر ہوتا ہے اور سورہ یوسف کی آیت لایس من روح اللہ الا القوم الکفرون سے اس مسئلہ کا دوسرا جز وثابت کیا گیا ہے کہ خدا کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے اور روح المعانی میں شافعیہ کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان دونوں لفظوں سے عام طور پر جو معنی مراد لئے جاتے ہیں وہ گناہ کبیرہ ہیں کفر نہیں اس کے بعد بعض محققین کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ عذاب سے بے فکری بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ کو انتقام پر قادر نہ سمجھے اور مایوسی بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ کو فضل و انعام پر قادر نہ جانے کفر ہے اور یاس کے جو معنی مشہور ہیں کہ گناہوں کی کثرت اور عظمت کی وجہ سے معافی کو دشوار سمجھے کہ بس اب کیا گناہ معاف ہوں گے جس سے طاعات اور توبہ ترک ہو جاویں نیز بے فکری کے جو معنی مشہور ہیں کہ امید کا ایسا غلبہ ہو جس سے گناہوں پر جرات ہو جائے اس معنی کے اعتبار سے دونوں گناہ کبیرہ ہیں عاجز کہتا ہے کہ قطعی وعید کے بعد بے خوف ہونا جیسا کہ ان کافروں کی حالت تھی اور قطعی وعدہ کے بعد مایوس ہونا مثلاً نبی کی بشارت کے بعد ایسا امن و یاس کفر ہے اور آیات قرآنی میں یہی معافی مراد ہوتے ہیں آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ ان موجودہ کافروں کو عذاب سے کیوں ڈرنا چاہئے وجہ یہ ہے کہ یہ بھی اسی جرم میں مبتلا ہیں جس میں پہلی امتیں مبتلا تھیں یعنی کفر جب دونوں ایک جرم میں شریک ہیں تو ان کو ڈرنا چاہئے کہ جو حال ان کا ہوا وہ ہمارا نہ ہو جائے۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ

اور ان گزشتہ زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ (اب) زمین پر بجائے ان

مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصْبَنَهُمُ

کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات (ہنوز) نہیں بتلائی کہ اگر

بِذُنُوبِهِمْ ج

ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کے سبب ہلاک کر ڈالتے

کیونکہ پہلی امتیں ان ہی جرائم کے سبب ہلاک کی گئیں آگے بتلاتے ہیں کہ واقعی یہ واقعات ایسے ہیں کہ ان سے سبق لینا چاہئے تھا لیکن ان کے دل ہی سخت ہو گئے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری

عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے

یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے پیداوار برکت کے ساتھ عطا فرماتے اور گواہی دیتے کہ پہلے ان کو ایک مدت کے لئے خوشحالی دی گئی تھی لیکن اس خوشحالی میں برکت اس لئے نہ تھی کہ آخر میں وہ وبال جان ہو گئی بخلاف ان نعمتوں کے جو ایمان و اطاعت کے ساتھ ملتی ہیں ان میں یہ خیر و برکت ہوتی ہے کہ وہ کبھی وبال نہیں ہوتیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں حاصل یہ کہ اگر وہ ایمان و تقویٰ اختیار کرتے تو ان کو بھی یہ برکتیں دیتے

وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَآخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا

لیکن انہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) انکے اعمال (بد)

يَكْسِبُونَ ﴿۱۰۰﴾

کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا

جس کو اوپر دفعہ پکڑنے سے تعبیر کیا گیا ہے آگے کفار موجودین کو

عبرت دلاتے ہیں۔ ۱۲۔

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ

کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورہ نبوت میں رہتے ہیں۔

أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ

اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے جس وقت

نَاسِيُونَ ﴿۱۰۱﴾ أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ

وہ سوتے ہوں اور کیا ان (موجودہ) بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے

أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضَحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ﴿۱۰۲﴾

ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہرے آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے لالچوں میں

أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ

مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس (ناگہانی) پکڑ سے بے فکر ہو گئے (سمجھ رکھو

وَنُطْبِعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰﴾

اور ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے بھی نہیں

اور ماننا تو درکنار رہا پس اس بند لگانے سے ان کی سخت دلی اور بڑھ گئی کہ ایسے واقعات عبرت خیز سے بھی عبرت نہیں ہوتی اور اس بند لگانے کا سبب ابتداء میں ان ہی کا کفر کرنا ہے چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے طبع اللہ علیہا بکفرہم خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر کر دی آگے شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے مضمون مذکور کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں۔

تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا ۚ

ان (مذکورہ) بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان

وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ

سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے لے کر آئے تھے

جاءتہم رسلہم بالبینات میں تمام امتوں کا داخل ہونا اور بینات سے معجزات کا مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کے معجزات قرآن و حدیث میں مذکور نہیں وہ بھی صاحب معجزہ تھے اور ہود علیہ السلام کی قوم کا یہ کہنا محضنا ببینۃ کہ تم ہمارے پاس کوئی معجزہ نہیں لائے ویسا ہی ہے جیسا کہ مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت باوجود کثرت معجزات کے یہی کہتے رہے کہ آپ کوئی معجزہ ہمارے پاس نہیں لائے قوم ہود کے اس قول کا منشاء صرف عناد تھا کہ وہ ان کے معجزات کو کافی نہ سمجھ کر ایسا کہتے تھے چونکہ اس آیت سے تمام انبیاء کا صاحب معجزہ ہونا ثابت ہے اس لئے یہ قول حجت نہیں ہو سکتا یہ آیت ان کے قول کو رد کر رہی ہے۔

فَمَا كَانُوا لِيَوْمِئِذٍ بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ

پھر جس چیز کو انہوں نے اول (دہلہ) میں (ایکبار) جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ

كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۱﴾

ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ قِيَمًا ۚ

پر بند لگادیتے ہیں اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا

یعنی زوال مصیبت کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے تھے اور

اکثر کی قید اس لئے فرمائی کہ بعض لوگ مسلمان بھی ہو جاتے تھے یا یہ کہ مصیبت کے وقت سارے عہد ہی نہ کرتے تھے اور اکثر لوگ عہد کر لیتے تھے پھر وہ بھی اسے پورا نہ کرتے تھے اور بعض لوگوں نے عہد کی تفسیر روز الست سے کی ہے کہ اکثر لوگ روز ازل کے عہد پر قائم نہ رہے بعض مسلمان ہو گئے اور اس عہد پر مستقیم رہے۔

وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۱۲﴾

اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا

یعنی باوجود رسولوں کے آنے اور معجزات کے ظاہر ہونے اور بلائیں نازل ہونے اور بلاؤں کے وقت پختہ عہد کر لینے کے بھی اکثر نافرمان ہی رہے پس کفار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں آپ بھی غم نہ کیجئے رابطہ: یہ چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہی جو قبیلوں اور یہودیوں کے ساتھ آپ کو پیش آیا اور یہ قصہ یہاں بھی اور قرآن مجید کے دوسرے مواقع میں بھی بہ نسبت دوسرے قصوں کے مفصل بیان ہوا ہے چنانچہ اس مقام پر نصف پارہ تک چلا گیا ہے اور اس قصہ کے بار بار مفصل ذکر کرنے میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی بہت بڑے ہیں اور فرعونوں کا کفر بھی بہت سخت ہے اور بعض بنی اسرائیل کی حالتیں بھی نہایت عجیب ہیں ان وجوہ سے اس قصہ کو مکرر تفصیل کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ

پھر اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر

آیات سے مراد یا تو یہی دو معجزے ہیں عصا اور ید بیضا اور صیغہ جمع ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یہ دو معجزے گویا بہت سے معجزات کے برابر ہیں یا وہ سب معجزات مراد ہوں جو آگے تیسرے رکوع میں ولقد اخذنا ال فرعون الخ میں مذکور ہیں مگر وہ سب اسی وقت واقع نہیں ہوئے بلکہ مختلف اوقات میں ان کا ظہور ہوا پس یہاں اجمال میں مجموعہ اوقات کا اعتبار کیا جاوے گا۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ

فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا

تا کہ ان کو ہدایت اور تبلیغ احکام کریں اور یہاں سرداروں کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ وہ سرگروہ تھے باقی لوگ ان کے تابع تھے اور بنی اسرائیل کی طرف آب کا مبعوث ہونا دوسری آیتوں میں مذکور ہے۔ پس موسیٰ دو قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے مگر اس سے نبوت کا عام ہونا لازم نہیں آتا

کیونکہ تمام عالم کے آدمی دو قوموں میں منحصر نہ تھے۔ (چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ہی کے زمانہ میں شعیب علیہ السلام اہل مدین وغیرہ کے نبی تھے) اور دوسری آیات میں ہارون علیہ السلام کا بھی موسیٰ کے ہمراہ ہونا مذکور ہے شاید تابع ہونے کی وجہ سے یہاں ان کا ذکر نہ کیا ہو۔

فَظَلَمُوا بِهَاج

سوان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا

کیونکہ ان کا حق اور مقتضایہ تھا کہ ایمان لے آتے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٠٣﴾

سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا

جیسا کہ اور جگہ ان کا غرق اور ہلاک ہونا مذکور ہے یہ تو تمام قصہ کا اجمال تھا آگے تفصیل ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرِعُونَ إِنِّي رَسُولٌ مِّنْ

اور موسیٰ نے فرعون کے پاس جا کر (بحکم الہی) فرمایا کہ میں

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾

رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں

اور جو مجھ کو جھوٹا بتلاوے اس کی غلطی ہے آگے غلطی کی دلیل ہے۔

حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَّا أَقُولُ عَلَى اللَّهِ إِلَّا

میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز حق کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں

الْحَقُّ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں

یعنی میں رسالت کا خالی دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ ایک بڑی دلیل یعنی معجزات اپنے ساتھ لایا ہوں جو طلب کرنے کے وقت دکھلا سکتا ہوں جب میں دلیل کے ساتھ نبی ہوں تو میں جو کچھ کہوں اس کی اطاعت کرو چنانچہ آگے بعض احکام بیان فرمائے۔

فَارْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٠٥﴾

سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے

یعنی ان کو اپنی خدمت اور بیگار سے خلاصی دے کر میرے ساتھ ملک شام کو جو ان کا اصلی وطن ہے بھیج دے اور بعض مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ ان کو

خدمت کی قید سے رہا کر دے ملک شام میں جانے کا اس میں اعتبار نہیں کیا ۱۲

قَالَ إِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَاتِّبِعَانِ

فرعون نے کہا کہ اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش

كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا

کیجئے اگر آپ سچے ہیں بس آپ نے (فوراً) اپنا عصا ڈال دیا سو

هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٠٧﴾

دفعہ وہ صاف ایک اژدہا بن گیا

جس کے اژدہا ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا تھا لفظ مبین فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت تبدیل ہو جاتی تھی خیالی قصہ نہ تھا اگر خیالی قصہ ہوتا تو خود موسیٰ علیہ السلام کو اس سے خوف پیدا نہ ہوتا حالانکہ دوسری آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی پہلے پہل اس سے خوف پیدا ہوا تھا اور حقیقت کے انقلاب کا محال ہونا جو فلاسفہ میں مشہور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن اور واجب اور ممکن ان تینوں میں سے کسی کی حقیقت دوسرے کی طرف منقلب نہیں ہو سکتی۔

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٠٨﴾

اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کیلئے رو بہ رو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا

یہ دوسرا معجزہ ظاہر فرمایا ربط: جب موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آ کر یہاں کا رئیس ہو جائے اور تم کو یہاں نہ رہنے دے سو اس بارہ میں تمہارا کیا مشورہ ہے (سورہ شعراء میں فرعون کا یہ قول مذکور ہے) اس کو سن کر جیسا کہ سلاطین کے مصاحبوں کی عادت ہوتی ہے سب اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے آگے ان کے قول و مشورہ کا ذکر ہے۔ قال الملاء تا تو فنامسلمین۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا

قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا جادوگر

لَسِحْرٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٩﴾ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِّنْ

ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کر دے سو

أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَرْجِهْ

تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی (ہارون) کو

وَآخَاهُ وَارْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ خَشِرِينَ ﴿١١﴾

کو چندے مہلت دیجئے اور شہروں میں چڑھائیوں کو بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ﴿١٢﴾ وَجَاءَ السَّحَرَةُ

جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کر دیں (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) اور وہ جادوگر

فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ

فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے اگر ہم غالب آئے تو (کیا) ہم کو کوئی بڑا

الْغُلَبِيْنَ ﴿١٣﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ

صلہ ملے گا۔ فرعون نے کہا ہاں (بڑا انعام ملے گا) اور (مزید برآں) تم

الْمُقَرَّبِينَ ﴿١٤﴾

(ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے

غرض موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی جانب سے اس کی اطلاع دی گئی اور مقابلہ کے لئے تاریخ مقرر ہوئی اور تاریخ پر سب ایک میدان میں جمع ہوئے۔

قَالُوا يَمُوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ

ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالے

یعنی ہم آپ کو اختیار دیتے ہیں کہ خواہ اول اپنا عصا جس کو معجزہ بتلاتے ہو آپ میدان میں ڈالے۔

وَأِمَّا أَنْ تَكُونَ نَحْنُ الْمَلْقَيْنِ ﴿١٥﴾

اور یا ہم ہی ڈالیں

یعنی یا اگر آپ کہیں تو ہم اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پہلے میدان میں ڈالیں۔

قَالَ الْقَوَّاجُ

موسیٰ نے فرمایا کہ (پہلے) تم ہی ڈالو

اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ سحر سے معجزہ کا مقابلہ کرنا جو ان ساحروں کا کام تھا یہ کفر ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے کفر کی کیسے اجازت دی حالانکہ کفر کی اجازت دینا نبی سے تو کیا مومن سے بھی ممکن نہیں جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مقابلہ کی ان کو اجازت نہیں دی کیونکہ مقابلہ تو وہ کرتے ہی چاہے آپ القوا فرماتے یا نہ فرماتے اور نہ مقابلہ کی اجازت لینے کی ان کو موسیٰ علیہ السلام سے ضرورت تھی بلکہ ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو

اختیار دیا تھا کہ چاہے آپ پہلے ڈالیں یا ہم موسیٰ علیہ السلام نے پہلی شق اختیار فرمائی کہ جب تم مقابلہ کے لئے تیار ہی ہو گئے ہو اور یقیناً اپنا کرتب ظاہر کرو گے تو پہلے تم ہی کر دکھاؤ اور یہ صورت آپ نے اس لئے اختیار فرمائی کہ اسی پر اظہار حق موقوف تھا۔ کیونکہ اگر آپ پہلے عصا ڈالتے تو بس اس کا سانپ بننا ظاہر ہوتا لیکن ان پر غلبہ تو ظاہر نہ ہوتا اس لئے اول ان کو اجازت دی کہ پہلے تم ہی اپنا کمال ظاہر کر لو جب لوگوں کے دلوں میں ان کے سحر کی وقعت ہو گئی اپنا عصا ڈال دیا اس نے سب کو نگل لیا جس سے پورا غلبہ ظاہر ہو گیا اگر آپ پہلے ڈالتے تب بھی عصا ان کو نگل جاتا لیکن جو اثر بعد میں ڈالنے سے ہوا کہ ان کے سحر کا قلوب پر جب خوب اثر ہو گیا فوراً ہی اس کو ملیا میٹ کر دیا وہ اثر پہلے ڈالنے میں نہ ہوتا غرض آپ نے مطلق مقابلہ کی ان کو اجازت نہیں دی (بلکہ سورہ طہ) کی آیت قال لهم موسى ويلكم لا تفتروا على الله كذباً فيسحقكم بعدا وب قد خاب من افتري سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ نے ان کو مقابلہ سے بہت روکا اور اس نصیحت سے ان میں اختلاف رائے بھی پیدا ہوا مگر پھر مشورہ کر کے جب مقابلہ ہی کی ٹھہرائی اور موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ بغیر مقابلہ کئے باز نہ آئیں گے) تب آپ نے کامل طور پر غلبہ حق ظاہر کرنے کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ اول وہ اپنا زور ختم کر دیں پھر سارا کھیل بگاڑ دیا جائے گا جس سے بخوبی حق کا غلبہ ہو جائے گا ۱۲

فَلَمَّا اتَّقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ

پس جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی

وَأَسْتَرَهُبُؤُهُمْ وَجَاءَ وَبِسِحْرِ عَظِيمٍ ﴿١٦﴾

اور ان پر بہت غالب کر دی اور ایک طرح کا ہڑاجادو کر دکھلایا اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا

(وحی کے ذریعہ سے) حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کا ڈالنا تھا کہ

هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ

اس نے (اثر دہا بن کر) ان کے سارے بنائے ہوئے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ فَغَلِبُوا هُنَا لَكَ

پس اس وقت حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا وہ ناپا تھا سب

وَأَنْقَلَبُوا صُغُرِينَ ﴿١٩﴾

آتا جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے

یعنی فرعون اور اس کی قوم اپنا سامنہ لے کر رہ گئی ۱۲

وَأَلْقَى السَّحَرَةُ سِجْدِينَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوا آمَنَّا

اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم

بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ﴿١٢٢﴾

ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے

یہ قید اس لئے بڑھائی کہ فرعون اپنے کورب اعلیٰ بتلاتا تھا تو رب العالمین کا مصداق کہیں سننے والے اسی کو نہ سمجھتے اس لئے رب موسیٰ و ہارون بڑھا کر اپنی مراد متعین کر دی کہ وہ رب العالمین جس کو موسیٰ و ہارون رب کہتے ہیں ۱۲

قَالَ فِرْعَوْنُ اَمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اُذِنَ

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت

لَكُمْ اِنَّ هَذَا الْمَكْرُ مَكْرَتُهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

دوں۔ بیشک یہ ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں

یعنی خفیہ سازش ہو گئی ہے کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے پھر اس طرح ہمار جیت ظاہر کریں گے تو یہ کارروائی سب ملی بھگت ہے اور فرعون کا اس کہنے سے محض اپنی بات بنانا منظور تھا جس کے لئے کسی منشاء اشتباہ کا ہونا ضروری نہیں اور بعض نے ایک منشا بھی ذکر کیا ہے کہ مقابلہ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کے افسر میں یہ گفتگو ہوئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اگر میں غالب آ گیا تو کیا تو ایمان لے آوے گا اس نے جواب دیا کہ میرے سحر پر غلبہ ممکن نہیں اور اگر بالفرض آپ غالب آ گئے تو میں ضرور ایمان لے آؤں گا اور فرعون نے اس گفتگو کا مشاہدہ کیا تھا اس لئے اس نے کہا کہ تم نے سازش کی حالانکہ اس کا سازش ہونا محض لغویات ہے مناظرہ اور مقابلہ میں ایسی گفتگو ہوا کرتی ہے جس سے دوسرا فریق اور زیادہ اپنے غلبہ کی کوشش کیا کرتا ہے۔

لِيُخْرِجُوا مِنْهَا اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾

تا کہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو کہ اب تم کو

لَا قِطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ

حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف

لَا صِلْبَتَكُمْ اَجْبَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوا اِنَّا اِلَىٰ

کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب

رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾

دیا کہ (کچھ پروا نہیں) ہم مر کر اپنے مالک کے پاس ہی جاویں گے

کسی برے ٹھکانے تو نہیں جاویں گے وہاں تو ہر طرح امن و راحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے۔

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

اور تو نے ہم میں کوئی نسا عیب دیکھا ہے بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام

لَمَّا جَاءَتْنَا ط

پر ایمان لے آئے

یعنی ہم نے کوئی نسا عیب کا کام کیا ہے جس پر اس قدر شور و غل کرتا ہے ہم نے صرف یہ کام کیا ہے کہ خدا پر ایمان لے آئے سو یہ کوئی عیب کی بات نہیں پھر فرعون سے اعراض کر کے انہوں نے حق تعالیٰ سے دعا کی (ترجمہ دیکھو)

رَبِّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾

اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکال دے

یعنی ہم کو استقلال عطا فرما کہ اگر یہ سختی کریں تو مستقل رہیں اور اس کی سختی سے پریشان ہو کر ہم سے کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جائے سبحان اللہ کیسا کامل ایمان نصیب ہوا اب اس میں اختلاف ہے کہ فرعون نے ان نو مسلموں کو یہ سزا دی یا نہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ سزا دی تھی اور بعض نے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا انتما و من اتبعكما الغلبون کہ تم اور تمہارے ساتھی غالب رہو گے جب وہ ایمان لے آئے تو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ہو گئے ان پر فرعون کا کیسے غلبہ ہو سکتا ہے مگر اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ بعض آدمیوں کا قتل ہو جانا غلبہ کے منافی نہیں چنانچہ لڑائیوں میں ایک فریق کو آخر میں غالب کہتے ہیں حالانکہ ان میں بھی مقتول ہوتے ہیں یا یہ کہا جائے کہ غلبہ سے مراد حجت اور دلیل کے ساتھ غالب ہونا ہے۔ چنانچہ وہ ہو چکا اور بعض لوگوں کو سحر و اعیین الناس سے اس جگہ یہ شبہ ہوا ہے کہ بس سحر کی انتہا یہی ہے کہ نظر بندی ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا بلکہ بعض

عورتوں کے بڑھنے سے کوئی اندیشہ نہیں نیز ہم کو اپنے کاروبار خدمت کے لئے بھی ضرورت ہے ان کو زندہ چھوڑ دیا جائے۔

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۷﴾

اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے

اس انتظام میں کوئی دشواری نہ ہوگی اس مجلس کی گفتگو کی خبر جو بنی اسرائیل کو پہنچی تو بڑے گھبرائے اور موسیٰ علیہ السلام سے چارہ جوئی کی ۱۲

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل

وَاصْبِرُوا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ فَتُيَوْرَثُهَا

رہو (گھبراؤ مت) یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہے مالک (حاکم) بنا

مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَالْعَاقِبَةُ

دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ

لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾

سے ڈرتے ہیں

یعنی یہ ملک فرعون کے پاس چند روزہ ہے آخر کار متقیوں کو غلبہ ہوگا سو تم ایمان و تقویٰ پر قائم رہو انشاء اللہ یہ سلطنت تم ہی کو مل جائے گی تھوڑے دنوں انتظار کی ضرورت ہے ۱۲

قَالُوا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيْنَا

قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف

وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ط

آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے غایت حسرت اور غم و حزن سے کہا اور اس حالت کا طبعی اقتضا ہوتا ہے کہ بار بار ظالم کی شکایت کی جائے کہ فرعون آپ سے پہلے بھی بیگار لیتا اور مدتوں ہمارے لڑکوں کو قتل کرتا رہا اور اب بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی جا رہی ہیں کہ دوبارہ پھر قتل اولاد کی تجویز ٹھہری ہے۔

قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوُّكُمْ

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو

قسم کے جادو سے حقیقت کا بدلنا بھی ممکن ہے کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس کے امتناع پر قائم نہیں اگر یہ شبہ ہو کہ حق تعالیٰ نے اس سحر کو سحر عظیم فرمایا ہے عظیم سے زیادہ تر کوئی چیز نہیں معلوم ہوا کہ اور قسمیں سحر کی اس سے بھی کم ہیں جواب یہ ہے کہ عظیم سے زیادہ اعظم ہے پھر عظیم میں بھی تو مختلف درجے ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ عظیم کا ایک درجہ وہ بھی ہو جس میں حقیقت کا تغیر و تبدل ہو جائے ربط: جب موسیٰ علیہ السلام کا یہ بڑا معجزہ منظر عام پر ظاہر ہوا اور جادو گر ایمان لے آئے اور بعضے اور لوگ بھی آپ کے تابع ہو گئے اس وقت فرعون کے اعیان سلطنت یہ دیکھ کر گھبرائے کہ لوگ مسلمان ہو چلے تو انہوں نے فرعون سے گفتگو کی آگے اس کا ذکر ہے۔ وقال الملاء تا تعملون

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اتَذَرُ

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم

مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ

کو یونہی رہنے دیں گے

یعنی مطلق العنان آزاد اور مخلی بالطبع چھوڑ دو گے کہ جو چاہیں کریں۔

لِيُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ

کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں

فساد یہ کہ اپنا مجمع بڑھا دیں جس کے آخر میں اندیشہ بغاوت ہے۔

وَيَذَرُكَ وَالْهَتَكَ ط

اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کئے رہیں

یعنی ان کے معبود ہونے کے منکر رہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم بھی ہمارے معبودوں کا انکار کرتی رہے مطلب یہ کہ آپ اس کا انتظام کریں فرعون نے کچھ بت بنوا کر تقسیم کر دیئے تھے کہ ان کو ہمارا نائب سمجھ کر ان کی عبادت کرو اور ایک تفسیر میں نظر سے گزرا ہے کہ اپنی تصویر کے بت بنوا کر دیئے تھے واللہ اعلم ۱۲

قَالَ سَنَقْتِلُ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ ۚ

فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر

دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے

یعنی فرعون نے کہا کہ سر درست تو یہ انتظام مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لڑکوں کو قتل کیا جاوے تاکہ ان کا زور نہ بڑھنے پائے اور چونکہ

وَيَسْتَخْلِفُكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ

ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک

كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾

بنادیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے

کہ تم شکر و قدر و اطاعت سے پیش آئے ہو یا بے قدری اور غفلت و معصیت سے اس میں اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ڈراوا ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آتَا غَافِلِينَ

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ

اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا

یعنی جب فرعون اور اس کے تابعین نے انکار و مخالفت پر کمر باندھی تو حسب عادت الہیہ ان کو بلیات میں مبتلا کیا۔

بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ

قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تاکہ وہ

لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَاءَهُمْ

(حق بات کو) سمجھ جاویں۔ سو جب ان پر خوشحالی آ جاتی

الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ

تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے

یعنی ہم مبارک طالع ہیں یہ ہماری خوش بختی کا اثر ہے یہ نہ ہوا کہ اس کو خدا کی نعمت سمجھ کر شکر بجالاتے اور اطاعت اختیار کرتے غرض حق کو پھر بھی نہ سمجھے وہی کیفیت رہی

وَإِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيِّرُوا بِمُوسَىٰ

اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے

وَمَنْ مَّعَهُ ط

ساتھیوں کی نحوست بتلاتے

کہ یہ ان کی نحوست سے ہوا یہ نہ کیا کہ اس کو اپنے اعمال بد اور کفر و تکذیب کی شامت اور سزا سمجھ کر تائب ہو جاتے حالانکہ یہ سب ان کے ہی اعمال کی شامت تھی۔

أَلَا إِنَّمَا طَّيَّرَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ

یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے

یعنی ان کے اعمال کفریہ تو اللہ کو معلوم ہیں یہ نحوست ان ہی کے اعمال کی سزا ہے۔

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوا

لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔ اور یوں کہتے (خواہ) کیسی ہی

مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۖ

عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب

فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ فَأَرْسَلْنَا

بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے

عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

ان پر طوفان بھیجا اور مڈیاں اور گھن کا کیڑا

وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَ

اور مینڈک اور خون

یعنی قحط سالی اور کم پیداواری کے علاوہ یہ بلائیں مسلط کیں کہ ان پر بارش کا طوفان بھیجا جس سے جان و مال تلف ہونے کا اندیشہ ہوا اس سے گھبرائے تو موسیٰ علیہ السلام سے عہد و پیمان کیا کہ ہم سے یہ بلا دور کرائیے تو ہم ایمان لے آویں جب وہ بلا دور ہوئی اور غلہ وغیرہ دلخواہ نکلا پھر بے فکر ہو گئے کہ اب تو جان بھی بچ گئی مال بھی خوب پیدا ہوگا بدستور اپنے کفر و سرکشی پر اڑے رہے۔ تو ہم نے کھیتوں پر مڈیاں مسلط کیں جب پھر کھیتوں کو تباہ ہوتے دیکھا تو گھبرا کر ویسے ہی عہد و پیمان کئے پھر جب آپ کی دعاء سے وہ بلا دور ہوئی اور غلہ اپنے گھر لے آئے پھر بے فکر ہو گئے اور کفر و مخالفت پر جمے رہے تو ہم نے اس غلہ میں گھن لگا دیا پھر گھبرائے اور عہد و پیمان کیا جب دعا سے یہ بلا بھی ٹلی اور مطمئن ہو گئے کہ اب کوٹ پیس کر کھاویں پیویں گے پھر وہی کفر رہا تو ہم نے ان کے کھانے کو یوں بے لطف کیا کہ ان پر مینڈک ہجوم کر کے کھانے کے برتنوں میں گرنا شروع ہوئے جس سے سب کھانا غارت ہوا اور گھر میں بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا اور پینائیوں بے لطف کر دیا کہ پانی منہ میں خون ہو جاتا منہ میں لیا اور خون بنا غرض ان پر یہ بلائیں مسلط ہوئیں جو شمار میں آتے ہیں اور بدو عصا کو ملا کر یہ

آیات تسع کہلاتی ہیں یعنی نو معجزات ہیں ۱۲

آیۃ مَفْصَلَتٍ ۱۲ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔ سو تکبر کرتے رہے اور

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۱۳

وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ

یعنی چاہیے تھا کہ ان معجزات اور آیات قہر کو دیکھ کر ڈھیلے پڑ جاتے مگر وہ ایسے جرائم پیشہ تھے کہ اتنی سختی پر بھی باز نہ آتے تھے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَهُوسَىٰ

اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِن

رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر

كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَ بِكَ

آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ

گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب ان

فَلَمَّا كَشَفْنَا

سے اس عذاب کو ایک وقت خاص تک

خاص وقت سے مراد دوسری بلا کے آنے سے پہلے کا وقت ہے کہ اس وقت تک وہ بلائیں جاتی پھر دوسری بلا میں مبتلا ہو جاتے اور پہلے پہل ان بلاؤں کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے تھے کیونکہ ان کو معمولی خیال کرتے تھے جب بار بار متواتر سخت مصیبت میں پڑنے لگے تب آ کر دعاء اور عہد و پیمان کرتے کراتے۔

عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بِلُغْوِهِ إِذَا

کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا ہم ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی

هُمْ يَنْكُثُونَ ۚ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

کرنے لگتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

فَاغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ يَأْتُهُمْ كَذِبًا

یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو

بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۚ وَأَوْرَثْنَا

جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے اور ہم نے

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ

ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے

الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا

پورب اور کچھم کا مالک بنادیا

اور ثنا القوم الذین تايعرشون اس میں اختلاف ہوا ہے کہ اس سرزمین سے مصر مراد ہے یا شام یا دونوں بعض نے اس جگہ اور اوپر ان الارض لله میں بھی مصر مراد لیا ہے اور ایک آیت میں اور ثناہا بنی اسرائیل میں تصریح ہے کہ یہ لوگ مصر کے ملک ہوئے اور اور اس کی ظاہری برکت تو ظاہر ہے اور باطنی برکت بھی باری معنی ہو سکتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک وہاں مدفون تھا اور ایک عرصہ تک آپ کی سرزمین میں برسریر حکومت رونق افروز رہے اور شام مراد ہو تو اس کی برکت میں کلام کیا ہے اس کی باطنی برکت تو کھلی ہوئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن رہا ہے اور بغوی نے اس جگہ اور اوپر کی آیت میں شام اور مصر دونوں کا مجموعہ مراد لیا ہے اور یہ قول انسب معلوم ہوتا ہے پھر وارث بنانا عام رہے گا خواہ بطور سکونت کے جیسا کہ ملک شام میں ہوا یا بطور ملکیت کے جیسا کہ مصر میں اگر بعد فرعون کے غرق ہونے کے بنی اسرائیل وہاں آنا یا نہ آنا ثابت ہو جائے ۱۲

الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کا

الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ بِمَا

نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا

صَبَرُوا ۚ وَدَمَرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ

اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو

چونکہ یہ خیال بھی نقلاً و عقلاً غلط ہے اس لئے اس کو جہل فرمایا پھر اس جہل کا انجام یہ ہوا کہ گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَّبِعُوا مَا هُمْ فِيهِ وَبُطِلَ مَا

یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ (منجانب اللہ بھی) تباہ کیا جاوے گا اور

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۹﴾

(فی نفسہ بھی) ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے

منجانب اللہ تباہی تو یہ ہے کہ عادت اللہ ہمیشہ سے جاری ہے کہ حق کو باطل پر غالب کر کے اس کو درہم برہم کر دیتے ہیں اور فی نفسہ بے بنیاد ہونا اس لئے کہ طریقہ شک کا باطل ہونا یقینی اور بدیہی ہے۔

قَالَ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْغِيكُمْ إِلَهًا

اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود تجویز کر دوں حالانکہ

دلائل تو حید کے علاوہ وہ تمہارا محسن و منعم بھی ہے۔ ۱۲

وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۱۴۰﴾

اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فوقیت دی ہے

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قول کی تائید کے لئے ارشاد فرمایا

(آگے ترجمہ) دیکھو ۱۲

وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں (کے ظلم و ایذا) سے بچالیا جو تم کو

سُوءَ الْعَذَابِ ۚ يُقْتَلُونَ أَبْنَاءَكُمْ

بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو (بکثرت) قتل کر ڈالتے تھے

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۖ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ

اور تمہاری عورتوں کو (اپنی بیگم اور خدمت کے لئے) زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس

مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿۱۴۱﴾

(واقعہ) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی

اور بھی بہت سے احسان ہیں لیکن اگر یہی ایک یاد رکھو تو احسان ماننے کو

بہت ہے تم نے کیا اچھا احسان مانا کہ شرک پر آمادہ ہو گئے۔ ربط: جب بنی

اسرائیل سب پریشانیوں سے مطمئن ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے

وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿۱۴۲﴾

اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ یہاں فرعون کے کارخانوں اور عمارت کا درہم برہم ہونا معلوم ہوتا ہے اور سورہ شعراء کی آیت فاخر جنا ہم من جنات و قوله واورثناھا بنی اسرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کارخانے اور عمارت صحیح و سالم بنی اسرائیل کے ہاتھ لگیں اس کا جواب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ قبضہ میں تو بعینہ آئے لیکن چونکہ دوسری سلطنت عادتاً ہمیشہ پہلی سلطنت کے انتظامات کو متغیر و متبدل کر دیتی ہے اس لئے درہم برہم کرنا فرمایا اور یہ جواب میری نظر سے نہیں گزرا ایک شبہ یہاں یہ ہوتا ہے کہ اس جگہ صبر و افرمایا ہے جس سے بنی اسرائیل کا صابر ہونا معلوم ہوتا ہے حالانکہ اوپر قالوا واذینا سے ان کا غیر صابر ہونا مترشح ہوتا ہے جواب اس کا اسی جگہ اشارۃً دیا جا چکا ہے کہ وہ شکایت نہیں بلکہ اظہار غم تھا جو صبر کے منافی نہیں۔ ربط: آگے ایک قصہ کے ضمن میں یہودی ناشکری اور جہالت کی حکایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک گونہ تسلی بھی ہے ان معاملات میں جو آپ کو اپنے زمانہ کے یہود کے ساتھ پیش آتے تھے کہ یہ تو ہمیشہ سے احسان فراموش ہوتے چلے آئے ہیں آپ غم نہ کیجئے واللہ اعلم و جاوزنا بنی اسرائیل تا عظیم ۱۲

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم

عَلَى قَوْمٍ يَّعْكِفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ ۚ

پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے تھے کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے

قَالُوا يَمُوسَى اجْعَلْ لَّنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ

لئے بھی ایک (جسم) معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود

إِلَهَةٌ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۱۴۳﴾

ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے

بغوی نے ان کی اس بیہودہ درخواست کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ان کو تو حید میں شک نہ ہوا تھا بلکہ اپنے غایت جہل سے یہ سمجھے کہ اگر غائب معبود کی طرف متوجہ ہونے کے لئے حاضر کو ذریعہ بنایا جائے تو یہ امر ایمان اور دینداری کے خلاف نہیں بلکہ اس میں خدا کی تعظیم اور تقرب زیادہ ہے اور

کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال نہیں لاسکتیں جیسا کہ حدیث میں ہے
لا حرقۃ سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ کہ اگر اللہ تعالیٰ (دنیا میں)
تجلی فرماویں تو انوار وجہ سے جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ہے سب جل جاویں (اور)
ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی نظر تمام عالم کو محیط ہے تو سب دنیا جل جائے باقی عالم
آخرت چونکہ دنیا سے زیادہ اس میں قوت ہے اس لئے وہ نہیں جلے گا)

إِلَى الْجَبَلِ

لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو

یعنی ہم تمہاری نشانی کے لئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہم اس پہاڑ پر ایک
جھلک ڈالتے ہیں اور پہاڑ پر تجلی ہونے کے معنی واللہ اعلم یہ سمجھ میں آتے
ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کا خاص نور بارادہ الہی خلأقی سے محبوب ہے اور جن
واسطوں سے محبوب ہے وہ حجابات اور موانع ہیں تعین ان کی اللہ کو معلوم
پس غالباً ان حجابات میں سے بعض حجاب اٹھا دیئے گئے ہوں اور چونکہ
تھوڑے سے حجاب مرفوع ہوئے تھے اس لئے ترمذی کی مرفوع حدیث
میں تمثیل کے طور پر ان کی قلت کو چھوٹی انگلی کے پور سے تشبیہ دی گئی ورنہ
صفات الہیہ مقدار اور اجزاء سے پاک ہیں اور چونکہ خدا تعالیٰ کے افعال
اختیاری ہیں اس لئے ممکن ہے کہ وہ حجاب پہاڑ کے اعتبار سے اٹھ گئے
ہوں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر خلأقی کے واسطے مرتفع نہ ہوئے ہوں ۱۲

فَإِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي

سو اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو (خیر) تم بھی دیکھ سکو گے پس

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ

ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی۔ تجلی نے اس (پہاڑ) کے پرچے

مُوسَى صَعِقًا

اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے

موسیٰ علیہ السلام کی بیہوشی اس وجہ سے نہ تھی کہ خود ان پر تجلی ہوئی کیونکہ
بظاہر جبل سے معلوم ہوتا ہے کہ تجلی الہی خاص پہاڑ کے حق میں ہوئی بلکہ پہاڑ کی
حالت دیکھ کر اور تجلی کی جگہ کے ساتھ اتصال اور تعلق ہونے سے یہ بے ہوشی ہوئی
اور تجلی ہو جانے سے دیدار کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ تجلی سے دیدار کا ہونا لازم نہیں آتا
تجلی کے معنی صرف ظاہر ہونے کے ہیں گو دوسرے کو اس کا اور اک نہ ہو جیسا کہ
آفتاب روز ظاہر ہوتا ہے مگر آشوب چشم والا اس کو نہیں دیکھ سکتا موسیٰ علیہ السلام کی
درخواست دیدار سے دنیا میں اس کا عقلاً ممکن ہونا اور حق تعالیٰ کے جواب سے شرعاً

درخواست کی کہ اب ہم کو کوئی شریعت ملے تو اس پر بفرار خاطر عمل کریں۔
موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی وعدہ ہوا کہ طور پر آ کر تمیں
دن متکلف ہو تو تم کو شریعت کی کتاب توریت دی جائے پھر توریت دے کر
دس راتیں ان میں اور بڑھادیں جس کی وجہ سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے آگے
یہ قصہ بیان فرماتے ہیں و وعدنا موسیٰ تا کانوا يعملون۔

وَوَعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَيْنَاهَا

اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا

بِعَشْرِ فِتْمَمِيقَاتٍ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ

اور دس شب کو ان تیس شب کا تہہ بنایا۔ سوان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس

لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ

شب ہو گیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا

اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي

کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا

موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام سے جو یہ بات فرمائی کہ میرے
بعد تم میرے جانشین ہو اس سے نبوت میں خلیفہ کرنا مراد نہ تھا بلکہ ہارون
علیہ السلام تو خود نبی تھے لیکن وہ حاکم اور سلطان نہ تھے اس وقت اس خاص
صفت میں خلیفہ کرنا منظور تھا کہ میرے بعد حکومت و انتظام کا کام بھی
تمہارے سپرد ہے ۱۳

وَأَصْلَحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ

اور اصلاح کرتے رہنا اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ لَا

وقت (مؤود) پر آئے اور ان کے رب نے ان سے بہت ہی (الطف و عنایت کی) باتیں کیں۔

تو شدت انبساط سے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا (ترجمہ دیکھو)

قَالَ رَبِّ ارْنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ

تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو

تَرَانِي وَلَكِنْ أَنْظُرْ

ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے

بِقُوَّةٍ وَأَمْرٍ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا

(بھی) حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں میں اب بہت

سَاوَرِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھاتا ہوں

اس مقام سے مراد یا مصر ہے یا شام اور فاسقین یا فرعون کی قوم ہے یا عالملقہ جو شام پر مسلط تھے اس احتمال کی وجہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا مصر میں واپس آنا یا نہ آنا اس میں اقوال مختلف ہیں غرض مقصود اس سے اطاعت کی ترغیب دینا ہے کہ اس کی برکت سے دشمنوں کے ملک پر عنقریب تسلط ہو جائیگا ۱۲

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ

میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط

کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں

کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھنا حق اس کا ہے جو واقع میں بڑا ہو اور وہ ایک خدا کی ذات ہے۔

وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَا یُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ

اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں اور اگر

یَّرَوْا هٗ سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ

ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنادیں

وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغٰیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ط

اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا

یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے

غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

غافل رہے

ان کی حقیقت میں غور نہیں کیا یہ سزا تو دنیا میں ہوئی کہ ہدایت سے

محال ہونا معلوم ہوتا ہے یہی مذہب ہے اہل سنت و جماعت کا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو حق تعالیٰ نے کلام فرمایا اس کی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے البتہ قرآن مجید کے الفاظ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو بہ نسبت اس کلام کے جو کہ عطاءے نبوت کے وقت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا کچھ زیادہ خصوصیت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ یہاں کلمہ ربہ فرمایا ہے کہ ان سے خدا نے کلام کیا اور وہاں یہ فرمایا ہے کہ درخت سے مبارک جگہ میں ان کو ندا ہوئی اور غالباً اس زیادہ خصوصیت ہی کی وجہ سے یہ کلام اشتیاق دیدار کا سبب بن گیا جو نہیں ہوا واللہ اعلم

فَلَمَّا اٰفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ

پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ (اور رفیع) ہے

یعنی آپ کی ذات ان آنکھوں کی برداشت سے پاک ہے ۱۲

تُبَّتْ اِلَیْكَ

میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں

یعنی اس مشتاقانہ درخواست کی معافی چاہتا ہوں۔

وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں

یعنی حضور کا جو ارشاد ہے لن ترانی کہ تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں ۱۲

قَالَ یٰمُوسٰی اِنِّیْ اَصْطَفٰیْتُكَ عَلٰی

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ (یہی بہت ہے کہ) میں نے پیغمبری اور اپنی

النَّاسِ بِرِسٰلَتِیْ وَ بِكَلٰمِیْ ؕ فَخُذْ مَا

ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے۔ تو (اب) جو کچھ تم کو میں

اٰتٰیْتُكَ وَ كُنْ مِنَ الشَّٰكِرِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ كَتَبْنَا

نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی

لَہٗ فِی الْاَنْوَاجِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مُّوَعِظَةً

(ضروری) نصیحت اور (احکام ضروریہ کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل ان کو

وَ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ؕ فَخُذْهَا

لکھ کر دی تو ان کو کوشش کے ساتھ (خود بھی) عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو

محروم رہے آگے سزائے آخرت کا بیان ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ

اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا

ان کے سب کام غارت گئے اور ان کو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۷﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ

یہ کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے

مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ

ان کے بعد اپنے (مقبوضہ) زیوروں کا

واتخذ قوم موسیٰ تا یروہیون یعنی وہ مقبوضہ زیور جو قبطیوں سے

مصر سے نکلنے وقت شادی کے بہانہ سے مانگ لیا تھا

عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خَوَارٌ

ایک بچھڑا ٹھہرا لیا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی

یعنی صرف اتنی حقیقت رکھتا تھا اور اس میں کوئی کمال نہ تھا جس سے

کسی عاقل کو اس کی معبودیت کا شبہ ہو سکے اس بچھڑے کے بارے میں

سلف کے دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ سچ سچ کا بچھڑا ہو گیا تھا ایک یہ کہ وہ

چاندی سونے ہی کا رہا اور بقدر آواز کرنے کے اس میں حیات آگئی تھی

اور دونوں باتیں قدرت خدا میں داخل ہیں اس لئے یہ کہنا بلا دلیل ہے یہ

آواز ایسی تھی۔ جیسے مٹی کے کھلونوں میں صنعت سے ہوتی ہے ۱۲

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا

کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا اور نہ

يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا

ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا

یعنی اس میں تو آدمی کے برابر بھی قدرت نہ تھی خدا کی سی صفات تو

اس میں کیا ہوتیں ۱۳

اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۱۳۸﴾

اس کو انہوں نے معبود قرار دیا تھا اور بڑا بے ڈھنگا کام کیا

کیونکہ اس میں کوئی وجہ اصلاحی نہ تھی آگے ان کے متنبہ ہونے کا بیان ہے کہ
موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے بعد ان کے تنبیہ فرمانے سے متنبہ ہوئے۔

وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ

اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے

ضَلُّوا لَا قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے

وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۱۳۹﴾

اور ہمارا (یہ) گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گزرے

چنانچہ خاص طریقہ سے ان کو تکمیل توبہ کا حکم ہوا جس کا قصہ سورہ بقرہ
آیت فاقتلو انفسکم میں گزر چکا ہے آگے موسیٰ علیہ السلام کے متنبہ
فرمانے کا قصہ ہے ۱۴

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں

أَسِيفًا

بھرے ہوئے

کیونکہ ان کو وحی سے یہ معلوم ہو گیا تھا سورہ طہ میں ہے قال فانا
قد فتنا الخ تو اول قوم کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ يَبْنَؤُكُمْ خَلْفَتُكُمْ مِنْ بَعْدِي

تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی کیا اپنے رب کے حکم

أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ

(آنے) سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی

میں تو احکام ہی لینے گیا تھا اس کا انتظار تو کیا ہوتا پھر حضرت ہارون
علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔

وَأَلْقَى الْأَوَاخِ

اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں

اور جلدی میں ایسے زور سے رکھیں کہ دیکھنے والے کو اگر غور نہ کرے تو
شبہ ہو کہ جیسے پٹک دی ہوں اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا غصہ للہ تھا اس کی

ہوتے دیکھا تو ان سے علیحدہ ہو کر میرے پیچھے کیوں نہ چلے آئے۔

وَاَدْخَلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں

الرَّحِيمِينَ ۝۱۵۱

سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں

اس لئے ہم کو قبول دعا کی امید ہے پھر حق تعالیٰ نے ان کو سالہ پرستوں کے بارہ میں موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا (ترجمہ دیکھو)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ

بیشک جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی

غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذٰلِكَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝۱۵۲

اور ہم افتر پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں

کہ دنیا میں ہی ان پر غضب اور ذلت نازل کرتے ہیں گو کسی عارض کی وجہ سے کبھی اس ذلت کا ظہور نہ ہو یا دیر میں ہو چنانچہ سامری نے جب توبہ نہ کی اس پر غضب اور ذلت کا نزول ہوا جس کا قصہ سورہ طہ میں ہے

وَالَّذِيْنَ عَلِمُوا السَّيِّاَتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْۢ بَعْدِهَا

اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ انکے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں تو

وَاٰمَنُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۵۳

تمہارا رب اس توبہ کے بعد گناہ کا معاف کر دینے والا اور رحمت کریم والا ہے

گو تکمیل توبہ کے لئے اَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ کا بھی حکم ہوا کہ گوسالہ پرستوں کو قتل کیا جاوے کیونکہ یہ رحمت کے منافی نہیں اصل رحمت آخرت کی ہے چنانچہ توبہ کرنے والوں کی خطا اسی طرح معاف ہو گئی ۱۲

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسٰى الْغَضَبُ اَخَذَ

اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا

الْاَلْوَاْحَ ۚ وَفِيْ نُسْخٰتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ

اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے

ایسی مثال ہے جیسے کسی مباح چیز کے استعمال سے نشہ ہو گیا ہو کہ اس میں انسان مکلف نہیں رہتا اس پر دوسروں کے غصہ کو جو نفس کے واسطے ہو قیاس نہیں کر سکتے بلکہ دوسروں کے غصہ کی مثال ایسی ہے جیسے حرام چیز کے استعمال سے نشہ ہو گیا ہو کہ اس میں وہ شرعاً مکلف رہتا ہے چنانچہ شراب کے نشہ میں اگر طلاق دے دے تو شرعاً واقع ہو جائے گی نیز عادت ممکن ہے کہ شدت مشغولی میں خیال نہ رہا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور بھائی سے دارو گیر کرنے کے لئے ہاتھ خالی کرنا ہو اس لئے تورات کی تختیاں ڈال دی ہوں جیسے اکثر بات چیت میں یہ کسی خیال کے غلبہ میں اکثر ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں اور بعض نے لکھا ہے کہ القاء کے معنی یہاں ڈال دینے کے نہیں بلکہ مجازاً جلدی سے رکھ دینے کے ہیں چنانچہ ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

وَآخِذْ بِرَاسِ اَخِيْهِ يَجْرُؤَ اِلَيْهِ

اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے

یعنی کیوں تم نے پورا انتظام نہ کیا اور چونکہ غلبہ غضب میں ایک گونہ بے اختیاری ہو گئی تھی اور غضب بھی دین کے لئے تھا اس لئے اس بے اختیاری کو معتبر قرار دیا جاوے گا اور اس اجتہادی لغزش پر اعتراض نہ کیا جاوے گا۔

قَالَ ابْنُ اُمِّ رَانَ الْقَوْمَ اسْتَضَعَفُوْنِيْ

ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) ان لوگوں نے مجھ کو بے

وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنِيْ ۚ فَلَا تُشَبِّهْ بِيْ الْاَعْدَاءَ

حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تم مجھ پر (نخنی کر کے)

وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۴

دشمنوں کو مت ہنساؤ اور مجھ کو ان ظالموں کے ذیل میں مت شمار کرو

یعنی میں نے اپنی کوشش بھراں کو بہت روکا مگر انہوں نے میری نصیحت نہ مانی تو میرے ساتھ وہ نخنی کا برتاؤ نہ کرو جو ان کے ساتھ کرنا چاہئے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاٰخِيْ

موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا

معاف فرما دے اور میرے بھائی کی بھی

کہ شاید ان مشرکین کے ساتھ قطع تعلق اور علیحدگی اختیار کرنے میں کچھ ان سے کوتاہی ہو گئی ہو جیسا اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ ما منعک اذرايتہم ضلوا ان لا تتبعن الخ کہ جب اے ہارون تم نے ان کو گمراہ

لَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۵۴﴾

ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی

یعنی وہ احکام تھے جن پر عمل کرنے سے انسان ہدایت کے ساتھ موصوف اور رحمت کے ساتھ موعود ہوتا ہے ربط: جب گوسالہ کا قصہ تمام ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اطمینان سے توراۃ کے احکام سنائے ان لوگوں کی عادت شبہات نکالنے کے لئے تھی ہی چنانچہ اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ہم سے اللہ تعالیٰ خود فرما دیں تو یقین کیا جاوے آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا وہاں سے حکم ہوا کہ ان میں سے کچھ آدمی جن کو یہ لوگ معتبر سمجھتے ہیں منتخب کر کے طور پر لے آؤ ہم ان سے خود کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں اور اس کے لئے ایک وقت معین کیا گیا واختار موسیٰ تا یومنون

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا

اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین (پر لانے) کیلئے منتخب کئے

چنانچہ وہاں پہنچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو ان میں یہ شاخ نکالی کہ خدا جانے کون بول رہا ہوگا ہم تو جب یقین لا دیں کہ خدا تعالیٰ کو کھلم کھلا اپنی آنکھ سے دیکھ لیں خدا تعالیٰ نے اس گستاخی کی سزا دی نیچے سے زلزلہ شدید شروع ہوا اور اوپر سے ایسی کڑک بجلی کی ہوئی کہ سب وہیں کے وہیں رہ گئے ۱۲

فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

سو جب ان کو زلزلہ (وغیرہ) نے آ پکڑا

تو موسیٰ ڈرے کہ بنی اسرائیل جاہل اور بدگمان تو ہیں ہی یوں سمجھیں گے کہ کہیں لے جا کر کسی طریق سے ان کا کام تمام کر دیا ہے۔ (آگے ترجمہ) ۱۲

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ

تو موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپ کو یہ منظور

وَإِيَّائِي ط

ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے

کیونکہ ان کا اس وقت ہلاک ہونا بنی اسرائیل کے ہاتھوں میرا بھی ہلاک ہونا ہے سوا اگر آپ کو یہ مقصود ہوتا تو پہلے بھی آپ ایسا کر سکتے تھے مگر جب ایسا نہیں کیا تو مجھ کو یقین ہے کہ ان لوگوں کو محض سزا دینا منظور ہے خاص ہلاک کرنا مقصود نہیں کیونکہ اس سے میری ہلاکت بھی ہے اور بدنامی بھی اور آپ سے امید ہے کہ مجھ کو بدنام نہ کریں گے۔

أَهْلَكْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا

کیا آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے کہ ”بیوقوفی تو کریں یہ لوگ کہ یہ ایسی گستاخی کی فرمائش کریں اور ساتھ میں بنی اسرائیل کے ہاتھوں ہلاک ہوں مجھے بھی آپ سے امید ہے کہ ایسا نہ کریں گے ۱۲

إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ

یہ واقعہ محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو آپ

وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ ط

چاہیں گرا ہی میں ڈال دیں اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں

جو ایسے امتحان سے خدا کی شکایت اور ناشکری کرنے لگے وہ گمراہ اور جو اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھتا ہے وہ ہدایت پر قائم ہے سو میں آپ کے فضل و کرم سے آپ کے حکیم ہونے کا علم رکھتا ہوں لہذا اس امتحان میں مطمئن ہوں

أَنْتَ وَلِيِّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ

آپ ہی تو ہمارے خیر گیراں ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب

الْغَفِيرِينَ ﴿۵۵﴾

معافی دینے والوں سے زیادہ بہتر ہیں

سوان کی گستاخی بھی معاف کر دیجئے چنانچہ وہ لوگ صحیح و سالم اٹھ کھڑے ہوئے سورۃ بقرہ معاملہ ہفتم و ہشتم ملاحظہ ہو آگے اس دعاء کے ساتھ رحمت کی تفصیل کرتے ہوئے آپ نے اور دعاء کی ۱۲

وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً

اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی۔

وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدَّنَا إِلَيْكَ ط

ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے

موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ میری رحمت تو مطلقاً غضب پر سبقت رکھتی ہے اگرچہ مستحق عذاب کا ہرنا فرمان ہے لیکن پھر بھی سب پر واقع نہیں کرتا بلکہ ان میں سے خاص خاص مسترد اور سرکشوں پر واقع کرتا ہوں اور باوجودیکہ ان میں سے بہت سی مخلوق جو سرکش و معاند ہیں رحمت کے مستحق نہیں مگر ان پر بھی ایک گونہ رحمت ہے گو دنیا میں ہی سہی (ترجمہ) ۱۲

قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي

فرمایا میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاكُنْهَا الَّذِينَ

اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت تو ان لوگوں کے

يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ

نام تو ضرور ہی لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے

هُمْ بِأَيِّتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٩﴾

ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

کیونکہ یہ لوگ بوجہ اطاعت کے حسب وعدہ الہیہ رحمت کے مستحق بھی ہیں اور نمونہ کے طور پر ہر قسم کی اطاعت کا ایک عمل بیان فرما دیا ہے چنانچہ خدا سے ڈرنا منجملہ اعمال قلب سے ہے اور زکوٰۃ دینا اعمال جوارح سے ہے اور ایمان لانا عقائد کی قسم میں سے ہے غرض جس درجہ اطاعت ہوگی اسی درجہ کی رحمت ہوگی تو ایسے لوگ تو پہلے سے ہی مستحق رحمت ہیں گو موسیٰ علیہ السلام درخواست بھی نہ کرتے اور اب تو آپ درخواست بھی کر رہے ہیں پس اس میں قبول دعا کی بشارت ہے کہ آپ تو رحمت کے مستحق ہیں ہی آپ کی قوم میں بھی جو مورد رحمت بننا چاہے وہ ایسے ہی اوصاف اختیار کرے تاکہ مستحق رحمت ہو جاوے ربط: آگے بطور جملہ معترضہ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے اہل کتاب کو سنانے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہو گیا کہ رحمت کاملہ کا استحقاق اسی کو ہے جو اطاعت کاملہ کرے اور اب دورہ نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اطاعت کاملہ کا مصداق وہی لوگ ہیں جو آپ کی اطاعت کرتے ہیں بالخصوص جب کہ علاوہ دیگر دلائل نبوت کے توریت و انجیل میں آپ کی پیشین گوئی بھی موجود پاتے ہیں تب تو اہل کتاب کو اطاعت نہ کرنے میں کوئی بھی عذر نہیں اس کے بعد قل یا یہا الناس میں تمام لوگوں کو عام خطاب فرما کر سب کے اوپر آپ کی اطاعت کا واجب ہونا بھی بتلایا ہے پھر ومن قوم موسیٰ میں ان اہل کتاب کی مدح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع تھے اس کے بعد پھر قصہ موسویہ کی تمثیل ہے الذین يتبعون تابہ يعدلون۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں

الَّذِي يَجِدُ وَنَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي

جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ

(جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری

وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ

باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں

گو وہ پہلی شریعتوں میں حرام تھیں حاصل یہ ہے کہ یہود پر بعض چیزیں خبیث ہونے کی وجہ سے حرام نہ تھیں بلکہ شرارت و سرکشی کی وجہ سے حرام ہو گئی تھیں آپ کی شریعت میں پھر ان کے طیب ہونے کے موافق عملدرآمد ہوا اور امی کے معنی یہ ہیں کہ جیسے آدمی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے کہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا اسی طرح آپ نے عمر بھر کسی کی شاگردی پڑھنے لکھنے میں نہیں کی پھر یہ علوم عالیہ اور باریک حقائق ظاہر فرمائیں یہ کتنا بڑا اکمال ہے اور موجودہ توریت و انجیل باوجود محرف ہونے کے آپ کے اوصاف اور بشارت سے خالی نہیں اور اگر بشارات میں صرف اشارات اور علامات کافی نہیں بلکہ تصریح نام کی حاجت ہے تو اس وقت کے علماء کا ان آیتوں کو سن کر خاموش ہو جانا دلیل صریح ہے کہ اس وقت نام بھی ہو گا ورنہ وہ لوگ معارضہ کرتے اور وہ معارضہ توریت میں منقول ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت و انجیل کی تحریفیں بڑھتی گئیں۔ اخذتہ من فصح المنان اور توریت و انجیل کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ وہ کتب شریعت سمجھی جاتی تھیں ورنہ آپ کی بشارت زبور میں بھی تھی۔ ۱۲

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ

اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں

عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي

اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے

كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط

ان کو دور کرتے ہیں

یعنی ایسے احکام سخت سخت جو پہلے تھے آپ کی شریعت میں منسوخ ہو جاتے ہیں۔

وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾

اور ان (نبی) کا اتباع کرو تا کہ تم راہ (راست) پر آ جاؤ

آگے بتلاتے ہیں کہ گو بعض لوگوں نے آپ کی مخالفت کی لیکن اہل کتاب میں جو منصف تھے انہوں نے آپ کا اتباع اختیار کیا۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْتَدُونَ

اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو (دین) حق کے موافق

بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۹﴾

ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں

یعنی اپنے اور غیروں کے معاملات میں اسلام کے موافق عمل کرتے ہیں مراد اس سے عبد اللہ بن سلام وغیرہ علماء اہل کتاب ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت جیسے دلائل و معجزات سے ثابت ہے اسی طرح اہل علم کی شہادت سے بھی اس کی تائید ہو چکی ہے۔ ربط: اوپر کچھ قصہ موسیٰ علیہ السلام کا مذکور تھا درمیان میں ایک دوسرا ضروری مضمون مناسب مقام آ گیا تھا آگے پھر قصہ مذکورہ کا تتمہ ہے۔ وقطعنہم تا یظلمون

وَقَطَّعْنَهُمْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا

اور ہم نے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی

بنی اسرائیل پر ایک انعام ہم نے یہ کیا کہ ان کی اصلاح اور انتظام کے لئے ہر خاندان پر ایک سردار نگرانی کے لئے مقرر کر دیا آگے دوسرے انعام کا ذکر ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ اسْتَسْقَاهُ

اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جبکہ ان کی قوم

قَوْمُهُ أَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ

نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو

موسیٰ علیہ السلام نے جب پانی کے لئے دعا کی اس وقت یہ حکم ہوا کہ عصا کو پتھر پر مارو اس سے پانی نکل آ دے گا۔

فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا

بس (مارنے کی دیر تھی فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے

ان ہی بارہ خاندانوں کے عدد کے موافق بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

قَالَتَيْنِ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ

سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان

وَاتَّبِعُوا النَّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهُ لَاۤ اُولٰٓئِكَ

کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے

هُمُ الْمَفْلِحُونَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگو

اس آیت سے آپ کی عموم نبوت ثابت ہوئی آپ کی نبوت کا عام ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور لفظ یا ایہا الناس میں عرف کے اعتبار سے جن بھی داخل ہیں جیسے فی صدور الناس من الجنة والناس میں کہا گیا ہے۔

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ

میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہی

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ

ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

اِلَّا هُوَ یُحِیْ وَیُمِیْتُ ۚ قَامِنُوْا بِاللّٰهِ

وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو (ایسے) اللہ پر ایمان لاؤ

وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّۤ الْاٰمِیْنِ

اور اس کے (ایسے) نبی امی پر (بھی)

رسول اور نبی میں چند فرق بیان کئے گئے ہیں احقر آیات قرآنیہ سے یہ سمجھتا ہے کہ نبی صرف نوع بشر کے ساتھ خاص ہے اور رسول ملائکہ کو بھی عام ہے دو صفتیں آپ کی بیان فرمانے سے تاکید مقصود ہے کہ آپ نبی بھی ہیں رسول بھی ہیں۔

الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِہٖ

جو کہ (خود) اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں

یعنی باوجود اتنے بڑے رتبہ کے بھی ان کو اللہ پر اور سب رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانے سے عار نہیں تو تم کو اللہ و رسول پر ایمان لانے سے کیوں انکار ہے۔

غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا

ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے

عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا

فرمائش کی گئی تھی۔ اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے

كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿١٢٦﴾

کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے

اس کی تفصیل بھی سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے رابطہ :
یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بنی اسرائیل کے قصے مذکور ہوئے
اور آئندہ رکوع کی آخر آیت واذنقنا الجبل النخ میں بھی آپ ہی کے
زمانہ کا قصہ مذکور ہے درمیان میں دوسرے اوقات کے حالات اور افعال بنی
اسرائیل کے مذکور ہوتے ہیں۔ وسئلہم تاخاسنین

وَسَأَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ

اور آپ ان (اپنے ہم عصر یہودی) لوگوں سے (بطور تنبیہ) اس بستی والوں

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ

کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے

وہاں یہودی رہتے تھے اور اس بستی کا نام اکثر نے ایلا لکھا ہے دریا کے
قرب کی وجہ سے یہ لوگ مچھلی کے شکار کے شوقین تھے اور ہفتہ کے روز ان کو
شکار کرنا ممنوع تھا ۱۲

إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ

اس وقت کا حال پوچھئے جبکہ وہ ہفتہ کے بارہ میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے

وہ لوگ ایک حیلہ سے شکار کرتے تھے اور جو حیلہ انہوں نے اختیار کیا
تھا اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں اس کے متعلق کچھ مباحث سورہ
بقرہ میں گزر چکے ہیں۔

إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ

جبکہ ان کے ہفتے کے روز تو ان (کے دریا) کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے

شُرْعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ

سامنے آتی تھیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرِبَهُمْ

(چنانچہ) ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا

آگے تیسرے اور چوتھے انعام کا ذکر ہے

وَوَضَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا

اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے ان پر ابر کو سایہ نازل کیا اور (ایک انعام یہ

عَلَيْهِمُ الْمَنِّ وَالسَّلْوَىٰ طُكُّوا مِنْ

کیا کہ) ان کو ترنجبین اور شیریں پہنچائیں (اور اجازت دی کہ) کھاؤ نفیس

طَيِّبَاتٍ مَا رَزَقْنَاكُمْ ط

چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں

لیکن وہ لوگ اس میں بھی ایک بات خلاف حکم کر بیٹھے ۱۲

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان

يَظْلِمُونَ ﴿١٢٧﴾

کرتے تھے

یہ واقعات وادی تیبہ کے ہیں ان کی تفصیل سورہ بقرہ میں گزر چکی
واذقيل لهم تا بما كانوا يظلمون۔

وَإِذْ قِيلَ لَهُمْ اسْكُنُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ

اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ان کو حکم دیا گیا یہ تم لوگ اس آبادی میں جا

وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا

کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا

حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ

کہ توبہ ہے (توبہ ہے) اور (عاجزی سے) جھکے ہوئے دروازہ میں داخل

لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ سَنُزِيدُ الْحُسَيْنِينَ ﴿١٢٨﴾

ہونا ہم تمہاری (پچھلی) خطائیں معاف کر دیں گے (یہ توبہ کیلئے ہوگا

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا

اور) جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دینے سو بدل ڈالا

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ

سو (آخر) جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا (یعنی نہ

يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ

مانا) تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے

خواہ برابر منع کرتے رہے یا ناامید ہو کر مایوسی کی وجہ سے خاموش بیٹھ رہے دونوں قسم کے لوگوں کو نجات ہوئی ف: جب نصیحت کے اثر ہونے کی بالکل امید نہ ہو تو نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا گو عالی ہمتی ضرور ہے پس جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو انہوں نے بوجہ ناامیدی کے اسی پر عمل کیا کہ نصیحت کرنا واجب نہیں اور دوسرے جو برابر نصیحت کرتے رہے ان کو یا تو ناامیدی نہیں ہوئی جیسا کہ ان کے قول لعلمهم يتقون سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ لوگ ڈر جائیں یا عالی ہمتی کی شق کو انہوں نے اختیار کیا ہو غرض دونوں فریق حق پر تھے اور حضرت عکرمہ نے دونوں کے نجات پانے کو اس آیت سے استنباط کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کی بات کو پسند کر کے ان کو انعام بھی دیا کذا فی الدر المنثور

وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ

اور ان کو جو زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا بسبب اس کے کہ

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ

وہ بے حکمی کیا کرتے تھے یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا

مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

گیا تھا حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل

خَسِيفٍ ﴿١٦٦﴾

بن جاؤ

یہ اس سخت عذاب کی تفسیر ہوئی اور درمنثور میں دو آیتیں نقل کی ہیں کہ یہ بندرتین دن کے بعد سب مر گئے ان کی نسل نہیں چلی ریط: اوپر بنی اسرائیل کی حکایات میں ان کی بہت سی قباحتوں کا ذکر بھی ہوا ہے آگے ان قبائح کا انجام بد جو آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ظاہر ہوا ہے مذکور ہے اور جو لوگ ان میں سے ان قباحتوں کے مرتکب نہ تھے ان کو آیت وقطعنهم الخ میں استثناء کر دیا گیا پھر آیت فخلف میں ان یہودیوں کی حالت مذکور ہے جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور ان میں سے بھی اطاعت کرنے والوں

ہفتہ کے روز مچھلیاں پانی سے سر نکال نکال کر دریا کی سطح پر آ جاتیں اور دوسرے دنوں میں وہاں سے کہیں دور چلی جاتی تھیں آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں۔

كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ

ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش کرتے تھے

کہ کون حکم پر ثابت قدم رہتا ہے اور کون نہیں رہتا آگے آزمائش کی وجہ بتلاتے ہیں۔

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾

اس سبب سے کہ وہ (پہلے سے) بے حکمی کیا کرتے تھے۔

اس لئے ایسے سخت حکم سے ان کی آزمائش کی ورنہ اہل طاعت کی آزمائش میں لطف اور توفیق اور تائید بھی ساتھ ساتھ ہوا کرتی ہے۔

وَإِذْ قَالَتْ أُمُّهُم مِّنْهُمْ

اور (اس وقت کا حال پوچھئے) جبکہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا یہ لوگ اپنی قوم کو نصیحت کرتے کرتے نفع اور اثر سے مایوس ہو گئے تھے انہوں نے دوسری جماعت سے جواب بھی نصیحت کئے جاتے تھے اور نفع سے بالکل مایوس نہ ہوئے تھے یہ گفتگو کی

لِمَ تَعْطُونَ قَوْمًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ

کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ط

کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں

یعنی جب ان سے قبول کی کچھ امید نہیں اور اس وجہ سے غالباً خدا تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں یا ہلاک بھی نہ کیا تو کوئی اور طرح کی سخت سزادیں ایسوں کے ساتھ کیوں دماغ خالی کرتے ہو۔

قَالُوا مَعْذَرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾

انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے (اور اپنے) رب کے روبرو معذر کرنے کے لئے اور (نیز) اس لئے کہ شاید یہ ڈر جاویں

جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہم دو وجہ سے ان کو نصیحت کرتے ہیں اولاً اس لئے کہ اللہ کی روبرو یہ کہہ سکیں کہ اے اللہ ہم نے تو کہا مگر انہوں نے نہ سنا ہم معذور ہیں دوسرے شاید یہ مان جائیں اور عمل کرنے لگیں مگر وہ کب عمل کرنے والے تھے ۱۲

يَا خُذْ وَنَ عَرَضَ هَذَا الْاَدْنٰى

حاصل کیا اس دنیا کے دنیا کا مال و متاع لے لیتے ہیں

یعنی اس کے ساتھ ہی حرام خورایے ہیں کہ احکام الہی کے بدلے اگر کچھ مال و متاع ملے تو بے تکلف لے لیتے ہیں اور پیکا ایسے ہیں کہ اس گناہ کو حقیر سمجھتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا

اور (اس گناہ کو حقیر سمجھ کر) کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی

کیونکہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں ہماری مقبولیت کے سامنے ایسے گناہ کیا چیز ہیں۔

وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ

حالانکہ اگر ان کے پاس (پھر) ذیہ ہی مال و متاع (دین فروشی کے عوض) آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں

غرض اپنی پیکا پر اور گناہ کو ہلکا سمجھنے پر جنے ہوئے ہیں اور گناہ کو ہلکا سمجھنا خود کفر ہے جس پر مغفرت کا احتمال ہی نہیں یقین تو کیا چیز ہے چنانچہ آگے بھی ارشاد ہے ۱۲

أَلَمْ يُوْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا

کیا ان سے اس (کتاب) کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف

يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ

بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں

پھر اس مضمون پر کیوں نہیں عمل کیا جاتا اور خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹ بات کیوں منسوب کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی آسمانی کتاب کو جب مانا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس کے سب مضامین کو مانیں گے اور یہ عہد کوئی اجمالاً نہیں لیا گیا بلکہ تفصیلی عہد لیا گیا تھا۔

وَدَّرَسُوا مَا فِيهِ

اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھا (بھی) لیا

جس سے یہ احتمال بھی جاتا رہا کہ شاید ان کو اس خاص مضمون کا تورات میں ہونا معلوم نہ ہو پھر بھی یہ ایسی بڑی بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود معصیت کو ہلکا سمجھنے کے مغفرت کا اعتقاد کئے ہوئے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ پر محض تہمت ہے اور انہوں نے یہ سب قصہ دنیا کے واسطے کیا

کا اسی طرح استثناء کر دیا گیا واذناذن تاجر المصلحين

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ

اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر قیامت (کے قریب) تک ایسے (کسی نہ کسی) شخص کو

الْقِيَمَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ

ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا

انبیاء بنی اسرائیل کی معرفت یہ بات بتلا دی گئی تھی کہ یہود کی گستاخیوں اور تافرماتیوں کی سزا میں کوئی نہ کوئی ان کو ذلت و خواری و محکومیت کی تکلیف دیتا رہے گا چنانچہ مدت سے یہودی کسی نہ کسی سلطنت کے محکوم و مقہور ہی چلے آتے ہیں اور اس کے متعلق ضروری تحقیق پارہ الم کے نصف کے قریب گزر چکی ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ

بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دیتا ہے اور بلاشبہ وہ (واقعی)

رَحِيمٌ ۝ وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمَا

اگر کوئی باز آ جائے (تو بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے اور ہم نے دنیا میں ان

مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ

کی متفرق جماعتیں کر دیں بعض ان میں نیک تھے اور بعض ان میں اور طرح کے

وَبَلَّوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ

(بھی) تھے (یعنی بد) اور ہم ان کو خوشحالیوں (صحت اور غنا) اور بدحالیوں (بیماری

يَرْجِعُونَ ۝

وُفَّر) سے آزماتے رہے کہ شاید باز آ جاویں

یعنی ہم نے ان بدوں کو بھی اپنی عنایت اور تربیت و اصلاح کے سامان جمع کرنے کا ہمیشہ موقعہ دیا مہمل نہیں چھوڑا ہمیشہ راحت اور تکلیف سے ان کو آزماتے رہے کیونکہ کبھی راحت سے نیک کاموں کی رغبت ہوتی ہے گا ہے معصیت میں برے کاموں سے خوف پیدا ہو جاتا ہے ان واقعات کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی یہ سمجھتے تھے کہ شاید اب یہ باز آ جاویں مگر وہ باز آنے والے کب تھے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ

پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب (تورات) کو ان سے

أَدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

اور جبکہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا

اور اس سے خود یہ سمجھا گیا کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے بھی ان کی اولاد کو نکالا کیونکہ جب تک وہ نہ نکالے گئے ہوں ان کی اولاد ان کی پشت سے کیونکر نکلتی اور یہ واقعہ عالم ارواح میں ہوا حدیث میں آیا ہے کہ بہت منحنی منحنی چیونٹیوں کی طرح نکالے گئے اور ان کو عقل بھی دی گئی پس یہ شبہ جاتا رہا کہ اتنے آدمی کھڑے کہاں ہوئے ہوں گے رہا یہ شبہ کہ اتنے ننھے جسم میں عقل کیسے ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے چیونٹی کو اپنی ضروریات کی سمجھ ہوتی ہے رہا یہ کہ اس عہد کا فائدہ کیا ہوا اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہم حق تعالیٰ کی حکمتوں کے احاطہ کا دعویٰ نہیں کرتے کوئی حکمت ہوگی جس کی تعمین ہمارے ذمہ ضروری نہیں دوسرے یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ اب جو عقل کے نزدیک توحید ایک فطری امر ہے کہ ذرا انصاف سے تامل کیا جائے تو سمجھ میں آ جاتی ہے نیز ہر شخص کے دل میں حق تعالیٰ کی طرف ایک فطری میلان ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اسی عہد کا اثر ہو اگر وہ عہد نہ ہوتا تو شاید ایسی سہولت نہ ہوتی جیسے کوئی حساب سیکھ کر بھول جائے اور دوبارہ سیکھنے میں آسانی بہت ہوتی ہے پھر اسی عہد پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ رسولوں کے ذریعہ سے اس کی یاد دہانی ہوتی رہی چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ میرے رسول تم کو یہ عہد یاد دلاتے رہیں گے اور گواہ وہ عہد یاد نہیں رہا مگر اس کا مضمون فطری ہو گیا ہے پھر انبیاء نے اس کی یاد دہانی کر دی ہے اس مجموعہ سے عذر ختم کرنے کے لئے وہ کافی حجت ہے رہا یہ کہ اس عہد میں توحید کی کیوں تخصیص کی گئی تو شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ توحید کا تعلق ایک ذات غائب سے ہے اس لئے اس کا فطرت کے قریب بنانا ضروری تھا حضرت ذوالنون مصریٰ سے کسی نے سوال کیا کہ عہد الست آپ کو یاد ہے فرمایا کانہ الان فی اذنی کہ ایسا یاد ہے گویا اس وقت کان میں آواز آرہی ہے۔

الست اززل ہچناں شاں بگوش

بفریاد قالوا بلی در خروش

وَأَشْهَدُهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۚ

اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے

قَالُوا بَلَىٰ ۚ

جواب دیا کہ کیوں نہیں

واقعی آپ ہمارے رب ہیں اس وقت حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۚ أَفَلَا

اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لئے (اس دنیا سے) بہتر ہے جو (ان عقائد و اعمال قبیحہ سے) پرہیز رکھتے ہیں کیا پھر (اے یہود)

تَعْقِلُونَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِينَ يُهَسِّبُونَ بِالْكِتَابِ

تم نہیں سمجھتے اور (ان میں سے) جو لوگ کتاب کے پابند ہیں

جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا بھی حکم ہے پس تورات کی پابندی یہی ہے کہ مسلمان ہو گئے اور عقائد و اعمال اسلام کی تعلیم کے موافق دوست کر لئے رابطہ: اوپر زیادہ حصہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے قصہ کا مذکور ہو چکا آگے بقیہ مذکور ہے واذن تقنا تا تتقون۔

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو جو اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں

الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۷۰﴾ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ

گئے۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح

چھت کے ساتھ تشبیہ سر کے اوپر ہونے میں دی ہے معلق ہونے میں نہیں اور ایسی ہی آیت سورہ بقرہ معاملہ چہارہم میں گزر چکی ہے وہاں تفصیل ملاحظہ ہو رابطہ: اوپر انبیاء علیہم السلام اور پہلی امتوں کے قصوں سے بڑا مقصود مسئلہ نبوت ثابت کرنا تھا اور اس کے ضمن میں مسئلہ توحید بھی ثابت ہو گیا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا عظیم الشان حصہ یہی توحید ہے آگے عالم ارواح کا عہد بیان فرماتے ہیں جس سے بڑا مقصود توحید کا ثابت کرنا ہے کہ تم سے اس کا عہد بھی لیا گیا تھا اور اس کے ضمن میں مسئلہ رسالت بھی ثابت ہے کیونکہ اس کی خبر رسول ہی کے ذریعہ سے ہوئی اور اسی عہد میں کہہ دیا گیا تھا کہ میرے رسول تم کو یہ عہد یاد دلائیں گے۔ واذ اخذ ربک تائید جمعون۔

كَانَ ظُلَّةً وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا

ان کے اوپر معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ (جلدی)

مَا آتَيْنَكُمْ بِقُوَّةٍ ۚ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ

قبول کرو جو کتاب ہم تم کو دی ہے (یعنی تورات) مضبوطی کے ساتھ اور یاد

تَتَّقُونَ ﴿۱۷۱﴾ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي

کرو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٤٣﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ

اور تاکہ وہ باز آجاویں اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے

نَبَا الَّذِي اتَيْنَاهُ آيَتِنَا

کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں

یعنی احکام کا علم دیا اور درمنثور میں اس شخص کی تعیین میں کئی قول لکھے ہیں ایک یہ کہ وہ بلعم باعور ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے اور بعض نے امیہ بن صلت اور بعض نے ابن الراہب معروف بہ ابو عامر جس کے لئے مسجد ضرار بنی تھی کہا ہے اور قنادہ کا قول یہ ہے کہ کوئی خاص شخص مراد نہیں بلکہ جو دین حق کو چھوڑنے والا ہو وہی مراد ہے اور میرے نزدیک ان اقوال میں کچھ تعارض نہیں عام اور خاص سب کا مراد لینا صحیح ہے اور اس مضمون میں دونوں طرح کے آدمی داخل ہیں جنہوں نے حق قبول نہیں کیا وہ بھی اور جو قبول کر کے پھر گئے وہ بھی

فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ

پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا

یہاں تین باتیں مذکور ہیں ایک انسلخ من آلیات (یعنی احکام سے نکل جانا) دوسرے اتباع شیطان شیطان کے پیچھے لگ جانا) تیسرے غوایت (گمراہی) بظاہر ترتیب کا مقتضایہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے پیچھے لگ جانا گمراہی اور انسلخ من الآیات پر مقدم ہوتا کیونکہ اول شیطان پیچھے پڑتا ہے پھر اس سے گمراہی شروع ہوتی ہے پھر بڑھتے بڑھتے بالکل احکام سے نکل جاتا ہے مگر یہاں اتباع سے مطلق پیچھے پڑنا مراد نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ درجہ (یعنی شیطان کا ہمیشہ کے لئے درپے ہونا) انسلخ سے موخر ہے

فَكَانَ مِنَ الْغَوِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ

سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر

بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ

دیئے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا

اور آیات و احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۖ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ

سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے

حاضر تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا کہ ہم اس کے گواہ ہیں۔

شَهِدْنَا ۚ

ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں

آگے اس اقرار اور گواہی کا سبب بتلاتے ہیں۔

أَنْ تَقُولُوا

تاکہ تم لوگ

یعنی جو تم میں تو حید کو ترک کرنے اور شرک اختیار کرنے پر سزا پائیں ۱۲

يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غْفِلِينَ ﴿١٤٥﴾

قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے۔

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ

یا یوں کہنے لگے کہ (اصل) شرک تو ہمارے بزرگوں نے کیا تھا

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ

اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے

اور عادت عقائد و خیالات میں نسل اپنی اصل کے تابع ہوتی ہے اس لئے ہم بے خطا ہیں ہمارا کوئی فعل نہیں پس اگر ہم کو سزا ہوگی تو لازم آتا ہے کہ دوسروں کی خطا میں ہم ماخوذ ہوں ۱۳

أَفْتَهَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْبَاطِلُونَ ﴿١٤٦﴾

سو کیا ان غلط راہ (نکالنے والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں

سواب اس اقرار اور گواہی کے بعد تم یہ عذر پیش نہیں کر سکتے اس کے بعد سب سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد تم کو دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جائے گا چنانچہ حضور کو بھی اس واقعہ کے ذکر کا حکم ہوا۔

وَكَذَلِكَ نَقُصُّ الْأَيَاتِ

ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں

یعنی آخر میں پھر اس یاد دہانی کو جملات میں تاکہ ان کو اس عہد کا ہونا معلوم ہو جائے اور معلوم ہونے کے بعد شرک وغیرہ نہ کریں ۱۴ ربط: اور پر عالم ارواح کا عہد بیان کر کے تمام آدمیوں کا عموماً توحید کے ساتھ مامور ہونا ظاہر کر دیا گیا آگے علم کے بعد اس کے خلاف کرنے والے کی مثال بیان فرماتے ہیں۔ وائل علیہم تا یظلمون

البتہ تکوینی طور پر بعض جہنم کے لئے بھی پیدا ہوئے ہیں پس وہاں شرعی مقصود کا بیان ہے یہاں تکوینی غرض کا بیان ہے اب کچھ تعارض نہیں اور مسئلہ تقدیر کی تحقیق سورہ بقرہ میں مختصر طور پر مذکور ہو چکی

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا

جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں

يَبْصُرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا

جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ (بے راہ) ہیں

اس لئے کہ چوپایوں کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف تو نہیں بنایا گیا سو ان کا متوجہ نہ ہونا برا نہیں اور ان کو تو اس کا مکلف کیا گیا ہے پھر بھی بے توجہی کرتے ہیں اس اعتبار سے یہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ باوجود توجہ دلانے کے بھی آخرت سے بے خبر ہیں۔ رابطہ: اوپر کفار کی مذمت مذکور ہے ان میں ایک قسم مشرکین بھی تھے جن کو تین بڑے مسئلوں میں اختلاف تھا۔ توحید و رسالت قیامت آگے ختم سورۃ تک ان ہی تین مسئلوں سے بحث ہے۔ اور درمیان میں بعض خاص مناسبات سے کچھ کچھ اور مختصر مضمون ہیں۔ واللہ الاسماء تا يعملون

أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿٤٩﴾ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ

یہ لوگ غافل ہیں اور اچھے اچھے نام اللہ ہی

الْحُسْنَى

کے لئے ہیں

مخصوص ناموں سے مراد وہ نام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہے۔

فَادْعُوهُ بِهَا

سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو

اور دوسروں پر ان ناموں کا اطلاق مت کیا کرو۔

وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ

اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں سے کج روی کرتے ہیں

يُلْهَثُ أَوْ تَتْرُكُهُ يُلْهَثُ

تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑے تب بھی ہانپے

غرض کسی حالت میں اس کو راحت نہیں ہوتی۔

ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا

یہی حالت (عام طور پر) ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

اور ان پر ایمان نہ لائے۔

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾

سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں (حقیقت میں)

سَاءَ مَثَلًا لِّلْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا

ان لوگوں کی حالت بھی بری ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور (اس)

وَأَنفُسُهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿٥١﴾ مَن يَهْدِ

تکذیب سے (وہ اپنا) ہی نقصان کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا

اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدَىٰ ۚ وَمَن يُضِلِّ

ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے سو ایسے ہی

فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٥٢﴾

لوگ (ابدی) خسارہ میں پڑ جاتے ہیں

پھر ان سے ہدایت کی توقع کرنا اور ہدایت نہ ہونے سے مغموم ہونا بیکار ہے جب وہ لوگ اپنی قوت عقلیہ سے کام ہی نہیں لیتے تو ہدایت کہاں سے ہو ان کے نصیب میں تو دوزخ ہی ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے

وَالْإِنسِ

پیدا کئے ہیں

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ما خلقت الجن والانس الی عبدون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب عبادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہیں جس کا سبب عبادت نہ کرنا ہے جواب یہ ہے کہ تشریعاً سب عبادت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں

ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اولم یتفکروا تا مبین

إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۱۸۳﴾ أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا

بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ

بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ إِنَّ هُوَ أَنذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۸۴﴾

ان کا جن سے سابقہ ہے انکو ذرا بھی جنوں نہیں وہ تو صرف ایک صاف

صاف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں

جو کہ دراصل پیغمبر کا کام ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ اگر آپ کی مجموعی حالت میں غور کریں تو آپ کا پیغمبر ہونا سمجھ میں آجائے کیونکہ آپ کے معجزات تو خارق عادت ہیں لیکن آپ کے اخلاق و عادات بھی خود معجزہ ہیں کہ دوسرا ہرگز ان میں برابری نہیں کر سکتا کر کے دیکھنے سے معلوم ہو

رابطہ: اوپر مسئلہ رسالت میں غور کرنے کو فرمایا تھا آگے مسئلہ توحید میں غور کرنے کو فرماتے ہیں کیونکہ اوپر محض دعویٰ کی صورت میں ذکر ہوا تھا اور ساتھ میں ان کو موت یاد دلاتے ہیں جس پر عذاب مذکور شروع ہو جاوے گا۔ اولم ينظروا تا يومنون

أَوْ لَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (نیز)

وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ دَٰ

دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں

تاکہ ان کو توحید کا علم دلیل سے حاصل ہو جاتا اور مصنوعات سے صانع کی توحید پر استدلال کرنے کی تقریر سبقتوں میں گزر چکی ہے۔

وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ

اور اس بات میں (بھی غور نہیں کیا) کہ ممکن ہے ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو

تاکہ عذاب کے احتمال سے ڈرنے اور اس سے بچنے کی فکر کرتے اور اس فکر سے دین حق مل جاتا اور موت کے قریب ہونے کا ہر وقت امکان ہے غرض نہ دلیل کی فکر ہے جس سے دین حق ملے اور نہ موت کا خیال ہے جس سے فکر میں مدد ملے ۱۲۔

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۵﴾

پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لادیں گے

جب قرآن جیسے موثر کلام سے ان کی فکر کو حرکت نہیں ہوتی تو پھر کس

اس طرح سے کہ خدا کے سوا دوسروں پر ان ناموں کا اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین بتوں کو اپنے اعتقاد سے معبود وغیرہ کہتے تھے ربط: اوپر کفار کا ذکر تھا آگے حسب عادت قرآنی بطور استثناء کے مسلمانوں کا ذکر ہے ومن خلقنا تا بعدلون

سَيَجْزُونَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸۶﴾ وَمِمَّنْ

ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی اور ہماری مخلوق جن و انس میں

خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۸۷﴾

ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق (یعنی اسلام) کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں

یعنی سب گمراہ نہیں بلکہ بہت سے ایسے بھی ہیں جو اپنے اور غیروں کے معاملات میں شریعت کے موافق عمل کرتے ہیں۔ ربط: اوپر مشرکین کے لئے سزا کا ذکر ہوا تھا چونکہ وہ سزا اس وقت تک واقع نہ ہوئی تھی اس سے واقع نہ ہونے کا شبہ ہو سکتا تھا آگے سزا میں دیر ہونے کا سبب بتلا کر اس شبہ کو دفع کرتے ہیں۔ والذین كذبوا تا متین

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں

حاصل یہ ہے کہ ہم کو ان کی شرارتوں پر سخت سزا دینا منظور ہے اس لئے اس کی یہ تدبیر کی گئی کہ یہاں پورا مواخذہ نہیں کیا ورنہ سب شرارتیں اسی حد پر ختم ہو جاتیں اور منظور یہ ہے کہ اس حد سے زیادہ سزا دی جائے پس ان کو ناز و نعم میں ان کے حال پر چھوڑ کر مہلت دے دی تاکہ بتدریج شرارتیں بڑھتی جائیں جن سے دن بدن سخت عذاب کے مستحق ہو جاویں پس دن بدن گناہوں کا بڑھنا یہ استدراج ہے اور مہلت دینا یہ امہال ہے اس سے جلدی عذاب نہ آنے کی وجہ معلوم ہوگئی۔

مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾ وَأَمْلِي لَهُمْ

اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور ان کو مہلت دیتا ہوں

کیونکہ وہ اس مہلت سے اپنے طریقہ کو حق سمجھتے ہیں اور اپنی نسبت محبوب و مقبول خدا ہونے کا گمان کرتے ہیں حالانکہ وہ جہنم تک کی مسافت قطع کر رہے ہیں۔

رابطہ: اوپر توحید کا بیان ہوا تھا آگے رسالت کا ذکر ہے جس کا شان نزول یہ ہے کہ آپ نے ایک بار کوہ صفا پر کھڑے ہو کر ایک ایک قبیلہ کو پکار کر عذاب آخرت سے ڈرایا اس پر بعضوں نے کہا کہ ان کو تو جنوں ہو گیا

يَسْأَلُونَكَ كَاتِبًا حَفِيًّا عَنْهَا ط

وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں اور گویا تحقیقات کے بعد آپ کو اس کا پورا علم ہو گیا ہے یعنی ان کا پوچھنا بھی تو معمولی طور پر نہیں بڑے اصرار اور مبالغہ سے پوچھتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۷﴾

لوگ نہیں جانتے

کہ بعض علوم حق تعالیٰ نے اپنے خزانہ علم میں مخفی رکھے ہیں انبیاء کو بھی تفصیلاً ان کی اطلاع نہیں دی پس ان کا یہ سمجھنا کہ اس کا جاننا نبی کو لازم ہے اور آپ کو اس کی خبر نہیں تو معاذ اللہ آپ کی نبوت بھی صحیح نہیں بالکل باطل ہے کیونکہ اس دلیل کا پہلا مقدمہ کہ نبی کو اس کا جاننا لازم ہے محض غلط ہے یہ کیا ضرور ہے کہ نبی حق تعالیٰ کی ہر بات کو جان لیا کریں۔ ف: اس آیت سے اور شیخین کی اس حدیث سے جس میں آپ نے جبریل کو یہ جواب دیا تھا مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِعِلْمٍ مِنَ السَّائِلِ کہ جس سے قیامت کی بابت سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کو مسائل سے زیادہ نہیں جانتا یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعین اور تفصیل کے ساتھ قیامت کی اطلاع آپ سے بھی مخفی تھی اور بعض روایات جو تعین کے بارہ میں آئی ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے اول تو وہ قوت میں قرآن اور شیخین کی حدیث کے برابر تو کیا فی نفسہ بھی ان کی سند صحیح نہیں دوسرے اس کو ظن غالب پر محمول کر سکتے ہیں ربط: اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کی تعین کے متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کرنے کا حکم ہوا ہے اور آگے اس لاعلمی کی وجہ بیان کرنے کا حکم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجھ کو علم غیب نہیں ہے قل لا املك تا يومنون

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا

آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع (تکوینی کے حاصل کرنے) کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر (تکوینی کے رفع کرنے) کا مگر اتنا

مَا شَاءَ اللَّهُ ط

جی جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا

یعنی جس میں حق تعالیٰ ہی نے اختیار دیا ہے اس میں تو اختیار ہے اور جس میں اختیار نہیں دیا ان میں بعض اوقات منافع فوت ہو جاتے ہیں

بات سے مانیں گے۔ ربط: اوپر کفار کا حد سے زیادہ کفر میں بڑھا ہوا ہونا مذکور تھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پیدا ہونے کا احتمال تھا آگے آپ کی تسلی کا مضمون ہے جو ایک بار پہلے بھی آچکا ہے۔ شاید زیادہ اہتمام کے لئے مکرر لایا گیا ہو۔ من یضلل تا یعمہون

مَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ط وَيَذَرُهُمْ فِي

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا (پھر غم لا حاصل ہے)

طَغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۸۸﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے

تا کہ ایک ہی دفعہ پوری سزا دیدے۔

ربط: آگے منجملہ تین مسائل کے قیامت کی بحث مذکور ہے جس کا شان نزول یہ ہے کہ قریش نے اور یہود نے آپ سے قیامت کی بابت سوال کیا تھا۔ یسئلونک تا لا یعلمون

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا ط قُلْ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔

إِنَّمَا عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي ط

آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے

یعنی یہ بات کہ وہ کب واقع ہوگی خدا ہی کو معلوم ہے دوسرے کسی کو اس کی اطلاع نہیں۔

لَا يَجْلِيهَا لَوْ قُبِّهَا إِلَّا هُوَ ط

اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا

وہ خود وقت پر ظاہر کر دے گا یعنی واقع کر دیگا اس وقت سب کو پوری اطلاع ہو جائے گی اس کے قبل بتلانے کے طور پر بھی اس کو ظاہر نہ کیا جاوے گا۔

ثَقُلْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ

وہ آسمان اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا (اس لئے) وہ تم پر محض اچانک

إِلَّا بَعَثَهُ ط

آپڑے گی

تا کہ جس طرح وہ اجسام کو پارہ پارہ کر دینے میں بھاری ہے اسی طرح دلوں پر بھی اس کا اثر بھاری ہو اور پہلے سے بتلادینے میں یہ بات نہ رہتی۔

اور نقصانات واقع ہو جاتے ہیں۔

وَكُنتَ أَكْثَرُ الْعِلْمِ الْغَيْبِ لَا سَتَكُثَرُ مِنْ

اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع

الْخَيْرِ مِمَّا مَسَّنِيَ السُّوءُ

حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی

کیونکہ علم غیب کے سبب مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں امر میرے لئے یقیناً نافع ہوگا اس کو اختیار کر لیا کرتا اور فلاں امر میرے لئے یقیناً مضر ہوگا اس سے احتراز کرتا اور اب چونکہ علم غیب نہیں اس لئے بعض اوقات نافع کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو اختیار کروں اور اسی طرح مضر کا علم نہیں ہوتا کہ اس سے بچوں بلکہ کبھی برعکس نافع کو مضر اور مضر کو نافع سمجھ لیا جاتا ہے اور اس جگہ نفع و ضرر سے دنیاوی نفع و ضرر مراد ہے اس میں گفتگو ہو رہی ہے کہ اس کا علم کلی طور پر آپ کو نہیں دیا گیا شرع نفع و ضرر میں کلام نہیں کیونکہ اس کا علم کامل آپ کو عطا کیا گیا ہے اسی لئے ترجمہ میں نفع و ضرر کے ساتھ تلوینی کی قید بڑھائی گئی اور یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سے نفع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت مجھ پر واقع نہ ہوتی حالانکہ منافع حاصل کرنے اور مضرت سے بچنے کے لئے محض جان لینا کافی نہیں بلکہ قدرت کی بھی ضرورت ہے اور علم حاصل ہو جانے سے قدرت کا حاصل ہو جانا ضروری نہیں جواب یہ ہے کہ غیب کی باتوں سے مراد یہاں وہ امور ہیں جن میں اختیار دیا گیا ہے اور اختیاری امور میں قدرت ہوتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو امور اختیاری ہیں ان کے متعلق اگر مجھ کو علم غیب ہوتا تو منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت مجھ پر واقع نہ ہو سکتی اب کوئی اشکال نہیں حاصل دلیل کا یہ ہوا کہ علم غیب کے لئے نفع و ضرر کا مالک ہونا ضروری ہے اور میں نفع و ضرر کا مالک نہیں تو مجھ کو علم غیب بھی نہیں غرض میں ایسے امور کا علم نہیں رکھتا

إِن أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ

میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا

اور (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں

خلاصہ یہ کہ نبوت کا اصلی مقصود یہ نہیں کہ عالم کی تمام ہونے والی باتوں کا نبی کو احاطہ ہوا کرے اس لئے ان باتوں کا علم حاصل ہونا جن میں قیامت کا خاص وقت بھی داخل ہے نبی کو ضروری نہیں البتہ نبوت کا اصلی مقصود شرعی امور کا پورا علم ہونا ہے سو وہ مجھ کو حاصل ہے

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾

ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں

اور ایمان رکھنے والوں کی تخصیص اس لئے کی کہ منفع وہی لوگ ہوئے ورنہ آپ کا بشیر و نذیر ہونا تمام مکلفین کے لئے عام ہے ربط: اوپر دو جگہ تو حید کا مختصر مختصر ذکر ہوا ہے آگے پھر تو حید اور اس کے ساتھ ابطال شرک کا کسی قدر تفصیل سے ذکر ہوتا ہے۔ هو الذی تالا یبصرون

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

وہ اللہ ایسا (قادر و شہید) ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

اس کا جوڑا بنایا (یعنی حوا) تاکہ وہ اس (اپنے جوڑے) سے انس حاصل کرے

پس جب وہ خالق بھی ہے اور محسن بھی ہے تو عبادت اسی کا حق ہے پھر آگے آدم و حوا کی اولاد بڑھی اور ان میں بھی میاں بی بی ہوئے آگے ان کی حالت بیان فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا

پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا

بعض تفاسیر میں اس جگہ ایک قصہ آدم و حوا علیہما السلام کا بیان کیا ہے کہ ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام عبدالحارث رکھا چونکہ ترمذی نے اس حدیث کی تحسین اور حاکم نے تصحیح کی ہے اس لئے اس قصہ کا انکار دشوار ہے لیکن اس قصہ کا اس آیت کی تفسیر ہونا حدیث سے ثابت نہیں اور بعض سلف نے جو اس کو تفسیر بنایا ہے یہ ان کی رائے ہے جو حجت نہیں اور درمنثور میں عبد اللہ بن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ما شرک آدم ان اولها شکروا اخرها مثل ضربہ اللہ لمن بعده

خَفِيفًا قَمَرَتْ بِهِ فَلَمَّا اثْقَلَتْ

ہلکا سا سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی

اور یقین ہو گیا کہ واقعی حمل ہے۔

دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْنَا صَالِحًا

تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ

لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾

نے ہم کو صحیح سالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی

عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ

تم ہی جیسے بندے ہیں

یعنی تم سے بڑھ کر نہیں خواہ گھٹے ہوئے ہوں۔

فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

سو تم ان کو پکارو (اور) پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کر دیں

صِدِّقِينَ ﴿١٩٣﴾

اگر تم سچے ہو

یعنی تم جو ان کو معبود سمجھتے ہو ہم اس اعتقاد میں جب سچا جانیں کہ وہ تمہارا کہنا کر دیں اور وہ بیچارے تمہارا کہنا تو کیا کریں گے کہنا ماننے کے اسباب ہی ان کے پاس نہیں دیکھ لو۔

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی

يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ

چیز کو تھام سکیں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے

بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ

ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں

بتوں کے عاجز ہونے میں جو یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کے پاس اسباب و آلات ہی نہیں اس سے یہ مقصود نہیں کہ معبود میں یہ اسباب اور اعضاء ہونا ضروری ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مراد ان سے کمالات قدرت ہیں کہ معبود میں قدرت اور تاثیر کے کمالات ہونا چاہئیں لیکن جسم والی چیزوں میں وہ کمالات اعضاء اور اسباب پر موقوف ہیں اس لئے اس عنوان کو اختیار کیا گیا کہ جب ان میں تاثیر کرنے کے اسباب ہی نہیں تو کوئی فعل ان سے کیا صادر ہوگا کیونکہ یہ جسم رکھتے ہیں اور جسم والا بغیر اعضاء و اسباب کے کچھ نہیں کر سکتا اور معبود برحق میں یہ کمالات قدرت بدوں اعضاء و آلات کے موجود ہیں کیونکہ وہ جسم سے پاک ہے تو اعضاء کا بھی محتاج نہیں اور یہ نقائص اصنام میں بہت ظاہر تھے پھر اتنا اہتمام

جیسا کہ عادت ہے کہ مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ سے عہد و پیمان ہوا کرتے ہیں۔

فَلَمَّا أَتَاهَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ

سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دیدی تو اللہ کی دی ہوئی چیز

فِيمَا أَتَاهَا

میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے

کہ یہ اولاد فلاں کی دی ہوئی ہے وغیرہ

فَتَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾

سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے

اب صفات خداوندی کے بعد باطل معبودوں کے نقائص کا بیان ہے۔

أَيُّ شِرْكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾

کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو نہ بنا سکیں اور (بلکہ) وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں

یعنی تراشے جاتے ہیں۔

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسُهُمْ

اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد (بھی) نہیں دے سکتے اور (اس سے بڑھ کر یہ کہ) وہ

يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾

خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے

اگر کوئی ان کو توڑنے لگے۔

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُكُمْ ط

اور (اس سے بھی بڑھ کر سنو کہ) اگر تم ان کو کوئی بات

بتلانے کو پکارو تو تمہارا رے کہنے پر نہ چلیں

مجبور محض ہونے کی وجہ سے۔

سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُهُمْ أَمْ أَنْتُمْ

(بہر حال) تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو

صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾

اور یا تم خاموش رہو

وہ کسی حال میں نہیں سن سکتے۔

وہ سبھا ہوا تھا اصل مقصود وہاں یہ تھا کہ اصنام معبودیت کے لائق نہیں۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ

اور تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے

نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٦﴾ وَإِنْ

اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اور ان کو اگر

تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ

کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں

يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٧﴾

کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے

پس جس طرح ان کے پاس سننے کا آلہ نہیں دیکھنے کا آلہ بھی نہیں کیونکہ ان کی تصویروں میں جو آنکھیں بنادی جاتی ہیں وہ محض نام کی ہوتی ہیں کام کی نہیں اسی پر دوسرے اعضاء ہاتھ اور پاؤں کو سمجھ لینا چاہئے پس ایسے عاجز کیا ڈراوا دکھلاتے ہو ربطہ اوپر جہلائے مشرکین سے تبلیغ مباحثہ تھا چونکہ اس کے باوجود بھی وہ لوگ غایت عناد سے اپنی جہالت پر جمے رہتے تھے جس پر حضور کو غصہ آنے کا احتمال ہے اس لئے آگے آپ کو نرمی اور ملاطفت کا حکم ہے اور کفار کے بتلانے گمراہی رہنے کا بیان ہے جس سے پوری ناامیدی ہو جائے کہ پھر غصہ ہی نہ آوے۔ خذ العفو وَاَمْرٌ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنْ

سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں

الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾

سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے

یعنی ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی سے اچھا ہو جائے اس کو بھلائی پر محمول کیجئے حقیقت اور تہ کی تلاش نہ کیجئے باطن کا حال خدا کے سپرد کیجئے یہ برتاؤ تو اچھے کاموں میں ہے اور جو کام ظاہر نظر میں بھی برے ہوں ان کے بارہ میں نیک ہدایت کیجئے اور جو اس کے بعد بھی عمل نہ کرے یا نہ مانے ان کے بہت درپے نہ ہو جائے خلاصہ یہ کہ لوگوں سے ایسا برتاؤ رکھیے کہ ان معاشرت میں سہولت ہو تشدد نہ ہو ۱۲

وَأَمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ

اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے

بیان میں کیوں کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ تاکہ مشرکین کی پوری حماقت ظاہر ہو۔ سوال مشرکین بتوں کو خدا کے برابر نہ کہتے تھے پھر اس گفتگو سے ان پر کیا الزام ہوا وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں ان میں یہ نقائص ہیں اسی لئے ہم ان کو خدا کے برابر نہیں مانتے جواب مقصود گفتگو کا یہ ہے کہ معبود ہونا خواہ کسی درجہ میں ہو ان صفات کمال پر موقوف ہے کیونکہ عبادت غایت ذلت کا نام ہے اور غایت ذلت اسی کا حق ہے جو غایت درجہ عزت والا ہو۔ اور غایت درجہ عزت ان کمالات پر موقوف ہے جب اصنام میں صفات کمال نہیں ہیں تو وہ کسی درجہ میں بھی معبود ہونے کے لائق نہیں آگے بتلاتے ہیں کہ وہ جس طرح اپنے معتقدوں کو نفع پہنچانے سے عاجز ہیں اسی طرح اپنے مخالفوں کو ضرر بھی نہیں پہنچا سکتے جیسا تم کہا کرتے ہو کہ ہمارے بتوں کی بے ادبی نہ کیا کرو ورنہ وہ تم پر آفت نازل کر دیں گے۔

يَهَاطُّ قُلُوبُ أَشْرَكَاءِكُمْ ثُمَّ كَيْدُ وَنِ

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی

فَلَا تُنْظَرُونَ ﴿٢٠٥﴾

تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو

بلکہ فوراً اپنی تدبیر کو نافذ کر دو دیکھوں کیا ہوتا ہے اور خاک بھی نہ ہوگا کیونکہ اصنام تو محض مہمل ہیں رہ گئے تم سو تم جو کچھ ہاتھ پاؤں چلا سکتے ہو تم بھی میرا کچھ نہیں کر سکتے جب آگے بتلاتے ہیں۔

إِنَّ وَلِيَ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ

یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی

جو کہ برکت والی اور دارین کی بھلائی کو جامع ہے یہ اس کے مددگار اور رفیق ہونے کا کھلا ثبوت ہے اگر وہ میرا رفیق و معین نہ ہوتا تو اتنی بڑی نعمت کیوں عطا فرماتا اس خاص دلیل کے علاوہ ایک عام قاعدہ بھی سن لو جس سے اس کا میرے لئے معین ہونا معلوم ہوتا ہے۔

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿٢٠٦﴾

اور وہ (عموماً) نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے

اور ظاہر ہے کہ نیک بندوں میں انبیاء فرد کامل ہیں اور میں نبی ہوں تو میرا بھی ضرور مددگار ہوگا غرض جن کے ضرر سے ڈراتے ہو وہ تو عاجز ہیں اور جو میرا مددگار ہے وہ قادر ہے پھر اندیشہ کا ہے کہ آگے بتوں کا عاجز ہونا بالقصد بیان فرماتے ہیں کیونکہ اوپر گوان کے بجز کا بیان ہوا ہے مگر

یعنی اگر اتفاقاً ان کی جہالت پر احتمال ہو کہ کوئی خلاف مصلحت کے

صادر نہ ہو جاوے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۰﴾

تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

وہ آپ کے استعاذہ کو سنتا ہے مقصود کو جانتا ہے وہ آپ کو اس سے پناہ دے گا صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح ہے کہ جس طرح ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے آپ کے ساتھ بھی تھا مگر وہ آپ کو بری رائے نہ دیتا تھا چنانچہ حضور نے فرمایا ہے کہ فلا یا مرنی الا بخیر کہ وہ مجھے اچھا ہی مشورہ دیتا ہے اس لئے آیت میں شیطان سے مشہور شیطان مراد لیا جائے گا جس کا کبھی کبھی آپ کے پاس آ جانا محال نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک بار آگ کا شعلہ لے کر آپ کو تکلیف پہنچانے آیا تھا رہا وسوسہ ڈالنے کا مضمون یہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں کیونکہ جس طرح کسی کافر انسان کا نبی کے سامنے کفر کی بات کہہ دینا شان نبوت کے خلاف نہیں اسی طرح کافر جن کو بھی سمجھئے عصمت کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نبی سے گناہ نہیں کرا سکتا یہ نہیں کہ گناہ کی رائے بھی نہیں دے سکتا۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰفٌ مِّنْ

بھینا جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ

الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوا

جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں

جیسے استعاذہ و دعاء اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور عذاب و ثواب کو یاد کرنا پس جس طرح استعاذہ آپ کے لئے نافع ہے اسی طرح سب خدا سے ڈرنے والوں کے لئے نافع ہے۔

فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾

سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

اور حقیقت امر ان پر منکشف ہو جاتی ہے جس سے وہ خطرہ اثر نہیں کر سکتا۔

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا

اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں

يُقْصِرُونَ ﴿۲۲﴾

پس وہ باز نہیں آتے

نہ وہ خدا کی طرف رجوع ہوں نہ گمراہی سے محفوظ رہیں سو یہ مشرکین تو شیطان کے تابع ہیں یہ کب باز آ دیں گے اس لئے ان کے غم و غصہ میں پڑنا بیکار ہے۔ ربط: اوپر اولم یفکروا میں منجملہ تین مسائل کے رسالت کا مسئلہ مذکور تھا آگے بھی دوسرے عنوان سے اسی کا ذکر ہے وہاں رسالت کے پہنچانے کا طریقہ بتلایا تھا کہ غور و فکر سے کام لو یہاں رسالت کے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے وہاں استدلال تھا یہاں دفع اشکال ہے اور مدعا کا ثبوت کرنا ان ہی دو باتوں پر موقوف ہے۔ واذالم تاتهم تا یومنون

وَإِذَا لَمْ

اور جب آپ کوئی معجزہ

ان کے فرمائشی معجزات میں سے جن کی فرمائش وہ لوگ براہ عناد کرتے تھے ۱۲

تَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ

ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے

کیونکہ حق تعالیٰ اس معجزہ کو کسی حکمت کی وجہ سے پیدا نہیں کرتے۔

قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا

تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ معجزہ کیوں نہ لائے

یعنی بقصد انکار رسالت یوں کہتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہماری فرمائش کے موافق معجزہ کیوں نہیں لاتے ۱۳

قُلْ إِنَّمَا آتَيْتُكُمْ مَا يُوْحٰی إِلَيَّ مِنْ رَبِّي ۚ

آپ فرمادیجئے کہ میں اس کا ابتلاء کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یعنی تبلیغ

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ

یہ (گویا) بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے

جو اثبات توحید کے لئے کافی ہیں۔

وَهُدٰی وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۳﴾

اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں

ان کو دیکھ کر ان کے ایمان کو ترقی ہوتی ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے

مثلاً جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تبلیغ فرمائیں۔

فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا

تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو

تاکہ بخوبی سمجھ میں آ جائے۔

لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿۲۴﴾

امید ہے کہ تم پر رحمت ہو

جدید یا مزید۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ

اور (آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر

قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے۔

فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ

اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت

مِنَ الْقَوْلِ

کم آواز کے ساتھ

حاصل یہ کہ عاجزی ملحوظ رہے۔

وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۲۵﴾

صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا

کہ ضروری اذکار کو بھی ترک کر دو۔ ربط: سورہ ختم پر آئی مجموعہ سورہ

میں طاعت کا حکم تھا اکثر حصہ میں تو حید و رسالت و قیامت کے متعلق عقائد

صحیح کرنے کا امر تھا اور کچھ حصہ میں بعض اعمال کا جو اعضاء ظاہری اور

زبان کے متعلق ہیں بیان تھا اب خاتمہ کی آیت میں سارے مضمون کی

تاکید و تائید ہے کہ جب بڑے بڑے ملائکہ مقررین کو ان طاعات سے عار

نہیں تو تم کو کیا انکار ہے۔ ان الذین قاسمجدون

إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

یقیناً جو (ملائکہ) تیرے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت

سے (جس میں اصل عقائد ہیں) تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے

عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿۲۶﴾

ہیں (جو کہ طاعت لسانی ہے) اور اس کو سجدہ کرتے ہیں (جو کہ اعمال جوارح ہیں)

تکبر نہ کرنے میں عقیدہ کی عبادت مذکور ہے اور پاکی بیان کرنے میں زبان کی طاعت ہے اور سجدہ کرنے میں ظاہری اعضاء کی عبادت ہے پس خاتمہ کا حسن اظہار من الشتمس ہے۔

سورة الانفال مدنية. الاواذيمكربك الايات السبع

فمكية وايهاست و سبعون كذا في البيضاوي والجلالين

ربط: اوپر کی سورہ میں زیادہ تر مشرکین کے جہل و عناد کا اور کسی قدر

اہل کتاب کے کفر و فساد کا ذکر تھا اس سورہ میں اس وبال کا ذکر ہے جو بدر

میں مشرکین پر اور دیگر بعض واقعات میں اہل کتاب پر نازل ہوا اور چونکہ

کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا بڑا مدار للہیت و

اتفاق پر ہے اس لئے سورہ کو تقویٰ و اصلاح و اطاعت اللہ و رسول کے حکم

سے شروع کیا کہ للہیت و اتفاق کو ان ہی سے قوت ہوتی ہے اور تقسیم غنائم

کے متعلق ایک خفیف بات جو اس وقت پیش آ گئی تھی اور کمال اتفاق و

للہیت سے بعید تھی اس کا بھی فیصلہ مضمون سابق کے ضمن میں کر دیا گیا

جس کا قصہ ابن عباسؓ سے اس طرح منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو شخص کسی کو قتل یا قید کرے اس کو اتنا اتنا انعام ملے

گا سو بوڑھے تو جھنڈوں کے نیچے رہے اور جوان لوگ قتل و غنیمت کی

طرف دوڑے بوڑھوں نے ان جوانوں سے کہا کہ ہم کو بھی اس میں

شریک کرو ہم تمہارے مددگار تھے اور اگر تم پر کوئی حادثہ پڑتا تو تم ہماری ہی

پناہ لیتے اس میں گفتگو ہو گئی آپ تک مقدمہ آیا اس پر یہ آیت نازل

ہوئی۔ یسئلونک عن الانفال الخ چنانچہ آپ نے بوڑھے جوانوں

سب کو برابر تقسیم کر دیا اور حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں بدر کے روز

ایک تلوار لایا اور حضور سے عرض کیا کہ یہ تلوار مجھ کو ہبہ کر دیجئے آپ نے

فرمایا کہ یہ نہ میری ہے نہ تیری ہے۔ مجھ کو رنج ہوا پھر آپ نے بلا کر فرمایا

کہ اس وقت تو میری نہ تھی اب وہ میری ہے اور میں تجھ کو دیتا ہوں۔

یسئلونک قارزق کریم

(۸) سُورَةُ الْاَنْفَالِ مَكِّيَّةٌ (۸۸)

سورۃ انفال مدینے میں نازل ہوئی اور اس میں پچھتر (۷۵) آیتیں
اور دس (۱۰) رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ

یہ لوگ آپ سے (خاص غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ

لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ

یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں

یعنی اللہ کی ملک ہیں وہ ان کے بارہ میں جو چاہیں حکم کریں اور رسول
کی معرفت وہ احکام نازل کریں گے پس ان کا فیصلہ تمہاری رائے اور تجویز
پر نہیں بلکہ شرعی حکم پر ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ

سو تم اللہ سے ڈرو

اور دنیا کی حرص مت کرو بلکہ آخرت کے طالب رہو۔

وَأَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ

اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو

کہ باہم حسد اور بغض نہ ہو۔

وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱

اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ (کیونکہ)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا

وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ

ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر

زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲

سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ

وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں

يُنْفِقُوْنَ ۝۳ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (بس) سچے

حَقًّا لَهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

ایمان والے یہ لوگ ہیں۔ ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے

وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

پاس اور (ان کے لئے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی

اس آیت میں سب احکام آگئے اس طرح سے احکام کی دو قسمیں ہیں
حقوق اللہ و حقوق العباد پس باہمی تعلقات کی اصلاح میں حقوق العباد کا ذکر
ہو گیا اور حقوق اللہ کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی اور ظاہری کی پھر دو قسمیں
ہیں مالی اور بدنی۔ نماز کی پابندی کرنا طاعت بدنی ہے اور خرچ کرنا مالی
طاعت ہے اسی طرح باطنی کی بھی دو قسمیں ہیں عقائد اور اخلاق پس ایمان
مضبوط کرنے میں عقائد آگئے اور توکل میں اخلاق اور ان سب کا مدار خوف
الہی پر ہے تقویٰ وغیرہ میں اس کا ذکر ہو گیا اور شاید اسی وجہ سے اس کا ذکر مکرر کیا
گیا پس اطاعت اللہ و رسول کی سب صورتیں اس جگہ مذکور ہو گئیں۔ اور غنیمت
کے مسائل کتب فقہ میں اور بقدر حاجت بیان القرآن میں مذکور ہیں۔

رابطہ: اوپر مقابلہ کفار میں کامیاب ہونے کا جو بڑا مدار ہے اس کا بیان
تھا آگے کامیابی کے بعض واقعات ذکر کر کے اپنے انعامات یاد دلاتے ہیں۔

كَمَا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۝۵

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ

وَ اِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكُرْهُوْنَ ۝۶

کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔

اس میں آپ کی روانگی بدر کا قصہ ہے اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ
ایک مختصر قافلہ مکہ کے تاجروں کا شام سے مکہ جا رہا تھا جس کے ساتھ مال
اور اسباب بہت تھا آپ نے بذریعہ وحی کے صحابہ کو خبر دی چونکہ قافلہ میں
آدمی کم اور مال بہت تھا اس لئے صحابہ کو غنیمت کا خیال ہوا اور اسی ارادہ
سے مدینہ سے چلے یہ خبر جو مکہ پہنچی تو ابو جہل وہاں کے رؤسا اور لشکروں
سمیت قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلا اور قافلہ سمندر کے کنارے کنارے

تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ

(یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا

بِكَلْبَتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝

حق ہونا (عملاً ثابت کر دے) اور ان کافروں کی بنیاد (اور قوت) کو قطع کر دے

اوپر جو قصہ مذکور ہوا ہے وہ اس آیت کی توضیح کے لئے بھی کافی ہے اور اس واقعہ کو قطع بنیاد فرمایا حالانکہ تمام کفار قریش اس میں ہلاک نہ ہوئے تھے جب اس کی یہ ہے کہ اس واقعہ سے ان کی قوت بالکل فنا ہو گئی تھی کیونکہ ان کے بڑے بڑے رئیس ستر قتل اور ستر قید ہوئے تھے اس طرح وہ گویا سب ہی ختم ہو گئے اور کلمات کی تفسیر جو احکام سے کی گئی ہے اس سے یا تو شرعی احکام مراد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بدر کی طرف چلنے کے لئے فرمایا تلوینی احکام مراد ہیں کہ حق تعالیٰ نے تقدیر میں اسی طرح مقدر کیا تھا کہ مسلمان بدر میں جاویں اور لڑیں اور کفار مغلوب اور قید اور ہلاک ہوں۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ

تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً ثابت کر دے) گو یہ مجرم لوگ

الْمُجْرِمُونَ ۝

ناپسند ہی کریں

یہاں یحق الحق میں نکرار نہیں کیونکہ اوپر بلا واسطہ حق ثابت کرنا مراد ہے اور یہاں قطع بنیاد کے ذریعہ سے حق ثابت کرنا مقصود ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کسی کا ہلاک کرنا کسی خیر کی وجہ سے مقصود ہوتا ہے جیسا کہ اس جگہ کفار کی ہلاکت سے حق کا ثابت کرنا مقصود تھا۔

رابطہ: آگے بھی بعض انعامات کا ذکر ہے۔ اذ تستغيثون نا حکیم

اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے

کیونکہ انہی قلت اور کفار کی کثرت دیکھ کر گھبرا رہے تھے اور اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح و نصرت کے لئے دعا کرنا صحاح میں مذکور ہے اور ظاہر آیت سے مسلمانوں کا دعا کرنا بھی معلوم ہوتا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ يستغيثون میں حضور ہی کو خطاب ہے اور صیغہ جمع تنظیم لایا گیا ہے تو مسلمانوں کا دعا کرنا آیت سے معلوم نہ ہوگا۔

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِآلِفٍ

پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سہلی میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا

فتح کر ہولیا ابو جہل مع لشکر کے بدر میں آ کر ٹھہرا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی وجران میں تشریف رکھتے تھے آپ کو وحی سے یہ سارا قصہ معلوم ہو گیا اور آپ سے خدا کا وعدہ ہوا کہ لشکر اور قافلہ میں سے آپ کو ایک پر غلبہ ہوگا (جس کو چاہا ہوا اختیار کر لو) آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا چونکہ وہ لشکر کے مقابلہ کے لئے نہ آئے تھے اس لئے سامان حرب کافی ساتھ نہ تھا نیز آدمی بھی تین سو سے کچھ اوپر تھے اور لشکر ایک ہزار کا تھا اس لئے بعض کو طبعی طور پر پس و پیش ہوا اور مشورہ کے طور پر عرض کیا کہ اس لشکر کا مقابلہ نہ کیجئے بلکہ قافلہ کا تعاقب مناسب ہے۔ آپ رنجیدہ ہوئے تو اس وقت حضرت ابوبکر و عمر و مقداد بن عمرو و سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم نے اطاعت کی تقریریں کیں تب آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے پس حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح بدر میں اس لشکر کا مقابلہ بعض لوگوں کو گراں تھا مگر اس کا انجام اچھا ہوا اسلام غالب اور کفر مغلوب ہو گیا اور یہ بات قافلہ کے لوٹنے میں کب حاصل ہوتی اسی طرح یہ غیبتوں کی تقسیم بوجہ مرضی موافق نہ ہونے کے گو بعض لوگوں کو طبعاً گراں گزری ہو مگر بوجہ بہت سی مصلحتوں کے یہی خیر ہے اور صحابہ کو لشکر کے مقابلہ کی گرانی بوجہ بے سروسامانی و غالب اندیشہ قتل کے طبعی تھی عقلی یا اعتقادی نہ تھی پس کوئی اشکال نہیں اور ایک جماعت اس لئے کہا کہ بعض حضرات کو تردد نہ ہوا تھا۔

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَانَمَا

(اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لئے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ

يَسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝

گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں

ظہور کا مطلب یہ ہے کہ اس کا بہتر ہونا اور اس میں وعدہ ظفر ہونا آپ کے ارشاد سے معلوم ہو گیا تھا۔

رابطہ: اوپر ایک انعام مذکور ہوا آگے دوسرا مذکور ہے واذ بعد کم

اللہ نا کرہ المجرمون

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ

اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ

أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ

کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جاوے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت

مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ

جوسلسلہ وار چلے آویں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس (حکمت کے)

اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ

(لئے کی کہ) غلبہ کی (بشارت ہو)

یعنی غلبہ کی توقع سے خوشی ہو جائے۔

وَلِتَظْمِنَ بِهِ قُلُوبُكُمْ

اور تاکہ تمہارے دلوں کو (اضطراب سے) قرار ہو جاوے

یعنی چونکہ ظاہری اسباب سے تسلی ہوتی ہے اس لئے ایسا کیا ۱۲
رابط: آگے بھی بعض انعامات مذکور ہیں اذیغشیکم تا بہ الاقدام

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ

اور (واقع میں) تو نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۱۰ اِذْ يَغْشِيكُمْ السُّعَاسُ

زبردست حکمت والے ہیں۔ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو

أَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ

طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور (اس کے قبل) تم پر

مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ

آسمان سے پانی برسار رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو (حدت اکبر و

رَجَزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ

اصغر سے) پاک کر دے اور تم سے شیطان کو دفع کر دے اور تمہارے

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱

دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جمادے

اس میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ بدر
میں مشرکین پہلے جا پہنچے تھے اور پانی پر قبضہ کر لیا مسلمان بعد میں پہنچے اور ایک
خشک ریگستان میں اترے جہاں پانی نہ ہونے سے پیاس کی بھی شدت اور نماز
کے وقت وضو اور غسل سے عاجز کیونکہ تیمم کا حکم اب تک نہ ہوا تھا ادھر ریگستان
میں چلنا پھرنا مصیبت کہ اس میں پاؤں دھسنے جاتے تھے ان وجوہ سے قلب
بہت پریشان ہوا اوپر سے شیطان نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ اگر تم اللہ کے

نزدیک مقبول ہوتے تو اس پریشانی میں کیوں پھنستے حالانکہ یہ وسوسہ محض بے
بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کو کافی تھا حق تعالیٰ نے اول بار ان رحمت نازل کیا
جس سے پانی کی افراط ہو گئی پیابھی وضو و غسل بھی کیا اور اس سے ریتا جم گیا
دہن جاتی رہی اس کے برعکس کفار چونکہ نرم زمین میں تھے وہاں کچھڑ ہو گئی چلنے
پھرنے میں دقت ہونے لگی غرض سب وسوسوں اور تشویشات دفع ہو جائے اس
کے بعد مسلمانوں پر اونگھ کا غلبہ ہوا جس سے پوری راحت ہو گئی اور سب بے
چینی جاتی رہی قنادر سے مروی ہے کہ نیند کا غلبہ دو لڑائیوں میں ہوا ایک بدر میں
(جس کا ذکر یہاں ہے) دوسرا جنگ احد میں (جس کا ذکر چوتھے پارہ میں
ہے) اور حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ ہم سب پر نیند کا غلبہ ہوا مگر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صبح تک نماز پڑھنے میں مشغول رہے احقر کہتا ہے کہ یہ اونگھ کا غلبہ
پریشانی کا علاج تھا حضور غایت توکل اور اطمینان کی وجہ سے پریشان ہی نہ
ہوئے تھے اس لئے آپ پر اس کا غلبہ نہ ہوا۔

رابط: آگے بھی بعض انعامات کا ذکر اذیو حی تا بنان

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنِّي مَعَكُمْ

اس وقت کو یاد کرو جبکہ آپ کا رب ان فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی

فَتَشِيبُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا سَالِقِي فِي قُلُوبِ

(و مددگار ہوں) سو (مجھ کو مددگار سمجھ کر) تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں

الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ

بھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں

اس میں بیان ہو گیا اس بات کا جو اوپر فرمائی گئی کہ میں تمہارا ساتھی ہوں ۱۲

فَاَضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاَضْرِبُوا مِنْهُمْ

سو تم (کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے

كُلَّ بَنَانٍ ۝۱۲

پور پور کو مارو

اس میں بیان ہو گیا مومنین کی ہمت بڑھانے کا حاصل اس انعام کا یہ
ہے کہ فرشتوں کو مسلمانوں کا معین بنایا گیا اور ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا
ہے کہ ملائکہ نے بھی قتل و قتال کیا ہے درمنثور میں اس کی موید روایات بھی
ہیں اور بعض نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ
مسلمانوں کی ہمت بڑھاؤ یعنی ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دو کہ کفار
ابھی مرعوب ہوئے جاتے ہیں تم ان کی گردنوں اور پوروں پر ہتھیار مارو

كُفِّرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُّوهُمْ إِلَّا دَبَارَ ۝

تو ان سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقع پر (مقابلہ

وَمَنْ يُولِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دَبْرًا إِلَّا مَتَحَرِّفًا

کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینتر بدلنا ہو یا

لِقِتَالٍ أَوْ مَتَحَرِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ

اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا

بَاءٌ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ

کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جاوے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا

وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے

جہاد سے بھاگنا حرام ہے ہاں اگر کافر دہانے سے زیادہ ہوں تو جائز ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور جب دہانے سے زیادہ نہ ہوں تب بھی دو صورتیں جواز کی ہیں جن کو آیت میں مستثنیٰ کیا گیا ہے ایک یہ کہ دھوکہ دینے کے لئے سامنے سے بھاگے تاکہ حریف غافل ہو جائے پھر دفعۃً لوٹ کر اس پر حملہ کرے دوسرے یہ کہ اصلی مقصود بھاگنا نہ ہو بلکہ بوجہ بے سروسامانی وغیرہ کے اپنی جماعت میں اس غرض سے آئے کہ ان سے قوت اور مدد لے کر پھر مقابل ہوگا اس میں بعض نے اس جماعت کے قریب ہونے کی شرط لگائی ہے بعض نے عام کہا ہے اور جنگ بدر میں باوجود یکہ کفار دہانے سے زیادہ تھے پھر بھی بھاگنا جائز نہ تھا جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت تک وہ حکم جس میں دوحصہ کی قید ہے نازل نہ ہوا تھا اسی اعتبار سے بعض نے اس آیت کو بدر کے ساتھ خاص کہا ہے اس کا یہی مطلب ہے۔

رابطہ: اوپر امداد غیبی کا بیان تھا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ غلبہ ہماری قدرت اور مشیت کا اثر ہے۔ گو ظاہر ایک خاص حکمت کی وجہ سے تمہارے فعل سے ظاہر ہو (فلم تقتلوهم تا کید الکفرین)۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ

سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا

یعنی جب فرشتوں کا امداد کے لئے آنا وغیرہ ایسے عجیب واقعات جو کہ تمہارے اختیار سے بالکل خارج ہیں ظہور میں آئے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس غلبہ میں حقیقی تاثیر تمہاری نہ تھی بلکہ موثر حقیقی خدا کی قدرت ہے۔

اس صورت میں ملائکہ کا لڑنا آیت سے ثابت نہ ہوگا اور بات یہ ہے کہ اصلی مقصود فرشتوں کے آنے سے مسلمانوں کی ہمت بڑھانا اور ان کے قدم جما نا تھا جو بدوں لڑے محض تصرف سے بھی ممکن تھا چنانچہ زجاج کا قول روح المعانی میں نقل کیا ہے۔ وللملک قوة اللقاء الخیر فی القلب الخ کہ فرشتوں کو نیک بات کسی کے دل میں القا کرنے کی قوت ہے اور کسی کسی کو جو ملائکہ نے قتل کیا وہ اس لئے تاکہ مسلمانوں کو فرشتوں کے نازل ہونے کا یقین ہو جائے یہ مضمون پارہ لن تنالوا میں بھی گزر چکا ہے رابطہ: اوپر کفار کا قتل و ناکام ہونا مذکور تھا جو مسلمانوں کے حق میں انعام اور کفار کے حق میں سزا و انتقام ہے اب تک اس کا ذکر انعام ہی کے عنوان سے ہوا تھا آگے انتقام کے عنوان سے ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ۚ

یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی

وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ

مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو

اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت سزا دیتے ہیں

ذلک بانہم تا عذاب النار خواہ دنیا میں کسی حکمت سے یا صرف آخرت میں یا دونوں جگہ

ذٰلِكُمْ فَذَوْقُوْهُ وَاَنْ لِّلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ

سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب

النَّارِ ۝

مقرر ہی ہے

یعنی اس مخالفت کی سزا تو یہ سزا ہے مگر اس سے آخرت کا عذاب ٹل نہیں گیا کیونکہ اصلی سزا تو وہی ہے ۱۲

رابطہ: اوپر ملائکہ کو مسلمانوں کے ثابت قدم کرنے کا حکم تھا آگے مسلمانوں کو ثابت قدم رہنے کا حکم ہے اور چونکہ اس حکم کو ہر جہاد کے ساتھ متعلق کرنا مقصود ہے اس لئے عام عنوان سے اس کا ذکر فرمایا یا ایہا الذین امنوا تا بنس المصیر

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِيْمَتُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے (جہاد میں) دو بدو مقابل ہو جاؤ

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی

اس میں بھی ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ حضور نے بدر کے روز ایک مٹھی کنکریوں کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی جس کے ریزے سب کی آنکھوں میں جا گرے اور ان کو شکست ہوئی اور اس کی بابت بھی فرماتے ہیں کہ اس میں حقیقی تاثیر آپ کی نہ تھی بلکہ موثر حقیقی خدا کی قدرت تھی اور باوجودیکہ موثر حقیقی قدرت حق ہے پھر جو قتل وغیرہ کے آثار مسلمانوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے اس میں کیا حکمت تھی اس کا آگے بیان ہے ۱۲

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءٌ حَسَنًا

اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے

اور ظاہر ہے کہ محنت اسی وقت پائی جائے گی جب کہ بندہ کے ارادہ و اختیار سے فعل صادر ہو اس لئے ظاہر میں غلبہ کو مسلمانوں کی محنت پر مرتب کیا گیا تاکہ ان کو ثواب ملے۔

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۳

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مومنین کے اقوال کے) خوب سننے والے (اور ان کے افعال و احوال کے) خوب جاننے والے ہیں ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری

اللَّهُ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ۝۱۴

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا

اور زیادہ کمزوری اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اپنے برابر والے بلکہ اپنے سے کمزور کے ہاتھوں مغلوب ہو جائے اور یہ اس پر موقوف تھا کہ غلبہ کے آثار مسلمانوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوں ورنہ کفار کہہ سکتے تھے کہ تدبیر تو ہماری قوی تھی لیکن تدبیر الہی کے سامنے نہ چل سکی کیونکہ خدا کی تدبیر سب سے قوی ہے تو اس سے آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا حوصلہ پست نہ ہوتا کیونکہ ان کو تو ضعیف ہی سمجھتے اور مٹھی خاک پھینکنے کا قصہ کئی بار ہوا بدر میں احد میں حنین میں لیکن یہاں سیاق کلام سے بدر کا واقعہ مراد لینا غالب ہے۔

رابطہ: اوپر واقعات بدر میں مسلمانوں کو بطور نعمتوں کی یاد دہانی کے خطاب تھا آگے کفار کو بطور عذاب کی یاد دہانی کے ایک خاص مضمون کا خطاب ہے جس کا قصہ یہ ہوا کہ کفار قریش ابو جہل وغیرہ نے مقابلہ کے وقت یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ آج ہمارا اور محمد (صلعم) کا فیصلہ کر دیجئے جو حق پر ہو آج اس کو غالب کر

دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان تستفتحوا تا مع المؤمنین

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۝۱۵

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا

کہ جو حق پر تھا اس کو غلبہ ہو گیا اب حق واضح ہو جانے کے بعد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز آؤ۔

وَأِنْ تَنْتَهُوا فهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا

اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو

نَعُدُّ

گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے

یعنی اب بھی اگر تم مخالفت سے باز نہ آئے تو ہم پھر تم کو مغلوب اور مسلمانوں کو غالب کر دیں گے اور اگر تم کو اپنی جمعیت کا گھمنڈ ہو کہ اب کی بار اس سے زیادہ لشکر جمع کر لیں گے تو اس کو بھی سن لو۔

وَلَنْ تَغْنِيَّ عَنْكُمْ فِتْنَتُكُمْ شَيْئًا وَكَثُرَتْ

اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آوے گی اور گو کتنی ہی زیادہ ہو اور واقعی

وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۶

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اصل میں) ایمان والوں کے ساتھ ہے

یعنی ان کا مددگار ہے گو کی وقت کسی عارض کی وجہ سے ان کے غلبہ کا ظہور نہ ہو لیکن دراصل غلبہ کے لائق یہی ہیں اس لئے ان سے مقابلہ کرنا اپنا نقصان کرنا ہے۔ رابطہ: اوپر اللہ و رسول کی مخالفت کرنے والے کفار کی مذمت تھی آگے مومنین کو اللہ و رسول کی اطاعت و موافقت کا حکم اور مخالفت کی ممانعت اور اس کی تاکید کے لئے کفار کے ساتھ تہبہ کرنے کی ممانعت اور کفار کی مذمت اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اللہ و رسول کے تابع دار بنانے کی کوشش کرنے کا امر فرماتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اتوا خیر الما کرین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے

وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝۱۷

روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد سے) سن تو لیتے ہی ہو

یعنی جیسا اعتقاد سے سن لیتے ہو ایسا ہی عمل بھی کیا کرو۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے

وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۱﴾

سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں

یعنی ترک اطاعت میں کفار و منافقین کی طرح نہ ہونا کہ کفار کانوں سے سنتے کا اور منافقین اعتقاد کے ساتھ سنتے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان میں فہم و اعتقاد دونوں نہیں اور اعتقاد سے سنتے کا ثمرہ عمل ہے جب عمل نہ ہوا تو وہ سننا ایسا ہی ہے کہ گویا اعتقاد سے سنا ہی نہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اعتقاد سے سن کر عمل نہ کرنے والے اور بدوں اعتقاد کے سنتے والے (جو مشابہ نہ سنتے کے ہے) برے ہونے میں متفاوت ضرور ہیں کیونکہ کافر اور گمراہ مسلمان برابر نہیں۔

إِنَّ شَرَّ الدِّينِ وَآبٍ عِنْدَ اللَّهِ الصَّمُّ

بیشک بدترین خلاق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو

الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۲۲﴾

بہرے ہیں گوگلے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے

یعنی جو لوگ حق بات اعتقاد سے سنتے ہی نہیں اور حق بات زبان سے کہتے ہی نہیں اور اس کو ذرا بھی نہیں سمجھتے یہ سب سے بدتر ہیں اور جن سے باوجود اعتقاد کے عمل میں کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بدتر نہیں ہیں گو برے ضرور ہیں مگر انسان کو بد بھی نہ ہونا چاہئے آگے بتلاتے ہیں کہ اعتقاد سے نہ سنتے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایک بڑی خوبی کی کسر ہے وہ یہ کہ ان میں طلب حق نہیں کیونکہ اعتقاد طلب اور تلاش ہی سے حاصل ہوتا ہے طلب کی برکت سے حق واضح ہو جاتا اور تردد رفع ہو کر اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور اسی پر سنتے کا فائدہ موقوف ہے سو یہی خوبی ان میں نہیں ہے۔

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا

اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے

مطلب یہ کہ اگر وہ خوبی موجود ہوتی کیونکہ اس کے موجود ہونے پر خدا کو اس کا علم ضرور ہوتا تو جب خدا تعالیٰ ان میں وہ خوبی نہیں پاتے تو واقع میں وہ ہی نہیں اور چونکہ اس خوبی پر نجات موقوف ہے تو جب یہ ان میں نہیں تو گویا کوئی بھی خوبی نہیں۔

لَا سَمْعَهُمْ

تو ان کو سننے کی توفیق دیتے

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ طلب سے اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے۔

وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ

اور اگر ان کو اب سنا دیں

کہ ان میں طلب حق تو ہے نہیں دیے ہی ظاہری کانوں سے کبھی کبھار سن لیتے ہیں۔

لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مَعْرُضُونَ ﴿۲۳﴾

تو ضرور روگردانی کریں گے بیرخی کرتے ہوئے

یعنی ان کی روگردانی کا سبب یہ نہیں ہے کہ تامل اور غور کے بعد کوئی غلطی ظاہر ہوئی ہو کیونکہ یہاں غلطی کا نام و نشان ہی نہیں بلکہ غضب یہ ہے کہ ادھر توجہ ہی نہیں کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو

وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں

یعنی دین کی طرف جو ابدی حیات کا سبب ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ

اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آثر بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے

وَقَلْبِهِ

درمیان

مومن کے قلب کو دوام طاعت کی برکت سے کفر سے محفوظ رکھتے

ہیں ایسے ہی کافر کو ایمان سے۔

وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾

اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے

اس وقت جزا و سزا دی جائے گی۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا

ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ

جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں

بلکہ ان کو دیکھ کر جن لوگوں نے مداخلت کی وہ بھی اس میں شریک ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۵

اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں

اس لئے ان کے حکم کے خلاف کرنے سے بچو۔

وَإِذْ كُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ

اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے

فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ

اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ ٹوچ گھسٹ نہ لیں سو

النَّاسُ فَأُولَئِكَمُ وَيَدَّكُمْ بِبَصِيرَةٍ وَرَزَقَكُمُ

(ایسی حالت میں) اللہ نے تم کو (مدینے میں) رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۶

نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو

اور بڑا شکر یہ ہے کہ اطاعت کرو اور یہ قلت اور کمزوری ہجرت سے پہلے بھی ہجرت کے بعد خدا تعالیٰ نے قوت دی سامان سے بھی اور جمعیت بڑھانے میں بھی جس سے وہ کمی اور کمزوری اور دشمنوں کا خوف سب زائل ہو گیا پھر صرف یہی نہیں کہ مصیبت کو دور کر دیا بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوشحالی بھی عطا فرمائی کہ دشمنوں پر غلبہ دے کر فتوحات کی کثرت سے بہت کا سامان عطا فرمایا آگے بتلاتے ہیں کہ ہم مخالفت اور معصیت سے اس لئے منع کرتے ہیں کہ تم پر اللہ و رسول کے کچھ حقوق ہیں جن کا نفع تمہاری ہی طرف لوٹتا ہے اور گناہوں سے ان حقوق میں خلل پڑتا ہے جس سے واقع میں تمہارے ہی نفع میں خلل پڑتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے حقوق میں

وَالرَّسُولَ

خلل مت ڈالو

اور وہ قابل حفاظت چیزیں تمہارے منافع ہیں جو اعمال سے حاصل ہوتے ہیں تو اللہ و رسول کے حقوق کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے اپنے منافع کا ضائع کرنا ہے۔

وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۷

اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو (اس کا مضمر ہونا) جانتے ہو

اور چونکہ اکثر اوقات مال و اولاد کی محبت طاعت میں خلل ہو جاتی ہے

اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ

اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی

فِتْنَةٌ لَا

چیز ہے

کہ دیکھیں کون ان کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی محبت

کو سو تم ان کی محبت کو ترجیح مت دینا

وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۸

اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر (موجود) ہے

ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس اجر کے

سامنے یہ فنا ہونے والی منفعتیں محض ہیج ہیں اور بعض مفسرین نے اس آیت

واعلموا انما اموالکم الخ کو حضرت ابولبابہ کی شان میں کہا ہے کہ

یہود بنی قریظہ نے سابق تعلق کی بناء پر ان سے مشورہ چاہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی رائے ہمارے بارے میں کیا ہے؟ چونکہ ان کے اہل و عیال

اور اموال وغیرہ ان ہی لوگوں کے پاس تھے اس لئے انہوں نے خیر خواہی

کے طور پر اشارہ سے راز ظاہر کر دیا کہ گلے پر ہاتھ پھیر کر بتلادیا کہ ذبح کئے

جاؤ گے پھر بہت پچھتائے اور توبہ کی اور وہ قبول بھی ہوئی ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ

يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا

تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا

فیصلہ میں ہدایت اور نور قلب بھی داخل ہے جس سے حق و باطل میں

علمی فیصلہ ہوتا ہے اور دشمنوں پر غلبہ اور آخرت کی نجات بھی داخل ہے جس

سے حق و باطل میں عملی فیصلہ ہوتا ہے۔

وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۝۹

اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾

اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

خدا جانے اپنے فضل سے اور کیا کیا دے دیں جو قیاس و گمان میں بھی نہ آتا ہو ۱۲

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ

اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت (بڑی بڑی) تدبیریں

أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يَخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ

سوچ رہے تھے کہ آیا آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ (میاں)

وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ﴿۳۰﴾

اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے

جس کے سامنے ان کی ساری تدبیریں گاؤ خورد ہو گئیں اور ان کی آخر رائے قتل پر ٹھہری تھی آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا آپ پوشیدہ نکل کر غار ثور میں جا چھپے اور بال بال محفوظ رہے اور صحیح سالم بفرارِ خاطر مدینہ طیبہ آ پہنچے چونکہ آپ کا اس طرح پہنچ جانا مسلمانوں کے حق میں بہت بڑی نعمت تھی اس لئے اس واقعہ کے ذکر کا حکم فرمایا۔

رابطہ: اوپر ان تسفحت حوا میں کفار کی مذمت اور ان کا مستحق عذاب ہونا مذکور تھا آگے بھی اسی مضمون کی کسی قدر تفصیل ہے وَاذْ تَلٰى تَاٰهُمُ الْخٰسِرُوْنَ

وَإِذْ تَلٰى عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے

لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا

سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ دیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف

إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۱﴾

بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں

کہ پہلے مذہب والے بھی یہی دعویٰ تو حید و قیامت کا کرتے آئے ہیں ان ہی کے مضامین آپ نقل کر رہے ہیں اور یہ نصر بن حارث کا قول تھا ۱۲

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ

اور جبکہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی

مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً

ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائیے

مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ آتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۲﴾

یا ہم پر (اور کوئی) دردناک عذاب واقع کر دیجئے

جو خلاف عادت ہونے میں پتھروں کی بارش کے مشابہ ہو اور یہ قول نصر یا ابو جہل کا تھا مگر چونکہ اور لوگ بھی راضی تھے اس لئے سب کی طرف نسبت کی گئی اور جب ایسے عذاب واقع نہ ہوئے تو اپنی حقانیت پر ناز کرنے لگے اور یہ نہ سمجھے کہ باوجود ان کے ناحق پر ہونے کے خاص موانع کی وجہ سے ایسے عذاب نازل نہیں ہوتے آگے ان موانع کا بیان ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ طُومًا

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو (ایسا)

كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۳۳﴾

عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو (ایسا) عذاب نہ دیں گے

جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں

گو وہ استغفار آخرت میں نافع نہ ہو لیکن آخر عمل صالح دنیا میں تو کفار کو نافع ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ خرق عادت کے طور پر عذاب آنے سے دو امر مانع ہیں ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف رکھنا مکہ میں یا دنیا میں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی امت میں بھی کسی کا ہونا اگرچہ وہ کافر ہی ہو اور استغفار بھی نہ کرتا ہو خلاف عادت عذاب آنے سے مانع ہے۔ ہاں قرب قیامت میں کسی عارضی مصلحت سے ایسے عذاب واقع ہوں گے جیسے مسخ ہونا پتھر برسا آگ آنا وغیرہ اور دوسرا مانع ان لوگوں کا طواف وغیرہ میں غفرانک غفرانک استغفار کے الفاظ کہنا مگر خلاف عادت عذاب نہ آنے سے یہ نہ سمجھیں کہ بالکل ہی عذاب نہ آئے گا کیونکہ جس طرح یہ امور عذاب سے مانع ہیں اسی طرح ان کی حرکتیں عذاب کی مقتضی ہیں پس ان موانع کی وجہ سے خلاف عادت عذاب تو نہ ہوگا مگر ان حرکتوں سے کچھ عذاب تو ہوگا۔ آگے ان کی حرکتیں بیان فرماتے ہیں

وَمَا لَهُمْ آلَا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ

اور (نیز) ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ (بالکل ہی معمولی)

يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

مزا بھی نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں

چنانچہ متعدد غزوات میں ان پر یہ سزا واقع ہوئی یہاں تک تو ان لوگوں کے اقوال و اعمال بدنیہ کا ذکر تھا آگے مالی افعال کا بیان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ

لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط

کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ اور مخالفت میں جو خرچ ہوتا ہے ظاہر تھا کہ اس میں یہی غرض تھی کہ لوگوں کو دین حق سے روکا جائے ۱۲

فَسَيَنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ

سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے (مگر) پھر وہ مال ان کے حق

حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ط

میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر (آخر) مغلوب (بھی) ہو جائیں گے

یعنی جب آخر میں ناکامی کے آثار محسوس ہوں گے تو افسوس کریں گے کہ خواہ مخواہ خرچ کیا اور مغلوبیت کے وقت دوہری حسرت ہوگی مال ضائع ہونے کی الگ اور مغلوب ہونے کی الگ۔ اور اس آیت میں سب کفار مراد نہیں بلکہ جنگ بدر میں جنہوں نے مقابلہ کیا اور مال وغیرہ خرچ کیا وہ مراد ہیں پس اگر کسی کافر کا مال خرچ کرنا دنیا میں کارآمد ہو جائے تو آیت پر اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا مصداق خاص مجمع تھا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝۳۶

اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جاوے گا

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ

تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کر دے

کیونکہ جب دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لا دیں گے تو ظاہر ہے کہ اہل جنت ان سے علیحدہ رہ جائیں گے۔

وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ

اور (ان سے الگ کر کے) ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی

فَيَرْكُمُهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ ط

ان سب کو متصل کر کے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے اور طواف کرنے نہیں دیتے چنانچہ حدیبیہ کے واقعہ میں تو کھلم کھلا روکا جس کا قصہ سورہ بقرہ میں گزر چکا اور قیام مکہ کے زمانہ میں بھی اس طرح روکا اور اس قدر تنگ کیا کہ ہجرت کی ضرورت ہوئی۔

وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ ط

حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی (بنے کے بھی لائق) نہیں

پھر عبادت کرنے والوں کو روکنا تو بہت دور رہا جس کا اختیار خود متولی کو بھی نہیں ہوتا۔

إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ

اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۳۷

اکثر لوگ (اپنی نالائقی کا) علم نہیں رکھتے۔

یا تو ان کو علم ہی نہ ہو یا یہ کہ جب اس علم پر عمل نہ کیا تو وہ علم نہ ہونے کے مشابہ ہے اور متقین سے مراد اہل ایمان ہیں غرض جو نمازی تھے ان کو تو اس طرح مسجد سے روکا اور خود اس کا کیسا حق ادا کیا اور اس میں کیسی اچھی نماز پڑھی اس کا آگے بیان ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا

اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں

مُكَاً وَتَصَدِيَهُ ط

بجانا اور تالیاں بجانا

یعنی بجائے نماز کے ان کی یہ نامعقول حرکات ہوتی تھیں جن کا ضرور یہ مقتضا ہے کہ ان پر کوئی نہ کوئی عذاب نازل کیا جاوے گو وہ معمولی ہی عذاب ہو خلاف عادت نہ ہو اس تقریر سے دونوں آیتوں میں تعارض کا شبہ نہ رہا کہ پہلے تو کہا تھا کہ ہم ان کو عذاب نہ کریں گے اور اب فرمایا کہ ان کو کیوں عذاب نہ دیا جائے جواب ظاہر ہے کہ اوپر خلاف عادت عذاب کی نفی تھی اور یہاں معمولی عذاب کی دھمکی ہے

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۳۸

سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب

اور یہ اقوال و افعال جو اوپر مذکور ہوئے ہیں اسی کفر کے آثار ہیں

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ

اور تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک)

الدِّينِ كُلُّهُ لِلَّهِ ج

نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جاوے

اور کسی کے دین کا خالص اللہ ہی کے لئے ہو جانا اسلام قبول کرنے پر موقوف ہے تو حاصل یہ ہوا کہ کفر و شرک چھوڑ کر اسلام اختیار کریں خلاصہ یہ کہ اگر اسلام نہ لاویں تو ان سے لڑو جب تک کہ اسلام نہ لاویں کیونکہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا اور یہ تفسیر امام ابو حنیفہ کے مذہب پر ہے اور جن آئمہ کے نزدیک کفار عرب سے بھی جزیہ لیا جاتا ہے ان کے نزدیک فتنہ کی تفسیر فساد و جنگ ہے اور ان انتھوا کے یہ معنی ہیں کہ جنگ سے باز آ جاویں اور رعیت بننا قبول کریں حربی نہ رہیں۔

فَإِنْ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ

پھر اگر یہ کفر سے باز آ جاویں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو

بَصِيرٌ ۳۹

خوب دیکھتے ہیں

یعنی تم ان کے ظاہری اسلام کو قبول کرو دل کا حال مت ٹٹو کیونکہ اگر یہ دل سے ایمان نہ لاویں گے تو حق تعالیٰ آپ سمجھ لیں گے اور دوسرے آئمہ کے نزدیک یہ تفسیر ہوگی کہ ذمی بننے میں یہ لوگ دھوکہ دیں گے تو حق تعالیٰ خود دیکھ لیں گے تم کو ذمی بنانے سے انکار کرنے کا حق نہیں۔

وَإِنْ تَوَلَّوْا فاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ط

اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے

نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۴۰

وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے

تو اللہ کا نام لے کر ان کے مقابلہ سے مت ہٹو وہ تمہاری رفاقت اور مدد کریگا ۱۲

حشر کے معنی جمع کرنا اور رجم کے معنی ملا دینا۔ مطلب یہ ہوا کہ جہنم کی طرف کفار کے لے جانے سے دو باتیں مقصود ہوں گی ایک تو ناپاکوں کو پاکوں سے الگ کرنا۔ دوسرے ناپاکوں کو اکٹھا کر کے جہنم میں جھونک دینا۔ ربط : اوپر کفار کے کفریہ اقوال و افعال کا بیان تھا اس کے سننے کے بعد کفار کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں اسلام لے آنا اور کفر پر قائم رہنا اس لئے آگے ان دونوں حالتوں کے متعلق احکام بیان فرماتے ہیں۔ قل للذین کفروا تا نعم النصیر

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۴۱

ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں آپ ان کافروں سے

لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ

کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں گے تو ان کے سارے

مَا قَدْ سَلَفَ ج

گناہ جو (اسلام) سے پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جاویں گے

کفار سے اسلام لانے پر گزشتہ گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے خواہ وہ اصلی کافر ہوں یا مرتد لیکن حقوق العباد و احوال و حدود وغیرہ کی معافی نہیں ہوتی جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے جو گناہ محض گناہ ہی ہیں ان کی مغفرت کا وعدہ ہے یہ حکم تو حالت اسلام کا ہوا

وَإِنْ يَّعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ

اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (ان کو سنا دیجئے کہ) کفار

الْأَوَّلِينَ ۴۲

سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے

کہ دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب ہے وہی تمہارے لئے ہوگا چنانچہ قتل سے ہلاک ہوئے اور عرب کے سوا دوسرے کفار کا ذمی ہونا بھی ہلاکت ہی ہے پھر اس کافر رہنے کی صورت میں آگے مسلمانوں کو حکم فرماتے ہیں۔

الحمد للہ نویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



پھر ہمارا استحقاق تو اتنا بھی نہ تھا یہ بھی بہت مل گیا اور فیصلہ کے دن سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کا عملی فیصلہ ظاہر ہو گیا مسئلہ چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما چکے اس لئے آپ کا حصہ نہیں رہا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ اس لئے تھا کہ انہوں نے قدیم سے آپ کی مدد اور حمایت کی اور حضور کی وفات کے بعد وہ حمایت باقی نہیں رہی لہذا یہ حصہ بھی ساقط ہو گیا اب یہ خمس تین حصوں پر تقسیم ہو کر ایک یتیموں کو ایک مساکین کو اور مساکین میں حضور کی قرابت کے مساکین مقدم ہوں گے اور ایک مسافروں کو ملے گا۔ ربط: اوپر کی آیت میں بدر کا ذکر تھا آگے اس کی صورت مخاطب کے پیش نظر کر کے اس کے بعض واقعات کی حکمت اور اس کی ضمن میں اپنی نعمت ظاہر فرماتے ہیں پس اس اعتبار سے گویا یہ ان انعامات کی تکمیل ہے جن کا ذکر آیت کما اجر جک سے شروع ہوا تھا ۱۲

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا

یہ وہ وقت تھا کہ تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے

ادھر والے کنارہ سے مراد مدینہ کے نزدیک کا موقع اور ادھر والے سے مراد مدینہ سے دور کا موقع ہے یعنی مدینہ سے نزدیک اور کفار ذرا فاصلہ پر تھے۔

وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ

اور وہ لوگ (یعنی کفار) اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ قافلہ

أَسْفَلَ مِنْكُمْ ط

(قریش کا تم سے نیچے کی طرف کو (بچا ہوا) تھا

یعنی سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا حاصل یہ کہ پورے جوش کا سامان جمع تھا ایک تو دونوں آپس میں آمنے آمنے تھے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر جوش میں آوے ادھر قافلہ راستہ ہی میں تھا جس کی وجہ سے کفار کو اس کے بچانے کی فکر تھی اس سے اور جوش بڑھا، وہاں تھا غرض ایسا سخت وقت تھا پھر بھی حق تعالیٰ نے تم پر غیبی امداد نازل کی۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لِاخْتِلَافِ الْمُبِيعِ لَا

اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہراتے تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا

یعنی وہ تو مصلحت یہ ہوئی کہ اتفاقاً مقابلہ ہو گیا ورنہ اگر پہلے سے حسب قاعدہ لڑائی کے لئے کوئی بات ٹھہرائی جاتی کہ فلاں وقت لڑیں گے تو موجودہ حالت کا مقتضایہ تھا کہ کوئی بات قرار نہ پاتی بلکہ یا تو مسلمانوں میں باہم اختلاف ہوتا کہ بے سرو سامانی کی وجہ سے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ یا کفار کے

ربط: اوپر آیت وقاتلوہم میں قتال کا حکم تھا چونکہ کبھی لڑائی میں غنیمت بھی حاصل ہوتی ہے اس لئے آگے اس کا حکم بیان فرماتے ہیں اور اگر ان آیتوں کا نزول غزوہ بدر کے بارے میں ہو جیسا کہ اکثر کا قول ہے تو یہ آیت شرع سورۃ کی آیت قل الانفال للہ والرسول کی فی الجملہ تفسیر ہو جائے گی۔ واعملوا تا قدیر

وَأَعْلَوْا أَنْتُمْ غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ

اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس

لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ

کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے

یعنی اس کے پانچ حصے کئے جاویں جن میں سے چار حصے تو لڑنے والوں کا حق ہے اور ایک حصہ پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا جن میں سے ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا آپ کو دینا ایسا ہے جیسا حق تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا اللہ کے لئے ہونے کا یہی مطلب ہے کہ اسے رسول کی خدمت میں پیش کیا جاوے۔

وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ایک اور (ایک

وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ

حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ

اس چیز پر جسکو ہم نے اپنے بندہ (محمد) پر فیصلہ کے دن یعنی جس دن کہ (بدر میں)

يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعِ ط

دونوں جماعتیں (مومنین و کفار) باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا

مراد اس سے وہ امداد غیبی ہے جو فرشتوں کے ذریعہ سے بدر میں ہوئی یعنی اگر ہم پر اور ہمارے غیبی الطاف پر یقین رکھتے ہو تو اس حکم کو جان لو اور اس پر عمل کرو اور یہ اس لئے بڑھا دیا کہ خمس نکالنا گراں نہ ہو اور یہ سمجھ لیں کہ یہ ساری غنیمت اللہ ہی کی امداد سے تو ہاتھ آئی پھر اگر ہم کو پانچواں حصہ نہ ملا تو کیا ہوا وہ چار حصے بھی تو ہماری قدرت سے باہر تھے محض قدرت الہی سے حاصل ہوئے۔

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۵۱﴾

اور اللہ تعالیٰ (ہی) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

بِذَاتِ الصَّدُورِ ۳۳

ہمتی و اختلاف سے) بچالیا۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے

اس کو معلوم تھا کہ زیادہ دکھانے سے دلوں میں ضعف پیدا ہوگا اور کم دکھانے سے قوت اس لئے ایسی تدبیر کی اور اس کم دکھانے کی تحقیق سورہ آل عمران رکوع دوم میں گزر چکی ہے۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّقَاتُمُ فِي أَعْيُنِكُمْ

اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم کو جبکہ تم مقابل ہوئے وہ لوگ تمہاری نظر میں

قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ

کم کر کے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے

یعنی صرف خواب ہی میں کم دکھلانے پر کفایت نہیں کی بلکہ حکمت پوری کرنے کے لئے بیداری میں مقابلہ کے وقت مسلمانوں کی نظر میں بھی کفار کم دکھلائی دیئے اور اس کے برعکس بھی ہوا کہ کفار کی نظر میں مسلمان کم دکھلائی دیئے جو واقع کے موافق تھا۔

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ط

تاکہ جو بات اللہ تعالیٰ کو کرنا تھا اس کی تکمیل کر دے اور سب مقدسے

وَالِلَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۳۴

خدا تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کئے جاویں گے

پھر وہ گمراہ اور ہدایت پانے والوں کو سزا و جزا دیں گے۔
رابطہ: اوپر بدر کے واقعات مذکور تھے آگے مسلمانوں کو لڑائی کے مواقع کے آداب ظاہری و باطنی کی تعلیم فرماتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اتوا محیط

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِتْمُ فِئَةً ط

اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو

فَاثْبِتُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

(ان آداب کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ) ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو

کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۳۵

امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ

ساتھ اختلاف ہوتا کہ مسلمان بے سرو سامانی کی وجہ سے رکے اور وہ مسلمانوں کے رعب کی وجہ سے جرات نہ کرتے غرض ہر طرح اس جنگ کی نوبت نہ آتی تو جو قائد اس میں ظاہر ہوئے وہ ظہور میں نہ آتے جن کا آگے بیان ہے ۱۲

وَلَكِنْ لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ط

لیکن تاکہ جو بات اللہ تعالیٰ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کر دیا کہ ان قصوں کی نوبت ہی نہ آئی دفعۃً بلا قصد کے لڑائی چھڑ گئی۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى ط

یعنی تاکہ جس کو برباد (گمراہ) ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے برباد ہو اور جس کو

مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط

زندہ (ہدایت یافتہ) ہونا ہے وہ (بھی) نشان آئے پیچھے زندہ ہو

یعنی خدا کو یہ منظور تھا کہ لڑائی ہوتا کہ ایک خاص طریقہ سے اسلام کا حق ہونا ظاہر ہو جائے کہ تھوڑی جمعیت اور کم سامان پر مسلمان غالب آئے جو کہ خلاف عادت ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسلام حق ہے اس سے حجت الہی پوری ہو گئی اس کے بعد جو گمراہ ہوگا وہ حق واضح ہونے کے بعد ہوگا جس میں عذر کی گنجائش ہی نہیں رہی اور عذاب کا پورا مستحق ہوگا اور جس کے نصیب میں ہدایت ہوگی وہ دلیل دیکھ کر حق کو قبول کر لے گا خلاصہ حکمت کا یہ ہوا کہ حق واضح ہو جائے۔

وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ۳۶

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں

کہ حق واضح ہونے کے بعد زبان اور دل سے کون کفر کرتا ہے اور کون ایمان لاتا ہے۔

إِذْ يُرِيكُمُوهُمْ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ط

وہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے

چنانچہ آپ نے صحابہ کو اس خواب کی خبر کی ان کے دل خوب قوی ہو گئے ۱۲

وَلَوْ أَرَبَكُمْ كَثِيرًا تَفْسَلْتُمْ وَلَتَنَازِعْتُمْ ط

اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ دکھلا دیتے تو تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور

فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ط إِنَّهُ عَلِيمٌ ۳۷

اس امر میں تم میں باہم (نزاع) و اختلاف ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس کم

اقوال و اعمال منقول ہیں لیکن آخر کو ساری شیخی خاک میں مل گئی ۱۲ ربط :
 اوپر کفار کے اترانے اور فخر کرنے کا ذکر تھا آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ
 یہ شیطان کی ملمع کاری تھی۔ واذین تا شدید العقاب

وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جبکہ شیطان نے ان (کفار) کو ان کے

وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اعمال خوشنما کر کے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے

وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ

والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں

یعنی اول تو ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و مخالفت اور کفریہ باتوں کو وہ لوگ اچھا سمجھنے لگے پھر اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ ان سے زبانی کہا کہ آج تم کو وہ قوت و شوکت ہے کہ تمہارے مخالف تم پر غالب نہیں آ سکتے۔ نہ باہر کے دشمنوں سے ڈرو نہ اندرونی دشمنوں کا اندیشہ کرو اور یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ قریش اور بنی کنانہ میں کچھ رنج چلا آتا تھا جب کفار قریش مکہ سے مسلمانوں کے مقابلہ کو چلنے لگے تو بنی کنانہ کی طرف سے کسی قدر اندیشہ ہوا اور جانے میں پس و پیش کرنے لگے اس وقت ابلیس سراقہ سردار بنی کنانہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور کہا کہ تم اندیشہ مت کرو میں بنی کنانہ کی طرف سے تمہارا ذمہ دار ہوں سب یہی سمجھے کہ یہ سراقہ ہے سب اطمینان سے بدر میں پہنچے جب لڑائی کا وقت آیا اور فرشتے آنا شروع ہوئے اس وقت اس کا ہاتھ حارث کے ہاتھ میں تھا ہاتھ چھڑا کر بھاگا حارث نے پوچھا کہ کہاں چلا تو جواب دیا افسی بری الخ میں تم سے بالکل بیزار ہوں غرض لوگوں میں سراقہ کی بدنامی کا چرچا ہوا اس نے یہ سن کر قسم کھائی کہ مجھ کو تو کچھ بھی خبر نہیں۔

فَلَمَّا تَرَأَتْ الْفِئَتَيْنِ نَكَصَ عَلَى عَقْبَيْهِ

پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمین کی) ایک دوسرے کی مقابل ہوئیں

وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ

تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں

میں حامی مددگار کچھ نہیں بنتا کیونکہ اس نے ملائکہ کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

کیونکہ جب مقابلہ کیوقت ثابت قدمی اور دل کی پختگی جمع ہو جائے تو کامیابی غالب ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو

کہ لڑائی کے متعلق کوئی کارروائی خلاف شرع نہ ہو ۱۲

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

اور نزاع مت کرو (نہ اپنے امام سے نہ آپس میں) ورنہ کم

ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی

کیونکہ باہمی نا اتفاقی سے قوتیں منتشر ہو جائیں گی ایک کو دوسرے پر اعتماد نہ ہوگا اور اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے اور دوسروں کو جب اس نا اتفاقی کی اطلاع ہوگی تو مخالف کے دل میں رعب نہ رہے گا چنانچہ نا اتفاقی کے لئے بدرعی لازم ہے ہوا اکھڑنے سے یہی مراد ہے۔

وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں

یعنی اگر کوئی امر ناگوار پیش آئے تو اس پر صبر کرو اس سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوگی اور خدا کا ساتھ ہونا غلبہ کا سبب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن

اور ان کافر لوگوں کے مشابہ مت ہونا جو (اسی واقعہ بدر میں)

دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ

اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے

پس تم نیت خالص رکھو تفاخر و نمائش کا قصد نہ کرو جیسا کہ کفار کرتے ہیں۔

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اور لوگوں کو اللہ کے راستے (دین) سے روکتے تھے

یعنی فخر و ریا کے ساتھ کفار کی یہ بھی نیت تھی کیونکہ وہ مسلمانوں کو زک دینے چلے تھے جس کا اثر عام طبائع پر یہی ہوتا کہ دین سے دور ہو جاتے۔

وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو (اپنے علم میں) احاطہ میں لئے ہوئے ہے

اللہ تعالیٰ ان کو پوری سزا دے گا اور درمنثور میں کفار قریش کے فخریہ

حَكِيمٌ ۴۹ وَلَوْ تَرَىٰ

(اور) حکمت والے (بھی) ہیں۔ اور اگر آپ (اس وقت کا موقعہ) دیکھیں تو عجیب منظر نظر آوے۔

إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ الْمَلٰٓئِكَةُ

جبکہ فرشتے ان (موجودہ) کافروں کی جان قبض کرنے جاتے ہیں (اور)

يَضْرِبُونَ وُجُوْهُهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۚ

ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ

وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا

(ابھی کیا ہے آگے چل کر) آگ کی سزا جھیلنا (اور) یہ عذاب ان اعمال

قَدَّمْتُمْ اٰیٰدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ

(کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی

لِّلْعٰبِدِ ۝۵۱

ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں

سو اللہ تعالیٰ نے بے جرم سزا نہیں دی۔

كَذٰٓبٍ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ مِنْ

ان کی حالت ایسی ہے جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے (کافر)

قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوْا بِآٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا

اسی طرح یہ لوگ بھی کفر کی وجہ سے سزایاب ہوئے تو کفر پر سزا پانے میں یہ ان کے مشابہ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں

انکے مقابلہ میں کوئی ایسی قوت نہیں رکھتا کہ انکے عذاب کو ہٹا سکے ۱۲۔

اِنِّیْۤ اَرٰی مَا لَا تَرُوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ۚ

میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں (مراد فرشتے) میں تو خدا

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۳

سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں

کہیں کسی فرشتے کے ذریعے سے دنیا ہی میں میری خبر نہ لو اوے اور چونکہ سزا کا خوف بدوں ایمان کے مقبول نہیں اس لئے شیطان کا خدا سے ڈرنا اگر واقعی بھی ہو تب بھی کچھ اشکال نہیں رابطہ: اوپر اس گمان کی غلطی کا بیان تھا کہ کفار کے غالب آنے کی امید تھی اور وہ مغلوب ہوئے آگے اس گمان کی غلطی کا بیان ہے کہ مسلمان مغلوب نظر آتے تھے اور وہ توکل کی برکت سے غالب آئے۔ اذیقول تا حکیم۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین اور جن کے دلوں میں (شک)

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُمْ اَلَاءَ دِيْنِهِمْ ۚ

کی بیماری تھی یوں کہتے تھے کہ ان کے دین نے ان کو بھول میں ڈال رکھا

مکہ والوں میں سے بعض لوگ لڑائی میں شریک ہونے سے رکتے تھے مگر شرما شری وہ بھی بدر میں آئے تھے یہاں آ کر جب فریقین کی حالت کا موازنہ کیا اور مسلمانوں کو بے سروسامانی کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں آتے دیکھا تو یہ بات کہی کہ یہ لوگ کیسے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اپنے دین کے حق ہونے کے بھروسے ایسے خطرہ میں آ پڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست

جو اس پر بھروسہ کرتا ہے اس کو اکثر غالب ہی کر دیتے ہیں۔ اور اگر کبھی ایسا شخص مغلوب ہو جائے تو اس میں کچھ مصلحت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت والے بھی ہیں غرض ظاہری سامان اور بے سامانی پر مدار نہیں قادر کوئی اور ہی ہے۔

رابطہ: اوپر کفار کا دنیا میں مقتول و مغلوب ہونا مذکور تھا آگے آخرت اور برزخ کے عذاب کا بیان ہے اور اس کی علت بھی بتلاتے ہیں کہ وہ حق کی مخالفت ہے ولوتری تا ظلمین

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً

یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی

أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرَ أَمْرًا بِأَنْفُسِهِمْ لَا

ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہ قوم اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے

جب ہمارا یہ قاعدہ کلیہ مقرر ہے اور بلا جرم سزا نہ دینا بھی اس قاعدہ میں داخل ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم بے جرم کے سزا دے دیں سو ان موجودہ کافروں نے اپنی یہ حالت بدلی کہ پہلے باوجود کفر کے ان میں ایمان لانے کی تھوڑی بہت قابلیت تھی پھر انہوں نے انکار و مخالفت کر کے اس کو دور کر ڈالا پس ہم نے بھی اپنی یہ نعمت کہ اب تک ان کو مہلت دے رکھی تھی بدل دی اور سزائیں پکڑ لینا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پہلے انہوں نے اپنی حالت کو بدلا

وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں

پس وہ ان کے اقوال و افعال کے تغیر کو سنتے ہیں اور جانتے ہیں ۱۲

كَذَّابٍ الْفِرْعَوْنُ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ان کی حالت فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے

یعنی اپنی حالت کے بدلنے میں بھی یہ لوگ پہلے کافروں کے مشابہ ہیں اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ کذاب ال فرعون الخ میں تکرار ہے جواب ظاہر ہے کہ پہلے یہ مقصود تھا کہ کفر پر سزایانے میں یہ لوگ ان کے مشابہ ہیں اور یہاں یہ مقصود ہے کہ اپنی حالت بدلنے میں بھی یہ ان کے مشابہ ہیں پس مقصود بدلنے سے تکرار نہ رہا رابطہ: یہاں تک مشرکین کی حالت اور ان کے ساتھ قتال کا بیان تھا آگے اہل کتاب کے حالات اور قتال کا بیان ہے اور شان نزول اس کا یہودی بنی قریظہ کی عہد شکنی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ ہم آپ کے مخالفین کو مدد نہ دیں گے اور پھر بھی غزوہ احزاب میں مشرکین کو مدد دی اور یہی چند بار ایسا ہو چکا تھا ہر بار میں کہہ دیتے تھے کہ ہم بھول گئے پھر تازہ عہد کرتے تھے پھر عہد توڑتے تھے اس پر ان آیتوں میں آپ کو ان کے ساتھ قتال کا حکم ہوا ان شر اللواب تا البخائن

كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ

کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے ان کو ان کے

وَاعْرَقْنَاهُ الْفِرْعَوْنَ وَكُلَّ كَانُوا

گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ

ظَالِمِينَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ

سب ظالم تھے بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک

الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لاویں گے

پہلے ایک ایسی ہی آیت مشرکین کے بارہ میں آچکی ہے چونکہ تمام کفار پر دوسرے گنہگاروں سے بدتر ہونا صادق آتا ہے اس لئے دونوں آیتوں میں کچھ تعارض نہیں مطلب یہ ہے کہ کفار (خواہ مشرک ہوں یا اہل کتاب) تمام گنہگار مخلوق سے بدتر ہیں اور یہ جو فرمایا کہ وہ ایمان نہ لاویں گے یہ پیشین گوئی ان ہی کے بارہ میں ہے جو علم الہی میں عمر بھر کافر رہنے والے تھے۔

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ

جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے (کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر

عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝

(بھی) وہ اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (عہد شکنی سے) ڈرتے نہیں۔ سواگر

فَإِمَّا تَثْقَفْنَاهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ

آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو ان (پر حملہ کر کے اس) کے ذریعہ

مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَنَّاهُمْ يَذْكُرُونَ ۝

سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جاویں

کہ عہد شکنی کا یہ وبال ہوتا ہے تو وہ ایسا نہ کریں یہ حکم تو اس وقت ہے کہ جب ان لوگوں نے علانیہ عہد توڑ دیا ہو آگے اس صورت کا حکم بتلاتے ہیں جب کہ علانیہ عہد نہ توڑا ہو لیکن ان کی طرف سے خیانت کا اندیشہ ہو۔

وَأَمَّا خَائِفِينَ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٍ فَاَنْذِرْ إِلَيْهِمْ

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو

عَلَى سَوَاءٍ

اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں

کہ جس طرح آپ کے نزدیک عہد باقی نہیں رہا اسی طرح وہ بھی سمجھ جائیں کہ عہد نہیں رہا کیونکہ بدوں ایسی صاف اطلاع کے لڑنا خیانت ہے اور عہد توڑنے میں جو خوف خیانت کی قید لگائی گئی ہے یہ اکثر حالت کے

جیسے فارس اور روم وغیرہ کے کفار جن سے اس وقت تک سابقہ نہیں پڑا تھا لیکن صحابہ کا ساز و سامان و فن سپہ گری سے اپنے وقت میں تیار رہنا ان کے مقابلہ میں بھی کام آیا ان پر بھی رعب جما بعضے مقابل ہو کر مغلوب ہوئے بعض نے جزیہ قبول کیا کہ یہ بھی رعب کا اثر ہے ۱۲

وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کر دے وہ تم کو پورا پورا

يُوفِّيْكُمْ

دیدیا جاوے گا

اللہ کی راہ میں جہاد بھی داخل ہے اور خرچ میں وہ خرچ بھی آ گیا جو ساز و براق درست کرنے میں صرف کیا جائے حدیثوں میں شیر اندازی کی مشق اور گھوڑوں کے رکھنے اور سواری سیکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اب بندوق اور توپ تیر کے قائم مقام ہیں اور قوت میں یہ سب اور ورزش وغیرہ بھی داخل ہے۔ ربط: اوپر کفار کو ڈرانے کا حکم تھا اس کے بعد کبھی کفار کی طرف سے صلح کی درخواست ہو سکتی ہے اس لئے آگے اس کا حکم بیان فرماتے ہیں اور چونکہ صلح میں بعض اوقات یہ احتمال ہوتا ہے کہ شاید کفار نے فریب کیا ہو اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی حفاظت کا وعدہ اور اس وعدہ کی تاکید کے لئے اپنی پہلی نعمتیں یاد دلاتے ہیں وان جنحوا تا من المؤمنین

وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝۹۰ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ

اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو

فَاجْنَحْ لَهَا

آپ بھی اس طرف جھک جائیں

یعنی اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو آپ کو بھی صلح کر لینا جائز ہے۔ اور مصلحت و جواز کی قید سے اس امر کا اختیار ہونا معلوم ہو گیا پس اس آیت کا منسوخ ہونا لازم نہیں آیا جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے کہ صلح کرنا اب تو واجب نہیں ہے اور اس آیت سے واجب ہونا معلوم ہوتا ہے تو یہ منسوخ ہے جواب یہ ہے کہ آیت میں حکم و وجوب کے لئے نہیں بلکہ اختیار پر محمول ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

اور اللہ پر بھروسہ رکھیے

اعتبار سے ہے کہ اکثر ایسی حالت میں عہد توڑنے کی زیادہ حاجت ہوتی ہے ورنہ بدوں خیانت کے اندیشہ کے بھی اگر عہد توڑنے میں مصلحت ہو جائز ہے اور اس آیت کے الفاظ فانبد الیہم واجنح لہم میں اشارہ ہے کہ عہد کا توڑنا یا باندھنا امام کی رائے پر ہے عوام کو اس میں دخل نہ دینا چاہئے ربط: اوپر لڑائی کا بیان تھا چونکہ لڑائی میں بعضے بچ بھی جاتے ہیں آگے ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ خدا سے نہیں بچ سکیں گے ۱۳

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝۹۱ وَلَا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور کافر

يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۖ إِنَّهُمْ

لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے۔ یقیناً وہ لوگ (خدا تعالیٰ کو)

لَا يُعْزِزُونَ ۝۹۲

عاجز نہیں کر سکتے

کہ اس کے ہاتھ نہ آویں یا تو دنیا ہی میں مبتلائے عذاب کر دے گا ورنہ آخرت میں تو یقینی ہے۔ ربط: اوپر قتال کا حکم تھا آگے لڑائی کا سامان مہیا رکھنے کا حکم ہے۔ واعدوا تا لا تظلمون

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ

اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ

گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے

اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں

خدا کے دشمن کفر کی وجہ سے اور تمہارے دشمن اس وجہ سے کہ رات دن تمہاری فکر میں رہتے ہیں اور ہمیشہ تم کو ان سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ ۖ لَا تَعْلَمُونَهُمْ

اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم (بالیقین نہیں) نہیں جانتے ان کو

اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ

اللہ ہی جانتا ہے

یعنی اگر باوجود صلح میں مصلحت ہونے کے یہ احتمال ہو کہ یہ ان کی چال نہ ہو تو ایسے احتمالوں سے اندیشہ نہ کیجئے۔

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۱﴾

بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

ان کے اقوال و احوال کو سنتا جانتا ہے ان کا خود انتظام کر دے گا۔

وَأِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں

یعنی اگر واقع میں وہ احتمال صحیح ہو اور وہ لوگ سچ سچ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں۔

فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ

تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے

وہ آپ کی مدد اور حفاظت کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے بھی حفاظت فرماتے تھے اور چونکہ یہ حفاظت کا وعدہ حضور کے ساتھ خاص ہے تو اس سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ بعض دفعہ کفار کی چال مسلمانوں کے مقابلہ میں چل جاتی ہے جواب یہ ہے کہ حضور کے مقابلہ میں کبھی کفار کی چال کا کامیاب ہونا اس آیت کے نزول کے بعد ثابت نہیں ہو گا مسلمانوں کے مقابلہ میں چل جائے تو آیت میں سب کے لئے وعدہ نہیں۔

هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنُصْرَةٍ وَالْهُومُنِينَ ﴿۶۲﴾

اور وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد)

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

مسلمانوں سے قوت دی اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا

تاکہ وہ امداد کا ذریعہ بن سکیں کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر باہم اتفاق نہ ہو تو کوئی کام مل کر نہیں کر سکتے خاص کر دینی کام

لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ

اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں

بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

اتفاق پیدا نہ کر سکتے

یعنی ان میں بوجہ حب ریاست اور بغض و عداوت غالب ہونے کے اتفاق ہونا ایسا دشوار تھا کہ آپ باوجود یکہ عقل و تدبیر میں کامل ہیں اگر اس کے

لئے آپ کے پاس کافی سامان بھی ہوتا جب بھی آپ اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ

لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بے شک وہ زبردست ہیں

حَكِيمٌ ﴿۶۳﴾

حکمت والے ہیں

جو چاہیں اپنی قدرت سے کر دیں اور جس طریق سے مناسب جانیں

اسی کام کو کر دیں ۱۲

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ

اے نبی آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۶۴﴾

آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں

یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی غیبی امداد اور مومنین سے ظاہری نصرت فرمائی ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ کے لئے حقیقت میں حق تعالیٰ اور ظاہر میں یہ مسلمان کافی ہیں۔

رابطہ: اوپر صلح کے متعلق ایک مضمون تھا آگے لڑائی کے متعلق ایک

قانون ہے یا ایہا النبی تا مع الصبرین

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ

اے پیغمبر آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے

إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَبِرُونَ

اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

پر غالب آجاویں گے اور اسی طرح اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے

مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

تو ایک ہزار کفار پر غالب آجاویں گے اس وجہ سے کہ

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۶۵﴾

وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کو) کچھ نہیں سمجھتے

اور اس وجہ سے کفر پر جے ہوئے ہیں اس لئے ان کو غیبی امداد نہیں پہنچتی تو وہ مغلوب ہو جاتے ہیں بس تم پر واجب ہے کہ اپنے سے دس گونہ کے مقابلہ سے بھی پیچھے نہ ہٹو اول یہ حکم نازل ہوا تھا اور بعض سلف سے منقول ہے کہ غزوہ بدر کے بارے میں یہ حکم تھا پھر جب صحابہ پر یہ شاق ہوا تو عرض کیا پھر ایک مدت کے بعد دوسری آیت جس سے یہ حکم منسوخ ہو گیا نازل ہوئی وہ آیت آگے ہے۔

اَلَّذِي خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ

اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں

ضَعْفًا

ہمت کی کمی ہے

اس ضعف کی وجہ احقر کے نزدیک یہ ہے کہ یہ قاعدہ طبعی ہے کہ جب کام کرنے والے کم ہوتے ہیں اور کام ضروری سمجھا جاتا ہے تو اس وقت ہمت زیادہ ہوتی ہے ہر شخص یہ جانتا ہے کہ میرے ہی کرنے سے ہوگا اور جب کام کرنے والے بڑھ جاتے ہیں تو ہر ایک کو یہ خیال ہوتا ہے کہ کیا مجھ ہی پر کام اٹکا ہوا ہے اور بھی تو کرنے والے ہیں سب مل کر کیوں نہیں کرتے اس لئے سرگرمی اور جوش میں کمی ہو جاتی ہے اس لئے شروع اسلام میں ہمت کی اور حالت تھی جب ماشاء اللہ مردم شاری بڑھی تو طبیعت اور ہمت کا رنگ بدل گیا اور یہ ایک امر طبعی ہے اس لئے صحابہ پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی باطنی قوتیں تو روزانہ ترقی پر تھیں یہ تنزل کیسے ہو گیا جواب یہ ہے کہ دینی قوتیں ترقی پر تھیں اور یہ کمی ایک طبعی قوت میں تھی ۱۲

فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا

سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب

مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا

آ جاویں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دس ہزار پر اللہ کے حکم سے

أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۶۶﴾

غالب آ جاویں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں۔

یعنی جو دل سے اور قدم سے ثابت رہیں حق تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں اس لئے صبر کی قید لگائی گئی اور یہاں اگرچہ بظاہر الفاظ خبر کے ہیں کہ اتنے آدمی اتنے کافروں پر غالب آ جائیں گے لیکن مقصود خبر دینا نہیں بلکہ حکم کرنا مقصود ہے کہ اپنے سے دگنوں کے مقابلہ میں جتنا واجب اور بھانگنا

حرام ہے پس یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ گو بعض اوقات ہم تو غلبہ نہیں دیکھتے تو اس خبر کا غلط ہونا لازم آتا ہے جواب ظاہر ہے کہ یہاں خبر مقصود ہی نہیں بلکہ یہ تو ایک حکم ہے دوسرے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ خبر بھی ہو تب بھی کسی وقت غلبہ نہ ہونے سے اس خبر کا جھوٹا ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہاں باذن اللہ کی قید بھی تو ہے پس اگر کبھی کسی حکمت سے خدا کا اذن ہی نہ ہو تو غلبہ بھی نہ ہوگا۔ تیسرے یہاں صابریں کی بھی قید ہے اور اکثر جب مسلمان مغلوب ہوتے ہیں صبر و استقلال و توکل میں ضرورت کی ہوتی ہے)

رابطہ: اوپر جہاد کا حکم تھا چونکہ اس میں کبھی کفار قید ہو کر بھی آتے ہیں اس لئے بدر کے قیدیوں کے ضمن میں اس کا حکم ہے اور ان آیات کے نزول کا سبب یہ ہے کہ بدر میں ستر کا فر پکڑے ہوئے آئے تو حضور نے صحابہ سے ان کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعض نے رائے دی کہ ان کو قتل کر دینا چاہئے بعض نے کہا ان سے کچھ مال لے کر چھوڑ دینا چاہئے آپ پر وحی نازل ہوئی کہ صحابہ سے فرما دیجئے کہ تم کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ ان کو قتل کرو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو مگر اس صورت میں اگلے سال ستر آدمی تمہارے میں سے شہید ہوں گے۔ غرض اکثر صحابہ کی یہی رائے ہوئی کہ خیر ہم شہید ہو جاویں گے اس وقت ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاوے۔ شاید یہ مسلمان ہو جائیں آپ نے بھی بوجہ رحم دلی کے اس رائے کو پسند فرمایا اور بعض کے سوا سب کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أُسْرَىٰ حَتَّىٰ

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک

يُشْخِنَ فِي الْأَرْضِ ط

کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں

یعنی اے مسلمانو تم نے بیجا مشورہ دیا۔

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ط

تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو

اس لئے تم نے فدیہ کی رائے دی۔

وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ط

اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں

تم کو بھی آخرت کو ملحوظ اور مقدم رکھنا چاہئے۔

وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۶۷﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں

وہ تم کو کفار پر غالب کرتے اور فتوحات کی کثرت سے تم کو مالدار کر دیتے۔

لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا

اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ (مقرر) نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے

اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۶۸﴾

اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی

یعنی جو فعل تم سے واقع ہوا ہے وہ ایسا ناپسندیدہ ہے کہ اگر ایک بات مقرر نہ ہو چکتی وہ یہ کہ ان قیدیوں میں بعض لوگ مسلمان ہو جاویں گے جس سے فساد کا اندیشہ واقع نہ ہوگا اگر یہ نہ ہوتا تو تم کو اس رائے پر بڑی سزا ہوتی لیکن چونکہ اتفاق سے تمہاری رائے صائب نکل آئی کہ قیدی اسلام لے آئے اور کوئی فساد نہ ہوا اس لئے تم سزا سے بچ گئے اس کے بعد بعض صحابہ نے حضور کو روتے ہوئے دیکھا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عذاب کے آثار قریب آ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ نازل نہیں ہوا اور آپ کا رونا غایت ہیبت کی وجہ سے تھا یا صحابہ کی محبت کی وجہ سے کہ ان کو ضرر پہنچتا اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو کوئی نہ بچتا اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ میں کوئی نہ بچتا یہ نہیں کہ میں بھی نہ بچتا اور اہل بدر کا مغفور ہونا حدیث میں اس سے زیادہ صریح الفاظ میں آیا ہے اور صحابہ کی لغزش کی تحقیق اس واقعہ میں یہ ہے کہ اس رائے کا بنی ایک دنیاوی مصلحت بھی تھی یعنی مال لینا جس کا منشاء حب دنیا تھا اور اس کا مذموم ہونا پہلے سے معلوم تھا اور اس میں ایک دینی مصلحت بھی مل گئی تھی یعنی قیدیوں کے اسلام لانے کا احتمال اور صحابہ یہ سمجھے کہ جس امر میں صرف خواہش دنیا ہی مطلوب ہو وہ تو برا ہے اور جس میں دینی اور دنیاوی دونوں مصلحتیں ہوں اس کا مضائقہ نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دین میں دنیا مل جانے سے اخلاص اور ثواب فوت ہو جاتا ہے تو جس کام میں دین و دنیا دونوں ملے ہوئے ہوں وہ مجموعہ اچھا نہیں ہوتا اس لئے ان پر عتاب ہوا رہا یہ شبہ کہ پھر حضور نے اس رائے میں ان کی موافقت کیوں کی اس کا جواب ہے کہ جو منشاء صحابہ کے لئے مذموم تھا وہ آپ کے لئے محمود تھا کیونکہ صحابہ کا مقصود مال لینے سے اپنے آپ کو نفع پہنچانا تھا اور یہ حرص ہے اور آپ کا مقصود دوسروں کو یعنی صحابہ کو نفع پہنچانا تھا یہ مذموم نہیں بلکہ محمود تھا کیونکہ یہ شفقت اور جو دو کرم ہے دوسری وجہ عتاب کی یہ ہے کہ صحابہ کو جو اختیار دیا گیا تھا کہ یا قیدیوں کو قتل کرو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو یہ حقیقت

میں ان کا امتحان تھا اختیار دینا منظور نہ تھا کیونکہ اختیار دو جائز کاموں میں ہوا کرتا ہے اور یہاں فدیہ لینے کی صورت ناجائز تھی کیونکہ اس کا غالب منشاء دنیا کی خواہش تھی نیز اس صورت میں ستر صحابہ کا مارا جانا وحی سے بتلایا گیا تھا لیکن صحابہ ظاہری الفاظ سے یہی سمجھے کہ ہم کو اختیار دیا گیا ہے تامل سے کام نہ لیا اگر تامل سے کام لیتے تو فدیہ لینے کی صورت میں جو فدیہ بتلایا گیا تھا اس سے کچھ سمجھ سکتے تھے کہ یہ صورت خدا کو پسندیدہ نہیں پس گویا ہر میں ہم کو دونوں صورتوں میں اختیار دیا گیا ہے مگر واقع میں امتحان مقصود ہے۔

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنا یا ویسے ہی بطور احسان کے چھوڑنا جس کو من کہتے ہیں دونوں جائز ہیں مگر اس آیت کی وجہ سے نہیں کیونکہ سورۃ انفال کے بعد سورۃ محمد نازل ہوئی ہے اس میں ان دونوں کی اجازت ہے پھر اسکے بعد سورۃ براءت نازل ہوئی جس میں فاقطوا المشرکین الخ موجود ہے۔ اس آیت نے من و فداء کو منسوخ کر دیا۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

اور آئندہ کو احتیاط رکھو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں

تمہارا گناہ معاف کر دیا اور فدیہ کو بھی حلال کر دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَن فِيْ اَيْدِيكُمْ مِّنَ

اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ

الْاَسْرٰى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا

یعنی اگر تم دل سے مسلمان ہوئے ہو گے

خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ

تو جو کچھ تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا

اور یہ وعدہ پورا ہو چکا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ

اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی

رحمت والے ہیں اور اگر بالفرض یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت (نقص عہد)

يُرِيدُ وَاحْيَانَتَكَ

کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں

یعنی اگر صدق دل سے ایمان نہ لائے ہوں

فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ط

تو (کچھ فکر نہ کیجئے) اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ

خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کر دیا

اسی طرح اگر اب خیانت کریں گے پھر ایسا ہی ہوگا

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۱۱ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں بیشک جو لوگ

وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي

ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان

سَبِيلِ اللَّهِ

سے اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا

جہاد کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ ہجرت کے بعد اس کا واقع ہونا عادت لازم ہے۔

وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا

اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ بھی دی اور مدد کی

اور اس جماعت کو انصار کہتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط وَالَّذِينَ

یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو

آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِّنْ وَلَا يَتَّبِعُهُم

لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں

مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ج

جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں

ان سے کوئی علاقہ میراث وغیرہ کا نہ ہوگا

وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ

اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا واجب

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ط

ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد (صلح کا) ہو

یعنی گو میراث کا تعلق ان سے نہیں مگر کفار کے مقابلہ میں حد شرعی میں
رہ کر ان کی امداد واجب ہے۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱۲

اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں

پس ان کے مقررہ احکام میں خلل ڈال کر ناخوشی کے مستحق نہ ہونا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط

اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں

نہ تم ان کے وارث نہ وہ تمہارے وارث۔

إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ

اگر اس (حکم مذکورہ) پر تو دنیائیں بڑا فتنہ

وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۝۱۱۳

اور بڑا فساد پھیلے گا

یعنی اگر باوجود دینی مخالفت کے محض قرابت کی وجہ سے مسلمان و کافر
میں میراث کا علاقہ قائم رہے گا تو سب ایک جماعت سمجھی جائے گی۔ اور
بدول جماعت کے جدا ہوئے اسلام کو قوت اور شوکت حاصل نہیں ہو سکتی
اور اسلام کی کمزوری تمام فتنہ و فساد عالم کا سبب ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي

اور جو لوگ اول مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت

سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ

کی اور اللہ کی راہ جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے

هُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ط

یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں

پس مہاجرین و انصار میں میراث جاری ہونے کا حکم اگرچہ سب
مہاجرین کے لئے برابر ہے خواہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت
کے زمانہ میں ہجرت کی ہو یا بعد میں لیکن فضیلت و مرتبہ میں باہم تفاوت

ہے جنہوں نے پہلے ہجرت کی وہ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں کیونکہ اس کا حق یہی ہے کہ اس کے قبول کرنے میں جلدی کرے۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝۴۰ وَالَّذِينَ

ان کیلئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے اور جو لوگ

آمَنُوا مِنۢ بَعْدِ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ

ہجرت نبویہ کے (بعد زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا

فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ

سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تمہارے ساتھ برابر نہیں لیکن تاہم) تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے

أُولَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۖ

(کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں

یعنی جو لوگ بعد میں ہجرت کرنے والے ہیں وہ اگر مہاجرین سابقین کے رشتہ دار ہوں تو میراث کے حکم میں وہ غیر رشتہ داروں سے مقدم ہیں اگرچہ یہ لوگ فضل و رتبہ میں کم ہوں اور غیر رشتہ دار فضیلت میں ہوں کیونکہ شرعی احکام میں اعمال کے کم و بیش ہونے سے تفاوت نہیں ہوتا۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۴۱

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

اس لئے ہر وقت کی مصلحت کے مناسب حکم مقرر فرماتے ہیں حاصل تقسیم اور احکام کا یہ ہے کہ مکلف دو حال سے خالی نہیں یا مومن ہے یا کافر کافر کا حکم یہ ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے مسلمان ان کا وارث نہ ہوگا نہ وہ مسلمان کے وارث ہوں گے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے اور مومن دو قسم کے ہیں ایک مہاجر جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ فتح مکہ کے بعد تو عرب دارالاسلام ہو گیا تھا پھر سب جگہ رہنا برابر تھا اور دوسری قسم غیر مہاجر۔ مہاجر کا یہ حکم تھا کہ ان میں اور انصار میں جنہوں نے ان کو رکھا ٹھکانا دیا اور خدمت وغیرہ کی کیونکہ مہاجرین کے اکثر اعزہ اسلام سے اس وقت تک مشرف نہ ہوئے تھے تو مہاجرین و انصار میں مثل اقارب کے میراث جاری ہوتی تھی اور اس حکم میں سب مہاجرین و انصار برابر تھے خواہ مہاجرین سابقین ہوں جنہوں نے حضور کے ہجرت کے زمانہ میں ہجرت کی تھی یا بعد والے ہوں البتہ ان میں باعتبار فضیلت کے باہم تفاوت ہوگا۔

اور یہ حکم بعد فتح مکہ منسوخ ہو گیا اور غیر مہاجر کا یہ حکم تھا کہ اس میں اور اس کے رشتہ دار میں باہم توارث نہ ہوتا تھا اور یہ حکم بھی اب منسوخ ہے اب دارالاسلام اور دارالحرب میں رہنے سے اہل اسلام کی میراث پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور باوجود وارث نہ ہونے کے اس غیر مہاجر کا یہ حکم بھی تھا کہ اگر وہ کفار کے مقابلہ میں مہاجر سے کسی مذہبی لڑائی میں امداد کا طالب ہو تو اس کی امداد واجب ہے لیکن اگر ایسی قوم کے مقابلہ میں طالب امداد ہو جن سے مہاجرین کا عہد و پیمان ہے تو عہد باقی رہنے تک اس کو مدد نہ جائے ہاں اگر عہد توڑ دیا جائے تو پھر مدد جائز ہے بلکہ اب بشرط قدرت وہ عہد توڑ دینا اور اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد کرنا واجب ہے۔ سورۃ براءۃ

مدنیۃ و قیل الایتین من اخرها کذا فی البیضاوی

رابطہ: اس سورت میں چند غزوات اور چند واقعات کہ وہ بھی غزوات کے حکم میں ہیں مذکور ہیں قبائل عرب کے ساتھ عہد ٹوٹ جانے کا اعلان ۲ فتح مکہ ۳ غزوہ حنین ۴ حرم سے کفار نکال دینے کا حکم ۵ غزوہ تبوک اور ان ہی آیتوں کے ضمن میں تبعاً ہجرت کا واقعہ مذکور ہے اور پہلی سورت میں زیادہ تر بدر کے اور کچھ قرظہ کے واقعات تھے پس مناسبت ظاہر ہے۔

فائدہ اول: ان واقعات مذکورہ میں فتح مکہ واقع ہوا سنہ ۸ ہجری میں پھر غزوہ حنین سنہ ۸ھ میں پھر غزوہ تبوک سنہ ۹ھ میں پھر معاہدہ توڑنے کا اور کفار کے حرم سے نکال دینے کا اعلان۔ ذی الحجہ سنہ ۹ھ میں اور نزول آیات کی ترتیب یہ ہے اول فتح مکہ کے متعلق آیتیں فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئیں پھر غزوہ حنین کے متعلق آیتیں حنین کے بعد پھر غزوہ تبوک کی ترغیب دینے والی آیتیں تبوک سے پہلے پھر غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں پر ملامت کی آیتیں غزوہ تبوک کے بعد پھر شروع کی آیتیں جن میں نقض معاہدہ کا اعلان ہے جو کہ شوال ۹ھ میں نازل ہوئیں اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ سورت پوری ایک دفعہ نازل ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ حصہ ایک دفعہ میں نازل ہوا۔ فائدہ دوم معاہدہ اور نقض معاہدہ کے متعلق جو مضامین اس میں مذکور ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ۶ھ میں جب حضور نے عمرہ کا قصد فرمایا اور قریش نے مکہ میں نہ جانے دیا اور حدیبیہ میں ان سے صلح ہوئی اس صلح کی مدت دس سال تھی اور مکہ میں قریش کے علاوہ دوسرے قبائل بھی تھے تو صلح کے وقت یہ بات قرار پائی کہ جس کا جی چاہے اس صلح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں داخل ہو جائے اور جس کا جی چاہے قریش کے ذیل میں آ جاوے چنانچہ خزاعہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئے اور بنو مکر قریش کی طرف سال بھر تک کوئی بات نہیں ہوئی چنانچہ ۷ھ ہجری میں صلح کی ایک شرط کے موافق حضور صلی اللہ علیہ

وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ﴿۲﴾

اور یہ (بھی جان رکھو) کہ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو (آخرت میں) رسوا کریں گے یعنی عذاب دیں گے۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ

اور اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول

الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ

دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے جنہوں نے عہد توڑا۔ مراد جماعت اول ہے۔

وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

پھر اگر تم (کفر سے) توبہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے دونوں جہان میں۔

وَأَنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي

اور اگر تم نے (اسلام سے) اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اور ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے

اللَّهُ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابِ الْيَمِّ ﴿۳﴾

جو آخرت میں واقع ہوگی۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد لیا

ثُمَّ لَمْ يُنْقِصُوا شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا

پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ

عَلَيْكُمْ أَحَدًا

میں کسی کی مدد کی

فَاتَّبِعُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ

سوان کے معاہدہ کو ان کی مدت (مقررہ) تک پورا کر دو واقعی اللہ تعالیٰ

و مسلم مکہ تشریف لائے اور اس فوت شدہ عمرہ کی قضاء کر کے واپس تشریف لے گئے اس کے بعد پانچ ماہ گزرے تھے کہ بنو بکر نے خزاعہ پر رات کے وقت دفعہ حملہ کر دیا۔ قریش نے یہ سمجھا کہ اول تو حضورؐ دور بہت ہیں آپ کو کیا خبر ہوگی پھر رات کے وقت کون دیکھتا ہے یہ سمجھ کر بنو بکر کو ہتھیار وغیرہ بھی دیئے اور ان کی ساتھ ہو کر خزاعہ سے لڑے بھی جس سے حسب قانون وہ صلح جو قریش کی حضور کے ساتھ تھی ٹوٹ گئی خزاعہ نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ایسے طور پر قریش کو اطلاع نہ ہو لشکر کی تیاری کر کے ۸ ہجری میں ان پر چڑھائی کی اور مکہ فتح کر لیا اور بہت سے رؤسا قریش اس میں مسلمان بھی ہو گئے پس جن جماعتوں کا شروع سورت میں ذکر ہے ان میں سے ایک جماعت یہی قریش ہیں جنہوں نے خود عہد توڑا ان کا حکم فتح مکہ سے پہلے یہ فرمایا کہ جب تک یہ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو جب یہ عہد توڑ دیں تم بھی لڑائی کرو اور سورہ براءۃ نازل ہونے کے بعد چونکہ انہوں نے خود عہد توڑ دیا تھا اور اس لئے وہ کسی مہلت کے مستحق نہیں رہے تھے اور اس کا مقتضایہ تھا کہ ان سے فوراً اعلان جنگ کر دیا جاتا لیکن وہ زمانہ اشہر حرم کا تھا جن میں یا تو لڑائی حرام تھی یا اس مصلحت کی بناء پر جو تفسیر میں آگے مذکور ہے لڑائی سے منع کیا گیا اور یہ حکم فرمایا کہ اشہر حرم گزر جاویں تو ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔ فاذا انسلخ الاشهر الحرم میں یہی مضمون ہے۔

(۹) سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۳)

سورہ توبہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے

عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ

دست برداری ہے جن سے تم نے (بلا تعین مدت) عہد کر رکھا تھا

یہ حکم تیسری جماعت کا ہے یعنی وہ عام قبائل عرب جن سے بلا تعین مدت عہد ہوا تھا۔

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا

سو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو اور یہ (بھی)

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ

جان رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے

یعنی خدا کے قبضہ سے نہیں نکل سکتے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۵﴾

(بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں

پس اگر احتیاط رکھو گے تو تم بھی پسندیدہ حق ہو جاؤ گے۔

فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحَرَمُ فَاقْتُلُوا

سو جب اشہر حرم گزر جائیں تو (اس وقت)

الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوا

ان مشرکین کو جہاں چاہو مارو پکڑو باندھو

وَأَحْصُوا لَهُمْ وَاَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ﴿۶﴾

اور داؤ گھات کے موقع پر ان کی تاک میں بیٹھو

یعنی لڑائی میں جو کچھ ہوتا ہے سب کی اجازت ہے اور اس جماعت اول کے ذکر میں دست برداری کے اعلان کے ساتھ چار مہینے کی مدت ذکر نہ کرنا اس کا قرینہ ہے کہ ان کے لئے کوئی مدت مہلت کی نہیں پھر اس آیت میں یہ بتلادیا کہ ان لوگوں کے واسطے کوئی میعاد امن کی نہیں مگر اشہر حرم کی وجہ سے ابھی لڑائی کی اجازت نہیں یا تو اس لئے کہ اس وقت تک ان مہینوں میں لڑائی حرام تھی پھر یہ حرمت منسوخ ہو گئی گو معین طور پر ہم کو ناخ معلوم نہ ہو لیکن نسخ پر اجماع ہونا اس کی دلیل ہے کہ کوئی ناخ ضرور ہوگا جس کی وجہ سے سب کا اجماع منعقد ہو گیا کیونکہ غلط بات پر اجماع ہو جانا شرعاً محال ہے یا یہ کہ ان مہینوں کی حرمت اس وقت بھی باقی نہ ہو مگر اس مصلحت سے کہ قریش میں بلکہ تمام عرب میں ان کی حرمت پہلے سے مشہور تھی اور عنقریب کفار کا حدود حرم سے نکال دیا جانا تجویز ہو ہی چکا تھا تو تھوڑے دنوں کے لئے مسلمان کیوں بدنام کئے جائیں اس لئے ان مہینوں کے ختم ہونے کا انتظار کیا گیا اور اس مائع کے دور ہوتے کے بعد جو دو حکم اس جماعت کے لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ان کا قید کرنا اور قتل کرنا جائز ہے اور اسلام لے آئیں تو ان کا رستہ چھوڑ دینا واجب ہے یہ حکم بقیہ جماعتوں میں بھی مشترک ہے جیسا کہ دوسری اور تیسری آیت میں غیر معجزی اللہ سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے مدت ختم ہو جانے کے بعد وہ تم کو سزا دے سکتا ہے۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ

پھر اگر (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں

یعنی اسلام کے کام کرنے لگیں اور ہر چند کہ زکوٰۃ دینا اور نماز پڑھنا

قبولیت اسلام کی شرط نہیں لیکن اس سے مراد اسلام کا ظاہر کرنا ہے کیونکہ دنیا میں اسی پر احکام کا مدار ہے اور نماز اور زکوٰۃ کی تخصیص مثال کے طور پر ہے۔

فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۷﴾

تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنیوالے ہیں

اس واسطے ایسے شخص کا کفر بخش دیا اور اس کی جان بچالی اور یہی حکم بقیہ جماعتوں کا ہوگا ان کی میعادیں گزر جانے کے بعد اور یہاں جزیہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا وہ اگر اسلام نہ لاویں تو ان کے لئے صرف قتل کا حکم ہے پس اس جگہ پکڑنے اور باندھنے سے غلام بنانا مراد نہیں کیونکہ کفار عرب کو غلام بھی نہیں بنایا جاتا البتہ دوسرے کفار کے لئے غلام بنانے کا حکم دیگر دلائل شرعیہ سے صاف صاف ثابت ہے۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ

اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو

یعنی امن کی مدت ختم ہونے کے بعد جب مشرکین کا قتل جائز ہو اس وقت اگر کوئی شخص توبہ و اسلام کے برکات و فوائد سن کر اس طرف راغب ہو اور اسلام کی حقیقت و حقانیت معلوم کرنے کی غرض سے آپ سے پناہ مانگے تاکہ اطمینان سے سن سکے اور سمجھ سکے (آگے ترجمہ)

فَاجِرُهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ

تو آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الہی سن لے

مراد دین حق کے مطلق دلائل ہیں۔

ثُمَّ أبلغه مآمنه ﴿۸﴾

پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجئے

یعنی پہنچئے دیجئے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اپنی رائے قائم کر لے

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹﴾

یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے

اس لئے ان کو قدرے مہلت دینے کی ضرورت ہے اور یہ حکم کہ ان کو پناہ دو اور امن کی جگہ پہنچئے دو علماء کے نزدیک اب منسوخ ہے جیسا کہ روح المعانی میں سعید بن ابی عروبہ کا یہی قول منقول ہے۔ احقر کہتا ہے کہ اس کی تائید حق تعالیٰ کے ارشاد ذلک بانہم قوم لا یعلمون سے ہوتی ہے کیونکہ اس میں امن دینے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ یہ لوگ اسلام سے بے خبر ہیں اور اب مضامین

فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةٌ ط

کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا کیونکہ یہ صلح مجبوری اور جہاد کے خوف سے ہے دل سے نہیں۔

يَرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَابِي قُلُوبُهُمْ ج

یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے

پس جب دل سے اس عہد کے پورا کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو کیا خاک پورا ہوگا ۱۲

وَ أَكْثَرُهُمْ فَسِقُونَ ۝۸

اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں

کہ عہد پورا کرنا نہیں چاہتے اور اگر ایک آدھ پورا کرنا بھی چاہتا ہو تو زیادہ کے سامنے ایک دو کی کب چلتی ہے آگے ان کے شریر ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِآيَةِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

انہوں نے احکام الہیہ کے عوض میں (دنیا کی) متاع ناپائیدار کو اختیار کر رکھا ہے

جیسا کہ کفار کی حالت ہوتی ہے کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہیں جب دنیا زیادہ محبوب ہے تو اگر کسی وقت عہد توڑنے میں دنیوی غرض حاصل ہوتی نظر آئے گی تو اس میں کچھ پاک نہ ہوگا اور جو شخص دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے وہ احکام خداوندی کا اور وفائے عہد وغیرہ کا پابند ہوگا۔

فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ط

سو یہ لوگ اللہ کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں

جس میں وفائے عہد بھی داخل ہے۔

اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۹

اور یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی برا ہے یہ لوگ کسی مسلمان کے

يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَا ذِمَّةٌ ط

بارے میں (بھی) نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا

یعنی اوپر جو کہا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ تم پر قابو پا لیں تو قرابت وغیرہ کا ذرا پاس نہ کریں اس میں کچھ تمہاری خصوصیت نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ساتھ ان کی یہی حالت ہے۔

اسلام کی خبر عام ہوگئی ہے اس لئے مہلت دینے کی ضرورت نہیں مگر مہلت دینا مستحب ہے اور اس کی مقدار امام کی رائے پر ہے۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ

ان مشرکین (قریش) کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے

اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ

نزدیک کیسے (قابل رعایت) رہے گا

کیف یكون تا بما تعلمون کیونکہ رعایت تو اس عہد کی ہوتی ہے جس کو دوسرا شخص خود نہ توڑے اور اگر وہی توڑ دے تو رعایت باقی نہیں رہتی مطلب یہ کہ یہ لوگ عہد توڑ دیں گے اور خود اس کی رعایت نہ کریں گے پس جماعت اول نے جو عہد توڑا تھا حق تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کے عہد توڑنے کے متعلق بطور پیشین گوئی کے اس آیت میں خبر دے دی ۱۲

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

مگر جن لوگوں نے تم سے مسجد حرام کے نزدیک

الْحَرَامِ ج

عہد لیا ہے

مراد دوسری جماعت ہے یعنی ان سے امید ہے کہ یہ عہد کو قائم رکھیں گے اور مسجد حرام سے مراد زمین حرم ہے۔

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ط

سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو

اور عہد کی مدت پوری کرو چنانچہ اس سورت کے نازل ہونے کے وقت اس مدت میں نو مہینے باقی تھے اور بوجہ ان کے عہد نہ توڑنے کے یہ مدت پوری کی گئی ۱۲

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝۱۰

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں

پس تم بھی اس میں احتیاط رکھنے سے خدا کے پسندیدہ اور مقبول ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد پھر پہلی جماعت کے متعلق مضمون ارشاد ہوتا ہے۔

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا

کیسے (ان کا عہد قابل رعایت رہے گا) حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر

اور یہاں جزیہ کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ یہ کلام کفار عرب کے بارے میں ہے اور ان کے لئے جزیہ کا حکم نہیں بلکہ صرف دو ہی صورتیں ہیں یا اسلام لاویں یا قتل کئے جائیں یہاں تک عہد توڑنے سے پہلے پیشین گوئی تھی آگے عہد توڑنے کے بعد قتال اور جہاد کی ترغیب ہے ۱۲

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ

تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور بنی بکر کی بمقابلہ خزاعہ کے مدد کی

وَهُمْ سَوَاءٌ بِأَخْرَاجِ الرَّسُولِ

اور رسول کے جلا وطن کر دینے کی تجویز کی

کفار قریش نے صرف جلا وطن کرنے ہی کی تجویز نہ کی تھی بلکہ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر رائے قرار پائی تھی مگر ان باتوں کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ جلا وطن کرنا سب سے ہلکی بات تھی جب یہ بھی خدا تعالیٰ کو ناگوار ہے تو جو اس سے زیادہ سخت بات ہے وہ تو زیادہ ناگوار ہوگی۔

وَهُمْ بَدَأُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ط

اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکال

تمہاری طرف سے وفائے عہد میں کوئی کمی نہیں ہوئی انہوں نے بیٹھے بیٹھائے خود ایک شوشہ چھوڑا پس ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو

أَتَخْشَوْنَهُمْ ج

کیا ان سے (لڑنے میں) ڈرتے رہو

کہ ان کے پاس سامان اور جمعیت زیادہ ہے۔

فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ

سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر

مُؤْمِنِينَ ۱۳

تم ایمان رکھتے ہو

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مقتضی یہ ہے کہ ان کے حکم کے خلاف مت کرو اور وہ تم کو جہاد کا حکم دیتے ہیں پس تم ضرور جہاد کرو ۱۲

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ

ان سے لڑو اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سے سزا دے گا اور

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۱۰

اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں

جب ان کے عہد پر اعتماد اور اطمینان نہیں ہے بلکہ عہد توڑنے کا بھی احتمال ہے اس لئے آگے ان کے بارے میں مفصل بیان فرماتے ہیں۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا

سو اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں

الزَّكَاةَ

اور زکوٰۃ دیں لگیں

مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہو جائیں اور اسلام کو ظاہر بھی کر دیں جیسا کہ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا وغیرہ اس کی ایک علامت ہے

فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ط

تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے

یعنی پھر ان کے عہد توڑنے وغیرہ پر بالکل نظر نہ ہوگی خواہ انہوں نے کچھ ہی کیا ہو اسلام لانے سے پچھلا کیا ہو سب معاف ہو جائے گا۔

وَنُفِصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۱۱

اور ہم سمجھ دار لوگوں کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے

وَأِنْ نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ

بیان کرتے ہیں۔ اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں

جیسا کہ ان کی حالت سے غالب احتمال یہی ہے۔

وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ

اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں

مطلب یہ کہ عہد توڑ کر ایمان بھی نہ لائیں بلکہ اپنے کفر پر قائم رہیں جس کا ایک اثر یہ ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں۔

فَقَاتِلُوا أَيَّةَ الْكُفْرِ لَا تَهْمُ لَأَيْمَانٍ

تو تم اس قصد سے کہ یہ باز آجائیں ان پیشوا یا ان کفر سے (خوب) لڑو

لَهُمْ لَعَلَهُمْ يَنْتَهُونَ ۱۲

(کیونکہ اس صورت میں) ان کی قسمیں (باقی) نہیں رہیں

سے پورا امتحان ہو جاتا ہے کہ کون اللہ کو چاہتا ہے اور کون برادری کو۔

وَاللّٰهُ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾

اور اللہ تعالیٰ کو سب خیر ہے تمہارے سب کاموں کی

پس اگر جہاد میں جستی کرو گے یا سستی کرو گے اسی کے موافق تم کو جزا دیگا۔
رابطہ: اوپر مشرکین کی برائیاں مذکور تھیں چونکہ ان کو اپنے بعض افعال پر ناز و افتخار بھی تھا جیسے مسجد حرام اور کعبہ کی خدمت اور حجاج کو پانی پلانا وغیرہ اس لئے آگے اس ناز و افتخار کا چند آیتوں میں جواب دیتے ہیں اور اسی کے ضمن میں مسلمانوں کے ایک اختلافی مسئلہ کا بھی جس میں اس وقت گفتگو ہوئی تھی جواب دیتے ہیں وہ مسئلہ یہ تھا کہ ایمان کے بعد تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے آیا مسجد حرام کی خدمت کرنا افضل ہے یا حجاج کو پانی پلانا یا جہاد کرنا۔ مآکان للمشرکین تا اجر عظیم

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی

اللہ

مسجدوں کو

جن میں مسجد حرام بھی داخل ہے ۱۲

شَهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ ط

آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں

چنانچہ وہ خود اپنا مذہب بیان کرتے ہوئے ایسے عقائد کا اقرار کرتے تھے جو واقع میں کفر ہیں پس مطلب یہ ہے کہ مسجدوں کی خدمت کرنا اگرچہ عمل محمود ہے لیکن شرک اور کفر کے ساتھ ان میں اس عمل کی قابلیت ہی نہیں اس لئے ان کے یہ اعمال سب بیکار ہیں پھر فخر کی کیا گنجائش ہے اس تفسیر پر آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ ان کے یہ اعمال مقبول نہیں۔ رہی یہ بات کہ اگر کوئی کافر مسجد بنائے یا اس کی خدمت وغیرہ کرے تو اس کو اجازت دی جائے گی یا نہیں اس مسئلہ سے آیت میں تعرض نہ ہوگا۔ باقی دوسرے دلائل سے اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ کافر اپنے مذہب کی رو سے اس کو ثواب سمجھے تو اجازت دے دی جائے گی ورنہ نہیں البتہ اس صورت میں بھی اگر اجازت دینا کسی اسلامی مصلحت کے خلاف ہو تو اجازت نہ ہوگی۔

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ط

ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں

وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصَرُّكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِ

ان کو ذلیل (و خوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے

صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَيَذْهَبُ غِيْظُ

(ایسے) مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ

قُلُوبِهِمْ ط

(و غصب) کو دور کرے گا

یعنی ان کی سزا سے اور تمہارے غلبہ سے وہ مسلمان جو خود مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کفار کی حرکات کو دیکھ کر دل ہی دل میں گھٹتے ہیں خوش ہو جائیں گے۔

وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلَىٰ مَنْ يَّشَاءُ ط

اور جس پر منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توبہ (بھی) فرما دے گا

یعنی ان کفار میں سے بعضوں کو مسلمان ہونے کی توفیق دے دے گا۔ چنانچہ فتح مکہ میں بعض لڑے اور ذلیل و مقتول ہوئے اور بعض مسلمان ہو گئے۔

وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۸﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

کہ اپنے علم سے ہر ایک کا انجام جانتے ہیں کہ کون اسلام لائے گا اور کون کافر رہے گا اور اسی لئے اپنی حکمت سے مناسب احکام مقرر فرماتے ہیں اور بعض لوگ لڑنے سے بھی جی چراتے تھے آگے ان کو خطاب ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ

الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ

نے (ظاہر طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (ایسے)

دُونِ اللّٰهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

موقع پر) جہاد کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اور رسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت

وَلِيَّةَ ط

کا دوست نہ بنایا ہو

اور اس کے ظاہر ہونے کا اچھا ذریعہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر جہاد کرنے کا حکم دیا جائے جہاں اپنے اعزاء اور اقارب سے مقابلہ ہو کہ اس

الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو

وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو

یعنی یہ اعمال ایمان اور جہاد کے برابر نہیں۔

لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللَّهِ

یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک

یعنی جب یہ اعمال برابر نہیں تو عمل کرنے والے بھی برابر نہیں پس مقصود یہ ہے کہ ایمان اور جہاد ہر ایک افضل ہے مسجدوں کی خدمت سے بھی اور حجاج کو پانی پلانے سے بھی۔ یعنی ایمان بھی ان دونوں سے افضل ہے تو اس سے مشرکین کا جواب ہو گیا کیونکہ ان میں ایمان ہی نہ تھا اور جہاد بھی دونوں سے افضل ہے اس سے ان مسلمانوں کا جواب ہو گیا جو ایمان کے بعد مسجد کی خدمت اور حجاج کے پانی پلانے کو جہاد پر فضیلت دیتے تھے۔

وَاللَّهُ

اور جو لوگ بے انصاف ہیں

مراد مشرک ہیں۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۹

اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا

یعنی یہ بات بہت ہی ظاہر ہے مگر کافروں کو سمجھ نہیں اس لئے وہ اس کو نہیں مانتے بخلاف مسلمانوں کے کہ وہ اس تحقیق کو فوراً مان گئے۔ آگے ان کے برابر نہ ہونے کو صراحتاً بیان فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي

جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ لَا عَظَمَ

وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا درجہ میں اللہ کے

دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ

نزدیک بہت بڑے ہیں

بوجہ اس کے کہ ان کے مقبول ہونے کی شرط نہیں پائی جاتی اور بیکار عمل

پر فخر ہی کیا ۱۳

وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝۱۵

اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے

کیونکہ جو عمل نجات کا سبب تھا وہ تو ضائع ہی ہو گیا تھا

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ

ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے

یعنی کامل طور پر یہ عمل ان لوگوں سے مقبول ہوتا ہے (آگے ترجمہ)

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور

الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ

نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں

یعنی اپنے اعضاء سے ایمان کو ظاہر بھی کریں جس کا ایک بڑا طریقہ

نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا ہے ۱۴

وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ

اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں

یعنی اللہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہوں۔

فَعَسَىٰ أَوْلَىٰ لَكَ أَنْ تَكُونُوا

سوائے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود

یعنی جنت اور نجات۔

مِنَ الْبُهْتَدِينَ ۝۱۸

تک پہنچ جاویں گے

کیونکہ ان کا عمل بوجہ ایمان کے مقبول ہوگا اس لئے آخرت میں ان کو نفع ہوگا اور مشرکین اس شرط سے محروم ہیں پس ثواب سے بھی محروم ہیں اور جس عمل کا کوئی نتیجہ نہ ہو اس پر فخر کرنا لا حاصل ہے ۱۵

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

کیا تم لوگوں نے حجاج کو پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص

بمقابلہ ان لوگوں کے جو مسجدوں کی خدمت کرتے اور حجاج کو پانی پلاتے ہیں کیونکہ ان میں اگر ایمان نہ ہو تب تو ان کے واسطے کچھ بھی بڑائی نہیں اور اگر ان میں ایمان ہو تو اگرچہ وہ بھی بڑے ہیں مگر جہاد اور ہجرت کرنے والے ان سے زیادہ بڑے ہیں

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۰﴾

اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں

کیونکہ ان کے مقابل لوگوں میں اگر ایمان نہ ہو تب تو ان کے واسطے کچھ بھی کامیابی نہیں اور اگر ایمان ہو تو کامیاب سب ہیں مگر ان کی کامیابی ان سے اعلیٰ ہے آگے اس درجہ اور کامیابی کا بیان ہے۔ ربط: اوپر ہجرت کا ذکر تھا جس میں وطن اور عزیز واقارب اور مال و جائیداد وغیرہ سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے جو کہ طبعاً گراں ہوتا ہے اور کسی وقت ہجرت نہ کرنے کا سبب ہو سکتا ہے اس لئے آگے ان تعلقات کو غالب کرنے کی مذمت بیان فرماتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا تا لا یہدی القوم الفاسقین

يُبَشِّرُهُم رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی

وَجَنَّتِ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿۲۱﴾

رضا مندی کی اور (جنت میں) ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان

خُلْدًا يُنْفِثُ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ

(باغوں میں) دائمی نعمت ہوگی اور ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے

لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ

بھائیوں کو اپنا رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا)

إِنْ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ

عزیز رکھیں (کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہے اور جو شخص تم میں

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾

سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں

مطلب یہ کہ بڑا مانع ہجرت سے ان لوگوں کا تعلق ہے اور خود وہی جائز نہیں پھر ہجرت میں کیا دشواری ہے آگے اسی مضمون کی زیادہ تفصیل ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے

وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ

وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ

اور وہ مال جو تم نے کمائے اور وہ تجارت جس میں نکاسی

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا

نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو

ہجرت سے یہی اندیشے ہوتے تھے کہ عزیز چھٹ جاویں گے اموال اور جائیداد وغیرہ پریشان اور تلف ہو جائیں گے تجارت کا انتظام اور سلسلہ بگڑ جاوے گا یہ آرام کے گھر جن میں رہتے ہیں چھٹ جاویں گے۔

أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے

یعنی خدا اور رسول کے احکام سے جن میں ہجرت بھی داخل ہے۔

وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ

اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے

جہاد کو صراحتہ بیان فرمانے سے مبالغہ مقصود ہے کہ ہجرت تو پھر بھی آسان ہے شریعت کا مطلوب تو یہ ہے کہ جہاد کو بھی ان چیزوں پر ترجیح دی جائے جس میں کبھی اپنی جانوں اور کبھی اپنے عزیزوں کی جانوں کو بے قدر اور بیچ سمجھنا پڑتا ہے اگر کسی وقت عزیزوں سے مقابلہ ہو جائے۔

فَتَرَبَّصُوا

زیادہ پیارے ہوں

مراد اس سے وہ محبت ہے جو احکام الہیہ پر عمل کرنے سے بازرگہ طبعی میلان مراد نہیں ہے اور جس کافر کے اسلام کی امید ہو اور اسی مصلحت سے اس سے تعلق رکھے جائز ہے۔

حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

تو تم منتظر ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزائے ترکِ ہجرت کا) بھیج دیں

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا

یعنی ان کا مقصود تھا ان چیزوں سے نفع حاصل کرنا وہ بہت جلد ان کی توقع کے خلاف موت آ جانے سے منقطع ہو جاتا ہے۔

رابطہ: اوپر فتح مکہ اور کفار سے برأت کا ذکر تھا آگے غزوہ حنین کا ذکر ہے اور ان میں باہم مناسبت ظاہر ہے۔ نیز اوپر خدا کے ماسواہ علاقے قطع کرنے کا بیان تھا اور قصہ حنین سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ غیر اللہ پر نظر کرنے سے ضرر ہوا اور اللہ تعالیٰ کا تعلق کافی اور نافع ہوا۔ قصہ غزوہ حنین۔

حنین مکہ اور طائف کے درمیان میں ایک مقام ہے یہاں قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے فتح مکہ کے دو ہفتہ بعد لڑائی ہوئی تھی مسلمان بارہ ہزار اور مشرکین چار ہزار۔ بعض مسلمان اپنا مجمع دیکھ کر ایسے طور پر کہ اس سے عجب اور پندار ٹپکتا تھا کہنے لگے کہ ہم آج کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اول مقابلہ میں کفار کو شکست ہوئی اس وقت بعض مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے تو پھر کفار پھر لوٹ پڑے۔ اور وہ بڑے تیر انداز تھے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کئے اس گھبراہٹ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع چند صحابہ کے میدان میں رہ گئے۔ آپ نے حضرت عباس سے مسلمانوں کو آواز دلوائی پھر سب لوٹ کر ان سے دوبارہ مقابلہ ہوئے اور آسمان سے فرشتوں کی مدد آئی۔ آخر کفار بھاگے اور بہت سے قتل اور بہت سے قید ہوئے پھر ان قبیلوں کے بہت آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے اور آپ نے ان کے اہل و عیال جو پکڑے گئے تھے سب ان کو واپس کر دیئے کذا فی الروح والدر و صحیح البخاری لقد نصرکم اللہ تا غفور رحیم

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ لَا

تم کو خدا نے تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا

جیسے بدر وغیرہ میں ۱۲

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ

اور حنین کے دن بھی

تم کو غلبہ دیا جس کا قصہ عجیب و غریب ہے۔

إِذْ أَعْجَبْتُكُمْ كَثْرَتَكُمْ

جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا

اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ غرہ ہونے سے تو مغلوبیت ہوئی پھر غلبہ کا تعلق اس کے ساتھ کیونکر ہوا۔ جواب یہ ہے کہ غلبہ کا تعلق صرف اسی مضمون کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پورے قصہ سے اس کا تعلق ہے اور مجموعہ قصہ میں غلبہ کا ہونا یقینی ہے۔

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ

پھر وہ کثرت تمہارے کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی

الْأَرْضُ

کرنے لگی

کیونکہ کفار کے تیر برسانے سے تم کو بہت پریشانی ہوئی۔

بِمَا رَحِبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۝

پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے اس کے

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ

بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (کے قلب) پر اور مومنین کے (قلوب) پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

(اپنی طرف سے) تسلی نازل فرمائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور صحابہ کی تسلی میں فرق ہے حضور پر خاص قسم کی تسلی نازل ہوئی جس سے غلبہ کی امید قریب ہو گئی اور جو صحابہ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے ان پر تسلی نازل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ جے رہے اور جو ہٹ گئے تھے ان پر تسلی نازل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ پھر میدان میں آ گئے ۱۲

وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا

اور (امداد کیلئے) ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا

مراد فرشتے ہیں جن کے آنے کے بعد تم پھر لڑائی پر مستعد ہو گئے اور غالب آئے اور یہ جو فرمایا کہ تم نے فرشتوں کو دیکھا نہیں پس اگر اتفاقاً ایک آدھ کا دیکھنا ثابت ہو جائے تو کچھ اشکال نہیں۔

وَعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط

اور کافروں کو سزا دی

ہے کہ یہ لوگ حرم کے اندر داخل نہ ہوں اور اصل مقصود یہاں اسی حکم کا بیان کرنا ہے اور انھا المشرکون نجس میں اس کی ایک حکمت بتلا دی کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ایسے ناپاک دل والوں کا کیا کام اور مسجد حرام سے سارا حرم مراد ہونا درمنثور میں مؤطا سے منقول ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ہے مشرکین کے لئے بھی اور یہود و نصاریٰ کے لئے بھی چنانچہ حضور کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تمام جزیرہ عرب میں یہ قانون نافذ ہو گیا اور کفار وہاں سے نکال دیئے گئے اور فقہ حنفی کی رو سے اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار جزیرہ عرب میں بطور سکونت یا غلبہ کے نہ داخل ہوں اور نہ رہ سکیں کہ یہ ناجائز ہے اور مسافرانہ طور پر امام کی اجازت سے آنا اگر امام کے نزدیک خلاف مصلحت نہ ہو جائز ہے اور جب حرم کے اندر آنے کی اجازت دینا جائز ہے تو مسجد حرام بھی اسی حکم میں ہے البتہ حج اور عمرہ کی کفار کو اجازت نہیں بوجہ حدیث الا لایحجن بعد العام مشرک

وَأِنْ خِفْتُمْ عِيْلَةً

اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو

یعنی کفار کو حرم سے نکالتے ہوئے یہ خیال ہو کہ لین دین زیادہ ترانہی سے متعلق ہے جب یہ نہ رہیں گے تو کیسے کام چلے گا

فَسَوْفَ يُغْنِيكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

تو (تم خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وعدہ پورا ہونے میں کچھ شک یا دیر ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وعدہ کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کو کچھ لمبا چوڑا سامان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف ارادہ کرنا کافی ہے خوب سمجھ لو۔

إِنْ شَاءَ ط

(ان کا محتاج نہ رکھے گا)

چنانچہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پورا کر دیا کہ تاجر قوموں کو مسلمان کر دیا وہ ہر طرح کا مال مکہ میں لانے لگے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۲۸

بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا حکمت والا ہے

یعنی احکام کی مصلحتوں کو جانتے ہیں اور ان کی تکمیل حکمت سے کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ حکم مقرر کیا اور تمہارے افلاس کا بھی سامان کر دیا۔

کہ ان پر قتل اور قید اور شکست کی مصیبت پڑی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کے لئے اس سزا کا واقع ہونا ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ مصیبت کہیں ان پر واقع ہو تو وہ سزا کے طور پر ہے

وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝۲۹ ثُمَّ يَتُوبُ

اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے پھر

اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ط

خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں

چنانچہ بہت سے مسلمان ہو گئے۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳۰

اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں

کہ جو شخص ان میں سے مسلمان ہوا اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر کے اس کو جنت کا مستحق بنا دیا

رابطہ: اوپر شروع سنوت میں براءت کا اعلان تھا آگے اسی اعلان کا تتمہ مذکور ہے کہ سال کے اندر اندر مشرکین کو حدود حرم سے خارج کر دیا جائے اور اس حکم سے مسلمانوں کو جو تردد ہوا تھا کہ مال کی آمد بند ہو جاوے گی ساتھ ہی اس بارہ میں تسلی بھی ہے یا ایہا الذین امنوا اتا حکیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ

اے ایمان والو! مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) نرے ناپاک ہیں

بوجہ خبیث عقائد کے پس ناپاکی سے عقائد کی ناپاکی مراد ہے جسم کی ناپاکی نہیں اور اس بارے میں کفار اہل کتاب کا حکم بھی مشرکین کے مثل ہے اور جن روایات میں مشرک سے مصافحہ کر کے ہاتھ کا دھونا آیا ہے وہ دھمکی کے طور پر ہے کیونکہ سنن ابی داؤد کتاب الخراج میں وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرانے کی روایت موجود ہے اور وہ مشرک تھے۔

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا ۝۳۱

پاس نہ آنے پاویں

یعنی اس ناپاکی پر جو احکام متفرع ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ

رابطہ: اوپر براءت اور فتح مکہ اور غزوہ حنین میں مشرکین سے قتال کرنے کا بیان تھا آگے اہل کتاب سے قتال کا بیان ہے گویا کہ یہ غزوہ تبوک کی تمہید ہے جس کا تعلق اہل کتاب سے تھا۔ قاتلو الذین تا صاغرون

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت

بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا

کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو

حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ

خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام)

دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت

حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ

ہو کر اور رعیت ہو کر جزیہ دینے

صَغُرُونَ ۝

منظور کریں

یہاں جزیہ میں اہل کتاب کی تخصیص تمام کفار کے مقابلہ میں نہیں بلکہ مشرکین عرب جن کا ذکر اوپر تھا ان کے مقابلہ میں یہ تخصیص ہے کیونکہ ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا اسلام ہے یا تلوار البتہ جن کے قتل کی اجازت نہیں جیسے عورتیں اور بچے وہ لونڈی غلام بنارکھے جائیں اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے بھی جزیہ لیا ہے اور مشرکین عجم مثل مجوس کے ہیں بلکہ آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین سے بدرجہ اولیٰ جزیہ لیا جاوے گا کیونکہ جزیہ لینے کی وجہ آیت لایؤمنون میں مذکور ہے پس جزیہ کا مدار ایمان نہ لانا ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ یہ صفت مشرکین میں اہل کتاب سے زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ اہل کتاب توحید اور قیامت کا اعتقاد تو رکھتے ہیں گو اس میں بھی وہ غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور مشرکین تو خود ان عقائد کے اصل ہی میں مخالف ہیں پس ان پر جزیہ بدرجہ اولیٰ ہوگا البتہ مشرکین عرب خاص دلیل کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں مسئلہ جزیہ اسلام کا معاوضہ نہیں جیسا کہ بعض معترضین نے غلط گمان کیا ہے اور پھر اعتراض کیا ہے کہ تھوڑے سے دام لے کر کفر پر قائم

رہنے اور اسلام نہ لانے کی اجازت کیوں دی گئی یہ تو اسلام کی عظمت کے خلاف ہے سو یہ اعتراض معترض کے غلط گمان کی بناء پر ہے بلکہ جزیہ قتل کا معاوضہ ہے کہ اس کی وجہ سے ان کی جان بچ گئی اور اس میں اسلام کی غایت درجہ عزت و عظمت ہے کہ اس نے جان کی اس قدر رعایت کی اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں قتل نہیں کئے جاتے جیسے عورتیں اور بچے اور بہت بوڑھے اور اچانچ اور راہب اور تارکان دنیا ان پر جزیہ نہیں پس اگر جزیہ کفر پر قائم رہنے کا معاوضہ ہوتا تو ان پر بھی ضرور ہوتا کیونکہ کفر میں تو یہ لوگ بھی شریک ہیں اور تفصیل احکام جزیہ اور اس کی مقدار کی کتب فقہ میں ہے۔ رابطہ: اوپر اہل کتاب کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ خدا اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان نہیں رکھتے آگے ان کے بے ایمان ہونے کی تفصیل ہے۔ وقالت اليهود تا کرہ المشرکون

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ

اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں

وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ

نصاری (میں سے اکثر) نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں

ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا

جس کا واقع میں کہیں نام و نشان نہیں۔

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر

قَبْلُ

ہو چکے ہیں

مراد مشرکین عرب ہیں جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے مطلب یہ ہے کہ ان کو تو یہ بھی کافر سمجھتے ہیں پھر ان ہی کی سی کفریات بکتے ہیں اور مشرکین کا پہلے ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان کی گمراہی قدیم تھی ۱۲

قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ۚ أَنِّي يُؤْفَكُونَ ۝

خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر اٹے جا رہے ہیں

کہ خدا پر ایسے بہتان باندھتے ہیں یہ تو ان کے کفریہ اقوال کا بیان تھا آگے کفریہ افعال کا بیان ہے۔

وَيَأْتِي اللَّهَ إِلَّا أَنْ يَتِمَّ نُورُهُ

حالانکہ اللہ تعالیٰ بدوں اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں

کمال تک پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں ایک تو دلائل سے اس کو ثابت اور قوی کرنا یہ تو اسلام کے لئے ہر زمانہ میں عام ہے اور ایک یہ کہ اس کے ساتھ سلطنت بھی ہو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ اہل اسلام میں دین اور صلاحیت غالب ہو اور ایک صورت یہ ہے کہ دوسرے مذاہب بالکل مٹ جائیں اور اسلام ہی اسلام رہے اس کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔ رابطہ: اوپر یہود و نصاریٰ کی کفریات میں علماء اور راہبوں کی عبادت کا ذکر تھا آگے ان علماء اور راہبوں کی بعض حالتیں جن سے عوام میں گمراہی پھیلی ہے بیان فرماتے ہیں اور اس مضمون کا مخاطب مسلمانوں کو شاید اس لئے بنایا گیا ہو کہ یہ متنبہ ہو کر ایسے کام نہ کریں یا ایہا الذین تانکثون

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِي

گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَلَوْ كَرِهَ

کے بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے گو مشرک

الْمُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

کیسے ہی ناخوش ہوں اے ایمان والو!

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ

اکثر احبار اور رہبان

یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء اور مشائخ

لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

لوگوں کے مال نامشروع طریقہ سے کھاتے ہیں

یعنی صحیح احکام کو چھپا کر عوام کی مرضی کے موافق فتوے دے کر ان

سے نذرانے لیتے ہیں ۱۲

وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاعت کے)

أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

رب بنا رکھا ہے

کہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام بتانے میں ان کی اطاعت خدا کی برابر کرتے ہیں کہ خدا کے صریح حکم پر بھی ان کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی اطاعت بالکل عبادت ہے پس اس اعتبار سے وہ گویا ان کی عبادت کرتے ہیں

وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ

اور مسیح ابن مریم کو بھی

ایک اعتبار سے خدا بنا رکھا ہے کہ ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں جس کے واسطے خدائی لازم ہے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا

حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا کہ فقط ایک معبود برحق

وَاحِدًا ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ

کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۴﴾

وہ ان کے شرک سے پاک ہے

اہل کتاب کو انکار نبوت کی وجہ سے کافر اور عیسائی کو خدا کا بیٹا سمجھنے اور راہبوں کی اطاعت خدا کی برابر کرنے کی وجہ سے مشرک فرمایا یہ تو اس کا بیان تھا کہ یہ لوگ باطل اور غلط راستہ کے پیرو ہیں آگے یہ بتلاتے ہیں کہ وہ لوگ دین حق کو رد کرتے ہیں اور یہی کفر ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ

وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو

بِأَفْوَاهِهِمْ

اپنے منہ سے بجھا دیں

یعنی اپنے منہ سے تردید اور اعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین اسلام کو فروغ نہ ہو

کیونکہ ان جھوٹے فتوؤں کے دھوکہ میں آ کر وہ گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں اور حق کو قبول تو کیا طلب بھی نہیں کرتے اور غایت حرص کی وجہ سے وہ علماء یہود و نصاریٰ مال بھی جمع کرتے ہیں جس کی نسبت آگے سخت وعید ہے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

اور (غایت حرص سے) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں

وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ

اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا

ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ

فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَيُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ

کی آگ میں (اول) تپایا جاوے گا پھر ان سے ان لوگوں کی

وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا

پیشانیوں اور ان کی گردنوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا یہ ہے

كَنْزُهُمْ لَا تَنْفُسُكُمْ فَذُوقُوا مَا

وہ چیز جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا

كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۳۵﴾

سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جس شخص کے پاس لاکھوں کروڑوں روپیہ ہوگا اس کے بدن کو کس طرح داغ کیا جائے گا کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ایک دم سے سب کا داغ دیا جاوے گا اس صورت میں اس کے جسم پر اتنی جگہ نہیں کہ لاکھوں کروڑوں کا داغ ایک ساتھ دیا جاسکے یا آگے پیچھے دیا جاوے گا اس صورت میں تھوڑے روپے والا اور زیادہ روپے والا برابر ہو جائے گا کیونکہ تھے روپے کا داغ دینا اور پہلے روپے کا بار بار داغ دینا برابر ہے جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں ممکن ہے کہ اس کا جسم وسیع کر دیا جائے اور دوسری صورت میں یہ ممکن ہے کہ ہر روپیہ کا داغ ایک بار ہو پس تھوڑے مال والے کا داغنا جلدی ختم ہو جائے گا اور زیادہ مال والے کا دیر تک رہے گا۔

رابطہ: اوپر اہل کتاب کے ذکر سے پہلے مشرکین کے ساتھ لڑائی کرنے کا بیان تھا کیونکہ وہ کافر اور عہد کے توڑنے والے تھے آگے ان

کی بعض دوسری کفریات اور جہالات کا بیان ہے تاکہ جہاد کا حکم مؤکد ہو جائے اور ساتھ میں جہاد کا حکم بھی ہے اور ان جہالات سے پہلے دین حق کو معین فرماتے ہیں کہ وہ کونسا دین ہے تاکہ جو اس کے خلاف ہو اس کا غلط اور جہالت ہونا ظاہر ہو جائے اور اس جہالت کا اصل یہ ہے کہ مشرکین ان احکام کو بدلا کرتے تھے جو زمانہ کے متعلق ہیں جس کی یہ صورتیں تھیں۔ اشہر حرم (یعنی ذیقعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب) میں وہ لوگ بھی شریعت ابراہیمیہ کے اعتقاد کی وجہ سے قتل و غارت کو برا سمجھتے تھے لیکن اگر کبھی اپنی نفسانی اغراض سے ان میں لڑائی کرنے کی ضرورت پڑتی یا لڑتے لڑتے محترم مہینہ آ جاتا تو کہتے کہ اس سال یہ مہینہ حرام نہیں ہو اور سراسر مہینہ حرام ہوگا مثلاً محرم آ گیا تو کہتے ہیں کہ اب کے صفر حرام ہو گا اور اگر صفر میں بھی ضرورت ہوئی تو کہتے کہ ربیع الاول حرام ہوگا غرض سال بھر میں چار مہینے کا عدد تو پورا کر دیتے لیکن تخصیص کا لحاظ نہ کرتے کہ واقع میں کونسا مہینہ محترم تھا اور ہم نے کس کو قرار دے دیا اور اگر کسی سال میں برابر دس مہینہ تک لڑائی کی ضرورت ہوئی یا نالتے نالتے دس مہینے گزر گئے اور آگے دو ہی مہینے رہ گئے تو ایسے موقع پر سال کے مہینے بڑھا لیتے یعنی یوں کہتے کہ یہ سال چودہ مہینے کا ہو گیا جس میں چار مہینے اشہر حرم ہیں اور اس لئے اس کا حج مختلف مہینوں میں واقع ہوتا چنانچہ ۹ ہجری میں جب حضرت صدیق اکبرؓ نے حج کیا ہے جس میں سورۃ براءت کا اعلان کیا گیا وہ مہینہ صحیح حساب سے تو ذی الحجہ تھا مگر ان کے حساب میں ذیقعدہ تھا اور مشرکین اس سال ذیقعدہ میں حج کرنے اس لئے آگئے کہ وہ بارہ مہینوں میں سے ہر مہینہ میں دو برس تک حج کیا کرتے تھے سو اس سال ان کے حساب سے ذیقعدہ میں حج کرنے کی باری تھی اور اس قاعدہ کے موافق اگلے سال ان کے حساب سے ذی الحجہ میں حج کرنے کا نمبر تھا اور وہ واقع میں بھی اور ان کے حساب سے بھی ذی الحجہ ہی تھا اس سال حضور نے حج فرمایا ۳ اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ محرم کو صفر کر دیتے تھے جس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اس سال صفر پہلے آ گیا اس میں لڑنا درست ہے محرم پیچھے آوے گا اس میں لڑائی نہ کریں گے دوسرے یہ کہ اس سال محرم صفر کے حکم میں ہے یعنی محترم نہیں رہا اور صفر محرم کے مثل ہے یعنی وہ حرام ہو گیا۔ یہ حاصل تھا ان کی جہالتوں کا پس آیات آئندہ میں اس کی نفی ہے اور اس کے شروع میں مہینوں کا عدد بتلا دیا کہ وہ بارہ ہیں اس سے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتے اور آگے یہ بتلا دیا کہ کوئی مہینہ مقدم مؤخر نہیں ہو سکتا نہ ایک مہینہ کا حکم دوسرے مہینہ کے لئے ثابت ہو سکتا ہے جس سے ان تینوں صورتوں کی نفی ہو گئی۔

کو اپنا شعار رکھو اور کسی سے مت ڈرو آگے مشرکین کی جہالت کا بیان ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ

یہ مہینوں کا ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے

کیونکہ اس سے حلال مہینے کا حرام کرنا اور حرام کا حلال بنانا لازم آتا ہے اور تحریم حلال کفر ہے۔

يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ

جس سے (عام) کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینے کو کسی سال (نفسانی

عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُؤَاطُوا عِدَّةَ

غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں

مَا حَرَّمَ اللَّهُ

تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں (صرف) ان کی گنتی پوری کر لیں

اور تخصیص و تعیین کا لحاظ نہیں کرتے کہ جس مہینے کو خدا نے حرام کیا ہے اسی کو حرام سمجھیں دوسرے کو اس کی جگہ حرام نہ سمجھیں۔

فَيَحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سُوءٌ

پھر اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کہتے ہیں ان کی

أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

بد اعمالیاں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت

الْكَافِرِينَ ۝

(کی توفیق) نہیں دیتا

کیونکہ وہ خود راہ پر آنا نہیں چاہتے پس ان کے کافر رہنے پر غم کرنا بے سود ہے ف: لوند کا مہینہ جو موسم کا حساب صحیح کرنے کے لئے بارہ مہینوں پر بڑھا لیا جاتا ہے وہ اس آیت کی مخالفت میں داخل نہیں اسی طرح دوسرے حسابوں کی بھی اس میں نفی نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے کیونکہ ان حسابوں سے احکام شرعیہ میں خلل اور فرق نہیں پڑتا اور اس آیت میں اس حساب کا باطل کرنا مقصود ہے جس سے احکام شرعیہ میں خلل اور نقصان یا غلطی ہونے لگے جیسا کہ جہلائے مشرکین کی عادت کا بیان کیا گیا البتہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے پس اگر سارے مسلمان دوسرے حساب کو

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا

یعنی شمار مہینوں کا (جو کہ) کتاب الہی میں اللہ کے نزدیک

عَشْرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ

(معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور زمین پیدا کئے تھے (اسی روز سے اور

ان عده الشهور تا الکفرین یعنی یہ بات کچھ آج سے نہیں بلکہ

ہمیشہ سے ہے ۱۲

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

اور ان میں سے چار خاص مہینے ادب کے ہیں

ذیقعد ذی الحجہ محرم رجب

ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۝

یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے

یعنی مہینوں کا بارہ ہونا اور خاص طور پر چار کا ان میں محترم ہونا یہی دین ہے اور جاہلیت کی عادت بد دینی ہے کہ وہ کبھی سال کے مہینے بڑھا دیتے ہیں کبھی اشہر حرم کی جگہ دوسرے مہینوں کو کر دیتے تھے ۱۲

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا

سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے) اپنا نقصان

الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً

مت کرنا اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا

جبکہ وہ اپنی کفریات کو نہ چھوڑیں جن میں یہ خاص عادت بھی داخل ہے

كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۝

جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں

یعنی مسلمان سے لڑنے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں ۱۲

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝

اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے

یعنی اگر تم کو ان کی جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو تم ایمان اور تقویٰ

یعنی اٹھتے اور چلتے نہیں۔

أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ

کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیوی زندگی کا

فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا

تمتع تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں بہت تھوڑا ہے اگر تم نہ نکلو گے تو

قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) اور تمہارے

وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ

بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ

شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

(کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے

یہاں سے آخر سورت تک آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ کے متعلق لوگوں کی مختلف حالتیں ہو گئی تھیں۔

۱- وہ جو بلا تردد حضور کے ساتھ ہوئے۔

۲- جو تردد کے بعد ساتھ ہوئے۔

۳- جو عذر کی وجہ سے نہ جاسکے۔

۴- وہ مسلمان جو باوجود عذر نہ ہونے کے کابلی کی وجہ سے نہ جاسکے۔

۵- اکثر منافقین جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب نہیں گئے

۶- بعض منافقین جو جاسوسی اور شرارت کے لئے ساتھ ہوئے تھے

پس آیت مذکورہ میں بظاہر دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر ہے ۱۲

إِلَّا تَنْصَرُوا فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا

اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس

خُرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا

وقت گر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلا وطن کر دیا تھا

کہ اس وقت اس سے زیادہ مصیبت اور پریشانی کا وقت تھا

ثَانِي اثْنَيْنِ

جبکہ دوا دمیوں میں ایک آپ تھے

اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

استعمال کرنے لگیں جس سے حساب قمری ضائع ہو جائے تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی جائز ہے لیکن سنت سلف کے خلاف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے یقیناً افضل و احسن ہے اور اشہر حرم کی حرمت بمعنی برکت و فضیلت کے اب بھی باقی ہے اور ان میں لڑائی کی حرمت اب نہیں ہے۔ رابطہ: اوپر بعض غزوات کا مع ان کے متعلقات کے ذکر ہوا تھا آگے غزوہ تبوک کا بیان ہے۔ قصہ غزوہ تبوک۔ تبوک ملک شام میں ایک مقام ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ اور غزوہ حنین وغیرہ سے فارغ ہوئے آپ کو معلوم ہوا کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج بھیجنا چاہتا ہے اور وہ فوج تبوک میں جو کہ اس کی عملداری کے اندر ہے جمع کی جاوے گی آپ نے خود ہی سفر کا قصد مقابلہ کے لئے فرمایا اور مسلمانوں میں اس کا عام اعلان کر دیا چونکہ وہ زمانہ گرمی کی شدت کا تھا اور مسلمانوں کے پاس سامان بہت کم تھا اور سفر بھی دور دراز کا تھا اس لئے اس غزوہ میں جانا بڑی ہمت کا کام تھا پس ان آیتوں میں اس کی بہت ترغیب دی گئی اور چونکہ منافقین نے ایمان و خلوص نہ ہونے کی وجہ سے اس میں طرح طرح کے بہانے نکالے اور ان کی بہت کچھ خباثتیں ظاہر ہوئیں اس لئے ان آیتوں میں ان پر بھی بہت طعن و تشنیع ہوئی ہے غرض آپ تبوک تک تشریف لے جا کر ایک عرصہ تک نصرانی لشکر کے منتظر رہے مگر وہ ایسے مرعوب ہوئے کہ ان کا حوصلہ نہ پڑا اور حضور بخیر و عافیت مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہ واقعہ رجب ۹ھ میں ہوا پس اول اس غزوہ کی ترغیب دلاتے ہیں کابلی پر ملامت اور غزوہ میں نہ جانے پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی امداد اور خدائی نصرت کا کسی کے جہاد میں جانے یا نہ جانے پر موقوف نہ ہونا بتلاتے ہیں پھر غزوہ کا حکم اور اس کی فضیلت بتلاتے ہوئے وعدہ اور ترغیب ہے یا ایہا الذین تا تعلمون

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ

اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ جب تم سے

لَكُمْ أَنْفَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَثَّا قَلْتُمْ

کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم

إِلَى الْأَرْضِ ط

زمین کو لگے جاتے ہو

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا

نکل پڑو خواہ تھوڑے سامان سے (ہو) اور خواہ زیادہ سامان سے (ہو)

يَا مُؤَا لِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ذَلِكُمْ

اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾

بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (تو دیر مت کرو)

آخرت کی بہتری یعنی ثواب اور قرب ہونا یہ تو یقینی ہے اور کبھی دنیا کی بہتری بھی ہوتی ہے یعنی فتح اور غنیمت اور عزت وغیرہ ۱۲۔

رابطہ: اوپر اس غزوہ کے متعلق مسلمانوں کو خطاب تھا آگے آخر سورت تک منافقین کے احوال و اقوال مذکور ہیں جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب غزوہ میں شریک نہیں ہوئے اور درمیان میں کچھ اور مناسب مضامین بھی آگئے ہیں لو کان عرضاً تا لکذبون

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا

اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی ہوتا

قَاصِدًا اَلَا تَتَّبِعُونَ وَلٰكِنْ بَعْدَتْ

تو یہ (منافق) لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت

عَلَيْهِمُ الشَّكَّةُ ط

ہی دور دراز معلوم ہونے لگی

اس لئے یہاں ہی رہ گئے کیونکہ ان کا ساتھ چلنا دو باتوں پر موقوف تھا سفر کے معمولی ہونے پر ۲ لگتے ہاتھ کچھ مال و متاع مل جانے پر اور مسافت دراز ہونے کی صورت میں ظاہر ہے کہ سفر معمولی نہ رہا اور مال غنیمت کے بھی جلدی ملنے کی توقع نہ رہی اور اگر مال و متاع ملنے کی جلدی توقع ہوتی بھی جب بھی وہ ساتھ نہ چلتے کیونکہ سفر تو ہر حالت میں معمولی نہ تھا اور ان کا ساتھ چلنا اس پر بھی موقوف تھا کہ سفر نزدیک ہو ۱۲

وَسَيُخْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ اَنْفُسَهُمْ ج

تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ لوگ (جھوٹ بول بول) کر اپنے

اِذْ هُمْ فِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج

تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے

یعنی اس کی مدد ہمارے ساتھ ہے

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ

سواللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر ایسی تسلی نازل فرمائی

اور اس طرح اپنے رسول کی مدد کی سو وہ خدا اب بھی آپ کی مدد کریگا۔

وَاَيْدُهُمْ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

اور آپ کو ایسے شکروں سے قوت دی کہ تم لوگوں نے نہیں دیکھا

مراد فرشتوں کا لشکر ہے جو کہ سیکندہ (یعنی تسلی) لے کر آئے تھے

ف: اس میں قصہ ہجرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ غار مکہ معظمہ سے قریب ہے جس کا نام غار ثور ہے اس میں آپ اور حضرت ابوبکر صدیق تین روز تک چھپے رہے کفار آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک قیافہ شناس کے بتلانے سے جو کہ نشان قدم دیکھ کر پتہ بتلا دیتا تھا اس غار تک پہنچے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے فکر ہوئی آپ نے ان کی تسلی کی لا تحزن ان اللہ معنا چونکہ اس غار پر مکڑی نے جالا بنا لیا تھا اس لئے کفار کو شبہ نہیں ہوا سب لوٹ گئے اور اس قیافہ شناس کو بے وقوف بنایا پھر وہاں سے آپ نکل کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور صحیح سالم پہنچ گئے۔

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ط

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط

(کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا

کہ خدا کی تدبیر اور حفاظت غالب رہی

وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۲﴾

اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

اس لئے اسی کی بات اور حکمت غالب رہی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۴۲﴾

آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں

بلاشبہ ان کو کوئی عذر نہ تھا اور ساتھ جانے پر قادر تھے اور پھر نہیں گئے اس لئے یہ عذاب کے مستحق ہیں۔ رابطہ: اوپر جن منافقین کا ذکر ہے انہوں نے آپ کی روانگی کے وقت جھوٹے عذر تراش کر سفر میں ساتھ نہ جانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لی تھی اور آپ نے اجازت دے دی تھی آگے اللہ تعالیٰ اس اجازت کا نامناسب ہونا اور ان کا بوجہ نفاق کے اجازت طلب کرنا بیان فرماتے ہیں۔ عفا اللہ عنک تا یترددون

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپ نے ان کو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دیدی

اس میں گزشتہ فعل پر عتاب مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود آئندہ کے لئے ایسی اجازت سے ممانعت کرنا ہے اور معافی جس طرح گناہ کی ہوتی ہے ایسے ہی نامناسب بات کی بھی ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ اجازت دینا نامناسب ہوا پس اس سے گناہ کا شبہ نہ کیا جائے اور اس نصیحت سے یہ غرض نہیں ہے کہ منافقین آپ کی اجازت سے رہ گئے ورنہ ضرور ساتھ چلتے اور ان کا جانا مصلحت تھا کیونکہ آگے ان کے ساتھ چلنے کی خرابیاں خود ہی مذکور ہوتی ہیں اور اگر آپ اجازت نہ دیتے تب بھی ان کی نیت جانے کی نہ تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اجازت مل جانے سے جو ان کو بے فکری سی ہو گئی یہ نہ ہوتی اور اگر اجازت نہ دی جاتی اور یہ جب بھی نہ جاتے تو فووا ان کی خباثت تو کھلم کھلا ظاہر ہو جاتی۔

حَتّٰی يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہوتے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ منافقوں میں سچے لوگ بھی تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو سچے مسلمان درحقیقت معذور تھے ان سے انکی حالت ممتاز ہو جاتی

وَتَعْلَمُ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے

پس جو سچے تھے ان کو اجازت دی جاتی اور جھوٹوں کو اجازت نہ دی جاتی تاکہ وہ خوش تو نہ ہونے پاتے کہ ہم نے آپ کو دھوکہ دے دیا ۱۲

لَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا

اور اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارے میں رخصت

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

نہ مانگیں (بلکہ وہ حکم کے ساتھ دوڑ پڑیں گے)

یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ سورہ نور کے آخر میں آیہ لم يذهبوا حتى يستأذنوه میں تو مسلمانوں کی صفت یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ اجازت مانگا کرتے ہیں اور یہاں یہ فرمایا ہے کہ سچے مسلمان اجازت نہیں مانگتے جواب یہ ہے کہ وہاں عذر کی وجہ سے اجازت مانگنا مذکور ہے اور یہاں یہ مراد ہے کہ بلا عذر کے اجازت نہیں مانگتے پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

رابطہ: اوپر منافقین کا پیچھے رہ جانا اور جھوٹا عذر کرنا مذکور تھا آگے اس عذر کے جھوٹ ہونے کا قرینہ بیان فرماتے ہیں اور ان کے پیچھے رہنے پر غم نہ کرنے کے لئے اس کی حکمت بتلاتے ہیں کہ ان کا ساتھ نہ جانا ہی بہتر ہوا اگر یہ ساتھ جاتے تو فساد ہی کرتے اور اس کی تائید گزشتہ واقعات سے بیان کرتے۔ ولوارادوا تا ہم کارهون

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاذِنُكَ

اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے البتہ وہ لوگ (جہاد میں نہ جانے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

سے) آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر

الْاٰخِرِ وَاَرْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ

ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے

فِي رَيْبٍ هُمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا

شکوہ میں پڑے ہوئے حیران ہیں اور اگر وہ لوگ (غزوہ میں) چلنے کا

الْخُرُوْجِ

ارادہ کرتے تو

جیسا کہ وہ اپنے عذر کے وقت ظاہر کرتے ہیں کہ چلنے کا تو ارادہ تھا لیکن کیا کیا جاوے فلاں ضرورت پیش آگئی۔

لَا عُدَّةَ وَاِلٰهَ عُدَّةٌ

اس کا کچھ سامان تو درست کرتے

جیسا کہ عادت سفر کے ارادہ کے وقت ہمیشہ کیا کرتے ہیں مگر انہوں نے تو شروع سے ارادہ ہی نہیں کیا

وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ اَتْبَعَاتِهِمْ

لیکن (خیر ہوئی) اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی

فَتَبَّطَّهِمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿۴۷﴾

اور (جنگم ٹکونی) یوں کہہ دیا گیا کہ پانچ لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو آگے ان کے جانے میں خیر نہ ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ

اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سوا اس کے کہ

اِلَّا خَبَالًا وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلَالَكُمْ

اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور تمہارے درمیان فتنہ پرداز کی

يَبْغُوْنَكُمْ الْفِتْنَةَ ج

فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے

یعنی لگائی بھجائی کر کے آپس میں تفریق ڈلاتے اور جھوٹی خبریں اڑا کر پریشان کرتے۔ دشمن کا رعب تمہارے دل میں ڈالنے کی کوشش کرتے اس لئے ان کا نہ جانا ہی اچھا ہوا ۱۲

وَفِيْكُمْ سَمْعُوْنَ لَهُمْ ط

اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں

بعض مفسرین نے ان کو منافق کہا ہے مگر چونکہ یہ لوگ اہل الرائے نہ تھے اس لئے ان سے جاسوسی کے سوا اور کسی فساد کا خوف نہ تھا بلکہ اس میں بعض مصلحتیں پوشیدہ تھیں کہ مسلمانوں کا غلبہ اور استقلال اور کفار کا ضعیف اور مرعوب ہونا دیکھ کر اپنے سرداروں کو خبر دیں تو وہ اور زیادہ جلیں مریں اور ان کے حوصلے ہمیشہ کو پست ہو جائیں اس لئے ان کا ساتھ جانا حکمت کے خلاف نہ تھا۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا

آگے بتلاتے ہیں کہ ان کی فتنہ پردازی کچھ آج نئی نہیں۔

لَقَدْ اِتَّغَوْا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

انہوں نے تو پہلے (جنگ احد وغیرہ میں) بھی فتنہ پردازی کی تھی

کہ لڑائی میں ساتھ ہو کر عین وقت پر الگ ہو گئے تاکہ مسلمان ہمت ہار دیں اور اس کا قصہ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے ۱۲

وَقَلَّبُوا لَكَ اِلْمُؤَرَّحَتِيْ جَاءَ الْحَقُّ

اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا

وَضَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَرِهُوْنَ ﴿۴۹﴾

وعدہ آ گیا اور (اس کا آنا یہ کہ) اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا اسی طرح آئندہ بھی ان کی تدبیریں ناکام ہی رہیں گی بالکل سلی

رکھئے اور کچھ فکر نہ کیجئے ۱۲

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اِئْذَنْ لِّيْ وَلَا

اور (ان منافقین متخلفین) میں سے بعض شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت

تَفْتِنِيْ ط

دے دیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالے

رابطہ: اوپر منافقین کی عام حالت مذکور تھی آگے کئی آیتوں میں جن کے شروع میں لفظ منهم ہے بعض خاص لوگوں کے احوال و اقوال مذکور ہیں اور درمیان درمیان میں عام حالات کا بھی بیان ہے۔ و منهم من يقول ائذن لي تا متر بصون

اس شخص کا نام جد بن قیس تھا اس نے یہ بہانہ تراشا کہ میں عورتوں پر مفتون ہو جاتا ہوں اور رومی عورتیں بہت حسین ہیں پس تبوک جانے میں میرا دینی ضرر ہے اس لئے رخصت کا خواستگار ہوں ۱۲

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ط

خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور کفر سے بڑھ کر اور کون سی خرابی ہوگی۔

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَبُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی۔ (اگر آپ کو کوئی

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُوْهُمْ ج وَاِنْ

اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے اور آپ پر

جب کہ تم اپنے کفر کو کھلم کھلا ظاہر کر دو تو تم بھی دوسرے کفار کی طرح قتل کئے جاؤ۔

فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿۵۲﴾

سو تم (اپنے طور پر) انتظار کرو اور ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں

پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ مالک اور حاکم ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے ان کو ہر تصرف کا اختیار ہے اس لئے ہم راضی ہیں اور دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اس مصیبت میں بھی ہمارے فائدہ کی رعایت کرتے ہیں اس لئے ہم ہر حال میں فائدہ میں ہیں۔ بخلاف تمہارے کہ تمہاری خوشحالی کا انجام بھی وبال اور نکال ہے اگر دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور ہے۔

رابط : اوپر جس منافق کا یہ قول آیا ہے لافتنسی کہ مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں خود تو نہ جاؤں گا لیکن مال سے آپ کی اعانت کر دوں گا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ مالی امداد مقبول نہیں کیونکہ طاعات کے قبول کے لئے ایمان شرط ہے۔ قل انفقوا طوعاً أو کفرًا

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا

آپ فرما دیجئے کہ خواہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ منافقین خوشی سے بھی خرچ کرتے تھے اور آئندہ آپ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ناگواری کے ساتھ خرچ کرتے تھے پس دونوں میں تعارض ہوا جواب یہ ہے کہ اس جگہ خوشی اور ناخوشی دونوں کا ذکر بطور فرض کے ہے کہ اگر بالفرض تم خوشی سے بھی خرچ کرو تب بھی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں اور آگے ان کی اصلی حالت کا بیان ہے کہ وہ خوشی سے کب خرچ کرتے ہیں بلکہ ہمیشہ ناگواری سے کرتے ہیں اور ناگواری کے ساتھ مسلمان کا خرچ کرنا بھی قبول نہیں کافر کا خرچ کرنا کیسے قبول ہو سکتا ہے۔

لَنْ يَتَقَبَّلَ مِنْكُمْ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ

تم سے کسی طرح (خدا کے نزدیک) مقبول نہیں (کیونکہ) بلاشبہ تم عدول

قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿۵۳﴾

حکمی کرنے والے لوگ ہو

اس جگہ عدول حکمی سے کفر مراد ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

تُصِيبُكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا

کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو (وہ خوش ہو کر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی لئے)

أَمْرًا مِنْ قَبْلُ

پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا

کہ ان کے ساتھ لڑائی وغیرہ میں نہ گئے تھے

وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿۵۴﴾ قُلْ لَنْ

اور (یہ کہ) وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ہم

يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا

پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے

هُوَ مَوْلَانَا

وہ ہمارا مالک ہے

اور مالک حقیقی کو ہر طرح تصرف کا اختیار ہے وہ جو تجویز کرے غلام کو

اس پر راضی رہنا چاہئے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾

اور اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھتے چاہئیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا أَحَدٌ

آپ فرما دیجئے کہ تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک

الْحُسْنَيْنِ ط

بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو

کیونکہ ہمارے لئے جس طرح خوشحالی بہتر ہے ویسے ہی حوادث اور مصائب بھی انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں کہ ان میں درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے ۱۲

وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ

اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب

اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ أَوْ بَأْيِدِنَا

واقع کرے گا (خواہ) اپنی طرف سے (دنیا یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے

جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب رہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ کافر پر جتنی دنیوی نعمتیں زیادہ ہوں گی اس کا کفر دونا بڑھے گا جس پر عذاب بھی دونا ہوگا پس جس مال و اولاد کا یہ انجام ہو وہ انعام کہاں پھر اس پر تعجب کیوں ہو ۱۲ رابطہ: اوپر ان کے کافر ہونے کا ذکر تھا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ نفاق اور تقیہ کی وجہ سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں و یحلفون تا یجمعون

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ

اور یہ (منافقین) لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں کے ہیں حالانکہ

مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُونَ ﴿۵۶﴾

(واقع میں) وہ تم میں کے نہیں لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈرپوک لوگ ہیں

اس وجہ سے ڈر کے مارے کہ ہمارے کفر ظاہر ہونے پر ہمارے ساتھ دوسرے کفار کا سا برتاؤ نہ ہونے لگے اپنے کفر کو جھوٹی قسمیں کھا کر چھپاتے ہیں اور کہیں دوسری جگہ ٹھکانا نہیں جو آزادی سے جارہے ہیں ۱۲

لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأًا أَوْ مَغْرَبًا أَوْ مَدَّخَلًا

ان لوگوں کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی تو یا غار یا کوئی گھس

لَوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۷﴾

بیٹھنے کی ذرا سی جگہ یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل دیتے

اور اظہار ایمان نہ کرتے مگر اب کیا کریں بیچارے مجبور ہیں ناچار جھوٹی قسموں سے کارروائی کرتے ہیں ۱۲

رابطہ: آیت ومنہم من یقول انذنی لی کی تمہید میں گذر چکا ومنہم من یلمزک تاراغبون

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْبِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ۚ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارہ میں آپ پر طعن کرتے ہیں

کہ اس تقسیم میں نعوذ باللہ عدل و انصاف کی رعایت نہیں کی گئی۔

فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا

سو اگر ان صدقات میں سے (ان کی خواہش کے موافق) ان کو مل جاتا ہے تو

مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۸﴾

وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو (ان کی خواہش کے موافق) نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ

اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ

إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ

انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

اسی کو ادھر عدول حکمی کہا تھا اور کافر کا کوئی عمل مقبول نہیں آگے اس کفر باطنی کی ظاہری علامات بیان فرماتے ہیں۔

وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى

اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے

وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ ﴿۵۹﴾

اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ

کیونکہ دل میں تو ایمان ہے نہیں جس سے ثواب کی امید ہو اور اس امید سے نیک کاموں کی رغبت ہو بلکہ جو کچھ کرتے ہیں محض بدنامی سے بچنے کے لئے کرتے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ

سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں

کہ مردودوں کو یہ نعمتیں کس طرح عطا ہوئیں حقیقت یہ ہے کہ یہ نعمت نہیں بلکہ عذاب ہے کیونکہ (آگے ترجمہ)

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي

اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

(بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے گا

دنیا میں مال و اولاد کا عذاب ہونا جب دنیا کے لئے لازم ہے اول تو اس کے تحصیل اور تمنا میں کیسی کیسی جسمانی اور روحانی کوفت اٹھانا پڑتی ہے پھر حصول کے بعد ذرا نقصان ہو گیا یا ذرا مرض ہو گیا تو بس ایک غم کا پہاڑ سر پر سوار ہے اور اگر سب حالتیں مرضی موافق بھی ہوں تو اس کا اندیشہ کوئی بات ناگوار پیش نہ آجائے پھر مفارقت کے وقت کس بلا کی حسرت اور صدمہ کو خدا کی پناہ۔

وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۶۰﴾

اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے

تخصیص بطور مثال کے ہوگی۔ انما الصدقات تا علیم حکیم

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ

صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا

فقیر اور مسکین کی تفسیر میں گواختلاف کیا گیا ہے کہ ایک کے معنی یہ ہیں کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور ایک کے معنی یہ ہیں جس کے پاس نصاب سے کم ہو لیکن زکوٰۃ کے حکم میں کچھ اختلاف نہیں اور زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے والوں کے سوا باقی جس قدر اقسام آگے مذکور ہیں ان سب میں زکوٰۃ دینے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ ضرورت سے زیادہ مقدار نصاب مال کے وہ مالک اور قابض نہ ہوں اور اس بناء پر صرف فقراء کہہ دینا کافی معلوم ہوتا تھا لیکن دوسرے عنوانات کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ ان میں علاوہ فقر و مسکنت کے دوسرے اسباب بھی ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ دستگیری اور امداد کے مستحق ہیں اور مسلمان ہونا سب کے لئے شرط ہے۔

وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا

اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں

جو کہ سلطان اسلام کی طرف سے صدقات اور زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہیں کہ ان کو باوجود غنی ہونے کے بھی اسی زکوٰۃ میں سے بطور اجرت اور تنخواہ کے دینا جائز ہے۔

وَالْمَوْلَفَةَ قُلُوبِهِمْ

اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض کافروں کو زکوٰۃ دی جاتی تھی اگرچہ وہ مسلمان نہ تھے مگر اسلام لانے کی امید تھی یا محض ان کے فتنہ و شرارت سے بچنے کے لئے کچھ زکوٰۃ میں سے دے دیا جاتا تھا اور بعض نو مسلموں کو بھی اگرچہ وہ غریب نہ ہوں محض اسلام سے محبت پیدا کرنے کے لئے زکوٰۃ دی جاتی تھی اور ان لوگوں کو موقوفۃ القلوب کہا جاتا تھا مگر صحابہ کے وقت میں اجماع ہو گیا کہ اب ان کا زکوٰۃ میں کوئی حق نہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ اب وہ پہلا حکم منسوخ ہے البتہ اگر کوئی نو مسلم غریب ہو اور دل جوئی کی ضرورت ہو تو اس کو غریبوں میں داخل کر کے زکوٰۃ دی جاوے گی۔

وَفِي الرِّقَابِ

اور غلاموں کی گردن چھڑاتے رہے

گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلام کو اس کے آقا نے یہ کہہ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل نشان کے اعتراض کا محض حرص اور خود غرضی ہے پس ایسے اعتراض کا باطل ہونا ظاہر ہے ۱۲

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ اللہ اور اس کے

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ

رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل

مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ

سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دینگے

یعنی جس قدر ان کو دیا گیا تھا اس کو مناسب سمجھتے اور یوں خیال کرتے کہ ہمارے لئے اس میں خیر و برکت ہوگی اور اگر پھر حاجت پیش آوے گی اور مصلحت ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو امداد دے دیں گے

إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ

ہم (اول سے) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں

اور اللہ ہی سے سب امیدیں رکھتے ہیں اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات میں سے منافقین کو بھی ملا کرتا تھا حالانکہ وہ تو کافر تھے جواب یہ ہے کہ اگر یہ صدقہ نفل تھا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ نفل صدقہ کافر کو بھی دے سکتے ہیں اور اگر قرض صدقہ تھا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت منافقین کے ساتھ تمام احکام میں مسلمانوں کا سابر تاؤ کیا جاتا تھا اس میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔

رابطہ: اوپر صدقات کے بارے میں معترضین کے اعتراض کا جواب دیا تھا آگے اسی جواب کی تائید کے لئے صدقات کے مستحقین کا بیان فرماتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ صدقات کا مدار خاص اوصاف پر ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو دینے اور کسی کو نہ دینے اور کم یا زیادہ دینے میں ان اوصاف کا لحاظ رکھتے ہیں معترض بے سمجھے اعتراض کرتا ہے اور اگرچہ آگے بیان صدقات فرض کا ہے اور اوپر کی آیت میں صدقات کا فرض ہونا ثابت نہیں لیکن اس سے نفل صدقات کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح صدقات فرض کا مدار خاص اوصاف اور مصالح پر ہے اسی طرح صدقات نفل میں بھی بعض خاص مصلحتوں کی رعایت کی جاتی ہے قاسم امین صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیش نظر رکھتے ہیں پس صدقات فرض کی

دیا ہو کہ تو اتنا روپیہ مجھ کو دے دے پھر تو آزاد ہے اس غلام کو زکوٰۃ دی جائے تاکہ اپنے آقا کو روپیہ دے کر آزاد ہو جائے۔

وَالْغَرْمَيْنِ

اور قرض داروں کے قرضہ میں

مسئلہ: اگر کسی کے پاس دس ہزار موجود ہو اور اس سے زیادہ کا مثلاً گیارہ ہزار کا قرضدار ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے ۱۲

وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ

اور جہاد میں اور مسافروں میں

مسئلہ: مجاہد اپنے گھر میں مال اور سامان رکھتا ہے مگر گھر سے جدا ہے اور یہاں سامان نہیں اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور یہی حکم ہے ہر مسافر کا۔

مسئلہ: اب سب لوگوں کو زکوٰۃ دینے میں یہ شرط ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک کر دیا جائے بدون مالک بنائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ مسئلہ یہ سب احکام صدقہ فرض کے ہیں نفل میں یہ قیدیں نہیں۔ یہ سب مسائل ہدایہ میں ہیں۔

فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۴۰﴾

یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

مناسب اور نامناسب کو جانتے ہیں اور مناسب احکام مقرر کرتے ہیں۔

ربط: اوپر آیت ومنہم من یقول کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے اور شان نزول ان آیتوں کا یہ ہے کہ بعض منافقین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی نازیبا بات کہی کسی دوسرے منافق نے کہا کہ ایسا مت کرو کہیں آپ کو خبر نہ ہو جائے پھر ہماری خبر لیں وہ شخص بولا کہ نہیں کچھ فکر نہیں آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں اور ہر ایک کے دھوکہ میں آ جاتے ہیں کچھ تحقیق نہیں کرتے اگر ایسا ہوا ہم جا کر باتیں بنا دیں گے اور دھوکہ دے کر بری ہو جاویں گے ومنہم الذین یؤذوننا الیم

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ

اور ان (منافقین) میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی کو ایذا میں پہنچاتے ہیں اور

هُوَ أَذْنٌ

کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں

آپ کو جھوٹ بول کر دھوکہ دینا آسان ہے اس لئے کچھ فکر نہیں غرض

آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں کہ سن کر آپ کو تکلیف ہو۔

قُلْ أَدْنُ خَيْرٌ لَّكُمْ

آپ فرمادیجئے کہ وہ نبی کان دیکر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر (ہی خیر) ہے

اور جن باتوں میں خیر نہیں ہوتی ان کو کان دے کر نہیں سنتے ہاں اپنی طبعی خوش اخلاقی اور کرم کی بناء پر ان کو ٹال دیتے ہیں کہ باتیں بنانے والے پر دار و گیر نہیں کرتے کہ اس کو کھلم کھلا جھٹلاتے۔ جس سے تم کو یہ دھوکہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی بات کو سچا سمجھ لیتے ہیں آگے ان اچھی باتوں کا بیان ہے جن کو آپ کان دے کر سنتے ہیں۔

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں

جو وحی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوتی ہیں اور ان کی تصدیق کا تمام عالم کے لئے خیر ہونا ظاہر ہے کیونکہ تعلیم اور عدل کا پورا مدار ان کے سچا سمجھنے ہی پر ہے۔

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ

اور مؤمنین کا یقین کرتے ہیں

بشرطیکہ وہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ بیان کریں اور یہ شرط اس لئے بڑھائی گئی کہ ہر مومن کی ہر بات کا سچا سمجھنا ضروری نہیں جب تک کہ وہ قواعد شرعیہ کے موافق ایمان اور اخلاص کے ساتھ بیان نہ کرے اور اس کا خیر ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ عدل و انصاف اس پر موقوف ہے کہ حالات کی صحیح اطلاع ہو اور اس کا ذریعہ سچے مسلمان ہی ہیں غرض کان دے کر اور سچا سمجھ کر تو آپ اللہ کی اور سچے مسلمانوں کی باتیں سنتے ہیں اور منافقین کی شرارت آمیز باتیں جو سن لیتے ہیں اس کی وجہ آگے آتی ہے۔

وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِّنْكُمْ

اور آپ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں

گوان کے دل میں ایمان نہ ہو پس منافقین کی باتیں خوش اخلاقی اور مہربانی کی وجہ سے سن لیتے ہیں اور باوجود حقیقت سمجھ جانے کے درگزر اور خاموشی برتتے ہیں خلاصہ یہ کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ حضرت حقیقت کو نہیں سمجھتے حالانکہ حقیقت کو تم ہی نہیں سمجھتے کیونکہ کسی بات کو سن لینا کبھی تصدیق کے طور پر ہوتا ہے کہ دل سے بھی اس کو صحیح سمجھیں اور کبھی مہربانی اور اخلاق کی وجہ سے ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ منافقین کی مکاری کبھی آپ سے

یہ ہے کہ انہوں نے آپس میں بعض ایسی باتیں کیں جس میں دین کے ساتھ استہزاء اور دل لگی تھی پھر اس وجہ سے کہ ان کی بہت سی راز کی باتوں کی اطلاع حضور کو وحی کے ذریعہ سے ہو جاتی تھی ان کو یہ خیال ہوا کہ کہیں یہ بھی ظاہر نہ ہو جائے چنانچہ وہ ظاہر ہو گئی اور آپ نے بلا کر پوچھا تو انہوں نے یہ بات بنائی کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ یحذرو المنفقون تا مجرمین

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ

کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا

وَرَسُولُهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا

(جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کا

فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿۶۲﴾ يَحْذَرُ

عذاب اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا (اور) یہ بڑی رسوائی ہے

الْمُنْفِقُونَ أَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةُ

منافق لوگ اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت (مثلاً یا آیہ)

تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ط

نازل نہ ہو جاوے جو ان کو ان کے مافی الضمیر پر اطلاع دے دے

یعنی انہوں نے جو استہزاء اور دل لگی کی باتیں چھپا کر کی ہیں جو مسلمانوں کے اعتبار سے ایسی ہیں جیسے دل میں راز پوشیدہ ہوتا ہے کہیں مسلمانوں کو وحی کے ذریعہ سے ان کی خبر نہ ہو جائے۔

قُلِ اسْتَهِزَّؤْا

آپ فرمادیجئے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو

اس میں یہ جملہ دیا کہ ہم کو تمہارے استہزاء کی اطلاع ہے چنانچہ آگے خود ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿۶۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کرے گا جس (کے اظہار) سے تم اندیشہ کرتے تھے

چنانچہ استہزاء و فرما کر ظاہر کر دیا کہ تم دل لگی اور استہزاء کر رہے تھے۔

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر

مخفی نہیں رہی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے سن لینے اور خاموش ہو جانے کی وجہ ہمیشہ یہی نہیں رہی: اوپر منافقین کے بعض خاص احوال و اقوال کا بیان تھا آگے پھر بقیہ مشترک حالتوں کا بیان ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگ اغراض فاسدہ کی وجہ سے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ یحلفون بالله لكم تا ذلک الخزی العظیم

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہو

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۶۴﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ

گی یہ لوگ تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں

کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی یا ہم جہاد میں فلاں عذر کی وجہ سے نہیں جاسکے۔

لِيَرْضَوْكُمْ ج

تا کہ تم کو راضی کر لیں

جس سے جان اور مال محفوظ رہے اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منافقین تو جھوٹی قسمیں اس لئے کھاتے تھے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے صاف رہیں اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد مسلمانوں کو راضی کرنا تھا حضور کو راضی کرنا نہ تھا سو بات یہ ہے کہ آپ کا راضی ہونا ایک تو اس طرح ہے کہ آپ ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کریں اس اعتبار سے تو آپ کی رضامندی اور دوسرے مسلمانوں کی رضامندی یکساں ہے اور دوسرے دل سے راضی ہونا ہے اور اس اعتبار سے آپ کا راضی ہونا گویا اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ہے سو ان کا مقصد آپ کو دل سے راضی کرنا نہ تھا تا کہ خدا تعالیٰ بھی راضی ہوتے جو کہ اصل مطلوب ہے بلکہ محض جان و مال بچانے کے لئے ظاہری طور پر آپ کو اور سب مسلمانوں کو راضی رکھنا چاہتے تھے۔

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ

(جس میں مال و جان محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے

إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۶۵﴾

ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں

اور یہ موقف ہے ایمان اور اخلاص پر ربط: اوپر منافقین کی بعض مشترک حالتوں کا بیان تھا ایک ان میں سے یہ ہے کہ وہ خدا و رسول کے ساتھ استہزاء کرتے تھے پھر اس کی بیہودہ تاویل کرتے تھے آگے اس کا بیان ہے جس کا قصہ

توبہ کر لے اور مومن مخلص بن جائے تو وہ البتہ کفر اور عذاب کفر سے چھوٹ جاوے گا لیکن اس کی توفیق بھی سب کو نہ ہوگی ہاں بعض مسلمان ہو جاویں گے اور وہ معاف کر دیئے جائیں گے رابطہ: اوپر منافقین کی چند قبائح مذکور ہوئی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ سب آپس میں بھی اور پہلے کفار کے ساتھ بھی ان باتوں میں مشابہ ہیں پھر ان قبائح پر وعید اور پہلی امتوں کے قصوں کی طرف اشارہ کر کے اس وعید کی تاکید کرتے ہیں۔ المنفقون والمنفقت تا انفسهم يظلمون

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات (یعنی کفر)

بَعْضٍ يُأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

مخالفت اسلام کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات (یعنی ایمان و اتباع نبوی)

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ

سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے

نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ

انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا

یعنی اطاعت نہ کی ۱۲

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۷۴

بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں

وَعَدَ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ

اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالْكَفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

اور (علائیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ

هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ ۚ وَلَهُمْ

رہیں گے وہ ان کے لئے (سزائے) کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت

عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝۷۵

سے دور کر دے گا اور ان کو عذاب دائمی ہوگا

وَنُلْعَبُ

رہے تھے

یعنی محض جی خوش کرنے کو جس سے سفر آسانی کے ساتھ قطع ہوا ایسی باتیں صرف زبانی کر رہے تھے اور اس کلام کے اصلی معنی مراد نہ تھے ۱۲

قُلْ أِبِلَّهِ وَأَيْتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ

آپ (ان سے) کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ

تَسْتَهْزِءُونَ ۝۷۶

اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے

یعنی خواہ کچھ بھی غرض ہو یہ تو دیکھو کہ جس کے ساتھ تم دل لگی اور استہزاء کرتے ہو وہ کیسی چیزیں ہیں کہ ان کے ساتھ استہزاء کرنا کسی غرض سے جائز نہیں ۱۲ مسئلہ: دین کے ساتھ قصداً استہزاء کرنا کفر ہے خواہ بد اعتقادی سے ہو یا بدول بد اعتقادی کے ہو۔

لَا تَعْتَذِرُوا

تو اب (یہ یہودہ) عذر مت کرو

مطلب یہ کہ یہ عذر مقبول نہیں اور اس عذر سے دین کے ساتھ استہزاء جائز نہیں ہو جاتا۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے

کیونکہ دین کے ساتھ استہزاء مطلقاً کفر ہے گو ان کے دل میں تو پہلے بھی ایمان نہ تھا مگر اب کفر ظاہر ہو گیا

إِنْ تَعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ

اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں

اس وجہ سے کہ وہ سچے مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مصداق محشی بن حمیر ہیں جو بعد میں دل سے مسلمان ہو گئے ۱۲

نُعَذِّبُ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝۷۷

تاہم بعض کو تو (ضروری) سزا دیں گے۔ بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی میں) مجرم تھے

کیونکہ وہ مسلمان نہ ہوں گے پس حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی دل سے

یعنی ان پر خاص رحمت نہ کی ۱۲

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

(اے منافقو) تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یعنی تم بھی ان کی طرح کافر ہو اور سزائے کفر کے مستحق ہو

كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ

جو شدت قوت میں اور کثرت اموال

أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ

اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ

فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلْقِهِمْ

جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی بری

وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حَبِطَتْ

باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور ان

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

لوگوں کے اعمال (حسن) دنیا اور آخرت میں ضائع کئے

کہ دنیا میں ان اعمال پر ثواب کی بشارت نہیں اور آخرت میں ثواب نہیں ۱۲

وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿٩٩﴾

اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں

کہ دونوں جہان میں خوشی اور راحت سے محروم ہیں پس اسی طرح تم بھی کفر کرتے ہو اور انہیں کی طرح ناکام ہو گے اور جیسا کہ ان کے مال و اولاد کام نہ آئے تم تو ان چیزوں میں ان سے کم ہو تمہارے بدرجہ اولیٰ یہ کام نہ آئیں گے یہ ضرر تو آخرت کا ہے آگے دنیوی ضرر کے احتمال سے بھی متنبہ کرتے ہیں ۱۲

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ

کیا ان لوگوں کو (ان) کے عذاب و ہلاک کی خبر نہیں پہنچی

نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۚ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ

جوان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم

وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ط

اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیاں

مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں ۱۲

أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانَ اللَّهُ

کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں (حق کی) لے کر آئے (لیکن

لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

نہ ماننے سے برباد ہوئے) سو (اس بربادی میں) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم

يُظْلِمُونَ ﴿١٠٠﴾

نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

اسی طرح ان منافقین کو بھی ڈرنا چاہئے ۱۲ ف: اور قوموں کے قصص تو پارہ و لوانا کے آخر کے رکوعوں میں گزر چکے ہیں قوم ابراہیم کا قصہ یہ ہے کہ نمرود کے دماغ میں مجھڑ گھس گیا تھا اور سر پر مار پڑنے سے کچھ سکون ہوتا تھا اور اس نے ایک عالیشان عمارت بنائی تھی اس کے گرنے سے اس قوم کے لوگ بہت دب کر مر گئے کذا فی الدر المنثور ربط: اوپر منافقین کی قباحتیں مذکور تھیں آگے اس مضمون کو زیادہ واضح کرنے کے لئے مسلمانوں کی بعض خوبیاں اور ان کے لئے بشارت بیان فرماتے ہیں کیونکہ الانبیاء تعرف باضدادھا ہر چیز اس کی ضد کے بیان کرنے سے واضح ہو جاتی ہے والمؤمنون تا العظیم

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق

بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

کفار سے (بالسان) اور منافقین سے (بالسان) جہاد کیجئے

اس ترجمہ سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین سے بھی جہاد (یعنی قتل و قتال) کرو حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے کیونکہ منافقین ظاہری اسلام کی وجہ سے قتل نہ کئے جاتے تھے جواب ظاہر ہے کہ منافقین کے ساتھ جہاد کرنے سے زبانی بحث و مباحثہ مراد ہے۔

وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وِبِئْسَ

اور ان پر سختی کیجئے دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں اور (آخرت میں) ان کا

الْبَصِيرُ ۝۴۲

ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے

اگلی آیت کے متعلق مختصر اقصہ یہ ہے کہ تبوک سے واپسی میں چند منافقین نے جن کی تعداد بارہ تک منقول ہے ایک رات یہ صلاح کی کہ فلاں گھائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گزرے گی سب مل کر آپ کو دھکیل دیں پھر قتل کر دیں غرض وہ سب اپنا منہ لپیٹ کر جمع ہو کر دفعۃً اس موقع پر آ پہنچے مگر آپ نے ان کو دیکھ کر ڈانٹا اور حضرت حذیفہؓ حضرت عمارؓ آپ کے ساتھ تھے انہوں نے ان کو ہٹایا مگر اس وقت پہچانے نہیں گئے کہ کون کون لوگ تھے بعد میں آپ کو وحی سے ان کے نام معلوم ہوئے تو آپ نے منزل پر پہنچ کر ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسا مشورہ اور ایسا ارادہ کیا تھا وہ سب قسمیں کھا گئے کہ نہ ایسا مشورہ ہوا نہ ارادہ ہوا اور یہ وہ لوگ تھے کہ جن میں سے بعضوں کے ساتھ آپ نے خاص طور مالی امداد بھی فرمائی تھی چنانچہ جلاس نامی ایک شخص کا کہ وہ بھی ان میں شریک تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑا قرضہ ادا کیا تھا اور ویسے بھی آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ اکثر محتاج تھے پھر غلیمتوں کی کثرت ہوئی تو ان کو بھی ظاہری میل جول کی وجہ سے کچھ نہ کچھ ملتا ہی تھا اس قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے نازل ہونے کے بعد جلاس نے صدق و اخلاص سے اسلام قبول کیا کذا فی الدر المنثور وغیرہ

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا

وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی

مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے

وَسِرُّوْهُٓ ۝۴۳ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ

رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا جس کی تفصیل آگے وعد اللہ المؤمنین میں آئی ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے

کہ پوری جزا دے سکتا ہے

حَكِيْمٌ ۝۴۴

حکمت والا ہے

کہ مناسب جزا دیتا ہے اب اس جزا کا آگے بیان ہوتا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر

جَنَّتِ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ

رکھا ہے جس کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ ۝۴۵ فِيْ جَنَّتِ

نہیں مکانات کا جو کہ ان کی بیشگی باغوں میں ہوں گے (ان سب نعمتوں کے

عَذْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۝۴۶

ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے

اور جنتیوں سے خدا کی رضامندی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی رابطہ: اوپر مومنین کے ذکر سے پہلے منافقین کا ذکر تھا آگے پھر ان ہی کا خاص طور پر ذکر ہے اور ان کی حرکتوں کی بناء پر یہ حکم ہے کہ منافقین کے ساتھ زبانی جہاد اور دوسرے کفار سے تلوار کا جہاد کیجئے اور ان کے جہنمی ہونے کی بھی خبر دی گئی ہے اور مضامین کی تائید کے طور پر دوسرے مضامین بھی مذکور ہیں یا بیہا النبی نا ولا نصیر

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۴۷ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے اے نبی

مِنْ وَلِيِّ وَلَا نَصِيرٍ ۴۵

یار ہے نہ مددگار

جو کہ عذاب سے بچالے اور جب دنیا ہی میں کوئی یار و مددگار نہیں جہاں اکثر مدد ہو جاتی ہے تو آخرت میں بدرجہ اولیٰ کوئی نہ ہوگا۔

رابطہ: اوپر گزر چکا اور اگلی آیتوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نامی ایک شخص نے حضورؐ سے مال زیادہ ہونے کی دعاء کرائی آپؐ نے سمجھایا کہ مصلحت نہیں اس نے کہا کہ میں نیک کاموں میں صرف کیا کروں گا غرض آپؐ کی دعا سے وہ مال دار ہو گیا جب زکوٰۃ کا وقت آیا تو کہنے لگا کہ اس میں اور جزیہ میں کیا فرق ہے اور زکوٰۃ نہ دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمِنْهُمْ مَنْ تَا الْغُيُوبِ۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عٰهَدَ اللّٰهَ

اور ان (منافقین) میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کرنا اور خدا سے عہد کرنا برابر ہے اور اگرچہ یہ قصہ ایک شخص کا ہے مگر ضمیر جمع کی اس لئے لائی گئی کہ دوسرے منافقین بھی کسی قدر اس میں شریک تھے کہ وہ اس کے احوال و اقوال کو پسند کرتے تھے اور یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص کے مالدار ہونے سے اس کے ہم خیال لوگوں کو بھی نفع پہنچتا ہے۔

لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ

کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سامان) عطا فرمادے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۴۶ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهِ

(اس کے ذریعہ سے) خوب نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے

بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۴۷

(بہت سامان) دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (طااعت سے)

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمٍ

روگردانی کرنے لگے اور وہ تور گردانی کر کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کی

یَلْقَوْنَهٗ

سزا میں ان کے دلوں میں نفاق (قائم) کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہے گا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح طااعت سے ایمان کی ثورانیت

وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ

اور (وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی)

اِسْلَامِهِمْ

کافر ہو گئے

کیونکہ آپؐ کے قتل کے بارے میں گفتگو کرنا کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ گو انہوں نے یہ مشورہ اپنے ہی مجمع میں کیا مگر اس کی خبر مسلمانوں کو بھی ہو گئی اور اس سے عام طور پر ان کا کفر ظاہر ہو گیا۔

وَهُمْ اٰیْمًا لِّمَنَآلُوْا

اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر ناکام رہے ۱۲

وَمَا نَقْمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا تھا کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسولؐ

مِنْ فَضْلِهٖ ۴۸

نے رزق خداوندی سے مال دار کر دیا

اس احسان کا بدلہ ان کے نزدیک یہی ہو گا کہ برائی کریں اور یہ بات ایسی ہے جیسا ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ خطا تو ہو گئی تھی کہ وقت پر اس کے کام آ گیا تھا۔

فَاِنْ يَّتُوبُوْا اِلَیْکَ خَیْرًا لَّهُمْ ۴۹

سو اگر (اس کے بعد بھی) توبہ کر لیں تو ان کے لئے (دونوں جہانوں میں) بہتر ہوگا

چنانچہ جلاس کو توبہ کی توفیق ہو گئی۔

وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمْ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۵۰

اور اگر روگردانی نہ تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا

چنانچہ عمر بھر بدنام اور پریشان اور ڈرتے رہنا اور مرتے وقت مصیبت دیکھنا یہ دنیا کا عذاب ہے اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ظاہر ہی ہے۔

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۵۱ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ

اور ان کا دنیا میں نہ کوئی

بڑھتی ہے اس طرح گناہوں سے کفر کی ظلمت بھی بڑھتی ہے پس اس کے جھوٹ بولنے سے اور وعدہ خلافی کرنے سے پہلے کفر میں اس قدر زیادتی ہوگئی کہ مرتے وقت تک باقی رہا۔

يٰۤاَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا

اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب

كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷﴾

سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی سے) جھوٹ بولتے تھے

یعنی وعدہ پورا کرنے کی نیت اس وقت بھی نہ تھی پس نفاق تو اس وقت بھی دل میں تھا اس جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کرنے سے زیادہ غضب کا مستحق ہوا کہ وہ پہلا نفاق پختہ ہو گیا کہ تو یہ بھی نصیب نہ ہوگی اسی حالت پر مگر ابدال آباد تک جہنم میں رہنا نصیب ہوگا آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو باوجود دل میں کفر چھپانے کے پھر اسلام ظاہر کرتے ہیں کیا خدا کو معاذ اللہ بے خبر سمجھتے ہیں ۱۲

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ

کیا ان کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور ان کی

وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلّٰمُ الْغُیُوْبِ ﴿۸﴾

سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں

اس لئے وہ ظاہری اسلام و اطاعت تو ان کے کام نہیں آ سکتا بالخصوص آخرت میں تو کچھ کام نہ آئے گا پس جہنم کی سزا ضروری ہے ف: باقی قصہ یہ ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کی خبر سن کر وہ شخص زکوٰۃ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تیری زکوٰۃ لینے سے منع فرما دیا ہے اس نے بہت ہائے واویلا کی مگر آپ نے قبول نہ کیا احقر کہتا ہے کہ اس کا زکوٰۃ لانا اور نہ لینے پر واویلا کرنا خلوص سے نہ تھا بلکہ عار اور بدنامی دفع کرنے کے لئے تھا کیونکہ اعقبہم نفاقاً سے اس کا مرتے دم تک کافر رہنا معلوم ہو چکا ہے پھر خلوص کا احتمال کب ہے اور عجب نہیں کہ الم يعلموا میں اسی کا اشارہ ہو کہ یہ شخص جو زکوٰۃ لایا ہے تو کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دل کا حال خوب جانتا ہے جب دل میں ایمان نہیں تو اس کا صدقہ کیسے قبول کیا جائے گا کیونکہ قبول صدقہ کے لئے ایمان شرط ہے دوسرے اگر اس میں خلوص ہوتا تو خود بھی تو مساکین کو دے سکتا تھا مگر کسی جگہ یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے خود مساکین کو زکوٰۃ دے دی ہو جس

سے ظاہر یہی ہے کہ نہیں دی سو یہ بھی خلوص نہ ہونے کا ایک قرینہ ہے اور اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اعقبہم نفاقاً میں تو جمع کی ضمیر ہے جس کا بظاہر مقتضایہ ہے کہ اور منافقین کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے جواب یہ ہے کہ شاید اوروں کی تعین نہ معلوم ہوئی ہو کہ کون کون منافق ہیں اس لئے ان سے ایسا برتاؤ نہ کیا گیا ہو یا یہ حکم اس شخص کے لئے مخصوص ہو کیونکہ وہ اس قصہ کا بانی تھا چنانچہ بعض احکام مخصوص ہو جایا کرتے ہیں پھر وہ حضور کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں زکوٰۃ لایا آپ نے بھی قبول نہ کی اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی قبول نہ کی یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وہ مر گیا اور حضرات خلفاء راشدین کا قبول نہ کرنا حضورؐ کے قبول نہ فرمانے کی وجہ سے تھا اور اب چونکہ کسی کا دل میں کافر ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا اس لئے اب اسلام ظاہر کرنے والے کے ساتھ مسلمان کا سا معاملہ کیا جاوے گا۔

رابطہ: اوپر منافقین کے بعض حالات کا ذکر تھا آگے پھر بعض مشترک حالتوں کا بیان ہے جیسا کہ پہلے سے اسی طرح سلسلہ چلا آتا ہے اور اس آیت کے متعلق خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ ایک بار آپ نے صدقہ کی ترغیب دی تو ایک صحابی بہت سامال لے آئے منافقین نے کہا کہ یہ ریاکار ہے دوسری صحابی غریب تھے بہت کم لائے منافقین نے کہا کہ یہ میان اس لئے لائے ہیں کہ میرا بھی نام ہو جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی الذین یلمزون تا عذاب الیم

الَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنْ

یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر

الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ

صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں

یہاں نفل صدقہ کی تخصیص واقعہ کے اعتبار سے ہے ورنہ طعن اور تمسخر اگر فرض صدقہ میں بھی ہو تب بھی یہی سزا ہے بلکہ بدرجہ اولیٰ کیونکہ فرض نفل سے افضل ہے ۱۲

وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

اور (خصوص ان لوگوں پر) (اور زیادہ) جن کو بجز مزدوری

(کی آمدنی) کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا

اور وہ بیچارے اس میں بھی ہمت کر کے حاضر کر دیتے ہیں ان پر زیادہ طعن کرتے ہیں۔

رابطہ: اوپر منافقین کے لئے عذاب الیم کی دھمکی ہے آگے اس کی

تاکید ہے کہ یہ عذاب نبی کی دعا اور استغفار سے بھی نہیں ٹل سکتا باوجودیکہ وہ بڑا وسیلہ نجات کا ہے کیونکہ ان میں نجات کی اصل شرط یعنی ایمان نہیں ہے استغفرلہم تا الفسقین

فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ ز

یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۹۰ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا) کہ ان کے لئے (آخرت میں) دردناک

أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

سزا ہوگی۔ آپ خواہ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں

نفع نہ ہونے میں دونوں برابر ہیں چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے سواء علیہم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم الخ آگے اس نفع نہ ہونے کا بیان ہے

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ

اور اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو

اللَّهُ لَهُمْ

نہ بخشے گا

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر آپ ستر سے زیادہ استغفار کریں گے تو وہ بخش دیئے جائیں گے بلکہ اس سے مراد کثرت ہے کہ آپ جس قدر بھی استغفار کریں سب ان کے لئے بے سود ہے اور عبد اللہ بن ابی منافق کے قصہ میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جنازہ کی نماز پڑھانے سے روکا اور دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھی کہ اس میں منافقین کے لئے دعا و استغفار کرنے سے آپ کو منع کیا گیا ہے اور جنازہ کی نماز بھی استغفار میں داخل ہے پھر آپ کس لئے اس کی نماز پڑھاتے ہیں اور حضور نے ان کو یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو استغفار سے منع نہیں فرمایا بلکہ اختیار ہے کہ خواہ آپ استغفار کریں یا نہ کریں اگر ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی خدا ان کو نہ بخشے گا تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کر دوں گا۔ اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آپ نے ستر کے لفظ سے اسی عدد کو مقصود سمجھا بلکہ اصل میں آپ کا مطلب یہ تھا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ستر سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں زیادہ استغفار کر لیتا مگر آپ جانتے تھے کہ ستر کا عدد مقصود نہیں اس لئے

آپ نے زیادہ استغفار نہیں کیا چنانچہ درمنثور میں بخاری کی روایت سے آپ کا یہ قول مروی ہے فلو اعلم انی ان زدت علی السبعین غفرلہ، لزدت علیہا تو اس جملہ شرطیہ کو بعض روایتوں میں جملہ خبریہ کی صورت میں بیان کر دیا اور عبد اللہ بن ابی کے جنازہ کی نماز آپ نے اس لئے پڑھا دی حالانکہ اس میں استغفار کی صورت تھی کہ آیت میں آپ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا تھا صرف اس کا آخرت میں بے سود ہونا بتلایا گیا تھا اور اس میں آپ کو کچھ اسلامی مصلحتیں مد نظر تھیں کہ اس بات کو دیکھ کر کہ اپنے بدخواہوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی ایسی مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کیا جاتا ہے ایک ہزار سے زیادہ آدمی مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ ابوالشیخ کی روایت میں حضور کا یہ ارشاد مروی ہے وما یغنی عنہ قمیصی واللہ انی لارجوان یسلم بہ اکثر من الف من بنی الخزرج اس حکمت پر نظر فرما کر آپ نے یہ سمجھا کہ میرا استغفار کرنا اور جنازہ کی نماز پڑھنا اس منافق کے لئے آخرت میں اگرچہ بے سود ہے مگر دنیا میں بے سود نہیں اس تقریر سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ اس آیت میں اگر استغفار کی ممانعت مراد تھی جیسا کہ حضرت عمرؓ سمجھے تھے تو حضور اس مراد کو کیوں نہ سمجھے اور اگر اختیار دیا گیا تھا جیسا کہ حضور سمجھے تھے تو حضرت عمرؓ صاحب زبان ہو کر اس سے ممانعت کیونکر سمجھے گئے جواب ظاہر ہے کہ دراصل آیت میں استغفار کی ممانعت نہ تھی بلکہ اس کا نافع نہ ہونا بتلایا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضور جیسے حکیم کی شان کے لحاظ سے فضول کام کو بھی ممنوع سمجھا اور اس مصلحت پر ان کی نظر نہ گئی جس پر حضور کی نظر تھی اس لئے نہ حضرت عمرؓ پر اشکال ہے اور نہ حضور پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ آپ نے فضول کام کیوں کیا اس لئے کہ آپ کو چند مصلحتیں اس میں معلوم ہوتی تھیں ۱۲

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِۦ وَاللّٰهُ

یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۹۱

ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا

جو کہ کبھی ایمان اور حق کی طلب ہی نہ کریں پس یہ عمر بھر کفر پر ہی قائم رہے اور اسی پر ختم ہو گئے۔

رابطہ: اوپر سے منافقین کا ذکر چلا آ رہا ہے ان میں سے خاص ان لوگوں کے متعلق بعض مضامین مذکور ہیں جو غزوہ تبوک میں نہیں گئے فرح المخلفون تا مع الخالفین

محض خوشامد سے اور پچھلا الزام دفع کرنے کے لئے کیونکہ دل میں تو اس وقت بھی یہی ہوگا کہ عین وقت پر کچھ بہانہ کر دیں گے۔

فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ

تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو گے اور نہ

تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا

میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے

جو کہ ساتھ چلنے سے اصلی مقصود ہے اگرچہ تم اس وقت باتیں بنا رہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل کی بات بتلا دی ہے اس لئے میں نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ تم کچھ بھی نہ کرو گے۔

إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا

اور اب بھی وہی ارادہ ہے پھر خواہ مخواہ جھوٹی باتیں کیوں بناتے ہو۔

فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَلِيفِينَ ۝۸۲

تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو واقعی پیچھے رہ جانے کے لائق ہیں

عذر کی وجہ سے جیسے عورتیں اور بچے اور بوڑھے

رابطہ: اوپر منافقین کے ساتھ ان کی زندگی کی حالت میں برتاؤ کا ذکر تھا آگے بتلاتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان سے کیا برتاؤ کیا جائے اور شان نزول اس کا یہ ہے کہ صحیحین میں ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی منافق مر گیا تو اس کے بیٹے نے جو کہ صحابی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنا قمیص دے دیجئے کہ اس میں اس کو کفنایا جائے آپ نے دے دیا پھر درخواست کی کہ اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھ دیجئے آپ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا (یعنی اس آیت میں استغفرلہم اولا تستغفرلہم الخ اور نماز جنازہ بھی دعاء واستغفار ہی ہے) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا ہے (منع نہیں فرمایا) چنانچہ فرمایا ہے استغفرلہم اولا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرة فلن يغفر الله لهم (ان کے لئے آپ استغفار کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہیں اگر ستر بار بھی آپ استغفار کریں گے تو خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا) تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کر دوں گا۔ غرض آپ نے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خَلْفَ رَسُولٍ

پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے جانے کے بعد

اللَّهِ وَكَرَهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا

دو وجہ سے ایک کفر دوسرے آرام طلبی کی وجہ سے

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

اور (دوسروں سے بھی) کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو آپ کہہ دیجئے کہ

أَشَدُّ حَرًّا

جہنم کی آگ (اس سے بھی) زیادہ گرم ہے

سو تعجب ہے کہ اس گرمی سے تو بچتے ہو اور جہنم میں جانے کا خود سامان کر رہے ہو کہ کفر و مخالفت کو نہیں چھوڑتے۔

لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا

یہ خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔ سو تھوڑے دنوں (دنیا میں) ہنس لیں اور بہت

وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۝

دنوں (آخرت میں) روتے رہیں

یعنی ہنسنا کھیلنا تھوڑے دنوں کا ہے پھر رونا ہمیشہ ہمیشہ کا ہے ۱۲

جَزَاءُ يَمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۸۲ فَإِنْ رَجَعَكَ

ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ (کفر و نفاق و خلاف) کیا کرتے تھے تو اگر خدا تعالیٰ

اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ

آپ کو (اس سفر سے مدینہ کو صحیح سالم) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے

اگر وہ اس لئے کہا کہ ممکن ہے کہ بعض اس وقت تک مزاج و یا کوئی کہیں چلا جاوے

فَاسْتَأْذِنُوكَ لِلْخُرُوجِ

پھر یہ لوگ (کسی جہاد میں) چلنے کی اجازت مانگیں

نعمتیں نہیں بلکہ عذاب کا ذریعہ ہیں ۱۲

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے

وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۸۵﴾

ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالت کفر ہی میں نکل جاوے

نماز پڑھی اس پر یہ آیت ولا تصل علی احد منہم الخ نازل ہوئی پھر کبھی آپ نے کسی منافق کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی اور اس کے متعلق اشکال کا جواب آیت استغفر لہم کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور وہاں یہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ آپ نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے اس کی نماز پڑھی تھی لیکن ممانعت کی وجہ یہ ہوئی کہ گو اس میں وہ مصلحتیں ضرور تھیں مگر آئندہ مفاسد پیدا ہوتے مثلاً یہ کہ مخالفین کو تنبیہ نہ ہوتی اور منافقین کا دل نہ بڑھتا کہ یہاں تو سب کے ساتھ ایک ہی برتاؤ کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ ولا تصل تا فسقون

وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّابًا

اور ان میں سے کوئی مرجائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے

مسئلہ: کافر کے جنازہ پر نماز اور اس کے لئے استغفار جائز نہیں۔

وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ط

اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جائیے

مسئلہ: کافر کی قبر پر کھڑا ہونا بطور تعظیم کے حرام ہے خواہ زیارت کے لئے کھڑا ہو یا دفن کے لئے اور اگر عبرت اور موت یاد کرنے کے لئے یا ضرورت کی وجہ سے ہو جیسے کسی مسلمان کا کوئی کافر رشتہ دار مرجائے اور اس کا انتظام اس کے متعلق آ پڑے تو ہدایہ میں ہے کہ اس کو طریقہ سنت کی رعایت کئے بغیر غسل و کفن دے کر دفن کر دے تو اس طرح کھڑا ہونا درست ہے لیکن اگر عبرت کے لئے کھڑا ہونے میں بھی کوئی دینی مفسدہ ہو تو جائز نہیں

رابط: اوپر کی آیت میں منافقین کا خدا کے نزدیک مردود ہونا معلوم ہوا ہے آگے بتلاتے ہیں کہ ان کے پاس جو مال و اولاد ہے ان کے محبوب ہونے کی دلیل نہیں بلکہ آلہ عذاب ہونے کی وجہ سے یہ بھی ان کے مردود ہونے کا ثمرہ ہے ولا تعجبک تا کفرون

إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا

کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے

وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تَعْجَبْ أَمْوَالُهُمْ

اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں اور ان کے اموال

وَأَوْلَادُهُمْ ط

اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں

کہ ایسے مردودوں پر یہ نعمتیں کیسے ہوئیں سو واقع میں یہ ان کے لئے

جس سے آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا رہیں اور ایسی ایک آیت چار رکوع پہلے بھی آچکی ہے لیکن وہاں اس کا تعلق زندگی کی ایک حالت سے تھا کہ ان کے صدقات مقبول نہیں اور یہاں موت کی ایک حالت سے اس کا تعلق ہے کہ ان چیزوں کے سبب ان کو نجات نہیں ہو سکتی پس تکرار نہ رہا

رابط: اوپر غزوہ تبوک کے متعلق منافقین کا پیچھے رہ جانا اور جھوٹے بہانے کر کے اجازت مانگنا مذکور تھا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ حالت ان کی دائمی ہے ہر غزوہ میں ایسا ہی کرتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی جان بازی اور ان کی فضیلت کا بیان ہے۔ واذا نزلت سورة تا ذلك الفوز العظيم

وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ أَمِنُوا بِاللَّهِ

اور جب کوئی گزرا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان

وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا

لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان کے مقدروالے آپ سے رخصت مانگتے ہیں

الظُّلُمِ مِنْهُمْ وَقَالُوا أَذْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِیْنَ ﴿۸۷﴾

اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جاویں

جب مقدور والوں کا یہ حال ہے تو بے مقدور والے تو کبھی کچھ ہوں گے پس مقدور والوں کی خصوصیت مقصود نہیں بلکہ دوسروں کا حال اس سے بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا اور ایمان و اخلاص کے دعویٰ میں چونکہ کچھ کرنا نہیں پڑتا اس لئے اس کے بہت لمبے چوڑے دعویٰ کرتے تھے کہ ہم تو مخلص ہیں ۱۲

رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ

وہ لوگ (غایت بے حسنی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو

عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۸۸﴾

گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ (حمیت بے حسنی کو) سمجھتے ہی

جھوٹے عذر کرنے بھی نہ آئے پس یوں تو دعویٰ ایمان میں سب ہی منافق جھوٹے تھے مگر جو عذر کرنے آئے تھے انہوں نے ظاہر داری میں اپنے دعویٰ کو کچھ تو نباہا اور بعض ایسے بے باک مغرور تھے جنہوں نے ظاہر داری بھی نہ برتی تو وہ جیسے دل میں جھوٹے تھے ظاہر میں بھی ان کا جھوٹ کھل گیا بالکل جھوٹ بولنے کا یہی مطلب ہے اس طور پر ان دیہاتی منافقوں کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ربط: اوپر جھوٹے عذر والوں کا اور ان کے عذر قبول نہ ہونے کا بیان تھا آگے سچے عذر والوں کا اور ان کے عذر قبول ہونے کا بیان ہے۔ لیس علی الضعفاء تا فہم یعلمون

مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۹ لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ

ان میں جو (آخر تک کافر ہیں گے) ان کو دردناک عذاب ہوگا کم

وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا

طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ

يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا انْصَحُوا لِلَّهِ

کرنے کو میسر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ (اور

وَرَسُولِهِ ط مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ط

احکام میں) خلوص رکھیں اور نیکوکاروں پر کسی قسم کا الزام (عائد) نہیں

کیونکہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۰

اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

کہ اگر یہ لوگ اپنے علم میں معذور ہوں اور اپنی طرف سے خلوص و اطاعت میں کوشش کریں اور واقع میں کمی رہ جائے تو معاف کر دیں گے۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَلَّوْا لِحُبُلِهِمْ

اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ الزام ہے) کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے

قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ص تَوَلَّوْا

ہیں کہ آپ ان کو واری و سیدیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو چیز نہیں جس

وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا

پر میں تم کو سوار کروں تو وہ (ناکام) اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں

لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

نہیں۔ ہاں لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے

جَاهِدُوا

(اس حکم کو مانا اور)

باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس میں کوئی حاجت نہیں لیکن اس سے مقصود مسلمانوں کی مدد ہے کہ جہاد میں ان کا خلوص بھی کامل ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت زیادہ کامل ہے۔

ربط: اوپر مدینہ کے منافقوں کا ذکر تھا آگے دیہات کے منافقوں کا ذکر ہے۔ وجاء المعذرون تا الیم

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط وَأُولَئِكَ لَهُمُ

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور ان ہی کے لئے ساری

الْخَيْرَاتُ ز وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۱۱

خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور

أَلَّا تَهْرُخِلِينَ فِيهَا ط ذَلِكَ الْفَوْزُ

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے اور کچھ بہانہ

الْعَظِيمُ ۱۲ وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ

باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی)

الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ

اجازت مل جائے اور (ان دیہاتیوں میں سے) جنہوں نے خدا

كَذَّبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط سَيُصِيبُ الَّذِينَ

اور اس کے رسول سے (دعویٰ ایمان میں) بالکل ہی جھوٹ بولا تھا

كَفَرُوا

وہ بالکل ہی بیٹھے رہے

یہ مضمون پہلے بھی آیا ہے مگر وہاں مطلق جہاد کے متعلق ان کی اس حالت کا بیان تھا اور یہاں خاص غزوہ تبوک کی بابت ذکر ہے پس تکرار نہ رہا ربط: اور ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے روانگی تبوک کے وقت عذر تراشے تھے آگے ان کا ذکر ہے جنہوں نے واپسی کے وقت بہانے تصنیف کئے کہ ہم برابر قصد کرتے رہے مگر فلاں عوارض مانع ہو گئے۔ یہ اگلی آیتیں واپسی سے پہلے نازل ہوئیں جن میں ان کی بہانہ بازی کے متعلق پیشین گوئی ہے کہ یہ لوگ محض دنیوی اغراض اور مخلوق کے راضی کرنے کے لئے بہانے بنائیں گے خدا کو راضی کرنا انہیں مقصود نہیں۔

يعتذرون اليكم تا عن القوم الفسقين

وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی جس سے وہ (گناہ و ثواب کو) جانتے ہی نہیں

أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾

تو انہیں وہاں ہوتے ہیں اس غم میں کہ (افسوس) ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں

نہ خود کچھ پاس ہے نہ دوسری جگہ سے ملا غرض ان معذور لوگوں پر کوئی مواخذہ نہیں اور درمنثور میں چند روایتیں لکھی ہیں جن میں ان سواری مانگنے والوں کا نام مذکور ہے۔

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

پس الزام (اور مواخذہ) تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل سامان اور

وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا

قوت (ہونے کے) گھر رہنے کی اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ (غایت بے

مَعَ الْخَوَالِفِ ۝

حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے

الحمد للہ دسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ

یہ لوگ تمہارے (سب کے) سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے (سوائے محمدؐ) آپ (سب کی طرف سے صاف)

إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ تُؤْمِنَ

کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم بھی تم کو سچانہ سمجھیں گے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ

لَكُمْ قَدْ نَبَأْنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ط

ہم کو تمہاری (واقعی حالت کی) خبر دے چکے ہیں (کہ تم کو کوئی عذر صحیح نہ تھا)

وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ

اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے

معلوم ہو جائے گا کہ تم اپنے دعویٰ کے موافق کتنے تابعدار اور مخلص ہو

ثُمَّ تَرْدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے

جس سے تمہارا کوئی اعتقاد کوئی عمل مخفی نہیں۔

فَيَنْبِئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٢﴾

پھر وہ تم کو بتلا دے گا جو جو کچھ تم کرتے تھے

اور اس کا بدلہ دے گا۔

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ

ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاویں گے (کہ ہم معذور تھے)

إِلَيْهِمْ لَتَعْرِضُوا عَنْهُمْ ط

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو

اور ملامت وغیرہ نہ کرو۔

فَاعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجَسٌ وَمَا لَهُمْ

سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور (آخر میں) ان کا

جَهَنَّمَ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾

نہکاندہ و زخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ (نفاق و خفاف) کیا کرتے تھے

اس کا بھی مقتضائیں ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ تعرض

سے مقصود اصلاح ہوتی ہے اور ان کی خباثت کی وجہ سے اس کی امید نہیں ۱۲

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لَتَرْضَوْا عَنْهُمْ ج

(نیز) یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ

مگر اول تو تم ان دشمنان خدا سے راضی کیوں ہونے لگے آگے ترجمہ

فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَى

سو اگر (بالفرض) تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (ان کو کیا نفع کیونکہ)

عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

اور خالق کی رضا کے بغیر مخلوق کی رضا محض بے سود ہے ف: عذر پیش

کرنے اور قسم کھانے میں منافقین کی دو غرضیں بیان فرمائی ہیں ۱۱ اعراض

(کہ ان کو پہلی حالت پر چھوڑ دیا جاوے) ۲ رضا (کہ مسلمان ان سے خوش

ہو جاویں) سو ان کے جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ بعض کی غرض اعراض

ہوگی اور بعض کی رضا یا سب کی غرض یہ ہو کہ ظاہر میں ہم کو پہلی حالت پر چھوڑ

دیا جاوے اور دل سے راضی ہو جائیں یا اصلی غرض رضا مندی ہوگی اور آخر

درجہ یہ کہ اعراض ہی کیا جاوے اور قصہ رقت و گذشت ہو جائے اور

مسلمانوں کو ان کے متعلق تین حکم ہوئے ہیں ایک لا تعذر و یعنی ان سے

صاف کہہ دیا جائے کہ بہانے مت کرو۔ دوسرا عرضوا کہ ان کو پہلی

حالت ہی پر چھوڑ دو۔ تیسرا راضی نہ ہونا جو کہ فان ترضوا سے سمجھ میں آتا

ہے ان تینوں احکام کے جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ دل سے تو راضی نہ ہو

اور زبان سے اول یہ کہہ دو کہ تم بہانے مت کرو ہم تم کو سچانہ سمجھیں گے اور

اس کے بعد اعراض کیا جائے اور یہی مطلب ہو سکتا ہے اس حدیث کا قبل

علائیتہم و کل سرائرہم الی اللہ (کہ حضور نے ان کی ظاہری باتیں

قبول کر لیں اور باطن کا حال خدا پر چھوڑ دیا) کہ آپ نے اول یہ کہہ دیا کہ تم

بہانے مت کرو پھر ایسا کیا جو کہ اعراض کا حاصل ہے ۱۲ ربط: اوپر دیہاتی

منافقوں کا ذکر آیا ہے آگے بھی ان کی مذمت ہے اور جو دیہاتی سچے مؤمن

تھے ان کی مدح ہے الاعراب اشد کفرا تا غفور رحیم

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا

(ان منافقین میں جو) دیہاتی لوگ (ہیں وہ) کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور ان کا (حال)

يَعْلَمُوا حَدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ط

ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں

وَيَتَرَبَّصُّ بِكُمْ الدَّوَّاءُ

اور تم مسلمانوں کے واسطے (زمانہ کی) گردشوں کا منتظر رہتا ہے

کہ کہیں ان پر کوئی حادثہ پڑ جائے تو ان کا خاتمہ ہو

عَلَيْهِمْ دَاوْرَةُ السَّوْءِ

بروقت ان ہی (منافقین) پر پڑنے والا ہے

چنانچہ فتوحات کی کثرت ہوئی اور کفار ذلیل ہوئے اور منافقوں کی ساری حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں اور تمام عمر رنج اور خوف میں کٹی۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں

یعنی ان کے کفر اور نفاق کی باتیں سنتے ہیں اور ان کے دلی خیالات کو جانتے ہیں پس سب کی سزا دیں گے ۱۲

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اور بعض اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا)

الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا

ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں اس کو

عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ

عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بتاتے ہیں

کیونکہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ایسے مواقع پر خرچ کرنے والوں کو دعا دیتے جیسا کہ احادیث میں ہے ۱۲

أَلَّا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيَذِخِلُهُمُ

یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کے لئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ

اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اپنی رحمت میں داخل کر لیں گے اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

پس ان کی لغزشیں معاف کر کے اپنی رحمت میں لے لیں گے۔

رابطہ اور دیہاتی مسلمانوں کا ذکر تھا آگے تمام مسلمانوں کا ذکر ہے جن میں بڑے درجہ والوں کو چھوٹے درجہ والوں سے مقدم کیا گیا ہے۔

وَالسَّبِقُونَ تَا الْعَظِيمِ

کیونکہ وہ علماء سے دور رہتے ہیں اور جب جاننے والوں سے دور رہیں گے تو ان کا جاہل رہنا اس کا لازمی نتیجہ ہے اور اسی وجہ سے ان کے مزاج میں سختی ہے اور ان تمام باتوں سے کفر و نفاق میں زیادتی ہوگی اور اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ علماء سے دور رہنا اور سخت مزاج ہونا یہ صفات تو مسلمان دیہاتیوں میں بھی ہوں گی جواب یہ ہے کہ وہ خود علماء کے پاس آتے رہتے ہیں اس سے علم حاصل ہوتا ہے اور علم سے خشوع اور عاجزی پیدا ہو کر ایمان کامل ہو جاتا ہے۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

ان سب باتوں پر اطلاع رکھتے ہیں اور حکمت سے مناسب سزا دیں گے ۱۲

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ

اور ان دیہاتیوں میں سے بعض بعض ایسا ہے

کہ علاوہ کفر و نفاق و جہالت کے بخل اور عداوت کے ساتھ بھی موصوف ہے۔

مَا يَنْفِقُ مَغْرَمًا

کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے

یہ تو بخل کا بیان ہوا کہ جہاد اور زکوٰۃ وغیرہ کے موقعوں میں مسلمانوں کی شرمناک جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو جرمانہ اور ڈانڈ سمجھتے ہیں اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بدوں طیب خاطر کے کسی کا مال لینا حلال نہیں ہوتا اور جرمانہ سمجھنا طیب خاطر کے خلاف ہے پھر ایسا مال منافقوں کا کیوں لیا جاتا تھا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ مسلم نہیں کہ ایسا مال لیا جاتا تھا۔ چنانچہ روح المعانی میں آیۃ النفقوا طوعاً او کرہاً لن يتقبل منكم الخ کی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے کہ قبول نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے صدقہ کا مال نہیں لیا جائے گا دوسرے وہ لوگ تقیہ کے طور پر مصلحت کی وجہ سے ایسے مواقع میں خرچ کیا کرتے تھے جس کے منافع طبعی طور پر ان کو مطلوب اور مرغوب تھے اگرچہ اعتقاداً اس کو جرمانہ سمجھتے تھے کیونکہ وہ ثواب کے معتقد نہ تھے پس ان کا خرچ کرنا طبعاً طیب خاطر سے تھا جیسا کہ بعض لوگ زیادہ فخر کے لئے خوشی سے خرچ کرتے ہیں اور ثواب کی نیت نہیں ہوتی تو اس صورت میں دینے والے کی ریاکاری سے لینے والے کو اس مال کا لینا حرام نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ بھی ممکن ہے کہ منافقین اپنے طور پر خرچ کرتے ہوں اور لینے والے کو ان کی کراہت اور ناگواری کی خبر نہ ہوتی ہو۔ آگے ان کی عداوت کا بیان ہے۔

توبہ قبول ہونے کا ذکر لفظ تاب اللہ الخ میں آئندہ رکوع کے ختم پر ہے۔
واخرون اعترفوا تا علیم حکیم

ثُمَّ يَرْدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾

ایک نفاق کی دوسرے کمال نفاق کی (پھر آخرت میں) وہ بڑے بھاری

وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا

عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقرر

صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئًا

ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے

اچھے کام تو یہ کہ اپنے قصور کا اقرار کیا جس کا منشاء ندامت ہے اور یہی
توبہ ہے اور پہلے غزوات میں بھی یہ لوگ شریک ہو چکے تھے غرض یہ تو اچھے
کام کئے اور کچھ برے کام کئے جیسے بلا عذر کے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانا

عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

(سو) اللہ سے امید ہے کہ ان (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توبہ فرماویں

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾

(یعنی توبہ قبول کر لیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

جب اس آیت سے توبہ قبول ہو چکی اور وہ حضرات ستونوں سے کھل
چکے تو اپنا مال آپ کی خدمت میں لے کر آئے اور درخواست کی کہ اس کو
اللہ کی راہ میں صرف کیا جاوے تو ارشاد ہوا کہ آگے ترجمہ دیکھو۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو بیلائے ہیں) لے لیجئے جس کے

وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ

(لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کر دیں گے

یہاں چند باتیں قابل تحقیق ہیں۔ یہ کہ جب توبہ سے گناہ معاف ہو
گیا تو صدقہ کے ذریعہ سے پاک صاف کرنے کے کیا معنی جواب یہ ہے
کہ توبہ سے گناہ تو معاف ہو جاتا ہے لیکن کبھی اس کی ظلمت اور کدورت کا
اثر باقی رہ جاتا ہے اور اگرچہ اس پر مواخذہ نہیں لیکن اس سے آئندہ
دوسرے گناہوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے پس توبہ کے بعد نیک
اعمال سے عموماً اور صدقہ سے خصوصاً یہ ظلمت اور کدورت رفع ہو جاتی ہے

کیونکہ حدیث میں ہے۔ الصدقة تطفي غضب الرب (صدقہ خدا
تعالیٰ کے غصہ کو بجھا دیتا ہے) یہ کہ جب جہاد فرض کفایہ ہے تو جو لوگ کامی
سے نہ گئے ان کو گناہ کیوں ہو کیونکہ فرض کفایہ تو بعض کے بجالانے سے
سب کے اوپر سے اتر جاتا ہے جواب یہ ہے کہ جہاد فی نفسہ فرض کفایہ ہے
مگر جب آپ نے سب کو چلنے کا حکم فرمایا تو اب فرض عین ہو گیا تھا (جس
کا بجالانا ہر شخص کو ضروری ہوتا ہے) اسی طرح جب کوئی خلیفہ اسلام عام حکم
دے دے تو یہی حکم ہوگا ۱۲

إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ

اور ان کے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے موجب اطمینان (قلب) ہے

جس کے پاس صدقہ لایا جاوے خواہ امام ہو یا اور کوئی ہو اس کو مستحب
ہے کہ لانے والے کو دعاء دے مگر لفظ صلوة سے نہ ہو یعنی اسی طرح نہ
کہے۔ اللہم صل علی زید کیونکہ عرف میں یہ لفظ انبیاء کے لئے
مخصوص ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس طرح دعاء دینا منقول ہے
وہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہے اور اس وقت تک عرف میں یہ لفظ انبیاء
کے لئے مخصوص نہ ہوا تھا۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کے اعتراف کو (خوب سنتے ہیں اور انکی ندامت کو) خوب جانتے ہیں

اس لئے ان کے اخلاص کو دیکھ کر آپ کو یہ احکام دیئے گئے آگے نیک
اعمال کی ترغیب ہے اور گناہوں سے ڈراتے ہیں۔

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی

عَنْ عِبَادِهِ وَيَاخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ

صدقات کو قبول فرماتا ہے اور (کیا ان کو) یہ (خبر نہیں) کہ اللہ ہی توبہ قبول

اللَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

کرنے (کی صفت میں اور رحمت کرنے (کی صفت میں) کامل ہے

اس لئے ان کی توبہ قبول کی اور اپنی رحمت سے مال قبول کرنے اور ان
کے لئے دعا کرنے کا حکم فرمایا پس آئندہ بھی خطا و قصور ہو جانے پر توبہ کر لیا
کریں اور اگر توفیق ہو تو کچھ خیرات بھی کیا کریں آگے گناہوں سے
ڈرانے کا مضمون ہے۔

وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ

اور آپ کہہ دیجئے کہ (جو چاہو) عمل کئے جاؤ سوا بھی دیکھے لیتا ہے تمہارے

وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ

عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان

پس برے عمل پر دنیا ہی میں ذلت اور رسوائی ہو جاتی ہے ۱۲

وَسَتُرَدُّونَ اِلٰى عَلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور (پھر آخرت میں) ضرور تم کو ایسے (اللہ) کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا

پس برے عمل سے جیسا کہ جہاد میں پیچھے رہ جانا وغیرہ آئندہ کے لئے احتیاط رکھو یہ پہلی قسم کا بیان تھا آگے دوسری قسم کا ذکر ہے۔

وَاٰخِرُونَ مُرْجُونَ لَآ مِرَاللّٰهِ اِمَّا يَعَذِّبُهُمْ

اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا

وَاِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ

دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا

یعنی اگر توبہ اخلاص سے ہوئی تو قبول ہوگی ورنہ سزا دی جائے گی اور توبہ قبول کرنے والوں میں یہ دو احتمال قبول توبہ یا عذاب کے اس لئے ہیں کہ توبہ کبھی شرائط کے موافق نہیں ہوتی پس جن آیات میں ہر توبہ کے قبول ہونے کا ذکر ہے ان سے کوئی تعارض نہ رہا کیونکہ ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب وہ شرائط کے موافق ہو اس وقت ضرور قبول ہوگی۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۶﴾

اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے (اور) حکمت والا ہے

یعنی ان کے خلوص اور عدم خلوص کا حال جانتا ہے پس موافق حکمت کے خلوص کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور بغیر خلوص کے قبول نہیں کرتا اور اگر کبھی بلا توبہ کے معاف کرنے میں حکمت ہو تو ایسا بھی کر دیتا ہے پس اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ بدوں توبہ کے معافی نہیں ہوتی کیونکہ کبھی بلا توبہ کے معاف کر دینا بھی حکمت کے موافق ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضَرَارًا

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر

وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

پہنچاویں اور (اس میں) بیٹھ کر) کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں

رابطہ: اوپر بار بار منافقین کا ذکر ہوا ہے آگے ان کے ایک مسجد بنانے کا اور اس کے متعلق بعض باتوں کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ کے قریب قبا ایک محلہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے ہیں تو اول اسی محلہ میں قیام فرمایا تھا پھر شہر میں تشریف لائے تو آپ نے اس وقت جس جگہ پر قبا میں نماز پڑھی وہاں اس محلہ کے سچے مسلمانوں نے ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھا کرتے اس کا نام مسجد قبا مشہور ہے منافقین ایک شخص ابو عامر نامی سے میل رکھتے تھے جو اسلام کا سخت دشمن تھا باہم یہ صلاح ٹھہری کہ ایک مکان مسجد کے نام سے الگ بنایا جائے اس میں سب جمع ہو کر اسلام کو ضرر پہنچانے کے لئے مشورے کیا کریں اور سارے مجمع کا سردار ابو عامر ہو جب وہ مدینہ آیا کرتے تو اسی مکان میں ٹھہرا کرتے ابو عامر نے یہ بھی کہا تھا کہ میں ہر قل شاہ روم سے مل کر اسلام کے مقابلہ کے لئے لشکر لاؤں گا جس سے اسلام مٹ جاوے گا جب وہ مکان مسجد کی شکل پر تیار ہوا تو منافقین نے حضور سے درخواست کی کہ آپ وہاں چل کر نماز پڑھ لیجئے تو پھر وہاں جماعت ہونے لگے گی آپ نے الگ مسجد بنانے کی وجہ پوچھی کہنے لگے کہ ہماری نیت بالکل نیک ہے محض مسلمانوں کی آسائش کی غرض سے بنائی ہے اور کچھ مصلحتیں جھوٹ موٹ بیان کر دیں آپ نے حسن ظن کی بناء پر ان کو سچا سمجھا اور وعدہ کر لیا کہ تبوک سے واپس آ کر اس میں نماز پڑھوں گا اللہ تعالیٰ نے اگلی آیتوں میں آپ کو حقیقت حال کی اطلاع کر دی اور وہاں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا چنانچہ آپ نے صحابہ کو بھیج کر اس کو آگ لگوادی اور منہدم کرادیا کیونکہ وہ مسجد کی نیت سے نہ بنائی گئی تھی اور اس سے بہت مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ تھا اس مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہے ان آیات میں اس مسجد کا اور اس کے مقابلہ میں مسجد قبا کا جو کہ مسلمانوں کی مسجد ہے بیان ہے۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضَرَارًا

کیونکہ جب دوسری مسجد بنتی ہے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ اچھی نیت سے بنائی گئی ہے تو ضرور ہے کہ پہلی مسجد کا مجمع کچھ نہ کچھ منتشر ہو ہی جاتا ہے۔

سے مراد قبا کی مسجد ہے اس پر یہ شبہ ہوگا کہ پھر اس حدیث کے کیا معنی کہ دو صحابیوں کی اس میں گفتگو ہوئی (کہ یہ تعریف کس مسجد کی ہے ایک نے کہا مسجد قبا کی اور دوسرے نے کہا کہ مسجد نبوی کی) اس پر آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد میری یہ مسجد یعنی مسجد نبوی ہے جواب یہ ہے کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد قبا اس سے مراد نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ مسجد نبوی بھی مراد ہے اور مقصود اس جواب سے یہ ہے کہ مسجد قبا ہی کے ساتھ اس تعریف کو خاص کرنا صحیح نہیں کیونکہ جب صحابہ کے بنانے سے وہ مسجد قابل تعریف ہوگئی تو جس مسجد کے بانی خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے وہ ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہوگی (پس آیت کا شان نزول اگرچہ قبا کی مسجد ہے مگر دلالت النص سے مسجد نبوی بھی اس میں داخل ہے) ۱۲

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد خدا سے

وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ

ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

شَفَا جُرْفٍ هَارٍ فَأَنْهَارُ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ ط

کسی گھاٹی (یعنی غار) کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو ہے رکھی ہو پھر وہ

(عمارت) اس (بانی) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے

اغراض باطلہ کفریہ کو تاپائیداری میں اس عمارت سے تشبیہ دی گئی جو کسی غار کے کنارہ پر بنائی جاوے تو وہ کنارہ جب پانی سے کٹ کر گرے گا وہ عمارت گرے گی اور بنانے والا چونکہ اس میں رہتا تھا وہ بھی گرے گا اور چونکہ اس جگہ کنارہ سے خیالات کفریہ مراد ہیں جو جہنم میں لے جاتے ہیں اس لئے یہ فرمایا کہ وہ جہنم میں لے کر اس کو جا کر ۱۳

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۹

اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (دین کی) سمجھ ہی نہیں دیتا

کہ مکان تو بنایا مسجد کے نام سے جو کہ شعار اسلام ہے اور اس میں اغراض کیسی فاسد پیدا کر لیں۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي

ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے

وَارِصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا

مِنْ قَبْلُ ط

ورسول کا مخالف ہے

مراد ابو عامر راہب ہے

وَلْيَحْلِفَنَّ أَنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ط

اور (پوچھو تو) قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں

جیسا کہ ایک دفعہ پہلے بھی پوچھنے پر قسمیں کھا چکے ہیں اور بھلائی سے مراد آسائش اور گنجائش ہے کہ دو مسجدیں بن جانے سے مسلمانوں کو آسانی ہو جائے گی۔

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝۲۰ لَا

اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں آپ اس میں کبھی (نماز کیلئے)

تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ط

کھڑے نہ ہوں

کیونکہ واقع میں وہ مسجد ہی نہیں بلکہ اسلام کو مضر ہے

لَسَجِدُ اسَّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ

البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قبا ہے) وہ

يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ط

(واقعی) اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں

چنانچہ کبھی کبھی آپ وہاں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے ۱۴

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ط

اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝۲۱

اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے

جب یہ آیہ نازل ہوئی تو آپ نے مسجد قبا والوں سے پوچھا کہ تم کیا

پاکی کرتے ہو جس پر تمہاری تعریف کی گئی انہوں نے کہا کہ ہم استنجاء ڈھیلے

سے کر کے پانی بھی لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی بات ہے اس حدیث

سے اور نیز قرینہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اسس علی التقویٰ

قُلُوبِهِمْ

دلوں میں (کانٹا سا) کھنکھاتی رہے گی

کیونکہ جس غرض سے بنائی تھی وہ پوری نہ ہوئی اور قلعی کھل گئی سوا لگ اور پھر اوپر سے منہدم کر دی گئی غرض کوئی ارمان نہ نکلا اس لئے ساری عمر اس کا افسوس اور ارمان باقی رہے گا۔

إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ط

ہاں مگر ان کے (وہ) دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر

وہ ارمان بھی اس وقت ختم ہو جاوے گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ موت کے بعد راحت ہو جاوے گی بلکہ محاورات میں ایسے کلام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ حسرت ہی رہے گی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصل میں جس چیز کا نام دل ہے (روح) اس کو موت نہیں آتی تو مطلب یہ ہوا کہ نہ ان کے دل فنا ہوں گے نہ یہ ارمان ختم ہوگا ۱۲

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۰

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

ان کی حالت کو جانتے ہیں اور اسی کے مناسب سزا دیں گے۔

مسئلہ: اس قصہ سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ جو مسجد فخر و ریا کے واسطے بنائی جائے وہ مسجد ہی نہیں مجھ کو اس میں کلام ہے کیونکہ منافقین نے تو مسجد بنانے کی نیت ہی نہ کی تھی اس لئے ان کے اعتقاد میں مسجد بنانا ثواب کا کام نہیں تھا۔ بخلاف اس صورت کے کہ ایک مسلمان مسجد بنائے اور اس میں نیت فاسد ہو کیونکہ وہ اپنے اعتقاد میں اس کو ثواب کا کام سمجھتا ہے پس نیت کی خرابی کو عقیدہ کی خرابی پر قیاس کرنا صحیح نہیں اس لئے وہ ظاہری احکام میں مسجد ہے گو عند اللہ مقبول نہ ہو۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس

أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ط

بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی (اور خدا کے ہاتھ مال

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ

و جان کے بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل

وَيُقْتَلُونَ قَف

کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں

رابطہ: اوپر جہاد سے پیچھے رہنے والوں کی مذمت بھی آگے مجاہدین کی فضیلت ہے پھر ان میں سے جو لوگ کامل ہیں جن میں جہاد کے سوا دوسرے اوصاف بھی پائے جاتے ہیں ان کی تعریف ہے ان اللہ اشترى تا بشر المومنین جان بیچنے سے مراد جہاد کرنا ہے خواہ اس میں قاتل ہونے کی نوبت آئے یا مقتول ہونے کی پس یہ شبہ جاتا رہا کہ جان تو مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے پھر جان دینے کا کیا مطلب جواب ظاہر ہے کہ جان دینے سے مراد لڑائی کرنا ہے۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ

اس پر (جنت کا) سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی)

وَالْقُرْآنِ ط وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنْ

اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا

اللَّهُ فَاسْتَبَشِرُوا ببيعكم الذي

کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے)

بَايَعْتُمْ بِهِ ط

معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ

کیونکہ اس پر تم کو حسب وعدہ جنت ملے گی۔

وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۱

اور یہ بڑی کامیابی ہے

تو ضرور تم کو یہ سودا کرنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ یہ مجاہدین ایسے ہیں کہ دوسرے کمال کے ساتھ بھی موصوف ہیں ۱۲

الْتَّائِبُونَ الْعِبَادُونَ الْحَمِيدُونَ

وہ ایسے ہیں جو (گناہوں سے) توبہ کرنے والے ہیں (اور اللہ کی) عبادت

السَّائِحُونَ الرَّكَعُونَ السَّجِدُونَ

کرنے والے (اور) حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے

الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ

والے (ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور) نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری

الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ط

باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا (یعنی احکام کا) خیال رکھنے والے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۳﴾

ہیں اور ایسے مؤمنین کو (جن میں جہاد اور یہ صفات ہوں) آپ خوشخبری سنا دیجئے

کہ ان سے جنت کا وعدہ ہے اور ان اوصاف کے بڑھانے کا یہ مطلب نہیں کہ بدوں ان صفات کے جہاد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ بہت سی نصوص میں صرف جہاد پر بھی بشارتیں ہیں البتہ ایمان کی شرط ضروری ہے مطلب یہ ہے کہ ان سب اوصاف کے جمع ہو جانے سے ثواب اور فضیلت بڑھ جاتی ہے پس نرے جہاد پر نہ بیٹھ جاویں بلکہ ان عبادات کو بھی ہمیشہ بجا لاویں اور مشہور ہے کہ انجیل میں جہاد کا حکم نہیں ہے پھر انجیل میں اس وعدے کے ہونے کا کیا معنی سو ممکن ہے کہ اس میں امت محمدیہ کا ذکر ہو کہ وہ جہاد کریں گے اور ان سے یہ وعدہ ہے یا مطلق جان و مال خرچ کرنے کا ثواب مذکور ہو جس میں جہاد بھی داخل ہے اور اگر اب اس میں یہ مضامین نہ ہوں تو شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ پہلی کتابیں اصلی کم ہو گئی ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ

يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ

شریکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ

قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ

رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے

أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۴﴾

بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں

رابطہ: اس سورت کے زیادہ حصہ میں کفار سے بیزاری ظاہر کی گئی ہے چنانچہ شروع میں براءت کا اعلان ہے پھر جہاد کا حکم ہے یہ سب معاملات تو زندگی کے متعلق تھے آگے اس بیزاری کی تاکید کے لئے کفار کے واسطے استغفار کرنے کی ممانعت ہے جس کا تعلق مابعد موت سے ہے کہ اس میں غیر ضروری تعلقات کا بالکل ہی قطع ہے اور وجہ اس ممانعت کی یہ ہوئی کہ ابوطالب کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھ کو ممانعت نہ ہوگی ان کے لئے استغفار کروں گا اس پر مسلمانوں نے بھی اپنے مشرک

مردوں کے لئے استغفار شروع کیا تو آیت ماکان للنبی الح میں اس کی ممانعت آئی بعض کو شبہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا اس کا جواب وماکان استغفار ابراہیم الخ میں نازل ہوا ماکان للنبی تاواہ حلیم۔

اس وجہ سے کہ وہ کافر ہو کر مرے ہیں اور اگر ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے یہ شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے باپ کے لئے دعاء مغفرت کی تھی تو اس کا جواب بھی سن لو (ترجمہ)

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهٖمَ

اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے

لَا يَبۡهٖ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ ؕ

سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ

ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے (یعنی کافر ہو کر مرا) تو وہ اس سے محض بے

تَبَرَّأَ مِنْهُ ط

تعلق ہو گئے

خلاصہ یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار اس کی زندگی میں کیا تھا اور اس وقت تک اس کا دوزخی ہونا ظاہر نہ ہوا تھا اور زندگی میں کافر کے لئے دعائے مغفرت کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اس کو ہدایت کی توفیق ہو جائے کیونکہ توفیق ہدایت کے لئے مغفرت لازم ہے غرض کہ ان کا استغفار جائز تو اس لئے تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر نہ ہوا تھا اور استغفار کیا اس لئے کہ اس سے وعدہ کر لیا تھا اگر وعدہ نہ کیا ہوتا تو باوجود جائز ہونے کے پھر بھی نہ کرتے اور جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ کافر مرا ہے پھر بالکل استغفار نہیں کیا بخلاف تمہارے کہ تم مشرکین کے مرنے کے بعد استغفار کر رہے ہو جن کا کفر کی حالت پر مرنا مشاہدہ سے معلوم ہو چکا ہے اور احکام شرعیہ میں ایسا مشاہدہ کافی ہے پھر تم اپنے استغفار کو ان کے استغفار پر کیسے قیاس کر سکتے ہو رہا یہ سوال کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کیوں کر لیا تھا اس کی وجہ آگے بتلاتے ہیں۔

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ لَا وَاۡهٗ حَلِيۡمٌ ﴿۱۱۵﴾

واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے

کہ باوجودیکہ آپ نے ان کو کیسی کیسی سخت باتیں کہیں مگر تحمل سے کام لیا اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ شفقت کے جوش میں استغفار کا وعدہ کر لیا اور

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا، کہ ہم کسی (قوم) کو رسول بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کرتے پس یہ حکم مسلمانوں ہی کے لئے خاص نہیں۔

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۱۵

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

تو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بدوں ہمارے بتلائے ایسے احکام کو کوئی نہیں جان سکتا اس لئے ان افعال سے نقصان بھی نہیں پہنچاتے۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝

اور بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا ہے

يُحْيِي وَيُمِيتُ ۝

اور مارتا ہے

یعنی قدرت اور حکومت ہر طرح کی اسی کے لئے خاص ہے اس لئے جو چاہے حکم دے سکتا ہے اور جس نقصان سے چاہے بچا سکتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ

اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے

وَلَا نَصِيرٌ ۝۱۱۶

نہ مددگار

بلکہ وہی یار و مددگار ہے اس لئے ممانعت سے پہلے وہ تم کو نقصان سے بچاتا ہے اور اگر تم نے ممانعت کے بعد اطاعت نہ کی تو کوئی اور بچانے والا نہیں خوب سمجھ لو رابطہ اوپر بہت سی آیتیں قصہ تبوک کے متعلق تھیں آگے بھی اسی قصہ کے متعلق غزوہ میں شریک ہونے والوں کی اور شریک نہ ہونے والوں میں سچ بولنے والوں اور توبہ کرنے والوں کی مدح اور ان کا مقبول ہونا بیان فرماتے ہیں اور اخرون مرجون لامر اللہ الخ میں جن تین حضرات کا معاملہ حکم ثانی تک ملتوی کیا گیا تھا اس آیت میں ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور وہ تین بزرگ تھے کعب بن مالک، مرارة بن الربيع، ہلال بن امیہ ان کا قصہ بخاری میں آیا ہے کہ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اللہ کا جو حکم تمہارے بارے میں ہوگا کیا جاوے گا اور آپ نے ان کے ساتھ کلام کرنے سے مسلمانوں کو منع فرمادیا اور اسی حالت میں ان پر پچاس دن گزر گئے حتیٰ کہ غایت پریشانی سے تمام عالم ان کی نظروں میں تنگ و تاریک نظر آنے لگا۔ آخر یہ آیت نازل ہوئی مفصل قصہ حدیث میں ہے۔ اور بڑی وقعت اور اثر کا قصہ ہے۔ لقد تاب اللہ تا هو التواب الرحیم

جب تک نفع کا احتمال رہا اس وعدہ کو پورا کیا جب ناامیدی ہوگئی ہار کر چھوڑ دیا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا آئی ہے۔ واغفر لابی (کہ میرے باپ کی مغفرت کر دیجئے) اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو ہدایت کر دیجئے اور ایک آیت میں ہے ولو الدی یوم یقوم الحساب (کہ قیامت کے دن میرے والدین کو بخش دیجئے) اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ان کو ہدایت کر دیجئے تاکہ قیامت میں بخشے جاویں اور بخاری کی حدیث میں جو آیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت میں حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت میں مجھ کو رسوا نہ کیا جائے گا اور اس سے زیادہ کیا رسوائی ہے کہ میرا باپ جہنمی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت آپ اس کی مغفرت چاہیں گے بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ کسی طرح مجھ کو رسوائی سے بچائیے کیونکہ اس میں بھی ایک گونہ رسوائی ہے کہ میرا باپ اس حالت میں ہو اور حق تعالیٰ کے جواب کا یہ حاصل ہوگا کہ رسوائی سے بچانے کا یہ طریقہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس کی مغفرت کر دی جائے ہم دوسری صورت تجویز کرتے ہیں کہ اس کی صورت مسخ کئے دیتے ہیں تاکہ کوئی اس کو پہچانے نہیں اور تم کو شرمندگی نہ ہو چنانچہ اس کو بجو کی شکل میں مسخ کر دیا جائے گا۔ رابطہ اوپر مشرکین کے لئے استغفار کرنے کو ناجائز فرمایا تھا چونکہ ناجائز افعال کا خاصہ یہ ہے کہ ان کے کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور بار بار کرنے سے وہ سیاہی بڑھ جاتی ہے اس لئے مسلمانوں کو وہم ہو سکتا تھا کہ اس ناجائز استغفار سے کہیں یہ ضرر ہم کو نہ پہنچا ہو اس کے متعلق آگے تسلی فرماتے ہیں کہ یہ اثر کسی فعل سے اس وقت ہوتا ہے جبکہ ممانعت کے بعد اس کو کیا جائے کیونکہ ممانعت کے بعد ہی وہ ناجائز ہوتا ہے۔ اس سے پہلے جائز رہتا ہے تو یہ ضرر بھی اس سے نہیں ہوتا اور تسلی کے بعد تاکید کے لئے اپنی صفات کمال بیان فرماتے ہیں۔ وما کان اللہ تا ولا نصیر

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کے پیچھے گمراہ کر دے جب تک

هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ ۝

کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں

تو جب ہم نے تم کو ہدایت کی اور اس سے پہلے مشرکین کے لئے استغفار کا ناجائز ہونا بتلایا تھا تو اس کے کرنے سے تم کو یہ سزا نہیں دی جاوے گی کہ تم میں گمراہی کا ارادہ پیدا کر دیا جائے اور کفار کو جو ہدایت سے پہلے گمراہی ہوتی ہے وہ بھی حق واضح کر دینے کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حال پر توجہ فرمائی کہ آپ کو نبوت اور امامت جہاد اور تمام خوبیاں عطا فرمائیں۔

وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی

توجہ فرمائی کہ ان کو ایسی مشقت کے جہاد میں مستقیم رکھا ۱۲

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا

تنگی اور مصیبت کا وقت اس لئے فرمایا کہ وہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور سفر دراز تھا اور مقابلہ قواعد ان لشکر سے تھا سواری کی بھی بہت کمی تھی کھانے پینے کا سامان رسد بھی اس درجہ کم تھا کہ بعض دفعہ ایک چھواری کو آگے پیچھے کئی کئی آدمی چوستے تھے سواری کے اونٹ ذبح کرنے پڑے ان کی آلائش کو نچوڑ کر پینا پڑا اور اس مقام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تبرکاً ہے نیز صحابہ کا جی خوش کرنے کے لئے کہ وہ یہ سمجھ کر خوش ہوں کہ ہم بھی اس خاص عنایت سے محروم نہ رہیں گے جو آپ کی مقدس ذات کے ساتھ ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ

بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا کہ جہاد میں جانے سے ہمت ہارنے کو تھے۔

فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ

پھر اللہ نے ان (گروہ) کے حال پر توجہ فرمائی

کہ ان کو سنبھال لیا اور آخر ساتھ ہو ہی لئے۔

إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے

کہ اپنی مہربانی سے ہر ایک کے حال پر کس کس طرح توجہ فرمائی۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ

اور ان شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ

إِذَا ضَاقتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی

وَضَاقتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ

کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا

لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ

کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف

عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ط

رجوع کیا جاوے (اس وقت وہ خاص توجہ کے قابل ہوئے) پھر ان کے حال پر (بھی خاص) توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی (اللہ کی طرف) رجوع رہا کریں

(۱) اور مصیبت و معصیت کے موقع پر اس طرح توبہ کیا کریں

مسئلہ: کسی شخص کو خلاف شرع کام کرنے پر یہ سزا دینا کہ اس سے سلام و کلام ترک کر دیا جائے جائز ہے اور حدیث میں جو ممانعت آئی ہے کہ تین دن سے زیادہ بات چیت بند نہ کرے اس سے مراد وہ صورت ہے جس کا سبب کوئی دنیوی رنج ہو واللہ اعلم رابطہ: اوپر مجاہدین اور توبہ کرنے والوں کی مدح اور مقبولیت مذکور تھی چونکہ یہ مقبولیت تقویٰ اور صدق و اخلاص کی بدولت ہے اس لئے آگے عام مسلمانوں کو بھی اس کا حکم فرماتے ہیں یا ایہا الذین امنوا تا مع الصدقین

إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ع

بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں)

مَعَ الصَّادِقِينَ ع

سچوں کے ساتھ رہو

یعنی جو لوگ نیت اور بات کے سچے ہیں ان کی راہ پر چلو کہ تم بھی سچائی اختیار کرو رابطہ: اوپر جہاد سے پیچھے رہنے والوں پر ملامت اور مجاہدین کی فضیلت الگ الگ مذکور تھی آگے دونوں کو ملا کر بیان فرماتے ہیں تاکہ جہاد سے پیچھے رہنے کی برائی پر استدلال ہو جاوے۔ ماکان تا ماکانوا یعملون

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ

مدینے کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش (رہتے ہیں)

مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ

ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں

اللَّهُ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ط

اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں

کہ آپ تو تکلیف سہیں اور یہ آرام میں بیٹھے رہیں بلکہ آپ کے ہمراہ جانا ضروری تھا۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

(اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے

وَلَا مَخْصَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْئُونَ

کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی

مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ

اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو

عَدْوٍ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ط

کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا

یعنی مجاہدین کو ساتھ جانے میں علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کے بات بات پر ثواب حاصل ہوا ہے حالانکہ ان میں بعض امور ایسے بھی ہیں جو اختیار سے باہر ہیں مگر یہ مقبولیت اور محبوبیت کا مقتضا ہے کہ غیر اختیاری امور بھی اختیاری اعمال کی طرح موجب ثواب قرار دیئے گئے آگے فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا ۱۲

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۱۳

یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے

مخلصین کی قید اس لئے بڑھائی کہ اخلاص کے بدوں تو ثواب ملتا ہی نہیں۔

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً

اور (نیز) جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے

وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًّا إِلَّا كُتِبَ لَهُم

میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام

لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا

(نیکوں میں) لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا

يَعْمَلُونَ ۱۴

اچھے سے اچھا بدلہ دے

کیونکہ جب ثواب لکھا گیا تو بدلہ ملے گا ربط : اوپر جو پیچھے رہنے والوں کے بارہ میں ملامت کے مضامین نازل ہوئے ہیں اس سے آئندہ کے لئے شبہ ہو سکتا تھا کہ ہمیشہ سب کے ذمہ جہاد میں جانا ضروری ہوگا اس لئے آگے بتلاتے ہیں کہ ہمیشہ ہر شخص کا جانا ضروری نہیں اور تبوک میں جو سب حاضرین کے ذمہ جانا فرض تھا اس کی وجہ اوپر گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو حکم عام دیا تھا پس دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ جہاد فی نفسہ تو فرض کفایہ ہے مگر امام کے حکم سے ہر مخاطب پر فرض عین ہو جائے گا (جن کو وہ حکم کر دے) وما كان تا يعتذرون

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ط

اور (ہمیشہ کیلئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے)

سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں

کہ اس میں بھی بعض اوقات مسلمانوں کا ضرر ہے

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

سوا یا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک

چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے

اور کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں۔

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں ہوں تو آپ سے اور آپ کے پیچھے شہر کے دوسرے علماء سے دین کے احکام معلوم کریں کیونکہ دینی تعلیم زیادہ تر شہر میں مقیم رہ کر ہی ہو سکتی ہے۔

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ

تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو

جو کہ جہاد میں گئے ہوئے ہیں

إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ

جبکہ وہ ان کے پاس آویں ڈراویں

یعنی دین کی باتیں سنا کر ان کو خدا کی نافرمانی سے ڈراویں

لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۱﴾

تاکہ وہ ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے احتیاط رکھیں

باقی ماندہ لوگوں کے رہ جانے میں جو مصلحتیں ہیں ان میں سے ایک بڑی مصلحت کو جو کہ دینی مصلحت ہے بیان فرمادیا اور اس کے علاوہ دنیا کی بھی مصلحتیں ہیں جو بوجہ ظاہر ہونے کے محتاج ذکر نہ تھیں مثلاً سب کے چلے جانے میں خود دار الاسلام کا قبضہ سے نکل جانا بعید نہیں۔ ربط: اوپر چند آیتوں میں جہاد کی ترغیب تھی آگے اس کی ترتیب بیان فرماتے ہیں کہ پہلے کن لوگوں پر جہاد کرنا چاہیے یا یہاں الذین آمنوا تامل مع المتقین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ

اے ایمان والو ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس

يَكُونُكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا

(رہتے ہیں) اور ان کو تمہارے

فِيكُمْ غِلْظَةً ط

اندرونی پانا چاہئے

یعنی جہاد کے وقت بھی مضبوط رہنا چاہئے اور ویسے بھی جس وقت صلح نہ ہو ان سے ڈھیلا پن نہ برتنا چاہئے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۲﴾

اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (کی امداد) متقی لوگوں کے ساتھ ہے

پس ان سے ڈرو یا دہومت اور حاصل اس ترتیب کا ظاہر ہے کہ اول پاس والوں سے نبھنا چاہئے پھر باقی لوگوں میں جو سب سے پاس کے ہوں اسی طرح تمام کفار سے قرب و بعد کا لحاظ کر کے لڑنا چاہئے اور اس ترتیب کے خلاف کرنے میں جو مفاسد ہیں ظاہر ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غزوات با اختیار خود کئے اور صحابہ نے بھی سب میں اسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا۔ ربط: اوپر بہت سی آیتوں میں منافقین کی شرارتیں مذکور ہوئی ہیں مجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں سے تمسخر اور تفر کرتے تھے

آگے اس کا بیان ہے مع جواب و عتاب کے و اذا ما انزلت تا لا يفقهون

وَإِذَا مَا أَنْزَلْتُ سُورَةً فَمِنْهُمْ

پس ان سے ڈرو یا دہومت (اور جب کوئی سورۃ (جدید) نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین (غریبوں)

مَنْ يَقُولُ أَيْكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ آيَمَانًا ؕ

مسلمین سے بطور تمسخر کہتے ہیں کہ (کہو) اس سورۃ نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی

آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم جواب چاہتے ہو (آگے ترجمہ دیکھو) ۱۲

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَأَدَتْهُمْ آيَمَانًا

سو (سنو) جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے (تو) ایمان میں ترقی

وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۳﴾

دی ہے اور وہ (اس ترقی کے ادراک سے) خوش ہو رہے ہیں

مگر چونکہ وہ خوشی امر قلبی ہے اور تم کو نصیب نہیں اس لئے تم کو اس کا ادراک بھی نہیں اور بے سمجھے ہی تمسخر کر رہے ہو۔

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

اور جن کے دلوں میں (نفاق) کا آزار ہے اس سورت نے

فَرَأَدَتْهُمْ رَجَسًا إِلَىٰ رَجْسِهِمْ

ان میں ان کو (پہلے) گندگی کے ساتھ اور (نئی) گندگی بڑھا دی

کیونکہ پہلے قرآن کے جتنے حصہ کا انکار کیا تھا اب اس نئی سورت کا انکار اس پر زیادہ ہو گیا۔

وَمَا تَوْأَمَهُمْ كُفْرُونَ ﴿۱۲۴﴾

اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے

یعنی جو ان میں مر چکے ہیں وہ کافر مرے اور جو اسی نفاق پر جمے رہیں گے وہ کافر مریں گے خلاصہ جواب کا یہ ہوا کہ قرآن میں ایمان کو ترقی دینے کی بیشک خاصیت ہے لیکن دل میں قابلیت بھی تو ہو اور اگر کسی میں پہلے سے خباثت پختہ ہو چکی ہے تو اس کی خباثت اور مستحکم ہو جائے گی۔

در باغ لاله روید و در شوره بوم خس ۱۲

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ

اور کیا ان کو نہیں دکھائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک

عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ

بار بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں

اس سے کوئی خاص عدد مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کبھی ایک بار کبھی متعدد دفعہ ایسا ہو جاتا ہے اور ان آفتوں سے یا تو عام حوادث مراد ہیں جن سے متنبہ ہو کر عقل مند آدمی اپنی اصلاح کر لیتا ہے یا خاص وہ واقعات مراد ہیں جو ان کے نفاق کی وجہ سے پیش آتے تھے مثلاً کبھی ان کی منافقانہ باتیں کھل گئیں اس پریشانی اور باز پرس کے اندیشہ میں مبتلا ہو گئے کبھی ان کے دوست کفار مغلوب ہو گئے کہ ان سے عبرت پکڑنا خصوصیت کے ساتھ ضروری تھا۔

ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۲۶﴾

(مگر) پھر بھی (اپنی حرکات شنیعہ سے) باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں (جس سے باز آنے کی آئندہ امید ہو)

غرض کہ ان حوادث سے عبرت حاصل کر کے ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے یہ تو ان کے تمسخر کا بیان ہوا جو اپنی مجلسوں میں کرتے تھے آگے قرآن سے نفرت کرنے کا بیان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ان سے ظاہر ہوتی تھی۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ

اور جب کوئی سورۃ (جدید) نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے

إِلَىٰ بَعْضٍ ط

ہیں (اور اشارہ سے باتیں کرتے ہیں) کہ تم کو کوئی (مسلمان) دیکھتا تو نہیں کہ ہم کو اٹھتا ہوا دیکھ کر حضور سے جا لگائے۔

هَلْ يَرِيكُمْ مِّنْ أَحَدٍ

پھر چل دیتے ہیں

یعنی اشارے ہی اشاروں میں باتیں کر کے چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔

ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهِ قُلُوبَهُمْ

(یہ لوگ مجلس نبوی سے کیا پھرے) خدا تعالیٰ نے ان کا دل (ہی ایمان سے) پھیر دیا

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ

ہاں وجہ سے کہ وہ شخص بے سمجھ لوگ ہیں (کہ اپنے نفع سے بھاگتے ہیں) (اے

جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ

(لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں

رابطہ: چونکہ یہ سورت قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اس لئے اس کے ختم پر حجت قائم کرنے اور دعوت تمام کرنے کے لئے آپ کی رسالت اور بعض خاص کمالات کا واضح طور پر بیان کر دینا مناسب ہوا اور نہ ماننے کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل اور توحید کو ظاہر کر کے آپ کی قوت کا بتلانا بہت ہی عمدہ ہوا بالخصوص اس سورۃ کے ساتھ یہ مضمون اس وجہ سے زیادہ چسپاں ہے کہ اس میں کفار سے براءت اور بیزاری ظاہر کر کے بھی حجت تمام کر دی گئی ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ تَارِبُ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ کہ تم کو نفع حاصل کرنا آسان ہو

عَزِيزٌ عَلَيْهِ

جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے

یہ چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے

مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ

جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے

رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾

بالخصوص ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں

ایسے رسول سے نفع نہ حاصل کرنا بڑی محرومی ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۚ لَا

پھر اگر (اس پر بھی) یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے (میرا کیا نقصان ہے) کہ میرے

إِلَهَ إِلَّا هُوَ

لئے (تو اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر) کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں

جب معبود ہونے کی صفت اس کے لئے خاص ہے تو لامحالہ سارے کمالات علم و قدرت وغیرہ اس میں بے مثل ہوں گے پھر مجھے کسی کی مخالفت سے کیا اندیشہ

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾

بھاری عرش کا مالک ہے

عرش کا بڑا ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو گھ

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ

کیا ان (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی

جو کہ ان کے مثل بشر ہے مشرکین کی یہ بھی ایک جہالت تھی کہ بلا دلیل نبوت اور بشریت منافاة سمجھتے تھے کہ نبوت بشر کے لئے نہیں ہو سکتی ۱۲

اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ وَيَشِيرَ الَّذِينَ اٰمَنُوا اَنْ

کہ ان سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرائیے اور جو ایمان لے

لَهُمْ قَدْ اَمَّ صَدَقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط

آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کو رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا

یعنی اگر ایسا مضمون کسی بشر پر وحی کے ذریعہ سے نازل ہو جائے تو کوئی تعجب کی وجہ نہیں رہے گا: اور قرآن و رسالت کا ذکر تھا آگے تو حید کا اس کے بعد معاد کا ذکر ہے پھر تو حید کی طرف رجوع ہے اس کے بعد معاد کا دوبارہ ذکر ہے ان ربکم اللہ تا الحمد للہ رب العلمین

قَالَ الْكَافِرُونَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۲

کافر کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے بلاشبہ تمہارا

اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

رب (حقیقی) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز (کی

وَالْاَرْضِ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی

مقدار) میں پیدا کر دیا (پس اعلیٰ درجہ کا قادر ہے) پھر عرش (یعنی تخت

الْعَرْشِ

شاہی) پر قائم ہوا

یعنی آسمان و زمین میں احکام جاری کرنے لگا پس وہ خالق بھی ہے حاکم بھی ہے حکیم بھی ہے ۱۲

یٰۤاَبْرٰہِیْمُ اٰمُرْ مَّامِنْ شَفِیْعِ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (اس کے سامنے) کوئی سفارش کرنے والا (سفارش)

اِذْنِهٖ ط ذٰلِکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ فَاَعْبُدُوْهُ ط اَفَلَا

نہیں (کر سکتا) بدوں اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اس کی

زیادہ بڑا ہے اور وہ آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ میں موجود ہے تو وہ آسمان کتنا بڑا ہوا پھر یہ آسمان دوسرے آسمان کے اندر ہے وہ کتنا بڑا ہوگا پھر تیسرا کس قدر بڑا ہوگا علیٰ ہذا القیاس پھر ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑے ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جاویں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اہل رصد جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں زمین سے اس کی اندرونی سطح تک دس کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا فاصلہ بتاتے ہیں اور اوپر کی سطح تک کا فاصلہ ان کو معلوم نہیں اور نہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ فلک الافلاک سے اوپر کچھ نہیں اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کچھ نہیں پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہوگا اس کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے واللہ اعلم غرض جو خدا عرش کا مالک ہے وہ دوسری چیزوں کا بدرجہ اولیٰ مالک ہوگا پس اس پر بھروسہ کرنے کے بعد مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں البتہ تم اپنی فکر کر لو کہ حق کا انکار کر کے کہاں رہو گے۔

رابطہ: اس تمام تر سورت کا حاصل چند مضامین ہیں اول اثبات توحید ثانی اثبات رسالت تیسرے اثبات قرآن چوتھے اثبات معاد پانچویں بعض قصوں سے دھمکی اور ان کے ضمن میں ابطال شرک اور رسالت کے متعلق بعض شبہات کا جواب اور قرآن کی تمکذیب کا رد اور جزاء فناء عالم کا بیان اور بعض شبہات متعلق عذاب آخرت کا جواب اور آپ کی تسلی اور ان سب مضامین میں کفار کے ساتھ مباحثہ ہے اور پہلی سورت میں ان سے گفتگو تھی مگر وہاں تلوار سے تھی یہاں زبانی ہے نیز وہاں سب کفار کے ساتھ کلام تھا اور اس میں صرف مشرکین کے ساتھ پس باہم دونوں سورتوں میں بھی اور اس کے سورۃ کے اجزاء میں بھی تناسب معلوم ہو گیا۔ الر تا سحر مبین

(۱۰) سُوْرَةُ يُّوْنُسَ مَكِّيَّةٌ (۵۱)

کلمات ۱۸۶۱ احوفا ۷۷۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّحِیْمُ ۝ اٰیٰتِ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۝

الر یہ پر حکمت کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں

جو بوجہ حق ہونے کے قابل جاننے اور ماننے کے ہیں اور چونکہ جن پر اس کا نزول ہوا ہے ان کی نبوت کا کفار انکار کرتے ہیں اس لئے آگے جواب دیتے ہیں۔

اس لئے مناسب یہ ہے کہ برسوں کی گنتی کا بیان آفتاب کے متعلق کہا جاوے اور اس سے چھوٹے حساب کو قمر کے متعلق کہا جاوے اور اسی واسطے عدد السنین کے بعد لفظ حساب بڑھایا گیا ۱۲

مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ

اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں یہ دلائل ان لوگوں کو صاف

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۵ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ

صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ

دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان

وَالْأَرْضِ لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۶ إِنَّ

سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو (خدا کا) ڈر

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا

مانتے ہیں جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی

بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ

پر راضی ہو گئے ہیں (آخرت کی طلب اصلاً نہیں کرتے) اور اس میں جی لگا

هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غُفْلُونَ ۷ أُولَٰئِكَ مَاؤُهُم

بیٹھتے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل

النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۸ إِنَّ

ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے (اور) یقیناً جو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ

لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے

رَبَّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۹ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ

مومن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا ان کے

الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۱۰ دَعْوُهُمْ

(مسکن کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں ان کے منہ

تَذَكَّرُونَ ۱۱ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

عبادت کرو اور شرک مت کرو (کیا تم) ان دلائل سننے کے بعد (پھر بھی نہیں سمجھتے۔ تم سب

وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہی پہلی بار بھی

يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت) کو پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان

الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ

لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ (پوری پوری جزا دے

اور اس میں ذرا کمی نہ کرے بلکہ بہت کچھ زیادہ دے دے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو

أَلِيمٌ ۱۲ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۱۳ هُوَ الَّذِي

ملے گا اور دوزخ کا عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے وہ اللہ ایسا ہے جس نے

جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ

آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اس (کی چال) کے

مَنَازِلَ

لئے منزلیں مقرر کیں

کہ ہر روز ایک منزل قطع کرتا ہے اور منزل سے مراد وہ مسافت ہے جس کو کوئی ستارہ شب و روز میں قطع کر لے اس معنی کے اعتبار سے آفتاب کے لئے بھی منزلیں ہیں لیکن چونکہ چاند کی چال بہ نسبت سورج کے تیز ہے اور اس کا منازل کو طے کرنا ہر ایک کو محسوس ہوتا ہے اس لئے اسی کے واسطے منزلیں خاص طور سے بیان کی گئیں اور اس اعتبار سے چاند کی منزلیں اسیس یا تیس ہوئیں مگر چونکہ اٹھائیس رات سے زیادہ نظر نہیں آتا اس لئے مشہور ۲۸ منزلیں ہیں۔

لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ

تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو

ہر چند کہ آفتاب اور چاند دونوں سے برسوں کی گنتی اور ہر قسم کے حساب کا کام چلتا ہے لیکن چونکہ آفتاب کا دورہ ایک سال میں ختم ہوتا ہے

بعض دفعہ ہم تو اس کے خلاف پاتے ہیں کہ شر جلدی واقع ہو جاتا ہے اور خیر کے لئے دعائیں کرتے ہیں اس کا ظہور بہت دیر میں ہوتا ہے۔

لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ط

تو ان کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پور ہو چکا ہوتا

لیکن ہماری حکمت اس کو مقضی نہیں ہے چنانچہ حکمت کا بیان آگے آتا ہے۔

فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَارِ

سو (اس سے) ان لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال

طُعْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

پر (بلا عذاب چند روز) چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں

اور زیادہ عذاب کے مستحق ہو جائیں یہی حکمت ہے جلدی عذاب نہ آنے میں (مگر یہ حکمت بد بختوں کے واسطے ہے ورنہ جلدی عذاب نہ آنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ اگر اب نہیں سمجھے تو شاید آئندہ سمجھ جاویں چنانچہ جن کی قسمت میں تھا وہ بعد میں ایمان لے آئے یہ حکمت سعادت مندوں کے لئے ہے۔

رابطہ: اوپر تو حید کا ذکر ہوا ہے آگے ایک خاص طور پر شرک کا ابطال فرماتے ہیں وہ یہ کہ مصیبت میں خود مشرکین بھی خدا کے سوا سب کو چھوڑ بیٹھتے ہیں پس جس طرح کہ واقع میں شرک باطل ہے ان عقیدہ والوں کے طرز عمل سے بھی وہ لچر ثابت ہوتا ہے۔ وَاذْأَمَسَ الْإِنْسَانُ أَنْ يَعْمَلُونَ

وَإِذْ أَمَسَ الْإِنْسَانُ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیکن بھی بیٹھے

أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ

بھی کھڑے بھی پھر ہم جب اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی

ضُرَّهُ مَرَّكَانٌ لَّمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ ط

پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کے

كَذَلِكَ زَيْنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا

لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) ان کو اسی

يَعْمَلُونَ ۝

طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں

فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ

سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ

یعنی جس وقت وہ جنت میں جائیں گے اور عذابات کا دفعہ معائنہ کریں گے اس وقت بے ساختہ سبحان اللہ منہ سے نکلے گا اور جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو سلام علیکم کہیں گے۔

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۖ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ

اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور ان کی (اس وقت کی ان باتوں

أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

میں) اخیر بات یہ ہوگی کہ الحمد للہ رب العالمین

یعنی جب اطمینان سے وہاں جا بیٹھیں گے اور اپنے پرانے مصائب و تکالیف کا اس وقت کے دائمی عیش و راحت سے موازنہ کریں گے تو اس وقت کی باتوں میں آخر بات یہ ہوگی اس تقریر پر یہ شبہ نہیں رہا کہ کیا اس کے بعد وہ کوئی اور بات نہ کریں گے۔ رابطہ: اوپر کفار کا آخرت میں معذب ہونا بیان فرمایا ہے ایسے مضامین پر کفار یہ کہا کرتے تھے کہ ہم تو عذاب کو حق جب جانیں کہ ہم پر دنیا ہی میں عذاب نازل ہو جاوے اس کے بعد عذاب نازل نہ ہونے سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ آخرت میں بھی عذاب نہ ہوگا۔ آگے جواب ارشاد ہے وَلَوْ يَعْلَمُ اللَّهُ تَا يَعْمَهُونَ

وَلَوْ يَعْلَمُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْبَاهُمْ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (ان کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان

بِالْخَيْرِ

واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں

اور اس کے موافق حق تعالیٰ جلدی وہ فائدہ واقع کر دیتے ہیں کیونکہ اصل مقصدائے رحمت یہی ہے کہ خیر جلدی واقع ہوتی ہے اور شر جلدی واقع نہیں ہوتی لیکن اگر کسی عارض کی وجہ سے اس کا عکس ہو جائے وہ اور بات ہے نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو شر یا نقصان واقع ہوا ہے اس میں کسی دوسرے کے لئے خیر ہوتی ہے اور جس خیر میں توقف ہوتا ہے اس میں کوئی شر بھی پوشیدہ ہوتی ہے پس اس شر کا واقع ہونا حقیقت میں خیر کا واقع ہونا ہے کیونکہ تمہارے واسطے اگر وہ شر ہے تو دوسروں کے لئے خیر ہے اور اس خیر میں توقف ہونا حقیقت میں شر میں توقف ہونا ہے کہ دوسروں کے لئے اس میں ضرر ہے پس یہ شبہ جاتا رہا کہ

آیا دوسرا ہی کفر و شرک کرتے ہو یا ایمان لاتے ہو اور ظاہری طور پر اس لئے کہا گیا کہ خدا تعالیٰ کو تو وقوع سے پہلے بھی علم ہے۔
 رابطہ: اوپر توحید و معاد کے متعلق گفتگو بھی آگے قرآن و رسالت کے صدق و حقانیت کا بیان ہے جو شروع میں بھی آیا ہے۔ واذ اتتلی تا لا یفلح المجرمون

وَإِذَا تَلَّیٰ عَلَیْهِمْ آیَاتُنَا بَیِّنَاتٍ لَّا قَالَ

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ

الَّذِیْنَ لَا یَرْجُونَ لِقَاءَنَا اِنَّتِ بِقُرْآنٍ

لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے یوں کہتے ہیں کہ اس کے

غَیْرِ هَذَا اَوْ بَدِّلْهُ ط

سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔

یعنی یا ایسا قرآن لاؤ جس میں ہمارے طریقہ کے خلاف مضامین نہ ہوں یا کم از کم اسی قرآن میں سے وہ مضامین حذف کر دو جو ہمارے مسلک کے خلاف ہیں اس بات سے مفہوم ہوا کہ وہ قرآن کو کلام محمدی سمجھتے تھے آگے اس کا جواب بتلاتے ہیں

قُلْ مَا یَكُونُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ

آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے

تِلْقَائِیْ نَفْسِیْ ؕ

اس میں ترمیم کر دوں

اور جب کچھ کا حذف کرنا بھی ممکن نہیں تو سارے کا حذف کرنا بدرجہ اولیٰ ناممکن ہے کیونکہ وہ میرا کلام تو ہے ہی نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے جو وحی کے ذریعہ سے آیا ہے ۱۲

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوحِیْ اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ

پس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ پہنچا ہے اگر میں (بالفرض)

اِنْ عَصِیْتُ رَبِّیْ عَذَابٌ یَّوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۱۵

اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں

جو گناہگاروں کے لئے مخصوص ہے اور وہ تمہارے ہی نصیب میں ہے میں اس عذاب پر یا اس کے سبب پر جو کہ معصیت ہے جرات نہیں رکھتا۔

اس آیت کا مضمون چند آیتوں میں مختلف الفاظ سے آیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ راحت کے وقت انسان میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اعراض (خدا سے منہ موڑنا) نسیان (نعمتوں کو بھول جانا مصائب کو بھول جانا) دعاء چھوڑ دینا، اترانا، فخر کرنا، ان سب باتوں کا جمع ہو سکتا ظاہر ہے اور مصیبت میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ناامیدی، ناشکری، دعا اس میں بظاہر شبہ ہو سکتا ہے کہ ناامیدی اور دعا کا جمع ہونا بظاہر مشکل ہے کیونکہ دعا امید ہی میں کی جاتی ہے سو یا تو یوں کہا جائے کہ زبان سے دعا کرتا ہے مگر دل میں مایوسی ہوتی ہے یا یوں کہا جاوے کہ اول اول خوب دعا کرتا ہے پھر چندے مایوس ہو کر چھوڑ دیتا ہے۔ اور لیسام الانسان من دعاء الخیر میں جو ارشاد ہوا ہے کہ انسان بھلائی کی دعا سے کبھی نہیں گھبراتا یہاں دعا سے مراد محض تمنا آروز اور حرص ہے یہ باتیں تو ہر حالت میں تازہ رہتی ہیں خواہ راحت کا وقت ہو یا ناامیدی کا اس کا خواہش مند تو انسان ہر حال میں ہوتا ہے گوراحت و ناامیدی کے وقت دعا نہیں کرتا

رابطہ: اوپر کفار کا مستحق عذاب ہونا بیان فرمایا ہے۔ آگے اس کی تاکید کے لئے اجمالاً کفار سابقین کا طرح طرح کے عذاب سے ہلاک ہونا بیان فرماتے ہیں تاکہ تنبیہ ہو جائے کہ یہ بھی عذاب کے مستحق ہیں مگر بعض حکمتوں سے دنیا میں سخت عذاب رک رہا ہے۔ ولقد اهلکنا تا کیف تعملون

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

جس طرح ہم نے بھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو

لَمَّا ظَلَمُوْا ۚ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

(انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا ہے جبکہ انہوں نے ظلم کیا (یعنی کفر و شرک)

بِالْبَیِّنَاتِ وَمَا کَانُوْا لِیُّوْمِیْنِ ۚ کَذٰلِکَ

حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد

نَجَزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ۝۱۳ ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ

کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے

خَلِیْفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ

ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان

کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

کے تم کو آباد کیا تاکہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں

اگر ضرر و نفع حقیقی مراد لیا جائے تب تو ظاہر ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی نہیں پہنچا سکتا نہ جاندار نہ بے جان اور اگر ظاہری مراد لیا جائے جب بھی اصنام یعنی بت تو یہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ محض بے جان ہیں اور مکہ والے ان کو معبود سمجھتے تھے اور زندہ آدمی اگر بظاہر نفع و ضرر پہنچا بھی دے تو اس کا معبود ہونا اس سے لازم نہیں آ سکتا کیونکہ خود اس میں یہ قدرت نہیں بلکہ خدا کی طرف سے دی ہوئی ہے۔

وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ

اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں

اس لئے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اس دلیل کے جواب دو ہیں ایک یہ کہ تمہارا یہ کہنا ہی غلط ہے کہ وہ سفارشی ہیں وہ ہرگز خدا تعالیٰ کے یہاں تمہاری شفاعت نہ کر سکیں گے دوسرے یہ کہ شفاعت کرنے والے کے لئے معبود ہونا کب لازم ہے ان دونوں جوابوں کی طرف اگلی آیت اتینون اللہ میں اشارہ ہے۔

قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں

یعنی خدا تعالیٰ کو تو ان چیزوں کا شفیق یا معبود برحق ہونا معلوم نہیں اور خدا تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے جب خدا کو ان کا علم نہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے شفیق یا معبود ہونے کا نہ کہیں وجود ہے نہ امکان بلکہ حق یہ ہے کہ محال ہے اس سے عقیدہ شرک کا ابطال ہو گیا اور مشرکین دنیا میں تو بتوں کو حقیقہ شفیق مانتے تھے کہ مصیبت کے دفع کرنے میں ان کو دخل جانتے تھے اور آخرت میں بطور فرض کے ان کو شفیق سمجھتے تھے کہ اگر بالفرض قیامت کوئی چیز ہے تو یہ وہاں بھی ہمارے کام آئیں گے ورنہ وہ تو آخرت کے قائل نہ تھے۔

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۱۵

وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی

وَمَا كَانَ النَّاسُ

ایک ہی طریقے کے تھے

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو میں نہ تم کو یہ (کلام) پڑھ کر

أَذِّنُكُمْ

سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا

مطلب یہ ہے کہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ قرآن تو معجزہ ہے کوئی بشر اس پر قادر نہیں ہو سکتا خواہ میں ہوں یا تم تو اگر خدا کو یہ منظور ہوتا کہ میں یہ کلام معجزہ تم کو نہ سناؤں تو اس کلام کو مجھ پر نازل ہی نہ فرماتا اور تم کو اس کی خبر بھی نہ دی جاتی مگر جب خدا نے اس کو مجھ پر نازل فرمایا ہے تو ضرور اس کو سناؤں گا خواہ تمہارے مسلک کے خلاف ہو یا موافق میں اس میں ترمیم نہیں کر سکتا کیونکہ یہ خدا کی طرف سے بذریعہ وحی میرے پاس پہنچا ہے جس کی پوری دلیل یہ ہے کہ اگر تم سے ہو سکے اس جیسا کلام بنا کر دکھا دو جب کوئی بشر اس پر قادر نہیں تو اس کے منجانب اللہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اب شاید کوئی یہ احتمال بعید نکالتا کہ ممکن ہے عام لوگ اس پر قادر نہ ہوں آپ اس پر قادر ہوں آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دفعہ چالیس سال کے بعد ایسے اعلیٰ طرز کا کلام طول طویل پیش کر دینا ممکن ہے اور معجزہ اسی کو بولتے ہیں جو عادت محال ہو۔

بِهِ ۱۶ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ

کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں

پس اگر یہ میرا کلام ہے تو یہ کیا کہ اتنی مدت تک تو ایک جملہ بھی میری زبان سے اس طرز کا نہ نکلا یا اب اتنی بڑی بات عجیب و غریب بنالی یہ تو بالکل عقل کے خلاف ہے۔

رابطہ: اوپر مشرکین کے طریقہ کا کزور ہونا بیان کیا گیا ہے آگے بھی شرک کا ابطال ہے ۱۲ او یعبدون تا یختلفون۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۱۷ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ

پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ

افتری علی اللہ کذاباً وکذاباً بآیتہ ط

باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلا دے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاح نہ ہوگی

إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الْبَاطِلُونَ ۱۸ وَيَعْبُدُونَ

بلکہ معذب ابدی ہوں گے (اور یہ لوگ اللہ کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں

یعنی یہ طریقہ شرک علاوہ عقلاً و شرعاً باطل ہونے کے قدیم بھی تو نہیں کیونکہ پہلے تو سب موحد تھے اس لئے کہ آدم علیہ السلام موحد تھے پھر عرصہ تک ان کی اولاد ان ہی کے طریقہ پر رہی سب موحد رہے۔

إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا

پھر (اپنی کجرائی سے) انہوں نے اختلاف پیدا کیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی

كَلِمَةٍ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ

فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ①۹

اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا

یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے پورا عذاب آخرت میں مقدر کیا ہے تو دنیا ہی میں وہ عذاب بھیج دیا جاتا جس سے عملی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔

رابط: اوپر بعض آیات میں رسالت کا مسئلہ آچکا تھا پھر اسی کی طرف عود ہے ویقولون تا من المنتظرین

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں

مِّن رَّبِّهِ ۚ

نازل ہوا

یعنی باوجود کثرت سے معجزات ظاہر ہو چکنے کے خصوص قرآن شریف کے اثبات نبوت کے لئے کافی دلیل ہے پھر بھی براہ عنادیوں ہی کہے جاتے ہیں کہ ہماری فرمائش کے موافق کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوتا

فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا ۚ

سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں)

إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۚ

سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

خلاصہ یہ کہ معجزہ سے مقصود نبوت کا ثابت کرنا ہوتا ہے اور یہ ہر معجزہ سے حاصل ہے اس لئے ان فرمائشوں کی ضرورت تو باقی رہی نہیں البتہ امکان دونوں طرف ہے کہ یہ فرمائش پوری ہوتی ہیں یا نہیں سو یہ ایک علم غیبی ہے اس کو منصب

رسالت سے نہ کوئی تعلق نہ میں جانتا ہوں نہ مجھ کو کوئی دخل۔ اصل مقصود کے ثابت کرنے کے لئے البتہ میں ہر وقت آمادہ ہوں اور ثابت کر بھی چکا ہوں۔

رابط: اوپر کفار کا قول نقل فرمایا ہے آگے اس اعتراض کی علت بیان فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کی علت اعراض ہے اور اعراض کی علت تنعم ہے کہ راحت سے بسر کر رہے ہیں اگر مصیبت آ پڑے تو سب اعتراض بھول جائیں نیز یہ آیت فلما كشفنا عنه ضره الخ کے مضمون کا تتمہ بھی ہے اور آئندہ آیت فلما انجاهم کی تمہید بھی ہے واذا اذقنا تمكرون۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ

اور جب ہم ان لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ

مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا

چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارہ میں شرارت کرنے لگتے ہیں

یعنی ان سے اعراض کرتے ہیں اور تکذیب و استہزاء سے پیش آتے ہیں اور محض عناد و اعتراض سے دوسرے معجزات کی فرمائش کرتے ہیں اور مصیبت گذشتہ سے عبرت نہیں پکڑتے آگے اس پر وعید فرماتے ہیں رابط: اوپر توحید کا مضمون مکرر آچکا ہے آگے پھر اس کی طرف رجوع ہے جس میں تحقیق و الزام دونوں سے کام لیا گیا ہے۔ وهو الذی تا تعملون۔

قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا بالیقین ہمارے فرستے تمہاری

تَنْكُرُونَ ۚ ۝۱۱ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ

سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں اور (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے

یعنی جن آلات و اسباب سے تم چلتے پھرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے دیئے ہوئے ہیں یہ توحید کی دلیل تحقیقی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ ۚ وَجَرْتُمْ بِهِمْ

یہاں تک کہ جب (بعض اوقات) تم کشتی میں (سوار) ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں

بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ ۚ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَ تَهَارِيجٌ

کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش

عَاصِفٌ ۚ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

ہوتے ہیں (اس حالت میں دفعۃً) ان پر ایک جھوکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر

یعنی سبزہ سے خوشنما معلوم ہونے لگی۔

وَقُلْنَا أَهْلَهَا أَنَّهُمْ قَدِيرُونَ عَلَيْهَا لَأَنهَآ

اور اس (زمین) کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو (ایسی حالت

أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَهَا حَصِيدًا

میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا (جیسے پالایا خشکی یا

كَانَ تَمَّ تَغْنٍ بِالْأَمْسِ ط

اور کچھ) سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل (یہاں) وہ موجود ہی نہ تھی

پس اس نباتات ہی کی مثل و نیوی زندگی ہے۔

كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں

پس دنیا تو دارالزوال ٹھہری۔

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ

اور اللہ تعالیٰ دارالبقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ

يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢٤﴾

راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے

جس سے دارالبقاء تک رسائی ہو سکتی ہے آگے جزاء و سزا کا بیان ہے ۱۲۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وَلَا

جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید برآں (خدا کا دیدار

يَرْهَقُ وَجُوهُهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذَلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

بھی) اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنت میں

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا

رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے بد کام کئے ان کی بدی کی سزا

السَّيِّئَاتِ جزاءٌ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۖ وَتَرْهَقُهُمْ

اس کے برابر طے گی اور ان کو ذلت چھالے گی ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا

وَقُلْنَا لَهُمُ احْصُوا يَوْمَ الدِّينِ

طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے (اس

لَهُ الدِّينِ ۚ لَيْنٌ أَنْجَيْنَا مِنْ هَذِهِ

وقت) سب خالص اعتقاد کرنے کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہاے اللہ) اگر آپ

لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٦﴾

ہم کو اس (مصیبت سے) بچالیں تو ہم ضرور حق شناس (موجد) بن جاویں

یعنی جیسا اس وقت تو حید کا اعتقاد ہو گیا ہے اس پر قائم رہیں یہ دلیل الترامی ہے

رابطہ: اور فرمایا تھا کہ یہ کفر و معاصی کے ساتھ تمہاری راحت و

کامرانی چند روزہ ہے آگے دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کی جزاء سزا کا باقی

ہونا تفصیل کے ساتھ مذکور ہے انما مثل الحیوة تا خلدون .

فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ

پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو (اس مہلک سے) بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ (اطراف و

بَغِيرِ الْحَقِّ ۚ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِنِّهَا بَغِيكُمْ عَلَىٰ

اقطار) زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو (سن لو) یہ تمہاری

أَنْفُسِكُمْ ۖ مَتَاعَ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا

سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے (بس) دنیوی زندگی میں

مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾

(چندے اس سے) حظ اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ

تمہارا کیا ہوا تم کو جتنا دیں گے (اور اس کی سزا دیں گے) پس دنیاوی زندگی کی

مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ

حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کی

مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا

نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ

أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ

جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی

یعنی عبادت سے مقصود معبود کا راضی کرنا ہوتا ہے ہم کو تو اس کی خبر بھی نہ تھی راضی ہونا تو درکنار البتہ شیاطین کی تعلیم تھی اور وہی راضی تھے پس اس اعتبار سے تم ان کی پرستش کرتے تھے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے بل کانوا یعبدون الجن کہ یہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ کیا بت بھی بولیں گے جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی محال نہیں اور ان کا غافل ہونا ان کی عبادت سے ظاہر ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہاں بتوں کو ایسا شعور نہیں ہے اور اگر یہ مضمون دوسرے معبودین ملائکہ وغیرہ کو بھی عام لیا جائے تو ان کا غافل ہونا بھی صحیح ہے کیونکہ ملائکہ وغیرہ کا علم سب باتوں کو محیط نہیں سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

هٰذَا لِكَيْ تَبْلُوْا كُلَّ نَفْسٍ مَّا اَسْلَفَتْ

اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کر لے گا

کہ آیا واقع میں یہ اعمال نافع تھے یا نہیں چنانچہ ان مشرکین کو بھی حقیقت کھل جاوے گی کہ جن کی شفاعت کے بھروسہ ہم ان کو پوجتے تھے انہوں نے بھی الٹی ہمارے خلاف شہادت دی نفع کی تو کیا امید رکھی جائے اور یہ جو فرمایا کہ اس وقت امتحان کر لے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت اچھی طرح علم ہو جائے گا ورنہ مطلق علم تو مرنے کے ساتھ ہی نیز قبر میں حاصل ہو جائے گا۔

رابطہ: اوپر کئی آیتوں میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہے آگے پھر یہی مضمون ہے۔ قل من يرزقكم تا يفعلون

وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقُّ وَضَلَّ

اور یہ لوگ (اللہ کے عذاب) کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۳۰ قُلْ مَنْ

کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب (اور گم) ہو جائیں گے۔ آپ (ان)

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے

یعنی آسمان سے بارش برساتا ہے اور زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے جس سے تمہارا رزق تیار ہوتا ہے ۱۲

اَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ

یا (یہ بتلاؤ وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں

الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ

پر پورا اختیار رکھتا ہے

ذٰلِكَ مَّا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَانَتْ

(ان کے چہروں کی کدورت کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات

اُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ

کے پر ت کے پر ت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۱

ہمیشہ رہیں گے اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

(خلائق) کو (میدان قیامت میں) جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے

اَشْرِكُوْا مَّا كُنْتُمْ

کہ تم اور تمہارے شریک

رابطہ: اوپر مشرکین کے حق میں فرمایا تھا کہ ان کو خدا کے غضب سے کوئی نہ بچا سکے گا چونکہ وہ لوگ اپنے معبودوں کو اپنا شفیع کہتے تھے اس لئے آگے ان کا قیامت میں ان عبادت کرنے والوں سے بے تعلقی ظاہر کرنا بیان فرماتے ہیں جس سے یہ بات لازم آگئی کہ وہ کچھ نفع نہیں دے سکتے ویوم نحشرهم تا يفترون جن کو تم عبادت میں خدا کا شریک ٹھہراتے تھے۔

اَنْتُمْ وَاَشْرَاكُكُمْ ۚ

(ذرا) اپنی جگہ ٹھہرو

تاکہ تم کو تمہارے عقیدہ کی حقیقت معلوم کرائی جائے۔

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُ وَهُمْ مَّا كُنْتُمْ

پھر ہم ان (عابدین و معبودین) کی آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے

اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝۳۲ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا

وہ شرکاء (ان سے خطاب کر کے) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

تھے سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی

لَغَفْلِيْنَ ۝۳۳

خبر بھی نہ تھی

کہ پیدا بھی اسی نے کیا اور حفاظت بھی وہی کرتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو ان پر آفت بھیج دیتا ہے ۱۲

وَيُخْرِجُ الْبَيْتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ ط

اور وہ کون ہے جو جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکالتا ہے

فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۳۱

اور بے جان (چیز) کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمہارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہیے کہ پھر شرک سے

فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَبِأَذَا بَعْدَ الْحَقِّ

کیوں نہیں پرہیز کرتے سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے اور جب امر حق ثابت ہوا (پھر امر) حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر (حق کو

إِلَّا الضَّلَالُ ۳۲ فَآتَنِي تَصَرُّفُونَ ۳۳

چھوڑ کر) کہاں (باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو

آگے تسلی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ان لوگوں کی باطل پرستی پر آپ مغموم ہوا کرتے تھے۔

كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ

اسی طرح آپ کے رب کی یہ (ازلی) بات کہ یہ ایمان نہ لادیں گے تمام

فَسَقَوْا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۳۴

متمرد (سرکش) لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے

یعنی جس طرح یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اسی طرح ہمیشہ سے سرکشوں کا یہی حال ہے پھر آپ مغموم کیوں ہوں ۱۲

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوُ

آپ (ان سے) یوں (بھی) کہے کہ کیا تمہارے (تجویز کئے ہوئے) شرکاء میں کوئی

الْخَلْقِ ثُمَّ يَعْبُدُ

ایسا ہے جو پہلی بار بھی (مخلوق) کو پیدا کرے پھر (قیامت میں) دوبارہ بھی پیدا کر دے

شرکیں سے جو یہ سوال ہوا حالانکہ وہ خود دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہ تھے جب اس کی یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے پر چونکہ دلائل قطعی قائم ہو چکے ہیں اس لئے اس کو مسلمات میں سے قرار دے کر یہ گفتگو کی گئی آگے بتلاتے ہیں کہ اگر وہ اس وجہ سے کہ ان کے شرکاء کی توہین ہے کہ یوں کہا جائے کہ ان میں

کوئی ایسا نہیں اس لئے وہ جواب میں تامل کریں تو خود جواب دے دیجئے ۱۳

قُلْ اللَّهُ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يَعْبُدُ فَأَنَّى

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا

تُؤْفَكُونَ ۳۵ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ

کرے گا پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ آپ کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں

يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلْ اللَّهُ يَهْدِي

کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا

لِلْحَقِّ ط

راستہ (بھی بتلاتا ہے)

چنانچہ اس نے عقل دی انبیاء علیہم السلام بھیجے بخلاف شیاطین کے کہ اولاً تو وہ ان افعال پر قادر نہیں اور جس کی قدرت بھی ان کو دی گئی ہے یعنی تعلیم دینا اس کو وہ گمراہ کرنے اور بہکانے میں صرف کرتے ہیں۔

أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ

تو پھر آیا جو شخص امر حق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص

أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي ج

جس کو بے بتلائے ہوئے خود ہی راستہ نہ سوجھے

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سوجھانے پر بھی اس پر نہ چلے جسے شیاطین ہیں کہ ان کو ہدایت کا راستہ خود تو کیا معلوم ہوتا بتلانے پر بھی اس پر نہیں چلتے ایسا شخص اتباع کے قابل کب ہو سکتا ہے پھر جب یہ اتباع کے بھی لائق نہیں تو عبادت کے لائق تو کب ہو سکتے ہیں ۱۳

فَبِأَلَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۳۶

تو اے مشرکین تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو

کہ تو حید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کرتے ہو اور تماشا یہ کہ اپنی اس تجویز اور عقیدہ پر یہ لوگ دلیل بھی کوئی نہیں رکھتے۔

رابطہ: اوپر بعض آیات میں حقانیت قرآن کا بیان تھا آگے پھر وہی مضمون ہے وما كان هذا القرآن تا اعلم بالمفسدين

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل

کوئی معجزہ دلیل اعجاز نہ رہے گا۔ خصوصیت نہ ہوئی بلا ہوئی اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ کلام میں تمام بلغاء کو عاجز کر دینا بڑا اعجاز ہے کیونکہ بات کرنا ہر ایک کو آسان ہے دوسرے کام ہر ایک کو سہل نہیں۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِطُوا بِعِلْمِهِ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس (کے صحیح و سقیم ہونے) کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے

اور اس کی حالت سمجھنے کا ارادہ نہیں کیا پھر ایسوں سے سمجھنے کی کیا امید کی جائے جو غور بھی نہیں کرنا چاہتے مطلب یہ ہے کہ آدمی جس امر میں گفتگو کرے پہلے اس کی تحقیق تو کر لے تحقیق کے بعد جو کلام کرنا ہو کرے آگے ان کی بے فکری اور بے پروائی کی وجہ بتلاتے ہیں ۱۲

وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَاْوِيلُهُ

اور ہنوز ان کو اس (قرآن کی تکذیب) کا خیر نتیجہ نہیں ملا

یعنی عذاب نہیں آیا اور نہ سارا نشہ ہرن ہو جاتا اور آنکھیں کھل جاتیں حق و باطل کا امتیاز ہو جاتا لیکن کبھی تو وہ نتیجہ پیش آنے والا ہے ہی مگر اس وقت ایمان نافع نہ ہوگا ۱۳

كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی امور حقہ کو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝۴۹ وَمِنْهُمْ مَّنْ

جھٹلایا تھا سود کچھ لیجئے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا (برا) ہوا (اسی طرح ان کا ہو

يُؤْمِنُ بِهِ

گا) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے

اس لئے جو انجام بد بتلایا گیا ہے وہ سب کے لئے نہیں۔

رابطہ: اوپر ان لوگوں کی تکذیب اور قل فاتوا الخ میں اس تکذیب کا مناظرانہ جواب مذکور تھا آگے ان کی ضد اور ہٹ کا جواب اعراض کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ان کی ہدایت سے مایوس کر کے آپ کی تسلی فرماتے ہیں وان کذبوک تا یظلمون

وَمِنْهُمْ مَّنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبِّكَ أَعْلَمُ

اور بعض ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لادیں گے اور آپ کا رب (ان) مفسدوں کو خوب

مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝۵۰

خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں (غیر) یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يَفْتَرَىٰ مِنْ

سب خبر ہے (وقت پر مراد دے گا) اور یہ قرآن افتراء کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے

دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ

صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل (نازل) ہو چکی ہیں

يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ

اور احکام ضروریہ (الہیہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے (اور) اس میں کوئی بات شک

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۵۱ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ

(و شہد) کی نہیں (اور وہ) رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ کیا یہ لوگ یوں

فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ

کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افتراء کر لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ

مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۵۲

(بنا لاؤ اور) (اکیلے نہیں) جن جن غیر اللہ کو بلا سکواں کو (مدد کے لئے) ابلاؤ اگر تم سچے ہو

کہ لغو واللہ اس کو میں نے تصنیف کر لیا ہے تو تم بھی ایسا ہی کلام تصنیف کر لاؤ آخر تم بھی تو عربی اور اعلیٰ درجے کے فصیح و بلیغ ہو جب اتنی غیرت دلانے پر بھی اس کے مثل کلام نہ لا سکے اس وقت تو چاہئے تھا کہ مان جاتے کہ یہ کلام منجانب اللہ نازل ہوا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ اس قسم کے دلائل سے وہ مستفید ہوتا ہے جو سمجھنا بھی چاہے مگر ان لوگوں نے تو کبھی سمجھنا ہی نہ چاہا بعض وہمیوں نے فاتوا بسورۃ الخ میں یہ شبہ نکالا ہے کہ بعض متکلم میں کوئی خصوصیت ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتی پس دوسروں کا قرآن کے مثل نہ بنا سکتا دلیل اعجاز کی نہیں ہو سکتی جواب اس کا یہ ہے کہ اگر آپ کے اندر وہ خصوصیت ہوتی تو آپ کے ہر کلام میں ہوتی دوسرے چالیس سال کے بعد وہ خصوصیت دفعۃً کیسے پیدا ہو گئی۔ تیسرے ہزار خصوصیت ہو لیکن دوسرے بلغاء کوشش کر کے تھوڑا بہت کلام تو دیا کر سکتے ہیں یہاں ایسا کیوں نہ ہو سکا چوتھے خصوصیت والا قیامت تک کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ کفار نے یہ شبہات پیش نہ کئے پانچویں یہ وہم تو ہر معجزہ میں آپ نکالیں گے کہ یہ ماہر فن کی خصوصیت ہے تو پھر کسی نبی کا بھی

کہ ان کو ہدایت کی قابلیت نہ دی ہو اور پھر مواخذہ فرماوے (ترجمہ)

وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۱﴾

لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں

کہ قابلیت جو عطا ہوئی تھی اس کو ضائع کرتے ہیں اور اس سے کام نہیں لیتے۔
رابطہ: اوپر کفر و تکذیب پر عذاب کی وعید فرمائی ہے آگے اس عذاب کے دنیا میں واقع نہ ہونے سے کفار جو شبہات کرتے تھے ان کا جواب ہے اور بیچ میں معاد کی تحقیق بھی ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ گو کبھی دنیا میں بھی عذاب واقع ہو جائے لیکن اصلی وقت اس کا یوم حشر ہے اسی لئے دنیا میں اس کا کچھ حصہ ظاہر ہوتا ہے کامل طور پر اسی وقت ہوگا پس دنیا میں واقع نہ ہونا نہ مضر ہے نہ میرے اختیار میں ہے اور نہ تمہارے لئے مصلحت ہے کیونکہ فوری عذاب میں ایمان کی مہلت بھی فوت ہو جائے گی۔ و یوم یحشر ہم تا الیہ ترجعون

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً

اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ وہ ایسا سمجھیں گے (گویا وہ دنیا یا برزخ میں) سارے دن کی (ایک

مِنَ النَّهَارِ

آدھ گھنٹی رہے ہوں گے۔

کیونکہ وہ دن دراز بھی ہوگا اور سخت بھی اس لئے دنیا اور برزخ کی مدت اور تکلیف سب بھول کر ایسا سمجھیں گے کہ وہ زمانہ بہت جلد گزر گیا

يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ

اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی)

لیکن اس سے اور زیادہ صدمہ ہوگا کہ پہچان کر بھی ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے کیونکہ شناساؤں سے نفع کی توقع ہوا کرتی ہے

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا

واقعی (اس وقت سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس

مُهْتَدِينَ ﴿۴۵﴾

جانے کو جھٹلایا اور وہ (دنیا میں بھی) ہدایت پانے والے نہ تھے۔

اس لئے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے پس ان کے عذاب کا اصلی وقت تو وہ دن ہے رہا دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا اس کی نسبت آگے فرماتے ہیں ۱۲

بِالْمُفْسِدِينَ ﴿۴۲﴾ وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي

جانتا ہے اور (ان دلائل کے بعد بھی) اگر آ پکو جھٹلاتے رہیں تو (بس آخر بات) یہ کہہ

عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيءُونَ

وہ مجھے کہ (اچھا صاحب) میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم تو میرے

مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہوں اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جوابدہ نہیں ہوں

جس طریقہ پر چاہو ہو خود ہی معلوم ہو جائے گا آگے فرماتے ہیں کہ آپ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیجئے ۱۳۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ

اور آپ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیجئے کیونکہ ان میں (گو) بعض ایسے

تُسْمِعُ الصَّمَّ

(بھی) ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں

لیکن دل میں ارادہ ایمان اور حق طلبی کا نہیں ہے پس اس اعتبار سے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے پس ان کی حالت بہروں کی سی ہوتی ۱۴

وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾

کیا آپ بہروں کو سنا (کر ان سے ماننے کا انتظار کرتے ہیں گوان کو سمجھ بھی نہ ہو ہاں اگر سمجھ ہوتی تو بہرے پن میں بھی کام چل جاتا ۱۵

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ إِلَيْكَ

اور (اسی طرح) ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو

(مع معجزات و کمالات) دیکھ رہے ہیں

لیکن طلب حق نہ ہونے سے ان کی حالت مثل اندھوں کے ہے (ترجمہ)

أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا يَبْصِرُونَ ﴿۴۵﴾

پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گوان کو بصیرت بھی نہ ہو

ہاں اگر بصیرت ہوتی تو اندھے پن میں بھی کام چل جاتا ۱۶

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا

یعنی ان کی عقلیں جو اس طرح تباہ ہو گئیں تو خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا

وَأَمَّا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ

تو جس (عذاب) کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی ہم آپ کو

نُتَوِّفِيكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

وفات دیدیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے

خلاصہ یہ کہ دنیا میں عذاب ہونے کی دو صورتیں ہیں یا تو آپ کے سامنے ہو یا آپ کے سامنے نہ ہو ان دونوں صورتوں میں سے کوئی سی شق ضروری نہیں ممکن ہے کہ نازل ہو جائے یا نہ بھی ہو مگر ان کو تو کسی حال میں بے فکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر یہاں بچے بھی رہے تو کیا ہوا کسی دن تو خدا کے سامنے جانا ہوگا اور خدا کو ان کے افعال کی پوری طرح خبر ہے تو وہاں تو یقیناً سزا ہوگی خواہ دنیا میں ہو یا نہ ہو اصلی موقعہ پر نہیں بچ سکتے

ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

پھر (سب کو معلوم ہے کہ) اللہ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے

آگے بتلاتے ہیں کہ یہ سزا جو ان کے لئے تجویز ہوئی ہے پوری طرح حجت تمام کرنے اور عذر زائل کرنے کے بعد ہونی ہے اور ان کی کیا تخصیص ہے بلکہ ہمیشہ سے ہماری عادت رہی ہے کہ ہر امت کے لئے عذاب کی تجویز اور فیصلہ رسول آنے کے بعد اور حجت تمام کرنے کے بعد ہوا ہے ۱۲

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ

اور ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا (ہوا) ہے سو جب ان کا وہ رسول

قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٣٧﴾

(ان کے پاس) آچکے ہیں ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر (ظلم نہیں

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ

کیا جاتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اے نبی اور اے مسلمانو!) یہ وعدہ (عذاب کا) کب (واقع) ہوگا اگر تم

صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

سچے ہو تو واقع کیوں نہیں کر دیتے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں (خود) اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور کسی ضرر (کے دفع

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

کرنے) کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا (اختیار) خدا کو منظور ہو

اتنا اختیار البتہ حاصل ہے پس جب خاص اپنے نفع اور نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع و نقصان کا کیونکر مالک ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے رہا یہ کہ پھر کب واقع ہوگا اس کا جواب آگے ہے ۱۳

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا

ہر امت کے (عذاب کے) لئے (اللہ کے نزدیک) ایک وقت معین ہے سو جب ان کا وہ معین

يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ﴿٣٩﴾

وقت آ پھینچتا ہے تو اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں

بلکہ فوراً عذاب واقع ہو جاتا ہے اسی طرح تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے اس وقت آ جائے گا اور وہ جو فرمائش کرتے تھے کہ جو کچھ ہونا ہے جلدی ہو جائے جیسا کہ اس آیت اور دوسری آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے اس سے ان کی مراد محض تکذیب تھی جس کا آگے جواب آتا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا

آپ اس کے متعلق (ان سے) فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آ

مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْجُرْمُونَ ﴿٤٠﴾

پڑے یا دن کو تو عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں

یعنی عذاب تو سخت چیز ہے اور پناہ مانگنے کی چیز ہے نہ کہ جلدی مانگنے کی نہ معلوم تم نے عذاب کو کیا سمجھا ہے جو یوں بے دھڑک جلدی مچا رہے ہو ۱۴

أَتُمَرِّدُونَ مَا وَقَعَ أَمْنُكُمْ بِهِ

کیا پھر جب وہ (اصل موعود آ ہی پڑے گا) اس وقت (اس کی تصدیق کر دو گے

جس وقت کہ تصدیق نافع بھی نہ ہوگی اور اس وقت کہا جاوے گا کہ آگے ترجمہ ۱۴

أَلَنْ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ

ہاں اب مانا حالانکہ (پہلے سے) تم (بقصد تکذیب) اس کی جلدی مچا کرتے تھے۔

قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ

پھر ظالموں (یعنی مشرکوں) سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تم کو تو تمہارے ہی

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٤٢﴾

کئے کا بدلہ ملا ہے اور وہ (غایت تعجب و انکار سے) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا

فضیلت کے پھر وہی مضمون ہے نیز اس سے اوپر ڈرا کر دعوت دی گئی تھی
آگے ترغیب کے ساتھ دعوت ہے یا ایہا الناس تاجمعون

وَالِيهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٦﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْمُرُ

اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے سارے لوگو تمہارے رب کی طرف سے ایک چیز ایسی آئی

مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۚ

ہے (جو برے کاموں سے روکنے کے لئے) نصیحت ہے اور دلوں میں جو (پرے کاموں سے)

وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

روگ (ہو جاتے) ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے

یعنی اگر اس پر علم کر کے برے کاموں سے بچیں تو دلوں کی بیماریاں
جاتی رہیں ان سے شفا حاصل ہو اور نیک کاموں کی ہدایت ہو اور نیک
کاموں کو اختیار کریں تو رحمت اور ثواب نازل ہو ۱۲

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾

ایمان والوں کے لئے

یعنی ان سب برکات سے ایمان والوں ہی کو نفع ہوتا ہے کیونکہ وہی
عمل کرتے ہیں۔

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ

آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ جب قرآن ایسی چیز ہے پس لوگوں
کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے

اور اس کو دولت عظیمہ سمجھ کر لینا چاہئے

فَلْيَفْرَحُوا ۖ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

وہ اس (دنیا) سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں

کیونکہ دنیا کا نفع قلیل اور فانی اور قرآن کا نفع بہت زیادہ ہے اور باقی رہنے
والا اور قرآن کے بارے میں جو موعظت (نصیحت) اور شفاء اور ہدایت
ورحمت کے الفاظ فرمائے گئے ہیں ان کا فرق ترجمہ ہی سے ظاہر ہے اور میرے
نزدیک للمومنین کی قید سب کے ساتھ ہے یعنی یہ باتیں قرآن سے مسلمان
ہی حاصل کرتے ہیں چنانچہ دوسری آیتوں میں ہر صفت کے ساتھ مومنین کی قید
مذکور ہے قل هو للذين امنوا هدى و شفاء و نزل من القرآن ما هو
شفاء و رحمة للمومنین و هذا بيان للناس و هدى و موعظة للمتقين
سب آیتوں میں قرآن کو ہدایت اور شفا اور رحمت و موعظت مسلمانوں ہی کے

وَيَسْتَبِشُّونَكَ أَهْلَ الْقُرَىٰ ۚ وَرَبِّي إِنَّهُ

عذاب واقعی امر ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم

لَحَقَّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ

کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ

ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۖ

ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دیکر اپنی جان بچانے لگے

اگر چند ہاں خزانہ ہوگا کہ دے سکے گا نہ لیا جاوے گا لیکن شدت عذاب کی
اس درجہ ہوگی کہ اگر ساری دنیا کا مال بھی ہوتا تو سب دینے پر راضی ہو جاتا۔

وَأَسْرُ وَالنَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ

اور جب عذاب دیکھیں گے تو (مزید فضیلت کے خوف سے) پشیمانی کو
(اپنے دل ہی میں) پوشیدہ رکھیں گے

یعنی قول و فعل سے ندامت کے آثار ظاہر نہ ہونے دیں گے تاکہ
دیکھنے والے نہ ہنسیں اور زیادہ فضیلت نہ ہو لیکن آخر میں یہ صبر و تحمل بھی اس
شدت عذاب کی وجہ سے جاتا رہے گا ۱۳

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر (ذرا) ظلم نہ ہوگا یاد رکھو کہ جتنی

أَلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ

چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں

ان میں حق تعالیٰ جس طرح چاہیں تصرف کریں اور یہ مجرم بھی اللہ کی
ملک ہیں ان کا فیصلہ بھی جس طرح چاہتے کر سکتے تھے مگر ان پر کسی قسم کی
زیادتی نہ کی جائے گی فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاوے گا ۱۴

أَلَّا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (پس قیامت ضرور آدے گی لیکن بہت سے آدمی

يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ

یقین ہی نہیں کرتے وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے

پس دوبارہ پیدا کرنا اس کو کیا مشکل ہے۔

رابطہ: بعض آیات میں قرآن کی حقانیت کا بیان تھا آگے مع بیان

صرف ہم کو ہی حاصل ہے اور کسی کو نہیں پس علم و قدرت کا اعتقاد اور حفاظت کا وعدہ تسلی کے لئے کافی ہے۔ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ تَأْخُذُ بِكَ مِنْ شَيْءٍ ۱۲

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٩٠﴾ وَمَا تَكُونُ

لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں (ورنہ توبہ کر لیتے) اور آپ (خواہ) کسی حال

فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا

میں ہوں اور مجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور (اسی

تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا

طرح اور لوگ بھی جتنے ہوں) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی

إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ

ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب (کے علم سے) کوئی

مِنْ مِّثْقَالٍ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے

السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ

علم میں حاضر ہیں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور سے) چھوٹی ہے اور نہ کوئی

إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٩١﴾

چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں ہے

یہ تو علم الہی کا بیان ہوا آگے اپنی اطاعت کرنے والوں کی حفاظت کا وعدہ فرماتے ہیں ۱۲۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٩٢﴾

وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں

خوف سے خدا کا خوف اور غم سے آخرت کا غم مراد نہیں ہے بلکہ دنیوی خوف و غم کی نفی کرنا مقصود ہے جس کا احتمال دشمنوں کی مخالفت سے ہو سکتا ہے یہ خوف مومنین کا ملین کو نہیں ہوتا ان کا ہر وقت اللہ پر اعتماد ہوتا ہے ہر واقعہ کی حکمت کا اعتقاد رکھتے ہیں اس میں مصلحت سمجھتے ہیں جس کی بشارت قرآن وحدیث میں دی گئی ہے اور یہ بشارت سب مسلمانوں کے

حق میں فرمایا گیا ہے اگرچہ نزول کے اعتبار سے سب کے لئے یہ باتیں عام ہیں مگر انتفاع کے لحاظ سے مسلمانوں ہی کے لئے خاص ہیں۔

رابطہ: اوپر چند آیات میں شرک کا ابطال کیا گیا ہے اور شرک کی رسموں میں سے ایک حلال کا حرام سمجھنا بھی ہے آگے اس کی قیامت مذکور ہے قل ارايتم ما انزل الله لكم من رزق

قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ

آپ کہہ دیجئے کہ یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے (انتفاع کے) لئے جو کچھ رزق

فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلٰلًا ط

بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا

حالانکہ اس حرام سمجھنے کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں ۱۲

قُلْ اللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ ﴿٩٣﴾

آپ (ان سے) پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا (محض) اللہ پر اپنی طرف سے افتراء ہی کرتے ہو

چونکہ شق اول کا احتمال ہی نہیں بلکہ دوسری شق متعین ہے کہ وہ اللہ پر بہتان ہی باندھتے ہیں اس لئے آگے اسی پر وعید فرماتے ہیں ۱۲

وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں ان کا قیامت کی

يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط

نسبت کیا گمان ہے

جو بالکل نہیں ڈرتے کیا یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں آوے گی یا آوے گی تو ہم سے باز پرس نہ ہوگی ۱۲

إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے

کہ ساتھ کے ساتھ سزا نہیں دیتے بلکہ توبہ کے لئے مہلت دے رکھی ہے ۱۲ رابطہ: اوپر بہت سی آیتوں میں کفار کا انکار و عناد و تکذیب مذکور ہے چونکہ یہ امور طبعاً حضور کے لئے رنج دہ ہیں اس لئے آگے آپ کی تسلی کا مضمون مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم کو سب احوال کی اطلاع ہے اور اپنی اطاعت کرنے والوں کی ہم دونوں جہاں میں حفاظت کرتے ہیں اور قدرت کاملہ بھی

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ط

ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یعنی جن و انس اور فرشتے یہ سب اللہ ہی کے مملوک ہیں

پس خدا کی حفاظت اور خدا کے انتقام کو کوئی روک نہیں سکتا اس لئے پوری طرح تسلی رکھنا چاہئے اب اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ کسی کو خیال ہو کہ شاید یہ باطل معبود مزاحمت کر سکیں تو آگے ان کی حقیقت بتلاتے ہیں ۱۲

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ

اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں (خدا جانے)

اللَّهِ شُرَكَاءُ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے

وَأَن هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝۶۶

ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں

یعنی مشرکین کے پاس اس عقیدہ کی دلیل کچھ بھی نہیں ان کے شرکاء میں نہ علم ہے نہ قدرت۔ محض بے سند قیاسی خیال ہے پھر ان میں مزاحمت کے احتمال کی کب گنجائش ہے۔

رابطہ: اوپر کی آیتوں سے جس طرح تسلی مقصود ہے اسی طرح توحید بھی ان سے سمجھی گئی اور پہلے بھی توحید کے بارہ میں آیات آچکی ہیں آگے بھی توحید کا مضمون ہے۔ هو الذی جعل لکم تائیکفرون۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا

وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط إِن فِي ذَلِكَ

بھی اس طور پر بنایا کہ (بوجہ روشن ہونے کے دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس (بنانے)

لَايَةٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝۶۷

میں دلائل توحید ہیں ان لوگوں کے لئے جو (مدبر کے ساتھ ان مضامین کو) سنتے ہیں

مگر مشرکین ان دلائل میں غور نہیں کرتے اور شرک میں مبتلا ہیں چنانچہ آگے ان کے شرکیہ اقوال کا بیان ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ط هُوَ

وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ (کیسی سخت

لئے عام ہے جس میں رویاء صالحہ وغیرہ سب داخل ہیں اور اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا آپ کو ان کے گمراہ ہونے کا غم تھا ایسا ہی کبھی ان کی مخالفت اور ضرر رسائی کے احتمال سے بھی تردد ہوا کرتا تھا واللہ اعلم غرض اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خوفناک اور غمناک حوادث سے بچاتا ہے آگے ان کی صفات مذکور ہیں کہ وہ اللہ کے دوست کون ہیں ۱۳

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝۶۸

وہ اللہ کے دوست (وہ ہیں جو ایمان لائے اور) (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں

یعنی ایمان و تقویٰ سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے آگے خوف و حزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ بتلاتے ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ خوف و حزن سے

الْآخِرَةِ ط لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط

(بچنے کی) خوشخبری ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا

پس جب بشارت میں ان سے وعدہ ہو گیا اور وعدہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے تو خوف اور غم نہ ہونا لازم ہے۔

ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۶۹ وَلَا

یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔ اور آپ کو ان کی

يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ

باتیں غم میں نہ ڈالیں

یعنی جب آپ نے مقبول بندوں کا محفوظ ہونا سن لیا تو ان کی کفریات سے آپ مغموم نہ ہوں ۱۴

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ط

تمام تر غلبہ (اور قدرت بھی خدا ہی کے لئے) (ثابت) ہے

یعنی علم اور وعدہ حفاظت کے ساتھ قدرت کاملہ بھی خدا ہی کو ہے وہ اپنی قدرت سے حسب وعدہ آپ کی حفاظت کرے گا

هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۷۰ إِلَّا إِنَّ اللَّهَ

وہ ان کی باتیں (سنتا ہے) (اور ان کی حالت) جانتا ہے۔ یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں

الْغَنِيِّ ط لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي

بات کہی (وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور

الْأَرْضِ ط

جو کچھ زمین میں ہے

تو سب اس کے مملوک ہوئے اور وہ مالک ہوا پس ثابت ہوا کہ کمالات میں کوئی اس کا شریک اور ہم جنس نہیں تو اگر اولاد ہم جنس ہوئی تو خدا کا ہم جنس ہونا تو باطل ہو چکا اور اگر نا جنس اولاد ہوئی تو ایسی اولاد ہونا خود عیب ہے اور خدا تعالیٰ عیوب سے پاک ہے جیسا کہ سبحانہ میں اس طرف اشارہ بھی ہے پس خدا کے لئے اولاد ہونا مطلقاً باطل ہو گیا آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو اولاد کے نہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس پر ہم نے تو دلیل قائم کر دی اب جو لوگ اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ دلیل بیان کریں ان کا حال سنو

إِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ط

تمہارے پاس (بجز بیہودہ دعویٰ کے) اس (دعوے) پر کوئی دلیل (بھی) نہیں (تو) کیا اللہ

أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ

کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم (کسی دلیل سے) علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے

یعنی ان کا مفتری ہونا ثابت کر کے اس افتراء کی وعید سنائیے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں (جیسے شرکین) وہ (کبھی)

لَا يُفْلِحُونَ ﴿٤٩﴾ ط

کامیاب نہ ہوں گے

اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو ان لوگوں کو دنیا میں خوب کامیاب اور مشغول بنائے ہوئے ہیں آگے اس کا جواب ہے۔

رابطہ: اوپر چند مضامین مذکور ہوئے ہیں آگے بعض قصوں سے سب کی تائید فرماتے ہیں تو حید کی اس طرح کہ انبیاء پہلے سے تو حید کی دعوت کرتے آئے اور رسالت کی اس طرح کہ پہلے بھی رسول گزرے ہیں اور دھمکی اور وعید کی تائید اس طرح کہ پہلی امتوں پر عذاب نازل ہو چکا ہے تو یہ دھمکی فضول نہیں اور آپ کی تسلی اس طرح کہ پہلے لوگ بھی تکذیب کرتے آئے آخر میں انبیاء کو غلبہ حاصل ہوا پس اول نوح علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ وائل علیہم تا عاقبة المنذرین

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

یہ دنیا میں (چند روزہ) تھوڑا سا عیش ہے (جو بہت جلد ختم ہوا جاتا ہے) پھر (مر کر)

ثُمَّ نَذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا

ہمارے ہی پاس ان کو آتا ہے پھر (آخرت میں) ہم ان کو ان کے کفر کے بدلہ

كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٥٠﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ

سزائے سخت (کا مزہ) چکھادیں گے۔ اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ

نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ

پڑھ کر سنائیے۔ جو کہ اس وقت واقع ہوا تھا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ

عَلَيْكُمْ مَّقَامِي وَتَذَكِّرِي بِآيَاتِ اللَّهِ

اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا (یعنی وعظ گوئی) کی حالت میں (اور احکام خداوندی

فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ

کی نصیحت کرنا بھاری (اور ناگوار) معلوم ہوتا ہے تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے

یعنی تم کو ناگوار ہوا کرے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

فَاجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ

سو تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کر لو

یعنی تم اور تمہارے معبود سب مل کر میری ضرور سانی میں اپنا ارمان پورا کر لو۔

ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً

پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن (اور دل تنگی) کا باعث نہ ہونا چاہئے

یعنی اکثر خفیہ تدبیر سے طبیعت گھٹنا کرتی ہے سو خفیہ تدبیر کی ضرورت نہیں جو کچھ تدبیر کرو دل کھول کر علانیہ کرو میرا لحاظ پاس نہ کرو اور نہ میرے چلے جانے نکل جانے کا اندیشہ کرو کیونکہ اتنے آدمیوں کے پہرے میں سے ایک آدمی کا نکل جانا بھی مستبعد ہے پھر اخفاء کی کیا ضرورت ہے ۱۲

ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿٥١﴾

پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو

حاصل یہ کہ میں تمہاری ان باتوں سے نہ ڈرتا ہوں اور نہ تبلیغ سے رک سکتا ہوں یہاں تک تو نفی خوف کی فرمائی آگے نفی طمع کی فرماتے ہیں ۱۲

قصہ جمالاً مذکور ہے ثم بعثنا تا قلوب المعتدین۔

رابطہ: آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ مذکور ہوتا ہے

ثم بعثنا من بعدهم تا کرہ المجرمون

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ

پھر نوح کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا

فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے (مگر) پھر (بھی) ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی کیفیت یہ تھی کہ (جس چیز کو انہوں نے اول (دہلہ) میں (ایکبار) سے

بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ

جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے (اور جیسے یہ لوگ دل کے سخت تھے)

عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ۝۴۳ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ

اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں پھر ان (مذکورین) پر

بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات (عصا) اور ید بیضا دیکر بھیجا سو انہوں نے (

وَمَلَأْهُ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا

دعویٰ کے ساتھ ہی ان کی تصدیق کرنے سے) تکبر کیا

اور طلب حق کے لئے غور بھی تو نہ کیا ۱۲

وَكَانُوا قَوْمًا مَّجْرِمِينَ ۝۴۴ فَلَمَّا جَاءَهُمْ

اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے پھر جب (بعد دعویٰ کے) ان کو ہمارے پاس سے (نبوت

الْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ

موسیٰ پر) صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ موسیٰ (علیہ

مُبِينٌ ۝۴۵ قَالَ مُوسَىٰ اتَّقُوا اللَّهَ لَاحِقٌ

السلام) نے فرمایا کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے

لَمَّا جَاءَكُمْ هَذَا سِحْرٌ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّحَرُونَ ۝۴۶

ہو (کہ یہ جادو ہے) کیا یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادو گر کامیاب نہیں ہوا کرتے

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو (یہ سمجھو کہ) میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو

أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ

نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے

غرض نہ تم سے ڈرتا ہوں نہ کچھ خواہش رکھتا ہوں ۱۲

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۴۷

اور چونکہ مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں

اس لئے تبلیغ میں حکم کی تعمیل کرتا ہوں اگر تم نہ مانو گے میرا کیا نقصان ہے ۱۲۔

فَكَذَّبُوهُ فَتَبَيَّنْهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ

سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس (اس پر عذاب طوفان کا مسلط ہوا اور) ہم

وَجَعَلْنَاهُمْ خَلِيفَ وَأَعْرَقْنَا الَّذِينَ

نے (اس عذاب سے) ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

ان کو (زمین پر آباد کیا اور) باقی جو لوگ رہے تھے (جنہوں نے ہماری آیتوں کو

جھٹلایا تھا ان کو) (اس طوفان میں) غرق کر دیا سو دیکھنا چاہئے کیسا (برا) انجام ہوا

الْمُنْذِرِينَ ۝۴۸

ان لوگوں کا جو (عذاب الہی سے) ڈرائے جا چکے تھے

یعنی بے خبری میں ہلاک نہیں کئے گئے پہلے کہہ دیا سمجھا دیا نہ ماننا سزا پائی۔

یہاں بعضوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ جب طوفان کے بعد معدودے چند آدمی بچ

گئے تو عالم میں وہی رہے اور نوح علیہ السلام کی دعوت اور نبوت ان سب کے

لئے عام تھی تو نبوت عامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص نہ رہی جواب یہ

ہے کہ نبوت عامہ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر

مختلف امتیں موجود ہوں اس وقت بھی آپ کی بعثت سب کی طرف ہوگی اور

آپ سب امتیوں کے نبی ہوں گے اور یہ خصوصیت اب بھی باقی ہے کیونکہ اس

صورت میں طوفان کے بعد مختلف قومیں ہی نہ رہیں تھیں بلکہ نوح علیہ السلام

ہی کی قوم کے معدودے چند آدمی رہ گئے تھے ان کے نبی آپ پہلے سے بھی

تھے تو طوفان کے بعد ان کی نبوت عام کہاں ہوئی خوب سمجھ لو

رابطہ: اوپر نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ تھا آگے عاد و ثمود وغیرہم کا

یعنے جادوگر جب کہ دعویٰ نبوت کریں اس وقت کوئی خارق عادت ظاہر کرنے میں کامیاب نہیں ہوا کرتے اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ ہم تو بعض دفعہ ساحروں کو کامیاب پاتے ہیں حاصل جواب کا یہ ہوا کہ جو ساحر مدعی نبوت کا ہو اس کے ہاتھ پر معجزہ نہیں ظاہر ہو سکتا اس کی کامیابی شرعاً محال ہے۔

قَالُوا أَجِئْنَا لِنُلْفِتَنَّا عَنْهَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر

آباءنا و تَكُونُ لَكُمْ الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ

ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور (اس لئے آئے ہو کہ) تم دونوں کو دنیا میں ریاست (اور سرداری) مل جائے اور (تم خوب سمجھ لو کہ)

وَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔ اور فرعون نے (اپنے سرداروں سے) کہا

اَتُوتُنِي بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ

کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو (جو ہماری قلمرو میں ہیں) حاضر کرو

السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَى الْقُوا مَا أَنْتُمْ

(چنانچہ جمع کئے گئے سو جب وہ آئے (اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا) موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو (میدان میں) ڈالنا

مُلْقُونَ ﴿٥٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ

ہے سو جب انہوں نے (اپنا جادو کا سامان) ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے

بِهِ السَّحَرُ إِنَّ اللَّهَ سَيَبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا

فرمایا کہ یہ جو کچھ تم (بنا کر) لائے ہو جادو ہے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو

يُصْلِحُ عَمَلُ الْفٰسِدِيْنَ ﴿٥١﴾

ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بنے نہیں دیتا

جو معجزہ کے ساتھ مقابلہ سے پیش آویں یہاں بھی مفسد سے مراد وہ مفسد ہے جو معجزہ کا مقابلہ کرے اس کی کامیابی بھی شرعاً محال ہے اسی طرح سورہ ط میں جو آیا ہے ولا يفلح الساحر حيث اتى کہ جادوگر جب کبھی آوے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی یہی مراد ہے کہ جب معجزہ کا مقابلہ کرتے ہوئے آئے اس وقت کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ عادتہ اللہ یہی جاری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں جھوٹا کامیاب نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر کوئی

نبوت کا دعویٰ جھوٹا کر دے اس کے ہاتھ سے بھی معجزہ ظاہر نہیں ہو سکتا ۱۲ ربط: اوپر سے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چلا آتا ہے آگے اس کا تہہ ہے۔ فما امن لموسى تا بشر المؤمنين

وَيُحَقِّقُ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْبٰجِرُ مُؤْمِنًا ﴿٥٢﴾

اور اللہ تعالیٰ دلیل صحیح (یعنی معجزہ) کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم (اور کافر) لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں پس

فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا ذُرِّيَّتُهُ مِّنْ قَوْمِهِ

(جب عصا کا معجزہ ظاہر ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) پر (شروع شروع میں) ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے

اس مقام پر بعض کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ بنی اسرائیل چونکہ فرعون کے ہاتھوں سب کے سب مصیبتوں میں مبتلا تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام سے کوئی بھی مخالف نہ تھا پھر اس کے کیا معنی کہ تھوڑے آدمی ایمان لائے اور اپنے سرداروں سے ڈرنے کی کیا وجہ نیز سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے ہیں تو آپ کے ساتھ لاکھوں تھے جس سے معلوم ہوا کہ بہت لوگ ایمان لائے تھے جواب یہ ہے کہ مخالف نہ ہونا اور ساتھ ہو لینا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب ایمان بھی لے آئے تھے بلکہ دل میں یہ قصد ہو گا کہ ابھی سے مسلمان ہو کر کون پریشانی میں پڑے موقع پر ایمان لے آویں گے ہاں ان میں جو سچے طالب خدا تھے ان سے بے پروائی اور تاخیر نہ ہو سکی وہ قاعدہ کے موافق جیسی ایمان لے آئے گو اس کا عام اعلان نہ کیا اور قبیلوں کے خوف سے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا پس سرداروں سے مراد قبیلی لوگ ہیں کہ وہی حکام تھے قبائل بنی اسرائیل کے سردار مراد نہیں کیونکہ ان سے خوف کچھ نہ تھا اور یہ قصہ شروع شروع کا ہے پھر کچھ ہمت بڑھتی گئی اور مسلمان بڑھتے گئے۔ تفسیر مدارک میں اس جگہ اول الامر کی قید صراحتہ مذکور ہے یعنی تھوڑے آدمیوں کا ایمان لانا اور ڈرتے ڈرتے ایمان لانا یہ شروع کی حالت ہے اب سب شبہات رفع ہو گئے ۱۲ خلاصۃ البیان

عَلَى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَنْ

وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہیں (ظاہر ہونے پر) ان کو

يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ

تکلیف (نہ) پہنچا دے اور واقع میں (ڈرنا ان کا بے جا نہ تھا کیونکہ) فرعون اس ملک

یعنی خوف کی وجہ سے مساجد کی حاضری معاف ہے حاصل یہ ہے کہ پہلی امتوں میں بجز مساجد کے اور جگہ نماز نہ ہوتی تھی مگر خوف میں ان کو اجازت دی گئی کہ گھر ہی میں نماز پڑھ لیں پھر اس میں بھی گھر کے ہر حصہ میں درست نہ ہوتی تھی بلکہ موقع متعین کرنا پڑتا تھا اس بناء پر پھر بھی امت محمدیہ اس خصوصیت میں ان سے ممتاز رہی کہ ان کے لئے اس تعین کی بھی حاجت نہیں ۱۲

وَأَقِمْوُا الصَّلَاةَ

اور (یہ ضروری ہے کہ نماز کے پابند رہو

کہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلدی اس مصیبت سے چھڑا دے اور شاید نماز کی پابندی کا حکم اس طور سے ہوا ہو جیسا کہ دوسری آیت میں ہے واستعينوا بالصبر والصلوة کہ نماز اور صبر سے امداد و اعانت حاصل کرو یہاں نماز کی تاکید اسی غرض سے فرمائی گئی ہو کہ اس کی برکت سے امداد و اعانت حاصل ہوگی اس بناء پر یہ آیت تفصیل ہو جائے گی اس قول کی وقال لقومه استعينوا بالله واصبروا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم اللہ سے مدد مانگو اللہ سے مدد مانگنے کا یہی مطلب ہو جائے گا کہ نماز پڑھتے رہو اور اس کی برکت سے جلدی مدد پہنچ جائے گی اور یہ سب احکام قبول دعا کے آثار میں سے ہیں کیونکہ گھروں میں رہنے کا حکم دے کر سفر کی تشویش سے بچا لیا اور نمازیں گھروں میں پڑھنے کی اجازت دے دی باہر نکلنا معاف کر دیا کہ اس سے اظہار ہوتا اور پابندی نماز کی تاکید سے نجات کی تدبیر بتلادی آگے بشارت سنانے کا حکم آتا ہے کہ بنی اسرائیل کو خوشخبری سنا دو اس میں نجات دینے کا وعدہ کر لیا اور ان سب میں دعا قبول ہونے کے آثار ظاہر ہیں ۱۳

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

اور (اے موسیٰ) آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں

کہ اب جلدی مصیبت ختم ہو جائے گی۔

رابطہ: اوپر کی طرح آگے بھی موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا تتمہ ہے

وقال موسىٰ تا لا تعلمون

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے ہمارے رب (ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی

وَمَلَآكَ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَا

کہ) آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامانِ تحمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی

وَأَنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ

میں زور (سلطنت) رکھتا تھا اور یہی بات تھی کہ وہ حد (انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا اور ظلم کرنے لگتا تھا پھر جو شخص حکومت کے ساتھ ظلم کرتا ہو اس سے ڈر لگتا ہی ہے ۱۲

وَقَالَ مُوسَىٰ

اور موسیٰ نے فرمایا

یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خائف دیکھا تب فرمایا

يَقَوْمِ إِن كُنتُمْ آمِنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا

کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو (سوچ بچار

إِن كُنتُمْ مُّسْلِمِينَ) فَقَاتِلُوا عَلَى اللَّهِ

مت کرو بلکہ اسی پر توکل کرو اگر تم (اس کی) اطاعت کرنے والے ہو

تَوَكَّلْنَا

انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا

اس کے بعد دعاء کی آگے دعاء کا ذکر ہے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں سے نجات دے

یعنی جب تک ہم پر ان کی حکومت مقدر ہے ظلم نہ کرنے پاویں اور پھر ہم کو ان کی حکومت کے دائرہ ہی سے نکال دیجئے ۱۳۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّأَا

اور موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کے پاس وحی

لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ يُثُوتَا

بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے (بدستور) مصر میں گھر پر قرار رکھو

یعنی وہ ڈر کر گھر نہ چھوڑیں ہم ان کے محافظ ہیں ۱۴

وَأَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً

اور (نماز کے اوقات میں) سب اپنے ان ہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ ۚ

میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کر دیں

پس جب ہدایت ان کے مقدر میں نہیں اور یہ حکمت تھی وہ حاصل ہو چکی تو اب ان کے اموال و نفوس کو کیوں باقی رکھا جاوے پس (آگے ترجمہ)

رَبَّنَا أَطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَشْدُدْ

اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو

عَلٰی قُلُوبِهِمْ

(زیادہ) سخت کر دیجئے

یعنی ان کے دل سخت کر کے ان کی جانوں کی ہلاکت کا سامان فرما دیجئے کہ دل سخت ہونے سے ہلاکت کے زیادہ مستحق ہو جائیں گے

فَلَا يُؤْمِنُوا

جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جاویں (سو یہ ایمان نہ لانے پاویں)

بلکہ روز بروز ان کا کفر بڑھتا ہی رہے یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام تو ہدایت کے لئے آئے تھے اور بددعا کرتے لگے ہدایت نہ ہونے کی اصل یہ ہے کہ ہدایت کے واسطے آنے کے تو یہ معنی ہیں کہ ان کو راہ دین کی طرف بلا تے رہیں سو یہ تو بددعا کے بعد بھی کرتے رہے بددعا میں اور ہدایت کرنے میں کوئی منافات نہیں اور دراصل بددعا سے ان کی گمراہی کی بددعا کرنا مقصود نہ تھی کیونکہ یہ تو ان کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا تھا انکشاف سے اور وحی سے کہ یہ اب ایمان نہ لاویں گے تو یقین کے بعد اس کے واسطے بددعا کرنے کی کیا ضرورت رہی بلکہ ان کا اصل مقصود ان کی ہلاکت کی بددعا کرنا تھا اور ایمان نہ لانے کی بددعا صرف تقدیر کی موافقت کے لئے کر دی کہ جب مرضی الہی یہی ہے کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تو میں بھی اس کی موافقت کرتا ہوں اس لئے اس میں اشکال نہ رہا جیسا کہ نوح علیہ السلام نے جب وحی سے معلوم کر لیا کہ اب میری قوم میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا تو ان کی ہلاکت کی بددعا کی اور تقدیر کی موافقت کے لئے وَاَشْدُدْ عَلٰی قُلُوبِهِمْ بھی فرمادیا یعنی جب تقدیر میں یہی ہے کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تو میں بھی موافقت کرتا ہوں پس ان کے دل اور سخت کر دیجئے رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت گمراہ کرنے اور گمراہ ہونے کے لئے کیوں دیا اس کا جواب یہ ہے کہ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا کوئی حکمت ہوگی اگرچہ ہم بالعمین بیان نہ کر سکیں باقی یہ ضرور ہے کہ ان لوگوں نے جب خود ہی گمراہی کا قصد کیا اسی کو اختیار کیا اس وقت خدا

تعالیٰ نے بھی اس کے سامان کر دیئے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ جو شخص جیسا قصد کرتا ہے ویسا ہی سامان کر دیتے ہیں اس لئے گمراہ کرنے کے واسطے مال و دولت دینے سے وہ معذور نہیں ہو سکتے۔

حَتّٰی يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ۝۸۸

یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر اس) کو دیکھ لیں

اور عذاب دیکھنے کے بعد ایمان مقبول نہیں ہوتا موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے اس لئے آگے یہ فرمایا ہے کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی کیونکہ آمین کہنا بھی دعا میں شریک ہوتا ہے۔

رابطہ: اوپر کی طرح آگے بھی تمہارے قصہ موسیٰ کا فرماتے ہیں کہ جب ہم نے فرعون کو ہلاک کرنا چاہا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے باہر نکال لے جائیے چنانچہ وہ سب کو لے کر چلے اور راستہ میں دریائے شور حائل ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس میں راستہ ہو گیا اور ناسا لغفلون

قَالَ قَدْ اجِيبَتْ دَعْوُوكُمَا فَاسْتَقِيمَا

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی سو تم (اپنے منہی کام یعنی

وَلَا تَتَّبِعَنَّ سَبِيلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸۹

تبلیغ پر) مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ پر نہ چلنا جن کو علم نہیں اور ہم نے بنی

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَآءِئِلَ الْبَحْرَ فَاتَّبَعَهُمْ

اسرائیل کو (اس) دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر

فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدُوًّا ۝۹۰

کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے (دریا میں) چلا

کہ دریا سے نکل کر ان سے قتل و قتال کرے لیکن وہ دریا سے پار نہ ہو سکا ۱۲

حَتّٰی اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ لَا قَالَ اٰمَنْتُ اِنَّهُ

یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا (اور ملا کہ عذاب کے نظر آنے لگے) تو

لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنْتُ بِهِ يٰنُوٓا اِسْرَآءِئِلَ

(سراسیمہ ہو کر) کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل

وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۱

ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں

کوفرعون کے غرق ہونے میں اس کی غایت عظمت و ہیبت کی وجہ سے شبہ تھا ان کو بھی یقین آ گیا۔ ربط: اوپر بنی اسرائیل پر انعام عظیم کا ذکر تھا کہ کیسے بڑے موذی سے ان کو نجات دی آگے بقیہ نعمت کی حکایت اور ان کی سرکشی کی شکایت ارشاد ہے۔ ولقد بوانا تافیه یختلفون

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنِ اٰیٰتِنَا

اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہماری (ایسی ایسی غیبتوں سے غافل ہیں) اور

لَعٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ

مخالفت احکام الہیہ سے نہیں ڈرتے) اور ہم نے (غرق فرعون کے بعد) بنی اسرائیل کو بہت

مُبَوَّآ صِدْقٍ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

اچھا ٹھکانہ دے کر دیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں (نعمائی جنات و میون وغیرہ) کھائے کو دیں

مصر میں بھی باغ اور چشمتے تھے اور شام کی نسبت بار کنا فیہا آیا ہے کہ ہم نے اس میں برکت رکھی ہے چنانچہ ظاہری اور باطنی ہر طرح کی برکت وہاں ہے اور اچھے ٹھکانے کی تفسیر مصر اور شام ہی کے ساتھ درمنثور میں منقول ہے۔

فَمَا اٰخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ

سو انہوں نے (جہل کی وجہ سے) اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ

ان کے پاس (احکام کا) علم پہنچ گیا

پھر اختلاف کیا اور اختلاف کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ باوجود نبوت کی تصدیق کے انبیاء کے احکام میں طرح طرح کے حیلے اور جھٹس نکالتے تھے دوسرے یہ کہ بعض انبیاء کو مانتے تھے بعض کو نہ مانتے تھے جس میں یہود کا ہمارے حضرت کو نہ ماننا بھی داخل ہے۔ ربط: اوپر یہود کا دین میں اختلاف کرنا مذکور تھا چونکہ مشرکین بھی اس اختلاف میں ان کے شریک بلکہ ان سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے قرآن کی حقانیت سے خاص طرز پر اسلام کی حقانیت ثابت فرماتے ہیں۔ فان کنت فی شک تامن الخسرین

اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیْمَا

یقینی بات یہ ہے کہ آپ کا رب ان (اختلاف کرنے والوں) کے درمیان

کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ کُنْتَ فِی

قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ (عملی) کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا

سو مجھ کو اس غرق سے اور عذاب آخرت سے نجات دی جائے اور اس کہنے سے کہ میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی بھی تصدیق ہوگئی مگر چونکہ یہ ایمان معائنہ آخرت کے وقت تھا کہ عالم آخرت منکشف ہو چکا تھا اس لئے مقبول نہیں ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا فلم یک ینفعهم ایمانہم لما راؤ ابا سنا کہ جب ہمارا عذاب دیکھ لیا اس وقت ان کو ایمان نے نفع نہ دیا رہا یہ شبہ کہ جب اس حالت میں یقیناً ایمان مقبول نہیں ہو سکتا تو حدیث میں جو آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس وقت فرعون کے منہ میں کیچر ٹھونستا تھا کہ مبادا کہیں اس پر رحمت نہ ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ کہیں مغفرت نہ ہو جائے اس کے کیا معنی ہوں گے جب یقیناً رحمت و مغفرت اس وقت نہیں ہو سکتی تو اس فعل کی کیا ضرورت تھی جواب یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کے قول میں رحمت و مغفرت دنیوی مراد ہے اخروی مراد نہیں حاصل یہ کہ گوان الفاظ سے بوجہ شرعی ایمان متحقق نہ ہونے کے آخرت میں تو اس کو کچھ نفع نہ ہوتا لیکن شاید جس طرح منافقین کا ایمان آخرت میں نافع نہیں مگر جان و مال بچانے کے لئے دنیا میں کافی ہو جاتا ہے اسی طرح وہ شاید ان الفاظ کی بدولت غرق سے بچ جاتا اور اس کا رہنا فساد عالم کا سبب ہوتا اس لئے منہ بند کرتے تھے کہ پھر یہ الفاظ نہ نکلیں اور بعض اکابر سے جو فرعون کے ایمان کا صحیح ہونا منقول ہے وہ کسی نے ان کی تصنیف میں لاحق کر دیا ہے چنانچہ ایواقیت والجوہر میں اس کی تفصیل موجود ہے آگے فرشتہ کا جواب مذکور ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے اس نے فرعون کو سنایا۔

اَلْاِنَّ وَ قَدْ عَصٰیْتَ قَبْلُ وَ کُنْتَ مِّنَ

جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور (معائنہ آخرت کے) پہلے سے سرکشی

الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۴﴾ فَاَلِیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِدَنٰکِ

کرنا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا (اب نجات چاہتا ہے) سو (بچائے نجات

مطلوبہ کے) آج ہم تیری لاش کو (پانی میں نشین ہونے سے) نجات دیں

لِتَكُوْنَ لِمَنۢ خَلَفَكَ اٰیَةً ط

گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد (موجود) ہیں

کہ تیری بد حالی اور تباہی دیکھ کر مخالفت احکام الہیہ سے ڈریں لاش کے بچا لینے اور پانی پر تیرے آنے کو نجات فرمانا بطور شرمندہ کرنے اور مایوس کر دینے کے ہے کہ ایسی نجات ہوگی جو تیرے لئے زیادہ موجب رسوائی ہو جیسا کہ معرکہ جنگ میں بعضوں کی لاش یا سر اس لئے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ اس کی تشہیر کی جائے اور بعض نے یہ وجہ بھی نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل

خطاب نہیں ہے یہ فرمایا کہ لا اشک ولا اسئال نہ مجھ کو شک ہے نہ میں پوچھوں مطلب یہ کہ جس کو شک ہو اسی کو یہ خطاب اصل میں ہے۔

رابطہ: اوپر ایمان نہ لانے والوں کا ذکر تھا چونکہ آپ کو طبعاً اس سے رنج ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی فرماتے ہیں کہ ان کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ہے اس لئے اس کے خلاف نہ ہوگا البتہ اگر قوم یونس کی طرح ان کا ایمان لانا مقدر ہو چکا تو ان کی طرح یہ بھی ایمان لے آتے ان الذین حقّت تالایعقلون

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لاویں

لَا يُؤْمِنُونَ ۹۶) وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ

گئے) ثابت ہو چکی ہے وہ (کبھی) ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل

يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۹۷) فَلَوْلَا كَانَتْ

(شہوت حق کے) پہنچ جائیں جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں (مگر اس

قَرِيَّةٍ أَمِنَتْ فَنَفَعَهَا إِيْمَانُهَا

وقت ایمان نافع نہیں ہوتا) کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا

یعنی جن بستیوں پر عذاب آچکا ہے ان میں سے کوئی بھی عذاب آنے سے پہلے ایمان نہ لائی کہ ایمان سے ان کو نفع ہوتا کیونکہ ان کے ایمان کی بابت مشیت متعلق نہ ہوئی تھی نہ انہوں نے خود چاہا نہ خدا نے چاہا۔

إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ ط

ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم

کہ انہوں نے عذاب کے آنے سے پہلے ہی صرف آثار دیکھ کر حق تعالیٰ کی جناب میں گریہ و زاری شروع کی اور ایمان لے آئے تو وہ عذاب ٹل گیا ان کو آثار سے عذاب کا آنا غالب گمان سے معلوم ہو گیا تھا یا عذاب آ گیا تھا مگر ابھی فرشتے نظر نہ آئے تھے۔ نہ عالم آخرت منکشف ہوا تھا کہ ایمان لے آئے۔ پس فلم یک ینفعهم ایمانهم لماراوا اباسنا کے یہ خلاف نہیں کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ عذاب آ جانے اور عالم آخرت دیکھ لینے کے بعد ایمان نافع نہیں ہوتا اور یہ لوگ پہلے ہی ایمان لے آئے تھے غرض ان لوگوں میں صلاحیت تھی جلدی ایمان لے آئے خدا کی مشیت بھی ان کے ارادہ کے موافق متعلق ہوئی ۱۲

لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي

جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا

شَكِّ مِمَّا أُنْزِلْنَا إِلَيْكَ فَسَلِ الَّذِينَ

کرتے تھے پھر اگر (بالفرض) آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک (اور شبہ) میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ

يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ

سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں مراد توریت و انجیل ہیں تو وہ قرآن کو سچ بتلائیں گے

یعنی اگر وہ لوگ توریت اور انجیل کو بعینہ پڑھ دیں اور اس میں دعا اور خیانت نہ کریں تو ان کے پڑھ دینے سے قرآن کی تصدیق ہو جائے گی کیونکہ ان میں قرآن کی پیشین گوئی موجود ہے اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اہل کتاب تو خود تکذیب کرتے تھے پھر ان سے پوچھنا کیسے بتلا دیا گیا حاصل جواب کا یہ ہے کہ جب وہ اصل مضمون پڑھ دیں تو اخفاء نہیں ہو سکتا سننے والا خود سمجھ جائے گا گو وہ جھٹلاتے رہیں ۱۲

لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ

بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ

مِنَ الْمُتَرِّينَ ۹۸) وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں اور (نہ شک کرنے والوں سے بڑھ کر)

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَنَّ مِنَ

ان لوگوں میں ہوں۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ (نعوذ

الْخَسِرِينَ ۹۹)

باللہ) تباہ نہ ہو جاویں

ظاہر میں خطاب آپ کو ہے مگر مقصود دوسروں کو خطاب کرنا ہے آپ کو خطاب کرنے میں اس دلیل کے کافی ہونے پر تاکید اور مبالغہ ہو گیا کہ جب صاحب وحی کو جو کہ بلا واسطہ حق تعالیٰ سے علوم حاصل کرتا ہے یا فرشتوں کی باتیں سنتا ہے اہل علم سے پوچھتا قرآن کی تصدیق کے لئے کافی ہو سکتا ہے تو دوسروں کے لئے کیسے کافی نہ ہوگا اسی طرح آخر میں جو فرمایا کہ شک کرنے والوں میں نہ ہوں اور تباہ نہ ہو جائیں ان میں بھی مقصود دوسروں کو سنانا ہے آپ کو خطاب کرنے سے مبالغہ ہو گیا کہ جس ذات میں شک وغیرہ کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا جب اس کو روکا جاتا ہے تو جس میں احتمال ہے اس کو بدرجہ اولیٰ روکنا چاہئے چنانچہ آیت نازل ہونے کے وقت آپ نے یہ بات ظاہر کرنے کے لئے کہ مقصود مجھ کو

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حَيٰثٍ ۙ ۝۹۸

اور ان کو ایک وقت خاص (یعنی وقت موت) تک (خیر و خوبی کے ساتھ) عیش دیا

عیش کے ساتھ ترجمہ میں خیر و خوبی کی جو قید لگائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عیش دیا جو آخر میں باعث وبال نہ تھا جیسا کہ اتنا فی الدنيا حسنة کی تفسیر میں گزرا ہے دلیل اس کی سورہ ہود کی آیت ہے یمتکم متاعا حسنا الی اجل مسمى یعنی خدا پر ایمان لاؤ تو خیر و خوبی کے ساتھ خاص مدت تک یعنی موت تک عیش دیں گے وہاں یہی مراد ہے کہ ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ جو عیش ہو وہ انجام کار وبال جان نہیں ہوتا پس یہ شبہ جاتا رہا کہ عیش دنیا تو کفار کو بھی عام ہے پھر ایمان پر اسے کیوں مرتب فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ کفار کا عیش خیر و خوبی کے ساتھ نہیں اس کا انجام وبال جان ہے۔ اور حیات دنیا کی تخصیص مبالغہ کے لئے ہے۔ یعنی آخرت میں تو ایمان نافع ہوتا ہی ہے ان کو ایمان کی بدولت دنیا میں بھی عیش دیا گیا آگے فرماتے ہیں کہ قوم یونس ہی کی کیا تخصیص ہے اگر ہماری مشیت ہو تو سب ایمان لے آویں۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَا مَن مِّنْ فِی الْاَرْضِ

اور ان اقوام و قری کی کیا تخصیص ہے اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین

کُلُّهُمْ جَمِیْعًا ۚ

کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے

مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے نہ چاہا اس لئے سب ایمان نہیں لائے۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۙ ۝۹۹

سو (جب یہ بات ہے تو) کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

ایمان ہی لے آویں حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدو خدا کے حکم (یعنی مشیت)

وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلٰی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۙ ۝۱۰۰

کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی) گندگی واقع کر دیتا ہے

یعنی ان کی تقدیر میں ایمان نہ ہونے کی وجہ ان کا جہل اور نادانی ہے کہ وہ خود حق کو نہیں سمجھنا چاہتے اس لئے کفر میں مبتلا ہیں گو جہل کا سلسلہ بھی مشیت و حکمت ہی تک پہنچتا ہے ۱۲

رابطہ: پہلے کچھ اور پر ایمان نہ لانے والوں کا ذکر تھا آگے بتلاتے ہیں کہ باوجود عناد کے اور ایمان سے ناامیدی کے پھر بھی دائرہ تکلیف سے باہر نہیں اور عناد پر ان کا مستحق وعید ہونا مذکور ہے قل انظروا تانج المؤمنین

قُلْ اَنْظُرُوْا مَا ذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

آپ کہہ دیجئے تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں

آسمانوں میں ستارے وغیرہ اور زمین میں بے انتہا مخلوق نظر آتی ہیں یعنی ان میں غور کرنے سے توحید کی دلیل عقلی حاصل ہوگی یہ بیان ہوا ان کے مکلف ہونے کا ۱۲

وَمَا تُغْنِیْ الْاٰیٰتِ وَالنَّذْرُ عَنْ قَوْمٍ لَا

اور جو لوگ (عنادا) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ

یُؤْمِنُوْنَ ۙ ۝۱۰۱

فائدہ نہیں پہنچا نہیں

آگے بتلاتے ہیں کہ ان کی حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ باوجود دلائل اور وعیدوں کے جو ایمان نہیں لاتے تو ان کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جو ایسے عذاب کا منتظر ہو جو کہ پہلی قوموں پر آیا تھا۔

فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ

(یہ بیان ہوا ان کے عناد کا) سو وہ لوگ (بدلالت حال) صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا

خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْظُرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ

انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اچھا تو تم (تو اس کے)

مِّنَ الْمُنْتَظَرِیْنَ ۙ ۝۱۰۲

انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ (اس کے) انتظار کرنے والوں میں ہوں

آگے پھر پہلی امتوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب پہلی امتوں پر عذاب واقع کرتے تھے تو وہ عذاب صرف کافروں پر آتا تھا۔

ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کَذٰلِکَ

پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے

(جس طرح ان مومنین کو ہم نے نجات دی تھی ہم اسی طرح سب ایمان

حَقًّا عَلَیْنَا نُنَجِّی الْمٰؤْمِنِیْنَ ۙ ۝۱۰۳

والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔

اسی طرح اگر ان کفار پر کوئی افتاد پڑی تو مسلمان اس سے محفوظ رہیں گے مسلمانوں کا آخرت کے عذاب سے بچنا تو ظاہر ہے اور پہلے عذابوں میں دنیوی عذاب سے بھی بچنا ظاہر ہے اور اس امت کے کفار پر جو عذاب دنیوی آتا ہے یعنی قتل وغیرہ اس سے مسلمانوں کا بچنا اس طرح ہے کہ مسلمانوں کے حق میں یہ قتل وغیرہ عذاب نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے اس میں بڑا ثواب اور بڑے درجات ہیں خوب سمجھ لو۔ ربط: اوپر کفار کی تکذیب کا ذکر تھا آگے اسلام کے رکن اعظم یعنی توحید کا ذکر ہے تاکہ اس کی حقیقت میں غور کر کے اسلام کی حقانیت کا علم ہو سکے قل یا ایہا الناس تا هو الغفور الرحیم

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف شک اور تردد

مِّن دِينِي

میں ہو تو

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کفار تو پورے منکر تھے مومن کی بابت شک اور تردد کیوں فرمایا جواب یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس دین میں تو شک بھی نہ ہونا چاہئے چہ جائیکہ انکار و تکذیب آگے دین اسلام کی حقیقت بتلاتے ہیں ۱۲

فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس

اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ

معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو (منجانب اللہ) یہ حکم ہوا ہے کہ

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین مذکور (توحید خالص)

وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا

کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ)

تَكُونَنَّ مِنَ الْمَشْرِكِينَ

کبھی مشرک مت بننا (اور یہ حکم ہوا کہ خدا کی توحید کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ

کرنا جو تجھ کو نہ (عبادت کرنے کی حالت میں) کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ (ترک عبادت کی

فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ

حالت میں) کوئی ضرر پہنچا سکے پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع

وَأِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور (مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی

لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

تکلیف پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی راحت

رَأْدَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ

پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں (بلکہ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے

عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

جس پر چاہیں مبذول فرماویں اور وہ بڑی مغفرت والے اور بڑی رحمت والے ہیں

اور رحمت و مغفرت میں فضل و احسان کے بھی تمام افراد داخل ہیں جب حق تعالیٰ رحمت و مغفرت عظیمہ کیساتھ موصوف ہیں پس لامحالہ وہ صاحب فضل بھی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ میرا دین تو یہ ہے جس میں کسی کو شک نہ ہونا چاہئے۔

ربط: اوپر دین اسلام کی حقانیت ظاہر کی گئی ہے آگے بتلاتے ہیں کہ اس بیان سے حجت تمام ہو گئی قل یا ایہا الناس تا ہوکیل

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس (دین) حق تمہارے رب

کی طرف سے (بدیل) پہنچ چکا ہے سو (اس کے پہنچ جانے کے بعد)

رَبِّكُمْ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي

جو شخص راہ راست پر آ جاوے گا سو وہ اپنے (نفع) کے واسطے راہ راست پر آوے

لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا

گا اور جو شخص (اب بھی) بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ

بھی) اسی پر پڑے گا اور میں تم پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کیا گیا

کہ تمہاری بے راہی کی باز پرس مجھ سے ہونے لگے تو میرا کیا نقصان ہے ۱۳ ربط: اوپر دعوت کامل اور حجت تمام کر چکے چونکہ اس کے بعد بھی

یعنی منکر رہے جو آپ کو رنج و مزہ معاملہ تھا اس لئے آپ کی تسلی پر سورت کو ختم فرماتے ہیں۔ واقعہ ما یوحیٰ تا خیر الحکمین

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَخْرُجَ

اور آپ اس کا اتباع کرتے رہے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور

اللہ ﷻ

صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (ان کا) فیصلہ کر دیں گے

اتباع وحی میں سب اعمال کے ساتھ تبلیغ بھی آگئی یعنی عمل بھی کرتے رہے اور تبلیغ احکام بھی اور فیصلہ خواہ دنیا میں ہو کہ مخالفین ہلاک کر دیئے جائیں یا آخرت میں عذاب کے ساتھ ہو مطلب یہ کہ آپ اپنے ذاتی اور منصبی کام میں لگے رہے ان کی فکر نہ کیجئے ۱۲

وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝۹

اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہے

ایسی گفتگو اور اسی طرح اس سے پہلے آیت کی گفتگو عادتہ کلام اور مناظرہ کے بالکل آخر میں ہوا کرتی ہے پس ان پر سورۃ کا ختم کرنا نہایت لطیف حسن ختام ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سُوْرَةُ هُوْد مَكِيَّة

الاقولہ تعالیٰ و اقم الصلوٰۃ الایۃ..... عند قتادة

رابطہ: اس سورت کا آغاز اور سورۃ سابقہ کا انجام ہمہ تن متحد ہے کہ دونوں میں توحید و رسالت کا اثبات ہے اور بقیہ مضامین میں باہم تناسب اور سورۃ سابقہ کے مضامین میں سے تقارب ظاہر ہے اول قرآن کا منزل من اللہ ہونا اور توحید پر مشتمل ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بشیر و نذیر یعنی رسول ہونا تو یہ واستغفار یعنی ایمان کا حکم اور اس پر بشارت پھر توحید ثابت کرنے کے لئے علم و قدرت اور روزی دینا پیدا کرنا اور پیدائش کی حکمت کا بیان و هو الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام تک ہے الرتہ احسن عملا

(۱۱) سُوْرَةُ هُوْد مَكِيَّة (۵۲)

کلماتہا ۱۹۳۶ حروفہا ۷۹۲۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّحْمٰنُ كَتَبَ اٰحْکَمَتِ اٰیٰتِهٖ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ

الر (کے معنی تو اللہ کو معلوم) یہ (قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں (دلائل سے) محکم کی گئی ہیں پھر (اس کے ساتھ) صاف صاف (بھی)

لَدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ط

بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے یہ کہ اللہ کے سوا

اِنِّیْۤ اَنْتَیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۝۲ وَاَنْ

کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے

اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَیْهِ یَتَّعَمَّکُمْ مَّتَّعًا

والا ہوں اور یہ (بھی ہے) کہ تم لوگ اپنے گناہ (شرک و کفر وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف (عبادت سے)

حَسَنًا اِلَیْۤ اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُوْتِ کُلَّ ذِی

متوجہ ہو وہ تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک (دنیا میں) خوش عیشی دے

فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط

گا اور (آخرت میں) پھر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا

یہ کہنا بھی بمنزلہ بشر کہنے کے ہے۔

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

اور اگر ایمان لانے سے تم لوگ اعراض (ہی) کرتے رہے تو مجھ کو (اس

کَیِّدٍ ۵

صورت میں) تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے

یہ کہنا بمنزلہ نذیر کہنے کے ہے اور عذاب کو مستعد مت سمجھو کیونکہ (آگے ترجمہ)

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۶

تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے

پس عذاب کو دشوار سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں البتہ اگر وہاں حاضری نہ ہوتی یا اس کو قدرت نہ ہوتی تو عذاب واقع نہ ہوتا پس ایسی حالت میں ایمان اور توحید سے اعراض نہ چاہئے اور قدرت ثابت کرنے کا تعلق توحید سے بھی ہے آگے اپنے علم کو ثابت فرماتے ہیں کہ اس کو بھی جزاء کے واقع ہونے سے اور توحید سے دونوں سے تعلق ہے۔

أَلَا أَنَّهُمْ يَتَنَوَّنَ صُدُورُهُمْ لِيَسْتَخَفُوا مِنْهُ ۷

یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں

یعنی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو باتیں کرتے ہیں تو اس ہیئت سے کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے اور جس کو یہ اعتقاد ہو کہ حق تعالیٰ کو ضرور خبر ہوتی ہے اور رسول کا صاحب وحی ہونا دلائل سے ثابت ہے وہ اخفاء کی یہ تدبیر کبھی نہ کرے گا۔ پس یہ تدبیر کرنا گویا بدالالت حال اللہ سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرنا ہے۔

الْأَحْيَنَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ لَا يَعْلَمُ مَا

یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب

يُسِرُّونَ وَمَا يَعْلَمُونَ ۸ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

جاننا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ باتیں ظاہر کرتے

الْصُّدُورِ ۹

ہیں (کیونکہ) بالیقین وہ (تو) دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے

تو زبان سے کہی ہوئی باتوں کو تو یوں نہ جانے گا آگے توحید کے متعلق روزی دینے کا بیان ہے جس سے مسئلہ علم کی بھی تائید ہوتی ہے ۱۲۔

الحمد لله گیارویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا

اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس

عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو

اور روزی رسانی کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے آگے اپنے علم کا

بیان فرماتے ہیں ۱۲

وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلِّ

اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب

فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ⑤

چیزیں کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (بھی منضبط و مندرج) ہیں

غرض واقعات ہر طرح محفوظ ہیں علم الہی میں بھی اور لوح محفوظ میں بھی درج ہیں اور زیادہ رہنے کی جگہ ماں کا رحم ہے اور چند روزہ رہنے کی جگہ باپ کی پشت ہے اور گوسب جانداروں کے لئے اس تفسیر پر مستقر و مستودع عام نہیں لیکن ان جانداروں کو جو ماں کے رحم اور باپ کی پشت میں ہوتے ہیں حق تعالیٰ جانتے اور وہیں غذا پہنچاتے ہیں تو جن جانوروں کی پیدائش رحم وغیرہ میں نہیں ہوتی ان کے ساتھ بدرجہ اولیٰ علم الہی متعلق ہوگا کیونکہ ان کا وجود تو کھلا ہوا ظاہر ہوتا ہے جب پوشیدہ چیزوں کو جانتے اور روزی پہنچاتے ہیں ظاہر چیزوں کو کیوں نہ جانیں گے۔ پس الفاظ قرآن سے حق تعالیٰ کے علم کا تمام چیزوں کے ساتھ عام طور پر متعلق ہونا سمجھا گیا اور ما من دابة کی تفسیر میں رزق کھانے والا جاندار اس لئے کہا کہ بعض بے کھائے بچے مر جاتے ہیں تو شبہ ہو سکتا ہے کہ ایسوں کو رزق کہاں پہنچتا ہے جواب یہ ہے کہ یہاں خاص وہی جاندار مراد ہیں جو رزق کھاتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کی روزی ہمارے ذمہ ہے۔ آگے پیدائش عالم کا مع اس کی حکمتوں کے بیان فرماتے ہیں جس سے دوبارہ زندہ ہونے کی بھی تائید ہوتی ہے جس کا آگے ذکر آتا ہے کیونکہ پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے کی اور اس پر قادر ہونے کی دلیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن (کی مقدار)

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا

یعنی یہ دونوں چیزیں پہلے سے پیدا ہو چکی تھیں نیچے پانی کے سوا کچھ نہ تھا اور پکی جانب عرش کے سوا کچھ نہ تھا۔ آگے پیدائش کی حکمت بتلاتے ہیں۔

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط

تاکہ تم کو آزمائے کہ (دیکھیں) تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے

مطلب یہ کہ زمین و آسمان کو پیدا کیا تمہارے حوائج و منافع اس میں پیدا کئے تاکہ تم ان کو دیکھ کر توحید پر استدلال کرو اور ان سے متشفع ہو کر منعم کا شکر اور خدمت کی عبادت ہے عمل صالح سے بجلاؤ سو بعض نے ایسا کیا بعض نے نہ کیا۔

وَلَكِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ

اور اگر آپ (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد (قیامت

الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

کے دن دوبارہ) زندہ کئے جاؤ گے تو (ان میں) جو لوگ کافر ہیں وہ (قرآن کی

هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑤

نسبت جس میں بعثت کی خبر ہے) کہتے ہیں کہ یہ تو نر صاف جادو ہے

رابطہ: اوپر ایمان لانے پر ثواب کا وعدہ اور ایمان نہ لانے پر عذاب کی وعید تھی اور یہ سب بعثت کے بعد ہوگا اس لئے آگے بعثت کے متعلق مضمون ہے۔ ولئن قلتم انکم تا یستہزءون۔

جادو چونکہ موثر ہوتا ہے اور باطل۔ اس لئے قرآن کو جادو کہتے تھے کہ اس کے مضامین کا موثر ہونا بھی مشاہدہ کرتے تھے اور غایت عناد سے نعوذ باللہ اس کو باطل سمجھتے تھے اور مقصود اس سے قیامت کا انکار تھا آگے ان کے انکار کے منشاء کا جواب ارشاد ہے۔

وَلَكِنْ أَخْرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَى آَمَةٍ

اور اگر تمہوڑے دنوں تک (مراد نبوی زندگی ہے) ہم ان سے عذاب (موعود)

مَعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَحْبِسُهُ ط

کو ملتوی رکھتے ہیں (کہ اس میں حکمتیں ہیں) تو (بطور انکار و استہزاء کے)

کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے

یعنی اگر کوئی چیز ہوتی تو اب تک آچکتا کیونکہ ہم تمہارے نزدیک عذاب کے

مرا داس سے مومنین ہیں کیونکہ ہر مسلمان میں کم و بیش استقلال پسند اور نیک اعمال ہوتے ہیں۔

أُولَئِكَ

وہ ایسے نہیں ہوتے

بلکہ زوال نعمت کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں اور عطاء نعمت کے وقت شکر و طاعت بجالاتے ہیں جو کہ حاصل ہے اعمال صالحہ کا

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝۱۱

ایسے لوگوں کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے

خلاصہ یہ کہ بجز مومنین کے اکثر آدمی ایسے ہی ہیں کہ ذرا سی میں نڈر ہو جائیں ذرا سی میں ناامید ہو جاویں اس لئے یہ لوگ تاخیر عذاب کے سبب بے خوف اور منکر ہو گئے ۱۲

رابطہ: شروع سورت میں رسالت اور توحید کا بیان تھا آگے بھی رسالت کے متعلق اس ترتیب سے بحث ہے کہ اول آپ کی تنگ دلی کی جو ان کے استہزاء سے پیدا ہوتی تھی تسلی ہے پھر قرآن کی حقانیت پر ان کے شبہ کا جواب ہے پھر صراحت اس کی حقانیت کا اثبات اور بحث رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہے جو کہ رسالت سے مقصود اعظم ہے۔ فلعلک تارک تا انتم مسلمون

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

سو شاید آپ (تنگ ہو کر) ان احکام میں سے جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو (کہ وہ تبلیغ ہے) چھوڑ دینا چاہتے ہیں

یعنی کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ تبلیغ ترک کر دیں سو ظاہر ہے کہ ایسا ارادہ تو آپ کر نہیں سکتے پھر تنگ ہونے سے کیا فائدہ ۱۲

وَصَٰبِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا

اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) (ان پر کوئی

اَنْزَلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ط

خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ (جو ہم سے بھی بولتا جاتا) کیوں نہیں آیا

یعنی وہ جو یوں کہتے ہیں کہ ایسے ایسے معجزات کیوں نہیں دیئے گئے سو ایسی باتوں سے آپ تنگ نہ ہو جائیے ۱۲

إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ط

آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں

مستحق ہیں جب نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں ۱۲

الْأَيُّومَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ

یاد رکھو جس دن (وقت موعود پر) وہ (عذاب) ان پر آ پڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۱۲

نہ ٹلے گا اور جس عذاب کے ساتھ وہ استہزاء کر رہے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا

مطلب یہ کہ باوجود استحقاق کے یہ تاخیر اس لئے ہے کہ بعض حکمتوں سے اس کا وقت معین ہے پھر اس وقت ساری کسر نکل جائے گی ۱۲

رابطہ: اوپر تاخیر عذاب کی وجہ سے ان کا عذاب اور قیامت سے انکار کر دینا مذکور تھا آگے اس کی تائید کے لئے انسان کا ایک خاصہ اکثر یہ مذکور ہے وَلَنُؤَذِّقَنَّ الْإِنْسَانَ تَأْجِرًا كَبِيرًا

وَلَكِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید

نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۖ إِنَّهُ لَيَكُوسُ كُفُورًا ۝۱۳ وَلَكِنْ

اور نا شکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو

أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضِرَاءٍ مَّسْتَهْلِكَةٍ لِّيقُولَنَّ

کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو ایسا اتراتا ہے کہ (کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد

ذَهَبَ السَّيِّئَاتِ عَنِّي ۖ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝۱۴

رخصت ہوا) (اب کبھی نہ ہوگا پس) وہ اترانے لگتا ہے سخی بگھارنے لگتا ہے

جب انسان کی یہ حالت ہے کہ ایک مضرت واقع ہونے کے بعد اگر زائل ہو جائے تو اس کے دوبارہ آ جانے کا احتمال بھی بھلا دیتا ہے تو قیامت کی مضرت تو ابھی واقع بھی نہیں ہوئی اس کا انکار کیا عجب ہے اور بظاہر مقصود اس مقام کا صرف اسی مضمون سے حاصل ہے باقی پہلا مضمون یعنی نعمت کے زائل ہو جانے پر یاس اور ناامیدی ہو جانا غالباً وہ اس کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ منشا دو توں کا ایک ہے وہ منشا یہ ہے کہ جو چیز انسان کو فی الحال درپیش ہو اس کے زائل نہ ہونے کا یقین کر لیتا ہے اور آئندہ پیش آنے والی چیزوں کا احتمال اور خیال بھی نہیں کرتا ۱۳

إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَاتِ ط

مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں

وَأَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ

اور یہ (بھی یقین کرلو) کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں

کیونکہ معبود تمام صفات کمال میں پورا ہوتا ہے پس اگر اور کوئی معبود ہوتا تو اس کی قدرت بھی پوری ہوتی اور اس قدرت سے تمہاری مدد کرتا کیونکہ تحقیق دین کا موقع اس کو مقتضی تھا کہ وہ تمہاری امداد کرتا اور تم اس کے مثل کلام بنالاتے پس قرآن کا مثل نہ لاسکنے سے رسالت اور توحید دونوں ثابت ہو گئے۔ ۱۳

رابطہ: اوپر بعض آیات میں ان منکروں کو عذاب کی وعید سنائی گئی تھی اس پر وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم تو بڑے بڑے نیک کام کرتے ہیں جیسے مہمانداری غریب پروری صلہ رحم وغیرہ تو اگر قیامت کوئی چیز ہے تو ہم کو ثواب ملنا چاہئے نہ کہ عذاب اس لئے آگے اس گمان باطل کی تردید فرماتے ہیں من کان تا يعملون

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ

تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں) جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا تَوَفَّ إِلَيْهِمْ

دنوی (کی منفعت) اور اس کی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال ان کو دنیائی

أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿۱۵﴾

میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی

یعنی دنیا ہی میں ان اعمال کے عوض نیک نامی اور صحت و فراغ و عیش وغیرہ عطا کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ یہ اعمال دوسرے بد اعمال پر غالب ہوں اور اگر بد اعمال غالب ہوں تو پھر یہ اثر مرتب نہیں ہوتا پس یہ اشکال نہ رہا کہ بعض اوقات دنیا میں بھی کچھ نہیں ملتا کیونکہ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ نیک اعمال اور بد اعمال کی خصوصیت کے آثار مختلف ہیں دونوں کے مجموعہ میں سے جو غالب ہوگا اسی کا اثر مرتب ہوگا اور اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کی نیت بجز دنیا کے کچھ نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو بجز دنیا کے کچھ نہیں کرتے اس آیت میں ان کا بیان ہے جیسا کہ بعض اوقات بعض مسلمانوں کی نیت بھی صرف دنیا ہی کے لئے ہوتی ہے اسی لئے بعض مفسرین نے اس آیت کو عام کہا ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ اس کو کفار کے ساتھ خاص کیا جائے کیونکہ یہاں فرمایا ہے کہ ان کے لئے جہنم کے سوا کچھ نہیں گوتا و لیل کر کے عام کہہ سکتے ہیں مگر تاویل بعید ہے دوسرے مسلمانوں کے لئے معافی کا بھی احتمال ہے اور یا کار مؤمنین کے بارے میں احادیث بہت ہیں۔

یعنی پیغمبر ہیں اور پیغمبر کے لئے مطلق کسی ایک معجزہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے خاص معجزہ کی ضرورت نہیں۔

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۶﴾

اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر

آپ نہیں ہیں جب یہ بات ہے کہ ان خوارق کا ظاہر کرنا آپ کے اختیار سے باہر ہے پھر اس کی فکر اور اس فکر سے دل تنگی کیوں ہو اور چونکہ پیغمبر کے لئے مطلق خارق کی ضرورت ہے اور آپ کا بڑا خارق قرآن ہے تو اس کو نہ ماننے کی کیا وجہ۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ

اللہ ہی ہے کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنالیا ہے آپ (جواب میں) فرمادیجئے کہ

سُورٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَةٌ

(اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے) تو (اچھا) تم بھی اس جیسی دس سورتیں لے آؤ

سورہ یونس اور سورہ بقرہ میں ایک سورہ لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور یہاں دس سورتوں کا پہلے مطالبہ اور اس سے عاجز ہونے کے بعد ایک سورہ سے معارضہ مناسب ہے اور سورہ یونس اگر مدنی ہے جیسا کہ ایک قول ہے تب تو اس کی بھی یہی وجہ ہے اور اگر مکی ہو اور سورہ ہود سے مقدم ہو جیسا کہ اتفاق میں یہ قول بھی ہے تو میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک سورہ کا مطالبہ تو قرآن کے فی نفسہ اعجاز کے اعتبار سے ہے اور وہ لوگ جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم قرآن کے مثل کلام کہہ سکتے ہیں لو نشاء لقلنا مثل هذا اس دعویٰ کی وجہ سے دس سورتوں کا مطالبہ کیا گیا کہ جب تم ایسا کلام کہنے پر قادر ہو تو دس سورتیں لانا تم کو دشوار نہ ہوگا اس جیسی دس سورتیں بنالاء ۱۲

وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ

اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۷﴾ فَإِلَّامُ يَسْتَجِيبُوا

(کہ اس کی مثل بنالاء) نہ کر سکیں تو تم (ان سے کہہ دو کہ اب تو)

لَكُمْ فَأَعْلَمُوا أَنبَاءَ أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ

یقین کر لو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم (اور قدرت سے) اتر ہے

اس میں اور کسی کے علم و قدرت کا دخل نہیں ۱۲

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا

یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب

النَّارُ

وغیرہ) نہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو نیک اعمال سے آخرت میں کچھ نفع نہ ہوگا اگرچہ ان کی نیت ثواب آخرت ہی حاصل کرنے کی ہو کیونکہ قبول اعمال کے لئے ایمان شرط ہے اور بعض احادیث سے جو ابوطالب کے لئے عذاب کی تخفیف معلوم ہوتی ہے تو میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو ابتداء ہی سے عذاب ہلکا شروع ہوگا لیکن جس درجہ کا عذاب ہوگا پھر اس سے کم نہ ہوگا بلکہ زدنہم عذابا فوق العذاب سے معلوم ہوتا ہے کہ بجائے کمی کے آئندہ زیادتی ہوتی رہے گی لیکن جس کا عذاب شروع سے ہلکا ہوگا وہ زیادتی کے بعد بھی ان سے کم رہے گا جن کو ابتداء ہی سے سخت عذاب شروع ہوگا اس اعتبار سے ابوطالب کا عذاب ہمیشہ سب سے کم ہی رہے گا۔ جس کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت ہے ۱۲

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلْ مَا كَانُوا

اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب (کاسب) ناکارہ (ثابت)

يَعْمَلُونَ ۱۴

ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ (اب بھی) بے اثر ہے

کیونکہ نیت فاسد ہے اگرچہ ظاہری صورت سے کچھ اس کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر آخرت میں ظاہری صورت کا بھی اعتبار نہ ہوگا

رابطہ: اوپر کفار کا قرآن کی تکذیب کرنا مذکور تھا آگے مسلمانوں کا اس کی تصدیق کرنا مع دلیل حقانیت کے مذکور ہے۔ افمن كان لا يؤمنون

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ

کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب

شَاهِدٌ مِّنْهُ

کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے

یعنی اس کا معجزہ ہونا جو کہ دلیل عقلی ہے آگے نقلی دلیل کا بیان ہے غرض قرآن کے صدق و صحت پر دونوں دلیلیں موجود ہیں۔

وَمِن قَبْلِهِ كَتَبَ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً

اور (ایک) شخص اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ کی کتاب سے کہ (اداکار بنانے کے اعتبار سے

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِّن

امام ہے اور رحمت ہے ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور (کافر کا یہ حال ہے کہ) جو

الْأَحْزَابِ فَالْنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ

شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے

پھر قرآن کا ماننے والا اور نہ ماننے والا برابر کب ہو سکتا ہے۔

رابطہ: اوپر کی آیت سے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی حالت کا

برابر نہ ہونا مع ایک مثال کے مذکور ہے ومن اظلم تا افلاتد کروں

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ فَإِنَّهُ الْحَقُّ مِّن

سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا۔ بلا شک و

رَيْبِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۱۵

شبہ وہ کچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے (آئی ہے) لیکن (باوجود

وَمَن أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

ان دلائل کے غضب ہے کہ) بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے

اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے

کہ خدا کی توحید کا رسول کی رسالت کا اس کے کلام کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرے ۱۲

أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ

ایسے لوگ (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے پیش کئے جا دیں گے

یعنی یہ لوگ مجرم اور مفتری ہونے کی حیثیت سے وہاں پیش ہوں گے ۱۲

وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا

اور (اعمال کے) گواہ فرشتے (علی الاعلان) یوں کہیں گے کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں

عَلَىٰ رَبِّهِمْ أَلا لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۱۸

سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے جو کہ (اپنے کفر و ظلم کیساتھ)

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

دوسروں کو بھی خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے اور (اس راہ میں) کجی

وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ﴿١٩﴾

(اور شہادت) نکالنے کی تلاش (اور فکر) میں رہا کرتے تھے (تاکہ دوسروں کو گمراہ کریں) اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے

یہ فرشتوں کے اعلان کا مضمون تھا آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (آگے ترجمہ دیکھو)

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ

یہ لوگ (تمام) زمین (کے تختہ) پر (بھی) خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے

کہ کہیں جا چیتے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ نہ آتے ۱۲

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءٍ

اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا (کہ بعد گرفتاری کے چھڑا لیتا) ایسوں

يُضَعِّفُ لَهُمُ الْعَذَابَ

کو (اوروں سے) دونی سزا ہوگی

ایک اپنے کافر ہونے کی اور ایک دوسروں کو کافر بنانے کی کوشش کرنے کی اور یہ سزا دوسروں کے اعتبار سے دونی ہوگی خود ان کے عمل سے زیادہ سزا نہ ہوگی چنانچہ ترجمہ میں اوروں سے کی قید بڑھا کر اس بات کو ظاہر کر دیا گیا پس اب یہ اشکال نہ رہا کہ قرآن میں تو گناہوں کی سزا کا عمل کے برابر ہونا بتلایا گیا ہے من جاء بالسبي فلا يعجزى الا مثلها اور اس آیت سے دونی سزا معلوم ہوتی ہے جواب ظاہر ہے کہ سزا عمل ہی کے برابر ہوگی مگر اوروں سے زیادہ ہوگی کیونکہ ان کے گناہ بھی دوسروں کے گناہوں سے زیادہ ہوں گے کہ اوروں کو بھی دین حق سے روکتے تھے اور اگر بصدون کے معنی روکنے کے نہ ہوں بلکہ اعراض کے معنی لئے جائیں جس میں دوسروں کو گمراہ کرنا ماخوذ نہیں تو اس صورت میں دونی سزا کی یہ وجہ تو نہ ہوگی کہ گناہ کئی ہوئے بلکہ یہ وجہ ہوگی کہ حق سے بے رخی کرنا خود ایسا سخت گناہ ہے جو سخت عذاب ہی کو مقتضی ہے جب بھی سزا عمل کے برابر ہی ہوگی خوب سمجھ لو ۱۲

مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا

یہ لوگ (مارے نفرت کے احکام الہی کو) سن نہ سکتے تھے اور نہ غایت عناد سے راہ حق

يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

(کو) دیکھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو کاپنے آپ کو برا کر بیٹھے اور جو مجبوراً انہوں نے

أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾

تراش رکھے تھے (آج) ان سے سب غائب (اور گم) ہو گئے (کوئی بھی تو کام نہ آیا

لَا جَرَمَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٢﴾

بس) لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے

یہ تو انجام ہوگا کافروں کا آگے مسلمانوں کا انجام مذکور ہے ۱۳

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبَتُوا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور (دل

إِلَىٰ رَبِّهِمْ

سے) اپنے رب کی طرف جھکے

یعنی اطاعت اور خشوع اپنے دل میں پیدا کیا اس میں اشارہ ہو گیا کہ تمام عقائد و اعمال و کیفیات نفسانی کی طرف کہ سب میں وہ خدا تعالیٰ کے تابعدار ہے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾

ایسے لوگ اہل جنت ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے

یہ دونوں کے انجام کا تفاوت کا بیان ہو گیا آگے دونوں کی حالت کا تفاوت بتلاتے ہیں جس کی وجہ سے انجام کا تفاوت مرتب ہوا۔

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْنَى وَالْأَصْمَى

دونوں فریق (مذکورین یعنی مومن و کافر) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہوا نہ دیکھتا اور بہرا بھی

جو نہ عبارت کو سننے اور نہ اشارے کو دیکھنے تو اس کے سمجھنے کی عادت کوئی صورت ہی نہیں ۱۴

وَالْبَصِيرُ وَالسَّمِيعُ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا ط

اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو (اس کو سمجھنا بہت آسان)

کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں

ہرگز نہیں یہی حالت کافر اور مسلمان کی ہے کہ وہ ہدایت سے بہت دور ہے اور یہ ہدایت کے ساتھ موصوف ہے ۱۴

جنت نہیں بلکہ بالکس ہمارے اتباع سے مانع ہے کیونکہ شرفاء کورذیلوں کی موافقت سے عار آتی ہے نیز اکثر ایسے کم حوصلہ لوگوں کی اغراض بھی حصول مال یا اس کی توقع ہوا کرتی ہے سو یہ لوگ بھی دل سے ایمان نہیں لائے ۱۲

وَمَا نَزِي لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

اور ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ باوجود رذیل ہونے کے ان لوگوں کو کسی خاص وجہ سے ہم پر فضیلت ہے جس کے اعتبار سے ان کی رائے آپ کے اتباع میں صائب ہے تو وہ بات بتلاؤ ہم تو کوئی بات زیادہ نہیں پاتے اس لئے ہم مسلمانوں کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے ۱۳

بَلْ نُنَبِّئُكُمْ كَذِبِينَ ۝۱۴ قَالَ يَقَوْمِ اَرَأَيْتُمْ

بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا

اِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَاتَّبَعِي

یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ہوئی ہے) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِي فَعَمِيتْ عَلَيْكُمْ ط

رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو پھر وہ نبوت یا اس کی حجت (تم کو نہ سوجھتی ہو تو) میں کیا کروں مجبور ہوں (کیا ہم اس کو تمہارے گلے

اَنْزِلْ مُكْوِّمَهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كِرْهُونَ ۝۱۵

مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ

مطلب یہ کہ تمہارا یہ کہنا کہ نبوت ہمارے جی کو نہیں لگتی اس کا منشا یہ ہے کہ تم نبوت اور بشریت کا مجتمع ہونا محال سمجھتے ہو اور اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اور میرے پاس دونوں کے مجتمع ہونے پر دلیل موجود ہے یعنی معجزہ رہا مسلمانوں کا اتباع میں اس کو حجت قرار نہیں دیتا میری نبوت کے لئے معجزہ کافی دلیل ہے لیکن معجزہ اور دلیل سے نتیجہ پر پہنچ جانا نظروں تامل پر موقوف ہے اور تم نظر نہیں کرتے تو یہ میرے بس سے باہر ہے اس تقریر سے کفار کی اس بات کا بھی جواب ہو گیا کہ رذیل مسلمانوں کا اتباع جنت نہیں اور کفار نے مسلمانوں کو رذیل اس لئے کہا کہ وہ اکثر غریب لوگ تھے اور پیشے بھی ایسے ہی کرتے تھے جو عرفاً حقیر ہوتے ہیں اور کفار

اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝۱۶

کیا تم (اس تفاوت کو نہیں سمجھتے)

یعنی اس میں تردد ہونے کی گنجائش ہی نہیں بہت بدیہی ہے ۱۲ رابطہ: یہاں تک جو مضامین مذکور ہو چکے ہیں تو حیدر رسالت اور وعید کا واقع ہونا نیز مومنین کی فلاح اور کفار کی ناکامی ان سب کی تائید کے لئے آگے چند قصے مذکور ہوتے ہیں۔ ولقد ارسلنا نوحاً تا الیہ ترجعون

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ زَاۤیِّنًا لَّكُم

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دیکر) بھیجا

نَذِيرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۱۷ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا

کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو

اور جو بت تم نے قرار دے رکھے ہیں وہ اور سوانح اور یغوث اور یعوق اور نسران کو چھوڑ دو چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جا کر ان سے فرمایا کہ (آگے ترجمہ دیکھو)

اِلَّا اللّٰهَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ

میں تم کو (در صورت عبادت غیر اللہ کے) صاف صاف ڈراتا ہوں میں تمہارے حق

اِلَیۡمٍ ۝۱۸ فَقَالَ الْمَلَاۤئِکَةُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوْا مِنْ

میں ایک بڑے تکلیف دینے والے کدن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں سوانح کی قوم

قَوْمِهٖ مَا نَزَلَکَ اِلَّاۤ اِبۡشَرًا مِّثْلَنَا

میں جو کافر سردار تھے وہ جواب میں کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنا ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں

یعنی تم جو نبوت کے مدعی ہو جیسا کہ اپنے آپ کو نذیر مبین بتلاتے ہو یہ بات ہمارے جی کو نہیں لگتی ہمارے اور تمہارے میں کوئی فرق نہیں ۱۳

وَمَا نَزَلَکَ اَتَّبَعُکَ اِلَّا الَّذِیۡنَ هُمُ

اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع ان ہی لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں

اَرَاۤیۡدُنَا بَادِیَ الرَّۤایِ

(جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر وہ) (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے

یعنی اول تو ان کی عقل ہی صائب نہیں غور کے بعد بھی غلطی کرتے دوسرے پھر غور بھی نہیں کیا اس لئے ایسے لوگوں کا تم کو نبی سمجھ لینا یہ کوئی

کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ جو ایسے یہودہ مشورے دے رہے ہو

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۳۰﴾

کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے

اس تقریر سے ان کے تمام شبہات کا جواب ہو گیا آگے تہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب میری نبوت دلیل سے ثابت ہے تو تمہارا اس کو بعید سمجھنا محض فضول ہے کیونکہ دلیل کے سامنے استبعاد کوئی چیز نہیں پھر یہ کہ وہ کوئی مستبعد بات بھی تو نہیں اگر میں کسی عجیب و غریب چیز کا دعویٰ کرتا تو تمہارا انکار و استبعاد چنداں برا نہ تھا گو دلیل کے بعد وہ پھر بھی مسموع ہونے کے قابل نہ تھا لیکن میں تو کسی ایسے امر عجیب کا دعویٰ ہی نہیں کرتا۔

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں)

أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ

ہوں کہ میں (تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں)

اگر میں ان باتوں کا دعویٰ کرتا تو تمہارا انکار معتبر ہو سکتا تھا کیونکہ یہ باتیں بیشک انسان کے لئے ثابت نہیں ہو سکتیں لیکن نبوت تو کوئی محال و مستبعد چیز نہیں جو انسان کے لئے ثابت نہ ہو سکے اس کا انکار دلیل قائم ہو جانے کے بعد ہرگز قابل سماعت نہیں ف: بعض امور جو محض عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے ہوں وہ مستبعد ہوتے ہیں لیکن فی نفسہ ممکن ہونے کی وجہ سے جب مخبر صادق کی خبر سے اس کا وقوع معلوم ہو گیا ہو تو وقوع کو ترجیح ہو جائے گی البتہ اگر دلیل عقلی یا شرعی سے اس کا ممتنع و محال ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو مستبعد سمجھنا صحیح بلکہ اس سے بڑھ کر استحالہ قائل ہونا واجب ہے آگے نوح علیہ السلام اپنے متبعین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں

وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ

اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں ذلیل ہوں میں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ

يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ خَيْرًا ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۖ

اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ (ہی) خوب جانتا ہے

یعنی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اخلاص ہو تو پھر میں کیونکر کہہ دوں کہ یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے اس لئے ان کو کچھ ثواب بھی نہ ملے گا۔ نوح علیہ السلام نے پہلے انہم ملا قوا ربہم میں ان کا مخلص ہونا

نے جو ان کی رائے کو کمزور کہا اور ان کی فضیلت کی نفی کی تو چونکہ نبوت کا ثابت ہونا اس کے جواب پر موقوف نہ تھا اس لئے جواب سے تعرض نہیں کیا گیا نیز اس کا جواب بدیہی بھی ہے وہ یہ کہ حق بات قبول کرنے کے بارہ میں خاصہ یہ دعویٰ کفار کا بالمشاہدہ باطل ہے ایسے لوگ حق کو بہت جلدی قبول کرتے ہیں کیونکہ غریبا میں کبر و غیرہ جو حق سے مانع ہیں نہیں ہوتے پھر اس سے بڑھ کر سلامت رائے اور فضیلت کیا ہوگی۔

وَيَقَوْمٍ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ

اور اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا

یعنی یہ تو سوچو کہ اگر میں نبوت کا غلط دعویٰ کرتا تو آخر اس میں میرا کچھ مطلب تو ہوتا مثلاً یہی کہ اس کے ذریعہ سے خوب مال کمائوں گا سو تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا اسی طرح اور اغراض بھی اگر غور کرو گے تو ہرگز نہ پاؤ گے جب کوئی غرض نہیں پھر مجھ کو جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ تھا۔

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے

میں اس سے آخرت میں اس کا طالب ہوں خلاصہ یہ کہ میرے دعوے کے جھوٹا ہونے کو کوئی امر مقتضی نہیں اور صدق دعویٰ پر دلیل قائم ہے پھر نبوت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے آگے بتلاتے ہیں کہ تم جو ردیلوں کے اتباع کو اپنے اتباع کے لئے مانع سمجھتے ہو اور صراحتاً یا دلالتاً یہ چاہتے ہو کہ میں ان کو اپنے پاس سے نکال دوں سو یہ نہیں ہو سکتا ۱۲

وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ إِنَّهُمْ مُلَقَّوٓا

اور میں تو ایمان والوں کو نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے رب کے پاس

رَبِّهِمْ

(عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں

اور بھلا کوئی شخص مقربان شاہی کو نکالا کرتا ہے اور اس سے اس کا بھی جواب ہو گیا کہ یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے ۱۲

وَلَكِنِّي أَرْكُمُ قَوْمًا جَٰهَلُونَ ﴿۳۱﴾ وَيَقَوْمٍ

لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے ہو اور (بالفرض و تقدیر)

مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتَهُمْ ۖ

اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو (یہ بتلاؤ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچائے گا

جس کی وجہ تمہارا عناد اور تکبر ہے مطلب یہ کہ جب تم ہی اپنی بد قسمتی سے اپنے لئے نفع حاصل کرنا اور نقصان سے بچنا نہ چاہو تو میرے چاہنے سے کیا ہو سکتا ہے ۱۲

هُوَ رَبُّكُمْ قَفْ

وہی تمہارا مالک ہے

اور تم اس کے غلام مملوک ہو تم پر اس کے تمام حقوق واجب ہیں اور تم ان کو براہ عناد ضائع کر کے مجرم ہو رہے ہو ۱۲

وَالِيَهُ تَرْجَعُونَ ط

اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے

وہ تمہارے اس سارے کفر و عناد کی کسر نکال دے گا۔

رابطہ: اوپر نوح علیہ السلام کی گفتگو اپنی قوم سے مذکور ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کفار قریش بحث مباحثہ کیا کرتے تھے اس لئے قصہ مذکورہ کے درمیان میں تبعاً اس کے متعلق ایک آیت آگئی ام یقولون نا تعجرمون

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَيْنَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَىٰ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نعوذ باللہ) یہ قرآن تراش لیا ہے۔ آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اگر (بالفرض) میں نے

إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَجْرُمُونَ ع

تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر (عائد) ہوگا (اور تم میرے جرم سے بری الذمہ ہو گے) اور میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا

یعنی اگر تم نے یہ دعویٰ جھوٹ تراشا ہوگا تو تمہارا یہ جرم تم پر عائد ہوگا میں اس سے بری ہوں گا یہ آخر درجہ کا جواب ہے اور اصل جواب وہ ہے جو اسی سورت کے دوسرے رکوع میں دیا گیا ہے قل فاتوا بعشر سور الخ کہ اگر یہ قرآن میرا بنایا ہوا ہے تو اس جیسی چند سورتیں تم بھی بنا لاؤ اس جواب سے ان کے اس افتراء کا افتراء ہونا ثابت کر دیا گیا تھا لیکن جو شخص نہ دلیل میں اعتراض کر سکے اور نہ حق بات کو تسلیم کرے اس سے آخر درجہ یہی کہا جاتا ہے کہ خیر بھائی جیسا میں نے کیا ہوگا میں بھگتوں گا جیسا تم کر رہے ہو تم بھگتو گے۔

رابطہ: آگے پھر قصہ مذکورہ کا تتمہ ہے و اوحی الی نوح تا من المفرقین

وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ

اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو (اس وقت تک) ایمان لا چکے

ثابت کیا اور اس جگہ پر اتنی بات پر اکتفا کیا کہ ان کے غیر مخلص ہونے پر کوئی دلیل نہیں یہ نرمی اور ملاطفت کی گفتگو ہے یعنی اگر تم ان کے مخلص ہونے کے معتقد نہ ہو تو بلا دلیل غیر مخلص ہونے کے بھی معتقد نہ ہو۔

إِنِّي إِذْ أَتَيْنَ الظَّالِمِينَ ۝۳۱

میں تو اگر ایسی بات کہہ دوں تو اس صورت میں ستم ہی کروں

کیونکہ بے دلیل دعویٰ کرنا گناہ ہے جب نوح علیہ السلام نے سب باتوں کا پورا پورا جواب دے دیا جس کا پھر ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو عاجز ہو کر جو بات انہوں نے کہی اس کا آگے بیان ہے۔

قَالُوا يَنُوحُ قَدْ جَدَلْتَنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا

وہ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو (اب

فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنْتَ مِنَ

ہم بحث و بحث نہیں کرتے) جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آ

الصَّادِقِينَ ۝۳۲) قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللَّهُ

جاوے گا) وہ ہمارے سامنے لاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس

إِنْ شَاءَ

کو منظور ہو تمہارے سامنے لاوے گا۔

اس کو لانے والا میں کون ہوں مجھ کو تو پہنچا دینے اور سنا دینے کا حکم ہے سو میں بجا لا چکا۔

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝۳۳

اور (اس وقت پھر) تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے

کہ حق تعالیٰ عذاب واقع کرنا چاہیں اور تم نہ ہونے دو آگے فرماتے ہیں کہ جو میرا کام تھا سنا دینا اور پہنچا دینا اس میں میں نے تمہاری بہت خیر خواہی کی لیکن تم نے میری دل سوزی کی قدر نہ کی ۱۲

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ

اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو میں تمہاری کیسی ہی

لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ط

خیر خواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو

قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لاوے گا سو جو کچھ یہ لوگ

كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

(کفر و ایذا و استہزاء) کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو

کیونکہ غم تو خلاف توقع سے ہوتا ہے جب ان سے بجز مخالفت کے کوئی توقع ہی نہیں پھر کیوں غم کیا جائے آگے فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمارا ارادہ اب ان کے غرق کرنے کا ہے اور اس لئے طوفان آنے کو ہے پس تم اس سے بچنے کا سامان کرو۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا

اور تم اس طوفان سے بچنے کے لئے (ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کرلو

کہ اس کے ذریعہ سے تم اور مومنین طوفان سے محفوظ رہو گے اور کشتی کے بنانے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ کی تعلیم سے خود نوح علیہ السلام نے بنائی اور ایک یہ کہ کاریگروں سے بنوائی ۱۲

وَوَحَيْنَا وَلَا تَخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا

اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارہ میں کچھ گفتگو مت

إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿۳۷﴾

کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جاویں گے۔

یعنی ان کے لئے یہ قطعی طور پر تجویز ہو چکا ہے تو ان کی سفارش بیکار ہو گی (اور ان آیات سے بعض خیال پرستوں کے اس قول کی غلطی بخوبی ظاہر ہو گئی جس کو ایک کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام میں نعوذ باللہ شفقت و رحم کا مادہ ہی نہ تھا اسی وجہ سے انہوں نے یہ دعا کی یارب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا اے اللہ زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑیے بدوں حقیقت معلوم کئے ایک نبی کی شان میں یہ بات کہنا کتنی بڑی گستاخی ہے ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی اس بددعا کا منشا یہ نہ تھا کہ معاذ اللہ ان میں شفقت و رحمت کا مادہ نہ تھا بلکہ ان کو قطعی طور پر معلوم ہو چکا تھا کہ اب یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور یقیناً ان پر عذاب الہی نازل ہونے والا ہے تو ارادہ الہی کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے انہوں نے بھی دشمنان خدا کے لئے بددعا کر دی جس سے محض تقدیر کے ساتھ اپنی موافقت کا اور دشمنان خدا پر اپنا غصہ اور ناراضی کا ظاہر کرنا

منظور تھا نیز اس بددعا میں ان لوگوں کی ہلاکت کی مصالح بیان کرنے کے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں اس عذاب کو جو ان پر نازل ہونے والا ہے حکمت اور عدل کے مطابق سمجھتا ہوں اگر نوح علیہ السلام میں شفقت و رحمت کا مادہ نہ ہوتا تو لابتئس بما کانوا یفعلون ان کو نہ فرمایا جاتا کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر غم نہ کرو نیز یہ بھی نہ فرمایا جاتا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا کہ مجھ سے ان کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا علاوہ ازیں اگر نوح علیہ السلام کی بددعا کا نعوذ باللہ یہی منشا تھا کہ ان میں رحم کا مادہ نہ تھا تو یہ الزام بہت دور تک پہنچے گا کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اس بددعا کو قبول فرمایا تو کیا حق تعالیٰ پر بھی یہی الزام لگایا جائے گا استغفر اللہ بلکہ خدا تعالیٰ کے اس بددعا کو قبول کر لینے سے صاف معلوم ہو گیا کہ وہ بددعا رحمت و حکمت و عدل کے ہرگز خلاف نہ تھی ورنہ کبھی قبول نہ ہوتی کیونکہ خدا تعالیٰ انبیاء کی ہر دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہیں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعائیں مقبول نہیں ہوئیں یاد رکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے ہر فرد میں تمام صفات حمیدہ مجتمع ہوتی ہیں یہ اور بات ہے کہ کسی میں بحکم الہی ایک صفت کا زیادہ ظہور و غلبہ ہوا کسی میں دوسری کا باقی کسی صفت حمیدہ سے خالی کوئی نبی نہیں ہوا ۱۲

وَيَصْنَعِ الْفُلْكَ وَكَلَّمَا مَرْءَ عَلَيْهِ مَلَكٌ مِّنْ

اور وہ کشتی تیار کرنے لگے اور (انشاء تیار میں) جب کبھی ان کی قوم میں

قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ

سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گزر رہا ہوتا تو ان سے ہنسی کرتے

کہ دیکھو پانی کا کہیں نام و نشان نہیں مفت مصیبت جھیل رہے ہیں ۱۲

قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا

تَسْخَرُونَ ﴿۳۸﴾

تم ہم پر ہنستے ہو

کہ عذاب ایسا نزدیک آ پہنچا ہے اور تم کو اسی سوجھ رہی ہے ہم اس پر ہنستے ہیں ۱۲

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَمَنِ يَأْتِيهِ عَذَابٌ

سوا بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا

يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۹﴾

عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ قُلْنَا

نازل ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور زمین میں سے پانی ابھنا شروع ہوا ہم نے (نوح علیہ السلام) سے فرمایا کہ

اٰحْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

ہر قسم (کے جانوروں) میں سے

جو کہ انسان کے کارآمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے ہر جانور کا جوڑا رکھ لیا کشتی میں جس کی نسل ذی مقدس تھی اور شہر والوں میں سے جس پر بات پڑ چکی ایک بیٹا کنعان اور اس کی ماں سووہ ڈوبے اور تین بیٹے بچے جن کی اولاد ساری خلق ہے اور تنور تھا حضرت نوح علیہ السلام کے گھر میں طوفان کا نشان بتا رکھا تھا کہ جب اس تنور سے پانی ابلے تب اس کشتی میں سوار ہو جاؤ ۱۲ ملخص

رُوحَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس کشتی میں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں

عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ أَمِنَ ط

کو بھی (چڑھا لو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے

یعنی ان میں جو کافر ہو جس کی نسبت انھم مغرقون کہہ دیا گیا ہے

اس کو سوار مت کرنا ۱۲

وَمَا أَمِنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۖ وَقَالَ

اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان

اٰرْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسِهَا ط

نہ لایا تھا اور نوح نے فرمایا کہ (آؤ) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ (اور کچھ اندیشہ

مت کرو کیونکہ) اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا (سب) اللہ ہی کے نام سے ہے

اور وہی اس کے محافظ ہیں پھر اندیشہ کیوں کیا جائے ۱۲

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۱

بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے

یعنی اگرچہ بندوں کے گناہ سب کے غرق کو مقتضی ہیں مگر وہ اپنی رحمت سے گناہ بھی بخش دیتا ہے اور حفاظت بھی فرماتا ہے غرض سب کشتی پر سوار ہو گئے اور اس اثناء میں پانی بڑھ گیا ۱۲

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهُمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۖ قَفَا

اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام)

وَنَادٰى نُوحٌ ابْنَهُ

نے اپنے (ایک گئے یا سوتیلے) بیٹے کو پکارا

جس کا نام کنعان تھا اور وہ باوجود فہمائش کے ایمان نہ لایا اور بوجہ ایمان نہ لانے کے کشتی پر سوار نہ کیا گیا تھا اور اس وقت کشتی کنارہ کے قریب ہی تھی اور وہ کنارہ پر موجود تھا اور کنعان کو بعض نے کہا ہے کہ نوح علیہ السلام کا ہی بیٹا تھا اور بعض نے کہا کہ ان کا ربیب تھا یعنی بیوی کا بیٹا تھا اور چونکہ بعض اہل سیر نے ان کی بی بی کا بھی کشتی میں ہونا روایت کیا ہے اور قرآن میں ان کی بی بی کا کافر ہونا اور کافر کا نجات نہ پانا مذکور ہے اس لئے بعض علماء قائل ہوئے ہیں کہ ان کی ایک بی بی مومنہ تھی اور ایک کافرہ

وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يُبْنِيْ اٰرْكَبَ مَعَنَا

اور وہ (کشتی سے) علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا

یعنی کشتی میں سوار ہونے کی جو شرط ہے یعنی ایمان اس کو بجا لا کر جلدی ہمارے ساتھ ہو جا

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكَافِرِيْنَ ۝۹۲

اور (عقیدے میں) کافروں کے ساتھ مت ہو

یعنی کفر کو چھوڑ دے کہ غرق سے بھی بچ جاوے ۱۲

قَالَ سَاوِيَ اِلٰى جَبَلٍ يَّعَصِمُنِيْ مِنْ

وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی (میں غرق

الْمَاءِ ط

ہونے) سے بچالے گا

کیونکہ وہ وقت ابتداء طوفان کا تھا پہاڑوں کے اوپر پانی نہ پہنچا تھا ۱۲

قَالَ لَا عَصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن

مَنْ رَّحِمَ ج

جس پر وہی رحم کرے

تو اس کو خود ہی بچالے غرض کنعان اس وقت بھی ایمان نہ لایا اور پانی زور و شور کے ساتھ اس طرف سے بڑھ گیا ۱۲۔

وَحَالٌ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿۴۳﴾

اور دونوں باپ (بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی
پس وہ (بھی مثل دوسرے کافروں کے) غرق ہو گیا

ہر چند کہ بعض لوگ اس طوفان کے عام نہ ہونے کے قائل ہوئے ہیں لیکن ظاہر آیات سے عام ہونا ہی معلوم ہوتا ہے جن میں تاویل کرنا بعید ہے۔ قال تعالیٰ یارب لا تذرع علی الارض من الکفرین دیارا وجعلنا ذریتہ ہم الباقین یعنی طوفان کے بعد صرف نوح علیہ السلام ہی کی اولاد سے نسل باقی رہی اور طوفان عام ہونے پر جو اشکالات پڑتے ہیں سب کے جواب قریب قریب موجود ہیں مثلاً یہ کہ ایک کشتی میں تمام اقسام کے حیوانات کیسے سما سکتے ہیں جواب یہ ہے کہ جو پانی میں رہ سکتے ہیں وہ یقیناً سوار نہیں ہوئے اور جو بدوں تناسل کے پیدا ہو جاتے ہیں وہ بھی خارج ہیں رہے اور اقسام سو ممکن ہے کہ وہی سوار کئے گئے ہوں جن سے انسانی حاجت متعلق ہے جیسے کھانے اور سواری کے قابل اور لادنے وغیرہ کے لائق جانور سوائے جانور بہت کم ہیں ہر ایک کا ایک ایک جوڑا رکھنا کچھ مشکل نہیں اور جن سے حاجت متعلق نہیں جیسے درندے وغیرہ وہ سوار نہ کئے گئے ہوں اور ان کو حق تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کر دیا ہو یا بطور خرق عادت کے کشتی میں ان کی جگہ بھی ہو گئی ہو اور مثلاً یہ اشکال کہ نابالغ بچے کیسے غرق کئے گئے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ چند روز پہلے تو والد و تناسل بند ہو گیا ہو پس پرانے نابالغ بالغ ہو گئے ہوں اور نئے پیدا نہ ہوئے ہوں جیسا کہ روح المعانی میں نقل بھی کیا ہے کہ چالیس سال پہلے تو والد و تناسل بند ہو گیا تھا یا یہ کہ وہ بچے بڑے ہو کر کافر ہوتے جیسا کہ لمن یومن سے مفہوم ہوتا ہے پس ان کا غرق ہو جانا ان کے لئے رحمت ہوا کہ کفر سے اور اس کے وبال سے بچ گئے اور جانوروں کے لئے وہ طوفان بمنزلہ طبعی موت کے تھا جو ہر روز واقع ہوا کرتی ہے اس لئے یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ بہائم نے کیا خطا کی تھی طبعی موت کے لئے خطا وار ہونے کی کیا ضرورت ہے ان کے حق میں وہ عذاب تھوڑا ہی تھا۔ ربط: ظاہر ہے۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَسْمَأْ

اور (جب کفار سب غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی (جو کہ تیری سطح

أَقْلَعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ

پر موجود ہے) نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) ختم جا (چنانچہ دونوں امر واقع

وَأَسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ

ہو گئے) اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا

الظَّالِمِينَ ﴿۴۴﴾

گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور

اس سے معلوم ہوا کہ طوفان کا پانی پہاڑ سے اونچا تھا اور قصہ ختم ہونے میں سب باتیں آ گئیں نوح علیہ السلام کی نجات کافروں کا غرق اور طوفان کا خاتمہ اور بعداً للظالمین یعنی کافر لوگ رحمت سے دور یہ شاید اس لئے فرمایا گیا کہ عبرت تازہ ہو جائے کہ کفر کا وبال یہ ہے تاکہ آئندہ زمانہ والے اس سے بچے رہیں ربط: ظاہر ہے ونادی تا من الخسرین

وَنَادَى نُوحٌ

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا

جب نوح علیہ السلام نے کنعان کو ایمان لانے کے لئے فرمایا اور اس نے نہ مانا تو اس کے غرق ہونے سے پہلے اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القاء فرمادیں اور یہ ایمان لے آوے خدا کو پکارا

رَبِّهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي مِنْ أَهْلِي وَإِنِّي

اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور

وَعْدَكَ الْحَقُّ

آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے

کہ گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچا لوں گا

وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ﴿۴۵﴾

اور آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں

یعنی گویہ مردست ایمان والا اور نجات کا مستحق نہیں لیکن آپ کی بڑی قدرت ہے اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنادیں تاکہ یہ بھی اس سچے وعدہ کا مستحق بن جائے خلاصہ اس عرض کا اس کے مومن ہونے کے لئے دعا کرنا تھا یہ مقصود نہ تھا کہ باوجود کافر ہونے کے صرف اس وجہ سے کہ وہ میرے اہل و عیال میں داخل ہے اس کو نجات دے دی جائے۔

قَالَ يُونُحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لا کر نجات پاویں گے بلکہ) یہ (خاتمہ

غَيْرُصَالِحٍ وَلَا تَسْأَلُنِ مَا لَيْسَ

(تک) تباہ کار (یعنی کافر بنے والا) ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت

لَكَ بِهِ عِلْمٌ

کرو جس کی تم کو خبر نہیں

بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام سے یہ فرمایا گیا تھا کہ اپنے گھر والوں کو کشتی پر سوار کر لو۔ مگر ان لوگوں کے جن کی نسبت غرق کا حکم نافذ ہو چکا ہے اس سے نوح علیہ السلام یہ سمجھے کہ جن لوگوں کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے ان کو نجات نہ ہوگی اور ایسے ہی لوگوں کی بابت یہ حکم بھی ہے۔ لَا تَخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا کہ ظالموں کے بارہ میں مجھ سے کوئی گفتگو نہ کرنا لیکن یسین کے طور پر آپ کو یہ نہ بتلایا گیا تھا کہ کفر پر خاتمہ کس کس کا ہوتے والا ہے اس لئے ان کو احتمال ہوا کہ شاید میرے بیٹے کے لئے کفر پر خاتمہ مقدر نہ ہوا ہو اگرچہ اس وقت تک وہ کافر ہے اس احتمال پر اس کے واسطے دعا کر دی کہ اس کو ایمان عطا کر دیا جائے مگر چونکہ اس میں یہ احتمال بھی تھا کہ شاید اس کیلئے علم الہی میں کفر پر ہی خاتمہ مقدر ہوا اور یہ بھی ان لوگوں میں داخل ہو جن کی نسبت دعاء و سفارش سے منع کیا گیا ہے اس احتمال پر نظر نہ کرنے کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ جس چیز کی تم کو پوری خبر نہیں ہے محض ایک احتمال کی بناء پر تم نے کیوں دعا کی اور دوسرے احتمال پر نظر کیوں نہ کی اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ لن یومن من قومک الخ سے تو بتلادیا گیا تھا کہ اب اور کوئی ایمان نہ لائے گا پھر نوح علیہ السلام کو کنعان کی نسبت ایمان کا احتمال کیوں ہوا جواب یہ ہے کہ وہ حکم قوم کے اعتبار سے ہے اہل و عیال کے اعتبار سے ہونا ثابت نہیں پس نوح علیہ السلام کی عصمت پر اس دعاء سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

رابطہ: جب جو دی پر کشتی ٹھہرنے کے بعد چند روز میں پانی بالکل اتر گیا اس وقت نوح علیہ السلام سے للہ تعالیٰ نے خود یا کسی فرشتے کے ذریعہ سے ارشاد فرمایا قیل یا نوح تا الیم

إِنِّي أَعْطُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آئندہ) نادان نہ بن جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا

اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ (آئندہ) آپ سے

لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي

ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور (گدشتہ معاف کر دیجئے کیونکہ)

أَكُنْ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝ قِيلَ يٰ نُوحُ اهْبِطْ

اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں بالکل تباہ ہی

بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ

ہو جاؤں گا۔ کہا گیا کہ اے نوح (اب جو دی پر سے زمین پر اترو ہماری طرف سے سلام

مِمَّن مَّعَكَ

اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں

کیونکہ ساتھ والے سب مسلمان تھے اور اس علت میں شریک ہونے کی وجہ سے قیامت تک کے مسلمانوں پر بھی سلام و برکات کا نازل ہونا معلوم ہو گیا اور چونکہ بعد والوں میں بعض کافر بھی ہوں گے اس لئے ان کا حال بھی بیان فرماتے ہیں۔

رابطہ: قصہ نوح علیہ السلام کو ختم کر کے منجملہ اس کے فوائد کے دو فائدے بیان فرماتے ہیں ایک نبوت محمدیہ پر دلیل قائم ہونا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی تلک من قال للمتقين

وَأُمَمٌ سَتَمِتَعُهُمْ ثُمَّ يَمْسُهُمْ مِيتًا

اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چند روز عیش و شے پھر

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ

(آخرت میں) ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی یہ قصہ (آپ کے

نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ

اعتبار سے) منجملہ اخبار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں

وَلَا قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا ۝

اس (قصہ) کو اس (ہمارے بتلانے) کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم

اس وجہ سے یہ قصہ اخبار غیب میں سے ہے اور وحی کے سوا دوسرے ذرائع اس کے معلوم ہونے کے یقیناً نہیں ہیں پس ثابت ہو گیا کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے اسی کا نام نبوت ہے لیکن کفار ثبوت نبوت کے بعد بھی آپ سے مخالفت کرتے ہیں۔

فَاصْبِرْ

سو صبر کیجئے

جیسا اس قصہ میں نوح علیہ السلام کا صبر آپ کو معلوم ہوا ہے۔

إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝۴۹

یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے

جیسا نوح علیہ السلام کے قصہ میں معلوم ہوا کہ کفار کا انجام برا ہے اور مسلمانوں کا انجام اچھا ہوا اسی طرح ان کفار کا چند روزہ زور و شور ہے پھر آخر میں غلبہ حق ہی کو ہوگا۔

رابطہ: نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا قصہ آتا ہے۔ والی عاد تا قوم ہود

وَالِیٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۝ قَالَ یَقَوْمِ

اور ہم نے (قوم عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے

اعبدوا اللہ ما لکم من إله غیرہ ۝۵۰

میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے)

أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝۵۱

کے قابل) نہیں تم محض مفتری ہو

یعنی بت پرستی کے اعتقاد میں تم خدا پر افتراء کرتے ہو کیونکہ اس کا افتراء ہونا دلیل سے ثابت ہے۔

یَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۝

اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا

یعنی علاوہ دلیل سے ثابت ہونے کے میری نبوت کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ تم سے میں کچھ مانگتا نہیں ہوں کیونکہ اکثر جھوٹے دعوے کرنے والے خود غرض ہوا کرتے ہیں چنانچہ مشاہد ہے جس کو کوئی بھی غرض نہ ہو وہ ضرور سچا ہوگا ۱۲

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ۝

میرا معاوضہ تو صرف اس (اللہ) کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو (عدم محض سے)

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝۵۲

پیدا کیا پھر کیا تم (اس کو) نہیں سمجھتے

کہ میری نبوت کے صحیح ہونے پر دلیل موجود اور خود غرضی جو مانع نبوت ہے مفقود ہے پھر نبوت میں شبہ کی کیا وجہ

وَلِیَقَوْمٍ اسْتَغْفِرُوا رَبَّکُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَیْهِ

اور اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کرو (یعنی

یُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْکُمْ

ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف متوجہ ہوو تم پر خوب بارشیں برسائے گا

یعنی ایمان و عمل صالح کی برکت سے تم کو فراخی نصیب ہوگی درمنثور میں ہے کہ عاد پر تین سال متواتر قحط ہوا تھا اور بارش تو ویسے بھی مطلوب ہی ہے۔

مَذَرَارًا ۝ وَیَزِدْکُمْ قُوَّةً ۝ إِلَى قُوَّتِکُمْ وَلَا

اور ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی

تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ۝۵۳ قَالَوَا یٰهُودُ مَا

دے گا (پس ایمان لے آؤ) اور مجرم رہ کر ایمان سے اعراض مت کرو ان لوگوں

جِئْنَا بِبَیِّنَةٍ

نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں

جس سے تمہارا رسول من اللہ ہونا معلوم ہو اور یہ قول قوم عاد کا محض عناد تھا کیونکہ معجزہ سے کوئی نبی خالی نہیں ہوا گو اس کی تعین ہم کو نہ پہنچی ہو چنانچہ حدیث میں ہے ما من نبی الا قد اعطی من الایات ما مثله امن علیہ البشر کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو کوئی نشانی ایسی نہ دی گئی ہو جس پر انسان ان کی تصدیق کرنے لگیں ۱۳۔

وَمَا نَحْنُ بِتَارِکِیْ الْهَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ

اور ہم آپ کے (مجرد) کہنے سے تو اپنے معبودوں (کی عبادت) کو چھوڑنے

وَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝۵۴ اِنْ نَقُولُ

والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کر نیوالے نہیں۔ (اور) ہمارا قول تو یہ ہے

إِلَّا اَعْتَرٰکَ بَعْضُ الْهَتِنَا بِسُوءِ

کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں

(مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کر دیا ہے

چونکہ آپ نے ان کی شان میں گستاخی کی انہوں نے باولا کر دیا اس لئے بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کہ خدا ایک ہے میں نبی ہوں۔

ساتھ ہوں تب بھی ان سے ہود علیہ السلام کو ظاہری قوت کچھ نہ تھی اتنے زبردست کثیر التعداد مخالفوں کے مقابلہ میں مٹھی بھر مسلمان کیا شمار میں آ سکتے ہیں پس توحید و نبوت ثابت ہو جانے کے بعد ان کا یہ کہنا مانع بن بتار کی الہتہنا کہ ہم اپنے بتوں کو چھوڑنے والے نہیں باطل ہو گیا اور صراط مستقیم واضح ہو گیا۔

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۶﴾

یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے

پس تم بھی اس صراط مستقیم کو اختیار کرو تا کہ مقبول و مقرب ہو جاؤ

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ

پھر اگر اس بیان بلغ کے بعد بھی تم (راہ حق سے) پھرے رہو گے تو میں تو (معذور

إِلَيْكُمْ

سمجھا جاؤں گا کیونکہ) جو پیغام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں

لیکن تمہاری کم بختی آوے گی کہ تم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ

اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کر دے گا

سو تم اس اعراض و کفر میں اپنا ہی نقصان کر رہے ہو

وَلَا تَضُرُّوْنَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ

اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے ہو بالیقین میرا رب ہر شے کی

شَيْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

نگہداشت کرتا ہے

یعنی اس ہلاکت میں اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ خدا تعالیٰ کو کیا خبر کہ کون کر رہا ہے تو خوب سمجھ لو کہ اس کو سب خبر ہے غرض ان تمام جتوتوں پر بھی ان لوگوں نے نہ مانا

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا

اور (سامان عذاب شروع ہوا سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) پہنچا

اور باد صرصر کا عذاب نازل ہوا اور سورہ مومنوں کے تیسرے رکوع میں جس قوم کا ذکر ہے بعض نے اس کو بھی قوم عاد پر محمول کیا ہے وہاں صیحہ (یعنی سخت آواز) کا عذاب مذکور ہے سو ممکن ہے کہ یہ بھی ہوا ہو فقط والسلام ۱۲

قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ وَأَنَا بَرِيءٌ

ہود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں (علی الاعلان) اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی (سن لو اور) گواہ ہو کہ میں ان چیزوں سے (بالکل) بیزار ہوں جن کو تم

مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۵۸﴾

خدا کے سوا شریک (عبادت) قرار دیتے ہو

پس تم جو کہتے ہو کہ کسی بت نے مجھ کو باولا کر دیا ہے تو میری عداوت ان کے ساتھ پہلے سے بھی ظاہر ہے اور اب اس تبری سے اور زیادہ مؤکد ہو گئی تو اگر ان بتوں میں کچھ قوت ہے تو دکھلا دیں ۱۲

مِنْ دُونِهِ فَكَيْدٌ وَنِي جَبِيعَاثَ لَا تَنْظُرُونَ ﴿۵۹﴾

سو تم (اور وہ) سب مل کر میرے ساتھ (ہر طرح کا) داؤ گھات کر لو

(اور) پھر ذرا مجھ کو مہلت نہ دو

اور کوئی کسر نہ چھوڑ دو دیکھو تو سہی میرا کیا کر لیں گے اور جب وہ تمہارے ساتھ مل کر کچھ نہیں کر سکتے تو اکیلے تو کیا خاک کریں گے اس تقریر سے توحید کا وجوب بھی ثابت ہو گیا اور ان کے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ بتوں نے ان کو باولا کر دیا ہے۔

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ

میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے

دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا

جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے

یعنی میں یہ دعویٰ اس لئے دل کھول کر کر رہا ہوں کہ تمہارے بت تو محض عاجز ہیں ان سے تو اس لئے نہیں ڈرتا رہ گئے تم سو اگرچہ تم کو کچھ قدرت ہے لیکن میں تم سے بھی نہیں ڈرتا کیونکہ میرا خدا پر بھروسہ ہے جس کے قبضہ میں سب ہیں بے اس کے حکم کے کوئی کان نہیں ہلا سکتا اور اس تقریر میں ایک نیا معجزہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ایک شخص تنہا جس میں مقابلہ کی ظاہری قوت کچھ نہ تھی ایسے بڑے بڑے زور آور لوگوں سے ایسی مخالفانہ گفتگو کرے اور وہ اس کا کچھ نہ کر سکیں یہ خود ایک کھلا معجزہ ہے پس اس سے ان کے اس قول کا بھی جواب ہو گیا کہ ما جئتنا ببینہ کہ تم کوئی دلیل معجزہ ہمارے پاس نہیں لائے اگر معجزہ سابقہ سے قطع نظر کی جائے تو یہ دوسرا معجزہ ہے پس نبوت پر دلیل قائم ہو گئی اور اس وقت اگر چند مسلمان بھی ان کے

یعنی اس کا تم پر یہ انعام ہے کہ پیدا بھی کیا پھر وجود کے بعد نعمت بقاء بھی عطا فرمائی جس میں سب نعمتیں آگئیں۔

فَاسْتَغْفِرُوهُ

تو تم اپنے گناہ (شرک و کفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ

یعنی جب وہ ایسا شتم ہے تو اس کی اطاعت اختیار کرو۔

ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ ط

یعنی ایمان لاؤ پھر ایمان لا کر (اس کی طرف) عبادت سے متوجہ ہو

یعنی عمل صالح کرو ۱۲

إِنَّ رَزْقِي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۝۹۱

بیشک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے

یعنی جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے قریب ہے اور جو اس سے گناہ معاف کرائے اس کی عرض کو قبول کرنے والا ہے ۱۲

قَالُوا يَصْلِحْ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار

هَذَا أَتَنْهِنَا

(معلوم ہوتے) تھے

یعنی ہم کو تم سے امید تھی کہ اپنی لیاقت و وجاہت سے فخر قوم اور ہمارے لئے مایہ ناز اور ہمارے سر پرست بنو گے افسوس اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں ۱۲

أَنْ تَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّ لَإِفْكُ شَكٍّ

کیا تم ہم کو ان چیزوں کے عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم اس سے منع مت کرو)

مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٌ ۝۹۲

اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلارہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے

کہ مسئلہ توحید ہمارے خیال ہی میں نہیں آتا۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ

آپ نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی

نَجِّنَا هُوْدًا ۝۹۳ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ

ہم نے ہود (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے انکو اپنی عنایت سے (اس عذاب

مِّنَّا وَنَجِّنَهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝۹۴) وَتِلْكَ

سے بچالیا اور ان کو (کیسی چیز سے بچالیا) ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچالیا اور یہ (جن کا

عَادُ قَفْ جَحْدُ ۝۹۵ وَإِبْرَاهِيمَ ۝۹۶ وَنُوحًا ۝۹۷ وَآدَمَ ۝۹۸ وَصَوَّارُ ۝۹۹ رُسُلُهُ

ذکر ہوا) قوم عاد بھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا

یہ جو فرمایا کہ عاد نے رسول کا کہنا نہ مانا حالانکہ ان کے پاس صرف ہود علیہ السلام کا تشریف لانا ثابت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ پیغمبر مسئلہ توحید میں سب متفق ہیں جب ہود علیہ السلام کا کہنا نہ مانا تو جتنے پیغمبر جو ان سے پہلے گزرے تھے بلکہ جو آئندہ بھی ہوئے ان سب ہی کی مخالفت ہوئی۔

وَاتَّبَعُوا أَمْرًا كَلًّا جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝۱۰۰ وَاتَّبَعُوا فِي

اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم (اور) ضدی تھے اور (ان افعال کا

هَذِهِ الدُّنْيَا لَعَنَهُ ۝۱۰۱ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ط

نتیجہ یہ ہوا کہ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی

یعنی آخرت میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہے گی چنانچہ دنیا میں اس کا اثر عذاب ہلاکت تھا اور آخرت میں عذاب دائمی ہوگا۔ رابطہ قصہ عاد کے بعد صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا قصہ آتا ہے والی ثمود تا بعداً لثمودہ

إِلَّا إِنْ عَادَا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ط ۝۱۰۲ أَلَا بَعْدَ الْعَادِ

خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی (دونوں جہاں میں) عاد کو جو کہ ہود (علیہ السلام) کی قوم تھی

قَوْمِ هُوْدٍ ۝۱۰۳ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ط

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر

قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ط ۝۱۰۴

بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا (معبود ہونے کے قابل) نہیں۔

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَ كُرْفِيهَا ط ۝۱۰۵

اس نے تم کو زمین (کے مادہ) سے پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا۔

رَبِّي وَآتَنِي مِنْهُ رَحْمَةً

جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو

یعنی تم جو کہتے ہو کہ میں توحید کی دعوت اور بت پرستی کی مخالفت نہ کروں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے خدا نے مجھ کو دلیل دی ہے جس سے توحید ثابت ہے نبوت عطا کی ہے جس سے توحید کی دعوت کا میں مامور ہوں۔

فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَقَدْ

سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں اور دعوت توحید کو ترک کروں جیسا تم کہتے ہو۔

فَمَا تَزِيدُ وَتَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ۝۶۳

تو (یہ بتلاؤ کہ) پھر مجھ کو خدا کے عذاب سے کون بچالے گا تو تم سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو

یعنی اگر خدا انھوں نے معجزہ کی بھی ثبوت رسالت کے لئے درخواست کی تھی اس لئے آپ نے فرمایا (آگے ترجمہ دیکھو)

وَيَقَوْمِ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ

اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے

یعنی تم جو معجزہ چاہتے ہو تو یہ اونٹنی دلیل بنا کر ظاہر کی گئی ہے اور چونکہ وہ اللہ کی دلیل تھی اسی لئے اللہ کی اونٹنی کہلائی اور علاوہ اس کے کہ بوجہ معجزہ ہونے کے وہ دلیل رسالت تھی خود اس کے بھی کچھ حقوق تھے منجملہ ان کے بعض آگے مذکور ہیں۔

فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ

سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے

اسی طرح اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ۱۲

وَلَا تَسْؤُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ

اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری

قَرِيبٌ ۝۶۴ فَعَقَرُوهَا

عذاب آ پکڑے (کہ دیر بھی نہ لگے) سو انہوں نے اس (اونٹنی) کو مار ڈالا

اور باوجود اس قدر اتمام حجت کے پھر بھی سرکشی سے باز نہ آئے

فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا (خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو تین دن کے بعد عذاب آنا ہے۔

ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝۶۵

یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں

کیونکہ منجانب اللہ ہے چنانچہ تین کے بعد ایسا ہی ہوا۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ

سو جب ہمارا حکم (عذاب کیلئے) آ پہنچا تو ہم نے صالح (علیہ السلام)

أٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيٍ يُؤْمِدُ

کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچالیا اور اس دن کی بڑی رسوائی سے بچالیا

کیونکہ قہر الہی میں مبتلا ہونے سے بڑھ کر کیا رسوائی ہوگی ۱۲

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝۶۶

بے شک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے

جس کو چاہے سزا دے دے جس کو چاہے بچالے۔

وَآخِذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ

اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آدبایا

کہ وہ آواز بھی جبریل علیہ السلام کی یہ قصہ پارہ ہشتم کے آخر میں آیا ہے اور وہاں رجفہ یعنی زلزلہ کا عذاب مذکور ہے وجہ تطبیق اسی جگہ مذکور ہو چکی ہے دیکھ لیجئے ۱۲

فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُثَيِّينَ ۝۶۷ كَانُوا لَمْ

جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (اور یہ حالت ہو گئی) جیسے

يَغْنَوُ فِيهَا ۝۶۸ إِلَّا أَنْ تَشُوْدَا كَفَرُوا رَبَّهُمْ

ان گھروں میں کبھی بے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو (قوم) تمہود نے اپنے رب کے

إِلَّا بَعْدَ الشُّوْدِ ۝۶۹

ساتھ کفر کیا خوب سن لو (کفر کا یہ خیازہ ہوا کہ) رحمت سے شمو کو دوری ہوئی

کہ یہ مہمان تو نہیں ہیں کوئی مخالف نہ ہوں کہ بارادۃ فاسد آئے ہوں اور میں گھر میں ہوں احباب اصحاب پاس نہیں یہاں تک کہ بے تکلفی سے اس کو زیان سے بھی ظاہر کر دیا لقولہ تعالیٰ قال انا منکم و جلون ۱۲

قَالُوا لَا تَخَفْ

وہ فرشتے کہنے لگے ڈرو مت

ہم آدمی نہیں فرشتے ہیں آپ کی بشارت لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا اور اس کے پیچھے ایک فرزند ہوگا یعقوب اور بشارت اس لئے کہا کہ اول تو اولاد خوشی کی چیز ہے پھر ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی بوڑھی ہو گئی تھیں امید اولاد کی نہ رہی تھی لقولہ تعالیٰ انا نبشرک بغلام الخ آپ نے نوز نبوت سے توجہ کر کے پہچان لیا کہ واقعی فرشتے ہیں لیکن فراست نبوت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے سوا اور بھی کسی بڑے کام کے لئے آئے ہیں اس لئے اس کی تعین سے سوال کیا لقولہ تعالیٰ قال فما خطبکم الخ اس وقت انہوں نے کہا کہ (آگے ترجمہ)

اِنَّا ارْسَلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوطٍ ؕ

ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں

تاکہ ان کو سزائے کفر میں ہلاک کر دیں ابراہیم علیہ السلام کو ان کے نہ کھانے سے جو خوف ہوا وہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے طبعی خوف تھا گو اتنے مجمع کے مقابلہ کے لئے آپ کے خادم موجود تھے لیکن خاص گھر میں تو کوئی نہ تھا پھر ان کو فرشتہ یقین کر لینا صرف ان کے دعویٰ پر نہ تھا بلکہ اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ سے متوجہ ہو کر یقین کیا جس سے اولاد توجہ نہ فرمائی تھی

وَاَمْرَاتِهٖ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ

اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارا کہیں) کھڑی (سن رہی تھیں پس نہیں)

اور اولاد کی خبر سن کر بولتی پکارتی آئیں کیونکہ ان کو اسماعیل علیہ السلام کے لطن ہاجرہ سے پیدا ہونے کے بعد اولاد کی تمنا تھی اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا جیسا کہ فصکت و جھہا سے معلوم ہوتا ہے اور سارہ علیہا السلام پہلے اس جگہ نہ تھیں شاید پردہ میں ہوں پھر جب معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں ان سے کیا پردہ سامنے چلی آئیں جیسا فاقبلت امراتہ فی صرة سے معلوم ہوتا ہے اور ہنسنا یہ عورتوں کا طبعی امر ہے کہ بعض خوشی کی بات مردوں کو چاہے ہنسی نہ آئے عورتوں کو آ جاتی ہے۔

بظاہر ثمود کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توحید کے بالکل منکر تھے پھر جو اسکو شک سے تعبیر کیا تو مراد شک سے مطلق انکار ہے اگرچہ یقین ہی کیساتھ ہو رابطہ: اوپر قوم ثمود کا قصہ ذکر ہوا ہے اور اکثر مقامات پر اس کے بعد قوم لوط علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا ہے یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ یہاں بھی زیادہ مقصود قوم لوط ہی کا قصہ بیان کرنا ہے اور بیچ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بعض خاص وجوہ سے آ گیا ہے ایک تو دونوں میں خاص تعلق ہے کہ دونوں قصوں میں ملائکہ کی جماعت ایک ہی تھی پھر دونوں پیغمبر رشتہ دار بھی ہیں اور مسکن بھی دونوں کا قریب تھا اور ان کے بارہ میں ابراہیم علیہ السلام نے کلام بھی کیا تھا چنانچہ فما خطبکم کے سوال و جواب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود اعظم ان فرشتوں کا قوم لوط پر عذاب نازل کرنا تھا مگر چونکہ غالباً مستقل صاحب شریعت حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے اور لوط علیہ السلام ان کی طرف سے بطور نیابت کے تھے اس لئے اول عذاب کی خبر ابراہیم علیہ السلام کو دینے آئے پس ایک قصہ دوسرے کے لئے متمم ہے ولقد جاءت رسلنا تا غیر مردود

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهٖمَ بِالْبُشْرٰی

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر آئے

کہ آپ کے ایک فرزند اسحق لطن سارہ سے پیدا ہوں گے مقصود اعظم ان کے آنے کا قوم لوط کو ہلاک کرنا تھا جیسا کہ فما خطبکم سے معلوم ہوتا ہے۔

قَالُوا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ

اور (آنے کے وقت) انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کیا

اور پہچانے نہیں کہ یہ فرشتے ہیں کیونکہ وہ بشکل آدمی تھے بلکہ معمولی مہمان سمجھے جیسے کہ قوم منکروں سے معلوم ہوتا ہے۔

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِیْدٍ ۝۶۹

پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تالا ہوا (فرہ) بچھڑا لائے

اور ان کے سامنے رکھ دیا یہ تو فرشتے تھے کیوں کھانے لگے ۱۲

فَلَمَّا رَاْ اٰیْدِیْہُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ نٰکِرَہُمْ

سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں

وَاَوْجَسَ مِنْہُمْ خِیْفَةً ۝۷۰

بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے

کی وجہ سے وہ سفارش ظاہر اجدال اور مباحثہ کی صورت تھی جس کی تفصیل دوسری آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں اس لئے عذاب نہ بھیجا جاوے کہ ان کو گزند پہنچے گا مطلب یہ ہوگا کہ اس بہانہ سے قوم بچ جائے اور شاید ابراہیم علیہ السلام کو ان کے ایمان لانے کی امید تھی اور یہ گفتگو جادلہ کی گو فرشتوں سے ہوئی تھی مگر مقصود حق تعالیٰ سے عرض کرنا تھا اس لئے یجادلنا فرمایا کہ ہم سے جدال شروع کیا۔ اس لئے سفارش میں مبالغہ کیا آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ﴿۵﴾

واقعی ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے یعنی گو بظاہر لوط علیہ السلام کا بہانہ ہے مگر اصلی مطلب معلوم ہو گیا کہ مقصود قوم کی سفارش ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے اس لئے تمہاری سفارش بے سود ہے۔

يَا إِبْرَاهِيمُ اَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۚ

اے ابراہیم اس بات کو جانے دو

اس لئے اس باب میں کہنا سننا بے کار ہے رہا لوط علیہ السلام کا وہاں ہونا سو ان کو اور سب اہل ایمان کو وہاں سے علیحدہ کر دیا جائے گا اس کے بعد عذاب آوے گا تا کہ ان کو گزند نہ پہنچے چنانچہ اس پر بات ختم ہو گئی ولما جاءت تا یبعد

إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَإِنَّهُمْ لَأْتِيهِمْ

تمہارے رب کا حکم (اس کے متعلق) آچکا ہے اور (اس کے سبب سے) ان

عَذَابٌ غَيْرُ مُرْدُوٍّ ۖ ﴿۶﴾

پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں

کیونکہ وہ بہت حسین نوجوان کی شکل میں آئے تھے اور لوط علیہ السلام نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال کیا۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئًا بِهِمْ

اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو لوط

(علیہ السلام) ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوئے

کہ ان کی تو ایسی صورتیں اور قوم کی یہ حرکتیں اور میں تنہا دیکھنے کیا ہوتا ہے۔

وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿۷﴾

اور (اس وجہ سے) ان کے (آنے کے) سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے

فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ ۖ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ

سو ہم نے ان کو (مکرر) بشارت دی اسحاق (کے پیدا ہونے) کی اور اسحاق

يَعْقُوبَ ﴿۸﴾

سے پیچھے یعقوب کی

جو کہ اسحاق کے فرزند ہوں گے جس سے معلوم ہو گیا کہ تمہارے فرزند ہوگا اور زندہ رہے گا یہاں تک کہ وہ بھی صاحب اولاد ہوگا۔

قَالَتْ يَوَيْلَتِي ۖ أَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ ۖ وَهَذَا بَعْلِي

کہنے لگیں ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں کی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں

شَيْخًا ۚ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ﴿۹﴾ قَالُوا

(بیٹھے) ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تم

أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۚ رَحِمْتُ اللَّهُ

خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اے خاندان کے لوگو تم پر تو اللہ کی

وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۖ

(خاص) رحمت اور اس کی (قسم قسم کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی ہیں)

یعنی خاندان نبوت میں رہ کر اور ہمیشہ معجزات و خوارق اور عجیب معاملات دیکھ دیکھ کر پھر تعجب کیسا۔

إِنَّهُ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ﴿۱۰﴾

بیشک (اللہ تعالیٰ) تعریف کے لائق (اور) بڑی شان والا ہے

وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے پس بجائے تعجب سے اس کی تعریف اور شکر میں مشغول ہو۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ

پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) کا وہ خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر ملی (کہ اولاد

الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿۱۱﴾

پیدا ہوگی) تو ہم سے لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا

یعنی جب فرشتوں نے یہ کہہ دیا کہ ڈرو نہیں اور خود بھی ان کا فرشتہ ہونا معلوم کر لیا تو ادھر سے بے فکر ہو کر قوم لوط کی حالت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ہلاک نہ کرنے کے لئے اصرار و مبالغہ کے ساتھ سفارش کی اصرار

لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ۝۸۰

ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا (کہ خود تمہارے شر کو دفع کرتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا

مراد یہ کہ میرا کوئی کنبہ قبیلہ ہوتا کہ میری مدد کرتا اور یہ بات آپ نے طبعی اقتضاء سے فرمائی کیونکہ تقاضائے طبعی کے درجہ میں اسباب ظاہری کی طرف خیال جایا کرتا ہے ترمذی کی حدیث میں ہے کہ لوط علیہ السلام کے بعد سب انبیاء جتنے والے ہوئے تاکہ پریشانی نہ ہونے پائے فرشتوں نے جو آپ کا اس قدر اضطراب دیکھا تو عرض کیا۔

قَالُوا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں ہم آدمی نہیں جو آپ اس قدر گھبراتے ہیں یہ لوگ ہمارا تو کیا کر سکتے ہیں آپ اپنے لئے بھی اندیشہ نہ کریں۔

لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ

آپ تک (بھی) ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچا سکیں اور ہم ان پر عذاب نازل کرنے آئے ہیں۔

فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا

سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر)

يَلْتَفِتُ مِنْكُمْ أَحَدٌ

چلے جائے۔ اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر نہ دیکھے

سب جلدی چلے جاویں۔

إِلَّا أَمْرًا تَكُ ۚ إِنَّهُ مُصِيبُهُمَا مَا أَصَابَهُمْ ۚ

ہاں گمراہ آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے) نہ جاوے گی اس پر بھی یہی آفت آنے

إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ

والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے

یعنی ہم رات کے وقت نکل جانے کو اس لئے آپ سے کہتے ہیں کہ ان پر عذاب صبح ہوتے ہی آئے گا۔ چونکہ لوط علیہ السلام اپنی قوم سے بہت دق ہو گئے تھے فرمانے لگے کہ جو کچھ ہونا ہوا بھی ہو جائے آگے فرشتوں کا جواب ہے۔

کیونکہ ان کو یہ خبر مل گئی تھی کہ لوط علیہ السلام کے گھر میں حسین نو جوان لڑکے آئے ہیں اس لئے برے ارادہ سے ان کے پاس آئے۔

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۚ

اور ان کی قوم ان کے پاس اڑی ہوئی آئی

مجازاً بیٹیوں سے امت کی عورتیں مراد ہیں جو ان کے گھروں میں موجود تھیں کیونکہ نبی امت کے لئے بجائے باپ کے ہوتا ہے اور حقیقی معنی یعنی خود لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اس سے مراد نہیں ہو سکتیں کہ آپ کے دو یا تین بیٹیاں تھیں سو کس کس سے ان کا نکاح کر دیتے وہ تو سارے اسی مرض میں مبتلا تھے۔

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ

اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے لوط فرمانے لگے

قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ

کہ اے میری قوم یہ میری (ہو) بیٹیاں

یعنی مردوں پر نظر کرنے کے بارہ میں عذاب خداوندی سے ڈرو۔

أُظْهِرْ لَكُمْ فَاَتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزَوْا

موجود ہیں وہ تمہارے (نفس کی کامرانی کے) لئے (اچھی) خاصی ہیں۔ سو

فِي ضَيْفِي ۚ

اللہ سے ڈرو۔ اور میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو

یعنی ان مہمانوں کو کچھ کہنا مجھ کو شرمندہ اور رسوا کرنا ہے اگر ان کی رعایت نہیں کرتے کہ مسافر ہیں تو میرا خیال تو کرو کہ تم میں رہتا سہتا ہوں افسوس اور تعجب ہے۔

أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝۸۱

کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں

کہ اس بات کو سمجھے اور اوروں کو سمجھائے۔

قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ

وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی ان (ہو) بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں

کیونکہ عورتوں سے ہم کو رغبت ہی نہیں۔

وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝۸۲ قَالَ لَوْ أَنِّ

اور آپ کو تو معلوم ہے (یہاں آنے سے) جو ہمارا مطلب ہے۔ لوط فرمانے لگے کیا خوب

الْكَسَّ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝۸۱

کیا صبح کا وقت قریب نہیں

یعنی فرشتوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں صبح بھی ابھی آیا جاہتی ہے غرض لوط علیہ السلام راتوں رات دور نکل گئے اور صبح ہوتے ہی عذاب کا سامان شروع ہوا۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَلَىٰهَا سَافِلَهَا

سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین کو الٹ کر اس کا

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً

اور پر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس زمین پر گھنگر کے پتھر برسانا شروع کئے

گھنگر سے مراد جھانواہ ہے جو پک کر مثل پتھر کے سخت ہو جاتا ہے۔

مِّنْ سِجِّيلٍ ۚ مَّنْضُودٍ ۝۸۲ مَّسْوَمَةٍ

جو لگا تار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں)

عِنْدَ رَبِّكَ ط

خاص نشان بھی تھا

جس سے دوسرے پتھروں سے وہ پتھر ممتاز تھے درمنثور کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر خاص رنگ اور ہیئت کے نقوش بنے ہوئے تھے جو دنیا کے پتھروں میں نہیں دیکھے جاتے اور یہاں دو عذابوں کا ذکر ہے تختہ الٹ جانا اور پتھر برسنا سو بعض نے تو کہا ہے کہ اول زمین اوپر اٹھا کر لوٹ دی گئی جب وہ نیچے کو گرے تو اوپر سے پتھراؤ کیا اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے لیکن اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ زمین کو اٹھا کر تھوڑی دیر اوپر روک لیا گیا ہوگا یہ لوگ زمین سے پہلے نیچے گرے ورنہ پتھراؤ کی کوئی صورت نہ ہو گی کیونکہ اگر زمین بھی ان کے ساتھ ہی چھوڑ دی گئی ہو تو ثقل کی وجہ سے زمین جلدی نیچے آتی ہوگی اور وہ لوگ اس سے لگے لپٹے رہے ہوں گے تو پتھراؤ کیسے ہوگا البتہ اگر زمین کے اس طبعی تقاضے کو باقی نہ سمجھا جاوے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو بستی میں تھے وہ الٹ دیئے گئے اور جو باہر گئے ہوئے تھے ان پر پتھر برسے اور ایک آیت میں ان پر صیغہ (یعنی آواز سخت) کا عذاب آیا ہے سو ممکن ہے کہ اول صیغہ ہوا ہو پھر الٹ دیا گیا ہو چنانچہ اسی جگہ فجعلنا پر حرف فا آنے سے پہلے معلوم ہوتا ہے۔

وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۝۸۳

اور یہ بستیوں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں

پس اہل مکہ کو چاہئے کہ اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ ہمیشہ ملک شام کو آتے جاتے ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہیں پس ان کو اللہ و رسول کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

رابط: ظاہر ہے والی مدین اخاہم تا بعدت ثمود

وَالِی مَدِّیْنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ط قَالَ یَقُومِ

اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی

اعْبُدُوا وَاللَّهُ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ط

عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (بننے کے قابل) نہیں

یہ حکم تو دیانات و عقائد کے متعلق ان کے مناسب حال تھا دوسرا حکم معاملات کے متعلق ان کے مناسب آگے بیان فرماتے ہیں۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ

اور تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو (کیونکہ) میں

إِنِّیْ أَرٰیكُمْ بِخَيْرٍ

تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں

پھر تم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے اور حقیقت میں تو کسی کو بھی اس کی ضرورت نہیں ہوتی اور علاوہ اس کے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرنا خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا مقتضا ہے خود اس سے جو ضرر کا خوف ہے وہ بھی اس کو مقتضی ہے کہ اس میں کمی نہ کی جائے آگے ضرر کا بیان ہے۔

وَإِنِّیْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مَّحِیْطٍ ۝۸۴

اور مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا

وَلِیَقُومِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ

اور اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو

بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْیَاءَهُمْ

اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو

دوسرے کی دلیل عقلی ہے کہ اپنا مال ہے اس میں ہر طرح کا اختیار ہے پس ہم کو منع کرنا نہ چاہئے اور حلیم رشید تمسخر سے کہا جیسا بد دینوں کی عادت ہوتی ہے دینداروں کے ساتھ اور عقلی و عقلی دلیل کا فساد یہی ہے۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ

شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ میں نے آپ

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا

کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک

حَسَنًا

عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں

یعنی تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ میں تم کو توحید و عدل کی نصیحت نہ کروں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے پاس خدا کی طرف سے دلیل موجود ہے جس سے توحید و عدل ثابت ہے دوسرے خدا نے مجھ کو نبوت دی ہے جس سے مجھ پر ان احکام کی تبلیغ واجب ہے تو جب توحید و عدل کا حق ہونا بھی ثابت اور میرے اوپر ان کی تبلیغ بھی واجب تو پھر کیونکر نہ پہنچاؤں آگے یہ بتلاتے ہیں کہ جس طرح ان باتوں کی میں تم کو تعلیم کرتا ہوں خود بھی تو ان پر عمل کرتا ہوں۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا

اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے

أَنْهَكُمْ عَنْهُ ط

تم کو منع کرتا ہوں

برخلاف سے یہی مراد ہے کہ تم کو اور راہ بتلاؤں خود اور چلوں مطلب یہ کہ میری نصیحت محض خیر خواہی و ول موزی سے ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ میں وہی باتیں بتلاتا ہوں جو اپنے نفس کے لئے بھی پسند کرتا ہوں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط

میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ط

کچھ (عمل و اصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے

ورنہ کیا میں اور کیا میرا ارادہ

جیسا کہ تمہاری عادت ہے اور ہر چند کہ کمی کی مخالفت سے پورا ناپ تول کرنے کا حکم خود لازم آ گیا تھا مگر تاکید کے لئے اس کی ممانعت کے بعد اس کی بھی تصریح فرمادی۔

وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝۸۵

اور (شرک اور نقص حقوق کر کے) زمین میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید و عدل) سے مت نکلو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بچ جائے وہ تمہارے

بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ

لئے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے

یعنی لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد جو حلال مال بچے وہی تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ حرام کمائی میں اگرچہ وہ بہت ہی ہو برکت نہیں ہوتی اور اس کا انجام جہنم ہے اور حلال میں گو وہ قلیل ہی ہو برکت ہوتی ہے اور انجام اس کا رضائے حق ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ

اگر تم کو یقین آوے (تو مان لو) اور میں تمہارا پہرہ دینے والا

بِحَفِیْظٍ ۝۸۶

تو ہوں نہیں

یعنی اگر یقین نہ آوے تو تم جاؤ میں تم سے جبراً تو یہ افعال چھڑانے ہی سے رہا جیسا کرو گے بھگتو گے۔

قَالُوا يَشْعِيبُ اَصْلُوكَ تَأْمُرُكَ اَنْ

وہ لوگ (یہ تمام نصائح سن کر) کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہارا (مصنوعی اور وہی)

تَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ تَفْعَلَ

تقدس تم کو (ایسی ایسی باتوں کی تعلیم کر رہا ہے کہ ہم ان چیزوں (پرستش) کو چھوڑ دیں

فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَؤُا اِنَّكَ لَانتَ الْحَلِيْمُ

جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال

الرَّشِيْدُ ۝۸۷

میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے

یعنی جن باتوں سے ہم کو منع کرتے ہو دونوں میں کوئی برائی نہیں کیونکہ ایک کی دلیل نقلی ہے کہ ہمارے بڑوں سے بت پرستی ہوتی آئی ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿۸۸﴾

اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (تمام امور میں) رجوع کرتا ہوں

خلاصہ یہ کہ عدل و توحید کے واجب ہونے پر دلائل بھی قائم ہیں اور خدا ہی کے حکم سے اس کی تبلیغ ہو رہی ہے اور ناصح بھی ایسا دل سوز اور مصلح موجود ہے پھر بھی تم نہیں مانتے بلکہ الٹی مجھ سے یہ امید رکھتے ہو کہ میں کہنا ہی چھوڑ دوں اس سے زیادہ کیا بد بختی ہوگی اور چونکہ اس تقریر میں دل سوزی اور اصلاح کو اپنی طرف منسوب کیا تھا اس لئے ہاتھ فیکھی بھی فرما دیا یعنی میں خود کچھ نہیں ہوں یہ سب خدا کی توفیق سے ہے یہاں تک تو ان کے قول کا جواب ہو گیا آگے ترہیب و ترغیب فرماتے ہیں۔

وَيَقَوْمٍ لَا يُجْرِمُكُمْ شِقَاقِي أَنْ يَصِيبَكُمْ

اور اے میری قوم میری ضد (اور عداوت) تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو

مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ

جاوے کہ تم پر بھی (اسی طرح کی مصیبتیں) آپڑیں جیسے قوم نوح یا قوم ہود یا

أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ

قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ

يَبْعِدُ ﴿۸۹﴾

میں) نہیں ہوئی

یعنی ان قوموں کا قصہ پرانا ہو چکا ہے اس لئے ان سے متاثر نہیں ہوتے تو قوم لوط کا زمانہ تو ان کی نسبت بہت ہی نزدیک گزرا ہے اسی کے قصہ سے عبرت حاصل کرو یہ تو ترہیب کا مضمون تھا آگے ترغیب ہے

وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ

اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ (یعنی شرک و ظلم) معاف کراؤ

یعنی ایمان لاؤ کیونکہ ایمان سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں گو حقوق ادا کرنے پڑیں۔

ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿۹۰﴾

پھر (اطاعت و عبادت کے ساتھ) اس کی طرف متوجہ ہو۔

بلا شک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے

وہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور اطاعت کو قبول کرتا ہے

قَالُوا يَشْعَبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں

یہ لا جواب دلا ویز تقریر سن کر معقول جواب سے عاجز ہو کر براہ جہالت یہ بات بیہودہ بنائی جس کا منشاء یا تو یہ ہے کہ اچھی طرح توجہ سے شعیب علیہ السلام کی باتیں نہ سنی ہوں یا تحقیر کے طور پر کہا ہو کہ نعوذ باللہ یہ باتیں ہدیان ہیں سمجھنے کے قابل نہیں چنانچہ بد دینوں سے یہ سب امور واقع ہوتے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْ لَارْهَاطُكَ

اور ہم تم کو اپنے (مجموع) میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا (کہ ہمارے ہم مذہب ہیں ہم کو) پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو (کبھی کا)

لَرَجَبْنُكَ نَوْمًا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِيزٌ ﴿۹۱﴾

نگہار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ تو قریب ہی نہیں

لیکن جس کا لحاظ ہوتا ہے اس کے سبب اس کے رشتہ دار کی بھی رعایت ہوتی ہے مطلب ان کا یہ تھا کہ تم ہم کو یہ مضامین مت سناؤ ورنہ تمہاری جان کا خطرہ ہے پہلے تمسخر کے طور پر تبلیغ سے روکا تھا اصلو تک تا مرک الخ اور اب دھمکی دے کر روکا۔

قَالَ يَقَوْمِ ارْهَاطِي أَعَزَّ عَلَيْكُمْ مِّنَ

شعیب (علیہ السلام) نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان

اللَّهِ ۖ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ ظَهْرِيًّا ۖ

تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ باتو قریب ہے اور اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال دیا

یعنی افسوس اور تعجب ہے کہ میری نسبت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ میں اس کا نبی ہوں وہ تو میرے ہلاک کرنے سے تم کو مانع نہ ہوئی اور جو نسبت میری خاندان کے ساتھ ہے کہ ان کا رشتہ دار ہوں وہ اس سے مانع ہوئے تو اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ تم خاندان کا لحاظ اللہ سے بھی زیادہ کرتے ہو کہ خاندان کا تو پاس کیا اور اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی پاس نہ کیا سو اس کا خمیازہ عنقریب بھگتو گے۔

إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۹۲﴾ وَيَقَوْمٍ

یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کو اپنے علم میں (احاطہ کئے ہوئے) ہے۔ اور

اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ سَوْفَ

اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا

تَعْلَمُونَ لِمَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ

ہوں۔ (سو) اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ

عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا

یعنی اگر تم کو عذاب کا بھی یقین نہیں آتا اور تم مجھ کو دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہی سمجھتے ہو اور حقیر ہی جانتے ہو تو آخر بات یہ ہے کہ خیر بہتر ہے تم جانو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ جھوٹ کے جرم کا مرتکب اور سزائے ذلت کا مستحق کون ہے تم یا میں۔

وَأَرْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ

اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

یعنی ہم بھی دیکھیں گے کہ عذاب واقع ہوتا ہے جیسا کہ میں کہتا ہوں یا نہیں واقع ہوتا جیسا کہ تم گمان کر رہے ہو غرض ایک زمانہ کے بعد عذاب کا سامان شروع ہوا۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ

اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آیا پہنچا (تو) ہم نے (اس عذاب سے) شعیب

أَمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَآخَذَتِ الَّذِينَ

(علیہ السلام) کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت (خاص) سے بچا

ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ

لیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے (کہ نعرہ جبریل تھا) آ پکڑا سوائے گھروں کے اندر

جُثَمِينَ ۙ كَانُوا يَغْنَوْنَ فِيهَا ط

اونڈھے گرے رہ گئے (اور مر گئے) جیسے کبھی ان گھروں میں بے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو

بَعْدَ الْمَدْيَنَ كَمَا بَعَدَتْ شُعُودُ

(اور عبرت پکڑ لو) مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا شموود رحمت سے دور ہوئے تھے

شروع پارہ نهم میں اہل مدین کا عذاب رضحہ (زلزلہ) مذکور ہے اور یہاں سخت آواز اور یہاں دونوں کا اجتماع ممکن ہے چنانچہ ابھی قوم شموود کے بارہ میں بعینہ یہی مضمون واقع ہوا ہے کہ یہاں سخت آواز کا ذکر ہے اور وہاں زلزلہ کا پس زلزلہ اور سخت آواز کے عذابوں میں دونوں تو میں مجتمع ہیں مفسرین نے کہا ہے کہ قوم مدین کی حالت کو اللہ تعالیٰ نے کما بعدت شموود میں شموود کی حالت سے اسی وجہ سے تشبیہ دی کہ دونوں کا عذاب ایک طرح کا تھا۔

رابطہ: ظاہر ہے ولقد ارسلنا موسیٰ تا بنس الرّفد المرّفود

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (بھی) اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر

مُتَّبِعِينَ ۙ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوْا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ لوگ (بھی) فرعون (ہی)

أَمْرَ فِرْعَوْنَ

کی رائے پر چلتے رہے

نہ فرعون ہی نے مانا اور نہ اس کے سرداروں نے مانا بلکہ فرعون بھی اور وہ بھی اپنے کفر پر ہی رہے۔

وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۙ يَقْدُمُ قَوْمَهُ

اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے

يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأُورِدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ

آگے ہوگا پھر ان (سب) کو دوزخ میں جا اتارے گا اور وہ دوزخ بہت ہی

الْوَرْدُ الْبُورُودُ ۙ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ

بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جاویں گے اور اس دنیا میں

لَعْنَةُ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ ط

بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی

ان کے ساتھ ساتھ رہے گی چنانچہ یہاں قہر سے غرق ہوئے اور وہاں دوزخ نصیب ہوگا۔

بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ۙ

برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا

سلطان میلین سے مراد یا تو عصا اور ید بیضا ہے جو منجملہ نو معجزات کے موسویہ کے بڑے معجزے ہیں اور یا موسیٰ علیہ السلام کی وہ بلبل تقریر مراد ہے جو آپ نے توحید کے بارہ میں فرعون کے سامنے فرمائی تھی رابطہ: اوپر کئی قصے مذکور ہوئے ہیں آگے منجملہ ان کے فوائد کے ایک فائدے پر متنبہ فرماتے ہیں کہ ان سے دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے سننے والوں کو تہدید اور دھمکی منظور ہے اور ضمناً مقابلہ کے طور پر مومنین کا کامیاب اور

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَن خَافَ عَذَابَ

ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب

الْآخِرَةِ ط

سے ڈرتا ہو

وجہ عبرت ظاہر ہے کہ جب دنیا کا عذاب ایسا سخت ہے حالانکہ یہ دارالجزا نہیں تو آخرت کا جو کہ دارالجزاء ہے کیسا سخت ہوگا۔

ذَلِكَ يَوْمَ مَجْمُوعٍ لَّهُ النَّاسُ وَذَلِكَ

وہ (آخرت کا دن) ایسا ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے اور وہ

يَوْمَ مَشْهُودٍ ۝ وَمَا نُوَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ

سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لئے (بعض

مَعْدُودٍ ۝ ط

مصلحتوں سے) ملتوی کئے ہوئے ہیں

یعنی گو وہ دن اب تک آیا نہیں لیکن اس سے کوئی اس کے آنے میں شک نہ کرے آوے گا ضرور۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ج

(پھر) جس وقت وہ دن آوے گا کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے

بات تک (بھی) نہ کر سکے گا

یعنی مارے ہیبت کے ایسا حال ہوگا ہاں جب اجازت ہوگی اور جواب طلب کیا جائے گا اس وقت البتہ منہ سے بات نکلے گی خواہ وہ بات مقبول ہو یا مقبول نہ ہو اس تقریر سے ان تمام آیات میں جو اس مضمون کے متعلق ہیں کوئی شبہ نہیں رہا جن سے کسی کا نہ بولنا ثابت ہے وہ اجازت سے پہلے کی حالت ہے اور جن سے بولنا اور جواب دینا اور آپس میں گفتگو کرنا ثابت ہے وہ اجازت کے بعد کی حالت ہے سو اس حالت میں تو سب اہل محشر شریک ہیں آگے ان کا فرق بتلاتے ہیں۔

فِيهِمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ

پھر (آگے) ان میں (یہ فرق ہوگا کہ) بعضے تو شقی (یعنی کافر) ہوں گے

شَقَوُا فِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝ ط

اور بعض سعید (یعنی مومن) ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے

حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی (اور)

فاز المرام ہونا بھی ذکر فرماتے ہیں ذلک من انباء القرى تا غیر منقوص

ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَى نَقُصُّهُ عَلَيْكَ

یہ ان (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جس کو ہم آپ سے بیان

مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۝ ط

کرتے ہیں (سو) بعضی بستیاں تو ان میں (اب بھی) قائم ہیں

جیسے مصر کہ بعد ہلاکت فرعون کے آباد رہا

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ

اور بعض کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

یعنی ہم نے ان کو یہ سزائیں بلا تصور نہیں دیں جو کہ سورۃ ظلم ہے اور حقیقت تو کچھ بھی ظلم نہیں۔

وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا

کہ ایسی حرکتیں کیں جن سے سزا کے مستحق ہوئے۔

فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ

سوان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا

مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لِّمَّا جَاءَ أَمْرُ

سکے جب آپ کے رب کا حکم (عذاب کیلئے) آپہنچا (کہ ان کو عذاب سے

رَبِّكَ وَمَا زَادُهُمْ غَيْرَ تَتَّبِيبٍ ۝ ط

پہنچا لیتے) اور ان کو نقصان پہنچایا

یعنی فائدہ تو کیا پہنچاتے اور نقصان کے سبب ہوئے کہ ان کی پرستش کی بدولت سزا پائی۔

وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ

اور آپ کے رب کی واروگیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر داروگیر کرتا ہے

ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۝ ط

جبکہ وہ ظلم (وکفر) کیا کرتے ہوں بلاشبہ اس کی واروگیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے

کہ اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہے اور کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

سو (اے مخاطب) جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اس کے بارے میں ذرا شبہ نہ کرنا بلکہ یقین رکھنا کہ کفار کا یہ عمل موجب سزا ہے بوجہ باطل ہونے کے آگے باطل ہونے کی دلیل ہے۔

مِمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا

یہ لوگ بھی اسی طرح (بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل) عبادت (غیر اللہ کی) کر

يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ ط

رہے ہیں جس طرح ان کے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے پس بجز تقلید آباء کے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور جو امر دلیل صحیح کے خلاف ہو وہ باطل اور موجب سزا ہوتا ہے دلیل کے سامنے کسی کی تقلید جائز نہیں رابطہ اور ان قصوں سے پہلے آیت فلعلک تارک الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور ولئن اخرونا عنهم العذاب الخ میں اجمالاً عذاب کے موخر ہونے کی حکمت اور الایوم یاتیہم میں اپنے وقت پر عذاب کا واقع ہونا اور ان الذین امنوا و عملوا الصلحت و اخبتوا الخ میں بجا آوری احکام کی ترغیب اور فضیلت یہ مضامین مذکور ہوئے تھے آگے پھر ان ہی مضامین کی طرف رجوع ہے ولقد اتینا موسیٰ تا اجر المحسنین۔

وَإِنَّا لَنُوقِوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۝۴

اور ہم یقیناً (قیامت کو ان کا حصہ) عذاب کا ان کو پورا پورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ط

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی سو اس میں (بھی مثل قرآن کے) اختلاف کیا گیا

کہ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا یہ کوئی آپ کے لئے نئی بات نہیں ہوئی پس آپ مغموم نہ ہوں آگے بتلاتے ہیں کہ یہ منکرین عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں مگر ایک بات کی وجہ سے عذاب میں تاخیر ہو رہی ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُضِيَ

اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو

بَيْنَهُمْ

ان کا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا

خَلِيدَيْنِ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ

ہمیشہ (ہمیشہ) کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں یہ محاورہ ہے بیشکی اور دوام بیان کرنے کے لئے یعنی کوئی سمیل نکلنے کی کبھی نہ ہوگی چنانچہ اب بھی محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ یہ بات قیامت تک نہیں ہو سکتی یعنی کبھی نہیں ہو سکتی یہ مطلب نہیں کہ قیامت کے بعد ہو جاوے گی

إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا

ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ) آپ کا رب

يُرِيدُ ۝۵

جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے

مگر باوجود قدرت کے یہ بات یقینی ہے کہ خدا تعالیٰ یہ بات نہ چاہیں گے اس لئے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا پس الا ماشاء ربک سے یہ بات بتلا دی کہ حق تعالیٰ ایک قانون مقرر کر دینے کے بعد اس کے خلاف کرنے سے عاجز نہیں ہو جاتے وہ اس قانون کے توڑ دینے پر بھی قادر ہیں اگرچہ یہ یقینی ہے کہ توڑیں گے کبھی نہیں۔

وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ

اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں

خَلِيدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ

(داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ (ہمیشہ) کو رہیں گے

گو جنت میں جانے کے قبل کچھ سزا بھگتی ہو وہ بھی جنت سے کبھی نہ نکلیں گے۔

السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ط

جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے

مگر یہ یقینی ہے کہ خدا یہ بات کبھی نہ چاہے گا پس نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا بلکہ ان کے حال پر ہمیشہ انعام رہے گا۔

عَطَاءٍ غَيْرِ مَجْذُوذٍ ۝۶

دو غیر منقطع عطیہ ہوگا

آگے بتلاتے ہیں کہ جب اوپر کی آیتوں سے کفر کا وبال معلوم ہو چکا تو اس سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے۔

یعنی اگر یہ بات مقدر نہ ہو چکی ہوتی کہ ان کو پورا عذاب آخرت میں
دوں گا تو اب تک ان پر عذاب واقع ہو چکا ہوتا۔

وَأَنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَرِيْبٍ ۝۱۱۰

اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں
جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے

یعنی باوجود براہین قائم ہو جانے کے ابھی اس فیصلہ قطعی یعنی عذاب
کا ان کو یقین ہی نہیں آتا انکار ہی کئے جاتے ہیں شک کا یہی مطلب ہے
آگے بتلاتے ہیں کہ کسی کے شک و انکار سے یہ عذاب ٹلے گا نہیں۔

وَأَنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوفِّیْهِمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۝۱۱۱

اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے اعمال

إِنَّهُ بِمَا یَعْمَلُونَ خَبِیْرٌ ۝۱۱۲ فَاسْتَقِمْ

(کی جزا) کھپور پورا حصہ دے گا وہ بالیقین ان کے سب اعمال کی پوری خبر
رکھتا ہے تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) مستقیم رہیے

كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۝۱۱۳

اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں

إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیْرٌ ۝۱۱۴

اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے

یعنی جب ان کی سزا کا معاملہ آپ سے کچھ سروکار نہیں رکھتا تو آپ
اور آپ کے متبعین اپنے کام میں لگے رہیں اور وہ کام یہ ہیں کہ راہ دین پر
مستقیم رہیں اور دین کے دائرہ سے ذرا مت نکلو۔

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

اور اے مسلمانو! ان ظالموں کی طرف مت جھکو

یعنی ان ظالموں کی یا جوان کے مثل ہوں ان کے ساتھ دوستی اور
احوال و اعمال میں شرکت مت کرو۔

فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ

کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی

مِنْ أَوْلِيَاءٍ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝۱۱۵

رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر

دن کے دونوں سروں سے مراد بعض کے نزدیک فجر اور عصر ہے اور بعض
کے نزدیک دو حصے مراد ہیں ایک اول کا ایک آخر کا اول کے حصہ میں صبح
کی نماز ہے آخر کے حصہ میں ظہر و عصر۔

وَزُلْفًا مِّنَ اللَّیْلِ

(یعنی اول و آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں

رات کے حصوں سے مراد مغرب اور عشاء کا وقت ہے پس ایک قول پر
اس آیت میں پانچوں نمازیں مراد ہیں اور ایک قول پر بجز ظہر کے چار نمازیں
مراد ہیں اور ظہر دوسری آیت میں مذکور ہے سورہ روم میں وحين تظهرون اور
شاید چار نمازوں کی تخصیص ذکر میں اس جگہ خاص اہتمام کے لئے ہو کیونکہ فجر
اور عشاء نیند کا وقت ہے عصر مشغولی کا روبرو مغرب کا وقت کھانے اور گھر میں
آنے کا بخلاف ظہر کے وقت کے کہ بالکل فراغت کا ہوتا ہے اور چونکہ اصل
میں ان احکام کا سنانا دوسروں کو مقصود ہے اس لئے ان کی حالت کے اعتبار سے
یہ تخصیص ہوئی ہو ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو سب اوقات برابر تھے واللہ اعلم

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

بیشک نیک کام (نامہ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو

برے کاموں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں کہ نیکیوں سے وہ معاف ہو
جاتے ہیں اور تحقیق اس مسئلہ کی شروع پارہ پنجم آیت ان تعجبوا الخ کے
تحت میں گزر چکی ہے۔

ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّكْرَيْنِ ۝۱۱۶

یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے

کیونکہ اس قاعدہ کلیہ میں کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ہر
نیکی داخل ہے پس اس سے ہر نیکی کی رغبت ہونا چاہئے آگے بتلاتے ہیں
کہ ان مخالفوں کی طرف سے جو معاملات پیش آتے ہیں ان پر صبر کیجئے
کیونکہ صبر بھی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے اس کا پورا اجر ملے گا۔

رابطہ: اوپر ہلاک شدہ امتوں کے قصوں میں ان کے وبال و نکال کا حال

مذکور تھا آگے اس وبال کا سبب قریب کہ ان کی نافرمانی ہے سبب بعید کہ مشیت و حکمت الہی ہے مذکور ہے اور اول کے بیان سے اپنا رحم و کرم اور دوسرے کے بیان سے حضور کی تسلی اور دفع غم منظور ہے۔ فلو لا کان تا اجمعین

وَأَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسِنِينَ ﴿۱۱۵﴾

اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے تو جو اچھے تم سے

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ

پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک

أُولَٰئِكَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ

میں فساد (یعنی کفر و شرک) پھیلانے سے منع کرتے

یعنی اوپر جو ہلاک شدہ امتوں کے قصے مذکور ہوئے ہیں ان کی ہلاکت کا سبب یہ ہوا کہ ان میں فساد سے روکنے والے بہت کم ہوئے اور اہل الرائے کی تخصیص اس لئے کی کہ جب انہوں نے منع نہ کیا تو دوسروں کو منع نہ کرنا تو بدرجہ اولیٰ سمجھا گیا۔

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْ أَجْنَابٍ مِّنْهُمْ

بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا

کہ وہ تو البتہ جیسے خود کفر و شرک سے تائب ہو گئے تھے دوسروں کو بھی منع کرتے رہتے تھے اور ان ہی دونوں عمل کی برکت سے وہ عذاب سے بچ گئے تھے باقی اور لوگ چونکہ خود ہی کفر میں مبتلا تھے انہوں نے اوروں کو منع بھی نہ کیا۔

وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ

اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے

وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۱۱۶﴾

اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے

کہ اس سے باز ہی نہ آئے حاصل مطلب یہ ہوا کہ نافرمانی تو ان میں عام طور پر رہی اور منع کرنے والا کوئی ہوا نہیں اس لئے سب ایک ہی عذاب میں مبتلا ہوئے ورنہ کفر کا عذاب عام ہوتا اور فساد کا خاص اب بوجہ منع نہ کرنے کے غیر مفسد بھی مفسد ہونے میں شریک قرار دیئے گئے اس لئے جو عذاب مجموعہ کفر و فساد پر نازل ہوا وہ بھی عام رہا۔ پس اس آیت پر جو شبہ ظاہر میں ہوتا ہے کہ اصل وجہ ہلاک کرنے کی تو کفر تھا نہ کہ فساد سے منع نہ کرنا اس کا جواب اس تقریر سے ہو گیا کہ فساد سے منع نہ کرنا مطلق

عذاب کا سبب نہیں بلکہ خاص عذاب کا سبب ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے

وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿۱۱۷﴾

رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں لگے ہوں

بلکہ جب بجائے اصلاح کے فساد کریں اور فساد کرنے والوں کو منع نہ کریں اس وقت عذاب خاص کے مستحق ہو جاتے ہیں

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً

اور اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی

وَاحِدَةً

طریقہ کا بنادیتا

یعنی سب کو مومن کر دیتا لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے ایسا منظور نہ ہوا اس لئے دین حق کے خلاف مختلف طریقوں پر ہو گئے۔

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿۱۱۸﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ

اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف (ہی) کرتے رہیں گے مگر

رَبُّكَ ط

جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو

وہ دین کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ آپ اس اختلاف کا غم یا افسوس و توجہ نہ کیجئے۔

رَبُّكَ ط وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے

کہ ان میں اختلاف رہے آگے اختلاف کے واسطے پیدا کرنے کی وجہ بتلاتے ہیں۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا مَلَكْنَٰ جَهَنَّمَ مِّنْ

اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی کہ میں جہنم کو جنات سے

الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱۹﴾

اور انسانوں سے انوں سے بھر دوں گا

وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اَعْمَلُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ

اور جو لوگ (باد جووان) قاطعہ کے (بھی) ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے

اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝۱۲۱ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝۱۲۲

کہ (میں تم سے الجھتا نہیں) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی (اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں اور) ان اعمال کے نتیجہ کے (تم بھی منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں

یعنی جو لوگ قطعی دلائل کے بعد بھی نہیں مانتے ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے الجھتا نہیں ہر ایک اپنے اعمال کے نتیجہ کا انتظار کرتا رہے سو عنقریب حق و باطل کھل جائے گا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

عنقریب حق و باطل کھل جائے گا) اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے

تو بندوں کے اعمال تو غیب بھی نہیں ہیں کھلے ہوئے ہیں ان کا علم تو بدرجہ اولیٰ حق تعالیٰ کو ہے۔

وَالِیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ

اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے

یعنی علم اور اختیار کی دونوں صفتیں حق تعالیٰ میں ہیں پھر اس کو کیا مشکل ہے اگر اعمال کی جزا و سزا دے دے۔

فَاعْبُدْہٗ وَتَوَكَّلْ عَلَیْہٖ

تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسی کی عبادت کیجئے (جس میں تبلیغ بھی داخل ہے) اور اسی پر بھروسہ رکھیے

یعنی جب خدا کو ایسا علم و اختیار ہے تو آپ اسی پر نظر رکھئے اگر تبلیغ احکام میں کسی اذیت کا احتمال ہو تو اندیشہ نہ کیجئے یہ خطاب نبی میں آپ کو فرما کر پھر پہلے مضمون کو تمام فرماتے ہیں۔

وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۳

اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو

چنانچہ اوپر عالم الغیب ہونے سے اعمال کا بدرجہ اولیٰ خدا کو معلوم ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اس آیت پر سورۃ کا حسن ختام ظاہر ہے۔

اور خود اس بات کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح اہل جنت میں صفت رحمت کا ظہور ہوا اہل جہنم میں غضب کی صفت ظاہر ہو پھر اس ظہور کی حکمت اور حکمت کی حکمت یہ اللہ ہی کو معلوم ہے غرض اس ظہور کی حکمت سے بعضوں کا جہنم میں جانا ضروری اور جہنم میں جانے کے لئے کفار کا عالم میں ہونا ضروری اور کفار کے وجود سے اختلاف لازم یہ ہے وجہ سب کے مسلمان نہ ہونے کی (باقی اس سے کفار کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا ارادہ اور اختیار سب کو دیا گیا ہے اور وعدہ ہے کہ جو جیسا ارادہ کرے گا اس کو پورا کر دیا جائے گا) اور اس اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو اتفاق کے بعد پیدا ہو کیونکہ پہلے تو سارے موحد ہی تھے پس آیت کان الناس امة واحدة سے اس آیت کا کچھ تعارض نہیں کیونکہ اتفاق کا زمانہ اور تھا اور اختلاف کا زمانہ اور ہے

رابطہ: اوپر واقعات اور قصص کی علت اور حکمت مذکور تھی آگے ان قصوں کے بیان کرنے کی حکمت مذکور ہے۔ وکلا نقص تا للمؤمنین

وَكَلَّا نَقْصُ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا

اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان

نُثِبْتُ بِہٖ فَاَدَلَّ

کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں

ایک فائدہ تو ان قصوں کے بیان کا یہ ہوا جس کا حاصل آپ کو سلی دینا ہے۔

وَجَآءَکَ فِیْ ہٰذِہِ الْحَقِّ وَمَوْعِظَہٗ وَذِکْرٰی

اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود ہی راست (اور

لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۲۴)

واقعی) ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے

یعنی برے کاموں سے رکنے کی نصیحت کرتے ہیں اور اچھے کام کرنے کی یاد دہانی کرتے ہیں یہ دوسرا فائدہ ہوا قصوں کے بیان کرنے میں ایک فائدہ نبی کے لئے دوسرا امت کے لئے اور حق ہونا یہ تو ان آیات قرآنیہ کی ذاتی صفت ہے جن میں قصص مذکور ہیں اور نصیحت و یاد دہانی ہونا یہ اضافی صفت ہے جن میں سے ایک زاجر ہے اور ایک آمر ہے۔

رابطہ: مجموعہ سورت میں توحید و رسالت و بعثت اور حقانیت قرآن وعدہ وعید کو ثابت کر کے اور شبہات کی نفی کر کے دعوت تمام اور حجت لازم کرنے کا حق کافی طور پر ادا کر دیا گیا اب جو لوگ اس کو بھی نہ مانیں ان سے آخری کلام کر کے سورۃ کو ختم کیا جاتا ہے۔ وقل للذین لا یؤمنون تا تعملون

وَأَنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَفْلِينَ ﴿۵﴾

ہیں اور اس (ہمارے بیان کرنے) کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے۔

کیونکہ نہ کوئی کتاب آپ نے پڑھی تھی اور نہ کسی صاحب کتاب سے سنا تھا اور نہ عوام میں ایسی کامل صحت کے ساتھ مشہور تھا پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن وحی ہے رہا یہ کہ اس قصہ کو احسن القصص بڑا عمدہ قصہ کیوں فرمایا اس کی وجہ روح المعانی میں مختصر الفاظ میں یہ لکھی ہے کہ یہ قصہ اتنی باتوں پر مشتمل ہے حاسد و محسود مالک و مملوک شاہد و مشہود عاشق و معشوق قید و رہائی قحط اور سرسبزی گناہ اور معافی فراق و وصال بیماری و صحت اقامت و سفر اور ذلت و عزت نیز ان نتائج کو مفید ہے کہ قضا و قدر کا کوئی دافع اور مانع نہیں جس کو خدا کوئی چیز دینا چاہیں کوئی نہیں روک سکتا حسد سے حاسد ہی کو نقصان اور رسوائی پہنچتی ہے۔ صبر تمام راحت کی کنجی ہے تدبیر کرنا عقل کی بات ہے امور معاش کی درستی میں عقل کام کی چیز ہے۔ وغیرہ لک

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ

(وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ یوسف (علیہ السلام نے اپنے والد یعقوب

أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

علیہ السلام سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند

رَأَيْتُهُمْ لِي سُجْدِينَ ﴿۵﴾ قَالَ يَبْنَىٰ لَا

دیکھے ہیں ان کو اپنے رو برو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے (جواب

تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ

میں فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے رو برو بیان مت کرنا

اذ قال يوسف تا علیم حکیم کیونکہ بوجہ خاندان نبوت میں ہونے کے وہ اس کی تعبیر جانتے ہیں گو تخمیناً ہی سہی کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور سورج باپ کیونکہ وہ درجہ میں بڑا ہے اور چاند ماں کہ وہ درجہ میں کم ہے یا بوجہ لفظ کے مذکر و مونث ہونے کے اس کے برعکس کہ شمس عربی میں مونث ہے اس سے ماں مراد ہو اور قمر مذکر ہے اس سے باپ مراد ہو اور سجدہ سے اصلی مراد اطاعت و انقیاد ہے اور غالباً یہ دیکھنا خواب میں تھا کیونکہ لفظ رویا کا اکثر اطلاق خواب پر آتا ہے اور یہ کل بارہ بھائی تھے دو حقیقی یوسف اور بنیامین اور دس علانی (باپ شریک) اور بھائیوں کے بشکل ستارہ ہونے سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ نورانیت صحابی ہونے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ آخر میں وہ تائب ہو کر کامل صحابی تھے اور بھائیوں کی تعبیر خواب سمجھ

بسم الله الرحمن الرحيم

سورہ یوسف مکیہ و ایہاماتہ واحدی عشرۃ آیۃ کذا فی البضاوی رابط : خلاصہ سورۃ کا ظاہر ہے کہ تقریباً تمام تر سورۃ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ پر مشتمل ہے اور اس کے آغاز سے پہلے قرآن کی حقانیت جس میں وہ قصہ بیان ہوا ہے اور قصہ کے ختم کے بعد اول توحید کا مضمون اور اس میں کمی کرنے پر وعید پھر رسالت کی بحث اور منکرین کی بد انجامی کی اجمالی حکایت اور ان حکایات و قصص کا موجب عبرت ہونا جن کے بیان کی حکمت سورۃ سابقہ کے اخیر میں مذکور ہوئی تھی اور کچھ حصہ سورۃ میں اصول دین مذکور ہیں جن میں کفار کی مخالفت سے جو آپ کو غم ہوتا تھا اس کے ازالہ اور تسلی کے لئے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ انجام کار وہی ترقی کا سبب ہو گیا اسی طرح آپ کو بھی آپ کی قوم کی مخالفت مضرت نہ ہوگی اس تقریر سے دونوں سورتوں کی اور خود اس سورۃ کے اجزاء کی بھی مناسبت معلوم ہوگئی اور چونکہ اجزاء قصہ کا ارتباط محتاج بیان نہیں اور یہی سورۃ کا بڑا حصہ ہے اس لئے ان میں دیگر مقامات کی طرح مستقل طور پر تقریر

رابط : بیان نہ کی جاوے گی اَلرَّا قَاتَا لَمَنِ الْغَافِلِينَ

(۱۲) سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ (۵۳)

حروفها ۷۳۱

کلماتها ۱۸۰۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّاقِفُ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْبَيِّنِ ﴿۱﴾

الر یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی

جس کے الفاظ بدیہی اور معانی بہت صاف ہیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲﴾

ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم (بوجہ اہل لسان ہونے کے والا)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ

سمجھو (اور تمہارے واسطے سے اور لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس

بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ ﴿۳﴾

بھیجا ہے اس (کے بھیجنے) کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے

لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ معجزہ تعبیر خواب میں وہ بھی یوسف علیہ السلام کے برابر تھے اس سے بھی ان کا نبی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ تو خاندان نبوت سے مناسبت ہونے کی وجہ سے ہوا نیز وہ لوگ گمان کے طور پر سمجھے۔

فَيَكِيدُوكَ كَيْدًا ط

پس (یہ سمجھ کر) وہ تمہارے (ایذا رسانی کے) لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے

یعنی ان میں سے اکثر جو کہ دس بھائی علانی ہیں ان سے ایذا کا اندیشہ ہے اور حقیقی بھائی سے ضرر کا اندیشہ گونہیں لیکن شاید منہ سے نکل جائے پھر فتنہ ہو اور بھائیوں کی یہ تدبیر اس غرض سے ہونا ضرور نہیں کہ یہ تعبیر واقع نہ ہو بلکہ یہ تو وہ بھی جانیں گے کہ تعبیر ضرور واقع ہوگی مگر حسد سے ایذا دیں گے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے

اس لئے بھائیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے گا۔

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور (تم کو علوم دقیقہ بھی دے گا

مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

مثلاً) تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا

یعنی جس طرح خدا تم کو یہ عزت دے گا کہ سب تمہارے مطیع و منقاد ہوں گے اسی طرح دوسری عزت بھی دے گا کہ تم کو نبوت کے لئے منتخب کر کے باریک باریک علوم عطا فرمائے گا جیسے علم تعبیر وغیرہ اور یہ بشارتیں جو یعقوب علیہ السلام نے دیں یا تو اسی خواب سے سمجھے یا وحی سے۔

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ

اور (اور نعمتیں دیکر بھی) تم پر اور یعقوب کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے

كَمَا أَتَتْهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ

گا جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پڑا یعنی ابراہیم و اسحاق (علیہما السلام) پر

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے

کہ ہر ایک کے مناسب فیض عطا فرماتا ہے اور آل یعقوب پر نعمت تمام کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ یعقوب علیہ السلام کے سب بیٹے نبی تھے

کیونکہ نعمت نبوت کے سوا دوسری باتوں کو بھی عام ہے پس نعمت میں سب شریک ہیں آگے جس کے جیسے عمل ویسی نعمت۔ براہمی سب کی ضروری نہیں اور اگر نعمت سے نبوت ہی مراد ہو تو آل یعقوب سے بواسطہ اولاد بھی مراد ہو سکتی ہے سوان کی اولاد میں آگے بہت نبی ہوئے اور یعقوب علیہ السلام نے اتمام نعمت میں اپنا ذکر تو خاصاً نہیں فرمایا لہذا کان فی یوسف تا من الزاہدین۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ

یوسف (علیہ السلام) اور ان کے (علاتی) بھائیوں کے قصے میں دلائل موجود ہیں

جس سے خدا کی قدرت اور آپ کی نبوت ثابت ہوتی ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کو ایسی بے کسی اور بے بسی سے اس سلطنت و رفعت پر پہنچا دینا یہ خدا ہی کا کام تھا اس سے مسلمانوں کو عبرت اور قوت ایمان حاصل ہو گی اور یہود کو کہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ یہ قصہ پوچھا تھا آپ کی نبوت کی دلیل مل سکتی ہے اگر غور کریں۔

لِلسَّائِلِينَ ۝

ان لوگوں کے لئے جو (آپ سے ان کا قصہ) پوچھتے ہیں

درمنثور میں ابن عباسؓ سے اس سورۃ کا شان نزول یہ مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ ہم کو کوئی قصہ سنائیں تو خوب ہو اس پر یہ قصہ نازل ہوا اور خازن میں ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ یہود نے آپ سے (امتحاناً) یہ قصہ پوچھا تھا اور چونکہ یہ قصہ صحابہ کی درخواست پر نازل ہوا اس لئے بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تا کہ ان کا مقصود حاصل ہو جائے اور احاطہ سے ان کو راحت و سیری ہو اور میرے نزدیک اسی وجہ سے اس قصہ کو مکر نہیں لائے کہ اس کو استیعاب کے ساتھ ایک جگہ مع سب فوائد کے بیان کر دیا گیا ہے اور دوسرے قصوں میں چونکہ استیعاب نہیں اس لئے ہر مقام کے مناسب مختلف فوائد کے لئے کچھ کچھ اجزاء لائے گئے۔

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا

وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان (علاتی) بھائیوں نے (باہم بطور مشورہ کے)

یہ گفتگو کی کہ (یہ کیا بات ہے کہ) یوسف اور ان کا بھائی (بنیامین) ہمارے

مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ط

باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں

یعنی وہ دونوں بوجہ کم عمری کے ان کا کار خدمت بھی نہیں کر سکتے اور ہم بوجہ اپنی قوت اور کثرت کے ان کی ہر طرح کی خدمت بھی کرتے ہیں تو ہم

فَعِلَيْنَ ⑩

(یہ کام) کرنا ہے

تو اس طرح کرو اس صورت میں وہ باپ سے جدا ہو جاویں گے اور قتل کے گناہ سے بھی بچو گے غرض اس پر سب کا اتفاق رائے ہو گیا۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ

سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے

اور کبھی ان کو ہمارے ساتھ کہیں نہیں بھیجتے۔

وَإِنَّا لَهُ لَنُصِحُّونَ ⑪ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا

حالانکہ ہم ان کے (دل و جان) سے خیر خواہ ہیں۔ آپ ان کو کل کے روز

يَرْتَعُ وَيَلْعَبُ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ⑫

ہمارے ساتھ (جنگل کو) بھیجے کہ ذرا وہ کھائیں کھیلیں اور ہم ان کی پوری

قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ

محافظت رکھیں گے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں

وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ

ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور (خوف یہ کہ) میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس

غَفِلُونَ ⑬

کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم (اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو

حاصل جواب کا یہ ہے کہ مجھ کو ان کے بھیجنے سے دو امر مانع ہیں ایک تو غم کہ مجھے ان کی جدائی اور اپنی آنکھوں کے سامنے سے علیحدگی گوارا نہیں ہوتی دوسرے خوف کیونکہ اس جنگل میں بھیڑیے بہت ہیں مبادا کہیں ان کی جان پر کوئی آفت نہ آجائے۔

قَالُوا لَيْنِ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ

وہ بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت کی جماعت

عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَسِرُونَ ⑭

(موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزر رہے ہوئے

زیادہ عزیز ہونے چاہئیں اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہونے کی وجہ قریب تر یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام اپنی فراست نبوت سے ان کو ہونہار دیکھتے تھے اور خواب سننے کے بعد یہ امر زیادہ موکد ہو گیا جیسا کہ ان کے ارشاد و کذلک بجتبیك الخ سے مترشح ہوتا ہے۔

إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ⑮

واقعی ہمارے باپ (اس مقدمہ میں) کھلی غلطی میں ہیں

یہ لوگ یوں سمجھتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کی نسبت ایسا خیال یہ یعقوب علیہ السلام کا اجتہاد ہے اور نبی سے اجتہاد میں غلطی ہونا نبوت کے منافی نہیں پس ضلال سے مراد اجتہادی غلطی ہے ورنہ گمراہی کا اعتقاد نبی کی نسبت کفر ہے اور یہ سب بھائی مومن یقیناً تھے گو نبی ہونا ثابت نہیں غرض انہوں نے مشورہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کے ہوتے ہوئے تو امید رکھو کہ تم زیادہ عزیز ہو سکو گے اور بنیامین سے جو محبت ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ یوسف کے حقیقی بھائی ہیں اصل میں زیادہ خاطر یوسف ہی کی مقصود ہے اور زیادہ محبوب اصل میں وہی ہیں تو ان کو کسی تدبیر سے باپ کے پاس سے بھانا چاہیے آگے اس کی صورت بیان کی۔

اِقْتُلُوا يُوْسُفَ اَوْ اَطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَخْلُ

یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ تو (پھر)

لَكُمْ وَجْهٌ اَبْيَكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِہٖ

تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور تمہارے سب کام

قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑯ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ

بن جاویں گے ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو

قتل کرنا بہت بری بات ہے ہاں دوسری شق کا مضائقہ نہیں۔

لَا تَقْتُلُوا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ

(اور) (اس کی صورت یہ ہے کہ) ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو

جس میں پانی بھی زیادہ نہ ہو کہ ڈوبنے کا ڈر ہو ورنہ وہ قتل ہی ہے اور یکا یک کسی کو اطلاع بھی نہ ہو کیونکہ اندھیرا کنواں ہے اور رہزور سے بھی بہت دور نہ ہو۔

يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ

تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے۔ اگر تم کو

وحی آئی پس چالیس برس کے بعد وحی نازل ہونا یہ قاعدہ اکثر کے اعتبار سے ہر کلی قاعدہ نہیں غرض یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا۔

وَجَاءَهُۥٓ أَبَاهُمُ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا

اور (ادھر) وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے
یعنی جب یعقوب علیہ السلام نے رونے کا سبب پوچھا تو یوں گویا ہوئے۔

يَا بَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے

کہ دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔

وَتَرَكْنَا يَوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا

اور یوسف کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا

ایسی جگہ جہاں بھیڑیے کے آنے کا گمان بھی نہ تھا۔

فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

بس (اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاحے کو یقین

لَنَا وَلَوْ كُنَّا صِدِّقِينَ ﴿١٤﴾ وَجَاءَهُۥ وَعَلَىٰ

کرنے لگے گوہم کیسے ہی ہے (کیوں نہ) ہوں اور یوسف کی قمیص پر

قَيْصِهِ

چھوٹ موٹ کا خون بھی لگائے تھے

جب یعقوب علیہ السلام کے پاس آنے لگے تو کوئی بکری یا ہرن ذبح کی اور اس کے خون میں یوسف علیہ السلام کا قمیض آلودہ کیا اور وہ قمیص اپنے قول کی سند میں پیش کیا۔

يَذْمُ كَذِبٍ ۖ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک

أَنْفُسَكُمْ أَمْرًا ۖ

بات بنائی ہے

یوسف کو بھیڑیے نے ہرگز نہیں کھایا مشہور قول یہ ہے کہ اس قمیص کو مسلم دیکھنے سے کہ کہیں سے پھٹا ہوا چرا ہوا نہ تھا آپ نے ان کی بات کا غلط ہونا معلوم کیا لیکن اگر یہ روایت ثابت نہ ہو تو ذوق اجتہاد و در شہادت

مطلب یہ کہ جماعت کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے اور کئی آدمیوں میں نگرانی بھی سہل ہے اس لئے یہ اندیشہ فضول ہے غرض یعقوب علیہ السلام سے کہہ سن کر ان کو لے کر چلے رہا یہ کہ یعقوب علیہ السلام نے لہو و لعب کو جائز رکھا حالانکہ عبث کاموں کی تجویز انبیاء علیہم السلام کی شان کے خلاف ہے سواصل یہ ہے کہ یہ لہو و لعب عبث اس لئے نہیں کہ اس سے مراد دوڑنا اور تیر اندازی وغیرہ کرنا ہے جو کہ مفید کام ہیں مشہور جواب تو یہ ہے اور احقر کہتا ہے کہ نشاط بڑھانا بھی فوائد مقصودہ میں سے ہے جو کہ بچوں کے لئے ضروری ہے اور مشاغل ضروریہ میں جی لگنے کا موقوف علیہ ہے اور ضروری امر کا مقدمہ بھی ضروری ہوتا ہے خوب سمجھ لو۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ

سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے

فِي غِيَبَتِ الْجُبِّ ۚ

کنویں میں ڈال دیں

یعنی ان کو جنگل میں اپنے ساتھ لے گئے اور حسب مشورہ سابق جو کچھ تجویز کیا تھا اس کے مطابق عمل درآمد کیا اور ایک اندھیرے کنویں میں ان کو ڈال دیا اور جو معاملہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں نے کیا اس میں تاویل دشوار ہے اس لئے ظاہر اودہ گناہ ضرور تھا لیکن آخر میں ان کا استغفار اور معذرت کرنا قرآن سے صراحتاً ثابت ہے اور تو بہ یقیناً گناہوں سے پاک کرنے والی ہے

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا

اور ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ (ایک دن وہ ہوگا کہ) تم ان لوگوں کو یہ

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾

بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو پہنچائیں گے بھی نہیں

یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام سے کہلا بھیجا کہ تم مغموم مت ہو ہم تم کو یہاں سے خلاصی دے کر بڑے رتبہ پر پہنچا دیں گے اور تم ان لوگوں کو ان کے افعال پر متنبہ کرو گے اور وہ تم کو بوجہ تمہاری بلند حالت کے پہچانیں گے بھی نہیں چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور یوسف نے ایک وقت میں ان سے فرمایا کہ هل علمتم ما فعلتم بيوسف الخ تم کو کچھ خبر ہے کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ف: اہل سیر کا اتفاق ہے کہ کنویں میں ڈالے جانے کے وقت یوسف علیہ السلام صغیر السن تھے اس وقت آپ کے پاس

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹

اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں

کہ بھائی ان کو بے وطن اور قافلہ والے ذریعہ بمن بنارہے تھے اور اللہ ان کو شاہ زمین بنارہا تھا اور وہ بھائی بھی آس پاس خبر کیلئے لگے ہوئے تھے اور وقتاً فوقتاً کنویں میں دیکھ آتے تھے کھانا بھی پہنچا دیتے تھے یوں چاہتے تھے کہ یوسف کنویں میں ہلاک بھی نہ ہوں کوئی ان کو نکال لے لیکن کہیں دوسری جگہ لے جائے اور یعقوب علیہ السلام تک خبر نہ پہنچے غرض اس روز جو کنویں میں نہ پایا اور قافلہ کو اترا ہوا دیکھا تو بحس کرتے کرتے یوسف علیہ السلام تک جا پہنچے اور قافلہ والوں سے کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے بھاگ گیا تھا اب ہم اس کو رکھنا نہیں چاہتے۔

وَشَرُّوْهُ بِشْنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ

اور (بھائیوں نے) ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِيْنَ ۝۲۰

کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں

کہ نفیس مال کی طرح ان کو کثیر دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے کیونکہ ان کو بیچ مقصود نہ تھی بلکہ بلا کی طرح ان کو یہاں سے نالنا مقصود تھا اور یوسف علیہ السلام ڈر کے مارے خاموش رہے کہ مارنے ڈالیں اور اسی کو غنیمت سمجھا غرض قافلہ والوں نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے خرید کر مصر میں لا کر عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا وقال الذین اشتراه تا من الخطنین۔

وَقَالَ الَّذِیْ اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لَا مَرْآةَ

اور جس شخص نے مصر میں ان کو خرید لیا تھا (یعنی عزیز مصر) اس نے اپنی بیوی سے کہا

یعنی ان کو اپنے گھر لا کر اپنی بیوی کے سپرد کیا اور اس عورت کا نام بعض نے راعیل کہا ہے اور مشہور زلیخا ہے فتح زاو کسر لام سے یا بضم زاو فتح لام سے اور بعض نے کہا ہے کہ ایک نام ہے ایک لقب ہے اور اس کا شوہر عزیز کے لقب سے مشہور تھا اور سلطنت مصر کے مدارالمہام کا یہی لقب ہوتا تھا اور نام اس شخص کا قطفیر ہے واللہ اعلم

اَکْرَمٰی مَثْوٰی عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا

کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ (بڑا ہو کر) ہمارے کام آوے

جیسا کہ پروردہ لوگ اپنے کام آیا کرتے ہیں۔

قلب سے سمجھ لیا ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے دل کی شہادت اکثر تو واقع کے مطابق ہی ہوتی ہے اور کبھی واقع کے خلاف بھی ہو جاتی ہے چنانچہ بنیامین کے ماخوذ ہونے کے قصہ میں بھی یعقوب علیہ السلام نے یہی بات فرمائی ہے حالانکہ اس میں بظاہر ان لوگوں نے کوئی بناوٹ نہ کی تھی۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۝۲۱ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعٰنُ عَلٰی مَا

(سو) خیر (مہربانی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم

تَصِفُوْنَ ۝۱۸

بتاتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے

کہ اس وقت مجھ کو یوسف کی جدائی کی سہار ہو اور آئندہ تمہارا جھوٹ ظاہر ہو غرض یعقوب علیہ السلام روپیٹ کر بیٹھ رہے یہاں بظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام کو برادران یوسف کے بیان کا غلط ہونا یقیناً یا گمان غالب سے معلوم ہو گیا تھا تو پھر یوسف علیہ السلام کو تلاش کیوں نہیں کیا ایسے صبر میں تو دوسرے کی جان تلف ہونے کا اندیشہ ہے جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو وحی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ تلف نہ ہوں گے لیکن میری قسمت میں مفارقت دراز مقدر ہے میری تلاش سے نہ ملیں گے اب کوئی اشکال نہ رہا ادھر یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا کہ اتفاق سے ایک قافلہ آ پہنچا۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَادْلٰی

اور ایک قافلہ آ نکلا (جو مصر کو جاتا تھا) اور انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے

دَلُوْهُ ط

واسطے (یہاں کنویں پر بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا

اور یوسف علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا جب ڈول باہر آیا تو اس نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا بڑا خوش ہوا۔

قَالَ یُبْشٰرِیْ هٰذَا عَلَمٌ ط

کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا

غرض قافلہ والوں کو خبر ہوئی وہ بھی بڑے خوش ہوئے اور یہ خیال کیا کہ مصر میں لے جا کر کسی بڑے آدمی کے ہاتھ اس کو بیچ کر خوب نفع کمائیں گے۔

وَأَسْرُوْهُ بِضَاعَةً ط

اور ان کو مال (تجارت) قرار دے کر چھپایا

کہ مبادا کوئی آ کر ان کا دعویٰ دار نہ ہو جائے

یہ بتلانا مقصود ہے کہ جو کچھ آگے قصہ میں بعض باتیں آپ کی نسبت تہمت کی آویں گی وہ سب غلط ہوں گی کیونکہ وہ صاحب حکمت تھے اور حکمت علم نافع کو کہتے ہیں جس کے ساتھ علم بھی کامل ہو اور ان باتوں کا صادر ہونا حکمت کے خلاف ہے پس ان کا یوسف علیہ السلام سے صادر ہونا بھی غلط ہے۔

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۲﴾

اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

جس طرح یوسف علیہ السلام کو شریعت پر عمل کرنے کی بدولت بدلہ دیا کہ ان کے علم و حکمت میں روزانہ ترقی فرماتے رہے آگے قصہ آتا ہے کہ وہاں ناز و نعم میں رہتے رہے اس درمیان میں ایک امتلاء اور امتحان کا واقعہ پیش آیا۔

وَرَأَوْدَتُهُ الَّتِي هُوَ فِي يَدَيْهَا عَنْ نَفْسِهِ

اور جس عورت کے گھر میں یوسف (علیہ السلام) رہتے تھے وہ (ان پر مفتون

وَعَلَّقَتْ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ط

ہوئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو ان کو پھسلانے لگی اور (گھر کے) سارے دروازے بند کر دیے اور (ان سے) کہنے لگی کہ

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ط

آ جاؤ تم ہی سے کہتی ہوں۔ یوسف نے کہا اللہ بچائے وہ (یعنی تیرا شوہر) میرا مربی (اور محسن) ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا

مطلب یہ کہ اول تو یہ کام خود بڑا بھاری گناہ ہے خدا پناہ میں رکھے دوسرے تیرا شوہر میرا محسن ہے تو کیا میں اسی کے ناموس میں خلل اندازی کروں پس زنا اگرچہ ہر حالت میں فتنہ ہے لیکن یوسف علیہ السلام نے دو وجہ سے عزیز کے محسن ہونے کو یاد دلایا ایک تو یہ کہ اس صورت میں زنا بہت ہی زیادہ فتنہ ہے چنانچہ حدیث میں بھی پڑوسی کی بیوی سے اس فعل کے ارتکاب میں زیادہ وعید آئی ہے دوسرے یہ کہ مخاطب اس وقت زلیخا تھی اور وہ شرعی قباحت کو تو مطلق نہ سمجھتی تھی اور عقلی باریک دلیل کو بھی نہ سمجھتی اس لئے ایسی عقلی قباحت بیان فرمائی جس سے اس پر جھٹ قائم ہو جائے اور جس کو وہ بھی خوب سمجھ لے۔

إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾

ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی

بلکہ اکثر تو دنیا ہی میں ایسے لوگ خوار اور پریشان ہوتے ہیں ورنہ آخرت میں تو رسوائی کا سامنا ہے ہی۔

أَوْ تَتَّخِذَهُ وَلَدًا ط

یا ہم اس کو بیٹا بنالیں

مشہور یہ ہے کہ اس کے اولاد نہ تھی اس لئے یہ بات کہی۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ن

اور ہم نے اسی طرح یوسف (علیہ السلام) کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی

مراد اس سے سلطنت ہے یعنی جس طرح ہم نے ان کو اپنی خاص عنایت سے اس چاہ تاریک سے نجات دی اسی طرح ان کو قوت سلطنت عطا فرمائی۔

وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ط

(مراد اس سے سلطنت ہے) اور تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں

یعنی جس طرح سلطنت دینے کی غرض سے ان کو نجات دی اسی طرح یہ غرض بھی تھی کہ ان کو علم تعبیر عطا فرماویں مطلب یہ کہ نجات دینے سے مقصود یہ تھا کہ ظاہری اور باطنی دولت سے مالا مال کریں۔

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۴﴾

کرے) لیکن اکثر آدمی (اس بات کو) جانتے نہیں

کیونکہ ایمان و یقین والے تو کم ہی ہیں یہ بات قصہ کے درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر لائی گئی ہے تاکہ بیع و شراء کے قصہ کے ساتھ اول ہی سے سامعین کو معلوم ہو جائے کہ گو یوسف علیہ السلام اس وقت ظاہراً ایسی ناگوار حالت میں ہیں مگر ہم نے ان کو اصل میں سلطنت اور علوم رفیعہ کے لئے بچایا ہے اور یہ حالتیں عارضی اور اصلی مقاصد کے لئے پیش خیمہ ہیں کیونکہ ترقی سلطنت کا زینہ عزیز کے گھر آنا ہی ہوا اسی طرح علوم اور قلبی واردات کے لئے مصیبتیں اور مشقتیں سبب ہو جایا کرتی ہیں پس اس اعتبار سے فیضان علوم میں بھی ان کو دخل ہوا اور عام طور پر امراء کے گھر پرورش پانا سلیقہ اور تجربہ بھی بڑھاتا ہے جس کی ضرورت سلطنت اور علوم دونوں میں ہے بالخصوص علم تعبیر میں تو اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ط

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا

جوانی سے مراد سن بلوغ یا کمال شباب ہے اس جملہ میں بھی پہلے سے

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا
اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا

جو کہ امر طبعی کے درجہ میں تھا جو کہ اختیار سے باہر ہے جیسا کہ گرمی کے روزہ میں پانی کو دیکھ کر اس کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے مگر روزہ توڑنے کا دوسرے تک بھی نہیں ہوتا اسی طرح جوان تندرست صحیح المزاج کو تنہائی میں کسی حسین عورت کے پاس بیٹھنے سے خود بخود بلا اختیار رغبت اور ہیجان شہوت ہو جاتا ہے گو فعل قبیح کا دوسرے بھی دل میں نہ آئے اور بعض محققین نے ہم بھا کی تفسیر اور طرح کی ہے کہ ہم بھا کو لولان راہوہان ربہ کے ساتھ ملایا ہے جس سے یہ معنی حاصل ہوئے کہ یوسف علیہ السلام بھی خیال کر لیتے اگر خدا کی برہان کو نہ دیکھتے مگر اب خیال بھی نہ ہوا یہ تفسیر بھی نہایت لطیف ہے مگر احقر نے تفسیر سابق کو اس لئے اختیار کیا کہ اس میں یوسف علیہ السلام کا کمال زیادہ ہے کہ باوجود رغبت کے جس کا منشا طبیعت کی قوت بدن کی صحت اور مزاج کا اعتدال اور قوی کی سلامتی تھی پھر رک گئے اس میں صبر اور مجاہدہ زیادہ ہے جس کو رغبت ہی نہ ہوتی ہو وہ اگر زنا سے رک جائے تو کیا کمال ہے نامرد کا زنا سے رکنا کچھ بھی کمال نہیں پس اس جگہ جو اشکال پڑتا ہے وہ اس طرح دفع ہوا کہ زلیخا کا قصہ اور قسم کا ہے وہ با اختیار خود زنا کا ارتکاب چاہتی تھی اور یوسف علیہ السلام کا خیال اور طرح کا ہے کہ بوجہ کامل مرد ہونے کے رغبت اور شہوت کو بے اختیار ہیجان ہوا تھا ارادہ و اختیار سے فعل بد کا ان کو دوسرے بھی نہ تھا یہی کامل عفت اور عصمت ہے اور اس تفسیر کا قرینہ خود الفاظ قرآن میں موجود ہے زلیخا کے قصد کو حق تعالیٰ نے لام اور قد سے موکد فرمایا ہے جس سے پختگی معلوم ہوتی ہے۔

لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ

اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا
کیونکہ دواعی اور اسباب ایسے ہی قوی تھے۔

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ

(مگر) ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تا کہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں
یعنی ارادہ اور فعل دونوں سے بچایا۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ

وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

اور برگزیدہ بھی اعلیٰ درجہ کے

وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ

اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف کودوڑے اور اس عورت نے ان کا
کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا

پھر یوسف علیہ السلام دروازہ سے باہر ہو گئے اور وہ عورت ساتھ ساتھ تھی۔

وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ

اور دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا
تو بات بنانے لگی۔

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا

عورت بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس

إِلَّا أَنْ يَسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

کے اور کیا (ہو سکتی) ہے کہ وہ جیل خانہ بھی بجا دے یا اور کوئی دردناک سزا ہو یوسف

قَالَ هِيَ رَأَوْدَتُنِي عَنْ نَفْسِي

(علیہ السلام) نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی
اور معاملہ برعکس بیان کرتی ہے۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا

اور (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی
یہ ایک شیر خواہ بچہ تھا جو آپ کے معجزہ سے بولا۔

إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

کہ ان کا کرتہ (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے

وَهُوَ مِنَ الْكَذِبِينَ

تو عورت سچی اور یہ جھوٹے

یعنی اگرچہ یہ علامت عادت یقینی نہیں کیونکہ اس میں بھی احتمال ہے
کہ دونوں مقابل ہوں اور عورت دامن کھینچتی ہو مگر ہم تبرعاً مانے لیتے ہیں
کہ اس صورت میں یوسف علیہ السلام نعوذ باللہ حق پر نہ ہوں۔

وَأِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ

اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو (عادت یقینی ہے)

فَكَذَّبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٤﴾

(کہ) عورت جھوٹی اور یہ سچے

اس میں تو آپ کے ناحق ہونے کا احتمال ہے ہی نہیں۔

فَلَمَّا رَأَىٰ قَيْصَهُ قَدْ مِّنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ

سوجب (عزیز نے) ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا (عورت سے) کہنے لگا کہ

مِنْ كَيْدٍ كُنَّ إِنَّا كَيْدُكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٥﴾

یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں

کہ جلدی سے کیسی بات بنادی۔

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرِي

اے یوسف اس بات کو جانے دو (اس کا چرچا مت کیجیو) اور (عورت سے کہا کہ)

لذُنُوبِكِ ۖ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٦﴾

تو (یوسف سے) اپنے قصور کی معافی مانگ۔ بیشک سر تا سر تو ہی قصور وار ہے

ان آیات میں غفلت الابواب سے دروازوں کا متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور واستبقا الباب سے اس دروازہ کا ایک ہونا معلوم ہوتا ہے جس کی طرف یوسف علیہ السلام دوڑے تھے اور الفیاسیدھا لدی الباب سے اس دروازہ کا کھلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے جہاں عزیز کو کھڑا پایا سو غالب یہ ہے کہ یہ چند دروازے ایسے تھے جیسے امراء کے مکانات میں ایک ایک کمرہ میں کئی کئی دروازے مختلف جوانب میں ہوا کرتے ہیں ان کا آگے پیچھے ہونا ضروری نہیں جیسا کہ مشہور ہے پھر یوسف علیہ السلام ان دروازوں میں سے کسی ایک کی طرف دوڑے ہوں گے اور اس کو جلدی سے کھول کر باہر ہو گئے ہوں گے جیسا کہ معمولی طور پر صرف کنڈی لگا کر بند کر لیا جاتا ہے اور کنڈی کھولنے سے دروازہ کھل جاتا ہے باقی مشہور کیفیت کے لئے دلیل کی حاجت ہے واللہ اعلم اور اس بچے کو یوسف علیہ السلام کے لئے شاہد کہنا باوجودیکہ اس کے فیصلہ میں ہر ایک کے سچا ہونے کا احتمال تھا اس لئے ہے کہ آخر میں اس کے فیصلہ کا نفع حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے حق میں تھا پس گویا مقصود ان ہی کی شہادت دینا تھی اور یوسف علیہ السلام اگر اس وقت نبی نہ ہوں تو اس خارق عادت کو اصطلاح میں بجائے معجزہ کے ارباب کہیں گے وقال نسوة تا حتی حین۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے

الْعَزِيزُ تَرَاوِدُ فَتَقُهَا عَنْ نَفْسِهِ ۚ

غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے

یعنی کیسی پست طبیعت ہے کہ غلام پر گرتی ہے۔

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلٰلٍ

اس کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے

مُبِينٍ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ

ہیں سوجب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی (کی خبر) سنی تو کسی کے

إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ

ہاتھ ان کو بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مستند تکیہ لگایا اور

وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا

ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو (بھی) دیدیا

یعنی جب وہ آئیں تو ان کے رو برو مختلف کھانے اور میوے حاضر کئے جن میں سے بعضی چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں اس لئے ہر ایک کو چاقو بھی دے دیا جس کے لئے ظاہر میں تو ان چیزوں کا بہانہ تھا کہ چاقو سے تراش کر ان کو کھاؤ اور اصلی غرض وہ تھی جو آگے آتی ہے کہ حواس باختہ ہو کر ان چاقوؤں سے اپنے ہاتھوں کو زخمی کر لیں گی۔

وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ

اور کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ

یعنی یہ سب سامان درست کر کے یوسف کو جو کسی دوسرے مکان میں تھے بلایا ان کو خبر نہ تھی کہ معاملہ کیا ہے اور مجھے کیوں بلاتی ہے یہ سمجھ کر کہ کوئی صحیح غرض ہوگی باہر آ گئے۔

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ

سو عورتوں نے جو ان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور

(اس حیرت میں) اپنے ہاتھ کاٹ لئے

یعنی جس وقت یہ باہر آئے وہ عورتیں کوئی چیز نازکی وغیرہ تراش رہی

وَالْأَتَصْرِفُ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ

اور اگر آپ ان عورتوں کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی (صلاح

وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۲﴾

کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا

یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا عصمت کے منافی نہیں کیونکہ عصمت بھی تو خدائی حفاظت ہی کی بدولت ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر موثر حقیقی کی طرف ہوتی ہے اس لئے ان کو اپنی عصمت پر اعتماد اور ناز نہیں ہوتا اور یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو دفع نہ کریں گے ارج مقصود اس سے یہ ہے کہ ان عورتوں کے حیلہ کو مجھ سے دفع فرما دیجئے تو ان الفاظ سے دعا مقصود تھی اسی لئے اس کے بعد استجاب فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور قبولیت دعا کا بیان خود قرآن میں ہے۔ فصرف عنه الخ کہ خدا نے عورتوں کے داؤ پیچ ان سے دفع کر دیئے پھر اس بارہ میں کوئی ان پر کوشش نہ کر سکی۔ قید خانہ میں جانا قبولیت دعا کا اثر نہ تھا پس ثم بدالہم الخ مستقل کلام ہے قبولیت دعا کا تتمہ نہیں ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ

سوان کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا

هُوَ السَّيِّعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۳﴾ ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ

پیشک وہ (دعاؤں کا) بڑا سننے والا (اور ان کے احوال کا) خوب جاننے والا ہے پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو (یعنی عزیز اور اس کے متعلقین کو) بھی

مَا رَأَوْا الْآيَاتِ لَيْسَ جُنَّتْهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۳۴﴾

مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ایک وقت (خاص) تک قید میں رکھیں

یعنی یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی نشانیاں دیکھ کر عزیز وغیرہ کو خود تو ان کی براءت کا یقین آ گیا تھا مگر عوام میں سے چرچا قطع کرنے کی غرض سے ان کو خاص مدت تک قید خانہ میں رکھنا مصلحت سمجھا اور نشانیوں سے مراد شیر خوار بچہ کے بولنے کا معجزہ جو کہ عقلی دلیل ہے اور قمیص کا پیچھے سے پھٹنا ہونا جو دلیل عادی ہے اور زلیخا کا سب عورتوں کے سامنے اقرار کرنا انا راودتہ عن نفسه فاستعصم کہ میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور یہ اقرار عزیز تک پہنچ گیا تھا۔

نہاں کے ماند آل رازے کزو سازند محفلہ
یہ دلیل شرعی ہے ان سب سے نزاہت یوسف علیہ السلام معلوم ہو چکی تھی۔

تھیں ان کو دیکھ کر ایسی بدحواسی چھائی کہ اس بے خبری میں چاقو ہاتھ پر چل گیا جیسا کہ اکثر دوسری طرف خیال بٹ جانے سے ایسا اتفاق ہو جاتا ہے۔

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا

اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ

اَلَا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے

یعنی ایسا حسن و جمال آدمی میں کب ہوتا ہے فرشتے البتہ ایسے نورانی ہوتے ہیں۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ

وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی

رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ

تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل

لَمْ يَفْعَلْ مَا امْرَاةٌ لَّيْسَ جَنَّتْ وَلَئِنْ كُنَّا مِنْ

کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کرے گا

الصَّغِيرَيْنِ ﴿۳۲﴾

(جیسا اب تک نہیں کیا) تو بیشک جیل خانہ بھی ججاوے گا اور بے عزت بھی ہوگا

یہ بات یوسف علیہ السلام کے سنانے اور دھمکانے کو کبھی پھر وہ سب عورتیں بھی ان سے کہنے لگیں کہ تم کو اپنی محسنہ سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں جو یہ کہہ تم کو ماننا چاہئے۔ یوسف علیہ السلام نے جو یہ باتیں سنیں اور دیکھا کہ یہ عورت تو بے ڈھب پیچھے پڑی ہے اور سب اسی کی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں تو حق تعالیٰ سے التجا کی۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي

یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب جس (واہیات) کام کی طرف

اِلَيْهِ ج

یہ عورتیں مجھ کو بلارہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے

اس میں قید کی درخواست نہیں بلکہ صرف اس فعل کا قید سے زیادہ ناگوار ہونا بیان کیا پس قید خانہ میں جانا مقبولیت دعا کا نتیجہ نہیں تھا جیسا کہ مشہور ہے کہ قید کی دعا کی تھی اس لئے قید خانہ میں گئے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ط

اور یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ (یعنی اسی زمانہ میں)
اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے

جن میں ایک ساتی تھا دوسرا خباز (باورچی) اور ان کے قید ہونے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ان کی نسبت شبہ ہوا تھا کہ انہوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دیا ہے سو مقدمہ زیر تحقیق تھا اور یہ دونوں قید میں بھیج دیئے گئے تھے انہوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام میں بزرگی کے آثار پائے تو (آگے ترجمہ دیکھو)

قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرِنِي أَحْصِرُ خَمْرًا ج

ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں
کہ (جیسے شراب نچوڑ رہا ہوں

یعنی شراب بنانے کے لئے انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ کو وہ شراب پلا رہا ہوں۔

وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرِنِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي ط

دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اسی طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لئے

خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ط نَبْنَأُ بَتًّا وَبِيلَهُ ج

جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوج نوج کر) کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی

إِنَّا نَرِيكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۹ قَالَ لَا

تعبیر بتلائے۔ آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں حضرت یوسف (علیہ السلام)

يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبْأُتُكُمَا بَتًّا وَبِيلَهُ ج

نے فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو تم کو کھانے کے لئے (جیل

قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ط

خانہ) میں ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں

کہ فلاں چیز آوے گی اور ایسی ایسی ہوگی یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ جب یہ میرے معتقد ہیں تو اول ان کو دعوت ایمان کرنا چاہئے اس لئے اول ایک معجزہ سے اپنا نبی ہونا ثابت کیا اور شاید یہ خاص معجزہ اس وجہ سے بیان فرمایا ہو کہ جس واقعہ میں انہوں نے آپ سے رجوع کیا تھا وہ بھی کھانے کے متعلق تھا تو یہ معجزہ ان کے حال کے زیادہ مناسب ہوا۔

ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ط

یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے

یعنی مجھ کو وحی سے معلوم ہو جاتا ہے پس یہ معجزہ میری نبوت کی دلیل ہے اب نبوت ثابت کرنے کے بعد تو حید ثابت فرماتے ہیں یعنی جب میری نبوت اور میرا کمال دلیل سے ثابت ہو چکا تو جس طریق کو میں اختیار کروں اور صحیح بتلاؤں وہ حق ہوگا اور وہ یہ ہے کہ (آگے ترجمہ)

إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط

میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝۴۰ وَاتَّبَعْتُ ط

لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے ان (بزرگوار)

مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط

باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم اور اسحاق کا اور یعقوب کا

مسب پر خدا کا سلام نازل ہوا گئے اس مذہب کا رکن اعظم جو کہ توحید ہے بیان فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط

اور ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک (عبادت) قرار دیں (اور) یہ

ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ ط

(عقیدہ توحید) ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے (کہ اس کی

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝۴۱ ط

بدولت دنیا اور آخرت کی فلاح ہے) لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر (ادا) نہیں کرتے

یعنی توحید کی قدر کر کے اس کو اختیار نہیں کرتے۔

يُصَاحِبِي السِّجْنَ ۚ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ ط

اے قید خانہ کے رفیقو! کیا متفرق معبود اچھے یا ایک معبود

أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ط

برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا

یعنی ذرا سوچ کر بتلاؤ کہ عبادت ایک معبود کی اچھی یا بہت سوں کی جواب اس کا ظاہر ہے کہ غلامی ایک ہی آقا کی اچھی ہوتی ہے۔

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً

تم خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی

سَمِّيتُمُوهَا

عبادت کرتے ہو

یعنی ان کے محض نام ہی نام ہیں حقیقت ان کی کچھ بھی نہیں۔

أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرایا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان کے

سُلْطٰنٍ ۚ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ آدَمُ

معبود ہونے کی کوئی دلیل (نقلی یا عقلی) نہیں بھیجی (اور) حکم (دینے کا اختیار صرف) خدا

تَعْبُدُوا إِلَّا آيَا ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

ہی کا ہے (اور) اس نے یہ حکم دیا ہے کہ جو اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو (پس اسی حکم

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾

پر عمل کرنا چاہئے) یہی (توحید) سیدھا طریقہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

اور اس طریقہ کو اختیار نہیں کرتے۔ ایمان کی تبلیغ کر کے اب ان کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہیں (ترجمہ دیکھو)

يٰصَاحِبِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمْ فَسَيَقُ

اے قید خانہ کے رفیقو تم میں ایک تو (جرم سے بری ہو کر) اپنے آقا کو

رَبِّهٖ خَيْرًا ۚ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ

(بدستور) شراب پلایا کرے گا اور دوسرا (مجرم قرار پا کر) سولی دیا جائے گا

فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ۚ قُضِيَ

اور اس کے سر کو پرندے (نوج نوج) کھا دیں گے جس

الْأَمْرِ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ۚ ﴿۴۱﴾

بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا

یعنی یوں ہی ہو گا چنانچہ بعد تنقیح مقدمہ ایک بری ثابت ہوا اور دوسرا مجرم اور دونوں قید خانہ سے بلائے گئے۔ ایک رہائی کے لئے دوسرا سزا کے لئے۔

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا

اور جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ

اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ۚ

اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا

یعنی جب وہ لوگ قید خانہ سے جانے لگے تو آپ نے ایک سے جو کہ ساقی تھا یہ فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے میرا تذکرہ بھی کرنا کہ ایک شخص قید خانہ میں بے قصور مقید کیا گیا ہے اس نے وعدہ کر لیا اور چونکہ تدبیر کرنا اور ظاہری اسباب کا استعمال کرنا جائز ہے۔ اس لئے اس امر میں یوسف علیہ السلام پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

فَأَنسَاهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ

پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا

فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿۴۲﴾

دیا تو (اس وجہ سے) قید خانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا

یہ جو فرمایا کہ چند سال اور بھی رہنا ہوا یہ بطور غتاب کے نہیں ہے بلکہ اس شخص کے بھول جانے پر محض اس نتیجہ کو مرتب کرنا مقصود ہے کہ وہ جو بھول گیا اس لئے کوئی سامان ان کے نکلنے کا نہ ہوا خوب سمجھ لو۔ اور لفظ بضع کا اطلاق عربی میں تین سے دس تک آتا ہے پس اس کے درمیان میں جتنے عدد ہیں ہر عدد کا آیت میں احتمال ہے۔ وقال الملك قايصرون۔

وَقَالَ الْمَلِكُ

اور بادشاہ (مصر) نے کہا

یعنی اس درمیان میں بادشاہ مصر نے بھی ایک خواب دیکھا اور ارکان دولت کو جمع کر کے ان سے کہا (آگے ترجمہ)

إِنِّي أَسْرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ

کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیاں قرہ ہیں

يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ ۚ وَسَبْعُ سُنبُلَاتٍ

جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان

احتمال بھی رکھتا ہو اور اگر قاعدے کے موافق وہ خواب اس تعبیر کو مکمل نہ ہو تو واقع ہونا ضروری نہیں پس جہاں کہیں دو تعبیروں میں سے دوسری واقع ہو اور پہلی نہ ہو معلوم کر لو کہ تعبیر اول موافق قاعدے کے نہ تھی۔ اور قواعد اس کے چونکہ بہت دقیق ہیں لہذا احاطہ ان کا کسی قدر دشوار ہے۔

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ

اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو خیال آیا

یعنی یوسف علیہ السلام کی وصیت کے بعد مدت یاد آئی۔

أَنَا أَنْبِئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۝۴۵

میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے

اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ تعبیر کے عالم نہ تھے ورنہ علماء تعبیر کے فیصلہ کے بعد اعیان سلطنت کے روبرو ایسی جرات نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خود بھی تعبیر صحیح کے مشتاق اور منتظر تھے چنانچہ دربار سے اجازت ہوئی اور وہ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور جا کر عرض کیا۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ

اے یوسف اے صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی

بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ

تعبیر) دیجئے کہ سات گائیاں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور

وَسَبْعِ سُبُلَاتٍ خُضِرٍ وَآخِرَ يُدْسِ

سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک بھی ہیں

کہ ان خشک کے لپٹنے سے وہ ہری بھی خشک ہو گئیں آپ تعبیر بتلائیے۔

لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ

تاکہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں

اور جنہوں نے مجھ کو بھیجا ہے ان سے بیان کروں۔

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۴۶

تاکہ ان کو بھی معلوم ہو جائے

تعبیر بھی اور اس سے آپ کا حال بھی ان کو معلوم ہو تعبیر کے موافق عمل درآمد کریں اور آپ کی خلاصی کی کوئی صورت نکلے۔

خُضِرٍ وَآخِرَ يُدْسِ ط

کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں

اور ان خشک بالوں نے اسی طرح ان سبزیوں پر لپٹ کر ان کو خشک کر دیا اور خواب میں گائیوں اور بالوں دونوں کا نظر آنا شاید اس لئے ہو کہ قحط کا اثر حیوانات اور نباتات ہی پر ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ إِنْ

اے دربار والو اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میری

كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبِرُونَ ۝۴۷

اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو

ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعیان سلطنت فن تعبیر سے ناواقف تھے اسی لئے بادشاہ کے کلام میں بھی شک پایا جاتا ہے کہ اگر تم تعبیر دے سکتے ہو اٹھ اور خود انہوں نے بھی اپنی واقفیت کی نفی کی مانحن بتاویل الاحلام بعالمین کہ ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم نہیں رکھتے۔

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ

وہ لوگ کہنے لگے کہ یونہی پریشان خیالات ہیں اور (دوسرے) ہم لوگ (کہ

الْأَحْلَامِ بِعِلْمَيْنِ ۝۴۸

صرف امور سلطنت میں ماہر ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے

دو جواب اس لئے دیئے کہ اول جواب سے بادشاہ کے دل سے پریشانی اور وسوسا دور کرنا مقصود ہے کہ یہ کوئی خواب نہیں جس سے آپ فکر میں پڑیں اور دوسرے جواب سے اپنا عذر ظاہر کرنا مقصود ہے خلاصہ یہ کہ اول تو ایسی خواب قابل تعبیر نہیں دوسرے ہم اس فن سے واقف نہیں پس اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جب وہ تعبیر نہ جانتے تھے تو صرف دوسرا جملہ کہہ دینا کافی تھا اور ان کا اضغاث احلام کہنا کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں یہ تعبیر جاننے کی دلیل نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تفصیلاً تو ہم جانتے نہیں مگر خوابوں کی جیسی شان ہوتی ہے اس سے اجمالاً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ خواب نہیں محض خیال ہے تو اتنا اجمالی علم مہارت فن کی دلیل نہیں ہو سکتی اور چونکہ ان لوگوں کا یہ جواب تعبیر کے طور پر نہ تھا اس لئے اس خواب کی دوسری تعبیر جو یوسف علیہ السلام نے دی وہی واقع ہوئی ورنہ جیسا حدیث میں آیا ہے کہ اول ہی تعبیر واقع ہوا کرتی ہے بشرطیکہ اصول تعبیر کے موافق وہ خواب اس تعبیر کا

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأْبًا

آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر (خوب) غلہ بونا

یعنی ان سات فریبہ گایوں اور سات سبز بالوں سے پیداوار اور بارش کے سات سال مراد ہیں پس ان میں تم خوب زراعت کرنا۔

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا

پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دینا (تاکہ گھن نہ لگ جائے) ہاں اگر

مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿۴۷﴾

تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آوے

کہ وہ تو بالوں سے نکال دے گا باقی کو بالوں سے مت نکالنا۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ

پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس اور ایسے سخت (اور قحط کے) آویں

مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصُونَ ﴿۴۸﴾

گے جو کہ اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہوگا ہاں مگر تھوڑا سا جو (بیج کے واسطے) رکھ چھوڑو گے

وہ البتہ بیج جاوے گا اور ان خشک بالوں اور دبلی گایوں سے ان ہی سات سال کی طرف اشارہ ہے جن میں قحط پڑے گا۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ

پھر اس (سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے

النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصَرُونَ ﴿۴۹﴾

لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے

کیونکہ انگور بکثرت پھیلیں گے اور شیرہ نچوڑ کر بکثرت شراب پیویں گے اور غالباً یہ آپ نے اس سے سمجھا کہ جب سات لاغر گایوں اور خشک بالوں سے قحط کے سات برس مراد ہیں تو لامحالہ ان سات سالوں کے بعد شدت نہ رہے گی پس بارش وغیرہ خوب ہوگی واللہ اعلم غرض وہ شخص تعبیر لے کر دربار میں پہنچا اور جا کر بیان کیا وقال الملك انتونى به تا يتقون

وَقَالَ الْمَلِكُ اَنْتُونِي بِهِ ج

اور شرابیں پیوینگے) اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ

کیونکہ اس نے جو تعبیر کو سنا تو آپ کے علم و فضل کا معتقد ہوا اس لئے

اپنے پاس بلانا چاہا چنانچہ یہاں سے قاصد چلا

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ

چنانچہ یہاں سے قاصد چلا) پھر جب ان کے پاس (وہ) قاصد پہنچا (اور پیغام دیا

فَسَأَلَهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ

(تو) آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ

أَيْدِيَهُنَّ ط

(کچھ تم کو خبر ہے) ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے

مطلب یہ تھا کہ ان کو بلا کر میرے حال کی اس واقعہ کے متعلق تفتیش کی جائے جس میں مجھ کو قید کی گئی جب تک میرا اس تہمت سے بری ہونا اور بے قصور ہونا ثابت نہ ہو جائے گا میں نہ آؤں گا اور ان عورتوں کے حال سے مراد یوسف علیہ السلام کے حال سے ان کا واقف یا ناواقف ہونا ہے اور خاص ان عورتوں کا ذکر شاید اس لئے کیا ہو کہ ان کے سامنے زلیخا نے یہ اقرار کیا تھا۔ ولقد راودته عن نفسه فاستعصم کہ میں نے بیشک یوسف سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی مگر وہ پاک صاف رہا۔

إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿۵۰﴾

میرا رب ان عورتوں کے فرقہ کے فریب کو خوب جانتا ہے

یعنی اللہ کو تو معلوم ہی ہے کہ زلیخا نے مجھ پر تہمت لگا کر ایک چال چلی ہے مگر لوگوں کے سامنے بھی اس چال فریب کی تنقیح ہو جانا مناسب ہے چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں کو حاضر کیا۔

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتَنِّي يُوسُفَ عَنْ

کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف (علیہ السلام) سے اپنے مطلب

نَفْسِهِ ط

کی خواہش کی

یعنی ایک نے خواہش کی تھی اور بقیہ نے اس کی اعانت کی مگر چونکہ کسی کام میں اعانت کرنا خود اس کے کرنے کے مثل ہے اس لئے گویا سب نے خواہش کی اور شاید بادشاہ نے اس عنوان سے..... اس لئے پوچھا تاکہ مجرم سن لے کہ بادشاہ کو خواہش طلب کرنے کی اطلاع ہے تو

ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ

یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تاکہ عزیز کو (زائد) یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم

اللَّهُ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٧﴾

موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ (بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا

چنانچہ زلیخا نے عزیز کی حرمت میں خیانت کی تھی کہ دوسرے پر نگاہ ڈالی خدا نے اس کی قلعی کھول دی بس میری یہی غرض تھی۔ یوسف علیہ السلام کے اس اہتمام براءت سے معلوم ہوا کہ رفع تہمت میں سعی کرنا ضروری ہے۔ حدیثوں میں بھی اس کا مطلوب ہونا وارد ہے منجملہ اس کے فوائد کے یہ بھی ہے کہ لوگ غیبت سے بچیں گے اپنا قلب بھی تشویش سے محفوظ رہے گا اور گوعزیز کو آپ کی براءت پہلے سے معلوم تھی مگر اس کے یقین کو پختہ کرنا نیز عوام میں سے بدنامی رفع کرنا یہ تھی مصلحت رہی یہ بات کہ یہ صورت براءت ثابت کرنے کی رہائی کے بعد بھی تو ممکن تھی پھر رہائی سے پہلے ہی اس کا اہتمام کیوں کیا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جتنا یقین لوگوں کو اس ترتیب میں ہو سکتا ہے اس کے خلاف میں نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ دلائل کے ساتھ اگرچہ ہر وقت براءت ثابت کرنا ممکن تھا لیکن اس خاص صورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ بادشاہ اور عزیز سمجھ سکتے ہیں کہ جب بدون ثبوت براءت کے یہ رہا ہونا نہیں چاہتے حالانکہ ایسی حالت میں رہائی بہت زیادہ مطلوب اور ہر چیز سے زیادہ مرغوب ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی نزاہت و براءت کا پورا یقین ہے اور اس کے ثابت ہو جانے کا پورا اطمینان ہے بقول مشہور آں را کہ حساب پاک ست از محاسبہ چہ باک اور ظاہر ہے کہ ایسا کامل یقین صرف بری کو ہو سکتا ہے ملوث کو نہیں ہو سکتا آگے بتلاتے ہیں کہ اس اہتمام براءت سے مجھے اپنا تقدس جتلا نا مقصود نہ تھا۔

اس کو اس کی بھی اطلاع ہوگی کہ کس نے خواہش طلب کی اور اس حالت میں انکار نہ چل سکے گا تو اس طرح مجرم صاف صاف اقرار کر لے۔

قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ

عورتوں نے جواب دیا کہ حاش اللہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی

وہ تو بالکل پاک صاف ہیں اور شاید زلیخا کا وہ اقرار اس لئے ظاہر نہ کیا ہو کہ وہ زیادہ مقصود یوسف علیہ السلام کی پاکی اور صفائی کا ثابت کرنا سمجھی ہوں اور یہ مقصود اتنی بات سے حاصل ہو گیا زیادہ کہنے کی کیا ضرورت یا زلیخا کے روبرو ہونے کی وجہ سے اس کی بات بیان کرنے سے حیا مانع ہوئی ہو یا عداوت پیدا ہو جانے کا احتمال ہوا ہو۔

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ اِنَّنِیْ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا

عزیز کی بی بی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر

رَاوَدَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٥٨﴾

ہی ہو گئی (اب اخفاء بیکار ہے سچ یہی ہے کہ) میں نے ہی ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بیشک وہی سچے ہیں

یعنی میں نے جواول عزیز سے کہہ دیا تھا کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بد فعلی کا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے الخ یہ بات غلط اور محض ایک چال تھی اور یوسف علیہ السلام نے جو کہا تھا ہی راودتنی عن نفسی کہ اسی نے مجھ سے اپنے مطلب کی خواہش کی ہے وہ اس بات میں سچے ہیں بیشک میں نے ان کو پھسلانا چاہا تھا اور غالباً ایسی بات کا اقرار کر لینا مجبوری ہی کی حالت میں زلیخا کو پیش آیا غرض تمام صورت مقدمہ اور سب کے اظہارات اور یوسف کی براءت و نزاہت کا سارا بیان ان کے پاس کہلا کر بھیجا اس وقت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نکلنے پر آمادہ ہوئے۔

الحمد للہ باریوں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



کے بعد اس خواب کی تعبیر کا ذکر آیا اور بادشاہ نے کہا کہ اتنے بڑے قحط کا اہتمام بڑا بھاری کام ہے۔ یہ انتظام کس کے سپرد کیا جائے۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي

یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں (ان کی)

حَفِظْتُ عَلَيْهِمُ ۝۵۰

حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف ہوں

یعنی میں آمد و خرچ کا انتظام اور اس کے حساب و کتاب کا طریقہ بھی خوب جانتا ہوں چنانچہ بجائے اس کے کہ یوسف علیہ السلام کو کوئی خاص منصب دیا جاتا بادشاہ نے مثل اپنے پورے اختیارات ہر قسم کے ان کو دے دیئے۔ گویا حقیقت میں بادشاہ یہی ہو گئے گویا نام بادشاہ وہ رہا اور یوسف علیہ السلام عہدہ عزیز سے مشہور ہوئے اور یوسف کی اس درخواست سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر معلوم ہو تو خود اس کی درخواست جائز ہے مگر مقصود نفع رسانی ہو نفس پروری نہ ہو۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُوا

اور ہم نے ایسے (عجیب) طور پر یوسف (علیہ السلام) کو ملک میں با اختیار بنا

مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۝۵۱

دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں کہیں

جیسا کہ بادشاہوں کو اجازت ہوتی ہے یعنی یا تو وہ وقت تھا کہ کنوئیں میں مجبوس تھے پھر عزیز کی ماتحتی میں مقید رہے پھر قید خانہ میں بند رہے اور یا آج یہ خود مختاری اور آزادی عنایت ہوئی۔

نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ

ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر

الْمُحْسِنِينَ ۝۵۲

ضائع نہیں کرتے

یعنی دنیا میں بھی نیکی کا اجر ملتا ہے کہ حیات طیبہ اور پاکیزہ زندگی عطا ہوتی ہے خواہ تو نگری کے ساتھ نصیب ہو جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے لئے ہوا خواہ تنگ دستی اور فقر کے ساتھ قناعت و رضا حاصل ہو جس سے لذیذ عیش میسر ہوتا ہے پس بعضوں کو دنیوی ثروت نہ ملنے سے اشکال لازم نہیں آتا یہ اجر تو دنیا میں ہوا۔

وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ

اور (باقی) میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو

بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۝۵۳

(ہر ایک کا) بری ہی بات بتلاتا ہے بجز اس (بعض) کے جس پر میرا رب رحم کرے

یعنی اس میں برے کاموں کے حکم کرنے کا مادہ نہ رکھے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس مطمئنہ ہوتے ہیں جن میں یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ میری نزاہت و عصمت میرے نفس کا ذاتی کمال نہیں جس میں خلاف ہونا محال ہو بلکہ رحمت و عنایت الہی کا اثر ہے کہ میرا نفس بری باتوں کا حکم نہیں کرتا ورنہ جیسے اوروں کے نفوس ہیں ویسا ہی میرا بھی ہوتا

إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۵۴

بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے

یعنی اوپر جو نفس کی دو قسمیں معلوم ہوئی ہیں امارہ جو بری باتوں کا حکم کرتا ہے دوسرا مطمئنہ جس میں بری باتوں کا مادہ نہیں ہوتا۔ سو امارہ اگر توبہ کر لے تو اس کی مغفرت فرمائی جاتی ہے اور توبہ کے مرتبہ میں اس کو لواہم کہا جاتا ہے (کیونکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگتا ہے) اور جو نفس مطمئنہ ہے اس کا یہ ذاتی کمال نہیں بلکہ عنایت و رحمت خداوندی کا اثر ہے پس امارہ جب توبہ کر لے اس میں صفت غفور کا ظہور ہوتا ہے اور مطمئنہ میں صفت رحیم کا ظہور ہوتا ہے یہ تمام تر یوسف علیہ السلام کی تقریر کا مضمون ہوا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي ۝۵۵

اور (یہ سن کر) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں

ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا

یعنی بادشاہ نے جو یہ ساری باتیں سنیں تو یوسف سے ملنے کا زیادہ مشتاق ہوا اور کہا کہ میں ان کو عزیز سے لے لوں گا اب اس کے ماتحت نہ رہیں گے چنانچہ لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لائے۔

فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم

أَمِينٌ ۝۵۶

ہمارے نزدیک آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو

آپ سے باتیں کر کے اور بھی زیادہ فضل و کمال آپ کا ظاہر ہوا اس

وَلَا جَزَاءُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا

اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان

وَكَاُنُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٤﴾

اور تقویٰ والوں کے لئے

درمنثور میں منقول ہے کہ عزیز اسی زمانہ میں مر گیا اور زلیخا سے یوسف علیہ السلام کا نکاح ہو گیا۔ غرض یوسف علیہ السلام نے با اختیار ہو کر غلہ کاشت کرانا اور جمع کرانا شروع کیا اور سات برس کے بعد قحط شروع ہوا یہاں تک کہ دور دور سے یہ خبر سن کر کہ مصر میں سلطنت کی طرف سے غلہ فروخت ہوتا ہے جوق جوق لوگ آنا شروع ہوئے۔ و جاء اخوة يوسف تا يعلمون

وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ

اور (کنعان میں بھی قحط ہوا تو) یوسف کے بھائی آئے

وہ بھی غلہ لینے کے لئے مصر میں آئے مگر بنیامین کو نہیں لائے۔

فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٥٥﴾

پھر یوسف کے پاس پہنچے سو یوسف نے ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسف کو نہیں پہچانا

کیونکہ ان میں تغیر کم ہوا تھا نیز یوسف علیہ السلام کو ان کے آنے کا خیال اور قوی احتمال بھی تھا پھر نو وارد سے پوچھ بھی لیتے ہیں اور شناسا لوگوں کو تھوڑے پتے سے اکثر پہچان بھی لیتے ہیں بخلاف یوسف علیہ السلام کے ان کی چونکہ مفارقت کے وقت بہت کم عمر تھی تغیر بھی زیادہ ہو گیا تھا اور ان کو یوسف علیہ السلام کے ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پھر حکام سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا کہ آپ کون ہیں۔ یوسف علیہ السلام کا معمول تھا کہ ہر شخص کے ہاتھ غلہ صرف بقدر حاجت فروخت کرتے تھے چنانچہ ان کو بھی جب فی آدمی ایک ایک اونٹ غلہ داموں کے عوض ملنے لگا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک علاتی (باپ شریک) بھائی اور ہے اس کو باپ نے اس وجہ سے کہ ان کا ایک بیٹا گم ہو گیا تھا اپنی تسلی کے لئے رکھ لیا ہے اس کے حصہ کا بھی ایک اونٹ غلہ زیادہ مول دے دیا جائے یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ قانون کے خلاف ہے اگر اس کا حصہ لینا ہے وہ خود آ کر لے جاوے غرض ان کے حصہ کا غلہ ان کو دلوادیا۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِآخِ

اور جب یوسف نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کر دیا تو (چلتے وقت) فرمایا کہ اپنے

لَكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ إِلَّا تَرْوَنَ أَنِّي آؤ فِي

علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تا کہ اس کا حصہ بھی دیا جاسکے) تم دیکھتے نہیں ہو

الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٥٦﴾

کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں

پس اگر تمہارا وہ بھائی آوے گا تو اس کو بھی پورا حصہ دے دوں گا اور اس کی خوب خاطر داشت کروں گا جیسا تم نے اپنے ساتھ دیکھا غرض آنے میں نفع ہی نفع ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي

اور اگر تم (دوبارہ آئے) اور اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس

وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٥٧﴾

تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور تم میرے پاس آنا

کیونکہ میں سمجھوں گا کہ تم مجھ کو دھوکہ دے کر غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے تو اس کے نہ لانے میں یہ نقصان ہوگا کہ تمہارے حصہ کا غلہ بھی سوخت ہو جاوے گا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس مرتبہ یوسف علیہ السلام نے بنیامین کا بھی حصہ دے دیا تھا مگر آگے کے لئے روک دیا تھا کہ بدوں بنیامین کے غلہ لینے مت آنا۔

قَالُوا سَنُرَاوِدُّهُ عَنْ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿٥٨﴾

وہ بولے (دیکھئے) ہم (اپنے حدامکان تک تو) اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے

یعنی کوشش اور درخواست کریں گے۔

وَقَالَ لِفَتَيْنِهِ اجْعَلُوا بِيضًا عَنْهُمْ

اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی

جس کے عوض انہوں نے غلہ مول لیا ہے۔

فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا

ان (ہی) کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو تا کہ جب اپنے گھر جاویں تو اس

إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٩﴾

کو پہچان لیں شاید کہ (یہ احسان و کرم دیکھ کر) پھر دوبارہ آویں

اور آنے میں ان کو کوئی مانع نہ رہے۔

بِضَاعِنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا

اور ہم کو کیا چاہئے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹادی گئی

ایسا کریم بادشاہ ہے اور اس سے زیادہ کس عنایت کا انتظار کریں یہ عنایت بس ہے اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ایسے کریم بادشاہ کے پاس پھر جاویں اور وہ موقوف ہے بھائی کے ساتھ لے جانے پر اس لئے اجازت ہی دے دیجئے ان کو ساتھ لے جاویں گے۔

وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفِظُ أَخَانَا وَتَزِدَادُ

اور اپنے گھر والوں کے واسطے (اور) رسید لادیں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت

كَيْلَ بَعِيرٍ ذَلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ۝۹۵

کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لادیں گے یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے

یعنی جس قدر اب لائے ہیں یہ تھوڑا ہے جلدی ختم ہو جاوے گا پھر اور ضرورت ہوگی اور آئندہ غلہ ملنا بنیامین کے لے جانے پر موقوف ہے۔

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا

کہ خیر اس حالت میں بھیجئے سے انکار نہیں لیکن ایک بات ہے (ترجمہ دیکھو)

مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ

اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا

لَتَأْتِنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا اتَّوَا

کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر کہیں گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے (چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝۹۶

کو قول دے چکے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے

یعنی خدایں ہمارے قول و قرار کا گواہ ہے وہ سن رہا ہے اور وہی اس قول کو پورا کر سکتا ہے پس اس کہنے سے دو غرض ہوئیں اول ان کو اپنے قول کے خیال رکھنے کی ترغیب اور تنبیہ کہ اللہ کو حاضر ناظر سمجھتے رہیں دوسرے اپنی اس تدبیر کا منتہی تقدیر کو قرار دیا کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا تب یہ قول و قرار پورا ہو سکتا ہے یہی تو کل کا حاصل ہے اس کے بعد بنیامین کو ہمراہ جانے کی

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ آبِيهِمْ قَالُوا يَا بَانَا

غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے ابا ہماری بڑی خاطر ہوئی مگر بنیامین کے حصہ کا غلہ نہیں ملا۔

مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ

ہمارے لئے (مطلقاً) غلہ کی بندش کر دی گئی ہے

یعنی بلا ان کو ساتھ لے جائے ہوئے آئندہ ہم کو بھی نہ ملے گا۔

فَارْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ

سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور جو امر مانع ہے مرتفع ہو جائے۔

وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ۝۹۷

اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے

آپ اندیشہ نہ کریں۔

قَالَ هَلْ أَمْنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمْنُكُمْ

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بس (رہنے دو) میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا

عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَفِظًا ۝۹۸

دیے ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو (اللہ کے سپرد ہے) وہی سب سے بڑھ کر نگہبان ہے

یعنی دل تو گواہی نہیں دیتا کہ تم اس کی حفاظت کرو گے مگر تم کہتے ہو کہ بدوں اس کے جائے غلہ نہ ملے گا اس لئے مجبوری ہے۔

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ۝۹۹

اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے

میری محبت اور شفقت سے کیا ہوتا ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ

اور اس گفتگو کے بعد جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو (اس میں) ان کو ان

رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا بَانَا مَا بَغِيَٰ ط هَذِهِ

کی جمع پونجی (بھی) ملی کہ ان ہی کو واپس کر دی گئی کہنے لگے کہ اے ابا (لیجئے)

اجازت دے دی غرض دوبارہ مصر کے سفر کو معدنیاً مین سب تیار ہوئے۔

وَقَالَ يَبْنِي لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ

اور (چلتے وقت) یعقوب (علیہ السلام) نے (ان سے) فرمایا کہ اے میرے بیٹو

وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ ط

سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا

یعنی جب مصر میں پہنچو تو ایک ساتھ سب مل کر داخل مت ہونا کیونکہ یہ سب وجہ و شکیل تھے اس لئے نظر بد کا اور حسد کا اور بہت سی چیزوں کا ان پر احتمال ہوا یہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ پہلی بار جب یہ لوگ غلہ لیتے گئے تھے اس وقت یہ وصیت کیوں نہیں فرمائی اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ اس وقت مصر والے ان کو پہچانتے نہ تھے کسی نے التفات بھی نہ کیا تھا اور ایک بار جانے سے جو یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ عنایت کا خاص برتاؤ کیا تو ان پر نظریں پڑنے لگیں اس لئے نظر بد و حسد وغیرہ کا اندیشہ ہوا دوسرے یہ کہ زیادہ مقصود بنیامین کی حفاظت تھی اور پہلی بار وہ ساتھ نہ تھے۔

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط

اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا (چلتا) ہے

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ج

(باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں

یعقوب علیہ السلام نے وصیت کر کے فرمایا کہ یہ محض ایک ظاہری تدبیر ہے نظر بد وغیرہ سے بچنے کی باقی باوجود اس تدبیر ظاہری کے میں دل سے خدا پر بھی بھروسہ رکھتا ہوں کہ یہی عین توکل ہے۔

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۙ

اور اسی پر اور بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے

یعنی تم بھی اسی پر بھروسہ کرنا تدبیر پر نظر مت کرنا غرض سب رخصت ہو کر چلے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ ط

اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے)

كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ

اندرو داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا (باقی) ان کے باپ کو

ان سے (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا

تاکہ ان پر کسی قسم کا اعتراض یا اس تدبیر کے نافع نہ ہوتے سے ان پر کوئی شبہ لازم آئے کیونکہ توکل کیساتھ تدبیر کرنا شان نبوت کے منافی نہیں البتہ اگر نظر بد کوئی چیز نہ ہوتی تب بھی شبہ کی گنجائش تھی لیکن دلیل نقلی اور تجربہ سے اس کا مؤثر ہونا خود ثابت ہے اس لئے شبہ کی اصلاً گنجائش نہیں رہی رہا یہ شبہ کہ بظاہر الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی تدبیر نافع نہیں ہوئی جیسا کہ ماکان یعنی عنہم سے مفہوم ہوتا ہے حالانکہ یقیناً حسد اور نظر بد وغیرہ جن کو مجتمع ہو کر داخل ہونے اور الگ الگ داخل ہونے سے تعلق ہے یہ امور واقع نہیں ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تدبیر نافع ہوئی تو اس صورت میں تعارض ہوگا جواب اس کا یہ ہے کہ اصل مقصود یعقوب علیہ السلام کا یہ تھا کہ ان پر کوئی بھی حادثہ پیش نہ آئے کچھ حسد و نظر بد کی تخصیص نہ تھی لیکن ان کے ذہن میں وہ امور آئے جو واقع ہونے والے نہ تھے اور ان ہی کی تدبیر بتلا دی اور جو امور مقدر تھے وہ ان کے ذہن میں بھی نہ آئے اور واقع ہوئے پس اصل مقصود کے اعتبار سے تدبیر کا نافع نہ ہونا صحیح ہوا۔ اور یعقوب علیہ السلام کی اس تدبیر کے بیان کرنے سے احقر کے ذوق میں غالباً خود اس قول کا نقل کرنا یا ایسی تدبیروں کی ترغیب دینا مقصود نہیں ہے بلکہ اس مشہور حکایت پر ظاہر میں جو شبہ ہوتا تھا کہ یہ تدبیر شان نبوت کے خلاف ہے اس کا جواب دینا مقصود ہے کہ خلاف شان جب ہوتی جب کہ اس کو مؤثر حقیقی سمجھتے اور خدا پر بھروسہ رکھ کر تدبیر کرنا منافی شان نہیں ہے۔

إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ط

لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں (درجہ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا) تھا جس

وَأَنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ

کو انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے یا اس وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا

پس وہ اپنے علم کے خلاف تدبیر کے مؤثر حقیقی ہونے کا کب اعتقاد کر سکتے تھے ان کے اس قول کی وجہ صرف ایک عملی تدبیر بتلانا اور ظاہری انتظام کرنا تھا جو کہ جائز اور محمود ہے۔

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۙ

لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے

بلکہ جہل کی وجہ سے تدبیر کو مؤثر حقیقی اعتقاد کر لیتے ہیں ولما دخلوا

علی یوسف تا اذا الظلمون

لَسْرِقُونَ ﴿۵۰﴾

ضرور چور ہو

ظاہر یہ ہے کہ اعلان یوسف علیہ السلام کے حکم سے ہوا تو اس بات کے بچ ہونے کی کیا توجیہ ہے احقر کے نزدیک یہ تو یہ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی بات کہی جائے جس سے کہنے والے کی مراد کچھ ہو اور سننے والا دوسرے معنی سمجھے اور تو یہ بوقت ضرورت جائز ہے پس یوسف علیہ السلام کی مراد ان کو چور کہنے سے یہ تھی کہ ان لوگوں نے یعقوب علیہ السلام سے یوسف علیہ السلام کو بطور چوری کے غائب کر دیا تھا اور سننے والے یہ سمجھے کہ پیمانہ شاہی کے چور یہی ہیں۔

قَالُوا وَقَبِلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۵۱﴾

وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز

قَالُوا نَفَقِدُ صَوْاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ

گم ہو گئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی کا پیمانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے)

جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا

یا یہ مطلب ہو کہ اگر خود چور بھی مال دے دے تو معافی کے بعد انعام پائیگا۔

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۵۲﴾

اور میں اس (کے دلوانے) کا ذمہ دار ہوں

غالباً یہ اعلان اور یہ وعدہ انعام یوسف علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا۔

قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ

یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد

فِي الْأَرْضِ

پھیلانے نہیں آئے

اور چوری بھی فساد میں داخل ہے۔

وَمَا كُنَّا سُرِقِينَ ﴿۵۳﴾

اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ

اور جب یہ لوگ (برادران یوسف) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے (تو) انہوں

أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ

نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا (اور تنہائی میں ان سے) کہا کہ میں تیرا بھائی یوسف

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾

ہوں سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج و غم مت کرنا

کیونکہ اب تو اللہ تعالیٰ نے ملا دیا اب سب غم بھلا دینا چاہئے یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی کی تو ظاہر اور مشہور ہے رہا بنیامین کے ساتھ سو یا تو ان کو بھی کچھ تکلیف دی ہو ورنہ یوسف علیہ السلام کی جدائی کیا ان کے حق میں کچھ کم تکلیف ہے پھر دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ بنیامین یوسف علیہ السلام کے پاس رہیں کیونکہ ویسے بدوں کسی تدبیر کے رہنے میں تو دوسرے بھائیوں کے اصرار اور جھگڑا کرنے کا اندیشہ تھا وہ بنیامین کے واپس لے جانے پر عہد اور قسم دے چکے تھے پھر اگر وہ ظاہر ہو گئی تو راز کھلا اور جھنجھی رہی تو یعقوب علیہ السلام کا رنج بڑھے گا کہ بلا سبب کیوں رکھے گئے یا کیوں رہ گئے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تدبیر تو ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے بنیامین نے کہا کہ کچھ پروا نہیں غرض ان میں یہ امر قرار پا گیا ابھر سب کو غلہ دے کر ان کی رخصت کا سامان درست کیا گیا یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام بھی مشہور لوگوں میں سے تھے اور یوسف علیہ السلام بھی بہت مشہور تھے پھر اتنے عرصہ تک یوسف علیہ السلام کی خبر ان کو کیسے مخفی رہی اس کا جواب روح المعانی میں یہ دیا ہے کہ بات غلبہ تقدیر سے خلاف عادت ہوئی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان سے خبر کو پوشیدہ رکھا۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَةَ

پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن

فِي رَحْلِ أَخِيهِ

اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا

خود یا کسی معتمد ذریعہ سے ایسا کیا گیا اور یہی برتن غلہ دینے کا پیمانہ تھا جب یہ لوگ لاڈ پھاند کر خوشی خوشی چلے تو یوسف علیہ السلام کے حکم سے پیچھے سے منادی ہوئی۔

ثُمَّ أَدْنَىٰ مَوْدِنَ أَيَّتْهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ

پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم

یعنی ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے۔

قَالُوا فَبَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ ﴿۴۳﴾

ان ڈھونڈنے والے (لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے

اور تم میں سے کسی پر چوری ثابت ہوگئی۔

قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وَجَدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ

تو اس (چور) کی کیا سزا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ وہ

جَزَاؤُهُ

جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا

یعنی چوری کے عوض میں خود اس کی ذات کو صاحب مال اپنا غلام بنالے۔

یہ جواب ان حضرات نے یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے موافق دیا۔

كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۵﴾

ہم لوگ ظالموں (یعنی چوروں) کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں

یعنی چوری کی سزا ہماری شریعت میں یہی ہے اور اسی مسئلہ کے موافق

عملدرآمد ہے۔ غرض یہ امر باہم قرار پانے کے بعد اسباب اتر وادیا گیا۔

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ

پھر یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی (کے اسباب) کے تھیلے سے قبل تلاشی

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ

کی ابتدا اول دوسرے بھائیوں کے (اسباب کے) تھیلوں سے کی پھر (آخر

میں) اس (برتن) کو اپنے بھائی (کے اسباب) کے تھیلے سے برآمد کر لیا

وہ برتن پانی پینے کا خاص ممتاز برتن تھا اس کو غلہ تاپنے کے لئے تجویز کیا

تھا جس کی شاید یہ وجہ ہو کہ لینے والوں کا اعزاز اکرام ظاہر ہو بھیک مانگنے

والوں کی طرح ذلیل نہ سمجھے جاویں نیز غلہ تھوڑا تھوڑا بقدر ضرورت دیا جاتا

تھا اس لئے چھوٹا برتن پانی پینے کا تجویز کیا گیا چونکہ اس سے بادشاہی کام

ہوتا تھا اس لئے اس کا لقب صواع الملک (شاہی پیاناہ) ہو گیا تھا یہ ضرور

نہیں کہ خاص بادشاہ کے پینے کا برتن ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ بادشاہ سے

مراد یوسف علیہ السلام ہوں اور اس فیصلہ میں صرف برتن کے اسباب میں

پائے جانے کو موجب سزا قرار دیا گیا حالانکہ اس میں بھی احتمال ہو سکتا تھا

کہ کسی اور نے رکھ دیا ہو جواب اس کا یہ ہے کہ جب وہ مہتمم یہ احتمال پیش نہ

کرے تو ظاہر اسرۃ کو اس نے تسلیم کر لیا اس لئے سزا مرتب کی گئی۔

كَذَلِكَ كَذَّبْنَا لِيُوسُفَ

ہم نے یوسفؑ کی خاطر سے اس طرح تدبیر فرمائی

آگے اس تدبیر کی وجہ بتلاتے ہیں۔

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ

یوسف اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کے رو سے نہیں لے سکتے تھے

کیونکہ اس کے قانون میں چوری کی سزا کچھ تادیب اور جرمانہ تھی۔

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا

اس لئے یوسف علیہ السلام کے دل میں یہ تدبیر آئی اور ان لوگوں کے منہ

سے خود یہ فتویٰ نکلا اس طرح تدبیر راست آگئی اور بنیامین یوسف علیہ السلام

کے پاس رہے اور چونکہ حقیقتہً ان کو غلام نہ بنایا گیا تھا بلکہ بنیامین کی خوشی سے

غلامی کی محض صورت ہی صورت تھی اس لئے یہ شبہ لازم نہیں آتا کہ آزاد شخص کو

غلام کیسے بنالیا آگے بتلاتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو بڑے عالم و عاقل تھے

مگر پھر بھی ہمارے جتنا نے محتاج تھے کیونکہ کسی کا علم ذاتی اور محیط نہیں ہے۔

نَرْفَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَأٍ

ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں

پس سب کا علم خدائی کا عطیہ ہے اور ایک درجہ تک محدود ہے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۴۶﴾

اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کہ اس کا علم کسی کا دیا ہوا نہیں اور تمام چیزوں کو محیط بھی

ہے اس میں یہ دونوں کمال ہیں پس جب مخلوق کا علم ناقص ٹھہرا اور خالق کا

علم کامل تو لامحالہ مخلوق اپنے علم اور تدبیر میں خدا تعالیٰ کی تعلیم و تلقین کے

محتاج ہیں حاصل یہ کہ جب بنیامین کے اسباب سے وہ برتن برآمد ہوا اور وہ

روک لئے گئے تو وہ سب بڑے شرمندہ ہوئے۔

قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ

کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کیونکہ) ایک

قَبْلُ

بھائی (تھا وہ) بھی (اسی طرح) اس سے پہلے چوری کر چکا ہے

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا

یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا بچا دے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کے

مَتَاعِنَا عِنْدَكَ إِنَّا إِذَا الظَّالِمُونَ

رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے

کیونکہ دوسرے کو بلا وجہ غلام بنا لینا حرام ہے۔ ہم ایسا نہ کریں گے

فَلَمَّا اسْتِئْذِنُوا الْاَلْقَوْمَ الْكُفْرُونَ

فَلَمَّا اسْتِئْذِنُوا

پھر جب ان کو یوسف سے تو بالکل امید نہ رہی (کہ بنیامین کو دیئے

کیونکہ وہ صاف جواب دے چکے تھے۔

مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا

تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے

کہ کیا کرنا چاہئے پھر زیادہ کی یہ رائے ہوئی کہ مجبوری ہے سب کو واپس چلنا چاہئے۔

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ

ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ

قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ

تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں

یعنی تم جو سب کے سب واپس چلنے کی صلاح کر رہے ہو تو کچھ اپنے قول و قرار کی بھی خبر ہے کہ باپ سے قسم کھا کر وعدہ کیا تھا کہ ان کو اپنے ہمراہ واپس لائیں گے ہاں اگر سب ہی گھر جائیں تو مجبوری ہے سو ہم سب کے سب تو گھر نہیں کہ تدبیر کی گنجائش ہی نہ رہتی اس لئے حتی الامکان کچھ تدبیر کرنا چاہئے۔

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ ج

اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر ہی چکے ہو

کہ ان کے ساتھ جو برتاؤ ہوا اس سے باپ کے حقوق بالکل ضائع ہوئے سو وہ پرانی شرمندگی ہی کیا کم ہے جو ایک نئی شرمندگی لے کر جائیں۔

جس کا قصہ درمنثور میں اس طرح لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کی پھوپھی نے پرورش کیا تھا جب ہوشیار ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے لینا چاہا وہ ان کو بہت چاہتی تھیں ان کو اپنے پاس رکھنا چاہا اس لئے انہوں نے ان کی کمر میں ایک پنکا کپڑوں کے اندر باندھ کر مشہور کر دیا کہ پنکا گم ہو گیا اور سب کی تلاشی لی تو ان کی کمر میں نکلا اور اس شریعت کے موافق ان کو پھوپھی کے قبضہ میں رہنا پڑا یہاں تک کہ جب انہوں نے وفات پائی اس وقت یعقوب علیہ السلام کے پاس آ گئے اور ممکن ہے کہ یہ صورت غلامی کی بھی ہو یوسف علیہ السلام کی رضامندی سے ہوئی ہو اس لئے یہاں بھی آزاد کا غلام بنانا لازم نہیں آتا اور ہر چند کہ بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کے اخلاق نیز دیگر قرآن میں تامل کرنے سے اس فعل سے آپ کی براءت یقیناً معلوم تھی بنیامین پر جو ان کو غصہ تھا اس میں یہ بات بھی کہہ دی۔

فَاسْرَهَا يَوْسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا

پس یوسف نے اس بات کو (جو آگے آتی ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور

لَهُمْ ج قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ مَكَانًا ج

اس کو ان کے سامنے (زبان سے ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری کے) درجہ میں تو تم (اور بھی زیادہ) برے ہو

یہاں تو سرقہ کی صرف صورت ہی تھی اور تم نے سرقہ سے بھی بڑھ کر کام کیا کہ آدمی کو ہی غائب کر دیا۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ

اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے

کہ واقع میں ہم چور نہیں ہیں۔

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا

کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین) کے ایک بہت بوڑھا باپ ہے

اور وہ اس کو بہت چاہتا ہے۔

شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدًا مِمَّا مَكَانَهُ ج

سو آپ (ایسا کیجئے) اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے (اور اپنا

إِنَّا نَزَّلَكَ مِنَ الْبُحْسَنِ ج

مملوک بنا لیجئے) ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں

امید ہے کہ آپ اس درخواست کو منظور فرمائیں گے۔

فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي

سو میں تو اس زمین سے ملتا نہیں تا وقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی)

أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۸۰﴾

اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھائے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے

یعنی کسی تدبیر سے بنیامین چھوٹ جائے غرض میں تو یا اس کو لے کر جاؤں گا یا بلایا ہوا جاؤں گا مجھ کو تو یہیں چھوڑ دو۔

ارْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا يَا بَنَانَا إِنَّا

تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور (جا کر ان سے) کہو کہ اے باپا آپ کے صاحبزادے

ابْنُكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا

(بنیامین) نے چوری کی (اس لئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو

عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ ﴿۸۱﴾

(مشاہدہ سے) معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے نہیں

یعنی قول و قرار دینے کے وقت ہم کو یہ کیا خبر تھی کہ یہ چوری کرے گا ورنہ ہم کبھی قول نہ دیتے۔

وَسَّئِلَ الْقَرْيَةِ

اور اس بستی (یعنی مصر) والوں سے پوچھ لیجئے

یعنی اگر ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو تو کسی معتمد و معتبر آدمی کے ہاتھ مصر والوں سے پچھوا لیجئے۔

الَّتِي كُنَّا فِيهَا

جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے

جب چوری برآمد ہوئی۔

وَالْعِيرِ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ

اور اس قافلے والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر (یہاں) آئے ہیں

معلوم ہوتا ہے کہ کنعان کے یا آس پاس کے اور لوگ بھی غلہ لینے گئے ہوں گے۔

وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ ﴿۸۲﴾

اور یقین جانے ہم بالکل سچ کہتے ہیں

چنانچہ ان سب نے بڑے کو وہیں چھوڑا اور خود آ کر سارا ماجرا بیان کیا۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً ۖ

یعقوب فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنائی

یعنی بنیامین چوری میں ماخوذ نہیں ہوا یہ سب باتیں بنائی ہوئی ہیں چونکہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے سبب ان سے غیر مطمئن ہو چکے تھے اس لئے پہلے کی طرح اس وقت بھی اسی قیاس پر یہ بات فرمائی اور اس واقعہ میں اگرچہ یہ بات بظاہر واقع کے مطابق نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس واقعہ میں انہوں نے کچھ بناوٹ نہ کی تھی لیکن چونکہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے یہ بات فرمائی اور اجتہاد میں خطا ہو جانا عصمت نبوت کے خلاف نہیں اس لئے کوئی اشکال نہیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ اجتہاد سے کسی پر تہمت لگانا کب جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص پہلے سے متہم یا مشتبہ ہو اس کو گمان سے متہم اور مشتبہ سمجھنا موجب معصیت نہیں کہ اس میں آدمی طبعاً مجبور بھی ہوتا ہے البتہ یقین کرنا جائز نہیں اور اس جگہ یعقوب علیہ السلام کا یقین کے ساتھ متہم سمجھنا منقول نہیں اور بل سولت لکم انفسکم امرا کہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنائی ہے ان الفاظ سے اگرچہ بظاہر یقین معلوم ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ ان کا مقصود اس سے واقعہ کی تنقیح اور تفتیش کرنا ہو جیسا کہ تفتیش کے موقع پر یہ عادت ہے کہ ایسے الفاظ بولا کرتے ہیں جن سے دوسرا یہ سمجھے کہ ان کو پوری خبر ہے اور اس وجہ سے انکار نہ کر سکے پس یعقوب علیہ السلام کی ان الفاظ سے یہ مراد نہ تھی کہ میں یقین کرتا ہوں کہ تم نے یہ بات بنائی ہے بلکہ مقصود یہ تھا کہ اس طریقہ سے گفتگو کر کے واقعہ کی تفتیش ہو جائے گی۔ دوسرے اگر غور سے دیکھا جائے تو یعقوب علیہ السلام کی یہ بات واقعہ کے مطابق بھی ہے کیونکہ حقیقت میں بنیامین نے سرقہ نہ کیا تھا تو حقیقت کے لحاظ سے بنیامین کی نسبت چوری کا الزام بالکل غلط تھا اور ممکن ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو نورانیت قلب سے یہ بات منکشف ہو گئی ہو کہ بنیامین پر سرقہ کا الزام غلط ہے اور اجمالاً اتنا معلوم ہوا ہو کہ یہ کارروائی میری اولاد ہی میں سے کسی نے کی ہے مگر کشف میں اتنی کمی رہی کہ معین طور پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کارروائی کس کی ہے اس لئے اجمالاً یہ فرما دیا کہ یہ بات تمہارے نفس کی بنائی ہوئی ہے اور مراد یہ تھی کہ جس نے یہ کارروائی کی ہے اس کے نفس نے یہ بات بنائی ہے پس اب کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

جب فصبر جمیل فرمادیا تھا کہ میں ایسا صبر کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا پھر شکایت کیوں زبان پر لائے اس کا جواب خود قرآن میں موجود ہے انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ مطلب یہ کہ مخلوق سے شکایت کرنا صبر جمیل کے خلاف ہے نہ کہ خالق سے شکایت کرنا کیونکہ وہ تو عین دعاء والتجاء ہے جو کہ مطلوب ہے۔

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۸۴﴾

اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے

کیونکہ شدت غم کے ساتھ جب کامل ضبط ہوگا جیسا کہ صابرین کی شان ہے تو گھٹن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَوُا تَذَكَّرُ يُّوسُفَ

بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں

حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنْ

لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کے دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ (بالکل) مر

الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّیْ

ہی جاؤ گے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج و غم کی صرف

وَحُزْنِیْ اِلٰی اللّٰهِ

اللہ سے شکایت کرتا ہوں

تم سے تو کچھ نہیں کہتا پس تم کو میرے رونے سے کیا بحث

وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے

بالوں سے مراد یا تو لطف و کرم خداوندی ہے یا ان سب سے ملنے کا جواہر ہوا تھا وہ مراد ہے۔

يٰۤاِبْنٰی اَذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوسُفَ

اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کی

وَ اٰخِیْهِ

تلاش کرو

یعنی اظہار غم تو صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں مسبب الاسباب

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ۙ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ یَّاتِیَنِیْ

سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (مجھ کو) اللہ سے امید ہے کہ

یَرْہِمُ جَمِیْعًا ط

ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا

یعنی یوسف اور بنیامین اور جو بڑا بھائی اب مصر میں رہ گیا ہے ان تینوں کو پہنچا دے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ اولاد کے ساتھ بھی آپ کو محبت تھی اور اس کا منشا ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام کا خواب ہو جس کو وہ سچا اور صحیح سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اس کا ظہور ضرور ہوگا اور اس کا واقع ہونا اس پر موقوف تھا کہ یوسف علیہ السلام بھی زندہ ہوں اور دوسرے بھی صحیح و سالم مع یعقوب علیہ السلام اور ان کی بیوی کے ایک جگہ جمع ہوں۔

اِنَّہٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۷﴾

(کیونکہ) وہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے

اس کو سب خبر ہے کہ کون کہاں اور کس حال میں ہے اور وہ جب لانا چاہے گا اپنی حکمت سے ہزاروں سامان اور تدابیر درست کر دے گا۔

وَتَوَلّٰی عَنْہُمْ وَقَالَ یٰۤاَسْفٰی عَلٰی یُّوسُفَ

اور ان سے دوسری طرف رخ کر لیا اور کہنے لگے ہائے یوسف افسوس اور غم

وَ اَبِیَضَّتْ عَیْنُہٗ

سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں

چونکہ اس واقعہ میں اولاد سے رنج پہنچا تھا اس لئے یہ جواب دے کر ان سے رخ پھیر لیا اور چونکہ اس نئے غم سے وہ پرانا غم تازہ ہو گیا اس لئے یوسف علیہ السلام کو یاد کرنے لگے اور زیادہ رونے سے اکثر آنکھوں کی سیاہی کم ہو جاتی ہے اور آنکھیں بے رونق یا بالکل بے نور ہو جاتی ہیں اور یعقوب علیہ السلام کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ آپ کی بینائی بالکل جاتی رہی تھی یا کم ہو گئی تھی اور مخلوق کی محبت میں یعقوب علیہ السلام کے اس قدر رونے سے وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ محبت بے اختیاری چیز ہے اور رونا رقت قلب اور شفقت کی دلیل ہے خصوصاً جب کہ محبت کا سبب کوئی دینی امر بھی ہو جیسا کہ دوسرے رکوع کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے ساتھ اس قدر محبت ان کے دینی کمالات کی وجہ سے تھی اور یہ بھی شبہ نہ کیا جائے کہ یعقوب علیہ السلام نے

وہی ہیں لیکن ظاہری تدبیر تم بھی کرو کہ ایک بار پھر سفر کرو اور ایسی تدبیر اور جستجو کرو جس سے یوسف کا نشان ملے اور بنیامین کو رہائی ہو۔

وَلَا تَأْسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْسُ

اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے

مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۷﴾

وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں

اس مسئلہ کی تحقیق نویں پارہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ رحمت الہیہ سے ناامید ہونا کفر ہے وہاں دیکھ لیا جائے غرض یعقوب علیہ السلام کے حکم کے موافق یہ لوگ مصر کو چلے کیونکہ بنیامین کو مصر ہی میں چھوڑا تھا یہ خیال ہوا ہوگا کہ جس کا نشان معلوم ہے پہلے اس کے لانے کی تدبیر کریں اور اس کو بادشاہ سے مانگیں پھر یوسف بے نشان کا پتہ لگائیں گے اور چونکہ ان کو غلہ کی بھی حاجت تھی اس لئے خیال ہوا کہ غلہ کے بہانہ سے عزیز کے پاس چلیں اور خرید غلہ کے ضمن میں خوشامد کی باتیں کریں جب اس کی طبیعت میں نرمی دیکھیں اور مزاج خوش پائیں تو بنیامین کی درخواست کریں اس لئے اول غلہ کے متعلق گفتگو شروع کی۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ

پھر جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور

مَسْنَا وَاهْلَنَا الضَّرُّ

ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے

اور چونکہ ہم کو ناداری نے بھی گھیر رکھا ہے اس لئے کھرے دام میسر نہیں ہوئے۔

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفٍ لَّنَا

اور ہم کچھ یہ غلی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ

الْكَيْلِ

دے دیجئے

اور اس کے نکلے ہونے سے قطع نظر کر کے غلہ کی مقدار میں کمی نہ کیجئے۔

وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا

اور ہم کو خیرات (سمجھ کر) دے دیجئے

کیونکہ زیادہ کامیں کچھ استحقاق تو ہے نہیں غرض مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ رعایت فرمائیے اس تقریر سے دو شے دفع ہو گئے اول یہ کہ ان کو صدقہ کب حلال تھا بوجہ نبی یا آل نبی ہونے کے دوسرے یہ کہ ان کو سوال کرنا جو کہ ممنوع ہے کیسے درست تھا جواب ظاہر ہے کہ معاملہ میں رعایت کرنے کو مجازاً صدقہ کہہ دیا اور رعایت کی درخواست اور اس کا قبول کرنا نبی اور آل نبی سب کو جائز ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کی نبوت ثابت نہیں اور نفل صدقہ آل نبی کو جائز ہے تو سوال اول کا یہ بھی جواب ہوگا اور اگر بعض علماء کا قول لیا جائے کہ صدقہ کا حرام ہونا آل محمدی کے ساتھ خاص ہے تو یہ ایک اور جواب ہو جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿۸۸﴾

بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزائے (نے خیر) دیتا ہے

اگر مومن ہے تو آخرت میں بھی اور اگر کافر ہے تو صرف دنیا ہی میں اور یہ دو احتمال اس لئے بیان کئے گئے کہ ان کو عزیز مصر کا مومن ہونا معلوم نہ تھا اور مومن کو آخرت میں تو صدقہ سے نفع ہوتا ہی ہے دنیا میں بھی اس کی وجہ سے بلاء دفع ہوتی ہے یوسف علیہ السلام نے جوان کے یہ مسکنت آمیز الفاظ سنے رہا نہ گیا اور بے اختیار چاہا کہ اب ان سے کھل جاؤں اور عجب نہیں کہ نور قلب سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو کہ اس مرتبہ ان کو میری تلاش بھی مقصود ہے اور یہ بھی مشکف ہو گیا ہو کہ اب جدائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ پس اول تو تعارف کے لئے تمہید اٹھائی۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمُ بِيُوسُفَ

یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف

وَ أَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿۸۹﴾

اور اس کے بھائی کے ساتھ (برتاؤ) کیا تھا جبکہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا

اور بھلے برے کی کچھ سوچ نہ تھی یہ سن کر تو چکرائے کہ عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا واسطہ ادھر اس گزشتہ خواب سے بھی احتمال تھا کہ شاید یوسف کسی بڑے رتبہ کو پہنچیں کہ ہم سب کو ان کے سامنے گردن جھکانا پڑے اس لئے اس کلام سے شبہ ہوا اور غور کیا تو کچھ کچھ پہچانا

قَالُوا إِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ قَالَ أَنَا

کہنے لگے کیا جج تم ہی یوسف ہوا نہ ہو نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں

يُوسُفُ وَ هَذَا أَخِي ذ

اور یہ (بنیامین) میرا (حقیقی) بھائی ہے

یہ اس لئے بڑھا دیا کہ اپنے یوسف ہونے کی اور زیادہ تاکید ہو جائے یا ان کی تفتیش کی کامیابی کی بشارت ہے کہ جن کو تم ڈھونڈنے نکلے ہو ہم دونوں ایک جگہ مجتمع ہیں۔

قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا

ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا

کہ ہم دونوں کو اول صبر اور تقویٰ کی توفیق عطا فرمائی پھر اس کی برکت سے ہماری کلفت کو راحت سے اور جدائی کو اجتماع سے اور مال و جاہ کی کمی کو کثرت سے تبدیل فرمادیا۔

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا

واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک

يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝۹۰

کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے

اب وہ لوگ پہلے تمام قصوں کو یاد کر کے نادم ہوئے اور معذرت کرنے لگے۔

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَثَرَكِ اللَّهُ عَلَيْنَا

وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت

وَإِنْ كُنَّا لَخَطِيئِينَ ۝۹۱

عطا فرمائی بیشک ہم (اس میں) خطاوار تھے

یعنی تم اسی مرتبہ کے لائق تھے اور ہم نے جو کچھ کیا اس میں ہماری ہی خطا تھی۔

قَالَ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ

یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ نہیں تم پر آج کوئی الزام نہیں

یعنی میری طرف سے بے فکر رہو میرا دل صاف ہو گیا۔

يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ۝۹۲

اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے

توبہ کرنے والے کا قصور معاف کر ہی دیتا ہے اسی دعاء سے یہ بھی سمجھا گیا کہ میں نے بھی معاف کر دیا اور لا تثریب سے بھی معلوم ہو گیا تھا

إذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا

اب تم میرا یہ کرتہ (بھی) لیتے جاؤ

یعنی میرے باپ کو جا کر بشارت دو اور بشارت کے ساتھ یہ کرتہ بھی لے جاؤ اور یہ قیص صحیح روایت کے مطابق کوئی خاص کرتہ نہ تھا یہی معمولی ملبوس تھا۔

فَالْقُوَّةُ عَلَىٰ وَجْهِ ابْنِ يَاقَتٍ بَصِيرًا ۝۹۳

اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو (اس سے) انکی آنکھیں روشن ہو جائیں گی

یوسف علیہ السلام کو معلوم ہو گیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام کی بصارت میں خلل آ گیا ہے اس لئے اپنا کرتہ بھیجا کہ اس کو چہرہ پر ڈال دیا جائے اس کے بعد ان کا بینا ہو جانا بطور معجزہ کے ہو۔

وَأَتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۝۹۴

اور اپنے (باقی) گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس لے آؤ

کہ سب ملیں اور خوش ہوں کیونکہ حالت موجودہ میں میرا جانا مشکل ہے اس لئے گھر والے ہی چلے آویں اور یعقوب علیہ السلام کے لانے کو صراحتاً اس لئے نہیں فرمایا کہ وہ توبے آئے رہ ہی نہ سکتے ان کا تشریف لانا یقینی تھا یوسف علیہ السلام سے جب یہ بات چیت ہو چکی تو ان لوگوں نے آپ کے کہنے کے موافق کرتے لے کر چلنے کی تیاری کی ولما فصلت العیر تا الرحیم

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي

اور جب قافلہ چلا تو ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں پہنکی

لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝۹۵

باتیں کرنے والا نہ سمجھو (تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے

یہ معجزہ تھا یعقوب علیہ السلام کا کہ اس کرتہ میں جو یوسف علیہ السلام کے بدن کا اثر تھا وہ محسوس ہو گیا اور چونکہ معجزہ اختیاری نہیں ہوتا اس لئے پہلے یہ اور اک نہ ہوا۔

قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝۹۶

وہ پاس والے کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں

کہ یوسف زندہ ہیں اور ملیں گے اسی خیال کے غلبہ سے اب خوشبو کا وہم ہو گیا اور واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ ہے یعقوب علیہ السلام خاموش ہو رہے۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ

پس جب خوشخبری والا آ پہنچا تو (آتے ہی) اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر

وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۝۹۷

ڈال دیا پس فوراً ہی (ان کی) آنکھیں کھل گئیں

هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۹۸

دعاے مغفرت کروں گا بیشک وہ غفور و رحیم ہے

اور اسی سے ان کا معاف کر دینا بھی معلوم ہو گیا اور عنقریب کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کا وقت آنے دو جو کہ قبولیت کی ساعت ہے کذا فی الدر المنثور مرفوعاً غرض سب مصر کو تیار ہو کر چل دیئے اور یوسف علیہ السلام خبر سن کر استقبال کے لئے بیرون مصر تشریف لائے اور باہر ہی ملاقات کا سامان کیا گیا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ

پھر جب یہ سب کے سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انہوں نے

أَبْوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ

اپنے والدین کو اپنے پاس (تفطیم) جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلے (اور)

اللَّهُ أَمِينٌ ۹۹

خدا کو منظور ہے) وہاں امن چین سے رہے

مغارت کا غم قحط کا الم سب کا فور ہو گئے غرض سب مصر میں پہنچے

وَرَفَعَ أَبْوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ

اور اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا

اس وقت سب کے قلوب پر یوسف علیہ السلام کی عظمت غالب ہوئی۔

وَخَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا ۱۰۰ وَقَالَ يَا بَتِ هَذَا

اور سب کے سب یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے اور یہ حالت (دیکھ کر)

تَأْوِيلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ز

یوسف نے کہا اے میرے ابا یہ ہے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا

کہ خمس و قمر اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کرتے ہیں۔

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ط

جس کو میرے رب نے سچا کر دیا

یعنی اس کی سچائی کو ظاہر کر دیا یہی بات کہ اول ملاقات میں سجدہ نہ کیا اور مصر میں آ کر کیا اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس وقت عظمت پر محبت کا غلبہ تھا اس وقت کے مناسب یہ باتیں تھیں ملنا جلنا گلے لگانا بات چیت کرنا اور یہاں آ کر محبت پر عظمت کا غلبہ یا تو اس وجہ سے کہ محبت کے جوش کو سکون ہو گیا تھا اس لئے

جو یوسف علیہ السلام کے صحیح سلامت ہونے کی خبر اور ان کا کرتہ لایا تھا آنکھوں کو لگنا تھا اور دماغ میں خوشبو پہنچنا کہ فوراً بینائی لوٹ آئی اور انہوں نے آپ سے سارا ماجرا بیان کیا۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ

آپ نے (بیٹوں) سے فرمایا کیوں نہیں میں نے تم سے کہا تھا کہ اللہ کی

مَا لَا تَعْلَمُونَ ۱۰۱

باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے

اور اسی لئے میں نے تم کو یوسف کی تلاش کے لئے بھیجا تھا دیکھو آخر اللہ تعالیٰ میری امید راست لایا اور جن لوگوں نے یعقوب علیہ السلام کے معجزہ کا انکار کیا تھا ان سے آپ نے کچھ نہیں فرمایا اس کی چند وجہ ہیں ایک یہ کہ ایسی بات سے ان کا جواب بھی نکل آیا یا دوسرے ان کی غلطی فوراً ظاہر ہو گئی جتنا نے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور بیٹوں سے یہ بات بہت زمانہ ہو فرمائی تھی کہ میں خدا کی باتوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اس پر ایک مدت گزر گئی تھی تیسرے ان انکار کرنے والوں سے زیادہ معاملہ بھی نہ تھا جتنا بیٹوں سے تھا۔

قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا

سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعاے مغفرت کیجئے

کیونکہ ہم نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بہت تکلیف دی۔

إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ۱۰۲

ہے شک ہم خطا وار تھے

مطلب یہ کہ آپ بھی معاف کر دیجئے کیونکہ عاۃً کسی کے لئے استغفار وہی کرتا ہے جو خود بھی مواخذہ کرنا نہیں چاہتا اور صاف طور پر یعقوب سے یہ بات کہ آپ معاف کر دیجئے اس لئے نہیں کہی کہ ان کے ذمہ دو قسم کے حقوق تھے ایک خدا کا حق ایک بندوں کا حق تو ایسا جامع عنوان اختیار کیا جس میں دونوں مضمون آ گئے ورنہ حق اللہ کیلئے پھر جدا کہنا پڑتا اور غالباً اسی وجہ سے یعقوب نے بھی استغفار ہی کا وعدہ کیا کہ اسی سے خود ان کا معاف کر دینا بھی معلوم ہو گیا جیسا کہ یوسف نے یغفر اللہ کہا کہ خدا تم کو معاف کرے یہ بھی دونوں حقوق کو جامع ہے ان کا معاف کرنا بھی اسی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔

قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے

مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

تعبیر دینا تعلیم فرمایا (جو کہ علم عظیم ہے)

یعنی مجھ کو ہر طرح کی نعمتیں دیں ظاہری بھی باطنی بھی ظاہری یہ کہ مثلاً بادشاہت دی اور باطنی یہ کہ علم تعبیر عطا فرمایا جو کہ بڑا علم ہے۔ خصوصاً جب کہ تعبیر بھی یقینی ہو جو کہ وحی پر موقوف ہے پس علم تعبیر کا عطا ہونا نبوت عطا ہونے کو بھی مستلزم ہو گیا۔

فَاطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي

اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

بھی اور آخرت میں بھی

پس جس طرح دنیا میں میرے سارے کام بنا دیئے کہ سلطنت دی علم دیا اسی طرح آخرت کے کام بھی بنا دیجئے۔

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝۱۱

مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے

یعنی میرے بزرگوں میں جو انبیاء عظام ہوئے ہیں ان میں مجھ کو پہنچا دیجئے ف: اشتیاق موت اگر برائے شوق لقاء خدا ہو تو جائز ہے اور حصہ سلطنت کا اس لئے کہا کہ ساری دنیا کی سلطنت تو آپ کے پاس نہ تھی اہل میر نے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اگر کبھی تم لوگ مصر کا وطن چھوڑ کر اپنے آبائی ملک شام کو جانے لگو تو میری لاش اپنے ہمراہ لے جانا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے مخفی نکلے ہیں تو وہ حسب وحی الہی یوسف کی نقش کا صندوق اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ بعد وفات یوسف کے سلطنت مصر کی سلاطین مصر ہی کی طرف منتقل ہو گئی کیونکہ یوسف کو گواختیارات سلطنت کے حاصل ہو گئے تھے مگر باضابطہ تو پہلا ہی بادشاہ ہاشا رہا تھا اس لئے یوسف عزیز مصر کہلاتے تھے چنانچہ ان ہی سلاطین مصر کے سلسلہ میں وہ فرعون ہوا جو موسیٰ کے زمانہ میں تھا اور برادران یوسف کی اولاد میں وہ بنی اسرائیل ہوئے جو موسیٰ کے وقت میں تھے اور بعض مفسرین نے بلا سند لکھا ہے کہ یہود نے امتحان پوچھا تھا کہ یعقوب تو شام کے رہنے والے تھے ان کی اولاد مصر میں فرعون کے ہاتھ میں کہاں پہنچ گئی

عظمت کا مشاہدہ ہوا یا اس وجہ سے کہ یہاں یوسف علیہ السلام گویا اپنے اجلاس شاہی پر تھے اور باہر اجلاس پر نہ تھے اور دونوں حالتوں میں تفاوت ظاہر ہے اور یہ سجدہ بطور سلامی کے تھا جو پہلی امتوں میں جائز تھا اور یہ شبہ نہایت ضعیف اور کمزور شبہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اتنی بڑی تعظیم کو کیونکر گوارا کیا بات یہ ہے کہ ان کو تو خواب سے معلوم تھا کہ ایسا ہونی والا ہے پھر کیا تقدیر کی ہونے والی باتوں میں مزاحمت کرتے آگے فرماتے ہیں کہ اس شرف کے علاوہ میرے رب نے مجھ پر اور انعام بھی فرمائے۔

وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ

اور خدا نے میرے ساتھ احسان فرمایا کہ (ایک تو) اس نے مجھے قید سے نکالا

اور اس رتبہ سلطنت کو پہنچایا۔

وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ

اور (دوسرا یہ کہ) تم سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا

تَزَعَّ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ط

کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوادیا تھا

یعنی اس فساد کا مقضا تو یہ تھا کہ عمر بھر بھی مجتمع اور متفق نہ ہوتے بھائیوں سے بوجہ رنج کے میل نہ ہوتا اور والدین سے خبر نہ پہنچنے کے سبب ملاقات نہ ہوتی اور اس کا سبب بھی وہی فساد ہوتا جس نے باہم جدائی ڈال دی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے سب مل ملا گئے اور باہم ایک ہو گئے اور اس میں علماء کے دو قول ہیں کہ اس وقت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ زندہ تھیں یا خالہ کو مجازاً والدہ کہہ دیا گیا۔

إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ

بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے بلاشبہ وہ بڑے علم اور

الْحَكِيمُ ۝۱۲

حکمت والا ہے

اپنے علم و حکمت سے سب کاموں میں تدبیر درست کر دیتا ہے غرض اس کے بعد سب ہنسی خوشی رہتے رہے یہاں تک کہ یعقوب کی عمر ختم پر پہنچی اور بعد وفات حسب وصیت ملک شام میں اپنے بزرگوں کے پاس دفن کئے گئے پھر یوسف علیہ السلام کو بھی آخرت کا اشتیاق ہوا اور دعا کی۔

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي

اے میرے پروردگار آپ نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی

فوت ہو جائے گا پس ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کوئی نقصان نہیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝۱۳

یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے

جو نہ مانے گا اسی کا نقصان ہوگا آگے بتلاتے ہیں کہ جیسے یہ لوگ نبوت کے منکر ہیں اسی طرح باوجود دلائل کے توحید سے بھی منکر ہیں۔

وَكَائِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں

يُذَرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝۱۴

جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف (اصلاً) توجہ نہیں کرتے

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ

اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ

مُشْرِكُونَ ۝۱۵

شرک بھی کرتے جاتے ہیں

حالانکہ بدوں توحید کے خدا کا ماننا مثل نہ ماننے کے ہے پس یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں اور نبوت کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں۔

أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ

سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی

اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا

کوئی ایسی آفت آ پڑے جو ان کو محیط ہو جائے یا ان پر اچانک قیامت آ جاوے

يَشْعُرُونَ ۝۱۶

اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو

مطلب یہ کہ کفر کا نتیجہ عذاب ہے خواہ دنیا میں نازل ہو جائے یا قیامت کے دن واقع ہو پھر اللہ و رسول کے منکر ہو کر یہ اطمینان کیسا ان کو خدا سے ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہئے۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي

آپ فرمادیجئے کہ یہ میرا طریق ہے

جس کا اوپر ذکر ہوا یعنی رسالت کا حق ہونا اور توحید کا حق ہونا اور

اس قصہ سے اس کا جواب بھی حاصل ہو گیا اور مفصل وجہ شام سے مہر کو آنے کی بیان فرمادی تھی ان مفسرین نے رکوع دوم کی پہلی آیت لقد کان الخ کی تفسیر اسی سوال کے ساتھ کی ہے واللہ اعلم۔

رابطہ: یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جس طرح قصہ سے سوال کرنے والوں کا جواب ہے اسی طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بھی دلیل ہے جیسا کہ لقد کان فی یوسف و اخوته الخ کی تفسیر میں اس طرف اشارہ ہو چکا ہے آگے اسی دلیل کی تقریر اور کفار کا عناد اور مسئلہ رسالت اور توحید پر بحث اور حضور کی تسلی اور منکرین کی وعید اور قرآن کی حقانیت بیان فرماتے ہیں۔ ذلک من انباء الغیب تا لقوم یؤمنون

ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ

(اے محمد) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے

یعنی آپ کے اعتبار سے یہ بالکل غیبی خبر ہے کیونکہ آپ کے پاس کوئی ظاہری ذریعہ اس کے جاننے کا نہ تھا۔

نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ

جو ہم (ہی) نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتایا اور آپ ان کے (یوسف کے بھائیوں) کے

أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَنْكُرُونَ ۝۱۷

پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے

یعنی یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا اور باپ سے جدا کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے کہ کہیں ان کو لے جائیں اسی طرح یہ امر بھی یقینی ہے کہ آپ نے کسی سے یہ قصہ سنایا نہیں پس یہ صاف دلیل ہے آپ کی نبوت کی اور صاحب وحی ہونے کی۔

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ

اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے

باوجودیکہ نبوت پر دلائل قائم ہو چکے ہیں۔

وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝۱۸ وَمَا تَسْأَلُهُمْ

گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو اور آپ ان سے اس پر کچھ

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

معاوضہ تو چاہتے نہیں

جس سے یہ احتمال ہو کہ اگر یہ لوگ قرآن کو قبول نہ کریں گے تو آپ کا معاوضہ

آگے اس کا خلاصہ مکرر سنایا جاتا ہے۔

أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ قَفَّ عَلَى بَصِيرَةٍ

میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میرے پاس توحید کی بھی دلیل ہے اور اپنے منجانب اللہ رسول ہونے کی بھی دلیل ہے۔

أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي

میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی

یعنی میرے ساتھ والے بھی دلیل اور استدلال کے ساتھ مجھ پر ایمان لائے ہیں میں بے دلیل بات کی طرف کسی کو نہیں بلاتا دلیل سنو اور اسے سمجھو پس حاصل طریق کا یہ ہوا کہ خدا واحد ہے اور میں داعی ہوں۔

وَسُبِّحَنَ اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں

خلاصہ یہ ہوا کہ دعویٰ نبوت سے میرا مقصود اپنا بندہ بنانا نہیں بلکہ خدا کا بندہ بنانا ہے لیکن اس کا طریقہ بذریعہ رسول کے بتلایا جاتا ہے اس لئے میرا داعی ماننا جب کہ میرے پاس اس کی دلیل بھی ہے واجب ہے اور یہ جو نبوت پر لوگ شبہ کیا کرتے ہیں کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے محض مہمل بات ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِي

اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے

إِلَيْهِمْ

سب آ دی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا

اور جنہوں نے ان کو نہ مانا اور ایسے مہمل شبہات کرتے رہے ان کو سزائیں دی گئیں اسی طرح ان کو بھی سزا ہوگی خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں۔

مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي

اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں (گھومیں) چلے پھرے نہیں

الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جو ان

مِنْ قَبْلِهِمْ

سے پہلے (کافر ہو گزرے ہیں

مطلب یہ کہ ان کی بد انجامی اور ہلاکت کے آثار مشاہدہ میں آ سکتے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے اور یاد رکھو جس دنیا میں منہمک ہو کر تم نے کفر اختیار کر رکھا ہے یہ دنیا محض ہیچ اور فانی چیز ہے۔

وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا

اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں یعنی کفر وغیرہ سے بچتے اور توحید اختیار کرتے ہیں

أَفَلَا تَعْقِلُونَ

سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے

کہ فانی چیز کا اختیار کرنا بہتر ہے یا باقی کا اور اگر تم کو عذاب میں دیر ہونے سے اس کے واقع نہ ہونے کا شبہ ہو تو تمہاری غلطی ہے کیونکہ پہلی امتوں کے کافروں کو بھی بڑی بڑی مہلتیں دی گئیں۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ

یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے

یعنی مہلت کی مدت دراز ہو جانے اور ایک عرصہ دراز تک عذاب کے آثار نظر نہ آنے سے انبیاء کو اس بات سے مایوسی ہو گئی کہ خدا تعالیٰ کے اجمالی وعدہ سے جو وقت عذاب کا اپنے ذہن میں معین کر کے ہم نے قرار دے رکھا تھا شاید اس وقت میں ہماری نصرت اور مدد اور کفار پر قہر نازل نہ ہو۔

وَوَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا

اور ان (پیغمبروں) کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ مطلق تھا اس میں وقت وغیرہ کی کوئی قید نہ تھی ہم نے اپنی فہم و اجتہاد سے محض قرآن سے یا امداد کے شوق میں قریب کا وقت معین کر لیا یہ ہماری غلطی تھی۔

جَاءَهُمْ نَصْرُنَا

ان کو ہماری مدد پہنچی

وہ مدد یہ کہ کفار پر عذاب آیا اور ایسی غلطی اجتہادی انبیاء سے جائز ہے چنانچہ حدیثوں میں اس کی نظیر موجود ہے خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ میں یہ خواب دیکھا تھا کہ مکہ میں طواف کرنے گئے ہیں آپ یہ سمجھے کہ اسی سال میں اس کا ظہور ہوگا چنانچہ اس ارادہ سے چلے اور کامیاب نہ ہوئے بلکہ سال آئندہ اس کا ظہور ہوا اس آیت کی یہ تفسیر بہت سہل ہے اور

بسم الله الرحمن الرحيم سورة الرعد مدنية و قيل مكية الا قوله
و يقول الذين كفروا وايها خمس واربعون كذا في البيضاوي
رابط: حاصل مضامين اس سورة کا یہ ہے تو حیدر رسالت جواب شبہات
بر رسالت تلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقانیت قرآن وعدہ ووعد اور یہی
مضامین اجمالاً سورۃ یوسف کے آخر میں مذکور ہیں پس ربط سورۃ کا ماسبق
سے بھی اور پامند گری ظاہر ہو گیا۔ المرآت لا یومنون

(۱۳) سُورَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ (۹۶)

سورۃ رعد مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْمَرْفَقِ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنْزِلَ

المرایہ (جو آپ سن رہے ہیں) آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ

اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے

اور اس کا مقتضایہ تھا کہ یہ سب لوگ ایمان لے آتے۔

رابط: اوپر حقانیت قرآن کا مضمون تھا آگے تو حید کا مضمون ہے جو کہ
قرآن کے مقاصد میں سے بڑا مقصود ہے۔ اللہ الذی تا یعقلون

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ① اللَّهُ

اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے

الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

اللہ ایسا (قادر) (ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدوں ستون کے اونچا کھڑا کر
دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو

بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آتا ہے آسمان ہے اور
فلاسفہ جو اس رنگ کو نور و ظلمت کی ترکیب کا اثر بتلاتے ہیں ہم اس کے منکر
نہیں ہیں لیکن اگر باوجود اس کے اسی میں آسمان کا رنگ بھی نظر آتا ہو تو کیا
تعجب ہے خواہ وہ رنگ اسی کے مناسب ہو جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم
ہوتا ہے۔ ما ظلت الخضراء یا دوسرا رنگ ہو کہ مجموعہ کے ملنے سے ایسا
محسوس ہونے لگا ہو جیسا فرض کیجئے کہ ایک سفید کپڑے کے سامنے دو
آئینے ہوں ایک سفید ایک سیاہ تو ان دونوں کے اندر سے وہ کپڑا بھی نظر

ایک قرآنہ کذبوا بالتشديد ہے جس کے معنی ہیں تکذیب کئے گئے اس کا
حاصل یہ ہوگا کہ رسولوں کو شبہ ہوا کہ کہیں اہل ایمان ہی تکذیب اور شک نہ
کرنے لگیں کہ پیغمبر کے کہنے کے موافق عذاب کا ظہور نہ ہوا۔

فَنَجِّ مَنْ نَشَاءُ

پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا

اس سے مراد مومنین ہیں اور اس عذاب میں کفار ہلاک کئے گئے۔

وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْبَاجِرِينَ ②

اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا

بلکہ ان پر ضرور واقع ہوتا ہے گو دیر ہی میں سہی پس یہ کفار مکہ بھی اس
دھوکہ میں نہ رہیں۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولَى

ان (انبیاء و امم سابقین) کے قصے میں سمجھدار لوگوں کے لئے (بڑی)

الْأَلْبَابِ

عبرت ہے

اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ اطاعت کا یہ انجام ہے اور
معصیت کا یہ انجام ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ

یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس
سے عبرت نہ ہوتی) بلکہ اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں ہو چکی ہیں

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ

یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا

وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ③

ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے

پس ایسی کتاب میں جو مضامین عبرت کے ہوں ان سے تو عبرت
حاصل کرنا لازمی ہے۔

يُغْشَى الْاَيْلُ النَّهَارُ

شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے

یعنی رات کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳

ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں

جس کی تقریر سیقول کے چوتھے رکوع میں گزری ہے اسی طرح اور بھی دلائل توحید کے ہیں (ترجمہ دیکھو)۔

وَفِي الْاَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرٌ

اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں

جن میں باوجود اتصال کے مختلف آثار ظاہر ہونا عجیب بات ہے۔

وَجَدْتُمْ مِّنْ اَعْنَابٍ وَزُرْعٌ وَنَخِيْلٌ صُنُوْا۟

اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور ہیں جن میں بعضی تو ایسی ہیں

وَعَيْرُ صُنُوْا۟

کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تن ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تن نہیں ہوتے

بلکہ جڑ سے شاخوں تک ایک ہی تنا چلا جاتا ہے اور دو تن کی تخصیص مثال کے طور پر ہے ورنہ بعض میں تین چار تک دیکھے گئے ہیں پھر ہر ایک میں پٹھے الگ الگ نکلتے ہیں اور پھل الگ الگ لگتے ہیں۔

رابطہ: اوپر توحید کا اثبات تھا آگے جواب ہے کفار کے ان شبہات کا جو نبوت کے متعلق تھے مع وعید کے اور وہ تین شعبے تھے اول قیامت کو وہ لوگ محال سمجھتے تھے اور اس سے وہ نبوت کے باطل ہونے پر استدلال کرتے تھے دوسرا یہ شبہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے انکار نبوت پر جس عذاب کی آپ دھمکی سناتے ہیں وہ کیوں نہیں آتا تیسرا یہ شبہ تھا کہ جن معجزات کی ہم فرمائش کرتے ہیں وہ کیوں نہیں ظاہر کئے جاتے۔ وان تعجب الخ میں پہلے شبہ کا اور يستعجلونک الخ میں دوسرے شبہ کا اور يقول الذین کفرو الخ میں تیسرے شبہ کا جواب ہے۔ وان تعجب تا ہا

يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُقْضَلُ بَعْضَهَا

سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں

آتا ہے گواصلی رنگ پر نہ سبکی پس اس صورت میں حدیث میں آسمان کو خضر (سبز رنگ) ظاہر کے اعتبار سے فرمادیا۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰی الْعَرْشِ

پھر عرش پر قائم ہوا

یعنی تخت نشین ہو کر زمین و آسمان میں حکومت کرنے لگا۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرٰى لِاَجَلٍ

اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک وقت معین پر

مُسَمًّى

چلا رہتا ہے

چنانچہ سورج اپنے منازل کو سال بھر میں قطع کر لیتا ہے اور چاند مہینہ بھر میں۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے

جو کچھ کہ عالم میں واقع ہوتا ہے۔

يُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُوْنَ ۝۴

(اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو

قیامت کے امکان کا یقین تو اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہیں تو مردوں کے زندہ کرنے پر کیوں قادر نہ ہوں گے اور اس کے واقع ہونے کا یقین اس طرح کہ خبر صادق نے ایک ممکن چیز کے واقع ہونے کی خبر دی ہے تو لا محالہ وہ ہو کر رہے گی۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلا دیا اور

رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ

اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے

فِيْهَا زَوْجِیْنِ اِثْنَيْنِ

پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے

مثلاً کھٹے اور میٹھے چھوٹے اور بڑے کوئی کسی رنگ کا کوئی کسی رنگ کا۔

کہ اگر آپ نبی ہیں تو جلدی عذاب منگا دیجئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذاب کے آنے کو بہت بعید سمجھتے ہیں۔

وَقَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلُط

حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گزر چکے ہیں تو ان پر آجانا کیا مستبعد ہے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ

اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بے جا حرکتوں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ

کے معاف کردینا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے

پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے کو سن کر مغرور نہ ہوں۔ کہ اب ہم کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ صرف غفور رحیم ہی نہیں ہیں اور پھر سب کے لئے نہیں ہیں بلکہ ان میں دوسری صفت عذاب کرنے کی بھی ہے اور دونوں باتیں اپنے اپنے موقع پر ظاہر ہوتی ہیں اس میں دونوں صفتیں ہیں اور ہر ایک کے ظہور کے لئے کچھ شرطیں اور اسباب ہیں پس انہوں نے بلا وجہ اپنے کو مستحق رحمت و مغفرت کیسے سمجھ لیا بلکہ کفر کی وجہ سے ان کے لئے تو اللہ تعالیٰ شدید العقاب (سخت عذاب کرنے والے) ہیں اور بے جا حرکتوں سے مراد کفر کے علاوہ دوسری مصیبتیں ہیں۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا الْوَلَا أُنْزِلَ

اور یہ کفار یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے خاص

عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ

معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا

اس سے ان کی غرض نبوت پر اعتراض کرنا ہے مگر ایسی فرمائش محض حماقت ہے کیونکہ آپ معجزات کے مالک تو نہیں ہیں۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ

آپ صرف ڈرانے والے (نبی) ہیں

اور نبی کے لئے مطلق کسی معجزہ کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ ظاہر ہو چکا ہے خاص معجزہ کی ضرورت نہیں۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں

عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةٍ

نوقت دیتے ہیں ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھداروں کے واسطے

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ

(توحید کے) دلائل (موجود) ہیں اور (اے محمد) اگر آپ کو تعجب ہو تو

قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرَبَاءَ إِنَّا لَفِي خَلْقٍ

(واقعی) ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا پھر ہم از

جَدِيدُهُ

سرنو (قیامت کے روز) پیدا ہوں گے

ان کی یہ بات تعجب کے لائق اس لئے ہے کہ جو ذات ایسی اشیاء عظیمہ کے پیدا کرنے پر ابتداء قادر ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور اسی سے جواب ہو گیا قیامت کو مستبعد سمجھنے کا اور انکار نبوت کا بھی کیونکہ اس کا مبنی بھی وہی استبعاد تھا ایک کے جواب سے دوسرے کا جواب ہو گیا آگے ان کے لئے وعید ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا

کیونکہ قیامت کے انکار سے خدا کی قدرت کا انکار کیا و نیز انکار نبوت سے (جو کہ قیامت کے انکار سے لازم آیا تھا) حق تعالیٰ کی صفت تائید حق کا انکار کیا کیونکہ ان کے انکار سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خدا نے جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کر دیئے جو کہ جھوٹ کی تائید اور حق کو مشتبہ کر دینا ہے حالانکہ حق تعالیٰ ہمیشہ حق کی تائید کرتے ہیں جھوٹے کے ہاتھ پر معجزات ظاہر نہیں فرماتے۔

وَأُولَئِكَ الْأَغْلَىٰ فِي أَعْتَابِهِمْ وَأُولَئِكَ

اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جا دیں گے اور ایسے

أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ عافیت (کی ختم

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

میعاد) سے پہلے آپ سے مصیبت (کے نزول) کا تقاضا کرتے ہیں

اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھ جائے کہ جب فرشتے ہمارے محافظ ہیں پھر جو چاہو کرو گناہ یا کفر کسی طرح عذاب نازل ہی نہ ہوگا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے آگے اسی کا جواب ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ

مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط

خود اپنی حالت نہیں بدل دیتے

یعنی ابتداء تو حق تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتے مگر اس کی ساتھ یہ بھی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیت میں خلل ڈالنے لگتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان پر مصیبت و عقوبت تجویز کی جاتی ہے۔

وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ط

اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو

پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں

وہ واقع ہو ہی جاتی ہے ایسے وقت میں جن کی حفاظت کا ان کو زعم ہے کچھ نہیں کر سکتے۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِّنْ وَّالٍ ۝۱۱

اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا

حتیٰ کہ فرشتے بھی ان کی حفاظت نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی تو ان کی حفاظت کام نہ آ سکتی اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ ملائکہ کی حفاظت کے ہوتے ہوئے پھر کیوں بعض حوادث پیش آتے ہیں جواب ظاہر ہے کہ من امر اللہ کی اس میں قید ہے جب کسی حکمت کی وجہ سے حفاظت کا حکم نہیں ہوتا وہ ملائکہ اپنا کام نہیں کرتے۔ رہا یہ شبہ کہ حفاظت تو ویسے بھی ہو سکتی تھی ملائکہ کے مقرر ہونے کی کیا ضرورت جواب یہ ہے کہ ضرورت نہ ہونے سے حکمت نہ ہونا لازم نہیں مثل دوسرے اسباب کے اس میں بھی حکمتیں ہوں گی اور اگر کسی کو یہ وسوسہ ہو کہ بعض اوقات باوجود گناہوں کے ارتکاب کے عافیت اور نعمت زائل نہیں ہوتی اور بعض دفعہ باوجود گناہوں سے بچنے کے عافیت اور نعمت زائل ہو جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں ان اللہ لا یغیر الخ کے مقتضا کے خلاف ہیں جواب یہ ہے کہ مابقوم میں اچھی حالت سے مراد رحمت الہی ہے اور اس کے بدلنے سے مراد غضب اور ناراضی ہے جیسا کہ ما بانفسہم میں ان کی حالت سے مراد طاعت کی صلاحیت ہے اور اس کے بدلنے سے

آپ کوئی انوکھے نبی نہیں ہوئے ان میں بھی یہی قاعدہ چلا آیا ہے کہ دعوے نبوت کے لئے مطلق دلیل کو کافی قرار دیا گیا خاص دلیل کا التزام نہیں ہوا اس آیت میں ہادی عام ہے نبی کو بھی اور نائب نبی کو بھی پس ہندوستان میں مطلق ہادی کے آنے سے اس کا نبی ہونا لازم نہیں البتہ محتمل ہے اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں

رابطہ: اوپر بحث نبوت سے پہلے تو حید کا مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف عود ہے اپنا وسیع العلم ہونا اور حافظ خلق ہونا اور عظیم الشان ہونا اور عجیب الدعوات و قادر مطلق ہونا بیان فرماتے ہیں۔ اللہ یعلم تا القہار

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے

تَغِيْضُ الْأَرْحَامَ وَمَا تَزِدُّهُ ط

اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے

بچہ میں یا مدت میں مثلاً کبھی ایک بچہ ہوتا ہے کبھی زیادہ کبھی جلدی ہوتا ہے کبھی دیر میں غرض خدا تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝۱۲ عِلْمُ الْغَيْبِ

اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ

وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ ۝۱۳ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ

اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے تم میں

مَنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ

سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں

هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝۱۴

کہیں چھپ چادے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں

یعنی خدا کے علم میں سب یکساں ہیں سب کو برابر جانتا ہے اور جیسا تم میں سے ہر شخص کو جانتا ہے اسی طرح ہر ایک کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر ہیں) جن کی بدلی ہوتی رہتی

خَلْفَهُ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ط

ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ حکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں

برق کی حقیقت تو وہی ہو جو فلاسفہ کہتے ہیں مگر وہ اس فرشتہ کے قبضہ میں ہو تو اس میں کوئی استبعاد نہیں یا کبھی یہ ہواور کبھی وہ خوب سمجھ لو واللہ اعلم

مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ

اور (دوسرے فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس

بِهَامَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ

پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں

یعنی باوجود خدا کے ایسے عظیم الشان ہونے کے اس کی توحید میں اختلاف کرتے ہیں۔

وَهُوَ شَدِيدُ الْحَالِ ۝۱۳

حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے

جس سے ڈرنا چاہئے مگر یہ لوگ ڈرتے نہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں آگے اپنا مجیب الدعوات ہونا بیان فرماتے ہیں۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے

کیونکہ اس کو دعاء قبول کرنے کی قدرت ہے۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ

اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا

لَهُمْ بَشَىٰ إِلَّا كَبَاسِطٌ كَفِيهِ إِلَى الْمَاءِ

پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوتا ہے

اور اشارہ سے اپنی طرف بلاتا رہا ہو۔

لِيَبْلُغَ قَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ

اس کے منہ تک (اڑ کر) آ جاوے وہ (اس کے منہ تک از خود) آنے والا نہیں

پس جس طرح پانی درخواست قبول کرنے سے عاجز ہے اسی طرح ان کے معبود عاجز ہیں اگر وہ جاندار نہ ہوں تب تو ظاہر ہے اور اگر وہ جاندار ہوں تب بھی قادر حقیقی کے روبرو عاجز ہی ہیں۔

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝۱۴

اور کافروں کی درخواست (ان معبودان باطلہ سے کرنا) محض بے اثر ہے

معصیت مراد ہے پس حاصل مطلب آیت کا یہ ہوا کہ بدوں معصیت کے ہم ناراض نہیں ہوتے پس گناہوں سے بچنے کی صورت میں ناراضی کی نفی یقینی ہے نعمت اور عافیت دینے کا وعدہ نہیں اور تکلیف و معصیت میں مبتلا ہونا ناراضی اور غضب الہی کی دلیل نہیں اس میں اور بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں اور گناہوں کے ارتکاب میں خدا کی ناراضی کسی درجہ میں ضرور مرتب ہو جاتی ہے گو ظاہری نعمت و عافیت زائل نہ ہو نعمت و عافیت ہمیشہ خدا کی رضامندی کی دلیل نہیں ہوتی اس تفسیر سے ایک اور وسوسہ زائل ہو گیا وہ یہ کہ بعض آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی خاص لوگوں کے گناہوں سے عام مواخذہ بھی ہوتا ہے تو غیر مجرم کا مواخذہ ہوتا بظاہر ان اللہ لا یغیر الخ کے منافی ہے جواب ظاہر ہے کہ وہ مواخذہ صورتہ غضب ہے حقیقتہً ناراضی نہیں ہے اور اگر ان لوگوں نے باوجود قدرت کے دوسروں کو سمجھانے میں سستی کی ہو تب تو وہ بھی ایک گناہ کے مرتکب تھے تو کچھ اشکال ہی نہیں۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے

ڈر بجلی کرنے کا اور امید بارش کی۔

وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۵ وَيَسْبِغُ

اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں اور رعد

الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلِئِكَةُ

(فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے

رعد کا ذکر چونکہ آیت میں ملائکہ کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے ظاہر اور ترمذی کی حدیث مرفوعہ سے صراحتہً رعد کا ایک فرشتہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور اسی حدیث سے برق کا اس فرشتہ کے ہاتھ میں آگ کا کوزہ ہونا معلوم ہوتا ہے اس میں بعض نے ایک اشکال نقل کیا ہے اور ایک عقلی نقلی اشکال یہ کہ سورہ بقرہ میں رعد نکرہ آیا ہے اگر فرشتہ کا نام ہوتا تو نکرہ نہ آتا اس کا جواب یہ ہے کہ رعد جیسا فرشتہ کا نام ہے ایسے ہی اس کی آواز کو بھی کہتے ہیں سورہ بقرہ میں چونکہ آواز مراد ہے اس لئے نکرہ آیا عقلی اشکال یہ ہے کہ فلاسفہ نے اس کے خلاف ذکر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس آواز کا ظاہری سبب فلاسفہ کے قول کے مطابق ہو اور حقیقی سبب شریعت کے بیان کے موافق ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں چنانچہ انسان کی آواز کا ظاہری سبب ہوا کی خاص حرکت ہے اور حقیقی سبب اس کی روح ہے اور یہ بھی کہنا مضائقہ نہیں کہ گاہے یہ سبب ہو اور گاہے وہ ہو کیونکہ ایک چیز کے لئے متعدد سبب ہونا جائز ہے اسی طرح

کیونکہ وہ معبودین ان کی درخواست کے قبول کرنے سے عاجز ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اللہ ہی کے سامنے سب سر تسلیم خم کئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے

طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلُّهُمْ

زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے

خوشی سے یہ کہ با اختیار خود عبادت کرتے ہیں اور مجبوری کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو تصرف کرنا چاہتے ہیں کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝۱۵

اور ان کے سامنے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں

یعنی سایہ کو جتنا چاہیں بڑھائیں جتنا چاہیں گھٹائیں ہر طرح خدا کا مطیع ہے اور چونکہ ان وقتوں میں سایہ کا گھٹنا بڑھنا زیادہ ظاہر ہوتا ہے اس لئے ان اوقات کو خاص طور پر ذکر فرمادیا ورنہ سایہ بھی بائیں معنی ہر وقت مطیع ہے۔

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آپ کہیے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے

یعنی چونکہ صفات مذکورہ کے ساتھ وہ تمام عالم کا خالق بھی ہے اس لئے اس مضمون کے ثابت کرنے کے لئے ان ہی سے پوچھئے کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا اور باقی رکھنے والا اور نگہبان کون ہے۔

قُلْ اللّٰهُ

آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہے

یعنی اس کا جواب بھی متعین ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ

پھر آپ یہ کہئے کہ کیا پھر بھی

یعنی ایسے دلائل تو حید سننے کے بعد بھی۔

مِّنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِنَفْسِهِمْ

تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے

پھر شرک کے ابطال اور توحید کے اثبات کے بعد آگے اہل توحید اور اہل شرک اور خود توحید و شرک کے درمیان فرق ظاہر کرتے ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ

آپ یہ (بھی) کہیئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے

یہ مثال ہے شرک اور موحید کی۔

اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ

یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے

یہ مثال ہے شرک اور توحید کی۔

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ

یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی

(کسی چیز کو) پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے

اور خدا تعالیٰ کی خالقیت کے تو وہ لوگ خود مقرر ہیں۔

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ

پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا

اور اس سے شبہ ہو گیا ہو کہ جب دونوں یکساں خالق ہیں تو معبود بھی یکساں ہوں گے اگر یہ شبہ ہے تو دوسروں کی پیدا کی ہوئی چیزیں دکھلا دیں

قُلْ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے

الْقَهَّارُ ۝۱۶

غالب ہے

ذات و صفات کے کمال میں یکتا اور تمام مخلوق پر غالب ہے۔

رابطہ : اوپر توحید کا حق ہونا اور شرک کا باطل ہونا مذکور تھا آگے اس حق و باطل کی مثالیں مذکور ہیں جیسا کہ اوپر بھی ایک مثال مذکور ہوئی ہے۔

انزل من السماء تا الامثال

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے (بھر کر) اپنی مقدار کے

بِقَدَرِهَا

موافق چلنے لگے

مضمون میں مثال بیان کر دیتے ہیں۔

رابط: اوپر مثالوں کے ضمن میں حق و باطل کا حال بیان فرمایا تھا آگے اہل حق و اہل باطل کا حال ہدایت و گمراہی اور بعض اعمال حسنہ و سیدہ کے اعتبار سے نیز ثواب و عقاب کے اعتبار سے مذکور ہے للذین استجابوا تا سوء الدار

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہا مان لیا

اور توحید و اطاعت کو اختیار کر لیا۔

الْحُسْنٰی وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا

ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا

اور کفر و معصیت پر قائم رہے۔

لَهُ لَوْ اَنْ لَهُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ

ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اس کے ساتھ اسی

مَعَهُ لَا فُتْدُوْا بِهِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ

کے برابر بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا

جس کو دوسری آیت میں حساب عسیر فرمایا ہے۔

وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وِبِئْسَ الْبِهَادُ ۝۱۸ اَفَمَنْ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا قرار گاہ ہے جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ

يَعْلَمُ اَنَّمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَسُنَّ

آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص

هُوَ اَعْمٰی

اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے

اور اس علم سے محض ناواقف ہے یعنی کافر و مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝۱۹ الَّذِيْنَ يُؤْفَوْنَ

پس نصیحت تو سمجھدار لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور یہ (سمجھدار) لوگ ایسے ہیں

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْبَيْثَاقَ ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ

کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو توڑتے

یعنی چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی اور بڑے نالے میں زیادہ پانی بہنے لگا

فَاَحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا

پھر وہ سیلاب خس و خاشاک کو بہا لایا جو اس (پانی) کے اوپر (آ رہا) ہے

پس ان دو مثالوں میں دو چیزیں ہیں ایک کارآمد چیز ہے یعنی پانی اور اصل مال اور ایک بیکار چیز ہے یعنی کوڑا کرکٹ میل کچیل وغیرہ

وَمِمَّا يُوقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ

اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور اور اسباب بنانے کی غرض

حَلِيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلَهُ ط كَذٰلِكَ

سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل ہے اللہ تعالیٰ

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ط

حق اور باطل کی اسی طرح مثال بیان کر رہا ہے

یعنی توحید و ایمان اور کفر و شرک وغیرہ کی۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ج

سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے

اور اس مثال کی تکمیل اگلے مضمون سے ہو جاوے گی۔ (آگے ترجمہ)

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي

اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے

الْاَرْضِ ط

ساتھ) رہتی ہے

تاکہ لوگوں کو اس سے نفع پہنچے حاصل دونوں مثالوں کا یہ ہوا کہ جیسا ان مثالوں میں میل کچیل تھوڑی دیر کے لئے اصلی چیز کے اوپر نظر آتا ہے لیکن انجام کار وہ پھینک دیا جاتا ہے اور اصلی چیز رہ جاتی ہے اسی طرح باطل اور ناحق بات گو چند روز حق کے اوپر غالب نظر آوے لیکن آخر کار باطل مٹ مٹا کر مغلوب ہو جاتا ہے اور حق باقی اور ثابت رہتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝۲۱

اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں

جس طرح اس حق و باطل کی مثال بیان کی گئی اسی طرح ہر ضروری

کہاں ہیں اس سے کہا جاوے گا کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کئے (اس لئے نیچے کے درجہ میں ہیں) وہ کہے گا کہ میں تو اپنے اور ان سب کے لئے عمل کیا کرتا تھا (آخر کار وہ بھی سب اسی کے درجہ میں آ جائیں گے) پھر یہ آیت پڑھی اور جنت کے لائق ہونے کی تفسیر ابن جبیرؒ نے یہی فرمائی ہے کہ مومن ہو اور باپ ماں اولاد سے مراد وہ ہیں جو بلا واسطہ ہوں ورنہ تمام اہل جنت کا ایک ہی درجہ میں ہونا لازم آئے گا اور یہ نصوص کے خلاف ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ان تابعین کے بھی تو بلا واسطہ ماں باپ و اولاد کچھ ہوں گے وہ ان کے واسطہ سے اسی درجہ میں داخل ہو جائیں گے علیٰ ہذا القیاس تو پھر بلا واسطہ کی قید سے بھی کوئی نفع نہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ تابع ہو کر کسی درجہ میں داخل ہوں گے وہ خود صاحب درجہ نہ ہوں گے لہذا ان کی وجہ سے ان کا تابع ہو کر کوئی دوسرا اس درجہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ واللہ اعلم۔

رابطہ: اوپر کفار کا ملعون یعنی رحمت سے دور ہونا مذکور ہوا ہے چونکہ اکثر کفار باعتبار دنیوی ثروت کے خوشحال تھے اس لئے خود ان کو یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اگر یہ لوگ رحمت سے دور ہوتے تو دولت و ثروت سے جو کہ رحمت کے آثار ہیں کیوں کامیاب ہوتے آگے اس شبہ کا جواب ہے اللہ یسطرنا متاع

وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۖ (۱۳)

اور فرشتے ان کے پاس (ہر سمت کے) دروازے سے آتے ہوں گے اور یہ

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۖ (۱۴)

کہتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر)

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے اور جو لوگ

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی چٹنگی کے بعد توڑتے ہیں خدا تعالیٰ نے جن

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ

علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد

وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۚ (۱۵) اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہو

يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ

نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم

وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۖ (۱۶)

رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں

جو کہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کفر سے بچتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا

اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جو یاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور

الصَّلَاةَ وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے نال دیتے ہیں

یعنی اگر کوئی ان کے ساتھ بدسلوکی کرے تو کچھ خیال نہیں کرتے

بلکہ اس سے اچھا ہی سلوک کرتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۖ (۱۷) جَنَّتْ عَدْنٍ

اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی

يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ

داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیٹیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق ہوں گے

یعنی مسلمان ہوں گے ان لوگوں کے درجہ کے نہ ہوں۔

وَذَرِيَّتِهِمْ

وہ بھی داخل ہوں گے

یعنی وہ بھی جنت میں ان کی برکت سے ان ہی کے درجوں میں داخل

ہوں گے۔ یہ مضمون اس آیت کی تفسیر میں ابن جبیرؒ سے منقول ہے کہ مقربین

کی برکت سے ان کے ماں اور باپ اور اولاد و ازواج بھی جہاں ان ہی کے

درجہ میں داخل ہوں گے اور آیت کے الفاظ یہ ہیں۔ يدخل الرجل الجنة

فيقول ابن امي ابن ولدي ابن زوجي فيقال لم يعملوا مثل

عملك فيقول كنت اعمل لى ولهم ثم قرأ الآية یعنی نیک آدمی

جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا کہ میری ماں میری اولاد میری بیوی یہ سب

یعنی جس طرح ان معاندین کے لئے قرآن جو کہ اعظم معجزات ہے ہدایت کو کافی نہ ہوا اور ان کے نصیب میں گمراہی رہی اسی طرح جو شخص طریق حق کا طالب ہوتا ہے جس کے اوصاف آگے مذکور ہوتے ہیں حق تعالیٰ اس کو اپنی طرف رسائی بخش دیتے اور گمراہی سے بچا لیتے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ

مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو

الَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿۲۸﴾

اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے

ذکر اللہ کی بڑی فرد قرآن اور اطمینان کی بڑی فرد ایمان ہے یعنی وہ لوگ قرآن کے اعجاز کو نبوت کے لئے کافی دلیل سمجھتے ہیں اور وہی کتابی قرائشیں نہیں کرتے پھر خدا کی یاد اور اطاعت میں ان کو ایسی رغبت ہوتی ہے کہ کفار کی طرح متاع دنیا سے ان کو رغبت اور فرحت نہیں ہوتی ذکر اللہ میں ایسی ہی خاصیت ہے پھر جس مرتبہ کا ذکر ہو اسی درجہ کا اطمینان نصیب ہوتا ہے چنانچہ قرآن سے ایمان اور طاعات و اعمال صالحہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ شدید تعلق اور پوری توجہ میسر ہوتی ہے اور ایک آیت میں ذکر اللہ کی خاصیت خوف و خشیت بتلائی گئی و اذا ذکر الله وجلت قلوبهم (جب خدا کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اس کو اس آیت سے کوئی تعارض نہیں کیونکہ اطمینان کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں کہ دوسری چیز کی طرف رغبت و توجہ کرنے سے کافی ہو جائے یہ خوف کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے خوشحالی ہے

وَحَسَنُ مَا بِ

اور نیک انجامی ہے

جس کو دوسری آیت میں فلنحییہ حیوة طیبہ ولنجزیہنہم اجرہم الخ سے تعبیر فرمایا ہے کہ ہم ان کو دنیا میں (پاکیزہ زندگی) اور (آخرت میں) پورا اجر عطا فرمائیں گے یہ تو کفار اور مومنین کی حالت کا بیان تھا اور اصل مقصود مقام بحث رسالت ہے آگے اس کا تمہ ہے یعنی یہ لوگ جو آپ کی رسالت پر شبہات کرتے ہیں تو آپ کی رسالت کوئی انوکھی چیز تو نہیں ہے پہلے بھی رسول ہوتے آئے ہیں۔

يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

گی اللہ جس کو چاہے زیادہ رزق دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے

یعنی دولت و ثروت ظاہری کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ یہ لوگ مورد رحمت ہیں کیونکہ رحمت و غضب کا یہ معیار نہیں دنیا میں تو رزق کی یہی کیفیت ہے کسی کو فراخی ہے کسی کو تنگی ہے۔

وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا

اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں

اور اس کے عیش و عشرت پر ناز کرتے ہیں مگر ان کا اترنا بالکل فضول اور غلطی ہے۔

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۹﴾

اور یہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاعِ قلیل کے اور کچھ بھی نہیں

اس لئے دنیوی عیش و عشرت پر مدار رحمت و غضب کا نہیں ہو سکتا بلکہ رحمت و غضب کا مدار آخرت کے عیش و عشرت پر ہے۔

رابطہ: اوپر آیات وان تعجب الخ میں نبوت کے متعلق مضمون تھا آگے پھر عود ہے اسی طرف ويقول الذين تا عقاب

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا الْوَلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں

مِّن رَّبِّهِ

نہیں نازل کیا گیا

یعنی آپ کی نبوت میں طعن و اعتراض کرنے کے لئے یوں کہتے ہیں کہ ہماری فرمائش کے موافق کوئی معجزہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔

قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ

آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گمراہ کر دیتے ہیں

یعنی تمہاری ان بیہودہ فرمائشوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری قسمت میں گمراہی لکھی ہوئی ہے وجہ اس کی ظاہر ہے کہ باوجود کافی معجزات کے جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے پھر بھی فضول باتیں کرتے ہو۔

وَيَهْدِي إِلَيْهِم مِّنْ أَنَابٍ ﴿۳۰﴾

اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں

كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ

(اور) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں

تو جس طرح ہم نے پہلی امتوں کی طرف رسولوں کو بھیجا تھا اسی طرح آپ کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

لِتَتْلُوا عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

تاکہ آپ ان کی وہ کتاب پڑھ کر سناویں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے

ان کو چاہئے تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور اس کتاب پر جو کہ معجزہ بھی ہے ایمان لے آتے مگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔

وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ

اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ

إِلَّا هُوَ

وہ میرا ربی اور نگہبان ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں

پس تمہارے ایمان نہ لانے سے میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ اس سے زیادہ کیا کرو گے کہ تم میری مخالفت کرو گے سو اس کی مجھ کو پرواہ نہیں کہ میرا خدا تمام صفات میں کامل ہے وہ میری حفاظت کے لئے کافی ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝۵۰

میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے

اس لئے مجھے توکل کے ثواب کی بھی توقع ہے خلاصہ یہ کہ میری حفاظت کے لئے تو اللہ تعالیٰ کافی ہیں تم میرا کچھ نہیں کر سکتے البتہ تمہارا ہی ضرر ہے آگے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دے

بِهِ الْأَرْضُ

جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی

یعنی بحالت موجودہ تو قرآن کا اعجاز تدبر و تامل کا محتاج ہے لیکن اگر قرآن کے ذریعہ سے ایسے کھلے کھلے معجزات بھی ظاہر ہو جاویں خواہ اسی

قرآن سے یا اور کوئی دوسرا قرآن ہوتا جب بھی یہ لوگ ماننے والے نہیں۔

أَوْ كُفِّرَ بِهِ الْهُوتُ

یا اس کے ذریعہ سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں

یعنی مردہ زندہ ہو جاتا اور اس سے باتیں بھی کر لیتے اور یہ وہ معجزے ہیں جن کی فرمائش اکثر کفار کیا کرتے تھے بعضے مستقل طور پر اور بعضے یہ کہتے تھے کہ اگر قرآن سے ان باتوں کا ظہور ہو تو ہم اس کو معجزہ مان لیں۔

بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا

تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے

مطلب یہ کہ اگر ایسے ایسے معجزات بھی قرآن سے ظاہر ہوتے جس سے دونوں طرح کے لوگوں کی فرمائش پوری ہو جاتی مستقل درخواست کرنے والوں کی بھی اور ان کی بھی جو قرآن کے ذریعہ سے ان معجزات کا ظہور چاہتے تھے تب بھی یہ نہ مانتے کیونکہ یہ اسباب حقیقی موثر نہیں۔

أَفَلَمْ يَأْتِئْسَ

بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے

وہ جس کو توفیق عطا فرماتے ہیں وہی ایمان لاتا ہے اور ان کی عادت ہے کہ جو خود چاہے اس کو توفیق دیتے ہیں اور معاند کو محروم رکھتے ہیں اور چونکہ بعض مسلمانوں کا جی چاہتا تھا کہ ان معجزات کا ظہور ہو جائے شاید ایمان لے آئیں اس لئے آگے ان کا جواب ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا

یہ سن کر پھر بھی کیا ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں ہوئی

یعنی یہ سن کر کہ یہ لوگ معاند ہیں ایمان نہ لاویں گے اور یہ کہ سب اختیار خدا ہی کو ہے اور یہ کہ معجزات حقیقی موثر نہیں ہیں کیا اب بھی سکون نہیں ہوتا۔

أَنْ تَوْشَّاءُ اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا

کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو ہدایت کر دیتا

مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے یہ مشیت نہیں ہوئی جس کا قریب سبب ان لوگوں کا عناد ہے تو سب ایمان نہ لاویں گے پھر ان معاندوں کے ایمان کی فکر میں کیوں لگے ہو جب معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تو اس امر کا خیال آسکتا ہے کہ پھر ان کو سزا کیوں نہیں دی جاتی اس کے متعلق ارشاد ہے۔

حالانکہ حق تعالیٰ کی شان معلوم ہو چکی اور ثابت ہو چکا کہ وہ مختار
الکل ہے پھر اس کے برابر کون ہو سکتا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلُوبًا سَمُوتًا

اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہئے کہ
(ذرا) ان (شرکاء) کا نام تو لو

میں بھی سنوں کون ہیں اور کیسے ہیں۔

أَمْ تَتَّبِعُونَ مَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ

کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں
اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو

یعنی اگر تم حقیقتاً ان کو شریک سمجھ کر دعویٰ کرتے ہو تب تو یہ لازم آتا
ہے کہ تم کو ایسی بات کی خبر ہے جس کی خدا کو بھی خبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو
اسی چیز کو موجود جانتے ہیں جو واقع میں موجود ہو اور معدوم چیز کو وہ موجود
نہیں جانتے ورنہ خدا کے علم کا غلط ہونا لازم آوے گا تو حق تعالیٰ تو کسی کو
بھی اپنا شریک واقع میں نہیں جانتے تو تم خدا سے بھی زیادہ جانتے والے
ہوئے اور یہ محال ہے پس ان کا حقیقی شریک ہونا بھی محال ہے اور فی
الارض اس لئے کہا کہ آسمان میں شرکاء کے وجود کے وہ خود بھی قائل نہ
تھے۔

أَمْ بَظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ

یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے ہو

اور حقیقتاً شریک نہیں کہتے بلکہ یہ لفظ ہی لفظ ہیں جن کا مصداق کوئی
نہیں اگر یہ صورت ہے تو تم نے ان کے شریک نہ ہونے کو خود تسلیم کر لیا پس
شرک کا بطلان دونوں صورتوں میں ثابت ہو گیا صورت اول میں دلیل
سے اور دوسری صورت میں خود تمہارے تسلیم کرنے سے اور یہ تقریر
باوجودیکہ اعلیٰ درجہ میں کافی ہے مگر یہ لوگ نہ مانیں گے۔

بَلْ زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرَهُمْ وَاسْتَوْدَعُوا

بلکہ ان کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں مرغوب

السَّبِيلِ

معلوم ہوتی ہیں

جن سے دلیل پکڑ کے بتلائے شرک ہو رہے ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا تَصِيبُهُمُ بَيَاصَعُوا قَارِعَةً

اور یہ (مکہ کے) کافروں ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان
کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے

کہیں قتل ہوتے ہیں کہیں قید کہیں ہزیمت ہوتی ہے۔

أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ

یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے

اگر کوئی حادثہ ان پر نہیں بھی پڑتا تو کسی دوسری قوم پر آفت آتی ہے
جس سے ان کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہم پر بھی یہ بلا نہ آوے۔

حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جاوے گا

یعنی آخرت کے عذاب کا سامنا ہو جاوے گا جو کہ مرنے کے بعد شروع ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ

یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے

پس ان پر عتاب کا آنا یقینی ہے گو بعض اوقات توقف سہی اور ان لوگوں
کا بہ معاملہ تکذیب و استہزاء کا کچھ آپ کے ساتھ خاص نہیں اسی طرح
عذاب میں توقف ہونا کچھ ان کے لئے مخصوص نہیں بلکہ پہلی امتوں اور پہلے
رسولوں کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے۔ ربط: اوپر ذکر رسالت کے ضمن
میں بل للہ الامر جمیعاً میں توحید کا ذکر آ گیا تھا آگے اس کے مقابلہ
میں شرک اور اہل شرک کی قباحت بیان فرماتے ہیں افمن هو تاہاد

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَامْلَيْتُ

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے

لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دار و گیر کی سو میری سزا

عِقَابٍ ۝۳۲ أَفَمِنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ

کس طرح کی تھی پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو وہ اور

بِمَا كَسَبَتْ

ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں

وَمَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَبَالَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۲

اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق) سے محروم رہ گئے ہیں اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کا کوئی راہ پر لایا نہیں

یعنی اصل بات وہی ہے جو اوپر گزر چکی بل للہ الامر جمیعاً کہ سب کام خدا کے قبضہ میں ہیں البتہ وہ گمراہ اسی کو کرتے ہیں جو باوجود حق واضح ہو جانے کے پھر بھی عناد کرتا ہے۔ رابطہ: اوپر مشرکین کے طریقہ کی قباحت مذکور تھی آگے انکی سزا کا بیان ہے اور مقابلہ کیلئے مومنین کی جزا و صلہ کا بھی بیان ہے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

ان کے لئے دنیوی زندگی میں (بھی) عذاب ہے

وہ عذاب قتل اور قید و ذلت یا امراض و مصائب ہیں کیونکہ کفار کے حق میں یہ امور عذاب ہی ہیں اور مومنین کے لئے رحمت کہ ان کے واسطے بلندی درجات اور کفارہ سینات کا سبب ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ

اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے اور اللہ (کے عذاب)

اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۳۳ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ

سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا

الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۳۴

گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کی) عمارات و اشجار کے نیچے نہریں

أَكْهَادٌ آيْمٌ وَظِلُّهَا ۖ

جاری ہوں گی اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا

میوؤں کے دائم رہنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی نوع ہمیشہ باقی رہے گی یعنی اگر ایک بار میوہ کھا لیا دوسرا اس کے عوض درخت پر اور لگ جائے گا اور سایہ کے دوام کی یہ وجہ ہے کہ وہاں آفتاب نہ ہوگا اور اس سے یہ وسوسہ نہ ہو کہ پھر روشنی بھی وہاں نہ ہوگی کیونکہ روشنی آفتاب پر ہی منحصر نہیں

رابطہ: اوپر نبوت کی بحث قریب ہی آئی ہے آگے اسی کے متعلق اہل کتاب کی حالت اور ان کے بعض شبہات کا جواب مذکور ہے۔ والذین قام الکتاب

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى

یہ تو انجام ہو گا متقیوں کا اور کافروں کا انجام

الْكَافِرِينَ النَّاسُ ۝۳۵ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمْ

دوزخ ہو گا اور جن لوگوں کو ہم نے

الْكِتَابِ

کتاب دی ہے

اور وہ اس کو پورے طور سے مانتے بھی تھے۔

يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

وہ اس کتاب سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے

کیونکہ وہ اس کی خبر اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور خوش ہو کر مان لیتے ہیں جیسے یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ہمراہی اور نصاریٰ میں نجاشی شاہ حبشہ اور ان کے فرستادے جن کا ذکر دوسری آیات میں بھی ہے۔

وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ بَعْضَهُ ۖ

اور ان ہی گروہ میں بعض ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں

جس میں ان کی کتاب کے خلاف احکام ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۖ

آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں

یعنی احکام دوم کے ہیں اصول اور فروع اگر تم اصول میں مخالفت کرتے ہو تو اصول تو سب شریعتوں کے یکساں ہیں چنانچہ مجھ کو بھی تو حید کا حکم ہوا ہے۔

إِلَيْهِ أَدْعُوا

میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں

یعنی عقائد میں تو حید کے بعد نبوت ہے سو اس کا حاصل یہ ہے کہ میں داعی الی اللہ ہوں۔

وَإِلَيْهِ مَآبٍ ۝۳۶

اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے

یعنی آخرت کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے کہ سب کو خدا کے پاس لوٹنا ہے غرض عقائد میں یہ تین بڑے اصول ہیں سو ان میں ایک بات بھی انکار کے قابل نہیں چنانچہ تو حید سب کے نزدیک مسلم ہے اور رہی نبوت تو میں اپنے لئے میں مال و جاہ نہیں چاہتا جس پر انکار کی گنجائش ہو محض اللہ کی طرف بلاتا

آگے اس کو مکرر مفصل ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اختلاف احکام کی وجہ سے نبی پر شبہ کرتا ہے وہ درپردہ نبی کو احکام کا مالک سمجھتا ہے کہ خود جو چاہا حکم کر دیا حالانکہ یہ غلط ہے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا

اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں ہوا کہ ایک آیت بھی بدوں خدا کے حکم

بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٍ ﴿۳۸﴾

کے لائے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں

یعنی احکام کا مقرر ہونا خدا تعالیٰ کی اجازت و اختیار موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کی وجہ سے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں بعض امور میں دوسرے احکام آتے ہیں اور پہلے احکام موقوف ہو جاتے ہیں اور بعض بحالہ باقی رہتے ہیں۔

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۖ

خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں

وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ﴿۳۹﴾

قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے

یعنی لوح محفوظ جس میں یہ سب احکام ناسخ و منسوخ درج ہیں وہ سب کی جامع اور گویا میزان الکل ہے غرض جہاں سے یہ احکام آتے ہیں وہ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے پس احکام کے موافق یا مخالف احکام لانے کی کسی کو گنجائش نہیں ہو سکتی۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ الخ کی سہل اور بے تکلف اور مناسب مقام تفسیر یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حکماً عربیاً سے صرف اہل عرب کا آپ کی امت ہونا نہ سمجھا جاوے سورۃ ابراہیم میں عنقریب اس کی وجہ معلوم ہو جائے گی کہ باوجود آپ کی نبوت عام ہونے کے قرآن کی زبان عربی کیوں ہوئی۔

رابطہ اوپر اہل کتاب جو منکر نبوت تھے ان کے متعلق کلام تھا آگے دوسرے کفار جو منکر نبوت تھے ان کے متعلق کلام ہے وان مانرینک تا علم الکتاب۔

وَإِنْ مَا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں

یعنی یہ لوگ جو اس بنا پر نبوت سے انکار کرتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا تو اس کے متعلق سن لیجئے۔ یعنی آپ کی حیات میں ان پر کوئی عذاب آ جاوے۔

ہوں سوائے لوگ پہلے بھی ہوئے ہیں جن کو تم بھی مانتے ہو اسی طرح معاد کا عقیدہ بھی مشترک اور مسلم ہے اس میں بھی انکار کی گنجائش نہیں اور تم فروع میں مخالفت کرتے ہو تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ یوں دیتے ہیں (ترجمہ)

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۖ

اور اسی طرح ہم نے اس کو اسی طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں

عربی کے لفظ سے اشارہ ہو گیا دوسرے انبیاء کی دوسری زبانوں کی طرف اور زبانوں کے اختلاف سے امتوں کے اختلاف کی طرف اشارہ ہو گیا پس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اور رسولوں کو خاص خاص زبانوں میں خاص امتوں کے لئے مخصوص احکام دیئے گئے ہیں تو فروع کا اختلاف بوجہ امتوں کے اختلاف کے ہو کیونکہ ہر زمانہ میں امتوں کے مصالح جدا گانہ ہوتے ہیں پس یہ اختلاف احکام مخالفت کا منشا نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شریعتیں تمہاری مسلمہ ہیں ان میں بھی ایسا اختلاف احکام کا ہوا ہے پھر تمہاری مخالفت و انکار کی کیا گنجائش ہے۔

وَلَكِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ

اور اگر آپ (بفرض محال) ان کے نفسانی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد

مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ

اس کے کہ آپ کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں کوئی نہ

وَلَا وَاقٍ ﴿۴۰﴾

کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا

اور جب نبی کو ایسا خطاب کیا جا رہا ہے تو اور لوگ انکار کر کے کہاں رہیں گے سو اس میں اہل کتاب پر تعرض ہے غرض دونوں صورتوں پر منکرین کا جواب ہو گیا اہل کتاب میں سے بعضوں کو نبوت پر اعتراض تھا کہ ان نبی کے پاس متعدد بیبیاں ہیں آگے اس کا جواب ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے

لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ

اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے

تو یہ کون سا رسالت کے منافی امر ہے اور چونکہ اختلاف احکام کا شبہ اور شبہات سے زیادہ مشہور تھا اور اوپر اس کا ذکر اجمالاً ہوا ہے اس لئے

پس خواہ چھوٹا عذاب ہو یا بڑا اس کو ان کے معبودوں وغیرہ میں سے کوئی رو نہیں کر سکتا۔

وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۳۱

اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے

اگر ان کو چندے مہلت بھی ہوگئی تو کیا ہے وقت کی دیر ہے پھر فوراً ہی سزا شروع ہو جاوے گی آگے بتلاتے ہیں کہ یہ جو رسول کی ایذا یا اسلام کی تنقیص کی تدبیریں طرح طرح سے کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں مگر کچھ بھی نہ ہوا کوئی بھی غرض حاصل نہ ہوئی۔

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ط

سواصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے

اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی سوائے اللہ نے ان کی تدبیریں نہ چلنے دیں۔

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ط وَسَيَعْلَمُ

اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا

الْكٰفِرُ لِمَنْ عُقِبِيَ الدَّارِ ۝۳۲

جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے

آیا ان کے یا مسلمانوں کے یعنی عنقریب ان کو اپنی بد انجامی اور سزائے اعمال معلوم ہو جائے گی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ط

اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں

یہ لوگ ان سزاؤں کے بھولے ہوئے ہیں۔

قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ لَا

آپ فرمادیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ

وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝۳۳

اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں

پس تمہارے انکار بے معنی سے کیا ہوتا ہے میری نبوت پر پہلی کتابیں

أَوْ تَتَوَفَّيَنَّكَ

خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں

یعنی آپ کے سامنے عذاب نہ بھیجیں پھر بعد میں واقع ہو خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں تو دونوں حالتوں میں آپ فکر و اہتمام نہ کریں۔

فَاتِّمِنَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝۳۴

پس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور دارو گیر کرنا تو ہمارا کام ہے آپ اس فکر میں کیوں پڑیں کہ اگر واقع ہو جاوے تو بہتر ہے شاید یہ ایمان لے آویں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ

کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چار طرف سے برابر کم کرتے

أَطْرَافِهَا ط

چلے آتے ہیں

یعنی ان کافروں پر بھی تعجب ہے کہ یہ لوگ عذاب کے وقوع کا کیسے ایک لخت انکار کر رہے ہیں حالانکہ اس کے مقدمات دیکھ رہے ہیں کہ فتوحات اسلامیہ کی وجہ سے ان کی عمل داری روز بروز گھٹتی جا رہی ہے یہ بھی تو ایک قسم کا عذاب ہے جو اصلی عذاب کا مقدمہ ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں ہے وَلَنَذِيقَنَّهُم مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ کہ بڑے عذاب سے پہلے ہم ان کو ادنیٰ عذاب کا مزہ چکھائیں گے لیکن اگر یہ سورۃ مکی ہو تو اس تفسیر پر بظاہر یہ اشکال ہوگا کہ ہجرت سے پہلے فتوحات اسلامیہ نہ تھیں تو اس وقت ان کی عملداری کہاں کم تھی اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہ خاص آیت مدنی ہو دوسرے یہ کہ فتوحات سے مراد عام ہے خواہ خوشی سے ہوں یا جبراً ہوں پس لوگوں کا اسلام قبول کرنا یہ بھی اسلامی فتح ہے مگر طوعاً اور جہاد کے بعد جو اسلام کا غلبہ ہوا وہ فتح اسلامی جبراً تھی اور یقینی بات ہے کہ ہجرت سے پہلے بھی اسلام پھیل رہا تھا اور قبائل عرب سے گزر کر حبشہ تک پہنچ گیا تھا جس سے کفار کو اندیشہ رہتا تھا کہ اگر اسی طرح اسلام کو ترقی رہی تو ایک دن ہم کو مغلوب ہونا پڑے گا پس اسلامی فتوحات ہجرت سے پہلے شروع ہو گئی تھیں مگر ان کا ظہور ہجرت کے بعد ہوا اور یہی جواب ہے اس آیت کا جو سورۃ انبیاء میں اسی قسم کی واقع ہے اور وہ سورت مشہور قول پر مکی ہے۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ط

اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں

الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى

ان کافروں کو جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور (بلکہ)

الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کی راہ (مذکور سے) روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے

وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا

متلاشی رہتے ہیں

یعنی جب یہ کتاب خدا کا راستہ بتلاتی ہے تو جو اس راہ کو نہ خود قبول کریں اور نہ دوسروں کو اختیار کرنے دیں بلکہ لوگوں کو اس سے روکیں اور اس میں شبہات نکالتے رہیں جن کے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں (آگے ترجمہ)

أُولَٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ۝۳

ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں

یعنی ان کی گمراہی حق سے بہت دور ہے آگے بتلاتے ہیں کہ اس کتاب کے منجانب اللہ منزل ہونے پر جو بعض کفار کو یہ شبہ ہے کہ یہ قرآن عربی کیوں ہے جس سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تصنیف کر لیا ہوگا کیونکہ وہ بھی عربی ہیں عجمی زبان میں کیوں نہیں ہوا تاکہ یہ احتمال ہی نہ ہو سکتا نیز قرآن عجمی ہونے میں دوسری آسمانی کتابوں کے ساتھ موافق بھی ہو جاتا ہے تو یہ شبہ محض لغو ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ

اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

کر بھیجا ہے تاکہ ان سے (احکام الہیہ کو) بیان کریں

پس اصل مقصود احکام کا بیان کرنا ہے زبانوں کا موافق ہونا مقصود نہیں یہ کیا ضرور ہے کہ جس زبان میں توریت ہو اسی زبان میں قرآن بھی ہو جب سب پیغمبر اپنی اپنی قوم میں ان ہی کی زبان میں احکام لے کر آئے تو آپ کے لئے بھی یہی قاعدہ رکھا گیا کہ آپ کی قوم چونکہ عرب ہیں گو امت تمام عالم ہے اس لئے عربی زبان میں یہ کتاب نازل کی گئی پس وہ شبہ محض لغو ہے یہ تو حکمت ہوئی قرآن کے عربی زبان ہونے کی اور عجمی میں نہ ہونے کی رہا یہ احتمال کہ جب قرآن بھی عربی ہے اور رسول بھی عربی ہیں تو شاید آپ نے خود تصنیف کر لیا ہو تو

جن میں میری تصدیق ہے اور اس کے سچے ماننے والے شاہد ہیں اور اس سے مراد وہ علماء اہل کتاب ہیں جو کہ منصف تھے اور نبوت کی پیشین گوئی دیکھ کر ایمان لے آئے تھے خلاصہ یہ کہ میری نبوت کی دو دلیلیں ہیں ایک عقلی ایک نقلی، عقلی تو وہ معجزات ہیں جو خدا نے مجھ کو عطا فرمائے ہیں اور خدا کی گواہی کا یہی مطلب ہے اور نقلی یہ کہ آسمانی کتابوں میں پہلے سے اس کی خبر موجود ہے اگر یقین نہ آوے تو منصف علماء سے پوچھ لو وہ ظاہر کر دیں گے پس دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہوتے ہوئے میری نبوت کا انکار کرنا بجز بدبختی کے اور کیا ہے کسی عاقل کو اس میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم سورة ابراهيم مكية

و هي احدى و خمسون آية كذا في البصاوى

رابط: اس سورۃ کے شروع سے رسالت کی بحث ہے اور اس سے اس

کے آغاز کو سورۃ رعد کے خاتمہ سے مناسبت ہے الرنا الحکیم

(۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (۷۲)

سورۃ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں باون (۵۲) آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّفِکْتُبْ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ

الر (یہ قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ

الْظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ

آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف

الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝۱

یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں

روشنی میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ راہ بتلاویں اور تاریکیوں سے مراد کفر و معصیت اور روشنی سے مراد ایمان و ہدایت ہے۔

اللّٰهِ الَّذِیْ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۝

وہ ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین

وَوٰیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۝۲

میں ہے اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے

مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ ط

تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

معاملات یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے

کیونکہ نعمت کو یاد کر کے شکر کرے گا اور مصیبت کو اور اس کے زوال کو یاد کر کے آئندہ حوادث میں صبر کرے گا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ

اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ

اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجَاكُمْ مِّنْ اِلٍ فِرْعَوْنَ

تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو

يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ

تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور

اَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ط

تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے

یعنی لڑکیوں کو جو بڑی ہو کر عورتیں ہو جاتی تھیں نہ مارتے تھے تاکہ ان سے کار و خدمت لیں سو یہ بھی مثل ذبح ہی کے ایک مصیبت تھی۔

وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا

یعنی مصیبت میں بلاء تھی اور نجات میں نعمت تھی اور بلاء اور نعمت دونوں بندہ کے لئے امتحان ہیں پس اس میں موسیٰ علیہ السلام نے خدائی معاملات کی یعنی نعمت اور مصیبت دونوں کی یاد دہانی فرمادی۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اور وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝

زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو (مجھ کو) میرا عذاب بڑا سخت ہے

یعنی شکر کا بدلہ تو خواہ دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو ضرور ملے گا اور ناشکری میں سخت عذاب کا احتمال ہے۔

یہ احتمال قرآن کے اعجاز نے دفع کر دیا حق تعالیٰ فرماتے ہیں فاتوا بسورة من مثله کہ (اگر رسول پر یہ شبہ ہے کہ اس نے خود تصنیف کر لیا ہے تو تم بھی تو عربی زبان دان ہو بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشاق ہو اگر عربی زبان والا قرآن کو تصنیف کر سکتا ہے تو) تم اس جیسی کوئی ایک ہی سورت بنا لاؤ اور اگر باوجود بڑی غیرت دلانے کے بھی کسی سے قرآن کی مثل ذرا سی سورة بھی نہ بن سکی پس اعجاز قرآنی سے یہ احتمال بالکل جاتا رہا اور بلسان قومہ سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب آپ کی قوم عرب ہے تو آپ صرف عرب کے نبی ہوئے حالانکہ اسلام کا ضروری عقیدہ یہ ہے کہ آپ تمام عالم کے نبی ہیں جواب یہ ہے کہ آپ کی قوم کے عرب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امت بھی وہی ہوں کیونکہ قوم اس خاص جماعت کو کہتے ہیں جن سے خاص تعلق ہو خواہ نسب کی بھی شرکت ہو یا نہ ہو اور امت وہ ہے جن کی طرف نبی بھیجا گیا ہو پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے مگر سارا عالم آپ کی قوم تو نہیں ہو سکتا قوم وہی کہلائے گی جن میں آپ پیدا ہوئے جن کے ساتھ نسب وغیرہ کی شرکت ہو یا امت آپ کی تمام عالم ہے پس امت اور قوم ایک چیز نہیں ہیں قوم خاص ہے امت عام ہے باقی رہا یہ اشکال کہ جب تمام عالم آپ کی امت ہے تو قرآن سب زبانوں میں نازل ہونا چاہئے تھا تا کہ باسانی سب سمجھ لیتے اس کا جواب یہ ہے کہ زبانیں متعدد ہونے سے اختلاف بڑھ جاتا اور کوئی ایسی ایک اصل نہ ہوتی جس سے اختلافات میں رجوع کیا جاتا اور یہ مفسدہ نزول قرآن کی حکمت کے منافی ہے رہا سمجھنا اور سمجھانا وہ تراجم اور تفاسیر سے بھی ہو سکتا ہے اور تراجم کے اختلاف کے وقت اصل زبان کی تحقیق کر کے اختلاف رفع ہو سکتا ہے۔

فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن

پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں

يَشَاءُ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور وہی (سب امور پر) غالب ہے حکمت والا ہے

پس بوجہ غالب ہونے کے وہ سب کو ہدایت کر سکتا تھا مگر بہت سی حکمتیں اس کو مقتضی نہ ہوئیں۔

رابطہ: اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مضمون تھا آگے اس کی تائید کے لئے دوسرے رسولوں کا ذکر تھا کہ معلوم ہو جائے کہ رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں کہ اس کا انکار کیا جاوے ولقد ارسلنا قاصداً

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر کی)

وَقَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تَكْفُرُؤَا أَنْتُمْ وَمَنْ

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (یہ بھی) فرمایا کہ اگر تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا لَا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ

سب کے سب بل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج

حَمِيدٌ ۵

ستودہ صفات ہیں

یعنی وہ اپنی ذات و صفات میں کامل ہے اس کو کسی کے شکر وغیرہ کی احتیاج نہیں پس اللہ تعالیٰ کا تمہاری ناشکری سے کوئی ضرر نہیں ہو سکتا ہے اور اپنا ضرر تم سن چکے ہو کہ عذاب الہی بہت سخت ہے اس لئے شکر کرنا ناشکری مت کرنا شکر میں ایمان اور ناشکری میں کفر بھی داخل ہے۔

رابطہ: آگے مجملہ بعض اور انبیاء جیسے نوح اور ہود علیہم السلام کا ذکر ہے اور مضمون رسالت کے ساتھ ہر مقام پر انکار کرنے والوں کا وبال بھی ساتھ ساتھ ہے الم یا تکم تا عنید

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

(اے کفار مکہ) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے

قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ

ہیں یعنی قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور جو لوگ

مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ط

ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا

یعنی ان کی مفصل حالت کا علم خدا ہی کو ہے کیونکہ ان کے تفصیلی حالات منضبط اور منقول نہیں ہوئے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اوپر اہل مکہ سے جو سوال کیا گیا ہے کہ کیا تم کو ان لوگوں کے واقعات نہیں پہنچے الخ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کا ان کو علم تھا اور یہاں فرمایا ہے کہ ان کی اللہ کو خبر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ کو ان کا علم نہ تھا جواب یہ ہے کہ اوپر اجمالی علم مراد تھا اور اجمالاً ان کو علم تھا اور یہاں تفصیلی علم مراد ہے اور تفصیل کے ساتھ ان کو علم نہ تھا آگے وہ واقعات بیان کرتے ہیں۔

جَاءَتْهُمْ رَسُولُهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَرَدُؤَا

ان کے پیغمبر ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے

أَيَّدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ

اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دیدئے

یعنی ان میں جو کافر تھے وہ مانتے تو کیا الٹی یہ کوشش کرتے تھے کہ ان کو بات تک نہ کرنے دیں۔

وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ

اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں

یعنی جس توحید و ایمان کے بارہ میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ خدا نے تم کو اس کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

وَأِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ

اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی جانب سے بڑے شبہ میں

مَرِيِبٌ ۶

ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہیں

مقصود اس سے توحید و رسالت دونوں کا انکار کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم اپنی رائے سے خود توحید کی دعوت کر رہے ہو خدا کی طرف سے مامور اور بھیجے ہوئے نہیں ہو۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا اللَّهِ شَكُّ فَاطِرِ

ان کے پیغمبروں نے کہا کیا (تم کو) اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو کہ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے

یعنی ان چیزوں کا پیدا کرنا خود اس کی ہستی اور وحدانیت کی دلیل ہے پھر اس دلیل کے ہوتے ہوئے شک میں پڑنا بڑے تعجب کی بات ہے آگے بتلاتے ہیں کہ تم جو توحید کی دعوت کو مستقل طور پر ہماری طرف منسوب کر رہے ہو کہ ہم خود بخود بدوں خدا کے حکم کے توحید کی طرف بلاتے ہیں یہ بھی محض غلط ہے اگرچہ توحید حق ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اگر کوئی اپنی رائے سے بھی اس کی دعوت کرے تو زیبا ہے لیکن اس وقت تو ہماری دعوت خدا تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے۔

يَدْعُوَكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ

وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور معین وقت

وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ط

تک تم کو (خیر و خوبی کے ساتھ) حیات دے

مطلب یہ کہ توحید علاوہ فی نفسہ حق ہونے کے تم کو دونوں جہان میں نافع بھی ہے دنیا میں تو مدت العمر چین کی زندگی نصیب ہوگی اور آخرت میں مغفرت کیونکہ اسلام سے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد اور حدود و قصاص معاف نہیں ہوتے اور اس جواب میں توحید و رسالت دونوں کے متعلق جواب ہو گیا چنانچہ تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے۔

قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط

انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں تم یوں چاہتے ہو

تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ

کہ ہمارے آباء اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت)

يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَاتُونَا بِسُلْطَنِ مُّبِينٍ ⑩

اس سے ہم کو روک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھاؤ

حاصل ان کے کلام کا یہ ہے کہ تم بشر ہو اور بشریت رسالت کے منافی ہے جب تم پیغمبر نہیں ہو تو جو کچھ توحید کے بارے میں کہتے ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں اور شرک کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے بزرگ اسی کو کرتے آئے ہیں پس اگر تم رسالت کے مدعی ہو تو علاوہ ان دلائل و معجزات کے جواب تک نبوت پر قائم ہو چکے ہیں کوئی ایسا معجزہ دکھاؤ جو ان سب سے زیادہ واضح ہو اس تقریر میں نبوت پر تو کلام ظاہر ہے اور اشارۃً اپنے آباء و اجداد کے شرک ہونے سے توحید پر بھی اعتراض کر دیا کہ بتوں کی پرستش قدیم سے چلی آ رہی ہے اور توحید نئی چیز ہے پس خلاصہ ان کی تقریر کا تین باتیں ہیں۔ ۱۔ توحید کا انکار اپنے آباء و اجداد کے فعل سے ۲۔ نبوت کا انکار بشریت اور رسالت میں منافات کا دعویٰ کر کے ۳۔ صاف معجزہ کا مطالبہ علاوہ پہلے معجزات کے۔ سو توحید کے متعلق تو فاطر السموات والارض میں جواب ہو گیا کیونکہ عقلی دلیل کے سامنے رسم قدیم کوئی چیز نہیں دوسرے امر کی نسبت انبیاء نے فرمایا کہ ہم اپنے بشر ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

قَالَتْ لَهُمْ رَسُولُهُمْ إِنْ تَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ

ان کے رسولوں نے (ان کے جواب میں) کہا کہ ہم بھی تمہارے

مِثْلَكُمْ وَلَكِنَّ

جیسے آدمی ہی ہیں لیکن

ہم بشریت اور نبوت میں منافات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ نبوت حق تعالیٰ کا ایک احسان ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں کہ انسان پر خدا تعالیٰ کا احسان نہ ہو سکے۔

اللَّهُ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَمَا

اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمائے اور یہ بات

كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَنِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط

ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے

یہ ان کی تیسری بات کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دعویٰ کے لئے مطلق دلیل ضروری ہوتی ہے خاص دلیل لازم نہیں اور ہم اپنے دعویٰ نبوت پر سابق معجزات سے دلیل قائم کر چکے رہا خاص معجزہ جس کو تم صاف دلیل سے تعبیر کرتے ہو وہ ہمارے ذمہ لازم نہیں دوسرے وہ ہمارے اختیار میں بھی نہیں پس تمہارے تمام شبہات کا جواب ہو گیا اس پر بھی اگر نہ مانو اور مخالفت کئے جاؤ تو خیر ہم تمہاری مخالفت سے نہیں ڈرتے بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہیں کیونکہ ہم با ایمان ہیں اور ایمان توکل کو مقتضی ہے اس لئے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑪ وَمَا

اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور ہم کو اللہ پر

لَنَا إِلَّا تَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا

بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے

سَبَلَنَا ط

ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) راستے بتلا دیئے

جس کا اتباع افضل ہو اس پر ضرور بھروسہ کرنا چاہئے۔

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا أَدْبَرْتُمُونَا ط

اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے

یعنی خارجی ضرر سے تو ہم توکل کی برکت سے بے فکر ہو گئے رہا داخلی ضرر کہ تمہاری مخالفت سے رنج اور غم ہوتا اس سے بھی ہم کو بے فکری ہے کیونکہ ہم اس پر صبر کریں گے جس کا ہم کو ثواب ملے گا اور صبر کا حاصل بھی وہی توکل ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے
غرض اس تمام بلغ گفتگو کے بعد بھی کفار نرم نہ ہوئے بلکہ زیادہ سرکش
کرنے لگے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرُّسُلِ هُمْ لَنْ يُخْرِجَكُمْ

اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے

مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا

نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ

پھر آنے کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام پہلے ان کے
مذہب میں تھے بلکہ نبوت سے پہلے انبیاء کی خاموشی سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ
ان کا اعتقاد بھی ہم ہی جیسا ہوگا اس لئے پھر آ جاؤ کہا۔

فَاَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ﴿١٣﴾

پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ ہم
ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے

یہ بیچارے تم کو کیا نکالیں گے۔

وَلَنَسُكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ لِمَنِ

اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین پر آباد رکھیں گے (اور)

خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ﴿١٤﴾

یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے
ڈرے اور میری وعید سے ڈرے

مراد یہ کہ جو مسلمان ہو جس کی علامت قیامت اور وعید سے ڈرنا ہے
ان سب کے لئے یہ وعدہ عذاب سے نجات دینے اور آباد رکھنے کا عام ہے۔

وَأَسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿١٥﴾

اور کفار فیصلہ چاہنے لگے

یعنی پیغمبروں نے جو کفار سے یہ بات کہی کہ تم نے دلائل کے فیصلہ کو نہ
مانا اب عذاب سے فیصلہ ہونے والا ہے تو وہ اپنی جہالت اور عناد کی وجہ سے
پھر بھی نہ ڈرے بلکہ کمال پیا کی سے اس فیصلہ کی درخواست کرنے لگے۔

مِّنْ وَرَائِهِ

اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب بے مراد ہوئے

یعنی ہلاک ہو گئے اور جو ان کی مراد تھی کہ اپنے کو حق پر سمجھ کر فتح و ظفر
چاہتے تھے وہ حاصل نہ ہوئی۔

رابطہ: اوپر منکر رسالت کا دنیوی عذاب مذکور تھا آگے اخروی عذاب
کا ذکر ہے۔ من ورائہ تا غلیظ

جَهَنَّمَ

اس کے آگے دوزخ ہے

یعنی جس ضدی سرکش کا اوپر ذکر ہوا ہے علاوہ دنیوی عذاب کے اس
کے آگے دوزخ کا عذاب آئے والا ہے۔

وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ﴿١٦﴾ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا

اور اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو کے مشابہ ہوگا

يَكَادُ يُسِيغُهُ

جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے
کی کوئی صورت نہ ہوگی

گھونٹ گھونٹ پینا اور آسانی سے نہ اترنا دو صورتوں سے جمع ہو سکتا ہے
ایک یہ کہ پھنس کر گلے سے اترے تو اتر جاتے کے اعتبار سے پینا صادق آ
گیا اور پھنسنے کے اعتبار سے نہ اترنا صادق آ گیا دوسری صورت یہ کہ پھنس
کر گلے ہی میں رہ جائے اترے نہیں پس اس صورت میں نہ اترنا تو ظاہر
ہے اور پینے کا حکم ارادہ کے اعتبار سے صحیح ہوا کہ پینا چاہے گا مگر پی نہ سکے گا۔

وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ

اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی

بِمَيِّتٍ ط

طرح مرے گا نہیں

بلکہ یوں ہی سسکتا رہے گا۔

وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ﴿١٧﴾

اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہو گا

یعنی یہ بھی نہیں کہ یہی عذاب ایک حالت پر بدستور رہے جس سے

عادت پڑ جانے کا احتمال ہو سکے بلکہ دن بدن بڑھتا رہے گا۔

رابطہ: اوپر منکر رسالت کے عذاب کا ذکر تھا چونکہ بعض منکرین اپنے زعم میں کچھ ثواب کے کام بھی کرتے تھے جن پر نظر کر کے ان کو شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ اعمال عذاب سے بچالیں گے نیز یہ بھی شبہ کرتے تھے کہ قیامت میں زندہ ہونا ہی محال ہے پھر عذاب کی گنجائش کہاں نیز یہ بھی وسوسہ ممکن تھا کہ ہمارے معبود اور وہ لوگ جن کے کہنے سے اس طریق کو ہم اختیار کئے ہوئے ہیں ہمارے کام آویں گے اس لئے آگے ان اعمال کا محض بے اثر ہونا اور قیامت کے وقوع کا ممکن ہونا اور سرداروں کا کام نہ آنا اور شیطان کا قیامت کے دن صاف جواب دے دینا بیان فرماتے ہیں پس مجموعہ کا حاصل یہ ہے کہ تمام راستے نجات کے بند ہیں۔ مثل الذین کفروا تا عذاب الیم

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا

جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں

اگر ان کو اپنی نجات کے متعلق یہ زعم ہو کہ ہمارے اعمال ہم کو نفع ہوں گے تو اس کا قاعدہ کلیہ سن لو۔

بَرِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ

ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو

یعنی ان کے اعمال کی مثال راکھ کی مانند ہے جو اڑنے میں بہت ہلکی ہوتی ہے۔

إِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ط

جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا

يَقْدِرُونَ

اڑالے جائے

کہ اس صورت میں اس راکھ کا کچھ نام و نشان بھی نہ رہے گا۔

مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ط

ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے اس کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا

یعنی ان کے اعمال کا اثر اور نفع اس راکھ کی طرح ضائع و برباد ہو جاوے گا کیونکہ کفر کی آندھی نے سب اعمال کو راکھ کی طرح اڑا دیا ہے۔

ذَلِكَ هُوَ الصَّلَاةُ الْبَعِيدُ ۝۱۸

یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے

کہ گمان تو یہ ہو کہ ہمارے عمل نیک اور نافع ہیں پھر وہ مضر اور برے

ثابت ہوں جیسے بتوں کی عبادت یا غیر نافع ظاہر ہوں جیسے صلہ رحم اور مہمان نوازی وغیرہ چونکہ اس گمراہی کو حق سے بہت بعد ہے اس لئے بعید کہا گیا پس اس طریق سے تو نجات کا احتمال نہ رہا اور اگر ان کا یہ زعم ہو کہ قیامت کا وجود ہی محال ہے اس لئے عذاب کا احتمال نہیں تو اس کا جواب آگے ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ط

کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے

کہ مصالح اور منافع پر مشتمل ہیں ان سے خدا کا قادر ہونا ظاہر ہے۔

إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۹

اس سے اس کا قادر ہونا معلوم ہو گیا پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے

وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝۲۰

اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں

جب نئی مخلوق پیدا کرنا اسے آسان ہے تو تم کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے غرض نجات پانے کا یہ راستہ بھی نہیں نکل سکتا اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ ہمارے سردار ہم کو بچالیں گے تو اس کی حقیقت سن لو۔

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ

اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ

لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

(یعنی عوام و تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے

أَنْتُمْ مَغْنُونُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ

کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم

شَيْءٍ ط

سے ہٹا سکتے ہو

یعنی سرداروں کو ملامت و عتاب کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم نے جو دین کا راستہ ہم کو بتلایا تھا ہم اسی پر ہو لئے تھے اور آج ہم پر عذاب کی مصیبت ہے۔ پس اگر بالکل نہ بچا سکو تو کسی قدر بھی بچا سکتے ہو۔

قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهْدَيْنَاكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا

وہ (جواب میں) کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ)

میرے بہکانے کے بعد تم با اختیار تھے یا مجبور و لاچار ہو گئے تھے سو ظاہر ہے کہ اگر تم نہ مانتے تو میں جبراً تم کو گمراہ نہ کر سکتا تھا۔

فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ ط

تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو اور (زیادہ) اپنے آپ کو کرو

اپنے کو بالکل بری مت سمجھو کیونکہ عذاب کی اصل علت تمہارا ہی فعل ہے اور میرا فعل تو محض ایک بعید سبب ہے پس ملامت کا جواب تو یہ ہے اور اگر اس بات سے تمہارا مقصود مجھ سے مدد لینا ہے تو میں کسی کی کیا مدد کروں گا خود بھی مبتلائے مصیبت اور محتاج امداد ہو رہا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ کوئی میری مدد نہ کرے گا ورنہ میں بھی تم سے اپنے لئے مدد چاہتا کیونکہ تم سے زیادہ مناسب ہے۔

مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي ط

نہ میں تمہارا مددگار (ہو سکتا) ہوں اور نہ تم میرے مددگار (ہو سکتے) ہو میں خود تمہارے اس

إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ط

فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس کے قبل (دنیا میں) مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے

یعنی بتوں وغیرہ کی عبادت میں میری ایسی اطاعت کرتے تھے کہ ویسی اطاعت خدا تعالیٰ کا حق ہے پس بتوں کو شریک ٹھہرانا گویا شیطان کو خدا کا شریک بنانا ہے پس اگر میں تمہارے اس طریقہ کو حق سمجھتا جب بھی اس تعلق کی وجہ سے امداد کا مطالبہ کرنے کی کسی درجہ میں تم کو گنجائش تھی لیکن میں خود اس کو باطل سمجھتا ہوں پس اب مجھ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں نہ مدد چاہنے کا کوئی حق ہے۔

إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۱

ظالمینا ظالموں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے

اسی عذاب میں پڑے رہو اور گفتگو قطع کرو یہ حاصل ہوا ابلیس کے جواب کا اس سے دوسرے معبودوں کا بھی بھروسہ منقطع ہوا کیونکہ جو ان معبودوں کی عبادت کا اصل بانی اور محرک تھا اور اسی وجہ سے دوزخ والے قیامت میں اسی سے کہیں سنیں گے کسی دوسرے معبود سے کچھ بھی نہ کہیں گے جب اس نے صاف جواب دے دیا تو اوروں سے کیا امید ہو سکتی ہے پس کفار کی نجات کے سبب طریقے مسدود ہو گئے اور یہی مضمون مقصود تھا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ ماکان لی علیکم من سلطان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان بجز بہکانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تو آسب پلٹنا وغیرہ سب غلط ہے جواب یہ ہے کہ یہ حصر صرف گمراہ کرنے کے اعتبار سے ہے کہ گمراہ کرنے میں اس سے زیادہ اس کا زور نہیں چلتا کہ بہکاوے جبراً گمراہ نہیں

أَجْزَعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝۲۲

راہ بتلا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں

جب ہم خود ہی نہیں بچ سکتے تو تم کو کیا بچائیں اس سوال و جواب سے معلوم ہو گیا کہ طریقہ کفر کے سردار بھی اپنے تابعداروں کے کچھ کام نہ آویں گے اور اگر اس کا بھروسہ ہو کہ یہ معبود جو خدا کے سوا بتا رکھے ہیں کچھ مدد کریں گے اس کا حال آئندہ حکایت سے معلوم ہو جائے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ ط

اور (جب قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے

یعنی مومن جنت میں اور کفار جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے اس وقت دوزخ والے سب شیطان کے پاس جا کر کہہ دیں گے وہ بھی وہاں ہو گا اس کو ملامت کریں گے کہ کم بخت خود تو ڈوبا ہی تھا ہم کو بھی اپنے ساتھ ڈبویا۔

إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ط

تو شیطان (جواب میں) کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے

خدا کا وعدہ یہ تھا کہ قیامت ہوگی اور کفر سے ہلاکت اور ایمان سے نجات ہوگی اور میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت نہ ہوگی اور اس طریقہ کفر سے نجات ہو جائے گی۔

وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ط

اور میں نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کئے تھے

تو مجھ پر تمہاری ملامت ناحق کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے حق ہونے اور میرے وعدوں کے باطل ہونے پر قطعی دلائل قائم تھے اس کے باوجود تم نے میرے وعدوں کو صحیح اور خدا تعالیٰ کے وعدوں کو غلط سمجھا تو تم اپنے ہاتھوں ڈوبے۔

وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا

اور میرا تم پر اور تو کچھ زور نہ چلتا تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا

أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۝۲۳

سو تم نے (با اختیار خود) میرا کہنا مان لیا

یعنی اگر تم یوں کہو کہ آخر خدا کے وعدوں کو جھوٹا سمجھنے کا سبب بھی تو تو ہی ہوا تو بات یہ ہے کہ واقعی میں نے تم کو اغوا ضرور کیا لیکن یہ دیکھو کہ

یعنی جب اس کی فصل آ جاوے خوب پھلتا ہوا اور کوئی فصل ماری نہ جاتی ہو مراد اس سے کھجور کا درخت ہے اسی طرح کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کی ایک جڑ ہے یعنی اعتقاد جو مومن کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے اور اس کی کچھ شاخیں ہیں یعنی اعمال صالحہ جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں جو مقبول ہو کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں پھر ان پر رضائے دائمی کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لئے اس لئے بیان فرماتے ہیں

يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۵﴾

تاکہ وہ خوب سمجھ لیں

کیونکہ مثال سے مقصود کی خوب توضیح ہو جاتی ہے۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ

اور گندہ کلمہ کی (یعنی کلمہ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے

أَجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا

ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے

مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

اس کو کچھ ثبات نہ ہو

اس سے مراد درخت حنظل ہے اور وہ تندہ دار نہیں ہوتا اس کو مجازاً درخت کہا گیا ہے کھجور کا پاکیزہ ہونا تو ظاہر ہے اور حنظل کا خبیث ہونا باعتبار بواہر مزہ اور بعض مضر توں کے اعتبار سے ہے جو کتب طبیہ میں مذکور ہیں اور شجرہ طیبہ و شجرہ خبیثہ کی یہ تفسیریں حدیث میں آئی ہیں اور اوپر سے اکھاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جڑ اس کی دور تک نہیں ہوتی اوپر ہی رکھی ہوتی ہے اور اس کی شاخوں کا اونچا نہ جانا اور پھل کا مطلوب نہ ہونا ظاہر ہے یہی حال کلمہ کفر کا ہے کہ گو کافر کے دل میں اس کی جڑ ہوتی ہے مگر حق کے سامنے ایسی مضحکہ اور کمزور ہوتی ہے کہ گویا اس کے جڑ ہی نہیں اور شاید مالھا من قرار سے کفر کا اضمحلال اور مغلوبیت ہی بتانا مقصود ہو اور چونکہ کافر کے اعمال میں مقبولیت اور رضا کا اصلاً احتمال نہیں شاید اسی لئے اس کی تشبیہ میں شاخوں اور پھل کا ذکر بالکل چھوڑ دیا گیا یہ تو دونوں کی مثال ہے آگے اثر کا بیان ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس کچی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت)

کر سکتا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شیاطین کوئی دوسری مضرت انسان کو نہیں پہنچا سکتے بلکہ نصوص اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بعض امراض میں شیاطین کو دخل ہو سکتا ہے وہ بے ہوش کر سکتے ہیں آدمی کو اٹھالے جاسکتے ہیں اینٹ پتھر برسا سکتے ہیں مگر چونکہ اکثر فرشتے حفاظت کرتے ہیں اس لئے ایسے واقعات بکثرت نہیں ہوتے اور شیطان کا گمراہی کی طرف بلانا بواسطہ اور بلا واسطہ دونوں طرح صحیح ہو سکتا ہے کبھی خود اغواء کرتا ہے کبھی دوسرے شیاطین کو اس کا حکم کرتا ہے اور ایک وقت میں بہت سے آدمیوں کو تنہا بھی اغواء کر سکتا ہے اس کے محال ہونے پر کوئی دلیل قوی قائم نہیں۔

رابطہ: اوپر کفار کے عذاب کا ذکر تھا آگے مضمون کی تکمیل کے لئے مومنین کے ثواب کا ذکر ہے وادخل الذین تا سلم

وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے

جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم

فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴿۲۷﴾

سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جاوے گا السلام علیکم

یعنی آپس میں بھی اور فرشتوں کی طرف سے بھی اسی طرح سلام ہوگا جیسا کہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ رابطہ: اوپر شروع سے یہاں تک رسالت اور قیامت کا ذکر ہو چکا آگے توحید کا بیان ہے۔ الم تر کیف تا ما يشاء

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ (یعنی

طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ

کلمہ توحید) کی وہ مشابہہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی

وَفَرُعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿۲۸﴾ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ

ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل

حِينَ يَأْذِنُ رَبُّهَا ط

میں اپنا پھل دیتا ہے

الثَّابِتُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے

یعنی وہ دونوں جگہ دین و دنیا میں اور امتحان میں پختہ رہیں گے دنیا میں تو یہ کہ شیاطین کے اغواء کا ان پر اثر نہیں ہوتا اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہتے ہیں اور آخرت میں مضبوط رکھنے سے مراد یہ ہے کہ قبر میں نکیرین کے سوال کا صحیح جواب دے دیں گے۔ یہ تفسیر بکثرت حدیثوں میں آئی ہے۔

وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ

اور ظالموں کو بھٹا دیتا ہے

یعنی کافر اس کلمہ خبیث کی نحوست سے دونوں جگہ اپنے دین و دنیا اور امتحان میں بھٹل جاتے ہیں دنیا میں تو ان کی گمراہی ظاہر ہے اور قبر میں ان سے جواب نہ بن پڑے گا بلکہ حیرت زدہ ہو کر کہیں گے ہا ہالا ادری ہائے میں کچھ نہیں جانتا چنانچہ احادیث میں اس کی تصریح ہے اور اس مقام پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ قبر میں سوال ہونے کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں ہوا ہے پس اس آیت کی تفسیر سوال قبر سے کرنا کیسے صحیح ہے کیونکہ یہ سورت تو مکی ہے جواب یہ ہے کہ یا تو یہ آیت مدنی ہو اور سورۃ کو اکثر اجزاء کے اعتبار سے مکی کہا گیا یا یہ کہ آیت سوال قبر اور سوال قیامت دونوں کو عام ہے اور لفظ آخرت دونوں کو شامل ہے تو ایک جزو یعنی قیامت میں سوال ہونا یہ تو حضور گو مکہ میں بتلادیا گیا اور دوسرا جزو یعنی قبر کا سوال یہ مدینہ میں بتلایا گیا اور نصوص سے قیامت کے دن بھی سوال ہونا ثابت ہے مگر کفار سے وہ سوال سخت حساب کے طور پر ہوگا اور مومنین سے آسان طریقہ پر ہوگا اور اس میں ان کو ثابت قدم رکھ کر اعانت کی جائے گی اور یہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ صرف اسی کا اس میں بیان ہے قیامت کے سوال کا بیان نہیں۔

رابطہ آگے مشرکین کی مذمت ہے کہ انہوں نے خدا کی نعمتوں کا مقابلہ کفر سے کیا اور اشارۃً موحدین کی فضیلت اور ان کو نعم الہیہ کے شکر کی تاکید پھر توحید کے دلائل اور بعض نعمتوں کی شمار مذکور ہے الم ترالی الذین تا لظلم کفار

وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا

مراد اس سے کفار مکہ ہیں یعنی ان کا حال بھی عجیب ہے۔

إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا

جنہوں نے بجائے نعمت الہی کے کفر کیا اور جنہوں نے اپنی قوم کو

قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۖ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچا دیا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ

وَبِئْسَ الْقَرَارُ

رہنے کی بری جگہ ہے

یعنی دوسروں کو بھی کفر کی تعلیم کی جس سے وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا داخل ہونا قرار اور دوام کے لئے ہوگا اور اوپر جو کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے شکر کی جگہ کفر کیا اور اپنی قوم کو جہنم میں پہنچایا آگے ان دونوں کا بیان ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ

اور ان لوگوں نے اللہ کے سا جی قرار دیئے تاکہ (دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں

پس سا جی قرار دینا کفر ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنا جہنم میں پہنچانا ہے۔

قُلْ تَتَّبِعُوا

آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کرلو

عیش سے مراد حالت کفر میں رہنا ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے مذہب میں لذت ہوتی ہے یعنی اور چندے کفر کر لو اور یہ دھمکی کے طور پر ہے۔

فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ

کیونکہ اخیر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے

مطلب یہ ہے کہ چونکہ جہنم میں جانا تمہارا ضروری ہے اس لئے تمہارا کفر سے باز آنا مشکل ہے خیر اور چند دن گزار لو پھر تو اس مصیبت کا سامنا ہو ہی گا۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا

جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی

الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا

وَعَلَانِيَةً

خرچ کیا کریں

اور تمہاری تجارت اور سفر کی غرض حاصل ہو۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ الْاَنْهَارَ ۝۳۱

اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت) کا مسخر بنایا

تا کہ اس سے پیو اور آب پاشی کرو اور اس میں کشتی چلاؤ۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۝۳۲

اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں

تا کہ تم کو روشنی اور گرمی وغیرہ کا فائدہ ہو۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝۳۳

اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا

تا کہ تم کو معیشت اور آسائش کا نفع ہو۔

وَاتُكْمُ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ط

اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی

بشرطیکہ وہ تمہارے مناسب حال بھی ہوئی اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ بعض چیزیں ہم مانگتے ہیں اور نہیں ملتی سو وہ حکمت الہیہ میں اس شخص کے مناسب نہ ہوگی۔

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا ط

اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے

یعنی اشیائے مذکورہ ہی پر کیا انحصار ہے خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اوپر تو فرمایا ہے کہ تم کو ہر چیز دی تو اس میں کل نعمتیں آ گئیں پھر اس کے کیا معنی کہ خدا کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں کیونکہ وہاں وہ نعمتیں مراد ہیں جن کا سوال کیا گیا۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۝۳۴

(مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکر ہے

کہ خدا کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا

اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو

الْبَلَدَ آمِنًا

امن والا بنادیتے

موافق قواعد شرعیہ جیسا موقع ہو خرچ کیا کریں مطلب یہ کہ مسلمانوں کو کفران نعمت کے وبال پر متنبہ کر کے اس سے محفوظ رہنے کے لئے فرمادیتے کہ عبادات مالیہ و بدنیہ کو ادا کرتے رہیں کہ نعمت الہی کے شکر کا طریقہ یہی ہے۔

مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ

ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی

وَلَا خَلٍّ ۝۳۵

اور نہ دوستی ہوگی

یعنی دوستی مستقل طور پر نافع نہ ہوگی یہ مطلب نہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے بھی جب کہ اللہ محبت ہو وہ بھی نافع نہیں اس کی تحقیق پارہ سوم کے شروع میں کی گئی ہے ملاحظہ کر لی جائے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور آسمان سے پانی (یعنی مینہ) برسایا

اس آیت میں مومنین کی کئی طرح مدح کی گئی ہے ایک تو ان کو مومن فرمایا دوسرے تشریفاً عبادی فرمایا کہ میرے خاص بندے پھر ان کو براہ عنایت شکر کی ترغیب دے کر ناشکری کی بڑی آفت سے بچایا۔

آسمان سے پانی نازل ہونے پر بعض کو یہ شبہ ہوا ہے کہ بعض اوقات اونچے پہاڑوں پر کھڑے ہونے سے نیچے پانی برستا ہوا نظر آتا ہے اور اوپر والا خشک کھڑا رہتا ہے اگر آسمان سے پانی برستا تو اس کے اوپر بھی برستا مگر یہ شبہ نہایت لچر ہے ممکن ہے کہ آسمان سے فرشتوں کی معرفت وہ پانی بادل میں آ جاوے پھر بادل سے برستا ہو اوپر سے نہ برستا ہو اور ہم بارش میں بخارات کے دخل ہونے کا انکار نہیں کرتے ممکن ہے کہ ان کو بھی کچھ دخل ہو۔

فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۝۳۶

پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا

وَسَخَّرَ لَكُمْ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ

اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو مسخر بنایا

بِأَمْرِهِ ۝۳۷

تا کہ وہ خدا کے حکم (قدرت) سے دریا میں چلے

یعنی اس کو حرم بنادیتے۔

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیے۔

چنانچہ آپ کے صلیبی فرزند اس سے محفوظ رہے۔

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ

اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا

النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۚ

پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس بات میں)

وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۶﴾

میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر الرحمت ہیں

یعنی میں بتوں کی عبادت سے بچنے کی دعا اس لئے کرتا ہوں کہ وہ بتوں کی گمراہی کا سبب ہو گئے اس لئے ڈر کر آپ سے پناہ چاہتا ہوں اور میں جس طرح اولاد کے بچنے کی دعا کرتا ہوں اسی طرح ان کو کہتا سنتا بھی رہوں گا پھر جو میرا کہنا مانے اس کے لئے تو وعدہ مغفرت کا ہے ہی اور جو کہنا نہ مانے اس کو آپ ہدایت فرمائیے کیونکہ آپ ان کی رحمت و مغفرت کا سامان بھی کر سکتے ہیں کہ ان کو ہدایت کر دیں مقصود اس دعا سے مومنین کے لئے شفاعت اور غیر مومنین کے لئے طلب ہدایت ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ

اے رب ہمارے میں اپنی اولاد کو

یعنی اسماعیل علیہ السلام کو اور ان کے واسطے سے ان کی اولاد کو

مِنْ ذُرِّيَّتِي

آپ کے معظم گھر کے قریب

جو کہ پہلے یہاں بنایا ہوا تھا اور ہمیشہ لوگ اس کا ادب کرتے تھے

بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ

ایک (کف دست) میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا

الْمُحَرَّمِ ۚ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

ہوں اے رب ہمارے تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں

اس لئے بیت محرم کے پاس ان کو آباد کرتا ہوں اس دعا کا قبول ہونا ظاہر

ہے کہ آپ کی اولاد میں بہت سے عابد ہوئے بلکہ سید العابدین ہوئے۔

فَجْعَلْ أَفِيدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ

تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے

کیونکہ یہ اس وقت ایک صاف میدان ہے کچھ لوگ یہاں آ کر آباد ہو جائیں تاکہ آبادی پر رونق ہو جائے یہ دعا بھی قبول ہوئی چنانچہ اول قبیلہ جرہم نے وہاں آ کر سکونت اختیار کی پھر مختلف زمانوں میں لوگ آفاق عالم سے آ کر وہاں بسا گئے۔

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ

اور ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ

يَشْكُرُونَ ﴿۳۷﴾

(ان نعمتوں کا) شکر کریں

یہ دعا دو طرح قبول ہوئی ایک طائف میں پیداوار کی کثرت دوسرے دیگر بلاد و امصار سے آمد۔

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نَخْفِي وَمَا

اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم

نُعْلِنُ ۚ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ

اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے (تو) کوئی

شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۳۸﴾

چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں

تو یہ دعائیں محض بندگی اور اپنی احتیاج ظاہر کرنے کے لئے ہیں آپ کو اپنی حاجات کی اطلاع دینا مقصود نہیں اور کچھ دعائیں آگے آویں گی بیچ میں بعض سابق نعمتوں پر حمد و شکر کیا تاکہ شکر کی برکت سے یہ دعائیں قبولیت کے قریب ہو جائیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي الْكِبَرَ

تمامی حمد (و ثنا) خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں

إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعٌ

اسماعیل اور اسحاق (دو بیٹے) عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا

یہ ہے کہ اس وقت باپ زندہ نہ ہوں گے پھر دعائے ہدایت بھی نہیں ہو سکتی سوا اگر اس کے مرنے کی ان کو خبر پہنچ گئی ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ اگر مومن مرا ہو تو مغفرت کر دیجئے پھر وحی سے جب اس کا خاتمہ کفر پر ہونا معلوم ہوا تب بیزاری ظاہر کی واللہ اعلم

رابطہ: اوپر من وراءہ جہنم میں کفار کا عذاب مذکور تھا آگے پھر وہی مضمون ہے اور درمیان میں تو حید و رسالت کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس کے انکار سے عذاب ہوتا ہے پس مناسبت ظاہر ہے ولا تحسن تا سریع الحساب

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا

اور (اے مخاطب) جو کچھ ظالم (کافر) لوگ کر رہے ہیں اس سے

يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُم

خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھ (کیونکہ) ان کو صرف اس روز تک مہلت دے

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ

رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی دوڑتے ہوں گے

مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ

اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے (اور) ان کی نظر ان کی طرف

إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ

ہٹ کر نہ آوے گی

یعنی ایسی ٹٹلی بندھے گی کہ آنکھ ذرا نہ جھپکے گی۔

وَأَفِدتْهُمْ هَؤُلَاءُ

اور ان کے دل بالکل بدحواس ہوں گے

جب وہ دن آجائے گا پھر مہلت نہ ہوگی اس لئے جلدی عذاب نہ

آنے سے یہ مت سمجھو کہ خدا ان سے بے خبر ہے۔

وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ

اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب آپڑے گا پھر یہ

الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ

ظالم لوگ کہیں گے اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو اور مہلت دیدیجئے

یعنی دنیا میں پھر بھیج دیجئے۔

الدُّعَاءُ ۝۳۹

سننے والا ہے

کہ اولاد کے متعلق میری یہ دعاء رب ہب لی من الصالحین قبول فرمائی اور ہر چند کہ ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کے علاوہ اور بھی تھے جیسا کہ روضۃ الصفا میں منقول ہے کہ آپ نے سارہ کی وفات کے بعد ایک کنعانی بی بی سے نکاح کیا اور اس سے چھ فرزند ہوئے لیکن دعاء میں صرف دونوں کا نام لینا یا اس وجہ سے ہے کہ اس وقت یہی دو ہوں گے یا اس وجہ سے کہ یہ سب سے اشرف تھے اور یہ ضروری نہیں کہ یہ سب دعائیں ایک ہی وقت میں ہوئی ہوں پس یہ اشکال نہ رہا کہ اسماعیل علیہ السلام کے بچپن میں اسحاق علیہ السلام کہاں تھے۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ

اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری

ذُرِّيَّتِي

اولاد میں بھی بعضوں کو

یعنی چونکہ مجھ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان میں بعضے غیر مومن بھی ہوں گے اس لئے دعائے رب کے لئے نہیں کرتا بلکہ بعضوں کے لئے کرتا ہوں۔

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي

اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے اے ہمارے رب میری

وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ

مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم

الْحِسَابُ ۝۴۱

ہونے کے دن

یعنی قیامت کے دن سب کی مغفرت کر دیجئے یہاں ایک اشکال ہے کہ آپ نے والدین کے لئے دعا کی سوائے سیر نے والدہ کا ایمان تو نقل کیا ہے ان کے لئے دعا کرنے میں کوئی اشکال نہیں اور باپ آپ کے کافر تھے ان کے لئے دعا کرنے کی توجیہ گیارہویں پارہ و ماکان استغفار ابراہیم الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے کہ آپ کا مقصود ہدایت کی دعا کرنا ہے اور ہدایت کی دعا کافر کے لئے جائز ہے البتہ ایک دوسرے باقی ہے وہ یہ کہ یہ دعا بڑھاپے کی حالت میں کی تھی اور ظاہر

نَجِبْ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الرُّسُلَ ط

ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے

جواب میں ارشاد ہوگا کہ کیا ہم نے دنیا میں تم کو لمبی مہلت نہ دی تھی۔

أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُم

کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں

مِّنْ زَوَالٍ ۚ

جانا ہی نہیں ہے

یعنی اس دراز مہلت ہی کی وجہ سے تم قیامت کے منکر تھے اور اس پر قسم کھاتے تھے۔

وَسَكُنْتُمْ فِي مَسْكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

حالانکہ تم ان (پہلے) لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا

اس آیت میں ان پچھلے کفار کو خطاب ہے جن سے پہلے کوئی امت معذب ہو چکی ہو بلکہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین میں بھی اسی امت کے کفار مراد ہیں کیونکہ اوپر و اندر الناس میں جن لوگوں کے ڈرانے کا آپ کو حکم ہے ان ہی کو و مسکتم میں خطاب کیا گیا ہے اور اس امت کے کفار کا عذاب والوں کی جگہ میں رہنا بایں معنی ہے کہ ملک شام میں بعض بستیاں ایسی ہیں جن پر عذاب نازل ہوا تھا اور اہل عرب تجارت کے سفر میں آتے جاتے ان کو دیکھتے تھے اور ٹھہرنے کا وقت آ جاتا تو ٹھہرتے بھی تھے یا یہ کہا جائے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سب کفار غرق ہو گئے تھے اور جہاں عرب رہتے تھے یہ بھی اس وقت بعض کفار کے رہنے کی جگہ تھی پس آیت میں تسلسل لازم نہیں آتا۔

وَتَبَيَّنَ لَكُم كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ

اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا

کہ ان کے کفر پر ان کو سزائیں دیں اس سے تم کو معلوم ہو سکتا تھا کہ انکار کرنا موجب غضب ہے پس تصدیق کرنا واجب ہے اور ان کی جگہ میں رہنا ہر وقت ان کے حالات کی یاد دہانی کر سکتا تھا۔ پس انکار کی کسی وقت بھی گنجائش نہ تھی۔

وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْأَمْثَالَ ۝۳۵

اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں

یعنی علاوہ ان واقعات کے سننے کے جو کہ عبرت کے لئے کافی تھے ہم نے آسمانی کتابوں میں بھی ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر بھی غضب نازل ہوگا اور عذاب کے مستحق ہو گے۔

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ

اور ان لوگوں نے بہت سی اپنی بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں

تا کہ دین حق کو مٹا دیں۔

وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ

اور ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان

مِنْهُ الْجِبَالُ ۝۳۶

سے پہاڑ بھی ٹل جاویں

اس کے علم سے مخفی نہ رہ سکتی تھیں۔ وان کان مکرهم لتزول منه الجبال تدبیروں سے پہاڑ کا ٹل جانا یہ ایک مثال ہے کسی شے کی قوت بیان کرنے کے لئے اور فی نفسہ یہ امر کچھ محال بھی نہیں کیونکہ پہاڑوں کے توڑنے اور اڑانے کی تدبیریں بکثرت استعمال میں آتی ہیں غرض ایسی مضبوط تدبیریں کیں مگر پھر بھی حق ہی غالب رہا اور ان کی ساری تدبیریں گاؤ خورد ہو گئیں اور وہ ہلاک کئے گئے اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ حق وہی تھا جو پیغمبر فرماتے تھے اور اس کے انکار سے غضب اور عذاب ہوا ہے

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ ط

پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا

چنانچہ رسولوں کے منکرین کے لئے جو عذاب کا وعدہ تھا وہ قیامت کے دن پورا ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ط

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پورا بدلہ لینے والا ہے

کہ اس کو بدلہ لینے سے کوئی روک نہیں سکتا پس قدرت بھی کامل اور ہر چیز اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے پھر وعدہ خلافی کا کیا احتمال رہا اور یہ بدلہ اس روز ہوگا (آگے ترجمہ)

يَوْمَ يُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ

جس روز دوسری زمین بدل دی جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی

یعنی آسمان بھی ان آسمانوں کے علاوہ دوسرے بدل دیئے جائیں گے کیونکہ اول بار صور پھکنے سے سب آسمان زمین ٹوٹ پھوٹ جائیں گے پھر دوسری بار میں از سر نو زمین و آسمان بنیں گے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین دوبارہ پیدا ہونے کے علاوہ کوئی اور بھی تغیر ہوگا کہ اس وقت اہل محشر زمین پر نہ ہوں گے بلکہ پل صراط پر ہوں گے جیسا کہ مسلم کی حدیث میں مصرح ہے باقی اس تغیر و تبدل کی حکمت اللہ ہی کو معلوم ہے۔

وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۳۸﴾

اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے

مراد اس سے قیامت کا دن ہے یعنی قیامت میں بدل لیا جائے گا۔

وَتَرَى الْمَجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي

اور تو مجرموں (یعنی کافروں) کو زنجیروں میں جکڑے

الْأَصْفَادِ ﴿۳۹﴾ سَرَّابِلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ

ہونے دیکھے گا (اور) ان کے کرتے قطر ان کے ہوں گے

قطر ان درخت چیر کا روغن ہوتا ہے کمافی کتب اللغات والطب یعنی ان کے سارے بدن کو قطر ان لپٹا ہوگا تاکہ اس میں آگ جلدی اور تیزی کے ساتھ لگے۔

وَتَغْشَى وُجُوهُهُمُ النَّارُ ﴿۴۰﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ

اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) شخص کو

كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

اس کے کئے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے

یعنی گواہی مجرم بے انتہا ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کو ان کا حساب و کتاب کچھ دشوار نہیں کیونکہ وہ سب کا فیصلہ شروع کر کے فوراً ہی ختم کر دیں گے۔

رابطہ: اوپر شروع سورت سے یہاں تک تو حید و رسالت و معاو کے مضامین مذکور تھے آگے سورۃ کو ایسی آیت پر ختم کیا جاتا ہے جو قرآن کی درج کے ساتھ ان سب مضامین کو شامل ہے۔ ہذا بلغ تا اولوا الالباب

هَذَا بَلَّغٌ لِلنَّاسِ

یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام کا پہنچانا ہے

تاکہ احکام پہنچانے والے یعنی رسول کی تصدیق کریں اس میں تصدیق رسالت آگئی۔

وَلْيُنْذَرُوا بِهِ وَلْيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ

اور تاکہ اس کے ذریعہ سے (عذاب سے) ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا

وَلْيَذَكَّرُوا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

یقین کر لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں

ڈرے جانے میں قیامت کی تصدیق آگئی اور معبود حق کا یقین کر لینے میں توحید کی تصدیق اور نصیحت حاصل کرنے میں تمام عبادات مالیہ و بدنیہ جن کا ذکر فیصلۃ الصلوۃ الخ میں آیا تھا داخل ہو گئیں اور یہی تمام سورت کا حاصل ہے سبحان اللہ کیا اچھا خاتمہ ہے اے اللہ اپنے فضل سے ان ہی عقائد و اعمال پر ہمارا بھی خاتمہ کیجئے۔

سورۃ الحجر مکیہ وھی تسع و تسعون ایتہ کذا فی البیضاوی رابطہ: اس سورت کے شروع اور پہلی سورت کے خاتمہ میں ارتباط بہت ظاہر ہے کیونکہ دونوں فضیلت قرآن پر مشتمل ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم التا مبین

(۱۵) سُورَةُ الْحَجَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۳)

سورۃ حجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ننانوے (۹۹) آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّحْفُ

الر

اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ﴿۱﴾

یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی

یعنی اس کی دونوں صفتیں ہیں کامل کتاب بھی ہے اور قرآن واضح بھی ہے۔

الحمد للہ تیرویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَكَةِ

تم مجنون ہو (اور نبوت کا غلط دعویٰ کرتے ہو) (ورنہ) اگر

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٧﴾

تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے

جو ہمارے سامنے تمہاری سچائی پر گواہی دیں آگے حق تعالیٰ اس کا

جواب دیتے ہیں۔

مَا نَنْزِلُ الْمَلَكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا

ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں اور اگر

كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ ﴿٨﴾

ایسا ہوتا تو اس وقت ان کو مہلت بھی نہ دی جاتی

بلکہ جب ان کے آنے پر بھی ایمان نہ لاتی جیسا کہ ان کی نسبت یقین ہے تو فوراً ہلاک کر دیئے جاتے چنانچہ سورہ انعام کے چیلے رکوع میں اس کی وجہ مذکور ہو چکی ہے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ جو قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے منکر ہیں سو یہ انکار بھی محض باطل ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے

اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ اس کا معجزہ ہونا اس پر دلیل ہے پھر اس کے معجزہ ہونے پر ایک دلیل تو دوسری سورتوں میں مذکور ہے کہ اس کے مثل کوئی ایک سورۃ بنا لاوے اور دوسری دلیل اس کے معجزہ ہونے پر آگے بتلاتے ہیں ۱۲

وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ﴿٩﴾

اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں

یعنی ہم بطور پیشگوئی کی خبر دیتے ہیں کہ اس میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کر سکتا جیسا اور کتابوں میں ہوتا ہے کہ باوجود کسی مخالفت کے ان کے نسخوں میں کمی بیشی کا اختلاف ہو جاتا ہے اور قرآن میں باوجود مخالفوں کی کوششوں کے یہ بات نہیں ہوئی یہ ایسا صریح معجزہ ہے کہ جو شخص بلاغت و فصاحت کے اعجاز کو بھی نہ سمجھ سکے اس فرق کا تو وہ بھی انکار نہیں کر سکتا پس یہ قرآن کا مستقل معجزہ ہے اور بعض نے اس سے بھی عبارت کا اعجاز سمجھا ہے پھر اس پر یہ دوسرا ہوا کہ عبارت کے اعتبار سے قرآن کا بلیغ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اس میں زیادتی نہ ہو سکے کیونکہ وہ ایسی بلیغ اور

رابطہ آگے بعض مضامین مقصودہ بیان فرماتے ہیں تاکہ قرآن کی حقانیت سننے کے بعد ان کو اچھی طرح سنیں اور یقین کریں ربما یود تا ما یستأخرون

رَبَّمَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا

کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (یعنی ہم دنیا میں)

مُسْلِمِينَ ﴿١٠﴾

مسلمان ہوتے

یعنی جب قیامت کا دن ہوگا اور کافروں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا ان اوقات میں وہ تمنا کریں گے کہ ہم دنیا میں کاش مسلمان ہوتے اور بار بار تمنا اس لئے ہوگی کہ جب کوئی غی شدت واقع ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اس کی علت کفر ہے تب ہی اسلام نہ لانے پر تازہ حسرت کریں گے ۱۲

ذَرَهُمْ يَٰكُلُوا وَيَسْتَعْمُوا وَيُلْهِمِ الْأَمَلُ

آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ (خوب) کھالیں اور پینیں اڑالیں اور

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾

خیالی منصوبہ ان کو غفلت میں ڈالے کہ ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے

غرض دنیا میں ان کے کفر پر غم نہ کیجئے۔

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْنٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ

اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب کے لئے ایک معین وقت نوشتہ

مَعْلُومٌ ﴿١٢﴾

ہوتا رہا ہے

یعنی مرنے کے ساتھ ہی اور دنیا میں جو ان کو جلدی سزا نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ سزا کا وقت مقرر نہیں آیا۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿١٣﴾

کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی اور نہ پیچھے رہی ہے

بلکہ وقت مقررہ پر ہلاک ہوئی ہے پس اسی طرح جب ان کا وقت آ جائے گا ان کو بھی سزا دے دی جائے گی۔

رابطہ: اوپر کفار کی بد انجامی کے بعض حالات مذکور تھے آگے ان کے بعض اقوال عناد اور انکار رسالت کے متعلق مذکور ہیں وقالوا تا مسحورون

وَقَالُوا يَٰيَهَا الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

اور ان کفار (کہ) نے یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے

بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝ ۱۳ ۝ وَلَوْ

(پہلوں) سے ہی ہوتا آیا ہے (پس آپ عملگین نہ ہوں اور اگر ہم ان کے

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ

لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اس میں (سے)

يَعْرِجُونَ ۝ ۱۴ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سَكِرَاتُ أَبْصَارِنَا

آسمان پر) چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی

یعنی ان کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ فرشتوں کا آسمان سے آنا تو درکنار اس سے بڑھ کر اگر خود ان کو دن کے وقت جس میں اونگھ نیند وغیرہ کا بھی شبہ نہ ہو آسمان پر بھیج دیا جائے اس کو بھی نظر بندی کہیں گے کہ ہم آسمان پر چڑھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر واقع میں چڑھ نہیں رہے محض خیال بندی ہے ۱۲

بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝ ۱۵ ۝

بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے

یعنی یہ کہیں گے کہ نظر بندی کی کچھ اس میں تخصیص نہیں بلکہ اگر اس سے بڑھ کر بھی کوئی معجزہ ہم کو دکھلایا جائے گا وہ بھی واقع میں معجزہ نہیں ہوگا محض نظر بندی ہوگی اور کفار کا آسمان پر چڑھنا فرشتوں کے اترنے سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ یہ عروج عادت انسانی کے خلاف ہے اور فرشتوں کا آسمان سے اترنا ان کی عادت کے خلاف نہیں کفار بھی ملائکہ کے اترنے کو مانتے تھے گو حضور کے پاس فرشتوں کے آنے کے منکر تھے۔

رابطہ: اوپر رسالت کے متعلق مضمون تھا آگے توحید کے متعلق ہے کہ وہ لوگ اس کے بھی منکر تھے۔ ولقد جعلنا ناعلم

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا

اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے

بروج کی تفسیر ستاروں کے ساتھ مجاہد و قتادہ سے اور کوکب عظام کے ساتھ ابوصالح سے درمنثور میں منقول ہے مجازاً اور تشبیہ کے طور پر ان کو بروج کہہ دیا گیا اور یہ تفسیر بہت سہل اور اسلم ہے۔

وَزَيَّنَّا لِلنَّظِيرِينَ ۝ ۱۶ ۝

اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کیا

کہ دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

معجزہ نہ ہوگی لیکن اگر پوری سورۃ کم یا ضائع کر دی جائے تو اعجاز بلاغت سے یہ کی کیونکر معلوم ہو سکتی ہے لیکن احقر نے مستقل معجزہ قرار دے کر جو تقریر کی ہے اس میں اس وسوسہ کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ ایسی کی اگر کی جاتی تو تمام دنیا کے نسخوں کا اس میں متفق ہونا عادتاً محال تھا بلکہ کسی میں وہ کی ہوتی کسی میں نہ ہوتی۔ نسخوں میں اختلاف ضرور ہوتا جیسا اور کتابوں میں مشاہدہ ہو رہا ہے کیونکہ وہ معجزہ نہ تھیں گواصل میں اللہ کی طرف سے تھیں اور کفار مکہ کے وقت میں اگرچہ نازل قرآن کو تھوڑا سا زمانہ ہوا تھا لیکن ایک حیثیت سے اعجاز محافظت کا ظہور اس وقت بھی ہو گیا تھا کہ باوجود یکہ ظاہری حفاظت کا سامان یعنی لکھنا اور مدون کرنا اس وقت کم تھا پھر عبارت بھی نہ تھی مگر اس کو یاد رکھنے والوں میں اختلاف نہ تھا اور اگر اتفاقاً اور سہواً کوئی لفظ کسی کو غلط یاد ہو جاتا تو تنبیہ کے ساتھ ہی اس کی اصلاح ہو جاتی اور غلط طور پر اگر کوئی یاد کا دعویٰ کرتا تو وہ دعویٰ چل نہ سکتا تھا اس لئے اس دلیل اعجاز کا بھی ان کفار کے سامنے بیان کرنا بے فائدہ نہ ہوا پھر اب تو اس پیشین گوئی کا ظہور اچھی طرح ہو گیا ہے کہ زمانہ دراز گزر جانے پر بھی قرآن کا حرف حرف محفوظ ہے کوئی دوسری کتاب باوجود پوری محافظت کے بھی ہرگز اس قدر محفوظ نہیں رہ سکتی کہ اس میں کسی طرح پر کمی بیشی کا احتمال نہ ہو سکے پس قرآن کی ظاہری حفاظت میں ایسی کامیابی اس کی دلیل ہے کہ اس کی حفاظت من جانب اللہ ہے اور صحابہ کے وقت سے اس وقت تک جو اس کی حفاظت کا سامان کیا گیا ہے یہ سامان بھی اللہ کی حفاظت کا ظہور ہے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ ان کی تکذیب سے غم نہ کیجئے کیونکہ یہ معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ ہی سے چلا آ رہا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ

اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں

الْأَوَّلِينَ ۝ ۱۷ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ

میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں

إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ ۱۸ ۝ كَذَلِكَ

نے استہزاء نہ کیا ہوا سی طرح ہم یہ استہزاء ان مجرمن کے قلوب میں ڈال

نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ ۱۹ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ

دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور

سلسلہ ختم ہونے کو ہوا پھر ایسے اختلاط والتباس کا رفع ہونا مشکل تھا اس لئے بندش کر دی گئی کہ ایسے علوم کسی کو نہ معلوم ہو سکیں واللہ اعلم اور جاننا چاہئے کہ قرآن وحدیث میں یہ دعویٰ نہیں کہ بدوں شیاطین کے سننے کے ستارہ کبھی نہیں ٹوٹتا بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ جب وہ سننا چاہتے ہیں اس وقت شہاب سے ان کو رجم کیا جاتا ہے پس ممکن ہے کہ ستارہ محض طبعی طور پر بھی ٹوٹتا ہو اس تقریر پر بفضلہ تعالیٰ اس بحث میں کوئی اشکال عقلی و نقلی نہ رہا اور ستارے دن کو بھی ٹوٹتے ہیں مگر آفتاب کی روشنی کی وجہ سے نظر نہیں آتے پس یہ وسوسہ نہ رہا کہ کیا شیاطین رات ہی کو باتیں سنتے ہیں۔

وَالْأَرْضُ مَدَدُ نَهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِي

اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ۝۱۹

میں ہر قسم کی (ضرورت کی نباتی) چیز ایک معین مقدار سے اگائی اور ہم نے

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَكُمْ لَسْتُمْ

تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی معاش دی کہ

لَهُ بِرِزْقَيْنَ ۝۲۰

جن کو تم روزی نہیں دیتے

یعنی یہ کھانے پینے اور پہننے کا سامان صرف تم ہی کو نہیں دیا بلکہ تمام مخلوقات جو ظاہر میں بھی تمہارے ہاتھ سے خورد و نوش کا سامان نہیں پاتے ہم ان کو بھی زمین سے سامان معاش دیتے ہیں۔

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے سب خزانے کے خزانے (بھرے)

نُزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝۲۱ وَأَرْسَلْنَا

پڑے) ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں ہم اپنی ہواؤں کو

الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

بھیجتے ہیں جو کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے

فَأَسْقَيْنَكُمُوهُ ۝۲۲ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ۝۲۳

ہیں پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے

وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝۱۷

اور اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا

کہ وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہونے پائی۔

إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ

ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک

مُبِينٌ ۝۱۸

روشن شعلہ ہو لیتا ہے

اور اس کے اثر سے وہ شیطان ہلاک یا بدحواس ہو جاتا ہے اس طرح وہ آسمانی خبر کی اور تک نہیں پہنچ سکتی آسمان کی حفاظت سے یہی مقصود ہے اس کے بارہ میں بخاری نے جو حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے اس میں تصریح ہے کہ ملائکہ بادل میں آ کر آسمانی خبروں کا تذکرہ کرتے ہیں اور شیاطین کچھ سن لیتے ہیں اور دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ ملائکہ آسمان میں تذکرہ کرتے ہیں پھر اس کو چوری چھپے شیاطین سن لیتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آسمان میں جا کر سن لیتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آسمان میں تذکرہ ہونے کے بعد سن لیتے ہیں گو بادل ہی میں سہی اب یہ اشکال نہ رہا کہ حضور کی ولادت یا نبوت کے بعد تو شیاطین آسمانوں سے روک دیئے گئے پھر اس کے کیا معنی جواب ظاہر ہے کہ آسمان سے بالکل روک دیئے گئے اور بادل میں کچھ سن لیتے ہیں پھر شہاب ثاقب سے ہلاک یا محبوظ الخواس ہو جاتے ہیں رہا یہ امر کہ جب سننے کا دوسرا ذریعہ موجود ہے تو پھر آسمان سے روک دیئے جانے کا فائدہ کیا ہوا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آسمانوں میں بڑے بڑے امور کا تذکرہ ہوتا ہو ان سے بالکل روک دیئے گئے تاکہ ان علوم کا انکشاف بدوں وحی کے اور کسی طریقہ سے نہ ہو سکے اور بادلوں میں جزئی واقعات کا تذکرہ ہوتا ہو کہ وہ علوم مقصودہ نہیں پس وانهم عن السمع لمعزولون آسمانوں کے اعتبار سے ہے کہ وہاں کی باتیں سننے سے روکے ہوئے ہیں اور الامن استرق السمع شہاب کے اعتبار سے ہے کہ بادلوں میں چوری چھپے کچھ سن لیتے تھے اس لئے یہ بندش حضور کی خصوصیات میں سے ہے جس کا منشاء غالباً حضور کے شرف کا اظہار ہے یا ختم نبوت اس کا سبب ہو کیونکہ آپؐ سے پہلے نبوت ختم نہ ہوئی تھی تو اگر کاہن، غیرہ آسمانوں کی خبروں میں خلط و ملط کر کے عوام کو گمراہ کرنا چاہتے تو آئندہ نبی کے آنے پر وہ اختلاط رفع ہو جاتا تھا اس لئے شیاطین کی بندش کی ضرورت نہ تھی جب آپؐ کے وجود سے نبوت کا

مَنْ حَيًّا مَسْنُونٌ ﴿۲۶﴾

گارے کی بنی تھی پیدا کیا

انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں یعنی اول گارے کو خوب خیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی پھر وہ خشک ہو گیا اور خشک ہو کر کھن کھن بولنے لگا جیسا کہ مٹی کا برتن چٹکی مارنے سے بجا کرتا ہے پھر اس خشک گارے سے آدم کا پتلا بنایا کہ قدرت الہی اس سے معلوم ہوتی ہے۔

وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّهْوِمِ ﴿۲۷﴾

اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے

مطلب یہ کہ اس آگ میں دھوئیں کے اجزاء نہ تھے اس لئے غایت لطافت سے وہ مثل ہوا کے نظر نہ آتی تھی کیونکہ آگ کا نظر آنا کثیف اجزاء کے ملنے سے ہوتا ہے اور غالباً جنوں کو آگ سے پیدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان میں غالب حصہ آگ ہے جیسا کہ انسان میں سب عناصر ہیں مگر غالب حصہ مٹی ہے اگر یہ شبہ ہو کہ جب اور عناصر مل گئے تو خالص آگ کہاں رہی حالانکہ من مارج من نار سے خالص آگ ہونا معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اول خالص لی گئی ہوگی پھر دیگر اجزاء کے ملنے سے خالص نہ رہی اور مختلف دلائل سے جنات کے متعلق اتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں ۱۔ آگ سے پیدا ہونا ۲۔ توالد و تناسل ان میں ہونا ۳۔ عادات ان کا نظر نہ آنا ۴۔ مختلف شکلیں بدل سکرنا مگر جن شکلوں سے کوئی التباس دین کے مضر ہوتا ہوا ان پر حکمت الہی وہ قادر نہیں ہوتے مثلاً نبی کی شکل نہیں بنا سکتے اور جس میں کوئی التباس دنیا کیلئے مضر ہوتا ہو اس پر کم قادر ہوتے ہیں اور شیطان بھی جنوں کی قسم سے ہے جس جن میں شرارت ہو اس کو شیطان کہتے ہیں اور آیت میں جن سے مراد ان کی اصل یعنی جنوں کا باپ مراد ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقُ بَشَرًا

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے (ارشاد)

مِّنْ صَلٰصَالٍ مِّنْ حَبٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا

فرمایا کہ میں ایک بشر کو بچتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہو

سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا

گی پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی

کہ ہمیشہ کے لئے بارش سے مستغنی ہو جاتے پس اگر بارش نہ ہوتی بڑی مصیبت میں پڑتے اور یہ جو فرمایا کہ ہوائیں بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں یہ اس اعتبار سے کہ بخارات جن سے بادل بنتے ہیں ہوا ان کو سردی کے طبقہ میں اوپر پہنچا دیتی ہے جہاں ان بخارات میں پانی پیدا ہو جاتا ہے تو ہوا بادلوں میں پانی پیدا ہونے کا سبب ہو گئی اور کچھ پانی تو وہاں پیدا ہو چکتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ حسب عادت آسمان سے بھی کچھ پانی امداد کے واسطے ہمیشہ یا کبھی کبھی بھیج دیتے ہوں گے اس لئے آگے فرمایا و انزلنا من السماء ماء اس تقریر پر یہ آیتیں مشاہدہ اور تجربہ کے اصلاً مخالف نہ رہیں۔

وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُّحٰی وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ ﴿۲۹﴾

اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور (سب کے مرنے کے

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ

بعد) ہم ہی (باقی) رہ جائیں گے اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں

عَلِمْنَا الْمُسْتَاٰخِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ

اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی ان

هُوَ یَحْشُرْهُمْ

سب کو (قیامت میں) محشور فرمائے گا

یہ اس لئے فرمادیا کہ اوپر تو حید ثابت ہوئی ہے پس اس جگہ منکر تو حید کی سزا کی طرف اشارہ کر دیا۔

اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۱﴾

بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے

ہر شخص کو اس کے مناسب بدلہ دے گا اور سب کے اعمال کی اس کو پوری خبر ہے۔ رابطہ: اوپر انعام کے پیرایہ میں تو حید کا ذکر تھا آگے آدم علیہ السلام کے قصہ میں اپنا خالق ہونا بتا کر تو حید اور ظاہری انعام اور ملائکہ کو سجدہ کا حکم دینے میں باطنی انعام اور ابلیس کی بد انجامی اور نافرمانی کے ضمن میں منکرین کی سزا اور وبال بیان فرماتے ہیں۔ ولقد خلقنا تا جزء مقسوم

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلٰصَالٍ

اور ہم نے انسان کو بچتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے

لَهُ سَجْدَيْنَ ﴿۳۹﴾

(طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا

اگر روح جسم لطیف ہے جیسا کہ جمہور کا مشہور قول ہے تب تو روح پھونکنے کے حقیقی معنی ہیں اور اگر مادہ سے مجرد ہے تو روح پھونکنے سے بدن کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو جانا مراد ہے مجازاً اس تعلق کو نفخ روح کہہ دیا ۱۲

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۴۰﴾ إِلَّا

سوسارے کے سارے فرشتوں نے (آدم) کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس

إِبْلِيسَ طُوبَىٰ لِمَنِ الْيَكُونُ مَعَ السَّجْدِينَ ﴿۴۱﴾

نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ

نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں

السَّجْدِينَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَمَّا كُنْتُ لَأَسْجُدَ لِبَشَرٍ

شامل نہ ہوا کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بھتی ہوئی

خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۴۳﴾

مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے

یعنی ایسے حقیر و ذلیل مادہ سے بنایا گیا ہے اور میں نورانی ہوں کیونکہ آگ کے مادہ سے پیدا ہوا ہوں تو نورانی ہو کر ظلمانی کو کیسے سجدہ کروں۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۴۴﴾

ارشاد ہوا (تو اچھا پھر تو) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہو گیا

وَأَنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ

اور بے شک تجھ پر (میری) لعنت رہے گی

یعنی قیامت تک تو میری رحمت سے دور رہے گا مقبولیت اور توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ جو شخص قیامت تک رحمت کے قابل نہ ہو قیامت میں اس کے مرحوم ہونے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا پس جس وقت تک رحمت کا احتمال تھا اسی کی نفی کر دی۔

إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۴۵﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي

قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت

إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۳۶﴾

دیکھئے قیامت کے دن تک

تاکہ آدم سے اور ان کی اولاد سے خوب بدلہ لوں۔

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۳۷﴾ إِلَى يَوْمِ

ارشاد ہوا تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا اے

الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا

میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے

أَغْوَيْتَنِي لَا زَيْنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے

وَلَا غُيُوتَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے

مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿۴۰﴾

جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں

یعنی جس کو آپ نے میرے اثر سے محفوظ رکھا ہے ان کو گمراہ نہ کر سکوں گا۔

قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿۴۱﴾

ارشاد ہوا کہ (وہاں) یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے

یعنی منتخب ہونے کا طریقہ نیک اعمال اور پوری اطاعت بجا لانا ہے اس پر چل کر ہر شخص ہمارا مقرب ہو جاتا ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا

إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿۴۲﴾

ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے

وَأَنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۳﴾

(تو چلے) اور (جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے) ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ

جس کے سات دروازے ہیں

فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرِجِينَ ﴿٣٨﴾

سانے بیٹھا کریں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے

نَبِيُّ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٣٩﴾

ٹکالے جائیں گے (اے محمد) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں

وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْآلِيمُ ﴿٤٠﴾

بڑا مغفرت والا اور رحمت والا بھی ہوں اور (نیز) یہ کہ میری سزا اور دناں گ سزا ہے

تاکہ اس سے خبردار ہو کر ایمان اور تقویٰ کی رغبت اور کفر و معصیت سے خوف پیدا ہو۔ رابطہ: اوپر آخرت کی رحمت و قہر کا ذکر تھا آگے دنیا کی ایک رحمت و قہر کا نمونہ نظیر کے طور پر دو قصوں کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے لئے بشارت اور لوط علیہ السلام اور ان کے تبعین کی نجات یہ رحمت ہے اور قوم لوط کی ہلاکت یہ قہر ہے۔ وَنَبِّئُهُمْ تَا مِّنَ الْغَابِرِينَ

وَنَبِّئُهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٤١﴾ إِذْ

اور آپ ان (لوگوں) کو ابراہیم کے مہمانوں (کے قصہ) کی بھی اطلاع

دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا

دیکھتے جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر (آ کر) انہوں نے السلام علیکم کہا

مِنْكُمْ وَجِلُّونَ ﴿٤٢﴾

ابراہیم کہتے تھے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں

ابراہیم ان کو مہمان سمجھ کر فوراً کھانا تیار کر کے لائے کیونکہ یہ فرشتے آدمیوں کی شکل میں تھے آپ نے ان کو آدمی ہی سمجھا اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کو مہمان کے عنوان سے تعبیر فرمایا مگر چونکہ وہ فرشتے تھے انہوں نے کھانا نہیں ابراہیم علیہ السلام ڈرے کہ یہ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے اور شبہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں مخالف نہ ہوں۔

قَالُوا لَا تَوْجَلْ

انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں

ہم فرشتے ہیں اور اللہ کی طرف سے آپ کو ایک بشارت سنائے آئے ہیں۔

إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٤٣﴾

ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا

اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا ہے کہ سات درجے اور طبقے ہیں جن میں مختلف عذاب ہے جو شخص جیسے عذاب کا مستحق ہوگا ویسے ہی طبقے میں داخل ہوگا اور چونکہ ہر طبقہ کا دروازہ بھی علیحدہ ہوگا اس لئے سات دروازے سے سات طبقوں کو تعبیر کیا اور بعض نے کہا ہے کہ سات دروازے ہی مراد ہیں اور مقصود یہ بتلانا ہے کہ اس میں بہت لوگ داخل ہوں گے کہ ایک دروازہ کافی نہ ہوگا تاکہ اس کے سننے سے زیادہ ہول پیدا ہو ۱۲ خلاصہ بیان القرآن

لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

ہر دروازے (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں

کوئی کسی دروازہ سے جائے گا کوئی کسی دروازہ سے

رابطہ: اوپر آیات کے آخر میں دوزخ والوں کا ذکر تھا آگے اہل جنت کا ذکر ہے جیسا کہ قرآن کی ہمیشہ عادت ہے۔ ان المتقين تا بمخرجین

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾

بیشک خدا سے ڈرنے والے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (ہستے) ہوں گے

اگر گناہ نہ ہوئے یا معافی ہو گئی تب تو اول ہی سے ورنہ بعد سزائے معصیت جنت میں داخل ہوں گے۔

أَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ أَمِينٍ ﴿٤٦﴾

تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو

یعنی اس وقت بھی ہر تکلیف سے سلامتی ہے اور آئندہ بھی کسی شر کا اندیشہ نہیں ۱۲

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ

اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کریں گے

یعنی جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سب عداوت و کینہ جو دنیا میں طبعی تقاضہ سے ہوا ہوگا دلوں سے نکال دیں گے۔

رابطہ: اوپر جنت و دوزخ والوں کے وعدہ و وعید کا ذکر تھا آگے اس کی تاکید کے لئے حق تعالیٰ ان پر لطف و قہر کا اجمالاً بیان فرماتے ہیں۔ نبی عبادی تا الالیم

إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت و محبت سے) رہیں گے تختوں پر آنے

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَرْنَا لَا إِنِّهَا لَمِنَ الْغَيْرِينَ ﴿٤٠﴾

بجز ان کی (یعنی لوط کی) بی بی کے کہ اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جاوے گی

اور ان کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوگی فرشتوں نے جو اس تجویز کو اپنی طرف منسوب کیا حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا سو اس کی وجہ ملائکہ کا قرب اور ان کی خصوصیت ہے اس لئے مجازاً اپنی طرف نسبت کر دی

رابطہ: آگے اوپر کے قصہ کا بقیہ ہے۔ فلما جاءنا المومنین

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٤١﴾ قَالَ

پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے کہنے لگے

إِنكُمْ قَوْمٌ مَّنكَرُونَ ﴿٤٢﴾

کہ تم تو اجنبی آدمی (معلوم ہوتے ہو)

دیکھئے شہر والے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں کیونکہ یہ اجنبی لوگوں کو پریشان کیا کرتے ہیں اور یہ شبہ اس لئے ہوا کہ فرشتے بشکل بشر آتے تھے۔

قَالُوا بَلْ جُنُنُكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ

انہوں نے کہا نہیں ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ

يَمْتَرُونَ ﴿٤٣﴾ وَآتَيْنَكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا

لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر

لَصُدُوقُونَ ﴿٤٤﴾ فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ

آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر

الَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَذْوَارَهُمْ

دالوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جائے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے

تاکہ کوئی رہ نہ جائے لوث نہ جائے آپ کی ہیبت سے کوئی پیچھے التفات نہ کرے جس کی ممانعت آگے آتی ہے۔

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ

اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ (جانے) کا تم کو حکم ہوا

تَوَمَّؤُونَ ﴿٤٥﴾

ہے اس طرف سب چلے جانا

یعنی نبی ہوگا کیونکہ آدمیوں میں سب سے زیادہ علم انبیاء کو ہوتا ہے اور اس فرزند سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں اور دوسری آیتوں میں یعقوب علیہ السلام کی بھی بشارت ہے ان ہی آیتوں کی وجہ سے یہاں انکا ذکر نہیں فرمایا اسی بیان پر اکتفا کیا۔

قَالَ ابْشِرْهُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَّسْنِي

ابراہیم کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر فرزند کی بشارت دیتے ہو

یہ مطلب نہیں کہ قدرت سے بعید ہے بلکہ یہ مقصود تھا کہ یہ امر فی نفسہ بڑا عجیب ہے ۱۲

الْكِبَرِ فِيمَ بَشِّرُونَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا ابْشِرْكَ

کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو۔ وہ (فرشتے) بولے

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَنِطِينَ ﴿٤٧﴾

کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں

یعنی فرزند یقیناً پیدا ہونے والا ہے آپ اپنے بڑھاپے پر نظر نہ کیجئے کہ ایسے ظاہری اسباب پر نظر کرنے سے ناامیدی کے وساوس غالب ہوتے ہیں ۱۲

قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٤٨﴾

ابراہیم نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے

یعنی میں نبی ہو کر گمراہوں کی صفت کب اختیار کر سکتا ہوں میرا مقصود محض اس کا عجیب ہونا ظاہر کرنا تھا باقی اللہ کا وعدہ سچا اور مجھ کو امید سے بڑھ کر اس کا یقین ہے اس کے بعد آپ نے نبوت کی فراست سے معلوم کیا کہ ملائکہ کے آنے سے علاوہ بشارت کے اور بھی کوئی بڑی مہم مقصود ہے ۱۲

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٤٩﴾

فرمانے لگے کہ (یہ تو بتاؤ کہ) اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٥٠﴾

فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (مراد قوم لوط)

إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمَنَجُّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾

(ہے) مگر لوط (علیہ السلام) کا خاندان کہ ہم ان سب کو بچالیں گے

یعنی بچنے کا طریقہ بتا دیں گے کہ ان مجرموں سے علیحدہ ہو جائیں ۱۲

قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ۝۴۱

لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو

تو جو عورتیں تمہارے گھروں میں بمنزلہ میری اولاد کے ہیں قضا شہوت کے لئے وہ کافی ہیں پھر اس بیہودہ حرکت کی ضرورت ہی کیا ہے جس کی وجہ سے مجھے مہمانداری سے بھی منع کیا جاتا ہے لیکن وہ کس کی سنتے تھے ۱۲

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۴۲

آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے

حق تعالیٰ نے جو جا بجا مخلوقات کی قسم کھائی ہے اس سے خود ان چیزوں کی قسم کھانا مقصود نہیں بلکہ وہ چیزیں چونکہ قدرت الہیہ پر دلالت کرتی ہیں اس لئے حقیقت میں وہ قدرت الہی کی قسم ہے اور قدرت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور صفات خدا و ذات خدا دونوں کی قسم کھانا یکساں ہے اس لئے کوئی اشکال نہیں مگر چونکہ عام قسم کھانے والے اس لحاظ سے قسم نہیں کھاتے ان کی قسم میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو معظم سمجھتے ہیں اس لئے ان کے ذمہ اس ابہام سے بچنا بھی واجب کیا گیا ہے اور اگر حق تعالیٰ خود ان اشیاء کی بھی قسم کھائیں تب بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ بندوں کو اس کی ممانعت اس لئے ہے کہ کہیں قسم کھانے والا اس چیز کو ایسا معظم نہ سمجھ جاوے جیسا خدا کو معظم سمجھتا ہے کیونکہ بعض لوگوں سے ایسا ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ میں ایسا احتمال ہی نہیں کہ وہ کسی مخلوق کو معظم سمجھیں کیونکہ سب سے اعظم وہ خود ہیں ۱۲۔

فَاخْذُوهُمْ الصَّيْحَةَ مُشْرِقِينَ ۝۴۳

پس سورج نکلنے نکلنے ان کو آواز سخت نے آ دیا

اوپر آیا ہے کہ صبح ہوتے ان کی جڑ کٹ جائے گی اور یہاں فرمایا ہے کہ سورج نکلنے وقت ان کو عذاب نے آ دیا ان دونوں کا اجتماع یا تو اس طرح ہو کہ صبح سے عذاب کی ابتداء ہوئی ہو اور اشراق تک خاتمہ ہو گیا ہو یا صبح سے مراد عام معنی لئے جائیں جو اشراق کو بھی شامل ہوں اور دوسری آیت میں لفظ بکرہ آیا ہے جس کے معنی شروع دن کے ہیں پس اگر دن سے عربی دن مراد لیا جائے تب تو مشرقین سے موافقت ہوگی یعنی اشراق کا وقت مراد ہوگا اور اگر شرعی دن مراد لیا جائے تو مصبحین کے قریب ہو جائے گا یعنی بکرہ سے صبح کا وقت مراد ہوگا۔

فَجَعَلْنَا عَلَيْهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان

یعنی ملک شام کی طرف کذا فی الدر عن السدی آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَؤُلَاءِ

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ان کی بالکل

مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ۝۴۴

جڑ کٹ جاوے گی (یعنی بالکل ہلاک ہو جاویں گے)

یہ گفتگو فرشتوں کے بعد میں ہوئی اور آگے جو قصہ آتا ہے اس کا وقوع پہلے ہوا بعد کے واقعہ کو مقصود کے اہتمام کے لئے پہلے بیان کیا کیونکہ مقصود اس جگہ رحمت و قہر کا بیان کرنا ہے نجات و ہلاکت کی خبر کو چونکہ مقصد سے تعلق ہے اس لئے اسے مقدم بیان کیا اور واقعہ پورا کرنے کیلئے پہلے حصہ کو بھی اخیر میں بیان کرتے ہیں ۱۲

وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝۴۵

اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے

انہوں نے یہ خبر سن لی تھی کہ لوط علیہ السلام کے یہاں حسین حسین لڑکے آئے ہیں اس لئے بہ نیت فاسدان کے گھر پہنچے اور لوط علیہ السلام بھی اب تک ان کو آدمی ہی سمجھتے تھے۔

قَالَ إِنْ هَؤُلَاءِ ضِيفِي فَلَا تَفْضَحُون ۝۴۶

لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو فضیحت مت کرو

یعنی ان کو دق کر کے عام لوگوں میں مجھے فضیحت نہ کرو کیونکہ مہمان کی اہانت میزبان کی اہانت ہے سو اگر ان مسافروں کا خیال نہیں کرتے تو میرا خیال تو کرو کہ تمہاری بستی کا ہوں۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُون ۝۴۷

اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو

یعنی خود اس ناجائز فعل کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور مہمانوں کی نظر میں مجھے رسوا نہ کرو یوں سمجھیں گے کہ اہل شہر ان کی کچھ وقعت نہیں کرتے ۱۲

قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعُلَمِيْنَ ۝۴۸

وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کر چکے

پس یہ رسوائی ہماری طرف سے نہیں آپ نے خود اپنے ہاتھوں خریدی ہے کہ ان کو مہمان بنایا نہ مہمان بناتے نہ اس رسوائی کی نوبت آتی۔

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

لوگوں پر نکلنے کے پتھر برسانا شروع کئے اس واقعہ میں کئی نشانیاں

لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝۵۰

ہیں اہل بصیرت کے لئے

مثلاً ایک یہ کہ فعل بد کا نتیجہ برا ہوتا ہے ایک یہ کہ ایمان و اطاعت سے نجات ہوتی ہے ایک یہ کہ اللہ کو بڑی قدرت ہے کہ طبعی اسباب کے خلاف جو چاہے کر دے اور اس کے سوا بہت سی باتیں ہیں۔

وَأَنَّهُ لَبِيسٌ لِّمُقِيمٍ ۝۵۱

اور یہ بستیوں ایک آبادی پر ملتی ہیں

یعنی عرب سے شام کو جاتے ہوئے ان کے آثار ملتے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝۵۲

ان بستیوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے

کہ مومن ان کو دیکھ کر ان مضامین کو ذہن میں حاضر کر لیتا ہے اور جو مومن نہیں ہے وہ ان کو طبعی اسباب اتفاق وقت پر محمول کرتا ہے نہ خدا کو قادر سمجھتا ہے نہ گناہوں کی اس کو سزا سمجھتا ہے۔

رابطہ: اور قوم لوط کے عذاب کا ذکر تھا آگے اصحاب ایکہ و اصحاب حجر کے عذاب کا ذکر ہے مقصود ان سے یہی دنیا کے قہر کا نمونہ بتلانا ہے تاکہ آخرت کے قہر کا اندازہ کیا جائے نیز ان عذاب کے قصوں میں مسئلہ رسالت کے ثبوت پر بھی دلالت ہے۔ وان کان تائیکسون

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ۝۵۳

اور بن والے (یعنی شعیب علیہ السلام کی امت بھی) بڑے ظالم تھے

ایک لغت میں بن کو کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ مدین کے پاس ایک بن تھا اس لئے اہل مدین ہی کا لقب اصحاب ایکہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ دو قومیں تھیں ایک کے ہلاک ہونے کے بعد شعیب علیہ السلام دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے روح المعانی میں ابن عساکر سے یہ حدیث مرفوعہ نقل کی ہے۔ ان مدین و اصحاب الایکۃ امتان بعث اللہ الیہما شعیباً علیہ السلام کہ مدین اور اصحاب ایکہ دو امتیں ہیں جن کی طرف حق تعالیٰ نے شعیب کو بھیجا تھا ۱۲

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝۵۴

سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا اور دونوں (قوموں) کی بستیوں صاف بڑک پر (واقع) ہیں

قوم لوط کی بستیوں کا سرراہ واقع ہونا اوپر آچکا ہے یہاں دوبارہ شاید اس لئے ذکر فرمادیا کہ اصحاب ایکہ کی بستیوں کو ان کی بستیوں سے تشبیہ و پنا مقصود ہے کہ جس طرح وہ شارع عام پر ہیں یہ بھی صاف شرک پر ہیں پس تکرار نہ رہا۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝۵۵

اور حجر والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا

کیونکہ جب انہوں نے صالح علیہ السلام کو جھوٹا کہا اور سب پیغمبروں کا اصل دین ایک ہی ہے تو گویا سب کو جھوٹا بتلایا اور حجر بکسر جاء ایک جنگل ہے حجاز اور شام کے درمیان میں وہاں قوم ثمود بستی تھی ۱۲

وَأَتَيْنَهُمُ آيَاتِنَا

اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں

جن سے حق تعالیٰ کی توحید اور صالح علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوئی تھی جیسے ناقہ صالح علیہ السلام اور توحید کے دلائل بکثرت ہیں۔

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝۵۶ وَكَانُوا

سو وہ لوگ اس سے روگردانی (ہی) کرتے رہے اور وہ

يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۝۵۷

لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ امن میں رہیں

فَاخَذَتْهُمْ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝۵۸

سو ان کو صبح کے وقت آواز سخت نے آ پکڑا

صبح سے یا تو اول ہی صبح مراد ہے یا دن چڑھے دونوں احتمال ہیں ۱۲

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۵۹

سو ان کے (دنیوی) ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے

ان مضبوط و مستحکم گھروں میں عذاب سے کام تمام ہو گیا اس آفت سے ان کے گھروں نے بچانہ لیا بلکہ اس کا ان کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو کیا کر لیتے۔

رابطہ: اور شروع سورۃ میں کفار مکہ کی سخت مخالفت و عناد کا حضور کیساتھ بیان تھا اور اس کے ساتھ اجمالاً آپ کی تسلی کا مضمون بھی ارشاد فرمایا تھا اب آگے خاتمہ سورۃ پر پھر اسی عناد و مخالفت کے بارے میں تفصیلاً آپ

ان کی شرارت کا بھی اس لئے ان سے پورا بدلہ لے گا آگے فرماتے ہیں کہ آپ ان کے معاملہ کو نہ دیکھئے کہ اس سے غم ہوگا بلکہ ہمارا معاملہ اپنے ساتھ دیکھئے کہ ہماری طرف سے آپ کے ساتھ کس قدر لطف و عنایت ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں)

وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴿۸۷﴾

مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا

مراد اس سے سورہ فاتحہ ہے جو بڑے بڑے علوم کو جامع ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اس کو قرآن عظیم کہا جائے اسی وجہ سے اس کا لقب ام القرآن ہے پس اس نعمت اور منعم کی طرف نگاہ رکھئے کہ اس سے فرحت و سرور ہوگا اور ان لوگوں کی مخالفت و عناد پر التفات نہ کیجئے ۱۲

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَاهُ

آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے

أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

کافروں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے

مطلب یہ کہ یہود و مشرکین و نصاریٰ و مجوس کو جو کچھ دنیا میں دیا گیا ہے نہ اس پر غصہ کی نظر کیجئے کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں ان کے پاس یہ نعمتیں نہ ہوتیں تو اچھا ہوتا کیونکہ یہ کوئی بڑی دولت نہیں جو ان دشمنوں کے پاس نہ ہونی چاہئے بلکہ فنا ہونے والی چیز ہے جو بہت جلد ان سے جدا ہو جائے گی متعنا میں اسی طرف اشارہ ہے اور نہ اس پر رنج کی نظر کیجئے کہ افسوس یہ چیزیں ان کو ایمان سے مانع ہو رہی ہیں اگر یہ نہ ہوں تو غالباً ایمان لے آویں کیونکہ ان لوگوں کی طینت میں غایت درجہ عناد ہے ان سے کوئی توقع نہیں اور رنج ہوتا ہے خلاف توقع پر جب توقع ہی نہیں تو رنج و غم بے وجہ ہے۔ لا تحزن میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور حرص کے ساتھ نظر کرنے کا آپ میں احتمال ہی نہیں غرض آپ کسی طرح ان کے فکر و غم میں نہ پڑیے۔

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾

اور مسلمانوں پر شفقت رکھیے اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿۸۹﴾

(تم کو عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں

کی تسلی کا مضمون بلیغ طریقہ پر مذکور ہے۔ وما خلقنا تا یا تیک الیقین

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں

بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا

بلکہ اس مصلحت سے پیدا کیا کہ ان کو دیکھ کر صالح عالم کے وجود اور وحدت و عظمت پر استدلال کر کے اس کے احکام کی اطاعت کریں اور اس حجت کے قائم ہونے کے بعد جو ایسا نہ کرے اس کو عذاب ہو پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کے عناد و مخالفت سے غم نہ کیجئے اس کا فیصلہ ایک دن ہونے والا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے جس کی آمد کے متعلق ہم آپ سے تذکرہ کرتے ہیں۔ ۱۳

وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا تِيَهُ

اور ضرور قیامت آنے والی ہے

کیونکہ دنیا میں تو پورا عذاب ہوتا نہیں تو کہیں اور ہونا چاہئے اس کے لئے قیامت مقرر ہے پس آپ غم نہ کیجئے یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ عذاب کی خبر دیکر جو آپ کی تسلی کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کا سزا پانا چاہتے تھے اور یہ شفقت کے منافی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنے کسی معاملہ کی وجہ سے اس کی خواہش نہ تھی بلکہ وہ لوگ چونکہ خدا کے ساتھ کفر و شرک کرتے تھے اس لئے بغض فی اللہ کا یہ اثر تھا اور شفقت تو یہ ہے کہ آپ ان کی ہدایت میں سائی تھے نہ یہ کہ باوجود ان کے کفر کے بھی ان کی نجات کے طالب ہوں ۱۴۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَبِيلِ ﴿۸۹﴾

سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے

درگزر کا مطلب یہ ہے کہ اس غم میں نہ پڑیے اور خوبی یہ کہ شکوہ و شکایت بھی نہ کیجئے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿۹۰﴾

بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے

خالق ہونا عالم ہونے کی خود دلیل ہے کیونکہ جس نے پیدا کیا ہے کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو جانتا ہی نہ ہوگا چنانچہ ارشاد ہے الا يعلم من خلق غرض اس سے ثابت ہوا کہ خدا کو سب حال معلوم ہے آپ کے صبر کا بھی اور

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٣﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ

صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے یہ لوگ جو ہنستے ہیں

الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿٩٤﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ

(اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے

اللَّهُ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٩٥﴾

ہم کافی ہیں سو ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے

یعنی یہ لوگ جو کہ آپ کے بھی مخالف ہیں اور خدا کے بھی مخالف ہیں آپ نہ ان کا غم کیجئے اور نہ طبعاً خوف کیجئے کہ یہ بہت سے ہیں ہم ان کے شر و ایذا سے آپ کو بچائیں گے اور ان سے بدلہ لیں گے پھر ان کو معلوم ہوگا کہ استہزاء اور شرک کا کیا انجام ہوا ہے عرض جب ہم کافی ہیں پھر خوف کس کا ۱۲

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے تھے اس سے آپ تکدل

يَقُولُونَ ﴿٩٦﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ

ہوتے ہیں سو (اس کا علاج یہ ہے) کہ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے

السَّاجِدِينَ ﴿٩٧﴾ وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ

رہے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہے اور آپ اپنے رب کی عبادت

الْيَقِينَ ﴿٩٨﴾

کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آ جاوے۔

یعنی مرتے دم تک عبادت میں مشغول رہئے۔

(۱۶) سُورَةُ التَّجْوِيلِ مَكِّيَّةٌ (۷۰)

سورہ تجوئل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو اٹھائیس آیات ہیں اور سورہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کیساتھ جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ

خدا تعالیٰ کا حکم آ پہنچا

یعنی کفر کی سزا کا وقت قریب ہے۔

یعنی شفقت اور فکر کیلئے مسلمان کافی ہیں ان پر شفقت کیجئے کہ ان کو اس سے نفع بھی ہے اور کافروں کے فکر کا کوئی نتیجہ نہیں اس لئے ان کی طرف توجہ بھی نہ کیجئے البتہ تبلیغ آپ کا فرض منصبی ہے اس کو ادا کرتے رہے اور ہماری طرف سے ان کو یہ پہنچا دیجئے کہ جس عذاب سے تم کو ڈرایا جاتا ہے وہ کسی وقت تم پر نازل ہوگا ۱۲

كَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾

جیسا ہم نے (در عذاب) ان لوگوں پر نازل کیا ہے جنہوں نے حصے

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ﴿٩١﴾

کر رکھے تھے یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے

کہ اس میں جو مرضی کے موافق ہو امان لیا جو خلاف مرضی ہو اس سے انکار کر دیا اور مراد اس سے پہلے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ہیں جن پر انبیاء کی مخالفت سے عذابوں کا آنا مشہور و معروف تھا بعضے بندہ بن گئے بعض خنزیر کی صورت میں مسخ ہوئے بعضے قتل و قید اور ذلیل ہوئے مطلب یہ کہ عذاب کا آنا کوئی مستبعد چیز نہیں ہے پہلے بھی ہو چکا ہے اگر تم پر بھی نازل ہو جائے تو تعجب کیا ہے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور ان کی کتاب کو قرآن کہنے میں یہ نکتہ ہو سکتا ہے کہ اس موجودہ قرآن کے انکار میں آپ کو تسلی ہو جائے کہ اس کا انکار کوئی نیا نہیں پہلے قرآن کا بھی انکار ہو چکا ہے اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے کہ اس کو ولقد اتیناک سبعاً من المثانی الخ کے ساتھ مرتبط کیا ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو سورۃ فاتحہ اور قرآن عظیم اس طرح دیا جس طرح سابق اہل کتاب پر انبیاء کے واسطے سے کتاب نازل کی تھی اور مقصود اس سے یہ ہوگا کہ وحی کا نازل ہونا کوئی عجیب بات نہیں پہلے بھی نزول ہو چکا ہے رہا یہ کہ کتاب تو انبیاء پر نازل ہوتی ہے پھر یہ کیوں کہا کہ ان لوگوں پر نازل کی جنہوں نے احکام کے حصے کر دیئے تھے جواب یہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ انبیاء پر کتاب نازل کرنے سے مقصود امت کو احکام کا مکلف بنانا ہوتا ہے پس گویا کہ امت ہی پر کتاب نازل ہوئی ۱۲

فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا

سو آپ کے پروردگار کی قسم (یعنی اپنی) ہم ان سب سے ان کے اعمال کی

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ

ضرور باز پرس کریں گے فرض آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو)

فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ

سوتم اس میں جلدی مت مچاؤ

جیسا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر عذاب کوئی چیز ہے تو جلدی آنا چاہئے۔

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ① يُنَزِّلُ

وہ لوگوں کے شرک سے پاک و برتر ہے وہ فرشتوں (کی جنس یعنی جبرائیل) کو

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ

وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں (یعنی انبیاء پر)

يَشَاءُ مِنْ عِبَادَةٍ أَنْ أَنْذِرُ مَا أَنَّهُ لَا

نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کرو کہ میرے سوا کوئی لائق

إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ②

عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو

اور میرے ساتھ شرک مت کرو۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالْحَقِّ ط

آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا

تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور) انسان کو

مِنْ نُّطْفَةٍ

نطفہ سے بنایا

اس قید سے آدم علیہ السلام کو مستثنیٰ کیا گیا۔

فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

پھر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا

اور اپنی اصل کو بھول گیا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ

اور اسی نے چوپایوں کو بنایا اس میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے

چنانچہ بعض جانوروں کی کھال کا پوتین اور بالوں کا مکمل بنتا ہے۔

وَمَنْ اَفْعُ

اور بھی بہت سے فائدے ہیں

کسی کا دودھ پیا جاتا ہے کسی پر سوار ہوتے ہیں کوئی ہل میں چلایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ

وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ⑤

اور ان میں سے کھاتے بھی ہو

یعنی ان میں جو کھانے کی چیزیں ہیں ان کو کھاتے بھی ہو جیسے گوشت اور چربی وغیرہ۔

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تَرِيْحُونَ

اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت لاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُونَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ

اور جبکہ (ان کو) صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ بھی (لاد

اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بِلٰغِيْهِ اِلَّا

کر) اپنے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدو جان کو محنت میں ڈالے ہوئے

بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ط

(خود بھی) نہیں پہنچ سکتے تھے

اور بوجھ سمیت جانا تو اور بھی مشکل تھا۔

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيْمٌ ⑦

واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے

کہ تمہارے آرام کے لئے کیا کیا سامان پیدا کئے۔

وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرَ لِيَتْرَكُوْهَا

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے تاکہ ان پر سوار ہو اور نیز

وَزَيْنَةً ط

زینت کے لئے بھی

ان آیات سے جمال اور زینت کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے اور جمال و زینت اور تکبر و تفاخر میں فرق یہ ہے کہ جمال و زینت تو اپنا دل خوش کرنے کے لئے یا خدا کی نعمت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے اور دل میں نہ اپنے کو

آیت میں شجر عام ہے درخت اور گھاس وغیرہ سب کو ۱۲۱

فِيهِ تَسِيمُونَ ۱۰ يُنْبِتُ لَكُمْ

جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو (اور) اس (پانی) سے تمہارے

بِالزَّرْعِ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ

لے کھیتی اور زیتون اور کھجور

وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الشَّجَرِ إِنَّ

اور انگور اور ہر قسم کے پھل (زمین سے) اگاتا ہے

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۱۱

بیشک اس میں سوچنے والوں کے لئے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج

وَالْقَمَرَ ۚ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِ ۚ

اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۱۲

ہیں بیشک اس میں (بھی) لوگوں کے لئے چند دلیلیں (موجود) ہیں

وَمَا ذَرَأَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا

اور ان چیزوں کو بھی (بنایا) جن کو تمہارے لئے زمین میں اس طور پر پیدا کیا

أَلْوَانُهُ ۚ

کہ ان کے اقسام مختلف ہیں

اس میں تمام حیوانات اور نباتات و جمادات اور عناصر اور مرکبات

سب داخل ہو گئے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۱۳

بیشک اس میں (بھی) سمجھ دار لوگوں کے لئے دلیل

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَتَاكُلُوا مِنْهُ

(توحید موجود) ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا

ان نعمتوں کا مستحق سمجھتا ہے نہ دوسروں کو حقیر جانتا ہے بلکہ ان نعمتوں کا خدا کی طرف سے عطا ہونا پیش نظر ہوتا ہے اور جس میں استحقاق کا دعویٰ اور دوسروں کی حقیر اور اپنے اوپر نظر اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بننے کا ارادہ ہو وہ یہودہ تکبر ہے اور حرام ہے۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۱۵

اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں

اور ایسی چیزیں بکثرت ہیں مثلاً بیکہ کسی موزی جانور کی نسل بڑھے گی اللہ تعالیٰ نے زمین میں کوئی ایسا زہریلا مادہ پیدا کر دیا ہے جس سے وہ ہلاک ہو گیا عام لوگوں کو اس مادہ کی اطلاع تک بھی نہیں ہوئی اور اس سے ان کو نفع پہنچ رہا ہے۔ ونحو ذلک

رابطہ: اوپر توحید کے بعض دلائل کا ذکر ہوا ہے اور بعض دلائل آگے مذکور ہوں گے درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ان دلائل کا روحانی نعمت ہونا بیان فرماتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر پہنچانے والے اور نیزھے راستے سے بچانے والے ہیں۔ وعلى الله تا اجمعين

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايزٌ ط

اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے راستے نیزھے بھی ہیں

جو کہ دین کے خلاف ہیں ان سے اللہ تک رسائی ممکن نہیں پس بعضے توحید سیدھے راستے پر چلتے ہیں اور بعضے نیزھے پر

وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۱۶

اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہنچا دیتا

مگر وہ اسی کو مقصود تک پہنچاتے ہیں جو سیدھے راستے کا طالب بھی ہو والذین جاہدوا فینا لنهدينهم سبلنا جو لوگ ہمارے واسطے محنت برداشت کرتے ہیں ان کو ہم ضرور اپنے راستے بتلا دیتے ہیں اور اس لئے تم کو چاہیے کہ ان دلائل میں غور کرو اور ان سے حق کو طلب کرو تا کہ تم کو مقصود تک پہنچنا نصیب ہو۔ رابطہ: آگے پھر بقیہ دلائل توحید کے بیان فرماتے ہیں هو الذی انزل تا یهتدون

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے

مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ

کو ملتا ہے اور اس (کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے) ہیں

لِحِمَاطِرٍ يَأْوَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً

تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو

مشہور یہ ہے مونگا وغیرہ صرف دریائی شور میں پیدا ہوتا ہے اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو آیت میں بحر سے خاص دریائے شور ہی مراد ہوگا ورنہ شیریں کو بھی عام ہوگا اور سورہ رحمن میں جو یخرج منه ما الخ آیا ہے کہ دونوں سمندروں سے موتی مونگا نکلتا ہے سو دوسری صورت پر تو اس میں کسی تاویل کی ضرورت ہی نہ رہی اور پہلی صورت پر یہ کہا جائے گا کہ چونکہ وہاں دونوں سمندروں کے اجتماع کا ذکر ہے اس لئے قریب ہونے کی وجہ سے یہ کہہ دیا گیا کہ دونوں میں سے نکلتا ہے جیسا کہ کسی کے پاس دو آدمی اکٹھے آویں اور ان میں سے ایک کے پاس مال تجارت ہو تو یوں کہہ دیتے ہیں کہ دو شخص آئے تھے جن کے پاس ایسا ایسا مال تھا حالانکہ مال صرف ایک کے پاس تھا مگر ساتھ آنے کی وجہ سے دونوں کی طرف مجازاً نسبت کر دیا کرتے ہیں ۱۲

تَلْبَسُونَهَا

جس کو تم پہنتے ہو

ترجمہ میں مرد و عورت سب کو یہ حکم عام اس لئے کیا گیا کہ موتی مونگا پہننا مردوں کو بھی جائز ہے۔

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاحِرَ فِيهِ

اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں

یعنی دریا کا یہ بھی ایک فائدہ ہے کہ اس میں کشتیاں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی جیسے جہاز وغیرہ چلتی ہیں۔

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو

یعنی کشتی و جہاز وغیرہ میں مال تجارت لیکر سفر کرو اور اس کے ذریعہ سے روزی حاصل کرو ۱۳

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۱۴ وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ

اور تاکہ شکر کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تاکہ وہ (زمین) تم کو

رَوَّاسِيٍّ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ

لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے

پہاڑوں کی جو حکمت یہاں مذکور ہے کہ ان کے ذریعہ سے زمین ساکن

ہے حرکت نہیں کرتی اس پر ظاہر نظر میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ فلاسفہ کے قواعد پر تو زمین طبعی طور پر سکون کو چاہتی ہے اور متکلمین کے نزدیک اگرچہ وہ طبعاً سکون کو نہیں چاہتی مگر حرکت کو بھی نہیں چاہتی پھر پہاڑوں کے نہ ہونے کی صورت میں زمین کی حرکت واضطراب کی کیا وجہ ہے جن کے روکنے کے لئے پہاڑ پیدا کئے گئے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ زمین کی طبیعت حرکت کو نہیں چاہتی مگر اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے اس کو ایسی حالت پر بنایا ہے کہ پانی کے اندر ہونے کی وجہ سے جب پانی کو ہوا سے حرکت ہوتی تو زمین بھی ہلتی جیسا کہ خود حکماء بھی اس کے قائل ہیں کہ بعض دفعہ زمین کے اندر بکثرت بخارات بند ہو جانے سے اس کو حرکت ہوتی ہے اس کے بند کرنے کو اس پر پہاڑ پیدا کئے تاکہ پانی کی حرکت سے زمین کو حرکت نہ ہو اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ زمین کو پہلے ہی سے ایسا کیوں بنایا کیونکہ یہ تو ایسا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسی حالت پر بنایا ہے کہ بدون غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا پھر غذا پیدا کر کے اس کو زندہ کہا تو یہ سوال بعینہ ایسا ہے کہ کوئی یوں کہنے لگے کہ انسان کو پہلے ہی سے غذا کا محتاج کیوں بنایا۔ اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ ہم خدا تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے اور جاننا چاہئے کہ بعضوں نے اس آیت سے زمین کے حرکت نہ کرنے پر استدلال کیا ہے مگر حق یہ ہے کہ جس حرکت میں حکماء کا اختلاف ہے اس کی قرآن میں نہ کسی جگہ نفی ہے نہ اثبات ہے اس لئے دوسرے دلائل کی ضرورت ہے۔

وَأَنْهَرًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۱۵

اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تاکہ منزل مقصود تک پہنچ سکو اور بہت سی

وَعَلَمَاتٍ ط

نشانیوں بنائیں

جیسے پہاڑ درخت وغیرہ جن سے راستہ پہچانا جاتا ہے ورنہ اگر تمام زمین کا سطح یکساں حالت پر ہوتا تو راستہ ہرگز نہ پہچانا جاتا رابطہ اور تو حید کے دلائل بیان فرما کر آگے معبودان باطلہ کا ان صفات سے خالی ہونا اور اس وجہ سے انکا معبود بننے کے قابل نہ ہونا بیان فرماتے ہیں اور باوجود ایسے دلائل قائم ہونے کے پھر جو لوگ ان کو معبود سمجھتے ہیں ان کی مذمت بیان کرتے ہیں پس اوپر صراحتہ تو حید کا اثبات تھا اور آگے صراحتہ کفر و شرک کا ابطال ہے مع مذمت مشرکین کے افمن تا المستکبرین

وَالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۱۶ أَفَمَنْ

اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں سو کیا جو شخص پیدا کرتا ہو وہ

اور اوپر قاعدہ کلیہ معلوم ہو چکا ہے کہ خالق اور غیر خالق برابر نہیں پس یہ معبود عبادت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں۔

أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۚ

وہ (معبودین) مردے (بے جان) ہیں زندہ نہیں

خواہ وہ ہمیشہ کے لئے بے جان ہوں جیسے بت اس وقت بے جان ہوں جیسے وہ معبود جو مر چکے یا آئندہ بے جان ہونے والے ہیں جیسے وہ معبود جو مرے گئے مثلاً فرشتے اور جن اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ قادیانی جو اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کے اس وقت زندہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں غلط ہے کیونکہ اس جگہ غیر احیاء کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس وقت زندہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ زندہ رہنے والے نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ فرشتے بھی اس وقت زندہ نہ ہوں کیونکہ کفار عرب ان کو بھی معبود سمجھتے تھے اور یقیناً وہ بھی ان لوگوں میں داخل ہیں جن کی عبادت خدا کو چھوڑ کر کی جاتی ہے۔

وَمَا يَشْعُرُونَ أَتَيَانَ يُبْعَثُونَ ۚ

اور ان کو خبر نہیں وہ مردے کب اٹھائے جاویں گے

یعنی بعض کو تو بالکل ہی علم نہیں (جیسے بت) اور بعض کو وقت کی تعیین معلوم نہیں (جیسے فرشتے اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ) کہ ان کو قیامت کے آنے کا تو علم ہے مگر خاص وقت معلوم نہیں جیسا کہ بہت سی آیتوں میں اس کی تصریح ہے اور معبود کے لئے ایسا علم ہونا چاہیے جو تمام باتوں کو احاطہ کئے ہوئے ہو بالخصوص قیامت کا علم تو اس کو ضرور ہونا چاہئے جس میں عبادت کرنے یا نہ کرنے کی جزاء و سزا دی جائے گی پس یہ لوگ علم میں خدا کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں آگے اس دلیل کا نتیجہ بیان فرماتے ہیں۔

إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے

بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُّكْرَرَةٌ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۚ

دل (معتول بات سے) منکر ہو رہے ہیں اور وہ (قبول حق سے) تکبر کرتے ہیں

یعنی حق واضح کر دینے کے بعد بھی جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور خدا سے ڈر کر توحید کو قبول نہیں کرتے معلوم ہوا کہ ان کے دلوں میں معتول بات کے ماننے کی قابلیت ہی نہیں اور قابلیت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے۔

يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۚ

اس جیسا ہو جاوے گا جو پیدا نہیں کر سکتا

یعنی جب یہ ثابت ہو چکا کہ حق تعالیٰ ایسی ایسی چیزوں کے خالق ہیں اور خالق ہونے میں یکتا ہیں تو کیا تم دوسروں کو بھی معبود سمجھو گے اس میں تو خدا کی سخت اہانت ہے کہ اس کو بتوں کے برابر کر دیا۔

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ

پھر کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے

آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو نعمتیں اوپر بتلائی ہیں خدا کی نعمتوں کا انحصار ان ہی میں نہیں ہے بلکہ اس کی نعمتیں نہایت کثرت سے ہیں۔

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۚ

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو

مگر مشرکین شکر اور قدر نہیں کرتے ۱۲

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ

واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

یعنی یہ جرم اتنا بڑا تھا کہ نہ معاف کرانے سے معاف ہوتا اور نہ اس پر جے رہنے سے آئندہ یہ نعمتیں ملتیں لیکن حق تعالیٰ کی رحمت ہی بہت ہے کہ کوئی شرک سے توبہ کر لے تو مغفرت ہو جاتی ہے اور نہ کرے تو جب بھی زندگی بھر یہ نعمتیں منقطع نہیں ہوتیں۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں

پس دنیا میں کوئی نعمتوں کے فائض ہونے سے یوں نہ سمجھے کہ کبھی سزا نہ ہوگی بلکہ آخرت میں سزا ہوگی کیونکہ حق تعالیٰ سب کے احوال کو جانتے ہیں ان کے موافق سزا ہوگی۔ یہ تو حق تعالیٰ کے خالق اور منعم ہونے کا بیان تھا آگے معبودان باطلہ کا خالق وغیرہ نہ ہونا بتلاتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا

اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں

يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۚ

وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں

اعتقاد خراب ہو جاتا ہے اور بے علمی کی تفسیر آٹھویں پارہ کے چوتھے رکوع میں گزر چکی ہے اور جو شخص کسی کو گمراہ کیا کرتا ہے اس گمراہ ہونے والے کو تو گمراہی کا گناہ ہوتا ہے اور اس گمراہ کرنے والے کو اس کا گناہ ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کی گمراہی کا سبب بنا اسی کو کچھ بوجھ سے تعبیر کیا گیا اور اپنے گناہوں کو کامل طور پر اٹھانا تو ظاہر ہے سو حق کے مقابلہ میں یہ تدبیریں نہ چل سکیں گی بلکہ خود ان ہی پر ان کا وبال ٹوٹے گا چنانچہ پہلے کفار بھی ایسی تدبیریں کر چکے ہیں ۱۲

أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ۝۴۵

خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لا رہے ہیں وہ بڑا بوجھ ہے

یعنی جس طرح چھت کے آ پڑنے سے سب دب کر رہ جاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ اپنی تدبیروں ہی سے خود دب گئے اور ناکام ہوئے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ

(اور) جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی

بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ

پھر اوپر سے ان پر چھت آ پڑی اور (علاوہ ناکامی کے)

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝۴۶

ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا

کیونکہ امید تو یہ تھی کہ تدبیر میں کامیابی ہوگی خلاف توقع ان پر ناکامی سے بڑھ کر عذاب آ گیا جو کوسوں بھی ان کے ذہن میں نہ تھا۔ چنانچہ پہلے کفار پر عذابوں کا آنا معلوم اور مشہور ہے یہ حالت ان کی دنیا میں ہوئی ۱۲۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُخْزِيهِمْ

پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا

جس میں سے ایک رسوائی کا آگے بیان ہے۔

وَيَقُولُ آيِنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں تم لڑا جھگڑا کرتے تھے

لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ

(اور) ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے احوال پوشیدہ و ظاہر کو

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝۴۷

جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے

پس جب ان کا تکبر معلوم ہے تو ان کو بھی ناپسند کریں گے اور سزا دیں گے۔
رابطہ: اوپر کفار کی گمراہی کا بیان تھا آگے ان کے دوسروں کو گمراہ کرنے کا اور اس پر وعید کا بیان ہے کہ وہ نبوت اور قرآن کا انکار کر کے لوگوں کو گمراہی میں ڈالتے ہیں اور ان کے گناہ بھی اپنے سر پر لاتے ہیں
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَا مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے

یعنی کوئی ناواقف شخص تحقیق کی غرض سے یا کوئی واقف امتحان کے لئے ان سے پوچھتا ہے۔

مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۚ

کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے

یعنی قرآن جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نازل کیا ہوا بتلاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے۔

قَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝۴۸

تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں

یعنی یہ خدا کا نازل کیا ہوا کہاں ہے بلکہ پہلے سے سب مذاہب والے توحید اور نبوت اور قیامت کو دعویٰ کرتے آئے ہیں انہی سے یہ بھی نقل کرنے لگے باقی یہ باتیں خدا کی بتلائی ہوئی نہیں ہیں۔

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ

نتیجہ اس (کہنے) کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو

وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا

گمراہ کرنے سے مراد ان کا یہی قول ہے کہ یہ محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں کیونکہ اس سے دوسرے آدمی کا

یہ عذاب آخرت کا ذکر ہو گیا پس حاصل آیات کا یہ ہوا کہ تم نے اپنے سے پہلے کافروں کا حال خسارہ و عذاب دنیا و آخرت کا سن لیا اسی طرح جو تدبیر و مکر دین حق کے مقابلہ میں تم کر رہے ہو اور خلق کو گمراہ کرنا چاہتے ہو یہی انجام تمہارا ہوگا۔ ربط: اوپر قرآن اور رسالت کے متعلق کفار کے بعض اقوال اور انکا دوسروں کو گمراہ کرنا مذکور تھا آگے اس کے مقابلہ میں اسی کے متعلق مسلمانوں کے عمدہ اقوال و اعمال کا مع وعدہ بشارت کے ذکر ہے۔ وقیل للذین اتقوا تا بما کنتم تعلمون

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ط

اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل

قَالُوا خَيْرٌ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا

فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کئے جس میں ان کا یہ قول بھی داخل ہے اور دوسرے اعمال صالحہ بھی۔

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط

ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے

وہ بھلائی ثواب کا وعدہ اور بشارت ہے ۱۲ کیونکہ وہاں اس وعدہ کا ظہور ہو جائے گا۔

وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ط

اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے

مطلب یہ کہ مرتے دم تک توحید پر قائم رہتے ہیں۔

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۰﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ

اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ

جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس

فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ

چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی (بلکہ) اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ

الْمُتَّقِينَ ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض

كُنْتُمْ تُشَاقِقُونَ فِيهِمْ قَالَ الَّذِينَ

(وہ اب) کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ

أَوْتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى

آج پوری رسوائی اور عذاب

الْكُفْرِينَ ﴿۳۲﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

کافروں پر ہے جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر پر قبض کی تھی

ظَالِمِينَ أَنْفُسِهِمْ ص

(یعنی) آخرت تک کافر رہے

شائد ان اہل علم کا قول سچ میں اس لئے بیان فرمایا ہو کہ کفار کی رسوائی کا عام اور علانیہ ہونا معلوم ہو جائے۔

فَالْتَقُوا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ ط

پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے

یعنی شرک و کفر تو اعلیٰ درجے کی برائی اور خدا کی مخالفت ہے ہماری کیا مجال تھی کہ ہم اس کے مرتکب ہوتے ہم نے تو کوئی ادنیٰ درجہ کا بھی برا کام نہیں کیا جس میں خدا کی ادنیٰ مخالفت بھی ہو اور اس کو صلح کا مضمون اس لئے کہا گیا کہ دنیا میں تو وہ شرک و کفر کا اور انبیاء کی مخالفت کا بڑے جوش و خروش سے اقرار کرتے تھے وہاں سب باتوں کا انکار کرنے لگے گویا کہ اب صلح پر آمادہ ہوئے حق تعالیٰ ان کی اس بات کو رد کریں گے۔

بَلَىٰ

کیوں نہیں

بلکہ واقعی تم نے بڑی مخالفت کے کام کئے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے

فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ط

سو جہنم کے دروازوں میں (سے جہنم میں) داخل ہو جاؤ (اور)

فَلْيَسْ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۳۴﴾

اس میں ہمیشہ ہمیشہ کور ہو غرض تکبر کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے

کہ جان جان کر سزا کے کام کرتے تھے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے

يُظْلِمُونَ ﴿۳۱﴾

اوپر ظلم کر رہے تھے

پس ایسا ہی تمہارا حال ہوگا

رابطہ : اوپر کفار کو ان کے کفر پر عذاب قیامت سے ڈرایا تھا اس پر کفار کو دوشنبے تھے ایک یہ کہ ہمارا یہ طریقہ جس کو تم کفر کہتے ہو حق تعالیٰ کو ناپسند نہیں یہاں تک کہ اس کی وجہ سے ہم عذاب کے مستحق ہوں دوسرے یہ کہ قیامت ہی کوئی چیز نہیں پس اگر ہم عذاب کے مستحق ہوں بھی تو یہ واقعہ کیونکر ہوگا آگے ان دونوں شبہوں کو مع جواب کے بیان فرماتے ہیں اور چونکہ ایسے شبہات محض عناد کی وجہ سے ہوتے تھے اور اس وجہ سے حضور کو بہت رنج ہوتا تھا اس لئے درمیان میں تسلی کا مضمون بھی ہے اور پہلے شبہ کا مفصل جواب آٹھویں پارہ کی آیت مِيقُولِ الَّذِينَ اَشْرَكُوا الْاِلٰهَ فِيْهِمْ گزر چکا ہے چونکہ وہاں اس کی تقریر لمبی کر دی گئی ہے۔ اس لئے یہاں اجمالی جواب پراکتفا کیا گیا وقال الذين اشرکوا تا کن فيكون

فَاَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ

آخر ان کے اعمال بد کی ان کو سزائیں ملیں

مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۲﴾

اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی نے آگھیرا

مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرنا ہمارے طریقہ کے اصول میں سے ہے اور بعض چیزوں کو حرام سمجھنا اس کی فروع میں سے ہے پس اگر خدا کو یہ طریقہ ناپسند ہوتا اور اس کے خلاف کو پسند کرتے تو وہ ہم کو یہ کام کیوں کرنے دیتے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا طریقہ خدا کو پسند ہے (اس کا ایک ظاہر جواب یہ ہے کہ اس دلیل سے تو یہ لازم آتا ہے کہ دنیا میں کوئی کام بھی برائہ ہو کیونکہ ہر شخص اپنے کام کی نسبت یہی کہہ سکتا ہے کہ اگر خدا کو یہ ناپسند ہوتا تو مجھے کیوں کرنے دیتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ کام خدا کو پسند ہے حالانکہ دنیا میں بہت سے کام ایسے ہیں جن کو ہر شخص یقیناً برا سمجھتا ہے جیسے چوری اور زنا اور ناحق خون کرنا ظلم کرنا وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ یہ دلیل غلط ہے اور کسی کا کوئی کام کر لینا خدا کی رضا مندی کی دلیل نہیں

طَيِّبِينَ ۙ

کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں

روح قبض ہونے کے بعد جنت میں جانا روحانی طور پر ہے اور جسم کے ساتھ جانا قیامت میں ہوگا اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ قیامت میں تم جنت میں چلے جانا اور ہر حالت میں مقصود بشارت سنانا ہے کہ تم جنتی ہو

يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

وہ (فرشتے) کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا

اعمال کو جنت میں داخل ہونے کا سبب کہنا یہ بطور عادت کے ہے ورنہ حقیقی سبب خدا کی رحمت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے پس آیت میں اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ آیت میں اعمال کو باعتبار ظاہر کے سبب کہا گیا ہے اور حدیث میں حقیقی سبب مراد ہے۔

رابطہ : اوپر مومنین کے ذکر سے پہلے کفار کی گمراہی کا بیان تھا اور مومنین کا ذکر بطور مقابلہ کے درمیان میں آگیا تھا اب پھر آگے کفار کی ہٹ دھرمی اور عناد و سرکشی پر وعید بیان فرماتے ہیں۔ هل ينظرون تا يستهزؤن

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾

اپنے اعمال کے سبب

یعنی یہ لوگ جو اپنے کفر و عناد اور جہالت پر جتھے ہوئے ہیں اور باوجود حق واضح ہو جانے کے ایمان نہیں لاتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ موت یا قیامت کے منتظر ہیں تو کیا اس وقت ایمان لائیں گے جب کہ ایمان مقبول نہ ہوگا اگرچہ اس وقت تمام کفار حقیقت منکشف ہو جانے کی وجہ سے توبہ کریں گے مگر سب بے سود ہوگا

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ

کیا یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آ

يَأْتِي أَمْرٌ رَبِّكَ ط

جاوے یا آپ کے پروردگار کا حکم (یعنی قیامت) آ جاوے

اور اس ہٹ دھرمی کی بدولت سزا بھگتی۔

كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا

نائب تبلیغ کیلئے آئے ہوں اور اگر یہ شبہ ہو کہ آیت لتنذر قوماً ما اندر
آباؤہم من قبلک (ترجمہ) تاکہ آپ ڈراویں ایسی قوم کو کہ آپ سے
پہلے ان کے باپ دادوں کو کسی نے نہیں ڈرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب
میں حضورؐ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہوا
جواب یہ ہے کہ یا تو پہلی آیت میں ہر امت میں رسول بھیجنے سے مراد یہ ہے
کہ اکثر امتوں میں بھیجے گئے گو بعض میں نہ بھیجے گئے ہوں اور اس لئے ہم
نے ہندوستان میں رسولؐ آنے کو یقین کیساتھ بیان نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا یہ کہ ہر امت اور ہر قوم کے لئے اوائل میں ایک
رسولؐ آگئے ہوں کیونکہ ضرورت ایک سے بھی پوری ہو سکتی ہے اگر وہ اس
شریعت کا سلسلہ باقی رکھنا چاہتے تو ممکن تھا اور آخر میں رسولؐ آنے کی
ضرورت نہیں رہتی پس ہر امت میں رسولؐ بھیجنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اوائل
میں رسولؐ ضرور بھیجے گئے اور حضورؐ سے پہلے عرب میں رسولؐ نہ آنے کا
مطلب یہ ہوگا کہ آخر میں کوئی رسولؐ ان کے پاس نہیں آیا اور اس صورت
میں یہ بھی احتمال ہے کہ بعض جگہ پہاڑوں اور جزیروں میں تبلیغ نہ ہوئی ہو۔

أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ج

(کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (کے راستہ) سے بچتے رہو)

اس میں حرام چیزوں کو حرام کرنا بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی شرک و کفر
کا ایک شعبہ ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ

سوان میں بعض وہ ہوئے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی

کہ انہوں نے حق کو قبول کیا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ج

اور بعض ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا

کہ وہ ناحق پر جے رہے خلاصہ یہ ہوا کہ کفار کا انبیاء سے بیہودہ
مباحثے کرنا بھی ہمیشہ سے ہے اور انبیاء کی تعلیم بھی ہمیشہ سے ہے اور سب
کا ہدایت نہ پانا بھی ہمیشہ سے ہے پھر آپ کیوں غم کرتے ہیں اور اس میں
کفار کے شبہ کا اجمالی جواب بھی ہو گیا کہ ایسی باتیں کرنا گمراہی ہے آگے
اس جواب کی تائید اور وضاحت کے لئے فرماتے ہیں کہ اگر تم کو اس کا
گمراہی ہونا معلوم نہ ہوتا ہو (ترجمہ دیکھو)

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ

تو (اچھا) زمین میں چلو پھرو پھر (آثار) سے دیکھو کہ جھٹلانے والوں

ہو سکتی کیونکہ خدا نے انسان کی آزمائش کے لئے اس کو اچھے برے دونوں
طرح کے کاموں کی قدرت دی ہے کہ دیکھیں وہ اپنے اختیارات سے
کیسے کام کرتا ہے پس ہر کام کے اچھے یا برے ہونے کی دلیل خدا کا حکم کرنا
یا منع کرنا ہے اور بعضی باتیں عقل سلیم سے بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ آگے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ ایسی باتوں سے مغموم نہ ہوں
کیونکہ یہ بیہودہ مباحثہ کوئی نئی بات نہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو

عَبْدَنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا

خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا

أَبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط

اور نہ ہم اس کے بدوں (حکم کے) کسی چیز کو حرام کہہ سکتے

کہ اپنے پیغمبروں سے بیہودہ مباحثے کئے تھے مگر انبیاء کا اس سے کیا
بگڑ گیا یا دین حق کو کیا ضرر پہنچا بلکہ سراسر نقصان خود انہی کا تھا۔

كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ج

جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی

صاف صاف پہچانا یہ ہے کہ دعویٰ واضح ہوا اور اس پر صحیح دلیل قائم ہو
اسی طرح آپ کے ذمہ بھی یہی کام ہے جس کو آپ کر رہے ہیں پھر اگر
عناد کی وجہ سے کوئی دعویٰ اور دلیل میں غور نہ کرے تو آپ کی بلا سے آگے
فرماتے ہیں کہ جس طرح ان کا آپ سے مباحثہ کرنا نئی بات نہیں اسی
طرح آپ کا توحید و ایمان کی طرف بلانا بھی کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس کی
تعلیم بھی ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ٢٥

سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (احکام کا) صاف صاف پہنچا دینا ہے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا

اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان والوں کے لئے بھی
زمانہ قدیم میں کچھ رسول مبعوث ہوئے ہیں خواہ وہ ہندوستان ہی میں پیدا
ہوئے اور یہیں رہے ہوں یا کسی اور ملک میں رہتے ہوں اور یہاں ان کے

باوجودیکہ اس پر صحیح دلیل قائم ہو چکی ہے آگے دوبارہ زندہ کرنے کی وجہ بتلاتے ہیں۔

لَيُبَيِّنَنَّ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ

تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے اور انبیاء کے فیصلہ سے بھی دنیا میں راہ پر نہ آتے تھے۔

فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا

ان کے رو برو اس کا (بطور معائنہ کے) اظہار کر دے اور تاکہ کافر لوگ (پورا)

كَذِبِينَ ۝۳۹

یقین کر لیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے

اور انبیاء اور مومنین سچے تھے پس قیامت کا آنا یقینی ہے اور عذاب سے فیصلہ ہونا ضروری ہے یہ جواب ہو گیا ان کے اس قول کا کہ خدا مرنے والوں کو زندہ نہ کرے گا اور چونکہ وہ لوگ قیامت کا انکار اس لئے کرتے تھے کہ اس کو دشوار سمجھتے تھے اس لئے آگے اپنی قدرت کاملہ بیان کر کے دشواری کے شبہ کو دفع کرتے ہیں۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ

ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی)

لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝۴۰

ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا پس وہ (پیدا) ہو جاتی ہے

تو اتنی بڑی کامل قدرت والے کے سامنے بے جان چیزوں میں جان ڈال دینا کیا دشوار ہے جیسا کہ پہلی بار جان ڈال چکے ہیں پس دونوں شبہوں کا جواب ہو گیا واللہ الحمد اور مکن فیکون کے متعلق پارہ الم میں تقریر گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

رابطہ: اور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی کہ آپ کفار کی گفتگو سے غمگین نہ ہوں آگے مسلمانوں کو تسلی دی جاتی ہے کہ تم کو جو کفار نے تکلیفیں دیکر وطن سے نکال دیا اس پر غم نہ کرنا تمہارے لئے دونوں جہاں میں بشارت ہے لیکن آیت میں ہجرت سے مراد حبشہ کی ہجرت ہے مدینہ کی ہجرت مراد نہیں کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اس وقت کچھ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی والدین ہاجرو تابتو کلون

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝۴۱

کا کیسا برا انجام ہوا

پس اگر وہ گمراہ نہ تھے تو ان پر عذاب کیوں نازل ہوا اور ان کو اتفاقی واقعات اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ وہ عادت کے خلاف عجیب طور سے ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی پیشینگوئی کے بعد ہوئے اور مومنین اس سے بچے رہے پھر اس کے عذاب ہونے میں کیا شک ہے۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تسلی کے لئے فرماتے ہیں کہ جیسے پہلے بعض لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا ایسے ہی یہ لوگ بھی ہیں۔

إِنْ تَحْرِصْ عَلَى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا

ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ

يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ

ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے

البتہ وہ ہٹ دھرمی کو چھوڑ دے تو ہدایت کر دیتا ہے مگر یہ اس عادت کو چھوڑیں گے نہیں اس لئے ان کو ہدایت بھی نہ ہوگی۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ ۝۴۲

اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہو گا

یعنی اگر ان کو یہ گمان ہو کہ ہمارے بت وغیرہ اس حالت میں بھی ہم کو عذاب سے بچالیں گے تو وہ سمجھ رکھیں کہ خدا کے مقابلہ میں کوئی کام نہ آئے گا یہاں تک کہ پہلے شبہ کے متعلق تقریر ہو گئی آگے دوسرے شبہ کے متعلق کلام ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے

اللَّهُ مِنْ يَمُوتُ ط

اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا

اور قیامت نہ آوے گی آگے اس کا جواب ہے۔

بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

کیوں نہیں زندہ کرے گا اس وعدے کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا

لَا يَعْلَمُونَ ۝۴۳

ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے

دیتے ہیں کہ یہ محض مہمل بات ہے وما ارسلنا تا لعلہم يتفكرون

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِيْ

اور ہم نے آپ کے قبل (بھی) صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں

إِلَيْهِمْ فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا

دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے سوا اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے)

تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾

اہل علم سے پوچھ دیکھو

جو تمہارے نزدیک مسلمان کی طرف داری نہ کریں مراد وہ اہل کتاب ہیں جو خود مشرکین کی طرح اہل اسلام کے مخالف تھے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس مسئلہ میں مشرکین اہل کتاب کے بھی مخالف تھے پھر ان کا قول ان پر کیسے حجت ہوگا جواب یہ ہے کہ یہ امر نقل کے متعلق ہے اس میں مذہبی حیثیت سے قطع نظر کر کے تو اتر کی وجہ سے ان کا قول حجت ہوگا اور تو اتر میں راوی کا معتبر ہونا شرط نہیں پس مذہبی حیثیت نہ اہل کتاب کا غیر معتبر ہونا اس حجت کے لئے مضفر نہیں۔

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ

اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ

يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۴﴾

وہ (ان میں) فکر کیا کریں

یعنی آپ اپنا کام کریں اور وہ اپنا کام کریں تاکہ دونوں باتیں مل کر ہدایت ہو غرض یہ کہ جب آپ کی رسالت بھی قدیم طریقہ کے موافق ہے پھر انکار کی کیا وجہ اور رسالت و بشریت میں منافات ہونے کی کیا دلیل ربط: اوپر ایک آیت میں کفار کو عذاب آخرت سے ڈرایا تھا آگے دنیوی عذاب سے ڈراتے ہیں۔ افامن الذین تالرو ف زحیم

أَفَاَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ

جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں

کہ کہیں اس میں شبہات اور اعراض نکال کر اور حق کا انکار کر کے خود گمراہ ہوتے ہیں کہیں دوسروں کو حق سے روک کر گمراہ کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑ دیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا

اور حبشہ کو چلے گئے۔ کیونکہ ایسی مجبوری میں وطن چھوڑنا بڑا شاق گزرتا ہے۔

لَنُبَوِّئَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط

ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے

یعنی ان کو مدینہ پہنچا کر بہت امن اور راحت دینگے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اکثر لوگوں کو مدینہ پہنچا دیا اور گو بعض کا حبشہ ہی میں انتقال ہو گیا مگر اصل مطلب تو پریشانی کا دور کرنا ہے سو یہ بات سب کو نصیب ہو گئی تھی کیونکہ حبشہ میں بھی ان کو بہت راحت ملی اور چونکہ مدینہ مہاجرین کا اصلی وطن قرار دیا گیا اس لئے اس کو ٹھکانا کہا اور وہاں سے ہر طرح کی ترقی ہوئی اس لئے اس کو اچھا ٹھکانا کہا اور حبشہ کا قیام عارضی تھا اس لئے اس کو ٹھکانا نہیں فرمایا۔

وَلَا جَزَاءُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ م

اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے

کہ بہتر یہی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی ہے۔

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾

کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی

اس کے حاصل کرنے کی رغبت سے مسلمان ہو جاتے۔

الَّذِينَ صَبَرُوا

وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں

چنانچہ وطن کا چھوڑنا گوان کونا گوار ہے مگر چونکہ اس کے بغیر دین پر عمل نہیں کر سکتے تھے اس لئے دین کے لئے وطن چھوڑنا صبر کیا۔

وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۶﴾

اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں

وطن چھوڑنے کے وقت یہ خیال نہیں کرتے کہ کھادیں پیویں گے کہاں سے۔ ربط: اوپر ایک آیت میں کفار کے بعض شبہات کفریہ کا جواب مذکور تھا آگے رسالت کے متعلق ایک کفریہ شبہ کا جواب مذکور ہے شبہ یہ ہے کہ وہ لوگ آپ کی رسالت کا انکار اس بناء پر کرتے تھے کہ وہ رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے کہ آدمی رسول کیونکر ہو سکتا ہے اس کا جواب

یعنی سایہ کے اسباب اور اس کی خاص حالت سب خدا کے حکم سے ہے سایہ کا سبب آفتاب کا نورانی ہونا اور سایہ دار جسم کا کثیف ہونا ہے اور سایہ کی حرکت کا سبب آفتاب کی حرکت ہے۔

وَهُمْ ذُخْرُونَ ﴿۳۸﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي

اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں اور اللہ کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

والی آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں

یعنی جس طرح سایہ وغیرہ جو کہ اپنے ارادہ سے حرکت نہیں کرتے خدا کے حکم کے تابع ہیں جو ارادہ سے حرکت کرتی ہیں۔

مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبَرُونَ ﴿۳۹﴾

اور (بالخصوص) فرشتے (بھی) اور وہ تکبر نہیں کرتے

یعنی وہ فرشتے باوجود علو شان اور رفعت مکان کے اطاعت خداوندی سے تکبر نہیں کرتے اور اسی لئے بالخصوص ان کا ذکر کیا گیا۔

رابطہ: اوپر تو حید کو ثابت کیا گیا آگے شرک کو باطل کرتے ہیں وقال اللہ تا هو العزيز الحكيم

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ

اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے اور ان کو جو کچھ حکم کیا

مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ اللَّهُ

جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

تمام مکلفین کو حکم دیا ہے رسولوں کے واسطے سے

لَا تَتَّخِذُوا لِلَّهِ اِثْنَيْنِ ۚ اِنَّهَا هِيَ إِلَهُ

کہ دو (یا زیادہ) معبود مت بناؤ بس ایک معبود وہی ہے

وَاحِدٌ ۚ فَلَا يَأْتِي فَارْهَبُونَ ﴿۴۱﴾

تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرو

کیونکہ جب معبود ہونے کی صفت میرے لئے خاص ہے تو کمال قدرت وغیرہ جو اس کے لوازم ہیں وہ میرے ہی ساتھ خاص ہوں گے تو سزا و عذاب کا خوف مجھ ہی سے چاہیے اور شرک سے عذاب ہوتا ہے پس شرک نہ کرنا چاہئے۔

أَنْ يَخْشِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ

کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں غرق

الْعَذَابِ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۲﴾

کر دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آ پڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو

جیسے جنگ بدر میں ایسے بے سرو سامان مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کو سزا ملی کہ کبھی ان کو عقلاً اس کا احتمال بھی نہ ہوتا کہ یہ ہم پر غالب آسکیں گے۔

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ

یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے

جیسے کوئی مرض ہی دفعتاً آنکھڑا ہو۔

فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۴۳﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ

یہ لوگ خدا کو ہرگز ہرا (بھی) نہیں سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے

جیسے قحط اور وباء پڑے جس سے آہستہ آہستہ خاتمہ ہو جائے غرض نذر نہ ہونا چاہئے خدا کو سب قدرت ہے اور آفت کے اقسام مختلف ہیں ایک غیبی آفت جو غیر معمولی ہو اور وہ کبھی کبھی آیا کرتی ہے دوسرے وہ آفت جو انسان کے واسطے سے ہوتی ہے وہ غیبی آفت جو معمولی ہو اور خاص شخص کی حالت کے اعتبار سے ہو چوتھی وہ غیبی آفت جو معمولی ہو اور عام حالت کے اعتبار سے ہو زمین میں دھنسا دینا پہلی قسم میں داخل ہے اور بیگمان سزا دینا دوسری قسم میں اور چلتے پھرتے پکڑ لینا تیسری قسم میں اور گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لینا چوتھی قسم میں داخل ہے آگے بتلاتے ہیں کہ تم کو جو مہلت دے رکھی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۴۴﴾

سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے

اسلئے مہلت دی ہے کہ تم اب بھی سمجھ جاؤ اور نجات کا طریقہ اختیار کر لو۔
رابطہ: اوپر شروع سورت سے دور تک تو حید کا مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے اولم یروا تا یومرون

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَيَّؤُا

کیا ان لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سامنے

ظِلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ

کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور سے جھکتے جاتے ہیں کہ

(بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں

دور کرنا ہے۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لَهَا لَا

خیر چند روز عیش اثر الواب جلدی خبر تم کو ہوئی جاتی ہے اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی

يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ

چیزوں میں سے ان (معبودوں) کا حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں

یعنی ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل اور سند نہیں جیسا کہ اس کی تفصیل آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گزر چکی ہے۔

تَاللّٰهِ لَتَسْأَلَنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ۝

قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افترا پر دازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی اور

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ

اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں

روح المعانی میں ہے کہ خزاعہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

سُبْحٰنَہٗ ۝ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ

سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی چیز اور جب ان میں کسی کو بیٹی کی خبر دی

أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ

جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا

كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ

رہے (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کے عار سے لوگوں سے چھپا

مَا بُشِّرَ بِهِ

چھپا پھرے

یعنی مٹی پیدا سونے کی عار سے اور دل میں اتار چڑھاؤ کرے۔

أَيُّسِكُمْ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۝

آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے خوب

أَلَسَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے

وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ

اور اسی کی (ملک) ہیں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں

وَاصْبَا

اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اسی کا حق ہے

یعنی وہی اس بات کا مستحق ہے کہ سب اس کی اطاعت بجالاویں۔

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُونَ ۝

تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو

اور ان سے ڈر کر ان کو پوجتے ہو آگے بتلاتے ہیں کہ جیسا ڈرنے کے قابل سوا خدا کے کوئی نہیں ایسا ہی نعمت دینے والا اور امید کے قابل بھی بجز خدا کے کوئی نہیں۔

وَمَا يَكُم مِّن نِّعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا

اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب

مَسَّكُمُ الضَّرُّ فَالِيْهِ تَجْعَرُونَ ۝

تم کو (ذرا) تکلیف پہنچی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو

اس مصیبت کے دفع ہونے کے لئے اور اس وقت کوئی بت وغیرہ یاد نہیں آتا جس سے توحید کا حق ہونا اس وقت تمہاری حالت کے اقرار سے معلوم ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ إِذَا كُشِفَ الضَّرُّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِحُوا

پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک

مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝

جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے

ایک جماعت اس لئے کہا کہ بعضے اس حالت کو یاد رکھ کر توحید و ایمان پر قائم ہو جاتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فلما نجاهم الی البر فمنهم مقتصد۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا

جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں

۱۔ یا ناشکری عقلاً بھی بری چیز ہے اور دی ہوئی نعمت سے مراد کھفت کا

حیوانات انسان ہی کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جب یہ نہ ہوتے وہ بھی نہ ہوتے اور اکثر اوقات کی قید اس لئے لگائی کہ بعض اوقات میں دنیا میں صرف نیک ہی بندے رہیں گے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔

وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

لیکن ایک معیاد معین تک مہلت دے رہے ہیں

تاکہ اگر کوئی توبہ کرنا چاہے تو گنجائش ہو اس لئے فی الفور دارو گیر نہیں کرتے

فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً ۚ

پھر جب ان کا وقت معین آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے

وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۶۱

ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

بلکہ فوراً سزا ہو جائے گی ربط: آگے پھر شرک اور اہل شرک کی مذمت کی طرف رجوع ہے جس سے زیادہ مقصود اس بات کی مذمت ہے کہ وہ لوگ باوجود شرک کے اپنی نجات کا دعویٰ کرتے تھے۔ ویجعلون تا مفرطون۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ

اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں

جیسا کہ پہلے گزرا کہ وہ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے تھے مگر وہاں خاص عنوان تھا اور یہاں عام چنانچہ اپنی ریاست میں کسی کی شرکت کا ناپسند ہونا بھی اس میں داخل ہے اس لئے تکرار نہ رہا۔

وَتَصِفُ السُّنْتَهُمُ الْكَذِبَ اَنْ لَّهُمُ الْحُسْنٰی ط

اور اپنی زبان سے جھوٹے وعدے کرتے جاتے ہیں کہ ان کے (یعنی ہمارے لئے) ہر طرح کی بھلائی ہے

یعنی یوں کہتے ہیں کہ اگر قیامت کوئی چیز بھی ہو تب بھی ہم اچھے رہیں گے اور یہ مطلب اس لئے ہے کہ وہ لوگ تو سرے سے قیامت ہی کے منکر تھے پھر وہ قیامت میں اپنے لئے بھلائی کی امید کیا کرتے۔

ربط: اوپر کفار کی جہالات و کفریات کا ذکر تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے صدمہ پہنچتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی ہے جس کے ضمن میں رسالت اور حقانیت قرآن کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔ تا اللہ تا یومنون

لَا جَرَمَ اَنْ لَّهُمُ النَّارُ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝۶۲

لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور بیشک وہ لوگ سب سے پہلے

کہ اول تو خدا کے لئے اولاد ثابت کرنا یہی کس قدر بری بات ہے پھر اولاد بھی وہ جس کو خود اس قدر ذلیل اور موجب عار سمجھیں

لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ

جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے

دنیا میں اس لئے کہ وہ ایسی کھلی جہالت میں مبتلا ہیں اور آخرت میں اس لئے کہ وہ عذاب اور ذلت میں مبتلا ہوں گے۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ط

اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑی اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں

نہ کہ وہ صفات جو کہ یہ مشرکین کہتے ہیں۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝۶۰

اور وہ بڑے زبردست ہیں بڑے حکمت والے

یعنی وہ ایسے زبردست ہیں کہ اگر ان کو دنیا میں سزا دینا چاہیں تو کچھ مشکل بات نہیں لیکن حکمت کی وجہ سے موت کے بعد تک سزا کو موخر کر دیا ہے۔

ربط: آگے اس حکمت کا بیان ہے جس کی وجہ سے شرک پر جلدی سزا نہیں دی گئی اور نیز یہ کہ وقت مقرر پر ضرور سزا ہوگی۔ ولویواخذ اللہ تا

لا يستقدمون

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم

یعنی شرک و کفر

مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ

کے سبب دارو گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و) حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے

بلکہ سب کو ہلاک کر دیتے ظالموں کو تو ظلم کی وجہ سے اور جو ظالم نہیں اس کو اس لئے کہ حق تعالیٰ کی حکمت اس عالم میں اکثر اوقات کے اعتبار سے مسلمان و کافر نیک و بد دونوں کو آباد کرنے کو مقتضی ہے ورنہ زمین پر نیک آدمیوں کی آبادی بغیر ظالموں کے ایسی ہوتی ہے جیسی فرشتوں کی آبادی آسمان پر ہے پھر زمین کی آبادی کو جدا کیوں کیا جاتا اور اس مضمون کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے لو لم تذنبوا لذهب اللہ بکم الخ یعنی لو لم یکن فیکم مذنبون مطلب یہ کہ اگر تم میں گنہگار نہ ہوں تو حق تعالیٰ تم کو ہلاک کر کے دوسری قوم کو پیدا کر دیں گے اس لئے دنیا میں نیک بھی نہ رہتے اور چونکہ

يعرفون نعمة الله الخ تک چلا گیا ہے۔ واللہ انزل تا علیم قدیر

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاصْبَا بِهِ

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا

یعنی زمین کی قوت نامیہ کو جو کہ خشک ہو جانے سے کمزور ہو گئی تھی بڑھا دیا

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٤٥﴾

اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں اور (نیز) تمہارے

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا

لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوہر اور خون کا

فِيْ بُطُوْنِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لِّبَنَّا خَالِصًا

مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے

سَائِغًا لِلشَّارِبِيْنَ ﴿٤٦﴾

والادودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں

اس کا مطلب یہ نہیں کہ پیٹ میں ایک طرف گوہر ہوتا ہے اور ایک طرف خون اور دونوں کے درمیان دودھ رہتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ پیٹ میں جو غذا ہوتی ہے اس میں دو اجزاء ہوتے ہیں وہ اجزاء جو آگے چل کر دودھ بنیں گے اور وہ اجزاء جو گوہر بن جائیں گے سب ملے ہوئے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جدا جدا کرتے ہیں کچھ تو گوہر بن کر دفع ہو جاتا ہے اور کچھ جگر میں ہضم ہو کر اخلاط بنتے ہیں جن میں خون بھی ہے پھر اس خون میں وہ حصہ جو آگے چل کر دودھ بنے گا اور وہ حصہ جو دودھ نہ بنے گا دونوں مخلوط ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک حصہ جدا کر کے پستان تک پہنچاتا ہے جو دودھ بن جاتا ہے اور ایک حصہ انٹین میں جا کر مٹی ہو جاتا ہے اور باقی خون رگوں کے ذریعہ سے بدن میں پھیلتا ہے اور یہ امتیاز کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور انعام سے خاص مواشی مراد ہیں گائے بھینس بھیڑ بکری اونٹ۔

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

اور (نیز) کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

(دورخ میں) بھیجے جاویں گے بخدا آپ سے پہلے جوامیں ہو گزری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا

جیسا آپ کو ان کے پاس بھیجا ہے

فَزَيِّنْ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

سو ان کو بھی شیطان نے ان کے اعمال (کفریہ) مستحسن کر کے دکھائے

جس طرح آپ کے زمانہ کے لوگ اپنی کفریات کو پسند کرتے ہیں اور

ان پر قائم ہیں۔

فَهُوَ وَلِيُّهُمْ الْيَوْمَ

پس وہ آج ان کا رفیق تھا

کہ ان کو بہکانا سکھاتا تھا پس دنیا میں تو ان کو یہ خسارہ ہوا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٧﴾

اور ان کے واسطے دردناک سزا مقرر ہے

غرض اس وقت کے کافر بھی وہی حرکتیں کر رہے ہیں جو پہلوں نے کی تھیں اور

ان ہی کی طرح ان کو بھی سزا ہوگی پس آپ ان کی جہالت و کفر پر کچھ غم نہ کیجئے۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور (دین)

لَهُمُ الَّذِي اٰخْتَلَفُوْا فِيْهِ

میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرماویں

یعنی یہ قرآن اس واسطے نازل نہیں کیا گیا کہ سب کا ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ ہو حتیٰ کہ بعض کے ہدایت پر نہ آنے سے آپ مغموم ہوں بلکہ یہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ آپ توحید و آخرت اور حلال و حرام کے احکام جن میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں ظاہر کردیں اور یہ فائدہ تو قرآن کا سب کو عام ہے۔

وَهٰدِي وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٨﴾

اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے

یہ خاص فائدہ ہے اور یہ سب امور بفضلہ تعالیٰ حاصل ہیں پھر آپ کیوں غم میں پڑے۔ رابطہ: اوپر شروع سورت سے زیادہ مضمون توحید کا انعامات کے پیرایہ میں چلا آتا ہے آگے پھر وہی مضمون ہے جو کہ آیت

ثابت ہے تو اس سے مراد چوسنا اور لٹپٹن سے مراد منہ ہے کیونکہ منہ بھی پیٹ کے مشابہ ہے اور اگر دوسرا قول صحیح ہو تو دونوں لفظ اپنے ظاہری معنی پر رہیں گے۔

شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ط

جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے

شہد کا شفا ہونا بعض امراض کے اعتبار سے ہے رہا یہ کہ اس میں شہد کی کیا تخصیص ہے یہ خاصیت تو اکثر دواؤں میں ہے کہ وہ بعض امراض کے لئے نافع ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شہد کی مکھی ایک زہریلا جانور ہے چنانچہ اس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہونا اس کی ظاہری دلیل ہے۔ پس زہر کی جگہ سے تریاق و شفا کا پیدا کرنا یہ عجیب قدرت ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ وَاللَّهُ

اس میں بھی ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ قَفَا

نے تم کو (اول) پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے

جن میں بعض تو ہوش و حواس میں چلتے ہاتھ پاؤں اٹھ جاتے ہیں۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرْدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمْرِ

اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں

جس میں نہ قوت جسمانیہ رہے نہ قوت عقلیہ رہے۔

لَكِنِّي لَا يَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط

جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں

جیسا اکثر ایسے بوڑھوں کو دیکھا جاتا ہے ابھی ان کو ایک بات بتلائی اور ابھی بھول گئے اور پھر اس کو پوچھ رہے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٧٠﴾

بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں

کہ علم سے ہر مصلحت کو جانتے ہیں اور قدرت سے وہیابی کر دیتے ہیں اس لئے حیات اور وفات کی حالتیں مختلف بنادیں پس یہ بھی توحید کی دلیل ہے۔

رابطہ: اوپر گزر چکا اور واللہ فضل الخ میں اثبات توحید کے ساتھ شرک کی قباحت ایک باہمی معاملہ کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں واللہ تالکافرون۔

مِنْهُ سَكْرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ط

کھانے کی چیزیں بناتے ہو

جیسے خشک چھوہارا اور شربت اور شمش اور سرکہ وغیرہ اور یہاں جوشہ کی چیز کو انعام کے موقعہ میں ذکر فرمایا ہے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت نشہ کی چیزیں حرام نہ تھیں اس لئے اس کو احسان جتلانے کے لئے بیان فرمادیا دوسرا قول یہ ہے کہ گو اس وقت شراب حرام بھی ہو گئی ہو لیکن یہاں ظاہری احسان مقصود نہیں بلکہ عقلی احسان بیان کرنا منظور ہے وہ یہ کہ شراب کی حالت سے توحید پر استدلال ہو سکتا ہے اور وہ شراب کے حرام ہونے پر بھی صحیح ہے کیونکہ یہ بھی قدرت کی ایک دلیل ہے کہ تازہ شیرہ میں نشہ کی صفت نہ تھی پھر ایک نئی کیفیت اس میں پیدا ہو گئی (جس کی وجہ سے وہ حرام ہو گیا) اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں احسان جتلا نا منظور ہی نہیں بلکہ عتاب مقصود ہے کہ ہمارا تو یہ انعام اور تم ایسی بے جا حرکت کرتے ہو کہ ان چیزوں سے شراب بناتے ہو۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٧١﴾ وَأَوْحَىٰ

بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل سلیم رکھتے ہیں

رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں

بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٧٢﴾

میں گھر بنا لے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں

ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ

ان میں پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر پھر اپنے رب کے راستوں میں

رَبِّكَ ذُلًّا ط

چل جو آسان ہیں

چنانچہ وہ بڑی بڑی دور سے بے رستہ بھولے ہوئے اپنے چھتے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا

اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے

شہد کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ منہ کی رطوبت ہے یا معدہ کی اگر پہلا قول

ہو گئی جس کا نتیجہ ہونا ان کو بھی مسلم ہے آگے بتلاتے ہیں کہ دلائل قدرت اور اقسام نعمت میں سے ایک بڑی دلیل اور نعمت خود تمہارا وجود و بقاء ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میں سے

یعنی تمہاری جنس اور نوع سے۔

مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

تمہارے لئے بیویاں بتائیں اور (پھر)

أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِّنْ

ان بیویوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم کو اپنی اچھی چیزیں

الطَّيِّبَاتِ ط

کھانے پینے کو دیں

اور چونکہ بقاء موقوف ہے وجود پر اس لئے اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس نے تمہاری بقاء کا یہ سامان کیا ہے۔ وہی تمہارا اور ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

أَفَبِالْبَاطِلِ

کیا پھر بھی بے بنیاد چیز

یعنی بتوں وغیرہ پر جن کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ خلاف دلیل ہے۔

يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿٤٢﴾

پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو ان کو نہ

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا

آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے

یعنی نہ بارش لانے کا ان کو اختیار ہے نہ زمین سے کوئی پیداوار کرنے کا۔

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٤٣﴾

اور نہ قدرت رکھتی ہیں

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے

مثلاً کسی کو غنی اور غلاموں کا مالک بنایا کہ ان کے ہاتھ سے ان غلاموں کو بھی رزق پہنچاتا ہے اور کسی کو غلام بنادیا کہ اس کو مالک ہی کے ہاتھ سے رزق پہنچتا ہے اور کسی کو نہ ایسا غنی بنایا کہ دوسرے غلاموں کو دے نہ غلام بنایا کہ اس کو کسی مالک کے ہاتھ سے پہنچے۔

فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا

سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے

یعنی جن کو رزق میں خاص فضیلت دی گئی ہے کہ ان کے مال بھی ہے اور غلام بھی ہیں۔

بِرَأْدِي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ

وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح دینے والے نہیں کہ وہ (مالک و

فِيهِ سَوَاءٌ

مملوک) سب اس میں برابر ہو جائیں

کیونکہ اگر ان کو غلام رکھ کر کچھ دیا تو وہ مال ان کی ملک ہی نہ ہوگا بلکہ بدستور وہی مالک رہیں گے اور اگر آزاد کر کے دیا تو برابری ممکن ہے مگر اس صورت میں وہ غلام ہی نہ رہیں گے غرضیکہ غلامی کی حالت میں برابری ممکن نہیں اسی طرح جب یہ بت وغیرہ مشرکین کے اقرار سے خدا تعالیٰ کے مملوک ہیں تو مملوک ہو کر معبودیت میں خدا کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں اس مثال سے شرک کی غایت درجہ قباحت معلوم ہو گئی کہ جب تمہارے غلام رزق میں شریک نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے غلام اس کی خدائی میں شریک کیسے ہو جائیں گے۔

أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٤٤﴾

کیا پھر بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں

یعنی ان کے شرک سے عقلاً یہ لازم آتا ہے کہ نعمتیں عطا کرنے میں بھی خدا کا کوئی شریک ہو حالانکہ مشرکین کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ سب نعمتیں خدا تعالیٰ ہی نے عطا کی ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جو انعام میں یکتا ہے وہ معبود ہونے میں بھی یکتا ہوگا اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک کرنے سے اس کی نعمتوں کا انکار لازم آئے گا اور منعم کے انعام کا انکار کرنا عقلاً قبیح ہے پس شرک کی قباحت دوسرے عنوان سے بھی ثابت

اس کو کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔

هَلْ يَسْتَوْنَ ط

کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں

ہرگز نہیں پس جب مجازی مالک و مملوک برابر نہیں ہو سکتے تو حقیقی غلام کب برابر ہو سکتے ہیں اور عبادت کا مستحق ہونا برابری پر موقوف ہے جب خدا کے برابر کوئی نہیں تو عبادت کا مستحق بھی اس کے سوا کوئی نہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط

ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے لائق ہیں

کیونکہ ذات و صفات میں کامل وہی ہیں پس معبود بھی وہی ہو سکتا ہے مگر پھر بھی مشرکین غیر اللہ کی عبادت نہیں چھوڑتے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۵

بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں

کیونکہ غور نہیں کرتے اور جب ان کے جہل کا سبب تدبیر نہ کرنا ہے تو وہ معذور نہیں ہو سکتے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا ط

اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں

أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ ط

ایک تو گونگا (بھی) ہے کوئی کام نہیں کر سکتا

بوجہ بہرے اندھے بے عقل ہونے کے۔

وَهُوَ كُلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ ط

اور وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے

کہ خود مالک ہی اس کے سارے کام کرتا ہے۔

أَيْنَمَا يُوْجِهُهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ط

وہ اس کو جہاں بھی جتا ہے کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا

یعنی خود تو کیا کرتا دوسروں کے بتلانے سمجھانے سے بھی اس سے کوئی کام درست نہیں ہوتا۔

هَلْ يَسْتَوِي هُوَ لَا وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ط

کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو

اس میں ان کی عاجزی کا اور زیادہ مبالغہ ہو گیا کیونکہ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص اس وقت تو با اختیار نہیں لیکن کوشش کر کے اختیارات حاصل کر لیتا ہے اس لئے اس کی بھی نفی فرمادی کہ ان کو اختیار حاصل کرنے کی قدرت بھی نہیں۔

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ ط

سو تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت گھڑو

یعنی جب شرک کا باطل ہونا ثابت ہو گیا تو یہ مت کہو کہ خدا کی مثال بادشاہان دنیا کی سی ہے کہ ہر شخص ان سے اپنی حاجت عرض نہیں کر سکتا اس لئے ان کے نائب ہوتے ہیں تاکہ عام لوگ ان سے عرض کریں پھر وہ سلاطین سے عرض کرتے ہیں خدا کا ایسا نائب کوئی نہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ ط

اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں

کہ ایسی مثالیں محض مہمل ہیں۔

وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝۶

اور تم نہیں جانتے

کیونکہ تم غور نہیں کرتے اس لئے جو چاہتے ہو بک دیتے ہو آگے شرک باطل کرنے کے لئے ایک اور مثال دیتے ہیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ ط

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ (فرض کرو) ایک (تو) غلام ہے

عَلَى شَيْءٍ ط

(کسی کا) مملوک کہ کسی چیز کا اعتبار نہیں رکھتا

بلا اجازت کی قید سے فقہی شبہات دفع ہو گئے کیونکہ مولا کی اجازت سے غلام اموال میں تصرف کر سکتا ہے کوئی یہ وسوسہ نہ کرے کہ شائد معبودان باطلہ کو بھی اجازت ہو گئی ہو جواب یہ ہے کہ معبود بننے کی کسی کو اجازت نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔

وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِمَّا رَزَقْنَا حَسَنًا فَهُوَ ط

اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب نعمت دے رکھی ہے

يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ط

تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے

لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا لَا

کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے

چنانچہ ظاہر ہے کہ پیدائش کے وقت انسان کسی چیز کو نہیں جانتا اور اگر حکماء کا یہ دعویٰ ثابت ہو جائے کہ اس وقت نفس کو اپنا علم ہوتا ہے تو اس کو آیت سے عقلی طور پر مستثنیٰ کر لیا جائے گا ورنہ آیت اپنے ظاہر پر عام رہے گی اور اس مرتبہ کا نام اصطلاح میں عقلی ہیولانی ہے۔

وَجَعَلْ لَّكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَا

اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۴۸﴾ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ

شکر کرو (اور استدلال علی القدرت کے لئے) کیا لوگوں نے

مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ

پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے (تِلے) میدان میں مسخر ہو رہے ہیں ان کو

إِلَّا اللَّهُ ط

کوئی نہیں تھا مگر اللہ کے

ورنہ پرندوں کے بدن کا بھاری ہونا اور ہوا جو ان کو گرنے سے روکتی ہے اس کا ہلکا اور لطیف ہونا طبعاً اس کو مقتضی ہے کہ وہ نیچے گر پڑیں۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿۴۹﴾

ان میں ایمان والوں کے لئے چند دلیلیں (موجود) ہیں

چند دلیلیں اس لئے فرمائی کہ پرندوں کو خاص ہیئت پر پیدا کرنا جس سے وہ اڑنے کے قابل ہیں یہ ایک دلیل ہے پھر آسمان و زمین کی درمیانی مسافت کو ایسے طور پر پیدا کرنا جس میں اڑنا ممکن ہو یہ دوسری دلیل ہے پھر پرندوں کے بدن باوجود بھاری ہونے کے ہلکی اور لطیف ہوا پر تھمے رہتے ہیں یہ تیسری دلیل ہے اور اسی طرح اور بھی دلائل ہیں۔

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ

جگہ بنائی اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر (یعنی خیمے)

جس سے اس کی گویائی عقلمندی اور قوت علمی معلوم ہوتی ہے۔

وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۰﴾

اور خود بھی ایک معتدل طریقہ پر (چلتا) ہو

جس سے اس کی عملی قوت اور انتظامی قابلیت ثابت ہوتی ہے سو جب مخلوق مخلوق میں یہ تفاوت ہے باوجودیکہ ان کی ماہیت اور بہت سے اوصاف مشترک ہیں تو خالق اور مخلوق میں تو کیسا کچھ تفاوت ہوگا پھر دونوں کو برابر کر دینا بڑا غضب ہے۔

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ط

اور آسمانوں اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں

یعنی جو باتیں کسی کو معلوم نہیں خدا کو ان کا علم ہے پس صفت علم میں وہ کامل ہیں آگے قدرت کا کمال بتلاتے ہیں۔

وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ

اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے

أَقْرَبُ ط

بھی جلدی

قیامت کے معاملہ میں جان پڑنا مراد ہے اور جان کا پڑنا ایک آن میں ہوتا ہے اور اس کا آنکھ جھپکنے سے جلدی ہونا ظاہر ہے کیونکہ آنکھ جھپکنا حرکت ہے اور حرکت کے لئے ایک آن کافی نہیں بلکہ زمانہ کی ضرورت ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس پر تعجب نہ کیا جائے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۵۱﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

اور قدرت ثابت کرنے کے لئے قیامت کی تخصیص شائد اس وجہ سے کی ہو کہ وہ علم اور قدرت دونوں کی دلیل ہے کیونکہ آنے سے پہلے وہ سب سے مخفی ہے خدا کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں اس لئے کمال علم کی دلیل ہے اور واقع ہونے کے بعد کمال قدرت کی دلیل ہے آگے قدرت کے دوسرے دلائل اور نعمت کے اقسام بیان فرماتے ہیں۔

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا

اور اگرچہ ان نعمتوں میں سے بعضے بندوں کی بھی بنائی ہوئی ہیں مگر ان کے بنانے کا مادہ اور سلیقہ تو اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اس لئے حقیقی منعم وہی ہیں اور حقیقت میں تمام نعمتیں ان ہی کی عطا ہیں۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۸۱﴾

پھر اگر یہ لوگ (ایمان سے) اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے

ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ نہیں اس لئے آپ کچھ غم نہ کریں آپ کا کوئی ضرر نہیں۔

يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا

وہ لوگ خدا کی نعمت کو (تو) پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں

کہ جو برتاؤ منعم کے ساتھ کرنا چاہئے تھا کہ اس کی عبادت کرتے وہ برتاؤ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں غرض ان کی بے رخی کی یہ وجہ نہیں کہ وہ ان نعمتوں کو پہچانتے نہیں ہیں بلکہ اصل وجہ اس کی سرکشی اور ناشکری ہے۔ رابطہ اور تو حید اور نعمت کا ذکر کرتے ہوئے کفار کے شرک اور انکار نعمت کا بیان فرمایا تھا آگے اس پر قیامت کے عذاب کی وعید سناتے ہیں و یوم نبعث تا یفسدون

وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ

اور زیادہ ان میں ناسپاس ہیں اور جس دن ہم ہر ہر امت میں

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے

اور وہ گواہ اس امت کا رسول ہوگا جو انکے برے اعمال کی گواہی دیں گے۔

ثُمَّ لَا يُؤْذِنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا

پھر ان کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ان کو حق تعالیٰ کے

هُمْ يَسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۳﴾

راضی کرنے کی فرمائش کی جاوے گی

یعنی ان سے یوں نہ کہا جاوے گا کہ تم توبہ یا کوئی عمل کر کے اللہ کو خوش کر لو کیونکہ آخرت دارالجزا ہے دارالعمل نہیں۔

وَإِذَا رَأَوْا الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا

اور جب ظالم (یعنی کافر) لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب

بِیَوْمٍ تَسْخَفُونَهَا يَوْمَ طَعْنِكُمْ وَيَوْمَ

بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام (کرنے) کے دن

إِقَامَتِكُمْ لَا

ہلکا (پھلکا) پاتے ہو

اور اس وجہ سے اس کا لادنا اور نصب کرنا سب سہل معلوم ہوتا ہے۔

وَمِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا

اور ان کی اون اور ان کے روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور

أَشْأًا وَمَتَاعًا إِلَى حِينٍ ﴿۸۴﴾

فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے بنائیں

مدت تک اسلئے فرمایا کہ عادیہ سامان بہ نسبت روٹی کے کپڑوں کے دیر پا ہوتا ہے۔

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلًّا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی بعض مخلوقات کے سائے بنائے

جیسے درخت مکانات وغیرہ۔

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا

اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں

یعنی غار وغیرہ جس میں گرمی سردی بارش اور موذی جانور اور دشمن

وغیرہ سے محفوظ رہ سکتے ہو۔

وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَائِلَ تَقِيكُمْ الْحَرَّ

اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے

وَسَرَائِلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ ط

کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں

مراد زرہ ہے جس سے لڑائی میں زخم لگنے سے حفاظت رہتی ہے۔

كَذَلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح (کی) اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم

تُسَلِّمُونَ ﴿۸۵﴾

فرمانبردار رہو

يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۵﴾

نہ ان سے ہلکا کیا جاوے گا اور نہ وہ کچھ مہلت دیئے جاویں گے کہ وہ عذاب چند روز توقف کے بعد جاری کیا جاوے۔

وَإِذْ أَرَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ

اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو

جن کو خدا کے سوا پوجتے تھے۔

قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا الَّذِينَ

دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک

كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمْ

یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کو پوجا کرتے تھے سو وہ ان کی طرف

الْقَوْلِ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۶﴾

کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو

یعنی مشرکین کی اس بات سے وہ شرکاء ڈریں گے کہ کہیں ہماری کم بختی نہ آجائے اس لئے وہ ان کی بات کو رد کریں گے اور اصل مطلب ان کا یہ ہوگا کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا تم نے خود جو چاہا کیا اب خواہ ان کا یہ مطلب صحیح ہو جیسا کہ اگر فرشتے اور انبیاء علیہم السلام اور دوسرے مقبول بندے یہ بات کہیں تو صحیح ہے اور خواہ یہ مطلب غلط ہو جیسا کہ اگر خود شیاطین ایسا کہنے لگیں اور یا ان کو صحیح اور غلط ہونے کی خبر ہی نہ ہو جیسے اگر بت اور درخت وغیرہ کہنے لگیں۔

وَالْقُوا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامَ وَضَلَّ

اور یہ (مشرک اور کافر) لوگ اس روز اللہ کے سامنے

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۸۷﴾ الَّذِينَ

اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افتر

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

پر دازیاں کرتے تھے وہ سب گم ہو جاویں گی جو لوگ کفر کرتے تھے

زِدْنَهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا

اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے ان کے لئے ہم ایک سزا پر دوسری سزا بمقابلہ

كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۸۸﴾

ان کے فساد کے بڑھانے کے

ایک سزا کفر کے مقابلہ میں ہوگی اور دوسری سزا خدا کے دین سے دوسروں کو روکنے کے مقابلہ میں ہوگی اور ایسے مضامین کی آیتیں جا بجا آچکی ہیں اور ان کی تفسیر کے متعلق ضروری باتیں بیان بھی ہو چکی ہیں۔

رابطہ: اوپر وعید کے بیان میں انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی امت کے اعمال پر گواہی دینا مذکور ہوا تھا آگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گواہی دینا اپنی امت پر بیان فرماتے ہیں اور چونکہ یہ گواہی انبیاء کے لئے مخصوص ہے اس وجہ سے ضمناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی اس سے معلوم ہو گئی جس کے ثابت کرنے کے لئے آیت نزلنا علیک الخ میں دلیل کے طور پر قرآن کا اعجاز اور اس کے اوصاف بیان کئے گئے پھر تنبیہ کے طور پر آیت ان اللہ یامر الخ میں قرآن کی تعلیمات کا ذکر کیا گیا کیونکہ کسی کتاب کا ایسی تعلیمات پر مشتمل ہونا اس کی صاف دلیل ہے کہ وہ ان اوصاف مذکورہ کے ساتھ ضرور متصف ہے و یوم نبعث تا تذكرون

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ

اور جس دن ہم ہر امت میں ایک ایک گواہ

مراد اس امت کا نبی ہے۔

أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ

جو انہی کا ہوگا

ان ہی میں کا ہونا عام ہے کہ خواہ نسب میں بھی شریک ہوں یا صرف سکونت میں شریک ہوں۔

مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا

ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں

عَلَى هَؤُلَاءِ ط

آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے

اور اس گواہی کی خبر دینے سے جو آپ کی رسالت مفہوم ہوتی ہے آگے اس کی دلیل بیان فرماتے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے

بندے کے اور مخلوق کے درمیان ہے کہ خلق اللہ کا خیر خواہ رہے قول اور فعل اور ارادہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے پس اس جگہ اعتدال عام ہے قوت علمیہ و عملیہ کو اس میں سارے عقائد اور ظاہری و باطنی اعمال غرض تمام احکام شرعیہ داخل ہو گئے پھر ان میں سے چونکہ احسان کا نفع دوسروں کو پہنچتا ہے اس کو خاص طور پر ذکر کیا گیا پھر احسان میں سے قرابت داروں کے ساتھ احسان کرنا زیادہ افضل اور ضروری ہے اس لئے اس کو بھی ذکر فرمایا اور ممنوعات کے ذکر میں لفظ منکر ہر برائی کو عام ہے اس میں خلاف شرع تمام باتیں آ گئیں پھر فحشاء (اور بے حیائی) کو بوجہ زیادہ قباحیت کے جدا کر دیا اور اسی وجہ سے اس کو مقدم بھی کیا اسی طرح چونکہ ظلم کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہے اس کو خاص طور پر ذکر فرمایا اس طرح اس آیت میں تمام اچھے اور برے کام داخل ہو گئے اس جامع کلام سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ قرآن (دین کی) تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے

يَعْظُمُ لَعَنُكُمْ تَذَكُّرُونَ ۝۹۰

اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو

اور مکمل کرو کیونکہ قرآن کا ہدایت اور رحمت ہونا اسی پر موقوف ہے۔

رابطہ: اور پر ان اللہ یا مہر میں تمام احکام شرعیہ کا حکم تھا آگے ایک خاص امر یعنی وفائے عہد کا نہایت اہتمام سے حکم ہے کیونکہ اول تو وفائے عہد خود مہتمم بالشان چیز ہے کہ اسلام پر قائم رہنا بھی اس کی ایک فرد ہے دوسرے اس کی تخصیص کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عہد پورا کرنے کا اسلام پر خاص اثر تھا صلح اور جنگ میں اعتبار کا مدار اسی پر تھا نیز اس سے اسلام لانے والوں کو اپنے حقوق کے بارہ میں پورا اطمینان ہوتا تھا جو اسلام کی قوت و ترقی کا سبب تھا اور عہد توڑنے میں اس کے خلاف مفاسد پیدا ہوتے تھے جن سے اسلام کو ضرر پہنچتا تھا اور فو تا يعلمون

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو

یعنی جس عہد کے پورا کرنے کا شرعاً حکم ہے پس وہ عہد اس سے نکل گیا جو خلاف شرع ہو باقی سب جائز عہد خواہ حقوق اللہ کے متعلق ہوں یا حقوق العباد کے اس میں داخل ہیں۔

إِذَا عَاهَدْتُمْ

جبکہ تم اس کو (تخصیصاً) یا تمہیں (اپنے ذمہ کرلو

کہ خود معجزہ بھی ہے پھر رسالت کے ثابت ہونے کا مدار ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی خوبیوں کا جامع ہے جن کا آگے ذکر ہے۔

تَبَيَّنَا

کہ تمام (دین کی) باتوں کا

ترجمہ میں دین کی قید بڑھانے سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ قرآن میں تمام باتیں کہاں کیونکہ دنیا کی باتیں تو اس میں نہیں ہیں جواب ظاہر ہے کہ دنیا کی باتیں مراد ہی نہیں۔

لِكُلِّ شَيْءٍ

بیان کرنے والا ہے

خواہ بلا واسطہ یا بالواسطہ کیونکہ دین کی جو بعضی باتیں حدیث اور اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں وہ بھی بواسطہ قرآن ہی سے ثابت ہیں اس لئے کہ قرآن سے ان تینوں کا حجت ہونا ثابت ہے پس اب یہ اشکال رفع ہو گیا کہ دین کی باتیں بھی سب قرآن میں نہیں ہیں جواب ظاہر ہے کہ جو احکام دوسرے دلائل سے معلوم ہوئے ہیں قرآن میں ان دلائل کا حجت ہونا مذکور ہے اس واسطہ سے وہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہیں۔

وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝۹۱

اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے

اور قرآن کا ان اوصاف کو جامع ہونا اس کی تعلیمات سے ظاہر ہے چنانچہ آگے تعلیم قرآنی بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ

بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان

وَأِيتَانِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ

اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۝۹۲

برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں

اعتدال کی تین قسمیں ہیں ۱۔ وہ عدل جو بندہ کے اور خدا کے درمیان ہے کہ تمام ممنوعات سے بچے اور احکام کو بجالا دے اور خدا کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم کرے ۲۔ وہ عدل جو بندہ کے اور اس کے نفس کے درمیان ہے کہ نفس کو اس کی ہلاکت کے مقامات سے بچا دے ۳۔ وہ عدل جو

کافروں سے جا ملے۔

إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ط

بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے

یعنی ایک جماعت کا دوسری سے بڑھ جانا اس میں تمہاری آزمائش ہے کہ دیکھیں عہد پورا کرتے ہو یا جھکتا پلہ دیکھ کر ادھر ڈھل جاتے ہو

وَلَيَبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا كُنْتُمْ

اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن اس سب کو

فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۹۲﴾

تمہارے سامنے (عملاً) ظاہر کر دے گا

کہ حق والوں کو ثواب اور ناحق والوں کو سزا ہو جائے گی آگے اس اختلاف کی حکمت بتلاتے ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتے

وَلَكِنْ يَضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي

لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ

مَنْ يَشَاءُ ط

پر ڈال دیتے ہیں

اور اس حکمت کی تعیین اور تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں سمجھی گئی اس لئے بیان نہیں فرمائی اور ایک حکمت کی طرف آیت لَوِ يُوَافِقُ اللَّهُ النَّاسَ النَّحْثِ میں اشارہ ہو چکا ہے کہ اگر اس عالم میں سب نیک ہی لوگ ہوتے تو ان کی آبادی فرشتوں جیسی ہوتی پھر آسمان کی آبادی سے جدازمین کی آبادی کی کیا ضرورت رہتی غرض زمین کی آبادی میں ہدایت اور گمراہی دونوں کا ہونا حکمت کا مقتضی ہے ۱۲ شخص چنانچہ وفائی عہد ہدایت میں داخل ہے اور نقص عہد گمراہی میں آگے ہٹاتے ہیں۔ کہ یہ نہ سمجھنا کہ جیسے دنیا میں گمراہیوں کو پوری سزا نہیں ہوتی ایسے ہی آخرت میں بھی بچے رہیں گے ہرگز نہیں۔

وَلَتَسْأَلَنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

اور تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی

اور جس طرح عہد اور قسم کے توڑنے سے ظاہری نقصان ہوتا ہے جس کا

خاص طور پر یہ کہ صراحتہ کسی چیز کو لازم کر لیا جائے اور عام طور پر یہ کہ ایمان لائے تو تمام ضروری احکام کو اس کے ضمن میں اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے بالخصوص جس عہد میں قسم بھی کھائی ہو وہ زیادہ اہتمام کے قابل ہے۔

وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا

اور قسموں کے بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو

قسم میں اللہ کا نام لینے سے وہ پختہ ہو جاتی ہے۔

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ط

اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو

یعنی قسم کھا کر تم نے اس عہد پر خدا کو گواہ بھی بنا لیا ہے اس کے بعد ہرگز عہد نہ توڑنا چاہئے۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۹۴﴾

بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو

اگر عہد پورا کر لیا تو ثواب ملے گا ورنہ سزا ہوگی۔

وَلَا تَكُونُوا

اور تم اس عورت کے مشابہ مت بنو

جو مکہ میں رہنے والی اور دیوانی عورت تھی

كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ

جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ (اس کی)

أَنْكَاشًا تَتَخَذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ ط

طرح (تم) بھی) اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو

کیونکہ قسم اور عہد توڑنے سے موافقین کو بے اعتباری اور مخالفین کو جرات بڑھتی ہے اور یہی اصل ہے فساد کی۔

أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَى مِنْ أُمَّةٍ ط

محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جاوے

یعنی مثلاً کفار کی دو جماعتوں میں باہم مخالفت ہو اور تمہاری ایک سے صلح ہو جائے پھر دوسری طرف پلہ جھکتا ہوا دیکھ کر صلح والی جماعت سے بدعہدی کر کے دوسری جماعت سے سازش کرنے لگو یا مثلاً کوئی مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہوا پھر کافروں کا زور دیکھ کر اسلام کو چھوڑ دے اور

پس ذخیرہ آخرت زیادہ ہے اور متاع دنیا قلیل ہے اور علاوہ کثرت و قلت کے تفاوت کے فنا اور بقاء کا بھی تفاوت ہے چنانچہ آگے خود فرماتے ہیں۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ

اور جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ ختم ہو جاوے گا

یا تو وہی زائل ہو جائے یا تم کو موت آ جاوے۔

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں

صَبْرُ ۖ وَاجْزَاهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا

ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر ان کو

يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾

ضرور دیں گے

اور وہ اجر وہی نعمت آخرت ہے جو ہمیشہ رہے گی پس وفائے عہد کر کے بشار اور لازوال دولت کو حاصل کرو اور تھوڑی سی فنا ہونے والی دنیا کے لئے عہد مت توڑو۔

رابطہ: اوپر ایک خاص عمل یعنی ایفائے عہد کی فضیلت اور ثواب اور نقض عہد کی برائی مذکور تھی آگے تمام اعمال صالحہ اور سب نیک کام کرنے والوں کی فضیلت مذکور ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں اور چونکہ برے اعمال کا سبب شیطان کا بہکانا ہے اس لئے آیت فاذا قرأت القرآن الخ میں اس کے شر سے بچنے کا طریقہ بتلاتے ہیں من عمل صالحاً تا بہ مشرکون

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ

وَهُوَ مُؤْمِنٌ

صاحب ایمان ہو

کیونکہ کافر کے نیک اعمال مقبول نہیں غرض کہ اجر و ثواب کچھ وفائے عہد ہی میں منحصر نہیں اور نہ کسی خاص شخص کی تخصیص ہے بلکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر نیک کام پر ہر مومن کو ثواب ملتا ہے۔

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے

اور یہ بیان تھا اسی طرح اس سے باطنی ضرر بھی ہوتا ہے آگے اس کا ذکر ہے۔

وَلَا تَتَّخِذُوا اٰيْمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنَكُمْ

اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ

یعنی قسموں اور عہدوں کو مت توڑو

فَتَزِلَّ قَدَمُ بَعْدَ ثُبُوتِهَا

کبھی کسی اور کا قدم جمنے کے بعد پھسل جائے

یعنی دوسرے بھی تمہاری تقلید کریں اور عہد توڑنے لگیں

وَتَذُوقُوا السُّوْءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ

پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا

سَبِيْلِ اللّٰهِ

سے مانع ہوئے

کیونکہ وفائے عہد خدا کا حکم ہے تم دوسروں کے لئے بھی اس کے توڑنے کا سبب بن گئے اور یہی ہے وہ باطنی نقصان کہ تم نے دوسروں کو بھی عہد توڑنے کی جرات دلائی آگے اس تکلیف کا بیان ہے جو اس حالت میں بھگتنا پڑے گی۔

وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۷﴾

تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہوگا

اور جس طرح غالب جماعت میں شامل ہو کر عزت و جاہ حاصل کرنے کے لئے عہد توڑنا ممنوع ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اسی طرح مال حاصل کرنے کی غرض سے جو نقض عہد ہے آگے اس کی بھی ممانعت فرماتے ہیں۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۖ

اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو تھوڑے فائدہ سے مراد دنیا ہے کہ باوجود زیادہ ہونے کے بھی قلیل ہے چنانچہ آگے خود فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

بس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے

تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۸﴾

اگر تم سمجھنا چاہو

إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ

بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں

اور اس کی مخالفت کا قصد نہیں کرتے اسی لئے ان کی نظر اور بھروسہ اللہ پر نہیں
رابطہ : اوپر تو حید کا اور اجمالاً تمام احکام شرعیہ کا اور تفصیلاً بعض احکام کا
ذکر تھا آگے رسالت کے متعلق مخالفین کے شبہات کا جواب مع وعید کے
مذکور ہے۔ وَاذْهَبْ لَنَا آيَةً تَاهَمُ الْكَذِبُونَ

وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝ وَإِذَا

اور ان لوگوں پر جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور جب ہم کسی آیت کو

بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ لَا

بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں

یعنی ایک آیت کو لفظاً یا معنی منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم بھیجتے ہیں

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنْزِلُ

اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے

کہ مکلفین کی حالت کے اعتبار سے پہلے اور مصلحت تھی پھر اور
مصلحت ہوگئی۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ط

تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں

کہ آپ اپنے کلام کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ورنہ احکام
خداوندی کیوں منسوب ہوتے غرض وہ لوگ نسخ کو کلام الہی کے لئے جائز
نہیں مانتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ خدا کے کلام میں نسخ نہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ
جواب دیتے ہیں کہ آپ خدا پر افتراء نہیں کرتے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں

کہ وہ بلا دلیل نسخ کو کلام الہی کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں حالانکہ نسخ
دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ بعد میں پہلے حکم کا غلط ہونا ثابت ہو یہ تو خدا کے
کلام میں نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ پہلا حکم پہلی حالت کے مناسب تھا بعد
میں حالت بدل گئی تو دوسرا حکم اس حالت کے مناسب بھیج دیا گیا اس طرح
کا نسخ کلام الہی میں ہو سکتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے طبیب حاذق

حیوۃ طیبہ سے یہ مراد نہیں کہ اس کو فقر یا مرض کبھی نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ
ہے کہ اطاعت کی برکت سے اس کے دل میں ایسا نور پیدا ہوگا جس سے وہ
ہر حال میں شاکر و صابر اور رضا و تسلیم سے رہے گا اور اصل چین یہی ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا

اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا

يَعْمَلُونَ ۝

اجروں کے

اور جب نیک کاموں کی فضیلت معلوم ہوگئی اور ان میں کبھی کبھی
شیطان کہنڈت ڈالا کرتا ہے تو حضور کو اور آپ کے واسطے سے سب
مسلمانوں کو اس کے شر سے بچنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ

تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں

پناہ مانگنے کی جو اصل حقیقت ہے یعنی دل سے خدا پر نظر رکھنا وہ تو
واجب ہے۔ اور زبان سے بھی قراءت کے وقت اعوذ کہہ لینا سنت ہے اور
اس حکم میں قراءت قرآن کو خاص طور پر بیان کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ
آیت لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ الخ سے معلوم
ہوتا ہے کہ بہ نسبت دوسرے اعمال کے قرآن پڑھنے میں شیطانی تصرف
اور وسوسہ کم ہوتا ہے اور بعض آیات اور سورتوں میں شیطان کو بہکانے کی
تاثیر خصوصیت کے ساتھ بھی منقول ہے تو جب ایسے عمل میں بھی شیطان
سے پناہ مانگنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ اور اعمال میں تو بدرجہ اولیٰ
ضروری ہے آگے اس پناہ مانگنے اور خدا پر نظر رکھنے کا فائدہ بتلاتے ہیں۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ

یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

اور اپنے رب پر (دل سے) بھروسہ رکھتے ہیں

یعنی متوکلین پر اس کا وسوسہ مؤثر نہیں ہوتا اور وہ ان سے گناہ نہیں کروا سکتا۔

بیچارہ عجمی آدمی کب ایسی عبارت بنا سکتا ہے خلاصہ یہ کہ قرآن لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے سوا اگر تم کو معنی کا اعجاز سمجھنے کی تمیز نہیں تو الفاظ قرآنی کی بلاغت کو تو سمجھ سکتے ہو جو کہ قدرت انسانی سے باہر ہے پس اگر فرض کر لیا جائے کہ مضامین وہ شخص سکھلا دیتا ہے تو یہ تو سوچو کہ یہ الفاظ کہاں سے آگئے اور اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے کہ مضامین تو وہ سکھلا دیتا ہو اور آپ اپنے الفاظ میں ان کو ادا کر دیتے ہوں سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی زبان بھی قرآن کی برابر فصیح و بلیغ نہ تھی اور اگر ایسا ہوتا تو دوسرے بلغاء کیوں اس کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے آگے ان پر دھمکی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے
جیسے یہ لوگ قرآن کی آیتوں کے منکر ہیں۔

لَا يَهْدِيَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۴

ان کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی بس

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ

جھوٹ افتراء کرنے والے تو یہی لوگ ہیں

چنانچہ نبی کو مفتری کہنا کتابِ ابراہیمان ہے۔

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ

جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں

هُمْ الْكَذِبُؤْنَ ۝۱۵

پورے جھوٹے

کیونکہ مخلوق پر جھوٹ لگانے سے خالق پر جھوٹ باندھنا زیادہ سخت ہے جب ان لوگوں نے کلام اللہ کا انکار کیا تو خدا پر جھوٹ باندھا کہ ان کی کہی ہوئی بات کو یوں کہا کہ اس نے نہیں کہی

رابطہ: اور تو حید و رسالت کے منکروں کے حق میں وعیدیں تھیں آگے خاص ان لوگوں کے لئے وعید مذکور ہے جو ایمان لا کر کافر ہو جاویں ہاں اگر کوئی کسی کے اکراہ اور زبردستی سے کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو جاوے وہ اس سے مستثنیٰ ہے الامن اکره میں اسی کا بیان ہے من كفر بالله تا هم الخسرون۔

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے

مریض کی حالت کے مناسب دوا دیا کرتا ہے کہ کمزوری کی حالت میں اور دوا دیتا ہے اور قوت کی حالت میں دوسری علیٰ ہذا القیاس۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ

آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے

بِالْحَقِّ

موافق لائے ہیں

یعنی یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے اور احکام کی تبدیلی حکمت کی وجہ سے ہوتی ہے آگے قرآن کے فوائد کا بیان ہے۔

لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى

تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور

لِلْمُسْلِمِينَ ۝۱۶

خوشخبری (کا ذریعہ) ہو جاوے

ان فوائد کے بڑھانے سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ ایسی نافع چیز سے یہ مخالفین منتفع نہیں ہوتے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی

بَشَرٌ ط

سکھلا جاتا ہے

اس سے مراد ایک عجمی اور رومی نصرانی غلام یا لوہار ہے جس کا نام بلعام یا نیس تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں جی لگا کر سناتا تھا تو حضور بھی اس کے پاس کبھی جا بیٹھتے اور وہ انجیل وغیرہ کچھ جانتا تھا کافروں نے یہ ایک بات نکالی کہ حضور کو یہ سکھلا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں۔

لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَبِي

جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے

وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝۱۷

اور یہ قرآن صاف عربی ہے

اور عربی بھی وہ کہ بلغاء عرب اس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے تو وہ

اس میں رسول کے ساتھ کفر کرنا بھی داخل ہے۔

إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ

مگر جس شخص پر زبردستی کی جاوے

کہ اگر تو کفر نہ کرے گا اور کفر کی فلائی بات یا فلاں کام نہ کریگا تو تجھ کو قتل کر دیں گے مثلاً

وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو

یعنی عقیدہ میں فوراً نہ آئے اور اس قول و فعل کو برا سمجھتا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے کہ اس کو ظاہر میں کفر کا ارتکاب کر لینا جائز ہے اور اس کے لئے آئندہ وعید نہیں بشرطیکہ جان یا اعضاء کے تلف ہونے کا اندیشہ اس سے کم خطرہ میں زبان سے بھی کلمہ کفر نکالنا جائز نہیں اور اگر اس کے مفصل احکام کتب فقہ میں ملاحظہ کئے جائیں۔

وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے

یعنی اس کو شیخ اور اچھا سمجھ کر کرے۔

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ

تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی (اور) یہ

عَظِيمٌ ۝۱۰۹ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا

(غضب و عذاب) اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ

کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو

جو کہ دنیا کو ہمیشہ آخرت پر ترجیح دیں ۱۲ ملخص بیان القرآن۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝۱۱۰

ہدایت نہیں کیا کرتا

یہ دو سبب الگ الگ نہیں ہیں بلکہ دونوں مل کر ایک سبب ہیں حاصل یہ ہے کہ بندہ کی طرف سے کسی فعل کے ارادہ کے بعد عادت اللہ یوں جاری ہے کہ حق تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں اور وہ فعل بندہ کے ہاتھوں صادر ہو جاتا ہے پس جب کفار نے دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور ہدایت سے بے رخی کی (یہ ان کا ارادہ

ہوا) تو حق تعالیٰ نے بھی ان کو ہدایت نہ کی (یعنی ان کے ارادہ کو پورا کر دیا)

رابطہ: اوپر کفر پر وعید تھی آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں تو یہ کفر اور اس کی وعید سب معاف ہو جائے ثم ان ربک تارحیم۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر

وَسَعَاهُمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ (انجام سے)

الْغٰفِلُونَ ۝۱۰۸ لَا جَرَماً أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ

بالکل غافل ہیں (اس لئے) لازمی بات ہے کہ آخرت میں

هُمْ الْخٰسِرُونَ ۝۱۰۹ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ

یہ لوگ بالکل گھائے میں رہیں گے پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے

هَاجِرُونَ مِّنْ بَعْدِ مَا فِتْنُوا ثُمَّ جَٰهَدُوا

لئے کہ جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد (ایمان لا کر) ہجرت کی پھر

وَصَبَرُوا ۚ

جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے

یعنی پھر ایمان سے نہیں پھرے۔

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۱۰

تو آپ کا رب ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے

یعنی ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے ان کے سب پہلے گناہ کفر وغیرہ معاف ہو جائیں گے اور رحمت الہی سے ان کو جنت اور اس کے بڑے بڑے درجے ملیں گے پس رحمت سے مراد رحمت کاملہ ہے جس کے لئے عادت ایمان کے بعد اور اعمال کی بھی ضرورت ہے ورنہ نفس مغفرت و رحمت تو صرف ایمان لانے ہی سے ہو جاتی ہے۔

رابطہ: اوپر کفار کے حق میں وعید اور مسلمانوں کے لئے وعدہ مذکور ہے آگے

اس وعدہ و وعید کے ظاہر ہونے کا وقت بتلاتے ہیں یوم تاتٰی تا لا یظلمون

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا

جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا (اور دوسرے کو نہ پوچھے گا)

رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا

حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھانا

یعنی جب کفر و شرک کا اصل و فرع کے اعتبار سے بالکلیہ مذموم ہوتا معلوم ہو گیا تو حلال چیزوں کو حرام مت سمجھو کہ یہ بھی شرک اور کفر کی رسم ہے۔

وَأَشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی

إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۱۳﴾

عبادت کرتے ہو

مسلمان تو واقع میں خدا کی عبادت کرتے تھے اور کفار بھی اس کے مدعی تھے کہ ہمارا اصلی مقصود خدا ہی کی عبادت ہے پس چاہے یہ خطاب مسلمانوں کو ہو یا کفار کو دونوں سورتوں میں آیت کے معنی واضح ہو گئے۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

تم پر تو صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے

وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

گوشت (وغیرہ) کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو

یعنی جن چیزوں میں تم گفتگو کرتے ہو ان میں صرف ان ہی چیزوں کو حرام کیا ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا مطلقاً اور کوئی چیز حرام نہیں۔

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ

پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جاوے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت)

اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۵﴾

سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے

یعنی ایسی حالت میں اس شخص پر اگر وہ ان چیزوں کو کھالے مواخذہ نہ ہوگا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ

اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے

اور اس پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں۔

أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ

اور ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلالی چیز حلال ہے

وَهَذَا حَرَامٌ

اور فلالی چیز حرام ہے

جیسا کہ آنھویں پارہ میں ربیع کے قریب ان کے دعویٰ آچکے ہیں

لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ط

جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے موافق نہیں کہا بلکہ خلاف فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ تہمت لگاتے ہیں

الْكَذِبَ لَا يَفْلِحُونَ ﴿۱۱۶﴾

وہ فلاح نہ پائیں گے

خواہ دونوں جہان میں یا صرف آخرت میں۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱۷﴾

یہ (دنیا میں) چند روزہ عیش ہے اور (مرنے کے بعد) ان کیلئے دردناک سزا ہے

آگے فرماتے ہیں کہ یہ مشرکین تو ملت ابراہیمی کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں سو عمدہ اور پاکیزہ چیزیں ان کی شریعت میں حرام نہ تھیں البتہ ان کے بہت دنوں بعد کچھ چیزیں یہودیوں پر ان کی شرارتوں کی وجہ سے حرام کی گئی تھیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا

اور صرف یہودیوں پر ہم نے دو چیزیں حرام کر دی تھیں

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا

جن کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی

ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی

يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۸﴾

کیا کرتے تھے

کہ انبیاء کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ پس حلال اور پاکیزہ چیزیں قصداً کبھی حرام نہیں ہوتیں بلکہ کسی عارض کی وجہ سے بعض چیزیں خاص قوم کے لئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہونا بیان فرماتے ہیں تاکہ مشرکین کو حضور کے طریقہ کی اتباع پر ترغیب ہو کہ ملت ابراہیمی کے بہت موافق ہے۔ ان ابراہیم تا یختلفون

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۱۹

تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ

ہے بیشک ابراہیم بڑے مقتدا تھے

یعنی نبی اولوالعزم تھے اور ایک بڑی امت کے پیشوا تھے جن کو تم بھی مانتے ہو پھر مسئلہ نبوت میں تم کس لئے کلام کرتے ہو۔

كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا

اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے

یعنی اپنی خواہش نفسانی سے کوئی عقیدہ یا عمل نہ کرتے تھے پھر تم لوگ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے میں بلا دلیل اپنی خواہش نفسانی کی کیوں پیروی کرتے ہو۔

وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۲۰

بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے

بلکہ خالص موحد تھے پھر تم شرک کیوں کرتے ہو۔

شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ

اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے

پھر تم شرک و کفر کر کے ناشکری کیوں کرتے ہو غرض ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان اور یہ طریقہ تھا اور وہ خدا کے مقبول بندے تھے۔

اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۱۲۱

اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا تھا اور ان کو سیدھے راستے پر ڈال دیا تھا

وَاتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط

اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں

جیسے نبوت اور ہدایت اور برگزیدہ ہونا۔

وَأَنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ط

اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے

حرام ہوئی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں تو کسی عارض کی وجہ سے بھی حرام نہیں ہوئیں پھر تم نے بعض حلال چیزوں کی حرمت کہاں سے اختراع کی۔

رابطہ: اوپر اللہ پر افترا کرنے کی مذمت اور اس پر وعید تھی آگے ایمان اور توبہ سے انکا معاف ہو جانا بیان فرماتے ہیں جیسا کہ اوپر بھی ایسی ہی ایک آیت اسی مناسبت سے آچکی ہے ثم ان تا رحیم

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ

پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے

بِجَهَالَةٍ

براکام کر لیا

جہالت کے معنی سورہ نساء کے تیسرے رکوع کی آیت انما التوبة على الله الخ کی تفسیر میں گزر چکے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ گناہ ہمیشہ جہالت و حماقت ہی سے ہوتا ہے پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ گناہ تو جان بوجھ کر بھی کیا جاتا ہے تو کیا توبہ سے وہ معاف نہ ہوگا جواب یہ ہے کہ وہ بھی جہالت و حماقت ہی سے ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہوگی کہ اپنے نفع و نقصان کی بھی پروا نہ ہو۔

ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ

پھر اس کے بعد توبہ کر لی

جس طرح کہ توبہ کا طریقہ مقرر ہے۔

ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ط

اور (آئندہ کے لئے) اپنے اعمال درست کر لئے

اعمال کی درستی کامل مغفرت اور کامل رحمت کے لئے شرط ہے ورنہ مغفرت تو صرف توبہ ہی سے ہو جاتی ہے۔

رابطہ: اوپر شرک و کفر کے اصول و فروع یعنی توحید و رسالت کے انکار کرنے اور حلال چیزوں کو حرام سمجھنے کا ابطال کیا گیا ہے چونکہ مشرکین مکہ جو ان مضامین کے سب سے پہلے مخاطب ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور اپنے کو ان کے طریقہ پر بتلاتے تھے اس لئے آگے ان مضامین کی تقویت کے لئے ابراہیم کا مقتدی اور پیشوا یعنی رسول ہونا اور شرک نہ ہونا بیان فرماتے ہیں جس سے ملت ابراہیمی میں توحید و رسالت کا ثبوت ہوتا ہے اور انما جعل المسبب الخ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی شریعت میں حلال چیزیں حرام نہ ہوئی تھیں پھر ثم او حینا الیک الخ میں جناب

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا

بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم فیصلہ کر دے گا جس بات

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۳﴾ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ

میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے آپ اپنے رب کی طرف علم کی باتوں

رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائے

علم کی باتوں سے وہ دلائل مراد ہیں جن سے مدعا کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور نصیحت وہ ہے جس سے ترغیب اور ڈرانا اور دلوں کا نرم کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ تفسیر عربیت سے زیادہ قریب ہے بعض مفسرین نے ان الفاظ کی منطقی اصطلاح پر تفسیر کی ہے۔ ف: اور اہل علم کو جاننا چاہئے کہ اصل حکمت میں دلائل قطعیہ ہیں جن کو برہان کہتے ہیں اور بظاہر قرآن میں بکثرت دلائل خطابیہ عادیہ وظلیہ کا استعمال کیا گیا ہے سواصل یہ ہے کہ قرآن میں کسی ایسے مدعی پر ظنی استدلال نہیں کیا گیا جس پر دلیل برہانی قائم نہ ہو بلکہ وہ سب دعویٰ برہانی ہیں لیکن مخاطبین کی فہم کی رعایت اور ان کی سہولت کے لئے ایسے عنوانات اختیار کئے گئے ہیں جو ان کی فہم کے قریب ہیں پس اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قرآن نے استقراء وغیرہ کو حجت سمجھا ہے اور اس بناء پر مسلمانوں کو اپنے مقابل کے ایسے استدلالات پر کلام کرنے کا پورا حق ہے جب تک کہ وہ کوئی برہانی دلیل پیش نہ کریں۔

وَجَادِلْهُمْ بَالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے

جس میں سختی اور خشونت نہ ہو پس آپ کا اتنا کام ہے اس کے بعد آپ اس تحقیق میں نہ پڑیے کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا کیونکہ یہ کام خدا کا ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ

آپ کا رب خوب جانتا ہے

اور اگر وہ لوگ کبھی علمی بحث سے گزر کر عملی جھگڑے تک پہنچ جائیں اور ہاتھ یا زبان سے ایذا پہنچاویں اس میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بدلہ لینا بھی جائز ہے اور صبر کرنا بھی جائز ہے پہلی صورت رخصت ہے اور

پس ایسے مقبول بندے کا جو طریقہ ہوگا وہ بالکل مقبول ہوگا اس کو اختیار کرنا چاہئے اور اب وہ طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منحصر ہے چنانچہ آگے اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقے پر جو کہ بالکل

حَنِيفًا

ایک طرف کے ہو رہے تھے چلئے

یعنی اس حیثیت سے کہ وہی آپ کی شریعت ہے اس پر چلئے۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۴﴾

اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے

چونکہ مشرکین کی طرح یہود و نصاریٰ بھی ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا دعویٰ کرتے تھے اور وہ بھی کچھ نہ کچھ شرک میں مبتلا تھے اس لئے یہ مضمون مکرر بیان فرما دیا تاکہ مشرکین کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے موجودہ طریقہ کا غلط ہونا معلوم ہو جائے اسی طرح اہل کتاب حلال چیزوں کے حرام سمجھنے میں بھی زیادہ مبتلا تھے اس کی طرف بھی آگے اشارہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ملت ابراہیم میں نہ تھیں۔

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ

بس ہفتہ کی تعظیم

یعنی اس دن میں مچھلی کے شکار کی ممانعت۔

عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ط

تو صرف ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا کہ کسی نے مانا اور عمل کیا کسی نے خلاف کیا مراد ان لوگوں سے یہود ہیں مطلب یہ کہ حلال چیزوں کی ممانعت کی یہ صورت بھی یہودیوں ہی کے ساتھ مخصوص تھی ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں نہ تھی۔

رابطہ: اوپر ثم او حینا الیک الخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کرنے سے مقصود یہ تھا کہ جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں وہ رسالت کے حقوق ادا کریں یعنی آپ کی تصدیق اور اتباع کریں آگے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ادا کرنے کے حقوق اور آداب کی تعلیم ہے۔ ادع الی سبیل ربک تا محسنون

دوسری صورت عزیمت ہے۔

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

اس شخص کو بھی جو اس کے راستے سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا

بھی خوب جانتا ہے اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا

بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ

تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے

یعنی زیادتی مت کرو۔

وَلَكِنْ صَبْرُكُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾

اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے

کہ اس کا مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے اور دیکھنے والوں پر بھی اور آخرت میں اجر عظیم ملتا ہے اور ہر چند کہ ایسے وقت صبر کرنا عموماً سب کے لئے افضل ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بوجہ عظمت شان کے اوروں سے زیادہ افضل ہے اس لئے آگے آپ کو خصوصیت کے ساتھ حکم ہے ف: انتقام کے وقت عدل کی رعایت کرنے کے حکم میں مسلمانوں کو بھی شامل کیا گیا کیونکہ انتقام میں عادتاً اپنے متبعین کا شریک ہونا بھی ضروری ہے بخلاف تبلیغ اور دعوت اسلام وغیرہ دوسرے احکام کے کہ وہ نبی سے تنہا بھی صادر ہو سکتے ہیں اس لئے ان میں صرف حضور ہی کو خطاب کیا گیا۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ

اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے

توفیق میں خاص کی قید اس لئے بڑھائی گئی کہ خدا کی توفیق کے بغیر تو کوئی شخص بھی صبر نہیں کر سکتا بلکہ کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا پھر اس میں آپ کی کیا خصوصیت ہوگی اس قید کے بڑھانے سے خصوصیت کی وجہ معلوم ہو گئی کہ توفیق کے مختلف درجے ہیں نفس توفیق تو سب کے لئے مشترک ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص عنایت زیادہ ہوتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ جب آپ کا صبر خدا تعالیٰ کی خاص توفیق سے ہے تو آپ تسلی کر لیا کریں کیونکہ صبر میں آپ کو کچھ دشواری نہ ہوگی۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا

اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو ہم یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے

يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾

سنگدل نہ ہوئے

اس سے آپ کا کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ آپ بحمد اللہ تقویٰ اور احسان کے ساتھ موصوف ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے

یعنی ان کا مدد و معاون ہوتا ہے۔

اتَّقُوا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

الحمد للہ چودویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



جانے کے کیا معنی اور اگر اس حدیث سے شبہ ہو کہ کفار نے آپ سے بیت المقدس کی کیفیت و ہیئت دریافت کی تھی اس کے کیا معنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو منہدم عمارت کی ہیئت دریافت کرنا بھی ممکن ہے علاوہ اس کے اس زمین کے آس پاس لوگوں نے کچھ عمارتیں بیت المقدس کے نشان کے طور پر بنائی تھیں ان کی کیفیت دریافت کرنا بھی ممکن ہے اور یہاں حضور کو بندہ کہنے کے دو فائدے ہیں ایک تو آپ کے مقرب و مقبول ہونے کا اظہار دوسرے یہ کہ اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ پر خدائی کا شبہ نہ کرے اور مسجد حرام سے بیت المقدس تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور مسجد حرام کا کبھی سارے حرم پر بھی اطلاق آتا ہے اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں خواہ مسجد مراد ہو یا حرم کیونکہ بعضی حدیثوں میں آیا ہے کہ ام ہانی کے گھر میں تھے اور دونوں حدیثوں میں مطابقت بہت اہل ہے کیونکہ ام ہانی کے گھر سے حطیم میں آ جانا پھر وہاں سے آگے جانا کوئی بعید بات نہیں اور چونکہ یہ واقعہ عجیب تھا اور عجیب ہونے کی وجہ سے قدرت عظیمہ پر دال ہے اس لئے لفظ سبحان سے اس کا شروع کرنا مناسب ہوا جو کہ تنزیہ اور عجیب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

لِنُرِيَهُ مِنْ اَيْنَا

تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھا دیں

لفظ آیات جس کے معنی عجائبات کے ہیں عرفا بڑی بات اور بڑے کمالات پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ①

بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اقوال کو دیکھ اور سن کر آپ کو مکرم اور مقرب بنایا۔

وَ اَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَ جَعَلْنَاهُ هُدًى

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ہم نے اس کو

لَبْنَىٰ اِسْرَءِیْلَ

بنی اسرائیل کے لئے (آلہ) ہدایت بنایا

جس میں توحید کا عظیم الشان حکم بھی تھا۔

اَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِيْلًا ② ذُرِّيَّةَ

کہ تم میرے سوا (اپنا کوئی) کارساز مت قرار دو اے ان لوگوں کی نسل جن کو

سورة بنی اسرائیل مکیہ و قبل الاقوالہ وان کاذا و الیقنوںک الی اخر ثمانی آیات و ہی مائة و عشرا یات کذا فی البیضاوی رابط : اس سورت میں زیادہ توحید کے مضامین مع انعامات کے اور رسالت کے مضامین ہیں چنانچہ قصہ معراج سے جو کہ بڑا معجزہ ہے اس کی ابتداء کی گئی جو کہ حق تعالیٰ کی تنزیہ اور پاکی کے ساتھ رسالت پر دلالت کرتا ہے اور اس مضمون سے سورہ نحل کی انتہا کو اس سورت کی ابتداء سے بھی مناسبت ہوگئی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ تَا الْبَصِیْرِ

(۱۷) سُوْرَةُ بَنِي إِسْرَءِیْلَ مَكِّيَّةٌ (۵۰)

سورة بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ

مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا

الْاَقْصَا الَّذِیْ بُرْکْنَا حَوْلَہٗ

گرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا

دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے اور اس سے خود اس مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گیا کیونکہ جناب اس کے آس پاس میں بوجہ انبیاء کے مدفون ہونے کی برکت ہے تو جہاں انبیاء نے عبادتیں کی ہوں اور وہ انبیاء کا قبلہ بھی رہا ہو وہ جگہ خود کیسی مبارک ہوگی کیونکہ دفن ہونے میں صرف جسم کا تعلق ہے اور محل عبادت اور قبلہ ہونے میں جسم اور روح دونوں کا تعلق ہے۔ پس اس طرح مسجد کے مبارک تر ہونے پر دلالت ہوگئی اور یہاں مسجد اقصیٰ سے صرف اس مسجد کی زمین مراد ہے کہ حقیقت میں مسجد اصل زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تبعاً مسجد ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہا گیا کہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں اس کی عمارت منہدم کر دی گئی تھی چنانچہ عنقریب و قضینا الی بنی اسرائیل کی تفسیر میں مذکور ہوگا پس زمین مراد لینے سے یہ شبہ جاتا رہا کہ مسجد اقصیٰ کا جب اس وقت وجود ہی نہ تھا تو وہاں تک لے

مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ط

ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ سوار کیا تھا

اگر ہم یہ احسان نہ کرتے تو تم کہاں سے آتے۔

إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝

وہ نوح بڑے شکر گزار بندہ تھے

تو جب انبیاء شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کو چھوڑ سکتے ہو۔

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی)

لَتُفْسِدَنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ

بتلاوی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دوبار خرابی کرو گے

ایک بار شریعت موسویہ کی مخالفت ایک بار شریعت عیسویہ کی مخالفت

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوقًا كَبِيرًا ۝

اور بڑا زور چلانے لگو گے

یعنی خدا کے اور بندوں کے حقوق ضائع کرو گے۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

پھر جب ان دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی ہم تم پر اپنے ایسے

عِبَادَ النَّارِ أُولَىٰ بِأَيْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا

بندوں جالوت والوں کو مسلط کر دیں گے جو بڑے جنگ جوہوں کے پھر وہ

خَلَّلَ الدِّيَارَ ط

گھروں میں گھس پڑیں گے

اور تم کو قتل و قید و غارت کریں گے۔

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ

(اور یہ) ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا پھر ہم ان پر تمہارا

الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ

غلبہ کر دیں گے

جب تم نادام و تائب ہو گے اور وہ غلبہ اگرچہ بواسطہ ہوگا۔

وَأَمَّا دُٰنُكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ

اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے

یعنی مال اور اولاد جو قید و غارت کئے گئے تھے وہ تم کو واپس ملیں گے
اور ان سے تم کو امداد ملے گی۔

وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝

اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے

پس مال اور جان اور اتباع سب میں ترقی ہوگی۔

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لَا تَنْفُسُكُمْ ۝

اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے

یعنی اس کتاب میں بطور نصیحت کے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر اب آئندہ
کے لئے اچھے کام کرو گے تو دنیا و آخرت میں اس کا نفع حاصل ہوگا۔

وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ط

اور اگر (پھر) تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے

یعنی اپنے ہی حق میں برائی کرو گے کہ پھر سزا ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا
جس کا آگے بیان ہے۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ

پھر جب پچھلی بار کی میعاد آوے گی

یعنی جب تم دوسری مرتبہ میں شریعت عیسویہ کی مخالفت اور شرارت کرو گے۔

لَيَسُوَّاءُ أَوْجُوهُكُمْ وَلَيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ

ہم پھر دوسروں (باہل والوں) کو مسلط کر دیں گے تاکہ (مار مار کر) تمہارا منہ بگاڑ دیں اور

كَمَا دَخَلُوا أَوَّلَ مَرَّةٍ

جس طرح وہ لوگ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے یہ لوگ بھی اس میں گھس پڑیں

اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود تھا کہ مسجد ویران اور
تباہ ہو جائے جواب یہ ہے کہ مقصود ہونے سے اگر راضی ہونا مراد ہے تو وہ
لازم نہیں آتا کیونکہ شرعی طور پر حق تعالیٰ نے مسجد کی ویرانی کا قصد نہیں کیا اور
رضا و خوشی ارادہ تشریفی میں ہوتی ہے ہاں تکوینی طور پر ارادہ کیا اور ارادہ
تکوینی میں رضا و خوشی لازم نہیں کیونکہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب حق تعالیٰ

کے ارادہ ہی سے ہوتا ہے حتیٰ کہ کفر و معصیت بھی لیکن رضا اور خوشی ان ہی کاموں میں ہوتی ہے جو احکام شرعیہ کے موافق ہوں پس کوئی اشکال نہیں

وَلْيَتَبَرَّوْا مَا عَلَوْا تَتَّبِرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ

اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں عجب نہیں کہ تمہارا رب تم

أَنْ يَّرْحَمَكُمْ

پر رحم فرمادے

یعنی اس کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس دوسری سزا کے بعد جب شریعت محمدیہ کا دورہ آئے گا اگر اس وقت تم مخالفت و شرارت سے باز آ کر شریعت محمدیہ کا اتباع کر لو تو امید یعنی وعدہ ہے کہ تم کو ادبار ذلت سے نجات مل جائے گی۔

وَأِنْ عُدْتُمْ عَدَاوًا

اور اگر تم پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے

چنانچہ حضور کے وقت میں انہوں نے آپ کی بھی مخالفت کی پھر قتل اور قید اور ذلیل و خوار ہوئے یہ تو دنیا کی سزا تھی ربط: شروع سورت میں معجزہ معراج سے آپ کی رسالت پر استدلال تھا آگے قرآن کی مدح ہے جو کہ رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے ان هذا القرآن تا الیما

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝ إِنَّ

اور ہم نے جہنم کو (ایسے) کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے بلاشبہ

هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے (یعنی اسلام)

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوش خبری دیتا ہے

الصَّالِحَاتِ أَنْ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝

کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا

اگر اجر کبیر سے مراد مطلق جنت ہے تو اعمال صالحہ کی قید بطور شرط کے نہیں بلکہ محض سبب کے طور پر ہے کیونکہ اس کے لئے صرف ایمان بھی کافی ہے اور اگر جنت کے بڑے درجے مراد ہیں تو شرط ہونا بھی صحیح ہے ربط: اور پر توحید و رسالت و قرآن کی حقانیت کا اثبات اور کفار کا مستحق عذاب ہونا مذکور تھا اس پر کفار کو یہ شبہ تھا کہ اگر یہ چیزیں حق ہیں اور

ان کا انکار موجب عذاب ہے تو ہم پر دنیا ہی میں عذاب کیوں نہیں آ جاتا آگے اس کا جواب ہے کہ ہم نے ہر چیز کا وقت مقرر کر رکھا ہے وقت پر سب کچھ ہو جائے گا۔ ویدع الانسان تا نبعث رسولاً۔

وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا

اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ

وردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور (بعضا) انسان برائی (یعنی عذاب کی) ایسی درخواست

یعنی یہ کفار عذاب کا ایسا تقاضا کرتے ہیں جیسا کوئی بھلائی کے لئے تقاضا اور جلدی کیا کرتا ہے۔

دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝

کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست اور انسان (کچھ طبعاً ہی) جلد باز (ہوتا) ہے

مگر جنہوں نے اپنے کو مہذب بنا لیا ہے وہ بے جا جلدی سے بچتے ہیں اور جو ہدایت یافتہ نہیں وہ انجام نہیں سوچتے اور عذاب مانگتے ہیں اور اس کے نہ آنے سے اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ہم نے جس طرح تمام واقعات کا حساب وقت پر رکھا ہے اسی طرح عذاب بھی وقت پر ہوگا آخرت میں تو ضرور اور ممکن ہے کہ کچھ دنیا میں بھی ہو جائے آگے دنیا کے واقعات کا حساب کے ساتھ چلنا بطور مثال کے بیان فرماتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحْوُناً آيَةً

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سورات کی نشانی کو تو ہم نے

الَّيْلَ وَجَعَلْنَا آيَةً النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا

دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا تاکہ (دن کو) اپنے

فَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ

رب کی روزی تلاش کرو

اس میں نعمت کی یاد دہانی ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ عذاب سے پہلے پہلے تو ہماری طرف سے تم پر نعمتیں فائض ہو رہی ہیں ان کا شکر کرو عذاب کیوں مانگتے ہو نیز یہ بھی اشارہ ہے کہ لیل و نہار کی حکمت حساب ہی میں منحصر نہیں بلکہ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس میں روزی تلاش کی جاتی ہے اس میں سب چیزیں بے تکلف نظر آتی ہیں۔

اس وقت اس کا نفع اس کو نظر آوے گا۔

فَانْهَآ يَهْتَدِي لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَانْهَآ

وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی

يَضِلُّ عَلَيْهَا

اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے

وہ اس وقت اس کا خمیازہ خود بھگتے گا کسی دوسرے کا کچھ نقصان نہیں۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى

اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہ اٹھاوے گا

یہ ہمارا قانون ہے اور جو کچھ سزا یا عذاب کسی کو ہوتا ہے حجت قائم کرنے کے بعد ہوتا ہے اتمام حجت سے پہلے کسی کو سزا نہیں ہوتی

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵

اور ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے

ہمارا یہی قانون اور یہی معمول ہے کہ جب کسی شخص کو بواسطہ یا بلا واسطہ رسول کی خبر پہنچ چکی ہو اور پھر بھی نہ مانے اس وقت سزا تجویز کرتے ہیں ف: اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں کو رسول کی اصلاً خبر نہیں پہنچی وہ کفر اور گناہوں پر معذب نہ ہوں گے چنانچہ بعض کا یہی مذہب ہے اور بعض اس کے قائل ہیں کہ جن عقائد اور اعمال کی قباحیت عقل سے معلوم ہو سکتی ہے اور تامل و غور کا زمانہ بھی ملا اور قباحیت معلوم بھی ہو گئی پھر ایسے عقائد و اعمال کے مرتکب ہوں یا قباحیت معلوم نہیں ہوئی مگر زمانہ غور و تامل کا ملا اور کسی سبب سے ادراک و تامل کی تحریک ہوئی مگر غور نہ کرنے کی وجہ سے قباحیت کا ادراک نہ ہوا ان لوگوں کو رسول کے نہ آنے کی صورت میں بھی عذاب ہوگا وہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت بھی رسول آنے کے مشابہ ہے کیونکہ پیغمبروں کے مبعوث ہونے کا فائدہ بھی اسی قدر ہے کہ ان کے ذریعہ سے عقائد و اعمال کی قباحیت معلوم ہو جاتی ہے یا غور و تامل کرنے کی تحریک ہو جاتی ہے تو اگر یہ باتیں رسول کے بغیر حاصل ہو جائیں تو پھر اس کے خلاف عمل کرنے پر عذاب ہوگا پس مطلب آیت کا ان علماء کے نزدیک یہ ہوا کہ کسی کو عذاب نہیں کرتے جب تک کہ عقل یا نقل تنبیہ نہیں کر دیتے۔

رابطہ: اوپر بدون رسول بھیجے عذاب کا نہ ہونا مذکور تھا آگے رسول آنے کے بعد اطاعت نہ کرنے پر عذاب کا ہونا بیان فرماتے ہیں تاکہ سننے والے متنبہ ہوں کہ ہماری طرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آچکے ہیں نہ

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِّيْنَ وَالْحِسَابَ

اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر لو

یعنی رات اور دن کی آمد و رفت اور ان کے رنگ اور مقدار کے اختلاف اور مبداء و منہا کے مختلف ہونے سے برسوں کا شمار اور معاملات کا حساب معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سورہ یونس کے پہلے رکوع میں بیان ہوا ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۶

اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے

یعنی دیکھو قرآن میں ہدایت کے مضامین اور ضروری باتیں اور شبہات کی تسکین کس تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ہم نے لوح محفوظ میں ہر شے کا جدا جدا وقت معین لکھا ہے اس صورت میں کل شے ہر چیز کو عام ہوگا اور پہلی صورت میں صرف ضروری مضامین مراد ہوں گے کیونکہ قرآن میں دنیا بھر کے جھگڑے مذکور نہیں۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلَزَمْنٰهُ طَيْرًا فِىْ عُنُقِهٖ

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے

یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم ہے۔

وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتٰبًا يَلْقٰهُ

اور (پھر) قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر

مَنْشُوْرًا ۝۱۷ اِقْرَا كِتٰبَكَ ۝ كَفٰى بِنَفْسِكَ

سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے

الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۸

پر آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے

یعنی اس کی ضرورت نہیں کہ برے اعمال کو کوئی گناہ نامہ اعمال پڑھتا جا اور دل میں یاد کر کے خود ملزم ہوتا جا مطلب یہ کہ گوا بھی عذاب نہیں آیا مگر یہ بلا ٹلے گی نہیں ایک وقت ایسا ہوگا کہ اپنے سب پوشیدہ اعمال کھلی آنکھوں دیکھ لو گے اور عذاب کی حجت قائم ہو جائے گی قتادہ سے منقول ہے کہ بے پڑھا آدمی بھی نامہ اعمال پڑھ لے گا۔

مَنْ اِهْتَدٰى

جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے

کے پہلے سے ہوتے ہیں مگر بدوں اتمام حجت کے تباہ نہیں کئے جاتے۔

رابطہ: آگے کفار کے اس شبہ کا جواب ہے جو وہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے بعض اعمال موجب عذاب بھی ہوں تب بھی جو اعمال ہم ایسے کرتے ہیں جو بالاتفاق اچھے ہیں جیسے مہمان داری اعانت مظلوم سائل کا سوال پورا کرنا یہ نجات کا ذریعہ ہو جائیں گے حاصل جواب یہ ہے کہ ان اعمال سے اگر تم کو دنیا کا نفع مقصود ہے اور یہی ہے بھی کیونکہ تم آخرت کے تو منکر ہو تب تو تم طالب دنیا ہو جس کا انجام جہنم ہے اور اگر تم کو نفع آخرت مقصود ہے تو اس کے لئے ایمان کی شرط ہے جو تم میں مفقود ہے اس لئے یہ اعمال بھی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتے پس ہر حال میں تم عذاب کے مستحق رہے من کان تا تفضیلا

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ

جو شخص دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے گا

یعنی نیک اعمال صرف دنیا کی غرض سے کرے خواہ اس لئے کہ آخرت کا منکر ہے یا اس لئے کہ آخرت کی نیت نہیں کی۔

عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ

ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے

یعنی یہ بھی سب کے لئے نہیں بلکہ جس کے واسطے چاہیں گے دنیا ہی میں کچھ دے دیں گے پھر آخرت میں اس کو خاک نہ ملے گا بلکہ وہاں اس کے لئے محرومی ہے اور سورہ ہود کی آیت من کان يريد الحیوة الدنیا و زینتها نوف الیہم اعمالہم الخ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ضرور ملتا ہے اور اس آیت میں خدا کی مشیت کی قید ہے جس سے بظاہر تعارض کا شبہ ہوتا ہے یہ اشکال اس آیت کے ترجمہ اور تفسیر کے ملاحظہ سے دفع ہو جائے گا ضرور دیکھ لیا جائے۔

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا

پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بد حال راندہ (درگاہ) ہو

مَذْمُورًا ۱۸ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا

کرداغل ہوگا اور جو شخص آخرت (کے ثواب) کی نیت رکھے گا اور اس کے

سَعَىٰهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

لئے جیسی سعی کرنا چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا

ماننے سے ہم بھی عذاب کے مستحق ہوں گے واذا اردنا تا بصیرا

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں

جو کفر و معصیت کے سبب بمقتضائے حکمت ہلاک کرنے کے قابل ہو تو اس کو رسول بھیجنے سے پہلے ہلاک نہیں کرتے بلکہ پہلے کسی رسول کی معرفت ان پر حجت تمام کرتے ہیں۔

أَمْرًا مُّتَرَفِّعِيهَا

تو اسکے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں

یعنی امیر اور رئیس لوگوں کو خصوصاً اور عام آدمیوں کو عموماً ایمان اور اطاعت احکام کا امر کرتے ہیں اور خوش حال لوگوں کی تخصیص بوجہ ان کے ذی اثر ہونے کے ہے کہ ان کی اطاعت کا بھی معصیت کا بھی تنعم کا بھی دوسروں پر اثر پڑتا ہے نیز زیادہ غافل اور سرکش اور احمق بھی یہی ہوتے ہیں۔

فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَرْنَاهَا

پھر (جب وہ) لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے

تَذَمِيرًا ۱۹ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ

پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح (علیہ

بَعْدَ نُوحٍ ط

(السلام) کے بعد کفر و معصیت کے سبب ہلاک کیا ہے

جیسے عاد و ثمود وغیرہ اور نوح علیہ السلام کی قوم کا ہلاک ہونا تو مشہور ہی ہے اس لئے بعد نوح کہنے پر اکتفا کیا۔

وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بُذْنًا عَبَادًا خَبِيرًا ۲۰

اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے

پس جیسا کسی کا گناہ ہوتا ہے ویسی ہی سزا دیتا ہے حاصل کلام یہ ہوا کہ ہلاکت سے پہلے اتمام حجت کے لئے رسول بھیجتے اور مہلت دیتے ہیں اور ہر چند کہ رسولوں کے آنے سے پہلے وہ لوگ بوجہ کفر و معصیت یا اور کسی سبب سے جس کا معین کرنا اور تفتیش کرنا ضروری نہیں ہلاکت کے قابل ہو چکے ہیں مگر بالفعل ہلاک کرنا رسولوں کے بھیجنے پر موقوف رکھا گیا پس یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ رسول آنے سے پہلے اگر وہ ہلاکت کے قابل نہیں ہوتے تو گویا ہلاک کرنے کے لئے یہ سلسلہ نکالا جواب یہ ہے کہ وہ قابل ہلاک کرنے

محمد یہ کے دلائل بھی ہو سکتے ہیں جس میں اوپر کلام تھا لا تجعل تا مدحورا۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا

اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر دو نہ تو بد حال ہے یا رومہ دگار

فَخَذُوا لَكَ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ

ہو کر بیٹھ رہے گا اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت

وَيَا أُولَ الَّذِينَ أَحْسَنَ نَاطِئًا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ

مت کرو اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے

الْكِبَرِ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا

پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں پڑھا پے کو پہنچ جاویں

جس کی وجہ سے خدمت کے محتاج ہو جاویں جب کہ طبعاً ان کی

خدمت کرنا گراں معلوم ہو اس وقت بھی ان کا ادب کرو

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَمْرٌ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا

سوان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا اور ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب

قَوْلًا كَرِيمًا ۝۲۳ وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ

سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں

مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي

دعا کرتے رہنا میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ میں نے

صَغِيرًا ۝۲۴ رَبِّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ

مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے تمہارا رب تمہارے مانی ضمیر کو خوب جانتا ہے

یعنی صرف ظاہری توقیر و تعظیم پر اکتفا مت کرنا دل میں بھی ان کا

ادب اور قصد اطاعت رکھنا۔

إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ

اگر تم سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا

عَفْوًا ۝۲۵

معاف کر دیتا ہے

مطلب یہ ہے کہ وہ عمل قواعد شرعیہ کے موافق بھی ہو کیونکہ آخرت کے لئے سعی وہی کہلائے گی جو حکم کے مطابق ہو بخلاف ان اعمال کے جو خواہش نفسانی کے موافق ہوں کہ وہ مقبول نہیں۔

فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ۝۱۹

بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سوائے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی

غرض قبول عمل کی تین شرطیں ہوں گی ۱۔ نیت درست کرنا ۲۔ عمل موافق شرع ہونا ۳۔ عقیدہ صحیح کرنا ان کے بغیر عمل مقبول نہیں آگے بتلاتے ہیں کہ کافروں پر دنیوی نعمتیں ہونا یہ علامت ان کے اعمال مقبول ہونے کی نہیں کیونکہ دنیوی نعمتیں مقبولین ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔

وَلَا تُبَدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا

آپ کے رب کی (اس) عطا (دنیوی) میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے

كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝۲۰ أَنْظُرْ كَيْفَ

ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی (یہ) عطا (دنیوی کسی پر) بند نہیں

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے

کہ اس عطاءے دنیوی میں بلا قید ایمان و کفر کے ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہے حتیٰ کہ اکثر کفار مومنین سے زیادہ عیش میں ہیں پس یہ چیزیں قابل وقعت نہیں۔

وَلِلْآخِرَةِ الْكِبَرُ دَرَجَاتٍ ۖ وَالْكَبَرُ تَفْضِيلًا ۝۲۱

اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے

اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے

وہ مقبولین کے ساتھ مخصوص ہے اس کا اہتمام چاہئے جس کے شرائط اوپر مذکور ہو چکے ہیں

رابطہ اور قبول اعمال کی تین شرطیں بتلائی ہیں آگے ان تینوں کی تفصیل ہے اور چونکہ بڑی شرط ایمان و توحید ہے اس لئے اس تفصیل کو توحید سے شروع کیا اور توحید ہی پر ختم کیا درمیان میں بعض ضروری اعمال بتلائے ہیں تاکہ طالب آخرت ان کو اختیار کرے اور چونکہ ان اعمال کے بتلانے سے قانون شرعی کی تعمین بھی ہوگئی اس لئے موافق شرع سعی کا بیان بھی ہو گیا اور یہ احکام مختلف قسم کے ہیں جو اپنے حسن و خوبی کی وجہ سے اہل بصیرت کے لئے رسالت

یعنی اگر کسی وقت ان لوگوں کے دینے کو کچھ نہ ہو تو اتنا خیال رکھنا کہ دل جوئی کے ساتھ ان سے وعدہ کر لینا کہ انشاء اللہ کہیں سے آئے گا تو دیں گے اور دل آزار جواب مت دینا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل

تَبْسُطَهَا كُلَّ الْبَسْطِ

ہی کھول دینا چاہئے

یعنی نہ تو غایت بخل سے بالکل ہی ہاتھ کو روکنا چاہئے اور نہ اسراف کرنا چاہئے۔

فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۚ (۲۹) إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ

ورنہ الزام خوردہ تمہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے بلاشبہ تیرا رب

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ

جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے

بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

بندوں کو خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے

یعنی محض کسی کے فقر و احتیاج پر رحم کر کے اپنے کو پریشانی میں ڈالنا بے کار ہے کیونکہ حق تعالیٰ بندوں کی حالت اور مصلحت کو خود جانتے ہیں تم اس فکر میں کیوں پڑے کہ باوجود گنجائش نہ ہونے کے بھی کچھ دینا چاہیے اور اس سے یہ مقصود نہیں کہ کوئی کسی کا غم نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے کے نفع کے لئے اپنے کو دینی ضرر پہنچانا یا ایسا دنیوی نقصان برداشت کرنا جس کا انجام دینی ضرر ہو یہ ممنوع ہے اگر ایسی حالت میں بہت جوش ہو تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی مصلحت کو خوب جانتے ہیں الخ۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ

اور اپنی اولاد کو نادراری کے اندیشہ سے مت قتل کرو (کیونکہ) ہم ان کو بھی

نَرْزُقُهُمْ وَإِنَّا كُمُ

رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی

البتہ اگر رزق تمہارے قبضہ میں ہوتا تو ایسی باتیں سوچتے۔

إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً ۝ (۳۱)

بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے

یعنی اس کے بعد ہم تم کو ایک تخفیف بھی سناتے ہیں کہ اگر تم حقیقت میں دل سے سعادت مند ہو اور غلطی یا تنگ مزاجی سے کوئی کوتاہی ہو جائے پھر نادام ہو کر معذرت کر لو تو حق تعالیٰ معاف کر دیں گے اور دعا کے لئے جو فرمایا ہے تو بظاہر یہ امر استحباب کے لئے ہے اور بعض نے وجوب کہا ہے لیکن عمر بھر میں ایک بار دعا کرنے سے بھی واجب ادا ہو جائے گا۔ اور بدلائل شرعیہ اس دعا کے لئے والدین کا مومن ہونا شرط ہے البتہ اگر حالت کفر میں زندہ ہوں اور دعائے ہدایت کی جائے تو جائز ہے۔

وَإِذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَسِيرُ ۚ وَإِذَا

اور قریب اور اس کا حق (مالی و غیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی

السَّبِيلُ ۚ وَلَا تُبْذِرْ بَذِيرًا ۚ (۳۲) إِنَّ الْمُبْذِرِينَ

دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا (کیونکہ) بیشک بے موقع

كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ط

اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں

یعنی ان کے مشابہ ہوتے ہیں۔

وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ (۳۳)

اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے

کہ حق تعالیٰ نے اس کو دولت عقل دی مگر اس نے خدا کی نافرمانی میں اس کو صرف کیا اسی طرح اسراف کرنے والوں کو مال کی دولت دی مگر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کو صرف کرتے ہیں اور شیاطین چونکہ بہت سے ہیں گواہیں ایک ہی ہے اس لئے صیغہ جمع کالائے اور آگے شیطان جو مفر دلیا گیا اس سے مراد ابلیس ہے کیونکہ ناشکری میں اصل وہی ہے یا اس سے جس مراد ہے تو سب کو شامل ہو جائے گا اور اسراف و تبذیر دونوں کا حاصل ایک ہی ہے یعنی گناہ کے موقع پر صرف کرنا خواہ وہ موقع خود گناہ ہو جیسے زنا اور شراب و جوئے میں صرف کرنا یا خود تو گناہ نہ ہو مگر کسی وجہ سے گناہ ہو جائے جیسے مباح کام میں شہرت اور تفاخر کی نیت سے خرچ کرنا کہ اس نیت کی وجہ سے وہ کل مباح نہ رہے گا۔

وَأَمَّا تَعْرِضْنَ عَنْهُمْ أَيُّغَا رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ

اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اس کے

تَرْجُوها فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مِّسُورًا ۝ (۳۴)

انتظار میں تجھ کو ان سے پہلو تہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ

یعنی اس میں تصرف مت کرو۔

إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

مگر ایسے طریقہ سے جو کہ بہتر ہے

ایسے تصرف کی اجازت ہے۔

حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ

یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے

یہی الفاظ سورہ انعام میں اخیر رکوع سے پہلے رکوع میں آئے ہیں وہاں تفسیر دیکھ لی جائے۔

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا

اور عہد (مشروع) کو پورا کیا کرو بیشک (ایسے) عہد کی باز پرس ہونے والی ہے

عہد میں تمام احکام الہیہ اور تمام معاملات جو مابین العباد ہوتے ہیں داخل ہو گئے اور خازن میں ایسی تفسیر کی ہے جو وعدہ کو بھی شامل ہے مگر وعدہ کا وجوب دینا یعنی عند اللہ ہوتا ہے ظاہراً نہیں ہوتا اور وفائے وعدہ کے واجب ہونے میں دوسرے دلائل سے عذر نہ ہونے کی بھی قید ہے عذر کی صورت میں واجب نہیں رہتا اور مشروع کی قید سے غیر مشروع عہد نکل گیا۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ

اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو

الْهَيْسَتِمْ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

یہ (فی نفسہ بھی) اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے

آخرت میں ثواب ہوتا ہے اور دنیا میں اعتبار۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد مت کیا کرو (کیونکہ) کان

وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے)

جاہلیت میں بعضے آدمی بیٹیوں کو فقر کے خوف سے مار ڈالتے تھے پس اولاد سے مراد بیٹیاں ہیں ان کو اولاد کے عنوان سے اس لئے تعبیر کیا تاکہ تعلق کا اظہار ہو اور رحمت کا جوش ہو۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّيْنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاَحِشَةً وَّسَاءَ

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے

سَبِيلًا

اور بری راہ ہے

یعنی وہ فی نفسہ خود بے حیائی ہے اور مفاسد کے اعتبار سے بھی برا طریقہ ہے کیونکہ اس سے فتنے اور عداوتیں اور نسب کی بربادی ہوتی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور جس شخص (کے قتل کو) اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر

یعنی جب کوئی سبب ایسا پایا جائے جس سے قتل کرنا واجب یا جائز ہو جائے اس وقت وہ حرام میں داخل نہیں۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّ

اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار

سُلْطٰنًا

دے دیا ہے

اگر کوئی وارث حقیقی موجود ہو جس کو شرعاً قصاص لینے کا حق ہے تو وہ ولی ہوگا ورنہ بادشاہ ولی ہے وہ بھی وارث حکمی ہے۔

فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ

سوائے قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہئے

یعنی قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل نہ کرے۔

اِنَّهٗ كَانَ مَنصُورًا

وہ شخص طرفداری کے قابل ہے

جب تک کہ زیادتی نہ کرے اور زیادتی کرنے کی صورت میں فریق ثانی طرف داری کے قابل ہو جائے مگر اس لئے زیادتی کر کے خدا کی حمایت سے اپنے کو نہ نکالنا چاہئے۔

مَسْئُولاً ۳۷

پوچھ ہوگی

کہ آنکھ کا کہاں استعمال کیا کان کا کہاں استعمال کیا دل میں بے دلیل بات کا کیوں خیال جمایا اس لئے بے تحقیق بات پر وثوق کر کے اس پر عمل درآمد کرو اور علم اصول وغیرہ میں ہر امر کی تحقیق کا درجہ جدا جدا ثابت ہو چکا ہے پس قطعیات میں تحقیق کا درجہ یہ ہے کہ دلیل قطعی ہو اور ظنیات میں یہ کہ دلیل ظنی ہو پس اس سے قیاس شرعی کی نفی نہیں لازم آتی کیونکہ قیاس ظنیات میں ہوتا ہے اور ظنیات میں تحقیق کا درجہ یہی ہے کہ دلیل ظنی مل جائے اور قیاس شرعی بھی دلیل ظنی ہے غرض جس امر میں جس درجہ کی تحقیق ضروری ہے بدوں اس درجہ کی تحقیق کے اس پر عمل درآمد نہ تو ناجائز ہے کہ اس کی حکایت یا نقل کر دی جائے یا فتویٰ دے دیا جائے نہ عملاً جائز ہے کہ اس کام کو کیا جائے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے

الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولاً ۳۸

اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے

یعنی زور سے پاؤں رکھنے کے لئے کم از کم اتنی قوت ہونی چاہئے کہ زمین کو پیر مار کر پھاڑ سکے اور اگڑنے اور تننے کے لئے کم از کم اتنی قوت تو ضروری ہے کہ پہاڑ کے برابر لمبا ہو جائے جب اس سے عاجز ہے پھر قوت اور قدرت کی صورت بنانا اور اترانا عبث ہے اور جن چیزوں پر انسان قادر ہی ہے ان پر بھی حقیقتہً قدرت نہیں رکھتا پس تکبر ہر کام میں مذموم ہوا اب یہ شبہ نہ رہا کہ اس علت سے اختیاری باتوں میں تکبر کا جائز ہونا مہوم ہوتا ہے۔

رابطہ: اوپر جن امور جزئیہ کی ممانعت آئی ہے آگے عنوان عام سے سب کا فیج ہونا بیان فرماتے ہیں۔

كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۳۹

یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل) ناپسندیدہ ہیں

جن چیزوں کو بصورت ممانعت بیان فرمایا ہے ان میں تو برے کام صراحتہً مذکور ہیں اور جن کو بصورت امر بیان فرمایا ہے ان میں ان کے خلاف کا برا ہونا دلالت سمجھایا گیا مثلاً اوفوا بالعہد میں ایفاء عہد کا حکم ہے اس سے ایفاء نہ کرنے کی حرمت معلوم ہوتی ہے وعلیٰ هذا القیاس

رابطہ: اوپر مضامین مذکورہ بیان فرما کر آگے ان پر عمل کرنے کی ترغیب کے واسطے ان کا عین علم و سراپا حکمت ہونا بیان فرماتے ہیں اور ان مضامین کو اسی مضمون توحید پر ختم کرتے ہیں جس سے ان کو شروع فرمایا تھا ذلک مما اوحیٰ تا مدحوراً رابطہ: اوپر توحید کی تقریر اور اس کا مکرر بیان تھا آگے اسی کی تاکید ہے افاصفکم تا غفوراً

ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۴۰

یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي

جہنمی ہیں اور اللہ برحق کے ساتھ کوئی معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ

جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ۴۱

اور در ماندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا تو کیا تمہارے رب نے تم کو

رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۴۲

بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں

یعنی جب اوپر شرک کا فیج اور باطل ہونا سن لیا تو کیا پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں مثلاً یہ کہ جیسا بعض جہلاء کا گمان تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس میں دو نقص کی نسبت خدا کی طرف لازم آتی ہے ایک تو اللہ کے لئے اولاد قرار دینا پھر اولاد بھی وہ جو اپنے لئے ناکارہ کبھی جاوے۔

إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۴۳

بیشک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح

صَرَفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا ۴۴

سے بیان کیا ہے تاکہ (اس کو) اچھی طرح سے سمجھ لیں

کیونکہ بار بار اور مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ سمجھ میں آ جاوے مگر افسوس تو یہ ہے کہ اب بھی نہیں سمجھے۔

وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۴۵

اور ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمائیے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود

إِلَهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَا نَبْعُثُ إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ

بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں

عجز سے خالق کی ہستی پر استدلال کیا جائے اور یہ موقوف ہے تاہل پر اور وہ تاہل کرتے نہیں اور بے جان و بے عقل چیزوں کی تسبیح قالی کو اس لئے نہیں سمجھتے کہ وہ کشف کے متعلق ہے اور مسلمانوں کی تسبیح قالی کو باوجود سننے کے اس لئے نہیں سمجھتے کہ اس کی حقیقت میں غور نہیں کرتے پس کفار پر ملامت اس لئے ہے کہ وہ کسی کی تسبیح کو نہیں سمجھتے بخلاف مومنین کے کہ وہ ہر ایک کو تسبیح سمجھتے ہیں عامہ مومنین اگر بعض اشیاء کی تسبیح قالی کو نہیں سمجھتے جو کشف سے متعلق ہے تو تسبیح حالی کو تو سمجھتے ہیں کہ ان کے وجود سے وجود صانع پر استدلال کرتے ہیں اور جواہل کشف ہیں وہ ہر قسم کی تسبیح کو سمجھتے ہیں۔

إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا

وہ بڑا حکیم ہے

یعنی کفار کی اس غفلت پر جو عذاب نہیں ہوتا اس سے وہ توحید کے حق ہونے میں شبہ نہ کریں کیونکہ عذاب کے توقف کی وجہ حق تعالیٰ کا حلم ہے ورنہ ان کا عقیدہ ضرور موجب عذاب ہے۔

عَفُورًا

بڑا غفور ہے

یعنی اہل توبہ کو توبہ کر لیں تو خدا تعالیٰ سب معاف کر دیں گے۔
رابطہ: اوپر فرمایا تھا کہ باوجود قرآن میں مضمون توحید کے مکرر ہونے کے ان کو متنبہ نہیں ہوتا آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ تدبر اور تفکر نہیں کرتے بلکہ تخفیر اور تسخیر بھی کرتے ہیں۔ واذ اقرأت تاسبیلا۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا

نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں

یعنی وہ پردہ یہ ہے کہ یہ لوگ نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھنے کا ارادہ کرتے ہیں اس لئے وہ آپ کی شان نبوت کا ادراک نہیں کر سکتے۔

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ

اور (وہ پردہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ

وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي

اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ

سَبِّحًا

نے راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا

یعنی خدائے حقیقی تک مخالفانہ طور پر کبھی کے پہنچے ہوتے اور مخالفت اور مقابلہ واقع ہوتا کیونکہ ایسی بڑی بڑی قدرت والی ذاتوں میں ہمیشہ صلح رہنا عادتہ محال ہے پھر عالم کا نظام کیسے باقی رہتا حالانکہ نظام عالم قائم ہے معلوم ہوا کہ فساد کا سبب یعنی چند معبود ہیں ہی نہیں ف: اس آیت کا مضمون فی نفسہ دلیل عقلی برہانی ہے جس کی تقریر سیقول رکوع چہارم میں گزر چکی ہے یہاں عام فہم کرنے کے لئے یہ تقریر اختیار کی گئی یہ تقریر بظاہر ایک امر عادی پڑتی ہے۔

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے تمام

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ

ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں

کوئی بزبان حال اور بزبان قال دونوں سے کوئی صرف زبان حال سے چنانچہ فرشتے اور مومن جن و انسان زبان قال سے بھی پاکی بیان کرتے ہیں اسی طرح بے جان اور بے عقل چیزیں اور کفار صرف زبان حال سے کیونکہ ان کا وجود اور وجود کے سب لوازمات حق تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں جو سب کا موجد ہے اور اس طرح کی تسبیح حالی موجودات کی اور اقسام میں بھی عام ہے ہر چیز کی حالت سے خالق جل و علا کی ہستی کا پتہ چلتا ہے اور بے جان اور بے عقل چیزوں کی تسبیح قالی بھی احادیث سے ثابت اور کشف سے مؤید ہے رہا یہ وسوسہ کہ تسبیح کے لئے علم اور علم کے لئے حیات چاہیے اور یہ جمادات میں نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی قدر علم اور کسی قدر حیات ہو اور ہم کو محسوس نہ ہو تو اس میں کیا استحالہ ہے۔

وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالا یا حالاً) بیان نہ کرتی

تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ

ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو

بقریہ مقام یہ خطاب مشرکین کو ہے اور ان کا نہ سمجھنا ہر تسبیح کے اعتبار سے ہے اور یہی قابل ملامت بھی ہے ورنہ بعض قسم کی تسبیح کا نہ سمجھنا موجب ملامت نہیں کفار تسبیح حالی کو تو اس لئے نہیں سمجھتے کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کے

سے بڑھ کر کیا گمراہی ہوگی۔ ف: صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور پر ایک دفعہ جادو چل گیا تھا بعض لوگوں نے اس آیت سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ یہ تو کفار آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ان پر جادو کا اثر ہو گیا ہے اور کفار کا یہ قول غلط تھا حق تعالیٰ نے اس کی تکذیب فرمادی ہے جواب اس کا تقریر و ترجمہ سے ظاہر ہو گیا کہ کفار کا مقصود مسکور کہنے سے مجنون کہنا تھا جس کے تمام خیالات اور اقوال محض ہذیان اور وہم ہوتے ہیں وحی کو وہ ایسا ہی سمجھتے تھے اس کی بے شک قرآن میں نفی کی گئی ہے اور آپ پر جو سحر ہوا تھا اس سے بعض روزمرہ کی عادت کے کاموں میں کسی قدر ذہول اور نسیان ہو گیا تھا باقی دنیا کے سب کاموں میں ذہول نہیں ہوا اور دینی کاموں میں تو ذرا بھی ذہول نہیں ہوا اگر کچھ ہوا ہوتا تو اس اثر کے زائل ہونے کے بعد حق تعالیٰ ان امور پر متنبہ فرماتے جیسا کہ خطا اجتہادی میں تنبیہ ہوا کرتی ہے پس آیت میں سحر کے ایک خاص اثر یعنی جنون کی نفی کی گئی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ پر سحر کا ذرا بھی اثر کسی وقت نہیں ہو سکتا تھا پس آیت وحدیث میں کچھ تعارض نہیں

رابطہ: اوپر کفار کے انکار تو حید و رسالت و قرآن کا جواب تھا آگے قیامت کے انکار کا جواب ہے نیز وہ قیامت کی باتیں سن کر رسالت پر بھی اعتراض کیا کرتے تھے کہ ایسی بعید باتوں کی خبر دینے والا کہیں رسول ہو سکتا ہے پس ان آیات سے قیامت اور رسالت دونوں کے متعلق شبہات کا جواب ہو جائے گا۔ وقالوا اذا كنا تا قليلا۔

وَقَالُوا اِذَا كُنَّا عِظَمًا وَرَفَاتًا اِنَّا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چوراہو جادیں گے

لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۳۹﴾

تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جادیں گے

یعنی اول تو مر کر ہی زندہ ہونا مشکل ہے کیونکہ جسم میں قابلیت نہیں رہی پھر خاص کرایسی حالت میں کہ اجزاء بھی مجتمع نہ رہے۔

قُلْ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا ﴿۴۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا

آپ (جواب میں) فرمادیجئے کہ تم پتھر اور لوہا یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو

يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ﴿۴۱﴾

تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو

یعنی تم تو ہڈیوں ہی سے زندہ ہونے کو دشوار سمجھتے ہو اور ہم کہتے ہیں کہ

الْقُرْآنِ وَحْدَهُ

قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں

یعنی اس کے اوصاف و کمالات بیان کرتے اور ان کے معبودوں سے ان کمالات کی نفی کرتے ہیں۔

وَتَوَّاعِلَىٰ اُذْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿۴۲﴾

تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں

جس کا سبب وہی سمجھنے کا ارادہ نہ کرنا ہے آگے اس پر وعید ہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهٖ اِذْ يَسْتَمِعُونَ

جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس

اِلَيْكَ

غرض سے یہ سنتے ہیں

کہ ان کی غرض محض طعن و اعتراض کی ہوتی ہے۔

وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰی

اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں

یعنی قرآن سننے کے بعد جو آپس میں باتیں بناتے ہیں ہم ان کو بھی

خوب جانتے ہیں۔

اِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا

جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو جس

مَسْحُورًا ﴿۴۳﴾

پر جادو کا اثر ہو گیا ہے

یعنی جنون ہو گیا ہے تو یہ جو کچھ عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں سب مانجوا لیا ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا

آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو

يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿۴۴﴾

یہ لوگ گمراہ ہو گئے تو راستہ نہیں پاسکتے

کیونکہ ایسی باتوں اور ایسی مخالفتوں سے استعداد ضائع ہو جاتی ہے جب قرآن کے ساتھ ہی استہزاء ہو رسول کے ساتھ بھی گستاخی ہو پھر اس

کو اس سے نفع نہ ہوگا غرض زندہ بھی ہو جائیں گے اور میدان حشر میں حاضر بھی ہو جائیں گے۔

وَتُظُنُّونَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيلًا ۝۷

اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے

یعنی اس روز کی ہول اور ہیبت دیکھ کر یہ خیال ہوگا کہ دنیا اور قبر میں رہنے کی مدت کو بہت کم سمجھو گے کیونکہ قبر و دنیا میں اس دن کی نسبت پھر راحت تھی اور راحت کا زمانہ شدت کے زمانہ کے سامنے بہت کم معلوم ہوتا ہے۔

رابطہ: اوپر کفار کی جہالات کا ذکر تھا جن پر مسلمانوں کو غصہ آنے کا احتمال تھا اسلئے آگے جواب میں نرمی برتنے کی تعلیم ہے۔ وقل لعبادی تا وکیلا۔

وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّذِي هِيَ اَحْسَنُ ۝۸

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو

یعنی اگر کفار کو جواب دیں تو اخلاق کا بہتر پہلو اختیار کریں سب دشمن اور خشونت و اشتعال نہ ہو۔

اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ

شیطان لوگوں میں فساد ڈلوادیتا ہے واقعی شیطان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ وَّامْبِیْنًا ۝۹

انسان کا صریح دشمن ہے

آگے اس حکم کی وجہ بتلاتے ہیں کہ سختی سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہدایت و گمراہی بالکل مشیت الہی کے متعلق ہے۔

رَبِّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۝۱۰

تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے

کہ کون کس قابل ہے کون کس قابل ہے۔

اِنْ يَشَاءُ يَرْحَمْكُمْ ۝۱۱

اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے

یعنی ہدایت کر دے۔

اَوْ اِنْ يَشَاءُ يُعَذِّبْكُمْ ۝۱۲

یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے

کسی کو ہدایت کی توفیق نہ دے اور اس پر عذاب ہوتا رہے۔

تم لوہا پتھر ہو جاؤ پھر دیکھو زندہ کئے جاؤ گے یا نہیں اور لوہے پتھر کا حیات سے بعید ہونا ظاہر ہے کہ ان میں کبھی حیوانوں کی سی حیات آئی ہی نہیں بخلاف انسان کے اجزاء کے کہ وہ ایک مرتبہ تو حیات کے ساتھ موصوف ہو چکے ہیں جب اتنے بعید کا زندہ رہنا ممکن ہے تو قریب کا دوبارہ جلا دینا تو بدرجہ اول ممکن ہے اور یہ کلام شرط کے معنی میں ہے یعنی اگر تم لوہا پتھر بھی ہو جاؤ تب بھی قدرت کے سامنے زندہ ہونے کے قابل رہو گے۔

فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُّعِيدُنَا ۝۱۳

اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا

یعنی جب ہر چیز میں دوبارہ پیدا ہونے کی قابلیت ثابت ہو گئی تو اب وہ خالق کی تحقیق کریں گے۔

قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۝۱۴

آپ فرمادیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا

جس کی اتنی بڑی قدرت ہے کہ جب تم جماد محض اور بے جان تھے اس وقت تم کو حیات دی اب اس کی قدرت کہاں گئی خصوصاً ایسی چیز پر جس میں اب قابلیت بھی پہلے سے زیادہ ہے۔

فَسَيَنْغَضُّونَ اِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ ۝۱۵

اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا بتلاؤ) یہ کب ہوگا

یعنی جب خالق کی بھی تحقیق ہو چکی تو اب وقت کی تحقیق کریں گے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى اَنْ يَكُونَ

آپ فرمادیجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آ پہنچا ہو یہ اس روز ہوگا

قَرِيبًا ۝۱۶

کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا

یعنی تم کو زندہ کرنے اور میدان حشر میں جمع ہونے کے لئے فرشتہ کے ذریعہ سے حق تعالیٰ پکاریں گے اور وہ اسرافیل علیہ السلام ہوں گے ان کی آواز میں بھی حکم ہوگا۔

فَتَسْتَجِیْبُونَ بِحَمْدِهِ ۝۱۷

اور تم (بالاضطرار) اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کر لو گے

حمد و ثنا کی تفسیر میں صاحب روح نے ابن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قبروں سے سبحک اللہم و بحمدک کہتے ہوئے نکلیں گے گو کافر

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿۵۳﴾

اور ہم نے آپ (تک) کو انکا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا

جب آپ باوجود نبوت کے ذمہ دار نہیں تو دوسرے کیونکر ذمہ دار ہو سکتے ہیں پھر اس قدر درپے ہونا اور سختی سے کام لینا کیا ضرور اور مراد اس سے بے ضرورت سختی کرنا ہے جیسا کہ اکثر مباحثات میں ہوتی ہے ورنہ ضرورت اور مصلحت کے موقع پر اس سے زیادہ لڑائی تک کی اجازت ہے۔

رابطہ: اوپر کفار کے انکار رسالت کا بیان تھا۔ منجملہ ان کے شبہات کے ایک یہ بھی خیال تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے یا اگر بشر ہو تو کوئی رئیس ہو آگے اس شبہ کا جواب ہے ورنہ ایک اعلم تا زبور

وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ﴿۵۴﴾

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں

آسمان والوں سے مراد فرشتے اور زمین والوں سے جن و انسان ہیں مطلب یہ کہ ہم خوب واقف ہیں کہ ان میں سے کس کو نبی بنانا مناسب ہے اور کس کو نہیں پس اگر آپ کو نبی بنادیا تو کیا تعجب ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ

اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے

اسی طرح اگر آپ کو فضیلت دی تو کیا تعجب ہے۔

وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ﴿۵۵﴾

اور ہم داؤد (علیہ السلام) کو زبور دے چکے ہیں

اسی طرح اگر آپ کو قرآن دیا تو کیا تعجب ہے اور زبور کی تخصیص میں یہ نکتہ ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ملک و سلطنت ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ ولقد كتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یورثها عبادی الصالحون چنانچہ تفسیر حقانی میں زبور کے مضامین کا حوالہ نقل کیا ہے۔

رابطہ: اوپر چند آیتوں میں شرک کا ابطال ہے آگے بعض خاص صورتوں کا رد ہے اور وہ خاص صورت یہ ہے کہ بعض لوگ جنات کی پرستش کرتے تھے پھر وہ جنات مسلمان ہو گئے اس باب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور بعض ملائکہ کی پرستش کرتے تھے وہ تو مومن ہیں ہی قل ادعوا انما معذورا

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا

آپ فرمادیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو

يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿۵۶﴾

(یعنی) وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا

مثلاً سخت تکلیف کو ہلکا ہی کر دیں یہ بھی ان کو اختیار نہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ گو جنات اور ملائکہ میں کسی قدر اختیار کی صفت ہے مگر وہ اپنے اختیار میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں پس جس چیز کا اختیار ان کو عطا نہیں ہوا اس پر اختیار نہیں رکھتے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ

الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے

یعنی وہ خود ہی طاعت و عبادت میں مشغول ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہو جاوے اور چاہتے ہیں کہ زیادہ قرب ہو جائے۔

وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ﴿۵۷﴾

اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں

عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿۵۸﴾

اور واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل

مطلب یہ کہ جب وہ خود ہی رحمت میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو دوسروں کو کیا نفع دے سکتے ہیں اسی طرح جب وہ خود عذاب سے بچنے میں خدا کے محتاج ہیں تو اوروں سے کیا تکلیف دور کر سکتے ہیں پھر ان کو معبود اور مددگار بنانا محض باطل ہوگا۔

رابطہ: اوپر بتلایا ہے کہ عذاب ڈرنے کے قابل ہے آگے اس کے وقوع کا یقینی ہونا بتلاتے ہیں کہ اگر دنیا میں نہ آیا تو آخرت میں ضرور ہوگا غرض ملنے والا نہیں وان من قرية تا مسطورا

وَأَنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ

اور (کفار کی) ایسی کوئی ہستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں

الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا كَانَ

یا (قیامت کے روز) اس کو سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب

ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿۵۹﴾

(یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ

اور آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا رب
(اپنے علم سے) تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے

یعنی ہم جو کہتے ہیں کہ یہ ایمان نہ لائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کو یہ
بات پہلے سے معلوم ہے اور اس کے قبل ہم آپ کو اپنے اس علم کی اطلاع
دے چکے ہیں کہ یہ ایمان نہ لائیں گے چنانچہ جس طرح پہلے لوگوں کے
واقعات پر قیاس کرنا اس کی دلیل ہے اسی طرح خود ان کے بھی بعض واقعات
پر قیاس کر کے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے آگے بعض واقعات کا ذکر ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الزُّرِّيَّا

اور ہم نے جو تماشا آپ کو دکھلایا تھا

یعنی واقعہ معراج جو بیداری میں ہوا تھا اور آپ نے اس میں عجائب
ملکوت کا مشاہدہ کیا۔

الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ

اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے

یعنی درخت زقوم جو کفار کی غذا ہے اور جہنم میں اس کا پیدا ہونا بتلایا گیا ہے۔

الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنَخَوْفُهُمْ

ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا

ان لوگوں نے دونوں کو سن کر جھٹلایا معراج کی نسبت کہنے لگے کہ ایک
رات میں اتنی دور جانا بالخصوص آسمان پر جانا کسی طرح بھی ممکن نہیں اور
درخت زقوم کے بارہ میں کہتے تھے کہ آگ سے تو درخت جل جاتا ہے نہ
کہ اس میں پیدا ہو اور اس کے ساتھ استہزاء بھی کرتے تھے جس کا بیان
سورہ والصفہ میں آئے گا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے آخر ان امور کی
تکذیب کی پس اس قیاس سے عام لوگ جلدی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر فرمائی
معجزات آتے تو یہ ان کی بھی ضرورت تکذیب کرتے اور یہ دونوں قیاس
سامعین کو سمجھانے کے لئے بیان کئے گئے ورنہ اصل دلیل تو وہی ہے کہ اللہ
تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔

فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا

اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے

اور ہدایت سے محرومی ہی رہتی ہے۔

پس اگر کوئی کافر یہاں کسی آفت میں ہلاک ہونے سے بچ گیا تو
قیامت کے روز آفت کبریٰ سے نہ بچے گا اور آفت کی قید اس لئے لگائی کہ
طبعی موت سے تو سب ہلاک ہوتے ہیں اس میں کافر کی تخصیص نہیں۔

رابطہ: کفار بعض خاص فرمائشی معجزات کے واقع نہ ہونے سے بھی
رسالت پر شبہ کرتے تھے آگے ان کے واقع نہ ہونے کی حکمت بیان کر
کے شبہ کا جواب دیتے ہیں وَمَا مَنَعَنَا تَا كَبِيرًا

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ

اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے صرف یہی امر مانع ہوا کہ

كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ

پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں

اور طبیعتیں ان کی اور ان کی مشابہ ہیں پس یہ بھی تکذیب کریں گے
نمونہ کے طور پر ایک قصہ بھی سن لو۔

وَأَتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ

اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی

جوان کی فرمائش کے موافق بطور معجزہ صالح علیہ السلام کے عجیب طور
پر پیدا ہوئی تھی۔

مُبْصِرَةً

جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی

کیونکہ معجزہ فی نفسہ بصیرت کا موجب ہوتا ہے لیکن انہوں نے اس
سے بصیرت حاصل نہ کی۔

فَظَلَمُوا بِهَا

سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا

اس کو قتل کر ڈالا اسی طرح یہ بھی بصیرت حاصل نہ کریں گے۔

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا

اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں

یعنی فرمائشی معجزات سے اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ اگر ایمان نہ لائے تو
ابھی ہلاک کر دیئے جائیں گے جیسے ثمود اور اصحاب مدین کے ساتھ ہوا پس اگر
فرمائشی معجزات کا ظہور ہوتا تو یہ ایمان نہ لاتے اور ہم اپنے وعدہ کو پورا کرتے تو
یہ ہلاک ہوتے اور ابھی بہت سی حکمتوں سے ان کی ہلاکت کا وقت نہیں آیا۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو ان سب نے سجدہ کیا مگر

إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے

طِينًا ۙ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي

بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتائیے

اس میں کیا فضیلت ہے کہ ہم اس کو سجدہ کریں۔

كَرَّمْتَ عَلَيَّ ذَلِكُنِ أَخْرَجْتَنِي إِلَى يَوْمِ

تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دے دی تو میں (بھی)

الْقِيَامَةِ لَأُحْتَنِكَ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۙ

بجو قدرے قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا

قدر قلیل سے مخلصین مراد ہیں۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ

ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہو لے گا

جَهَنَّمَ جَزَاءً وَكُمُ جَزَاءً مَوْفُورًا ۙ

سو تم سب کی سزا جہنم ہے سزا پوری اور ان میں سے جس

وَاسْتَفْزِرْ مَنْ اسْتَطَاعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ

جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا

یعنی اغوا اور وسوسہ سے ان کو راہ راست سے ہٹا دینا۔

وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمُ بِخَيْلِكَ

اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھانا

مراد مطلق لشکر ہے۔

وَرَجِلِكَ وَشَارِكُهمْ فِي الْأَمْوَالِ

اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا

یعنی مال و اولاد کو گمراہی کا ذریعہ بنادینا۔

وَالْأَوْلَادِ وَعَدُهمْ

اور ان سے وعدہ کرنا

کہ قیامت کچھ نہیں گناہ پر مواخذہ نہ ہوگا۔

وَمَا يَعِدُهمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۙ

اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے

آگے پھر اسی کو خطاب ہے۔

رابطہ: اوپر کی آیتوں میں اثبات توحید و ابطال شرک کا مضمون ہے آگے ایک خاص طرز پر پھر اس کی طرف رجوع ہے اور وہ خاص طرز اثبات توحید میں اپنی نعمتوں کا بیان کرنا ہے جن سے علاوہ اثبات توحید کے حقوق منعم ادا کرنے کی ترغیب بھی ہے اور ابطال شرک میں وہ خاص طرز ان کے اقرار کو ظاہر کرنا ہے کہ مصیبت کے وقت خدا کے سوا کسی سے نہیں مانگتے ربکم الذی تابعی

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے

وَكُفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۙ رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي

تمہارا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو

لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کے رزق کو تلاش کرو

چنانچہ اکثر تجارت کے لئے بحری سفر ہوتا ہے۔

إِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۙ

بیشک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے

کہ تمہارے نفع کے لئے ایسا ایسا سامان بنایا۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے

جیسے موج اور ہوا کے طوفان سے غرق ہونے کا خوف۔

فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ

تو بحر خدا کے اور جہتوں کی عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں

کہ دل سے بھی ان کا خیال نہیں آتا اور فریادری سے بھی وہ امداد نہیں

کر سکتے جس سے بدلات حال و مقال خود تمہارے اقرار سے شرک کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔

فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ

پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم پھر پھر جاتے ہو اور

الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿۹۴﴾

(واقعی) انسان ہے بڑا ناشکر

کہ ایسے جلدی منعم کا انعام اور اپنی التجا وغیرہ کو بھول جاتا ہے۔

أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ

تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے کہ تم کو خشکی کی جانب لاکر زمین میں

أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا

دھندلے یا تم پر کوئی ایسی تندہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے

جیسا قوم عاد پر ہوا آئی ہے اور یہ عذاب اوپر سے ہے جیسا کہ پہلا

نیچے سے تھا۔

ثُمَّ لَا تَجِدُ وَالَكُمْ وَكَيلًا ﴿۹۵﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ

پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے

أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَى فَيُرْسِلَ

کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر

عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغَرِّقَكُم مِّمَّا

تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب

كُفِّرْتُمْ وَلَا

غرق کر دے

یعنی اگر خشکی میں غرق ہونا سمجھ میں نہ آوے تو اچھا یہ بھی تو احتمال ہے کہ تم کو ایسا کام نکلے کہ پھر سمندر کا سفر کرنا پڑے اور وہاں غرق کر دے۔

ثُمَّ لَا تَجِدُ وَالَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿۹۶﴾

پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے

یعنی اس غرق کر دینے پر خدا سے کوئی بدلا لینے والا بھی نہ ہوگا۔

رابطہ: اوپر بعض انعامات کے پیرایہ میں تو حید کا ذکر تھا آگے دوسرے انعامات کے ضمن میں تو حید کا ذکر ہے۔ ولقد کرمنانا تفضیلاً

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی

کہ ان کو بعض خاص صفات عطا فرمائیں۔

بَنَىٰ آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا

کہ جانوروں اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔

وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ

اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے

كَثِيرٍ مِّنْ خَلْقِنَا تَفْضِيلًا ﴿۹۷﴾

ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی

کیونکہ اور حیوانات ان صفات سے خالی ہیں پس اس نعمت کی قدر کریں اور تو حید و طاعت اختیار کریں انسان میں بعض خاص صفات ایسی ہیں جو دیگر حیوانات میں نہیں ہیں جیسے عقل اور ایجاد اور حسن صورت جس میں سیدھا قد بھی داخل ہے اور یہ نعمتیں سب کو عام ہیں پس بنی آدم سے مراد سب بنی آدم ہیں اور چونکہ اوپر کرنا میں اجمال تھا جس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ ان صفات میں یہ سب سے افضل ہے حالانکہ یہ امور ملائکہ سے افضل ہونے کے مدار نہیں ہو سکتے اور جو صفات ملائکہ سے افضل ہونے کی مدار ہیں وہ سب بنی آدم میں نہیں پائی جاتیں اس لئے آگے فصلنا میں اس شبہ کو رفع کر دیا کہ مراد عزت دینے سے بعض مخلوقات پر فضیلت دینا ہے یعنی حیوانات اور جو ان سے بھی کم رتبہ ہیں پس اس آیت سے انسان کے ملائکہ سے افضل ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا آیت اس مسئلہ سے ساکت ہے۔ رابطہ: اوپر وقالوا اذما کننا عظاماً الخ میں قیامت کا مضمون تھا آگے اس کے بعض واقعات کا ذکر ہے جس سے مخالفت پر وعید بھی معلوم ہو جائے گی۔ یوم ندعوا نانا اضل سبیلاً

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَْامِهِمْ ﴿۹۸﴾

جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامہ اعمال سمیت بلا دیں گے

اور وہ نامہ اعمال اڑا دیئے جائیں گے پھر کسی کے داہنے ہاتھ اور کسی کے

کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے تو ہم آپ کے تابع ہو جائیں اور قبیلہ بنی ثقیف نے آپ سے درخواست کی کہ ہم کو اسلام لانے کے لئے ایک سال کی مہلت دیجئے ذرا اس سال بتوں کے چڑھاوے کی آمدنی ہم وصول کر لیں پہلا قصہ مکہ کا دوسرا مدینہ کا ہے اگر یہ آیتیں مکی ہیں تو پہلا قصہ مراد ہے اور اگر مدنی ہیں تو دوسرے قصہ کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس کوشش میں تھے کہ آپ ہمارے حکم کے خلاف کریں کہ مسلمانوں کو ہٹا دیں یا اسلام لانے کے لئے ایک سال کی مہلت دیں کہ دونوں برخلاف شرع ہیں۔

لِتَقْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَةً ۝

تاکہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت نہ کر دیں

یعنی حکم وحی کے خلاف عملدرآمد کریں اور چونکہ نبی کا کوئی حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہوتا تو اگر نعوذ باللہ آپ اس درخواست کے موافق عمل کرتے تو اس کی نسبت حکم الہی ہونے کا دعویٰ لازم آتا اور یہ خدا پر افتراء ہوتا۔

وَإِذَا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ۝

اور ایسی حالت میں آپ کو گڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے آپ کو ثابت

تَبَتُّنَكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝

قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے

مگر خدا نے آپ کو بچایا کیونکہ نبوت کے لئے عصمت لازم ہے۔

إِذَا لَذُقْنَكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ۝

(اور) اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دوہرا

ثَمَرًا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝

عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے

کہ کچھ بھی میلان اور رجحان ہو جاتا۔

مگر چونکہ ہم نے آپ کو معصوم اور ثابت قدم بنایا ہے اس لئے کچھ بھی میلان نہ ہوا اور عذاب حیات و موت سے بھی بچ گئے ورنہ ان لوگوں کی تدبیر تو بڑی تیز تھی اس آیت میں حضور کی تنزیہ اور عصمت میں نہایت ہی مبالغہ ہے کیونکہ اول تو کچھ کچھ میلان ایک خفیف وسوسہ کا درجہ ہے جو مذموم نہیں پھر اس کے قریب ہونا یہ اور بھی ادنیٰ درجہ ہے مگر آپ سے یہ بھی نہیں صادر ہوا اور یہ ارشاد عتاب نہیں بلکہ آپ کی محبوبیت کا اظہار ہے کہ آپ ایسے محبوب ہیں کہ ہم نے ذرا سے میلان کے قریب ہونے سے بھی آپ کو بچایا۔

بائیں ہاتھ میں آجائیں گے قرآن میں نامہ اعمال دیئے جانے کی کیفیت مذکور نہیں حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نامہ اعمال سب عرش کے نیچے جمع ہوں گے پھر ایک ہوا چلے گی جس سے نامہ اعمال اڑ کر خود بخود ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔

فَمَنْ أُوْرِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ

پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو ایسے لوگ اپنا

كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ قَتِيلًا ۝

نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا

یعنی ان کے ایمان و اعمال کا ثواب پورا پورا ملے گا کم نہ ہوگا چاہے زیادہ ہو جائے اور ان کو عذاب سے بھی نجات ملے گی خواہ اول ہی یا بعد عرصہ کے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ

اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا

أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝

اور زیادہ راہ گم کردہ ہو گا

کیونکہ دنیا میں تو گمراہی کا مدار ممکن تھا وہاں یہ بھی نہ ہو سکے گا پس ایسے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔

ف: قرآن مجید کی چند آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال کفار کو دیا جائے گا اس کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داہنے ہاتھ میں اہل ایمان کو دیا جائے گا۔ خواہ وہ گناہ گار ہوں یا نیک ہوں پھر خوش ہو کر جو وہ نامہ اعمال کو پڑھیں گے گناہ گاروں کو یہ خوشی ایمان کی ہوگی جس کی وجہ سے ہمیشہ کے عذاب سے اس کو نجات لازم ہے گو بعض اعمال پر سزا بھی ہو جائے۔ رابطہ: اوپر بعض آیات میں کفار کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تکذیب و استہزاء کے ساتھ پیش آنا مذکور ہوا ہے آگے آپ کے ساتھ ان کا عداوت کرنا دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے مذکور ہے پس اس مضمون کا تعلق رسالت سے ہے بلکہ آخر سورت تک زیادہ تر رسالت ہی کے متعلق مضمون چلا گیا ہے وان کا دو اقا تحویلا

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

اور یہ (کافر) لوگ آپ کو اس چیز سے بھلانے ہی لگے تھے

جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے

قصہ یہ ہوا کہ قریش نے آپ سے درخواست کی تھی کہ ان غرباء اور عوام

وَإِنْ كَادُ وَالْيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم بھی اکھاڑنے لگے تھے

اہل مکہ نے مشورہ کیا تھا کہ آپ کو مکہ سے جبراً نکال دینا چاہئے یہ تو مکہ کا قصہ ہے اور مدینہ میں پہنچنے کے بعد یہود نے براہ شرارت آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ملک شام میں جا کر رہیے جو اکثر انبیاء کا مسکن رہا ہے چنانچہ آپ کو کچھ خیال ہوا پس یہ آیت اگر کلی ہے تو پہلا قصہ مراد ہے اور اگر مدنی ہے تو دوسرے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذْ لَا يَلْبَثُونَ خَلْفَكَ

تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت

إِلَّا قَلِيلًا ۝۹۶

کم ٹھہرنے پاتے

اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ آپ مکہ سے تو نکلے پھر وہاں کفار کیسے رہے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ مکہ سے آپ کا اخراج نہیں ہوا بلکہ آپ باذن الہی خود ہی تشریف لے گئے اور یہ وعید نکالنے کی صورت پر تھی دوسرے یہ کہ بدر میں بڑے بڑے کفار مکہ مارے گئے جو آپ کو نکالنے کی کوشش میں تھے اور وہ بجائے کل ساکنان مکہ کے تھے اور مدینہ سے تو آپ کا خروج ہوا ہی نہیں اس لئے یہود کے وہاں رہنے پر کوئی اشکال نہیں گو بعد میں مستقل حکم سے وہاں سے وہ لوگ بھی نکال دیئے گئے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا

جیسا ان صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا

کہ جب ان کی قوم نے ان کو وطن سے نکالا تو ان کو بھی وہاں رہنا نصیب نہ ہوا رابطہ اور کفار کی مخالفت و عداوت کا ذکر تھا جو آپ کے لئے تعلق خاطر کا سبب ہو سکتا تھا آگے عبادت میں مشغول ہونے اور سب معاملات خدا کے حوالہ کرنے کا حکم ہے تاکہ ان میں مشغول ہونے سے وہ غم نہ ہو یا نہ رہے اور ساتھ میں بعض بشارت اخروی کا صراحت اور بشارت دنیویہ کا اشارہ ذکر ہے اقم الصلوة تا خساراً

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝۹۷ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِكَ

اور آپ ہمارے (اس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے آفتاب ڈھلنے کے

الشَّهْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ

بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے

اس میں ظہر و عصر مغرب و عشاء چار نمازیں آئیں جیسا کہ حدیث سے اس اجمال کی تفصیل ہو گئی ہے۔

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ

اور صبح کی نماز بھی بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر

مَشْهُودًا ۝۹۸

ہونے کا وقت ہے

حدیثوں میں ہے کہ عصر اور فجر کے وقت فرشتوں کی جو کہ انسان پر حفاظت یا کتابت اعمال کے لئے مقرر ہیں بدلی ہوتی ہے چونکہ صبح کا وقت نیند سے اٹھنے کا ہے اس لئے اس کا حکم بھی الگ بیان کیا اور ایک فضیلت بھی اس کی بیان کر دی۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ۝۹۹

اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کمائے لئے زائد چیز ہے

یعنی پنجگانہ نماز کے علاوہ ہے خواہ نفل ہو کہ وہ تو زائد ہے ہی یا فرض کے طور پر زائد ہو تہجد پہلے تو سب پر فرض تھا پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ آپ پر فرض رہا دوسرے یہ کہ آپ پر بھی فرض نہیں رہا تھا پہلے قول پر نافلة کے لغوی معنی مراد ہوں گے یعنی آپ کے لئے یہ فرض زائد ہے اور دوسرے قول پر آپ کے لئے زائد ہونے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ تہجد کا زائد ہونا آپ ہی کیلئے خاص ہے کیونکہ آپ معصوم ہیں آپ کو زیادہ ضرورت نہ تھی بخلاف امت کے کہ ان کے لئے گناہوں کا کفارہ بھی ہوتی ہے ان کو اس کی ضرورت ہے۔

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝۱۰۰

امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا

مقام محمود شفاعت کبریٰ کا مقام ہے اور شفاعت کبریٰ وہ ہے جس میں تمام خلایق کے حساب و کتاب شروع ہونے کی شفاعت ہوگی۔ صحاح میں مقام محمود کی یہی تفسیر آئی ہے اور بعض روایات میں جو اس کی تفسیر میں شفاعت لامتی آیا ہے کہ مقام محمود میری امت کی شفاعت ہے اس سے ماسوا امت کی نفی مقصود نہیں ہے یہاں تک عبادت کا حکم اور آخرت کے متعلق بشارت

وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور نا انصافیوں کو اس سے اور نا نقصان بڑھتا ہے

کہ وہ مانتے نہیں تو اور زیادہ غضب اور عذاب کے مستحق ہوتے ہیں جب ان کی یہ حالت ہے پھر ان سے قبول کی کیا امید اور مخالفت پر غم کرنا بے فائدہ ہے۔

رابطہ: آگے کفار کی اس مخالفت کی اور قبول نہ کرنے کی علت بیان فرماتے ہیں کہ اس کا سبب تکبر اور سنگ دلی اور حق تعالیٰ سے بے تعلقی ہے وَاِذَا نَعَمْنَا تَا سَبِيْلًا

وَإِذَا نَعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَا

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر

بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿۸۳﴾

لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے

یعنی کافر ایسا ہوتا ہے کہ نعمت کے وقت ہم سے اور ہمارے احکام سے اعراض کرتا ہے اور تکلیف کے وقت رحمت سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے اور یہ دونوں حالتیں اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی کی دلیل ہیں اور یہی بے تعلقی ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہونے کا اصلی سبب ہے اسی سے کفر وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ ط

آپ فرمادیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے

یعنی کافر اور مومن نیک اور بد سب اپنی عقل صحیح یا جہل قبیح کے مقتضا پر عمل کر رہے ہیں۔

فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا ﴿۸۴﴾

سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہو

اسی طرح جو ٹھیک راستہ پر نہ ہو اس کو بھی جانتا ہے یہ نہیں کہ جس کا دل چاہے اپنے کو ٹھیک راستہ پر سمجھنے لگے حق تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کون عقل صحیح سے کام لے رہا ہے کون جہل قبیح میں مبتلا ہے ہر ایک کو اس کے موافق جزا دے گا۔

رابطہ: اوپر سے چند آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کا معاملہ جو مباحث متعلقہ رسالت سے ہے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے آگے بھی رسالت کے امتحان کے لئے جو کفار نے آپ سے سوال کیا تھا اس کا جواب ہے صحیحین میں ہے کہ یہود نے آپ سے امتحان روح کا

تھی آگے تفویض کا حکم ہے کہ اپنے سب کام خدا کے حوالہ کرو۔

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچاؤ اور مجھ کو

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ

خوبی کے ساتھ لے جایو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجو

سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۵﴾

جس کے ساتھ نصرت ہو

جن سے وہ غلبہ بڑھتا ہی جاوے ورنہ عارضی غلبہ تو کفار کو بھی ہو جاتا ہے مگر وہ من جانب اللہ منصور نہیں ہوتے اس لئے جلد زائل ہو جاتا ہے اور رب ادخلنی الخ کی تفسیر ہجرت کے ساتھ ترمذی میں آئی ہے آگے دنیوی بشارت ہے کہ ان دعاؤں کے مقبول ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ

اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو

الْبَاطِلُ كَانَ زَهُوًّا ﴿۸۶﴾

یونہی آتی جاتی رہتی ہے

اس مراد عام ہے کہ باطل اب جاتا رہے یا پھر کسی وقت یا یہ کہ وہ فی نفسہ مننے والی چیز ہے گو کسی وقت اس کا ظہور ہو۔ پس باطل کا چندے رہ جانا موجب شہ نہیں ہو سکتا اور قل جاء الحق میں مکہ فتح ہونے کی طرف اشارہ ہے حدیث شخیں میں آیا ہے کہ آپ فتح مکہ میں یہ آیت پڑھ کر بتوں کو گرا رہے تھے خلاصہ یہ کہ آپ ان مضامین میں غور کیجئے اور مغموں نہ ہو جائیے چنانچہ ہجرت کے بعد مکہ فتح ہوا اور سب وعدے پورے ہو گئے آگے زیادہ تسلی فرماتے ہیں کہ ان کافروں کی بد استعدادی سے ان کے ایمان کی امید نہیں۔

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

میں تو شفاء اور رحمت ہے

کیونکہ وہ اس کو مانتے ہیں اور عمل کرتے ہیں جس سے حق تعالیٰ کی رحمت ان پر ہوتی ہے اور عقائد فاسدہ اور اعمال ناشائستہ سے نجات ہوتی ہے یہی شفاء ہے۔

سوال کیا اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ یہود سے مشورہ کر کے قریش نے یہ سوال پیش کیا تھا ویسٹلو نک تا قلیلا

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ

اور یہ لوگ آپ سے روح کو (امتحاناً) پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ روح

أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے

یعنی بس اجمالاً اتنا جان لو کہ وہ ایک چیز ہے جو خدا کے حکم سے بنی ہے باقی اس کی مفصل حقیقت کا جاننا ضروریات دین سے ہے نہ تمہاری فہم میں آ سکتا ہے اس لئے مخفی رکھا گیا تم کو بقدر تمہاری فہم کے علم دیا گیا ہے اور وہ بھی صرف ضروریات کا ف: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال اسی روح کے متعلق تھا جس سے انسان زندہ ہے کیونکہ جب مطلق روح بولتے ہیں یہی سمجھ میں آتی ہے اور جواب سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت ظاہر نہیں کی گئی اور ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتلا دی گئی اور ضروری عقیدہ اس کی بابت یہ بتلایا گیا کہ وہ حادث ہے۔

وَلَيْنُشِئْنَا لَنْدُهْبِنَ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں

یعنی نہ خارج میں نہ ذہن میں کہیں نہ رہے۔

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝

پھر اس کے واپس لانے کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی

رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ

نہ ملے مگر (یہ) آپ کے رب ہی کی رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بیشک

کَبِيرًا ۝

آپ پر اس کا بڑا فضل ہے

مطلب یہ کہ آپ نبوت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کر کے خوش رہئے اور کسی کی مخالفت کا غم نہ کیجئے۔

قُلْ لِّينِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ

آپ فرمادیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کیلئے جمع ہو

يَأْتُوا بِثُلِّ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِثُلِّهِ

جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لائیں گے

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے

اور یہ اجتماع آراء ہے تو بدوں مدد کے تو بدرجہ اولیٰ عاجز رہیں گے گوا اجتماع ظاہری کو تقسیم عزم میں پھر بھی دخل ہوگا پس اگر بالکل اجتماع نہ ہو تو اولیٰ سے بھی اولیٰ درجہ میں عجز ہوگا ف: شاید جن کا ذکر اس لئے کیا ہو کہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمہارے خدا بھی آ جاویں تب بھی نہ بنا سکواور یا یوں کہا جاوے کہ چونکہ جن بھی مکلف ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ

اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ذَقَانِي أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا

طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے اور یہ

كُفُورًا ۝ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا

لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے

مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ

لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں یا خاص آپ کے لئے کھجور

جَنَّةٍ مِّن تَّخِيلٍ وَعَيْنٍ فَتَفْجِرَ الْأَنْهَارُ

اور آنگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیج بیج میں جگہ جگہ بہت سی نہریں

خَلَلَهَا تَفْجِيرًا ۝ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءُ كَمَا زَعَمَتْ

آپ جاری کردیں یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر

عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بِلَهُ اللَّهِ وَالْهَلِيكَةِ

نہ گرا دیں یا آپ اللہ اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لا کھڑا کریں آپ کے

قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرَفٍ

پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ

مقتضایہ تھا کہ ایمان لے آتے مگر انہوں نے بشریت اور رسالت میں منافات سمجھ رکھی ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان رسول بنے آگے اس کا جواب ہے۔

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَتَّبِعُونَ

آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ

مُطَهَّرِينَ

اس میں چلتے بستے

نیز اس کے ساتھ وہ آسمان پر بھی نہ جاسکتے کیونکہ آسمان پر جانے کی اگر ان کو اجازت ہوتی تو رسول بھیجنے کی ضرورت کیا ہوتی۔

لَنَزِّلَنَّا عَلَيْهِمُ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۝۹۵

تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے

اگر یہ وسوسہ ہو کہ جب مناسبت کی ضرورت سے ہم جنس ہونے کی رعایت ہوئی تو پھر رسول کے پاس فرشتہ کیسے آتا ہے اور رسول کو باوجود بشر ہونے کے فرشتہ سے فیض کیونکر ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ رسول میں ملکیت کی شان بھی ہوتی ہے اس لئے اس کو فرشتہ اور بشر دونوں سے مناسبت ہوتی ہے بخلاف عام انسانوں کے کہ ان میں شان ملکیت نہیں ہوتی اگر یہ شبہ ہو کہ فرشتہ آدمی کی شکل میں آ جاتا تو عوام کو بھی مناسبت ہو جاتی اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ شکل بدلنے سے فرشتہ کی خاصیت نہیں بدلتی پھر بھی مناسبت نہ ہوتی دوسرا جواب سورۃ انعام کی آیت ولو جعلناه رجلاً الخ میں گزرا ہے کہ اگر آدمی کی شکل میں فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو پھر وہی اشکال باقی رہتا کہ رسول انسان کیوں ہو فرشتہ کیوں نہ ہو۔ اگر یہ وسوسہ ہو کہ پھر آپ کی بعثت اور رسالت جنات کی طرف کیسے ہوئی جنوں کو آدمی سے کہاں مناسبت جواب یہ ہے کہ حضور میں بلکہ ہر نبی میں جامعیت کی صفت تھی اس لئے ان کو بھی آپ سے فیض ممکن ہے

رابطہ: اوپر رسالت کے متعلق شبہات کے جوابوں کا بیان تھا اور قل لن اجتماع میں دلیل قطعی رسالت کی مذکور ہو چکی ہے چونکہ معاندین اس پر بھی نہیں مانے اس لئے آگے آخری خطاب فرماتے ہوئے قیامت کی وعید و عذاب اور قیامت کے متعلق شبہ کا جواب ارشاد فرماتے ہیں قل کفی تا کفورا

قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۝۹۶

آپ (آخر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں رسول ہوں تم نہیں مانتے مت مانو

أَوْ تَرْفِي فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقَيْكِ

جاویں اور ہم آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ

حَتَّىٰ تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ ۝۹۷

(وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جس کو ہم پڑھ بھی لیں

یعنی اس میں آپ کے آسمان پر پہنچنے کی تصدیق بطور رسید کے لکھی ہوئی ہو آگے ان سب خرافات کے جواب کی بابت ارشاد ہے۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۝۹۸

آپ فرما دیجئے سبحان اللہ میں بجز اس کے کما دی ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں

کہ ان فرمائشوں کا پورا کرنا میری قدرت میں ہو کیونکہ بشریت جو کہ خود عاجز ہونے کو مقتضی ہے مجھ میں موجود ہے اور رسالت گو میری صفت ہے مگر وہ اس کو مقتضی نہیں کہ مجھے ان امور پر بھی قدرت ہو اور اگر رسالت کے لئے ایسی قدرت کو لازم سمجھا جائے تو محض غلط ہے کیونکہ اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ کوئی دلیل صحیح سالم ثبوت پر قائم ہو سو اس کو بارہا تم لوگوں کے سامنے پیش کر چکا ہوں اور اب تک کوئی اس کو نہیں توڑ سکا پس ان باتوں کو بشر یا رسول سے کوئی تعلق نہ رہا اب رہ گیا یہ امر کہ حق تعالیٰ ہی ظاہر کر دیں گو ضرورت نہ سہی سو اس کی حکمت کو وہ جانیں کسی کو اس فرمائش کا حق نہیں اور بعض حکمتیں معلوم ہو گئی ہیں کہ فرمائش کے پورا ہونے پر ایمان نہ لائے تو استیصال ہی ہو جائے گا جیسا کئی بار گزر چکا ہے۔

رابطہ: اوپر بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا آگے بھی ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے فرشتہ ہونا چاہئے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جن کی طرف رسول بھیجا جاتا ہے ان میں اور رسول میں مناسبت ضروری ہے اگر وہ فرشتے ہوتے تو رسول بھی فرشتہ ہوتا جب زمین میں انسان بستے ہیں تو رسول بھی بشر ہونا چاہئے۔ وما منع الناس تا رسولاً

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ

إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبْعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُولًا ۝۹۹

انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے

یعنی ان کے پاس دلیل صحیح رسالت کی مثلاً قرآنی اعجاز پہنچ چکا ہے جس کا

تم ایک روز بھگتو گے۔

إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ

(کیونکہ) وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے اور اللہ جس کو راہ

يَهْدِي اللَّهُ فَهُوَ الْبَهْتَدِجُ وَمَنْ يُضِلُّ فَلَنْ

پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو بے راہ کر دے تو خدا کے سوا

تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ

آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے

جن کی مدد کا ان کو بھروسہ ہے کوئی کام نہ آئے گا اور خدا کی مدد سے تو کفر

کی وجہ سے محروم ہیں ہی غرض جب تک خدا کی طرف سے دستگیری نہ ہونے

ہدایت ہو سکتی ہے نہ کوئی عذاب سے بچ سکتا ہے چنانچہ یہ لوگ باوجود ہدایت

کے اسباب مجتمع ہونے کے خدا کی مدد نہ ہونے سے ہدایت تک نہ پہنچ سکے۔

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ

اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے

عُمَيَّا وَبِكْمًا وَصَمًّا ط

منہ کے بل چلاویں گے

حدیث شریفین میں تصریح ہے کہ کفار منہ کے بل چلیں گے اس لئے

علی و جوہہم میں تو مجازی معنی یقیناً نہیں اور اسی کے قرینہ سے معلوم

ہوتا ہے کہ بوڑھے بہرے گونگے سے بھی حقیقی معنی مراد ہیں مجازی نہیں رہا

یہ کہ دوسری آیتوں سے ان کا دیکھنا سننا اور سراونچا کرنا معلوم ہوتا ہے جیسے

اسمع بهم و ابصر و مقنعی رؤسہم اس کے متعدد جواب ہو سکتے

ہیں اہل جواب یہ ہے کہ عین حشر کے وقت تو ذلت کے لئے یہ حالت ہو

گی کہ منہ کے بل چلیں گے اندھے بہرے گونگے ہوں گے پھر بعد میں سننا

دیکھنا سراونچا کرنا بھی واقع ہوگا۔

مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ط كَلَّمَا خَبَتْ زِدْنَهُمْ

(پھر) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے آگ جب ذرا دھیمی ہونے لگے تب ہی ہم ان

سَعِيرًا ﴿۹۷﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ هُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا ط

کے لئے اور زیادہ بھڑکادیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے

بَايْتِنَا وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا

ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ

ءِ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿۹۸﴾ أَوَلَمْ

ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے (قبروں سے) اٹھائے جاویں

يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ

قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ

اس بات پر (بدرجہ اولیٰ) قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے

اور شاید منکرین کو یہ دوسوہ ہو کہ ہزاروں مر گئے مگر اب تک یہ وعدہ

قیامت کا پورا نہ ہوا اس کا جواب آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

وَجَعَلْ لَهُمْ أَجَلًا زَيْبًا فِيهِ ط

اور ان کے لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں

اس میعاد کے آنے کے وقت سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے

رابطہ: اوپر کفار کا انکار نبوت اور آپ سے عداوت کرنا مذکور ہوا ہے

آگے بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو نبی بنانا تمہارے اختیار میں

ہوتا تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نبوت نہ دیتے مگر وہ فضل تو خاص

خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت اور عداوت مانع نہیں ہو سکی

اس سے ان کے اس قول کا بھی جواب ہو گیا جو وہ کہا کرتے تھے۔

لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم کہ یہ قرآن

دونوں ہستیوں میں کے کسی بڑے رئیس آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُّوا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ أَنْتُمْ

اس پر ہم، اے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے آپ فرمادیجئے کہ اگر تم میرے

تَبْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي

رب کی رحمت (یعنی نبوت) کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے

کہ جس کو چاہتے دیتے جس کو چاہتے نہ دیتے جیسا کہ تمہاری بے جا

باتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ تم اپنے آپ کو نبوت کا مالک اور مختار بنانا چاہتے ہو

اسی لئے کبھی کہتے ہو کہ یہ قرآن کسی رئیس پر نازل ہونا چاہئے تھا کبھی کہتے ہو کہ

رسول فرشتہ ہونا چاہئے تھا کبھی بے جا فراموشی معجزات کی درخواست کرتے ہو۔

إِذَا لَأْمَسَكُمْ خَشْيَةُ الْإِنْفَاقِ ۝

تو اس صورت میں تم (اس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے

یعنی کسی کو بھی نبوت نہ دیتے باوجود یکہ وہ ایسی چیز ہے کہ دینے سے بھی نہ گھٹتی مگر جب بھی تم کسی کو نہ دیتے جیسا کہ بعض لوگ غایت بخل سے علم کی بات نہیں بتلایا کرتے وہ لوگ حکمت کی بات بتلانے کو یوں سمجھتے ہیں کہ گویا کچھ خرچ ہو رہا ہے۔

وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ۝

اور آدمی ہے بڑا تنگ دل

کہ ایسی نہ گھٹنے والی چیز کے دینے سے بھی دریغ کرتا ہے اور اس کا سبب بخل و عداوت کے علاوہ یہ اندیشہ بھی ہوتا کہ اگر کسی کو نبی بنایا تو پھر احکام کی پابندی کرنا پڑے گی جیسا کہ اتفاق کر کے کسی کو بادشاہ بنالینے سے پھر اس کی اطاعت کرنا پڑتی ہے یہ تفسیر اس آیت کی خدا کے انعامات میں سے اور مقام کے ساتھ نہایت چسپاں ہے اس میں نبوت کو رحمت کے ساتھ تعبیر کیا گیا جیسا کہ اہم یقسمون رحمۃ ربک میں بالا جماع رحمت سے نبوت مراد ہے۔
رابطہ: اور رسالت محمد یہ اور رسالت کی دلیل یعنی اعجاز قرآن اور کفار کے عناد کا بیان تھا آگے بطور نظیر کے موسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور ان کے معجزات کا ذکر اور فرعون کے عناد کا بیان ہے جس سے فرمائشی معجزات کے ظاہر نہ ہونے کی حکمت بھی معلوم ہو جائے گی کہ یہ لوگ بھی فرعون کی طرح ضرور انکار کرتے اور عذاب کے مستحق ہوتے اور تسلی کے لئے فرعون کے عناد کا اور بنی اسرائیل کے صبر کا انجام مذکور ہے اس کے بعد پھر اصلی مدعا یعنی اثبات رسالت اور دلیل رسالت کا بیان وبالحق انزلناہ میں ہوگا ولقد اتینا تاخشوعاً

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۝

اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزات دیئے

جن کا ذکر پارہ الم کے چھٹے رکوع میں آچکا ہے اور ترمذی کی حدیث میں یہود کا نو آیات کی بابت سوال کرنا اور آپ کا جواب میں نو احکام بیان فرمانا مذکور ہے لیکن آیت میں بظاہر معجزات میں کلام ہے اس لئے احکام مراد لینا سیاق کلام سے بعید ہے پس حدیث کے معنی احقر کے نزدیک یہ ہیں کہ حضور نے ان معجزات کو بیان کر کے احکام بھی حکیمانہ جواب کے طریقہ پر بیان فرمادیئے راوی نے احکام کو ضروری سمجھ کر معجزات کا مضمون کلام سے حذف کر دیا واللہ اعلم

فَسَأَلَ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ ۝

جبکہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے

اور چونکہ آپ فرعون کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور فرعون اور آل فرعون کے ایمان نہ لانے سے وہ عجائبات ظاہر ہوئے تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دوبارہ ایمان لانے کے یاد دہانی کی اور ان آیات بینات سے ڈرایا۔

فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَهُودِيٌّ ۝

تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے

مَسْحُورًا ۝

جادو کر دیا ہے

جس سے تمہاری عقل منجھوٹ ہوگئی کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ ۝

موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَآئِرٍ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ ۝

آسمان اور زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے (کافی)

يَفِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ۝ فَأَرَادَ أَنْ يَنْتَفِرَهُمْ ۝

ذرائع ہیں اور اور میرے خیال میں ضرور تیری کم بختی کے دن آگئے ہیں پھر

مِّنَ الْأَرْضِ ۝

اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے

گو کسی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا۔ یعنی یا تو فرعون کی یہ حالت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر بھی بنی اسرائیل کو مصر سے جانے کی اجازت نہ دیتا پھر یہ ہوا کہ اس احتمال سے کہ کہیں بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے اثر سے قوت نہ پکڑ جائیں تو اس نے خود ہی ان کو شہر بدر کرنا چاہا۔

فَاَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ جَمِيعًا ۝

سو ہم نے اس (ہی) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا

یعنی قبل اس کے کہ وہ کامیاب ہوہم نے خود اسی کو پہلے غرق کر دیا۔

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ ۝

اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ (اب) تم اس سرزمین میں رہو سو

مجھ کو کوئی پروا نہیں دو وجہ سے ایک تو یہ کہ میرا ضرر کیا ہے دوسرے یہ کہ تم ایمان نہ لائے تو کیا ہوا دوسرے لوگ ایمان لے آئے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا

یعنی جو لوگ قرآن کے نزول سے پہلے دین کے عالم تھے یعنی منصف علماء اہل کتاب۔

مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ

یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر

سُجَّدًا ۱۰۷ وَيَقُولُونَ سُبْحَنَ رَبِّنَا إِن كَانَ

پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بیشک

وَعْدُ رَبِّنَا لَفَعُولًا ۱۰۸

ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے

سو جس کتاب کا جس نبی پر نازل کرنے کا وعدہ پہلی کتابوں میں کیا تھا اس کو پورا کر دیا اور یہ سجدہ میں گرنا بطور شکر کے ہے کہ وعدہ سابقہ پورا ہوا یا تعظیم کے لئے ہے کہ قرآن سن کر ان پر ہیبت طاری ہوتی ہے یا مجازاً سجدہ سے کمال اطاعت و خشوع مراد ہے اور سجدہ چہرہ کے بل ہوتا ہے مگر ٹھوڑی کے بل کہنا بطور مبالغہ کے ہے کہ اپنے چہرے کو زمین اور خاک سے اس قدر لگا دیتے ہیں کہ ٹھوڑی زمین سے لگنے کے قریب ہو جاتی ہے۔

وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ

اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا

خُشُوعًا ۱۰۹

خشوع بڑھا دیتا ہے

کیونکہ ظاہر و باطن کی موافقت سے قلبی کیفیت قوی ہو جاتی ہے۔

رابطہ: اوپر چند آیات میں توحید کی تقریر تھی آگے ختم سورت پر پھر اسی کے متعلق کچھ تحقیقات اور تعلیمات ہیں اور چونکہ سورت کے شروع میں حق تعالیٰ کی نزاہت اور پاکی کا بیان تھا خاتمہ پر بھی اس کا ہونا لطافت و حسن کو دو بالا کر دیتا ہے۔ قل ادعوا اللہ تا کبیرا۔

قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا

آپ فرمادیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو

جہاں سے تم کو فرعون نے نکالنا چاہا تھا تم ہی اس زمین کے مالک ہو خواہ بالقوة یا بالفعل مگر یہ ملکیت حیات و دنیا تک ہے۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ۱۱۰

پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر لا کریں گے

قیامت کے میدان میں مملوک اور محکوم بن کر آویں گے اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزے دیئے اسی طرح آپ کو معجزے دیئے جن میں عظیم الشان معجزہ قرآن ہے۔

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۱۱۱

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کیسا تھا نازل ہو گیا

یعنی جیسا کتاب کے پاس سے چلا تھا اسی طرح مکتوب الیہ کے پاس پہنچ گیا اور درمیان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا پس وہ سراسر راستی ہی راستی ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۱۱۲

اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

یعنی جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنایا تھا اور ہدایت ان کے قبضہ میں نہ تھی اسی طرح آپ کو بھی خوش خبری سنانے اور عذاب سے ڈرانے کو بھیجا ہے اگر کوئی ایمان نہ لاوے کچھ غم نہ کیجئے آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے قرآن میں علاوہ راستی کے اور بھی ایسی صفات کی رعایت رکھی ہے جس سے ہدایت زیادہ آسان ہو جائے۔

وَقَدْ آتَيْنَا فِرْقَانَهُ لِيَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ ۱۱۳

اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر کر پڑھیں

جس میں وہ اچھی طرح سمجھ سکیں کیونکہ لمبی مسلسل تقریر بعض اوقات ضبط میں نہیں آتی ایک وصف تو یہ ہے دوسرا آگے بیان کرتے ہیں۔

وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۱۱۴

اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تدریجاً اتارا

یعنی ہم نے حسب واقعات اور موافق ضرورت کے ٹھوڑا ٹھوڑا نازل کیا تاکہ معانی کا خوب انکشاف ہو اب ان سب امور کا یہ مقتضی تھا کہ یہ لوگ ایمان لے آتے لیکن اس پر بھی اگر ایمان نہ لاویں تو آپ کچھ پروا نہ کیجئے۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۱۱۵

کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ

تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی

گے سو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں

اور اس کو شرک سے کوئی علاقہ نہیں کیونکہ ذات تو ایک ہی ہے گو اس کے نام بہت سے ہیں شرک جب ہوتا کہ کسی بھی متعدد ہوتے شان نزول آیت کا یہ ہے کہ ایک روز آپ نے دعا میں یا اللہ یا رحمن فرمایا مشرکین نے اعتراض کیا کہ ہم کو تو دو معبودوں کو پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ

اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے

کہ مشرکین سن سن کر خرافات ملیں اور نماز میں دل پریشان ہو جب آپ نماز میں ذرا بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین قرآن اور حق تعالیٰ اور جبریل کی شان میں گستاخی کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُخَافُ بِهَا

اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھیے

کہ نمازیوں کو بھی نہ سناں نہ دے کیونکہ اس سے ان کی تعلیم میں کمی پڑتی ہے۔

وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۰

اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے

جس سے منفعت بھی فوت نہ ہو اور مضرت بھی مرتب نہ ہو آگے کفار کے رد کے لئے مضمون توحید بیان فرماتے ہیں شان نزول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اللہ کے اولاد بتلاتے اور عرب شرک کرتے اور مجوس وغیرہ کہتے تھے کہ اللہ کے مخصوص مددگار نہ ہوں تو نعوذ باللہ اس کی قدر کم ہو جائے گی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا

اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص ہیں جو نہ اولاد

وَلَمْ یَكُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ

رکھتا ہے اور نہ کوئی اس کا سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے

یَكُنْ لَّہٗ وَلِیُّ مِّنَ الدَّٰلِ وَکَبْرُہٗ تَکْبِیْرًا ۝۱۱

اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے

اس میں ان سب عقائد کا ابطال ہو گیا لطیفہ جس سے مخلوق کو کسی قدر قوت پہنچتی ہے وہ کبھی تو اپنے سے چھوٹا ہوتا ہے جیسے اولاد اور کبھی برابر ہوتا ہے جیسے شریک کبھی بڑا ہوتا ہے جیسے حامی مددگار حق تعالیٰ نے ترتیب وار سب کی نفی فرمادی کیونکہ یہاں اصل ہی کی گنجائش نہیں وہ خود ایسے قوی ہیں کہ کسی سے قوت حاصل کرنے کی ہی ضرورت نہیں لطیفہ ۲ سورت کو تسبیح سے شروع کیا اور تکبیر و تحمید پر ختم کیا پس سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کے معانی پر ابتداء و انتہا ہوئی

سورة الکھف مکہ و قیل الا قوله تعالیٰ واصبر

نفسک الایۃ وھی مائة و احدى عشر اية

رابطہ: سورة گذشتہ کا ختم اور اس سورة کا آغاز حمد سے ہونا دونوں کی مناسبت کے لئے کافی ہے حمد کے ساتھ توحید و رسالت کا مضمون بیان فرماتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی تاجر ز

(۱۸) سُورَةُ الْکُھَفِ بِمَکَّتِہَا (۶۹)

سورة کھف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہٖ

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے

الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۝۱

پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی

نہ لفظی کجی ہے مثلاً الفاظ تو ٹھیک ہوں مگر فصاحت میں کمی ہو نہ کسی قسم کی معنوی خرابی ہے مثلاً کلام میں تناقض ہو یا حکمت کے خلاف کوئی بات ہو۔

قِیْمًا لِّیَنْذِرَ بَاسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہٗ

بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا کہ وہ ایک سخت عذاب سے

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ

جو کہ منجانب اللہ ہو گا ذرائع اور ان اہل ایمان کو جو کہ نیک کام

الصّٰلِحِیْنَ اَنَّ لَہُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝۲ مَا کِشِیْنَ

کرتے ہیں یہ خوش خبری دے کہ ان کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ

کوئی مشرف بایمان ہو پھر غم بے کار ہے آپ اپنا کام کئے جائے اور ان کے کفر کے نتیجہ کی فکر میں نہ پڑے کیونکہ نتیجہ مرتب کرنا ہمارا کام ہے۔

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلٰیهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

اور ہم زمین پر کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کر دیں گے

یعنی قیامت آنے والی ہے جس میں فنا کے بعد پھر زندہ ہوں گے اس وقت جزا و سزا سب واقع ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ آپ احکام پہنچاتے رہے اور یہ نہ سوچئے کہ ہائے ان پر عذاب ہو گا یہ کام ہمارے متعلق ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَلَا تَسْئَلْ عَنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ

رابطہ: اوپر رسالت کی بحث تھی آگے ایک قصہ جس میں اصحاب کہف کا واقعہ مذکور ہے جو اس اعتبار سے رسالت کی دلیل ہے کہ آپ نے کسی سے یہ مضامین نہ سنے تھے اور پھر پورا جواب دے دیا چنانچہ قریش نے یہود کے سکھانے سے امتحان نبوت ہی کے لئے یہ تین سوال کئے تھے ایک روح کے متعلق جس کا جواب پہلی سورۃ میں گزر چکا ایک اصحاب کہف کا قصہ جواب مذکور ہوتا ہے ایک ذوالقرنین کا قصہ جو اس سورت کے آخر میں آئے گا پس اول اس قصہ کی تمہید ہے پھر قصہ کا اجمالاً و تفصیلاً بیان ہے ام حسبیت قائمداً

اَمْ حَسِبْتَ اَنْ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے

یہ دونوں ایک ہی جماعت کے لقب ہیں رقیم لغت میں پہاڑ کو بھی کہتے ہیں چونکہ وہ غار پہاڑ میں تھا اس لئے ان کو اصحاب الکھف و اصحاب الرقیم دونوں کہتے ہیں اور بعض نے رقیم بمعنی مرقوم لیا ہے اور کہا ہے کہ لوگوں نے ان کے دوبارہ غار میں جانے کے وقت ان کے نام لکھ کر غار کے دہانہ پر لٹکا دیئے تھے اس لئے ان کو اصحاب الرقیم کہتے ہیں مگر کسی قوی روایت سے یہ بات ثابت نہیں اس لئے قرآن کی تفسیر کو اس پر مبنی نہیں کیا گیا البتہ اگر رقیم بمعنی مرقوم کی یہ وجہ کہی جائے کہ ان کا واقعہ بوجہ عجیب ہونے کے کتابوں میں لکھ لیا گیا تھا تو یہ وجہ پہلے سے زیادہ قریب ہے۔

كَانُوا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۝۹

ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے

یہود کے قول و فعل سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس واقعہ کو بہت ہی عجیب سمجھتے تھے اور عجیب سمجھ کر ہی اس کو سوال کے لئے منتخب کیا تھا پس آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ یہ قصہ باوجود عجیب ہونے کے دوسرے دلائل قدرت سے تو زیادہ عجیب نہیں کیونکہ اس قصہ میں تو چند

فِيْهِ اٰیٰتٌ ۭ وَ يَنْذِرُ الَّذِيْنَ قَالُوْا

ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ

اَتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ

(نحوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے

ان لوگوں کو خاص طور پر اس لئے جدا بیان فرمایا کہ عرب میں یہ بلا بہت تھی کہ وہاں کے مشرکین و یہود و نصاریٰ سب ہی اس میں مبتلا تھے۔

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا يَبۡيۡهِيْهِمْ

نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ داداؤں کے

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفۡوََاهِهِمْ

پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے

اِنْ يَقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝۱۰

(اور) وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ جکتے ہیں

جس میں بوجہ عقلی استحالہ کے ذرا بھی صدق کا احتمال نہیں۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسُكَ عَلٰۤى اَثَارِهِمْ

(اور آپ جو ان پر اتنا غم کرتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے

اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان

اِنْ لَّمْ يُوۡمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيۡثِ اَسَفًا ۝۱۱

دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بھلاکت کر دے

وجہ یہ کہ اس عالم میں کفر و ایمان دونوں ہی چیزیں ہوتی ہیں کیونکہ یہ ابتلاء و امتحان کی جگہ ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلٰۤى الْاَرْضِ زَيۡنَةً لِّہَا

ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس کے لئے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی

لِنَبۡلُوْہُمْ اَيُّہُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۱۲

آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے

اور کون اچھا عمل نہیں کرتا یعنی کون ایسا ہے جو اس کے اسباب نیت میں مشغول ہو کہ حق تعالیٰ سے غافل ہوتا ہے اور کون اس پر فریفتہ نہ ہو کہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے غرض یہ عالم امتحان کی جگہ ہے پس نگوینا ضرور ہوا کہ کوئی مبتلائے کفر ہو اور

ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے دوسرے فریق نے کہا کہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہم کتنی مدت یہاں رہے تو جس فریق نے ربکم اعلم الخ کہا تھا وہی زیادہ واقف تھا کیونکہ اس نے مدت دراز ہونا تو بتلادیا گواجمالاً ہی سہی یہ تفسیر مجاہد سے منقول ہے اور یہ اس پر موقوف ہے کہ ہر قول کا کہنے والا جدا ہوا گئے قصہ کی تفصیل فرماتے ہیں۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ

ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں

یہ اس لئے کہا کہ لوگوں نے اس کو مختلف طور پر مشہور کیا تھا اس لئے فرمایا کہ ٹھیک وہ ہے جو قرآن میں ہے۔

إِنَّهُمْ فَتِيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ

وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے

ان کا ایمان دین عیسوی کی تعلیم کے موافق تھا جو ممکن ہے کہ اس زمانہ کے بعض بعض علماء پاس صحیح طور پر محفوظ ہو اس لئے ان کا یہ ایمان معتبر سمجھا گیا۔

وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۱۳

اور ہم نے ان کو ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی

یعنی ایمان لانے کے بعد ان کو استقلال اور صبر و توکل اور زہد کی صفیق بھی عنایت کی تھیں۔

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا

اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے جبکہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے

رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے

یعنی ان کی ہدایت میں ترقی ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ انہوں نے ہمت و استقلال سے بادشاہ کے اور سب لوگوں کے سامنے خدا کی توحید کو بیان کیا۔

لَنْ نَدْعُوهُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ

ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت ہم نے

قُلْنَا إِذْ شَطَطًا ۱۴

یقیناً بڑی ہی بے جا بات کہی

کیونکہ دوسرے معبودوں کی عبادت میں لامحالہ ان کی معبودیت کا

موجود انسانوں پر حق تعالیٰ نے ایک تصرف کیا جبکہ آسمان زمین کے پیدا کرنے میں معدوم چیز میں تصرف فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ معدوم میں تصرف کرنا موجود میں تصرف کرنے سے زیادہ عجیب ہے مگر ان مخالفین سے تعجب ہے جو اس واقعہ کو عجیب سمجھتے ہیں اور دوسرے دلائل قدرت سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ صانع عالم کے حقوق بجالادیں یہ تو تمہید تھی آگے اجمالاً وہ قصہ بیان فرماتے ہیں۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ

وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی

ایک بے دین بادشاہ سے بھاگ کر وہاں پناہ لی تھی۔

فَقَالُوا سَرَبْنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً

پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا

وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۱۵

فرمائیے اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور عجیب طریقہ سے ان کے تمام افکار و تشویشات کو دفع کیا۔

فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ

اور ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک

سِنِينَ عَدَدًا ۱۶

نیند کا پردہ ڈال دیا

یعنی ایسے غرق ہو کر سوئے کہ کوئی آواز ان کے کان میں نہ پہنچتی تھی دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گئے اور کوئی فکر نہ رہا اور گریوں فرماتے کہ آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اس میں زیادہ مبالغہ نہ ہوتا کیونکہ آنکھ تو معمولی نیند میں بھی دیکھنے سے معطل ہو جاتی ہے اور کانوں پر پردہ پڑنا بہت ہی گہری نیند میں ہوتا ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى

پھر ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ ان دونوں گروہوں میں کونسا

لِهَا لَبِثُوا أَمَدًا ۱۷

گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا

چنانچہ جب وہ بیدار ہوئے تو ایک فریق نے کہا کہ ہم اس غار میں

اقرار ہوتا ہے یا خود ان کے سامنے عاجزی اور احتیاج کے کلمات زبان سے بھی صادر ہوتے ہیں۔

هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ

یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں

کیونکہ یہ قوم مع اپنے بادشاہ کے بت پرست تھی

لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ

یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے

جیسا کہ موحدین توحید پر دلیل روشن رکھتے ہیں۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

تو اس شخص سے زیادہ کون غصب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگاوے

کہ باوجود دلائل سے توحید ثابت ہو جانے کے پھر بھی یہ کہے کہ معاذ اللہ خدا کے شریک بھی ہیں آگے ان کی آپس کی گفتگو بیان فرماتے ہیں۔

وَإِذَا عَزَلْتَهُمْ هُمُومًا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ

اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر اللہ

فَأَوَّالَى الْكَهْفِ

سے تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو

کہ اس حالت میں مصلحت یہی ہے تاکہ امن و فراغ کے ساتھ اللہ کی عبادت کر سکو اور وہ غار مشورہ سے طے ہوا ہوگا۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ

تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے

لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَاقًا

تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا

إِذَا طَلَعْتَ تَزَوَّرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ

اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ دائیں

وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّبُ مِنْهُمْ ذَاتَ الشَّمَالِ

جانب کو پچی رہتی ہے اور جب وہ چھپتی ہے تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے

یعنی وہ غار ایسی وضع پر ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت بھی دھوپ اس کے دروازہ سے الگ رہتی ہے اور غروب کے وقت بھی دروازہ پر نہیں پڑتی پس وہ غار یا شمال رویہ ہوگا یا جنوب رویہ کیونکہ شرق رویہ ہونے میں طلوع کے وقت ان پر دھوپ پڑتی اور غروب رویہ ہونے میں غروب کے وقت اور مقصود اس سے اس جگہ کا دھوپ وغیرہ کی تکلیف سے محفوظ ہونا ہے۔

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ

اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے

یعنی ایسے غاروں میں جو کہ دور تک چلے جایا کرتے ہیں کہیں فراخی ہوتی ہے اور کہیں تنگی تو وہ لوگ ان میں سے فراخ جگہ میں تھے تاکہ جی نہ گھبراوے اور ہوا بھی لگتی رہے۔

ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے

یعنی ان لوگوں کا باوجود اپنی کمزوری اور قلت کے اور مخالفین کی قوت اور کثرت کے ہدایت پانا قدرت الہی کی نشانی ہے کہ وہ کس طرح اپنے بندوں کو ظاہری اسباب کے خلاف ہمت اور استقلال دے دیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ہدایت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے و تحسبہم ایقاظاً تا مسجداً

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِجُ وَمَنْ

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو

يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پائیں گے اور اے

وَتَحْسِبُهُمْ أَيَقَاطًا

مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا

یعنی جب وہ لوگ غار میں گئے اور ہم نے ان پر نیند کو مسلط کیا مگر اس وقت تو ان کو دیکھتا تو بیدار سمجھتا کیونکہ ان پر نیند کے ظاہری آثار جیسے بدن کا ڈھیلا پڑ جانا سانس کا متغیر ہو جانا وغیرہ کچھ نمودار نہ تھے اور صرف آنکھ کا بند ہونا سونے کی یقینی علامت ہے نہیں۔

وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقِلْتُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ

حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو (کبھی) دائیں طرف

اس اندازہ کے لئے سورج وغیرہ کے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اکثر لوگ جب سوکراٹھتے ہیں نیند بھرنے نہ بھرنے سے وقت کا اندازہ کیا کرتے ہیں۔

قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط

دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے

اس جواب میں بھی یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان کے بال و ناخن وغیرہ بڑھے ہوئے تھے اس سے ان کو یہ شبہ ہوا کیونکہ بال و ناخن وغیرہ میں دونوں احتمال ہیں پھر خود ہی محض عبث سمجھ کر اس گفتگو سے روک دیا کہ اس تفتیش کی کیا ضرورت ہے۔ اس قصہ کو چھوڑ کر ضروری کام کرنا چاہئے۔

فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى

اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی

الْمَدِينَةِ

طرف بھیجو

یہ روپیہ اس جواب دینے والے کے پاس ہوگا کیونکہ کچھ خرچ بھی ساتھ لے کر چلے تھے۔

فَلْيَنْظُرْ آيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا

پھر وہ تحقیق کرے کہ کونسا کھانا طلال ہے

کیونکہ جس زمانہ میں یہ غار میں چھپے تھے بتوں کا ذبیحہ بکثرت ہوتا تھا۔

فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلِيَتَلَطَّفَ

اور اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے

ایسی ہیئت اور وضع سے جائے کہ نہ اس کو کوئی پہچانے اور نہ کسی کو یہ معلوم ہو کہ یہ بت کے ذبیحہ کی اس لئے تحقیق کرتا ہے کہ اس کو حرام سمجھتا ہے۔

وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝۱۹ إِنَّهُمْ

اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ

إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ

کہیں تمہاری خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا

يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا

تم کو (جبراً) اپنے طریقہ میں پھر کر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو

وَذَاتَ الشَّمَالِ ۖ وَكَلَبُهُمْ بِأَسْطٍ ذِرَاعِيهِ

اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دے دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر

عِيَهُ بِالْوَصِيدِ ط

اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا

یہ کتا کسی ضرورت سے ان کے پاس تھا یا ساتھ ہولیا تھا اور دہلیز پر پڑا رہتا یہ اس جانور کی عادت ہے کہ پہرہ کے واسطے اکثر دروازہ پر پڑ جاتا ہے آگے ان کے خداداد رعب و جلال کی حالت بیان فرماتے ہیں۔

لَوْ أَطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا

اگر (اے مخاطب) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا

وَلَكَلَّيْتُ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝۲۰

ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سا جاتی

غالباً یہ سب امور ان کی حفاظت کے سامان تھے کیونکہ جس کو آدمی جاگتا ہوا سمجھتا ہے دفعہ اس کو تکلیف پہنچانے کا حوصلہ نہیں پڑتا اسی طرح کروٹیں دینے سے ان کا بدن مٹی کے کھانے سے محفوظ رہا اسی طرح کتا بھی اجنبی آدمی کو آنے جانے سے روکتا ہے اور اگر وہ سوتا بھی ہو تو اجنبی آدمی کے آنے کے وقت اکثر اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اسی طرح ان کی صورتوں کو ہیبت ناک بنا دینا یہ بھی حفاظت کے واسطے تھا کہ ہر شخص کی ہمت وہاں جانے کی نہ ہو اور اس آیت میں عام لوگوں کو خطاب ہے پس اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرعوب ہونا لازم نہیں آتا۔

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ط

اور اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ پچھ کریں

یعنی جس طرح ہم نے ان کو اپنی قدرت سے اتنے دنوں تک سلایا اسی طرح اس دراز نیند کے بعد اپنی قدرت سے جگا بھی دیا تاکہ ان کو حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت منکشف ہو جائے۔

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوا

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہو گے بعضوں نے

لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط

کہا کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے

إِذَا أَبَدَا ۝

کبھی فلاح نہ ہوگی

اس سے مراد مطلق قتل کر دینا ہے یا اس زمانہ میں سخت سزا کی یہی صورت ہوگی غرض تم کو ہلاک کر دیں گے۔

وَكَذَلِكَ أَغْتَرْنَا عَلَيْهِمْ

اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا

کیونکہ اگرچہ زبردستی اور اکراہ کی حالت میں زبان سے کفر کی بات کہہ دینا بشرطیکہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو جائز ہے لیکن بکثرت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اول اول جبراً زبردستی سے کفر کیا تھا پھر شیطان کے بہکانے سے دنیوی مصالحوں پر نظر کر کے اس میں سستی ہو گئی رفتہ رفتہ کفر کی برائی دل سے نکل جاتی ہے اور دل کھول کر کفر کرنے لگتا ہے چنانچہ ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ کوئی شخص نیا مسلمان ہوا مگر اس پر دباؤ ڈال کر کفار نے پھر اپنے میں شامل کر لیا اول اول تنگی پھر مساوات ہو گئی اور ویسا ہی ہو گیا نعوذ باللہ من ذلک یا فلاح سے پوری کامیابی مراد ہو کہ اکراہ میں کفر کرنا رخصت کے طور پر جائز ہے لیکن عزیمت کے ثواب سے جو کہ فلاح کامل ہے محرومی ہو جائے گی غرض ان میں سے ایک شخص کھانا لینے چلا روپیہ جو بازار میں دکھلایا تو کئی سو برس کا مسکے تھا دوکاندار کو چوری کا شبہ ہوا تب مجبور ہو کر انہوں نے اپنا پورا قصہ سنایا حتیٰ کہ اس کا چہرہ چا ہوا اس وقت پرانے لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ چند نوجوان اس طرح غائب ہو گئے تھے واقعی وہ لوگ یہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی مطلع ہونے کے قصہ کو مع ایک حکمت کے بیان فرماتے ہیں۔

لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ

تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے

السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ

اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں

جس طرح اپنی قدرت سے ان کو سلایا اور جگایا تھا اسی طرح اپنی قدرت و حکمت سے ہم نے اس زمانہ کے لوگوں کو ان کے حال سے مطلع بھی کر دیا۔

إِذِ تَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ

وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اس زمانے کے لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑ رہے تھے

یعنی لوگوں کے مطلع ہونے میں من جملہ دیگر فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ کافروں کو قیامت کا یقین اور مسلمانوں کو زیادہ یقین ہو گیا اور وجہ یقین حاصل ہونے کی یہ ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ سے قیامت کی خبر دیتے آئے ہیں اور دلائل بھی اس پر قائم ہیں غرض یقین آنے کے سارے شرائط موجود تھے مگر صرف ایک مانع کی وجہ سے کفار کو یقین نہ آتا تھا وہ یہ کہ ان کے خیال میں دوبارہ زندہ ہونا مستبعد اور خلاف عادت ہے اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ خلاف عادت ہو جانا بھی ممکن ہے بالخصوص اس دراز نیند اور بیداری کو موت کے بعد زندہ ہونے سے ایک کونہ مشابہت بھی ہے پس وہ مانع مرفوع ہو گیا اور یقین آ گیا کہ واقعی انبیاء کا فرمانا سچ ہے پس یہ شبہ نہ رہا کہ اس واقعہ سے قیامت کا امکان تو معلوم ہو سکتا ہے اس کا یقیناً واقع ہونا معلوم نہیں ہو سکتا جواب یہ ہے کہ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ یقین پیدا ہونے کے شرائط پہلے سے موجود تھے انبیاء کے دلائل کان میں پڑے ہوئے تھے صرف ایک مانع کی وجہ سے یقین نہ ہوتا تھا جب وہ مانع رفع ہو گیا تو امکان کے ساتھ وقوع کا یقین بھی ہو گیا پھر اسی زمانہ میں یا بعد کے زمانہ میں ان صاحبوں نے وہیں غار میں وفات پائی اور اطلاع وفات پر اس زمانہ کے لوگوں میں ان کے متعلق ایک اختلاف ہوا جس کا آگے بیان ہے۔

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۚ

سوان لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوادو

اور وہ احاطہ ان کی نعشوں کی حفاظت یا یادگار قائم کرنے کیلئے غار کے منہ کا بند کرنا تھا۔

رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۖ

اور ان کا رب ان کو خوب جانتا تھا

پھر اختلاف ہوا کہ کیا عمارت ہونا چاہئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا

جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے

یعنی اپنی مراد کے پورا کرنے پر قادر تھے اور اس سے اہل حکومت مراد ہیں جو کہ اس وقت دین حق پر تھے۔

عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمُ

انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک

مَسْجِدًا ۚ

مسجد بنادیں گے

یعنی اگر یہ لوگ ایسے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا ارادہ کریں تو اس کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی بات ضرور ملا لیا کریں بلکہ اس کی کیا تخصیص ہے ہر امر میں اس کا لحاظ رکھئے۔ اور آئندہ ایسا نہ ہو جیسا کہ اس سے پہلے ہو گیا کہ آپ سے روح و اصحاب کھف و ذوالقرنین کا قصہ پوچھا گیا تو آپ نے وحی کے بھروسہ پر بدوں انشاء اللہ کہے وعدہ فرمایا کہ کل جواب دے دوں گا چنانچہ پندرہ روز تک وحی نازل نہ ہوئی اور آپ کو یزائم ہوا اس کے بعد جواب کے ساتھ یہ حکم بھی نازل ہوا اور ظاہر ہے انشاء اللہ کہنا مستحب ہے لیکن خاص بندوں کی بڑی شان ہوتی ہے خاص کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لئے مستحب کے چھوڑنے پر بھی وحی میں دیر ہو گئی۔

وَإِذْ كُنَّا نَسِيْتُ

اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے

یعنی اگر کسی اتفاق سے انشاء اللہ کہنا یاد نہ رہے تو جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے ف یہ انشاء اللہ کہنا برکت حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں اگر کچھ زمانہ کا فصل بھی ہو جائے تو مضرت نہیں باقی معاملات میں جیسے طلاق وغیرہ اگر متصل کہا جاوے تو اور حکم ہے اور بعد میں کہا جائے گا تو دوسرا اثر ہے کتب فقہ میں اس کے مسائل مفصل موجود ہیں۔

وَقُلْ عَلَيَّ أَنْ يَهْدِيَنِي رَبِّي لِأَقْرَبَ

اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے

مِنْ هَذَا رَشْدًا ﴿٢٣﴾

اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے

یعنی کفار سے کہہ دیجئے کہ تم نے جو میری نبوت کے امتحان کے لئے اس قصہ کو بہت عجیب سمجھ کر پوچھا ہے جس کا جواب دینا تمہارے نزدیک نبوت کی بڑی دلیل ہے تو یہ مت سمجھنا کہ میرے نزدیک بھی اس سوال کا جواب دینا کوئی بڑی دلیل اور سرمایہ ناز و افتخار ہے بلکہ میری نبوت ایسی یقینی ہے کہ جس دلیل کو تم بہت بڑی سمجھتے ہو میں اس سے بھی بڑی دلیلیں رکھتا ہوں چنانچہ ان میں سے بعض دلیلیں تمہارے سامنے پیش بھی کر چکا ہوں جیسے قرآن کا اعجاز وغیرہ کہ کوئی شخص کسی طرح ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسی طرح اصحاب کھف سے بھی زیادہ قدیم زمانہ کی خبریں جن کا کسی کو پتہ ہی نہ چل سکتا تھا وہ وحی سے بتلائی گئیں کہ وہ یقیناً غیبی خبر ہونے میں اس قصہ سے زیادہ عجیب و غریب ہیں۔

تاکہ مسجد اس بات کی بھی علامت رہے کہ یہ لوگ عابد زاہد تھے تو کوئی ان کو معبود نہ بنائے کیونکہ دوسری عمارات میں پرستش کا احتمال تھا پس مسجد بنانا اس مصلحت کے لئے اور دوسرے مقاصد بند کرنے کے لئے تھا۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ج

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے

وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ د

کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے (اور) یہ لوگ بے

رَجْمًا بِالْغَيْبِ ج وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ

تحقیق بات ہاں تک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا

وَتَأْمِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ

کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے

کہ آیا ان متعارض اقوال میں سے کوئی قول صحیح ہے یا سب غلط ہیں۔

مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ه

ان کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں

اور شمار کی تعیین پر کوئی خاص فائدہ موقوف نہ تھا اس لئے اس کا فیصلہ نہیں کیا گیا۔

فَلَا تُبَارِكُ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا ص

سو آپ ان کے بارے میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے

اگر اس پر بھی وہ لوگ اختلافات سے باز نہ آویں تو آپ وحی کے موافق قصہ بیان کر دیجئے۔

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ع

اور آپ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی نہ پوچھئے

کیونکہ بے ضرورت پوچھنا فضول ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِيَّايْ فَاعِلٌ ذَلِكَ

اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کردوں گا

غَدًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ه

مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے

سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۵

اور نو برس اوپر اور رہے

جس طرح اصحاب کہف کی شمار میں لوگوں کو اختلاف تھا اسی طرح سونے کی مدت میں بھی اختلاف تھا جس کو وقتی طور پر بتلادیا رہا یہ کہ حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کی شمار تو صراحتہ نہیں بتلائی اور نیند کی مدت صراحتہ بیان کر دی شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ یہ اتنی دراز نیند کا واقعہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے سے بہت مشابہت رکھتا ہے تو نمونہ قدرت ہونے کی وجہ سے یہ واقعہ قیامت کے امکان پر بہت دلالت کرتا ہے اور اس کی اہل مکہ کو ضرورت تھی اس لئے اس کو صراحتہ بتلادیا اور سونے والوں کی شمار بتلانے کی زیادہ ضرورت نہ تھی اس پر صرف اشارہ کر دیا تفسیر حقانی میں تاریخ سے نقل کیا ہے کہ ۲۵۰ء میں وہ ظالم بادشاہ تھا اور تین سو سال سونے کے ملائے جاویں تو ساڑھے پانچ سو عیسوی ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھینتا ۵۷ء میں پیدا ہوئے ہیں تو اس حساب سے ان کی بیداری آپ کی پیدائش سے بیس برس پہلے ہوئی رہی یہ بات کہ اب زندہ ہیں یا مر گئے تو اکثر روایات سے یہی ثابت ہے کہ اسی زمانہ کے قریب انتقال کر گئے واللہ اعلم

قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۶

آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے یعنی اگر اس کو سن کر بھی اختلاف کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ خداتم سے زیادہ جانتا ہے جو اس نے بتا دیا ہے وہی صحیح ہے اور وہ اس قصہ کو زیادہ کیوں نہ جانتا اس کے علم کی بڑی شان ہے۔

لَهُ غِيبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصَرَهُ

تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ

وَأَسْمِعُ ۷

سننے والا ہے

پس ان کو چاہئے کہ ایسے محیط علم والے کے مقابلہ میں اپنی حکمت نہ بتلا دیں ورنہ سزا کے مستحق ہوں گے آگے سزا کا بیان ہے۔

مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ زَوَّلَا يُشْرِكُ

ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں

فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۸

شریک کرتا ہے

خلاصہ یہ کہ نہ کوئی اس کا مزاحم ہے نہ کوئی شریک ہے پس ایسی عالیشان سرکاری مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

رابطہ: اوپر سے رسالت کی بحث چلی آ رہی ہے اسی کے ثابت کرنے کے لئے اصحاب کہف کا قصہ بھی بیان ہوا تھا آگے بھی منصب رسالت کے کچھ حقوق و آداب مذکور ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ استغناء کے ساتھ تبلیغ کی جائے اور مسلمانوں کو باوجود شکستہ حالی کے خوش حال کافروں پر ترجیح دی جائے وائل ما اوحی حسنت مرتفقاً

وَائِلٌ مَّا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۹

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے

پس آپ کا صرف اتنا ہی غم ہے اس سے زیادہ فکر نہ کیا کیجئے اور یہ نہ سوچئے کہ اگر رئیس لوگ مخالف رہے اور ان کی دل جوئی نہ کی گئی تو دین کی کیسے ترقی ہوگی اس کی ترقی کا تو ہم وعدہ کر چکے ہیں۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۱۰

اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی بدل نہیں سکتا

مخالفوں کو یہ قدرت نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں کو پورا نہ ہونے دیں ہاں حق تعالیٰ خود اپنی بات کے بدلنے پر قادر ہیں مگر دوسرے دلائل سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بدلیں گے نہیں پھر کسی کی مخالفت کا کیا ڈر۔

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۱۱

اور آپ خدا کے سوا اور کوئی پناہ نہ پاویں گے

یعنی اگر ان کی ایسی دلجوئی کی گئی کہ احکام الہی فوت ہو جاویں تو کہیں پناہ نہ لیں گے اور اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہونا یقیناً محال ہے لیکن یہاں مبالغہ کے ساتھ اس فعل کا اثر بیان کرنا مقصود ہے اور شان نزول ان آیات کا یہ ہے کہ کفار مکہ نے درخواست کی تھی کہ جب ہم آپ کی مجلس میں آیا کریں تو ان غریب مسلمانوں کو علیحدہ کر دیا جائے اس طرح ہم ایمان لے آئیں گے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب ان رؤسا نے اس شرط پر ایمان کا وعدہ کیا تھا تو یہ درخواست تو منظوری کے قابل تھی جواب یہ ہے کہ اگر کوئی کافر اسلام لانے میں جائز شرط بھی لگائے اس کا پورا کرنا بھی کسی کے ذمہ ضروری نہیں چہ جائیکہ ناجائز شرط ہو مثلاً کوئی کافر

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ

اور آپ کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو

فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ لَا

جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کفر رہے

ہمارا کوئی نفع و نقصان نہیں بلکہ ایمان نہ لانے سے اپنا ہی ضرر ہے اور ایمان لانے سے اپنا ہی نفع چنانچہ آگے اللہ تعالیٰ اس کو ترتیب وار بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا لَا آحَاطَ

بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس کی آگ کی

بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط

قاتیں ان کو گھیرے ہوں گی

یعنی وہ قاتیں بھی آگ ہی ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور اس میں سے نکل نہ سکیں گے۔

وَأَنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ

اور اگر (پیارے سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریادری کی

يَشْوِي الْوُجُوهُ ط

جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا موتیوں کو بھون ڈالے گا

یعنی تیز اور گرم ایسا ہوگا کہ پاس لاتے ہی منہ بھن جائے گا حتیٰ کہ چہرے کی کھال

بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۱۹

کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ (بھی) کیا ہی بری جگہ ہوگی

اور یہ ایمان نہ لانے کا ضرر ہوا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝۲۰

تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے

یہ کہے کہ مجھے ہزار روپے دے دو تو میں اسلام لے آؤں گا اس شرط کا پورا کرنا کسی مسلمان کے ذمہ بھی ضروری نہیں دوسرے یہاں خدا کو معلوم تھا کہ اس پر بھی ایمان نہ لاویں گے۔

وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے

یعنی جس طرح ان رئیس کفار سے آپ کو استغناء کا حکم ہے اسی طرح مسلمان غرباء پر زیادہ التفات اور توجہ کا حکم ہے اور مقید رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک وہ لوگ نہ انھیں آپ بیٹھے رہا کیجئے بلکہ مراد یہ ہے کہ سابق دستور کے موافق دیر تک ان کو اپنی صحبت سے مشرف رکھئے دیر تک بیٹھنے کو مقید رکھنا فرمادیا۔

الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ

جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی

وَالْعِشَاءِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں

یعنی ان کی کوئی غرض دنیوی نہیں ہے۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ

اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات)

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ج

ان سے ہٹنے نہ پاویں

رونق کے خیال سے یہ مراد ہے کہ یہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کی زیادہ شان اور ترقی ہو جائے گی پس بتلادیا کہ اسلام کی شان ظاہری سامان سے نہیں ہے بلکہ اس کا مدار اخلاص و اطاعت پر ہے گو فقراء ہی سے ہو۔

وَلَا تُطِيعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا

اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے

یعنی غرباء کے علیحدہ کرنے کے بارے میں اس شخص کا کہنا نہ مانیئے جو عناد کی وجہ سے دین حق کو قبول نہیں کرتا اور اس کی سزا میں خدا نے اس کو اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْطًا ۝۲۱

اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ

(پس) ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے

تَحْتِهِمُ إِلَّا نَهْرٌ يَّحِلُّونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ

نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن

مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ

پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم

سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَكِينٍ فِيهَا

کے پہنیں گے اور وہاں مسکریوں پر نکمے

عَلَى الْأَرَائِكِ نِعَمَ الثَّوَابِ وَحَسُنَتْ

لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت)

مُرْتَفَقًا ۚ

کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

بعض لوگوں کو وسوسہ ہوتا ہے کہ مردوں کے ہاتھوں میں تو کنگن برے معلوم ہوں گے جواب یہ ہے کہ یہاں بھی جہاں اس کا رواج ہے وہاں اب بھی برے نہیں سمجھے جاتے اس پر مردوں کے لئے یہاں یہاں جو ممانعت ہے وہاں نہیں ہوگی سندس اور استبرق کو مطلق فرمایا اور سورہ رحمن میں فرمایا ہے بَطَانُهَا مِنْ اسْتَبْرَقٍ یعنی استر دبیز ریشمی کپڑے کا ہوگا۔ اس سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ ابرہ سندس یعنی باریک ریشمی کپڑے کا ہو گا۔ جیسا دنیا میں بھی اکثر ایسی ہی عادت ہے اور یہ جو فرمایا کہ سبز لباس ہو گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور رنگ نہ ہوگا کیونکہ آیات میں مصرح ہے کہ جس چیز کو جی چاہے گا وہ ملے گی۔

رابطہ: اوپر تبلیغ کے آداب بیان کرتے ہوئے کفار کی اس درخواست کا رد تھا کہ ہمارے آنے کے وقت فقراء و مسلمین کو ہٹا دیا جائے آگے مال و دولت کی ذلت اور ایمان و اعمال کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک قصہ کے پیرایہ میں اس درخواست کے منشاء کو جو کہ مال و دولت پر فخر اور تکبر اور غریب مسلمانوں کی ناداری کی وجہ سے ان کی تذلیل و تحقیر ہے باطل کرتے ہیں اسی طرح مومنین کی تسکین و تسلی بھی اس قصہ سے ہو جائے گی کہ ناداری کا غم نہ کریں اور دولت عقبیٰ ہونے پر شکر کریں و اضرب لہم تاخیر عقبا

وَاضْرِبْ لَهُم مِّثْلًا مِّثْلًا رَّجُلَيْنِ

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے

تاکہ دنیا کا ناپائیدار اور آخرت کا پائیدار ہونا ظاہر ہو اور کفار کا گمان باطل اور مسلمانوں کو تسلی ہو جائے اور ان دونوں شخصوں میں باہم ملاقات یا قرابت کا تعلق تھا۔

جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ

ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ دے رکھے تھے اور ان دونوں

وَحَفَقْنَاهُمَا بِنَخْلٍ

(باغوں) کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا

یعنی کھجوروں کے درختوں کی بازتھی

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۚ

اور ان دونوں کے درمیان میں کھیتی بھی لگا رکھی تھی

الْجَنَّتَيْنِ اتَتْهُمَا أَكْلُهُمَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ

دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی

بخلاف اکثر باغوں کے کہ کبھی کسی درخت میں اور کسی سال پورے باغ میں پھل کم آتا ہے۔

شَيْئًا ۖ وَفَجَّرْنَا خِلْفَهُمَا نَهْرًا ۚ

اور ان دونوں کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی

یہ قصہ قرآن میں بہت اجمال کے ساتھ مذکور ہے جس میں قصہ والوں کا نام و نشان نہیں بتلایا اسی لئے بعض نے اس کو فرضی قصہ کہا ہے لیکن درمنثور میں اس نہر کی بابت ایک قول نقل کیا ہے کہ یہ شہر رملہ ملک شام کی نہر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ واقعی ہے اور چونکہ اصل مقصود تفصیل پر موقوف نہ تھا اس لئے اجمال مضرب نہیں۔

وَكَاَنَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ

اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس

يَحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ۚ

(دوسرے) ملاقاتی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا

کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے

یعنی اول آدم علیہ السلام کے واسطے سے تجھے مٹی سے بنایا پھر ماں کے رحم میں نطفہ سے تیرے اعضاء بنائے پھر ہاتھ پاؤں سے تجھے درست کیا یہ سب باتیں خدا کی ہستی اور توحید کی عقلی دلیل ہیں پس توحید کا انکار تو عقلاً بھی کفر ہے اور قیامت کا انکار شرعاً کفر ہے خیر اگر تو کفر کرتا ہے تو کیا کر۔

لَکِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي

لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور

أَحَدًا ۴۸

میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا

اس جواب میں توحید کا اثبات تو صراحتاً ہے اور لفظ ربی میں قیامت پر بھی دلالت ہے کیونکہ رب ہونے کے لئے قدرت کاملہ ہونا ضروری ہے اور جس کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو وہ عاجز ہے اور عاجز رب نہیں ہو سکتا تو جب خدا تعالیٰ رب ہے تو وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا

اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے

یعنی جب خدا کی توحید اور قدرت کاملہ ثابت ہے تو اس سے خود یہ لازم آ گیا کہ یہ ظاہری اسباب سب معطل ہو سکتے ہیں پس تجھ پر واجب تھا کہ ان اسباب سے آگے بڑھ کر مسبب الاسباب یعنی خالق پر نظر کرتا۔

لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِنَّ تَرْن

اور بدوں خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں

چنانچہ یہ باغ جب تک اللہ کو منظور ہوگا قائم رہے گا اگر وہ چاہے گا ویران ہو جائے گا اس کی مشیت کے سامنے سب تدابیر بے کار ہیں بدوں اس کی مدد کے کوئی اسباب کام نہیں آ سکتے اس سے بھی توحید کی تائید ہو گئی اب دو مضمون رہ گئے کفر کا برانہ ہونا جس پر مال و دولت کی کثرت سے استدلال کیا تھا اور اس دلیل سے عند اللہ اپنے کو مقبول سمجھنا آگے اس کا جواب ہے۔

أَنَا أَقَلُّ مِنْكَ مَالًا وَلَدًا ۚ

اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے

اور اس سے تجھ کو اپنی نسبت اور اپنے طریقہ کی نسبت عند اللہ مقبول ہونے کا شبہ پڑ گیا ہے۔

یعنی تو جو اپنے طریقہ کو حق اور عند اللہ پسندیدہ کہتا ہے اور میرے طریقہ کو غلط اور خدا کے نزدیک ناپسندیدہ بتلایا کرتا ہے دونوں کا ثمرہ دیکھ لے اگر تیرا دعویٰ سچ ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا کیونکہ دشمن کو کوئی نہیں نوازتا اور دوست کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ

اور وہ اپنے اوپر جرم (کفر) قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا

قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۚ

کہ میرا تو خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری مدت حیات میں) کبھی بھی برباد ہو

یہ اس نے توحید کے مسئلہ میں کلام کیا کہ تو جو صالح عالم کا اور اس کی قدرت وغیرہ کا قائل ہے میں تو نہیں سمجھتا کہ ان ظاہری اسباب کو کوئی معطل کر سکے اور یہ کارخانہ جس کی آبادی کے سارے سامان جمع ہیں کہ باغ بھی ہے نہر بھی ہے کارکن بھی ہیں جمع کرنے کو مال بھی ہے اس کی حفاظت کا سامان بھی ہے کس طرح ویران ہو سکتا ہے۔

وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَئِنْ

اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آدے گی اور اگر میں اپنے رب کے پاس

رُدِّدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۚ

پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی

یعنی جنت ملے گی جو کہ تو یہاں سے اچھا بتایا کرتا ہے اور یہ کہ وہ مقبول بندوں کے لئے ہے اور میرے مقبول ہونے کی یہی دلیل ہے کہ یہاں کیسی راحت و عزت سے ہوں پس اگر بفرض محال قیامت آئی بھی جیسا کہ تو کہا کرتا ہے تو مجھ کو وہاں بھی جنت ہی ملے گی تو اس شخص کے چار دعویٰ ہوئے۔ ۱۔ کفر کا برانہ ہونا ۲۔ توحید کا انکار ۳۔ قیامت کا انکار ۴۔ عند اللہ اپنا مقبول ہونا۔

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ

اس سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) جواب کے طور پر

بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

کہا کہ کیا تو اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول)

نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ رَجُلًا ۚ

مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح و سالم آدمی بنایا

عادت غیر معمولی آئی ہو چنانچہ خازن میں لکھا ہے کہ ایک اگر تھی جو آسمان سے آئی اور کھیت کو جلا دیا اور پانی خشک کر دیا اور اگر آسمانی آفت خلاف عادت نہ بھی ہو تب بھی کچھ خرابی نہیں کیونکہ بہت سے بہت یہ اس مومن کا ایک خیال تھا کہ غیر معمولی آفت آوے جس کا پورا ہونا ضروری نہیں۔

فَاصْبَحَ يَقْلِبُ كَفِّهِ عَلَى مَا انْفَقَ

پھر اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ

فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا

مٹا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا

پھر ہلاک ہونے پر حسرت کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو ظاہر ہی ہے خرچ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اس پر وہ ہری حسرت تھی موجودہ حالت کی بھی اور گزشتہ کی بھی اور حسرت میں باغ کی تخصیص اس لئے کی کہ اس میں زیادہ خرچ کیا تھا اور وہ محبوب بھی بہت تھا۔

وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝۳۲

اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا

مطلب یہ کہ کفر نہ کرتا اس میں قیامت کا انکار وغیرہ سب داخل ہے چونکہ توحید سب سے اعظم ہے اس لئے اس کو خاص طور پر ذکر فرمایا اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص سمجھ گیا تھا کہ یہ آفت کفر کی سزا میں آئی ہے اس لئے اس پر نادم ہوا کہ اگر کفر نہ کرتا تو یہ آفت نہ آتی یا آتی بھی تو اس کا نعم البدل آخرت میں ملتا اب خسر الدنیا والاخرة کا مضمون ہو گیا یہ باتیں اس مومن کی زبانی سنی ہوں گی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مومن ہو گیا کیونکہ یہ ندامت نقصان کی وجہ سے ہوئی کفر کو برا سمجھنے کی وجہ سے ندامت ہونا ثابت نہیں۔

وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ

اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود

اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنْتَصِرًا ۝۳۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

(ہم سے) بدلہ لے سکا ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے

لِلَّهِ الْحَقُّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝۳۴

اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے

فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے

خواہ دنیا میں یا مرنے کے بعد جس میں ہر طرح کا سامان عیش و لذت موجود ہو اس میں مال و اولاد کی زیادتی کا جواب بھی ہو گیا جس پر اس نے فخر کیا تھا کیونکہ اولاد وغیرہ سے قلب کی راحت مقصود ہوتی ہے اور اس اچھے باغ میں راحت کا سب سامان ہوگا خواہ اولاد کے ذریعہ سے یا کسی ایسی چیز کی ذریعہ سے جو اولاد سے بھی زیادہ ہو۔

وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حُشْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ

اور اس (تیرے) باغ پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے

یعنی یہی حکم سے بدوں کی ظاہری سبب کے بھیج دے کیونکہ غیر معمولی طریقہ سے آفت نازل ہونے میں ظاہری اسباب کا بے کار ہونا معلوم ہو جائے گا تو اس سے توحید کی اور تائید ہوگی۔

فَتُصْبِحُ صَعِيدًا زَلَقًا ۝۳۵ أَوْ يُصْبِحُ مَاوُهَا

جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اس سے اس کا پانی بالکل

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝۳۶

اندر (زمین میں) اتر (کر خشک ہو) جاوے پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر سکے

یعنی پانی لانے اور نکالنے کی کوشش بھی نہ کر سکے ملنا تو بڑی دور ہے اور اس کافر کی اولاد کی نسبت کوئی بات نہیں کہی اس کی بے تکلف وجہ میرے خیال میں یہ ہے کہ اولاد کی راحت بھی مال کے ساتھ ہے جب مال نہیں ہوتا اولاد بالجان ہو جاتی ہے اور کھیت کا بھی لفظوں میں ذکر نہیں کیونکہ اس کا مدار پانی پر ہے جب وہی نہ رہے گا تو کھیت بھی اجڑ جائے گا خلاصہ یہ ہوا کہ تجھ کو اس دولت و ثروت سے شبہ پڑ گیا ہے جو تیرے پاس ہے اور میرے پاس نہیں سو اس پر مدار رکھنا ہی غلط ہے کیونکہ اول تو یہاں ہی ممکن ہے کہ حالت برعکس ہو جائے ورنہ کبھی تو یہ ضرور فنا ہونے والی ہے اور آخرت کی نعمتیں کبھی فنا نہ ہوں گی اس لئے اعتبار وہاں کا ہے یہاں کا نہیں۔

وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ

اور اس شخص کے سامان جمول کو آفت نے آگیرا

معلوم نہیں وہ کیا آفت تھی لیکن بظاہر ابہام کے ساتھ بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑی آفت تھی پس عجب نہیں کہ کوئی آفت خلاف

دنیا ہی میں امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں اس لئے دنیا سے دلچسپی یا اس پر فخر نہ کرنا چاہئے بلکہ آخرت کا اہتمام کرنا چاہئے۔

وَيَوْمَ نَسِيرُ الْجِبَالِ

اس دن کو یاد کرنا چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے

یہ ابتداء میں ہوگا پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۝۹

آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے

کیونکہ پہاڑ اور درخت اور عمارتیں وغیرہ کچھ نہ رہیں گی۔

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝۱۰

اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے

یعنی قبروں سے اٹھا کر سب میدان حساب میں لائے جائیں گے کوئی بچا نہ رہے گا۔

وَعَرِّضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفًّا ۝۱۱

اور سب کے سب آپ کے رب کے رو برو کھڑے کر کے پیش کئے جاویں گے

یہ بھی احتمال نہ رہے گا کہ کوئی کسی کی آڑ میں چھپ جاوے اور ان میں جو لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے ان کو دھمکایا جائے گا جیسا کہ آگے ذکر ہے۔

لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۝۱۲

دیکھو آ خر تم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا

مگر تم باوجود یکہ پہلی پیدائش کا مشاہدہ دنیا میں کر چکے تھے پھر بھی دوبارہ پیدائش کے قائل نہ ہوئے۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَللّٰنَ نَجْعَلْ لَكُمْ مَوْعِدًا ۝۱۳

بلکہ تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موجود نہ لائیں گے اور نامہ

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ

اعمال رکھ دیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں

مُشْفِقِينَ مِّمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوِيلَتَنَا

جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے

یعنی اگر مقبولان خدا کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو دونوں جہان میں نیک ثمرہ ملتا ہے بخلاف کافر کے کہ بالکل خسارہ میں رہ جاتا ہے۔

رابطہ: آگے بھی ایک مثال کلی کے ضمن میں دنیا کا جلدی زائل ہونا اور اعمال صالحہ کا باقی رہنا پھر واقعات قیامت کے ذکر سے آخرت کا قابل اہتمام اور مخالفت کا قابل حذر ہونا بیان فرماتے ہیں۔ واضرب تار یک احدًا

وَاضْرِبْ لَهُم مِّثْلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے

كَمَاۤ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ

جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے

بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا

زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے

تَذُرُوْنَ الرِّیْحَ ۝۱۴ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی

کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۱۵

ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

جب چاہیں پیدا کر دیں ترقی دے دیں جب چاہیں فنا کر دیں یہی حال دنیا کا ہے کہ آج ہری بھری نظر آتی ہے پھر اس کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۝۱۶

مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے

یعنی جب دنیا کی زندگی کی یہ حالت ہے تو مال و اولاد تو اس کے تابع اور صرف رونق کی چیزیں ہیں یہ تو اس سے بھی زیادہ جلدی زائل ہونے والی ہیں

وَالْبَقِيَّةُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ

اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک

رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرًا مِّمَّا ۝۱۷

ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں

یعنی اعمال صالحہ پر جو امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں سب پوری ہوں گی اور اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا بخلاف متاع دنیا کے کہ اس سے خود

یعنی جب ابلیس ایسا ہے تو کیا تم میرا اتباع چھوڑ کر اس کا اور اس کی اولاد تو تابع کا عقائد میں اتباع کرتے ہو جو کہ محض شرک ہے

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ

حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں

یعنی ابلیس اور اس کی جماعت ہر وقت تمہارے ضرر کے درپے رہتے ہیں۔

يَسَّ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝

یہ ظالموں کے لئے بہت برابر ہے

یعنی مجھ کو چھوڑ کر جو انہوں نے شیاطین کو دوست بنایا یہ بہت ہی برا عوض ہے اور عوض اس لئے کہا کہ درحقیقت ان کو یہ چاہئے تھا کہ خدا کو دوست بناتے مگر انہوں نے خدا کے بدلے اپنے دشمن کو دوست بنایا حالانکہ اس کی دشمنی خود دوستی سے مانع ہے اور کوئی دوسرا سبب بھی ایسا موجود نہیں جس کی وجہ سے اس کو دوست بنایا جائے۔

مَا أَشْهَدُ تَهُمُ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

میں نے انکو نہ تو آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا اور نہ خود ان

وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذًا

کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو

الْمُضِلِّينَ عَصْدًا ۝

خصوص) گمراہ کرنے والوں کو اپنا (دست) بازو بناتا

یعنی معین تو وہ ڈھونڈے جو خود قادر نہ ہو خدا کو کسی کی کیا ضرورت تھی حاصل یہ ہے کہ خدا کا شریک اگر مستقل مخلوق نہ پیدا کرتا تو کم از کم مددگار تو ہوتا اور اگر دوسری مخلوقات میں اس کی شرکت نہ ہوتی تو کم از کم خود ان کی پیدائش وغیرہ کے بارہ میں تو ان کی کچھ پوچھ ہوتی جب یہ بھی نہیں تو ان کو شریک قرار دینا محض حماقت ہے۔

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرما دے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے

زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا

تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ جواب ہی نہ دیں گے

مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً

ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے

وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا

نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ

عَمِلُوا حَاضِرًا ۖ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا

کہ بے کیا ہوا گناہ لکھ لے یا کی ہوئی نیکی نہ لکھے بشرطیکہ وہ قاعدہ کے موافق کی گئی ہو خلاصہ یہ کہ رؤسا مشرکین جس چیز پر فخر کرتے ہیں ان کا حال اور انجام سنایا اور جن غرباء کو حقیر سمجھتے ہیں ان کے باقیات صالحات کا لازوال دولت ہونا معلوم کر لیا اب بھی عقل نہ آوے تو ان کے گولی مارئے رابطہ: اوپر عام الفاظ سے رؤسا کفار کی اخلاقی خرابی اور افتخار و تکبر اور عقائد کا فساد و کفر و انکار بیان ہوا تھا آگے اسی تعلق سے ابلیس کی بد انجامی جو تکبر کی وجہ سے ہے ان لوگوں کا اس کے تابع ہونا اور قیامت میں اس اتباع کا کچھ کام نہ آنا بلکہ عذاب پانا وغیرہ اسی کے مناسب مضامین ہیں اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ان کے ایمان سے ناامیدی ظاہر کی گئی اور عذاب کی تاخیر کی حکمت بتائی گئی واذ قلنا لا موعدا

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

اور جب کہ ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط كَانَ مِنَ الْجِنِّ

سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا

فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ط

سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا

جیسا کہ اس کے آگ سے پیدا ہونے کا مقتضا تھا لیکن وہ اس میں معذور نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مقتضا مغلوب ہو سکتا تھا جیسا کہ اکثر آدمی کی طبیعت گناہ کی طرف مائل ہوتی ہے مگر اس تقاضے کا روکنا ممکن ہے۔

أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي

سو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر

لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۝۵۲

اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے

جس سے بالکل ہی مایوسی ہو جائے ورنہ وہ تو بے آڑ کے بھی مدد نہ کر سکتے تھے غرض یہاں جن کو شریک خدائی سمجھ رہے ہو وہاں ان کی حقیقت معلوم ہوگی۔

وَرَأَى الْبُجْرُمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ

اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے کہ وہ اس

مَوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳

میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پادیں گے اور ہم نے اس

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ

قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ

طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑنے میں

شَيْءٍ جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ

سب سے بڑھ کر ہے اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان

يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى وَيَسْتَغْفِرُوا

لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی

رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ أَوْ لَيْنٌ

امر مانع نہیں رہا بجز اس کے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں کا سامنا

أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝۵۵

کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الہی) پروردگار ان کے سامنے آکھڑا ہو

مطلب یہ کہ کیا اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ ایسے امور واقع ہوں تب ایمان لائیں جیسا کہ ان کی حالت سے مترشح ہوتا ہے اور کبھی زبان سے کہہ بھی ڈالتے تھے کہ ایسے امور کیوں نہیں واقع ہوتے پس اگر وہ رسول کے ماننے کو ایسے ہی واقعات کے ظہور پر معلق کرتے ہیں تو اس کو مسئلہ رسالت سے کوئی تعلق نہیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ

اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا

وَمُنْذِرِينَ ۝۵۶

کر بھیجا کرتے ہیں

اور اس کو ثابت کرنے کیلئے کافی دلیل ان کو عطا کر دیتے ہیں اس سے زیادہ فرمائش محض لغو ہے۔

وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ

اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے

لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي

حق بات کو بچلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے ان کو

وَمَا أَنْذِرُوا هُزُورًا ۝۵۷ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ

ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے

ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ

رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ

مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۝۵۸ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ نَبِيِّهِمْ

اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے ہم نے اس

أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا

(حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے

وَأِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا

سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اس وجہ سے) اگر آپ

إِذَا أَبَدًا ۝۵۹

ان کو راہ راست کی طرف بلا دیں تو ایسی حالت میں ہرگز بھی راہ پر نہ آویں

جب ان کے دلوں اور کانوں کی یہ حالت ہے پھر آپ کیوں غم کریں آگے عذاب کی تاخیر کی حکمت بتلاتے ہیں۔

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ط

اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے

پس مہلت اس لئے دی ہے کہ اگر مسلمان ہو جاویں تو ان کی مغفرت کر دوں گا دوسرے خود رحمت اس کی بھی مقتضی ہے کہ ایمان نہ لانے پر بھی دنیا میں عذاب شدید سے مہلت دی جائے ورنہ ان کے اعمال تو ایسے ہیں (آگے ترجمہ پڑھو)

لَوْ يُؤَاخِذُ هُمْ بِمَا كَسَبُوا الْعَجَلُ لَهُمْ

اگر ان سے ان کے اعمال پر دار و گیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر

الْعَذَابُ يُبَلِّغُهُمْ مَّوْعِدُ لَنْ يَجِدُوا

دیتا (مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی یوم

مِنْ دُونِهِ مَوْيِلًا ۵۸)

قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاسکتے

اس طور سے کہ اس کے آنے سے پہلے اس پناہ میں جا چھپیں اور اس سے محفوظ رہیں۔

وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا

اور یہ بستیوں (جن کے قصے مشہور مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی انکے باشندوں نے)

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۵۹

شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے انکے ہلاک ہونے کیلئے وقت معین کیا تھا

غرض یہی قاعدہ پہلے کفار کے ساتھ برتا گیا جس سے کفر کا موجب ہلاکت ہوتا ثابت ہو گیا تو ان کے لئے بھی وقت معین ہے دیر ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ عذاب ہونے کا ہی نہیں

رابطہ: اوپر رؤساء کفار کی اس درخواست کی کہ ہماری مجلس تعلیم میں غریب مسلمان نہ رہنے پاویں قباحت مذکور ہوئی تھی آگے موسیٰ علیہ السلام کے ایک قصہ سے اس کی زیادہ وضاحت فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنے سے چھوٹے کو بعض خاص علوم میں استاد بنانے سے بھی عار نہیں کی اور تم کو ان غریبوں کے محض شریک تعلیم ہونے سے عار آتی ہے نیز اس مقصود کے ساتھ اس قصہ میں آپ کی نبوت پر بھی دلالت ہوگئی جیسا کہ

ظاہر ہے واذ قال موسیٰ قاذکرا

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا

جس کا نام یوشع تھا رواہ البخاری

حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ

کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں

حَقْبًا ۶۰

جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یونہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا

یہ مضمون ایسا ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے

دست از طلب ندارم تا کام من برآید

یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

اور وجہ اس سفر کی یہ ہوئی تھی کہ ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ فرمایا تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ ”میں“ مطلب آپ کا یہ تھا کہ جن علوم کو قرب الہی حاصل ہونے میں دخل ہے ان میں میرے برابر کوئی نہیں اور یہ فرمانا صحیح تھا کیونکہ آپ نبی اولوالعزم تھے اور انبیاء اولوالعزم کے برابر وہ دوسروں کو یہ علم نہیں ہوتا مگر بظاہر چونکہ الفاظ عام تھے جن سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا تھا کہ ہر علم میں سب سے بڑا میں ہوں (اس لئے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو کلام میں احتیاط کی تعلیم دی جائے پس ارشاد ہوا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ تم سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ زیادہ ہے اگرچہ ان علوم کو قرب الہی میں دخل نہ ہو لیکن ایسی حالت میں اپنے آپ کو مطلقاً ہر ایک سے تو زیادہ عالم نہ کہنا چاہئے تھا موسیٰ علیہ السلام ان کے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے ارشاد ہوا کہ ایک بے جان مچھلی اپنے ساتھ لے کر سفر کرو جہاں وہ گم ہو جائے وہ شخص وہیں ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع علیہ السلام کو ساتھ لیا اور یہ بات فرمادی تھی۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا

پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اس

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۹۱

اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی

یہاں پہنچ کر دونوں حضرات کسی پتھر سے لگ کر سو رہے تھے اور وہ مچھلی خدا کے حکم سے زندہ ہو کر دریا میں جا پڑی یوشع علیہ السلام نے بیدار ہو کر مچھلی کو نہ پایا ارادہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب جاگیں گے تو اس کا ذکر کروں گا مگر ان کو مطلق یاد نہ رہا شاید اہل وعیال اور وطن کے خیالات کا بہت زیادہ جھوم ہوا ہو کہ ذکر کرنا بھول گئے ورنہ ایسی عجیب بات کا بھول جانا کم ہوتا ہے لیکن جو شخص ہر وقت خلاف عادت امور دیکھتا رہتا ہو اس کے ذہن سے کسی ادنیٰ درجہ کی عجیب بات کا نکل جانا کسی خیال کے غلبہ میں عجیب نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی پوچھنا یاد نہ رہا۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي خَدَاءُ نَارٍ

پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا ۝۹۲

کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی

اور اس سے پہلے کی منزلوں میں نہیں تھکتے تھے جس کی وجہ بظاہر موقع مقصود سے آگے بڑھ جانا تھا۔

قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے

نَسِيتُ الْحَوْتَ وَمَا أَنْسِينِيهِ

تھے سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا

اگر شبہ ہو کہ یوشع علیہ السلام نبی ہوئے ہیں پھر ان پر شیطان کا تصرف بھولنے کے بارہ میں کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ جو تصرف گناہ میں مبتلا کر دے اس سے انبیاء کا محفوظ ہونا ثابت ہے باقی دوسرے تصرفات ایسے ہیں جیسے کوئی کافر کسی نبی کے پتھر مار دے اور چوٹ لگ جائے اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب مجمع البحرین کا موقع آ گیا تھا تو وہاں پہنچ کر کیوں آگے بڑھ گئے اگرچہ مچھلی کے زندہ ہونے کا قصہ معلوم نہ ہوا تھا مگر یہ تو معلوم تھا کہ دو دریاؤں کے ملنے کا موقع آ گیا جواب یہ ہے کہ مجمع البحرین سے کوئی خاص موقع مراد ہونا ضروری نہیں (کہ اس کے قرب و

جوار کو دور تک مجمع بحرین کہا جاسکتا ہے اور اسی وسعت کی وجہ سے مچھلی میں جان پڑ جانا علامت مقرر کی گئی تھی اور اس مچھلی کا زندہ ہونا بظاہر محض قدرت الہی سے ہوا کیونکہ وہی علامت بتلائی گئی تھی اگرچہ پانی لگنے کے وقت حیات ہوئی ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پانی کا لگنا سبب تھا اور دو دریاؤں کے ملنے کے مواقع متعدد ہوں گے ان میں سے ایک موقع یہ بھی ہوگا جس کی تعیین پر کوئی ضروری امر موقوف نہیں۔

إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ

کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے

فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝۹۳

بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی

ایک عجیب بات تو خود اس کا زندہ ہو جانا ہے اور دوسرا عجیب واقعہ بطور خرق عادت یہ کہ وہ مچھلی دریا میں جہاں کو گزری تھی وہاں کا پانی خلاف عادت اسی طرح سرنگ کے طور پر ہو گیا تھا غالباً پھر مل گیا ہوگا۔

قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبِغُ ۚ فَارْتَدَّا عَلَى

موسیٰ نے (یہ حکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی

أَثَارِهِمَا قَصَصًا ۝۹۴

سودوئوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اٹے

غالباً وہ راستہ سڑک کا نہ ہوگا اس لئے نشان دیکھنے پڑے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اتَيْنَاهُ

سو (وہاں پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

کو ہم نے اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی

مقبولیت کے معنی میں دونوں احتمال ہیں کہ ولایت مراد ہو یا نبوت۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّا لَدُنَّا عِلْمًا ۝۹۵

اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا

مراد اس سے اسرار کو نبی سے واقعات عالم کا علم ہے جیسا کہ آئندہ کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ علم ان کو بدوں پڑھے پڑھائے منجانب اللہ حاصل تھا اور اس علم کو قرب الہی حاصل ہونے میں کچھ دخل نہیں جس علم

یعنی اگر آپ مثلاً روک ٹوک کرنے سے منع کروں گے تو میں روک ٹوک نہ کروں گا اسی طرح اور کسی بات میں بھی خلاف نہ کروں گا فانطلقا تا لم تستطع علیہ صبرا

قَالَ فَإِنْ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ

ان بزرگ نے فرمایا تو (اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ (مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں

حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۚ) فانطلقا

جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداء ذکر نہ کروں پھر دونوں (کسی طرف) چلے

اور غالباً یوشع علیہ السلام بھی ساتھ ہوں گے مگر چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے اس لئے اصل کا ذکر کر کے تابع کے ذکر کی ضرورت نہ رہی غرض چلتے چلتے کسی ایسے مقام پر پہنچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت ہوئی۔

حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ط

یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے کشتی میں چھید کر دیا

یعنی کشتی کا ایک تختہ نکال لیا شاید پھر بعد میں مرمت کر دی ہوگی اور غالباً کشتی والے اجمالاً ان کے معتقد ہوں گے اس لئے نہ روکا ہو۔

قَالَ أَخَرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ۚ

موسیٰ نے فرمایا کہ آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا ہوگا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں

یعنی اس پر یہ نقصان مرتب ہونا بعید نہ تھا اور اگرچہ اس ضرر کا احتمال ہی تھا مگر جب تک کوئی غالب مصلحت نہ ہو اس وقت تک محتمل ضرر سے بھی بچنا واجب ہے اور مصلحت کچھ معلوم ہوتی نہیں۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۚ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ

آپ نے بڑی بھاری (یعنی خطرہ کی) بات کی ان بزرگ نے کہا کہ

إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۚ

کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا

آخر وہی ہوا اور اپنے قول پر نہ رہے۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا

موسیٰ نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ

کو قرب میں دخل وہ اسرار الہی کا علم ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام بڑھے ہوئے تھے۔

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ

موسیٰ نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں

یعنی مجھ کو ساتھ رہنے کی اجازت دیجئے۔

عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۙ

اس شرط پر کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی

قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۙ

سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر

(میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا

کیونکہ آپ میرے افعال پر روک ٹوک کریں گے اور معلم جب تعلیم کے متعلق معلم کو روک ٹوک کرے اس صورت میں ساتھ رہنا مشکل ہے۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۙ

اور (بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں

یعنی ظاہر میں وہ باتیں بوجہ منشا معلوم نہ ہونے کے خلاف شرع نظر آئیں گی اور آپ خلاف شرع امور پر خاموش نہ رہ سکیں گے اس سے بعض لوگوں کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ پیرا اگر خلاف شرع کام کرے تو مرید اس پر انکار نہ کرے چنانچہ اس قصہ میں حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر صبر کرتے تو خوب ہوتا جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کا کمال اور ان کی مقبولیت خدا تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہو چکی تھی اس لئے سکوت جائز تھا دوسرے کا ان پر قیاس کرنا غلط ہے بعض کو دھوکہ ہوا ہے کہ الہام پر خلاف شرع عمل کرنا جائز ہے جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام یا تو نبی ہوں گے پس ان واقعات میں جو کچھ کیا وحی سے کیا یا یہ پہلی شریعت کا حکم ہوگا اس شریعت میں یہ جائز نہیں۔

قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا

موسیٰ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی صابٹ) پاویں گے اور میں کسی

أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۙ

بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا

تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿٤٣﴾

کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ بھگی نہ ڈالئے
کہ بھول چوک بھی معاف نہ کی جائے بات گئی گزری ہوئی۔

فَانْطَلَقَا وَقَفَّٰ حَتَّىٰ اِذَا الْقِيَا غُلَبًا فَقَتَلَهُ لَا

پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آ گئے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کسن)
لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ (گھبرا کر)

قَالَ اَقْتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ط

کہتے گئے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ﴿٤٤﴾

کے بیشک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی

کیونکہ اول تو نابالغ کو قتل کیا جس کو قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاتا پھر اس
نے کوئی کام بھی موجب قتل نہیں کیا تھا اس وجہ سے یہ فعل پہلے سے بھی بڑھ کر ہے
کیونکہ وہاں مال کا نقصان تو یقینی ہوا مگر جان کے ضرر کا احتمال ہی تھا اور یہاں
جان کا ضرر یقینی ہوا اور وہ بھی معصوم بچہ کا کیونکہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ وہ لڑکا نابالغ تھا نیز اگر وہ بالغ اور ڈاکو ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے تو
خضر علیہ السلام آئندہ جل کر اس قتل کے عذر میں یہ نہ فرماتے کہ اس کے والدین
کے بگڑنے کا اندیشہ تھا بلکہ ڈاکو ہونے کا عذر فرماتے جو جلد ہی سمجھ میں آ سکتا تھا۔

الحمد للہ پندرویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ تَسْتَطِيعُ

ان بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے

مَعِيَ صَبْرًا ۵۰ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ

ساتھ صبر نہیں ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر

بَعْدَهَا فَلَا تُصَحِّبْنِي ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ

اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے

لَدُنِّي عَذْرًا ۵۱

ساتھ نہ رکھیے بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں

یعنی آپ نے بہت درگزر کی اگر اب ساتھ نہ رکھیں گے تو آپ معذور ہیں اور اس مرتبہ نسیان کا عذر نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اب کی بار بھولے سے سوال نہ کیا تھا اور آپ نے وعدہ کر کے جو اعتراض فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وعدہ اگرچہ بظاہر بلا قید تھا مگر معنی اس کے ساتھ یہ قید ملحوظ تھی کہ جب تک مخالفت شریعت کی نہ ہو اور شریعت کے موافق کام کرتے رہو میں نہ بولوں گا پس خلاف وعدہ لازم نہیں آیا اور آپ نے جواب میں یہ نہ کہا کہ خلاف شرع کام کرتے ہو وجہ یہ کہ بعد غصہ کم ہو جانے کے اجمالاً سمجھ گئے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجا ہے تو ان کا ہر فعل حکم خدا کے موافق ہوگا۔

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا آتَىٰ أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَبَا

پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے

أَهْلُهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا

کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سوانہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے

جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَ فَأَقَامَهُ ۖ

میں ان کو وہاں ایک دیواری جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے سہارے

قَالَ لَوْ شِئْتُ لَتَّخَذْتُ عَلَيْهِ اجْرًا ۵۲

سے) سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ جرت ہی لے لیتے

کہ اس وقت کام بھی چلتا اور ان لوگوں کے اخلاق کی بھی اصلاح ہوتی کیونکہ ایسوں کے ساتھ رعایت کرنے سے ان کی بد خلقی زیادہ بڑھتی ہے۔

قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ

ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے

بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۵۳

شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

چنانچہ آئندہ آیات میں وہ حقیقت آتی ہے اور عجب نہیں کہ ان اسرار کے بتلانے سے اس درخواست کا پورا کرنا بھی منظور ہو جو موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی کہ مجھے اپنا علم سکھلا دیجئے الخ گو اس وقت نمونہ ہی کے طور پر کہی اور زیادہ ساتھ رہنے میں غالباً وہ مناسب موقع پر خود ہی بتلاتے اور ہر واقعہ پر بتلاتے تو یہ علم زیادہ حاصل ہوتا اور گویہ علم موسیٰ علیہ السلام کے علم کے برابر مفید نہیں کیونکہ اتباع کے قابل نہیں تاہم اس اعتبار سے خاص لوگوں کو مفید ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کی بعض حکمتیں مفصلاً منکشف ہوتی ہیں اگرچہ قرب کے لئے یہ اجمالی عقیدہ کافی ہے کہ ہر واقعہ میں خدا کی حکمتیں ہوتی ہیں اما السفینہ تا لم تستطع عليه صبرا

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ

وہ جو کشتی تھی سو چند غریب آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت مزدوری

فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ

کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (جیسا کہ یہ تھی کہ) ان

وَرَأَىٰ هُمْ مَلِكٌ يُأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۵۴

لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا

پس اگر ان کی کشتی میں عیب نہ ڈالا جاتا تو اس کو بھی چھین لیتا اور اسی پر ان کی گزراوقات تھی ان غریبوں کا ٹکڑا مارا جاتا پس اس توڑنے میں یہ مصلحت تھی۔

وَأَمَّا الْعُلَمَاءُ فَكَانَ أَبُوهُمُ مُؤْمِنِينَ

اور وہاں وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے

اور وہ اگر بڑا ہوتا تو کافر ہوتا اور ماں باپ اس کو چاہتے بہت تھے تو اس کی محبت کے سبب وہ بھی بد دینی میں اس کا ساتھ دینے لگتے۔

فَخَشِينَا أَنْ يُرْهَقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۵۵

سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو

فَارَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً

یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین)

وَأَقْرَبَ رَحْمًا ۝

میں اس سے بہتر ہو اور (مال باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو

پس ہم نے چاہا کہ اس کا تو قصہ تمام کر دیا جائے پھر حق تعالیٰ ان کو اس سے بہتر لڑکا یا لڑکی عطا کر دیں۔

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ

رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے ہیں اور اس دیوار

فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزُ لَهُمَا وَكَانَ

کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے)

أَبُوهُمَا صَالِحًا

اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے) ایک نیک آدمی تھا

پس اس کے نیک ہونے کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اس کی اولاد کے مال کو محفوظ فرمانا چاہا دیوار گرنے سے لوگ مال لوٹ لے جاتے اور غالباً جو ان لڑکوں کا سر پرست تھا اور اس کو دینیہ کا علم ہو گا وہ یہاں موجود نہ ہو گا جو انتظام کر لیتا۔

فَارَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيُخْرِجَا

سو آپ کے دے نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور

كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ

اپنا دینیہ نکال لیں اور (یہ سارے کام میں نے بالہام الہی کئے ہیں کوئی کام میں نے

أَمْرِي ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝

اپنی رائے سے نہیں کیا۔ لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

اور میں حسب وعدہ اس کو بتلا چکا چنانچہ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام ان سے رخصت ہوئے حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے شرما کر یہ کہہ دیا کہ اگر اب کی بار پوچھوں تو ساتھ نہ رکھنا ورنہ اگر ساتھ رہتے تو اور عجیب باتیں دیکھتے اور اس قصہ سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ علم باطن کے دو حصے ہیں

ایک تو مرضیات الہی کا علم جو کہ نفس کے متعلق ہے کہ برے اخلاق سے اس کی اصلاح کرنا اور اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا ہو تو شریعت کا ایک جزو ہے اور جزو دوسرا ہے افضل نہیں ہو سکتا اور دوسرا حصہ واقعات عالم کے اسرار ہیں چونکہ وہ قرب الہی میں کچھ دخل نہیں رکھتا اس لئے اس کی فضیلت کا احتمال ہی نہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں کیونکہ اس قصہ سے خضر علیہ السلام کو علم باطن کا دوسرا شعبہ حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے اور ابھی سن لیا کہ وہ علم شریعت سے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا افضل نہیں رہا ان کے پاس بھیجنا یہ فضیلت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ایک ادب کی تعلیم کرنے کے لئے تھا تا کہ آئندہ کلام میں احتیاط رکھیں اور بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور موسیٰ پیغمبر علیہ السلام کا نہیں ہے ورنہ ہماری کتابوں میں ہوتا مگر حدیث میں تصریح ہے کہ صاحب واقعہ وہی مشہور موسیٰ ہیں اور اہل کتاب کی بعض کتابیں گم ہو گئی ہیں ممکن ہے ان میں ہو اور اگر نہ بھی ہو تو مثبت ثانی پر مقدم ہوتا ہے۔

رابطہ: اوپر جس سوال کے جواب میں قصہ اصحاب کھف مذکور ہوا ہے اسی کے ساتھ ذوالقرنین کا قصہ بھی اسی امتحان نبوت کی غرض سے پوچھا گیا تھا آگے اس کا جواب ہے جس میں ان کے تین سفروں کا بیان ہے۔ ویسٹونک تا یسرا

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقَرْنَيْنِ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں

اس کے پوچھنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ان کی تاریخ قریب قریب گم تھی اور اس لئے جو امور ان کے متعلق قرآن میں مصرح نہیں ان میں آج تک اختلاف ہے اور اسی واسطے کفار نے اس کو سوال کے لئے منتخب کیا تھا پس اس سوال کا جواب بھی نبوت کی دلیل ہے۔

قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں

آگے حق تعالیٰ ان کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین بڑے جلیل القدر بادشاہ ہوئے ہیں۔

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَاتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ

ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا

شَيْءٍ سَبَبًا ۝

سامان (کافی) دیا تھا

جس سے وہ اپنے شاہی ارادوں کو پورا کر سکیں۔

فَاتَّبِعْ سَبِيلَهُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ

چنانچہ وہ (بارادہ فتوحات) ملک مغرب کی ایک راہ پر ہوئے یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے

یعنی سفر کرتے کرتے اور درمیان شہروں کو فتح کرتے مغرب کی سمت میں آبادی کے منتہا پر پہنچے۔

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَبِئَةٍ

تو آفتاب ان کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا

مراد اس سے غالباً سمندر ہے کہ اس کا رنگ اکثر جگہ سیاہ ہے اور سمندر میں اگرچہ سچ سچ غروب نہیں ہوتا لیکن جہاں سمندر سے آگے نگاہ نہ جاتی ہو تو ظاہر نظر میں سمندر ہی میں غروب ہوتا معلوم ہوگا۔

وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا

اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی

جن کا کافر ہونا اگلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ فَاَمَّا مِنْ ظِلْمِ الْخ.

قُلْنَا يَذَّالِقَرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّا

ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے

اَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝۸۷

بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو

یعنی اس قوم کے بارے میں تم کو اختیار ہے یا تو ان کو ابتدا ہی سے قتل وغیرہ کے ذریعہ سزا دو یا اول دعوت ایمان کر لو اور شاید ابتداء قتل کرنا اس لئے جائز ہو کہ ان کو کسی ذریعہ سے دعوت پہنچ چکی ہوگی لیکن دوسری صورت چونکہ افضل تھی اس کو حسن فرمایا۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُہٗ ثُمَّ

ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے

يُرْدُّ اِلٰی رَبِّہٖ فَيُعَذِّبُہٗ عَذَابًا نَّكَرًا ۝۸۸

پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو دوزخ کی (سزا دے گا اور جو شخص ایمان لے آوے گا

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ

اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور

اِلْحُسْنٰی وَ سَنَقُولُ لَهُ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۝۸۹

ہم (بھی دنیا میں) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم) بات کہیں گے

یعنی اس کے ساتھ بات میں سختی روانہ نہیں گئے تعلق سختی تو بدرجہ اولیٰ روانہ رکھی جائے گی۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کوئی بزرگ مقبول بادشاہ ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی ہوں پھر ولایت کی صورت میں حق تعالیٰ کی گفتگو بطور الہام کے ہوئی ہو یا کسی نبی کے ذریعہ سے اور شاید ذوالقرنین ان کا لقب اس لئے ہوا ہو کہ قرن جانب ان کا لقب اس لئے ہوا ہو کہ قرن جانب کو کہتے ہیں چونکہ انہوں نے زمین کی تمام جانبوں پر تسلط حاصل کیا تھا اس لئے ذوالقرنین لقب ہو گیا۔ اور آئندہ دوسفروں کے متعلق یہ مضمون سزا دینے میں اختیار دینے کا مذکور نہیں ہوا شاید ایک جگہ ذکر کر کے سننے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا ہو اور ان کے متعلق بھی یہی گفتگو ہوئی ہو ثم اتبع سبباً تا خبرا

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبِيلًا ۝۸۹

پھر ایک (دوسری) راہ پر ہوئے

یعنی ممالک مغربیہ فتح کر کے ممالک مشرقیہ کے فتح کرنے کے ارادہ سے مشرق کی طرف چلے۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ

یہاں تک کہ جب (مسافت قطع کر کے) طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے

یعنی بہت مشرق میں منتہائے آبادی پر پہنچے۔

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّہُمْ مِّنْ

تو آفتاب کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے آفتاب کے

دُونَهَا سِتْرًا ۝۹۰

ادھر کوئی آؤ نہیں رکھی

ظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مکان وغیرہ بنانا نہ جانتے تھے کہ آفتاب کی گرمی سے پناہ لے سکیں۔

كَذٰلِكَ وَقَدْ اَحْطٰنَا بِمَا لَدٰیہٗ خَبْرًا ۝۹۱

یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے

بَيْنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝۹۲ قَالَ مَا مَكْنِي فِيهِ

کدو درمیان میں کوئی روک بنادیں (کہ وہ پھر آنے نہ پاویں) ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی مجھے

رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ

ضرورت نہیں البتہ) ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان میں

وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝۹۳ اَتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۝

خوب مضبوط دیوار بنادوں (اچھا تو) تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ

دام سرکار سے ملیں گے اور ضرورت کی اور بھی چیزیں منگوائی ہوں گی

مگر رکن اعظم اور اس وحشی ملک میں کیا چیز یہی لوہے کی چادریں تھیں

اس لئے ذکر میں اس کی تخصیص کی گئی چنانچہ سب سامان جمع کیا گیا اور

دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھود کر اس کو پتھروں وغیرہ سے بھرا کر

اوپر سے یہی لوہے کی چٹانوں کے ردے رکھنے شروع کئے۔

حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

یہاں تک کہ جب (ردے ملا تے ملا تے) ان کے دونوں سروں کے بیچ

(کے خلا) کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع ہو گیا)

انْفُخُوا ۝ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا ۝ قَالَ اتُونِي

یہاں تک کہ جب اس کو لال انگار کر دیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے

أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝۹۴

پاس پگھلا ہوا تانیا لاؤ (جو پہلے سے تیار کر لیا ہوگا) کہ اس پر ڈال دوں

چنانچہ تانیا لایا گیا اور آلات کے ذریعہ سے اوپر سے چھوڑ دیا گیا کہ

تمام درزوں میں گھس کر سب چادریں ایک ذات ہو کر ایک سپاٹ لوہے

کی دیوار بن گئی طول و عرض اللہ کو معلوم

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ

سو نہ تو یا جوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے

کیونکہ غایت درجہ بلند اور بہت ہی چکنی دیوار تھی۔

وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۝۹۵

اور (غایت استحکام کے باعث) نہ اس میں نقیب دے سکتے تھے

یہ اس مضمون کی تاکید اور تحقیق کے لئے فرما دیا کہ ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں اپنے علم سے کہہ رہے ہیں اور ہمارا علم مطابق واقع کے ہے شاید اس سے نبوت محمدیہ پر زیادہ متنبہ کرنا مقصود ہو کہ دیکھو ہم گزشتہ قصے مٹے ہوئے کس طرح ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم بتلاتے ہیں ثم اتبع تا وعد ربی حقا

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا ۝۹۶

پھر (مشرق و مغرب فتح کر کے) ایک اور راہ پر ہولے

چونکہ آبادی شمالی حصہ میں زیادہ ہے اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ اس سمت سے شمال مراد ہے اور مفسرین نے یہی سمت لکھی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ

یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچے تو

مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ

ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی

قَوْلًا ۝۹۷

نہیں پہنچتے

یعنی غیر قوم ہونے کی وجہ سے تو بات نہیں سمجھتے اور وحشی اور کم فہم ہونے کے سبب سمجھنے کے لگ بھگ بھی نہیں پہنچتے ورنہ عاقل آدمی اشاروں قرینوں سے بھی کچھ کچھ سمجھ لیتا ہے پھر کسی مترجم کے ذریعہ سے گفتگو ہوتی۔

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ

انہوں نے (ذوالقرنین سے) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یا جوج

و ما جوج (جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں

مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

(کبھی کبھی) بڑا فساد مچاتے ہیں

یعنی ہم پر مار دھاڑ کرتے ہیں اور ہم کو مقابلہ کی طاقت نہیں۔

قَهْلُ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ

سو کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے سواران

اور دیوار بنانے کے وقت وہ لوگ اس موقع سے بہت دور تھے کیونکہ اسی طرف وسیع زمین ہے۔

قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي

ذوالقرنین نے کہا کہ یہ (تیار دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے

یعنی جب اس دیوار کو تیار دیکھا جس کا تیار ہونا معمولی کام نہ تھا تو بطور شکر کے کہا کہ اس میں مجھ پر بھی خدا کی رحمت ہے کہ میرے ہاتھ سے ایسا کام لیا اور اس دیوار سے باہر بسنے والوں کے لئے بھی رحمت ہے کہ یا جوج ماجوج کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ

پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آدے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آدے گا)

وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۝۹۸

تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے

اپنے وقت پر ضرور پورا ہوگا یہ مضمون ذوالقرنین نے شاید اس وجہ سے فرمایا ہو کہ اجمالی طور پر ہر شے کا فانی ہونا معلوم ہے یا ممکن ہے کہ ان کو الہام یا وحی کے ذریعہ سے اس کے منہدم ہونے کا مفصل حال کہ قیامت کے قریب ٹوٹے گی معلوم ہو گیا ہو جیسا کہ حدیثوں میں شرح ہے اور حضرت ذوالقرنین کا مقصود اس بات سے یہ تھا کہ آدمی کسی حال میں حق تعالیٰ سے غافل نہ ہو اور نہ کسی سامان پر غرور کرے بلکہ نعمت پر شکر کرے اور فنا کو پیش نظر رکھے اور جاننا چاہئے کہ مصنفین نے اس سد سکندری کے متعلق اپنی اپنی باتیں اور خیالات جمع کئے ہیں اور اپنی اپنی رائے سے اس کا مصداق متعین کرنا چاہا ہے لیکن قرآن وحدیث سے جو اس کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی مقبول بندہ ہے دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے تیسرے یہ کہ وہ دیوار لوہے کی ہے چوتھے یہ کہ اس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اس طرف یا جوج ماجوج ہیں جو ابھی باہر نہیں نکل سکتے چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس میں تھوڑا سا سوراخ ہو گیا ہے ساتویں یہ کہ وہ لوگ ہر روز اس کو چھیلے ہیں اور پھر وہ خدا کے حکم سے ویسی ہی دبیز ہو جاتی ہے اور قیامت کے قریب جو چھیلیں گے تو یوں کہیں گے کہ انشاء اللہ کل آر پار کر دیں گے اس روز پھر دبیز نہ ہوگی اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے آٹھویں یا جوج ماجوج کی قوت باوجود آدمی ہونے کے انسانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے اور شمار میں بھی بہت زیادہ ہیں نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام

کے وقت میں نکلیں گے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام وحی الہی سے اپنے خاص لوگوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جائیں گے باقی لوگ اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہو جائیں گے دسویں یہ کہ وہ دفعۃً غیر معمولی موت سے مر جائیں گے اول کے پانچ اوصاف قرآن میں اور آخر کے پانچ اوصاف احادیث صحیحہ میں ہیں ان اوصاف کو پیش نظر رکھ کر معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعہ اوصاف کسی ایک میں بھی موجود نہیں پس وہ خیالات صحیح نہیں اور حدیثوں کا انکار یا آیات میں بعید تاویل کرنا خود دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ کہنا کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا کہیں اس کا پتہ نہیں ملا اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کہ ہم تمام خشکی اور تری کا احاطہ کر چکے ہیں قابل تسلیم نہیں بلکہ عقلاً ممکن ہے کہ امریکہ کی طرح سمندر کے درمیان میں کوئی حصہ زمین کا ایسا ہو جہاں اب تک رسائی نہ ہوئی ہو کسی کے نہ پانے سے اس کا نہ ہونا لازم نہیں آتا پس جب مخبر صادق نے جس کا سچا ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی ہے تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور ایسے بددینوں کے فضول کلام کی طرف التفات کرنا دین کی کمزوری اور یقین کی کمی کے سوا کچھ نہیں اور قرآن میں سفر جنوب کا ذکر یا تو اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس سفر کا اتفاق نہ ہوا ہو یا اور کسی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

رابطہ: اوپر ذوالقرنین کے قول سے اس دیوار کے فنا ہونے کی اور یا جوج و ماجوج کے نکلنے کی طرف اشارہ تھا۔ آگے حق تعالیٰ اس وقت کی خاص حالت اور عموماً دنیا کا فنا ہو کر دوبارہ پیدا ہونا اس کے بعد جزاء و سزا کا معاملہ اور اعمال جزاء و سزا کا سبب ہونا اجمالاً بیان فرماتے ہیں۔ وتر کنا تا حولا۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُم يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ

اور ہم روزان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے

یعنی جب اس دیوار کے منہدم ہونے کا وقت آئے گا اور یا جوج و ماجوج نکلیں گے تو چونکہ وہ کثرت سے ہیں اور ایک دم سے نکل پڑیں گے تو ایک پر ایک گرتا پڑتا نکلے گا اور یہ قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا پھر کچھ دنوں کے بعد قیامت کا سامان شروع ہوگا حتیٰ کہ ایک بار اول صور پھونکا جائے گا جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جُمُعًا ۝۹۹ وَعَرَضْنَا

اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے

جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۝۱۰

اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی

كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي

آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق دیکھنے سمجھنے سے)

وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ۝۱۱

پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن بھی نہ سکتے تھے۔ سو کیا پھر بھی ان کافروں کا

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ

خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز (یعنی معبود

دُونِي أَوْلِيَاءُ

حاجت روا) قرار دیں

یعنی کفر پر ایسے سخت عذاب کا مرتب ہونا معلوم کر کے بھی کفر کرتے ہیں تو خیر وہ جانیں۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝۱۲

ہم نے تو کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے آپ (ان

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝۱۳

سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل

ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کرائی محنت سب گئی گزری

يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝۱۴

ہوئی اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں

یعنی اگر ان کو اپنے اعمال پر ناز ہو جن کو وہ اپنے نزویک اعمال حسنہ سمجھتے ہیں اور اس نسبت سے اپنے کو عذاب سے محفوظ اور نجات پانے والا سمجھتے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ یہ اعمال کام نہیں آنے کے آگے اشارۃً ان کی محنت ضائع ہونے کی وجہ بھی بتلاتے ہیں۔

رابطہ: اوپر تو حید و رسالت کے انکار پر عذاب کی دھمکی اور تصدیق و اطاعت پر ثواب کا وعدہ مذکور ہوا تھا آگے تو حید و رسالت کا اثبات اور

مومن کا ثواب صریح اور منکر کا عذاب دلالت مذکور ہے اور اسی پر سورۃ ختم ہے اور بعینہ یہی مضمون شروع سورۃ میں بھی تھا قل لو كان تارا احدًا

أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا (یعنی کتب الہیہ کا) اور اس سے ملنے کا (یعنی

فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ

قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اس لئے) ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت

الْقِيَمَةِ وَزَنَّا ۝۱۵

کے روز ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے (بلکہ) ان کی سزا وہی

بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آلِيَّتِي وَرُسُلِي

ہو گی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں

هَؤُلَاءِ ۝۱۶

کا مذاق اڑایا تھا بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے

كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝۱۷

لئے فردوس (یعنی جنت) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی

خَلِيدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حَوْلًا ۝۱۸

نکلے گا) اور نہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر

قُلْ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنْ يُدْرِكِ الْيَوْمَ

میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر (کاپانی) مروشنائی (کی جگہ) ہو تو میرے

لَنُفِذَ الْبَحْرَ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ

رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاوے (اور باتیں احاطہ میں نہ آویں)

جِنًا يَمْشِي مَدَدًا ۝۱۹

اگرچہ اس سمندر کی مثل ایک دوسرا سمندر (اس کی مدد کے لئے ہم لے آویں

تب بھی وہ باتیں ختم نہ ہوں اور دوسرا سمندر بھی ختم ہو جائے پس اس کے کمالات تو غیر متناہی ہیں اور کوئی تراشیدہ معبود ایسا ہے نہیں پس معبودیت اور ربوبیت کا خدا کے ساتھ ہونا ثابت ہو گیا اور کمالات میں حکم بھی داخل ہے تو اس سے خدا کے علم کا غیر متناہی ہونا بھی ثابت ہو گیا پس

اس سے یہود کے اس قول کا جواب ہو گیا جو انہوں نے ما او تیتیم من العلم الا قليلا سن کر کہا تھا کہ ہمارا علم بہت ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ خدا کے علم کے مقابلہ میں سب تھوڑا ہی ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اور آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں

یعنی میں بشریت کے سوا فرشتہ وغیرہ ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا جس سے توحش کیا جائے۔

يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ

میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق)

يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ

ایک ہی معبود ہے

پس نہ تو وحی کا آنا کچھ عجیب نہ اس کا مضمون کچھ وحشت ناک کیونکہ توحید تو دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے پس تم جو میرے ساتھ انکار سے پیش آئے ہو تو یہ بتلاؤ کہ میں کس مستبعد یا محال کا دعویٰ کر رہا ہوں۔

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے

یعنی جو خدا کا مقرب و محبوب بننا چاہے وہ مجھ کو رسول مان کر میری شریعت کے موافق عمل کرتا رہے کیونکہ توحید و رسالت کے اعتقاد پر تو نجات ہمیشہ کے لئے موقوف ہے اور اعمال صالحہ پر بھی اکثر تو موقوف ہے ہی بلکہ کبھی فضل بھی سبب ہو جاتا ہے۔

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے

اس جگہ شرک میں شرک خفی بمعنی ریا کا بھی داخل ہونا حدیث سے معلوم ہوتا ہے لطیفہ قل لو کان البحر الخ اس آیت کی تفسیر لکھنے کے وقت مجھے اپنے ایک بزرگ جناب ماموں منشی شوکت علی صاحب مرحوم کا ایک مخمس جو گویا اس آیت کا ترجمہ ہے یاد آیا دلچسپی کے لئے اس کو نقل کرتا ہوں واقعی خوب کہا ہے۔

اگر جملہ دریا شود روشنائی کند کلک اشجار مدحت سرائی

محال از ثنائے تو عہدہ برائی ازل تا ابد اے تو فرمانروائی

کرا جز تو در ملک تو بادشاہی

سورة مريم عليها السلام الآية السجده وهي

اوتسع وتسعون آية كذا في البيضاوي

رابطہ: اس سورۃ کا خلاصہ تین مضمون ہیں اول اثبات توحید چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت اور بعض آیات واقعہ آخر کی اس پر دال ہیں دوم اثبات نبوت اس کی تقریر دو طرح پر ہے ایک تو بعض انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمانے سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ نبوت کوئی عجیب و غریب چیز نہیں آپ سے پہلے بھی بعض حضرات کو یہ دولت عطا ہوئی ہے دوسرے یہ کہ باوجود کسی سے علم نہ حاصل کرنے کے آپ نے گزشتہ خبروں کو کس طرح صحیح صحیح بیان فرمایا ہے جو کہ صاحب وحی ہونے کی دلیل ہے تیسرے قیامت کے مباحث ہیں جن میں جزا و سزا کے ذکر کے ساتھ منکرین کے بعض شبہات کا بھی جواب ہے اور اس طرح سورۃ گزشتہ کے ختم پر آپ کی رسالت کا ذکر ہے اس سورت کے شروع میں بعض انبیاء سابقین کی نبوت کا مضمون ہے اس تقریر سے اس سورت کا پہلی کے ساتھ نیز اس کے اجزاء میں بھی خود باہم ارتباط معلوم ہو گیا۔ بسم الله الرحمن الرحيم كَهَيْعَصَ تَايَعْت حَيَا

(۱۹) سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (۴۴)

سورۃ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

كَهَيْعَصَ ۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ

کھیعص یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ

زَكَرِيَّا ۲ اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۳

زکریا پر جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاسْتَعَلَ

عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری) کے کمزور ہو گئیں

الرَّاسُ شَيْبًا

اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی

یعنی تمام بال سفید ہو گئے اور اس حالت کا متعظایہ تھا کہ میں اس حالت میں اولاد کی درخواست نہ کروں مگر آپ کی قدرت و رحمت بڑی کامل ہے۔

ف: یعنی جس علم و عمل کی تم دعا کرتے ہو وہ اس فرزند کو ضرور عطا کریں گے اور عقلی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نظر میں مال و متاع ذرا بھی بہتم بالشان نہیں ہوتا کیا وہ اس لئے دعا مانگتے کہ میرا روپیہ پیسہ میرے رشتہ داروں کو نہ ملے اگر یہ کہا جائے کہ ہاں دوسروں کو ملنا اس لئے نہ چاہتے تھے کہ وہ اس کو معاصی میں صرف کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس سے مورث پر مواخذہ نہیں ہوتا جو اس سے بچنے کی فکر ہو اور لفظ میراث صرف مال میراث ہی کے ساتھ خاص نہیں ثم اور ثنا الكتب الذين اصطفتنا من عبادنا میں کتاب اور علوم کو بھی میراث کہا گیا ہے اور اس مسئلہ میں اہل سنت کی تائید خود شیعہ کی کتابوں میں موجود ہے کافی کلینی ابی الخثری کی روایت سے امام جعفر کا قول نقل کیا ہے۔ ان العلماء ورثة الانبياء و ذلك ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا ديناراً وانما ورثوا احاديث من احاديثهم فمن اخذ بشيء منها فقد اخذ بحظ وافر کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء کی میراث روپے اشرفیاں نہیں ہوتیں بلکہ علماء ان کی احادیث اور علم کے وارث ہوتے ہیں سو جس نے ان احادیث میں سے کچھ حاصل کر لیا اس نے پورا حصہ لے لیا اور نیز دوسری روایت امام جعفر اسی سے کافی کلینی میں ہے۔ قال ان سليمان ورث داود و ان محمدا صلى الله عليه وسلم ورث سليمان عليه السلام کہ سليمان عليه السلام حضرت داود کے وارث ہوئے اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سليمان کے وارث ہوئے اور ظاہر ہے کہ حضور کی وراثت حضرت سليمان عليه السلام سے مالی ہو ہی نہیں سکتی اور سورہ آل عمران میں اس دعاء خاص کا سبب حضرت مریم کی کہ منتیں ظاہر ہونا آیا ہے اور یہاں دوسرا سبب مذکور ہے سودوئوں میں منافات نہیں ممکن ہے کہ اصل رغبت اس سبب سے ہو اور اظہار دعا کا سبب وہ کرامات بن گئی ہوں ایک شبہ یہاں یہ ہوتا ہے کہ ذکر یا علیہ السلام کی دعا میں یہ بھی ہے کہ وہ لڑکا میرا وارث ہو جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ میرے بعد بھی باقی رہے اور سورہ انبیاء میں فاستجبناہ سے اس دعاء کا قبول ہونا بھی معلوم ہو گیا حالانکہ یحییٰ علیہ السلام ان سے پہلے قتل کئے گئے جواب یہ ہے کہ اول تو یحییٰ علیہ السلام کے پہلے قتل ہونے کا قصہ ثابت نہیں دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاستجبناہ کے معنی ہوں کہ اس دعاء کے بعض اجزاء کو ہم نے قبول کر لیا تو اگر وہ پہلے ہی قتل ہوئے ہوں تب بھی اشکال نہیں ف: یعنی عالم بھی اور باعمل بھی ہوگا۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے جو فرشتوں کے راستہ سے ہوا تھا۔ یعنی جس علم و عمل کی تم دعا کرتے ہو وہ اس فرزند کو ضرور ہی عطا کریں گے اور اس سے زیادہ بھی کچھ خاص اوصاف عنایت کئے

وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝

اور (اس کے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں

یعنی میں اس قدرت و رحمت کے ظہور کا ہمیشہ عادی رہا ہوں اسی وجہ سے بعید سے بعید مقصود کو بھی طلب کرنے میں مضائقہ نہیں۔

وَإِنِّي خِفْتُ الْهَوَالِي مِنْ وَّرَائِي ۝

اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں

اندیشہ یہ کہ وہ میری مرضی کے موافق شریعت کے خدمت نہ بجا لادیں گے اس لئے ایسی اولاد کی طلب ہے جس میں خاص خاص اوصاف پائے جاویں جن کے بعد اس سے خدمت دین کی توقع ہو۔

وَكَانَتْ أُمْرَاتِي عَاقِرًا ۝

اور میری بی بی بانجھ ہے

جس کے کبھی باوجود میرے مزاج کی صحت کے اولاد ہی نہیں ہوئی اور اب بھی میرا بڑھاپا آ گیا اس لئے ظاہری اسباب اولاد ہونے کے کچھ نہیں ہیں۔

فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝

سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے

یعنی خرق عادت کے طور پر بلا واسطہ ظاہری اسباب کے۔

يَرِثُنِي وَيَرِثُ

ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجئے کہ وہ (میرے علوم خاصہ میں میرا وارث بنے

یعنی پہلوں اور پچھلوں کے علوم سب اس کو حاصل ہوں پس یہاں مالی وراثت مراد نہیں جس کی نقلی دلیل تو خود لفظ من ال یعقوب ہے کیونکہ یحییٰ علیہ السلام تمام خاندان یعقوب کے اموال کے وارث کس طرح ہو گئے تھے۔

مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنائیے

یعنی عالم بھی اور باعمل بھی ہو

لِذِكْرِي إِنْ أَنْبَشْتُكَ بِعِلْمِ إِسْمِهِ يَحْيَىٰ ۝

اے ذکر یا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا

لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝

اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا

کوئی بیماری وغیرہ نہ ہوگی اسی وجہ سے ذکر اللہ کے ساتھ کلام کرنے پر قدرت رہے گی چنانچہ باذن الہی ذکر یا علیہ السلام کی بی بی حاملہ ہوئیں اور حسب علامت ذکر یا علیہ السلام کی زبان بند ہوگئی۔

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْبَحْرَابِ فَأَوْحَىٰ

پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور ان کو اشارے

إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝

سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو

اشارہ سے اس لئے کہا کہ زبان سے بول نہ سکتے تھے اور یہ تسبیح کا حکم یا تو حسب معمول تھا کہ ہمیشہ زبان سے ان کی یاد دہانی کرتے تھے یا اس نئی نعمت کے شکر میں خود بھی تسبیح کی زیادتی فرمائی اور دوسروں کو بھی اس کا امر فرمایا غرض پھر یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچے اور ان پر احکام الہی نازل ہوئے۔

يُحْيِي خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ

اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو

یعنی توریت کو کیونکہ اس وقت وہی کتاب شریعت کی تھی انجیل کا نزول بعد میں ہوا مطلب یہ کہ ان پر خاص کوشش کے ساتھ عمل کرو۔

وَآتَيْنَهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے

وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۝

پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی

حکم میں علم کی طرف اور حنان و زکوٰۃ میں اخلاق کی طرف اشارہ ہو گیا آگے ظاہری اعمال کی طرف اشارہ فرماتے ہیں

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ

اور وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے

اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف اشارہ ہو گیا

وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ

اور وہ (حق کے ساتھ) سرکشی کرنے والے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے

والے نہ تھے اور ان کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن

جاویں گے مثلاً خوف الہی سے خاص درجہ کی رقت قلب وغیرہ۔

قَالَ رَبِّ اَتَىٰ يَكُونُ لِي عِلْمٌ وَكَانَتْ اُمْرَاتِي

ذکر کیا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ

عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝

میری بی بی بائجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں

چونکہ دعا قبول کرنے کے وقت کوئی خاص کیفیت بچہ پیدا ہونے کی نہ بتلائی گئی اس لئے ذکر یا علیہ السلام نے اس کیفیت کے متعلق سوال کیا کہ اولاد کس طور پر ہوگی کیا ہم جوان ہو جاویں گے یا مجھ کو دوسرا نکاح کرنا پڑے گا یا اسی حالت موجودہ میں اولاد ہوگی۔

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ

ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یونہی رہے گی

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ هٰٓئِنٍ ۚ وَقَدْ خَلَقْتِك مِّنْ

(اور پھر اولاد ہوگی اے ذکر کیا) تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو

قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝

آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش کے قبل) کچھ بھی نہ تھے

اسی طرح دوسرے اسباب بھی کوئی چیز نہ تھے جب معدوم کا موجود کرنا مجھے آسان ہے تو ایک موجود سے دوسرے کو موجود کر دینا کیا مشکل ہے اور یہ سب ارشاد امید قوی کرنے کے لئے تھا نہ کہ شبہ دفع کرنے کے لئے کیونکہ ذکر یا علیہ السلام کو کوئی شبہ نہ تھا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيٓ اٰيَةً ۖ

(جب) ذکر کیا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے

مطلب یہ کہ وعدہ پر تو مجھے اطمینان ہے اور اس وعدہ کے واقع ہونے یعنی حمل قرار پانے کی کوئی علامت بھی بتلا دیجئے تاکہ زیادہ شکر کروں۔

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ

ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (اور تین دن تک)

سَوِيًّا ۝

آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے

كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ صَلَّى

(تو یہاں سے ہٹ جاوے گا) فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں
آدمی نہیں ہوں جو تم مجھ سے ڈرتی ہو۔

لَا هَبَ لَكَ عِلْمًا زَكِيًّا ۝

تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں

یعنی اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے منہ میں یا گریبان میں دم کر دوں
تاکہ اس کے اثر سے باذن الہی لڑکا پیدا ہو۔

قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ

وہ (تجبا) کہنے لگیں کہ (بھلا) میرے لڑکا کس طرح ہو جاوے گا

يَمْسَسَنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝

حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں

یعنی منجملہ ظاہری شرائط کے اولاد ہونے کے لئے مرد کی مقاربت بھی
ایک شرط ہے اور وہ بالکل مفقود ہے کیونکہ نہ تو میرا نکاح ہوا نہ ویسے مجھے
کسی نے ہاتھ لگایا اول اول اگرچہ مریم نے فرشتہ کو نہیں پہچانا تھا مگر ان کی
تقریر سن کر نور ولایت سے پہچان لیا اور یقین آ گیا پس یہ شبہ نہ ہو سکتا کہ
حضرت مریم علیہ السلام نے اس کا نرا دعویٰ کیسے قبول کر لیا اور اس غرض
خاص کے لئے فرشتہ کے آنے اور کلام کرنے سے حضرت مریم کا نبی ہونا
لازم نہیں آتا اور صورت بدلنے سے فرشتہ کی حقیقت کا بدل جانا بھی لازم
نہیں آتا یہ صورتیں ان کی حقیقت کے اعتبار سے ایسی ہیں جیسے ہمارے
اعتبار سے مختلف لباس اور فرشتوں کے صورت بدل لینے پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا
کہ پھر ہر شخص میں یہ احتمال ہے کہ شاید کوئی دوسری مخلوق اس شخص کی شکل
میں ظاہر ہوئی ہو وجہ یہ کہ ایسے امور شاذ و نادر واقع ہوتے ہیں پس بدوں
دلیل کے یہ احتمال محض فضول ہے جو عقلاً بالکل معتبر نہیں اور شاید اصلی
صورت میں فرشتہ کے نہ آنے کی یہ حکمت ہو کہ ڈرنے جائیں اور انسان کی
صورت میں اس لئے آئے ہوں کہ جنس کو جنس سے انس ہوتا ہے اور مکان
کا شرقتی ہونا اتفاقاً تھا قصداً نہ تھا۔

قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىٰ هَيِّئٍ ج

فرشتہ نے کہا کہ یونہی (اولاد) ہو جاوے گی تمہارے رب نے
ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے

يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے
یعنی وہ عند اللہ ایسے وجیہ اور مکرم تھے کہ ان کے حق میں خدا تعالیٰ یہ
ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر حالت میں ان کو ہمارا سلام پہنچے واذکر فی
الکتاب مریم تا مقضیا۔

وَإِذْ كَرُّ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ

اور (اے محمد صلم) اس کتاب میں مریم کا ذکر بھی کیجئے

یعنی قرآن کی اس خاص سورت میں ان کا ذکر بھی کیجئے کیونکہ پہلے
قصہ کے ساتھ اس کو بہت مناسبت ہے۔

إِذْ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝

جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہو کر) ایک ایسے مکان میں جو شرق کی جانب میں تھا

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۝

(غسل کے لئے) گئیں پھر ان (گھر والے) لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا

تاکہ آڑ میں غسل کر سکیں مریم کا اول رہنا سہنا مسجد کے متصل
مکانات میں تھا پس اس وقت اگر یہ جوان تھیں تب تو اپنی خالہ یعنی حضرت
زکریا کی بی بی کے پاس ان کے گھر میں آ رہی ہوں گی اور اگر جوان نہ تھیں
جیسا کہ بعض کا قول ہے تو غسل کے لئے گھر آئی ہوں گی اور غسل کو مفسرین
نے روایات سے بھی نقل کیا ہے اور فاتخذت من دونہم حجاباً یعنی
ان کا پردہ ڈالنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم۔

فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا

پس (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ جبریل کو بھیجا اور ان

بَشَرًا سَوِيًّا ۝

کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا

یعنی ہاتھ پاؤں اور حسن و جمال میں پورا آدمی تھا چونکہ حضرت مریم
ان کو بشر سمجھیں اس لئے گھبرا گئیں۔

قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ

کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمن کی
پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے

یعنی میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں بلکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بدون اسباب ظاہری کے پیدا کرنا مجھے مشکل نہیں۔

وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا

اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی (قدرت کی) بنادیں اور باعثِ رحمت بنائیں

کیونکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت ہوگی اور ہدایت کے بعد رحمت نازل ہوگی۔

وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝۲۱

اور یہ ایک طے شدہ بات ہے

یعنی بے باپ کے اس بچہ کا پیدا ہونا طے ہو چکا ہے فحملہ تانسیا

فَحَمَلَتْهُ

(جو ضرور ہوگی) پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا

یعنی اس گفتگو کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماری جس سے ان کو حمل رہ گیا۔

فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝۲۲

پھر اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں جب کہ ان کو آثارِ وضعِ حمل کے معلوم ہوئے تو جنگل پہاڑ میں چلی گئیں وہاں ان کو درد شروع ہوا۔

فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۝۲۳

پھر دردِ زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں تاکہ اس کے سہارے بیٹھ سکیں اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس و جلیس درد سے بے چین ایسے وقت جو سامانِ راحت و ضرورت کا ہونا چاہئے وہ ندارد اور ہر بچہ ہونے پر بدنای کا خیال آخر گھبرا آ گئیں۔

قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ

(گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور

نَسِيًّا مِّنْ نَّسَاءِ ۝۲۴

ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی

اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے جبریل آ پہنچے اور ان کے احترام کی وجہ

سے سامنے نہیں گئے بلکہ جہاں حضرت مریم تھیں اس سے نیچے کسی جگہ آڑ میں آئے یہ تمنائے موت اگر دنیا کے غم سے تھی تب تو غلبہ حال کی وجہ سے حضرت مریم علیہ السلام کو معذور کہا جائے گا کیونکہ ایسی حالت میں انسان پوری طرح مکلف نہیں رہتا اور اگر دین کے غم سے تھی کہ لوگ مجھے بدنام کریں گے اور شاید مجھ سے اس پر صبر نہ ہو سکے تو بے صبری کے گناہ میں مبتلا ہوں گی مرجاتی تو اس گناہ سے بچی رہتی تو ایسی تمنا موت کی حرام نہیں۔

فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي

پس جبریل نے ان کی (اس) پائیں (مکان) سے ان کو پکارا کہ تم مغموم مت ہو نہ بے سروسامانی کا غم کرو نہ بدنای کا خوف کیونکہ حق تعالیٰ نے ہر بات کا انتظام کر دیا ہے۔

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝۲۵

تمہارے رب نے تمہاری پائیں میں ایک نہر پیدا کر دی ہے

جس کے دیکھنے سے اور پانی پینے سے طبعی فرحت ہوتی ہے و نیز حسب روایت روح ان کو اس وقت پیاس بھی تھی اور اگر وہ پانی گرم بھی ہو جیسا کہ بعض چشموں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے تو مزاج کے بھی بہت موافق ہوگا کیونکہ طبی مسئلہ کی رو سے گرم چیزوں کا استعمال بچہ پیدا ہونے سے پہلے ولادت کو سہل کرتا اور بعد ولادت کے فضلات کو دفع کرتا اور طبیعت کو قوت دیتا ہے نیز علاوہ طبعی قوت کے خلاف عادت بطور کرامت کے اس نہر کا پیدا ہونا چونکہ عند اللہ مقبول ہونے کی علامت تھی اس لئے روحانی مسرت بھی اس سے حاصل تھی۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ

اور اس کھجور کے تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے

عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا ۝۲۶

تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے

کہ اس سے بھی پھل کھانے میں جسمانی لذت اور اس کھجور کے درخت پر خلاف عادت بطور کرامت کے پھل آ جانے سے روحانی لذت تھی اور دردِ زہ میں پانی اور کھجور کا استعمال طباً بھی مفید ہے کھجور کثیر الغذا خون پیدا کرنے والی بدن کو موٹا کرنے والی اور گردہ و کمر اور جوڑوں کو قوت دینے والی ہے اس وجہ سے زچہ کے لئے عمدہ غذا اور بہتر دوا ہے۔ اور حرارت کی وجہ سے جو اس کی مضرت ہے سو اول تو تازہ کھجور میں گرمی کم ہوتی ہے دوسرے

جِئْتُ شَيْئًا فَرِيًّا ۝۲۷

مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا

لوگوں نے جو دیکھا کہ ان کی شادی تو ہوئی نہیں پھر یہ بچہ کیسا بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تم نے نعوذ باللہ بدکاری کی اور یوں تو بدکاری ہر ایک کے لئے بری چیز ہے لیکن تم سے ایسا فعل ہونا زیادہ غضب کی بات ہے کیونکہ تمہارے خاندان میں کسی نے ایسا نہیں کیا۔

يَا خَتُّ هَرُونَ مَا كَانَ أَبُوكَ امْرَأَ سَوْءٍ

اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے

وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ۝۲۸

اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں

پھر یہ اثر تم میں کہاں سے آیا پھر ہارون جو تمہارے رشتہ کے بھائی ہیں جن کا نام ہارون پیغمبر علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے وہ تو کیسے کچھ نیک شخص ہیں غرض جن کا خاندان کا خاندان پاک صاف ہو اس سے یہ حرکت ہونا کتنا بڑا غضب ہے۔

فَإِشَارَتْ إِلَيْهِ

پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا

یعنی یہ تقریر سن کر خود کچھ جواب نہیں دیا بلکہ بچہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو کچھ کہنا ہو اس سے کہو یہ جواب دے گا۔

قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْهَيْدِ

وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں

صَبِيًّا ۝۲۹

بچہ ہی ہے

وہ لوگ یہ سمجھے کہ یہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتی ہیں کیونکہ بات اس شخص سے کی جاتی ہے جو خود بھی بات چیت کرتا ہو اور یہ بچہ بات چیت پر قادر نہیں اس سے کیا بات کریں۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قَفْ

وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں

نہ تو خدا ہوں جیسا کہ جہلاء نصاریٰ سمجھیں گے اور نہ غیر مقبول ہوں

پانی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تیسرے نقصان جب ظاہر ہوتا ہے کہ اعضاء میں ضعف ہو ورنہ کوئی چیز بھی کچھ نہ کچھ مضرت سے خالی نہیں ہوتی۔

فَكُلِّيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا

پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو

یعنی بچہ کے دیکھنے سے اور کھانے پینے سے اور عند اللہ مقبول ہونے کی علامت دیکھنے سے خوش ہو۔ یہ تو بے سروسامانی کا انتظام پھر جب بدنامی کے احتمال کا موقع آوے یعنی کوئی آدمی اس قصہ پر مطلع ہو اور تہمت لگا دے تو اس کا انتظام آگے بٹلاتے ہیں۔

فَمَا تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِيْ إِنِّيْ

پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہہ دینا کہ میں

نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ

نے تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے

إِنْسِيًّا ۝۳۰

نہیں بولوں گی

یعنی تم زبان سے مت بولنا بلکہ اشارہ سے یہ بات کہہ دینا اور اتنا جواب دے کر بے فکر ہو جانا پھر اللہ تعالیٰ معجزہ کے طور پر اس بچہ کو بولتا کر دے گا جو تمہاری عصمت و نزاہت کی دلیل ہو جائے گی غرض ہر غم کا علاج ہو گیا اور اگر شبہ ہو کہ حضرت مریم کو جو کہا گیا کہ تم کہہ دینا کہ میں نے نذر کی ہے سو انہوں نے تو نذر نہ کی تھی جواب یہ ہے کہ اسی سے یہ حکم بھی سمجھا گیا کہ تم نذر بھی کر لینا اور اس کو ظاہر کر دینا اور بلا واسطہ مرد کے حمل قرار پانا اور بچہ پیدا ہونا یہ معجزہ ہے اور معجزات میں خواہ کتنا ہی استبعاد ہو مضا کفہ نہیں لیکن اس میں تو کچھ بہت زیادہ استبعاد بھی نہیں کیونکہ طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تنہا عورت کی منی سے بھی اعضاء بن سکتے ہیں اس لئے رجا کی بیماری میں کچھ نا تمام اعضاء کی صورت بن جاتی ہے قانون میں اس کی تصریح ہے پس اگر یہی قوت کچھ اور بڑھ جائے کہ پوری صورت عورت ہی کی منی سے بن جائے تو کیا مشکل ہے غرض مریم علیہا السلام کی اس کلام سے تسلی ہو گئی اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ فانت به تا ابعث حیا۔

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِيلُهُ قَالُوا يَهْرِيْمُ لَقَدْ

پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے

جیسا کہ یہود سمجھیں گے۔

اَتَدْنِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝

اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی

یعنی آئندہ دے گا مگر بوجہ یقینی ہونے کے ایسا ہی ہے کہ جیسے اب دے دے یہ اپنی مقبولیت اور خاص بندہ ہونے کے آثار بتلائے

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا

اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنا دے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا

یعنی مجھ سے مخلوق کو دین کا نفع پہنچے گا اور وہ نفع احکام کا پہنچانا ہے خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے وہ تو نفع پہنچا ہی دیں گے

اَيِّنَ مَا كُنْتُ ۝ وَاَوْصِنِي بِالصَّلَاةِ

میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز

وَالزَّكَاةَ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝

اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ ہوں

اور ظاہر ہے کہ آسمان پر جانے کے بعد مکلف نہیں رہے پس اس تفسیر سے اہل قادیان کو استدلال کی گنجائش نہیں رہی وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندگی بھر کے لئے نماز اور زکوٰۃ کا حکم تھا سو اگر وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہاں بھی نماز وغیرہ کے مکلف ہوں جواب ظاہر ہے کہ اس جگہ حیات دنیوی سے مراد ہے آسمان پر جانے کے بعد وہ اس کے مکلف نہیں رہے پھر جب دنیا میں آئیں گے مکلف ہو جائیں گے اور اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی تو مطلب یہ ہوگا کہ میری شریعت میں زکوٰۃ فرض کی گئی ہے گواہی کے واسطے ہو۔

وَبَرَّأَبَوَالِدَتِي ز

اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا

چونکہ بے باپ کے پیدا ہوئے ہیں اس لئے والدہ کی تنہا کی گئی۔

وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝

اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا

کہ خدا تعالیٰ یا والدہ کے حق سے سرکشی کر کے یا ان حقوق و اعمال کو ترک کر کے بد بختی خریدوں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ

اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مردوں

اور وفات کا زمانہ قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بعد ہوگا۔

وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝

اور جس روز میں (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا

اور اللہ کا سلام دلیل ہے خاص بندہ ہونے کی پس عیسیٰ علیہ السلام کے ان تمام اقوال و اوصاف سے مریم کی پاکی اور عصمت ثابت ہو گئی جو خلاف عادت بالکل ہی بچپن میں عیسیٰ علیہ السلام کے بولنے سے ظاہر ہے جس میں سب سے بڑھ کر اس مقصود کو ثابت کرنے والا وصف نبوت ہے کیونکہ نبوت کے ساتھ نسب کی خرابی جو کہ اعلیٰ درجہ میں عار کا سبب ہے جمع نہیں ہو سکتی اور نبوت کا ثبوت اس معجزہ سے ہو گیا کہ آپ نے خرق عادت کے طور پر کلام کیا ذلک عیسیٰ ابن مریم قاریو جعون۔

ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۝

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم

جن کے اقوال و احوال سے ان کا مقبول بندہ ہونا معلوم ہوتا ہے نہ ایسے ہیں جیسے کہ عیسائیوں نے ان کو بندگی سے خارج کر کے خدائی تک پہنچایا ہے اور نہ ایسے ہیں جیسا کہ یہودیوں نے ان کو مقبول بندہ بھی نہ مانا بلکہ طرح طرح کی تہمتیں ان پر لگائی ہیں۔

قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝

میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ

كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحٰنَہٗ ط

شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد اختیار کرے وہ (بالکل) پاک ہے وہ جب

اِذَا قَضٰی اَمْرًا اَفَا نَهَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ط

کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو سو وہ ہو جاتا ہے

اور جس کی یہ شان ہوا ایسے باکمال کے واسطے اولاد ہونا عقلاً بڑا نقص ہے چونکہ یہود کا قول ظاہر میں بھی نبی کی تنقیص کا موجب تھا جو کہ بالکل باطل ہے اس لئے اس مقام پر اس کے رد کی طرف توجہ نہیں فرمائی بخلاف نصاریٰ کے قول کے کہ اس سے بظاہر کمال ثابت ہوتا تھا کہ وہ نبوت کے ساتھ ان کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اس لئے اس کو خاص اہتمام سے رد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ اس

جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ جنت اور دوزخ والوں کو موت کو
بشکل دنبہ دکھلا کر ذبح کر دیا جائے گا اور دونوں کو ہمیشہ رہنے کا حکم
سنا دیا جائے گا۔ رواہ الشیخان اور اس وقت کی حسرت کا بے حد ہونا ظاہر
ہے واذکرتا ولیا

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا

اور وہ لوگ (آج دنیا میں) غفلت میں ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے

نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِنَّا

(لیکن آخرا یک دن مرے گے اور) تمام زمین اور زمین کے رہنے والوں

يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ

کے ہم ہی وارث (یعنی آخر مالک) رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے پاس

لوٹائے جاویں گے اور اس کتاب میں ابراہیم کا (قصہ) ذکر کیجئے

تاکہ لوگوں کو توحید و رسالت کا مسئلہ زیادہ منکشف ہو جائے۔

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿۴۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو کہ

يَا بَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ

مشرک تھا) کہا اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ

وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۲﴾

کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے

حالانکہ اگر کوئی دیکھتا سنتا کچھ کام بھی آتا ہو وہ بھی اگر کامل قدرت
والا نہ ہو تب بھی عبادت کے لائق نہیں تو جس میں یہ اوصاف بھی نہ ہوں
یعنی بت وغیرہ وہ تو بدرجہ اولیٰ عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔

يَا بَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ

اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا

مراد وحی کا علم ہے جس میں غلطی کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا پس میں جو
کچھ کہہ رہا ہوں وہ یقیناً حق ہے۔

فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يَا بَتِ

تو تم میرے کہنے پر چلو تم کو میں سیدھا راستہ بتاؤں گا اے میرے باپ تم

میں توحید کے انکار کی وجہ سے حق تعالیٰ کی تنقیص لازم آتی ہے آگے مشرکین
کے سنانے کے لئے آپ کو توحید کا مضمون بیان کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور
بعضوں نے ان اللہ رہی و ربکم الخ کو بھی عیسیٰ علیہ السلام کا قول مانا ہے
یعنی اوپر جو کلام مذکور ہوا وہ نبوت سے پہلے کا تھا پھر نبوت کے بعد یہ فرمایا۔

وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوا هَذَا

اور بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو (صرف) اسی کی

صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿۳۶﴾

عبادت کرو یہی (دین کا) سیدھا راستہ ہے

یعنی خالص خدا کی عبادت کرنا اور توحید کا اختیار کرنا۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

سو (پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارے میں) باہم اختلاف ڈال دیا

یعنی باوجودیکہ توحید پر دلائل عقلی اور نقلی قائم ہیں پھر بعض لوگوں نے
توحید کا انکار کر کے طرح طرح کے مذاہب ایجاد کر لئے۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ

سو ان کافروں کیلئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی

عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾

خرابی (ہونے والی) ہے

اس سے مراد قیامت کا دن ہے جو بوجہ درازی اور شدت کے بڑا عظیم نشان ہوگا۔

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا

جس روز یہ لوگ (حساب و جزا کے لئے) ہمارے پاس آویں گے

کیسے شنو اور مینا ہو جاویں گے

کیونکہ قیامت میں تمام حق باتیں پیش نظر ہو جاویں گی اور سب
غلطیاں رفع ہو جائیں گی۔

لَكِنَّ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۳۸﴾

لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں کیسی) صریح غلطی میں ہیں اور آپ ان لوگوں کو

وَأَنْذَرَهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ

حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ (جنت دوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا

لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ط

شیطان کی پرستش مت کرو

یعنی شیطان کو اور اس کی عبادت کو تو تم بھی برا سمجھتے ہو اور بت پرستی میں شیطان کی عبادت یقیناً لازم آتی ہے کیونکہ وہی یہ حرکت کراتا ہے اور تم اس کا کہنا مانتے ہو اور کسی کی ایسی اطاعت کرنا کہ حق تعالیٰ کے مقابلہ میں بھی اس کی بات کو حق سمجھتے یہی عبادت ہے۔ پس بت پرستی میں شیطان پرستی ضرور ہوئی۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۝۳۴

بیشک شیطان رحمن کا نافرمانی کرنے والا ہے اے میرے باپ میں اندیشہ

يَا بَتِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابُ مَنْ

کرنا ہوں کہ تم پر رحمن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آ پڑے پھر تم (عذاب

الرَّحْمَنِ فَتَكُونُ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝۳۵

(میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ

یعنی جب اطاعت میں اس کا ساتھ دو گے تو عذاب میں بھی اس کا ساتھ ہوگا جس کو کوئی بھلائی چاہنے والا اپنے واسطے پسند نہ کرے گا اور وہ عذاب دنیا میں ہو یا آخرت میں اگرچہ شیطان کو صرف آخرت ہی میں ہوگا مگر مزا پانے میں تو سب برابر ہوں گے اور عذاب کے ساتھ من الرحمن کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ گورحمن ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ کفر پر سزا نہ دیں گے بلکہ باوجود رحمن ہونے کے بھی اس پر جزاء و سزا دیں گے قال اراغب تا علیا۔

قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَارْجَمَكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۝۳۶

باپ نے جواب دیا کہ تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم

اور اسی لئے مجھ کو بھی منع کرتے ہو یاد رکھو کہ ان بتوں کی برائی سے اور مجھ کو ان کی عبادت سے منع کرنے سے باز آ جاؤ۔

لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَارْجَمَكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۝۳۶

اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مارے پتھروں کے سنگسار کر دوں گا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ سے برکنار رہو

یعنی میرے کہنے سننے سے علیحدہ رہو۔

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۝

ابراہیم نے کہا میرا سلام لو

کیونکہ اب تم سے کہنا سننا بے سود ہے۔

سَأَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي ط

تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی (اس طرح) درخواست کروں گا اس طرح کہ تم کو ہدایت کرے جس پر مغفرت مرتب ہوئی ہے۔

إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝۳۷

بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے

اس لئے اسی سے عرض کروں گا اس کا قبول کرنا یا نہ کرنا ہر ایک میں رحمت و مہربانی ہے اور تم اور تمہارے ہم مذہب میری حق بات کو نہیں مانتے تو تم میں رہنا بھی فضول ہے۔

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں

یعنی دل سے تو جدا ہو ہی گیا ظاہر سے بھی علیحدہ ہوتا ہوں یعنی یہاں رہنا بھی نہیں۔

وَأَدْعُو رَبِّي ۝۳۸

اور (علیحدہ ہو کر اطمینان سے) اپنے رب کی عبادت کروں گا امید ہے کہ

شَقِيًّا ۝۳۸

اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا

جیسا کہ بت پرست اپنے جھوٹے معبودوں کی عبادت کر کے محروم رہتے ہیں غرض اس گفتگو کے بعد ان سے اس طرح علیحدہ ہوئے کہ ملک شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے

فَلَمَّا أَعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان

اللَّهِ لَا وَهْبًا لَهُ إِسْحَاقُ وَيَعْقُوبُ ط

سے علیحدہ ہو گئے (تو) ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمادیا

جو رفاقت کے لئے اس بت پرست قوم سے بدرجہا بہتر تھے

وَكَلَّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن

اور ہم نے (ان دونوں میں) ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی

رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُم لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

رحمت کا حصہ دیا اور (آئندہ نسلوں میں) ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا

کہ سب تعظیم اور ثناء کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں اور اسحاق علیہ السلام سے پہلے اسماعیل علیہ السلام بھی ان ہی صفات کے ساتھ موصوف ہو کر عطا ہو چکے تھے۔ مگر اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اس جگہ اس لئے نہیں فرمایا کہ اول تو وہ دوسروں سے پہلے عطا ہو چکے تھے تو پچھلوں کے ذکر سے پہلے کا ذکر خود ہی سمجھ میں آ جاتا ہے دوسرے ان کا ذکر مستقل طور پر آئندہ قریب ہی آتا ہے۔ تیسرے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے اہل عرب کے قلوب کو قائل کرنا مقصود تھا اسی طرح اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے ذکر سے اہل کتاب کے قلوب کو مائل کرنا مناسب ہے اور اسی وجہ سے اس کے متصل موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے پھر ان کے بعد اسماعیل علیہ السلام کا ذکر آدے گا۔ واللہ اعلم واذکر تا بکیرا۔

وَإِذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ ذ

اور اس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے

یعنی لوگوں کو سنائیے ورنہ کتاب میں ذکر کرنے والا تو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔

إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝

وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے (بندے) تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے

رسول وہ ہے جو لوگوں کو نئی شریعت پہنچائے خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے بھی نئی ہو کہ پہلے پہل اسی کو ملی ہو یا صرف ان لوگوں کے اعتبار سے نئی ہو جن کی طرف وہ رسول مبعوث ہوا ہے جیسے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت ابراہیم علیہ السلام ہی کی شریعت تھی لیکن قوم جرہم کے اعتبار سے وہ نئی شریعت تھی کیونکہ ان کو اس کا علم اسماعیل علیہ السلام ہی سے حاصل ہوا۔ اور رسول خواہ نبی ہو یا نبی نہ ہو جیسے فرشتوں کو بھی رسول کہا جاتا ہے اور انبیاء کے قاصدوں کو بھی سور یہ یسین میں رسول کہا گیا ہے۔ اذ جاءها المرسلون اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو خواہ نئی شریعت کی تبلیغ کرے یا پہلی شریعت کی پس رسول اور نبی یہ دونوں وصف ایک شخص میں بھی جمع ہو سکتے ہیں چنانچہ ان آیات میں کئی جگہ ایک ہی شخص کو رسول اور نبی کہا گیا ہے البتہ جہاں رسول اور

نبی کو مقابلہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے وہاں نبی کے یہ معنی ہوں گے کہ جو پہلی شریعت کی تبلیغ کرے اور رسول کے معنی وہی ہیں جو جدید شریعت کی تبلیغ کرے اب ان دونوں میں مقابلہ صحیح ہو جاوے گا جیسے ما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا بالحق مطلب یہ کہ ہم نے آپ سے پہلے نہ کوئی جدید شریعت والا بھیجا نہ قدیم شریعت کی تبلیغ کرنے والا بھیجا لیکن اب چونکہ لفظ رسول سے صاحب نبوت ہونا سمجھا جاتا ہے اس لئے نبی کے سوا کسی کو رسول کہنا جائز نہیں کیونکہ اس سے وہم پیدا ہوگا جیسا کہ بعض گمراہ لوگ اپنے لئے وحی اور رسالت بلکہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال کو اپنے واسطے جائز رکھتے ہیں اور تفسیر بھی ان الفاظ کی بدل ڈالی ہے۔ نعوذ باللہ۔

وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ

اور ہم نے ان کو کوہ طور کی دہنی جانب سے آواز دی

اس کو دہنی جانب اس لئے کہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی دہنی جانب میں تھی۔

وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝

اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب بنایا

موسیٰ کی وحی کو راز اس وجہ سے کہا کہ اس وقت اس کے سننے میں کوئی بشر شریک نہ تھا گو بعد میں دوسروں کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اس کی اطلاع ہو گئی۔

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ

اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو

نَبِيًّا ۝

نبی بنا کر عطا کیا

ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا جانا اس سے مراد یہ ہے کہ موسیٰ کو ہارون علیہ السلام کی مدد اور معاونت عطا کی یعنی ان کی درخواست کے موافق ان کو نبی بنایا تاکہ ان کی مدد کریں اور ہارون علیہ السلام عمر میں بڑے تھے۔

وَإِذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلُ إِنَّهُ كَانَ

اور اس کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ

صَادِقَ الْوَعْدِ

وعدے کے (بڑے) سچے تھے

النَّبِيِّنَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا

انبیاء کے آدم کی نسل سے اور ان کی نسل سے جن کو ہم نے

مَعَ نُوحٍ ذ

نوح کے ساتھ سوار کیا تھا

چنانچہ ادریس علیہ السلام کے سوا کہ وہ تو نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں باقی سب میں یہ وصف ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ

اور ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے

چنانچہ حضرت زکریا و حضرت یحییٰ و عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام دونوں کی اولاد میں تھے۔ اور حضرت اسماعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔

وَأَسْرَءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا

اور (یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی

إِذَا تَنَاسَلُوا عَلَى الْوَحْشِ خَرُّوا سُجَّدًا

اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے (حضرت) رحمن کی آیتیں پڑھی

وَبُكِّيًّا ۝۵۸

جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے

یعنی باوجود اس مقبولیت و خصوصیت کے ان سب حضرات کی عہدیت اور غایت احتیاج اور انکسار و اطاعت کی یہ کیفیت تھی ف: چونکہ بعض انبیاء علیہم السلام کی شان میں بعضے بددین مبالغہ یا توہین کرتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے سب حضرات کے دو قسم کے اوصافی بیان فرمائے ایک تو ان کا مقبول اور صاحب کمال ہونا یہ تو گستاخی کا جواب ہے دوسرے ان کا خدا کے سامنے عاجزو محتاج و منکسر ہونا یہ مبالغہ کا علاج ہے۔ پس افراط و تفریط دونوں کا علاج ہو گیا۔

رابط: انبیاء علیہم السلام کے قصے ذکر کے آگے ان کے اتباع کرنے والوں اور بدعت ایجاد کرنے والوں کا حال اور انجام بیان فرماتے ہیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافقین اور مخالفین کو رغبت اور خوف پیدا ہو نیز اس میں قیامت کا بھی اثبات ہے جو تو حید و نبوت کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں مذکور ہوتا ہے فخلف من بعدهم تا نقیہا۔

اسماعیل علیہ السلام کے کمالات میں صدق وعدہ کو خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ صفت خصوصیت کے ساتھ آپ پر غالب تھی چنانچہ مشہور ہے جس میں سے ایک بڑی بات تو یہی ہے کہ بچپن میں اپنے ذبح کے متعلق ایسا سخت وعدہ کیا تھا استجدنی ان شاء اللہ من الصبرین کہ انشاء اللہ تم مجھ کو مستقل مزاج پاؤ گے اور اس کو سچا کر دیا جس کا قرآن میں بھی ذکر ہے۔

وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝۵۹ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ

اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو

بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ ۝۶۰

نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے

نماز اور زکوٰۃ کی تخصیص اہتمام کی وجہ سے ہے انحصار مقصود نہیں پس یہ لازم نہیں آتا کہ اور باتوں کا حکم نہ کرتے تھے اہل سے مراد اگر امت ہے تب تو سب کے واسطے یہ حکم عام ہونا ثابت ہی ہے اور اگر گھر والے مراد ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کو دوسروں سے پہلے حکم کیا اور انبیاء کی یہی شان ہوتی ہے کہ پہلے اپنے قریبداروں کو تبلیغ کرتے ہیں پھر دوسروں کو تاکہ دوسرے لوگ ان کا اقتداء کریں۔

وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝۶۱ وَادْكُرْ فِي

اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے اور اس کتاب میں

الْكِتَابِ إِذْ رُئِيَ نَزْلَهُ كَانَ صِدْقًا نَّبِيًّا ۝۶۲

ادریس کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑے راستی والے نبی تھے

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۶۳

اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند مرتبہ تک پہنچایا

یہاں رفعت اور علو اور مکان ان سب الفاظ سے مرتبہ کی بلندی مراد لی گئی ہے اور ان کا آسمان پر جانا جو مشہور ہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی تفسیر اس پر موقوف نہیں اور لفظ مکان کا استعمال مرتبہ کے معنی میں محاورات و شعار عرب میں موجود ہے۔ چنانچہ نبوت سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی اور یہ وصف تمام انبیاء میں مشترک ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے منجملہ (دیگر)

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا

پھر ان کے بعد (بعض) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے

الصَّلَاةَ

نماز کو برباد کیا

یا تو اعتقاداً کہ نماز کا انکار کیا یا عملاً کہ اس کے ادا کرنے میں یا حقوق میں اور ضروری آداب میں کوتاہی کی۔

وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ

اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی

جو ضروری طاعات سے غافل کرنے والی تھیں۔

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا ۝۵۹

سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے

خواہ ہمیشہ کے لئے یا کچھ عرصہ کے لئے کافر کو ہمیشہ کے لئے خرابی ہے اور گنہگاروں کے لئے کچھ دنوں کا عذاب ہے۔

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

ہاں مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا

کفر سے توبہ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

وَعَمِلَ صَالِحًا

اور نیک کام کرنے لگا

گناہوں سے توبہ کرنے کا یہی مطلب ہے۔

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ

سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ

شَيْئًا ۝۶۰

کیا جاوے گا

یعنی جزا ملنے کے وقت ان کو ہر نیک عمل کی جزا ملے گی۔

جَذَّتْ عَدْنُ الْإِنْتِي وَعَدَّ الرَّحْمَنُ

وہ ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا

عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۝ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ

ہے (اور) اس کے وعدے کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس

مَاتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا

(جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے

کیونکہ وہاں فضول بات ہی نہ ہوگی۔

إِلَّا سَلَامًا ۝

بجز سلام کے

یعنی فرشتے ان کو یا وہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور ظاہر ہے کہ سلام سے خوشی اور راحت ہوتی ہے تو وہ فضول نہیں اور سلام کی تخصیص مثال کے طور پر ہے یہ مطلب نہیں کہ سلام کے سوا اور کچھ بات چیت نہ کریں گے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝۶۱

اور ان کو ان کا کھانا صبح و شام ملا کرے گا

یعنی یہ تو معین طور پر ہوگا اور یوں دوسرے وقت بھی اگر چاہیں گے ملے گا اور صبح و شام سے مراد صبح و شام کی مقدار ہے ورنہ جنت میں اندھیرا نہ ہوگا جس پر صبح و شام کا وجود موقوف ہے۔

رابطہ: اوپر اہل ایمان کی فضیلت اور ثواب کے بیان کرنے میں اطاعت کی ترغیب تھی آگے اس کی تاکید کے لئے فرشتوں کا غایت درجہ حکم الہی کا تابع ہونا اور تمام عالم کا خدا کی قدرت سے مسخر ہونا بیان فرما کر فاعبدہ میں اطاعت کا حکم فرماتے ہیں اور ما ننزل الالبام ربک الخ کا شان نزول بخاری وغیرہ نے یہ روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے یہ آرزو ظاہر فرمائی تھی کہ ذرا زیادہ آیا کرو اس پر یہ آیت نازل ہوئی جبریل علیہ السلام کی جانب سے بطور جواب کے ہے جس سے ان کا غایت درجہ حکم الہی کا تابع ہونا ظاہر ہے اور اس سے اطاعت کی تاکید اور ترغیب ظاہر ہے کہ جب فرشتوں کی یہ کیفیت ہے تو دوسرے کیوں اطاعت نہ کریں وما ننزل تا سمیاء۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا

یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک

مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝۶۲

ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو

ہم آپ کی درخواست کا جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیتے ہیں اس لئے (آگے ترجمہ)

وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ

اور ہم (یعنی فرشتے) بدوں آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے

أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ

اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں

یعنی جو مکان ہمارے سامنے ہے اور جو ہماری پشت کی طرف ہے اور جس مکان میں ہم رہتے ہیں اسی طرح جو زمانہ آئندہ آنے والا ہے اور جو گزر گیا اور جو زمانہ کہ اب موجود ہے سب خدا کی ملک ہے مطلب یہ ہے کہ ہم ہر طرح حکم کے تابع ہیں اپنی رائے سے ایک مکان سے دوسرے مکان میں یا جس زمانہ میں ہم چاہیں کہیں آجائیں سکتے لیکن جب ہمارا بھیجنا مصلحت ہوتا ہے حق تعالیٰ خود بھیج دیتے ہیں اور بعض لوگوں نے جن کو حدیثوں سے اعتقاد نہیں اس آیت کو جنت والوں کا قول بتایا ہے کہ وہ جنت میں جا کر کہیں گے کہ ہمارا یہ جنت میں اترنا خدا کے حکم سے ہوا ہے لیکن اول تو یہ صحیح شان نزول کے خلاف ہے دوسرے تنزل کے معنی بار بار اترنے کے ہیں سو یہ جنت میں کہاں ہوگا جنت میں تو ایک بار ہی پہنچنا ہوگا پھر وہیں رہیں گے وہاں سے نکل کر بار بار تو نہ جائیں گے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں

چنانچہ سب ہی اس کو پہلے سے معلوم ہیں وہاں یہ احتمال نہیں کہ شاید کسی مصلحت کے وقت بھیجنا بھول جاتے ہوں۔

رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان کے درمیان

قَاعِبُدُّهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ

میں ہیں سوائے مخاطب تو اس کی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ

یعنی جب وہ ایسا حاکم اور مالک ہے تو اسی کی اطاعت لازم ہے اور وہ بھی ایک دو بار نہیں بلکہ اس پر ہمار ہونا چاہئے۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا

بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے

یعنی اگر اس کی عبادت نہ کرے گا تو کیا دوسرے کی عبادت کرے گا حالانکہ جب اس کا ہم صفت کوئی نہیں تو عبادت کے لائق بھی کوئی نہیں پس اسی کی عبادت کرنا ضروری ہوئی۔

رابطہ: اوپر اطاعت و معصیت کرنے والوں کا دنیوی حال اور آخرت کا انجام اجمالاً مذکور ہوا تھا آگے اس کی کسی قدر تفصیل ہے نیز اس کے متعلق بعض لوگوں کے اقوال بھی مذکور ہوتے ہیں نیز اس میں دوبارہ قیامت میں زندہ ہونے کی بھی تفصیل ہے جو اوپر اجمال کے ساتھ مذکور تھا۔ اخیر سورۃ تک یہی رابطہ جاری ہے ویقول الانسان تا جثیا۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا مَا مِثْلُ لَسَوْفَ

اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے کہ میں جب مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر

أُخْرِجَ حَيًّا ۝۶۶ أَوْ لَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا

کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا کیا (یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو

خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمَّا يَكُنْ شَيْئًا ۝۶۷

اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لائے تھے ہیں اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا

جب ایسی حالت سے حیات تک لانا آسان ہے تو دوبارہ حیات دینا تو بدرجہ اولیٰ آسان ہے یہ جواب ہے منکر قیامت کے قول کا۔

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ

سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت میں) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی

یعنی ان کو زندہ کر کے میدان حساب میں لائیں گے اور ان کے ساتھ ان شیاطین کو بھی جو دنیا میں ان کے ساتھ رہ کر بہکاتے سکھاتے تھے جمع کریں گے۔

ثُمَّ لَنَحْضُرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝۶۸ ثُمَّ

پھر ان کو دوزخ کے گردا گرد اس حالت سے حاضر کریں گے

لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى

کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے ان

الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۝۶۹

لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتا تھا

تا کہ ایسوں کو دوسروں سے پہلے دوزخ میں داخل کریں اور کفار کی

عَلَيْهِمْ اٰیٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں

واذا تولى تاخير مرداً جن میں مومنین کا حق پر ہونا اور کفار کا باطل پر ہونا مذکور ہوتا ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا اٰیُّ

تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں دونوں فریقوں میں

الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ تَدْرِیًّا ۝۴۳

مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے

یعنی یہ بتلاؤ کہ ہم میں اور تم میں خانگی سامان اور مجلس کی آراکش اور اہل و عیال اور خادم زیادہ کس کے پاس ہیں ظاہر ہے کہ اس ساز و سامان میں ہم بڑھے ہوئے ہیں اس کے ساتھ یہ مقدمہ اور ملاوٹ کہ محبوب ہی کو نعمت دی جاتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہم اللہ کے محبوب اور مقبول ہیں اور تم سے خدا ناراض ہے آگے اللہ تعالیٰ دو جواب دیتے ہیں ایک الزامی دوسرا واقعی۔

وَكَمْ اٰهْلُكُنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ

اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان

اٰثَاثًا وَّرَعِیًّا ۝۴۴

اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساز و سامان مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ کسی حکمت اور مصلحت کی وجہ سے یہ نعمت دنیوی تم کو دے رکھی ہے باوجودیکہ تم مردود ہو آگے دوسرا جواب ہے۔

قُلْ مَن كَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فَلِیَمْدُدْ لَهُ

آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم)

الرَّحْمٰنُ مَدَّ اَیُّ

رحمن ان کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے

یعنی تم کو یہ نعمت دنیوی دینے میں یہ حکمت ہے کہ مہلت دے کر تم پر حجت تمام کر دے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اولم نعمو کم مایئذ کر الیہ من تذکر الخ اور یہ مہلت چند روزہ ہے۔

جماعتوں سے مراد یہود و نصاریٰ و مجوس و بت پرست وغیرہ ہیں۔

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰی بِهَا

پھر ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ

صِلٰیًّا ۝۴۵

(یعنی اول) مستحق ہیں

یعنی یہ نہ ہوگا کہ جدا کرنے میں ہم کو کسی تحقیقات کی ضرورت پڑے بلکہ اپنے علم سے ایسے سرکشوں کو الگ الگ کر کے پہلے ان کو پھر دوسرے کفار کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور یہ ترتیب صرف پہلے داخل ہونے میں ہے اور داخل ہونے کے بعد پھر کوئی نکالنا نہ جائے گا سب اسی میں ہمیشہ رہیں گے اس حالت میں سب برابر ہیں۔

وَ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَاِرْدُهَا ج

اور تم میں کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزرنہ ہو

یعنی جہنم کا وجود ایسا یقینی ہے کہ اس کا معائنہ ہر کافر و مومن کو کرایا جائے گا اگرچہ ہر ایک کے معائنہ کی صورت اور غرض مختلف ہوگی کفار کا معائنہ داخل ہونے کے لئے ہمیشہ ہمیشہ عذاب پانے کے لئے ہوگا اور مومنین کو بل صراط پر گزرتے ہوئے معائنہ ہوگا تاکہ جہنم کو دیکھ کر جو جنت میں پہنچیں تو زیادہ شکر کریں اور خوش ہوں اور بعض گنہگاروں کو جو دوزخ میں بھیجا جائے گا اس سے ان کی پاکی اور صفائی مقصود ہوگی نہ کہ عذاب دینا۔

كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حُتْبًا مَّقْضٰیًّا ۝۴۶ ثُمَّ نُنَجِّیْ

یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر ہم

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

ان لوگوں کو نجات دیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے

خواہ فوراً ہی نجات ہو جائے کہ اسی وقت بل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ جاویں جیسا کہ مومنین کا ملین کے لئے ہوگا یا کسی قدر تکلیف کے بعد نجات ہو جائے جیسا کہ ناقص مسلمانوں کو پیش آئے گا مطلب یہ ہے کہ جہنم پر سب کے گزرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں مسلمان اور کافر برابر ہوں گے۔

وَنَذَرُ الظَّٰلِمِيْنَ فِیْهَا جَثِیًّا ۝۴۷ وَاِذَا تُتْلٰی

اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ (مارے رنج و غم کے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور جب ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری

حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ

یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ

وَأِمَّا السَّاعَةَ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ

عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان

مَكَانًا

کو معلوم ہو جاوے گا کہ برا مکان کس کا ہے

یعنی دنیا میں جو اپنے مجلس والوں کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں وہاں معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا زور ہے وہاں تو زور میں اتنی کمی ہوگی کہ ذرا بھی زور نہ ہوگا۔ پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ قیامت میں کافروں کے پاس لشکر ہوگا مگر کمزور ہوگا کیونکہ یہاں لشکر سے مراد مجلس والے ہیں جن کو وہ مددگار نہ سمجھتے تھے کوئی اور جمعیت مراد نہیں اور یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ اس لشکر میں قوت تو ہوگی مگر کم ہوگی کیونکہ ضعف کی انتہا یہ ہے کہ بالکل قوت نہ رہے یہاں ضعف سے یہی انتہائی درجہ مراد ہے آگے مسلمانوں کی حالت بیان فرماتے ہیں۔

وَأَضْعَفُ جُنْدًا ۖ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ

اور کمزور مددگار کس کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو

اهْتَدَوْا هُدًى ۖ

ہدایت بڑھاتا ہے

یعنی اصل سرمایہ یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ مال و دولت نہ ہو تو مضرت نہیں۔

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

اور جو نیک کام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے

وَحَيْرٌ مَّرَدًّا ۖ

نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں

پس ان کو ثواب میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی جن میں مکانات اور باغات سب کچھ ہوں گے اور ان اعمال کا انجام یہ ہے کہ وہ نعمتیں ہمیشہ رہیں گی آخر کار مقدار میں بھی اور کیفیت میں بھی مسلمانوں ہی کی حالت بہتر ہوگی اور آخر ہی کا اعتبار بھی ہے۔

رابطہ: آگے بھی بعض منکروں کا قول کا رد ہے اور قصہ اس کا یہ ہے کہ

خباہ بن ارت صحابی لوہار کا کام کرتے تھے ان کا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمہ رہ گیا تھا انہوں نے ایک بار تقاضا کیا تو عاص نے جواب دیا کہ جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کرے گا تیرے دام نہ دوں گا انہوں نے کہا کہ اگر تو مر کر بھی زندہ ہوگا جب بھی کفر نہ کروں گا کہنے لگا بس جب یہ بات ہے کہ میں مر کر پھر زندہ ہونے والا ہوں تو میرے پاس جیسی آنا اس وقت میرے پاس مال اولاد سب کچھ ہوگا تیرے دام بھگتا دوں گا اس پر آئندہ آیت نازل ہوئی افرأیت الذی کفرنا

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا

بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے جن میں قیامت کے متعلق بھی آیات ہیں حالانکہ ان کا حق یہ تھا کہ ان پر ایمان لایا جاتا۔

وَقَالَ لَاؤْتَيْنَنَّ مَا لَا وَوَلَدًا ۖ

اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے

مطلب یہ کہ اس شخص کی حالت بھی تعجب کے قابل ہے آگے اس کا رد فرماتے ہیں۔

أَطْلَعَ الْغَيْبِ أَمَّا اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ

کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات

عَهْدًا ۖ

کا) لے لیا ہے

یعنی یہ دعویٰ کہاں سے کر رہا ہے کوئی دلیل بھی اس کے پاس ہے یا محض زبانی جمع خرچ ہے اگر کوئی دلیل ہو تو بیان کرے سو یہ دعویٰ عقلی تو ہے نہیں محض نقلی ہے جس کی دلیل خداوند تعالیٰ کا قول ہو سکتا ہے سو کیا خدا تعالیٰ نے اس سے خود یہ بات کہی ہے یا علم غیب کے ذریعہ سے اس نے معلوم کر لیا دونوں طریقے اس کے پاس نہیں دوسرے یہ دعویٰ عقلاً بھی ممتنع ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے۔

كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَبْدُلُهُ مِنَ الْعَذَابِ

ہرگز نہیں محض غلط کہتا ہے (اور) ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھ لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب

مَدًّا ۖ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۖ

بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جائیں گے

کیونکہ شیاطین کا مسلط ہونا بھی آزمائش و امتحان کے لئے ہے اور جلدی سزا دینے میں ابتلا نہیں رہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلدی عذاب چاہنا ان کے ایمان سے مایوسی کے بعد شاید اس وجہ سے ہو کہ ان کے کفر کا ضرر دوسروں تک نہ پہنچنے لگے چنانچہ ایسا ہوتا بھی تھا پس یہ جلدی شان رحمت کے منافی نہیں۔ اس میں بھی دوسروں پر رحمت تھی کہ وہ ان کے کفر کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَذَابًا ۝۸۱

ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں

جن پر ان کو سزا ہوگی آگے بتلاتے ہیں کہ وہ سزا کس روز ہوگی۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۝۸۲

اور جس روز ہم متقیوں کو رحمن (کے دارالنعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَرْدًا ۝۸۳

کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہائیں گے

بظاہر مجرمین سے مراد کفار ہیں تو اس کے مقابل متقین سے مراد مومنین ہیں پھر اس حشر سے اگر جنت کی طرف لے جانا مراد ہے تب تو مطلقاً مسلمان مراد ہیں اور اگر قبر سے میدان حساب کی طرف لے جانا مراد ہے تو مومن کامل مراد ہیں کیونکہ شروع سے آخر تک اکرام و تعظیم ان ہی کے ساتھ خاص ہے اور ناقص مسلمانوں کا حال قیاس سے سمجھ لیا جائے گا کہ وہ بین بین ہوں گے۔

رابط: اوپر بعض گمراہوں اور ان کے عذاب کا بیان تھا آگے بھی ایک خاص گمراہی کا مع اس کے ابطال اور وبال کے ذکر ہے۔ وقالوا اتخذ الرحمن تافردا۔

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ

(وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمن کے پاس

الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝۸۴ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ

(سے) اجازت لی ہے اور (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد

وَلَدًا ۝۸۵

(بھی) اختیار کر رکھی ہے

یعنی وہ تو دنیا سے مر کر چلا جاوے گا اور اموال و اولاد پر اس کا کوئی اختیار نہ رہے گا ہم ہی سب کے مالک رہیں گے اور قیامت میں ہم اس کو کچھ نہ دیں گے۔

وَإِتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا

اور وہ ہمارے پاس (مال و اولاد سے) تنہا ہو کر آوے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ (عند اللہ) باعث عزت

لَهُمْ عِزًّا ۝۸۶ لَا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ

ہوں (ایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ) وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے

واتخذوا تافداً جیسا کہ سورہ یونس کے تیسرے رکوع میں گزر چکا ہے۔ قال شرکاءهم ما کنتم ایانا تعبدون ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہ کرتے تھے۔

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ صِدًّا ۝۸۷

اور ان کے مخالف ہو جاویں گے

بات سے بھی اور حالت سے بھی مخالفت کی بات تو اوپر گزر چکی اور حالت سے اس طرح مخالفت کریں گے کہ بجائے عزت کے ان کی ذلت کا سبب ہو جاویں گے اور ان معبودوں میں اصنام یعنی بت بھی ہوں گے ان کا بولنا مثل اعضاء کے بولنے کے کچھ بعید نہیں۔

رابط: اوپر جن گمراہوں کا ذکر ہوا ہے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے ان کا سبب کہ شیاطین کا تسلط تھا پھر ان کا انجام کہ عذاب شدید ہے اور عذاب کا وقت جو کہ قیامت کا دن ہے بیان فرماتے ہیں علاوہ رابط: عام کے جو اوپر مذکور ہوا ہے یہ خاص رابط: ہے۔ الم تر قاتل عہدا

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَىٰ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاء) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ

الْكَافِرِينَ تُوْزَعُومُ أَرْزًا ۝۸۸

ان کو (کفر و ضلال پر) خوب ابھارتے رہتے ہیں

جب آپ کو یہ بات معلوم ہے تو پھر جو خود ہی اپنے اختیار سے اپنے دشمن بدخواہ کے بہکانے میں آ جاوے اس کا کیوں غم کیا جاوے۔

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ط

سو آپ ان کے لئے جلدی نہ کیجئے

چنانچہ نصاریٰ کثرت سے اور یہود کم اور مشرکین عرب وغیرہ اس فاسد عقیدہ میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ آگے رد فرماتے ہیں۔

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِذَا ۙ تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے

مِنْهُ وَتَلْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ

سب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں

اس قول کی وجہ سے آسمان و زمین کا ٹوٹ پھوٹ جانا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قول کا جو اثر عقل پر ہوتا ہے وہ اگر محسوس ہوتا تو عالم میں اس کے بے شمار ہوتے۔

أَنْ دَعَا لِلرَّحْمَنِ وَلَكَّا ۙ وَمَا يَنْبَغِي

اس بات سے کہ وہ لوگ خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ

لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۙ إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي

کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے بھی کچھ آسمانوں اور

السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۙ

زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں

کہ ہر شخص خدا ہی کا محتاج اور محکوم ہوگا پس اگر خدا کے اولاد ہو تو اس کو بھی خدا کی طرح صفات کمال سے موصوف ہونا چاہئے اور خدا کی صفات اوپر مذکور ہوں یعنی قدرت کا عام ہونا اور علم عام ہونا اور خدا کے سوا سب کی صفات یہ ہیں محتاج اور تابع ہونا جو کمال کے منافی ہے پھر خدا کے ایسی ناقص اولاد کب ہو سکتی ہے لہذا اثبات ہوا کہ خدا کے لئے اولاد ہونا محال ہے۔

رابطہ: اوپر کفار کو عذاب آخرت کی وعید اور نیک بندوں کو نعم جنت کا وعدہ سنایا تھا آگے مسلمانوں کو نعمت دنیوی کا وعدہ اور کفار کو سزائے دنیا کی وعید سناتے ہیں اور چونکہ اوپر کی آیتوں میں زیادہ روئے سخن کفار سے ہے اس لئے سورت کو وعید پر ختم کرتے ہیں۔ پس سورت کا رحمت سے شروع ہونا اور وعید پر ختم ہونا ایک خاص لطف دیتا ہے۔ ان الدین تار کز

لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۙ وَكُلَّهِمْ

(اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار کر

أَتَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۙ إِنَّ الَّذِينَ

رکھا ہے اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں

أَمِنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ

گے۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان

الرَّحْمَنُ وَذًا ۙ

کے لئے محبت پیدا کر دے گا

یعنی علاوہ آخرت کی نعمتوں کے دنیا میں یہ نعمت دے گا کہ مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا یہ تفسیر حدیث میں آئی ہے اور اس کا نعمت ہونا بلکہ بڑی نعمت ہونا ظاہر ہے کیونکہ نعمت کا خلاصہ راحت اور چین ہے اور ظاہر ہے کہ محبوب ہو جانا اس کا بڑا سبب ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان سے کسی کو عداوت نہ ہوگی بلکہ مقصود یہ ہے کہ مسلمان تنبیہ شریعت سے عام خلألق کو جن کا نہ کوئی نفع اس سے متعلق ہو نہ کوئی ضرر پہنچا ہو محبت ہوتی ہے چنانچہ اس کا مشاہدہ ہے اور جن کو اس سے نفع پہنچتا ہو ان کا محبت کرنا یا جن کو ضرر پہنچتا ہو ان کا بغض کرنا یہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ در حقیقت یہ محبت و عداوت اپنے نفع و ضرر سے ہے چنانچہ نفع پہنچانے والے کفار سے بھی لوگوں کو محبت ہوتی ہے۔ اگر نفع و ضرر سے قطع نظر کر لی جائے اس وقت بھی مومن کی صفات میں یہ اثر ہے کہ اس کی طرف عام قلوب کو کشش ہوتی ہے لہذا آپ ان کو یہ بشارت دے دیجئے ۱۲

فَاتَّبَاعِي سِرْنَهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ

سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں

کم اہلکھا میں کفار کو دنیوی ہلاکت کی وعید سناتے ہیں اور چونکہ یہ وعدہ اور وعیدیں تبشیر و انذار ہیں لہذا اسی تبشیر و انذار کا قرآن کی غایت ہونا ارشاد فرماتے ہیں۔

وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدَا ۙ

اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلا دیں

اور ان خوف کی چیزوں میں ایک مضمون دنیوی عذاب کا یہ بھی ہے جو آگے آتا ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ

اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب و قہر سے) ہلاک کر دیا ہے

مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۙ

(سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ طہ تا الحسنى
تکلیف اٹھانے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کفار کے انکار پر
حزن و غم ہوا جس کی بھی نفی کر دی گئی کہ آپ کا کام نصیحت کر دینا اور احکام
پہنچا دینا ہے جس کی قسمت میں ڈرنا اور ماننا ہے وہ قبول کرے گا آپ غم نہ
کیجئے دوسرے آپ رات کو نماز میں لمبا قیام فرماتے اور اتنا قرآن پڑھتے
کہ تھک جاتے تھے اس لئے آسانی کا حکم دیا جیسے ارشاد ہے فاقروا
ماتیسر من القرآن کہ جس قدر جلد آسانی سے قرآن پڑھا جاوے اتنا
پڑھ لیا کرو تیسرے اس لمبے لمبے قیام پر کفار نے طعن کیا تھا کہ قرآن کی
وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت میں پڑ گئے اس کی نفی کر دی۔

إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَى ۝ تَنْزِيلًا

بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے (اتارا ہے) کہ جو (اللہ سے) ڈرتا ہو یہ اس

مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ۝ ط

ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ۝ لَهُ

کیا ہے (اور) وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہیں جو چیزیں

مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے

وَمَا تَحْتَ الثَّرَى ۝

درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثری میں ہیں

یعنی زمین کے نیچے جو تر مٹی ہے اس کے نیچے بھی تو چیزیں ہیں غرض
یہ کہ زمین کی تہ میں بھی جو کچھ ہے خدا ہی کی ملک ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی
قدرت و سلطنت کی شان تھی آگے علم کی شان بتلاتے ہیں۔

وَأَن تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ

اور (علم کی یہ شان ہے کہ) اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو

وَآخَفَى ۝

اور اس سے بھی زیادہ مخفی کو جانتا ہے

یعنی جب وہ دل کی بات کو بھی جانتا ہے تو جو پکار کر کہی جائے اس کے
سننے میں تو کیا شبہ ہے۔

مراد یہ ہے کہ بالکل بے نام و نشان ہو گئے پس کفار اس دنیوی سزا
کے بھی مستحق ہیں اگرچہ کسی مصلحت سے کسی کافر کے لئے اس کا ظہور نہ ہو
مگر اندیشہ کے قابل تو ہے اور پہلے لوگوں کے ہلاک کرنے کا مضمون اس
سے پہلے رکوع میں بھی آیا ہے مگر وہاں مقصود دوسرا تھا یعنی کفار کے اس
قول کا جواب دینا تھا کہ ہم میں اور مسلمانوں میں ساز و سامان اور مجلس
کے اعتبار سے کون اچھا ہے پس تکرار نہ رہا اور آہستہ آواز کی نفی اس لئے
فرمادی کہ دار و گیر کے وقت مجرم خوفزدہ ہوتا ہے دلیری سے بات کرنے کی
تو مجال ہی نہیں ہوتی البتہ چپکے چپکے باتیں کر لیا کرتا ہے یہاں اس کی بھی
نفی فرمادی کہ ان کی آہستہ آواز بھی نہ نکل سکے گی تو یہ تو کیا بولتے۔
لطیفہ اس سورت میں رحمت کا ذکر بکثرت لایا گیا ہے چنانچہ لفظ رحمت پندرہ
سولہ جگہ آیا ہے اور لفظ رحمت شروع میں نیز اور بھی چند جگہ میں آیا ہے پس
جہاں مسلمانوں کے ذکر میں یہ لفظ آیا ہے وہاں اس طرف اشارہ ہے کہ
ان پر بڑی رحمت ہوگی اور جہاں کفار کے ذکر میں یہ لفظ آیا ہے وہاں اس
طرف اشارہ ہے کہ کفار ایسے بڑے رحمت والے کی مخالفت کرتے ہیں اور
اس کے احسانات و انعامات سے بھی نہیں شرماتے۔ واللہ اعلم

سورة طه مكية و هي مائة و اربع و ثلثون اية كذا في البيضاوي
رابطہ: اوپر کی سورۃ میں توحید و رسالت و معاد کا بیان تھا اس سورت میں
بھی یہی مضامین ہیں چنانچہ شروع میں رسالت و وحی کے متعلق مضمون ہے
اور تنزیلا ممن خلق سے توحید کے متعلق ہے اور موسیٰ کے قصہ سے
توحید و رسالت دونوں کی تقریر ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی توضیح ہے اور درمیان درمیان میں
رسالت کی تصدیق و تکذیب کرنے والوں کی جزا و سزا کے ساتھ معاد کی
تفصیل ہے اور چونکہ اوپر کی سورت قرآن کے ذکر پر ختم ہوئی تھی اور یہ
سورت بھی قرآن کے ذکر سے شروع ہوئی اس لئے اس کے اختتام اور
اس کے ابتداء میں بھی خاص مناسبت حاصل ہے۔

(۲۰) سُورَةُ طه مَكِّيَّةٌ (۲۵)

سورة طہ مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

طہ ۱ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى ۝

طہ (کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن (مجید) اس لئے نہیں

اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ⑤

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں

جو کہ اوصاف و کمالات پر دلالت کرتے ہیں پس قرآن ایسے جامع کمالات خدا کا نازل کیا ہوا ہے اور یقینی حق ہے اور عرش علاوہ آسمانوں اور کرسی کے ان سب کے اور مثل قبہ کے ایک بڑا جسم ہے اس کے پائے بھی ہیں اور فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ ساکن ہے کبھی اس کو حرکت بھی ہو جاتی ہے۔

رابطہ: اور تو حید و رسالت کی تقریر تھی آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اسی کی تفصیل ہے۔ وہی اتک تا فتردی

وَهَلْ أَتَكَ حَدِيثُ مُوسَى ⑥

اور کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ) کی خبر بھی پہنچی ہے

یعنی وہ سننے کے قابل ہے کہ اس میں تو حید و نبوت کے متعلق بہت علوم ہیں جن کی تبلیغ نافع ہوگی۔

إِذْ رَأَانَا فَقَالَ لَإِهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي

جبکہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سواپنے

أَنْتُمْ نَارًا أَعْلَى

گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے

جو واقع میں نور تھا مگر شکل آگ کی تھی اور اس رات میں سردی بھی تھی اور موسیٰ علیہ السلام راستہ بھی بھول گئے تھے۔

أَتَيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدُ عَلَى النَّارِ

شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے

هُدًى ⑩

پاس راستہ کا پتہ مجھ کو مل جاوے

یعنی شاید وہاں کوئی راستہ جاننے والا آدمی ہو۔

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يٰمُوسَى ⑪

سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ (آواز دی گئی)

اس آواز کی کیفیت نہ نصوص میں مذکور ہے نہ قیاس سے معلوم ہو سکتی ہے اس لئے تخمین و گمان سے بیان کرنا فضول ہے البتہ یہ بات یقینی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ آواز منجانب اللہ ہے۔

إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ⑦

کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو

جوتیاں اتارنے کا حکم یا تو اس لئے ہوا کہ ان میں ناپاکی لگی ہوئی ہو یا اس لئے کہ ادب کا مقام ہو یا اس لئے کہ متبرک جگہ سے قدم بھی مس کرے کہ اس کی برکت اندر پہنچے۔

إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوًى ⑧ وَأَنَا

(کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طوی میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو

اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى ⑨ إِنِّي أَنَا

(نبی بنانے کے لئے) منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اس کو سن

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي ⑩

(وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم تو میری ہی عبادت کرو

کیونکہ میں ہی معبود ہونے کے لائق ہوں۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ⑪

اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو

عقائد میں بڑے مسئلے تین ہیں تو حید و نبوت ان کی تعلیم تو ہو چکی اور معاد کی تعلیم آگے آتی ہے اور عبادات میں تمام فرعی احکام آگے آئے اور نماز کو شرف کی وجہ سے مستقل طور پر بھی ذکر فرمایا۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا

اور دوسری بات یہ سنو کہ (بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو) تمام

خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں

آگے قیامت کے آنے کی حکمت بتلاتے ہیں۔

لِنَجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى ⑫ فَلَا يَصُدُّكَ

تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جاوے سو تم کو قیامت سے ایسا

شخص باز نہ رکھنے پاوے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی)

عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَى ⑬

خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ

مطلب یہ کہ تم ایسے شخص کے اثر سے قیامت کیلئے تیاری کرنے سے بے

تو چونکہ اس تغیر میں مخلوق واسطہ نہ تھا اس لئے ڈر گئے کہ یہ کوئی قہر الہی نہ ہو۔ ایک معجزہ تو یہ ہوا دوسرے معجزہ اور دیا جاتا ہے۔

وَأَضْمُرْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجَ بَيْضًا

اور تم اپنا (دایہا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ ہلکا سی عیب (یعنی)

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَى ﴿٢٢﴾

ہلکا سی مرض برص وغیرہ کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی ہوگی

ہماری قدرت اور تمہاری نبوت کی آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے عصا ڈالنے اور ہاتھ بغل میں لے جانے کا کیوں حکم کیا اس میں کیا حکمت تھی۔

لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اِذْ هَبْ

تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں

إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ﴿٢٤﴾

(اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے

کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تم اس کو توحید کی تبلیغ کرو اور اگر نبوت میں شبہ کرے تو یہ معجزے دکھاؤ جب موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ مجھ کو پیغمبر بنا کر فرعون کے سمجھانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس وقت اس عظیم الشان منصب کی مشکلات آسان کرنے کی درخواست کی قال رب اشرح لی تبصیرا۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾

عرض کیا کہ اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے

تاکہ احکام پہنچانے میں انقباض یا تکذیب و مخالفت سے تنگی اور پریشانی نہ ہو۔

وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَأَحْلِلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾

اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے اور میری زبان پر سے بھگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے

آپ کی زبان میں یا تو پیدائشی لکنت تھی جیسا کہ بعض قائل ہوئے ہیں یا بچپن میں ایک بار جب انہوں نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑی تھی اور فرعون نے بدلہ لینا چاہا تھا اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی نے سفارش کی کہ بچہ ہے اس کو کیا سمجھ ہے اور سمجھ کے امتحان کے لئے ان کے سامنے آگ حاضری گئی اس وقت انہوں نے ایک چنگاری اٹھا کر منہ میں رکھ لی تھی اس سے زبان کی روانی کم ہو گئی تھی اور شاید اس کو نلکہ کا کچھ حصہ جلا ہوا نہ ہو اس کو پکڑ کر منہ میں رکھ لیا یا جلدی سے منہ میں ڈال لیا ہو جس سے ہاتھ نہ جلا اور

فکر نہ ہو جانا اور یہ بات موسیٰ علیہ السلام سے اس لئے فرمائی تاکہ استقامت کی تاکید ہو نیز دوسروں کو سنانے کے لئے بھی فرمائی کہ جب خاص لوگوں کو یہ احکام سنائے جاتے ہیں تو دوسرے تو کس شمار میں ہیں۔ وما تِلْكَ آيَاتُ طغیٰ

وَمَا تِلْكَ بَيِّنَاتُ يَهُوسَى ﴿٢٨﴾

اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اے موسیٰ

یہ سوال اس لئے تھا کہ اس وقت اس کے منافع اور اس کی حقیقت کہ یہ ایک لاشی ہے ذہن میں خوب حاضر ہو جائے پھر جو سانپ بن جاوے گا تو ذات اور صفات دونوں کے بدل جانے سے قدرت خداوندی پر زیادہ دلالت ہوگی اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں اس کی حقیقت اور منافع دونوں عرض کئے پس سوال و جواب دونوں بالکل مطابق ہیں۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاهْتَسِ

انہوں نے کہا کہ یہ میری لاشی ہے (کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور) (کبھی) اس

بِهَا عَلَى غَتِي وَلِي فِيهَا مَارِبٌ أُخْرَى ﴿٢٩﴾

سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں

مثلاً کندھے پر رکھ کر اسباب وغیرہ لٹکا لینا اور موذی جانوروں کو اس سے دفع کرنا وغیرہ وغیرہ

قَالَ أَلَيْهَا يَهُوسَى ﴿٣٠﴾ فَالْقُهَا فَاذْأَهِي

ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ سوائے اس کو ڈال دیا

حَيَّةٌ تَسْعَى ﴿٣١﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ

ایک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ

سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى ﴿٣٢﴾

اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے

یعنی یہ پھر عصا بن جاوے گا اور تم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور موسیٰ علیہ السلام کا ڈر جانا بعض نے کہا ہے کہ طبعی امر تھا جو کسی طرح آپ کی جلالت و عظمت کے منافی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو حادثہ مخلوق کی طرف سے پیش آوے اس میں تو خوف نہ ہونا کمال ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نمرود کی آگ سے نہیں ڈرے اور جوامر خدا کی طرف سے ہو اس میں ڈرنا ہی کمال ہے کہ وہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ سے ڈرنا ہے جیسا کہ ہوا تیز ہونے کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرا جانا حدیثوں میں آیا ہے

یعنی آپ ہماری حالت سے خوب واقف ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ایک دوسرے کے معاون ہونے کی ہم کو احتیاط ہے قال قد اوتیت تا بخشی۔

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَهُوسَى ۝۳۶

ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ اور ہم تو ایک دفعہ

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَى ۝۳۷

اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں

تو جو درخواست خود تمہاری کی ہوئی ہے وہ کیونکر پوری نہ کریں گے۔

اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوحٰى ۝۳۸

جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی (وہ)

اَقْدَفِ فِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاَقْدَفِ فِيهِ فِي الْيَمِّ

یہ کہ موسیٰ کو (جلادوں کے ہاتھوں سے بچانے کیلئے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي

دریا میں ڈال دو پھر دریا ان کو (مع صندوق کے) کنارے تک لے آوے گا (آخر

وَعَدُوٌّ لِّي ط

کار) ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو (کافر ہونے کی وجہ سے) میرا بھی دشمن ہے

مراد فرعون تھے اور وہ یا تو اس وقت بھی دشمن تھا کہ سب بچوں کو قتل کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ آئندہ چل کر ان کا خاص طور پر دشمن ہو جائے گا اور الہام میں اس دشمن کی تعیین نہیں فرمائی تھی کہ وہ کون ہے اور یہ الہام اگر فرشتہ کے ذریعہ سے بھی ہوا ہو تب بھی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی نبوت لازم نہیں آتی کیونکہ نبوت کے لئے تبلیغ احکام کا ہونا بھی لازم ہے صرف فرشتہ کا بات کرنا کافی نہیں۔

وَالْقِيَتْ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ

اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر اور اپنی طرف سے ایک اثر

محبت ڈال دیا (تاکہ جو تم کو دیکھے پیار کرے) اور تاکہ تم میری نگرانی میں

عَلٰى عَيْنِي ۝۳۹ اِذْ تَمْشِيْ اُخْتُكَ

پرورش پاؤ (یہ قصہ اس وقت کا ہے) جبکہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں

زبان جل گئی پھر اس دعا سے مقصود آپ کا یہ تھا کہ رکاوٹ بالکل دور ہو جائے یا یہ تھا کہ بقدر ضرورت بات سمجھانے کے قابل کم ہو جاوے دونوں احتمال ہیں اور دوسرے احتمال پر اگر کچھ رکاوٹ باقی بھی رہی ہو تو وہ ایسا عیب نہیں جس سے نبی کا مبرا ہونا ضروری ہو البتہ اتنی رکاوٹ جس سے بات سمجھانے میں خلل پڑتا ہو اور سننے والے کو نفرت ہوتی ہو اس سے نبی کا مبرا ہونا ضروری ہے اور جب یہ خرابی نہ ہو تو ذرا سی رکاوٹ کا عیب ہونا مسلم نہیں بہر حال اوتیت سؤلک یا موسیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی درخواست جو کچھ بھی ہو منظور ہوئی۔

يَفْقَهُوا قَوْلِيْ ۝۳۸ وَاَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ

تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کتبہ میں سے ایک

اَهْلِيْ ۝۳۹ هٰرُونَ اَخِيْ ۝۴۰ اَشْدُّ دَبِيْہٖ اَزِّيْ ۝۴۱

معاون مقرر کر دیجئے یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ سے میری

وَاَشْرِكْهُ فِيْ اَمْرِیْ ۝۴۲

قوت کو مستحکم کر دیجئے اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے

یعنی ان کو بھی نبی بنا کر تبلیغ احکام پر مقرر کر دیجئے کہ ہم دونوں تبلیغ کریں اور میرے قلب کو ان سے قوت پہنچے اور معاون خاندان میں سے خاص طور پر شاید اس لئے مانگا ہو کہ ان کو طبعی الفت بھی زیادہ ہوگی اور ان سے معاونت بھی بہ نسبت غیروں کے زیادہ ہو سکتی ہے اور چونکہ یہ درخواست ان کے معاون بنانے کی موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے کی ہے اس لئے معلوم ہو کہ ان کا نبی بنوانا مقصود ہے کیونکہ بدوں نبوت کے تو وہ خود ہارون علیہ السلام سے امداد کی درخواست کر سکتے تھے۔

كٰی نُسَبِّحُكَ كَثِيْرًا ۝۴۳ وَنَذْكُرُكَ كَثِيْرًا ط

تاکہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک کے نقائص سے)

بیان کریں اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں

کیونکہ جب دو شخص مبلغ ہوں گے تو ہر شخص کا بیان دوسرے کی تائید سے قوی اور وافر ہو جائے گا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ دونوں مل کر خلوت میں بہت ذکر کیا کریں گے کیونکہ ایک دوسرے کی تقویت سے طبیعت کو نشاط ہوگا اور نشاط خوب ہونے سے کام بھی زیادہ ہوتا ہے۔

اِنَّكَ كُنْتَ بِنًا بَصِيْرًا ۝۴۵

بیشک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں

یعنی تمہاری تلاش میں فرعون کے گھر آئیں

فَقُولْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ

پھر کہنے لگیں کیا تم کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو اچھی طرح (پالے رکھے

موسیٰ علیہ السلام کی انا کا دودھ نہ پیتے تھے یہ حال دیکھ کر آپ کی بہن نے اجنبی بن کر یہ بات کہی چنانچہ ان لوگوں نے منظور کیا کیونکہ ان کی تلاش تھی تو وہ جا کر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لے آئیں

فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے اور تم نے (غلطی سے) ایک شخص

وَقَتَلْتَ نَفْسًا

(قبلی) کو جان سے مار ڈالا

جس کا قصہ سورہ قصص میں ہے اور مار کر غم ہوا عذاب کے خوف سے بھی اور انتقام کے خوف سے بھی۔

فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ

پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی

عذاب کے خوف سے اس طرح نجات دی کہ استغفار کی توفیق دی اور اس کو قبول کیا اور انتقام کے خوف سے اس طرح کہ مصر سے مدین پہنچا دیا اور وہاں کوئی نہ پہنچ سکا۔

وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ

اور ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا

یعنی مدین پہنچنے تک آپ کو بہت مشقت کا سامنا ہوا پھر ان سے خلاصی دی کہ خلاصی دینا بھی نعمت تھی اور خود مصیبت بھی نعمت تھی کیونکہ اس سے اخلاق جمیدہ اور اچھے ملکات حاصل ہوتے ہیں جو کہ خود مستقل احسان ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ

پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر

عَلَىٰ قَدَرٍ مِّنْ مَّوْصَىٰ ۚ

تم (یہاں) آئے اے موسیٰ

کہ یہ وقت میرے علم میں تمہاری نبوت اور ہم کلامی کے لئے مقدر تھا

اور بار بار یا موسیٰ فرمانا محبت و شفقت اور شرافت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۚ إِذْ هَبْ أَنتَ

اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا (سواب) تم اور تمہارے

وَإِخْوَك بِآيَتِي

بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر جاؤ

اصل معجزے دو ہیں عصا اور ید بیضا مگر چونکہ ان میں کئی طرح سے اعجاز تھا اس لئے ان کو معجزات کہا گیا اور وہ کئی طرح یہ ہیں کہ عصا کا اثر دھا بن جانا ایک معجزہ تھا پھر اس کا عصا بن جانا دوسرا معجزہ تھا اسی طرح ہاتھ کا روشن ہو جانا ایک معجزہ تھا پھر اصلی حالت پر آ جانا دوسرا معجزہ تھا اور دونوں کو حکم فرمانے کے لئے ہارون علیہ السلام کا وہاں تشریف رکھنا ضرور نہیں یا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا ہو کہ ان سے بھی کہہ دیں یا ان کو ان کی جگہ وحی ہوئی ہو یا یہ وحی طور سے واپس آنے کے بعد دونوں کے اجتماع کے وقت ہوئی ہو۔

وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۚ

اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا

سستی نہ کرنے کا حکم اہتمام کے لئے فرمایا ورنہ انبیاء میں اس کا احتمال نہیں اب آگے موقع جانے کا بتلاتے ہیں۔

إِذْ هَبَّا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقَوْلَا لَهُ

دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چلا ہے پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات

قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۚ

کرنا شاید وہ (بر غبت) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الہی سے) ڈر جائے

شاید کالفظ دوسروں کے اعتبار سے فرمایا ورنہ علم الہی میں شک و احتمال نہیں ہوا کرتا قالاً ربنا تا ثم ہدیٰ۔

قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ

دونوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم

أَنْ يَّطْغَىٰ ۚ

پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے

یعنی ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تبلیغ سے پہلے ہی ہم کو ستانے لگے اور تبلیغ رہ جاوے یا عین تبلیغ کے وقت شرارت کرنے لگے کہ اپنی بک بک

میں نہ سننے نہ سننے دے جس سے تبلیغ کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائے۔

قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۝۳۶

ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں

میں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس کو مرعوب کر دوں گا جس سے پوری تبلیغ کر سکو گے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ فجعل لکما سلطاناً الخ کہ ہم تم دونوں کو غلبہ اور شوکت عطا کریں گے اور یہ شبہ نہ ہو کہ غلبہ دینے کا وعدہ تو ہارون علیہ السلام کو نبی بنانے کے وعدہ کے ساتھ ہی ہو گیا تھا پھر جب یہ وعدہ پہلے ہی ہو گیا تھا تو خوف کیوں ہوا جواب یہ ہے کہ سنشد عضدک باخیک و نجعل لکما سلطاناً الخ میں اگرچہ غلبہ دینے کا وعدہ ہارون کی نبوت کے وعدہ کے ساتھ مذکور ہے مگر دونوں کے ایک ساتھ مذکور ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں وعدے ایک ساتھ ہی کئے گئے تھے ممکن ہے کہ یہ دونوں وعدے مختلف اوقات میں ہوئے ہوں اور کسی مصلحت سے آیت میں ایک ساتھ ذکر کر دیا ہو اور اگر یہ شبہ ہو کہ یسرلی امری میں موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کی آسانی کی درخواست کی تھی اور اوتیت سؤلک یا موسیٰ میں وہ درخواست منظور ہو چکی تھی پھر یہ خوف کیوں ہوا جواب یہ ہے کہ اس میں آسانی کی درخواست کا یہ مطلب تھا کہ جو موانع میرے اندر ہیں لکنت و کمزوری وغیرہ وہ رفع کر دیئے جائیں اس درخواست کے قبول ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخاطب کی جانب میں جو موانع ہیں وہ بھی مرتفع ہو گئے۔

فَاتِيهِ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ

سو تم اس کے پاس جاؤ اور (اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے

مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝

ہیں (کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے

کہ جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں رہیں مطلب یہ کہ تو ہماری اطاعت کر عقیدہ کی اصلاح کر یعنی توحید کی تصدیق کر اور اخلاق کی بھی اصلاح کر کہ ظلم وغیرہ سے باز آ اور بنی اسرائیل کو جن پر تو ظلم ناحق کرتا ہے اپنے بچہ ظلم سے رہا کر دے آگے بتلاتے ہیں کہ ہم جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں سو یہ دعویٰ خالی خالی نہیں بلکہ ہمارے پاس اس کی دلیل بھی موجود ہے۔

وَلَا تُعَذِّبُهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّنْ

اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان

رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی ۝۳۷

(یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور ایسے شخص کے لئے سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے

اس قاعدہ کلیہ میں حق بات قبول کرنے کا ثمرہ بتلادیا کہ جو ہماری تصدیق کرے اس کے لئے سلامتی ہے آگے حق بات کے جھٹلانے کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ

ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب اس شخص پر ہوگا جو (حق کو)

كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝۳۸

جھٹلا دے اور (اس سے) روگردانی کرے

عذاب کے ترجمہ میں قہر کا لفظ بڑھا دینے سے یہ شبہ جاتا رہا کہ عذاب تو گناہ گاروں کو بھی ہوگا جواب یہ ہے کہ وہ ان کے حق میں قہر نہ ہوگا بلکہ ان کی پاکی اور صفائی کے لئے ہوگا غرض دونوں حضرات تشریف لے گئے اور یہ سب مضمون فرعون سے جا کر کہہ دیا

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمْ يَا مُوسٰی ۝۳۹ قَالَ رَبُّنَا

وہ کہنے لگا پھر (یہ بتلاؤ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ۔ موسیٰ نے کہا (ہمارا سب

الَّذِيْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰی ۝۴۰

کا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی

یعنی ان میں جو جاندار چیزیں تھیں ان کو ان کے منافع اور مصالح سب بتلا دیئے چنانچہ ہر جانور اپنی متناسب غذا اور جوڑہ اور رہنے کی جگہ وغیرہ سب ڈھونڈھ لیتا ہے پس وہی ہمارا بھی رب ہے اور فرعون کا صرف موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب بنانا تو اس لئے ہے کہ قرآن سے اس کو معلوم ہو گیا ہو کہ یہی اصل ہیں یا قدیم تعلق کی وجہ سے ہو یا اس لئے ہو کہ گفتگو موسیٰ علیہ السلام ہی نے کی تھی ہارون علیہ السلام صرف مؤید تھے واللہ اعلم اور ہر چیز کو مناسب بناوٹ عطا کرنے پر یہ شبہ نہ ہو کہ بعض چیزیں ناقص الخلقیت بھی ہوتی ہیں کیونکہ وہاں وہی مناسب ہوتا ہے گو اس کی مصلحت مخفی ہوں قال فما بال القرون تا اخریٰ۔

قَالَ فَمَا بِالْقُرُونِ الْأُولٰٓئِی ۝۴۱

فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا

موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ حق بات کے جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہوگا فرعون نے پھر اعتراض کیا کہ پہلے لوگ بھی تو انبیاء کی تکذیب کرتے تھے ان پر کون سا عذاب نازل ہوا۔

چنانچہ کوئی مردہ کسی حالت میں ہو لیکن آخر میں گودتوں کے بعد کسی مٹی میں ضرور ملے گا۔

وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ۝

اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکال لیں گے

جیسا کہ پہلی بار اس سے پیدا کر چکے ہیں اور شاید اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے بڑھادی ہو کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور کفار مکہ توحید و قیامت کے منکر تھے اور اس میں دونوں پر دلالت ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا

اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھلائیں

ولقد ارينه تا ضحیٰ جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھیں

فَكَذَّبَ وَابَى ۝ قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا

سو (جب بھی) وہ جھٹلایا ہی کیا اور انکار ہی کرتا رہا (اور) کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس

مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَهُوسَى ۝

واسطے آئے ہو (گے) کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کرو

اور خود عوام کو فریفتہ اور اپنا تابع بنا کر رئیس بن جاؤ اور یہ بات فرعون نے شاید اس لئے کہی ہو کہ سننے والوں کو موسیٰ علیہ السلام پر غیظ پیدا ہو جاوے کیونکہ ترک وطن اکثر طبائع پر شاق ہوتا ہے تو اس غیظ کی وجہ سے ان کی طرف میلان نہ ہونے پاوے نہ آیات میں غور کر سکیں۔

فَلَنَاتِيَنَّكَ بِسِحْرِ مِثْلِهِ فَأَجْعَلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

سوا ب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان

مَوْعِدًا إِلَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا

میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں

سُوَّى ۝ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ

(تا کہ سب دیکھ لیں) موسیٰ نے فرمایا تمہارے (مقابلہ کے) وعدہ کا وقت وہ دن ہے

يُحْشَرُ النَّاسُ ضُحًى ۝

جس میں (تمہارا) میلہ ہوتا ہے اور (جس میں) دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں

اور ظاہر ہے کہ میلے کا موقع اکثر ہموار ہی زمین میں ہوتا ہے اس سے

قَالَ عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ

موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس

رَبِّي وَلَا يَنْسَى ۝

دفتر اعمال میں (محفوظ) ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے

مطلب یہ کہ میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عذاب دنیا ہی میں آنا ضرور ہے بلکہ کبھی دنیا میں بھی آتا ہے اور آخرت میں تو ضرور ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال کا صحیح علم حاصل ہے جب وقت آئے گا وہ عذاب ان پر جاری کر دے گا پس دنیا میں عذاب نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفر اور تکذیب پر بالکل عذاب نہ ہوگا اور خدا تعالیٰ کو دفتر وغیرہ کی حاجت نہیں مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے یہاں تک موسیٰ علیہ السلام کی تقریر ہو چکی آگے اللہ تعالیٰ اپنی شان تربیت کی کچھ تفصیل بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں اجمالاً تھا۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَوَسَّلَكَ

وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اور

لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے بنا دئے اور آسمان سے پانی برسایا

مَاءً طَافًا خَرَجْنَاهُ أَرْوَاجًا مِنْ بَنَاتٍ شَتَّى ۝

پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت

كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مویشی کو (بھی) چراؤ ان سب چیزوں میں اہل عقل

لِلْأُولَى النَّهْيُ ۝ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ

کے واسطے (قدرت الہی کی) نشانیاں ہیں ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا

یعنی جس طرح نباتات کو زمین سے نکالتے ہیں اسی طرح تم کو بھی ابتداء میں اسی سے بنایا چنانچہ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے اور ان کے واسطے سے سب کی اصل خاک ہی ہے۔

وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ

اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے

وہ شرط بھی پوری ہوگئی جو فرعون نے لگائی تھی کہ ہموار زمین میں مقابلہ ہو
فلتولی فرعون تان من تریکی۔

فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ ۖ

غرض (یہ سن کر) فرعون (دوبار سے اپنی جگہ) لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا
(یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا

یعنی سب کو لے کر اس میدان میں جہاں وعدہ ٹھہرا تھا آیا۔

قَالَ لَهُمُ مُوسَىٰ وَايْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَيَّ اللَّهُ

اس وقت موسیٰ نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا کہ ارے کم بختی

كذِبًا فَيُسْحِتْكُمْ بِعَذَابٍ ۚ

مارواللہ تعالیٰ پر جھوٹ وافترا مت کرو

کہ خدا کے وجود یا توحید کا انکار کرنے لگو یا اس کے ظاہر کئے ہوئے
معجزات کو جادو بتلانے لگو۔

وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ ۖ فَتَنَّا عَمِلَٰمَهُمُ

کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے اور جو جھوٹ

بَيْنَهُمْ وَأَسْرُوا النَّجْوَىٰ ۖ قَالُوا إِنَّ هَٰذَا مِن

باندھتا ہے وہ (آخروں کا مہم رہتا ہے پس جادوگر (یہ بات سن کر) یا ہم اپنی رائے میں

لَسَحَرِنِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ

اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (آخری نتیجہ سب متفق ہو کر) کہنے

بِسَحَرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ ۖ

لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور سے)

فَاجْبِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اتُّوَا صَفًّا ۚ وَقَدْ

تم کو تمہاری زمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی

أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ۖ قَالُوا يَهُوسَىٰ

انہادیں تو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ

إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ أَوَّلَ مَنْ

اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ آپ (اپنا عصا)

أَلْقَىٰ ۖ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ۚ

پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے نہیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو

چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لٹھیاں ڈالیں اور نظر بندی کر دی

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيَّهُمْ تُخَيَّلُ إِلَيْهِ

پس یکا یک ان کی رسیاں اور لٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ کے خیال

مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۖ فَأَوْجَسَ

میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں

فِي نَفْسِهِ خِيفَةٌ مُّوسَىٰ ۖ

سوموسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا

کہ جب دیکھنے میں یہ رسیاں اور لٹھیاں بھی سانپ معلوم ہوتے ہیں
اور میرا عصا بھی بہت سے بہت سانپ بن جاوے گا تو دیکھنے والے تو دونوں
چیزوں کو ایک ہی سمجھیں گے تو حق و باطل میں امتیاز کس طرح کریں گے۔

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۖ وَالْقِ

ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور (اس کی صورت یہ ہے)

مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّهَا صَنَعُوا

کہ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ

كَيْدُ سِحْرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّحَرَةُ حَيْثُ أَتَىٰ ۖ

(سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جائے گا یہ جو کچھ بتایا ہے جادوگروں کا سانگ

ہے اور جادوگر کہیں جاوے (معجزے کے مقابلے میں کہیں) کامیاب نہیں ہوتا

موسیٰ علیہ السلام کو تسلی ہوگئی کہ اب امتیاز حق و باطل میں خوب ہو سکتا ہے
چنانچہ انہوں نے عصا ڈالا اور واقعی وہ سب کو نگل گیا جادوگروں نے جو یہ فعل
جادو کی حد سے بڑھا ہوا دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں بیشک معجزہ ہے۔

فَأَلْقَى السَّحَرَةُ سَجْدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ

سو جادوگر سجدہ میں گر گئے اور (بآواز بلند) کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہماروں

هَارُونَ وَمُوسَىٰ ۖ قَالَ امْنُتُمْ لَهُ قَبْلَ

اور موسیٰ کے پروردگار پر فرعون نے کہا کہ بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت

أَنْ أَذِنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي

دوں (یعنی میری خلاف مرضی) تم موسیٰ پر ایمان لے آئے واقعی (معلوم ہوتا

عَلَيْكُمْ السَّحَرُ

ہے کہ وہ) سحر میں (تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھایا ہے

اور استاد شاگردوں نے مل کر سازش کر کے جنگ زرگری کی ہے تاکہ تم کو ریاست و حکومت حاصل ہو جاوے اور یہ بات فرعون نے عوام کو فریب دینے کے لئے کہی ورنہ موسیٰ علیہ السلام سے ان کی بے تعلقی وہ بھی جانتا تھا۔

فَلَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ مَنْ خِلَافِ

سو میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا

وَأَوْصَلِبَتَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ

پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر لٹکواتا ہوں

اسکی کہیں تصریح نہیں دیکھی کہ فرعون نے ان نو مسلموں کو یہ سزا دی یا نہیں۔

وَلَتَعْلَمَنَّ إِنَّا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى

اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ

میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر پا ہے ان لوگوں نے صاف جواب

لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ

دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے

وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ

ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو (دل کھول کر)

إِنَّا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا

أَمْ نَبْرَبُكَ لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَتَنَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا

ہے بس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ ہمارے (پچھلے) گناہ

(کفر وغیرہ) معاف کر دیں اور تو نے جو جادو (کے مقدمہ) میں ہم پر زور

عَلَيْهِ مِنَ السَّحْرِ

ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں

زور ڈالنا یا تو اس بنا پر ہو کہ حکم سلطانی کے بعد آزادی سے رائے قائم کرنے کی گنجائش نہیں رہتی تو فرعون کے حکم کے بعد وہ ایسے مغلوب ہو گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ صحیح رائے قائم نہ کر سکے یا اس وجہ سے ہو کہ کسی مصلحت کے خیال سے ساحرین کی مقابلہ میں آنے کی رائے نہ ہوگی۔

وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى

اور اللہ تعالیٰ (تجھ سے) بہتر جہاں تجھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں

اور تجھ کو نہ کچھ خوبی نصیب ہے نہ بقا تو تیرا انعام ہی کیا جس کا وعدہ تو نے ہم سے کیا تھا اور عذاب ہی کیا جس کی اب دھمکی سناتا ہے آگے ثواب و عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون بیان کرتے ہیں۔

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ

جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لئے

جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى

دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جئے ہی گا

نہ مرنے کا ظاہر ہے اور نہ جینا یہ کہ آرام سے جینا نصیب نہ ہوگا

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ

اور جو شخص رب کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کئے

فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى

ہوں سوا بیسوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات

عَذْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے اور

فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى

جو شخص (کفر و معصیت) سے پاک ہو اس کا یہی انعام ہے

پس اس قانون کے موافق ہم نے کفر کو چھوڑ کر ایمان اختیار کر لیا اور جو مومن نیک اعمال نہ کرے اس کا اس آیت میں ذکر نہیں اس کا حال دوسرے دلائل سے معلوم ہے ولقد او حینا قائم اہتدی۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ

اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے (ان) بندوں (یعنی بنی اسرائیل)

نعمتیں عطا ہوئیں۔ مثلاً تورات عطا ہوئی من وسلویٰ وغیرہ دیا گیا یہ نعمتیں عطا کر کے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا جو آگے آ رہا ہے۔

يٰۤاِبْنِيۤ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰکُمْ مِّنْ

اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی

عَدُوِّکُمْ وَاَعَدْنَاکُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنِ

اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا

اور وہاں آنے کے بعد تورات دینے کا وعدہ تمہارے نفع کے واسطے کیا اور اس کو وہی جانب اس لئے فرمایا کہ وہ جانب اس طرف جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتی تھی اور بعض نے ایمن کے معنی مبارک لئے ہیں اس کی توجیہ ظاہر ہے کیونکہ وحی کی جگہ کے مبارک ہونے میں کیا شبہ ہے چنانچہ پہلے اس کو مقدس بھی کہا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّٰۤی وَالسَّلٰوٰی ۝۸۰ کُلُوْا

اور (وادی تہ میں) ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ)

مِنْ طَیِّبٰتِ مَا

ہم نے یہ نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ

کہ وہ شرعاً بھی نفیس کیونکہ حلال ہیں اور طبعاً بھی نفیس کیونکہ لذیذ و مزے دار ہیں۔

رَزَقْنٰکُمْ

اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرؤ

مثلاً یہ کہ حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا کھا کر معصیت کی جائے۔

وَلَا تَطْغَوْا فِیْہِ فِیَحِلَّ عَلَیْکُمْ

کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جاوے اور جس شخص پر میرا غضب

غَضَبِیْ ۚ وَمَنْ یَّحِلَّ عَلَیْہِ غَضَبِیْ

واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا اور (نیز اس کے ساتھ یہ بھی کہ)

فَقَدْ هَوٰی ۝۸۱ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ

میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کر لیں اور ایمان لے

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اٰهْتَدٰی ۝۸۲

آئیں اور نیک عمل کریں پھر (اسی راہ پر) قائم (بھی) رہیں

بِعِبَادِیْ

کو (مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ

یعنی جب فرعون ایمان نہ لایا اور ایک عرصہ تک مختلف معاملات و واقعات ہوتے رہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے دور چلے جاؤ تاکہ فرعون کے ظلم و شدائد سے ان کو نجات ہو۔

فَاَضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبْسًا ۝۸۳

پھر ان کے لئے دریا میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنا دینا

یعنی راہ میں جو دریا ملے گا اس پر عصا مارنا اس سے خشک راستہ بن جاویگا۔

لَّا تَخَفْ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی ۝۸۴

نہ تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا

کیونکہ تعاقب کرنے والے اگرچہ تعاقب کریں کامیاب نہ ہوں گے اور تم کو غرق وغیرہ کا بھی خوف نہیں بلکہ امن و اطمینان سے پار ہو جاؤ گے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام موافق حکم کے راتوں رات بنی اسرائیل کو نکال لے گئے اور صبح کو مصر میں خبر مشہور ہوئی۔

فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِہٖ

پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا

اور بنی اسرائیل وعدہ الہی کے موافق دریا سے پار ہو گئے اور ابھی تک وہ دریائی راستے اسی طرح اپنی حالت پر تھے کہ فرعونوں نے جلدی میں کچھ آگاہ چھانہ سوچا ان راستوں پر ہولنے اور سب دریا کے اندر آ گئے۔

فَغَشٰیہُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشٰیہُمْ ۝۸۵

تو دریا ان پر جیسا ملنے کو تھا آ ملا

یعنی اس وقت چاروں طرف سے دریا کا پانی سمٹ کر آ ملا اور سب غرق ہو کر رہ گئے۔

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَہٗ وَمَا هَدٰی ۝۸۶

اور فرعون اپنی قوم کو بری راہ لایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی

جس کا اس کو دعویٰ تھا و ما اھدیکم الاسبیل الرشاد کہ میں بجز نیک راہ کے تمہیں کچھ نہیں بتاتا مگر اس کی راہ کا برا ہونا ظاہر ہے کہ دنیا کا بھی ضرر ہوا اور آخرت کا بھی حیث اغرقوا فادخلوا ناراً کہ غرق بھی کئے گئے پھر جہنم میں داخل کئے گئے اس نجات کے بعد بنی اسرائیل کو اور بھی

فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ

غرض موسیٰ (بعد انقضاء میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم

قَالَ يَقَوْمُ الْمَ يَعِدُكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدًّا ۚ

کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے

حَسَنًا ۚ

رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا

کہ ہم تم کو ایک کتاب احکام کی دیں گے تو اس کتاب کا انتظار تو تم کو واجب تھا۔

أَفْطَالَ عَلَيْكُمْ الْعَهْدُ ۚ

کیا تم پر (میعاد مقرر سے کچھ) زیادہ زمانہ گزر گیا تھا

اس لئے اس کے ملنے سے ناامیدی ہو گئی اور اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی۔

أَمَّا رَدُّكُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ

یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ

مِّنْ رَبِّكُمْ

سے جو وعدہ کیا تھا

کہ آپ کی واپسی تک اسی دین تو حید پر قائم رہیں گے۔

فَاخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِي ۚ ۞ قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا

اس کو خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے

مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا

اختلاف سے خلاف نہیں کیا

یہ مطلب نہیں کہ بالکل مجبور ہو گئے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس رائے کو ہم خود اپنی طبیعت سے اختیار کرتے سامری کے اس فعل سے ہم کو اس میں اشتباہ ہو گیا جس سے ہم نے وہ پہلی رائے اختیار نہ کی بلکہ رائے بدل گئی اگرچہ اس پر بھی عمل اختیار ہی سے ہوا خلاصہ یہ کہ یہ رائے ہماری ذاتی رائے نہ تھی بلکہ سامری نے ہم کو دھوکہ میں ڈال دیا۔

وَلَكِنَّا حَمَلْنَا أَوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ

دیکھن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لدرہا تھا سو ہم نے اس کو (سامری

یعنی ایمان و عمل صالح پر مداومت کریں غرض یہ مضمون ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کیونکہ نعمت کی یاد دہانی اور شکر کا حکم اور معصیت کی ممانعت اور وعدہ اور وعید یہ خود بھی دینی نعمت ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو تورات دینا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر آنے کا حکم فرمایا اور قوم میں سے بعضوں کو ساتھ آنے کا حکم ہوا موسیٰ علیہ السلام شوق میں سب سے آگے تنہا جا پہنچے اور دوسرے لوگ اپنی جگہ رہ گئے طور کا ارادہ ہی نہیں کیا آگے اس کا ذکر ہے۔ وما اعجلک تا ولا نفعا

وَمَا آعَجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَهُوسَیٰ ۝۸۳

اور اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا انہوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے

قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي

پیچھے (آ رہے ہیں) اور میں آپ کے پاس

مراد وہ جگہ ہے جہاں گفتگو کا وعدہ ہوا تھا۔

وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۝۸۴

جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ (زیادہ) خوش ہوں گے

کیونکہ حکم کی بجا آوری میں سبقت کرنا زیادہ خوشنودی کا سبب ہے۔

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ

ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے (چلے آنے کے) بعد ایک بلا

وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝۸۵

میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا

جس کا بیان آگے آتا ہے فاخرج لهم عجلا الخ کہ اس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا بنایا تھا اور سامری کا گمراہ کرنا تو ظاہر ہے اور فتنہ میں جو حق تعالیٰ نے اس فتنہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ ہم نے مبتلا کر دیا یہ باعتبار تخلیق کے ہے کیونکہ تمام اچھے برے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہی ہیں جس میں کوئی قباحت نہیں اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گفتگو طور پر پہنچتے ہی ہوئی اور اس گفتگو سے پہلے گوسالہ کا فتنہ واقع ہو چکا تھا پس غالب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پہنچنے میں جو دن لگے ان دنوں میں یہ واقعہ ہو گیا اور اگر کسی صحیح روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس سے زیادہ مدت میں یہ واقعہ ہوا تو آیت میں یہ تاویل کی جاوے گی کہ اس فتنہ اور گمراہی کا سامان شروع ہو گیا سامری نے لوگوں کی رائے بدلنا اور اس کا منصوبہ سوچنا شروع کیا ہو گا واللہ اعلم۔

فَقَدْ فُتِنَ بِهَا فَكَذَلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝۸۷

کے کہنے سے آگ میں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی) ڈال دیا
آگے اللہ تعالیٰ پورا قصہ بیان فرماتے ہیں

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عَجَلًا جَسَدًا اِلٰهُ خَوَارِفَقَالُوا

پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ
ایک قالب تھا جس میں ایک (بے معنی) آواز تھی سودہ (حق) لوگ (ایک

هَذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوسٰى ه فَنَسِيَ ۝۸۸

(دوسرے سے) کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے
کہ طور پر خدا کی طلب میں گئے ہیں آگے حق تعالیٰ ان کی حماقت

ظاہر کرتے ہیں۔

اَفَلَا يَذَرُوْنَ اَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۝۸۹

کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی بات کا جواب دے

يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًا وَلَا نَفْعًا ۝۹۰

سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر اور نفع پر قدرت رکھتا ہے

تو ایسا عاجز و ناکارہ خدا کیا ہوگا کیونکہ معبود برحق تو انبیاء علیہم السلام

کے ذریعہ سے کلام بھی فرماتا ہے اور خطاب بھی کرتا ہے اور زیور لینے کا

قصہ نویں پارہ میں و اتخذ قوم موسیٰ الخ کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور

اس زیور کو تصرف میں نہ لانے کی یہ وجہ تھی کہ وہ مال کفار سے بدوں

رضامندی کے لیا ہوا تھا اور شریعت موسوی میں اس کا حکم اب تک معلوم نہ

ہوا تھا اس لئے سامری نے اس کو ایک جگہ جمع کرنے کی رائے دی تاکہ

محفوظ رہے پھر حکم کی تحقیق کر لیں گے اور سامری سامرہ کی طرف منسوب

ہے جو ملک شام کی ایک بستی کا نام ہے اور یہ شخص منافق تھا اور بچھڑے میں

آواز پیدا ہونے کی وجہ آگے آوے گی۔ وَلَقَدْ قَالَ تَالِمْ تَرْقُبُ قَوْلِي

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هُرُونٌ مِنْ قَبْلُ يَقَوْمِ

اور ان لوگوں سے ہارون نے (موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے بھی کہا

اِنَّمَا فِتْنَتُمْ بِهِ ۝۹۱

تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو

یعنی اس طریقہ میں درستی کا ذرا بھی احتمال نہیں یقیناً گمراہی ہے۔

وَإِنْ رَبَّكُمْ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا

اور تمہارا رب (حقیقی) رحمن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور

أَمْرِي ۝۹۰

میرا کہا ماتو

یعنی میرے قول و فعل کی اقتداء کرو۔

قَالُوا لَنْ تَبْرَحَ عَلَيْهِ عِكِفَيْنِ حَتَّى يَرْجِعَ

انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس ہو کر آئیں

اَلَيْنَا مُوسٰى ۝۹۱

اسی (کی عبادت) پر برابر جے بیٹھے رہیں گے

یہ مطلب نہیں کہ ان کے آنے کے بعد چھوڑ دیں گے بلکہ یہ مقصود تھا

کہ دیکھیں وہ آکر کیا کہتے ہیں غرض ہارون علیہ السلام کا کہنا نہیں مانا یہاں

تک کہ موسیٰ علیہ السلام بھی آگئے اور انہوں نے پہلے قوم سے خطاب کیا جو

اوپر گزر چکا اس کے بعد ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔

قَالَ يَهُرُونَ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۝۹۲

(موسیٰ نے) کہا اے ہارون جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہو

اَلَا تَتَّبِعُنِ

گئے تو (اس وقت) تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا

یعنی جب لوگوں نے تمہاری نصیحت بھی نہ سنی تو تم کو میرے پاس چلا آنا

چاہئے تھا تا کہ ان لوگوں کو اور زیادہ یقین ہوتا کہ تم ان کے افعال کو نہایت

نا پسند کرتے ہو اور نیز ایسے باغیوں سے جس قدر قطع تعلق ہو بہتر ہے۔

اَفْعَصَيْتَ أَمْرِي ۝۹۳

سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا

کہ میں نے کہا تھا لا تتبع سبیل المفسدین کہ مفسدوں کا طریقہ

اختیار نہ کرنا جس کا مطلب یہ تھا کہ مفسدوں کی طرح بھی موافقت نہ کرنا

اور ان کے ساتھ رہنا یہ بھی ایک طرح ان کی موافقت تھی۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ

ہارون نے کہا کہ اے میرے میا جائے

بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے

مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ

نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر خاک) اٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس

سَوَّلْتُ لِي نَفْسِي ۝۹۶

قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی

تو اس مٹی کے ڈالنے سے اس صورت میں آواز پیدا ہو گئی درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے اور اسی کو روح المعانی میں صحابہ و تابعین و جمہور مفسرین سے منقول کہا ہے اور اس میں بعض ظاہر پرستوں کو جو اشکالات واقع ہوئے ہیں صاحب روح نے سب کا جواب دیا ہے فجزاه اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ

آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ

تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۝

کہتا پھر کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا

یہ سزا ممکن ہے کہ وحی سے دی گئی ہو یا اجتہاد سے اور اس سزا کی تقریر میں مشہور قول یہ ہے کہ اگر کوئی اس کو چھوتا تھا تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا اس ڈر کے مارے بھاگتا پھرتا تھا اور کسی کو دور سے دیکھتا تو کہتا تھا لا مِسَاسَ کہ مجھے مت چھونا اور دوسرے بھی اس سے بچتے تھے۔

وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تَخْلَفَهُ ۚ وَانْظُرْ إِلَى

اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے کہ جو تجھ سے ملنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جو

إِلَهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهُ

عذاب ہوگا) اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا (دیکھ)

ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝۹۷

ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے

تا کہ نام و نشان اس کا باقی نہ رہے اور اس کو سالہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ گوشت پوست کا تھا یا چاندی سونے ہی کا تھا پھر اس

یعنی اے بھائی اور اے میا جائے کہنے سے ان کا ماں شریک بھائی ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ شفقت ابھارنے کے لئے یہ لفظ کہہ دیا ہو۔

لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ

تم میری ڈاڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) (پکڑو مجھ کو اندیشہ ہوا کہ تم

أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ

کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میں تفریق ڈال دی اور تم نے میری

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۝۹۸

بات کا پاس نہ کیا

ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے تمہارے پاس نہ آنے کی یہ وجہ تھی کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر میں گیا تو میرے ساتھ وہ لوگ بھی چلیں گے جنہوں نے گوسالہ کی عبادت نہیں کی اور اس صورت میں قوم متفرق ہو جاتی اور یہ تفریق بعض دفعہ ایک جگہ رہنے سے زیادہ مضر ہوتی ہے کیونکہ مفسد لوگ میدان خالی پا کر بے خوف و خطر فساد میں ترقی کرتے ہیں پھر تم یہ کہتے کہ میں نے تم کو اصلاح کا حکم کیا تھا اور تم نے تفریق ڈال کر قوم کو تباہ کر دیا خلاصہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے اجتہاد میں ساتھ چھوڑنا زیادہ مضر تھا باقی اس قدر غصہ کی اور ڈاڑھی اور سر پکڑنے کی توجیہ نویں پارہ میں واتخذ قوم موسیٰ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يُسَا مِرِّي ۝۹۹

(پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے) کہا کہ اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے

قال فما خطبك تا بكل شي علما یعنی تو نے یہ حرکت کیوں کی

قَالَ بَصُرْتُ

اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی

یعنی حضرت جبریل علیہ السلام گھوڑے پر چڑھے ہوئے جس روز دریا سے پار اترے ہیں جو مومنین کی امداد اور کفار کے ہلاک کرنے کو آئے ہوں گے یا بقول طبری حضرت جبریل علیہ السلام موسیٰ کے پاس گھوڑے پر سوار ہو کر یہ حکم لے کر آئے تھے کہ آپ طور پر جاویں اس وقت سامری نے ان کو دیکھا تھا اور خود بخود اس کے دل میں یہ بات آئی کہ ان کے گھوڑے کے نقش قدم کی خاک میں حیات پیدا کر دینے کا اثر ہے یا بقول بعض اس کا جہاں سم پڑتا تھا سبزہ جم جاتا تھا اس سے استدلال کیا ہو

كُلُّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ

(اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے (جس طرح ہم نے موسیٰ کا قصہ

مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ

بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گذشتہ کی خبریں بیان کرتے رہتے ہیں

تا کہ نبوت کی دلیلیں زیادہ ہوتی جاویں۔

وَقَدْ آتَيْنَكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۝

اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے (یعنی قرآن)

جس میں وہ خبریں مذکور ہیں اور وہ خود بھی بوجہ اپنے اعجاز کے ایک مستقل

معجزہ ہے جو نبوت پر دلالت کرتا ہے آگے قرآن کی صفت بیان کرتے ہیں۔

مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری

بوجھ (عذاب کا) لادے ہوں گے (اور) وہ اس (عذاب) میں

وَزَرًا ۝ خَلِدِينَ فِيهِ وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ

ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے برا (بوجھ) ہوگا جس

روز صور میں پھونک ماری جاوے گی (جس سے مردے زندہ ہو جاویں گے)

الْقِيَمَةِ حَمَلًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ

اور ہم اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگوں کو (میدان قیامت میں) اس حالت

الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝

سے جمع کریں گے کہ آنکھوں سے) کرنبجے ہوں گے

یعنی نہایت بد صورت ہوں گے چنانچہ آنکھوں کا یہ رنگ تمام اللوان

میں بدتر ہے آگے ان کے خوف زدہ ہونے کا بیان ہے۔

يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝

چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہو گے

مطلب یہ کہ ہمارا گمان تو یہ تھا کہ مر کر پھر زندہ نہ ہوں گے یہ گمان تو بالکل

غلط نکلا زندہ نہ ہونا تو کیا یہ بھی تو نہ ہوا کہ دیر ہی میں زندہ ہوتے بلکہ بہت جلدی

زندہ ہو گئے اور دس روز کے برابر مدت معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے

دن کی درازی اور ہول کے سامنے قبر میں رہنے کی مدت بہت کم معلوم ہوگی۔

میں حیوان کی آواز پیدا ہوگئی پہلے قول پر جلانا ذبح کے بعد ہوگا اور دوسرے قول پر جلانا دو صورت سے ہو سکتا ہے یا تو سوہان سے ریت کر یا کسی کیمیائی ترکیب سے جلایا ہو اور ہر حالت میں وہ ایک خلاف عادت چیز تھی اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ خلاف عادت امور تو نبوت کی دلیل ہوتے ہیں تو جھوٹے کے ہاتھ پر اس کا ظہور کیسے ہو گیا جواب یہ ہے کہ خارق عادت ہمیشہ نبوت کی دلیل نہیں بلکہ جب مدعی رسالت کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو اس وقت رسالت کی دلیل ہے پس اگر وہ رسالت کا دعویٰ کرتا تو عادت الہی کے موافق اس کے ہاتھ پر اس خارق کا ظہور نہ ہوتا مگر اس نے ایسا دعویٰ کیا جو عقلاً بھی غلط تھا یعنی گوسالہ کا خدا ہونا اس صورت میں تو کسی عاقل کے شبہ میں پڑنے کا احتمال ہی نہیں لہذا خلاف عادت کام کا اس سے ظاہر ہو جانا محال نہیں اور امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے سختی ہونے کے سبب قتل سے منع فرما دیا یہاں ایک اور شبہ ہے وہ یہ کہ بنی اسرائیل نے قبطیوں سے جو زیور لیا تھا اگر وہ اس کے مالک نہ تھے تو واپس کیوں نہ کیا اور اگر مالک ہو گئے تھے تو یہ احادیث کے خلاف ہے کیونکہ احادیث سے غنیمت کا حلال ہونا امت محمدیہ کی خصوصیات سے معلوم ہوتا ہے پہلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ فرعونیت کے غرق ہونے کے بعد یا پہلے ہی اس کے مالک ہو گئے تھے اور غنیمت کا حلال ہونا جو امت محمدیہ کے لئے خاص ہے اس سے شاید وہ غنیمت مراد ہے جو لڑائی کے وقت حاصل ہو اور جو بدوں لڑائی کے حاصل ہو وہ غالباً سب امتوں کے لئے حلال تھی اور یہی جواب ہے اس کا کہ بنی اسرائیل قبطیوں کے باغات و املاک کے کیونکر مالک ہو گئے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں واورثناھا بنی اسرائیل الخ رہا یہ شبہ کہ جب بنی اسرائیل مالک تھے تو جب موسیٰ علیہ السلام نے اس چاندی سونے کے گوسالہ کو ضائع کیا ان کے ذمہ ضمان کیوں نہ واجب ہوا جواب یہ ہے کہ جو چیز گناہ کا ذریعہ ہو اس کے تلف کرنے سے امام پر ضمان نہیں ہوتا

رابطہ: اوپر موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں رسالت محمدیہ کا اثبات بھی تھا آگے اجمالاً دوسرے قصوں سے اور قرآن کے نازل کرنے سے بھی رسالت مذکور کا اثبات ہے اور حقانیت قرآن کے ضمن میں کچھ قیامت کی بھی تفصیل ہے کذلک نقص تا زدنہ علما۔

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ

بس تمہارا (حقیقی) معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ

جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کریں گے ہم اس کو خوب جانتے ہیں (کہ وہ کس قدر ہے) جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہو

طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝۱۰۳

گا کہ نہیں تم تو ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو

اس شخص کو زیادہ صائب الرائے اس لئے فرمایا کہ اس دن کی درازی اور ہول کے اعتبار سے یہی نسبت زیادہ قریب ہے پس اس شخص کو اس دن کی شدت کا زیادہ احساس ہوا یہ مقصود نہیں کہ قبر میں رہنے کی مدت اس نے صحیح بیان کی کیونکہ ظاہر ہے کہ واقع میں دونوں مقداریں صحیح نہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو

نَسْفًا ۝۱۰۴ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝۱۰۵ لَا تَبْقَىٰ

آپ فرمادیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان کر دے گا کہ

فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝۱۰۶ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ

جس میں تو (اے مخاطب) نہ تباہی ہواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا اس روز سب کے

الدَّاعِيَ

سب (خدائی) بلانے والے (یعنی صور پھونکنے والا فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے

یعنی وہ صور پھونکنے کی آواز سے سب کو قبروں سے بلا دے گا سب نکل پڑیں گے۔

لَا عِوَجَ لَهُ

اس کے سامنے (کسی کا) کوئی میڑھا پن نہ رہے گا

کہ قبر سے زندہ ہو کر نہ نکلے جیسے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے سامنے لیڑھے رہتے تھے کہ تصدیق نہ کرتے تھے۔

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا

اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے (بارے ہیبت کے) دب جاویں گے

هَبْسًا ۝۱۰۸

سو تو (اے مخاطب) بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا

یعنی میدان حشر کی طرف آہستہ آہستہ چل رہے ہوں گے پھر یا تو اس وقت بولتے ہی نہ ہوں گے گو بعد میں آہستہ آہستہ بولیں گے جیسا کہ اوپر آیا ہے یا یہ کہ بہت آہستہ بولتے ہوں گے کہ جو ذرا فاصلہ پر وہ نہ سن سکے۔

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ

اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے

الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝۱۰۹

اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو

مراد اس سے مومن ہے کہ اس کی سفارش کے لئے شفاعت کرنے والوں کو اجازت ہوگی اور اسکے بارہ میں شفاعت کرنے والے کا بولنا خدا کو پسند ہوگا اور کفار کے لئے سفارش کی کسی کو اجازت نہ ہوگی تو شفاعت کا ان کے واسطے نافع نہ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ شفاعت ہی نہ ہوگی اس میں کفار کو دھمکی ہے کہ تم شفاعت سے بھی محروم رہو گے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا

وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے

يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝۱۱۰

اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا

یعنی ایسا تو کوئی امر نہیں جو مخلوق کو معلوم ہو اور خدا تعالیٰ کو معلوم نہ ہو اور ایسے امور بہت ہیں جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور مخلوق کو معلوم نہیں پس مخلوقات کے وہ احوال بھی اس کو معلوم ہیں جن سے وہ شفاعت کے قابل یا ناقابل ہوتے ہیں سو جو اس کا اہل ہوگا اس کے لئے شفاعت کی اجازت ہوگی اور جو اہل نہ ہوگا اس کے لئے اجازت نہ ہوگی۔

وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ

اور (اس روز) تمام چہرے اس حی و قیوم کے سامنے بھکے ہوں گے

اور سب متکبرین اور منکرین کا تکبر و انکار ختم ہو جاوے گا۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝۱۱۱

اور ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہوگا

یعنی یہ نہ ہوگا کہ کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں زیادہ لکھ دیا جائے یا کوئی نیکی کم لکھ دی جائے پس زیادتی کمی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ پورا ثواب ملے گا تو اس کے مقابلہ میں کفار کے لئے مطلقاً ثواب نہ ہونا مقصود

ہوگا کیونکہ ان میں ثواب کی علت ہی موجود نہیں پس کفار کے لئے بھی کمی زیادتی نہ ہوگی اور ان کی نیکیوں کا نہ لکھنا اس وجہ سے ہے کہ ان میں قبولیت کی شرط یعنی ایمان ہی نہیں اور اس کو کمی زیادتی نہیں کہہ سکتے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جس نے نیک کام کئے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو اس کو (کامل

فَلَا يَخَفُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ۝۱۱۲

ثواب ملے گا) نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا اور ہم نے اسی طرح

أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ

اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے

الْوَعِيدِ

وعید بیان کی ہے

غرض اس کے الفاظ بھی واضح ہیں اور معانی بھی مطلب یہ ہے کہ سارے قرآن کے مضامین ہم نے صاف صاف بتلائے ہیں۔

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝۱۱۳

تاکہ وہ (سننے والے) لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کیلئے کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کر دے

یعنی یا تو اس کے ذریعہ سے لوگ بالکل ڈر جائیں اور اسی وقت ایمان لے آئیں یا اگر بالکل نہ ڈریں اور پورا اثر نہ ہو تو تھوڑا ہی ہو اور اسی طرح چند بار تھوڑا تھوڑا اثر ہو کر کسی وقت مسلمان ہو جائیں۔

فَتَعَلَّى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقِّ ۝۱۱۴

سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالیشان ہے

کہ اس نے ایسا نافع کلام نازل فرمایا اور جس طرح عمل کرنا اور نصیحت ماننا قرآن کے حقوق میں سے ہے جن کا ادا کرنا سب آدمیوں پر فرض ہے اسی طرح نزول قرآن کے متعلق بھی کچھ آداب ہیں جن کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے آگے اسی کا بیان ہے

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ

اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو

إِلَيْكَ وَحْيُهُ ۝۱۱۵

چکے عجلت نہ کیا کیجئے

کہ اس میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے سننا اور اس کو پڑھنا پھر ساتھ ساتھ یاد کرنا پڑتا ہے سو ایسا نہ کیجئے اور اس کا اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید یاد نہ رہے یاد کرنا ہمارے ذمہ ہے حدیثوں میں آیا ہے کہ پہلے آپ ایسا کرتے تھے۔

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝۱۱۶

اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے

حاصل یہ ہے کہ یاد کرنے کی یہ خاص تدبیر یعنی ساتھ ساتھ پڑھنا اور جلدی جلدی یاد کرنا چھوڑ دیجئے اور دعا کی تدبیر کو اختیار کیجئے اس دعا میں یہ بھی درخواست ہے کہ جو علم حاصل ہو گیا وہ یاد رہے اور جو حاصل نہیں ہوا وہ حاصل ہو جائے اور جو حاصل ہونے والا ہی نہیں اس کے حاصل نہ ہونے کو بہتر سمجھا جائے اور سب علوم میں خوش فہمی نصیب ہو پس لا تعجل کے بعد اس کا آنا نہایت ہی مناسب ہوا

رابطہ: اوپر من اعرض عنہ الخ میں احکام سے اعراض کرنے والوں پر وعید تھی آگے اسی مضمون کی تاکید کے لئے آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جب ایسے مقرب اور مقبول بندہ کو ایک احتیاط کے چھوڑنے سے ان کی شان کے مناسب ضرر پہنچا تو عام لوگ تو کس شمار میں ہیں ان کو احکام سے اعراض کرنے پر سزا ہونا کیا بعید ہے۔ ولقد عہدنا تا ابھی

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ

اور اس سے (بہت زمانہ) پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے

وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝۱۱۷

غفلت (اور بے احتیاطی) ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی

یعنی اس حکم کے اہتمام میں ثابت قدم نہ رہے آگے اس اجمال کی تفصیل ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

اور وہ وقت یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم کے سامنے سجدو (تہیت)

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط ۝۱۱۸

کہ وہ سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ اس نے انکار کیا پھر ہم نے (آدم سے)

إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجُكَهَا

کہا اے آدم (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا (اس وجہ سے) دشمن ہے (کہ

مِنَ الْجَنَّةِ

تمہارے معاملہ میں یہ مروود ہوا (سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے
یعنی اس کے کہنے سے کوئی ایسا کام مت کر بیٹھنا کہ جنت سے باہر کئے جاؤ۔

فَتَشْقَى ۱۱۶

پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ

یعنی کسب معاش کی مصیبت میں پڑ جاؤ اور ساتھ میں تمہاری بی بی
بھی مگر زیادہ حصہ مصیبت کا تم کو بھگتنا پڑے گا کیونکہ اکثر مرد پر معاش کی
مشقت زیادہ ہوتی ہے۔

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا

یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے
جس سے تکلیف ہو یا اس کی تدبیر میں دیر اور پریشانی ہو۔

وَلَا تَعْرَى ۱۱۷

اور نہ ننگے ہو گے

کہ کپڑا نہ ملے یا ضرورت کے بعد اتنی دیر میں ملے کہ تکلیف ہونے لگے۔

وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا

اور نہ یہاں پیاس ہو گے

کہ پانی نہ ملے یا دیر ہونے سے تکلیف ہو اور بھوک پیاس نہ لگنے کا جو
مطلب بیان کیا گیا ہے اس سے یہ قائدہ ہے کہ اگر جنت میں کسی قدر
بھوک پیاس کا لگنا ثابت ہو جائے تب بھی اشکال نہ رہے جیسا کہ احتمال
ہے کہ شاید خفیف سی بھوک پیاس اس مصلحت سے لگے کہ کھانے پینے کی
چیزوں میں لذت آوے۔

وَلَا تَضْحَى ۱۱۸

اور نہ دھوپ میں تپو گے

کیونکہ جنت میں دھوپ ہی نہیں اور مکان بھی ہر طرح پناہ کے ہیں بخلاف
اس حالت کے کہ اگر جنت سے نکل کر دنیا میں گئے وہ ساری مصیبتیں ہوں گی اس
لئے ان سب امور کو پیش نظر رکھ کر خوب ہی ہوشیاری و بیداری سے رہنا۔

فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا دَمْرُهُلْ

پھر ان کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو بھینگی (کی

أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةٍ

خاصیت) کا درخت بتلا دوں

کہ اس کھانے سے ہمیشہ شاد و آباد رہو۔

الْخُلْدِ وَصُلِّكَ لَا يَبُلَى ۱۱۹

اور ایسی پادشاہی کا کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو (اس کے
بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھالیا

جس سے ممانعت ہوئی تھی اور شیطان نے اسی کو شجرۃ الخلد کہا تھا۔

فَبَدَّتْ لَهَا سَوَاءُ أَثْمَارِهَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ

تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانکنے

عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ نَوَعَصَى أَدَمُ رَبَّهُ

کو) دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اور آدم

فَعَاوَى ۱۲۰

سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے

یعنی ہمیشہ آباد رہنے کا مقصود حاصل کرنے میں غلطی کر گئے پس عسی
اور عوا کا فرق اس تقریر سے ظاہر ہو گیا اور آدم علیہ السلام کے قصہ کی تفصیل
اور مضامین کی توجیہ سورۃ بقرہ اور سورۃ اعراف کے شروع میں گزر چکی ہے۔

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ

پھر (جب انہوں نے معذرت کی تو) ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنالیا

ترجمہ میں زیادہ کی قید بڑھانے سے یہ اشکال جاتا رہا کہ کیا کسی وقت
وہ مقبول نہیں بھی تھے۔

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى ۱۲۱

سوان پر توجہ فرمائی اور راہ (راست) پر (ہمیشہ) قائم رکھا

پھر ایسی خطا ان سے نہیں ہوئی اور جب وہ درخت کھالیا تو اللہ تعالیٰ
نے ان کو دنیا میں جانے کا حکم کیا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں) ایسی

عَدُوٌّ

حالت سے (جاؤ) کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا

یعنی تمہاری اولاد میں ایک دوسرے کا دشمن ہوگا

فَاَمَّا يَاتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ

پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت (کا ذریعہ یعنی رسول یا کتاب) پہنچے تو (تم میں) جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ

هُدًى اَيْ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ۝۱۳۳ وَمَنْ اَعْرَضَ

(دنیا میں) نہ گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا اور جو شخص میری اس

عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا

نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا

قبر میں تنگی تو ظاہر ہے کہ قبر کا فر پر تنگ ہوگی اور طرح طرح سے اس پر عذاب ہوگا اور دنیا میں تنگی قلب کے اعتبار سے ہے کہ ہر وقت دنیا کی حرص میں ترقی کی فکر میں کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے گو کوئی کافر بے فکر بھی ہو لیکن اکثر کی یہی حالت ہے اور آیت میں مطلق تنگی کا ذکر ہے اگر کسی کو صرف قبر ہی میں تنگی ہو جب بھی یہ حکم صادق ہے خوب سمجھ لو۔

وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی ۝۱۳۴

اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے

کافر کا قیامت میں اندھا اٹھنا قبر سے نکلنے کے وقت ہوگا پھر یہ اندھا پن زائل ہو جائے گا پس جن آیتوں میں کافروں کا جہنم کو دیکھنا اور باتیں سننا آیا ہے ان سے اس کو کوئی تعارض نہیں۔

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ

وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی (تجھ سے

بَصِيْرًا ۝۱۳۵ قَالَ كَذَلِكِ اَتَتْكَ اَيُّنَا

عمل ہوا تھا اور وہ یہ کہ) تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال

فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰی ۝۱۳۶

نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمَرْ

(مناسب عمل کے) سزا دیں گے جو حد (اطاعت سے) گزر جاوے اور اپنے

بِاٰیٰتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی ۝۱۳۷

رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیرپا

کہ اس کی کہیں انتہا ہی نہیں تو اس سے بچنے کا بہت ہی اہتمام واجب ہے۔
 رابطہ: قصہ آدم علیہ السلام سے اعراض کرنے والوں کو تنبیہ تھی آگے بھی ان ہی کے اقوال و احوال کی قباحت بیان کرتے ہیں اور ان کے اقوال و احوال سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا درمیان میں اس کا ازالہ اور آپ کی تسلی کا مضمون ہے اس مضمون کو شروع سورت کے مضمون سے بھی خاص مناسبت ہے چنانچہ وہاں پہلی آیت میں آپ کے اوپر سے مشقت رفع کرنے کا مضمون تھا جو کفار کی باتوں سے غمگین ہونے کو بھی شامل ہے دوسرے وہاں فرمایا تھا کہ یہ قرآن ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے اس سے نہ ڈرنے والوں کا نصیحت نہ مانتا بھی معلوم ہو گیا پس وہاں جو مضمون مجمل ہے یہاں اس کی تفصیل ہے اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ تَاَمِنْ اهْتَدٰی۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اٰهَلَكْنَا قَبْلَهُمْ

کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں

یعنی یہ لوگ جو اعراض پر اصرار کر رہے ہیں کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اسی اعراض کی بدولت عذاب سے ہم بہتوں کو تباہ کر چکے ہیں۔

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۚ

کہ ان (میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے (پھرتے) ہیں

کیونکہ شام کو جاتے ہوئے اہل مکہ کے رستے میں بعض ان قوموں کے مساکن آتے تھے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآٰیٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰی ۝۱۳۸

اس میں تو اہل فہم کے لئے (کافی) دلائل موجود ہیں

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے

جیسا کہ اب تک بھی نہیں دیکھا

مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةً

جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ط

ممتنع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے

مطلب اوروں کو سنانا ہے کہ جب معصوم کے لئے یہ ممانعت ہے جن میں احتمال بھی نہیں تو غیر معصوم کو تو اس کا اہتمام کیونکر ضروری نہ ہوگا اور آزمائش یہ کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔

وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝۱۳۱

اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا بہتر ہے اور دیر پا ہے

کہ کبھی فنا ہی نہ ہوگا خلاصہ کلام کا یہ ہوا کہ نہ ان کے اعراض کی پراہ کیجئے اور نہ ان کے سامان پر نظر کیجئے سب کا انجام عذاب ہے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط

اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے

یعنی زیادہ توجہ کے قابل یہ امور ہیں۔

لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ط

ہم آپ سے معاش (کھانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے

مطلب یہ کہ ہم آپ سے اور اسی طرح دوسروں سے ایسی معاش کموانا نہیں چاہتے جو ضروری طاعات میں مانع ہو روزی سب کو ہم دیں گے غرض اصلی مقصود کسب معاش نہیں بلکہ دین اور طاعت ہے کسب معاش کی اسی حالت میں اجازت یا امر ہے جب کہ اس سے ضروری طاعت میں خلل نہ ہوتا ہو۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝۱۳۲ وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا

اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ

جن سے اعراض کا عند اللہ مذموم ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور اب تک عذاب نہ آنے سے جو ان کو اپنے طریقہ کے برانہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس کا جواب بھی آگے مذکور ہے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا

اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی

وہ یہ کہ بعض مصلحتوں سے ان کو مہلت دی جائے گی۔

وَأَجَلٌ مُّسَمًّى ط

اور (عذاب کے لئے) ایک میعاد معین نہ ہوتی

(کہ وہ قیامت کا دن ہے تو عذاب لازمی طور پر ہوتا

خلاصہ یہ کہ کفر تو عذاب کو چاہتا ہے لیکن ایک مانع سے توقف ہو رہا ہے پس عذاب نہ ہونے سے ان کا وہ شبہ بالکل غلط ہے۔

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

سو (جب عذاب کا آنا یقینی ہے تو) آپ ان کی (کفر آمیز) باتوں پر صبر کیجئے

اور بغض فی اللہ کی وجہ سے جو ان پر غصہ آتا ہے اور عذاب کے توقف سے اضطراب ہوتا ہے اس اضطراب کو چھوڑ دیجئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیظ کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اس سے شفقت نہ ہونے کا شبہ جاتا رہا نیز اس تقریر پر یہ آیت حکم جہاد سے منسوخ نہ ہوگی کیونکہ اضطراب چھوڑ دینے سے لڑائی کا چھوڑنا لازم نہیں آتا۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کیجئے (اس میں نماز بھی آگئی) آفتاب

وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ أَنْآئِ الْاَيْلِ فَسَبِّحْ

نکلنے سے پہلے (مثلاً نماز فجر) اور اس کے غروب سے پہلے (مثلاً نماز ظہر و عصر) اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب و عشاء اور دن کے اول

وَأَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ۝۱۳۰

وآخر میں تاکہ (آپ کو جو ثواب ملے) آپ (اس سے) خوش ہوں

مطلب یہ کہ آپ اپنی توجہ معبود حقیقی کی طرف رکھئے کفار کی فکر نہ کیجئے۔

بَايَةٍ مِّن رَّبِّهِ ط أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةٌ مَا فِي

رسول ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے (جواب یہ

الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿۱۳۳﴾

ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا

مراد اس سے قرآن ہے کہ اس سے پہلی کتابوں کی پیشین گوئی کا سچا ہونا ظاہر ہو گیا مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے پاس قرآن نہیں پہنچا جس کی پہلے سے شہرت تھی اور وہ نبوت پر کافی دلیل ہے۔

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ

اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر

لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

دیتے تو یہ لوگ (بطور عذر کے) یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے

فَتَتَّبِعَ أَمْرَكَ مِّن قَبْلِ أَنْ نَّذِلَّ

پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس

وَنَخْزَىٰ ﴿۱۳۴﴾

کے کہ ہم (یہاں خود) بے قدر رہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں

سواب اس عذر کی بھی گنجائش نہیں رہی اور اگر وہ یوں کہیں کہ وہ عذاب کب ہو گا تو اس کا جواب آگے ہے۔

قُلْ كُلُّ مُمَرِّضٍ قَدْ تَبْصُؤًا فَسَتَعْلَمُونَ

آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو

مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ

اب عنقریب تم کو (بھی معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور

أَهْتَدَىٰ ﴿۱۳۵﴾

وہ کون ہے جو (منزل) مقصود تک پہنچا

یعنی وہ فیصلہ عنقریب بعد موت کے یا بعد حشر کے ظاہر ہو جاوے گا۔

الحمد للہ سولویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



نبی نہیں ہیں اور یہ جو ایک دلکش اور دلربا کلام سناتے ہیں اس پر معجزہ ہونے کا شبہ اور اس معجزے سے ان کی نبوت کا خیال نہ کرنا کیونکہ حقیقت میں وہ جادو آمیز کلام ہے اور یہ باتیں چھپا کر اس لئے نہ کرتے تھے کہ اہل اسلام کا کچھ خوف تھا کیونکہ وہ تو مکہ میں ضعیف تھے بلکہ اسلام کی اشاعت روکنے کے لئے تدبیر اور تمہید کرتے تھے اور عادتاً ایسی باتوں کا اخیاء ہی کیا جاتا ہے۔

أَفْتَاتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝۳

تو کیا پھر بھی تم جادو کی بات سننے کو (ان کے پاس جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کے جواب دینے کا حکم ہوا جو آگے مذکور ہے۔

قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۝

پیغمبر نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو خواہ آسمان میں (ہو) اور (خواہ) زمین

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۴

میں (ہو) جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے وہ تمہاری ان کفریہ باتوں کو بھی جانتا ہے اور تم کو پوری سزا دے گا۔

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۝

بلکہ یوں (بھی) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں یعنی ان لوگوں نے قرآن کو صرف جادو کہنے پر بس نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ مضامین کچھ دلکش بھی نہیں پریشان خیالات ہیں۔

بَلْ افْتَرَاهُ ۝

بلکہ انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس کو تراش لیا ہے یعنی پریشان خیالات میں تو انسان کی قدر بے اختیار اور معذور بھی ہوتا ہے کیونکہ شبہ میں مبتلا ہوتا ہے مگر یہ قرآن تو قصداً و اختیاراً ہے دل سے پیغمبر نے بنا لیا ہے۔

بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۝

بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں یعنی تراشیدہ ہونا کچھ قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ تو شاعر ہیں ان کی تمام باتیں ایسی ہی تراشی ہوئی خیالی ہوتی ہیں خلاصہ یہ کہ یہ رسول نہیں ہیں اور اگر بڑے مدعی رسالت کے ہیں تو کوئی بڑا معجزہ لائیں۔

فَلْيَأْتِنَا بآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْآوَلُونَ ۝۵

تو ان کو چاہئے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی (بڑی) نشانی لائیں جیسا پہلے لوگ رسول بنائے گئے

سورۃ الانبیاء مکئیہ وہی مائۃ و اثنا عشر ایۃ کذا فی البیضاوی ربط: سورہ طہ کے ختم پر کہا گیا ہے کہ عنقریب حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا اور اس سورت کے شروع میں حساب کے قریب ہونے کا ذکر ہے یہ مناسبت ہے پہلی سورت کے انجام اور اس کے آغاز میں اور اس سورۃ میں یہ مضامین ہیں تحقیق آخرت، تحقیق نبوت، تحقیق توحید اور توحید و رسالت کی تائید کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصے مذکور ہوئے اور یہ مضامین بھی خصوصاً قصوں کا مضمون سورہ طہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم اقترب للناس قافلا تعقلون

(۲۱) سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ (۷۳)

سورۃ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ

ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا

یعنی قیامت وقتاً فوقتاً نزدیک ہوتی جاتی ہے۔

وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱

اور یہ (ابھی) غفلت میں (پڑے) ہیں (اور) اعراض کئے ہوئے ہیں یعنی اس کے یقین کرنے سے اور اس کے لئے تیاری کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور ان کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ قرآن سے بجائے اس کے کہ متنبہ ہوتے الٹا تمسخر کرتے ہیں۔

مَا يَأْتِيَهُمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنْ رَبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ

ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (حسب حال ان کے) آتی

اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَا هِيَاةٌ

ہے یہاں کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں (اور) ان

قُلُوْبُهُمْ وَاَسْرَوْا النَّجْوٰى ۝۳ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۝۴

کے دل متوجہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ یعنی ظالم اور کافر (لوگ آپس میں) چپکے چپکے

هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک معمولی آدمی ہیں

تَمَّصَدَقْنَهُمْ

پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا

کہ تم کو اور مومنین کو محفوظ رکھیں گے اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب سے ہلاک کریں گے۔

الْوَعْدَ فَانْجَيْنَهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكُنَا

اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہوا ہم نے نجات دی اور حد

الْمُسْرِفِينَ ۹ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا

(اطاعت سے) گزرنے والوں کو ہلاک کیا ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں

فِيهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُونَ ۱۰

کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے اور نہیں مانتے

سو تم کو ڈرنا چاہئے کیونکہ باوجود ایسی تبلیغ نصیحت کے پھر بھی تم تکذیب کرتے ہو اب اگر دنیا یا آخرت میں تم کو عذاب ہو تو کچھ تعجب نہیں۔

رابطہ: اوپر منکرین کی مذمت اور عذاب الہی سے ان کا ہلاک ہونا اجمالاً بیان کیا گیا تھا۔ آگے کسی قدر تفصیل فرماتے ہیں۔ و کم قصصنا تا خامدین۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً

اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے

وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِينَ ۱۱ فَلَمَّا

غارت کردیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب

اَحْسَوْا اَبَاسَنَا اِذْ هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ۱۲

ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس ہستی سے بھاگنا شروع کیا بھاگو

لَا تَرْكُضُوا وَاَرْجِعُوا اِلَى مَا اَتْرَفْتُمْ فِيهِ

مت اور اپنے سامان عیش کی طرف اور اپنے

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۱۳

مکانوں کی طرف چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاتھے

کہ کیا گزری کیا مصیبت پیش آئی اور مقصود اس سے یہ ہے کہ وہ سامان رہانہ مکان رہانہ کسی حدود کا نشان رہا تو لوٹتے کس کی طرف۔

اور انہوں نے بڑے بڑے معجزات ظاہر کئے وہ بھی اگر ویسے ہی معجزے لادیں تو اس وقت ہم رسول مانیں اور ایمان لائیں مگر یہ بات بھی ان کا ایک بہانہ تھا اور نہ وہ پہلے انبیاء ہی کو کب مانتے تھے آگے حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں۔

مَا اٰمَنْتُ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا اَفَهُمْ

ان سے پہلے کوئی ہستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو

يُؤْمِنُونَ ۱۴

کیا یہ لوگ ایمان لے آ دیں گے

یعنی پہلے لوگ فرماؤں معجزات ظاہر ہو جانے پر بھی ایمان نہیں لائے سو ان معجزات کے ظاہر ہونے پر یہ لوگ کیا ایمان لائیں گے اور ایسی حالت میں ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہو جاوے گا اس لئے ہم وہ فرمائشی معجزے ظاہر نہیں کرتے اور قرآن کافی معجزہ ہے آگے رسالت کے متعلق ان کے اس شبہ کا جواب ہے کہ رسول آدمی نہ ہونا چاہئے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو بھیج دیا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے

فَسْأَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۱۵

تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کرلو

کیونکہ اول تو یہ خبر متواتر ہے اور خبر متواتر کے لئے راوی کا معتبر ہونا ضروری نہیں وہ اس کے بدوں بھی حجت ہے پھر تم ان کو اپنا دوست سمجھتے ہو تو تمہارے نزدیک وہ معتبر ہونے چاہئیں اور وہ لوگ اس شبہ کو کبھی دوسرے عنوان سے تعبیر کرتے تھے کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے آگے اس کا جواب ہے۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اِلَّا يَٰكُلُوْنَ الطَّعَامَ

اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جتنے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں

وَمَا كَانُوا خُلْدِيْنَ ۱۶

(یعنی فرشتہ نہ بنایا تھا) اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے

تو یہ لوگ جو آپ کی وفات کے انتظار میں خوشیاں منا رہے ہیں یہ وفات بھی نبوت کے منافی نہیں پہلے انبیاء بھی دنیا میں ہمیشہ نہیں رہے اگر آپ کی بھی وفات ہو جائے تو اس سے نبوت میں کیا عیب لازم آیا۔ غرض جیسے پہلے رسول تھے ویسے ہی آپ ہیں اور جس طرح یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اسی طرح پہلے انبیاء کی ان کے زمانہ کے کفار نے تکذیب کی۔

بدرجہ اولیٰ یہ احتمال نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ ہم نے عبث پیدا نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کو توحید ثابت کرنے اور شرک باطل کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ

بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال

فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ط

دیتا ہے (یعنی اس کو مغلوب کر دیتا ہے) سو وہ (مغلوب ہو کر) دفعہ جاتا رہتا ہے

یعنی ان مصنوعات سے جو توحید کے دلائل حاصل ہوتے ہیں وہ شرک کی بالکل نفی کر دیتے ہیں جس کے بعد شرک کا احتمال ہی باقی نہیں رہتا۔

وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۱۸

اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو

کہ باوجود ان مضبوط دلائل کے ناحق کفر و شرک کی باتیں ایجاد کرتے ہو

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَمَنْ

اور (حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ) جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب

عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا

اسی کے ہیں اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک بڑے مقبول و مقرب

يَسْتَحْسِرُونَ ۱۹ يَسْبَحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ جھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز

لَا يَفْتَرُونَ ۲۰

(اللہ کی) تسبیح کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے

جب ان کی یہ حالت ہے تو عام مخلوق تو کس شمار میں ہے پس لائق عبادت کے وہی ہے اور جب کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا شریک سمجھنا کتنی بے عقلی ہے۔

أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ

کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا

يُنْشِرُونَ ۲۱

رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے

جو کہ اور بھی حقیر اور کمتر ہیں جیسے پتھر یا چاندی سونے وغیرہ کے بت۔

قَالُوا يَوِيلُنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۱۳

اور وہ لوگ (نزل عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کبھتی بیشک ہم لوگ ظالم تھے

یہ اقرار اور ندامت ان کو اس لئے نافع نہ ہوئی کہ ملائکہ عذاب کے دیکھنے کے بعد ہوئی ہوگی جیسا فرعون نے ڈوبتے ہوئے کہا تھا کہ میں اب ایمان لاتا ہوں۔ واللہ اعلم۔ ربط: شروع سورت سے یہاں تک مضمون نبوت کا سلسلہ چلا آ رہا تھا آگے کل فی فلک یسبحون تک توحید کی تحقیق ہے۔ وما خلقنا تا نجزي الظالمين

فَمَا زِلْتَ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّى جَعَلْنَاهُمْ

سوان کی بھی غل پکار رہی تھی کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح

حَصِيدًا خَيْرِدِينَ ۱۵ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ

کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہو گئی ہو اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان

وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا ۱۶

کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کر نیوالے ہوں

بلکہ ان میں بہت سی حکمتیں ہیں جن میں بڑی حکمت توحید پر دلالت کرنا ہے کہ ہماری مصنوعات ہمارے واحد ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔

لَوْ أَرَدْنَا

اور اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا

یعنی آسمان و زمین کے بنانے سے کوئی حکمت مقصود نہ ہوتی بلکہ محض ایک مشغلہ ہوتا جس سے دل بہلانا منظور ہوتا (آگے ترجمہ)

أَنْ نَّتَّخِذَ لَهُمْ آلًا تَخَذُ لَهُ مِنْ لَدُنَّا صِلَ

تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے

إِنْ كُنَّا فَعِلِينَ ۱۷

اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا

مثلاً اپنی صفات کے مشاہدہ کو مشغلہ بنا لیتے کیونکہ مشغلہ کو شغل کرنے والے کی شان سے مناسبت چاہئے تو ان حادث مخلوقات کو خدا کی قدیم ذات سے کیا مناسبت البتہ خدا کی صفات چونکہ قدیم ہیں اور اس کی ذات کے ساتھ لازم ہیں ان کو تا ہم مناسبت ہے لیکن جب دلائل عقلیہ سے اور تمام اہل مذاہب کے اتفاق سے صفات ہی کا مشغلہ ہونا محال ہے تو حادث مخلوقات میں

جن کا سچا ہونا اور خدا کی طرف سے نازل ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور دوسری کتابوں میں اگرچہ تحریف بھی ہوئی ہے مگر قرآن میں تو نہیں ہوئی پس جو مضمون ان کتابوں کا قرآن کے مطابق ہوگا وہ یقیناً صحیح ہے تو کوئی مضمون شرک کا اگر ان میں ہو تو دکھلاؤ اور ان سب دلائل کا مقتضایہ تھا کہ یہ لوگ تو حید کے قائل ہو جاتے لیکن پھر بھی قائل نہ ہوئے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ لَا الْحَقَّ

بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے)

فَهُمْ مَّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾

وہ اعراض کر رہے ہیں

آگے بتلاتے ہیں کہ یہ تو حید کوئی نئی بات نہیں جس سے تو حش ہو بلکہ قدیم طریقہ ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی

نُوحِي إِلَيْهِ إِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿۲۴﴾

نہیں بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق نہیں) پس میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ (مشرک) لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ط

کو) اولاد بنا رکھی ہے وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے اس

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿۲۵﴾

کے) بندے ہیں مگر (ہاں) معزز

اسی سے جاہلوں کو اشتباہ ہو گیا وہ خدا کی اولاد ہرگز نہیں ہیں بلکہ نہایت تابع دار غلام ہیں آگے ان کی غلامی اور محکومی اور ادب کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ

وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے

يَعْمَلُونَ ﴿۲۶﴾

موافق عمل کرتے ہیں

كُوكَانَ

جو کسی کو زندہ کرتے ہیں؟

یعنی جو جان بھی نڈال سکتا ہو ایسا عاجز کب معبود ہونے کے قابل ہوگا۔

فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ج

زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب

الوجود) ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے

کیونکہ عادتاً دونوں کے ارادوں میں اور افعال میں مزاحمت ہوتی وہ کچھ چاہتا دوسرا کچھ کرتا اور اس صورت میں فساد ہونا لازم ہے لیکن فساد واقع نہیں ہے اس لئے ثابت ہوا کہ معبود بھی چند نہیں ہیں بلکہ ایک ہی معبود ہے اور یہ استدلال بظاہر عادت پر مبنی ہے لیکن اس میں عقلی دلیل کی طرف اشارہ ہے جس کی تقریر سیاق و سباق کے چوتھے رکوع میں گزر چکی ہے۔

فَسُبْحَنَّ اللَّهَ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۲۷﴾

سو (ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں

کہ نعوذ باللہ کوئی اس کا شریک بھی ہے حالانکہ اس کی ایسی بڑی شان ہے جو کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی آگے عظمت کا بیان ہے۔

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿۲۸﴾

وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور انہوں سے باز پرس کی جاسکتی ہے

یعنی اللہ تعالیٰ باز پرس کر سکتا ہے پس کوئی عظمت میں اس کا شریک نہ ہوا پھر معبودیت میں کوئی کیسے شریک ہو سکتا ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا ط قُلْ هَاتُوا

کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہیے کہ تم اپنی

بُرْهَانَكُمْ ج

دلیل (اس دعویٰ پر) پیش کرو

یہاں تک تو دلیل عقلی سے اور سوال کے طریقہ سے شرک کو باطل کیا تھا آگے نقلی دلیل سے استدلال کرتے ہیں۔

هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِيَ وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي ط

یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی

کتابیں (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ) موجود ہیں

وَالْأَرْضِ

زمین (پہلے) بند تھے

یعنی نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے کچھ پیداوار اور اسی کو بند ہونا فرمادیا یہی تفسیر درمنثور میں ابن عباسؓ سے منقول ہے چنانچہ جس زمانہ میں بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا اب بھی بند ہوتے ہیں۔

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ط

پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) کھول دیا

کہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے نباتات اگنے لگیں پس ان دونوں کا کھل جانا تو مشاہد ہے اور بند ہونا جو اس وقت ہوتا ہے وہ بھی مشاہد ہے رہا ابتداء میں بند ہونا وہ دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ بارش وغیرہ ہونا یہ حالت نئی اور حادث ہے تو کسی وقت میں یہ ضرور معدوم تھی اور آسمانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے جن کے سچے ہونے پر عقلی دلیل قائم ہو چکی ہے کہ ایک زمانہ میں آسمان و زمین موجود تھیں اور بارش وغیرہ بند تھی۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط

اور ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار خیز کو بنایا ہے

یعنی بارش سے صرف نباتات ہی کا نشوونما نہیں ہوتا بلکہ تمام چیزیں یا تو اس سے پیدا ہوتی ہیں یا اس پر ان کا بقا موقوف ہے خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ اس سے شاید ہی کوئی شاذ و نادر جاندار خارج رہا ہو اور اگر رہ گیا ہو تو نادر چیز کا معدوم ہے پس کسی ایک دو کے رہ جانے سے قاعدہ کلیہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ جو حالت اکثر کی ہوتی ہے وہی سب کی سمجھی جاتی ہے اور محاورات میں بھی کل بمعنی اکثر آتا ہے۔

أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ

کیا (ان باتوں کو سن کر) پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ

سَرَّوَأَسَىٰ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا فِيهَا

بنائے کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ کشادہ

فِرَاجًا سَبِيلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝۳۲ وَجَعَلْنَا

راستے بنائے تاکہ وہ لوگ (ان کے ذریعہ سے) منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں اور ہم

السَّمَاءِ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۝۳۳

نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو (مثل) ایک چھت (کے) بنایا جو محفوظ ہے

غرض حکم کے منتظر رہتے ہیں اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے

پس جو حکم ہوگا اور جب ہوگا حکمت کے موافق ہوگا اس لئے نہ عملی مخالفت کرتے ہیں نہ آگے بڑھ کر بات کرتے ہیں۔ آگے ان کے ادب کی کیفیت مذکور ہے۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ

اور وہ بجز اس کے جس کے لئے (شفاعت کرنے کی) خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور

مَنْ خَشِيَ اللَّهَ ۝۳۴

کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں یہ تو فرشتوں کی محکومیت کا بیان تھا آگے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور غلبہ کا بیان ہے گودونوں کا حاصل قریب ہی قریب ہے۔

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌُ مِّنْ دُونِهِ

اور ان میں سے جو شخص (فرضا) یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے

فَذَلِكْ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ط كَذَلِكَ نَجْزِي

معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی

الظَّالِمِينَ ۝۳۵

سزا دیا کرتے ہیں

یعنی خدا کا ان پر پورا قبضہ اور تسلط ہے جیسا کہ دوسری مخلوقات پر ہے پھر وہ خدا کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں جس کے لئے خدا جیسا ہونا ضروری ہے اور ملائکہ کے ہمیشہ تسبیح کرنے پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ بات چیت اور کام کے وقت تسبیح کیسے ممکن ہے جواب یہ ہے کہ کام کے ساتھ تسبیح کا جمع ہونا تو کچھ موجب اشکال نہیں رہا بات چیت کے وقت تو ممکن ہے گو ذکر قلبی کی طرح جاری رہتی ہو یا بات کا وقت مستثنیٰ ہو

رابطہ: اوپر کی آیتوں میں ان مصنوعات کا توحید پر دلالت کرنا اجمالاً مذکور تھا آگے اس کی تفصیل ہے۔ اولم یرالذین کفرو اتا یسبحون۔

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ

کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور

آخر یہ بھی مرے گے پھر خوشی کا ہے کی خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی وفات کی خوشی اگر اس لئے ہے کہ اس سے نبوت کو باطل کرنا چاہتے ہیں تب تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کو موت کا سامنا ہوا اور اگر یہ خوشی محض مخالفت کے خیال سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے غرض ہر حالت میں یہ انتظار مہمل اور لغو ہے اور موت تو ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبَلُّوكُمْ

ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا اور ہم تم کو بری بھلی

بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط

حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں

یعنی یہ چند روزہ زندگی جو ہم نے تم کو دے رکھی ہے اس سے مقصود محض آزمائش ہے کہ دیکھیں کیسے کیسے عمل کرتے ہو اور بری حالت سے مراد وہ حالات ہیں جو خلاف مزاج پیش آتے ہیں جیسے بیماری اور فقر اور اچھی حالت سے مراد وہ جو مزاج کے موافق ہو جیسے صحت اور غنا کہ زندگی میں بھی مختلف طور پر پیش آتی ہیں کوئی ان حالات میں ایمان و طاعت بجالاتا ہے اور کوئی کفر و معصیت کرتا ہے اور آیت میں امتحان و آزمائش کا ذکر ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں وہ نفس مراد ہے جو مکلف احکام کا ہوا اس کے لئے موت ضروری ہے اور ملائکہ جو کہ مکلف نہیں ہیں ان کا مرنا یا نہ مرنا اس آیت میں مذکور نہیں۔

وَالَّذِينَ تَرْجِعُونَ ۝۳۵

اور پھر (اس زندگی کے ختم پر) تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے

اور ہر ایک کو اس کے مناسب سزا و جزا دیں گے پس اہتمام کے قابل موت اور مابعد موت کی حالت ہے اور یہ زندگی محض عارضی ہے پھر یہ لوگ اس پر کیسے اترتے ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں یہ نہ ہوا کہ اس مستعار زندگی میں ایمان و طاعت کی دولت کمالیتے کہ وہ کام آتی اور الثانیامہ اعمال کو سیاہ اور آخرت کو بر باد کر رہے ہیں ڈرتے نہیں۔

وَإِذْ أَرَأَيْتَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنْ يَتَخَذُوا نَكَ

اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور

إِلَّا هُزُوا ط اَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ۝۳۶

آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا

یعنی کرنے سے بھی ٹوٹے پھوٹے سے بھی اور شیاطین کی باتیں سننے سے بھی اور یہ حفاظت زمانہ دراز تک رہے گی ہمیشہ کے لئے نہیں ہے قیامت میں سب ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔

وَهُمُّ عَنْ آيَتِهِا مُعْرِضُونَ ۝۳۷ وَهُوَ الَّذِي

اور یہ لوگ اس (آسمان کے اندر) کی (موجودہ) نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں

خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

(یعنی ان میں تدبیر نہیں کرتے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝۳۸

چاند بنائے (وہ نشانیاں یہی ہیں) ہر ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں

یعنی اس طرح چل رہے ہیں کہ گویا تیر رہے ہیں اور تیرنا جو آفتاب و چاند کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود حرکت کرتے ہیں کیونکہ اصل یہی ہے کہ اسناد حقیقی مراد لی جائے اور فلک گول چیز کو کہتے ہیں چونکہ شمس و قمر کی حرکت مستدیر ہے اس لئے اس کے گھومنے کی جگہ کو فلک فرما دیا اور گھومنے کی جگہ خواہ آسمان ہو یا آسمان زمین کا درمیانی خلاء غرض اس میں قطعی نص کوئی نہیں اس کو مبہم ہی رکھنا احتیاط کے قریب ہے اور ہر حال میں اس سے آسمان کا مستدیر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

رابطہ : شروع سورت میں رسالت کے انکار پر ملامت تھی اور اس پر وعید عذاب کا مستحق ہونا۔ متفرع فرمایا تھا آگے بھی دوسرے عنوان سے

اسی کا بیان ہے۔ کھلی بنا حاسبین

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا

نبی ہو یا غیر نبی موت سب کے ساتھ رہی پس جیسے آپ سے پہلے نبوت اور موت میں منافاة نہ تھی اسی طرح آپ میں بھی دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں پھر یہ لوگ آپ کی وفات کی خوشیاں کس لئے منارہے ہیں اور اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں دنیوی زندگی سے گفتگو ہو رہی ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے دنیا میں کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا

أَفَأَيْنَ مَتَّ فَهُمُ الْخُلْدُونَ ۝۳۹

پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ هُمْ كَفِرُونَ ﴿۳۷﴾

کرتے ہیں اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں

سو آپ پر تو بتوں کے انکار کا بھی اعتراض ہے اور یہ خبر نہیں کہ خود گنتا بڑا کفر کر رہے ہیں۔ اعتراض کی بات تو درحقیقت یہ ہے کہ پس ان کو اپنی اس حالت پر ہنسنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ ان کی یہ حالت ہے کہ جب کفر کی سزا کا مضمون سنتے ہیں تو اس کو جھٹلا کر سزا کا تقاضا کرتے ہیں اور جلدی کرنا کچھ انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے گو بعض ایسے نہ بھی ہوں۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَجٍ ط

انسان جلدی ہی (کے خمیر) کا بنا ہوا ہے

یعنی جلدی اس کی طبیعت میں ایسی ہے کہ گویا اس کے خمیر میں داخل ہے اسی لئے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور اس میں دیر ہونے سے یہ سمجھتے ہیں کہ واقع ہی نہ ہوگا لیکن اے کافرو! یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ اس کا وقت معین ہے سو ذرا صبر کرو۔

سَآوِرِكُمْ آتِي فَلَاسْتَغْجِلُونَ ﴿۳۸﴾

ہم غمگین (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ

کیونکہ وقت سے پہلے آتا نہیں اور وقت پر ملتا نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم (وقوع عذاب کی

صَادِقِينَ ﴿۳۹﴾

خبر میں) سچے ہو

یعنی جب یہ مضمون سنتے ہیں کہ وقت معین پر آئے گا تو رسول اور اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ توقف کا ہے کا ہے جلدی سے کیوں نہیں واقع کیا جاتا اصل یہ ہے کہ ان کو اس مصیبت کی خبر نہیں جو ایسی بے فکری کی باتیں بناتے ہیں۔

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ

کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ لوگ (اس)

عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّاسَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ

آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں اور نہ اپنے پیچھے سے

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۴۰﴾

اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا

یعنی دوزخ کی آگ ان کو سب طرف سے گھیرے گی اس مصیبت کا اگر ان کو علم ہوتا تو ایسی باتیں نہ بناتے اور یہ جو دنیا ہی میں دوزخ کے عذاب کی فرمائش کر رہے ہیں سو یہ ضرور نہیں کہ ان کی فرمائش کے موافق دوزخ ہی کا عذاب آ جاوے۔

بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا

بلکہ وہ (آگ) تو ان کو ایک دم سے آ لے گی سو ان کو بدحواس کر دے گی پھر

يَسْتَطِيعُونَ رَدِّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۴۱﴾

نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی

اور اگر وہ یوں کہیں کہ یہ عذاب دنیا میں اگر اس لئے نہیں آتا کہ آخرت میں ہونے والا ہے تو اچھا دنیا میں اس کا نمونہ تو دکھا دو پس اگرچہ مناظرہ کے قاعدہ سے نمونہ دکھانا ضرور نہیں لیکن نمونہ کا پتہ بھی دیا جاتا ہے (آگے ترجمہ)

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ

اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف

بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ

سے) تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب

يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۴۲﴾

واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ کفر کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے پس اگر کسی کو دنیا میں نہ ہو تو آخرت میں ہوگا

قُلْ مَن يَكْلُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِّنَ

اور یہ بھی (ان سے) کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں

الرَّحْمَنِ ط

رحمن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو

یعنی یہ جو دنیا میں تم عذاب سے محفوظ ہو یہ حفاظت بھی حق تعالیٰ ہی کر رہے ہیں اسی کا احسان ہے اور اگر تم اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر بتلاؤ کہ اگر وہ عذاب

کیا اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین پر غالب آنے کی توقع رکھتے ہیں حالانکہ ظاہری قرآن اور قرآنی دلائل اس پر متفق ہیں کہ جب تک اسلام کی کامل اشاعت نہ ہو جائے اس وقت تک یہ لوگ مغلوب اور اہل حق غالب ہوتے جائیں گے کیونکہ ابتداء میں اسلام کا مغلوب ہو جانا اس کی اشاعت میں خلل ہوگا۔ ہاں جب اس کی تبلیغ و اشاعت کافی ہو چکے گی اس وقت مغلوب ہونے سے اسلامی اشاعت کو ضرر نہ پہنچے گا چنانچہ مشاہد ہے اس تقریر سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ بعد میں تو مسلمان مغلوب ہوئے ہیں جواب ظاہر ہے غرض ان لوگوں کو متنبہ کے لئے اس حالت میں تامل کرنا بھی کافی ہے اگر اس پر بھی سرکشی اور جہالت سے عذاب ہی کی فرمائش کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ عذاب کا آنا میرے بس کا نہیں ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالنَّوْحِيِّ ۖ وَلَا يَسْمَعُ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں اور یہ

الصَّمُّ الدُّعَاءُ

بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں

یعنی حق واضح ہونے کے طریقہ میں تامل ہی نہیں کرتے بلکہ وہی مرغی کی ایک ٹانگ عذاب ہی مانگے جاتے ہیں۔

إِذَا مَا يُنذِرُونَ ۖ وَلَئِنْ مَسَّتْهُمْ

اور (ان کی عالی ہمتی کی کیفیت یہ ہے کہ) اگر ان کو آپ کے رب کے

نُفْحَةٍ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَوْمَلَّنَا

عذاب کا ایک جھوٹکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم

إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۖ

بخنکی واقعی ہم خطاوار تھے

غرض ذرا سے عذاب میں ساری بہادری ختم ہو جائے بس اس ہمت پر عذاب کی فرمائش ہے واقعی ان کی شرارت کا تو یہی مقصد تھا کہ ہم دنیا ہی میں فیصلہ کر دیتے مگر بہت سی حکمتوں کی وجہ سے دنیا میں آخرت کا عذاب دینا نہیں چاہتے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ

اور (ہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں (اور سب

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ

کے اعمال کا وزن کریں گے) کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا)

نازل کرنا چاہیں تو کوئی تمہاری حفاظت کر سکتا ہے ظاہر ہے کہ کوئی نہیں پھر اس مسلم مضمون کا مقصد یہ تھا کہ توحید کے قائل ہو جاتے مگر اب بھی قائل نہ ہوئے۔

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ۖ

بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں (ہی) ہیں

آگے اسی حفاظت کے مضمون کو واضح کرنے کیلئے صراحت و ریافت کرتے ہیں۔

أَمْ لَهُمُ إِلَٰهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا ۖ

کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) انکی حفاظت کر لیتے ہوں

وہ بیچارے ان کی تو کیا حفاظت کرتے خود ہی عاجز و لاچار ہیں۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ

وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے

مثلاً کوئی ان کو توڑنے پھوڑنے لگے تو اس کو دفع بھی نہیں کر سکتے

ہیں۔ پس وہ ان کی حفاظت نہیں کر سکتے۔

وَلَا هُمْ مِنَّا يَصْحَبُونَ ۖ

اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے

آگے بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ باوجود ان روشن دلیلوں کے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ دعوے میں یا دلیل میں کوئی خلل ہے۔

بَلْ مَتَّعْنَا هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں

طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۖ

تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا

کہ پشتوں سے عیش و آرام کرتے آرہے ہیں پس کھا کھا کے غرانے لگے اور آنکھیں پتھر اگئیں پھر ان ہی میں غفلت کا خلل ہے لیکن شرعی اور ظاہری تنبیہات کے بعد اتنی غفلت بھی نہ ہونا چاہئے چنانچہ آگے ایک واقعہ تنبیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا

کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم (ان کی) زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے)

مِنْ أَظْرَافِهَا ۖ أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ۖ

ہر چہار طرف سے برابر گھساتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا

عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو گا تو ہم اس کو (وہاں)

بِهَا طَوْكَفَىٰ بِنَا حَسِبِينَ ﴿۲۷﴾

حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں

ہمارے وزن اور حساب کے بعد پھر کسی حساب کتاب کی ضرورت نہ رہے گی بلکہ اسی پر سب فیصلہ ہو جائے گا پس وہاں ان لوگوں کی شرارتوں کی بھی مناسب اور کافی سزا دی جائے گی اور میزان کی تحقیق سورہ اعراف کے اول رکوع میں گزر چکی ہے۔

رابطہ: شروع سورت سے یہاں تک توحید اور رسالت کا زیادہ اور اس کے تعلق سے رسولوں کے مخالفین کا آخرت میں معذب ہونا اور بعض کا دنیا میں بھی ہلاک ہونا مذکور تھا آگے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمانے سے ان ہی مضامین کی تائید فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تَا مُنْكَرُونَ

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ

اور ہم نے (آپ کے قبل) موسیٰ اور ہارون کو ایک فیصلہ کی

وَضِيَاءٌ وَذَكَرَ اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿۲۸﴾ الَّذِينَ

اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز (یعنی توریت)

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنْ

عطا فرمائی تھی جو (مقلی) اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں

السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۲۹﴾

اور وہ لوگ قیامت سے (بھی) ڈرتے ہیں

اور قیامت کا خوف بھی خدا ہی سے ڈرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ قیامت میں اسی کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور سزا نہ ہونے لگے۔

وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَرِّكٌ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ

اور یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب ہے جس کو ہم نے

لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۳۰﴾

نازل کیا تو کیا پھر بھی تم اس سے منکر ہو

یعنی جب معلوم ہو گیا کہ کتابیں نازل کرنا خدا تعالیٰ کی عادت ہے اور

خود قرآن کا منجانب اللہ ہونا دلیل سے ثابت ہے تو کیا پھر بھی اس کے منزل من اللہ ہونے کا تم انکار کرتے ہو۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ نَا لَنَا عَبْدِينَ

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن

اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی (شان

قَبْلُ وَكُتَابِهِ عَلِيمِينَ ﴿۳۱﴾

کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے

یعنی ان کے علمی و عملی کمالات کو ہم خوب جانتے ہیں وہ بڑے کامل تھے یعنی خوش فہمی عطا ہونے سے پہلے ان میں قابلیت اور استعداد بہت تھی اور عطا ہونے کے بعد بالفعل کامل ہو گئے تھے۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ

ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری

الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عِقْفُونَ ﴿۳۲﴾

سے فرمایا کہ یہ کیا (واہیات مورتیں ہیں) جن (کی عبادت) پر تم جے بیٹھے ہو

یعنی یہ ہرگز قابل عبادت نہیں۔

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبْدِينَ ﴿۳۳﴾

وہ لوگ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت

کرتے ہوئے دیکھا ہے

اور وہ لوگ عاقل تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ مورتیں عبادت کے لائق ہیں۔

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

ابراہیم نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو) لائق عبادت

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۴﴾

سمجھنے میں صریح غلطی میں ہو

یعنی خود ان ہی کے پاس بتوں کی معبودیت کی کوئی دلیل اور سند نہیں وہ تو اس لئے گمراہی میں ہیں اور تم ایسوں کی تقلید کرتے ہو جن کا دلیل پر ہونا ثابت نہیں تم اس لئے گمراہی میں ہو چونکہ ان لوگوں نے ایسی بات کہی نہ تھی نہایت متعجب ہوئے۔

قَالُوا أَجِئْنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنْ

وہ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش

لوگ توڑنے والے کی تحقیق کریں گے اور بڑے بت پر احتمال بھی نہ کریں گے تو ان کی طرف سے اس کے عاجز ہونے کا اقرار بھی ہو جاوے گا اور دوسروں کا عاجز ہونا تو خود ٹوٹنے پھوٹنے سے معلوم ہو جائے گا تو حجت تمام ہو جائے گی۔ اخیر میں یہ الزام ان پر قائم ہو جائے گا اس مصلحت سے ایک کو چھوڑ کر سب کو توڑ دیا۔

لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿۵۸﴾

کہ شاید وہ لوگ ابراہیم کی طرف (دریافت کرنے کے لئے) رجوع کریں پھر وہ جواب کی تقریر کرتے ہوئے دوبارہ حق کو ثابت کر سکیں غرض وہ لوگ جو بت خانہ میں آئے تو بتوں کی بری گت دیکھی۔

قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ

کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک

لِمَنِ الظِّلْمِينَ ﴿۵۹﴾

نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا

یہ بات ایسے لوگوں نے پوچھی جن کو ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی اطلاع نہ تھی کہ میں ان بتوں کی گت بناؤں گا یا تو اس وجہ سے کہ وہ لوگ اس وقت موجود نہ ہوں گے کیونکہ مناظرہ کے وقت تمام قوم کا جمع ہونا ضرور نہیں یا موجود ہوں مگر سنا نہ ہو اور بعض نے سن لیا ہو۔

قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ

بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا

لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ

(برائی سے) تذکرہ کرتے سنا ہے (پھر) وہ لوگ بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس

أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿۶۱﴾

کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ وہ لوگ (اس اقرار کے) گواہ ہو جاویں

یعنی شاید وہ اقرار کر لیں اور لوگ ان کے اقرار پر گواہ ہو جائیں پھر حجت کے ساتھ مزادی جائے جس پر کوئی ملامت نہ کرے۔

قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِإِلَهِنَا

(غرض وہ سب کے رو برو آئے) ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے

الْعَبِيدِ ۖ قَالَ

کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو ابراہیم نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ سچی بات ہے اور صرف میرے ہی نزدیک نہیں بلکہ واقع میں بھی یہی بات سچی ہے کہ یہ مورتیں عبادت کے قابل نہیں۔

بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین

الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۚ

کارب ہے جس نے ان سب کو پیدا (بھی) کیا

جن میں آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو مخلوق ہے اور اصنام وغیرہ سب داخل ہیں۔

وَأَنَا عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۶۲﴾

اور میں اس (دعویٰ) پر دلیل بھی رکھتا ہوں تمہاری طرح کو راہ تقلید پر اعتماد نہیں کرتا۔

وَتَاللّٰهِ لَا كِيدَ لَنَا أَصْنَامُكُمْ بَعْدَ أَنْ

اور خدا کی قسم تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم

تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۶۳﴾

(ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے

تا کہ ان کا عاجز ہونا زیادہ مشاہدہ میں آ جائے ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ اکیلے ہمارے مخالف کارروائی کیا کر سکتے ہیں کچھ التفات نہ کیا ہوگا اور چلے گئے۔

فَجَعَلَهُمْ جُذَاً إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ

تو ان کے چلے جانے کے بعد انہوں نے ان بتوں کو (تیردو وغیرہ سے)

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے

جو جتنے میں یا بوجہ معظم ہونے کے لوگوں کی نظروں میں بڑا تھا اس کو چھوڑ دیا جس سے ایک قسم کی ہنسی مقصود تھی کہ ایک کے سالم رہنے اور دوسروں کے ٹوٹے پھوٹے ہونے سے ابہام ہوتا ہے کہ کہیں اسی نے تو سب کی خبر نہیں لی پس اول تو ان کو وہم میں ڈالنا مقصود ہے پھر جب وہ

يَا بُرْهِيْمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ ۥ

ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ

كَبِّرْهُمْ هٰذَا

نہیں بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی

مطلب یہ کہ اگر بتوں میں کچھ کرنے کی قدرت ہے تو تم کو یہ احتمال کیوں نہیں ہوا کہ یہ حرکت میں نے نہیں کی بلکہ اس بڑے بت نے کی ہے اور جب بڑے بت میں ایسی حرکت کرنے کا احتمال ہو سکتا ہے تو ان چھوٹوں میں بولنے اور بات کرنے کا بھی احتمال ہوگا

فَسْأَلُوهُمْ اِنْ كَانُوا يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾

سو ان (ہی) سے پوچھ لو (نا) اگر یہ بولتے ہوں

اور اگر بڑے بت میں توڑنے پھوڑنے کی قدرت اور چھوٹوں میں بولنے کی طاقت نہیں ہے تو تمہارے نزدیک ان کا عاجز ہونا مسلم ہو گیا پھر ان کو معبود اعتقاد کرنے کی کیا وجہ اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام بالکل سچا ہے اور بل فعلہ کبیر ہم بطور فرض کے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس بڑے بت نے کیا ہو میں نے نہ کیا ہو تم یہ احتمال کیوں نہیں فرض کرتے لیکن اس کلام کے بطور فرض ہونے پر کلام میں کوئی قرینہ نہیں صرف قرینہ مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اس لئے حدیث میں ظاہر کے اعتبار سے اس کو مجازاً کذب کہہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہذا ربی میں بھی ایسا ہی ہے۔

فَرَجَعُوْا اِلٰی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمْ

اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی ناق پر

الظَّالِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نَكْسُوْا عَلٰی رُءُوسِهِمْ ج

ہو (کہ جواباً عاجز ہوگا وہ کیا معبود ہوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾

(اور یہ بولے کہ) اے ابراہیم تم کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ بت (کچھ) بولتے نہیں

ہم ان سے کیا پوچھیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بڑے بت میں بھی کسی کام کی قدرت نہیں

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

ابراہیم نے فرمایا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو

يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے

یعنی خود کچھ نقصان اپنے ہاتھوں سے نہیں دے سکتے اور یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ نقصان کا سبب بنتے ہیں کیونکہ ان کی عبادت کفر اور عذاب کا سبب ہے۔

اَفِ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر جن کو تم

اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے

اس تمام تقریر سے خصوص اس بات سے کہ توڑنے پھوڑنے کا انکار نہیں فرمایا ان کو ثابت ہو گیا کہ یہ کام ان ہی کا ہے اور جب تقریر کا کچھ جواب نہ بن آیا تو اس قول کے موافق۔

چو حجت نماںد جفا جوئے را بہ پر خاش درہم کشد روئے را

جب جاہل جواب نہ رکھتا ہو اور قدرت رکھتا ہو تو ظلم پر کمر باندھ لیتا ہے۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانصُرُوْا آلِهَتَكُمْ اِنْ

(آپس میں) وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں

کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (جب انہوں نے متفق ہو کر آگ میں

كُنْتُمْ فَعِلٰیْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا

ڈال دیا تو اس وقت) ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی

وَسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾

اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں

یعنی نہ اتنی تیز رہ کہ حرارت کی تکلیف پہنچے اور نہ اتنی ٹھنڈی ہو جا کہ سردی کی تکلیف ہو بلکہ مثل ہوائے معتدل کے بن جا چنانچہ ایسا ہی ہو گیا۔

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمْ

اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنی چاہی تھی سو ہم نے

الْاٰخَسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾

ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا

کہ ان کا مقصود حاصل نہ ہوا بلکہ اور برعکس حقانیت ابراہیم علیہ السلام

کا زیادہ ثبوت ہو گیا۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا

اور ہم نے ابراہیم کو اور (ان کے برادر زادے) لوط کو

کہ انہوں نے ساری قوم کے خلاف ہو کر ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی تھی چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وامن لہ لوط اور اسی وجہ سے لوگ ان کے بھی مخالف اور درپے تھے۔

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾

ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچا لیا جس میں ہم نے دنیا جہان

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ

والوں کے واسطے (خیر و برکت رکھی ہے اور) (ہجرت کے بعد) ہم نے ان کو

وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٤٢﴾

اخلق (بیٹا) اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا

کہ اعلیٰ درجہ کی نیکی معصوم ہونا ہے جو انسان میں نبوت سے حاصل ہوتی ہے پس مراد یہ ہے کہ ان سب کو نبی بنایا۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے

مقتدا ہونا نبوت کے لئے لازم اور ہدایت کرنا نبوت کے مناسب ہے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ

اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی

الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۚ وَكَانُوا لَنَا

پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ (حضرات) ہماری عبادت

عِبَادِينَ ۖ

(خوب) کرتے تھے

یعنی ان کو جو حکم ہوا تھا اس کو اچھی طرح بجالاتے تھے پس صالحین میں کمال نبوت کی طرف اور نیک کاموں کی وجی بھیجنے میں کمال علم کی طرف اور عابدین میں کمال عمل کی طرف اور پیشوا اور ہادی ہونے میں دوسروں کی تکمیل کی طرف پورا اشارہ ہے اور ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں ڈالے گئے تھے

اس کے ٹھنڈا ہو جانے میں چند احتمال ہیں ایک یہ کہ اس میں گرمی اور جلانے کی خاصیت نہ رہی ہو روشنی اور چمک رہی ہو دوسرے یہ کہ ہیئت آگ ہی کی رہی ہو اور اس کی حقیقت بدل گئی ہو مثلاً ہوا بن گئی ہو تیسرے یہ کہ آگ ہی رہی ہو مگر تکلیف دہ نہ رہی ہو اور علیٰ ابراہیم کی قید سے ظاہر تیسرا ہی احتمال ہے اگرچہ معجزہ ہر حالت میں ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے بت شکنی کے قصہ سے کوئی شخص اس مسئلہ فقہیہ پر شبہ نہ کرے کہ ذمی کے بت کا ضمان توڑنے والے پر لازم ہوتا ہے کیونکہ وہ مسئلہ ذمی کے لئے ہے جو مسلمانوں کی رعایا ہو اور جزیہ دیتا ہو اور یہ لوگ ذمی نہ تھے۔ ولوطاً تا من الصالحین

وَلُوطًا اتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ

اور لوط (علیہ السلام) کو ہم نے حکمت اور علم (جوشان انبیاء کے مناسب ہوتا ہے)

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۖ

عطا فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے

گندے کام کیا کرتے تھے

ہر چند کہ ان کی کئی بستیاں تھیں لیکن چونکہ ان میں اصل پر گندہ ایک تھا اور باقی اس کے تابع تھے اس لئے اسی کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور ان کے گندے کاموں میں سب سے بدتر لواطت تھی اور بھی بعض بیہودہ افعال کے وہ لوگ عادی تھے۔ ڈھیلے پھینکنا، کبوتر بازی، گانا بجانا، شراب خواری، داڑھی کٹانا، مونچھیں بڑھانا، سیٹی بجانا، ریشمی لباس پہننا اور بعض نے خباثت سے صرف لواطت مراد لی ہے اس صورت میں جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہوگا کہ بہت سے کرنے والے تھے تو کام بھی بہت سے تھے۔ ونوحاً تا اجمعین

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فاسِقِينَ ﴿٤٣﴾ وَأَدْخَلْنَاهُ

بلاشبہ وہ لوگ بڑے بد ذات بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل

فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٤﴾

کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں سے تھے اور نوح (کے قصہ) کا

وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا

تذکرہ کیجئے جب کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے (بھی) پہلے انہوں نے دعا

لَهُ فَانَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ

کی سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری

الْعَظِيمِ ﴿٤٩﴾

علم سے نجات دی

جو کفار کی تکذیب اور ایذا رسانی کی وجہ سے ان کو پیش آتا تھا وہ داؤدؑ کا حلفِ ظہن۔

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا

اور (نجات اس طرح دی کہ) ہم نے ایسوں لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں

بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

نے ہمارے حکموں کو (جو کہ نوحؑ لائے تھے) جھوٹا بتایا تھا بلاشبہ وہ لوگ بہت

أَجْمَعِينَ ﴿٤٤﴾ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ

برے تھے اس لئے (ہم نے ان سب کو) غرق کر دیا اور داؤد اور سلیمان

يَحْكُمِينَ فِي الْحَرْثِ

(علیہا السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں

جس میں غلہ تھا یا انگور کے درخت کذا فی الدر المنثور

إِذْ نَفَسْتُمْ فِيهِ غَمُّ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا

فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس (کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں

لِحُكْمِهِمْ شَهِدَيْنِ ۖ قَالَا ۖ فَفَقِهْنَاهَا سَلِيمِينَ ج

(اور اس کو چرگئیں) اور ہم فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے

وَكَلَّا اتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا

اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور (یوں) ہم نے دونوں کو حکمت اور علم فرمایا تھا

یعنی داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی خلاف شرع نہ تھا صورت مقدمہ کی یہ تھی کہ جس قدر کھیت کا نقصان ہوا تھا اس کی لاگت بکریوں کی قیمت کے برابر تھی۔ داؤد علیہ السلام نے ضمان میں کھیت والے کو وہ بکریاں دلوا دیں اور قانون شرعی کا اصل مقتضا یہی تھا جس میں مدعی یا مدعا علیہ کی رضا مندی بھی شرط نہیں مگر چونکہ اس صورت میں بکری والوں کا بالکل ہی نقصان ہوتا تھا اس لئے سلیمان علیہ السلام نے مصالحت کے طور پر جو فریقین کی باہم رضا مندی پر موقوف تھی یہ صورت تجویز کی کہ چند روز کے لئے بکریاں تو کھیت والے کو دی جائیں کہ ان کے دودھ وغیرہ سے اپنا گزر کرے اور بکری والوں کو وہ کھیت سپرد کیا جاوے کہ اس کی خدمت آپاشی وغیرہ سے کریں جب کھیت پہلی

حالت پر آ جاوے کھیت اور بکریاں اپنے اپنے مالکوں کو دی جاویں اس صورت میں دونوں کی سہولت اور رعایت تھی اس سے معلوم ہو گیا کہ دونوں فیصلوں میں کوئی تعارض نہیں ایک کے صحیح ہونے سے دوسرے کا غلط ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کلا اثینا حکما و علما بڑھایا گیا اور اگر ایسا واقعہ واقع ہو تو ائمہ شریعت میں اس حکم کے بارہ میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر بکریوں کے ساتھ کوئی ہانکنے والا نہ ہو تو اس صورت میں کچھ ضمان لازم نہیں آتا اور اگر ہانکنے والا ہمراہ ہو تو ضمان لازم آوے گا اور چونکہ کھیتی ذات القیم کی قسم سے ہے اس لئے جتنا نقصان ہوگا اس کی قیمت لازم آئے گی البتہ اگر رضامندی سے قیمت کے بدلے کوئی خاص چیز لے لی جاوے جائز ہے یہاں تک تو عام کرامت کا ذکر تھا جو دونوں حضرات میں مشترک تھی آگے دونوں کی خاص خاص کرامتوں کا بیان ہے۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ

اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ)

وَالطَّيْرِ^ط وَكُنَّا فَعَلَيْنِ ۝٤٩

وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور یرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے

اور ہماری قدرت کا بڑا ہونا ظاہر ہے پس ان معجزات میں تعجب نہ کیا جائے کہ یہ کام کیونکر ہوتے ہوں گے۔

وَعَلَيْهِ صَلَوةُ رَبِّهِ

اور ہم نے ان کو (زرہ) بنانے کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھائی

اگر زرہ اول داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں ایجاد ہوئی جیسا کہ جلالین میں ہے اور آپ سے پہلے تختیاں بھی ہوتی تھیں تب تو آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ تم لوگ اس ایجاد سے منفع ہو رہے ہو اور اگر ثابت ہو جائے کہ پہلے بھی زرہ بنتی تھی تو خوبی صنعت اور ہر قسم کی رعایت میں زرہ داؤد بڑھی ہوئی کہی جائے گی۔ اس اعتبار سے اس کو راحت و نفع میں زیادہ دخل ہوگا چنانچہ سورہ سباء میں ہے وَقَدَرُ فِي السَّرْدِ كِه جُوڑنے میں پورا اندازہ رکھو۔ تو اگر پہلے سے بھی جُوڑنے میں اندازہ چلا آتا ہوتا تو بظاہر اس کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

لَكُمْ لِيُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ

تاکہ وہ (زرد) تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے سبقت شکر کرو گے بھی (یا

شُكْرُؤُنَ ۝۸۰ وَلِلسَّيِّئِينَ الرِّيحُ عَاصِفَةٌ

نہیں) اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے

تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ط

اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے (مراد ملک شام ہے)

یعنی جب ملک شام سے کہیں جاتے اور پھر آتے تو یہ آنا اور اسی طرح جانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہوتا تھا جیسا کہ درمنثور میں ابن عباسؓ سے اس کی کیفیت مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام مع ارکان دولت کے کرسیوں پر بیٹھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ سب کو اٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ایک مہینہ کی مسافت قطع کرتی اور بعضوں نے جو ہوا کے تابع ہونے میں خواہ مخواہ تاویل کی ہے کہ اس سے جہاز چلانا مراد ہے تو الفاظ قرآنیہ اس کی تردید کرتے ہیں۔ فسخرناله (ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا) تجری بامره (ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی) نیز ابن عباسؓ کی وہ روایت جو اوپر گزری ہے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے یہ سب ان بیہودہ تاویلوں کو دفع کرتی ہیں اور یہاں تو زور کی ہوا فرمایا ہے اور سورہ صٰن میں رِخَاء (یعنی نرم ہوا) فرمایا ہے پس یا تو سلیمان علیہ السلام کے ارادہ پر اس کا نرم اور تیز ہونا تھا یا یہ کہ سرعت سیر اور جلدی مسافت قطع کرنے کے اعتبار سے وہ زور کی ہوا کے مثل تھی اور سوار کو حرکت نہ ہونے اور بدن میں کچھ اثر نہ کرنے کے اعتبار سے نرم ہوا کے مثل تھی۔

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ﴿۸۱﴾

اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں

پس ہمارے علم میں سلیمان علیہ السلام کی یہ چیزیں دینے میں حکمت تھی اس لئے عطا فرمائیں۔

وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَّغْوِصُونَ لَهُ

اور بعضے بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمانؑ کے لئے (دریاؤں میں) غوطہ

وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا

لگاتے تھے (تاکہ موتی نکال کر لاویں) اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ

لَهُمْ حَفِظِينَ ﴿۸۲﴾

کرتے تھے اور ان کے سنبھالنے والے ہم تھے

یعنی اگرچہ وہ جن بڑے سرکش اور شریر تھے مگر ہم ان کو سنبھالتے تھے اس لئے وہ چوں نہیں کر سکتے تھے اور لفظ شیاطین سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ وہ جن کافر تھے کیونکہ اکثر یہ لفظ کافروں کے لئے بولا جاتا ہے اور دوسرے کاموں سے مراد وہ ہیں جن کا ذکر سورہ سبا میں ہے۔ یعملون له مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب و قدور راسیات وہ

جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو بنوانا منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں (ہلائے نہ بل سکیں) وایوب تا للعبدین۔

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسْنِي

اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (بعد مبتلا ہونے مرض شدید کے) اپنے رب کو

الضَّرَّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۸۳﴾

پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں

پس اپنی مہربانی سے میری تکلیف رفع کر دیجئے اور آپ کی بیماری کے بارے میں بھی کئی قول ہیں بہر حال کوئی سخت بیماری تھی اور اولاد کے گم ہونے کا الگ صدمہ تھا بعض کہتے ہیں کہ غائب ہو گئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ مر گئے تھے ان سب پر آپ نے صبر کیا جیسا دوسری آیت میں ہے۔ انا وجدناہ صابرا (پیشک ہم نے ان کو صابر پایا) اور یہ دعاء خواہ شروع مرض ہی میں کی ہو اور قبولیت یا جلدی ہوئی ہو یا کسی مصلحت سے دیر میں ہوئی ہو اور یا دعاء چند روز کے بعد کی ہو جیسا کہ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو دعا کرنا بھلا دیا جب بیماری کی مدت پوری ہو گئی اس وقت دعا کی اجازت دی اور آسان کر دی اور ہر حال میں دعاء صبر کے منافی نہیں اور دعا صرف زوال مرض کی غالباً اس لئے کی کہ مرض کی تکلیف حاضر ہوتی ہے اور اولاد کے مرنے یا گم ہونے پر جو غم ہوتا ہے وہ بعض اوقات غائب ہو جاتا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا

ضَرًّا وَاتَيْنَاهُ أَهْلَهُ

اور (بلا استدعا) ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا

یعنی اولاد جو ان غائب ہو گئی تھی وہ ان کے پاس آ گئی یا جو مر گئی تھی اتنے ہی اور پیدا ہو گئے۔

وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ

اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی

خواہ ان ہی کی پشت سے یا ان کی اولاد کی پشت سے۔

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے

اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ۝۸۵

نہیں ہے آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں میں بیشک قصور وار ہوں

یونس علیہ السلام نے اس چلے جانے کو اجتہاداً جائز سمجھا اس لئے وحی کا انتظار نہ کیا اور یہ سمجھے کہ میں جائز کام کر رہا ہوں اس لئے اس میں مجھ پر کوئی دارو گیر نہ ہوگی لیکن جب تک کہ وحی کی امید رہے اس وقت تک انبیاء کو وحی کا انتظار مناسب ہے اجتہاد نہ کرنا چاہئے اس مناسب صورت کے چھوڑنے پر ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی میں سوار ہوئے کشتی چلتے چلتے رک گئی یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا بلا اجانت بھاگ کر چلا آنا پسند ہوا اس کی وجہ سے یہ کشتی رکی کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھ کو دریا میں ڈال دو وہ راضی نہ ہوئے غرض قرعہ پر اتفاق ہوا ان ہی کا نام نکلا آخر ان کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نگل گئی وہاں مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا دوسرا قعر دریا کا اندھیرا اور تیسرا رات کا اندھیرا۔ قالہ ابن مسعود غرض ان تاریکیوں میں دعاء کی اور یہ استغفار ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کر کے اس مصیبت سے نجات دیجئے پس حضرت یونس علیہ السلام سے اس واقعہ میں حکم کی مخالفت کوئی نہیں ہوئی صرف اجتہاد میں غلطی ہوئی جو امت کے لئے تو معاف ہے بلکہ ایک ثواب بھی ملتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی تربیت اور تہذیب زیادہ مقصود ہوتی ہے اس لئے یہ ابتلاء ہوا اور استغفار سے پہلے خدا کی ثناء یعنی توحید و تترتیب کو مقدم کر کے استغفار کا ادب بتلا دیا ورنہ کرنا تا خشعین

فَاسْتَجَبْنَا لَهُۥ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ۝۸۶

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح (اور)

وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۷

ایمان والوں کو (بھی کرب و بلا سے) نجات دیا کرتے ہیں اور زکریا (علیہ السلام) کا

وَنَزَّلْنَاهُۥ اِذَا نَادٰی رَبَّہٗ رَبِّ لَا

تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لا وارث مت

تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ۝۸۸

رکھو (یعنی مجھ کو فرزند نہ دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں

یعنی وہ حقیقی وارث نہ ہوگا بلکہ ایک وقت وہ بھی فنا ہو جائے گا لیکن اس ظاہری وارث سے بعض دینی منافع حاصل ہوں گے اس لئے اس کو مانگتا ہوں۔

یعنی تاکہ عابدین یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو کیسی جزا دیتے ہیں اور صابرین کی جزاء عام ہے خواہ دنیا میں بھی ہو یا صرف آخرت میں ہو۔

وَذِكْرٰی لِلْعَبْدِیْنَ ۝۸۹ وَاسْمٰعِیْلَ۝۹۰

اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور اسماعیل اور

وَ اِذْ رِیْسٌ وَّ ذَا الْکِفْلِ ط کُلٌّ مِّنَ

ادریس اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے (یہ) سب (احکام الہیہ پر) ثابت قدم

الصّٰبِرِیْنَ ۝۹۱ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِی رَحْمَتِنَا ط

رہنے والے لوگوں سے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۹۲

کر لیا تھا بیشک یہ کمال صلاحیت والے لوگوں میں تھے

واسمعیل تا من الصالحین حضرت ذوالکفل کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نبی تھے یا نیک شخص تھے پھر پہلے سے نیک تھے یا بعد توبہ کے نیک ہوئے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں مرفوعاً وارد ہے۔ لایتنوع من ذنب الخ قال واللہ لا اعصى اللہ بعدھا ابداً کہ اول وہ گناہ سے نہ بچتے تھے پھر توبہ کی اور قسم کھائی کہ اب کبھی خدا کی نافرمانی نہ کروں گا بظاہر قرآن کے طرز سے نبی ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے اس صورت میں وہ توبہ کرنے والے دوسرے ہوں گے اور ذوالکفل کئی شخصوں کا نام ہو وذلنون اذ ذهب تانجی المؤمنین

وَذَا النُّوْنِ اِذَا ذَهَبَ مُغَاصِبًا

اور مچھلی والے (پیغمبر یونس علیہ السلام) کا تذکرہ کیجئے جب وہ

(اپنی قوم سے) خفا ہو کر چل دیئے

جب کہ وہ لوگ ایمان نہ لائے تو آپ خفا ہو کر چل دیئے پیچھے ان پر عذاب آنے کو ہوا اور ان کی توبہ و آہ زاری کی وجہ سے ٹل گیا اور قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے اور اس سفر کے لئے ہمارے حکم کا انتظار نہ کیا۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی

اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں) کوئی دارو گیر نہ

فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ط

کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود

انبیاء کا متفق ہونا مشہور و معروف بھی ہے اس لئے آگے ان قصوں کے نتیجے کے طور پر توحید کا اثبات اور شرک کی مذمت اور اس کی تاکید کے لئے آخرت کی تفصیل جس میں اہل حق کو جزا اور اہل باطل کو سزا ہوگی بیان فرماتے ہیں۔ ان ہذہ تا عبادی الصلحون

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ

یہ ہے تمہارا طریقہ کہ (جس پر تم کو رہنا واجب ہے اور) وہ ایک ہی طریقہ ہے یعنی اوپر جو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ توحید کا معلوم ہوا ہے وہ ایک ہی طریقہ ہے جس میں کسی نبی اور کسی شریعت کو اختلاف نہیں ہوا۔

وَأَنذَرُكُمْ فَاَعْبُدُونِ ۖ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ

اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم سب میری عبادت کیا کرو اور ان لوگوں

بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ إِلَيْنَا رَجْعُونَ ۖ

نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا (سوان کی سزا دیکھیں گے کیونکہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں

اور آنے کے بعد ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو چاہیے تھا کہ اس امر مذکور کے ثابت ہو جانے کے بعد سب ایک طریقہ پر رہتے مگر ایسا نہ کیا۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اس کی محنت

فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۖ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ۖ

اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں

پس قیامت میں وہی لکھا ہوا اعمال نامہ ظاہر ہوگا اور اس کے موافق اس کو ثواب ملے گا آگے منکرین آخرت کے اس شبہ کا جواب ہے کہ اب تک دوبارہ زندہ کر کے کسی کا حساب و کتاب کیوں نہیں کیا گیا سو یہ شبہ محض کمزور ہے کیونکہ دوبارہ زندہ ہونے کے لئے ایک خاص وقت معین کر رکھا ہے جب تک وہ وقت نہیں آتا کوئی زندہ نہیں ہو سکتا۔

وَحَرَّمَ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا

اور ہم جن بستیوں کو (عذاب سے یا موت سے) فنا کر چکے ہیں ان کے لئے

يَرْجِعُونَ ۖ

یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں

فَاسْتَجِبْنَا لَهُ ۖ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى

سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو بچی (فرزند)

وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۖ إِنَّهُمْ

عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں)

كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

اولاد کے قابل کر دیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے

وَيَدْعُونََنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا

اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے

لَنَا خَشِعِينَ ۖ

سامنے دب کر رہتے تھے

جس سے ان حضرات کی کامل عبادت اور ہماری کامل معبودیت ثابت ہوتی ہے پس رسالت اور توحید دونوں مسئلوں کی ان قصوں سے تقویت ہوتی ہے جو اس سورت کا بڑا مقصود ہے۔

وَالَّتِي أَحْصَيْتُ فَرَجَهَا فَتَفَحُّنَا

اور اس بی بی (مریم) کا (بھی) تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مردوں

فِيهَا مِنْ رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا

سے) بچایا (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی) پھر ہم نے ان میں

(بواسطہ جبرائیل) اپنی روح پھونک دی

وَالَّتِي أَحْصَيْتُ تَاللَّعَلِّمِينَ ۖ

اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند (عیسیٰ) کو دنیا جہاں والوں کے لئے)

اپنی قدرت کاملہ کی (نشانی بنا دی

یعنی عیسے علیہ السلام اور ان کی والدہ میں علاوہ اور صفات مذکورہ کے ایک خاص صفت یہ بھی تھی کہ ان کو دیکھ کر منکر لوگ یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

رابطہ: یہاں تک انبیاء علیہم السلام کے قصوں کا بیان ہوا چونکہ یہ سب حضرات موحد اور توحید کی طرف بلانے والے تھے چنانچہ بعض جگہ اوپر صراحت اور بعض جگہ اشارہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے نیز توحید میں سب

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بلاشبہ تم (اے مشرکین اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں

حَصَبُ جَهَنَّمَ ۚ اَنْتُمْ لَهَا وَرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

جھونکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہو گے

البتہ اگر کسی معبود میں کوئی امر جہنم میں جانے سے مانع ہو تو وہ جہنم میں نہ جائے گا مثلاً انبیاء یا ملائکہ کو کسی نے معبود بنا لیا تو خود ان کی مقبولیت اس سے مانع ہوگی چنانچہ یہ بات خود عقلی بھی ہے اور اس کی تائید کے لئے آگے ایک آیت بھی ہے۔ ان الذین سبقت الخ پس اس وعید میں اصنام اور شیاطین داخل رہ گئے یہ سب جہنم میں جائیں گے اور اصنام کا دوزخ میں جانا اس لئے نہیں کہ ان کو عذاب ہوگا بلکہ اس لئے تاکہ کفار پر حجت خوب قائم ہو جائے اور وہ حجت یہ ہے لو کان هؤلاء الہة الخ کہ اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو جہنم میں کیوں جاتے الخ اور تاکہ کفار کو زیادہ حسرت ہو کہ جس سے خیر کی توقع تھی وہی شر کا سبب ہو گیا اور تاکہ اپنی حماقت ظاہر ہو کہ جب یہ خود نہ بچ سکے تو ہم کو کیا بچاتے۔

لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ اِلٰهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۚ

اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اگر یہ (تمہارے معبود) واقعی معبود ہوتے تو اس (جہنم)

وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَّهُمْ فِيْهَا

میں کیوں جاتے اور سب (عابدین و معبودین) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور)

زَفِيْرٌ ۚ وَهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ان کا اس میں شور ہوگا اور وہاں (اپنے غل و شور میں کسی کی) کوئی بات سنیں گے بھی نہیں

کیونکہ وہ جنت میں ہوں گے اور جنت و دوزخ میں بہت بڑا فاصلہ ہوگا اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیت انکم وما تعبدون الخ نازل ہوئی جس میں مشرکین کو تنبیہ تھی کہ خدا کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کر رہے ہو وہ بھی جہنم میں جائیں گے تو ایک شخص نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ملائکہ اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھی بعض لوگوں نے خدا کے سوا معبود بنایا ہے کیا وہ بھی جہنم میں جھونکے جاویں گے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جو ہمارے بندے شرک سے بیزار اور کفر سے منع کرنے والے تھے ان کو بھلا دوزخ سے کیا نسبت وہ اس سے بالکل دور رہیں گے۔

یعنی جب تک وہ وقت معین نہ آ جاوے اس وقت تک شرعاً یہ بات محال ہے کہ وہ حساب و کتاب کے لئے دنیا میں لوٹ کر آئیں البتہ مرنے کے بعد نبی کے معجزہ سے اگر کوئی زندہ ہو جاوے تو یہ محال نہیں کیونکہ وہ لوٹنا حساب و کتاب کے لئے نہیں پس اس تقریر سے ان لوگوں کا استدلال باطل ہو گیا جو ایسے معجزات کے انکار پر اس آیت سے دلیل لاتے ہیں۔

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ يٰۤاُجُوْجٌ وَمَآ جُوجٌ

یہاں تک کہ جب یا جوج ماجوج کھول دیئے جاویں گے

جواب سد سکندری میں بند ہیں اور اس وقت حشر کا ابتدائی سامان شروع ہو جائے گا اور قیامت کی علامات اگرچہ اور بھی ہیں مگر یا جوج ماجوج کے واقعہ کو اس لئے خاص طور پر بیان کیا گیا کہ اس کے بعد قیامت بہت ہی نزدیک ہوگی جیسا کہ احادیث میں ہے دوسرے یہ واقعہ ہولناک بہت زیادہ ہے۔

وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

اور وہ (غایت کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی سے (جیسے پہاڑ اور ٹیلے) نکلتے (معلوم) ہوں گے

یعنی جدھر دیکھو وہی نظر آویں گے سو ہموار زمین میں تو نظر پڑتے ہی دکھائی دیں گے اور بلندی کی آڑ میں اول و بلہ میں نہ دکھائی دیں گے لیکن تھوڑی دیر میں وہاں سے وہی نکلتے معلوم ہوں گے۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ

اور (وہ رجوع و بعث کا) سچا وعدہ نزدیک آپہنچا ہوگا تو بس پھر ایک دم سے

شَآخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی (اور یوں کہتے نظر

يُوۡلِنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

آویں گے) کہ ہائے ہماری کم بختی ہم اس (امر) سے غفلت میں تھے

بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

بلکہ (واقعہ) یہ ہے کہ ہم ہی قصور وار تھے

کیونکہ غفلت بھی جب کہی جاتی کہ جب کوئی ہم کو آگاہ نہ کرتا ہم تو باوجود تنبیہ کے متنبہ نہ ہوئے خلاصہ یہ کہ اس وقت آخرت کے منکر بھی قائل ہو جائیں گے آگے مشرکین کو وعید ہے۔

عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَعِلِينَ ﴿۱۰۳﴾

(اور) ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے

آگے بتلاتے ہیں کہ اوپر جو نیک بندوں سے ثواب و نعمت کا وعدہ ہوا ہے وہ بہت قدیم اور پختہ وعدہ ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ

اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۴﴾

ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے

پس قدامت تو اس سے ظاہر ہے کہ اول لوح محفوظ میں یہ وعدہ لکھا گیا ہے اور تاکید و پختگی اس سے ظاہر ہے کہ کوئی کتاب الہی اس مضمون سے خالی نہیں۔

رابطہ: اب سورۃ ختم پر پہنچی یہاں تک سورت کے زیادہ حصہ میں تو حید و نبوت کی تحقیق اور منکرین کے لئے وعید مذکور ہوئی ہے آگے ان مفید مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قرآن کی صراحت مدح ہے اور دوسری آیت میں ان مضامین لانے والے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارۃ مدح ہے اور قل انما یوحی الخ میں مضمون سابق کے خلاصہ کے طور پر تو حید و اسلام کی طرف دوبارہ دعوت ہے اور فان تولوا الخ سے آخر تک بطور خلاصہ ہی کے انکار تو حید پر مکرر وعید اور اس کے مناسب دیگر مضامین ارشاد ہیں پس خاتمہ کا مضمون بمنزلہ خلاصہ مقصود و حاصل کلام کے ہے۔ ان فی هذا تا تصفون

إِنَّ فِي هَذَا الْبَلَاغِ لِقَوْمٍ عِبِدِينَ ﴿۱۰۵﴾

بلاشبہ اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کیلئے جو بندگی کرنے والے ہیں

اور جو لوگ بندگی و اطاعت سے سرتابی کرنے والے ہیں ان کے لئے بھی اگرچہ یہ کافی ہدایت ہے مگر وہ خود ہی منتفع نہیں ہوتے اس لئے خاص طور پر عابدین کا ذکر کیا کہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۶﴾

اور ہم نے (ایسے مضامین نافذ دیکر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین پر) مہربانی کرنے کے لئے

وہ مہربانی یہی ہے کہ لوگ رسول سے ان مضامین کو حاصل کریں اور ان کو قبول کریں اور ہدایت سے اور اس کے ثمرات سے حصہ لیں اور جو

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ

(یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا اور) جن کے لئے ہماری طرف سے پہلائی مقدر

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۱۰۷﴾ لَا يَسْمَعُونَ

ہو چکی ہے وہ لوگ اس (دوزخ) سے (اس قدر) دور رکھے جاویں گے

حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ

(کہ) اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں

خَالِدُونَ ﴿۱۰۸﴾ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ

ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نکتہ ثانیہ سے زندہ ہونے

وَتَتَلَقَّوهُمْ الْمَلَائِكَةُ ۖ هَٰذَا يَوْمُكُمْ

کی) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے انکا استقبال کریں

الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾

گے (اور کہیں گے کہ) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا

کہ قیامت آوے گی اور نیک لوگوں کو جزا ملے گی پس یہ تعظیم اور بشارت ان کے لئے زیادہ مسرت کا سبب ہوگی اور کسی روایت سے اگر قیامت کی ہول کا سب کے لئے عام ہونا ثابت ہو جائے تو چونکہ اہل ایمان کے لئے ہول کا زمانہ بہت ہی قلیل ہوگا اس لئے وہ کالعدم ہے پس اس آیت سے کوئی تعارض نہیں ہوگا اور ان الذین سبقت الخ میں مومنین بشر اور ملائکہ دونوں داخل ہیں اور ہم فی ما اشتہت الخ مومنین بشر کے ساتھ خاص ہے۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۖ

وہ دن (بھی) یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم (نقحہ اولی کے وقت) آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے

پھر لپٹنے کے بعد خواہ بالکل نیست اور معدوم کر دیا جائے یا دوسری بار صور پھٹنے تک اسی حالت پر رہے دونوں باتیں ممکن ہیں۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَّعِيدُهُ ۖ وَعَدًا

اور ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتدا کی تھی اسی طرح (آسانی) سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے

قبول نہ کرے یہ اس کا قصور ہے اس سے اس مضمون کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑتا پس آیت کی اس تفسیر پر کوئی اشکال متوجہ نہیں ہوتا۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ

آپ (بطور خلاصہ مکرر) فرمادیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی معبود ہے سوا اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں یعنی

وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝۱۰۸

اب تو مان لو) پھر (بھی) اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو (بطور اتمام حجت کے)

تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذُنُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ

آپ فرمادیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں

جس میں ذرہ برابر کسی پر خفا نہیں رہا خود تو حید و اسلام کی حقانیت کی اطلاع بھی اور انکار پر جو سزا مرتب ہوگی اس کی اطلاع بھی دے چکا سو اب نہ مجھ پر کوئی بار رہا اور نہ تم کو کوئی عذر رہا اور اگر اس کے حق ہونے میں تم کو یہ شبہ ہو کہ وہ سزا اب تک کیوں نہیں ہوئی تو اس کا جواب بھی سنو

وَأِنْ أَذِرِيَّ أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدٌ مَّا

اور میں یہ جانتا نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا

تَوَعْدُونَ ۝۱۰۹ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ

دور دراز ہے (البتہ وقوع ضرور ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تمہاری) پکار کر کہی

الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۝۱۱۰

ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو (بات) تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے

جب اس کو سب احوال و افعال کی اطلاع ہے اور کفر یہ اعمال و احوال پر سزا کا وعدہ ہے تو لامحالہ سزا واقع ہوگی۔

وَأِنْ أَذِرِيَّ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ

اور میں (بالیقین نہیں جانتا) کہ کیا مصلحت ہے (شاید وہ

(تاخیر عذاب) تمہارے لئے صورت امتحان ہو

کہ عجب نہیں اب بھی ایمان لے آؤں اور صورت کی قید اس لئے بڑھا دی کہ حقیقی امتحان کی حق تعالیٰ کی جناب میں گنجائش ہی نہیں کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہیں۔

وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝۱۱۱

اور ایک وقت (یعنی موت) تک زندگی سے (فائدہ پہنچانا ہو

تاکہ خوب غفلت بڑھے تو عذاب بھی زیادہ ہو پس پہلی صورت رحمت ہے اور دوسری صورت عذاب غرض عذاب میں دیر ہونے سے یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ واقع ہی نہ ہوگا کیونکہ اس میں کچھ مصلحت ہے۔

قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۖ

پیغمبر نے (باذن الہی کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق

اور خدائی فیصلہ تو ہمیشہ حق کے موافق ہوتا لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان مضامین سے بھی ہدایت نہ ہوئی تو پیغمبر نے کہا کہ اے رب ہمارے اور اس کافر قوم کے درمیان عملی فیصلہ کر دیجئے جس سے حق پوری طرح واضح ہو جائے یعنی مسلمانوں کے لئے جس غلبہ کی پیشین گوئی کی گئی ہے مثلاً اس آیت میں سیہزم الجمع ویولون الدبر اس غلبہ کو واقع کر دیجئے تاکہ حجت زیادہ تمام ہو جائے۔

وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا

اور (پیغمبر نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا رب (ہم پر) بڑا مہربان ہے

تَصِفُونَ ۝۱۱۲

جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو

وہ لوگ یہ باتیں بناتے تھے کہ اسلام اور مسلمان جلدی نیست و نابود ہو جائیں گے اس کے مقابلہ میں پیغمبر نے خدا سے مدد چاہی چنانچہ بدر میں وہ پیشین گوئی واقع ہو گئی ولله الحمد

وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

ولیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز

جس کے خوف سے لوگوں کی حالت نشہ والوں کی سی ہو جائے گی
احادیث سے عین قیامت کے دن اور اس سے پہلے بھی زلزلہ کا واقع ہونا
ثابت ہے لیکن جس زلزلہ کا آیت میں ذکر ہے حدیث سے قیامت کے
دن اس کا واقع ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ ترمذی و حاکم و غیرہ نے عمران
بن حصین سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو دونوں نے صحیح کہا ہے کہ
حضور نے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے صحابہ نے عرض
کیا اللہ و رسولہ اعلم آپ نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں حق
تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ جہنم کا لشکر جہنم میں بھیجوا بخ اور یہ
بہت دوشت اگر سب کے لئے عام کہی جاوے تو لایحزنہم الفزع
الاکبر سے اس کو تعارض نہیں کیونکہ وہاں جو فرمایا ہے کہ خاص بندوں کو
بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر حالات
میں ان کو گھبراہٹ نہ ہوگی گو کسی وقت ہو جاوے چنانچہ جس وقت کا اس
آیت میں ذکر ہے ممکن ہے اس قلیل ساعت میں خاص بندوں کو بھی
گھبراہٹ ہو جائے اور اگر اس کو عام نہ لیا جاوے بلکہ اکثر لوگوں کے
اعتبار سے کہا جاوے تو اصل سے اشکال ہی نہ ہوگا اور تذهل کل
مرضعة کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز بھی
عورتیں بچوں کو دودھ پلائیں گی سو یا تو اس کو مان لیا جائے اور کہا جاوے کہ
جو جس حالت میں مرا ہے اسی حالت میں اٹھے گا سو ممکن ہے کہ جو عورتیں
دودھ پلانے کی حالت میں مری ہیں ان کی وہاں بھی یہی حالت ہو اور یا
اس کلام کو مثال کے طور پر سمجھا جائے یعنی مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی
عورت اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہو تو اس دن کی شدت ہول سے دودھ
پلاتے ہوئے بچہ کو بھول جائے اور یہی دو احتمال حاملہ عورتوں کے حمل
گرنے میں بھی ہیں لیکن دودھ پلانے کے بارہ میں غالب دوسرا احتمال
ہے کہ یہ بطور مثال کے کہا گیا ہے اور حمل کے بارہ میں غالب پہلا احتمال
ہے کیونکہ حمل والیوں کا حمل کی حالت میں قیامت کو اٹھنا بظاہر زیادہ قرین
قیاس ہے اور مقصود یہ نہیں کہ بس اس زلزلہ کی ہیبت اتنی ہی ہوگی بلکہ لوگوں
کے ذہنوں میں چونکہ یہ ہیبت بھی بڑی ہے جس پر یہ آثار مرتب ہوں اس
لئے اس کو ذکر کر دیا پس زیادہ کی نفی مقصود نہیں ہے۔

رابطہ: اوپر تقویٰ کی تاکید کے لئے قیامت کے بعض احوال کا ذکر
فرمایا تھا چونکہ بعض کفار قیامت کے منکر تھے چنانچہ نصر بن الحارث بڑا

سورة الحج مکية الاست ايات من هذان خصمان الى صراط
الحميد وهي ثمان و سبعون آية كذا في البيضاوي وقال صاحب
الروح والاصح القول بانها مختلطة فيها مدني و مكى الخ
رابطہ: سورة سابقہ کے ختم اور اس سورت کے شروع میں تعلق و
مناسبت یہ ہے کہ دونوں جگہ ڈرانے کا مضمون ہے۔ بسم اللہ الرحمن
الرحیم یا ایہا الناس تا شدید۔

(۲۲) سُورَةُ الْحَجِّ مَكِّيَّةٌ (۱۰۳)

سورة حج مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا

السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝

زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی

جب قیامت کا زلزلہ ایسا ہوگا جو کہ بہت سے واقعات میں سے ایک
واقعہ ہے تو سارے واقعات مل کر کیا کچھ سخت و شدید ہوں گے تو ان مصائب
کے خیریت سے گزرنے کے لئے سامان چاہئے اور وہ تقویٰ ہے پس خدا
سے ڈرو اور ایمان و تقویٰ اختیار کرو آگے اس زلزلہ کی شدت کا بیان ہے۔

يَوْمَ تَرُؤْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ

جس روز تم لوگ (اس زلزلہ) کو دیکھو گے اس دن تمام دودھ پلانے والیاں

عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ

(مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پیتے کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا

حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ

حمل (پورے دن ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ

بِسُكَرَىٰ

نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے

کیونکہ نشہ تو کسی نشہ کی چیز کے استعمال سے ہوتا ہے جس کا وہاں نہ
ہونا ظاہر ہے۔

ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ

پھر نطفہ سے (جو غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے

جو نطفہ میں گاڑھا پین اور سرخی آنے سے حاصل ہوتا ہے۔

ثُمَّ مِنْ مَّضْغَةٍ

پھر یونی سے

جو خون کے لوتھڑے میں تختی آ جانے سے بنتی ہے۔

مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

کہ (بعضی) پوری ہوتی ہے اور (بعضی) ادھوری بھی

بعض میں پورے اعضاء بن جاتے ہیں اور بعض میں ناقص رہ جاتے ہیں۔

لِنَبِّئَنَّ لَكُمْ

تاکہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں

یعنی یہ اس طرح کی ساخت اور ترتیب اور تفاوت قدرت الہی کی

دلیل ہے اور اسی سے ظاہر ہے کہ وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے آگے
اس مضمون کا متمم ہے جس سے اور زیادہ قدرت ظاہر ہوتی ہے۔

وَنُقَدِّرُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ

اور ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی)

مُسَمًّى

وقت وضع) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں

اور جس کو ٹھہرانا نہیں چاہتے وہ اسقاط ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ نَخْرِجُكُمْ طِفْلًا

پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں

پھر اس کے بعد تین قسمیں ہو جاتی ہیں ایک قسم یہ کہ تم میں سے بعض کو

جوانی تک مہلت دیتے ہیں۔

ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ

پھر تاکہ تم اپنی بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور (بعض) تم میں وہ بھی

جھگڑا لوتھا کہتا تھا کہ قرآن محض ایک افسانہ ہے اور جو شخص گل سر کر مٹی ہو
گیا اللہ تعالیٰ اس کے زندہ کرنے پر (نعوذ باللہ) قادر نہیں اس لئے آگے
ان کا رد فرماتے ہیں۔ وَمِنَ النَّاسِ نَالِلٌ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ

اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی ذات یا صفات

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ

میں) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے

مَرِيدٍ ۝

پیچھے ہو لیتے ہیں

یعنی اس میں گمراہی کی ایسی قابلیت ہے کہ جو شیطان جس طرح
بہکاوے اس کے بہکانے میں آ جاتا ہے پس اس شخص میں غایت درجہ کی
گمراہی ہوئی کہ اس پر ہر شیطان کا قابو چل جاتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ

جس کی نسبت (خدا کے یہاں سے) یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے

يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝

تعلق رکھے گا یعنی اس کا اتباع کرے گا) تو اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اس کو (راہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنْ

حق سے) بے راہ کر دے گا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھا دے گا اے لوگو

الْبَعْثِ

اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے سے شک (و انکار) میں ہو تو

ذرا آئندہ مضمون میں غور کر لو تاکہ شک رفع ہو جاوے اور معلوم ہو
جاوے کہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے۔

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تَرَابٍ

ہم نے (اول) تم کو مٹی سے بنایا

کیونکہ غذا جس سے نطفہ بنتا ہے اول عناصر سے پیدا ہوتی ہے جس
کی ایک جز مٹی بھی ہے۔

يَتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ

ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی) مر جاتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہیں جو علمی عمر

الْعُمُرِ لَكُمْ لَا يَعْلَمُ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ

(یعنی زیادہ بڑھاپے) تک پہنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے

شَيْءًا ط

باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے

جیسا اکثر بوڑھوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ابھی ایک بات بتلائی اور ابھی

پھر پوچھ رہے ہیں یہ تیسری قسم ہوئی یہ سب حالتیں بھی قدرت پر دلالت

کرتی ہیں ایک دلیل تو یہ تھی آگے دوسری دلیل ہے۔

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا

اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک

أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

(پڑی) ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی

وَأَنْبَتَتْ

ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے

سو یہ بھی قدرت کاملہ کی دلیل ہے آگے دلیل کے واضح کرنے کے

لئے ان تمام تصرفات و تغیرات کی علت و حکمت بیان فرماتے ہیں

مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ

یہ سب اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی

اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ

ہستی میں کامل ہے

یہ تو اس کا ذاتی کمال ہے

وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ

اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے

یہ اس کا عملی کمال ہے۔

وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور وہی ہر چیز پر قادر ہے

یہ اس کا وصفی کمال ہے اور یہ تینوں مل کر تصرفات مذکورہ کی علت ہیں کیونکہ اگر ان تین کمالات میں سے ایک بھی نہ ہوتا تو ایجاد نہ پایا جاتا موجد عالم وہی ہو سکتا ہے جو ذات و صفات و عمل سب میں کامل ہو چنانچہ ظاہر ہے۔

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ وَأَنَّ

اور (نیز اس سبب سے ہوا کہ) قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں

اللَّهُ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝

اور اللہ تعالیٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کر دے گا

یعنی ہم نے یہ تصرفات مذکورہ اس لئے ظاہر کئے کہ ان میں مجملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت اور غایت یہ تھی کہ ہم کو قیامت کا لانا اور مردوں کا زندہ کرنا منظور ہے تو ان تصرفات سے اس کا ممکن ہونا لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ جو خدا ایسے ایسے تصرفات کرتا ہے وہ دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ

اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت (یعنی

عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝

علم ضروری اور بدوں دلیل (یعنی علم استدلال عقلی) اور بدوں کسی روشن کتاب

ثَانِي عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط

(یعنی علم استدلال عقلی) کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ

لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

سے (یعنی دین حق سے) بے راہ کر دیں ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے

خواہ کسی قسم کی رسوائی ہو چنانچہ بعض گمراہ قلیل و قلیل وغیرہ سے ذلیل ہوتے ہیں بعض مناظرہ اہل حق میں مغلوب ہو کر عقلاء کی نظر میں بے عزت ہوتے ہیں۔

رابطہ: اوپر ان لوگوں کی مذمت تھی جو انکار اور مباحثہ پر اصرار کرنے والے تھے آگے ان کی مذمت ہے جو ان باتوں سے توبہ کرنے اور اسلام لانے کے بعد بعض حالتوں میں باوجود ظاہری اسلام کے دل سے اخلاص نہ رکھتے تھے اور بعض حالتوں میں کفر و انکار کی طرف لوٹ

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُ وَمَا

خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کرنے لگا جو نہ اس کو نقصان پہنچا

لَا يَنْفَعُهُ^ط

سکتا ہے اور نہ اس کو نفع پہنچا سکتا ہے

اور ظاہر ہے کہ خدائے قادر کو چھوڑنا اور ایسے عاجز کو اختیار کرنا آخرت میں سخت مضر ہے اور اس پر قطعی دلائل قائم ہیں۔

ذَلِكَ هُوَ الصَّلُّ الْبَعِيدُ^ج يَدْعُوا^ج الْمَنَ

یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس (کی عبادت) کا

ضَرَرٌ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ^ط

ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے

یعنی صرف یہی نہیں کہ اس عبادت سے نفع نہ ہوتا ہو بلکہ اس کی عبادت میں ضرر بھی ہوتا ہے۔

لَبِئْسَ الْهَوَىٰ وَلِبِئْسَ الْعَشِيرُ^ج

ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا

جو بالکل ہی کام نہ آوے نہ بڑا ہو کر کام آوے نہ برابر ہو کر کام آوے
رابطہ: اوپر کفار کی چند جماعتوں کی مذمت تھی آگے سب کے مقابلہ
میں مومنین کی فضیلت ہے۔ ان اللہ یدخل تا مایرید۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے (بہشت کے)

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری

الْأَنْهَارِ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ^ج

ہوں گی اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے

پس اوپر جو کفار کی سزا اور مومنین کی جزا کا بیان کیا گیا ہے اس کے واقع ہونے میں ذرا شبہ نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا ہے جب وہ جزا و سزا کا ارادہ کر چکا ہے تو ضرور ایسا ہی واقع ہوگا۔

رابطہ: اوپر ان کفار کا ذکر ہوا تھا جو دین میں جھگڑا کرتے تھے چونکہ

کر مرتد ہو جاتے تھے چنانچہ بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ مدینہ میں آ کر مسلمان ہوتے جب گھر جا کر مال و اولاد میں برکت و فراغت دیکھتے تو کہتے کہ بڑا اچھا دین ہے ورنہ کہتے یہ برا دین ہے اور پھر جاتے اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کا اسلام پر رہنا بھی اس کی حقانیت کی وجہ سے نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک تو حقانیت کا مدار دنیوی نفع تھا پس اسلام کی حالت میں بھی ان کا عقیدہ اور غرض میں خرابی ہوئی تھی اس لئے بوجہ اخلاص نہ ہونے کے وہ اسلام معتبر نہیں بلکہ نفاق کی قسم ہے۔ ومن الناس تاليس العشير

وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ^ج

اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھادیں گے (اور اس سے کہا جاوے

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ يَدَكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ

گا کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ

يُضِلُّ مَنِ اللَّعِبِ^ج وَمِنْ النَّاسِ مَنْ

تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پس تم کو بلا جرم سزا نہیں دے گا) اور بعض

يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ^ج

آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کسی چیز کے) کنارے پر (کھڑا ہو)

اور موقع پا کر چل دینے پر تیار ہو۔

قَالَ أَصَابَهُ خَيْرٌ إِطْمَانًا بِهِ^ج وَإِنْ

پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہنچ گیا

أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ إِنْ قَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ^ج

تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پا لیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش ہو گئی

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ^ط ذَلِكَ هُوَ

منہ اٹھا کر (کفر کی طرف) چل دیا (جس سے) دنیا و آخرت دونوں کو کھو

الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ^ج

بیٹھا ہی کھلا نقصان (کہلاتا) ہے

چنانچہ دنیا کا نقصان تو اس آزمائش اور معصیت سے مشاہد ہے اور آخرت کے نقصان کا آگے ذکر ہے۔

یہ دیکھ کہ اس میں صرف ہمارے ہی ارادہ اور قدرت کا دخل ہے۔

آيَةُ بَيِّنَةٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ

جس میں کھلی کھلی دلیلین حق کی ہیں اور بات یہ (ہی) ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (حق کی) ہدایت کرتا ہے

البتہ انسان کی سعی اور طلب کے بعد اللہ تعالیٰ ارادہ کر رہی لیتے ہیں۔

رابطہ: اوپر کفار کا دین اسلام اور مومنین کے ساتھ اختلاف کرنا اور اس اختلاف کا قوی فیصلہ پختہ دلائل سے واضح طور پر بیان فرمایا تھا مگر چونکہ کفار بوجہ عناد کے اس پر کفایت نہیں کرتے اس لئے آگے قیامت کے عملی فیصلہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ ان الذين امنوا تا شهيد

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صائبین اور نصاریٰ اور مجوس اور

وَالصَّابِّينَ وَالنَّصْرَىٰ وَالْجُوسَ وَالَّذِينَ

مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کر

أَشْرَكُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُفَصِّلُ بَيْنَهُمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

دے گا (مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کافروں کو دوزخ میں)

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۚ

بیشک خدا تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے

پس اس کو ہر ایک کے کفر و ایمان کی بھی اطلاع ہے ہر ایک کو مناسب بدلہ دے گا فرقہ صائبین کے متعلق آئم کے نصف سے پہلے ان الذين امنوا الخ کی تفسیر میں کچھ بیان ہو چکا ہے اور مجوس آتش پرست ہیں باقی سب مشہور ہیں۔ رابطہ: اوپر مومنین اور کفار کے درمیان میں قیامت کے روز فیصلہ فرمانے کا بیان تھا چونکہ عادت فیصلہ کے لئے اس اختلاف کا با وقعت ہونا ضروری ہے اس لئے آگے اپنی اطاعت کا با عظمت و با وقعت ہونا تمام مخلوقات کے عاجز و منقاد ہونے سے بتلاتے ہیں اور ایسے ظاہر میں بے جا اختلاف کا برا ہونا بیان کرتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ

اے مخاطب کیا تجھ کو (عقل سے یا مشاہدہ سے) یہ بات معلوم نہیں

کہ اللہ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) عاجزی کرتے ہیں

اس سے ان کی غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کو مغلوب اور کمزور کرنا تھا اس لئے آگے ان لوگوں کی غرض کی ناکامی بیان فرماتے ہیں۔ من كان يظن تا يغبط۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَّنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي

جو شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کر کے) اس بات کا

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا

کیونکہ بدوں اس خیال کے دین اسلام کے مقابلہ میں مخالفانہ تقریریں اور تدبیریں کرنا خلاف عقل ہے اس لئے کہ مقصود کوشش سے اپنی کامیابی اور مخالف کی ناکامی ہوتی ہے اور ناکام وہ ہوتا ہے جس کی خدا مدد نہ کرے پس رسول کے مقابلہ میں یہ سعی کرنا کہ آپ مغلوب ہو جائیں گے اور آپ کی اور دین اسلام کی ترقی رک جائے گی اس قاعدہ کے موافق اس خیال کو ضرور مستلزم ہوگی۔

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ

تو اس کو چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر (اس کے ذریعہ سے

آسمان پر پہنچ کر اگر ہو سکے) اس وحی کو موقوف کرادے

اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کر سکتا۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا

تو پھر (خوب) غور کرنا چاہئے آیا اس کی یہ تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو (یعنی

يَغِيظُ ۚ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ

وحی کو) موقوف کر سکتی ہے اور ہم نے اس قرآن کو اسی طرح اتارا ہے

ہر گز نہیں کر سکتی حاصل یہ ہوا کہ امداد الہی آپ کے ساتھ بوجہ نبوت اور وحی کے ہے سو آپ کی ناکامی میں کوشش کرنا اس وقت مقید ہو سکتا ہے جب کہ نبوت اور وحی کے قصہ کو پاک کر دیا جائے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ پس دین کے خلاف میں سعی کرنا سراسر حماقت ہے۔

رابطہ: اوپر یہ مذکور تھا کہ سلسلہ وحی قطع کرنے پر کوئی قادر نہیں آگے اسی کی تاکید کے لئے بیان فرماتے ہیں کہ وحی کے نازل کرنے والے حق تعالیٰ ہیں اور اوپر غور و فکر کا امر تھا جس کا مقتضایہ تھا کہ سامع کو ضرور ہدایت ہو جاتی آگے ختم آیت پر ہدایت کا خدا کی مشیت پر موقوف ہونا مذکور ہے۔ و کذلک تا

نصاری اور صائبین اور مجوس اور بت پرست۔

هٰذِهِ خَصْمِنِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ

جنہوں نے دربارے اپنے رب کے (دین کے) یا ہم اختلاف کیا

اعتقاد میں تو اختلاف ہی ہے کبھی صورت مباحثہ سے وہ اختلاف ظاہر بھی ہو جاتا ہے سو اس اختلاف کا عملی فیصلہ قیامت میں ہوگا آگے اسی کا بیان ہے۔

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ

سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے) لئے (قیامت میں) آگ کے

مِّنْ ثَّامِرٍ ط

کپڑے قطع کئے جاویں گے

یعنی آگ چاروں طرف سے سر سے پاؤں تک کپڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہوگی۔

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ج

اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاوے گا (اور) اس سے ان

يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ط

کے پیٹ میں کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور ان کی کھالیں سب گل جاویں گی

اس طرح سے کہ کچھ حصہ اس پانی کا کھال کو توڑ کر اندر کھس جاوے گا اس سے انتڑیاں گل جاویں گی اور کچھ حصہ کھال کے اوپر بھی آئے گا اس سے کھال گل جاوے گی اور یہ شبہ نہ ہو کہ جب کھال اور پیٹ سب گل گئے تو عذاب کا محل نہ رہا پھر عذاب کیسے ہوگا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ پھر وہ اپنی حالت پر ہو جاوے گا رواہ الترمذی اور دوسری آیت میں ہے۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ ۝۲۱ ۝ كَلِمًا أَرَادُوا

اور ان کے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہ لوگ جب (دوزخ میں) گئے

أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا

گئے (گھبرا جائیں گے) اور اس سے باہر نکلتا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں

فِيهَا قَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۲۲

گے اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلتے کا عذاب (ہمیشہ کے لئے) چکھتے رہو

بمسجد کی تفسیر میں اپنی اپنی حالت کی مناسب کی قید لگا دینے سے یہ اشکال رفع ہو گیا کہ اس سے مراد اگر اختیاری اطاعت ہے تو تمام مخلوقات کی طرف اس کا منسوب کرنا مشکل کیونکہ جمادات اور حیوانات میں ارادہ اور اختیار کہاں اور اگر بے اختیاری اطاعت مراد ہے تو لکثیر من الناس کی تخصیص مشکل ہے یعنی یہ کیوں فرمایا کہ بہت سے آدمی بھی کیونکہ بے اختیاری اطاعت تو کبھی آدمی کرتے ہیں مومن بھی اور کافر بھی خدا جس کو چاہے زندہ کرے جسے چاہے مار دے جسے چاہے صحت و غنا دے جس کو چاہے بیماری و فقر میں مبتلا کر دے ان باتوں میں تو کوئی بھی خدا کے خلاف نہیں کر سکتا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے مناسب جیسی اطاعت ہے وہ مراد ہے پس جو مخلوقات مکلف نہیں ہیں ان کے مناسب بے اختیاری اطاعت ہے اور انسان کے مناسب علاوہ اس بے اختیاری اطاعت کے تشریحی و اختیاری اطاعت میں سب برابر نہیں اس لئے فرمایا کہ بہت سے آدمی بھی الخ

رابطہ: اوپر مومنین و کفار کی قسمیں تفصیلاً اور ان کا عملی فیصلہ اجمالاً مذکور تھا آگے ان اقسام کو بطور میزان الکُل کے اجمالاً اور فیصلہ کو توضیح کے لئے تفصیلاً بیان فرماتے ہیں ہذان خصمان تا صراط الحمید۔

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ

اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے (تو) آدمی بھی اور بہت سے

وَالشَّجَرُ وَالذَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ط

ایسے ہیں جن پر (بوجہ منقاد نہ ہونے کے) عذاب ثابت ہو گیا ہے اور (بچ یہ

وَكثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۝۲۳ ۝ وَمَنْ يُّهِن

ہے کہ) جس کو خدا ذلیل کرے (اور اس کو توفیق ہدایت نہ ہو) اس کا کوئی

اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ ۝۲۴ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ

عزت دینے والا نہیں (اور) اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے (جو چاہے کرے) (جن کا

مَا يَشَاءُ ۝۲۵ ۝

اوپر آیت میں ذکر ہوا) دو فریق ہیں

ایک مومن دوسرا کافر پھر دوسرے فریق کی کئی قسمیں ہیں یہود اور

مواقع میں شریک اور کفر یہ اعمال کرتے ہیں اور وعید کی تاکید کے لئے اس مقدس مکان اور اس کے متعلق بعض افعال وغیرہ کی عظمت و فضیلت کا مضمون بھی ارشاد فرمایا ہے۔ ان الذین کفروا تا الیم

وَهْدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۖ

اور (یہ سب انعام ان کے لئے اس لئے ہے کہ دنیا میں) ان کو کلمہ طیب (کے اعتقاد)

وَهْدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝۲۳

کی ہدایت ہو گئی تھی اور ان کو اس (خدا) کے راستہ کی ہدایت ہو گئی تھی جو لائق حمد ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَصْذُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

(وہ راستہ اسلام ہے بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور (مسلمانوں کو) اللہ کے راستہ سے

یعنی دین کے کام سے کہ وہ عمرہ ہے۔

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور مسجد حرام (یعنی حرم) سے روکتے ہیں

کیونکہ عمرہ کے ارکان حرم کے خاص حصہ میں ادا ہوتے ہیں کہ عمرہ سے روکنا حرم سے روکنا ہوا حالانکہ حرم کو کسی کے ساتھ خصوصیت نہیں۔

الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ

جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی اور باہر سے آنے والا بھی

یعنی بجز ان مقامات کے جن پر کسی کا استحقاق صحیح طور پر ثابت ہے اور دلیل سے وہ کسی خاص کی مملوک ہیں باقی تمام اجزاء حرم میں وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے مسافر سب کے لئے برابر ہیں اور مسجد حرام کی تفسیر تمام حرم کے ساتھ درمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اور آیت میں بھی اس کے قرآن موجود ہیں حنفیہ نے اسی تفسیر کو اختیار کر کے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ تمام حرم کی زمین مثل وقف کے ہے کسی کو اس میں دعویٰ ملک یا کسی کو انتفاع سے روکنا یا زمین کا کرایہ لینا جائز نہیں اور اس بارہ میں کچھ احادیث بھی ہیں لیکن خود امام صاحب سے بھی ایک قول جواز کا منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جو تفسیر احقر نے کی ہے وہ کسی مذہب کو مضرت نہیں۔

وَالْبَادِ

یہ (روکنے والے) لوگ معذب ہوں گے

کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا اور اگرچہ دوزخ سے نکلنا بوجہ اس کی گہرائی کے اور دروازے بند ہونے کے ناممکن ہوگا اور گھبراہٹ کے وقت یہ حرکت طبعی ہوتی ہے کہ دروازہ کی طرف انسان بھاگا کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

(اور) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اور انہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں

الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ

داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) ان کو وہاں

مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا

سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی

حَرِيرٌ ۝۲۴

وہاں ریشم کی ہوگی

اگر کسی کو شبہ ہو کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب جنتیوں کا لباس ریشم کا ہوگا اور حدیث میں آیا ہے جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا اس کو جنت میں نہ ملے گا گو وہ جنت میں بھی چلا جائے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے ایسے لوگوں کو اول داخل ہوتے ہی نہ ملے پھر مل جائے اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ اس کے نہ ملنے سے اگر حسرت نہ ہوگی تو پھر سزا کیا ہوگی اور اگر حسرت ہوگی تو جنت میں حسرت ہونا لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کیلئے حسرت ہوگی اس میں سزا بھی ہوگئی اور اشکال بھی نہیں کیونکہ اس کے بعد جو راحت دائمی ہوگی اس کے سامنے وہ حسرت کا عدم ہے پس تھوڑی دیر کے لئے بھی جنت میں حسرت نہ ہونا اس پر کوئی دلیل نہیں

رابطہ: اوپر بعض کفار کا دین میں جھگڑنا اور لوگوں کو اپنی باتوں سے گمراہ کرنا مذکور تھا اسی سلسلہ میں یہاں تک کلام چلا آیا آگے ان کے عملی جدال اور بعض احکام دینی کے عملی ابطال کا مع وعید کے ذکر ہے جیسا کہ سال حدیبیہ میں کفار قریش نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو عمرہ کے لئے مکہ میں جانے سے روکا تھا اس پر وعید شدید کے ساتھ ایسی جگہ میں شرک کرنے کی قباحت و مذمت کا بھی بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اس مقام اور خاص ایام کے مناسب عبادت کرنے آئے ان کو تو روکا اور خود ان

تا کہ بے حرمتی کرنے والوں کی زیادہ خرابی ظاہر ہو۔

أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَطَهَّرَ بَيْتِي

اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا (یہ ان کے مابعد والوں

لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ

کو سنانا ہے) اور میرے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں کے اور (نماز

السُّجُودِ ۲۶)

میں) قیام و رکوع و سجدہ کرنے والوں کے واسطے پاک رکھنا

ظاہری اور معنوی گندگیوں سے جیسے بت وغیرہ جیسا کہ تم نے اب تک اس کو پاک رکھا ہے اور یہ بھی بعد والوں کو سنانا منظور ہے کہ جن مقدس بزرگوں کے عہد میں پاک نہ رکھنے کا احتمال بھی نہ تھا جب اہتمام کے طور پر ان کو پاک رکھنے کا حکم کیا گیا تو دوسروں کو جو حقیقت کھلم کھلا اس میں بت رکھے ہوئے ہیں کیونکر معاف کر دیا جائے گا اور بیت اللہ کے ذکر کے ساتھ شرک کی ممانعت کا ذکر اس لئے نہایت ہی مناسب ہوا کہ کسی ناواقف و بیت اللہ کی تعظیم سے اور اس کے عبادت گاہ ہونے سے اس کے معبود ہونے کا وہم نہ ہو جائے۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ

اور (ابراہیم سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو

حاکم و بیہقی نے ابن عباس سے اس اعلان کا قصہ نقل کیا ہے کہ جب وہ بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت پا کر اس اعلان کے لئے مامور ہوئے تو عرض کیا کہ میری آواز کہاں تک پہنچے گی حق تعالیٰ نے پہنچانے کا وعدہ فرمایا تو ان کی آواز اور اعلان کو سب نے سنا کذا فی الرواح

يَا تُؤْكِرُ رَجُلًا

لوگ تمہارے پاس

یعنی تمہاری اس مقدس عمارت کے پاس

وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ

(حج کو) چلے آویں گے پیادہ بھی اور دہلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز

عَمِيقٍ ۲۷)

راستوں سے پہنچی ہوں گی

کیونکہ جن مواقع سے ان کفار نے روکا ہے یعنی مسجد اور اس کے حوالی جہاں طواف اور سعی وغیرہ ہوتے ہیں اور وہ سڑکیں جن سے وہاں پہنچتے ہیں یہ سب مواقع ان کے مملوک نہیں تھے پھر اس سے روکنے میں تو چند گناہ تھے ہی اس کی ساتھ کفر بھی ملا ہوا ہے اس پر عذاب کیسے نہ ہوتا آگے مقام حرم کی عظمت و حرمت بیان فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ

اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں) کوئی خلاف دین کام قصد اظلم (یعنی شرک

مِنْ عَذَابٍ إِلَيْهِ ۲۸)

و کفر) کے ساتھ کرے گا تو ہم عذاب دردناک کا مزہ چکھائیں گے

یہ حکم سارے حرم کے لئے عام ہے کیونکہ روکنے کے بارہ میں تو دلیل سے تخصیص کر لی گئی تھی اور یہاں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں پس حرم کے کسی حصہ میں بھی دین کے خلاف کوئی گناہ کا کام کیا جاوے گا تو اس پر سخت عذاب ہوگا اور ہر چند کہ گناہ کرنا ہر جگہ موجب عذاب ہے لیکن جرم کے اندر زیادہ عذاب کا سبب ہے باقی اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کہ حرم کے اندر صغائر حکم کبار میں ہیں یا ایک گناہ سے کئی گناہ لکھے جاتے ہیں البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دوسری جگہ صغائر و کبار کا جواز ہے حرم میں دونوں کا اثر کیفیت اور شدت میں زیادہ ہے لیکن صغیرہ کا اثر کبیرہ کے برابر یا ایک گناہ کا کئی گناہ کے برابر ہونا ثابت نہیں اور ارادہ سے مراد وہ مرتبہ نہیں۔ جو دوسری جگہ معاف ہوتا ہے بلکہ ارادہ کے معنی عزم اور کوشش کے ہیں جیسا کہ اراد الاخرۃ میں سعی و طلب کے معنی ہیں اور اس قید سے فائدہ یہ ہوگا کہ نسیان و خطا کا معاف ہونا معلوم ہو جائے گا باقی جس درجہ کا ارادہ ہر جگہ معاف ہے حرم میں بھی معاف ہے حرم میں ان کا موجب عتاب ہونا ثابت نہیں اور ظلم یعنی شرک کی قید اس لئے نہیں بڑھائی گئی کہ بدوں شرک کے دوسری معصیت عذاب کی موجب نہ ہوگی بلکہ اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو شخص شرک کے ساتھ موصوف ہوگا وہ تو یقیناً معذب ہوگا اور جو شخص مومن ہو ممکن ہے کہ ایمان کی برکت سے بلا عذاب ہی معاف کر دیا جائے واذہو انا تا بالبيت العتيق۔

وَأَذِّنَا لِلْأَنْبِيَاءِ مَكَانَ الْبَيْتِ

اور جبکہ ہم نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی

کیونکہ اس وقت خانہ کعبہ بنا ہوا نہ تھا تو اس وقت کا قصہ لوگوں کو سنا دیجئے جو اس محترم مقام کی جو کہ بیت اللہ کو مشتمل ہے عظمت ظاہر کرتا ہے

وَلْيُؤْفُوا نَذْرَهُمْ

اور اپنے واجبات کو پورا کریں

خواہ نذر سے قربانی وغیرہ واجب کر لی ہو یا بلا نذر کے جو افعال حج
ابتداً واجب ہیں جیسے کنکریاں مارنا وغیرہ۔

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝۲۹

اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں

یہ طواف زیارت کہلاتا ہے جو کہ فرض ہے اور حدیث ترمذی سے بیت
اللہ کے مامون ہونے کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ جہاں لوگوں میں سے
جس نے اس کی بے ادبی کا ارادہ کیا وہ غارت ہوا اور اکثر کا تو حوصلہ ہی
نہیں ہوا اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے جو حجاج بن یوسف لڑا اس کا مقصود
اہانت بیت اللہ تھا ذلک تا العتیق۔

ذَلِكَ ق

یہ بات تو ہو چکی

جو خاص احکام مذکورہ کے متعلق تھی اب کل احکام کے متعلق دوسری بات سن لو۔

وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللَّهِ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا

علم سے بھی کہ ان کو معلوم کرے اور عمل سے بھی کہ ان کے خلاف نہ
کرے عام اس سے کہ وہ حج کے متعلق ہوں اور یہی احکام مذکورہ ہوں یا
حج کے متعلق نہ ہوں۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط

سو یہ (وقعت کرنا) اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے

کیونکہ موجب ثواب ہے اور عذاب سے نجات دینے والا ہے اور اوپر جو
خاص چوپاؤں کے کھانے کی اجازت ہے اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ احرام میں
شکار تو حرام ہو جاتا ہے پھر یہ جانور کیوں حلال رہے آگے اس کا جواب ہے۔

وَأُحِلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ

اور ان مخصوص چوپاؤں کو باستثناء ان (بعض بعض) کے جو تم کو پڑھ کر سنا

عَلَيْكُمْ

دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیئے

یا جو سواری کسی کو میسر ہو اس پر آویں گے اور دہلی اونٹنیوں کی تخصیص
باعتبار غالب حالت کے ہے اور مثال کے طور پر ہے آگے وہ غرض بتلاتے
ہیں جس کے لئے لوگ حرم میں آویں گے۔

لَيَسْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ

تاکہ اپنے (دینیہ اور دنیویہ) فوائد کے لئے آ موجود ہوں

مثلاً آخرت کے منافع یہ ہیں حج و ثواب و رضا حق اور دنیوی فوائد یہ
ہیں قربانی کا گوشت کھانا اور تجارت وغیرہ دنیوی فوائد کا مقصود اصلی ہونا برا
ہے وہ تالغ ہونے چاہئیں۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ

اور (اس لئے آویں گے) تاکہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں ان مخصوص چوپاؤں پر (ذبح

عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ج

کے وقت) اللہ کا نام لیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں

قربانی کے ایام دسویں گیارہویں بارہویں ذی الحجہ کی ہے اور مخصوص
چوپایوں سے مراد گائے اونٹ بکری بھیڑ ہیں اور یہ منفعت کچھ دینی ہے
کچھ دنیوی ہے دونوں سے مرکب ہے یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کے
خطاب کا مضمون ہو چکا جس سے حج اور قربانی کا اس وقت مقرر ہونا بھی
یقیناً معلوم ہو گیا آگے امت محمدیہ کو خطاب ہے کہ تمہارے لئے بھی یہ حکم
حج اور قربانی کا مشروع ہے اور چند احکام بطور تکمیل کے اور بتلاتے ہیں سو
تم بھی قربانی پر بسم اللہ کہا کرو۔

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ

سوان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم (کو) بھی (اجازت مع الاستیجاب

الْفَقِيرِ ۝۳۰

ہے کہ) کھایا کرو اور (مستحب ہے کہ) مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو

بلکہ غنی کو بھی کھلاؤ تو مضائقہ نہیں۔

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ

پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کر دیں

یعنی قربانی کے بعد احرام کھول ڈالیں سر منڈا دیں یا بال کٹا دیں اور
ناخن اور لب بنوالیں۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ

اور (قربانی کے جانور کے متعلق اور سن لو کہ) جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا

یعنی قربانی کے جانوروں کے متعلق جو احکام ہیں خواہ وہ ذبح سے پہلے کے احکام ہوں جیسا کہ عنقریب ذکر آوے گا یا ذبح کے وقت کے ہوں جیسا کہ اس پر اللہ کا نام لینا یا بعد ذبح کے ہوں جیسا کہ کھانا یا نہ کھانا وغیرہ جو ان احکام کا پورا لحاظ رکھے (آگے ترجمہ)

فَاتَّهَامِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝ لَكُمْ فِيهَا

تو اس کا یہ لحاظ رکھنا (خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے تم کو ان

مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى

سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے

یعنی جب تک کہ وہ قواعد شرعیہ سے ہدی نہ بنائے جائیں پھر ہدی بنانے کے بعد دودھ سے یا سواری و بار برداری وغیرہ سے منفع نہ ہونا چاہئے الا تحت ضرورت ہو تو خیر۔

ثُمَّ مَجِّئَهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝

پھر (یعنی بعد ہدی بننے کے) ان کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے مراد کل حرم ہے یعنی حرم سے باہر ذبح نہ کریں یہ تفسیر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے موافق کی گئی ہے اور تعظیم کے ترجمہ میں جو پورا لحاظ رکھنا کہا گیا ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ کچھ ناقص تمام لحاظ تو بدوں خوف کے بھی ہو سکتا ہے۔
ولکل امة قبا بشر المختبین۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا

اور (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے ہم نے ہر امت کے لئے

اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ

قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام

الْأَنْعَامِ ط

لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے

پس اصل مقصود خدا کا نام لینا تھا اور یہاں سے ایک شبہ کا جواب دینا

اور حلت و حرمت کا مدار اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے جب ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم حلت کے ساتھ ہو چکا تو ان کا حلال سمجھنا بھی احکام خداوندی کی تعظیم میں داخل ہے جس کا بہتر ہونا اور پرتلاذیا گیا۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ

تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو

ان کو خدا کے ساتھ شریک نہ کرو کیونکہ اس میں تو خدا کا بڑا حکم یعنی توحید ضائع ہوتی ہے چنانچہ مشرکین کی عادت تھی کہ لبیک میں اتنا اور بلا دیتے الا شریکاً ھولک تملکہ و ما ملک یعنی اے اللہ آپ کا کوئی شریک نہیں۔ بجز اس شریک کے جو آپ ہی کا ہے کہ آپ ہی اس کے اور اس کی مملوکات کے مالک ہیں۔

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝

اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو

خواہ وہ عقیدہ کے بارہ میں ہو جیسا کہ مشرکین کا یہی قول جو اوپر مذکور ہوا یا عقائد کے متعلق ہو جیسے جھوٹی گواہی وغیرہ۔

حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ط وَمَنْ

اس طور سے کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو (اور) اس کے

يُشْرِكِ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ

ساتھ شریک مت ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان

فَتَخَطَفَهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ

سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا

فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝

نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا چکا

غرض ہر طرح ہلاک ہوا اسی طرح جو شرک کرتا ہے خواہ کسی کے ہاتھ سے مارا گیا یا اپنی موت سے آپ مر گیا ہر حالت میں جہنم میں پہنچے گا۔

ذَلِكَ

یہ بات بھی ہو چکی

جو بطور قاعدہ کلیہ کے تھی اب ایک خاص بات قربانی کے جانور کے متعلق جو ضروری ہے اور سن لو۔

کہ اس کے متعلق احکام جاننے اور ان پر عمل کرنے سے اللہ کی عظمت اور دین کی وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے نام کی چیز سے منفعہ ہونے میں مالک مجازی کی رائے کا اعتبار نہیں رہتا جس سے اس کی پوری عبادیت (بندگی) اور مالک حقیقی کی معبودیت ظاہر ہوتی ہے۔

لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۝۳۴

ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں

مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھانا اور اخروی فائدہ ثواب ہے۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۝۳۵

سو تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح کرنے کے وقت) اللہ کا نام لیا کرو

یہ کھڑا کرنا صرف اونٹوں کے اعتبار سے فرمایا کیونکہ ان کا اس طرح ذبح کرنا کہ ایک ہاتھ داہن یا بائیں باندھ دیا جاوے اور تین پاؤں پر کھڑا کر کے خر کریں بوجہ آسانی سے جان نکلنے کے یہ طریقہ بہترین موافق سنت بھی ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے جب بھی درست ہے پس اس سے اخروی ثواب حاصل ہوا اور نیز اللہ تعالیٰ کی عظمت ظاہر ہوئی کہ اس کے نام کے بعد ایک جان قربان ہوئی جس سے اس کا خالق اور اس کا مخلوق ہونا ظاہر کر دیا گیا۔

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَاُكُوتُوا مِنْهَا ۝۳۶

پس جب وہ (کسی کروٹ کے بل) گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم

وَاطْعَمُوهُمُ الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۝۳۷ كَذَلِكَ

خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو (اور ہم نے ان

سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ ۝۳۸

جانوروں کو اس طرح تمہارے زیرِ حکم کر دیا

کہ باوجود تمہاری کمزوری اور ان کی قوت کے تم اس طرح ان کے ذبح پر قادر ہو گئے۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۳۹

تاکہ تم (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو

کہ ان جانوروں کو تمہارے تابع کر دیا اور یہ حکمت ہر ذبح کے اعتبار سے ہے خواہ وہ قربانی ہو یا نہ ہو آگے ایک عقلی قاعدہ سے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ ذبح کی یہ خاص قیود خود مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود خدا کی تعظیم ہے۔

منظور ہے وہ یہ کہ اوپر جو قربانی کا حرم میں ذبح کرنا مذکور ہے اس سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ اصل مقصود حرم کی تعظیم ہے بلکہ اصل مقصود اللہ ہی کی تعظیم ہے اور مذبحہ جانور اور جائے ذبح یہ اس کے ذرائع ہیں اور جگہ اور وقت وغیرہ کی تخصیص بعض حکمتوں کی وجہ سے ہے اور اگر یہ تخصیصات اور قیود مقصود اصلی ہوتیں تو کسی شریعت میں یہ نہ بدلتیں مگر ان کا ہر شریعت میں بدلتا رہتا ظاہر ہے البتہ تقرب الی اللہ جو اصل مقصود تھا وہ سب شریعتوں میں بحالہ باقی رہا۔

قَالَهُمْ اِلٰهُ وَّاحِدٌ فَلَهُ اَسْلِمُوْا ۝۴۰

سو (اس سے یہ بات نکل آئی کہ) تمہارا معبود (حقیقی) ایک خدا ہے تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو (یعنی موجد خالص رہو)

کسی مکان وغیرہ کو بالذات معظم سمجھنے سے ذرہ برابر شرک کا شائبہ اپنے عمل میں نہ ہونے دو۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝۴۱ الَّذِيْنَ اِذَا

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ایسے احکام الہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے جو ایسے ہیں کہ

ذَكَرَ اللّٰهَ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۝۴۲

جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی

عَلٰی مَا اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوَةِ ۝۴۳

پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے

وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنفِقُوْنَ ۝۴۴

اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں

یعنی تو حید خالص ایسی بابرکت چیز ہے کہ اس کی بدولت کمالات نفسانیہ و دنیویہ و مالیہ حاصل ہو جاتے ہیں آگے بتلاتے ہیں کہ اوپر جو قربانی کے جانوروں سے بعض منافع حاصل کرنے کی ممانعت معلوم ہوئی ہے اس سے ان قربانیوں کی تعظیم کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے دین کی تعظیم اصل مقصود ہے اور یہ خاص قیود اس کا ایک طریق ہے۔

وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۝۴۵

اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝۳۸

بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغا باز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا

بلکہ ایسوں سے ناراض ہے اس لئے انجام کار ان کو مغلوب اور مخلص مسلمانوں کو غالب کر دے گا اور اس نصرت کا طریقہ آئندہ آیت میں مذکور ہے رابطہ: اوپر مسلمانوں کی نصرت کا وعدہ تھا آگے اس نصرت کے طریقہ کا بیان ہے جس میں جہاد کی اجازت اور اس پر نصرت کا وعدہ ہے اور ہر چند کہ یہ آیت واقعہ حدیبیہ سے پہلے نازل ہو چکی ہے کیونکہ یہ آیت جہاد کی آیتوں میں سب سے اول ہے اور واقعہ حدیبیہ چند غزوات کے بعد ہوا ہے لیکن تلاوت کی ترتیب خدا تعالیٰ کی بتلائی ہوئی ہے اور اس میں یہ آیت اسی جگہ ہے اس لئے ربط مذکور کو یہ ترتیب مقتضی ہے جس کی تقریر یہ ہوگی کہ اس نصرت کا طریقہ یہ ہے کہ جہاد کی اجازت ہو ہی چکی ہے جس پر مدد کا وعدہ ہے پس جب مکہ والوں کا وقت آوے گا اسی جہاد سے ان پر غالب آ جاؤ گے اور اس وقت اس خاص نصرت کا بھی ظہور ہو جائے گا۔ اذن للذین تا عاقبة الامور گواہ تک بوجہ مصالح کے کفار سے لڑنے کی ممانعت تھی۔

اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتُلُونَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۝۳۹

(اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے

یہ علت ہے جہاد کے مشروع ہونے کی اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب کفار کا ظلم کرنا جہاد کی مشروعیت کی علت ہے تو جو کفار ظالم نہ ہوں مگر اسلام کے زیر فرمان بھی نہ ہوں ان سے جہاد جائز نہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ اس ایک علت میں انحصار کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یکون الدین للہ سے دوسری علت جہاد کی یہ بھی معلوم ہوئی کہ کوئی کافر زیر فرمان اسلام نہ ہو تو اس وقت بھی جہاد کرنا چاہیے اور اس میں یہ راز ہے کہ ایسی صورت میں پھر کسی وقت اہل حق پر ظلم کی نوبت پہنچے گی پس جیسے بالفعل مظلوم ہونا جہاد کی علت ہے اسی طرح آئندہ اندیشہ مظلومیت بھی اس کی علت ہے۔

وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝۴۰

اس وجہ سے کہ ان پر (بہت ظلم کیا گیا ہے) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے

پس مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت پر نظر نہ کرنا چاہئے۔

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ

(آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا

اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون

اور جو شے خود مقصود ہو اس کا مقصود ہو اس کا مقبول ہونا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنا لازم تھا جب یہ چیزیں خدا تک نہیں پہنچتیں تو یہ اصل مقصود بھی نہیں۔

وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۝۴۱

لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے

کہ تقرب کی نیت کرنا اور اخلاص اس کے شعبوں میں سے ہے پس تعظیم الہی کا مقصود ہونا ثابت ہوا اور اوپر جانوروں کی عام تسخیر کی حکمت مذکور تھی آگے خاص قربانی کے لئے ان کو مسخر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہیں۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا تاکہ تم (اللہ کی راہ میں ان کو قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بڑائی (بیان) کرو کہ اس نے تم

عَلَىٰ مَا هَدٰكُمْ ۝۴۲

کو (اس طرح قربانی کرنے کی) توفیق دی

ورنہ اگر توفیق الہی رہبر نہ ہوتی تو یا تو ذبح میں شبہات نکال کر اس عبادت سے محروم رہتے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے لگتے۔

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ۝۴۳

اور (اے محمد) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے

پہلی خوشخبری اخلاص کے شعبوں پر تھی یہ خاص اخلاص پر ہے رابطہ: اوپر احکام حج سے بظاہر ان لوگوں پر زیادہ تشنیع مقصود معلوم ہوتی ہے جو مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے ایسے موقعہ پر احکام من کر مسلمانوں کو خیال ہو سکتا ہے کہ ہم کو حالت موجودہ میں جب کہ دشمن کا اس قدر غلبہ ہے ان احکام پر عمل کہاں نصیب ہوگا وہاں تک رسائی تو ہے ہی نہیں اس لئے آگے مسلمانوں سے ایک تسلی کا وعدہ فرماتے ہیں جس میں کفار کو ایک وعید بھی ہے ان اللہ تا کفور۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۝۴۴

بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا

پھر وہ حج وغیرہ سے روک ہی نہ سکیں گے نہ کسی کو ایذا پہنچانے کی ان کو قدرت رہے گی۔

إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ ط

گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے

یعنی کفار کا یہ تمام غیظ و غضب تو حید پر تھا کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس قدر پریشان کیا کہ وطن چھوڑنا پڑا آگے جہاد کی حکمت ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا

یعنی اہل حق کو اہل باطل پر وقتاً فوقتاً غالب نہ کرتا رہتا۔

لَهُدًى مِّنْ صَّوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصَلَوَاتُ

تو اپنے اپنے زمانے میں (نصاری کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی)

وَمَسْجِدٌ يُذَكِّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ط

وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے

ترجمہ میں اپنے اپنے زمانوں کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبادت گاہیں اب بھی حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہیں اصل یہ ہے کہ اپنے اپنے زمانہ شریعت میں یہ بھی مطلوب تھے جب وہ شرائع منسوخ ہو گئیں تو یہ عبادت خانے بھی مقبول نہ رہے اور نصاریٰ کے وہ معابد اس لئے ذکر کئے کہ ان میں درویشی کی بھی رسم جاری تھی خاص عبادت خانوں کو صومعہ اور عام عبادت گاہ کو بیعہ کہتے ہیں آگے جہاد میں اخلاص کرنے پر غلبہ کی بشارت ہے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ ط

اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا

یعنی لڑنے میں خالص نیت اعلاء کلمۃ اللہ کی ہو اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ بعض اوقات حامیان حق بھی مغلوب ہو جاتے ہیں اصل یہ ہے کہ اگر وہ ثابت قدم رہیں تو لوٹ پوٹ کر انجام میں غلبہ اہل حق ہی کو ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں جس میں ہرقل کی حکایت مذکور ہے یہ مضمون آیا ہے۔ اور للہ عاقبۃ الامور میں بھی اس طرف لطیف اشارہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۳۰ الَّذِينَ إِنْ

بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے غلبہ اور قوت دے سکتا ہے) یہ لوگ

مَكَتُّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا

ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور

الزَّكَاةَ وَأَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط

زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں

اس آیت سے صحابہؓ کی فضیلت اور خلفائے راشدین کی حقانیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان حضرات کا دنیا میں صاحب حکومت ہونا متواتر اخبار سے معلوم ہے اور حکومت کی صورت میں ان کا نماز و زکوٰۃ کی پابندی کرنا و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا خود اس نص قطعی سے ثابت ہے پس ان حضرات کا کامل و مکمل ہونا ثابت ہو گیا۔

وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝۳۱

اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے

پس مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر یہ کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ انجام بھی ان کا یہی رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ اس کے برعکس ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اعتبار ہر کام میں انجام ہی کا ہے جیسا کہ دوران علاج میں مریض کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں مگر انجام اگر صحت ہے تو علاج کو نافع کہیں گے۔

رابطہ: چونکہ کفار کا مقصود اس نزاع وغیرہ سے آپ کی تکذیب تھی جو حضور کیلئے موجب رنج تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی فرماتے ہیں اور چونکہ اوپر کفار کو عذاب کی وعید کی گئی تھی اور عذاب کے جلدی نہ آنے سے وہ اپنے حق پر ہونے اور نعوذ باللہ حضور کے ناحق پر ہونے کی دلیل پکڑتے تھے اس لئے تسلی کے بعد ان شبہات کا بھی جواب ہے۔ وان یکذبوک تا اصحاب الجحیم۔

وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ

اور یہ (مجادل) لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہوں تو (آپ مغموم نہ ہو

نُوحٌ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ۝۳۲ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ

جائے) (کیونکہ) ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم

وَقَوْمُ لُوطٍ ۝۳۳ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ

اور قوم لوط اور اہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام) کی تکذیب کر چکے ہیں

مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ

اور موسیٰ کو بھی (قبط کی طرف سے) کاذب قرار دیا گیا سو (تکذیب کے بعد) میں نے (ان) کافروں کو (چندے) مہلت دی جیسے ان کو مہلت دے رکھی ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٣٣﴾ فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ

پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا غرض کتنی

أَهْلَكْنَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

بستیاں ہیں جن کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی

عُرُوشَهَا وَبِئْرٍ مَعْظَلَةٍ

کرتی تھیں سو (اب ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں

مراد یہ ہے کہ وہ ویران ہیں کیونکہ عادیۃً اول چھت گرتی ہے پھر اس پر دیواریں آپڑتی ہیں۔

وَقَصْرِ مَشِيدٍ ﴿٣٤﴾

اور (اسی طرح ان بستیوں میں) بہت سے بیکار کنوئیں اور بہت سے قلعی چوٹے کے محل

جواب شکستہ ہو گئے یہ سب ان بستیوں کے ساتھ تباہ ہوئے پس اسی طرح وقت موعود پر یہ لوگ معذب ہوں گے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ

سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے

يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا

ہو جاویں کہ اس سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں جن سے سننے

لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْْمَى الْقُلُوبُ

لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا

الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٣٥﴾

کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں

سوان کے بھی وہی دل اندھے ہو رہے ہیں ورنہ اہم مذکورہ کی حالت سے سمجھ لیتے کہ فی الواقع کفر ناپسندیدہ حق ہے جب تو اس پر عذاب آیا۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ

اور یہ لوگ (نبوت میں شبہ نکالنے کیلئے) آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور جلدی نہ آنے سے بالکل نہ آنے پر استدلال کرتے ہیں

وَلَكِنْ يَخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ ط

حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا

یعنی وعدہ کے وقت ضرور عذاب واقع ہوگا پس وہ استدلال غلط ہے۔

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا

اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن (امتداد میں یا اشداد میں) برابر ایک

تَعْدُونَ ﴿٣٦﴾

ہزار سال کے ہے تم لوگوں کی شمار کے موافق

سو عجب بیوقوف ہیں کہ ایسی مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ

اور بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے (ان کی طرح) مہلت دی تھی

اور وہ (ان ہی کی طرح) نافرمانی کرتی تھیں

یعنی وہ عذاب میں جلدی اور اس کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔

ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَآلِيَ الْمَصِيرِ ع

پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور (سب کو) میری ہی طرف لوٹنا ہوگا

اس وقت کفر کی پوری سزا ہوگی۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ

(اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگوں میں تو صرف تمہارے لئے

مُبِينٌ ج

ایک آشکارا ڈرانے والا ہوں

اس عذاب کے واقع کرنے میں میرا ذرا بھی دخل و اختیار نہیں ہے نہ کبھی میں

نے اس کا دعویٰ کیا تا کہ عذاب واقع نہ کرنے سے میری تکذیب کی جاوے۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ

سو جو لوگ (اس ڈر کو سن کر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے ان

ہے وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہیں جو موضوع بتلاتے ہیں۔

فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ

پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو (جوابات قاطعہ سے) نیست و نابود کر دیتا ہے

جیسا کہ ظاہر ہے کہ جواب صحیح کے بعد اعتراض دفع ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ إِلَيْهِ

پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے

اگرچہ وہ فی نفسہ پہلے سے بھی مستحکم تھیں مگر جواب اعتراضات سے ان کا استحکام خوب ظاہر ہو گیا۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵۲ لِيَجْعَلَ مَا

اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا خوب حکمت والا ہے (اور یہ قصہ اس لئے کیا ہے) تاکہ اللہ

يُلْقِيَ الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي

تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش (کا ذریعہ)

قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ

بنادے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل (بالکل ہی سخت ہیں)

کہ وہ شک سے بڑھ کر غلط باتوں کا یقین کئے ہوئے ہیں سو ان کی آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں جواب کے بعد اب بھی شبہات کا اتباع کرتے ہیں یا جواب کو سمجھ کر حق کو قبول کرتے ہیں۔

وَأَنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۳

اور واقعی (یہ) ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں

کہ حق کو باوجود واضح ہو جانے کے محض عناد کے سبب قبول نہیں کرتے آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ نور ہدایت اور صحیح جوابات سے ان شبہات کو کس لئے باطل کیا جاتا ہے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ

اور تاکہ جن لوگوں کو ہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان) اجوبہ اور نور ہدایت سے (اس

مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ

امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپ کے رب کی طرف

مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝۵۴ وَالَّذِينَ

کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری

سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ

آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں (نبی کو اور

أَصْحَابُ الْجَعِيمِ ۝۵۵

اہل ایمان کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں

بس یہ میرا دعویٰ ہے اور اس پر میں دلیلیں رکھتا ہوں اور عذاب سے ڈرانا میرا فرض منصبی ہے جس کا وقوع بھی اپنے وقت پر خدا تعالیٰ کے اختیار سے ہوگا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں جو مجھ سے درخواست کیا کرتے ہو رابطہ: اوپر انسانی شیطانوں کے نزاع و مخالفت اور بیجا کوشش کے مقابلہ میں دین حق اور اہل حق کی نصرت کا ذکر تھا آگے شیاطین الجن کے بہکانے گمراہ کرنے اور وسوسہ ڈالنے کے مقابلہ میں حق کی مدد اور ان کے کید کے دفع ہونے کا بیان ہے۔ و ما ارسلنا من مہین۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ

اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا

وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي

جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ

أُصْنِيَّتِهِ

پڑھا (تب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ ڈالا

اور کفار ان ہی شبہات اور اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے جھگڑتے تھے پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ جو شیاطین کے اغواء سے آپ سے جھگڑتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں یہی مضمون دوسری آیت میں بھی آچکا ہے و کذلک جعلنا لكل نبیٰ عدو و شیطان الانس والجن یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا وان الشیطان لیوحون الی اولیاء ہم لیجادلوکم اور بعض کتابوں میں ان آیات کے متعلق ایک قصہ لکھا ہے وہ بے سند اور بد دینوں کا گھڑا ہوا ہے جیسا کہ صاحب روح نے بیہقی وقاضی عیاض و محمد بن اسحاق و شیخ ابو منصور ماتریدی کی تصریح نقل کی ہے اور جنہوں نے اس کی صحت کا حکم کیا

قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا

سے حق ہے سوا ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر اس کی طرف ان کے دل اور بھی

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۲﴾

جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھاتا ہے

پھر ان کو ہدایت کیونکر نہ ہو یہ تو ایمان والوں کی کیفیت ہوتی۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ

اور (رہ گئے) کافر لوگ (سوہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے

جوان کے دل میں شیطان نے ڈالا تھا۔

حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْثَةً

یہاں تک کہ ان پر دفعۂ قیامت آ جاوے

جس کی ہول ہی کافی ہے گو عذاب نہ بھی ہوتا۔

أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۳﴾

یا ان پر کسی بے برکت دن کا (کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آ پہنچے

اور واقع میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں گی تو ان کا جمع ہونا یہ اور بھی سخت

مصیبت ہے مطلب یہ کہ یہ لوگ بدوں عذاب دیکھے کفر سے باز نہ آئیں گے۔ مگر دیکھنے کے بعد باز آنے کا نفع بھی نہ ہوگا۔

رابطہ اور جہاد کی اجازت اور نصرت کی بشارت اور للذین اخر جوا میں مظلوم مسلمانوں کی ہجرت کا بیان تھا اور یہاں تک اسی سلسلہ میں مضمون چلا آیا تھا چونکہ جہاد اور ہجرت کے درمیان میں بعض کو قتل یا طبعی موت کی نوبت آ جاتی ہے اگرچہ وہ وعدہ نصرت کے منافی نہیں کیونکہ غالب اور منصور ہونا قوم کی صفت ہوتی ہے ہر شخص کی صفت نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس صورت میں اس میت یا مقتول کی حسرت کا احتمال ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس وعدہ کے پورا ہونے کا معائنہ نہ کیا نہ اس سے فائدہ اٹھایا اس لئے ان مقتولین یا مرنے والوں کو نصرت کی بشارت سے بڑھ کر دوسری بشارت سناتے ہیں۔ والذین هاجروا تا حليم.

الْمَلِكِ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

بادشاہی اس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان

فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

(عملی) فیصلہ فرمائے گا سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام

فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿۵۴﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

کئے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا (وہ)

عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۵۵﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا

فیصلہ یہ ہوگا) اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا

وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (کفر کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے یا مر گئے

وہ ناکام نہیں ہیں گو دنیا میں ان کو فتح و ظفر و غنیمت وغیرہ نہیں ملی مگر

آخرت میں ان کے لئے سب کچھ ہے۔

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ط

اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک عمدہ رزق دے گا

یعنی جنت کے میوے اور دیدار حق۔

وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ﴿۵۶﴾

اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا (دینے والا) ہے (اور رزق حسن

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ

کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے جا کر داخل کرے گا جس کو وہ (بہت ہی)

اللَّهُ لَعَلِيمٌ

پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر بات (کی مصلحت) کو خوب جاننے والا ہے

پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعض مسلمان قتل ہو کر یا مکر اس طرح ناکام

ہی کیوں رہے اور کافر قاتل ہونے سے پہلے ہی قہر الہی سے کیوں نہ ہلاک

ہو گیا کہ مسلمان کے قتل کی نوبت ہی نہ آتی بات یہ ہے کہ اس ظاہری

ناکامی میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں جن کو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حَلِيمٌ ﴿۵۷﴾

بہت حلم والا (بھی) ہے

اس لئے اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جلدی ہی سزا نہیں دیتا۔

رعایت معاملات معاشرت میں واجب ہے نہ کہ جہاد میں چنانچہ دلائل شرعیہ سے یہ بات ظاہر ہے اور نیز جو افعال ہر حال میں حرام ہیں وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ان میں برابری کرنا جائز نہیں مثلاً کوئی کسی کے والدین کو برا کہے تو اس کے عوض میں اس کے والدین کو برا کہنا جائز نہ ہوگا۔

رابطہ: اوپر مومنین کے غالب اور کفار کے مغلوب ہونے کا بیان تھا چونکہ مسلمانوں کے موجودہ بے سروسامانی اور کفار کے سامان و جمعیت کی کثرت پر نظر کر کے ایک گونہ یہ بات دشوار معلوم ہوتی تھی اس لئے آگے اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتے ہیں اور چونکہ جاہل کفار کو ایسے موقع پر اپنے معبودوں کی طرف سے اعانت کی امید ہوتی تھی اس لئے ان کا ناکارہ ہونا بتلاتے ہیں۔ ذلک تا لکفور۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

(ایسے دقائق پر دارو گیر نہیں کرتا) یہ (مومنین کا غالب کر دینا) اس سبب سے ہے کہ اللہ (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے

پس خدا تعالیٰ کی قدرت بڑی کامل ہے کیونکہ یہ انقلاب مومنین اور کفار کی حالت کے انقلاب سے بدرجہا زیادہ عجیب ہے۔

وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ

اور (نیز) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان سب احوال و اقوال کو) خوب

سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۹۱﴾

سننے والا خوب دیکھنے والا ہے

پس کفار کے قولی اور فعلی ظلم اور مسلمانوں کی مظلومیت کو دیکھتا سنتا ہے پس قدرت اور اطلاع دونوں مل کر مدد کے لئے سبب ہو گئے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

یہ (نہرت) اس سبب سے (یقینی) ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے جن کی وجہ سے کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بات میں مزاحمت نہیں کر سکتا۔

وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ

اور جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں اولاً بوجہ ممکن و حادث ہونے کے دوسرے بوجہ ضعیف و عاجز ہونے کے تو یہ کیا مزاحمت کر سکتے ہیں۔

وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۹۲﴾

اور اللہ ہی عالیشان اور (سب سے) بڑا ہے

رابطہ: مظلوم پر دو طرح ظلم ہوا کرتا ہے ایک تو یہ کہ ابتداء اس پر ظلم کیا جائے دوسرے یہ کہ مظلوم پہلے ظلم کا انتقام لے لے اور اس انتقام کی وجہ سے پھر اس کو تکلیف پہنچائی جاوے پس مظلومیت پر جو امداد کا وعدہ اوپر کیا گیا ہے وہ اگرچہ دونوں صورتوں کو شامل ہے لیکن دوسری صورت میں چونکہ مظلوم کی طرف سے ظالم کو سزا مل چکی ہے اور اس سزا کے بعد ظالم نے پھر ایذا پہنچائی ہے اس لئے اس صورت میں اس مظلوم کا مظلوم ہونا پہلی صورت کی طرح ظاہر نہ تھا تو احتمال ہو سکتا تھا کہ کوئی اس کو مظلومیت میں شامل ہی نہ سمجھے اس لئے آگے صراحتاً اس صورت پر بھی امداد کا وعدہ فرماتے ہیں رہا مظلوم کی طرف سے ظالم کو سزا پہنچنا یہ ظالم کے پہلے ظلم کا بدلہ ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے پس یہ دوبارہ کا ظلم پہلے ہی ظلم کے مثل ہوا۔ ذلک تا غفور۔

ذٰلِكَ ۚ وَ مِّنْ عَاقِبِۭ بِمِثْلِ مَا عُوۡقِبَ

یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص (دشمن کو) اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس

بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

قدر (اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی (اور) پھر اس شخص پر زیادتی کی جاوے

یعنی برابر سزا ہو جانے کے بعد اس دشمن کی طرف سے پھر زیادتی ہو چنانچہ کفار کی طرف سے ایسا معاملہ بھی ہوتا تھا۔

لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ ط

تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا

اگر یہ شخص بدلہ لینا چاہے تو دنیا میں اس کی شرعی مذہبی بھی ہے یعنی انتقام کی اس کو اجازت ہے اور اگر بدلہ نہ لے تو آخرت میں حسی مدد ضروری ہے یعنی ظالم کو عذاب ہوگا آگے بتلاتے ہیں کہ اوپر جو یہ قید لگائی گئی ہے کہ دشمن کو اسی قدر تکلیف پہنچا دے جس قدر اس کی طرف سے پہنچی ہے سو اس برابری کی رعایت کرنا مظلوم کی رائے اور اجتہاد پر ہے بشرطیکہ اس نے حتی الامکان اپنی طاقت برابری کرنے میں خرچ کر دی ہو اس پر بھی اگر برابر سے کچھ زیادتی ہو جائے جو بوجہ غایت درجہ باریک اور پوشیدہ ہونے کے سمجھ میں نہ آ سکے تو اس پر مواخذہ نہیں اور نہ اس کی وجہ سے وعدہ امداد میں کچھ خلل ہوگا بلکہ معاف ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۹۳﴾

اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے

وہ ایسی باریک باریک باتوں پر دارو گیر نہیں فرماتا اور یہ برابری کی

کہ باوجودیکہ بندوں کے اعمال اسی کو متقن ہیں کہ ان پر آسمان ٹوٹ پڑے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ان نشانہ خسف بہم الارض او نسقط علیہم کسفا من السماء پھر بھی شفقت کی وجہ سے گرنے کا حکم نہیں دیتے۔

وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ

اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا

يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ﴿۶۶﴾

پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا واقعی انسان ہے بڑا بے قدر

کہ ان دلائل اور نعمتوں کا مقتضایہ تھا کہ لوگ توحید اور شکر کو اختیار کرتے مگر وہ اب بھی کفر و شرک سے باز نہیں آتے انسان سے مراد ایسے ہی لوگ ہیں رابطہ: سورت کے زیادہ حصے میں کفار کے جھگڑنے کا اور ان کے نزاع کے ابطال کا ذکر تھا منجملہ ان مجادلات کے ایک جھگڑا فباح کے متعلق تھا جس کا حاصل وہی ہے جو اب بھی بعض کفار کی زبان پر مشہور ہے کہ خدا کی ماری مردار اور اپنی ماری حلال آگے اس پر مشرکین کو دھمکاتے ہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ

(جتنی امتیں اہل شرائع گزری ہیں) ہم نے (ان میں) ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کر دیا ہے کہ وہ اسی پر ذبح کیا کرتے تھے سو ان

فَلَا يُنَايِرُ عَنْكَ فِي الْأَمْرِ

(معتز) لوگوں کو چاہئے کہ آپ سے اس امر (ذبح) میں جھگڑا نہ کریں

کیونکہ ان کے مسلمہ اصول سے ہے کہ جو بات قدیم سے چلی آتی ہو وہ صحیح ہے اور ان کے نزدیک جب محض قدیم ہونا بھی حجت ہے اگرچہ وہ بات دلیل صحیح کے خلاف ہی ہو تو جب قدامت کے ساتھ اس کا کوئی دلیل صحیح بھی ہو تب تو اس کی صحت میں کلام ہی نہیں ہو سکتا اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ ذبح کا طریقہ قدیم بھی ہے اور اس کے صحیح ہونے پر دلیل بھی قائم ہے۔

وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى

اور آپ (ان کو) اپنے رب (یعنی اس کے دین) کی طرف بلا رہے

مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۷﴾

(کیونکہ) آپ یقیناً صحیح راستہ پر ہیں

یعنی اگرچہ ان لوگوں کو اس بارہ میں آپ سے گفتگو جائز نہیں مگر آپ

آگے فرماتے ہیں کہ اے مخاطب اس مضمون میں غور کر کے توحید کی حقانیت اور شرک کا بطلان سمجھنا چاہئے اور اس کے علاوہ اور بھی حق تعالیٰ کے کمالات اور نعمتیں ہیں جن سے توحید اور شکر واجب ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے چنانچہ ہم بیان کرتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

(اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے

مَاءً ز فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ط

پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہو گئی بیشک اللہ تعالیٰ

إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿۶۸﴾

بہت مہربان (اور) سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے

اس لئے سب بندوں کی ضرورتوں پر مطلع ہے اور ان کے مناسب مہربانی فرماتا ہے۔

لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی وہ سب

وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶۹﴾

کا مالک ہے) اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں (اور) ہر طرح کی

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ

تعریف کے لائق ہے) (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم

وَالْفُلْكَ تَجَرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ط

لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کہ وہ دریا

وَيُؤَسِّسُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ

میں اس (خدا کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے

إِلَّا بِإِذْنِهِ ط إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ

تھامے ہوئے ہے ہاں اگر اسی کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں

رَّحِيمٌ ﴿۷۰﴾

(کے حال) پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے

پیش کر سکے نہ عمل سے کہ ان کو عذاب سے بچالے آگے بتلاتے ہیں کہ ان لوگوں کو گمراہی اور عناد میں بہت ہی غلو ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ

اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے

بہ سُلْطَانًا وَمَالِيسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا

جواز عبادت) پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتب میں) نہیں بھیجی اور نہ ان کے پاس

لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝۱۱ وَإِذَا اتَّعَلَىٰ

اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور جب ان لوگوں

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِ

کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی

الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْمُنْكَرُ ۝

ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو

جیسے چہرہ پر بل پڑ جانا ناک چڑھ جانا تیور بدل جانا۔

يَكَادُ دُونَ يُسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر اب حملہ کر بیٹھیں (گے) جو ہماری آیتیں ان

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا ۝ قُلْ أَفَأَنْبِئُكُمْ بِشَرٍّ

کے سامنے پڑھ رہے ہیں آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ کیا

مِّنْ ذَلِكُمْ ۝ النَّارُ ۝ وَعَدَهَا اللَّهُ

میں تم کو اس (قرآن) سے زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا ۝ وَيَبُئْسَ الْمَصِيرُ ۝۱۲

(کہ) اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے

یعنی قرآن سے ناگواری کا نتیجہ دوزخ ہے اس ناگواری کا علاج تو غیظ و غضب اور انتقام سے کچھ کر لیتے ہو مگر دوزخ کی ناگواری کا کیا علاج کرو گے آگے ایک نہایت بدیہی دلیل سے شرک کا ابطال کرتے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ فَاستَمِعُوا

اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ)

کو ان سے خطاب کا حق ہے کیونکہ صحیح راستہ والے کو یہ حق ہوتا ہے کہ غلط راستہ والوں کو اپنی طرف بلاوے اور غلط راستہ والوں کو یہ حق نہیں ہوتا۔

وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

اور اگر (اس پر بھی) یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے رہیں تو آپ (اخیر بات

تَعْمَلُونَ ۝۱۳)

یہ) فرمادیتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے

وہی تم کو سمجھے گا کیونکہ جب کوئی شخص معقول جواب کو نہ قبول کرے نہ اس میں کوئی معقول شبہ نکال سکے اور خواہ مخواہ بیہودہ گفتگو کئے جائے تو اس کا یہی جواب ہے کہ خدا تم کو سمجھے گا آگے اسی کی توضیح ہے۔

اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا

اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز (عملی) فیصلہ فرمادے گا جن

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝۱۴ أَلَمْ تَعْلَم

چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (آگے اس کی تائید ہے کہ) اے مخاطب

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے

کیونکہ فیصلہ کا بڑا مدار حاکم کے لئے علم ہی پر ہے اور غیر حاکم کے لئے علم کے ساتھ حکومت کی ضرورت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا مسلم ہی تھا ف: یہ آیت ولکل جعلنا منسكاً چار رکوع پہلے بھی آچکی ہے مگر چونکہ دونوں کے مقصود کا علیحدہ علیحدہ ہونا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے اس لئے تکرار لازم نہیں آیا۔ رابط: اوپر لکھو د تک توحید کا بیان تھا آگے لقوی عزیز تک شرک کا رد ہے۔ وبعبدون تا لقوی عزیز

مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ

جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے یقینی بات یہ ہے کہ یہ (سب ان کا قول فعل)

إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝۱۵

نامہ اعمال میں ہے۔ (پس) یقیناً (ثابت ہو گیا کہ) یہ (فیصلہ کرنا)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بہت) آسان ہے

یعنی جب قیامت میں ان کو شرک پر سزا ہونے لگے گی تو کوئی ان کی مدد نہ کر سکے گا نہ قول سے کہ ان کے افعال کے اچھے ہونے پر کوئی حجت

کچھ خصوصیت نہیں جس طرح فرشتہ رسول ہو سکتا ہے جس کو مشرکین بھی مانتے ہیں اسی طرح انسان بھی رسول ہو سکتا ہے۔ رہا یہ کہ انتخاب کسی ایک شخص کے ساتھ کیوں واقع ہوا اس کا ظاہری سبب تو ان رسولوں کے احوال کی خصوصیات ہیں اور حقیقی سبب خدا کا ارادہ ہے چنانچہ آگے بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ يَعْلَمُ

یعنی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (یعنی) وہ

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ط

ان (سب فرشتوں اور آدمیوں) کی آئندہ اور گزشتہ حالتوں کو (خوب) جانتا ہے

تو حالت موجودہ کا تو بدرجہ اولیٰ جانے کا غرض سب احوال اس کو معلوم ہیں ان میں سے بعض کے حالات اس انتخاب کے مقتضی ہو گئے آگے حقیقی سبب کا بیان ہے۔

وَالِلَّهِ تُرْجِعُ الْأُمُورُ ۝

اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ مالک مستقل بالذات ہے)

اس کا ارادہ خود ہر چیز کی ترجیح کے لئے کافی ہے اس کے ارادہ کے لئے کسی مرجح کی ضرورت نہیں پس حقیقی سبب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے اور اس کا سبب پوچھنا لغو ہے ف: انبیاء علیہم السلام کے پاس پیغام خداوندی لانے والے مشہور قول پر جبریل علیہ السلام ہیں پھر فرشتوں میں چند رسول ہونے کا کیا مطلب جواب یہ ہے کہ آیات و روایات سے ثابت ہے کہ بعض پیغاموں کے واسطے دوسرے فرشتے بھی بھیجے گئے ہیں البتہ قرآن مجید پورا یقیناً حضرت جبریل ہی لائے ہیں کیونکہ ارشاد ہے نزل به الروح الامین بلکہ دوسری خدائی کتابیں بھی غالباً حضرت جبریل علیہ السلام ہی لائے ہیں لیکن وحی قرآن اور مشہور کتابوں ہی میں منحصر نہیں ان کے علاوہ کسی دوسرے پیغام کے واسطے دوسرے ملائکہ بھی بھیجے گئے ہیں ربط: اوپر سورت میں مہتمم بالشان اصول یعنی قیامت و توحید و رسالت کا اثبات اور ہر ایک کے متعلق شبہات کا جواب مذکور ہو چکا ہے آگے خاتمہ میں اول فروغی احکام کا امر فرمایا ہے پھر ملت ابراہیم پر جو کہ حاصل ہے اسلام کا قائم رہنے اور ثابت قدم رہنے کا حکم فرمایا ہے اور اس کی ترغیب کے لئے بعض مضامین بیان فرما کر سورۃ ختم کر دی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا یا ایہا الذین

لَهُ ط إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو

اللَّهُ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا

وہ ایک (ادنیٰ) کبھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گوسب کے سب بھی (کیوں نہ)

لَهُ ط وَإِنْ يَسْلُبْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئًا

جمع ہو جائیں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے کبھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے ایسا

لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ط ضَعْفُ الطَّالِبِ

عاجز بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم

وَالْمَطْلُوبِ ۝ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ

کرنا چاہئے تھی (کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے) وہ نہ کی (کہ شرک

قَدَرَهُ ط إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

کرنے لگے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب (بھی) ہے

تو عبادت خالص خدا کا حق تھا نہ اس کا جو کہ قوی اور غالب نہیں جس کا عاجز ہونا واضح طریقہ سے معلوم ہو چکا۔

ربط: اوپر توحید کی تحقیق تھی آگے رسالت کے متعلق مشرکین کے

ایک خاص کلام کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ رسول کوئی فرشتہ ہونا چاہئے تھا

انسان اور پھر انسان میں بھی آپ کہ ظاہری حشمت و شوکت نہ رکھتے تھے

رسالت کے لائق نہیں اللہ بصطفیٰ تا الامور

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے (منتخب کر لیتا ہے

فرشتوں میں سے) (جن فرشتوں کو چاہے) احکام پہنچانے والے (مقرر فرما

وَمِنَ النَّاسِ ط

دیتا ہے) اور اسی طرح آدمیوں میں سے

جس کو چاہے عام لوگوں کی طرف احکام پہنچانے کے لئے مقرر کر

دیتا ہے غرض رسالت کا مدار خدائی انتخاب پر ہے اس میں فرشتوں کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا

اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو
یعنی اسلام کے قبول کرنے کے بعد فروع کی بھی پابندی رکھو خصوصاً
نماز کی اور عموماً دوسرے احکام کو بھی بجالاؤ۔

وَاعْبُدُوا رَبَّكُمُ

اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور (تم ایسے) نیک کام (بھی) کیا کرو

یعنی جو افعال خود اپنی ذات سے عبادت نہیں ہیں بلکہ مباح ہیں لیکن
کسی عارض کی وجہ سے مثلاً نیت نیک یا دوسروں کو نافع ہونے کی وجہ سے
عبادت ہو جاتے ہیں ان کو بھی کیا کرو۔

وَأَفْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۷۴﴾

امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور اللہ کے کام میں خوب

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۖ

کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے

یعنی ان کاموں کو سستی اور بے دلی سے مت کرو کیونکہ دین میں کوشش کرنے
کے مقتضی اسباب موجود ہیں اور مانع کوئی ہے نہیں چنانچہ آگے بتلاتے ہیں۔

هُوَ اجْتَبَاكُمْ

اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا

جیسا کہ آیہ جعلنکم امۃ وسطاً وغیرہ میں مذکور اور احادیث میں
مشہور ہے یہ تو پوری کوشش کرنے کو مقتضی ہے کیونکہ جس کو کوئی خاص ترجیح
دی جاتی ہے وہ خدمت کے لئے زیادہ دوڑا کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۖ

اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں

چنانچہ ابواب فقہیہ میں احکام رخصت میں نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا
ہے پس اگر تنگی ہوتی تو بھی کسی درجہ میں وہ پوری کوشش سے مانع ہوتی
لیکن اب تو مانع بھی مرتفع ہے۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۖ

تم اپنے باپ ابراہیم کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو

پس اوپر اسلام لانے کا حکم تھا اور اس میں اس کے باقی رکھنے کا حکم ہے۔

هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ

اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا (نزول قرآن سے) پہلے بھی اور اس

وَفِي هَذَا

(قرآن) میں بھی

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے امۃ مسلمۃ لک کہلوا یا
اور شاید دوسری آسمانی کتابوں میں بھی ہو اور قرآن میں تو جا بجا آیا ہے
اور اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا لقب اپنے معنی سے خالی نہیں ہو سکتا تو
بالضرورت امت محمدیہ میں انقیاد اور اتباع کا مادہ زیادہ ہوگا کیونکہ مسلم
تا بعد از کو کہتے ہیں اور ہر چند کہ لغوی معنی کے اعتبار سے دوسری مومن
امتیں بھی صفت اسلام سے موصوف تھیں مگر لقب کے طور پر یہی امت
موصوف ہے دوسروں کے القاب یہود و نصاریٰ و قوم نوح و قوم ہود
وغیرہ تھے۔ اور ملۃ ابیکم میں جو خطاب ساری امت کو ہے حالانکہ
وہ سب کے باپ حقیقی معنی کے اعتبار سے نہیں ہیں اس کی تحقیق الہم کے
آخر میں گزر چکی ہے غرض تمام مسلمان معنی لغوی کے اعتبار سے ذریعہ
ابراہیم تھے بالخصوص زمانہ نبوی کے مسلمان چونکہ وہ بقیہ مسلمانوں کے
اعتبار سے دین پھیلانے کا اصل سبب ہوئے اس لئے خطاب میں ان کو
غالب قرار دے کر تغلیب کا استعمال کیا گیا۔

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ

تا کہ تمہارے (قابل شہادت اور معتبر ہونے کے لئے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ

گواہ ہوں اور (اس شہادت رسول کے قبل) تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو

یعنی ہم نے تمہارے میں اطاعت کا مادہ اس لئے زیادہ رکھا تا کہ تم
اس کے ذریعہ سے کمالات حاصل کرو جس سے دنیا میں شرف و امتیاز
حاصل ہونے کے علاوہ آخرت میں بھی تمہارا بڑا شرف ظاہر ہو کہ تم ایک
بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء ہوں گے اور دوسرا
فریق ان کی مخالف قومیں ہوں گی ان مخالف قوموں کے مقابلہ میں تم انبیاء

یعنی بقیہ احکام میں بھی عموماً اہمیت اور عزم سے کام لو دین کے کاموں میں خدا کے سوا کسی کی رضا و ناراضی یا اپنے نفس کی مصلحت و مضرت کی طرف التفات مت کرو۔

بِاللّٰهِ ۖ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی

وہ تمہارا کارساز ہے (کسی کی مخالفت تم کو حقیقتہً ضرر نہ دے گی) سو کیا اچھا

وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝۴۸

کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے

پس ایسی ذات کے ساتھ تو یہ معاملہ رکھنا چاہئے۔

مصلحت دید من آن ست کہ یاراں ہمہ کار

بگزارند و خم طرہ یار سے گریند

یعنی سب کو چھوڑ کر اسی کا ہونا چاہئے۔

کی طرف سے گواہ تجویز ہو گے پھر تمہاری شہادت سے وہ مقدمہ انبیاء کے حق میں فیصل ہوگا اور مخالفین مجرم قرار پا کر سزا یاب ہوں گے اور اس کا اعلیٰ درجہ کی عزت ہونا ظاہر ہے۔

فَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

سو تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو

جو عبادات بدنہ میں سب سے افضل ہے سو جب ہم نے تم پر ایسی عنایتیں کی ہیں تو تم کو بھی ہمارے احکام کی بجا آوری چاہئے۔

وَاتُوا الزَّكٰوةَ

اور زکوٰۃ دیتے رہو

جو عبادات مالیہ میں سب سے افضل ہے۔

وَاعْتَصِمُوا

اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو

الحمد للہ ستارویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



سورة المؤمنین مکیة و هی مائہ و تسع عشرة

او ثمانی عشرة آية کذا فی البیضاوی

رابط: اس سورہ کے شروع میں عبادت کی فضیلت مذکور ہے جیسا کہ گذشتہ سورہ کے اخیر میں بھی اس کا ذکر تھا اور اس سے دونوں میں تناسب ظاہر ہے۔

(۲۳) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۷۴)

سورہ مؤمنون مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سواٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِيْ

بالتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت میں) فلاح پائی جو اپنی نماز

صَلَاتِهِمْ خَشِعُوْنَ ۝۲

میں خشوع کرنے والے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد افلح تا خلدون مطلب یہ ہے کہ صحیح عقائد کے ساتھ وہ ان صفات سے بھی موصوف ہیں اور خشوع کی حقیقت یعنی دل میں خیالات غیر کو بالقصد حاضر نہ کرے اور دیگر اعضاء سے عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے مگر حق یہ کہ نماز کا صحیح ہونا تو اس پر موقوف نہیں اور اس مرتبہ میں فرض نہیں اور قبول ہونا اس پر موقوف ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳

اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں

لغو کا ادنیٰ درجہ اگرچہ مباح ہو مگر اس کا چھوڑنا اولیٰ اور موجب مدح ہے اور معصیت لغو کا اعلیٰ درجہ ہے اس کا چھوڑنا واجب ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝۴

اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں

زکوٰۃ کی مشہور تفسیر اس لئے نہیں کی کہ یہ آیات کی ہیں اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی اور اگر ان آیات کا مدنی ہونا ثابت ہو جائے جیسا کہ بعض اقوال سے مفہوم ہوتا ہے تو وہ تفسیر بھی صحیح ہو سکتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا

اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں

عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی (شرعی لونڈیوں سے) حفاظت نہیں کرتے (کیونکہ

غَيْرُ مُلَوِّمِیْنَ ۝۶ فَمِنْ اَبْتٰغٰی وَّرَآءَ ذٰلِكَ

ان پر) (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی

فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷

کا) طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں

اس میں زنا اور لواطت و طہی بہائم اور باندیوں کا مانگی دینا اجماعاً داخل ہے اور بعض کے نزدیک استمناء بالید (یعنی جلق) بھی داخل ہے اور اگر یہ آیت مدنی ہو تو متعہ کے حرام ہونے پر بھی اس سے استدلال صحیح ہے کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ بظاہر نہ ازواج میں داخل ہے نہ باندیوں میں اور مکی ہونے کی صورت میں گو اس سے استدلال نہیں ہو سکتا لیکن استدلال کا مدار یہی آیت نہیں ہے بلکہ مسلم میں حضور کا ارشاد صراحۃً مذکور ہے کنت اذنت لکم فی الاستمتاع بالنساء قد حرم اللہ ذلک الی یوم القیمة میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے دی تھی لیکن اب حق تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا اور صحیح مسلم میں متعہ کی حرمت حضرت علیؑ کے واسطے سے بھی مروی ہے اور صحابہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور حضرت ابن عباس نے بھی اس کی طرف رجوع کیا جس پر ابن ہمام نے ان کے اس قول سے استدلال کیا ہے جو ترمذی میں منقول ہے انما كانت المتعہ فی اول الاسلام الی قوله فکل فرج سواهما حرام کہ متعہ شروع اسلام میں جائز تھا یہاں تک کہ ارشاد فرمایا کہ اب (بیوی اور باندی) ان دونوں کے سوا ہر فرج حرام ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لَا مُنْتَهٰیَ لَهُمْ وَعَهْدِهِمْ رَعُوْنَ ۝۸

اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوةِیْهِمْ یَحٰفِظُوْنَ ۝۹

عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ

کرتے ہیں (ہاں) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے

الفردوس

وارث ہوں گے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ہم نے انسان کو مٹی

مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝

کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا

اور وارث کہنے کی وجہ حدیث نبوی میں یہ ہے کہ ہر شخص کے نام پر دو گھر بنے ہوئے ہیں ایک جنت میں ایک جہنم میں جو شخص جہنمی ہوگا اس کا گھر اہل جنت کو مل جاوے گا قرطبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے کذا فی الروح اور اگر کسی کے پاس یہ حدیث ثابت نہ ہو تو وارث کے معنی مالک ہو سکتے ہیں۔ اور اولئک ہم الوارثون میں جو حصر ہے کہ یہی لوگ وارث ہوں گے وہ باعتبار فردوس کے مستحق ہونے کے ہے جو کہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے ورنہ نفس جنت میں مطلق کے لئے عام ہوگی گوان صفات میں کمی ہو۔

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ

پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام

خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ

(یعنی رحم) میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا

اجزاء) کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا پھر ہم نے

الْعِظَمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۝

(اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنادیا

جو پہلے حالات سے نہایت ہی متمایز اور جدا حالت ہے کیونکہ پہلے جماد تھا پھر نبات ہوا اور ان دونوں میں تفاوت ہے ان سے حیوانیت اور جاندار ہونے کی حالت بدرجہا متفاوت ہے۔

فَتَبَرَكِ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝

سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صنائع سے بڑھ کر ہے

کیونکہ دوسرے صنائع صرف جوڑ توڑ کر سکتے ہیں حقیقتاً حیات و نیا یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے اور ان تغیرات انسانی کا بیان اسی طرح قانون وغیرہ کی کتب طب میں ہے آگے فنا کا بیان ہے۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَئِيَّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ

پھر تم بعد اس (تمام قصہ عجیبہ) کے ضرور ہی مرنے والے ہو پھر

يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبْعَثُونَ ۝

تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے

اس میں اعادہ کا بیان ہوا آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح ہم نے تم کو ابتدا و وجود عطا کیا اسی طرح تمہاری بقاء کا سامان بھی کیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۝

اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے

جن میں فرشتوں کی آمد و رفت کے لئے راستے ہیں اس سے بھی تمہاری مصلحتیں متعلق ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَفْلِينَ ۝

اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہ تھے

بلکہ ہر مخلوق میں مصالح اور حکم شامل ہیں۔

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ

اور ہم نے آسمان سے (مناسب) مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس

فِي الْأَرْضِ ۝

کو (مدت تک) زمین میں ٹھہرایا

چنانچہ کچھ پانی تو زمین کے اوپر رہتا ہے اور کچھ اندر اتر جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً نکلتا رہتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

وَأَنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهٖ لَقَدِيرُونَ ۝

اور ہم اس (پانی) کے معدوم کر دینے پر (بھی) قادر ہیں

خواہ اس طرح کہ پانی کو ہوا بنا کر اڑا دیں یا اتنی دور زمین کے اندر اتار دیں کہ آلات کے ذریعہ سے نہ نکال سکو مگر ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کو باقی رکھا۔

فَأَنشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ تَخِيلٍ

پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے بارغ پیدا کئے کھجوروں کے

وَأَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَوَاكِهٌ كَثِيرَةٌ

اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں

تَحْمِلُونَهُ ۲۲ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ

پھرتے (بھی) ہو۔ اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر کے بھیجا

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ

سو انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں (اور جب یہ

غَيْرُهُ ۲۳ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۲۴ فَقَالَ الْمَلٰٓئِكَةُ

بات ثابت ہے تو) پھر کیا تم (دوسروں کو معبود بنانے سے) ڈرتے نہیں ہو

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا

پس (نوحؑ کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے (عوام سے) کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک (معمولی) آدمی ہے

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لَا يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ

اور کچھ نہیں ہے (اس دعویٰ سے) ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا قُلُوبًا لِّمُتِّينَ ۚ يَعْنِي رِيَاسَتًا أَوْ رَجَاهُ وَعِزَّتٌ مَّقْصُودَةٌ

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَا نَزَّلَ عَلَيْكَ

اور اگر اللہ کو (رسول بھیجنا) منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا

پس یہ دعویٰ ان کا غلط ہے اسی طرح ان کا توحید کی دعوت کرنا یہ

دوسری غلطی ہے کیونکہ یہ بالکل نئی بات ہے۔

مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۲۵

ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں بھی نہیں سنی بس

هُوَ إِلَّا رَجُلٌ يَّهْدِيهِ جَنَّتُهُ

یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے

اسی واسطے ساری دنیا کے خلاف باتیں کرتا ہے کہ میں رسول ہوں اور

معبود ایک ہے قوم نوحؑ کا اول یہ کہنا کہ یہ سرداری چاہتے ہیں اور پھر یہ کہنا

کہ ان کو جنون ہو گیا ہے۔ اگر جنون سے مراد کسی قدر جنون ہو تب تو دونوں

باتوں کا جمع ہونا ممکن ہے اور اگر جنون کامل مراد ہو تو ان کے اقوال میں

تعارض ہوگا کیونکہ کامل جنون کے ساتھ سرداری کا ارادہ جمع نہیں ہو سکتا تو یہ

خود اس قوم کے جنون کی دلیل ہے اور چونکہ کفار کے یہ اقوال صراحتاً باطل

جب کہ ان کو تازہ تازہ کھایا جائے تو میوہ سمجھا جاتا ہے۔

وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۱۹

اور ان میں سے کھاتے بھی ہو

جو بچا کر خشک کر کے رکھ لیا جاتا ہے اس کو بطور غذا کے کھایا جاتا ہے۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ

اور (اسی پانی سے) ایک (زیتون کا) درخت بھی (ہم نے پیدا کیا) جو کہ طور

بِالدُّهْنِ

سینا میں (بکثرت) پیدا ہوتا ہے

جس پہاڑ کا نام طور ہے طور سینا بھی اسی کا نام ہے کیونکہ وہ جس جگہ

ہے اس جگہ کا نام سینا ہے اور سینین بھی گواب کچھ اور نام ہو گیا ہے اور

زیتون کی تخصیص طور کے ساتھ بوجہ کثرت سے پیدا ہونے کے ہے۔

وَصَبِغٍ لِّلْأَكْلَيْنِ ۲۰

جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کا سالن لئے ہوئے

یعنی اس کے پھل سے دونوں کام کی چیز حاصل ہوتی ہے۔ خواہ روشن کرنے کے

بعد مالش کرنے کے کام میں لاؤ خواہ اس میں روئی ڈبو کر کھاؤ یہ سامان مذکور پانی اور

نباتات سے تھا آگے اس سامان کا بیان ہے جو حیوانات سے حاصل ہوتا ہے۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۲۱ نَسْقِيكُمْ

اور تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں کی

مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ

چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں

کہ ان کے بال اور اون کا م آتی ہے۔

رابطہ: اوپر تو حید معبود پر دلائل پر دلائل قائم کئے گئے تھے آگے مضمون

توحید کی تائید کے لئے بعض قصے مذکور ہیں جو تعین طور پر توحید کے لئے

موکد ہیں ایک یہ کہ پہلے انبیاء نے توحید کا امر فرمایا اور منکرین توحید کو کافی

سمجھایا۔ دوسرے یہ کہ منکران توحید کا انجام برابر ہوا تیسرے انبیاء علیہم

السلام کے معجزات ظاہر ہونے سے توحید کا اثبات ہوا۔

وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۲۱ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

اور (نیز) ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتی پر لدے لدے

تھے اس لئے اس مقام پر ان کے جواب کی ضرورت نہ تھی۔

فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ۝۲۵

سو ایک وقت خاص (یعنی اس کے مرنے کے وقت تک اس کی حالت) کا اور انتظار کر لو

آخر ایک وقت پر پہنچ کر ختم ہو جائے گا اور سب پاٹ کٹ جائے گا۔

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُون ۝۲۶ فَأَوْحَيْنَا

نوحؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے پس ہم نے (اس کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس حکم

إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعْ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحَيْنَا

بھیجا کہ تم کشتی تیار کر لو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کہ اب طوفان آئے گا اور تم اور مومنین اس کے ذریعہ سے محفوظ رہو گے۔

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ فَاسْلُكْ

پھر جس وقت ہمارا حکم (عذاب قریب) آ پہنچے اور (علامت اس کی یہ ہے کہ)

فِيهَا مِنْ كُلِّ

زمین سے پانی ابلا شروع ہو تو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے

جو انسان کے کارآمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہتے۔

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کر لو) باستثناء اس کے جس پر ان میں سے (غرق

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۖ

ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے

یعنی جو کافر ہو اس کو سوار مت کرو ۱۲

وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ

اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو مت

صُغُرُقُونَ ۝۲۷ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ

کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ پھر جس وقت تم اور تمہارے

عَلَى الْفُلْكَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنْ

ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ چکے تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۲۸ وَقُلْ رَبِّ انزِلْنِي

کافروں سے (یعنی ان کے افعال اور تکالیف سے) نجات دی اور یوں

مُنْزِلًا مُّبَرَّكًا

کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو

یعنی اطمینان ظاہری و باطنی کے ساتھ رکھو

وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝۲۹

اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں

یعنی اور لوگ جو مہمانوں کو اتار لیتے ہیں حقیقتہً اس کے حصول نفع و ضرر پر قادر نہیں ہوتے اور آپ قادر ہیں ۱۳ منہ

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ ۖ وَإِنْ كُنَّا لَبَاسًا لِّبَسَلِينَ ۝۳۰

اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم (یہ نشانیاں معلوم کرنا کر اپنے بندوں کو) آزماتے ہیں

کہ دیکھیں کون سا متفق ہوتا ہے کون نہیں ہوتا اور نشانیاں یہ ہیں رسول بھیجنا ایمانداروں کو بچالینا کافروں کو ہلاک کر دینا و فتنہ طوفان پیدا کر دینا کشتی کو محفوظ کر دینا وغیرہ وغیرہ ۱۴

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝۳۱

پھر ہم نے (قوم نوحؑ کے بعد) دوسرا گروہ پیدا کیا

ثم انشأنا من بعدهم تا للقوم الظالمين اس جماعت سے مراد قوم عاد ہے یا ثمود چونکہ دوسری آیات میں ثمود کا سخت آواز سے ہلاک ہونا آیا ہے اس قرینہ سے بعض نے تو اس کو ثمود کا قصہ سمجھا ہے۔ اس صورت میں پیغمبر سے صالح علیہ السلام مراد ہوں گے اور چونکہ اکثر جگہ بعد قوم نوح کے عاد کا قصہ آیا ہے اس قرینہ سے بعض نے اس کو عاد کا قصہ سمجھا ہے اور صحیحہ سے مراد سخت سزائی ہے یا ممکن ہے کہ قوم عاد پر ہوا کے ساتھ سخت آواز کا عذاب بھی ہوا ہو اور اس صورت میں پیغمبر سے مراد ہود علیہ السلام ہونگے۔

فَارْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ

پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان ہی میں کے تھے (ان پیغمبر نے کہا) کہ تم لوگ

مَا لَكُمْ مِّنَ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۚ وَقَالَ

اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود (حقیقی) نہیں کیا تم (شرک سے)

الْهَلَا مِن قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

ڈرتے نہیں ہو اور ان پیغمبر کی یہ بات سن کر ان کی قوم میں سے جو انہیں تھے جنہوں نے

بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

(خدا اور رسول کے ساتھ) کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ان کو دنیاوی

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لَا يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ

زندگانی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک معمولی آدمی ہیں

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۚ وَلَٰكِن

(چنانچہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو اور اگر تم اپنے

أَطْعَمْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُونَ ۚ

جیسا ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھانے میں ہو

یعنی جب یہ تمہارے ہی جیسے بشر ہیں تو ان کا اتباع بڑی بے وقوفی ہے۔

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا

کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور (مر کر) مٹی اور ہڈیاں ہو

وَعِظَامًا إِنَّكُمْ مُّخْرَجُونَ ۚ

جاؤ گے تو (دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے

یعنی مرنے کے بعد گوشت کا حصہ تو پہلے ہی خاک ہو جاتا ہے تو

ہڈیاں بے گوشت رہ جاتی ہیں پھر بعد چندے وہ بھی خاک ہو جاتی ہیں تو یہ

شخص کہتا ہے کہ اس حالت کے بعد بھی تم دوبارہ زندہ ہو گے تو بھلا ایسا

شخص کہیں اطاعت و اتباع کے قابل ہو سکتا ہے۔

هِيَ هَاتِ هِيَ هَاتِ لِمَا تُوعَدُونَ ۚ إِنَّ هِيَ

بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے

إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَهْوُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ

بس زندگی تو یہی ہماری دنیاوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے

يَسْبِعُونَ ثِيَابًا ۚ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ ۖ يُفْتَرَىٰ

اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے بس یہ ایک

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے

کہ اس نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور کوئی دوسرا معبود نہیں اور

قیامت آوے گی۔

وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ۚ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي

اور ہم تو ہرگز اس کو سچانہ سمجھیں گے پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا مدد کر

بِمَا كَذَّبُوكُن ۚ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لِّيُصْبِحَنَّ

سے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا اور شاہد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب پشیمان ہوں گے چنانچہ ان کو ایک

نَدِيمِينَ ۚ فَآخَذَتْهُمْ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ

سخت آواز نے (یعنی عذاب نے) موافق وعدہ برحق کے آ پکڑا (جس سے وہ سب ہلاک

فَجَعَلْنَاهُمْ غُتَاءً ۚ فَبَعْدَ اللَّقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۚ

ہو گئے) پھر ہم نے ان کو خس و خاشاک (کی طرح پامال) کر دیا سو خدا کی مار کا فر لوگوں پر

ثُمَّ أَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا ۚ

پھر ان (عاد یا ثمود) کے (ہلاک ہونے کے) بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا

ثم انشأنا من بعدهم تا لا يؤمنون جو کہ تکذیب رسل کے سبب

سے وہ بھی ہلاک ہوئے اور ان کے ہلاک ہونے کی جو مدت علم الہی میں

مقرر تھی عین اسی وقت پر ہلاک کئے گئے۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۚ

کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں)

نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے پھر

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا ۚ

(ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے (ہدایت کیلئے) بھیجا

جس طرح وہ امتیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئی تھیں۔

اور ان میں کوئی بات امتیاز کی نہیں

وَقَوْمَهُمَا لَنَا عِيدٌ ۝۷۰

ایمان لے آویں (اور ان کے مطیع بن جاویں) حالانکہ
ان کی قوم کے لوگ ہمارے زیرِ علم ہیں

یعنی ہم کو خود ان کی قوم پر ریاست حاصل ہے پھر ان دونوں کو ہم پر کیسے
ریاست حاصل ہو سکتی ہے ان لوگوں نے ریاست دینیہ کو دنیوی ریاست پر
قیاس کیا کہ جب ہم کو ایک ریاست حاصل ہے تو دوسری کے بھی ہم ہی مستحق
ہیں اور جب ان کو ایک حاصل نہیں تو دوسری کیسے ہو سکتی ہے اور اسی قیاس کا
غلط ہونا ظاہر ہے صاحبِ روح نے اس جگہ ایک لطیفہ خوب لکھا ہے کہ یہ
منکرینِ بشر کے لئے تو نبوت کو محال سمجھتے تھے اور پتھروں کے لئے معبودیت کو
جائز جانتے تھے کس قدر عجیب بات ہے اور باوجودیکہ موسیٰ علیہ السلام بنی
اسرائیل اور فرعون سب کی طرف مبعوث ہوئے تھے فرعون کی اور قوم فرعون
میں سے رؤسا کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ یہ لوگ انکار میں زیادہ سخت تھے
پس ان کو خاص طور پر زیادہ قباحت ظاہر کرنے کے لئے ذکر فرمایا۔

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۝۷۱

غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے (اور)

اتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝۷۲

ان کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توراۃ) عطا فرمائی

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً ۝۷۳

تاکہ (اس کے ذریعہ سے) وہ لوگ (یعنی قوم بنی اسرائیل) ہدایت پاویں اور
ہم نے مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کو اور ان کی ماں (حضرت مریم کو بڑی نشانی بنایا

کیونکہ بے باپ کے تولد ہونا خدا کی قدرت اور ان دونوں کی سچائی
کی بڑی دلیل ہے۔

وَأَوَيْنَهُمَا إِلَىٰ رُبُوعٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ۝۷۴

اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی

چونکہ ان کو نبی بنانا مقصود تھا اور ایک ظالم بادشاہ ہیردوس نام بچپن ہی میں
ان کے درپے قتل ہو گیا تھا کیونکہ نجومیوں نے اس سے کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ
السلام کو سرداری نصیب ہوگی پس الہام ربانی سے حضرت مریم ان کو لے کر
ملک مصر میں چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام میں چلی

كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا

جب بھی کسی امت کے پاس اس امت کا (خاص) رسول آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے

بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۝۷۵

(بھی ہلاک کرنے میں) ایک کے بعد ایک کا نمبر لگادیا اور ہم نے ان کی کہانیاں بنادیں

یعنی وہ ایسے نیست و نابود ہوئے کہ بجز کہانیوں کے ان کا کچھ نام و
نشان نہ رہا اور ان امتوں میں سے بعض کا ذکر سورہ اعراف وغیرہ میں ہے
چنانچہ عاد کے بعد ثمود کا اور ثمود کے بعد قوم لوط کا اور قوم لوط کے بعد اہل
مدین کا ذکر آیا ہے اور بعض کی نسبت فرمایا ہے۔ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ کہ
ان کو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اگر بعض قوموں کی کچھ نسل باقی
رہی تب بھی جعلنا ہم احادیث میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ خاص وہ
جھٹلانے والے تو نیست و نابود ہو گئے تھے یا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم
نے اس کو دوسروں کے لئے عبرت بنادیا۔

فَبَعَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيُؤْمِنُونَ ۝۷۶ ثُمَّ أَرْسَلْنَا

سو خدا کی ماریں لوگوں پر جو (انبیاء کے سمجھانے پر بھی) ایمان نہ لاتے تھے

مُوسَىٰ وَآخَاهُ هَارُونَ ۝۷۷

پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنے احکام اور کھلی دلیل

ثم ارسلنا موسیٰ تا لعلهم يهتدون یعنی صاف اور صریح
معجزے جو نبوت کی دلیل ہیں۔

بِأَيَّتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝۷۸

دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (بھی پیغمبر بنا کر) بھیجا

اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونا تو معلوم ہی ہے۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

سو ان لوگوں نے (ان کی تصدیق و اطاعت سے) تکبر کیا اور وہ

قَوْمًا عَالِينَ ۝۷۹

لوگ تھے ہی متکبر

یعنی پہلے ہی سے ان کا دماغ سڑا ہوا تھا۔

فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

چنانچہ وہ (باہم) کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں

حقیقی ہوں مالک ہونے کا یہی مقتضا ہے پھر منعم ہونے کا تو اور زیادہ مقتضا ہے کہ میری اطاعت کی جائے آگے فرماتے ہیں کہ ان رسولوں کی امت کے لوگوں کو چاہیے تھا کہ ان اسباب کے موجود ہونے کے بعد سب ایک ہی طریق پر رہتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ

سوان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرَحُونُ ﴿۵۳﴾

لیا ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے

چنانچہ ان میں اب بھی جتنے گروہ موجود ہیں ان میں سے ہر گروہ اپنے دین کو باوجودیکہ اس کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے حق سمجھتا ہے جب یہ بات ہے تو آپ بھی ان مشرکین قریش کے ایسے ہی دعویٰ بلا دلیل اور کفر پر جیسے رہنے سے غم نہ کیجئے۔

فَذَرَهُمْ فِي غَمَرَاتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۵۴﴾

سو آپ ان کو ان کی (اسی) جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے جب وہ خاص وقت یعنی موت کا وقت آ جاوے گا سب حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ

کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال داوا دیتے چلے

وَبَيْنِينَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا

جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز

يَشْعُرُونَ ﴿۵۶﴾

نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے

یعنی اس کی وجہ استدراج ہے کہ آہستہ آہستہ دفعۃً ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرنا مقصود ہے جس کا انجام اعلیٰ درجہ کا ضرر ہے نہ کہ نفع

رابطہ: اوپر یہ مذکور تھا کہ کفار کی موجودہ حالت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں آگے مقابلہ کے طور پر اہل ایمان کی موجودہ حالت کی بابت فرماتے ہیں کہ چونکہ شریعت کا اتباع کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہیں وہ البتہ جلدی جلدی فائدے حاصل کر رہے ہیں۔

آئیں یہاں تک کہ وہ امن و امان سے جوان ہوئے اور نبوت عطا ہوئی۔ پس توحید و رسالت میں ان کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے نہ کی۔

رابطہ: شروع سورت میں عبادت کا واجب ہونا اس کے بعد اس کی تاکید اور ترغیب کے لئے معبود کی صفات کمال اور بڑی بڑی نعمتوں کا بیان تھا اسی سلسلہ میں چند قصے مذکور ہوئے تھے اب آگے ان ہی مضامین بالا کی تجدید اور تاکید اور اجمال بعد تفصیل ہے۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا

جو (بوجہ غلات اور میوہ جات پیدا ہونے کے) ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی اے پیغمبرو تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک

صَالِحًا ط

کام (یعنی عبادت) کرو

یا ایہا الرسل مالا يشعرون یعنی جس طرح ہم نے تم کو اپنی نعمتوں کے استعمال کی اور اجازت دی اور عبادت کا حکم کیا اسی طرح سب پیغمبروں کو اور ان کے ذریعہ سے ان کی امتوں کو بھی یہی حکم دیا کہ خدا کی نفیس نعمتیں کھاؤ اور کھا کر شکر ادا کرو جس کا طریقہ عبادت ہے اور مسلم اور ترمذی کی حدیث مرفوعہ میں جو حلال روزی کے بارہ میں اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حدیث سے طیب کی تفسیر حلال روزی معلوم ہوتی ہے اور میں نے لذیذ اور نفیس کے ساتھ تفسیر کی ہے جواب یہ ہے کہ جو لذیذ حلال نہ ہو وہ گویا حلال ہی نہیں کیونکہ ان میں معنوی لذت نہیں خوب سمجھ لو۔

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ط ﴿۵۷﴾

(اور) میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں

پس عبادات پر ثمرات عطا کروں گا۔

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً

اور (ہم نے ان سب سے یہ بھی کہا کہ) یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے

یعنی کسی شریعت میں یہ طریقہ نہیں بدلا اس پر رہنا تم کو واجب ہے۔

وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿۵۸﴾

اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو

اور میرے احکام کی مخالفت مت کرو کیونکہ میں تمہارا مالک اور منعم

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿۵۸﴾

اس میں کوئی شک نہیں جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِينَ

جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ (اس ایمان

هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿۶۰﴾ لَا

میں) اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں

ان الذين لا يظلمون يؤمنون کے بعد لایشرکون فرمانے کا یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ مشرکین بھی چونکہ خدا کو مانتے تھے اس لئے دعویٰ ایمان کا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لئن سألتهم من خلق السموات ليقولن الله اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا وہ بھی کہیں گے کہ اللہ نے اور اسی بناء پر ارشاد ہوا ہے۔ وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشرکون کہ ان میں سے اکثر لوگ ایمان خدا پر نہیں رکھتے مگر اس حالت میں کہ ایمان کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں تو اس سے مشرکین پر مومن ہونے کا شبہ ہو سکتا تھا اس لئے لایشرکون بڑھانا مفید ہوا کہ جو ایمان شرک سے خالی ہو وہی معتبر ہے اور جس کے ساتھ شرک کی آمیزش ہو وہ ایمان نہیں ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان

وَجِلَّةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿۶۱﴾ لَا

کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں

دیکھئے وہاں جا کر ان صدقات کا کیا ثمرہ ظاہر ہوا ایسا نہ ہو کہ حکم کے موافق نہ دیا گیا ہو مثلاً مال حلال نہ ہو یا نیت خالص نہ ہو اور اس کی ہم کو اطلاع نہ ہوئی ہو لہذا مواخذہ ہونے لگے۔

أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا

یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور ہم (تو) کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے

سَبِقُونَ ﴿۶۲﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

کو نہیں کہتے (بس جو کام بتلا رکھے ہیں سب آسان ہی ہیں) اور ہمارے

وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا

پاس ایک دفتر (نامہ اعمال کا محفوظ) ہے جو ٹھیک ٹھیک (سب کا حال) بتا

يُظْلَمُونَ ﴿۶۳﴾

دے گا اور لوگوں پر ظلم نہ ہوگا

بلکہ ہر ایک کی کوشش کی پوری پوری قدر ہوگی اور ذرہ ذرہ نیکی پر ثواب ملے گا پس یہ اعمال مذکورہ آسان ہونے کے ساتھ ان کا ثمرہ بھی یقینی ہے اس لئے لوگوں کو ان میں ضرور کوشش کرنا چاہئے۔ رابطہ: اوپر مخالفین دین کی جہالت اور عذاب کے استحقاق کا اجمالی بیان تھا آگے اسی کی تفصیل ہے اور درمیان میں مقابلہ کے لئے مومنین کا اور ان کے اعمال کا ذکر تھا اور اس تفصیل کے شروع میں کفار کے اعمال کا مومنین کے اعمال کے ساتھ مقابلہ بھی کیا گیا ہے کہ اوپر مسلمانوں کی تو یہ حالت سنی مگر کفار ایسے نہیں ہیں۔

بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَٰذَا وَلَهُمْ

بلکہ ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت (اور شک) میں ہیں اور اس

أَعْمَالٍ مِّنْ دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَمَلُونَ ﴿۶۴﴾

کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں

بل قلوبہم قاعملون جیسا کہ مومنین علاوہ آیات پر ایمان لانے کے اور بھی اعمال خیر کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ شرک اور برے اعمال کے برابر عادی رہیں گے۔

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ بِالْعَذَابِ

یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب (بعد الموت)

میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا انھیں گے

اور غریب غریب تو کس گنتی میں ہیں وہ تو عذاب سے کیا بچاؤ کر سکتے ہیں غرض یہ کہ جب ان پر عذاب نازل ہوگا اس وقت سارا انکار و تکبر جس کے اب عادی ہیں کا فوراً ہو جائے گا۔

إِذَا هُمْ يَجْعَرُونَ ﴿۶۵﴾ لَا تَجْعَرُوا الْيَوْمَ قَسَائِكُمْ

(اس وقت ان سے کہا جاوے گا) کہ اب مت چلاؤ ہماری طرف سے

مِمَّا لَا تَنْصُرُونَ ﴿۶۶﴾

تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

کیونکہ یہ دارالجزا ہے دارالعمل نہیں ہے کہ چلانا اور عاجزی کرنا مفید ہو جو دارالعمل تھا اس میں تو تمہارا یہ حال تھا جو آگے آتا ہے۔

قَدْ كَانَتْ آيَتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰٰ أَعْقَابِكُمْ

میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر (رسول کی زبانی) سنائی جایا کرتی تھیں تو تم

تَنكِصُونَ ﴿٦٧﴾ مُسْتَكْبِرِينَ ۖ وَبِهِ سِيرًا

الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے اس

تَهْجُرُونَ ﴿٦٨﴾

قرآن کی شان میں بیہودہ بکتے ہوئے

کہ کوئی اس کو جادو کہتا تھا کوئی شعر کہتا تھا اور مشغلہ کا یہی مطلب ہے پس تم نے دارالعمل یعنی دنیا میں جیسا کیا آج دارالجزا یعنی آخرت میں ویسا ہی بھگتو آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ؟ قرآن اور صاحب قرآن کی تکذیب کرتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔

أَفَلَمْ يَذَّبُّوا النَّقُولَ

تو کیا ان لوگوں نے اس کلام (الہی) میں غور نہیں کیا

جس سے اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہو جاتا اور یہ ایمان لے آتے۔

أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٩﴾

یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی

مراد اس سے احکام الہیہ کا رسولوں کے ذریعہ آنا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ بات بھی نہیں ہے کہ ان رسولوں پر وحی نئی آئی ہو کہ احکام الہی تو رسولوں کے ذریعہ ہمیشہ سے نازل ہوتے آئے ہیں قل ما كنت بدعا من الرسل آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور یہ شیعہ نہ کیا جائے کہ لتذکر قوما ما اندر آباء ہم سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین عرب کے آباؤ اجداد میں رسول نہیں آئے تھے اور اس آیت سے ان کے آباؤ اجداد کے پاس رسولوں کا آنا معلوم ہوتا ہے جس سے بظاہر دونوں آیتوں میں تعارض کا شبہ ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دور کے آباؤ اجداد مراد ہیں جیسا کہ لفظ اولین بھی اس کا قرینہ ہے اور دوسری آیت میں نزدیک کے آباؤ اجداد مراد ہیں غرض تکذیب کی یہ وجہ بھی باطل ٹھہری اور یہ دو وجہ تو قرآن کے متعلق فرماتے ہیں۔

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ

یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہ تھے اس وجہ سے ان کے منکر ہیں

یعنی یہ وجہ بھی باطل ہے کیونکہ آپ کی دیانت و امانت و صدق پر سب کا اتفاق تھا۔

فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٧٠﴾

یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں

سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا صائب الرائے ہونا بھی ظاہر ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ

(سوان میں تو کوئی وجہ بھی معقول نہیں) بلکہ (ان کی اصلی تکذیب کی وجہ یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر

وَكَثُرُهُمُ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٧١﴾

لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں

بس تمام تر وجہ تکذیب کی اور حق کے اتباع نہ کرنے کی یہ ہے اور لفظ اکثر اس لئے فرمایا کہ بعض ان میں سے علم الہی میں ایمان لانے والے تھے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کراہت صرف بعض کو تھی اور بعض کے لئے ایمان سے اور موانع تھے جیسے عاریا خوف مال و جاہ کے فوت ہونے کا وغیرہ وغیرہ اور حق سے کوئی خاص عداوت نہ تھی آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حق کا اتباع تو کیا کرتے یہ تو الثانیہ چاہتے ہیں کہ وہ دین حق ہی ان کے خیالات کا تابع کر دیا جائے اور جو مضامین قرآن میں ان کے خلاف ہیں ان کو خارج یا ترمیم کر دیا جائے۔ جیسا کہ سورہ یونس میں ارشاد ہے۔

قال الذین لا یرجون لقاء نانت بقران غیر هذا او بدله

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ

اور بفرض محال اگر دین حق ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو تمام آسمان

وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ﴿٧٢﴾

اور زمین اور جو ان میں آباد ہیں سب تباہ ہو جاتے

کیونکہ اس صورت میں تمام عالم میں کفر و شرک و گمراہی پھیل جاتی اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہوتا تو سب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ قیامت میں گمراہی عام ہونے سے سب ہلاک ہو جاویں گے۔

بَلْ أَتَيْنَهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧٣﴾

بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت (نافعہ) سے بھی روگردانی کرتے ہیں

اور وہ قول و قرار جو مصیبت میں تھے سب گاؤ خورد ہو جائیں گے اس کی دلیل مذکور ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا

اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے

لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ﴿۷۲﴾

سامنے (پورے طور سے) فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی

پورے طور کی قید اس لئے بڑھائی کہ کسی قدر عاجزی کا ظہور تو ہونا تھا لیکن وہ اس لئے ناتمام تھا کہ اس پر کوئی معقول اثر عذاب کی حالت میں بھی مرتب نہ ہونا تھا جو کہ قبول اسلام ہے صرف وعدہ ہی وعدہ ہوا کرتا تھا پس جب عین مصیبت میں اور مصیبت بھی ایسی سخت جس کو عذاب کہا جا سکے جیسے قحط وغیرہ جو مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ہوا تھا انہوں نے عاجزی اختیار نہ کی تو تکلیف رائل ہونے کے بعد تو بدرجہ اولیٰ ان سے اس کی توقع نہیں آگے بتلاتے ہیں کہ یہ ساری بے پرواہی اور بیباکی معمولی مصائب تک ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ

یہاں تک کہ ہم جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے

شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿۷۳﴾

تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے

یعنی جب کوئی عذاب فوق العادت آئے گا خواہ دنیا ہی میں کوئی نیبی قہر آ پڑے جس کا آنا ممکن ہے یا موت کے بعد تو ضرور ہی واقع ہوگا اس وقت منہ تکتے رہ جائیں گے کہ یہ کیا ہو گیا اور سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔
رابطہ: اوپر کی آیتوں میں کفار کے احوال و اقوال بد کے ساتھ ان کے آخرت میں معذب ہونے کا بھی بیان تھا چونکہ یہ عذاب دوبارہ زندہ ہونے پر موقوف ہے اور وہ لوگ اس کے منکر تھے اس لئے آگے بعث و حشر کا اثبات اور ان کے انکار کا جواب ہے بعث و حشر کا اثبات موقوف ہے قدرت کاملہ کے اثبات پر اس لئے بعض آیات میں قدرت کے کارناموں کا بھی بیان ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں

یعنی اول تو کسی امر کا حق ہونا خود اس کو مقتضی ہے کہ اس کو قبول کیا جائے گو وہ نافع بھی نہ ہو اور حق کا قبول نہ کرنا خود عیب ہے مگر ان لوگوں میں صرف یہی ایک عیب نہیں کہ حق سے کراہت کرتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرا عیب اور بھی ہے کہ جو امر ان کے لئے نافع ہے اس سے بھی اعراض کرتے ہیں کیونکہ وہ دین حق ان کے لئے نافع بھی ہے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَقَرَأَ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ

یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب

وَهُوَ خَيْرُ الرَّزْقِينَ ﴿۷۴﴾

سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے

یعنی علاوہ وجوہ مذکور کے کیا ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ ان کو شبہ یہ ہوا ہو کہ آپ ان سے کچھ وصول کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کی آمدنی سب سے بہتر ہے تو آپ کسی سے کیوں مانگتے۔

وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۷۵﴾

اور (خلاصہ ان کی حالت کا یہ ہے کہ) آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف

وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ

(جس کو اوپر حق کہا ہے) بلارہے ہیں اور ان لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان

الصِّرَاطِ لَنَكْبُونَ ﴿۷۶﴾

نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) راستہ سے ہٹ جاتے ہیں

مطلب یہ کہ دین کا حق ہونا اور مستقیم ہونا اور نافع ہونا یہ سب ایمان لانے کے اسباب مجتمع ہیں اور پانچ وجوہ جو موانع ہو سکتے تھے وہ غلط ہیں پھر ایمان نہ لانا سخت درجہ کی گمراہی ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان کی سنگدلی اور عناد کی یہ حالت ہے کہ جس طرح یہ لوگ شرعی احکام سے متاثر نہیں ہوتے اسی طرح قہر کی نشانیوں اور مصائب و بلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے گو تکلیف پہنچنے کے وقت بھی طبعی طور پر ہم کو پکارتے ہیں لیکن وہ دفع الوقتی ہوتی ہے۔

وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِم مِّنْ ضُرٍّ

اور اگر ہم ان پر مہربانی فرما دیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کر

لَلْجُوفِ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۷۷﴾

دیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں

وَالْأَفِيدَةُ ط

اور دل بنائے

وہوالذی انشأتا بشر کون کما رام بھی بر تو اور شریعت اور دین کو بھی سمجھو۔

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۸﴾

تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو

کیونکہ اصلی شکر یہ تھا کہ اس منعم کے پسند کئے ہوئے دین کو قبول کرتے اور دوبارہ زندہ کرنے پر اس کی قدرت کا انکار نہ کرتے اور کم شکر کرنے سے یا تو یہ مراد ہے کہ بالکل شکر نہ کرتے یا یہ کہ خدا کو خالق ماننے والا طبعاً کچھ شکر ادا کرتا ہے لیکن چونکہ شکر کا بڑا فروغ یعنی ایمان ان کو حاصل نہ تھا اس لئے وہ شکر قلیل قرار دیا گیا۔

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا رکھا ہے اور تم سب (قیامت میں)

تُحْشَرُونَ ﴿۹﴾

اسی کے پاس لائے جاؤ گے

اس وقت اس کفران نعمت کی حقیقت معلوم ہوگی۔

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ

اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰﴾

دن کا گھٹنا بڑھنا سو کیا تم (اپنی بات نہیں سمجھتے

کہ یہ دلائل قدرت تو حید پر اور قیامت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿۱۱﴾

بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے

قَالُوا إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

(یعنی) یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ

ءَا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۲﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ

جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اس کا تو ہم سے اور (ہم

وَابَاؤُنَا هَذَا مِنْ قَبْلُ

(سے) پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے

اس میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان کے آباؤ اجداد کے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تھا۔ بقولہ تعالیٰ ما نذر ابائهم اس کا جواب یا تو آباؤ اجداد میں قریب و بعید مراد لے کر دیا جائے جیسا کہ اوپر ایک فائدہ میں گزرا ہے یا یہ کہا جاوے کہ انبیاء سابقین کے اس قسم کے اقوال مشہور تھے دوسرے ناقلین کے ذریعہ سے ان کے آباء تک پہنچ گئے۔

إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾

یہ کچھ بھی نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں

چونکہ اس قول سے قدرت کا انکار لازم آتا ہے اور انکار قدرت سے قیامت کے انکار کے ساتھ تو حید کا انکار بھی ہوتا ہے اس لئے اس قول کے جواب میں قدرت کو ثابت کرتے ہوئے تو حید کو بھی ثابت کرتے ہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ

آپ (جواب میں) یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) یہ زمین اور جو اس پر

تَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ط

رہتے ہیں یہ کس کی ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں

تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵﴾

(تو) ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے

کہ تم کو تو حید کا اور دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت کا ثبوت ہو جائے۔

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ

(اور) آپ یہ بھی کہئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) ان سات آسمانوں کا مالک اور

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ط

عالیشان عرش کا مالک کون ہے (اس کا بھی) وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی

قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۷﴾

(سب) اللہ کا ہے (اس وقت) آپ کہئے کہ پھر تم (اس سے) کیوں نہیں ڈرتے

کہ اس کی قدرت کا اور قیامت کے دلائل کا انکار کرتے ہو۔

دوسرے کی مخلوقات چھیننے کے لئے جیسا کہ دنیا کے رؤسا کی عادت ہے پھر مخلوق کی تباہی کی تو کیا انتہا ہوئی لیکن اس وقت نظام عالم بدستور قائم ہے اس سے ثابت ہوا کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس آیت کا حاصل وہی ہے جو آیت لو کان فیہما الہة الا اللہ کا حاصل سے اس کی تحقیق مع ضروری فوائد کے گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

رابطہ: اوپر آیت حتیٰ اذا فتحنا علیہم میں کفار کے عناد و سرکشی پر سخت عذاب کی وعید بیان فرمائی تھی آگے ایک بلند عنوان سے اس عذاب کا غایت درجہ خوفناک ہونا بیان فرماتے ہیں اور وہ خاص عنوان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعا مناسب وقت کی تعلیم ہے جس میں اظہار قدرت رب عظیم ہے۔

سُبْحَنَ اللّٰهُ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۙ عَلِمِ الْغُیْبُ

اللہ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (اس کی نسبت) بیان کرتے ہیں جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا غرض ان لوگوں کے

وَالشَّہَادَةُ فَتَعَلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۙ قُلْ

شرک سے وہ بالاتر ہے آپ (حق تعالیٰ سے) دعا کیجئے کہ اے میرے رب

رَبِّ اِمَّا تُرِیْنِیْ مَا یُوعَدُوْنَ ۙ

جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھادیں

قل رب تا ان یحضر وں مثلاً یہ کہ وہ عذاب میری زندگی میں ان پر اس طور پر آوے کہ میں بھی دیکھوں کیونکہ اس عذاب کا کوئی خاص وقت تو بتلایا نہیں گیا چنانچہ یہ آیت بھی مبہم ہے تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں کافروں پر عذاب آ جاوے۔

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۙ

تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے

اس دعا کی یہ وجہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ کی نسبت اس قسم کا احتمال تھا بلکہ محض عذاب کی ہول کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جس پر اس کے آنے کا احتمال بھی نہیں جب اس کو پناہ مانگنے کا امر ہے تو جو عذاب کے مستحق ہیں ان کو تو بہت ہی ڈرنا چاہئے اور دعا کا صحیح ہونا اس پر موقوف نہیں کہ دعا کرنے والے پر عذاب کے آنے کا بھی احتمال ہو بلکہ صحت دعا کے لئے محض قدرت بھی کافی ہے۔

وَ اِنَّا عَلٰی اَنْ تُرِیْكَ مَا نَعِدُہُمْ لَقَدِیْرُوْنَ ۙ

اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں

قُلْ مَنْ یَّدِیْہِ مَلٰٓئِکَتُہٗ کُلِّ شَیْءٍ

آپ (ان سے) یہ بھی کہئے (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا

وہُوْیُجِیْرُوْہٗ لَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ

اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا

تَعْلَمُوْنَ ۙ سَیَقُولُوْنَ اللّٰہُ قُلْ فَاَنِّیْ

اگر تم کو کچھ خبر ہے (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں

تُسَحَّرُوْنَ ۙ

بھی اللہ ہی کی ہیں آپ (اس وقت) کہئے کیا کہ پھر تم کو کیسا خطبہ اور ہا ہے

کہ ان سب مقدمات کو تو مانتے ہو اور نتیجہ کو یعنی تو حید اور بعثت کو نہیں یہ تو مقصود پر استدلال تھا آگے ان کے اس قول کو باطل کرتے ہیں ان هذا الا ساطیر الاولین یعنی ان کو جو یہ بتلایا جا رہا ہے کہ قیامت آوے گی یہ بے سند بات نہیں ہے۔

بَلْ اَتٰیْنٰہُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّہُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۙ

بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں

یہاں تک گفتگو ختم ہو چکی اور تو حید و بعثت دونوں ثابت ہو گئے مگر ان دونوں مسئلوں میں چونکہ تو حید کا مسئلہ زیادہ مہتمم بالشان تھا اور حقیقت میں مسئلہ بعثت بھی اسی پر مبنی ہے اور وہ محل کلام بھی زیادہ تھا اس لئے تتمہ تقریر میں اس کو مستقل طور پر ارشاد فرماتے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَلَدٍ

اللہ نے کسی کو اولاد نہیں قرار دیا

جیسا کہ مشرکین ملائکہ کی نسبت فرماتے تھے۔

وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ اِذَا الذَّہَبُ

اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا

کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُہُمْ

تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا کر لیتا اور ایک دوسرے

عَلٰی بَعْضٍ ط

پر چڑھائی کرتا

ف: بظاہر دنیا میں واپس بھیجنا موت کے بعد بولا جاتا ہے لیکن موت کے وقت بھی چونکہ علم آخرت منکشف ہو جاتا ہے اس تعلق کی وجہ سے اس شخص کوئی الجملہ آخرت کی طرف منتقل سمجھا جاوے گا موت کے موخر کرنے کو دنیا میں واپس بھیجنے سے تعبیر کیا اور رب ارجعون فرمایا۔

لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا

تاکہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں (پھر جا کر) نیک کام کروں ہرگز

کلمہ ہُوَ قَائِلُهَا ط

(ایسا) نہیں (ہوگا) یہ (اس کی) ایک بات ہی بات جس کو وہ کئے جا رہا ہے

اور پوری ہونے والی نہیں آگے اس کی وجہ مذکور ہے۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ

اور ان لوگوں کے آگے ایک (چیز) آڑ (کی آنے والی) ہے

کہ وہ ضرور واقع ہوگی اور وہی دنیا میں واپس آنے سے مانع ہے یعنی موت جو کہ وقت مقررہ پر ضرور آئے گی۔ وَلَنْ يُوْخِرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا اور موت کا دنیا میں واپس آنے سے مانع ہونا ثابت ہے۔ وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

بَرْزَخٍ اِلٰی يَوْمٍ يُبْعَثُوْنَ ۱۰۰

مراد اس سے موت ہے (قیامت کے دن تک

اس سے یہ مقصود نہیں کہ قیامت کے دن دنیا میں واپس آ جائیں گے بلکہ مقصود اس سے ہر طرح مایوس کرنا ہے کہ کبھی واپس نہ آ سکیں گے کیونکہ قیامت میں زندہ ہونا دنیا میں واپس آنا نہیں ہے بلکہ وہ تو خود آخرت ہی ہے اور یہی کہہ سکتے ہیں کہ قیامت کے دن گو بظاہر مکان دنیا کی طرف واپس ہوگی مگر وہ واپسی عمل کے لئے نہ ہوگی بلکہ حساب کے لئے ہوگی بس اس سے تنازع کا ابطال ہو گیا۔

فَاِذَا نْفَخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ

پھر جب (قیامت میں) صور پھونکا جائے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے

يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ ۱۰۱

ناتے (تھے) اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا

کہ بھائی تم کس حالت میں ہو یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا بلکہ

اِدْفَعْ بِاَلَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ط

آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا اور (نرم) ہو

اور اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لیا کیجئے بلکہ ہمارے حوالے کر دیا جائے پس یہ آیت جہاد کے معارض نہیں کیونکہ جہاد حقوق دین کے لئے ہوتا ہے اور آیت حقوق نفس کے بارہ میں ہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۹۶

ہم خوب جانتے ہیں جو جو کچھ یہ آپ کی نسبت (کہا کرتے ہیں

آگے آپ کو دعا کی تعلیم ہے اگر بمقتضائے بشریت ان کی باتوں پر آپ کو غصہ آ جائے۔

وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزِ الشَّيْطٰنِ ۹۷

اور آپ یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں

آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے

جو کسی ایسے امر کی طرف پہنچا دیں جو خلاف مصلحت ہو گو خلاف شریعت نہ ہو کیونکہ شیاطین انبیاء سے خلاف شریعت کام نہیں کر سکتے اور وسوسہ کی تحقیق سورۃ اعراف کے اخیر میں گزر چکی ہے اس کے ذیل میں اس کے متعلق ایک ضروری فائدہ مرقوم ہو چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

رابطہ: اوپر آیت والیہ تحشرون میں صراحۃً اور تمام آیات عذاب میں دلالت قیامت کا ثبات ہے آگے قریب ختم سورت تک بطور تفصیل و تمہیم کے اسی کا اور اس کے احوال و واقعات کا ذکر ہے۔

وَاعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۹۸ حَتّٰی

اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی

اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ

آویں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر (پر موت آ (کھڑی ہو) تی ہے

اَرْجِعُوْنَ ۹۹

اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے

حتیٰ اذا جاء تا رب ارجعون یعنی جب کافر کو موت کے وقت آخرت کا معائنہ ہونے لگتا ہے اس وقت آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنے جہل و کفر پر نادام و پشیمان ہو کر کہتا ہے کہ اے رب مجھ سے موت کو نال دیجئے۔

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿۱۰۴﴾

جہنم کی (آگ جھلکتی ہوگی اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے

جس کی تفسیر حدیث و مرفوع میں یہ آئی ہے کہ اوپر کا ہونٹ سکر کر منہ کے نیچے تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک آ جائے گا۔ اور اس ہیئت کے لئے دانتوں کا کھلنا لازمی ہے۔

أَلَمْ تَكُنْ أَيْتًى تَتْلَىٰ عَلَيْهِمْ فَاكُنْتُمْ بِهَا

کیوں کیا تم کو میری آیتیں (دنیا میں) پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم

تُكذِّبُونَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا

ان کو جھٹلایا کرتے تھے (یہ اس کی سزا مل رہی ہے) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے

شَقَوْتَنَا

رب واقعی اپنے ہاتھوں ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا

اپنے ہاتھوں کی قید اس لئے ظاہر کی گئی کہ بدبختی کا جو اثر عذاب ہے وہ انسان کے اختیار سے وابستہ ہے اور مسئلہ اختیار پر دلائل عقلیہ و نقلیہ بکثرت قائم ہیں۔

وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿۱۰۶﴾

اور (بیشک) ہم گمراہ لوگ تھے

اقرار اس غرض سے کیا گیا کہ بعض اوقات اقرار پر معافی مرتب ہو جاتی ہے۔ پس جرم کا اقرار اور اس پر ندامت و معذرت کا اظہار کر کے آگے درخواست نجات کی کرتے ہیں۔

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا

اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم) سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا)

ظَلَمُونَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَؤْا فِيهَا وَلَا

کریں تو ہم بیشک پورے قصور وار ہیں ارشاد ہوگا کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے

تُكَلِّمُونَ ﴿۱۰۸﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ

پڑے رہا اور مجھ سے بات مت کرو میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے)

عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

عرض کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے

سب اجنبی ہو جائیں گے اور انساب کی نفی سے مراد یہ ہے کہ نسب کام نہ آئیں گے یہ مراد نہیں کہ نسب باقی نہ رہے گا اسی طرح سوال کی نفی سے بھی یہ مراد نہیں کہ سوال اور بات چیت نہ ہوگی کیونکہ فاقبل بعضهم علی بعض يتساءلون سے سوال کا ثبوت ہوتا ہے اور یہ سب انساب اور سوال کا نافع نہ ہونا کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدوا الا المتقين سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی دوستی اور تعلقات نافع ہوں گے مگر اہل ایمان کے لئے نسب کے نافع ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ عرفی شرافت نافع ہوگی بلکہ جو شخص شرعاً شریف ہو یعنی مومن ہو اور عند اللہ مقبول ہو اس کے ساتھ ولدیت کی نسبت اس کی اولاد کو نافع ہوگی گو عرفاً وہ شخص کم قوم ہو لقولہ تعالیٰ والذین امنوا واتبعتهم ذریعتهم بایمان الحقناہم ذریعتهم الخ غرض نہ رشتہ ناط کام آئے گا نہ دوستی اور تعارف بس وہاں کام کی چیز ایک ایمان ہے جس کی عام شناخت کے لئے کہ سب پر ظاہر ہو جاوے ایک ترازو کھڑی کی جاوے گی اور اعمال و عقائد کا وزن ہوگا۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

سو جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب

الْفٰلِحُونَ ﴿۱۰۹﴾

(یعنی ناجی) ہوں گے

اور یہ مصائب مذکورہ یعنی ایمان لانے کے لئے دنیا میں واپسی کی تمنا اور انساب و تعلقات اور بات چیت کا نافع نہ ہونا ان کے لئے نہیں لقولہ تعالیٰ لا یحزنہم الفزع الاکبر الخ ہاں بعض گنہگار مسلمانوں سے بعض اعمال کے لئے واپسی کی تمنا صاوری ہوگی لقولہ تعالیٰ وانفقوا مما رزقکم من قبل ان یاتئ احدکم الموت فیقول الخ اور ترقی درجات کی طمع سے رجعت کی تمنا بعض مقبول بندوں سے بھی ہو سکتی ہے جیسا حدیث میں شہداء کی تمنا مذکور ہے لیکن ایمان لانے کے لئے واپسی کی تمنا صرف کفار کو ہوگی۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿۱۱۰﴾

نے اپنا نقصان کر لیا اور جہنم میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے ان کے چہروں کو (اس

قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِّ

رہے ہو گے وہ جواب دیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے

الْعَادِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

ہوں گے اور سچ یہ ہے کہ ہم کو یا نہیں (سو گئے والوں سے پوچھ لیجئے)

یعنی فرشتوں سے جو اعمال اور عمر وغیرہ کا حساب کرتے تھے کیونکہ وہاں کے ہول و ہیبت سے ان کے ہوش و حواس گم ہو چکے ہوں گے اس لئے برس کیسے وہ تو ساری مدت کو ایک دن سے بھی کم سمجھیں گے۔

قُلْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ثَوَّاءُكُمْ

ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم

كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۱۴﴾

(یہ بات دنیا میں) سمجھتے ہوئے

کہ دنیا کی بقاء ناقابل اعتبار ہے اور اس کے سوا اور کوئی دارالقرار ہے مگر وہاں تو بقا کو دنیا ہی میں منحصر سمجھا اور آخرت کی نفی کرتے رہے اب جو غلطی واضح ہوئی اور صحیح سمجھے تو بیکار آگے پھر اس اعتقاد پر دھمکی ہے جو بطور خلاصہ مضمون کے ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنبَا خَلْقِكُمْ عَبَثًا وَأَنْكُمْ

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا

إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾

کر دیا ہے اور یا (خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے

مطلب یہ کہ جب ہم نے آیات و کتب میں جن کا سچا ہونا سچ دلائل سے ثابت ہے قیامت اور قیامت میں جزاء و سزا کی خبر دی تھی تو معلوم ہو گیا تھا کہ تمہاری پیدائش کی حکمتوں میں سے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے سو اس کا منکر ہونا کتنا بڑا جرم تھا اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اگر حق تعالیٰ جزاء و سزا نہ مقرر فرماتے تو مکلف کا پیدا ہونا عبث ہوتا اور فعل عبث خدا سے محال ہے تو جزاء و سزا خدا کے ذمہ عقلاً واجب ہے حالانکہ اہل حق کے نزدیک خدا کے ذمہ عقلاً کوئی چیز واجب نہیں جواب ظاہر ہے کہ اگر جزاء و سزا نہ ہوتی تب بھی پیدا کرنا عبث نہ ہوتا کیونکہ حکمت کوئی اسی میں منحصر نہیں۔

رابطہ: اوپر تمام سورت میں جو مضامین مذکور ہوئے ہیں خاتمہ سورت میں ان پر ایک تفریع بطور نتیجہ اور خلاصہ کے ارشاد فرماتے ہیں اور فتعالیٰ پر

وَأَرْحَمَنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿۱۱۶﴾

اور ہم پر رحمت فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے

فَاتَّخَذْتَهُمْ سَخِرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوْكُمْ

ہیں سو تم نے ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں تک (اس کا مشغلہ کیا) کہ اس مشغلہ

ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿۱۱۷﴾

نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے

سو ان کا تو کچھ نہ بگڑا چند روزہ کلفت تھی کہ صبر کرنا پڑا نتیجہ یہ ملا کہ (آگے ترجمہ پڑھو)

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَلَا أَنَّهُمْ

میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا کہ

هُمْ الْفَآئِزُونَ ﴿۱۱۸﴾

وہی کامیاب ہوئے

اور تم اس ناکامی میں گرفتار ہوئے مطلب جواب کا یہ ہوا کہ تمہارا قصور اس قابل نہیں کہ سزا کے وقت اقرار کرنے سے معاف کر دیا جائے کیونکہ تم نے ایسا معاملہ کیا جس سے ہمارے حقوق کو بھی تلف کیا اور بندوں کے حقوق کو بھی اور بندے بھی کیسے ہمارے مقبول و محبوب کیونکہ ان سے مسخرہ پن کرنے میں ان کی ایذا تھی جو کہ حق العبد ضائع کرنا ہے پس اس کی سزا کے لئے عذاب دائمی اور سخت ہی مناسب ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ آخرت میں تو حقیقت منکشف ہو جائے گی تو دنیا کی طرف رجعت کا محال ہونا بھی معلوم ہو جائے گا پھر اس کی تمنا کیسے ہوگی جواب یہ ہے کہ یا تو تمنا طبعی ہے یا یوں کہا جاوے کہ اس جواب ہی سے یہ حقیقت منکشف ہوئی یا یہ کہا جاوے کہ جو حقائق شرعاً بالذات مقصود ہیں جیسے توحید و رسالت و معاد و جنت وغیرہ ان کا انکشاف ضروری ہے سب کا انکشاف ضروری نہیں مثل حقائق مقصود بالغیر کے اور مسلمانوں کو کامیابی کی جزاء دینا بھی کفار کے لئے فی الجملہ سزا ہے کیونکہ دشمن کی راحت سے روحانی تکلیف ہوتی ہے یہ تو ان کی درخواستوں کا جواب ہو گیا آگے تنبیہ ہے ان کے اعتقاد اور مشرب کے باطل ہونے پر تاکہ ذلت برزالت اور حسرت پر حسرت ہونے سے سزا میں اور شدت ہو

قُلْ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿۱۱۹﴾

ارشاد ہوگا کہ (اچھا یہ بتلاؤ) کہ تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر

حرف فاء کا آنا تفریع کے قصد کا قرینہ ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ عبادت کے حکم سے حق تعالیٰ کا معبود اور بادشاہ ہونا اور آثار قدرت سے جو کہ توحید کے دلائل ہیں اس کا واحد اور شرک سے منزہ ہونا ثابت ہے اور یہی حاصل ہے۔ فتعالیٰ اللہ الملک الحق لا الہ الا هو کا اور انبیاء کے بھیجنے سے بھی اس کا بادشاہ اور فرمانروا ہونا اسی طرح قیامت اور جزا و سزا کے بیان سے بھی اس کا صاحب حکومت ہونا اسی طرح مکذبین کی ہلاکت کے قصوں سے اور کفار کے احوال کی مذمت سے ان کا دار و گیر کے قابل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی مدلول ہے فالنما حسابہ کا دار جو ذات ان صفات کمال و جلال کے ساتھ موصوف ہو وہ اس قابل ہے کہ اس کو اپنا قبلہ حاجات بنایا جائے یہ بھی ظاہر ہے چنانچہ بالکل آخر کی آیت و قل رب اغفر الخ کے مضمون میں اسی کو ظاہر کیا گیا ہے اور شروع سورت میں قد افلح المومنون میں مومنین کے لئے فلاح ثابت کی گئی ہے اور خاتمہ میں کافروں سے فلاح کی نفی کی گئی ہے۔ انہ لا یفلح الکفرون ان دونوں میں عجیب مقابلہ ہے۔

فَتَعْلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا

سو (اس سے کامل طور پر ثابت ہو گیا کہ) اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ)

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝ وَمَنْ

عرش عظیم کا مالک ہے اور جو شخص (اس امر پر دلیل قائم ہونے کے بعد) اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس (کے معبود ہونے) پر اس

يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ

کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہوگا (جس

لَهُ بِهِ لَا فِتْنًا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط

کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ) یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی (بلکہ ابدالاً بامعذب

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝ وَقُلْ

رہیں گے) اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں)

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ۝

معاف کر اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

فعلى الله تاخير الرحمين مع الله کی قید واقعی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کو بھی مانتے تھے دوسرے اس سے ان لوگوں کا حال بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا جو

خدا کے بالکل ہی منکر ہیں کیونکہ جب خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کفر ہے تو خدا کا بالکل انکار کرنا کیسے کفر نہ ہوگا اور لا برہان لہ کی قید بھی اتفاقی ہے کیونکہ خدا کے سوا کسی کی خدائی پر کوئی دلیل نہیں بلکہ ہر غیر کے معبود نہ ہونے پر دلیل قائم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت و رحمت مانگنا یہ آپ کے درجہ کے موافق ہے پس اس سے حضور کی نسبت گناہوں کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

سورہ النور مدنیہ و ہی ثنتان او اربع و ستون

ایۃ کذا فی البیضاوی

رابطہ: اوپر کی سورت کے آخر میں افحسبتم انما الخ سے مفہوم ہوا تھا کہ انسان کے پیدا کرنے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ اس کو احکام کا مکلف کیا جائے اور آخرت میں اس کی اطاعت یا مخالفت پر جزاء و سزا ملے اس سورت میں بعض احکام کی تفصیل سے دوسرے پہلی سورت کے شروع میں والذین ہم لفرو جہم حفظون فرمایا ہے اس سورت میں اکثر احکام عفت کے متعلق مذکور ہیں اس طور پر اس کو پہلی سورت کے اول و آخر دونوں سے ربط ہو گیا۔

(۲۴) سُورَةُ النُّورِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۲)

سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں چونتیس آیتیں ہیں اور نور کو رح ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا

یہ ایک سورت ہے جس کے (الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس (کے معنی یعنی احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے

بسم الله الرحمن الرحيم سورة انزلناها تا تذکرون عام اس سے کہ بعض احکام فرض ہوں اور بعض مستحب ہوں جیسا کہ غلام کو مکاتب کرنے کا جو آئندہ حکم آئے گا وہ امر استحباب کے واسطے ہے۔

وَأَنْزَلْنَاهَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ

اور ہم نے اس (سورت) میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں

تَذَكَّرُونَ ۝

تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو

یہ آیت اس سورہ کے تمام مضامین کی اجمالی تمہید ہے اس میں سورہ کے الفاظ اور معانی و احکام کو اپنی طرف منسوب فرما کر پھر ان سب کی غایت بیان

وَحَرَّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

کے اور یہ (یعنی ایسا نکاح) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے حاصل یہ کہ زنا نہایت رسوا کرنے والی حرکت ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ

اور جو لوگ (زنا) کی تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو جن کا زانیہ ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَوْ هُمُ

اور پھر چار گواہ (اپنے دعویٰ پر) نہ لائیں تو ایسے لوگوں کو اسی درجے لگاؤ اور

ثَمَنَيْنِ جُلْدَةٍ وَلَا تُقْبَلُ لَهُمْ

ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو (یہ دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہ لوگ

شَهَادَةٌ أَبَدًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

(آخرت میں بھی مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ) فاسق ہیں کہ یہ بھی حد کا تہمہ ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا

لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کر لیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کر لیں

یعنی جس پر تہمت لگائی ہے اس سے بھی معاف کر لیں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سو (اس حالت میں) اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے یعنی عذاب آخرت سے بچا لیا جائے گا

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ

اور جو لوگ اپنی (منکوحہ) بیویوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس

لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

بجز اپنے (ہی دعویٰ کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جن کو عدد میں چار ہونا چاہئے)

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ لَا إِلَهَ

تو ان کی شہادت (جو کہ دفع جس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار بار اللہ کی

فرما کر ان احکام پر عمل کرنے کا نہایت مہتمم بالشان ہونا بتلادیا اور شاید یہ خاص اہتمام اس لئے فرمایا گیا ہو کہ اس میں کثرت سے احکام عورتوں کے متعلق ہیں جو اکثر مشکل ہوتے ہیں اور آیات کے واضح ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو معانی الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں ان پر یہ آیتیں صاف دلالت کرتی ہیں اور یہ مراد نہیں کہ ان سے استدلال کرنے کے تمام طریقے واضح ہیں کیونکہ دوسرے طریقے استدلال کے ائمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہیں واللہ اعلم رابطہ: اجمالی تمہید کے بعد احکام کی تفصیل ہے جو مختلف قسم کے ہیں۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو ان میں ہر ایک کے

مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا

سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں

رَافَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ

ذرا رحم نہ آنا چاہئے

الزانية والزانی تا من المومنین یہ سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد عاقل بالغ ہوں اور نکاح کئے ہوئے نہ ہوں۔ کہ رحم کھا کر چھوڑ دو یا سزا میں کمی کر دو۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو

جس دن عمل نہ کرنے والوں کو سزا ملے گی۔

وَلَيْشَهِدْ عَذَابُهَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور دونوں کو سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر ہونا چاہئے

تا کہ عبرت ہو۔

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ۖ

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے

کیونکہ اس کا مقصود ازالہ خواہش ہے جائز ناجائز سے اس کو کیا بحث۔

وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۖ

اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک

میں تفریق کر دے گو دونوں رضا مند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کر دی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے پھر اس سے کبھی نکاح جائز نہیں البتہ اگر یہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اور پھر نکاح جائز ہو جاوے گا ۱۲ منہ۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ

اور (اے مرد و عورتو) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے (کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے ہیں)

توضیح اس کی یہ ہے کہ اگر یہ حکم مشروع نہ ہوتا تو پہلی آیت کے موافق شوہر پر حد قذف واجب ہوتی یا وہ ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا رہتا اور ظاہر نہ کرتا کیونکہ ممکن ہے وہ سچا ہو بخلاف غیر شوہر کے کہ اس کو اظہار کی ایسی ضرورت نہیں اس لئے اس کے قانون میں ان امور کی رعایت ضرور نہیں پھر اگر محض خاوند کی قسم پر زنا کا ثبوت ہو جاتا تو عورت کا بڑا ضرر تھا کیونکہ ممکن ہے وہی سچی ہو اسی طرح عورت کی قسموں سے اگر وہ یقیناً بری سمجھی جاتی اور مرد پر حد قذف واجب ہوتی تو مرد کا نقصان تھا کیونکہ ممکن ہے وہی سچا ہو پس ایسے طور پر یہ حکم مقرر ہوا کہ سب کی رعایت ہے اور یہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت و حکمت کا اثر ہے اب رہا یہ کہ مرد یا عورت کو ایسی قسمیں کھانا جائز ہیں یا نہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص شرعی دلیل کی رو سے یقیناً سچا ہو اس کو جائز ہے مثلاً مرد نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا یا تین چار سال تک صحبت نہیں کی تھی اور پھر بچہ ہوا تو زنا ثابت کرنا اور بچہ کی اپنے سے نفی کرنا اور اس پر قسم کھانا سب جائز ہے اسی طرح عورت کو اپنا حال پورا معلوم ہو سکتا ہے اور چونکہ عورتیں لعنت کا استعمال زیادہ کرتی ہیں اس لئے ان کی جانب میں لفظ غضب مقرر کیا گیا ہے۔ ان الذین جاءوا بالافک تارزق کریم۔

وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) حکمت والا ہے (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے)

اول قصہ کا خلاصہ لکھا جاتا ہے صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق سے جو ۶ھ میں ہوا تھا واپس تشریف لا رہے تھے حضرت عائشہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں ایک روز ایک منزل میں مقام ہوا اور کوچ سے ذرا پہلے حضرت صدیقہ قضاۃ حاجت کے لئے جنگل کی طرف گئیں وہاں اتفاقاً آپ کو دیر لگی بوجہ ہارٹوٹ جانے کے یہاں کوچ ہو گیا اونٹ والوں کو ہودج اٹھاتے ہوئے بوجہ عائشہ کے ہلکی پھلکی ہونے کے کچھ شبہ نہ ہوا غرض یہ لوٹ کر آئیں تو چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ رہیں۔

لِمَنِ الصِّدْقَيْنِ ۝ وَالْخَاصَّةُ ۝

قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بیشک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا

لَعْنَتَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَذِبِينَ ۝

کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور (اس کے بعد)

وَيَذَرُهَا عَنِ الْعَذَابِ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعُ

اس عورت سے سزا (ئے جس یا حد زنا) اس طرح مل سکتی ہے کہ

شَهَادَتٍ بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِمَنِ الْكَذِبِينَ ۝

وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بیشک یہ مرد جھوٹا ہے

وَالْخَاصَّةُ ۝ أَنْ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ

اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب

مِنَ الصِّدْقَيْنِ ۝

ہو اگر یہ سچا ہو

اس طرح سے دونوں سزا سے بچ جائیں گے البتہ وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی اس طرح سے کہلوانے کو لعان کہتے ہیں اور لعان خاص اس صورت میں ہوتا ہے جب شوہر اپنی عورت کو تہمت زنا کی لگا دے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے اور مقدمہ مطالبہ موجب قذف کا کرے پس غیر منکوحہ عورت کو تہمت لگانے سے اگر چار گواہ نہ لاسکے تو حد قذف واجب ہے جس کا حکم اس سے اوپر گزرا ہے اور منکوحہ عورت کو تہمت لگانے سے اول اس سے چار گواہ مانگے جاویں گے اگر گواہ پیش کر دے تو عورت پر حد زنا جاری ہوگی اور اگر گواہ نہ لاسکے تو مرد سے کہا جاوے گا کہ یہ الفاظ مذکور کہے اگر وہ نہ کہے تو اس کو قید کر دیں گے اور دھمکائیں گے کہ یا تو اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لے یا لعان کرے اگر جھوٹ ہونے کا اقرار کر لیا تو حد قذف کی لگائی جائے گی اور اگر ان الفاظ کے کہنے پر راضی ہو گیا تو یہ الفاظ اس سے کہلوائے جائیں گے اس کے بعد عورت سے بعد والے الفاظ کہلوائیں گے اور اگر وہ انکار کرے گی تو اس کو قید کر دیں گے کہ یا تو مرد کی تصدیق کرے اور یا وہ الفاظ کہے اگر اس نے مرد کی تصدیق کر دی تو اس پر حد زنا جاری ہوگی اور اگر ان الفاظ کے کہنے پر راضی ہو گئی تو وہ الفاظ اس سے کہلوائیں گے اور جب لعان سے فرصت ہو جائے تو اس عورت سے صحبت اور دوائی سب حرام ہو جاتے ہیں (کذابی الروح) پھر اگر اس کو طلاق دے دی تو فہماور نہ قاضی ان

یعنی حضرت صدیقہؓ اور ان صحابی کے ساتھ

خَيْرًا لَّوَقَالُوا هَذَا اِفْكٌ مُّبِينٌ ۱۲

نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے

چنانچہ حضرت ابوالیوب اور ان کی زوجہ نے یہی فرمایا تھا درمنثور میں ان کا قول نقل کیا ہے اس میں تہمت لگانے والوں کے ساتھ سکوت کرنے والوں اور شک کرنے والوں پر بھی ملامت ہے جن میں اور مومنین اور مومنات بھی داخل ہو گئے۔

لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ

(آگے اس حسن ظن اور افک کے وجہ ارشاد ہے کہ یہ (قاذف) لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے

جو کہ زنا ثابت کرنے کے لئے شرط ہے۔

فَاِذْ لَّمْ يَأْتُواْ بِالشُّهَدَاءِ فَأُوبِلِكْ عِنْدَ اللّٰهِ

سو جس صورت میں یہ لوگ (موافق قاعدہ کے) گواہ نہیں لائے تو

هُمُ الْكَذِبُوْنَ ۝۱۳

بس اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں

یعنی حق تعالیٰ کے قانون کے اعتبار سے یہ لوگ جھوٹے ہیں کیونکہ اصلی حالت تو ہر مسلمان کی یہی ہے کہ وہ زنا سے پاک ہوتا ہے تو جب تک کوئی یقینی دلیل اس کے خلاف نہ ہو اسی کا یقین شرعاً واجب ہے کیونکہ قاعدہ شریعہ ہے۔ یقین لا یزول بالشک اس تقریر سے یہ شبہ جاتا رہا کہ چار گواہ نہ لانے سے تہمت لگانے والے کا جھوٹا ہونا اور مہتمم کا یقیناً منزه ہونا کیونکہ لازم آ گیا جواب یہ ہے کہ شرعی قانون سے لازم آ گیا گو واقع میں کچھ ہی ہو اس کی کسی کو کیا خبر ہے تو جب تک شرعی ثبوت نہ ہو اس وقت تک مسلمان کی برأت کا یقین ہی واجب ہے پس اس بناء پر حضرت صدیقہؓ کی برأت کا یقین ہے اور تہمت کے مقابلہ میں اس یقین کا اعلان واجب تھا اور جاننا چاہئے کہ یقین کے دو معنی ہیں ایک یقین شرعی جس کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کے خلاف پر کوئی دلیل نہ ہو ایک یقین اصطلاحی جس کے لئے جانب مخالف کے غلط ہونے پر دلیل قائم ہونے کی ضرورت ہے یقین شرعی کے ساتھ تردد اور وہم جمع ہو سکتا ہے اور یقین اصطلاحی میں احتمال کی اصلاً گنجائش نہیں ہوتی اس واقعہ تہمت میں آیات کے نزول سے پہلے بھی چونکہ اس اتہام پر کوئی دلیل نہ تھی اس وقت براءت و نزہت کا یقین شرعی واجب تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن ظن سے تعبیر فرمایا ہے

حضرت صفوان بن معطلؓ گری پڑی چیز کی حفاظت کی غرض سے قافلہ سے پیچھے فاصلہ پر رہا کرتے تھے جب یہ آئے اور ان کو لیٹے ہوئے دیکھا تو غایت افسوس سے ان اللہ پڑھا الحاصل وہ اپنے اوٹ پر سوار کر کے اور خود تکمیل پکڑ کر چلے اور ان کو قافلہ میں پہنچا دیا عبد اللہ بن ابی بڑا خبیث تھا اس نے وہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے مسلمانوں کو اس تہمت میں پھانس لیا جیسے حضرت حسانؓ و مسطحؓ مردوں میں اور حضرت حمہ عورتوں میں ایک ماہ کے بعد یہ آیت حضرت عائشہؓ کی براءت میں نازل ہوئیں آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد قذف جاری کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ

جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے (اے مسلمانو) وہ تم میں کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے

یعنی رنج نہ کرو یہ بات غلط ہے اور اصل ناقل بھی کل چار ہی ہیں۔

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ

تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برائہ سمجھو بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے

اگرچہ ظاہر اعم کی بات ہے۔

لِكُلِّ اَمْرِیٍّ مِّنْهُمْ مَّا اَكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ

ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس

وَالَّذِيْ تَوَلّٰی كِبْرَهُ مِنْهُمْ

نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا

کہ اس بہتان کو اول اختراع کیا یعنی عبد اللہ بن ابی منافق ۱۲

لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱

اس کو سخت سزا ہوگی

مراد اس سے جہنم ہے۔

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ

آگے ان قاذفین مومنین کو نا صحا نہ ملامت ہے (جب تم لوگوں نے یہ بات سنی

وَالْمُؤْمِنَاتُ بَاْنِفُسِهِنَّ

تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان

کہ پاک دامن اور پھر رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ پر ایسا برا اتہام لگایا۔

وَتَحْسِبُونَهُ هِينًا ۖ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾

اور تم اس کو ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ

بہت بھاری بات تھی اور تم نے جب اس (بات) کو (اول) سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا

تَتَكَلَّمُ بِهَذَا أَفَسَبِّحُكَ هَذَا ابْهَتَانِ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾

کہ مجھ کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے

جیسا کہ بعض صحابہ نے اسی طرح کہا تھا۔

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ

اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾

تم ایمان والے ہو

کہ ایسی حرکات کرنا ایمان کے مقتضی کے خلاف ہے۔

وَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے

جن میں نصیحت و حد قذف اور قبولِ توبہ سب داخل ہے۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۸﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے

یہاں تک ان لوگوں کا ذکر تھا جو نزولِ برأت سے پہلے تذکرہ کرتے

تھے آگے ان کا ذکر ہے جو نزولِ برأت کے بعد بھی باز نہ آویں اور ظاہر

ہے کہ ایسا شخص بے ایمان ہی ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ

جو لوگ (بعد نزولِ آیات کے بھی) چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا

فِي الَّذِينَ آمَنُوا

مسلمانوں میں چرچا ہو

یعنی اس بات کی عملی کوشش کرتے ہیں کہ یہ بات شائع ہو کہ

اور یہی یقین ہے جس کا ایسے امور میں بندہ کو مکلف بنایا گیا ہے البتہ نزولِ آیات کے بعد چونکہ اس اتہام کے غلط ہونے پر دلیل قطعی بھی قائم ہوگئی اس وقت یقین اصطلاحی کا بھی مکلف بنایا گیا پس اب احتمال مرجوح یعنی وہم بھی کفر ہے اس تقریر سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد تھا چنانچہ حضرت صدیقہؓ سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی لغزش ہوگئی ہو تو توبہ کر لینا چاہئے رواہ البخاری اور آیت سے یقین برأت کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے پھر تردد میں لازم آتا ہے کہ نبی معصوم نے واجب کو ترک کیا سو جواب ظاہر ہے کہ یہ تردد یقین شرعی کے منافی نہیں چنانچہ اس یقین کو آپ نے ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا۔ ما علمت علی اہلی الاخیرا رواہ البخاری میں اپنے اہل کی نسبت بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا البتہ تردد ہونا یقین اصطلاحی کے منافی ہے سو اس کا وجوب نزولِ آیات سے پہلے نہ ہوا تھا بلکہ بعد نزولِ آیات کے ہوا اور اس واقعہ میں تو متہم کرنے والے واقع میں بھی کاذب تھے اور نہ کوئی معائنہ کا مدعی تھا اور اگر کسی جگہ کوئی شخص معائنہ کر لے اور گواہ نہ لاسکے تو اس کا عند اللہ جھوٹا ہونا بایں معنی ہے کہ اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاوے گا جو جھوٹے کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی اس پر حد قذف جاری کرنے کا حکم ہے آگے اس اتہام میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے ساتھ اپنی رحمت بیان فرماتے ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں

وَالْآخِرَةِ لَهَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ

اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت

عَظِيمٌ ﴿۱۹﴾

عذاب واقع ہوتا

جیسا عبد اللہ بن ابی کو بوجہ توبہ نہ کرنے کے ہوگا۔ اور اس کا غلط ہونا

فلو لنک عند اللہ الخ سے معلوم ہو چکا۔

إِذْ تَلْقَوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ

جب کہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے

مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ

منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں

مسلمانوں میں بے حیائی کی یہ بات ہے خلاصہ یہ کہ جو لوگ ان مقدس حضرات کی طرف زنا کی نسبت کرتے ہیں (آگے ترجمہ)

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے

دنیا میں تو حد قذف جس کے مستحق ایسے لوگ ہمیشہ ہیں اور کبھی اس کا وقوع بھی ہو جاتا ہے جب کہ سب شرائط پائے جائیں اور کبھی بعض عوارض سے وقوع نہیں ہوتا مجملہ ان کے حنفیہ کے نزدیک یہ صورت بھی ہے کہ حد قذف کے بعد پھر اسی شخص کو پہلے کی تہمت لگا دی جائے تو دوبارہ حد نہیں لگتی اور آخرت میں عذاب جہنم کا استحقاق اور وقوع دونوں یقینی ہیں کیونکہ نص قطعی سے برأت ہو جانے کے بعد اس کے خلاف زبان سے بات نکالنا کفر ہے اور اگر زبان سے نہ کہے تو صرف اعتقاد پر بھی عذاب آخرت مرتب ہوگا گود دنیا میں ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے حد سے بچ جاوے

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا

اور (اس امر پر سزا کا تعجب مت کرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور

تَعْلَمُونَ ۱۹

تم نہیں جانتے

یعنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کون معصیت کس درجہ کی ہے اور تم اس کی حقیقت پوری نہیں جانتے آگے توبہ کرنے والے مومنین پر احسان ظاہر فرماتے ہیں کہ وہ اس وعید سے محفوظ رہے۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ

اور (اے تائبین) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل و کرم ہے (جس سے تم کو توفیق

اللَّهُ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۲۰

توبہ کی دی) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیع بڑا رحیم ہے (تو تم بھی اس وعید سے نہ بچتے)

آگے مسلمانوں کو بلا تخصیص اس معصیت مذکورہ کے تمام گناہوں سے بچنے کا حکم اور توبہ سے پاکی حاصل ہونے کی تصریح مع اپنے احسان کے ارشاد فرماتے ہیں اور احسان کا مضمون اہتمام کے لئے مختلف عنوانات سے مکرر لایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتِ

اے ایمان والو! تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو (یعنی اس کے اغوا پر عمل

الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ

مت کرو) اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو (ہمیشہ ہر شخص کو)

يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط

بے حیائی اور نامعقولی کا کام کرنے کو کہے گا

جیسا کہ اس واقعہ تہمت میں تم نے دیکھ لیا۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی (توبہ کر کے)

مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا لَا

پاک و صاف نہ ہوتا

یا تو توبہ کی توفیق ہی نہ ہوتی جیسا کہ منافقین کو نہ ہوتی اور یا تو یہ قبول نہ کی جاتی کیونکہ ہم پر کوئی قبول کرنا واجب تو ہے نہیں پس شیطان کے قدم بقدم چل چکے اور گناہ سمیٹ لینے کے بعد اس کے وبال اور نقصان سے جو کہ ثابت ہوئی چکا تھا نجات دے دینا بھی ہمارا ہی فضل تھا۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ ط

لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق دے کر) پاک و صاف کر دیتا ہے اور توبہ کے بعد اپنے فضل سے قبول کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۲۱

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے

پس تمہاری توبہ سن لی اور تمہاری ندامت جان لی اس لئے فضل فرمایا آگے اس کا بیان ہے کہ آیات براءت نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ نے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ بھی ہیں شدت غیظ میں یہ قسم کھائی تھی کہ جس نے یہ چرچا کیا ہے جن میں بعض جاہل بھی تھے ان کو آئندہ کسی قسم کی مالی امداد نہ دیں گے اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف کر دینے اور امداد جاری کرنے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَا يَأْتِلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ

اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی (اور دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل

يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ

قرباوت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ

قسم نہ کھائیں

مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے مقتضایہ جسے نہ رہیں بلکہ توڑ ڈالیں ورنہ قسم تو ہو ہی چکی تھی یعنی ان صفات کا مقتضایہ ہے کہ ایسے لوگوں کی امداد کی جائے بالخصوص وہ جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں جیسے حضرت مسیح کہ وہ حضرت ابوبکر کے نزدیک کے رشتہ دار بھی تھے اور مسکین بھی اور مہاجر بھی آگے اللہ تعالیٰ اور زیادہ رغبت دلاتے ہیں۔

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ

اور چاہئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ

اللَّهُ لَكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے

سو تم بھی اپنے قصور والوں کو معاف کر دو ۱۲۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۲۴) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ

بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے (آگے منافقین کے وعید کی تفصیل ہے) جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں

الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْهُؤُمِثِ

(کے کرنے) سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں

اور جن کی براءت قرآن سے ثابت ہو چکی ہے اور صیغہ جمع اس لئے لایا گیا تاکہ سب ازواج مطہرات کو شامل ہو جائے کیونکہ الطبیات للطیبین سے سب کی طہارت و نظافت ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسی پاکباز مطہرات کو متہم کریں وہ کافر اور منافق ہی ہو سکتے ہیں۔

لُعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے

یعنی خدا کی رحمت خاصہ سے دارین میں بوجہ کفر کے دور ہوں گے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۲۵) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف میں ان کی

السِّتَةِمْ وَأَيُّدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا

زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی (گواہی دیں

يَعْمَلُونَ ۲۶)

گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کیا کرتے تھے

مثلاً زبان کہے گی کہ اس نے میرے ذریعہ سے فلاں کفر کی بات کی اور ہاتھ پاؤں کہیں گے کہ اس نے کفر کی باتیں رائج کرنے میں یوں یوں دوڑ دھوپ کی۔

يَوْمَ يَدْعُؤُنَّ إِلَى اللَّهِ دِينَهُمُ الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ

اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجب بدلہ پورا پورا دے گا اور (اس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہو

أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۲۷)

گا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے

یعنی اب بوجہ کفر کے اس کا پوری طرح اعتقاد نہیں اس روز معلوم ہو جائے گا اور یہ معلوم کر کے نجات سے بالکل مایوس ہو جائیں گے کیونکہ ان کے مناسب فیصلہ دائمی عذاب ہے اور یہ آیتیں توبہ نہ کرنے والوں کے بارے میں ہیں جو کہ نزول آیات کے بعد تہمت کے اعتقاد سے بھی باز نہیں آئے اور توبہ کرنے والوں کو فضل اللہ و رحمة میں مرحوم دارین فرمایا ہے اور توبہ نہ کرنے والوں کو لعنوا میں ملعون دارین فرمایا ہے۔ تائبین کو لمسکم فیما افضتم میں عذاب سے محفوظ بتلایا تھا اور غیر تائبین کو لہم عذاب عظیم اور نیز اس سے پہلے والذي تولى كبره میں بتلایا عذاب بتلایا تائبین کے لئے عفو و رحمت کی بشارت دی اور غیر تائبین کے لئے یوم تشہد اور یوفیہم میں مغفرت نہ ہونے اور فضیحت ہونے کی وعید سنائی۔ تائبین کو ہماز کی منکم میں پاک صاف بتلایا تھا غیر تائبین کو اگلی آیت میں خبیث فرمایا جس میں حضرت صدیقہ کی برأت پر ایک قاعدہ کلیہ سے استدلال کر کے قصہ کو ختم کیا ہے۔

الْخَبِيثَاتِ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ

اور یہ قاعدہ کلیہ ہے (گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں

اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں

ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ بدیہی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز آپ کے لائق اور مناسب ہی دی گئی ہے تو جب آپ سترے ہیں تو اس مقدمہ کے اعتبار سے ضرور آپ کی بی بی بھی ستھری ہیں اور ان کے پاک و منزہ ہونے سے حضرت صفوان صحابی کا بھی منزہ ہونا لازم آگیا اسی لئے آگے ارشاد ہے کہ (آگے ترجمہ)۔

خواہ بطور ملک کے یا بطور عاریت کے یا اجارہ کے۔

حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ط

جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو

یعنی اول سلام کر کے ان سے پوچھو کہ ہم آویں؟ اور ویسے ہی بے اجازت لئے مت گھس جاؤ۔

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ط

یہی تمہارے لئے بہتر ہے

یعنی گواہ اجازت مانگنے کو بعضے آدمی خلاف شان اور موجب ذلت سمجھتے ہیں اور اس لئے اجازت نہ لینے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن واقع میں اجازت لے کر اندر جانا بے پوچھے چلے جانے سے بہتر ہے کیونکہ بے پوچھے چلے جانے میں احتمال ہے ناجائز موقع پر نظر پڑ جانے کا یا گھیر والوں کی کسی ایسی حالت پر مطلع ہونے کا جس پر مطلع ہونا ان کو ناگوار ہے اسی لئے تجسس کی ممانعت ہے اس لئے یہ حکم عام ہو گا اندھوں اور عورتوں سب کے لئے اور اجازت مانگنے میں جو وہی ذلت سمجھی جاتی ہے اس سے یہ مفاسد جو اجازت نہ لینے پر مرتب ہو سکتے ہیں کہیں زائد ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ط فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا ط

(یہ بات تم کو اس لئے بتلائی ہے) تاکہ تم خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو) پھر

أَحَدًا ط

اگر ان گھروں میں تم کو کوئی (آدمی) معلوم نہ ہو

خواہ واقع میں وہاں کوئی ہو یا نہ ہو۔

فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ط

تو (بھی) ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو (مختار اذن کی جانب سے) اجازت نہ دی جائے

کیونکہ اول تو اس میں آدمی کے ہونے کا احتمال ہے تو اوپر جو علت وجوب استیذان کی مذکور ہوئی ہے وہ یہاں بھی محتمل ہے اور اگر یقین بھی ہو جائے کہ اس میں کوئی نہیں اور وہ ہے پرایا گھر تب بھی بے اجازت جانے میں ملک غیر میں بلا اجازت تصرف ہے جو کہ حرام ہے۔

وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكى لَكُمْ ط

اور اگر تم سے (اجازت لینے کے وقت) یہ کہہ دیا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے

وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ط

اور ستمری عورتیں ستمرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستمرے مرد ستمری عورتوں کے

أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ط لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ط

لائق ہوتے ہیں یہاں بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) کہتے پھرتے ہیں ان

وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ط

(حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے

مغفرت ہر ایک کی اس کی حالت کے مناسب ہے پس اب کوئی اشکال نہیں اور اس میں منافقین کے خبث کا بھی بیان ہو گیا اور حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی بی بی کو کافر ہوں مگر خبث یعنی زنا سے پاک تھیں درمنثور میں ابن عباس سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بی بی نے کبھی زنا نہیں کیا اور اس میں راز یہ ہے کہ بی بی کا کافر ہونا موجب نفرت نہیں اور زانیہ ہونا باعث نفرت و عار ہے اور انبیاء علیہم السلام اسباب نفرت سے منزہ ہوتے ہیں اور اس واقعہ میں اگر شبہ ہو کہ حضرت علیؑ نے مشورہ میں حضور سے کہا تھا کہ اگر آپ طلاق دیدیں تو آپ کے لئے عورتیں بہت ہیں جواب یہ ہے کہ ان کو بدگمانی ہرگز نہ تھی بلکہ اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین اور تقویت قلب اور غم ہلکا کرنا مقصود تھا اور تحقیق کی طرف متوجہ کرنا تھا تاکہ براءت خوب ثابت ہو جائے چنانچہ آپ کے یہ الفاظ تھے یا رسول اللہ ان الله لم يضيق عليك والنساء سواها كثير فاستال الجبارية تصدقك رواه البخاری حق تعالیٰ نے آپ کے اوپر تنگی نہیں کی اور عورتیں آپ کے لئے بہت ہیں اور بریرہ باندی سے دریافت کیجئے وہ سچ سچ بیان کریں گے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصود یہی تھا کہ حضور کا غم ہلکا کر کے آپ کو تحقیق کی طرف متوجہ کریں تاکہ براءت ثابت ہو جائے چنانچہ بریرہ سے دریافت کرنے کا مشورہ حضرت علیؑ نے خود ہی دیا یہ واقع میں ثبوت براءت میں اعانت تھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ ط

اے ایمان والو تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں

بُيُوتِكُمْ ط

میں داخل مت ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَاكْتُمُونَ جن میں دوسرے لوگ رہتے ہوں

اور ناجائز نظر سے بچیں

وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

اس میں زنا و لواطت سب داخل ہے

ذَلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ

یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے

کہ زنا یا مقدمہ زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔

إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ مَّا يَصْنَعُونَ ﴿۲۰﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ

بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے

يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

(بھی) کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

جس میں زنا و مساحقت سب داخل ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ

اور اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں

یعنی سر سے پاؤں تک تمام بدن اپنا پوشیدہ رکھیں۔

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبَنَّ بِخِمَرِهِنَّ

مگر جو اس (موقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے

(جس کے ہر وقت چھپانے میں ہرج ہے

یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدم۔

عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا

اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت (کے مواقع مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محارم پر

لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ

یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے

أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ

بیٹوں پر یا اپنے (حقیق علاقائی اور خیانی بھائیوں پر

نہ کہ چچا اور ماموں وغیرہ کی اولاد پر۔

اس سے کہ وہیں جم جاؤ کیونکہ یہ پوری ذلت ہے اور دوسرے شخص کے دل پر گرانی ڈالنا ہے اور ایذا کا حرام ہونا ظاہر ہے اسی طرح بے وجہ ذلیل ہونا بھی برا ہے کیونکہ یہ ذلت واقعی ہے اور بے ضرورت ہے اور اجازت چاہنے میں وہی ذلت ہے نیز اس میں دوسرے کے حقوق کی حفاظت ہے اس لئے دونوں ذلتوں میں فرق ہے۔

وَاللَّهُ يَبْتَئِمُّونَ عَلَيْهِمْ ﴿۲۱﴾

اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (اور اگر خلاف کر دے تو سزا کے مستحق ہو گے

اسی طرح جب تین بار پوچھنے پر اجازت نہ ملے تب بھی لوٹ آنے کا حکم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مُسْكُونَةٍ

تم کو ایسے مکان میں چلے جانے کا گناہ نہ ہو گا جن میں (گھر کے طور پر)

فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ

کوئی نہ رہتا ہو ان میں تمہاری کچھ برت ہو

یہ ان مکانات کا حکم ہے جہاں منافع عامہ متعلق ہیں جیسے مدرسہ خانقاہ سرائے تو وہاں جانے کی بظاہر عام اجازت ہوتی ہے پس جس کو اجازت نہ ہو اس کو ان مکانات میں بھی جانا جائز نہ ہو گا جن میں چوری یا ضرر رسانی کا احتمال و شبہ ہو خلاصہ یہ کہ مکانات کی چار قسمیں ہیں ایک خاص اپنے حصے کا مکان جس میں کسی دوسرے کے آنے کے احتمال ہی نہیں دوسرا وہ گھر جس میں کوئی اور بھی رہتا ہو گو وہ اپنے محرم ہی کیوں نہ ہوں یا کسی غیر کے وہاں آنے کا احتمال ہو تیسرا وہ جس میں اس وقت کسی کے ہونے یا نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو چوتھا وہ جس میں کسی خاص شخص کا سکونت کے طور پر نہ رہنا متعین ہو جیسے سرائے وغیرہ پس قسم اول کا حکم تو یہ ہے کہ اس میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ وجوب استیذان کی جو علت مذکور ہوئی ہے وہاں نہیں پائی جاتی اور دوسری اور تیسری قسم میں استیذان کی ضرورت ہے اور چوتھی قسم میں بھی اجازت لینے کی ضرورت نہیں البتہ اگر کسی کو روک دیا جائے تو جانا جائز نہ ہو گا۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۲۲﴾

اور تم جو کچھ علانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے

پس ظاہر اور باطن میں تقویٰ کی پابندی لازم آتی ہے۔

قُلْ لِلَّهِ مُمِينٌ يَغْضُضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ

آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

أَوْ إِخْوَانِهِنَّ

یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر

نہ کہ چچا زاد اور خالہ زاد بہنوں کی اولاد پر۔

أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ

یا اپنی (حقیقی علاقائی اور اخائی) بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر
زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ کافر عورت کا حکم مثل اجنبی مرد کے ہے۔

أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّبَعِينَ غَيْرِ أُولَى

یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں

الْأَرْبَابَ مِنَ الرِّجَالِ

اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو

یعنی بوجہ حواس درست نہ ہونے کے ان کو عورتوں کی طرف التفات نہ ہوتا ہو پس اس حکم کا مدار حواس درست نہ ہونے پر ہے تو ہر مجنون اور بد حواس کا یہی حکم ہے خواہ وہ کھانے پینے میں طفیلی ہو یا نہ ہو طفیلی کی قید اتفاقی ہے کیونکہ اس وقت وہ طفیلی ایسے ہی ہوتے تھے ابن عباس سے درمنثور میں اس کی یہی تفسیر مذکور ہے کہ مراد ایسے لوگ ہیں جو مغفل اور پاگل نہ ہوں جن کو عورتوں کی طرف التفات اور میلان نہ ہوتا ہو اور جو سمجھ رکھتا ہو اس سے پردہ واجب ہے کہ آخر تو وہ اجنبی مرد ہے خواہ بوڑھا یا خوجہ سرا ہی کیوں نہ ہو۔

أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَتِ

یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے (مراد

النِّسَاءِ

غیر مراہق ہیں)

جو بلوغ کے قریب نہیں پہنچے پس ان سب کے سامنے منہ اور ہاتھوں اور قدموں کے سوا زینت کے مواقع کا ظاہر کرنا بھی جائز ہے اور شوہر کے سامنے کسی جگہ کا بھی چھپانا واجب نہیں اگرچہ خاص بدن کو دیکھنا اچھا نہیں اور شوہر کے باپ میں اس کے حقیقی دادے اور نانے بھی داخل ہیں اس طرح بیٹوں میں پوتے اور بھتیجیوں میں ان کی اولاد اور بھانجیوں میں بھانجیوں کی اولاد بھی داخل ہے اور یہاں عورت کے ماموں اور چچا کا گوز کر نہیں فرمایا مگر حکم ان کا بھی یہی ہے کہ ان سے پردہ نہیں اور محرم وہ رشتہ دار ہے جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے خواہ وہ محرم نسب سے ہو یا سرالی رشتہ سے یا دودھ پینے کی وجہ سے

البتہ بعض فقہانے زمانہ کے فتنہ کو دیکھ کر سرالی رشتہ اور دودھ پینے کی وجہ سے جو محرم ہوں ان کے ساتھ تنہائی میں رہنے بیٹھنے کو منع کیا ہے۔

وَلَا يَضُرُّنَّ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ

اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور

مِنْ زِينَتِهِنَّ

معلوم ہو جائے

یعنی پردہ کا یہاں تک اہتمام رکھیں کہ زیور کی آواز بھی چھپاویں اور اس سے یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جب زیور کی آواز کے چھپانے کا ایسا اہتمام ہے تو خود زیور والی کی آواز کا چھپانا کیونکر نہ اہتمام کے قابل ہوگا جس کے ظاہر کرنے میں فتنہ کا خوف اور غیر مردوں کے میلان کا اندیشہ ہے اور یہ بھی سمجھا گیا کہ جب آواز اس قدر چھپانے کے قابل ہے تو صورت کیوں نہ چھپانے کے قابل ہوگی جو کہ فتنہ کی اصل جڑ ہے ہاں ضرورت کے وقت اجازت ہے جس کا اوپر بیان آچکا ہے اور جس زیور کی آواز پیدا ہو وہ دو قسم کا ہے ایک وہ جو خود بھی بچتا ہو جیسے گھونگر و یا با جادار جہانور اس کا پہننا تو بالکل ممنوع ہے کیونکہ حدیث میں گھنٹی اور با جاسے ممانعت آئی ہے اور آیت میں یہ مراد نہیں دوسری قسم وہ جو خود نہیں بچتا مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہے جیسے چھڑے اور کڑے وغیرہ اس کا پہننا جائز ہے اور اسی کی بابت اس آیت میں حکم ہے کہ پاؤں زور سے نہ رکھیں یعنی پہننا درست ہے مگر ظاہر کرنا بوجہ خوف فتنہ کے درست نہیں باقی مسائل پردہ کے متعلق کتب فقہ میں مذکور ہیں اور رسالہ القول الصواب میں اس کی پوری تحقیق ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ

اور مسلمانو! (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ کے

تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ

سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور تم میں (یعنی احرار میں) جو بے نکاح ہوں

وانکحوا تا من فضله یعنی خواہ وہ لوگ بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت

اور خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو یا وفات یا طلاق سے بے نکاح رہ گئے ہوں ۱۲

وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ

تم ان کا نکاح کرو یا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں

سے جو اس (نکاح کے) لائق ہو

یعنی حقوق نکاح کو ادا کر سکے۔

إِنْ يَكُونُوا

اس کا بھی

نکاح کر دیا کرو اور محض اپنی مصلحت کے خیال سے ان کی مصلحت کو فوت نہ کیا کرو خصوصاً جب کہ غلام لونڈیوں کو نکاح کی ضرورت ہی ہو۔

فَقَرَأَ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ط

اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا پس نہ افلاس کو نکاح سے مانع اور نہ نکاح کو افلاس کا سبب سمجھیں۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۳۲ وَلِيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ

اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو

لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ

نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہئے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں یہاں تک کہ

فَضْلِهِ ط

اللہ تعالیٰ (اگر چاہے) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کر لیں)

یعنی بعد رفع مانع۔

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ

اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتیب ہونے کے خواہاں ہوں تو (بہتر ہے

أَيْهَانُكُمْ فَكَا تَبُوهُمْ

کہ) ان کو مکاتیب بنا دیا کرو

مکاتیب وہ معاہدہ ہے جو درمیان آقا اور غلام کے ہو کہ اس قدر مال ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے۔

إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۝۳۳

اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ

کہ اخلاق شرعیہ کا پابند رہے گا۔

وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ

اور اللہ کے (دیئے ہوئے) اس مال میں سے ان کو بھی دو

یعنی زکوٰۃ وغیرہ سے ان کی امداد کیا کرو۔

الَّذِي أَتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيكُمُ عَلَى

جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (تاکہ جلدی آزاد ہو سکیں) اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں

الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا

کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو (اور بالخصوص) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں

یہ قید اتفاقی ہے یعنی اس صورت میں مجبور کرنا تو پوری بے حیائی ہے چاہئے تو یہ کہ اگر وہ زنا کا قصد کریں تو تم روک دو نہ کہ الٹا وہ بچنا چاہیں اور تم مجبور کرو جاہلیت میں بعض لوگ اس بات کی کمائی کرتے تھے اور عبد اللہ بن ابی منافق نے بھی اپنی دو لونڈیوں کو اس پر مجبور کیا تھا اور وہ اس سے بچنا چاہتی تھیں چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ ان لونڈیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور فحیات کے اصلی معنی جو ان عورتوں کے ہیں پھر باندیوں کے معنی میں مستعمل ہونے لگا یہ قید بھی اتفاقی ہے کیونکہ بوڑھیوں پر کوئی جبر نہیں کرتا تھا ان سے رغبت ہی کسی کو نہیں ہوتی۔

لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط

محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے

ان جبر کرنے والوں کا مقصود مال کرانا ہوا کرتا تھا اس لئے یہ فرما دیا کہ محض ایسی خسیس غرض کے لئے مجبور کرنا بہت ہی برا ہے اور یہ قید بھی اتفاقی ہے ورنہ زنا پر جبر کرنا کسی اور غرض سے بھی جائز نہیں بلکہ یہ بات کہنا بھی جائز نہیں گویا بردستی بھی نہ ہو پس اس تقریر سے سب شبہات دفع ہو گئے۔

وَمَنْ يُكْرِهْمُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ

اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد ان

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۳۴

کے لئے) بخشنے والا مہربان ہے

اور جس زبردستی میں عورت پر مواخذہ نہیں وہ وہ ہے جس میں جان یا عضو ضائع ہونے کا خوف ہو کہ دوسرا قتل کی یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی دیتا ہو اور غالب گمان یہ ہو کہ وہ ایسا کر ہی دے گا اور چونکہ زنا تو اصل میں گناہ ہی ہے گویا جبر کی وجہ سے عورت کے حق میں گناہ نہ رہا اس لئے اصل کا لحاظ کر کے مغفرت اور بخشش کا لفظ لایا گیا ہے ورنہ مغفرت کے لفظ سے گناہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ

(اور وہ قندیل) طاق میں رکھا ہے اور وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے

يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا

جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو اور وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل سے) روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون (کا درخت) ہے جو کسی آڑ کے (نہ

شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ لَا

پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ

ایسے درخت کا تیل نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يَضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

اس کا تیل (اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے کہ) اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب

نُورٌ عَلَى نُورٍ

(تو) نور علی نور ہے

چونکہ اس مثال میں بہ نسبت آفتاب وغیرہ کے زیادہ وضاحت بھی اس لئے اس کو اختیار کیا

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ

اور اللہ تعالیٰ اپنے (اس نور ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے

یعنی مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ

اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے

تاکہ عقلی باتیں آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

آگے ہدایت والوں کا بیان ہے۔

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ لَا

وہ ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے

فائدہ: دس احکام مذکورہ کے متعلق: حکم اول میں زنا کی قباحت ہے دوسرے میں بھی اسی کی تاکید ہے تیسرے میں زنا کی تہمت لگانے کی قباحت ہے چوتھے میں بھی خاص محل کے اعتبار سے تہمت ہی کے احکام ہیں اور قصہ میں ایسی تہمت کی نہایت سختی کے ساتھ مذمت ہے کیونکہ جس پر تہمت لگائی گئی تھی ان کی شان بہت بلند تھی اور چھٹے حکم میں مردوں اور عورتوں کے میل جول کو بالکل بند کیا ہے جو کہ زنا کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ساتویں و آٹھویں میں نکاح کا حکم ہے جو زنا سے مانع ہے اور نواں حکم اگرچہ بظاہر زنا سے تعلق نہیں رکھتا لیکن غور کرنے سے وہ بھی اسی کے متعلق معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں یہ قید مذکور ہے کہ اگر غلام میں بہتری کے آثار معلوم ہوں تو اس کو مکاتب کر دیا جائے اور بہتری نہ ہونے میں آوارگی بھی داخل ہے تو جس میں ایسا احتمال ہو کہ آزاد ہو کر آوارہ ہو جائے گا اس کے لئے غلام رہنا زنا سے مانع ہے اور جس میں یہ احتمال نہ ہو اس کے لئے آزاد ہونا زنا سے مانع ہے کیونکہ وہ آزاد ہو کر نکاح کر لے گا اور غلامی کی حالت میں آقا اپنی خدمت وغیرہ کی مصلحت سے اکثر غلام کو نکاح کی اجازت نہیں دیا کرتا اور دسویں حکم میں صراحت زنا سے روکا ہے پس سب احکام میں تعلق یہ ہوا کہ بے حیائی کے کاموں سے رکنا چاہئے۔

رابطہ: ان احکام کو بیان کر کے اس سورت کے نازل کرنے پر اور بندہ کے نزدیک پورے قرآن کے نازل کرنے پر اپنا احسان بندوں پر ظاہر فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا

اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو

مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

گزرے ہیں ان کی بعض حکایات اور (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے

لِّلْمُتَّقِينَ

نہیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا تِلْكَ آيَاتٍ لِّلْمُتَّقِينَ

اور ہم نے ان کے لئے ایسی ہی آیتیں بھیجی ہیں تاکہ ان کی ہدایت ہو

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا

مراد کل عالم ہے۔

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

اس کے نور ہدایت (کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے) فرض کرو ایک طاق ہے (اور) اس میں ایک چراغ رکھا ہے (اور) وہ چراغ ایک قندیل میں ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اور جو لوگ کافر ہیں

ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قیامت کے قائل ہیں اور اپنے بعض کاموں پر جن کو اچھا سمجھتے ہیں ثواب کی آخرت میں امید رکھتے ہیں دوسرے وہ جو قیامت ہی کے منکر ہیں آگے دونوں کی جدا مثال بیان فرماتے ہیں۔

أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ

ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا

مَاءٌ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ

(آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے

اللَّهُ عِنْدَهُ

پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضا الہی کو پایا

یعنی پیاس کی شدت اور غایت ناامیدی سے تڑپ تڑپ کر مر گیا تو یوں کہنا چاہئے کہ بجائے پانی کے اس نے قضائے الہی کو وہاں پایا یہ مثال پہلی قسم کے کافروں کی ہے کہ اسی طرح وہ لوگ اپنے اعمال کو ظاہری صورت سے مقبول اور مفید اور اچھا سمجھتے ہیں جیسا کہ پیاسا دور سے ریت کو پانی سمجھتا ہے مگر چونکہ ان میں ایمان نہیں جو کہ قبولیت کی شرط ہے اس لئے آخرت میں جا کر ان کو حقیقت معلوم ہوگی جیسا کہ پیاسے کو ریت کے پاس جا کر حقیقت معلوم ہوتی ہے اس وقت اپنی امید کے غلط ہونے پر حسرت ہوگی۔

فَوْقَهُ حِسَابُهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ

سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اس کو برابر سراسر چکا دیا (یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب کر دیتا ہے

أَوْ كُظُمْتُ فِي بَحْرِ لَجِّي يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ

یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو بڑی لہر

فَوْقَهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظَلُمْتُ

نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض)

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ

اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت

ان گھروں سے مسجدیں مراد ہیں اور ان کا ادب یہ ہے کہ جنبی اور حائضہ ان میں داخل نہ ہو اور ان میں کوئی ناپاک چیز داخل نہ کی جائے وہاں غل نہ چایا جائے دنیا کے کام اور باتیں کرنے کے لئے وہاں نہ بیٹھیں بدبو کی چیز کھا کر ان میں نہ جائیں وغیرہ وغیرہ اور مسجدوں کی قید مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں حدیث میں ان کے واسطے گھروں میں نماز پڑھنا افضل آیا ہے وہی بجائے مسجدوں کی ہیں۔

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۖ رِجَالٌ

ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان

لَّا تُلْهِيمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ

وَأِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ

دینے سے نہ خرید و غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت

یعنی تمام احکام سے اور بالخصوص نماز و زکوٰۃ سے جو کہ اور احکام سے زیادہ بڑے ہیں دنیا کے مشاغل ان کو نہیں روک سکتے۔

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ

(اور) وہ ایسے دن (کی واروگیر) سے ڈرتے رہتے ہیں جن میں بہت

سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی

یعنی باوجود احکام بجالانے کے پھر بھی وہ ڈرتے رہتے ہیں مقصود اس سے ہدایت والوں کے اعمال و اوصاف بیان کرنا ہے۔

لِيَجْزِيَهمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمُ

انجام (ان لوگوں کا) یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے

مِّنْ فَضْلِهِ

گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا

بدلہ وہ ہے جس کا صاف صاف وعدہ ہے اور زیادہ وہ ہے جس کا صاف وعدہ نہیں اگرچہ اجمالی طور پر وعدہ ہوا ہو۔

وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے

پس ان لوگوں کو جنت میں بے شمار ملے گا آگے گمراہی اور گمراہوں کا بیان ہے ۱۲

يَكْدُرُهَا

میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اس کو کچھ بھیڑا کرنا نہیں پڑتا کہ دیر لگے تو ایک قسم کی مثال تو یہ ہے آگے دوسری قسم کی مثال ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَالَهُ مِنْ

اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی)

نُورًا

نور نہیں (میسر ہو سکتا)

کیونکہ اول تو دریا گہرا کہ اس کی تہ میں اندھیرا ہوتا ہے پھر موجوں کا تلاطم اس سے اور اندھیرا بڑھے گا پھر اوپر سے بادل گھٹا بھی ہو جس سے ستارے وغیرہ کی روشنی بھی نہیں پہنچتی غرض اندھیرا ہی اندھیرا ہے اسی طرح جو لوگ قیامت کے منکر ہیں ان کے اعمال خیر میں ایک تو فی نفسہ خود نور نہیں کیونکہ وہ اعمال ان کو نافع نہ ہوں گے پھر خیالی نور بھی نہیں کیونکہ وہ قیامت کا انکار کر کے خود بھی ان کے اعمال کے نافع نہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں غرض ظلمت ہی ظلمت ہے وہی روشنی بھی نہیں اور مراد ان اعمال سے وہ اعمال ہیں جن کو یہ کرنے والے اپنے خیال میں اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ برے اعمال کے نافع نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے نفع کا احتمال اچھے اعمال ہی میں ہو سکتا ہے پس ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ احکام الہی کے اتباع کا ارادہ کرتے تو حق تعالیٰ اپنی عادت کے موافق کہ ارادہ کے بعد مقصود پیدا کر دیتا ہے ان کو ہدایت کا نور دے دیتا مگر انہوں نے احکام سے بے رخی کی تو اندھیروں میں رہ گئے کہیں سے بھی سہارا نہ لگا

رابطہ: اوپر ہدایت کے نور و گمراہی کی ظلمت کی مثال تھی اور اس سے پہلے چند عملی احکام کا ذکر تھا آگے جو خدا اور توحید کے دلائل مذکور ہیں جو کہ عملی احکام ہیں۔

الْمُتَرَانَّ اللَّهُ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو

وَالْأَرْضِ

کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں

الم تر تا قدیر خواہ زبان سے پاکی بیان کرتے ہوں جس کا بعض مخلوقات میں عقلی دلیل سے نہ ہونا معلوم ہے اور اس کے متعلق سورہ بنی اسرائیل میں تحقیق گزر چکی ہے۔

وَالطَّيْرُ صَفَتْ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ

اور بالخصوص پرندے جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرتے ہیں

کہ ان کا خدا کے وجود پر دلالت کرنا اور زیادہ عجیب ہے کہ باوجود بدن کے بوجھ کے پھر بھی آسمان زمین کے درمیان میں رکے ہوئے ہیں۔

وَتَسْبِيحُهُ

سب کو اپنی اپنی دعا اور اپنی تسبیح معلوم ہے

جانوروں کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا حدیثوں میں وارد ہے مثلاً عالم با عمل کے لئے دعا کرنا نیز ایک نبی کے قصہ میں آیا ہے کہ انہوں نے ایک چوٹی کو بارش کی دعا کرتے ہوئے دیکھا تھا مگر باوجود ان دلائل کے پھر بھی بعضے تو حید کو نہیں مانتے۔

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۱﴾

اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے

سو اس انکار اور بے رخی پر ان کو سزا دے گا۔

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ

اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب

الْبَصِيرُ ﴿۴۲﴾

کو) لوٹ کر جانا ہے

اس وقت بھی پوری حکومت اسی کی ہوگی چنانچہ اپنی حکومت کا آگے اشریاء فرماتے ہیں۔

الْمُتَرَانَّ اللَّهُ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ

کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو (دوسرے بادل کی طرف)

ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ

خَلِيلٍ ۖ وَيَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا

کرتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی

مِنْ بَرَدٍ

بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اگلے برساتا ہے

یہاں سماء کے معنی بادل کے ہیں اور اس کے بڑے بڑے حصوں کو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ

اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں

جیسے مویشی چوپائے اور بعضوں کے اس سے بھی زیادہ پیر ہیں
رابطہ: اوپر توحید اور وجود خدا کے دلائل مذکور تھے آگے ان کی تعلیم پر عام
احسان ظاہر کرتے ہیں کیونکہ یہ سبھی کے واسطے نازل ہوئے ہیں اور عمل کی
توفیق پر خاص احسان جتلاتے ہیں کیونکہ عمل کرنے والے خاص ہی لوگ
ہوتے ہیں اور پہلے بھی ایک آیت ایسی ہی گزر چکی ہے مگر تکرار کچھ نہیں
کیونکہ دونوں جگہ پہلے مضمون کی تاکید اور آئندہ کی تمہید مقصود ہے۔

يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے ہم نے حق

قَدِيرٌ ﴿۵۵﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ وَاللَّهُ

کے سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور (ان عام لوگوں

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۶﴾

میں سے) جس کو اللہ چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے

لقد انزلنا تا مستقیم کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح اعتقاد رکھتے
اور اطاعت کو بجالاتے ہیں ورنہ بہت سے محروم ہی رہتے ہیں۔

رابطہ: یہدی من یشاء میں بعض کا ہدایت پر ہونا اور بعض کا ہدایت
پر نہ ہونا اجمالاً بیان کر کے آگے ان کی تفصیل فرماتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا

اور یہ (منافق) لوگ (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر
ایمان لے آئے اور (خدا اور رسول کا) حکم (دل سے) ماننا پھر اس کے بعد

ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

(موقع ظہور صدق دعویٰ پر) ان میں کا ایک گروہ

وَيَقُولُونَ تَاللَّهِ لَأَمِينٍ جَوْكَہ بہت زیادہ شریر ہیں کیونکہ غریب غربا
میں گواہ و جود دلی نفرت کے انکار ظاہر کرنے کی جرات و ہمت نہیں ہوا کرتی
یہ کام باوجود جاہت ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے۔

مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ط

سرتابی کرتا ہے

پہاڑ سے تشبیہ دی چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس سونے کا
پہاڑ ہے یعنی بڑا سونا ہے۔

فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ ط

پھر ان کو جس (کی جان پر یا مال) پر چاہتا ہے گراتا ہے

جس سے اس کا نقصان ہو۔

وَيَصْرِفُهُ عَنِ مَّنْ يَشَاءُ ط

اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے

کہ اس کا گھرانہ جان و مال محفوظ رہتا ہے۔

يَكَادُ سَنَابِرُكِهِ ط

(اور) اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے

یعنی بادل میں بجلی پیدا ہوتی ہے اور وہ ایسی چمک دار ہے۔ (آگے ترجمہ)

يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۵۷﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ النُّجُومَ ط

کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی (اور نیز) اللہ تعالیٰ رات

وَالنَّهَارَ ط

کو اور دن کو (بھی) بدلتا رہتا ہے

یہ تبدیلیاں حق تعالیٰ ہی کے حکم سے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۵۸﴾

اس (سب مجموعہ) میں اہل دانش کے لئے استدلال (کا موقع) ہے

جس سے وہ خدا کی توحید اور اس کی حکومت پر استدلال کرتے ہیں۔

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ ج فَبَيْنَهُمْ

اور اللہ (تعالیٰ ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے

مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ ج

پیدا کیا ہے پھر ان میں بعضے تو وہ (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں

جیسے سانپ اور مچھلی ۱۲

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ ج

اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں

جیسے انسان اور پرندے جب کہ ہوا میں نہ ہوں۔

لیکن مقدمہ نہ لانے کا یہ سبب نہیں ہو سکتا اگر یہ سبب ہوتا تو چاہئے تھا کہ جب اپنا حق ہوتا جب بھی مقدمہ نہ لاتے اور ظلم کا خوف بھی جب نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور کا عدل و صدق و امانت وغیرہ منافقین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔

بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۵﴾

نہیں بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ برسرِ ظلم ہوتے ہیں

تو حضور کے پاس اس حالت میں مقدمہ لانا نہیں چاہتے کہ ہم ہار جائیں گے ہاں جب خود مظلوم ہوں تو مقدمہ لے آتے ہیں تو اس انکار کا اصلی سبب ظالم ہوتا ہے آگے مسلمانوں کا حال اور قول مذکور ہے جس سے منافقین پر بھی طعن ہے کہ دعویٰ کا مقتضا تو یہ ہے جو مسلمانوں سے ظاہر ہوا ۱۲

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى

مسلمانوں کا قول تو جب کہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول

اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا

کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ رسول ان کے درمیان میں فیصلہ کر دیں یہ ہے

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور (اس کو) مان لیا

اور پھر بلانے کے بعد فوراً چلے آتے ہیں حاضری سے انکار نہیں کرتے یہ ہے علامت اس بات کی کہ ان کا ایمان اور اطاعت کا دعویٰ دنیا میں بھی سچا ہے۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْبَاقِلُونَ ﴿۵﴾

اور ایسے لوگ (آخرت میں) فلاح پائیں گے

آگے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں ۱۲

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی

وَيَتَّقِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۵۲﴾

مخالفت سے بچے پس ایسے لوگ با مراد ہوں گے

آگے منافقین کی ایک اور حالت بیان فرماتے ہیں

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ

اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ (واللہ ہم ایسے

فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو (یعنی ہم کو) حکم دیں

مراد اس موقع سے وہ صورت ہے جب ان کے ذمہ کسی کا حق چاہتا ہو اور صاحب حق اس منافق سے یہ کہے کہ چلو حضور کے پاس مقدمہ لے چلیں اس موقع پر وہ انکار کرتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ آپ کے اجلاس میں جب حق ثابت ہو جائے گا تو آپ اسی کے موافق فیصلہ کریں گے جب کہ عنقریب و اذاد عوا میں اس موقع کا بھی بیان آتا ہے۔

وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۱﴾

اور یہ لوگ (دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے

یعنی دل میں تو کسی منافق کے بھی ایمان نہیں مگر ان کا تو وہ ظاہری بنایا ہوا ایمان بھی ندر ہا اور آگے ان کی سرکشی کا موقع بتلاتے ہیں۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے

ہیں کہ رسول ان کے اور ان کے خصم کے (درمیان میں فیصلہ کر دیں تو ان

إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مَّعْرُضُونَ ﴿۵۲﴾

میں سے ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے

یعنی آپ کے پاس حاضر ہونے سے بچتا ہے اور ٹالنا چاہتا ہے اور چونکہ آپ کا فیصلہ خدا کے حکم کے موافق ہوتا ہے تو آپ کے پاس بلانا گویا خدا کی طرف بلانا ہے اس لئے الی اللہ پڑھا دیا غرض جب ان کے ذمہ کسی کا حق چاہتا ہے تب تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۵۳﴾

اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کئے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں

کیونکہ جانتے ہیں کہ وہاں جا کر حق مل جائے گا آگے فرماتے ہیں کہ تحقیق کرنا چاہئے کہ اس بے رخی کا سبب کیا ہے؟ سو چند اسباب بیان فرما کر ایک سبب کی تعیین کرتے ہیں۔

أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ

آیا ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں

أَنْ يَّحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ط

پڑتے ہیں؟ یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں

کہ ان کے ذمہ جتنا حق ہے اس سے زائد دلا دیں سو ان اسباب میں سے اس بے رخی کا کوئی سبب نہیں کیونکہ اگرچہ ان کے دلوں میں کفر اور شک یقیناً تھا

کہ گھر بار سب چھوڑ دیا یہ کہ جہاد کے لئے نکلو۔

لِيُخْرِجَنَّ ط

تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں

یعنی ہم سب کو چھوڑ چھاڑ دیں یا یہ کہ جہاد کیلئے فوراً نکل کھڑے ہوں۔

قُلْ لَا تَقْسِمُوا طَاعَةَ مَعْرُوفَةٍ ط

آپ (اُن سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) فرمانبرداری

إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

(کی حقیقت) معلوم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے

أَطِيعُوا اللَّهَ

آپ کہیے کہ اللہ کی اطاعت کرو

یعنی باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا کام کرو آگے اللہ تعالیٰ اس مضمون کے اہتمام کے لئے خود ان لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ رسول کے اس کہنے اور سمجھانے کے بعد بھی نہ مانو تو تم جانور۔

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ

اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو

مَا حِمْلَ وَعَلَيْكُمْ

سمجھ رکھو کہ رسول کے ذمہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے

اور وہ تبلیغ پوری کر کے سبکدوش ہو چکا اب اگر نہ مانو گے تو رسول کا کوئی ضرر نہیں۔

مَا حِمْلُكُمْ

اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے

جس کو تم نہیں بجالائے پس تمہارا ہی ضرر ہوگا۔

وَأِنْ تَطِيعُوا تَهْتَدُوا ط

اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی

اور سرکشی نہ کی اور رسول کی اطاعت بعینہ اللہ کی اطاعت ہے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْبَيِّنُ ﴿۵۴﴾

تو راہ پر جا لگو گے اور (بہر حال) رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے

آگے تم سے سوال ہوگا کہ قبول کیا یا نہیں

رابطہ: اوپر ہدایت کی پیروی کرنے کی مدد اور گمراہی اور پیروی کی مذمت مذکور تھی آگے ہدایت و گمراہی پر بعض وعدے اور وعیدیں دنیا و آخرت کے متعلق مذکور ہیں۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

(اے مجھو امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص

عطا فرمائے گا جیسے ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ تَابُوا لِلَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

غالب کیا پھر عمالہ پر غلبہ دیا اور مصر و شام کی حکومت دی آگے اس حکومت

دینے کا مقصود بیان کرتے ہیں ۱۲

وَلَيُمْكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ

اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع

لَهُمْ وَلَيَبْدِلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط

آخرت کے) لئے قوت دے گا۔ اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مہل (بامن کر دے گا

یعنی دشمنوں سے جو ان کو طبعی خوف ہے وہ زائل ہو جائے گا غرض حکومت دینے سے یہ مقصود ہے کہ دین کو غلبہ ہو اور کفر مغلوب ہو۔

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ط

بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں

نہ ظاہر نہ پوشیدہ جس کو ریا کہتے ہیں غرض یہ وعدہ تمام امت سے اس شرط پر ہے کہ دین میں پختہ رہیں اور اس پر جمے رہیں جس کا ظہور زمانہ نبوی سے شروع ہوا اور خلفائے راشدین کی خلافت تک مستقل طور پر باقی رہا چنانچہ جزیرہ عرب آپ ہی کے زمانہ میں اور دیگر ممالک خلفاء راشدین کے زمانہ میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً دوسرے نیک خلفاء اور بادشاہوں کے حق میں اس کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کافروں اور فاسقوں کو سلطنت نہ ملے گی بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسی حکومت جس سے دین کو قوت ہو اور کفر مغلوب ہو اسی وقت عطا ہوگی جب کہ ایمان اور اعمال صالحہ میں پختگی ہو اور ظاہر ہے کہ فاسقوں کی حکومت سے دین کو کامل غلبہ نہیں ہوا کیونکہ ان کے ساتھ خدا کی تائید کم تھی دوسرے فاسق بادشاہوں کے افعال کا رعایا پر بھی خاص اثر پڑتا

دونوں ہتھیلیاں ستر نہیں ضرورت کے وقت نامحرم کے سامنے بھی اٹکا کھولنا جائز ہے چونکہ مختلف اوقات اور اشخاص کے اعتبار سے مختلف صورتیں کچھ اور پیدا ہوتی ہیں اس لئے آگے ان دوسری صورتوں کا بیان ہے۔

وَمَا لَهُمُ النَّارُ وَلَيْسَ الْمَصِيرُ ۝ يَأَيُّهَا

اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَيْسَ أَذْنَابُكُمْ الَّذِينَ

ایمان والو (تمہارے پاس آنے کیلئے) مملوکوں کو اور تم میں جو حد

مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا

بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک تو)

الْحَلَمُ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ

نماز صبح سے پہلے (اور) دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو

الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ

اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء

وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ط

کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے (وقت) ہیں

یایہا الذین امنوا تا سمیع علیم یعنی چونکہ عادتاً یہ اوقات آرام کرنے کے ہیں جن میں اکثر تنہائی مقصود ہوتی ہے اور ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں اس لئے اپنے غلام باندیوں اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع و اجازت لینے ان اوقات میں نہ آیا کریں تو پہلے جو بتلایا گیا ہے کہ نابالغ بچوں اور باندیوں سے مسلمان عورتوں کا پردہ نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت بے تکلف چلے آیا کریں کیونکہ ان اوقات میں بعض دفعہ مرد و عورت بے پردہ ہوتے ہیں یا بے تکلفی کے ساتھ بوس و کنار میں مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت بچوں اور باندیوں کا بے پوچھے آنا جائز نہیں کہ اس میں بے پردگی ہوگی یا ایسی بات کا اظہار ہوگا جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ ط

(اور) ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ (بلا اجازت چلے آنے میں) ان پر کچھ

طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط

الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس

ہے جس سے بہت لوگوں میں دینی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی بہت دین کی خدمت ان سے بھی ہوئی کیونکہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ اس دین کی خدمت فاسقوں سے بھی لے لیتا ہے۔ ان اللہ لیوید هذا الدین بالرجل الفاجر پس اس آیت سے خلفاء راشدین کی مدح اور ان کی خلافت کا صحیح ہونا ظاہر ہے کیونکہ ان کے وقت میں دین کا غلبہ ہونا اور مسلمانوں کا سب اوصاف میں پختہ ہونا آفتاب کی طرح مشہور ہے اور یہ وعدہ دنیا میں ہے اور آخرت میں ایمان و اعمال صالحہ پر ثواب کا وعدہ ہے وہ جدا ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں

ان کے واسطے یہ وعدہ نہیں بلکہ وعدہ حکم بجالانے والوں کے لئے ہے غرض کہ ہدایت کی پیروی وہ چیز ہے جس سے دونوں جہاں میں خدا کی معیت نصیب ہوتی ہے اور گمراہی کے اتباع سے دونوں جہاں میں خدا سے دوری ہوتی ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا

اور (اے مسلمانو) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں

الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

بھی) رسول کی اطاعت کیا کرو تا کہ تم پر (کامل) رحم کیا جاوے

یعنی جب تم کو ایمان و اعمال صالحہ کا ثمرہ معلوم ہو گیا تو احکام کی خوب پابندی کرو آگے کفر و معصیت کا ثمرہ مذکور ہوتا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي

(اے مخاطب) کافروں کی نسبت یہ خیال مت کرنا کہ زمین میں (بھاگ کر

الْأَرْضِ

ہم کو) ہر ادیس گئے

اور ہمارے قہر سے بچ جائیں گے نہیں بلکہ خود ہی ہار کر مغلوب ہو جائیں گے۔ ربط : اوپر چوتھے رکوع میں کچھ احکام استیذان (یعنی پوچھ کر گھر میں جانے) کے اور پردہ کے متعلق مذکور ہوئے ہیں ان سے یہ باتیں معلوم ہو چکی ہیں اول استیذان اس واسطے ضروری ہے کہ بے پردگی نہ ہو اور کوئی ناگوار حالت کسی کی ظاہر نہ ہو دوم جو لڑکا بلوغ کے قریب نہیں پہنچا وہ محرموں کے حکم میں ہیں تو عورت کو جن اعضاء کا ظاہر کرنا محرم کے سامنے جائز ہے ایسے بچہ کے سامنے بھی جائز ہے سوم عورت کی اپنی باندی اگرچہ کافر ہو وہ بھی محرم کے حکم میں ہے اس سے بھی پردہ نہیں چہارم چہرہ اور

نِكَاحًا

رہی ہو

یعنی بالکل رغبت کے قابل نہیں رہیں بڑی بوڑھی ہونے کا یہ مطلب ہے۔

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ

ان کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے

ثِيَابَهُنَّ

اتار رکھیں

جیسے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے پس اوپر جو یہ بتلایا گیا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں ستر نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتیں کھلی مہار اپنی صورت غیر مردوں کو دکھاتی پھرا کرتی کیونکہ فتنہ کے احتمال سے ان کا چھپانا بھی واجب ہو جاتا ہے البتہ جہاں فتنہ کا احتمال نہ ہو جیسے بڑی بوڑھی عورت تو اس کو منہ ہاتھ کھولنا نامحرموں کے سامنے مضائقہ نہیں۔

غَيْرِ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ط

بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں

جن کا ظاہر کرنا نامحرم کے سامنے بالکل ہی جائز نہیں اور ان مواقع کا بیان چوتھے رکوع میں گزر چکا ہے اور جوان عورت کو بوجہ احتمال فتنہ وغیرہ کے چہرہ کا پردہ بھی واجب ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں یدنین علیہن من جلابیہن کی تفسیر عبیدہ سلیمانی سے درمنثور میں منقول ہے کہ چادر میں سر کے ساتھ چہرہ کو بھی چھپالے اور ایک آنکھ کھلی رہنے دے۔

وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ط

اور (ہر چند کہ بڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے

کیونکہ اول تو بعض گندی طبیعتیں ایسی بھی ہیں جن کو بوڑھیوں کی طرف بھی رغبت ہوتی ہے دوسرے بے پردگی کا پورا انسداد ہی مناسب ہے۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۙ

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے

یعنی یہ تو پردہ کا انتظام ہے اب اگر نامحرم مرد و عورت باہم بات چیت کریں یا دلی تعلق رکھیں تو حق تعالیٰ سب سے واقف ہے اگر ناجائز طریق سے ہوگا گناہ ہوگا۔

اس کا مطلب مذہب حنفیہ کے موافق یہ ہے کہ غلام تو مردوں کے پاس آتے رہتے ہیں اور باندیاں اور بچے مردوں اور عورتوں سب کے پاس آتے رہتے ہیں اور غلام عورتوں کے پاس بکثرت نہیں آ سکتے کیونکہ غلام نامحرم مرد کے حکم میں ہے غرض کہ غلام اور باندیوں تو کاروبار خدمت وغیرہ کے لئے اور بچے طبعی طور پر چونکہ بکثرت آتے رہتے ہیں اور یہ وقت پردہ کے نہیں اس لئے ان میں ستر چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں پس انکا بے اجازت آنا درست ہے کیونکہ ہر وقت اجازت لینے میں دقت ہے اور ان تین وقتوں کی تخصیص باعتبار عادت کے ہے اگر ان کے پاس میں بھی کوئی مانع پیش آ جائے تو اجازت لینا واجب ہے۔

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ط وَاللَّهُ

اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح (جیسا کہ یہ حکم صاف صاف بیان کر دیا) اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۙ

حکمت والا ہے

پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے۔

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ

اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے (جن کا اوپر حکم آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچیں یعنی بالغ ہو جائیں یا بلوغ کے قریب پہنچ جائیں۔

فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ

تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ

اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے

لَكُمْ آيَاتِهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۙ

احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے

اس کو مکرر اس لئے لایا گیا کہ قانون استیذان کی مستحکم نہایت واضح اور اس کے احکام نہایت قابل رعایت ہیں تکریر سے اہتمام ظاہر ہو گیا۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو (کسی کے) نکاح (میں آنے) کی کچھ امید نہ

یقینی طور پر معلوم ہو جس کے گھر لے جا کر تم ان کو کھلاتے پلاتے ہو۔

أَوْ بِيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بِيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ

یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے

أَوْ بِيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بِيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ

یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے

أَوْ بِيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بِيُوتِ

یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں

عَمَّاتِكُمْ أَوْ بِيُوتِ أَخَوَالِكُمْ أَوْ

کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے

بِيُوتِ خَلَتِكُمْ أَوْ مِمَّا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَهُ

یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں

أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ

یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں

تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا

کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ)

یعنی ایسے ضعیف و سوسوں پر شریعت نظر نہیں کرتی کہ شاید میں زیادہ کھاؤں تو پر ایسا حق کھالیا اور دوسرا کھائے تو اس کا حق رہ گیا میل جول میں ایسی باریک باتوں کی تکلیف نہیں البتہ اگر کسی کے کھانے پر گھر والے کی رضامندی نہ زبان سے معلوم ہو نہ قرآن سے اس وقت جائز نہیں اسی طرح ساتھ کھانے میں اگر شریک راضی نہ ہو تو اس کی تقسیم ضروری ہے اور اگر شریک یتیم نابالغ ہے وہاں بدوں رضامندی کے بھی ساتھ کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کی مصالح کی رعایت کی جائے کیونکہ نابالغ کی رضامندی اور ناراضی معتبر نہیں اور چونکہ اس حکم کا مدار رضامندی پر ہے اس لئے نہ ان موقعوں پر ہمیشہ اجازت ہے نہ دوسرے موقعوں میں ہمیشہ ممانعت ہے ناگواری کے وقت ان موقعوں پر بھی ممانعت ہے اور رضامندی کے وقت دوسرے موقعوں میں بھی اجازت ہے ان موقعوں کو خصوصیت سے اس لئے بیان کیا گیا کہ ان میں عادتاً اکثر رضامندی ہوتی ہے خاص کر عرب میں کہ وہاں ہندوستان کی طرح بخل نہیں

رابطہ اور استیذان کا بیان تھا جو گھروں میں جانے سے پہلے مقرر ہے۔ آگے بعض ان باتوں کا ذکر ہے جن کی گھروں میں جانے کے بعد اجازت ہے یا حکم ہے مثلاً گھر والوں کو سلام کرنا یا دوسرے کے گھر کھانا پینا اور شان نزول یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مدینہ والوں میں اہل عرب کی عادت کے موافق کھانے پینے میں بہت بے تکلفی تھی کہ میں نے تمہارے گھر کھالیا تم نے میرے گھر کھا لیا بلکہ کبھی کسی غریب محتاج کو بھی ساتھ لے جاتے اور اپنے کسی عزیز یا دوست کے گھر اسے کھانا کھلا دیتے اور یہ بے تکلفی بہت بڑھ گئی تھی جس سے کبھی ظلم اور زیادتی کرنے کی نوبت آ جاتی اس افراط سے روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ کہ آپس میں ناحق کسی کا مال نہ کھایا کرو اس سے صحابہ بہت ڈر گئے اور بہت ہی احتیاط کرنے لگے کہ جہاں یقینی رضامندی بھی معلوم ہوتی وہاں بھی احتیاط کرتے اور کسی کے گھر نہ کھاتے اسی طرح معذور آدمی اندھے لنگڑے محتاج وغیرہ ایسے موقعوں پر جانے سے پرہیز کرنے لگے کہ پرانے گھر لے جا کر کھلانے کا اس شخص کا کیا حق ہے اسی طرح اگر کھانا مشترک ہوتا خصوصاً اگر اس میں معذور لوگوں کا حق ہوتا اس کو سب کے ساتھ کھانے میں اس لئے پرہیز کرنے لگے کہ نامعلوم کون زیادہ کھائے کون کم کھائے تو ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے حق سے زیادہ کھالیں چونکہ اس درجہ احتیاط بھی تکلیف کا سبب تھی اس لئے آئندہ آیت میں اس تنگی کو دور فرماتے ہیں۔ اور بعض دفعہ معذور آدمی تندرستوں کے ساتھ اس لئے نہ کھاتے کہ شاید یہ ہم سے نفرت کریں گے ان آیتوں میں اس کا بھی جواب ہو گیا۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى

نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کچھ

الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ

مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس

حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ

بات میں (کچھ مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور

بِيُوتِكُمْ

اولاد کے گھر بھی آ گئے) کھانا کھاؤ

لیس علی الاعمى تا تعقلون یعنی نہ تم کو خود کھانے میں گناہ ہے اور نہ معذوروں کو کھلانے میں اسی طرح ان معذوروں کو بھی تمہارے کھانے سے کھالینے میں گناہ نہیں جب کہ اس عزیز یا ملاقاتی کی رضامندی

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا

پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو

یعنی وہاں جو مسلمان ہوں ان کو

رابطہ: اوپر بہت سے احکام مذکور ہوئے ہیں آگے ایک خاص حکم اس وقت کے مناسب ایسا ارشاد فرماتے ہیں۔

فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر

عِنْدَ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ طَيِّبَةٌ كَذَلِكَ

ہے (اور) برکت والی عمدہ چیز ہے (خدا تعالیٰ نے جس طرح احکام بتلائے)

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو

تَعْقِلُونَ ﴿۶۱﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ

(اور عمل کرو) بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر

أَمَنُوا بِاللَّهِ

ایمان رکھتے ہیں

اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اجازت لینا بدول ایمان کے نہیں پایا جاتا۔

وَرَسُولِهِ إِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ

اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کیا گیا

ہے (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) (تو جب تک آپ

لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ ط إِنَّ الَّذِينَ

سے اجازت نہیں لیں جاتے (اے پیغمبر) جو لوگ (ایسے مواقع پر) آپ سے

يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا أَسْتَأْذَنُوكَ

تو جب یہ (اہل ایمان) لوگ (ایسے مواقع پر) اپنے کسی (ضروری) کام

لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأُذِنُ لِمَنْ شِئْتَ

کے لئے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ

مِنْهُمْ

جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیا کریں

اور جس کو مناسب نہ سمجھیں نہ اجازت دیں۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ط

اور اجازت دے کر بھی (آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے

کیونکہ اجازت لینا نقص کے شائبہ سے خالی نہیں۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۲﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

کہ بوجہ حسن نیت کے مواخذہ نہ فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک

بَعْضُكُمْ بَعْضًا ط

دوسرے کو بلالیتا ہے

جب وہ کسی اسلامی ضرورت سے تم کو جمع کریں ۱۲ خواہ آیا نہ آیا

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ میں ہو کر تم

لَوْ أَذْنًا ۖ فَلْيُحَذِّرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ

میں سے (مجلس نبوی سے) کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی

(جو کہ بواسطہ رسول پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں

جس میں یہ حکم بھی داخل ہے کہ مجلس رسول سے اجازت لے کر جانا چاہئے

اور اس آیت کی بعضوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ حضور کا نام لے کر نہ پکارا کرو بلکہ یا

رسول اللہ یا نبی اللہ کہا کرو تو چونکہ اجازت مانگنے میں خطاب کرنے کی ضرورت

ہوتی ہے اس لئے استیذان کے ساتھ خطاب کا ادب بھی بتلا دیا مگر اول تفسیر

چونکہ مقام کے زیادہ مناسب تھی اس لئے بندہ نے اسی کو اختیار کیا۔

أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ

ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا

الْیَمُّ ۴۳

ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے
یعنی ممکن ہے کہ دونوں جہان میں سزا ہو کیونکہ حکم کی مخالفت ناراضی کا
سبب ہے اور خدا سے وہ پوشیدہ بھی نہیں۔

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ط

(اور یہ بھی) یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے
تو خدا کو اختیار بھی پورا ہے غرض محکوم کی طرف سے اس حال میں مخالفت
سرزد ہونا کہ حاکم کا علم اور اس کی قدرت کامل ہو بیشک اندیشہ کی بات ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ط

اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو

اس سے تو یہ احتمال ہے کہ شاید دنیا ہی میں تم کو سزا دے دے۔

وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ط

اور اللہ تعالیٰ اس دن کو بھی (جانتا ہے) جس میں سب اس کے پاس دوبارہ زندہ
کر کے (لائے جائیں گے پھر وہ ان کو سب جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا
پس آخرت میں سزا دینا بھی کچھ بعید نہیں غرض جب دونوں جہان
کے ساتھ اس کا علم متعلق ہے تو دونوں جگہ سزا کا احتمال ہے۔

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۴۴

اور اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ جانتا ہے

تمہاری اس وقت کی اور آئندہ کی حالت ہی کی کیا تخصیص ہے
سورۃ فرقان مکیہ و ایہا سبع و سبعون کذا فی البیضاوی
رابط: سورہ سابقہ کے ختم پر رسول کے حقوق کا ذکر تھا اور اس کے
شروع میں رسالت کا اثبات ہے پس دونوں کے ختم اور شروع میں
مناسبت ظاہر ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ حصہ سورۃ کا
رسالت ہی کی بحث میں ہے۔

(۲۵) سُوْرَةُ الْفَرْقَانِ بِمَكِّيَّةٍ (۴۲)

سورۃ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ستر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۵

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان بڑے رحم والے ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفَرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندہ
خاص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی تاکہ وہ (بندہ) تمام دنیا جہان

لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۱

دالوں کے لئے ڈرانے والا ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم تبرک الذی تا نشور یعنی انسان
اور جن سب کو ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب الہی سے ڈراویں۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ

ایسی ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو

يَتَّخِذَ وَلَدًا اَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ

(اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ رَاهُ تَقْدِيْرًا ۲

(ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا

کہ کسی چیز کی خاصیتیں اور آثار کچھ ہیں اور کسی کے کچھ ہیں۔

وَاتَّخَذُ وَاٰمِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهَةً لَا يَخْلُقُوْنَ

اور (باوجود حق تعالیٰ کے ایسے یکتا ہونے کے) ان مشرکین نے (خدا کی

شَيْءًا

توحید) کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے جو کسی چیز کے خالق نہیں

تو وہ معبود ہونے کے بھی قابل نہیں ۱۲

وَهُمْ يَخْلُقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لَا نَفْسٍ لَهُمْ

اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان (کے رفع کرنے)

ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا

کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور نہ کسی کے مرنے

وَلَا حَيٰوةً

کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا

یعنی نہ کسی جاندار کی جان نکال سکیں نہ کسی بے جان میں جان ڈال سکیں۔

وَلَا تُشۡوَرًا ۝

اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے کا

اور معبود ہونے کے لئے ان تصرفات پر مستقل طور سے قادر ہونا لازم ہے جب ان میں یہ باتیں نہیں تو وہ معبود بننے کے بھی قابل نہیں۔

رابطہ: اوپر توحید و رسالت کو ثابت کر کے توحید کے انکار پر ملامت کی تھی آگے رسالت کے انکار کی قباحت اور اس پر کفار کو جو اعتراضات و شبہات ہیں ان کا جواب ہے اور ہر اعتراض کے بعد اس کا جواب ہے اور یہ مضمون سوال و جواب کا چار کوغ تک چلا گیا ہے اور درمیان درمیان میں مناسب مقام پر دوسرے مضامین ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا

اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ تو

إِفْكٌ وَإِفْرَةٌ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ

کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبر) نے گھڑ لیا ہے اور

آخَرُونَ ۝

دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اس کی امداد کی ہے

وقال الذين تارجلا مسحورا مراد اس سے وہ اہل کتاب ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے یا آپ کی خدمت میں ویسے ہی حاضر ہوا کرتے تھے۔

فَقَدْ جَاءَ وَظَلَمًا وَزُورًا ۝

سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے

چنانچہ اس کا ظلم اور جھوٹ ہونا دلیل کے ساتھ عنقریب آتا ہے۔

وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا

اور یہ (کافر) لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو انگوٹوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے لکھوا لیا ہے

یعنی سوچ سوچ کر عمدہ عبارت میں اپنے اپنے صحابہ سے لکھوا لیا ہے تاکہ منضبط رہے۔

فَهِىَ تُنۡلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

پھر وہی (باتیں) اس کو صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں

تاکہ یاد رہیں پھر ان ہی کو یاد کر کے مجمع میں بیان کر کے خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمۡوٰتِ

آپ (اس کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو اس ذات نے اتارا

وَالْأَرْضِ ط

ہے جس کو چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں ہوں خبر ہے

اور چونکہ اس کا علم ایسا کامل ہے تو اس نے کلام میں تمام خوبیوں کی پوری رعایت کر کے دوسرے کے کلاموں سے اس کو ممتاز کر دیا ہے کیونکہ کسی دوسرے کا علم ایسا نہیں ہے تو وہ اپنے کلام میں اس قدر خوبیوں کی رعایت بھی نہیں کر سکتا پس یہ قرآن معجزہ ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور کسی دوسرے کا کلام معجزہ نہیں ہو سکتا اگر یہ کلام خود پیغمبر کا بنایا ہو یا کسی دوسرے کا لکھا ہوا ہوتا تو معجزہ کیسے ہو جاتا اور سارا عالم اس کے مقابلہ سے عاجز کیوں ہو جاتا پس قرآن کا اعجاز اس کی دلیل ہے کہ اس کو بے سند باتیں کہنا غلط ہے اور اسی سے ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں یہ وہ اعتراض تو قرآن پر تھے جس کا جواب تفصیل سے ہو گیا۔

إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

یعنی ان کفریات پر ان کو فوراً سزا ہو جاتی مگر اللہ غفور الرحیم ہے اس لئے جب فوراً سزا دینے میں کوئی خاص حکمت نہ ہو فوراً مواخذہ نہیں کرتا پس یہ مغفرت و رحمت خاص وقت تک ہے پھر مہلت کی مدت ختم ہونے کے بعد عذاب واقع ہوگا آگے ان اعتراضات کا بیان ہے جو رسول پر کرتے تھے۔

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ

اور یہ (کافر) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اس

الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسۡوَاقِ ط

رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے یعنی ہماری طرح آدمی ہے جو کھانے کا بھی محتاج ہے اور معاش کی فکر کا بھی مطلب یہ کہ رسول فرشتہ ہونا چاہیے یا اگر فرشتہ نہ ہو تو کم از کم فرشتہ اس کے ساتھ تو رہے۔

لَوْلَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ

اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر

نَذِيرًا ۝ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ

ڈرا تا یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آ پڑتا

یعنی اگر فرشتہ بھی ساتھ رہے تو کم از کم معاش کے اہتمام سے تو ان کو بے فکری ہوتی۔

أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ط

یا اس کے پاس کوئی (غیبی) باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتا

تاکہ معمولی کھانے اور بازار میں چلنے پھرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور اس آیت سے بازار میں چلنا پھرنا بلا کراہت جائز معلوم ہوتا ہے اور حدیثوں سے جو کراہت مفہوم ہوتی ہے وہاں بلا ضرورت جانا مراد ہے بلکہ اگر بازار میں نہ جانا تکبر کی وجہ سے ہو تو نہ جانا برا اور جانا اچھا ہوگا ۱۲

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنَّ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا

اور (ایمانداروں سے) یہ ظالم یوں (بھی) کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک مسلوب

مَسْحُورًا ۵

العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو

یعنی جب ان کے پاس کوئی عجیب بات لائق امتیاز نہیں ہے جو نبوت کے واسطے لازم ہے اور یہ پھر بھی نبوت کے مدعی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عقل میں فتور ہے تو رسول پر انہوں نے دو اعتراض کئے ایک کھانا پینا بازاروں میں چلنا دوسرے عقل میں فتور ہونا آگے دونوں کا جواب ہے۔

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب باتیں بیان

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۶

کر رہے ہیں سو (ان خرافات سے) وہ (بالکل) گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پاسکتے

چونکہ دوسرے اعتراض کا باطل ہونا بالکل ظاہر تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ عاقل ہونا مشاہد تھا اس لئے اس کا جواب تو اس آیت میں تفصیل کے ساتھ ہو گیا کہ رسالت کے لئے ان باتوں کا لازم ہونا خود عجیب بات ہے پھر ان کے نہ ہونے سے اعتراض کرنا یہ اس سے بڑھ کر عجیب ہے اور پہلے اعتراض کا جواب اس آیت میں اجمالی طور پر دیدیا کہ جب ان باتوں کا رسالت کیلئے لازم ہونا خود عجیب ہے تو ان کو لازم سمجھنا پوری گمراہی ہے کیونکہ نبوت کے لئے کسی ایک معجزہ کا ہونا کافی ہے خاص معجزہ کا ہونا ضروری نہیں یہ تو اجمالی جواب ہے اور تفصیلی جواب آگے آتا ہے اور بل کذبوا بالساعة میں اس اعتراض کا منشاء بیان کیا گیا ہے پھر قیامت کی مناسبت سے کئی آیتوں تک اس کے واقعات کا ذکر ہے۔

تَبَرَّكَ الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا

وہ ذات بڑی عالیشان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار کی) اس (فرمائش)

مِّنْ ذَلِكَ جَدَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

سے (بھی) اچھی چیز دے دے یعنی بہت سے (غیبی) باغات جن کے

الْأَنْهَارُ

نیچے سے نہریں بہتی ہوں

تبرک الذی تا عذاباً کبیراً بہتر اس لئے کہا کہ وہ تو صرف باغ کی فرمائش کرتے تھے گواہیک ہی ہوا اور چند باغوں کا ایک سے بہتر ہونا ظاہر ہے۔

وَيَجْعَلُ لَّكَ قَصُورًا ۱۰

اور آپ کو بہت سے محل دے دے

یعنی ان باغوں کے ساتھ اور بھی مناسب چیزیں دیدے جن کی کفار نے فرمائش بھی نہیں کی خلاصہ یہ کہ جو چیزیں جنت میں ملیں گی اگر اللہ چاہے تو آپ کو دنیا ہی میں دیدے بعض حکمتوں سے نہیں چاہا اور نہ کچھ ضرورت تھی اس لئے شبہ محض یہودہ ہے اور ان باغوں سے غیبی باغات مراد ہونا قنادہ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے جو درمنثور میں ہے اور چونکہ یہ معجزہ بشریت کے منافی نہیں اور جو معجزات بشریت کے منافی نہ ہوں وہ انبیاء کے ہاتھ سے ظاہر ہو سکتے ہیں تو سرسری نظر سے اس شبہ کی گنجائش ہو سکتی تھی کہ کفار کی فرمائش کیوں نہ پوری کر دی گئی اس لئے پہلے اس کا جواب دیا اور کھانے پینے اور بازار میں چلنے سے جو اعتراض تھا اس کا منشا یہ تھا کہ رسول فرشتہ کیوں نہ ہوا اور فرشتہ ہونا بشریت کے منافی ہے اور بشریت کے خلاف معجزے انبیاء سے ظاہر نہیں ہوا کرتے تو اس شبہ کی سرسری نظر میں بھی گنجائش نہ تھی اس لئے جواب کو پیچھے بیان کیا جو عنقریب آتا ہے آگے بتلاتے ہیں کہ کفار کے ان شبہات کا سبب یہ نہیں کہ ان کو حق کی طلب اور فکر ہے اور تحقیق سے پہلے ایسے شبہات پیش آ گئے۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۱۱

بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں

یعنی ان اعتراضات کی وجہ محض شرارت اور طلب حق سے بے فکری ہے اور بے فکری کا سبب یہ ہے کہ ان کو انجام کی خبر نہیں جو جی میں آتا ہے کر لیتے ہیں بک دیتے ہیں۔

وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ

اور (انجام اس کا یہ ہوگا کہ) ہم نے ایسے شخص کے لئے جو کہ قیامت کو

سَعِيرًا ۱۱

جھوٹے سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے

کیونکہ قیامت کے انکار سے اللہ و رسول کی تکذیب لازم آتی ہے جو کہ دوزخ میں جانے کا اصلی سبب ہے۔

إِذَا رَأَوْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَبَعُوا لَهَا

وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ (دور ہی سے) اس کا

تَغِيْطًا وَزَفِيرًا ۱۲

جوش و خروش سنیں گے

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ دیکھے گی اور دوسری آیات و احادیث سے بھی جہنم کے لئے شعور و ادراک ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے و تقول هل من مزید دوزخ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے اور حدیث بخاری میں ہے کہ دوزخ نے اپنی گرمی کی حق تعالیٰ سے شکایت کی اور روح میں طبرانی سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے صحابہ نے حضورؐ سے پوچھا کہ جہنم کے آنکھ بھی ہے آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی اِذَا رَأَوْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ تو کیا بدوں آنکھ ہی کے دیکھ لے گی۔

وَإِذَا الْقَوْمُ مِنْهَا مَكَانًا ضِيقًا مُّقْرَّنِينَ

اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال

دَعُوا هُنَا لَكَ تَبُورًا ۱۳

دیئے جاویں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے

جیسا کہ مصیبت میں عادی موت کو بلاتے اور اس کی تمنا کیا کرتے ہیں اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جہنم تنگ ہو جائے گی کیونکہ احادیث سے اس کا بے انتہا وسیع ہونا معلوم ہوتا ہے بلکہ جس طرح جیل خانہ بڑا ہوتا ہے اور ہر قیدی کے واسطے الگ الگ کوٹھڑی تنگ ہوتی ہے اسی طرح جہنم بے انتہا بڑی ہے مگر ہر طرح جہنمی کے رہنے کی خاص جگہ بہت تنگ ہوگی۔

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ تَبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا

آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی

تَبُورًا كَثِيرًا ۱۴

موتوں کو پکارو

کیونکہ موت کو مصیبت کی وجہ سے پکارتے ہیں تو جتنی مصیبتیں ہیں اتنی ہی موتوں کو پکارنا چاہئے اور وہاں کی مصیبتیں بے انتہا ہیں تو بے انتہا موتوں کو پکارو۔

قُلْ أَذِلَّكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعدَ

آپ (ان کو یہ مصیبت سنا کر) کہئے کہ (یہ بتاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت (اچھی ہے) جس کا خدا سے

الْمُتَّقُونَ ۱۵

ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان (کی اطاعت) کا صلہ ہے اور ان کا (آخری ٹھکانا) اور ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خُلْدِينَ ۱۶

گے (اور) وہ (اس میں) ہمیشہ رہیں گے (اے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو

كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُولًا ۱۷

آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے

اور ظاہر ہے جنت ہی بہتر ہے پس اس میں دھمکی کے بعد ایمان کی ترغیب ہے ۱۲

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ

اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے

دُونِ اللَّهِ

سوا پوجتے تھے

اور انہوں نے ان کو گمراہ نہیں کیا تھا پس یا تو صرف بت مراد ہیں یا ملائکہ وغیرہ بھی۔

فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي

ان (سب) کو جمع کرے گا پھر ان معبودین سے (فرما دے گا) کیا تم نے میرے

هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۱۸

ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہ (حق) سے گمراہ ہو گئے تھے

کَبِيرًا ۱۹

چکھائیں گے

گو اس وقت سارے مخاطب مشرک ہی ہوں گے اور وہ سب ہی ظلم ڈھانے والے ہیں مگر اس عنوان سے فرمانے کی یہ وجہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس عذاب کا سبب شرک ہے جو کہ بہت بڑا ظلم ہے۔
رابط: آگے کھانے پینے اور بازار میں چلنے کے متعلق جوان کا اعتراض تھا اس کا تفصیلی جواب ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب

إِنَّهُمْ لَيَاكُلُونَ الطَّعَامَ وَيُشْرُونَ

کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی

فِي الْأَسْوَاقِ ط

چلتے پھرتے تھے

مطلب یہ کہ کھانا کھانے اور نبی ہونے میں کوئی منافات نہیں چنانچہ جن انبیاء کی نبوت دلائل سے ثابت ہے گوا اعتراض کرنے والے نہ مانیں وہ سب ایسے ہی ہوتے تھے پس آپ پر بھی یہ اعتراض غلط ہے آگے حضور اور مسلمانوں کو تسلی ہے۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط

اور ہم نے (تم میں) ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے

پس اسی عادت کے موافق انبیاء کی ایسی حالت بنائی جس سے امت کی آزمائش ہو کہ کون ان کے انسانی حالات پر نظر کر کے جھٹلاتا ہے اور کون نبوت کے کمالات پر نظر کر کے تصدیق کرتا ہے پس کفار کی ایسی بے ہودہ باتوں سے غمگین نہ ہونا چاہئے۔

أَتَصْبِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۙ

کیا صبر کرو گے (یعنی صبر کرنا چاہئے) اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے

پس وقت مقررہ پر ان کو سزا ضرور دے گا پھر آپ کیوں غم میں پڑیں ۱۲

الحمد للہ اٹھارویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

مطلب یہ کہ انہوں نے تمہاری عبادت جو کہ حقیقت میں گمراہی ہے تمہاری خوشی اور تمہارے کہنے سے کی ہے جیسا کہ ان کو گمان تھا کہ یہ معبود ہم سے خوش ہوتے ہیں اور خوش ہو کر اللہ سے شفاعت کریں گے یا خود اپنی رائے سے یہ تجویز نکالی۔

قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يُتَّبَعِي لَنَا أَنْ

وہ (معبودین) عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ

نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ

ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کریں

خواہ وہ کارساز ہم ہوں یا ہمارے سوا اور کوئی ہو مطلب یہ کہ ہم تو عبادت صرف آپ کا حق سمجھتے ہیں تو ان کو شرک کا حکم کیوں کرتے اور اس سے راضی کیسے ہوتے۔

وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا

ولیکن آپ نے (تو) ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی یہاں

الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۱۸

تک کہ وہ (آپ کی) یاد کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے

اور برباد بھی ایسے نامعقول طور پر ہوئے کہ جو باتیں شکر کا سبب تھیں ان کو ناشکری کا سبب بنایا راحت پانے کا مقتضایہ تھا کہ حسن کی معرفت اور اس کی اطاعت بجالاتے مگر یہ لوگ شہوات و لذات میں منہمک ہو کر خود تباہ ہوئے۔

فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ لَا

(اس وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو برملا جواب کرنے کے لئے فرماوے گا کہ)

لَوْ تَهَارَرْتُمْ ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرا دیا

اور انہوں نے بھی تمہارا ساتھ نہ دیا اور جرم پوری طرح ثابت ہو گیا۔

فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ۚ

سو (اب) تم نہ تو خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ (کسی دوسرے کی

طرف سے) مدد دیئے جاسکتے ہو

حتیٰ کہ جن پر پورا بھروسہ تھا وہ بھی صاف جواب دے رہے ہیں اور تمہاری کھلی مخالفت کر رہے ہیں۔

وَمَنْ يَظْلِمْ مِّنْكُمْ نَذِرْهُ عَذَابًا

اور جو (جو) تم میں ظالم (یعنی مشرک) ہو گا ہم اس کو بڑا عذاب

لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۲۱﴾

لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے

یعنی خیر خدا دیکھنے کے لائق تو کیا ہوتے البتہ فرشتے ایک دن ان کو دکھائی دیں گے مگر اس طرح نہیں جس طرح یہ چاہتے ہیں بلکہ ان کو عذاب لاتے ہوئے دیکھیں گے کیونکہ ان کی موجودہ حالت کا یہی مقتضا ہے کہ اگر ملائکہ ان سے ملیں تو اسی طرح ملیں اور وہ دن قیامت کا ہوگا اور دنیا میں بھی اگر ملیں گے تو اسی طرح عذاب لاتے ہوئے ملیں گے تو یہاں جو یہ ان کی ملاقات کی تمنا کرتے ہیں گویا مصیبت کی درخواست کر رہے ہیں جس سے خود ہی پناہ مانگیں گے پھر فضول ایسی چیز کو طلب کر رہے ہیں۔

رابطہ: اوپر قیامت میں ملائکہ کو دیکھنے اور ان کے اترنے کا بیان تھا آگے اسی مناسبت سے اس ہیبت ناک دن کے دوسرے واقعات کا بیان ہے۔ وقد منانا مهجورا۔

وَقَدْ مَنَّا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ

ہم (اس روز) ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا

هَبَاءً مَّنْثُورًا ﴿۲۲﴾

میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سوان کو ایسا بیکار کر دیں گے جیسے پریشان غبار

کہ وہ کسی کام نہیں آتا اسی طرح ان کفار کے اعمال پر کچھ ثواب ہوگا۔

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا

(البتہ) اہل جنت اس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں

وَإِحْسَنٌ مَّقِيلًا ﴿۲۳﴾

بھی خوب اچھے ہوں گے

مراد جنت ہے یعنی جنت ان کے لئے آرام اور قیام کی جگہ ہوگی اور اس کا اچھا ہونا ظاہر ہے۔

وَيَوْمَ تَشْقَى السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ

اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا

اس بدلی کا ذکر دوسرے پارہ کے نصف پر گزر چکا ہے کہ یہ بدلی بشکل سائبان آسمان سے اترے گی اور اس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور اس کے گرد فرشتے ہوں گے یہ حساب شروع ہونے کا وقت ہوگا اور اس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہوگا کیونکہ یہ واقعہ دوبارہ صورتوں پھونکنے کے بعد ہوگا جب کہ زمین و آسمان دوبارہ درست ہو جائیں گے۔

رابطہ: اوپر کفار کے بعض اعتراضات رسالت کے متعلق مذکور تھے ایک اعتراض ان کا یہ تھا کہ ہم سے فرشتے یا خود حق تعالیٰ کھلم کھلا فرمادیں کہ محمد رسول اللہ ہیں آگے اس کا بیان اور پھر جواب ہے وقال الذين تا محجورا

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا

اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ

لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَةُ

اس کے منکر ہیں) وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے

کہ ہم سے آ کر کہیں کہ یہ رسول ہیں۔

أَوْ نَزَىٰ رَبَّنَا

یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں

اور وہ ہم سے کہہ دے کہ واقعی یہ رسول ہیں ہم جب مانیں گے آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ

یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں

کہ اپنے کو فرشتوں کی ملاقات اور حق تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لائق جانتے ہیں حاصل جواب کا یہ ہوا کہ رکاوٹ خود ان کی طرف سے ہے کہ یہ اس لائق نہیں ورنہ فرشتوں کی ملاقات سے تو انبیاء و اولیاء دنیا ہی میں مشرف ہوتے ہیں اور خدا کے دیدار سے آخرت میں سب مسلمان مشرف ہوں گے گو دنیا میں نہ ہو سکیں اور اس رکاوٹ کے دور کرنے کا انہوں نے کوئی سامان نہیں کیا پھر ایسی درخواست اعلیٰ درجہ کا تکبر نہیں تو اور کیا ہے۔

وَعَتَوْعُوا كِبِيرًا ﴿۲۴﴾

اور یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت دور نکل گئے ہیں

یعنی خدا سے ہم کلام ہونے اور اس کے دیدار کی فرمائش میں تو یہ اپنی حد ہی سے باہر ہو گئے کیونکہ فرشتوں اور انسانوں میں کسی بات میں تو شرکت ہے اللہ تعالیٰ سے تو کسی بات میں بھی شرکت نہیں۔

يَوْمَ يَرُونَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ

جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کے

وَنَزَّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝۲۵

اور فرشتے (زمین پر) بکثرت اتارے جاویں گے
اور اسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے بجلی فرمائیں گے۔

اَلْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط

(اور) اس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمن (ہی کی ہوگی)

یعنی حساب و کتاب و جزا و سزا میں کسی کو دخل نہ ہوگا جیسا کہ دنیا میں ظاہری تصرف تھوڑا بہت دوسروں کو بھی حاصل ہے۔

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝۲۶

اور وہ (دن) کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا اور جس روز ظالم (یعنی کافر آدمی

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُوْلُ

غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھا دے گا اور کہے گا کیا اچھا

يَلِيَّتَنِي اَتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝۲۷

ہوتا کہ میں رسول کے ساتھ (دین کی) راہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت

يُوَيْلَتِي لِيَّتَنِي لَمَّا اَتَّخَذْتُ فُلًا نَّا خَلِيْلًا ۝۲۸

(کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس

لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاءَنِي ط

(کہ سخت) نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے بہکایا (اور ہٹا دیا) اور شیطان تو

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسٰنِ خَدُوْلًا ۝۲۹

انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے

چنانچہ اس کافر کی اس حسرت کے وقت اس نے کوئی ہمدردی نہ کی اگرچہ کرنے سے بھی کچھ نہ ہوتا وہ تو صرف دنیا ہی میں بہکانے کو تھا اور ان آیتوں میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ عقبہ بن ابی معیط نے ایک بار دعوت کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا آپ نے فرمایا کہ جب تک تو اسلام نہ لاوے گا میں دعوت نہ مانوں گا اس نے کلمہ پڑھ لیا آپ دعوت میں شریک ہو گئے یہ خبر ابی بن خلف کو جو اس کا دوست تھا پہنچی تو اس نے ملامت کی عقبہ نے جواب دیا کہ میں نے ان کی خاطر سے ظاہر میں کلمہ پڑھ لیا تھا دل سے اسلام نہیں لایا غرض وہ کافر کا کافر ہی رہا تو قیامت میں اس کی اس کو حسرت

ہوگی اور گو اس نے اول بھی دل سے کلمہ نہ پڑھا تھا لیکن اگر ابی بن خلف سے دوستی نہ ہوتی تو شاید اس ظاہری اثر سے باطنی اثر بھی ہو جاتا اور شیطان کا ذکر اس میں اس لئے کیا گیا کہ ابی بن خلف کا اثر شیطان ہی کے اغواء سے ہوا اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ ظالم سے مراد ہر کافر ہے اور تفسیر ظاہر ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا

اور (اس دن) رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس) قوم

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰

نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا

حضور یہ بات کافروں کی شکایت کے طور پر فرمائیں گے کہ یہ لوگ عمل تو کیا کرتے قرآن کی طرف التفات بھی نہ کرتے تھے غرض کفار خود بھی اپنی گمراہی کا اقرار کر لیں گے اور رسول بھی گواہی دیں گے اور ثبوت جرم کی یہی دو صورتیں عادت ہوتی ہیں دونوں کے جمع ہونے سے ثبوت اور پختہ ہو جائے گا اور سزا پائیں گے۔

رابطہ: کفار کے ان اعتراضات سے حضور کے ساتھ ان کی عداوت معلوم ہوتی ہے آگے آپ کی تسلی فرماتے ہیں کہ اس عداوت سے غمگین نہ ہوں و کذلک تا نصیراً

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنْ

اور ہم اسی طرح (یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت کرتے ہیں) مجرم

الْمُجْرِمِيْنَ ط

لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں

یعنی یہ قدیم طریقہ ہے کہ کفار انبیاء کے ساتھ عداوت کرتے رہے ہیں سو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کا غم کیا جاوے۔

وَكُفٰی بِرَبِّكَ هٰدِيًّا وَنَصِيْرًا ۝۳۱

اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے

یعنی غم کے دو سبب ہو سکتے ہیں ایک انکا گمراہ ہونا دوسرے تکلیف دینے کے درپے ہونا سو اللہ تعالیٰ کو اگر کسی کو ہدایت دینا منظور ہوگی اس کو ہدایت دیدے گا اور جب ہدایت نہیں ہوتی تو اس میں بھی حکمت ہے اور تکلیف دفع کرنے کے لئے بھی حق تعالیٰ کافی ہیں اگر کچھ دنوں دفع نہ کرے تو اسی میں حکمت ہوگی غرض نہ اس سے غم کیجئے اور نہ اس سے۔

رابطہ: اوپر کفار کے پانچ اعتراضات مع جواب کے بیان کئے گئے ہیں بعض اعتراضات کا آگے بیان ہے وقال الذين تا ترتیلاً

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر

الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ

یہ قرآن دفعہ واحدہ کیوں نہیں نازل کیا گیا

حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر خدا کا کلام ہوتا تو آہستہ آہستہ نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی اس سے تو شبہ پڑتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود سوچ سوچ کر تھوڑا تھوڑا بنا لیتے ہیں آگے جواب ہے۔

كَذَلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ

اس طرح (تدریجاً) اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے

تَرْتِلًا ۝۳۲

آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اس لئے) ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے

چنانچہ تیس سال کے اندر پورا ہوا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اس طریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی تقویت ہے چند طریقوں سے اول یہ کہ یاد رہنے میں آسانی ہے ورنہ بڑی کتاب جبکہ بے لکھی ہوئی ہو اس کا یاد رکھنا عادتہ دشوار اور اس کو دیکھ کر طبیعت کا پریشان ہو جانا طبعی بات ہے اور آپ کے بعد امت کو لکھی ہوئی کتاب مل جانے سے یہ فائدہ سہولت حاصل ہو گیا دوسرے یہ کہ جب کفار کوئی اعتراض یا ناگوار معاملہ کرتے تب ہی آپ کی تسلی نازل ہو جاتی اس میں دل کی تقویت اس سے زیادہ ہے کہ ایک کتاب آدمی کے پاس ہو اور اس میں سے مضمون تلاش کر کے کام میں لاوے تیسرے بار بار خدا کا پیغام آنا اس بات کی گواہی ہے کہ خدا آپ کے ساتھ ہے جو قوت دل کا بڑا مدار ہے اور تدریجاً نازل کرنے کی حکمتیں صرف یہی نہیں ہیں چنانچہ بعض فائدے سورہ بنی اسرائیل کے ختم پر وقرآنا فرقناہ میں مذکور ہوئے ہیں۔

رابطہ: اوپر کئی اعتراضوں کے کافی شافی جواب مذکور ہوئے ہیں آگے ان جوابوں کی مدح فرماتے ہیں۔ ولا یأتونک تا تفسیراً

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ

اور یہ لوگ کیا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم (اس کا)

وَاحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝۳۳

ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں

تاکہ آپ اس سوال کو دفع کریں اور جواب میں دو خوبیاں ہوتی ہیں ایک یہ کہ فی نفسہ شبہ کی جڑ کاٹنے والا ہو دوسرے وضاحت کی وجہ سے سمجھنے میں آسان ہو الحق میں پہلی خوبی اور احسن تفسیر میں دوسری خوبی کی طرف اشارہ ہے اور اس میں حضور کی تقویت قلب کا بھی ایک طریقہ بیان ہو گیا ہے تو اس کو پہلی آیت سے یہ رابطہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کو آہستہ آہستہ اس لئے نازل کیا گیا کہ جب کفار اعتراض کریں اسی وقت جواب نازل ہو جائے۔

رابطہ: اوپر اعتراضات کا قوی جواب تھا آگے عملی جواب ہے یعنی اس پر جو سزا ہوگی اس کا بیان ہے۔ الذين يحشرون تا سبیلاً

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ لَا

یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے منہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جاویں گے

خواہ اس طرح کہ منہ کے بل چل سکیں یا کہ گھسیٹے جاویں۔

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝۳۴

یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں

جگہ سے مراد دوزخ اور طریقہ سے مراد مذہب ہے اور یہ سزا ان کے مناسب اس لئے ہے کہ اعتراضات عقل کے اندھے پن سے کرتے تھے تو سزا بھی یہ ہوتی کہ اوندھے منہ چلائے جائیں گے۔

رابطہ: اوپر تو حید و رسالت کے انکار پر وعید تھی آگے اس کی تائید کے لئے بعض قصے پہلے منکروں کے مع ان کے وبال و عذاب کے مذکور ہیں تاکہ عبرت ہو نیز اوپر آپ کی تسلی تھی ان قصوں میں اس کی یا تو عقلی دلائل ہیں اور ظاہر ہے کہ دلائل سمجھ جانے کے بعد تو حید کا انکار کرنا ضرور جسمکی کے قابل ہے یا وہ دلائل مراد ہیں جو پہلے انبیاء سے منقول ہوتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچے ہونگے جیسا کہ ولقد جاء کم یوسف من قبل البینات سے انبیاء کی تعلیم کا ان تک منقول چلا آنا معلوم ہوتا ہے اور ان کے انکار کا برا ہونا ظاہر ہے اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کے بعد کتاب ملی ہے لیکن اس کا ذکر پہلے کر دینے میں یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا جلیل القدر نبی ہونا اور فرعون وغیرہ کے انکار کا حماقت پر مبنی ہونا معلوم ہو جائے کہ موسیٰ علیہ السلام ایسے نبی تھے جن کو بعد میں کتاب بھی ملی تھی تو ان کی تعلیم بوجہ فطرت قوی ہونے کے پہلے ہی سے کامل و مکمل تھی مگر پھر بھی وہ لوگ منکر ہی رہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ

اور تحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو ان کا معین بنایا تھا پھر

أَخَاهُ هَارُونَ وَزَيَّرَاهُ فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى

ہم نے (دونوں کو) حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

جنہوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے

فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا ۝۳۶

سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا

چنانچہ ان کا غرق کیا جانا مشہور ہے اور قرآن میں بھی جا بجا مذکور ہے
وقوم نوح تا عذابا اليما۔

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

اور قوم نوح کو بھی ہم ہلاک کر چکے ہیں جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا

اور یہی ان کی ہلاکت کا سبب ہوا اور پیغمبروں کو جھٹلانا اس لئے کہا کہ
سب پیغمبروں کے دینی اصول ایک ہیں جب ایک کو جھوٹا کہا سب کو جھوٹا
کہا یا یہ کہ نوح سے پہلے جو انبیاء گزر چکے تھے ان کی تعلیم بھی ان تک پہنچی
ہو اور انہوں نے اس کو بھی جھٹلایا ہو۔

أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۝۳۷

تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ہم نے ان لوگوں کے لئے ایک نشان بنا دیا

وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۳۸

اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے

وَتَمُودًا وَأَصْحَابَ الرَّسِّ

اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس

و عاذا تا تمبیرا لغت میں رس کنویں کو کہتے ہیں کچھ لوگ قوم ثمود کے باقی
رہ گئے تھے اور کسی کنویں پر آباد تھے وہ اصحاب الرس ہیں کذا فی القاموس

وَقَرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۹

اور ان کے بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کیا اور ہم نے ہر ایک کے

لَهُ الْأَمْثَالُ ۝۴۰ وَكَلَّا تَبَرَّنَا تَبِيرًا ۝۴۱

واسطے عجیب عجیب مضامین بیان کئے اور ہم نے سب کو بالکل برباد ہی کر دیا

أَتُوا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرَتْ مَطَرًا

اور یہ اس بستی پر ہو کر گزر رہے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے تھے

السَّوْءِ ۝۴۲ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا

(سو کیا یہ لوگ) اس کو دیکھتے نہیں رہتے

پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے کہ کفر و غیرہ کو چھوڑ دیں جس کی بدولت قوم
لوط ہلاک ہوئی سو بات یہ ہے کہ عبرت نہ پکڑنے کی یہ وجہ نہیں کہ یہ اس
بستی کو نہ دیکھتے ہوں (آگے ترجمہ)

بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝۴۳

بلکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے

اس لئے کفر کو عذاب کا سبب نہیں سمجھتے اور اسی لئے ان کی ہلاکت کو کفر
کی سزا نہیں مانتے بلکہ اتفاقی بات خیال کرتے ہیں اس لئے اس سے
عبرت ہی نہیں لیتے۔

رابطہ: اور کفار کی قباحت اور ملامت مذکور تھی۔ آگے بھی ان کی بعض
قباحتیں قوی اور فعلی مذکور ہیں اور اھذا الذی بعث اللہ رسولا میں
ان کے ایک اعتراض کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ آپ کے مالدار نہ
ہونے کو بھی شان نبوت کے خلاف سمجھتے تھے آگے اس کا جواب ہے کہ یہ
اعتراض محض بے دلیل اور صریح گمراہی ہے جس کا منشاء خواہش نفس کی
بیرونی ہے و اذاراؤک تا اضل سبیلا

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا

اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں

أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۴۴

کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے

یعنی ایسا آدمی رسول نہ ہونا چاہئے اگر نبوت کوئی چیز ہے تو کوئی رئیس
ہونا چاہئے تھا پس یہ رسول نہیں۔

إِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ إِلَهِنَا لَوْلَا أَنَّ

کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس شخص نے تو ہم کو

صَبَرْنَا عَلَيْهَا ط

ہمارے معبودوں سے ہٹائی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے

پس ہم تو ہدایت پر ہیں اور یہ ہم کو اپنی جادو بیانی سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آگے رو فرماتے ہیں کہ بس اسی وقت اپنے منہ سے اپنے آپ کو ہدایت پر اور رسول کو گمراہی پر بتلا رہے ہیں۔

وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

اور جلدی ہی ان کو معلوم ہو جاوے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے

مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۴۱

کہ کون شخص گمراہ تھا

آیا وہ خود گمراہ تھے یا نعوذ باللہ پیغمبر اور اس میں جواب کی طرف بھی اشارہ ہے کہ صحیح دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبوت کے لئے ثروت لازم نہیں پس اس وجہ سے انکار کرنا کھلی گمراہی ہے مگر یہاں بے توجہی کی وجہ سے اپنا گمراہ ہونا معلوم نہیں ہوتا وہاں مشاہدہ سے ظاہر ہو جاوے گا۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوًى ط

(اے پیغمبر!) آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے

اس میں ان کی گمراہی کا منشاء بھی بیان کر دیا کہ کسی دلیل سے ان کو یہ شبہ نہیں پیدا ہوا بلکہ اس کا سبب خواہش نفس کا اتباع ہے۔

أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝۴۲ أَمْ تَحْسَبُ

سو کیا آپ اس کی گمراہی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ

أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ط

ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں

مطلب یہ کہ آپ ان کی گمراہی سے معذور نہ ہوں کیونکہ آپ ان پر مسلط نہیں ہیں کہ زبردستی راہ پر لے آویں اور نہ ہدایت کی ان سے توقع کیجئے کیونکہ نہ ان کے کان حق بات سنتے ہیں نہ ان کی عقل سمجھتی ہے اور اکثر اس لئے فرمایا کہ بعض کو عنایت خداوندی سے بعد میں ایمان کی توفیق ہوئی اور بعض عقل بھی رکھتے تھے مگر عناد کی وجہ سے ایمان نہ لاتے تھے۔

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ

سَبِيلًا ۝۴۳

بے راہ ہیں

کیونکہ چوپائے دین کے مکلف نہیں تو ان کا نہ سمجھنا کچھ عیب نہیں اور یہ مکلف ہیں پھر نہیں سمجھتے دوسرے اگر چوپائے ضروریات دین کے معتقد نہیں تو منکر بھی نہیں اور یہ تو منکر ہیں۔

رابطہ: اوپر دور سے رسالت کے انکار پر دھمکی اور ملامت چلی آ رہی ہے آگے دلائل سے توحید کو ثابت کر کے اس کے انکار پر مذمت اور ملامت ہے اور اس کے ضمن میں انعامات کا بھی ذکر ہے الم تر تا اواراد شکورا

أَلَمْ تَر إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۝۴۴

(اے مخاطب) کیا تو نے پروردگار کی (اس قدرت) پر نظر نہیں کیا کہ اس نے سایہ کو کیونکر (دور تک) پھیلا یا ہے

کیونکہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے اس وقت کھڑی ہوئی چیزوں کا سایہ لمبا ہوتا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ط

اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا

یعنی اگر ہم چاہتے تو آفتاب کے بلند ہونے سے بھی سایہ نہ گھٹتا کیونکہ آفتاب کی شعاعوں کا زمین کے حصوں پر پہنچنا ہمارے ارادہ سے ہے خود بخود نہیں ہے تو ہم آفتاب کی شعاعوں کو اتنی دور تک نہ پہنچنے دیتے جس سے سایہ ایک ہی حال پر رہتا مگر اپنی حکمت سے ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کو گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝۴۵

پھر ہم نے آفتاب کو اس (سایہ کی درازی اور کوتاہی) پر علامت مقرر کیا

یعنی آفتاب اور سایہ میں ایک ایسا تعلق پیدا کر دیا کہ آفتاب کے بلند ہونے سے سایہ گھٹتا اور نیچے ہونے سے بڑھتا ہے۔

ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝۴۶

پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا

چنانچہ جوں جوں آفتاب اونچا ہوتا ہے سایہ زائل ہوتا جاتا ہے اور چونکہ اس کا غائب ہونا محض خدا کی قدرت سے ہے کسی دوسرے کا اس میں دخل نہیں پھر وہ باوجود ظاہر میں غائب ہو جانے کے خدا کے علم سے غائب نہیں اس لئے فرمایا کہ ہم نے اس کو اپنی طرف سمیٹ لیا تو سایہ کی یہ عجیب

حالت صانع کے کمال اور اس کے تنہا معبود ہونے کی دلیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند

وَالنَّوْمَ مُسَبَّاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿۴۷﴾

کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا

کیونکہ سونا موت کے مشابہ ہے اور جاگنا زندہ ہونے کے مشابہ ہے اور دن کا وقت جاگنے کا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ

اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید) لا کر

يَدَايَ رَحْمَتِهِ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

دل کو خوش کر دیتی ہیں اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی

طَهُورًا ۚ لِّنُعْیَیْهِ بَلَدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيهِ

چیز ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْ آسَى كَثِيرًا ﴿۴۸﴾

بہت سے چار پائیوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کریں اور ہم اس (پانی) کو (بقدر

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا ۚ

مصلحت) ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں

کہ یہ کام کسی بڑی قدرت والے کے ہیں کہ وہی عبادت کا مستحق ہے۔

فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿۴۹﴾

سو (چاہے تھا کہ غور کر کے اس کا حق ادا کرتے لیکن اکثر لوگ بے ناشکری کے نہ رہے

جس میں سب سے بڑھ کر ناشکری کفر اور شرک ہے آگے حضور کو خطاب ہے کہ آپ اس ناشکری کو دیکھ کر احکام پہنچانے سے ہمت نہ ہاریے کہ میں اکیلا ان سب سے کیسے جیتوں گا بلکہ آپ تنہا ہی اپنا کام کرتے جائیے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿۵۱﴾

اور اگر ہم چاہتے تو آپ کے علاوہ اسی زمانہ میں (ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے

اور تنہا آپ پر سارا کام نہ ڈالتے مگر ہم کو آپ کا ثواب اور قرب بڑھانا مقصود ہے اس لئے ایسا نہیں کیا تو تنہا آپ ہی کو نبی بنا کر بھیجا تو اس

صورت میں اتنا کام آپ کے سپرد کیا جانا خدا کی نعمت ہے۔

فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ

سو (اس نعمت کے شکر یہ میں) آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے

کیونکہ ان کی خوشی تو یہ ہے کہ احکام نہ پہنچائے جائیں کہ ان کی آزادی میں خلل نہ پڑے تو آپ اس میں کمی نہ کیجئے۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۲﴾

اور قرآن سے انکا زور شور سے مقابلہ کیجئے

یعنی سب سے کہئے اور بار بار کہئے اور ہمیشہ کہتے رہئے جیسا کہ اب تک کرتے رہے اور ہمت قوی رکھئے پس مقصود اس امر و نہی سے یہ ہے کہ جیسا اب تک رہے ویسے ہی ہمیشہ رہئے تو اس پر کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ

(آگے پھر عود ہے دلائل تو حید کی طرف) اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو (صورۃ)

فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا

ملایا جن میں ایک (کاپانی) تو شیریں تسکین بخش ہے اور ایک (کاپانی) شور تلخ ہے

بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۳﴾

اور ان کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا

کہ باوجود ظاہر میں ملے ہوئے ہونے کے دونوں کے پانی کے مزہ میں امتیاز باقی رہتا ہے اور مراد دو دریاؤں سے وہ مواقع ہیں جہاں شیریں ندیاں اور نہریں بہتے بہتے سمندر میں آ کر گرتی ہیں وہاں باوجود یکہ اوپر سے دونوں کا سطح ایک معلوم ہوتا ہے لیکن خدا کی قدرت ہے ان میں ایک ایسی حد فاصل ہے کہ جہاں دونوں ملتے ہیں اس کی ایک جانب سے پانی لیا جائے تو میٹھا اور اس کے بالکل قریب دوسری جانب سے پانی لیا جائے تو کڑوا چنانچہ بنگال میں بھی اراکان سے چائگام تک ایسا موقع موجود ہے (کہ ایک طرف پانی سفید اور دوسری طرف سیاہ ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک خط معلوم ہوتا ہے سیاہ پانی میں تلاطم بھی بہت ہوتا ہے اور سفید پانی بالکل ساکن رہتا ہے اور کشتیاں سفید ہی پانی میں چلتی ہیں ۱۲) (منہ الحاشیہ)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ

اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو

نَسَبًا

خاندان والا سرال والا بنایا

چنانچہ باپ دادا ماں نانی وغیرہ سے پیدا ہوتے ہی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں پھر شادی کے بعد سرالی رشتے پیدا ہو جاتے ہیں یہ قدرت کی بھی دلیل ہے کہ نطفہ کیا تھا اور اس کو کیسا بنادیا کہ اتنے علاقوں والا ہو گیا اور نعمت بھی ہے کیونکہ ان ہی تعلقات پر معاونت اور امداد کا مدار ہے۔

وَصَهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ

اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار

اس میں نعمت کی طرف اشارہ ہے

قَدِيرًا ۵۴

بڑی قدرت والا ہے

اس میں قدرت کی دلیل کی طرف اشارہ ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ

اور (باوجود اس کے) یہ (مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں

وَلَا يَضُرُّهُمْ ۖ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ۵۵

کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے

کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت کرتا ہے آگے اس کی تسلی ہے کہ آپ ان کی مخالفت معلوم کر کے نہ تو ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم ہوں اور نہ اس فکر میں پڑیں کہ یہ لوگ کہیں میری باتوں کو خود غرضی پر محمول نہ کریں اور نہ ان کی طرف سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ کیجئے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۵۶

اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ (ایمان والوں کو جنت کی) خوشخبری سنائیں اور (کافروں کو دوزخ سے) ڈرائیں

پس ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کیا نقصان ہے پھر آپ کیوں غم کریں۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا

یعنی اگر وہ احکام پہنچانے میں آپ کو خود غرض سمجھیں یا قرینہ سے ان کا ایسا خیال معلوم ہو تو اتنا جواب دے کر آپ بے فکر ہو جائیے۔

إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۵۷

ہاں جو شخص یوں چاہے کہ اپنے رب تک (پہنچنے) کا راستہ اختیار کرے

تو اس کو راستہ بتانا میں ضرور چاہتا ہوں اب اس کو جی جی چاہے کرے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ

اور اس حی لایموت پر توکل رکھئے اور (اطمینان کے ساتھ)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ط

اس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہیے

اور کسی کے ضرر پہنچانے کا اندیشہ نہ کیجئے اپنا کام بے فکری سے کرتے رہئے۔

وَكَفَىٰ بِهِ يَذْنُوبٍ عِبَادَةٍ خَيْرًا ۵۸

اور وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی (طور پر) خبردار ہے

آپ اس خیال سے کہ ان کی مخالفت دوسروں کو ضرر نہ پہنچادے ان کے واسطے جلدی عذاب آنے کی بھی تمنا نہ کیجئے خدا جب مناسب سمجھے گا عذاب دے دے گا پس ان آیتوں میں حضور کے غور و فکر اور خوف وغیرہ کو زائل کر کے آگے پھر توحید کا بیان ہے۔

إِلَّا الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا

وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے

بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ

سب چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت (شاهی) پر قائم ہوا

الْعَرْشِ ۚ وَالرَّحْمَنُ فَسَّأَلُ بِهِ خَيْرًا ۵۹

اور بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے

کافر اور مشرک کیا جانیں کہ وہ کیسا ہے اور اسی نہ جاننے کی وجہ سے یہ لوگ شرک کرتے ہیں۔ وما قدرُوا اللہ حق قدرہ۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا

اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو (بوجہ جہل عناد

الرَّحْمَنِ ق

(کے) کہتے ہیں کہ رحمن کیا چیز ہے

جس کے سامنے سجدہ کرنے کو ہم سے کہتے ہو رحمن کا لفظ ان میں کم مشہور تھا مگر یہ نہیں کہ جانتے نہ ہوں خوب جانتے تھے کہ رحمن خدا کا نام ہے مگر چونکہ اسلامی تعلیم سے مخالفت بڑھی ہوئی تھی تو اس مخالفت کو لفظوں میں بھی نباتے تھے تو قرآن میں جو یہ لفظ کثرت سے آیا اس میں بھی مخالفت کر بیٹھے اور محض اس وجہ سے کہ یہ لفظ قرآن میں آیا ہے۔ انجان بن کر اس میں گفتگو اور انکار کرنے لگے گو اس سے خدا ہی کا انکار اور بے ادبی ہو جائے۔

اَنْسَجِدُ لَهَا تَامُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۴۰

کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے ہم کو کہو گے اور اس سے ان کو

تَبْرَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا

اور زیادہ نفرت ہوئی ہے وہ ذات بہت عالیشان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے

وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ۴۱

ستارے بنائے اور اس (آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور نورانی چاند بنایا

یعنی ان ستاروں میں دو بڑے نورانی اور فائدہ پہنچانے والے ستارے بنائے اور شاید آفتاب کو تیزی کی وجہ سے چراغ کے ساتھ تشبیہ دی۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے

لَمَنْ ارَادَ اَنْ يَذْكُرَ اَوْ ارَادَ شُكُورًا ۴۲

والے بنائے اور یہ سب کچھ دلائل و نعم جو مذکور ہوئے اس شخص کے (سمجھنے

کے) لئے ہیں تو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے

پس سمجھنے والے کی نظر میں یہ دلائل ہیں اور شکر کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں اور نادان کے حق میں حکمت کی ہزار کتابیں بھی بیکار ہیں۔

رابطہ: اوپر تو حید کے دلائل کے ساتھ ساتھ کفار و مشرکین کا کفر اور مخالفت کرنا مع ان کی مذمت کے مذکور تھا آگے مقابلہ میں مومنین کی اطاعت اور احکام کی بجا آوری کا مع ان کی فضیلت کے ذکر ہے اور درمیان میں تبعاً بعض گناہوں کی تفصیل اور توبہ سے انکا معاف ہو جانا مذکور ہے۔ وعباد الرحمن تا و مقاما

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى

اور (حضرت رحمان کے) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی

الْأَرْضِ هَوْنًا

کے ساتھ چلتے ہیں

مطلب یہ کہ ان کے مزاج میں تواضع ہے اور اسی کا اثر چلنے پر بھی خود بخود ظاہر ہوتا ہے ورنہ چال کی ہیئت بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ دماغداری کیساتھ نرم رفتاری کچھ بھی موجب تعریف نہیں۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۴۳

اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت)

کرتے ہیں تو وہ رفعِ شرکی بات کہتے ہیں

مطلب یہ کہ اپنی ذات کے واسطے قوی یا فعلی بدلہ نہیں لیتے اور جو سختی اصلاح اور تعلیم یا خدا کا بول بالا کرنے کے لئے ہو تو اس کی نفی مقصود نہیں خلاصہ یہ کہ اپنے اعمال میں ان کا طریقہ تواضع کرنا ہے اور دوسروں کے ساتھ انکا یہی طریقہ ہے آگے بتلاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا طرز رکھتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۴۴

اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز)

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ

میں لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم

جَهَنَّمَ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۴۵

سے جہنم کے عذاب کو دور رکھے کیونکہ اس کا عذاب

إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۴۶

پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے

یعنی باوجود حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرتے رہنے کے وہ خدا سے اس قدر ڈرتے رہتے ہیں کہ ہمیشہ عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ

(تو یہ ان کی حالت طاعات بدنیہ میں سے) اور (طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور

يَقْتَرُوا

نہ تنگی کرتے ہیں

زیادتی نہ ہوگی نہ ہمیشہ ہوگا اور نہ وہ عذاب ذلیل و خوار کرنے کے لئے ہوگا بلکہ پاکی و صفائی کے لئے ہوگا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ آگے فرماتے ہیں الامن تاب و امن مگر جو ایمان لے آئے اور توبہ کر لے تو اگر یہ آیت گنہگار مسلمانوں کے حق میں ہوتی تو وہاں صرف توبہ کا ذکر ہوتا ایمان کا ذکر نہ ہوتا کیونکہ مسلمان کے لئے گناہ کے بعد توبہ کافی ہے تجدید ایمان ضروری نہیں۔

يَلْقَىٰ أَثَامًا ۖ لَا يُضَعِفُ لَهُ الْعَذَابُ

تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب

يَوْمَ الْقِيَمَةِ

بڑھتا چلا جائے گا

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دوسری جگہ تو یہ فرمایا ہے کہ بڑے اعمال کی سزا ان کے برابر ہوگی زیادہ نہ ہوگی۔ من جاء بالسینۃ فلا یجزی الا مثلہا اور یہاں زیادہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور دونوں میں تعارض ہوا جواب یہ ہے کہ برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک گناہ کا ایک ہی لکھا جاتا ہے دو یا زیادہ نہیں لکھے جاتے اور جس قدر لکھے جاتے ہیں سزا بھی ان ہی کی دی جاتی ہے لیکن اگر ان میں ایک گناہ اتنا سخت ہو کہ اس کی سزا اتنی ہو کہ ہمیشہ عذاب زیادہ ہوتا رہے تو یہ برابری کے خلاف نہیں اس صورت میں سزا جرم کے برابر ہی ہے زیادہ نہیں

وَيُخْلَدُ فِيهِ مِهَنًا ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (خوار) ہو کر رہے گا مگر جو (شرک و

وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

معاصی سے) توبہ کر لے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے

یہ اس توبہ کے قبول ہونے کی شرط ہے یعنی ضروری طاعات کو بجالاتا رہے تو وہ جہنم میں ہمیشہ تو کیا رہتا جہنم سے اس کو ذرا بھی لگاؤ نہ ہوگا

فَأُولَٰئِكَ يَبْدِلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط

اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا

یعنی چونکہ کفر اور کفر کے زمانے کے سب گناہ اسلام سے معاف ہو گئے اور آئندہ بوجہ نیک اعمال کے نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور ان پر ثواب ملے گا اس لئے جہنم سے ان کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے

یعنی نہ گناہوں میں مال صرف کرتے ہیں اور نہ ضروری طاعت میں خرچ کی کمی کرتے ہیں اور اسراف میں وہ خرچ بھی داخل ہے کہ بلا ضرورت طاقت سے زیادہ جائز کاموں یا غیر ضروری طاعات میں خرچ کرے کیونکہ اس کا انجام اخیر میں بے صبری اور حرص و بدینتی ہوتی ہے اور یہ باتیں گناہ ہیں اور جو گناہ کا ذریعہ بن جائے وہ بھی گناہ ہے اور جب ضروری جگہ میں کم خرچ کرنے کی برائی معلوم ہوگئی تو بالکل خرچ نہ کرنا تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا غرض کہ وہ خرچ کرنے میں افراط اور تفریط دونوں سے پاک ہیں۔

وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۝

اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے

اور یہ حالت تو ان کی طاعات بجالانے میں بھی آگے بتلا۔ تے ہیں کہ گناہوں سے بچنے میں ان کی کیا شان ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے

کہ یہ گناہ عقیدے کے متعلق ہے۔

وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ

اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں

إِلَّا بِالْحَقِّ

کرتے ہاں مگر حق پر

یعنی اگر کسی شرعی سبب سے قتل کرنا واجب یا جائز ہو جائے تو اور بات ہے۔

وَلَا يَزْنُونَ ج

اور وہ زنا نہیں کرتے

اور قتل اور زنا یہ گناہ اعمال کے متعلق ہیں۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ

اور جو شخص ایسے کام کرے گا

یعنی شرک کرے یا شرک کے ساتھ قتل ناحق یا زنا بھی کرے جیسے مکہ کے مشرک تھے پس یہ آیت کفار و مشرکین کے بارہ میں ہے۔ صحیحین میں ابن عباسؓ سے اس کا شان نزول ان ہی کے بارہ میں منقول ہے اور آیت کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ عذاب کا بڑھتا جانا اور ہمیشہ عذاب ہونا اور ذلیل و خوار ہونا یہ کفار کے لئے مخصوص ہے اور گنہگار مسلمانوں کو جو عذاب ہوگا اس میں

وَذَرِّتِنَا قَرَّةَ أَعْيُنٍ

اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما

یعنی انکو دیندار و متقی بنادے ہم کو دینداری کی کوشش میں کامیاب فرما کہ ان کی دینداری کو دیکھ کر راحت اور خوشی ہو غرض وہ لوگ جیسے خود دین کے عاشق ہیں اسی طرح اپنے اہل و عیال کے لئے بھی اس کی کوشش اور دعا کرتے ہیں۔

وَأَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝۴۳

اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے

یعنی تو نے ہم کو خاندان کا افسر تو بنایا ہی ہے مگر ہماری دعا یہ ہے کہ ان سب کو متقی کر دے تاکہ ہم متقی خاندان کے افسر کہلائیں بد دین خاندان کے افسر نہ کہلائیں پس اصل مقصود اپنے خاندان کے متقی ہونے کی درخواست ہے افسری مانگنا مقصود نہیں اگرچہ اس میں بھی قباحت نہیں مگر مقام اس پر دلالت نہیں کرتا آگے ان نیک بندوں کی جزاء کا بیان ہے۔

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ

ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے (دین و

فِيهَا تَحِيَّةٌ وَسَلَامٌ ۝۴۴ خُلِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ

طاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس (بہشت) میں (فرشتوں کی جانب سے) بقا کی دعا اور سلام ملے گا (اور) اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝۴۵

گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے

اور اس مقام پر جس قدر اوصاف مذکور ہوئے ہیں نجات کا ان پر مدار نہیں ہے نجات کے لئے صرف ایمان ہی کافی ہے بلکہ ان اعمال پر بلند درجات کا ملنا موقوف ہے جیسا کہ یجوزون الغرفة کا قرینہ ہے اور جنت میں سلامتی اور بقاء کی دعا محض تعظیم و اکرام کے لئے ہوگی اس لئے اس کو فضول نہیں کہہ سکتے۔
رابطہ: اوپر اذا قيل لهم اسجدوا میں عبادت سے انکار کرنے والوں کی مذمت اور عباد الرحمن میں عبادت بجالانے والوں کی فضیلت بیان فرمائی اور اسی کی تاکید کے لئے فرماتے ہیں کہ بندوں کو حق تعالیٰ سے کوئی ذاتی خصوصیت نہیں ہے کہ خواہ مخواہ آؤ بھگت کرے بس تعلق عبادت کا ہے اور چونکہ یہ مضمون اجمالی طور پر سورت کے تمام مضامین کا فیصلہ ہے اس لئے اس پر سورۃ کا ختم ہونا اعلیٰ درجہ کا حسن ختام ہے۔ قل ما يعبوا تا لزاماً

اس لئے اس کے گناہوں کو مٹا دیا اور نیک کام ان کی جگہ لکھ دیئے اور یہ تو کفر سے توبہ کرنے والوں کا بیان تھا آگے گناہ سے توبہ کرنے والے مومن کا بیان ہے۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ

اور جو شخص (اس کی معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو (وہ بھی

إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝۴۶

عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے یعنی خوف اور اخلاص کے ساتھ جو کہ توبہ کی شرط ہے پس اس توبہ کا اثر بھی یہی ہے کہ اس شخص کو جہنم سے ذرا لگاؤ نہ ہوگا پس توبہ کے بعد نیک عمل کرتا رہنا توبہ قبول ہونے کی شرط نہیں اگر توبہ کے بعد عمل صالح نہ کرے تو یہ توبہ قبول ہو جائے گی مگر اس کا وعدہ نہیں کہ اس کو جہنم سے ذرا بھی لگاؤ نہ ہوگا پس عمل صالح کی قید جہنم سے لگاؤ نہ ہونے کے لئے شرط ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَلَا إِذَا مَرُّوا

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے

بِالْغُومِرِ مَرُّوا إِكْرَامًا ۝۴۷

پاس کو ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں
یعنی نہ اس کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور نہ گناہگاروں کی تحقیر اور اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْرُوْا

اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کی

عَلَيْهَا صَبًّا وَعُمِيَانًا ۝۴۸

جاتی ہے تو ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے
بلکہ عقل و فہم کے ساتھ قرآن پر متوجہ ہوتے اور اشتیاق کے ساتھ دوڑتے ہیں کفار کی طرح نہیں کہ وہ قرآن کو نئی بات سمجھ کر تماشے کے طور پر اور اس میں اعتراض نکالنے کے لئے اس کی حقیقت سے بے خبر ہو کر اندھے بادلوں کی طرح جھوم کر لیتے تھے۔

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا

اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں

قُلْ مَا يَعْبُؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ج

آپ (عام طور پر لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پرواہ نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے سو تم تو (احکام الہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو

فَقَدْ كَذَبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝۶

عنقریب (جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے) وبال (جان) ہوگا

خواہ دنیا ہی میں جیسے واقعہ بدر میں کفار پر مصیبت آئی یا آخرت میں اور وہ تو ظاہر ہے۔

سورة الشعراء مكية الاقوله والشعراء الخ

مائتان وست او سبع اية كذا في البيضاوي

رابطہ: اس سورت کے سب سے پہلے اور سب سے پچھلے رکوع میں قرآن اور رسالت کی حقانیت اور صدق اور اس کے مناسب مضامین کا ذکر ہے اور پہلے رکوع کے ختم پر منکرین کی دھمکی اور عبرت کے لئے بعض دلیلیں تو حید ثابت کرنے والی مذکور ہیں اور پچھلی سورت کا ختم منکرین کی وعید پر ہوا تھا پس دونوں سورتوں کے شروع اور ختم میں مناسبت ظاہر ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم طسم تا هو العزيز الرحيم

(۲۶) سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ (۲۷)

سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دوسو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

طسم ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْبَيِّنِ ۝۲

طسم یہ (مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں شاید آپ ان کے ایمان لانے پر (رنج کرتے

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ

کرتے اپنی جان دے دیں گے۔

یعنی یہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے تو آپ اتنا غم کیوں کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ یہ عالم امتحان کی جگہ ہے یہاں ہم حق ثابت کرنے کے لئے ایسے ہی دلائل قائم کرتے ہیں جن کے بعد بھی ایمان لانا بندہ کے اختیار میں رہتا ہے ورنہ اگر ہم چاہتے تو کوئی ایسی دلیل بھیج دیتے جس سے وہ مجبور و مضطر ہو کر ایمان لے آتے۔

أَلَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝۳ إِنَّ نَّشَانِئَ نَزْلِ

اگر ہم (ان کو مومن کرنا) چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی

عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ

نازل کر دیں پھر ان کی گردنیں اس نشانی سے

أَعْنَاقَهُمْ لَهَا خِضَعِينَ ۝۴

پست ہو جاویں

یعنی اختیار بالکل سلب ہو جائے اور مجبور ہو کر ایمان لے آئیں لیکن اس صورت میں ابتلاء و امتحان باقی نہ رہے گا اس لئے نہیں کیا جاتا اور حکم کو قدرت اور جبر کے درمیان رکھا جاتا ہے۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَنِ مُحَدَّثٍ

اور (ان کی حالت یہ ہے کہ) ان کے پاس کوئی تازہ فہمائش (حضرت رحمن کی

إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ۝۵ فَقَدْ

طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بدخی نہ کرتے ہوں سو (اس بدخی کی

كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِه

یہاں تک نوبت پہنچی کہ) انہوں نے (دین حق کو) جھوٹا ٹٹا دیا سو اب عنقریب ان

يَسْتَهْزِءُونَ ۝۶

کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی جس کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے تھے

یعنی جب موت کے وقت یا قیامت میں عذاب الہی کا معائنہ ہوگا اس وقت قرآن کا اور اس کے مضامین کا سچا ہونا منکشف ہو جائے گا۔

أَوَلَمْ يَذُرُوا إِلَى الْأَرْضِ

کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا

جوان سے بہت قریب اور ہر وقت سامنے ہے۔

كَمْ أَنْبَأْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝۷

کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم کی بوٹیاں لگائی ہیں

جو دوسری مصنوعات کی طرح حق تعالیٰ کے کمال اور وحدت پر دلالت کرتی ہیں پس اگر قرآن کی آیتوں کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں تو ان ظاہری دلیلوں کا انکار تو نہ کرنا چاہئے تھا جو خدا کی توحید پر محض عقلی طور پر

دلالت کرتی ہیں اگر شریعت سے نفرت ہے تو عقل سے تو دور نہیں۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط

اس میں (توحید کی) ایک بڑی نشانی ہے

جس سے صالح عالم کا ذات اور صفات اور افعال میں یکتا ہونا عقلاً معلوم ہوتا ہے اور خود یہ بات بھی عقل سے ثابت ہے کہ معبود کے لئے ذات و صفات میں کامل ہونا شرط ہے اور اس کمال کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک (معبود ہو) کیونکہ یکتائی اور بے نظیری اعلیٰ درجہ کا کمال ہے اور کسی کا اس کے برابر ہونا بہت بڑا نقص ہے اس سے معبود کو منزہ ہونا چاہئے (مخلص)۔

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے

اور شرک کرتے رہتے ہیں غرض شرک کرنا یہ نبوت کے انکار سے بھی بڑھ کر ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ فساد نے ان کی فطرت کو بالکل خراب کر دیا پھر ایسوں کے پیچھے کیوں جان کھپائی جائے۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے رحیم ہے

یعنی اگر ان کو جلدی عذاب نہ آنے سے یہ شبہ ہو کہ ہمارا شرک کرنا خدا کے نزدیک برا نہیں ورنہ عذاب جلدی آ جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت عامہ دنیا میں کفار کو بھی شامل ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے ورنہ کفر یقیناً برا اور عذاب کا سبب ہے اور ایسی ہی آیت آئندہ قصوں کے ختم پر آئی ہے وہاں بھی یہی حاصل ہے کہ جس طرح یہ دلیل عبرت حاصل کرنے کے قابل ہے وہ واقعات بھی اس لائق ہیں کہ ان سے خدا کی قدرت پر استدلال کیا جائے اور خدا سے ڈر کر احکام کی بجا آوری میں مستعد ہونا چاہئے مگر پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور خدا تعالیٰ باوجود عذاب پر قادر ہونے کے رحمت کی وجہ سے مہلت دیتا ہے اور اہتمام کی وجہ سے اس آیت کو بار بار بیان فرمایا ہے۔

رابطہ: اوپر تکذیب کرنے والوں کی مذمت بھی آگے ان کی دھمکی اور عبرت کے لئے چند قصے مذکور ہوتے ہیں۔ واذنادی تا للنظرین

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ أَنْ ائْتِ الْقَوْمَ

اور (ان لوگوں سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا (اور حکم دیا) کہ تم ان ظالموں کے یعنی قوم فرعون کے پاس

الظَّالِمِينَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۖ أَلَا يَتَّقُونَ ۝

جاؤ (اور اے موسیٰ دیکھو) کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے

یعنی ان کی حالت بہت عجیب اور قابل ملامت ہے اس لئے تم کو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ط

انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلانے لگیں اور (طبعی طور پر ایسے وقت میں کہ) میرا دل

وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي

تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان (اچھی طرح) نہیں چلتی

جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فہم خن تا عنك مستمع قوت طبع از متکلم مجو

یعنی جب سننے والا بات سمجھنے ہی کا ارادہ نہ کرے تو کہنے والے کی طبیعت کھل نہیں سکتی حاصل کلام یہ ہے کہ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں مگر اس کی تکمیل کے لئے ایک مددگار چاہتا ہوں۔

فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ۝

اس لئے ہارون کے پاس بھی وحی بھیج دیجئے

اور ان کو بھی نبوت دے دیجئے کہ اگر لوگ مجھ کو جھٹلائیں تو وہ میری تائید اور تصدیق کرنے لگیں تاکہ میرا دل کھلا رہے اور زبان چلتی رہے اور اگر کسی وقت میری زبان رک جائے تو وہ تقریر کرنے لگیں اور یہ غرض ویسے بھی محض ہارون علیہ السلام کو بلا نبوت ملے ساتھ رکھنے سے حاصل ہو سکتی تھی مگر نبوت مل جانے سے اچھی طرح پوری ہو گئی

وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٍ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝

میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو (قبل تبلیغ رسالت) قتل کر ڈالیں

تو اس کی بھی کچھ تدبیر فرمادیجئے کہ وہ مجھ کو دیکھتے ہی قتل نہ کر ڈالیں کہ بات بھی نہ کر سکوں اور یہ جرم ایک قبلی کا قتل تھا جس کا قصہ سورہ قصص میں آوے گا۔

قَالَ كَلَّا ۖ

ارشاد ہوا کہ کیا مجال ہے

جو ایسا کر سکیں اور ہم نے ہاروں کو بھی نبوت دی اب دونوں رکاوٹیں دور ہو گئیں۔

فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَعِينُونَ ﴿۱۵﴾ فَاتِيَا

(سو) اب تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ ہم (نصرت و امداد سے)

فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾

تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ

أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا

ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے

یعنی توحید کے ساتھ یہ حکم بھی لائے ہیں کہ بنی اسرائیل کو اپنے بیگار اور ظلم سے نجات دے کر ان کے اصلی ملک شام کی طرف جانے دے دونوں باتوں کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اور حق العباد میں جد سے آگے نہ بڑھے۔

بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿۱۷﴾

(دونوں حضرات گئے اور فرعون سے سب مضامین کہہ دیئے)

فرعون نے یہ باتیں سن کر موسیٰ علیہ السلام کو پہچانا اور اول ان کی طرف متوجہ ہوا۔

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا

فرعون کہنے لگا کہ (آہتم ہو) کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم

مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ

اپنی (اس) عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی

الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۹﴾

تھی جو کی تھی (یعنی قبلی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناپاس ہو

کہ میرا ہی کھایا اور میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھ کو اپنا تابع بنانے آئے ہو چاہئے تو یہ کہ تم مجھ سے ہر طرح دبو۔

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا أَنَا مِنَ الصَّالِينَ ﴿۲۰﴾

موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ

سے بڑی غلطی ہو گئی تھی

یعنی عدا میں نے قتل نہیں کیا بلکہ اس کی خطا پر اس کو آگاہ کرتا تھا اتفاق

سے وہ مر گیا۔

فَقَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي

پھر مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے گھر سے مفروز ہو گیا پھر مجھ کو میرے

حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۱﴾

رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا

اور دانشمندی نبوت کے لئے لازم ہے خلاصہ یہ کہ میں اس وقت پیغمبر ہی کی حیثیت سے آیا ہوں جس میں دہنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہ قتل کا واقعہ نبوت کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ خطا سے ہو گیا تھا اور بھول چوک سے نبوت کی لیاقت پر کوئی دھبہ نہیں آ سکتا۔ یہ تو قتل کے اعتراض کا جواب ہے۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدَتْ بَنِي

اور (رہا احسان جتنا نا پرورش کا سو) وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا

إِسْرَءِيلَ ﴿۲۲﴾

ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا

کہ ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا جس کے خوف سے میں صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالا گیا اور تیرے ہاتھ لگ گیا اور تیری پرورش میں رہا تو اس پرورش کی اصلی وجہ تو تیرا ظلم ہے تو ایسی پرورش کا کیا احسان جتلیا جاتا ہے بلکہ اس سے تو اپنی ناشائستہ حرکات کو یاد کر کے شرمانا چاہئے اور اس جواب سے یہ مقصود نہیں کہ میں احسان نہیں مانتا بلکہ مقصود یہ ہے کہ تجھ کو احسان جتلا نا چاہئے کیونکہ احسان جتلا نا ہمیشہ برا ہے خاص کر جب اس کا سبب احسان کرنے والے کا ظلم ہو۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ

فرعون (اس بات میں لا جواب ہوا اور خن کا پہلو بدل کر اس نے) کہا کہ

رب العالمین کی ماہیت (اور حقیقت) کیا ہے موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ

السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ

پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ (مخلوقات) ان کے درمیان

مُوقِنِينَ ﴿۲۴﴾

میں ہے اس کا اگر تم کو یقین کرنا ہو (تو یہ پتہ بہت ہے)

مطلب یہ کہ تم حق تعالیٰ کی حقیقت سے اس کو نہیں پہچان سکتے اور نہ کوئی حقیقت بتلا سکے اس لئے جب سوال کرو گے جواب میں خدا کی صفات ہی بیان کی جائیں گی۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمْعُونَ ۝۲۵ قَالَ

فرعون نے اپنے ارد گرد (بیٹھے) والوں سے کہا کہ تم لوگ (کچھ سنتے ہو کہ سوال کچھ

رَبِّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝۲۶

اور جواب کچھ) موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تمہارا اور تمہارے پہلے بزرگوں کا

اس جواب میں دوبارہ اسی پہلے مطلب پر تنبیہ کر دی کہ تم خدا کو اس کی صفات سے پہچان سکتے ہو حقیقت نہیں جان سکتے موسیٰ علیہ السلام خدا کی قدر میں بیان کرتے جاتے تھے اور فرعون بیچ میں اپنے درباریوں کو ابھارتا جاتا تھا تا کہ ان کو یقین نہ آ جائے کہ دیکھو میں ان سے خدا کی حقیقت پوچھتا ہوں اور یہ اتے پتے بتلاتے ہیں۔

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ

فرعون (نہ سمجھا اور) کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو (بزعیم خود) تمہاری طرف

لَمَجْنُونٌ ۝۲۷ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

رسول ہو کر آیا ہے مجنون (معلوم ہوتا) ہے موسیٰ نے فرمایا کہ پروردگار ہے

وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝۲۸ قَالَ

مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم کو عقل

لَيْسَ اتَّخَذَتْ إِلَهًا غَيْرِي لِأَجْعَلَكَ مِنْ

ہو تو اس کو مان لو) فرعون (آخر جھلا کر) کہنے لگا کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور

الْمُسْجُونِينَ ۝۲۹ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ

معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اگر

مُبِينٌ ۝۳۰ قَالَ فَأَتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

میں کوئی صریح دلیل پیش کر دوں تب بھی (نہ مانے گا) فرعون نے کہا اچھا تو وہ

الضَّادِّ قَيْنَ ۝۳۱ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ

دلیل پیش کروا اگر تم سچے ہو موسیٰ نے اپنی لٹھی ڈال دی تو وہ دفعہ ایک نمایاں

ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝۳۲ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ

اژدہا بن گیا اور (دوسرا) حجزہ دکھلانے کے لئے اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر)

بِضَاءٍ لِلنَّظِيرِينَ ۝۳۳

باہر نکالا تو وہ دفعہ سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا

جس کو کھلی آنکھوں سب نے دیکھا جب موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ظاہر ہوئے تو فرعون نے ان کو جادو بتا کر ٹال دیا کہ کوئی ایمان نہ لائے قال للملاح اول المؤمنين

قَالَ لِلْمَلَاحِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا السِّحْرُ عَلِيمٌ ۝۳۴

فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس (بیٹھے) تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۝۳۵

جادو (کے زور سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے

تا کہ بدوں کسی روک ٹوک کے اپنی قوم کو لے کر اکیلا حکومت کرے۔

فَمَا ذَاتَا مُرُونَ ۝۳۶ قَالُوا أَرْجَاهُ وَأَخَاهُ

سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو درباریوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو

وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝۳۷ يَا تُولِي

(چندے) مہلت دیجئے اور شہروں میں چڑھاسیوں (کو حکمنا مے) دے کر بھیج

بِكُلِّ سَكَّارٍ عَلِيمٍ ۝۳۸ فَجَمَعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ

دیجئے کہ وہ (سب شہروں سے) سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر

يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝۳۹

حاضر کر دیں غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کر لئے گئے

معین دن سے میلہ کا دن مراد ہے اور خاص وقت سے چاشت کا

وقت جیسا کہ سورہ طہ میں مذکور ہے یعنی اس وقت کے قریب تک سب جمع کر لئے اور فرعون کو جمع ہونے کی اطلاع کی گئی۔

وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ ۝۴۰

اور (فرعون کی طرف سے بطور اعلان عام کے) لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ

لَعَنَّا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمْ

کیا تم لوگ جمع ہو گے (یعنی جمع ہو جاؤ) تا کہ اگر جادوگر غالب آ جاویں تو ہم

الْغَلْبِیْنَ ۴۰

ان ہی کی راہ پر ہیں

یعنی وہی راہ جس پر فرعون تھا اور دوسروں کو بھی اس پر رکھنا چاہتا تھا اور یہ عنوان اس لئے اختیار کیا تا کہ خود غرضی ظاہر نہ ہو مطلب یہ کہ جمع ہو کر دیکھو امید ہے جادوگر غالب رہیں گے تو ہم لوگوں کے طریق کا حق ہونا حجت سے ثابت ہو جائے گا۔

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنِّ

پھر جب وہ جادوگر (فرعون کی پیشی میں) آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ)

لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَلْبِیْنَ ۴۱ قَالَ

علیہ السلام) پر غالب آگئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا فرعون نے کہا کہ

نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَیْسَ الْمَقْرَبِیْنَ ۴۲

ہاں اور (مزید برآں) تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے

غرض اس گفتگو کے بعد میں عین موقع پر مقابلہ کے لئے آئے اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور مقابلہ شروع ہوا اور جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنا عصا پہلے ڈالئے گا یا ہم ڈالیں۔

قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۴۳

موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو (میدان میں)

فَالْقَوْمُ حَبَالُهُمْ وَعَصِيَّتُهُمْ

ڈالوسوا انہوں نے اپنی رسیاں اور لٹھیاں ڈالیں

جو جادو کے اثر سے سانپ معلوم ہوتے تھے۔

وَقَالُوا بَعِزَّةٌ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَلْبِیْنَ ۴۴

اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بیشک ہم ہی غالب آویں گے پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالاسو ڈالتے کے ساتھ ہی (اڑدہا بن کر) ان کے تمام تر بنے

فَالْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا

بنائے دھندے کو لٹکانا شروع کر دیا سو (یہ دیکھ کر) جادوگر (ایسے متاثر ہوئے

يَا فِکُونُ ۴۵ فَالْقَىٰ السَّحَرَةُ سِبْجِدِیْنَ ۴۶

کہ سب سجدے میں گر پڑے اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے

قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۴۷ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۴۸

آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔

فرعون یہ دیکھ کر بڑا گھبرایا کہ ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جائے تو اس نے ایک مضمون گھڑ کر ساحروں کو یہ دھمکانا شروع کیا۔

قَالَ امْنُتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ إِلَهُهُ

فرعون کہنے لگا کہ ہیں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدو اس کے کہ میں تم کو جازت دوں

لَكِبِيرُكُمْ الَّذِیْ عَلَیْكُمْ السَّحَرُجُ

ضرور (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ (جادو میں) تم سب کا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے

اور تم اس کے شاگرد ہو اس لئے آپس میں خفیہ سازش کر لی ہے کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے پھر اسی طرح ہار جیت ظاہر کریں گے تاکہ قبطیوں سے سلطنت چھین کر اطمینان سے خود حکومت کرو۔

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۴۹ لَا قَطْعَنَ أَيْدِیْكُمْ

سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور وہ یہ ہے) میں تمہارے ایک

وَأَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصْلَیْبَتُكُمْ

طرف کے ہاتھ اور دوسرے طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر

أَجْمَعِیْنَ ۵۰ قَالُوا لَا ضِیْرَ إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا

ٹانگ دوں گا (تاکہ اوروں کو عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج

مُنْقَلِبُونَ ۵۱

نہیں ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے

جہاں ہر طرح کا امن و آرام ہے پھر ایسے مرنے سے نقصان ہی کیا ہوا۔

إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِیْنًا أَنْ كُنَّا أَوَّلَ

(اور) ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس

الْمُؤْمِنِیْنَ ط ۵۲

وجہ سے کہ ہم (اس موقع پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے

پس یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ ان سے پہلے بھی بعضے ایمان لا چکے تھے جیسے آسیہ اور مومن آل فرعون اور بنی اسرائیل کیونکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں حاضر ہونے والوں میں سے ہم پہلے ایمان لائے پھر جب فرعون کو اس

واقعہ سے بھی ہدایت نہ ہوئی اور اس نے بنی اسرائیل کو تکلیف پہنچانا نہ چھوڑا تو موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے باہر چلے جانے کا حکم ہوا۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي أَنْكُرُ

اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے ان بندوں کو شب (مصر سے باہر)

مَتَّبِعُونَ ﴿۵۲﴾

نکال لے جاؤ (اور فرعون کی جانب سے) تم لوگوں کا تعاقب کیا جاوے گا چنانچہ وہ موافق حکم کے بنی اسرائیل کو لے کر رات کو چل دیئے صبح کو یہ خبر مشہور ہوئی۔

فَارْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾

فرعون نے تعاقب کی تدبیروں کے لئے آس پاس کے (شہروں میں) چرائی دوڑائیے

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿۵۴﴾

(اور یہ کہلا بھیجا) کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے

ان کے مقابلہ سے کوئی اندیشہ نہ کرے۔

وَأَنَّهُمْ لَنَا لَغَايَظُونَ ﴿۵۵﴾

اور انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے

کہ خفیہ چالاکي سے نکل گئے یا یہ کہ ہمارا بہت سارا یورشادی کے بہانے سے مانگ کر بھاگ گئے غرض ہم کو احمق بنا کر گئے ہیں ان کا تذکر ضرور کرنا چاہئے۔

وَأِنَّا لَجَمِيعٌ حَازِرُونَ ﴿۵۶﴾

اور ہم سب ایک مسلم جماعت (اور باقاعدہ فوج) ہیں

آخر کار دو چار روز میں جب سامان اور فوج سے درست ہو گیا تو لشکر لے کر بنی اسرائیل کے پیچھے چلا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب لوٹنا نصیب نہ ہوگا۔

فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَعَيُونٍ ﴿۵۷﴾ وَكَنُوزٍ

غرض ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات

وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ كَذَلِكَ طَوَّأُرْتُنْهَا بَنِي

سے نکال باہر کیا ہم نے ان کے ساتھ تو (یوں) کیا اور ان کے بعد بنی اسرائیل

إِسْرَاءُ يُلِ ﴿۵۹﴾

کو ان کا مالک بنایا

اس پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ تواریخ سے ثابت ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل مصر کو نہیں لوٹے بلکہ شام کی طرف بڑھتے رہے بیچ میں وادی تیار کا قطعہ ہوا پھر چالیس برس کے بعد شام پر قابض ہوئے اور وہیں رہ پڑے جواب یہ ہے کہ آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ فرعون کے ہلاک ہوتے ہی بنی اسرائیل مصر پر قابض ہو گئے بلکہ صرف اتنا مذکور ہے کہ ان کو مالک بنادیا اور مالک بنانا عام ہے خواہ اسی وقت مالک بنایا ہو یا کچھ زمانہ کے بعد سو حکومت مصر میں ایسے انقلابات ہوتے رہے کہ ایک وقت میں وہ بھی بنی اسرائیل کی سلطنت میں شامل ہو گیا اور یہ زمانہ سلیمان علیہ السلام کا تھا اور فرعونوں کے زیور لینے کے متعلق اگر کسی کو پر ایامال لینے کا شبہ ہو تو اس کا ایک جواب سورہ طہ میں گزر چکا ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ مصریوں نے خدا جانے ان غریبوں کا ظلم کر کے کتنا نقصان کیا ہوگا اور کتنی مزدوری ان کی مار لی ہوگی اس طور پر تو شاید حساب بھی پورا نہ ہوا ہوگا۔

فَاتَّبَعُوهُمْ مَّشْرِقِينَ ﴿۶۰﴾

(یہ جملہ معترضہ تھا آگے قصہ ہے) غرض (ایک روز)

سورج نکلنے کے وقت ان کو پیچھے سے جالیا

یعنی قریب پہنچ گئے اور اس وقت بنی اسرائیل دریائے قلزم میں اترنے کی فکر میں تھے کہ پار ہونے کا کیا سامان کریں۔

فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعُ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ

پھر دونوں جماعتیں آپس میں ایسی قریب ہوئیں کہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی (گھبرا کر) کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) بس ہم تو

إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي

ان کے ہاتھ آ گئے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا

سَيِّدٌ دِينَ ﴿۶۲﴾

پروردگار ہے وہ مجھ کو (دریا سے نکلنے کا) ابھی راستہ بتلا دے گا

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرمادیا تھا اضطرب لهم طريقا في البحر يبساً لا تخاف دركاً ولا تخشى کہ بنی اسرائیل کے لئے دریا میں سوکھا راستہ بنادینا پھر نہ کسی کا خوف کیجیو نہ کوئی اندیشہ اگرچہ یہ کیفیت نہ بتلائی تھی کہ خشک راستہ کس طرح پیدا ہو جائے گا۔ پس موسیٰ علیہ السلام اس وعدہ پر مطمئن تھے اور بنی اسرائیل حقیقت معلوم نہ ہونے سے مضطرب تھے۔

فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ

پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی عصا کو دریا پر مارو چنانچہ (انہوں نے اس پر

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝۶۳

عصا مارا جس سے) وہ (دریا) پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ

یعنی دریا پھٹ کر کئی حصے ہو گیا اور پانی کئی جگہ سے ہٹ کر بیچ میں چند سڑکیں کھل گئیں اور یہ لوگ امن و اطمینان کے ساتھ دریا پار ہو گئے۔

وَاَزَلْنَا ثَمَّ الْاٰخِرِيْنَ ۝۶۴

اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا

یعنی فرعون اور فرعون کی بھی دریا کے نزدیک پہنچے اور موافق پیشینگوئی و التروک البحر ہوا کے دریا اس وقت تک اسی حال پر ٹھہرا ہوا تھا اس لئے کھلے ہوئے راستے کو غنیمت سمجھا اور آگاہیچھا کچھ سوچا نہیں سارا لشکر اندر گھس گیا اور چاروں طرف سے پانی سمٹنا شروع ہوا اور سارے لشکر کا کام تمام ہوا۔

وَاَنْجَيْنَا مُوسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ ۝۶۵

اور (انجام قصہ یہ ہوا کہ) ہم نے موسیٰ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سب کو بچا

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝۶۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۝۶۷

لیا پھر دوسروں کو غرق کر دیا (اور) اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے

یعنی اس قابل ہے کہ کفار اس سے استدلال کریں کہ مخالف احکام و رسل موجب عذاب خداوندی ہے اور اس کو سمجھ کر مخالفت سے بچیں۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۶۸ وَاِنَّ رَبَّكَ

اور (باوجود اس کے) ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ

لَهُوَ الْعَزِيْزُ

کا رب بڑا زبردست ہے

اگر چاہتا دنیا ہی میں عذاب دیتا لیکن وہ مہربان بھی ہے اس لئے اپنی رحمت سے مہلت دے رکھی ہے پس جلدی عذاب نہ ہونے سے بے فکر نہ رہیں و اتل علیہم تا لہو العزیز الرحیم

الرَّحِيْمُ ۝۶۹ وَاَتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا اِبْرٰهِيْمَ ۝۷۰

(اور) بڑا مہربان ہے اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے

تاکہ ان کو شرک کی برائی کے دلائل معلوم ہوں خاص کر ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہو کر کیونکہ مشرکین عرب اپنے آپ کو دین ابراہیمی پر بتلاتے ہیں آگے اس کا بیان ہے کہ وہ قصہ کب واقع ہوا تھا۔

اِذْ قَالَ لِاٰيِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۷۱ قَالُوْا

جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کیا

نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَنْظِلُّ لَهَا عِڪْفِيْنَ ۝۷۲ قَالَ

کرتے ہوا انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم ان ہی (کی

هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝۷۳ اَوْ يَنْفَعُوْكُمْ

عبادت پر جتنے بیٹھے رہتے ہیں ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم

اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝۷۴

ان کو پکارا کرتے ہو یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں

یعنی معبود ہونے کے لئے علم اور کامل قدرت بھی تو ضروری ہے۔

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۷۵

ان لوگوں نے کہا کہ (ان کی عبادت کرنے کی وجہ یہ تو) نہیں بلکہ ہم نے اپنے

بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے

یعنی ان میں علم اور قدرت کچھ بھی نہیں اور نہ اس واسطے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں بلکہ ہمارے بڑے ایسا ہی کرتے آئے ہیں ہم بھی ویسا ہی کرتے ہیں۔

قَالَ اَفَرَأٰيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۷۶

ابراہیم نے فرمایا کہ بھلا تم نے ان کو (غور سے) دیکھا بھی جن کی تم عبادت

اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ الْاَقْدَامُوْنَ ۝۷۷ فَاِنَّهُمْ

کیا کرتے ہو تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین میرے

عَدُوِّ لِيْ

(اور تمہارے) لئے باعث ضرر ہیں

یعنی اگر ان کی عبادت کی جاوے خواہ نعوذ باللہ میں کروں یا تم کرو تو بجز ضرر کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۸

مگر ہاں رب العالمین

کہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کا دوست ہے اور اس کی عبادت ہر حالت میں سزا سزا نفع ہے۔

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝۸۹

جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں کی طرف) رہنمائی کرتا ہے

یعنی عقل و فہم دیتا ہے جس سے نفع اور ضرر کو سمجھتا ہوں۔

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝۹۰ وَإِذَا

اور جو مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں (جس کے بعد شفا ہو

مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝۹۱ وَالَّذِي يُبَيِّتُنِي

جاتی ہے) تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ کو (وقت پر) موت دے گا پھر

ثُمَّ يُحْيِينِ ۝۹۲ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي

(قیامت کے روز) مجھ کو زندہ کرے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری

خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝۹۳

غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دے گا

غلط کاری سے مراد خلاف اولیٰ ہے ورنہ انبیاء گناہوں سے پاک ہیں اور یہ تمام تر صفات اس لئے سنائیں تاکہ قوم کو خدا تعالیٰ کی عبادت کی رغبت ہو پھر صفات کمال بیان فرماتے فرماتے غلبہ حضور سے حق تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے۔

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا

اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما

یعنی علم و عمل میں پورا کمال عطا فرما کیونکہ نفس حکمت تو دواء کے وقت بھی حاصل ہے۔

وَالْحَقُّنِي بِالصَّالِحِينَ ۝۹۴ وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ

اور (مراتب قرب میں) مجھ کو اعلیٰ درجہ کے (نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما

صَدَقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝۹۵

اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ

تاکہ وہ بھی میرے طریقہ پر چلیں جس سے مجھ کو زیادہ ثواب ملے۔

وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝۹۶

اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے باپ (کو توفیق

وَاعْفِرْ لِابْنِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِينَ ۝۹۷

ایمان کی دے کر اس) کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں ہے

ترجمہ میں باپ کے لئے دعا مغفرت کی جو توحید کی گئی ہے کہ ایمان کی توفیق دے کر اس کی مغفرت کر دیجئے اس سے کافر کے لئے استغفار کرنے کا شبہ نہ رہا کیونکہ اس کا حاصل ہدایت کے لئے دعا کرنا ہے اور یہ دعاء کافر کے واسطے بھی جائز ہے۔

وَلَا تَخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝۹۸

اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا

آگے اس دن کے بعض ہیبتناک واقعات کا ذکر بھی فرمادیا تاکہ قوم سے اور ڈرے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝۹۹

جس دن میں کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آوے گا اور نہ اولاد

اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ مسلمانوں کو تو صدقہ کئے ہوئے مال اور نیک اولاد سے یا جو نابالغ ہی مر گئے ہوں نفع ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد کی ذات خود نافع نہیں جب تک کہ ان کے ساتھ کوئی نیک عمل نہ ملے اور مومن چونکہ مال کو خیرات کرتا ہے یا اولاد کے مرنے پر صبر کرتا ہے یا اولاد اس کو محسن سمجھ کر ثواب بخشتی ہے یا وہ ان کی تعلیم دین کے لئے کوشش کرتا ہے اس وجہ سے اس کو نفع ہوتا ہے تو یہ نفع اپنے عمل سے ہو مال و اولاد کی ذات سے نہیں ہوا پس اس جواب کی ضرورت نہیں کہ یہ نفع نہ ہونا کفار کے لئے مخصوص ہے۔

إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۱۰۰ وَأَزْلَفَتْ

مگر ہاں (اس کی نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس (کفر و شرک سے) پاک دل لے کر آوے گا اور (اس روز) خدا ترسوں (یعنی ایمان والوں) کے لئے

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝۱۰۱

جنت نزدیک کر دی جائے گی

کہ اس کو دیکھیں اور یہ معلوم کر کے کہ ہم اس میں جاویں گے خوش ہوں۔

وَبَرَزَتْ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ ۝۱۰۲ وَقِيلَ لَهُمْ

اور گرماہوں (یعنی کافروں) کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جاوے گی اور

کہ اس مناظرہ کے مضامین میں غور کر کے توحید کا اعتقاد کریں اور قیامت کے واقعات سے ڈریں اور ایمان لاویں۔

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

اور باوجود اس کے ان (مشرکین مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بیشک

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے

کہ عذاب دے سکتا تھا مگر مہلت دے رکھی ہے۔ کذب قوم نوح تا لہو العزیز الرحیم

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾

قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا

کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب سے سب کی تکذیب لازم آتی ہے۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾

جبکہ ان سے ان کی (برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾

(خدا سے) نہیں ڈرتے میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں

کہ بعینہ پیغام خداوندی بلا کمی بیشی کے پہنچاتا ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ

سو اس کا مقتضایہ ہے کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور (نیز) میں تم

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ

سے کوئی (دنوی) صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے سو

الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿١١٠﴾

(میری اس بے غرضی کا مقتضایہ ہے کہ) تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو وہ لوگ

قَالُوا أَنْتُمْ مِمَّنْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾

کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہوئے ہیں

جن کی موافقت سے شرفاء کو عار آتی ہے دوسرے اکثر ایسے کم حوصلہ

لوگوں کی غرض بھی مال حاصل کرنے یا بڑے بننے کی ہوتی ہے سو یہ لوگ

بھی دل سے ایمان نہیں لائے۔

أَيُّهَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ ط

(اس روز) ان سے کہا جاوے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم خدا کے سوا

هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبِرُوا ط

عبادت کیا کرتے تھے کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے

فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ ط

ہیں پھر (یہ کہہ کر) وہ (معبودین) اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے

أَجْمَعُونَ ط ﴿٩٥﴾

سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جاویں گے

کہ اس کو دیکھ کر غمزدہ ہوں کہ ہم اس میں جاویں گے۔

قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِنْ

وہ کفار اس دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے (ان معبودین سے) کہیں گے کہ

كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ ط

بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے

پس وہ بت نہ اپنے کو بچا سکے نہ اپنے عابدین کو اسی طرح شیاطین بھی نہ مدد کر سکے اور نہ کرا سکے۔

إِذْ نُسَوِّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا

جبکہ تم کو (عبادت میں) رب العالمین کے برابر کرتے تھے اور ہم کو تو بس ان

إِلَّا الْمَجْرُمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ ط

بڑے مجرموں نے (جو کہ بانی ضلالت تھے) گمراہ کیا (اب) نہ کوئی ہمارا سفارش

وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً ط

ہے (کہ چھڑالے اور نہ کوئی مخلص دوست ہے) (کہ خالی دوسری ہی کر لے)

فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ ط

سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے

یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کی تقریر ہو گئی آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط

بیشک اس واقعہ میں (بھی طالبان حق کے لئے) ایک بڑی عبرت ہے۔

قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱۲﴾

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان کے (پیشہ اور) کام سے مجھ کو کیا بحث

خواہ شریف ہوں یا رذیل ہوں دین میں اس تفاوت کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا جو ایمان لانا چاہے گا اس کا ایمان قبول کیا جائے گا کوئی کیوں نہ ہو رہا یہ احتمال کہ ان کا ایمان دل سے نہیں سوا اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے۔

إِنْ حَسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿۱۱۳﴾

ان سے حساب کتاب لینا بس خدا کا کام ہے کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو اور

وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۴﴾

میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں

یعنی تمہارے اس قول سے کہ رذیل پیشہ لوگوں کے ساتھ ہونے سے ہم کو عار آتی ہے اس لئے ایمان نہیں لاتے اشارۃً یہ درخواست نکلتی ہے کہ میں ان کو اپنے پاس سے دور کر دوں سو یہ نہیں ہو سکتا خواہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میرا کوئی ضرر نہیں۔

إِنَّا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱۵﴾

میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں

احکام پہنچا دینے سے میرا فرض منصبی ادا ہو جاتا ہے آگے اپنا نفع نقصان تم دیکھ لو۔

قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَنْسُوحْ لَتَكُونَنَّ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم (اس کہنے سننے سے) لے نوح باز نہ آؤ گے تو ضرور سگسار کر

مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّ قَوْمِي

دیئے جاؤ گے نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھ کو

كَذَّبُونِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا

(برابر) جھٹلا رہی ہے سو آپ میرے اور ان کے درمیان میں ایک (عملی) فیصلہ کر دیجئے

جب سالہا سال اس طرح گزر گئے تب آپ نے ان کی ہلاکت کے لئے بددعا کی اور آئندہ قصوں میں بھی دوسرے انبیاء کی دعوت میں اسی طرح کا مضمون آیا ہے کیونکہ یہ طرز گفتگو سب میں مشترک ہے۔

وَنَجِّنِي وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾

اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں ان کو (اس ہلاکت سے) نجات دیجئے

فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ﴿۱۱۹﴾

تو ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی

ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدَ الْبَقِيَّةِ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ

میں (سوار) تھے ان کو نجات دی پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا

لَايَةٍ ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرَهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۲۱﴾

اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۲﴾

اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے

کہ باوجود عذاب پر قادر ہونے کے ان کو مہلت دیئے ہوئے ہے کذبت عاد تا لہو العز الرحیم

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان (کی برادری) کے

أَخُوهُمْ هُودٌ ۖ أَلا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ إِنِّي لَكُمْ

بھائی ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں ہو

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا بس میرا

عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۶﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ

صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے

أَيَّةً تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۷﴾

طور پر عمارت) بناتے ہو

یعنی علاوہ شرک کے تکبر اور تفاخر میں بھی تم اس درجہ منہمک ہو کہ عمارتیں اونچی بناتے ہو تا کہ خوب بلند نظر آوے۔

وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ

جس کو محض فضول (بلا ضرورت) بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو

حالانکہ اس سے کم میں آرام مل سکتا ہے غرض جو رہنے کے مکان ہیں جن کی ایک درجہ میں ضرورت بھی ہے ان میں بھی یہ حد سے زیادتی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾

جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے

یعنی ایسی توسیع اور ایسے بلند محل اور اتنی مضبوطی اور ایسے یادگار اس وقت مناسب تھے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ وسیع مکان بناؤ تا کہ آئندہ نسل میں تنگی نہ ہو کیونکہ ہم بھی رہیں گے اور وہ بھی ہوں گے اور اونچا بھی بناؤ تا کہ اگر نیچے جگہ نہ رہے تو اوپر رہنے لگیں گے اور مضبوط بناؤ تا کہ ہماری بڑی عمر تک کے لئے کافی ہو اور یادگاریں بناؤ تا کہ ہمارے زندہ رہنے سے ہمارا نام بھی زندہ رہے اور اب تو سب فضول ہے بڑی بڑی یادگاریں بنی ہیں اور بنانے والے کا نام تک معلوم نہیں موت نے سب کا نام مٹا دیا کسی کا جلدی کسی کا دیر میں اور اس تکبر کے سبب سے تمہاری طبیعت میں سختی اور بے رحمی بھی غایت درجہ ہے۔

وَإِذَا بَطِشْتُمْ بَطِشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿۱۳۰﴾

اور جب کسی پر دارو گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر (اور ظالم) بن کر دارو گیر کرتے ہو اور ان برے اخلاق کا اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ برے اخلاق اکثر ایمان و اطاعت سے مانع ہو جاتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۱۳۱﴾

سو تم (کو چاہئے کہ) اللہ سے ڈرو

کیونکہ شرک اور یہ برے اخلاق خدا کی ناراضی اور عذاب کا سبب ہیں۔

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُمْ

اور (چونکہ میں رسول ہوں اس لئے) میری اطاعت کرو اور اس (اللہ) سے

بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَدْتُمْ وَعْيُونَ ﴿۱۳۴﴾

ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو (یعنی) مواشی اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی

تو منعم ہونے کا مقتضایہ ہے کہ اس کے احکام کی ذرا بھی مخالفت نہ کی جاوے۔

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾

مجھ کو تمہارے حق میں (اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنْ

دن کے عذاب کا اندیشہ ہے وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں

الْوَعِظِينَ ﴿۱۳۶﴾

برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ نہ کرو

یعنی ہم دونوں حالتوں میں اپنی کرتوت سے باز نہ آئیں گے۔

إِنَّ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾

یہ تو پس اگلے لوگوں کی ایک (معمولی) عادت (اور رسم) ہے

کہ ہر زمانہ میں کچھ لوگ نبوت کے مدعی بن کر لوگوں کو یوں ہی کہتے سنتے رہے۔

وَمَا نَحْنُ بِعَذَابِينَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوا فَاهْلَكْهُمْ

اور (تم جو ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو تو) ہم کو ہرگز عذاب نہ ہوگا غرض ان لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (آندھی کے عذاب

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ط

سے) ہلاک کر دیا بیشک اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت ہے

کہ احکام کی مخالفت کا کیا انجام ہوا۔

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

اور (باوجود اس کے) ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۴۰﴾

آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے

کہ عذاب دینے پر بھی قادر ہے پھر رحمت سے مہلت دے رکھی ہے کذبت ثمود تالھو العزیز الرحیم۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ

قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے

أَخُوهُمْ صَليحٌ أَلَّا تَتَّقُونَ ﴿۱۴۲﴾ إِنِّي لَكُمْ

ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے)

رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۱۴۴﴾

نہیں ڈرتے میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرْتُمْ إِلَّا

میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا

عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣٥﴾ أَتَذْكُرُونَ فِي مَا هُمْ بِأَشَدَّ

بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری

أَمِنِينَ ﴿١٣٦﴾

سے رہنے دیا جاوے گا

یعنی تم جو عیش و آرام کی بدولت اللہ تعالیٰ سے اس درجہ غافل ہو تو کیا حق تعالیٰ تم کو اس بے فکری میں چھوڑ دیں گے ہرگز نہیں۔

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا

جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں

هَاضِمٌ ﴿١٣٨﴾

اور ان کھجوروں میں جن کے گیسے خوب گوندھے ہوئے ہیں

جن میں خوب کثرت سے پھل آتا ہے۔

وَتَنَحُّونَ مِنَ الْجِبَالِ يَوْتَافِرْ هَيْنَ ﴿١٣٩﴾

اور کیا (اسی غفلت کی وجہ سے) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے (اور فخر

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرَ ﴿١٤٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ

کرتے ہوئے) مکان بناتے ہو سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور ان حدود

الْمُسْرِفِينَ ﴿١٤١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

(بندگی) سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو جو سرزمین میں فساد کیا کرتے

وَلَا يَصْلَحُونَ ﴿١٤٢﴾

ہیں اور (کبھی) اصلاح (کی بات) نہیں کرتے

اس سے مراد کفار کے سردار ہیں جو گمراہی پر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں اور فساد سے بھی یہی مراد ہے۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٤٣﴾

ان لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا جادو کر دیا ہے

جس سے عقل میں خلل ہو گیا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔

مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا صَلَّاتٍ بِأَيِّهِ إِنْ

تم بس ہماری طرح کے ایک (معمولی) آدمی ہو (اور آدمی نبی ہوتا نہیں) سو

كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٤٤﴾ قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ

کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم (دعویٰ نبوت میں) سچے ہو صالح (علیہ السلام) نے

لَهَا شَرِبٌ

فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے

جو خلاف عادت پتھر سے پیدا ہونے کے سبب سے میرا معجزہ ہے اور جیسا کہ یہ میری رسالت کی ایک دلیل ہے اسی طرح خود اس کے بھی کچھ حقوق تم پر ہیں چنانچہ آگے ان کا بیان ہے۔

وَلَكُمْ شَرِبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ ﴿١٤٥﴾

پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں

ایک باری تمہاری (یعنی تمہارے مواشی کی

پانی کی باری اس طرح تھی کہ ایک دن اونٹنی کا اور ایک دن دوسرے مواشی کا جب اونٹنی کی باری کا دن ہوتا تھا پانی پی جاتی اس روز نہ دوسرے مواشی کو پانی ملتا نہ آدمیوں کو اور یہی بات ان لوگوں کو ناگوار ہوئی اور اس اونٹنی کے دشمن ہو گئے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا جس میں یہ باری تھی۔

وَلَا تَسْؤُهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ

اور ایک یہ ہے کہ اس کو برائی اور تکلیف دہی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی

عَظِيمٍ ﴿١٤٦﴾

تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے

پس انہوں نے نہ رسالت کی تصدیق کی نہ اس اونٹنی کے حقوق ادا کئے۔

فَعَقَرُوهَا فَاصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٤٧﴾ فَأَخَذَهُمُ

سو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا (پھر جب آثار عذاب کے نمودار ہوئے تو

الْعَذَابُ ط

اپنی حرکت پر) پشیمان ہوئے

مگر اول تو عذاب دیکھنے کے وقت ندامت بے کار دوسرے جب تک توبہ اور ایمان نہ ہو خالی ندامت سے کیا ہوتا ہے پس یہ ندامت طبعی تھی اختیاری نہ تھی کذب قوم لوط تا لہو العزیز الرحیم۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

پھر (آخر) عذاب نے ان کو آلیا بیشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اور

مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

باوجود اسکے (ان) (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالْحُرِّسَلِينَ ۖ إِذْ قَالَ

کارب بڑا زبردست اور بہت مہربان ہے (کہ باوجود قدرت کے مہلت

لَهُمْ أَخُوهُمْ

دیتا ہے) قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی

روح المعانی میں تفسیر سورہ ق میں ہے کہ یہ لوگ بسبب بھائی نہ تھے مجازاً

بھائی کہہ دیا سسرالی رشتہ دار تھے کیونکہ لوط علیہ السلام یہاں ہجرت کر کے

تشریف لائے تھے آپ کی برادری کے لوگ آپ کے ساتھ نہ تھے۔

لُوطٌ أَلَّا تَتَّقُونَ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ

لوط نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں

مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ

چاہتا ہوں میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ۖ وَتَذَرُونَ

یہ (حرکت کرتے ہو کہ) مردوں سے بد فعل کرتے ہو اور تمہارے رب نے

مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۖ

جو تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں ان کو نظر انداز کئے رہتے ہو

یعنی اور کوئی آدمی تمہارے سوا یہ حرکت نہیں کرتا اور یہ نہیں ہے کہ اس

کے قبیح ہونے میں کچھ خفا ہے (اب ترجمہ پڑھو)

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ۖ قَالُوا لَيْنَ لَمْ

بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم حد (انسانیت) سے گزر جانے والے لوگ ہو

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم (ہمارے کہنے سننے سے) باز نہیں

تَنْتَهُ يَلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخُرَجِينَ ۖ

آؤ گے تو ضرور (بستی سے) نکال دیئے جاؤ گے لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں

قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ۖ

تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں

اس لئے اس دھمکی سے کہنا سننا نہ چھوڑوں گا جب کسی طرح ان لوگوں

نے نہ مانا تو عذاب آپہنچا

رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ۖ

لوط نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے خاص متعلقین

کو ان کے اس کام (کے وبال سے) نجات دے

جوان پران کے کفر و شرک اور بد اعمالیوں کی وجہ سے آنے والا ہے۔

فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا عَجُوزًا فِي

سو ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ

الْغَابِرِينَ ۖ

(عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں رہ گئی

مراد اس سے لوط علیہ السلام کی زوجہ ہے اور اس کا عذاب میں رہ جانا

اس لئے تھا کہ وہ کافرہ تھی اور اس لئے رات کو لوط علیہ السلام کے ساتھ بستی

سے نہ نکلی سورہ ہود میں یہ قصہ آیا ہے۔

ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرُسَ ۖ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا

پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا (یعنی پتھروں کا) مینہ

فَسَاءَ مَطَرُ الْهُندَرِينَ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ

برسیا سو کیا برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو (عذاب الہی سے) ڈرایا گیا تھا بیشک

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ

اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر

لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۖ

لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کارب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے

کہ عذاب دے سکتا تھا مگر ابھی نہیں دیا کذبیت اصحاب لشبکہ

تالہو العزیز الرحیم۔

جس سے عقل خراب ہو گئی اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگے

وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ

اور تم تو محض ہماری طرح (کے) ایک (معمولی) آدمی ہو اور ہم

لِمِنَ الْكَذِبِينَ ۝ فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا

تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں سو اگر تم بچوں

مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝

میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو

تاکہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ واقعی تم نبی تھے تم کو جھٹلانے سے ہم کو یہ سزا ہو گئی۔

قَالَ رَبِّيَ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

شعیب (علیہ السلام) بولے کہ تمہارے اعمال کو میرا رب (ہی) خوب جانتا ہے

میں عذاب کا لانے والا یا اس کی کیفیت مقرر کرنے والا کون ہوں

تمہارے اعمال کا جیسا مقتضا ہوگا کہ کیا عذاب ہو اور کب ہو اس کو خدا ہی جانتا ہے اس کو اختیار ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۝

سو وہ لوگ (برابر) ان کو جھٹلایا کئے پھر ان کو سائبان کے واقعہ نے آ پکڑا

عذاب سائبان کا جیسا درمنثور میں مروی ہے یہ تھا کہ اول ان لوگوں پر گرمی

مسلط ہوئی پھر ایک ابر نمودار ہوا جس میں سے ٹھنڈی ہوا آتی تھی سب لوگ اس

کے نیچے جمع ہو گئے اس میں سے آگ برسنی شروع ہوئی اور سب جل گئے۔

إِنَّهُ كَانَ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ إِنْ فِي

پیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا (اور) اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی

ذَلِكَ لَآيَةٌ ۝ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

لاتے اور پیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے

کہ عذاب نازل کر سکتا ہے مگر مہلت دے رکھی ہے۔

رابطہ: سورۃ میں قرآن کی حقانیت مع ان مضامین کے جو اس کے متعلق

تھے مذکور ہوئے ہیں آگے ختم سورۃ پر پھر اسی کی طرف رجوع ہے اور اس کے متعلق یہ مضامین ہیں منکرین کی مذمت اور وعید بعض شبہات کا جواب تبلیغ کا حکم

كَذَّبَ أَصْحَابُ لَيْكَةِ الْهُرْسَلِينَ ۝

اصحاب الایکہ نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا

انکا ذکر سورۃ حجر کے آخر میں گزر چکا ہے اور وہیں اصحاب ایکہ کی

تحقیق بھی مع دیگر ضروری مضامین کے گزر چکی ہے ملاحظہ ہو۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ

جب کہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا

رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝

تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں

عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا

چاہتا ہوں میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے تم لوگ پورا ناپا کرو اور

تَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ

(صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں میں)

الْبُسْتَقِيمِ ۝

سیدھی ترازو سے تولا کرو

یعنی ڈنڈی نہ مارا کرو نہ باٹوں میں فرق کیا کرو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْنُوا فِي

اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ

میں فساد مت مچایا کرو اور اس (خدائے قادر) سے ڈرو جس نے

وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ۝ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ

تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر

مِنَ الْمُسْحَرِينَ ۝

تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے

اور تبلیغ میں تو کل کی تعلیم اور ختم پر مکروں کو سخت دھمکی روانہ لتزلیل تا یقلبون۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے

الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿۱۹۳﴾ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ

کر آیا ہے آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں

الْمُنذِرِينَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿۱۹۵﴾

تاکہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں

یعنی جس طرح اور پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو احکام الہیہ پہنچائے آپ بھی پہنچائیں۔

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۹۶﴾

اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں (بھی) ہے

کہ ایسی ایسی شان کا پیغمبر ہوگا اور اس پر ایسا کلام نازل ہوگا چنانچہ تفسیر حقانی کے حواشی میں اس مقام پر چند بشارتیں نقل کی ہیں آگے اسی مضمون کی توضیح ہے۔

أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَأْتِيَهِمْ بَشِيرٌ أَوْ نَذِيرٌ

کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئی) کو

بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿۱۹۷﴾

علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں

چنانچہ ان میں جو لوگ اسلام لے آئے ہیں وہ تو علی الاعلان اس کا اعتراف کرتے ہیں اور جو اسلام نہیں لائے وہ بھی خاص خاص لوگوں کے سامنے اس کا اقرار کرتے ہیں اور یہ دلیل ان پڑھ لوگوں کے اعتبار سے ہے ورنہ لکھے پڑھے خود اصل کتابوں سے دیکھ سکتے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ باوجود تحریف کے ایسے مضامین کارہ جانا جس میں آپ کی پیشین گوئی ہے زیادہ حجت ہے اور یہ احتمال نکالنا کہ شاید یہ مضامین ہی تحریف کا نتیجہ ہوں یہی کسی نے تحریف کر کے بڑھادیئے ہوں اس لئے غلط ہے کہ اپنے نقصان کے واسطے کوئی تحریف نہیں کیا کرتا یہ مضامین تو تحریف کرنے والوں کے لئے مضمر ہیں جیسا کہ ظاہر ہے یہاں تک تو نفی دلیلیں بیان ہوئیں آگے عقلی دلیل یعنی قرآن کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿۱۹۸﴾

اور اگر (بالفرض) ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی (غیر عربی) پر نازل کر دیتے پھر وہ (عجمی)

فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۹۹﴾

ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا یہ لوگ (بوجہ غایت عناد کے) تب بھی اس کو نہ مانتے

یعنی قرآن کا اعجاز خود بہت بڑی عقلی دلیل ہے جس سے اس کا خدا کی طرف سے نازل ہونا صاف واضح ہوتا ہے کیونکہ جس کلام کے مقابلہ سے تمام لوگ عاجز ہو گئے وہ ہرگز انسان کا کلام نہیں ہو سکتا مگر یہ لوگ ایسے سرکش ہیں کہ اگر یہ قرآن کسی عجمی شخص پر بھی نازل ہوتا جس کو عربی زبان سے ذرا بھی واقفیت نہ ہوتی پھر وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن ان کو سنا دیتا تب بھی نہ مانتے حالانکہ اس صورت میں اس کا اعجاز بہت ہی زیادہ واضح ہوتا کیونکہ اب تو عربی رسول پر نازل ہوا ہے جن کو عربی سے کچھ تو واقفیت ہے اگرچہ قرآن جیسی عربی پر قدرت نہیں اور اس صورت میں تو اس عجمی شخص کو جس پر قرآن نازل کیا جاتا عربی پر ذرا بھی قدرت نہ ہوتی پھر تو سرسری نظر میں بھی شبہ کی گنجائش نہ ہوتی آگے حضور کی تسلی کے واسطے ان کے ایمان لانے سے ناامیدی دلاتے ہیں۔

كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۲۰۰﴾ لَا

ہم نے اسی طرح (شدت و اصرار کے ساتھ) اس ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں

کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے جب تک

يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۲۰۱﴾

کہ سخت عذاب کو (مرنے کے وقت) برزخ میں یا آخرت میں) نہ دیکھ لیں گے

یعنی یہ لوگ کفر میں مضبوط اور اس پر جتے ہوئے ہیں اس وجہ سے عذاب کے پہلے ایمان نہ لاویں گے۔

فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۰۲﴾

جو اچانک ان کے سامنے آکھڑا ہوگا اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہوگی پھر (اس وقت)

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ﴿۲۰۳﴾

جان کے بچانے کو کہیں گے کہ کیا (کسی طور پر) ہم کو (کچھ) مہلت مل سکتی ہے

لیکن وہ وقت نہ مہلت کا ہے نہ ایمان قبول ہونے کا ہے اور وہ کفار ایسے مضامین عذاب کے سن کر عذاب کا تقاضا کیا کرتے تھے جس سے

انکار مقصود ہوتا تھا اور عذاب میں دیر ہونے کو جو کہ ڈھیل کے طور پر ہے بالکل عذاب نہ آنے کی دلیل سمجھتے تھے آگے اس کا جواب ہے۔

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٣﴾ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ

کیا (ہماری وعیدوں کو سن کر) یہ لوگ ہمارے عذاب کی تسخیل چاہتے ہیں اے مخاطب

سِنِينَ ﴿٢٤﴾ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٥﴾

ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں پھر جس (عذاب) کا ان

مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَسْتَعْوُونَ ﴿٢٦﴾

سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے تو ان کا وہ عیش کس کام آ سکتا ہے

یعنی یہ عیش و آرام جو ڈھیل کے طور پر ان کو دے رکھا ہے اس کو عذاب کم کرنے میں تو دخل ہے ہی نہیں بالکل عذاب نہ آنے میں تو اس کو کیا دخل ہوتا پس مہلت کی وجہ سے انکار کرنے اور باوجود لاکل قائم ہونے اور سچے منہ کے خبر دینے کے عذاب کو نہ ماننا محض یہودہ ہے آگے بتلاتے ہیں کہ حکمت کی وجہ سے چند روزہ مہلت دینا کچھ ان ہی کے واسطے خاص نہیں بلکہ پہلی امتوں کو بھی مہلتیں ملی ہیں۔

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ﴿٢٨﴾

اور جتنی بستیاں (منکرین کی) ہم نے (عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے (پیغمبر) آئے (جب نہ مانا تو عذاب

ذِكْرِي فَشَوْ مَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾

نازل ہوا) اور ہم (صورۃ بھی) ظالم نہیں ہیں

یعنی پیغمبروں کا آنا اور سمجھانا اس کے لئے بھی تومدت کی ضرورت ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول کے آتے ہی جب لوگ انکار کریں تو فوراً عذاب نازل ہو جائے البتہ کچھ عرصہ کے بعد حجت تمام کر کے تمام عذر ختم کر کے پھر ہلاک کیا جاتا ہے چنانچہ سب امتوں کے ساتھ یہی برتاؤ رہا پس اس سے مہلت دینے کی حکمت بھی معلوم ہو گئی اور صورۃ اس لئے کہا کہ حقیقت میں تو کسی حالت میں بھی ظلم نہ ہوتا آگے پھر خدا کی حقانیت ثابت کرنے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور قرآن کے متعلق چند شبہات کا جواب دیتے ہیں ایک شبہ یہ تھا کہ جیسے عرب میں پہلے کاہن ہوتے آتے تھے جن کے پاس شیاطین خبریں لاتے تھے نعوذ باللہ آپ کی نسبت بھی بعضے کفار یہی کہتے تھے کہ ان کے قبضہ میں کچھ شیاطین ہیں وہ یہ باتیں آ کر کہہ جاتے ہیں

آگے اس کا جواب ہے کہ یہ تورب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔

وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ ﴿٢١﴾

اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں آئے

جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ شیاطین کے لانے کا احتمال تو کیا ہوتا اس کا تو امکان بھی نہیں بالکل محال ہے کیونکہ اس کے لئے دو قوی مانع موجود ہیں ایک مانع تو شیطان کی شیطنت ہے۔

وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢٢﴾

اور یہ ان (کی حالت) کے مناسب ہی نہیں

کیونکہ قرآن سراپا ہدایت ہے اور شیطان سراپا گمراہ نہ اس کو ایسے مضامین سوچ سکتے ہیں اور نہ ان کے شائع کرنے سے اس کی جو غرض ہے یعنی مخلوق کو گمراہ کرنا وہ پوری ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں تو جا بجا شیطان کے فریبوں سے بچنے کی تعلیم ہے پس شیاطین ایسی تعلیم سے اپنے مقصود میں کس طرح روڑے اٹکا سکتے ہیں ایک مانع تو یہ ہے دوسرا مانع آگے مذکور ہے۔

إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمْعَزُولُونَ ﴿٢٣﴾

اور وہ اس پر قادر بھی نہیں کیونکہ وہ شیطان (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں

کیونکہ وہ جب آسمانی باتوں کا سننا چاہتے ہیں تو ایک چمکتا ہوا شعلہ یعنی شہاب ثاقب فوراً ان کا پیچھا لیتا ہے جس سے وہ ہلاک یا مجبوط الحواس ہو جاتے ہیں چنانچہ کاہنوں اور مشرکوں سے ان کے جنات نے ناکامی کا خود اقرار کیا جس کی ان لوگوں نے دوسروں کو بھی خبر دی چنانچہ بخاری میں ایسے قصے حضرت عمرؓ کے اسلام کے باب میں مذکور ہیں پس شیاطین کے سکھانے کا کسی طرح احتمال نہ رہا۔ جب اس کا خدا کی طرف سے نازل ہونا ثابت ہو گیا تو اس کی تعلیم واجب العمل ہوئی جس میں سب سے بڑی مہتمم بالشان توحید کی تعلیم ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ

سو (اے پیغمبر) تم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی

الْمُعَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾

تم کو سزا ہونے لگے

یعنی ہم توحید کی تاکید ایک خاص طریق سے کرتے ہیں وہ یہ کہ ہم

آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ شرک کبھی مت کرنا حالانکہ آپ میں نعوذ باللہ نہ شرک کا احتمال ہے نہ عذاب کا پس جب آپ کو اس کا حکم کیا جاتا ہے تو اور بیچارے تو کس شمار میں ہیں شرک سے ان کو کیسے منع نہ کیا جائے گا اور شرک کر کے وہ عذاب سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٣﴾

اور (اس مضمون سے) آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے

چنانچہ آپ نے سب کو پکار کر جمع کیا اور شرک پر عذاب الہی سے ڈرایا جیسا کہ حدیثوں میں ہے آگے اس ڈرانے کے بعد ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے ساتھ معاملہ کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

اور ان لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے جو مسلمانوں میں

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٤﴾

داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں

خواہ آپ کے کنبہ کے

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِئٌ مِّمَّا

اور اگر یہ لوگ (جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ

تَعْمَلُونَ ﴿٢١٥﴾

دیکھئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں

ان دونوں مضمونوں میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی پوری تعلیم ہے آگے ارشاد ہے کہ ان مخالفوں کی طرف سے کبھی کوئی خطرہ دل میں نہ لائیے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٦﴾ الَّذِي

اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھئے جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کیلئے)

يُرِيكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٧﴾ وَتَقَلُّبِكَ فِي

کھڑے ہوتے ہیں اور (نیز نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کیساتھ آپ

السَّجِدِينَ ﴿٢١٨﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢١٩﴾

کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

یعنی نماز کے علاوہ بھی وہ دیکھتا بھالتا ہے پس جب اس کو علم بھی کامل

ہے اور اس کو سب کچھ قدرت بھی ہے اور وہ آپ پر مہربان بھی ہے تو وہ ضرور بھروسہ کے لائق ہے وہ حقیقی نقصان سے آپ کو بچائے گا اور متوکل کو جو کبھی ضرر پہنچتا ہے وہ ظاہری ضرر ہوتا ہے جس کے اندر ہزاروں منافع ہوتے ہیں جن کا کبھی دنیا ہی میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ظہور ہوتا ہے آگے کہانت کے شبہ کے جواب کا تتمہ ہے۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تُنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾

(اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) کیا میں تم کو بتاؤں کہ کس پر شیاطین اتر کرتے ہیں

تُنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ

(سنو) ایسے شخصوں پر اتر کرتے ہیں جو (پہلے سے) دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں اور

وَأَكْثَرُهُمْ كَذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾

جو (شیاطین کی خبریں سننے کے لئے) کان لگا دیتے ہیں اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں

یعنی چونکہ وہ باتیں اکثر نا تمام ہوتی ہیں اس لئے ان کو با وقعت اور رنگین بنانے کے لئے کچھ حاشیہ بھی اپنی طرف سے گھڑ کر چڑھا دیتے ہیں چنانچہ سفلی عاملوں کو اب بھی اسی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شاگرد استاد میں مناسبت ضروری ہے تو شیطان کا شاگرد بھی وہی ہوگا جو بات میں جھوٹا اور افعال میں فاسق ہو پھر شیطان کی طرف دل سے بھی متوجہ ہو کیونکہ بدوں توجہ کے استاد سے فائدہ نہیں ہو سکتا پس کاہن کے لئے عادت یہ باتیں لازم ہیں جو ذات مقدس نبویہ سے بہت دور ہیں آپ کا سب سے زیادہ سچا ہونا تمام عالم سے بڑھ کر نیک و متقی ہونا اور شیاطین سے سخت متنفر ہونا خبریں بیان کرنے میں پورا سچا ہونا معروف و مشہور اور مخالفین کے نزدیک بھی مسلم تھا پھر کہانت کا کب احتمال رہا یہ بھی مخالفین کی ایک شرارت تھی کہ جان جان کر جھوٹے شبہات نکالتے تھے آگے شاعری کے شبہ کا جواب ہے کفار کہتے تھے بل ہو شاعر کہ یہ تو شاعر ہیں یعنی اگرچہ قرآن نظم میں نہیں مگر اس کے مضامین خیالی ہیں واقعی نہیں فرماتے ہیں کہ یہ احتمال بھی غلط ہے آپ شاعر بھی نہیں۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾

اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں

شاعروں کی راہ سے مراد شعر گوئی ہے یعنی شاعرانہ خیالی مضامین کہنا خواہ نظم میں ہوں یا نثر میں ان لوگوں کا شیوہ ہے جو تحقیق کے راستہ سے دور ہوں چنانچہ خیالی مضامین کہتے ہی اس کو ہیں جو تحقیق کے خلاف ہوں۔

ہجو اور برائی جو بظاہر اخلاق حسنہ کے خلاف ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ کفار و فاسق نے اول ان کو ایذا پہنچائی کہ ان کی ہجو کی یادیں کی یا رسول کی توہین کی جو سب سے بڑھ کر باعث ایذا ہے یا ان کو مالی اور جانی نقصان پہنچایا تو اس کا بدلہ وہ ان کی ہجو کے لئے لیتے ہیں پس یہ لوگ مستثنیٰ ہیں اور ایسے اشعار میں بعضے مباح ہیں اور بعضے ثواب اور اطاعت ہیں یہاں تک رسالت کے متعلق شبہات کا جواب ہو گیا اور اس سے پہلے دلائل کے ساتھ رسالت کا ثبوت ہو چکا تھا اور شاعر کا عین ہونے کے سوا دوسرے شبہات کا جواب اور موقع میں مذکور ہے آگے ان لوگوں کی وعید ہے جو اس پر بھی منکر نبوت رہے اور آپ کو ایذا پہنچاتے رہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ

اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ

يَنْقَلِبُونَ ﴿۲۲۷﴾

میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے

مراد اس سے جہنم ہے جو بہت بری اور سخت مصیبت کی جگہ ہے اور مسلمان شعرا کو جو بعد میں مستثنیٰ فرمایا ہے یہ استثناء محض شرعی صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ ایسے اشعار جن میں شریعت کے حدود کی رعایت ہو اس شعر ہی میں داخل نہیں جس کی مذمت شروع کلام میں مذکور ہے کیونکہ اس سے مراد خیالی مضامین ہیں خواہ وہ نظم ہوں یا نثر پس صرف نظم ہونے کو قباحیت میں کوئی دخل نہیں اور نہ محض نثر ہونا۔ قباحیت سے بچا سکتا ہے جب تک کہ شرعی حدود کی رعایت نہ ہو۔

سورة النمل مکیہ وہی ثلث اواربع وتسعون اية کذا فی البیضاوی رابطہ: اس سورت کو وحی اور رسالت کے ثابت کرنے سے شروع کیا ہے اور اسی پر پہلی سورت ختم ہوئی تھی اور اسی مناسبت سے بعضے قصے انبیاء علیہم السلام کے مذکور ہوئے ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم طس تا حکیم علیہم

(۲۷) سُورَةُ النَّملِ مَكِّيَّةٌ (۳۸)

سورہ نمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ترانوے (۹۳) آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

طس قف تلك آيت القرآن وكتاب

طس یہ آیتیں (جو آپ پر نازل کی جاتی ہیں) قرآن کی اور ایک واضح

مبين ۱

کتاب کی ہیں

الْمَرْتَرَانَهُمْ فِي كُلِّ وَاذِيْهِمْوَنَ ﴿۲۲۸﴾ وَاَنَّهُمْ

اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان

يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۲۲۹﴾

میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں

یعنی اول تو وہ مضامین کی تلاش میں ٹکریں مارتے پھرتے ہیں پھر جب مضمون مل جاتا ہے تو چونکہ وہ اکثر واقع کے خلاف ہوتا ہے تو وہ زبان سے ایسی گپیں ہانکتے ہیں جو کرتے نہیں چنانچہ شاعرانہ گپیں مشہور ہیں جس کا ایک نمونہ یہ ہے۔

اے رشک مسیحا تری رفتار کے قربان

ٹھوکر سے کئی بار میری لاش جلا دی

اے باد صبا ہم تجھے کیا یاد کریں گے

اس گل کی خبر تو نے کبھی ہم کو نہ لادی

صبا نے اس کے کوچہ سے اڑا کر

خدا جانے ہماری خاک کیا کی

حتیٰ کہ کبھی کفریہ باتیں بھی بکنے لگتے ہیں جو جھوٹ میں نمبر اول میں حاصل جواب کا یہ ہوا کہ مضامین شاعرانہ خیالی ہوتے ہیں واقعی نہیں ہوتے اور قرآن کے مضامین جس مسئلہ کے متعلق ہیں سب کے سب نہایت تحقیقی اور واقعی ہیں پس آپ کو شاعر کہنا یہ خود شاعرانہ جنون ہے اور چونکہ یہاں جو شعر کی مذمت بیان ہوئی ہے وہ بظاہر سب شعراء کو شامل ہے گو ان کے مضامین عین حکمت اور واقعی ہوں اس لئے آگے ان کو مستثنیٰ فرماتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

یعنی شرع کے خلاف نہ ان کا قول ہے نہ فعل یعنی ان کے اشعار میں بیہودہ مضامین نہیں ہیں۔

وَذَكِّرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

اور انہوں نے اپنے اشعار میں (کثرت سے اللہ کا ذکر کیا

یعنی تائید دین و اشاعت علم میں ان کے اشعار ہیں کہ یہ سب ذکر اللہ ہے۔

وَأَنْتَصِرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۗ

اور انہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا

یعنی اگر ان کے اشعار میں بظاہر کوئی نامناسب مضمون بھی ہوتا ہے جیسے کسی کی

یعنی اس میں دو صفتیں ہیں قرآن ہونا اور واضح کتاب ہونا۔

هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾ الَّذِينَ

یہ (آیتیں) ایمان والوں کے لئے (موجب) ہدایت اور مژدہ سنانے والی

يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

ہیں جو (مسلمان) ایسے ہیں کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

نماز جسمانی طاعات میں سب سے بڑی ہے اور زکوٰۃ مالی طاعات میں سب سے افضل ہے خلاصہ یہ کہ وہ عمل میں بھی ہدایت پر ہیں اور آگے بڑھتے ہیں کہ وہ عقیدہ میں بھی ہدایت پر ہیں۔

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۳﴾

اور آخرت پر (پورا) یقین رکھتے ہیں

اور اہل کتاب بھی آخرت کے قائل تھے مگر اس میں بہت سی غلط باتیں ملادینے سے وہ اقرار معتبر نہ رہا تھا ترجمہ میں لفظ پورا بڑھا کر اسی کی طرف اشارہ کیا گیا کہ پورا یقین مسلمانوں کے سوا کسی کو نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا

(یہ تو ایمان والوں کی صفت ہے اور) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال بدان کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں

لَهُمْ أَعْمَالُهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ﴿۴﴾

سو وہ (اپنے اس جہل مرکب میں حق سے دور) بھٹکتے پھرتے ہیں

چنانچہ ہم ان کے عقائد درست ہیں نہ اعمال اس لئے وہ قرآن کو بھی نہیں مانتے سو جس طرح قرآن ایمان والوں کو خوشخبری سناتا ہے ان کو وعید اور دھمکی سناتا ہے جس کا آگے بیان ہے۔

رابطہ: اوپر رسالت اور وحی کو ثابت کیا گیا تھا آگے اس کی تائید کے لئے بعض قصے مذکور ہوتے ہیں جن سے دو طرح پر اس کی تائید ہوتی ہے اول یہ کہ حضور اُمی تھے نہ کچھ پڑھا تھا نہ کسی پڑھے لکھے کی صحبت میں بیٹھے تھے پھر پہلے قصوں کو صحیح صحیح بیان فرمانا آپ کے نبی ہونے کی دلیل ہے دوسرے کفار آپ کی نبوت کو دشوار سمجھتے تھے انبیاء کے ذکر سے اس شبہ کا دفعیہ ہو گیا کہ نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں اس کے علاوہ اس واقعہ سے آپ کی تسلی بھی ہے کہ دوسرے انبیاء کی بھی تصدیق و تکذیب ہوتی آئی ہے۔ آپ اس سے غم نہ کیجئے اور منکرین پر وعید ہے کہ انبیاء کے انکار کا انجام خباہت ہے تم کو بھی یہ برادری دیکھنا ہے واذ قال موسىٰ تا عاقبة المفسدين۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے (مرنے کے وقت بھی) سخت عذاب ہے اور وہ لوگ آخرت

وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسِرُونَ ﴿۵﴾

میں (بھی) سخت خسارہ میں ہیں (کہ کبھی نجات نہ ہوگی) اور آپ کو ہائیتین ایک بڑے

وَإِنَّكَ لَتَلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ

حکم والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا جا رہا ہے (لہذا آپ ان کا انکار سے

عَلَيْهِمْ ﴿۶﴾ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ

عمل میں نہ ہو جائیے) (اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا

نَارًا سَأَتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ

کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی (جا کر) وہاں سے یا تو راستہ کی کوئی خبر لاتا ہوں

یہ قصہ مدین سے آتے ہوئے پیش آیا جب کہ کوہ طور کے قریب رات کو سردی کے وقت پہنچے اور اس وقت مصر کی راہ بھی بھول گئے تھے۔

أَوْ أَتِيكُمْ بِسَهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ

یا تمہارے پاس (وہاں سے) آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم سینک لو سو جب اس (آگ کے پاس پہنچے تو ان کو) (مخانب اللہ) آواز

تَصْطَلُونَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَاءَهَُا نُودِيَ أَنِ

دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں (یعنی فرشتے) ان پر بھی برکت ہو اور جو اس

بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا

کے پاس ہے (یعنی موسیٰ) اس پر بھی (برکت ہو یہ دعا بطور تحیہ و سلام کے ہے)

جیسا کہ آنے کے وقت آنے والا یا جس کے پاس آیا جائے وہ سلام کیا کرتا ہے چونکہ موسیٰ علیہ السلام جانتے نہ تھے کہ یہ نور خدا کے انوار میں سے ہے اس لئے خود سلام نہیں کر سکتے تو مخانب اللہ ان کو مانوس کرنے کے لئے سلام ارشاد ہوا۔

وَسَبِّحْ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸﴾

اور اللہ رب العالمین پاک ہے

اس میں یہ بتا دیا کہ یہ نور جو آگ کی شکل میں ہے خود حق تعالیٰ کی

کے معجزہ سے اور خاص کر نبوت عطا ہونے کے وقت ان کو ضرر نہیں ہوا کرتا اور چونکہ انبیاء کو حق تعالیٰ کے بتلانے ہی سے اپنی نبوت کا علم ہوتا ہے اس لئے علم سے پہلے اس خوف کا ہونا موجب اشکال نہیں۔

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حَسَنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي

ہاں مگر جس سے کوئی قصور (یعنی لغزش سرزد) ہو جاوے پھر برائی (ہو جانے) کے بعد بجائے اس کے نیک کام کر لے (یعنی توبہ کر لے) تو میں

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۱۱

مغفرت والا رحمت والا ہوں

یعنی اگر کسی سے قصور ہو جائے اور اس کو یاد کر کے ڈرے تو مضا لفقہ نہیں لیکن اس کے لئے بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر قصور ہو جانے کے بعد توبہ کرے تو میں اس کو بھی معاف کر دیتا ہوں اور یہ اس لئے فرمادیا کہ کہیں اپنا قصہ قبلی کے قتل کا یاد کر کے پریشان نہ ہوں اس لئے اس سے بھی مطمئن کر دیا اور وہ قبلی چونکہ کافر حربی تھا اس کا خون فی نفسہ مباح تھا اس لئے اس کے قتل کرنے میں کسی بندہ کا حق نہ تھا کہ اس کے ورثہ سے معافی کی ضرورت ہوتی البتہ ظاہری مصالحت کو توڑنے کی وجہ سے اس کا قتل حق اللہ تھا اس لئے معاف کر دیا گیا خصوصاً جب کہ وہ قصداً نہ تھا پھر ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس معجزہ عصا کے علاوہ ایک معجزہ آپ کو اور بھی عطا ہوتا ہے۔

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا

اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ (اور پھر نکالو) وہ ہلکا سیب (یعنی ہلکا سی

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ قَفٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَى فِرْعَوْنَ

مرض برص وغیرہ) کے روشن ہو کر نکلے گا نو معجزوں میں (جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور

وَقَوْمِهِ ۱۲

اس کی قوم کی طرف (بھیجا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں

فَلَمَّا جَاءَ تَهُمَّ آيَاتُنَا

غرض جب ان لوگوں کے پاس ہمارے (دیئے ہوئے) معجزے پہنچے

یعنی اول دو معجزے دکھلائے تھے پھر وقتاً فوقتاً بقیہ دکھلائے جاتے رہے۔

مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۱۳

جو نہایت واضح تھے تو وہ لوگ (ان سب کو دیکھ کر بھی) بولے یہ صریح جادو ہے اور (غضب

ذات نہیں کیونکہ خدا رنگ اور مقدار اور جہت سے پاک ہے اور اس نور میں یہ قیدیں موجود ہیں پس اگر موسیٰ علیہ السلام کا ذہن اس مسئلہ سے خالی ہو تب تو اس کی تعلیم کر دی گئی اور اگر فطرت سلیمہ کے ذریعے سے پہلے سے یہ ان کو معلوم ہو تو زیادہ سمجھانے کے لئے فرمادیا گیا اس کے بعد دوسرا ارشاد ہوا۔

يٰهُوسَى إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱۴

اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں (جو بے کیف کلام کر رہا ہوں) اللہ ہوں زبردست

وَأَلْقِ عَصَاكَ ۱۵

حکمت والا اور (اے موسیٰ) تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو

چنانچہ انہوں نے ڈال دیا تو وہ اثر دھا بن کر لہرانے لگا۔

فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا

سو جب انہوں نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا جیسے سانپ ہو تو پیٹھ

وَلَمْ يَعْقِبْ ۱۶

پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا

سانپ سے ڈر جانے کا سبب سورہ طہ میں گزر چکا ہے کہ یہ خوف یا تو طبعی تھا یا چونکہ اس تغیر میں کسی مخلوق کا واسطہ نہ تھا اس لئے عقلی خوف تھا کہ یہ کہیں خدا کا قہر نہ ہو اور یہ دونوں خوف شان نبوت کے منافی نہیں۔

يٰهُوسَى لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ

(ارشاد ہوا کہ) اے موسیٰ ڈرو نہیں اور ہمارے حضور میں پیغمبر

الرُّسُلُونَ ۱۷

نہیں ڈرا کرتے

یعنی ہم نے تم کو پیغمبری دی اور خلعت پیغمبری عطا ہونے کے وقت ایسی چیزوں سے پیغمبر نہیں ڈرا کرتے جو خود ان کی رسالت کی دلیل ہو یعنی معجزات مطلب یہ ہے کہ یہ اثر دھا تو آپ کا معجزہ ہے اس سے ڈرنا نہ چاہئے پس اگر موسیٰ علیہ السلام کا خوف طبعی تھا تب تو اس ارشاد سے اس طرح زائل ہو گیا کہ نبوت عطا ہونے کی ایسی خوشی غالب ہوئی کہ اس خوف کا اثر غالب نہ رہا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایک طبعی کیفیت پر جب دوسری کیفیت غالب آ جاتی ہے تو پہلی کیفیت زائل ہو جاتی ہے اور اگر عقلی خوف تھا تو وہ اس طرح زائل ہو گیا کہ ان کو بتلا دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی اگرچہ مصائب آتے ہیں مگر ہم اپنی عادت سے اطلاع دیتے ہیں کہ خود ان

میں حضرت جعفر صادق کا قول نقل کیا ہے ان سلیمان ورت داؤد و ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم ورت سلیمان کذا فی الروح کہ سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے اور ظاہر ہے کہ حضور ان کے مال کے وارث نہ ہوئے تھے پس جیسے آپ سلیمان کے وارث ہوئے ویسے ہی وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مِنْ مَنَظِقِ الطَّيْرِ

اور انہوں نے (اظہارِ شکر کے لئے) کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے

جو دوسرے بادشاہوں کو میسر نہیں اور یہ جو فرمایا گیا کہ ہم کو تعلیم دی گئی تو اس میں داؤد علیہ السلام کو شامل کرنا مقصود نہیں کیونکہ انکا پرندوں کی بولی سمجھنا ثابت نہیں بلکہ یہ شاہانہ محاورہ ہے کہ اپنے آپ کو ہم کہا کرتے ہیں اور اس سے مقصود تکبر نہیں بلکہ رعایا پر رعب بٹھانا ہے تاکہ شرعی امور میں اطاعت سے باہر نہ ہوں۔

وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ط

اور ہم کو (سامانِ سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں جیسے فوج اور لشکر و مال اور لڑائی کے سامان وغیرہ۔

إِنَّ هَذَا هُوَ الْفَضْلُ الْبَيِّنُ ۝۱۶ وَحُشِرَ

واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے اور سلیمان کے لئے (جو) ان کا لشکر جمع کیا گیا (تھا)

لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

(ان میں) جن بھی (تھے) اور انسان بھی اور پرندے بھی (جو کسی بادشاہ کے مستخدم نہیں ہوتے)

وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝۱۷

اور (پھرتے بھی اس کثرت سے کہ) ان کو (چلنے کے وقت) روکا جاتا تھا

تاکہ متفرق نہ ہو جائیں پیچھے والوں کا انتظار کریں اور سب ساتھ مل کر چلیں اور یہ بات عادتاً زیادہ جمع میں ہوتی ہے ایسے مجمع میں اگلوں کو پچھلوں کی خبر بھی نہیں ہوتی اس لئے ایسا انتظام کرنا پڑتا ہے آگے ایک بار کا واقعہ ذکر فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لئے جاتے تھے (آگے ترجمہ)

حَتَّىٰ إِذَا اتَوَا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ لَا قَالَتْ

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا

تو یہ تھا کہ (ظلم اور تکبر کی راہ سے ان) (معجزات) کے (بالکل) منکر ہو گئے

ظلم سے یہ مراد ہے کہ ان معجزات کو ان کے رتبہ سے گھٹایا اور تکبر یہ کہ اپنے آپ کو اپنے رتبہ سے بڑھایا۔

أَنفُسُهُمْ ظُلُمًا وَعُظُومًا

حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا

اور باوجود یقین قلبی کے فرعون وغیرہ کا مومن نہ ہونا اس لئے ہے کہ یہ یقین اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوراً خود بخود دل میں پیدا ہوتا تھا اور اپنے اختیار سے تو وہ لوگ اس کو دفع کرتے تھے اور اس کی تفصیل پارہ سیکول آیت یعرفونہ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝۱۸

سو دیکھئے کیسا (برا) انجام ہوا ان مفسدوں کا

کہ دنیا میں غرق اور آخرت میں جہنم کی سزا ہوئی ولقد اتینا تا عبادک الصالحین۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو (شریعت اور ملک داری کا) علم عطا فرمایا اور ان

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ

دونوں نے (ادائے شکر کیلئے) کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے سزاوار ہیں

عِبَادِهِ الْهُؤُلَاءِ ۝۱۹

جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی

اور بہت سے بندوں پر اس لئے کہا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ نے ان پر بھی فضیلت دی ہے قال تعالیٰ وفضلنا بعض النبیین علی بعض۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ

اور داؤد (علیہ السلام کی وفات کے بعد ان) کے قائم مقام سلیمان ہوئے

یعنی ان کو سلطنت وغیرہ ملی پس وارث ہونے سے محض احکام کی اشاعت اور مخلوق کی اصلاح اور ملکی انتظام میں جانشینی مراد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مالی میراث نہیں ہے حدیث میں تصریح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں میراث نہیں ہوتی اور شیعہ کی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے کلینی

نَمْلَةً يَأْيُهَا التَّمْلُ اَدْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ ۝

(دوسری چیونٹیوں سے) کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ لَا وَهُمْ لَا

میں جا گھس گھس تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں

يُسْعِرُونَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

سو سلیمان اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے

آپ کو تعجب ہوا کہ اس ڈرا سے چھوٹے جثہ پر یہ ہوشیاری اور احتیاط اور اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کی بولی سمجھنے میں صرف پرندوں کی خصوصیت نہ تھی بلکہ پرندوں کے سوا دوسروں کی بھی بولی سمجھتے تھے باقی اس کی تصریح نہیں کہ کوئی قسم جانوروں کی اس سے مستثنیٰ بھی تھی یا نہیں (کہ ان کی بولی آپ نہ سمجھتے ہوں) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ جانور آدمی کی بولی نہ بولتے تھے بلکہ وہی آوازیں جن کو جانور اپنی اغراض کے لئے استعمال کرتے ہیں سلیمان علیہ السلام انہی کو سمجھ جاتے تھے اور چیونٹی اور ہد ہد کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات بعض عقلی باتیں بھی سمجھتے ہیں سو اس کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ممکن ہے کہ ان میں تھوڑی سی عقل ہو لیکن وہ مکلف ہونے کے لئے کافی نہ ہو جیسا کہ بچے اور بے وقوف کو مکلف نہیں کیا گیا حالانکہ کچھ عقل ان میں بھی ہوتی ہے اور اس قصہ سے انبیاء علیہم السلام کا ہنسنا ثابت ہے اور حدیث میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے نہ تھے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو ہنسنے کی عادت نہ تھی یہ مطلب نہیں کہ آپ کبھی نہیں ہنسے پھر سلیمان علیہ السلام کو یہ دیکھ کر کہ میں اس کی بولی سمجھ گیا جو معجزہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی نعمت ہے اور نعمتیں بھی یاد آ گئیں اور دعا کرنے لگے۔

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

اور کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں

الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَاٰلِدَآئِيْ

کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں

ایمان اور علم تو سب کو اور نبوت آپ کو اور آپ کے والد کو۔

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ

اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں

یعنی مقبول عمل عنایت ہو کیونکہ اگر عمل فی نفسہ اچھا ہو مگر آداب اور شرائط میں کوتاہی دہی ہونے سے مقبول نہ ہو تو وہ مطلوب نہیں و تفقد الطیر تا ماذا يرجعون۔

وَاَدْخُلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ

داخل رکھے اور (ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی

یا تو آپ نے پرندوں کو کچھ خدمتیں سپرد کر رکھی ہوں گی اس لئے حاضری لی یا محض انتظام کے لئے ایسا کیا جیسا کہ لشکروں کے سردار کیا کرتے ہیں۔

فَقَالَ مَا لِيْ لَا اَرٰى الْهٰدِيَ هٰذَا اَمَرَكَ اَنْ

تو (ہد ہد کو نہ دیکھا) فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا کیا

مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝

کہیں غائب ہو گیا ہے

پھر جب ثابت ہو گیا کہ واقعی غائب ہے تو فرمانے لگے (آگے ترجمہ)

لَاُعَذِّبُهُ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَا اَذْبَحْهُ

میں اس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی

اَوْ لِيَّا تِيْنِيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

صاف حجت (اور عذر حاضری کا) میرے سامنے پیش کرے۔

تو خیر چھوڑ دوں گا اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو تعلیم دینے کے لئے سزا دینا جائز ہے اور تکلیف دفع کرنے کے لئے قتل بھی جائز ہے بشرطیکہ تعلیم مقصود ہو اور سزا دینے کا کچھ اثر ظاہر ہو اور اس کے قتل سے تکلیف دفع ہوتی ہو ورنہ جائز نہیں مثلاً اب ہد ہد نہ تعلیم کے قابل ہے نہ اس سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے بخلاف اس وقت کے کہ غیر حاضری پر سزا دینا نافع تھا اور اس کی نافرمانی سے آپ کو تکلیف پہنچتی تھی۔

فَبَكَتْ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحْطٰتْ بِمَا لَمْ

سو تھوڑی دیر میں وہ آ گیا اور (سلیمان سے) کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم

تَحْطُّ بِهٖ

کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی

ہد ہد کو ایک خاص محسوس واقعہ معلوم ہو جانے سے نبی کے علم پر فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ نبی کے علوم دوسری قسم کے ہیں دنیا کے تمام واقعات

کا علم ہونا نبی کے لئے ضروری نہیں اور مطلب ہد ہد کے جواب کا یہ ہے کہ میری غیر حاضری نافرمانی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ایک درجہ میں اطاعت تھی کیونکہ میں آپ ہی کے کام میں لگا ہوا تھا۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿۲۱﴾

اور (اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ) میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں

سبا ایک شخص کا نام تھا پھر اس کی اولاد کو کہنے لگے پھر ان کے شہر کو بھی سبا کہنے لگے جو صنعا سے تین دن کے فاصلے پر ہے بلقیس اسی خاندان سے ہے اور یعر ب ابن قحطان کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے زبان ان کی عربی تھی اور سلیمان علیہ السلام اگر دنیا بھر کے بادشاہ مان لئے جائیں تو یہ کہنا چاہئے کہ آہستہ آہستہ تمام عالم کے بادشاہ ہو گئے تھے تاکہ اس وقت تک بلقیس کا ملک آپ کے قبضہ میں نہ آنے سے اشکال نہ ہو آگے ہد ہد نے تفصیلی واقعہ بیان کیا۔

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ

میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو (سلطنت کے

كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿۲۲﴾

لوازم میں سے) ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا (اور قیمتی) تخت ہے

تخت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا گیا کہ وہ بہت عجیب اور اس وقت کے بادشاہوں کے اعتبار سے نایاب ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے بھی باوجود قدرت کے ایسے تخت بنوانے کا اہتمام نہ کیا ہو اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے کیونکہ اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا دوسرے اگر سلیمان علیہ السلام نے بھی اس کی بادشاہت کو جائز رکھا ہو تو شریعت محمدی میں اس کے خلاف حکم ہوتے ہوئے ان کا فعل بھی حجت نہیں آگے ہد ہد نے اس قوم کی مذہبی حالت بیان کی جس سے شاید جہاد کی رغبت دلانا مقصود ہو۔

وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ

میں نے اس کو اور اس (عورت) کی قوم کو پایا کہ وہ خدا کی عبادت کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ

دُونِ اللَّهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے (ان) اعمال (کفریہ) کو ان کی نظر میں مرغوب کر

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿۲۳﴾

رکھا ہے اور ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے سو وہ راہ (حق) پر نہیں چلتے کہ اس خدا کو

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ

سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن میں

فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ

پاش اور نبات بھی ہے) باہر لاتا ہے اور (ایسا عالم ہے کہ) تم لوگ جو کچھ (دل میں)

وَمَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۴﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ

پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھ زبان وغیرہ سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے (پس اللہ

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۲۵﴾

ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے

بظاہر یہ تمام کلام ذات و صفات کے متعلق ہد ہد کا ہے اور اوپر آیات کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ کسی قدر عقلی قوت کا احتمال جانوروں میں بھی ہے۔

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۲۶﴾

سلیمان نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے (اچھا) میرا یہ خط لے جا اور اس کو

إِذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ

اس کے پاس ڈال دینا پھر (وہاں سے) ہٹ جانا

ہٹ جانے کا حکم جو ہد ہد کو دیا گیا اس میں تہذیب اور بادشاہوں کی مجلس کا ادب سکھایا ہے اور ہد ہد ہی کی معرفت خط بھیجتا اس لئے تھا کہ اس سے جھوٹ سچ کا امتحان کرنا تھا۔ اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ بلقیس کی زبان عربی تھی تو سلیمان علیہ السلام کا خط یا تو عربی میں ہوگا اگرچہ وہ خود عربی نہیں ہیں لیکن جس کو جانوروں کی بولی کا علم تھا اس کو آدمیوں کی بولیوں کا علم کیا مشکل ہے یا اپنی زبان میں لکھا ہوگا اور وہاں ترجمہ کرا لیا گیا ہوگا۔

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿۲۷﴾

پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہد ہد سلیمان علیہ السلام کے علاوہ دوسروں کی بات بھی سمجھتا تھا سو یہ بھی سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہوگا غرض سلیمان علیہ

اگر مقابلہ اور لڑائی کرنا مصلحت ہو تو ہم اپنی ذات سے ہر طرح حاضر ہیں۔

وَالْأَمْرُ إِلَيْكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَأْمُرُ ۖ (۳۳)

اور (آئندہ) اختیار تم کو ہے سو تم ہی (مصلحت) کو دیکھ لو جو کچھ (تجویز کر کے) حکم دینا ہو

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً

بلقیس کہنے لگی کہ والیان ملک (کا قاعدہ ہے کہ) جب کسی بستی میں (مخالفتانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے

أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعْرَازَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ

والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو انکار و رگھٹانے کیلئے ذلیل کیا کرتے ہیں

اور سلیمان علیہ السلام بھی والی ملک ہیں اگر ان سے مقابلہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ ان ہی کو غلبہ ہو جائے۔

وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۖ (۳۴)

اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے

تو بے ضرورت خلیجان میں پڑنا مصلحت کے خلاف ہے اس لئے لڑنا تو میرے نزدیک مصلحت نہیں ابھی اس قصہ کو ملتوی کیا جاوے۔

وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنْظُرَۃً ۙبِمَ

اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے

يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ۖ (۳۵)

(وہاں سے) کیا (جواب) لے کر آتے ہیں

اس وقت دوبارہ غور کیا جائے گا چنانچہ ہدایا اور تحائف کا سامان درست ہوا اور قاصد اس کو لے کر روانہ ہوا۔

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنَ قَالَ اتِمِدُّوْنِ بِمَالِ ز

سو جب وہ فرستادہ سلیمان کے پاس پہنچا (اور تحفے پیش کئے تو سلیمان نے) فرمایا کیا

فَمَا آتَيْنَا اللّٰهَ خَيْرَ مِمَّا أَتٰكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ

تم لوگ (یعنی بلقیس وغیرہ) مال سے میری امداد کرتے ہو سو (سمجھ رکھو کہ) اللہ نے

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفَرَّحُونَ ۖ (۳۶)

جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے

السلام نے ہد ہد سے یہ گفتگو کر کے بلقیس کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون آگے قرآن میں مذکور ہے اور ہد کو حوالہ کیا وہ اس کو چونچ میں لے کر چلا اور خلوت میں یا مجلس میں بلقیس کے پاس ڈال دیا قالت یا ایہا الملأنا صاغرون

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُو۟ا۟ إِنِّي۟ أُلْقِی۟ إِلَىٰ كِتَبٍۭ

بلقیس (نے پڑھ کر اپنے سرداروں سے مشورہ کے لئے) کہا کہ اے اہل دربار

کَرِیْمٌ ۖ (۳۷)

میرے پاس ایک خط (جس کا مضمون نہایت) با وقعت (ہے) ڈالا گیا ہے

با وقعت اس لئے کہا کہ حاکمانہ مضمون ہے جس میں باوجود نہایت اختصار کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے۔

إِنَّهُۥ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَإِنَّهُۥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ (مضمون) ہے (اول) بسم اللہ الرحمن الرحیم (اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب اعیان

الرَّحِیْمِ ۚ) لَا تَعْلَوْا عَلٰی وَآتُوْنِی۟

سلطنت جن کے ساتھ عوام بھی وابستہ ہیں) میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو

مُسْلِمِیْنَ ۖ (۳۸)

اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ

پس مقصود تمام اہل سیا کو اسلام کی طرف بلانا ہے اور آنے سے مراد جسمانی حاضری نہیں بلکہ اطاعت میں آنا مراد ہے اور یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کا حال یا تو پہلے سے سن چکے ہوں گے گو حضرت سلیمان علیہ السلام ان کو نہ جانتے ہوں کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بڑے آدمی چھوٹوں کو نہیں جانتے اور چھوٹے بڑوں کو جانا کرتے ہیں یا خط آنے کے بعد تحقیق کر لیا ہوگا۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُو۟ا۟ أَفْتُونِی۟ فِی۟ أَمْرِی۟ ۚ

بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے اس معاملہ میں رائے دو (کہ مجھ کو سلیمان

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُو۟نَ ۖ (۳۹)

کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم

قَالُوا نَحْنُ أَوْلُو۟ا۟ قُوَّةً وَأُولُو۟ا۟ بِأَسْ سَدِیْدٍ ۚ

لوگ میرے پاس موجود ہوں وہ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں

کیونکہ تمہارے پاس صرف دنیا ہے اور میرے پاس دین بھی ہے اور دنیا بھی تم سے زیادہ سو میں تو ان چیزوں کا حریص نہیں ہوں۔

ارْجِعْ إِلَيْهِمْ

ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اترتے ہو گے (سو یہ تحفے ہم نہ لیں گے) تم (ان کو لے کر) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ

اگر وہ اب بھی ایمان لے آویں تو خیر ورنہ مقابلہ کے لئے آمادہ رہیں۔

فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۳۷﴾

وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ (ہمیشہ کے لئے) ماتحت ہو جائیں گے

یہ نہیں ہوگا کہ نکالنے کے بعد آزادی سے چھوڑ دیئے جائیں کہ جہاں چاہیں چلے جائیں بلکہ ذلت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے رعیت بن کر رہیں گے اور آپ نے جو ہدیہ لوٹا دیا تو اگر آپ کی شریعت میں جزیہ لینا جائز نہ ہو تب تو ظاہر ہے اور اگر جائز ہو تو یہ ہدیہ جزیہ کے طور پر نہ تھا جو کہ اطاعت کی علامت ہے بلکہ بدوں اطاعت کے محض دوستی کا ذریعہ تھا سو یہ بلا ضرورت جائز نہیں رہا یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نبوت پر دلیل قائم کرنے کیلئے کوئی معجزہ کیوں نہ پیش کیا جواب یہ ہے کہ اس کی ضرورت درخواست کے وقت ہوتی ہے کیونکہ بعض لوگوں کو انبیاء کے باطنی کمالات ہی سے نبوت کا یقین ہو جاتا ہے اور جس کو اس سے یقین نہ ہو وہ خود درخواست کر سکتا ہے غرض وہ قاصد ہدیہ وغیرہ واپس لے گیا اور سارا قصہ بلیقیس سے بیان کیا مجموعی حالات سے اس کو سلیمان علیہ السلام کے ذاتی کمالات اور نبوت کا یقین ہو گیا اور حاضر ہونے کے قصد سے اپنے ملک سے چلی۔ قال يا ايها الملأ تا لا تهتدون۔

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا

سلیمان (کو وحی سے یا اور کسی مخبر وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس (بلیقیس) کا

قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿۳۸﴾

تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے

غالباً تخت منگانا اس غرض سے تھا کہ وہ لوگ میرا معجزہ بھی دیکھ لیں

کیونکہ اتنا بڑا تخت پھر ایسے سخت چوکی پہروں میں سے اس کا اس طور پر اچانک آجانا کہ اطلاع تک بھی نہ ہو انسانی عادت سے باہر ہے اگر وہ جنوں کے ذریعہ سے آیا تب بھی ان کا خود بخود متابع ہونا ایک معجزہ ہے اور اگر امت سے کسی ولی کی کرامت سے آیا تو ولی کی کرامت بھی نبی کا معجزہ ہے اور اگر خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا سے آیا تو بلا واسطہ معجزہ ہے ہر حالت میں یہ آپ کا معجزہ ہے اور نبوت کی دلیل ہے پس مقصود یہ ہوگا کہ باطنی کمالات کے ساتھ معجزہ کا کمال بھی دیکھ لیں کہ ایمان اور اطمینان زیادہ ہو۔

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ

ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور (گودہ بڑا

أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ

بھاری ہے مگر) میں اس (کے لانے) پر طاقت رکھتا ہوں اور گودہ بڑا قیمتی

لَقَوًى أَمِينٌ ﴿۳۹﴾

مرصع جواہرات سے ہے مگر امانت دار (بھی) ہوں

اس میں کوئی خیانت نہیں کروں گا۔

قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ

جس کے پاس کتاب کا علم تھا

یعنی توریت کا یا اور کسی آسمانی کتاب کا جس میں خدا کے ناموں کی تاثیرات لکھی ہوں اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے خود سلیمان علیہ السلام مراد ہیں تفسیر کبیر میں چند وجوہ مذکور ہیں جن سے یہی قول رائج معلوم ہوتا ہے اس صورت میں سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کرنا جنات کے امتحان اور ان کی کمزوری ظاہر کرنے کیلئے ہوگا اور بعض روایات میں اس عالم کا سلیمان علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہونا آیا ہے اور یہ اس صحابی کی کرامت تھی اور وہ غرض اس صورت میں بھی پوری ہو سکتی ہے کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہو کہ اس صحابی سے یہ کرامت ظاہر ہوگی تو سوال کر کے جنات کو سنانا اور دکھانا منظور ہوا کہ مجھ سے فیض پانے والوں میں وہ قوت ہے کہ تم میں بھی نہیں اور چونکہ امتی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتا ہے اس لئے آپ نے شکر ادا کیا اور ہر حال میں اگر کتاب سے مراد تورات ہے تو اس کو تخت کے حاضر کرنے میں کوئی دخل نہ ہوگا محض تعریف کرنا مقصود ہے۔

أَنَا إِلَٰهِيكَ بِهِ قَبْلَ

اس نے (اس جن سے) کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے
تیری آنکھ جھکنے سے پہلے لاکھڑا کر سکتا ہوں

کیونکہ میں معجزہ (یا کرامت) کی قوت سے لاؤں گا چنانچہ حق تعالیٰ سے
ویسے ہی دعا کی یا کسی اسم الہی کے ذریعہ سے اور تخت فوراً سامنے آ موجود ہوا۔

أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ

پس جب سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا

مُسْتَقَرًّا عِنْدَكَ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ

تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا

رَبِّي فَقَفَّ

ایک فضل ہے

کہ میرا یہ معجزہ ظاہر کیا۔

لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ

تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا (خدا نخواستہ) ناشکری
کرتا ہوں اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے

فَاتِمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ

شکر کرتا ہے (اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں) اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے
وہ بھی اپنا ہی نقصان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں۔

رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝۳۰ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا

میرا رب غنی ہے کریم ہے (اس کے بعد) سلیمان نے (بلقیس کی عقل آزمانے

عَرْشَهَا

کے لئے) حکم دیا کہ اس کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو

جس کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں مثلاً جواہرات کے مواقع بدلہ
دیا اور کسی طرح۔

نَنْظُرَ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ

ہم دیکھیں کہ اس کو پتہ لگتا ہے یا اس کا ان ہی میں شمار ہوتا ہے

لَا يَهْتَدُونَ ۝۳۱

جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا

پہلی صورت میں معلوم ہوگا کہ عاقل ہے اور عاقل سے حق بات سمجھنے
کی زیادہ امید ہے اور اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور دوسری صورت
میں دونوں باتوں کی امید کم ہے۔ فلما جاءت تاربا العالمین۔

فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ ۖ

(سلیمان نے یہ سب سامان کر رکھا پھر بلقیس پہنچی) سو جب بلقیس آئی
تو اس سے (تخت دکھا کر) کہا گیا

خواہ سلیمان علیہ السلام نے خود کہا ہو یا کسی سے کہلوایا ہو۔

قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۖ

کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی ہاں ہے تو ویسا ہی

چونکہ اس تخت کی ہیئت بدل دی گئی تھی تو اصل میں تو وہی تخت تھا مگر
صورت میں وہ نہ تھا اس لئے اس طرح سوال کیا گیا کہ تمہارا تخت کیا ایسا
ہی ہے بلقیس اس کو پہچان گئی اور اس کی صورت بدل دینے کو بھی سمجھ گئی اس
لئے جواب بھی سوال کے مطابق دیا کہ ہاں ہے تو ویسا ہی جس سے اس کا
عاقل ہونا معلوم ہو گیا۔

وَأَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا

اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی)

مُسْلِمِينَ ۝۳۲

تحقیق ہو چکی ہے اور ہم (اسی وقت دل سے) مطیع ہو چکے ہیں

جیسے قاصد کی زبانی آپ کے کمالات معلوم ہوئے تھے پس اس معجزہ کی
چندال ضرورت نہ تھی اور چونکہ معجزہ سے پہلے ہی اعتقاد کر لینا کمال عقل کی دلیل
ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کے عاقل ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ فی الواقع وہ
تھی سمجھدار مگر چند روز تک ایک وجہ سے ایمان نہ لائی آگے وہ وجہ مذکور ہے۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ

اور اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے (جس کی اس کو عادت

اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝۳۳

تھی) روک رکھا تھا (اور وہ عادت اس لئے پڑ گئی تھی کہ) وہ کافر قوم میں کی تھی

اور دل سے ایمان لانا جو کہ مطلوب ہے وہ اس کلام سے حاصل ہوا ہے آگے پورے قصہ میں مختلف قول ہیں مگر اس سے کوئی ضروری غرض متعلق نہیں اس لئے بیان نہیں کیا گیا اور اس قصے سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو حضور کا بدوں لکھے پڑھے پہلے قصوں کو صحیح بیان کر دینا جو کہ نبوت کی دلیل ہے دوسرے انبیاء کی موافقت کی ترغیب کہ بلقیس باوجود اس شان و شوکت کے جب اس پر حق واضح ہو گیا فوراً ایمان لے آئی تیسرے انبیاء کی مخالفت سے ڈرانا کہ اگر وہ ایمان نہ لاتی تو وہی ہوتا جو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ذلیل ہو کر شہر سے نکالی جاتی نیز اس میں اشارہ کے طور پر حضور کی تسلی بھی ہے کہ ہم سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی طرح آپ کے لشکر کو بھی ان کفار پر غالب کریں گے اگر یہ ایمان نہ لائے چنانچہ بعد میں جہاد کی اجازت ہوئی اور مسلمان غالب ہوئے ولقد ارسلنا تکوانا یتقون

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان (کی برادری) کے بھائی صالح کو (پیغمبر

أَنِ اعْبُدْ وَاللَّهُ فَإِذَا هُمْ قَرِيقِنِ

بنا کر) بھیجا یہ (پیغام دیکر) کہ تم اللہ کی عبادت کرو سوا چاک ان میں دو

يَخْتَصِمُونَ ﴿٣٥﴾

فریق ہو گئے جو (دین کے بارے میں) باہم جھگڑنے لگے

یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ سب ایمان لے آتے مگر ان میں ایک فرقہ تو ایمان لایا ایک نہ لایا اور ان میں جو جھگڑا اور مباحثہ ہوا کچھ اس کا بیان سورہ اعراف میں ہو چکا ہے اور کچھ آگے آتا ہے اور جب ان لوگوں نے کفر پر اصرار کیا تو صالح علیہ السلام نے انبیاء کی عادت کے موافق ان کو عذاب الہی سے ڈرایا جس پر وہ کہنے لگے کہ لاؤ وہ عذاب کہاں ہے۔

قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ

صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے بھائیونیک کام کرو (یعنی توبہ و ایمان)

قَبْلِ الْحَسَنَةِ ۚ

سے پہلے عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو

یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ عذاب کی وعید سن کر ایمان لے آتے نہ یہ کہ ایمان تو نہ لائے اور لائے عذاب ہی کی درخواست کرنے لگے بڑی بے باکی کی بات ہے۔

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تم لوگ اللہ کے سامنے (کفر کی) معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توبہ ہوتا کہ تم پر رحم کیا جاوے (یعنی عذاب سے محفوظ رہو) وہ لوگ

پس جو سب کو کرتے دیکھا وہی وہی آپ کرنے لگی اور عادت اکثر متنبہ نہیں ہونے دیا کرتی مگر چونکہ تھی عاقل اس لئے جب تنبیہ کی گئی متنبہ ہو گئی اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ علاوہ اعجاز و شان نبوت دکھلانے کے اس کو ظاہری سلطنت کی شان بھی دکھلا دی جائے تاکہ اپنے کو دنیا کے اعتبار سے بھی بڑا نہ سمجھے اس لئے ایک شیش محل بنا کر اس کے صحن میں حوض بنوایا اور اس میں پانی اور مچھلیاں بھر کر اس کو شیشہ سے پاٹ دیا اور شیشہ ایسا شفاف تھا کہ سرسری نظر سے نظر نہ آتا تھا اور وہ حوض ایسے موقع پر تھا کہ اس محل میں جانے والے کو لامحالہ اس پر سے گزرنا پڑے چنانچہ اس تمام سامان کے بعد (آگے ترجمہ دیکھو)۔

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ

بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو

ممکن ہے کہ وہی محل قیام کے واسطے تجویز کیا گیا ہو تو اس میں جانا اور ٹھہرنا ضروری ہوا۔

فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ

(وہ چلیں راہ میں حوض آیا) تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی (سے بھرا

عَنْ سَاقِيهَا ط قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّبَرَّدٌ

ہوا) سمجھا اور (اس کے اندر گھسنے کے لئے) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں

مَنْ قَوَّارِيرُهُ

(اس وقت) سلیمان نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے

اور یہ حوض بھی شیشہ سے پنا ہوا ہے دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں ویسے ہی چلی آؤ پس بلقیس کو معلوم ہو گیا کہ یہاں دنیوی صفیتیں بھی ایسی عجیب ہیں جو آج تک میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھیں تو ان کے دل میں ہر طرح سے سلیمان علیہ السلام کی عظمت پیدا ہوئی۔

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ

(اس وقت) بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے (اب تک)

اپنے نفس پر ظلم کیا تھا (کہ شرک میں مبتلا تھی) اور میں (اب) سلیمان کے

مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾

ساتھ (یعنی ان کے طریقہ پر) ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی

ایمان کا اقرار کنا مسلمین میں بھی تھا مگر اس سے خبر دینا مقصود تھا

تَرْحَمُونَ ﴿۳۷﴾ قَالُوا أَطِيزُ نَابِكَ وَبَيْنَ مَعَكَ ط

کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں

کہ جب سے تم نے یہ مذہب نکالا ہے اور تمہاری یہ جماعت پیدا ہوئی ہے قوم میں نا اتفاقی ہو گئی اور نا اتفاقی کی جو مضرتیں اور خرابیاں ہوتی ہیں وہ سب ظاہر ہونے لگیں پس جڑان سب برائیوں کی تم ہو۔

قَالَ طِيزُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ

صالحؑ نے (جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے

یعنی تمہارے اعمال کفریہ اللہ کو معلوم ہیں یہ برائیاں ان ہی اعمال پر مرتب ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ نا اتفاقی بری وہی ہے جو حق کے خلاف کرنے سے ہو تو اس کا الزام ایمان والوں پر نہیں ہو سکتا بلکہ کافروں پر ہوگا اور بعض تفاسیر میں ہے کہ ان پر قحط پڑا تھا۔

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿۳۸﴾

بلکہ تم لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہوئے

یعنی تمہارے کفر کا نقصان انہی مصیبتوں پر ختم نہ ہوگا آخرت میں بھی اس کا مزہ چکھو گے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ

اور (کفر کے سرغنہ) اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں (یعنی بستی کے

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يَصْلِحُونَ ﴿۳۹﴾

باہر تک بھی) فساد کیا کرتے تھے اور (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے

یعنی بعض مفسد ایسے ہوتے ہیں کہ کچھ فساد کیا کچھ اصلاح کر لی مگر وہ ایسے نہ تھے بلکہ خالص مفسد تھے چنانچہ ایک باریہ فساد کیا (آگے ترجمہ دیکھو)۔

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ

انہوں نے کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے

ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ

وقت صالحؑ اور ان کے متعلقین (یعنی ایمان والوں کو) چاماریں گے (پھر

أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۴۰﴾

کہہ دیں گے کہ ہم ان کے متعلقین کے (اور خود ان کے) مارے جانے میں موجود (بھی) نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں

جو خون کا دعویٰ کرے گا اور یہ وارث یا تو مسلمان ہوگا اور اس کی عزت و وجاہت کی وجہ سے اس کے قتل کی رائے نہ ہوئی ہوگی یا اگر مومن نہ ہوگا تو یہ احتمال ہوا ہوگا کہ وہ خاندانی حمیت اور جوش کی وجہ سے شاید بدلہ لینا چاہے۔ بس اسی طرح بات دب دیا جائے گی کیونکہ مشاہدہ کا گواہ تو کوئی ہوگا نہیں۔

وَمَكْرُؤًا مَكْرًا وَمَكْرُؤًا مَكْرًا

اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی

کہ رات کے وقت یہ کارروائی کرنے چلے۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۱﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور (اس تدبیر کی) ان کو خبر بھی نہ ہوئی ان کی شرارت کا کیا انجام

مَكْرِهِمْ لَا أُنَادِمُرْنَهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۲﴾

ہوا کہ ہم نے ان کو (بطریق مذکور) اور (پھر) ان کی قوم کو سب کو (آسمانی عذاب سے)

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا

غارت گردیا سو یہ ان کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں ان کے کفر کے سبب سے

وہ یہ کہ ایک پہاڑ پر سے ایک پتھر ان پر لڑھک آیا اور وہ سب وہاں ہی کھیت رہے یعنی ہلاک ہوئے۔ کذا فی الدر المنثور جو کہ مکہ والوں کو شام کے سفر میں آتے جاتے ملتے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۴۳﴾

بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے دانش مندوں کے لئے

وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی

اس قتل سے بھی جس کا مشورہ کفار نے کیا تھا اور آسمانی عذاب سے بھی جو کہ قہر الہی تھا و لوطاً تا مطر المندرین .

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا تھا کہ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا

وَأَنْتُمْ تَبْصِرُونَ ﴿۴۵﴾

کہ کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھ دار ہو

کیا تم اس کی قباحت نہیں سمجھتے آگے اس بے حیائی کا بیان ہے۔

یعنی اول خدا کے عذاب سے ڈرائے گئے تھے جس پر انہوں نے التفات نہ کیا اور سورہ اعراف میں اس قصہ کے متعلق بعض ضروری مضامین گزر چکے ہیں ملاحظہ ہوں اور لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھدار بھی کہا اور جاہل بھی سو اس میں کوئی تعرض نہیں وہ علم کے اعتبار سے سمجھدار تھے اور عمل کے اعتبار سے جاہل تھے۔

رابطہ: شروع سورت سے یہاں تک رسالت کی بحث تھی آگے توحید کی بحث ہے جس کو ایک بلیغ اور مختصر خطبہ سے شروع فرمایا ہے۔ قل الحمد لله تا صدقین۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ

آپ (بیان توحید کے لئے بطور خطبہ کے) کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے

الَّذِينَ اصْطَفٰی ط

سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے

یعنی انبیاء و صلحاء آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضمون توحید بیان کرنے کا حکم ہے کہ لوگوں سے یہ سوال کیجئے۔

ءَاَللّٰهُ خَيْرٌۢ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹

کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں

یعنی ظاہر اور مسلم ہے کہ اللہ ہی بہتر ہے۔

پس عبادت کا مستحق بھی وہی ہوگا اور ان باتوں میں تو خدا کا بہتر ہونا علاوہ عقل سے ثابت ہونے کے خود کفار کو بھی مسلم تھا اور اس سے خدا کا تنہا مستحق عبادت ہونا عقلاً لازم آتا ہے۔ یہ تو اجمالی بیان تھا جو بوجہ ظاہر و بدیہی ہونے کے باوجود اجمال کے بھی کافی ہے۔

مگر زیادہ اہتمام و تنبیہ کے لئے آگے تفصیل ہے کہ اچھا خدا تعالیٰ کے کمالات میں غور کر کے بتلاؤ کہ یہ بہت بہتر ہیں (آگے ترجمہ)

اَيُّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ

کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اس کی

النِّسَاءِ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۶۰

برائی میں کوئی شبہ نہیں) بلکہ (اس بات میں) تم (محض) جہالت کر رہے ہو

كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوْا

سو (اس تقریر کا) ان کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے

اَنْ لُّوْطٍ

کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کے لوگوں کو

یعنی ایمان والوں کو مع لوط علیہ السلام کے۔

مِّنْ قَرِيْبِكُمْ اِنَّهُمْ اَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۶۱

تم اپنی بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں سو ہم نے

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهُۥٓ اِلَّا اَمْرَاۤتَهُۥ زَقَدَّرْنٰهَا

(اس قوم پر عذاب نازل کیا اور) لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز

مِّنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۶۲

ان کی بیوی کے کہ اس کو (بوجہ ایمان نہ لانے کے) ہم نے انہی لوگوں میں تجویز کر

مَّطَرًا ج

رکھا تھا جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا

کہ وہ پتھروں کا مینہ تھا۔

فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝۶۳

ان لوگوں کا کیا برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے تھے

الحمد للہ انیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



اس میں دائمی حکم نہیں کہ ہمیشہ دعا کے بعد مصیبت زائل ہو جاتی ہے پس اب کچھ اشکال نہیں۔

وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ

اور تم کو زمین میں صاحب نصرت بناتا ہے (یہ سن کر بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ

الْأَرْضِ طَاءِ إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا

کوئی اور معبود ہے (مگر تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو) اچھا پھر اور کمالات سن

تَذَكَّرُونَ ﴿۶۷﴾ اَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ

کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں (یا وہ ذات جو تم کو خشکی یا دریا کی تاریکیوں میں راستہ

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا

سو جھٹاتا ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے جو (بارش کی امید دلا کر)

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ طَاءِ إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ تَعْلَى

دلوں کو خوش کر دیتی ہیں (یہ سن کر بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود

اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۶۸﴾

ہے (ہرگز نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے

اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں (آگے ترجمہ)

اَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

یا وہ ذات جو مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے (جو کہ مسلم ہے) پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا

اور اس پر دلیل قطعی قائم ہے۔

وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط

اور جو کہ آسمان (سے پانی برسا کر) اور زمین سے (نباتات نکال کر) تم کو رزق دیتا

ءِ إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ ط قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ

ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے آپ کہیے کہ) اچھا تم

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۶۹﴾

ان کے استحقاق عبادت پر اپنی دلیل پیش کرو اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو

یعنی اگر وہ یہ سن کر بھی کہیں کہ ہاں اور معبود بھی عبادت کے مستحق ہیں تو

آپ ان سے فرمائیے کہ کوئی ایسی دلیل پیش کرو جس میں وہ کمالات بھی خدا

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

یا وہ ذات (بہتر ہے) جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس نے آسمان سے پانی

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ

برسایا پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ اگائے (ورنہ) تم سے تو

فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَّا

ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درختوں کو اگاسکو (یہ سن کر بتلاؤ) کیا اللہ تعالیٰ کے

كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ط ءِ إِلَهٌ

ساتھ (عبادت میں شریک ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (مگر مشرکین پھر

مَعَ اللَّهِ ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ ﴿۷۰﴾

بھی نہیں مانتے) بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ (دوسروں کو) خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں

اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ آیا یہ بت بہتر ہیں

اَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ

یا وہ ذات جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان

خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ

درمیان نہریں بنائیں اور اس (زمین) کے (ٹھہرانے کے) لئے پہاڑ

بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط

بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل بنائی

جیسا کہ سورہ فرقان میں موج البحرین کی تفسیر میں اس کا بیان آ

چکا ہے یہ سن کر اب بتلاؤ (آگے ترجمہ)

ءِ إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۷۱﴾

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے مگر مشرکین نہیں مانتے) بلکہ ان

میں زیادہ تو (اچھی طرح) سمجھتے بھی نہیں

اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ آیا یہ بت بہتر ہیں (آگے ترجمہ)

اَمَّنْ يَجِيبُ الْهَاضِمَ إِذَا دَعَا ۚ

یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے

اور (اس کی) مصیبت کو دور کر دیتا ہے

یہ علم نہ ہونے سے بھی بدتر ہے کیونکہ علم نہ ہونے کی تو ایک یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ ذہن خالی ہو ادھر التفات نہ ہوا ہو اور شک میں باوجود التفات کے اس کو جھٹلاتا ہے۔

بَلْ هُمْ صِنْفٌ مِّنْهَا عَمُونَ ﴿۷۹﴾

بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں

یعنی جس طرح اندھے کو راستہ نظر نہیں آتا اس لئے مقصود تک پہنچنا دشوار ہے اسی طرح آخرت کی تصدیق کا جو طریقہ ہے کہ صحیح دلائل میں غور کیا جائے یہ لوگ غایت عناد سے اس میں تامل بھی نہیں کرتے اس لئے وہ دلائل ان کو نظر نہیں آتے جس سے مقصود تک پہنچنے کی امید ہوتی پس یہ حالت شک سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ شک والا بعض اوقات دلائل میں غور کر کے شک دور کر لیتا ہے اور یہ غور بھی نہیں کرتے پس وقت کی تعیین نہ ہونے سے بالکل نہ معلوم ہونا بڑھ کر ہوا اور اس سے بڑھ کر شک اور اس سے بڑھ کر اندھا پن ہوا پس یہ انتقالات ترقی کے واسطے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سب باتیں ان میں موجود ہیں وقت کی تعیین بھی ان کو معلوم نہیں اس کا واقع ہونا بھی معلوم نہیں اور شک بھی اور اندھا پن بھی ہے کیونکہ ترقی میں پہلے مضمون کی نفی نہیں ہوتی بلکہ سب کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے تعارض کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا

اور یہ کافریوں کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مر کر) خاک ہو گئے اور (اسی)

تُرَابًا وَآبَاءُنَا إِنَّا لِلْخَرَجُونَ ﴿۸۰﴾

طرح) ہمارے بڑے بھی تو کیا (پھر ہم) زندہ کر کے قبروں سے نکالے

لَقَدْ وَعَدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاءُنَا

جاویں گے اس کا ہم سے اور ہمارے بڑوں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے)

مِنْ قَبْلُ ۚ

پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے

کیونکہ انبیاء یہ کا قول ہمیشہ سے مشہور ہے لیکن نہ آج تک ہوا اور نہ کسی نے وقت بتلایا کہ کب ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں ہی باتیں ہیں۔

إِنَّ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۸۱﴾

یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم

کے سوا کسی کے لئے ثابت کر کے دکھلا دو جس پر استحقاق عبادت موقوف ہے۔
رابطہ: اوپر نبوت کے بعد توحید کا ذکر ہو چکا آگے معاد کا ذکر ہے (یعنی قیامت کا) جس کی طرف اجمالی اشارہ اوپر اس قول میں ہو چکا ہے۔ ثم یعیده الخ کہ وہ پھر دوبارہ پیدا کرے گا اور چونکہ کفار قیامت کی تکذیب کی وجہ ایک یہ بھی بتلاتے تھے کہ ہم کو قیامت کا وقت پوچھنے پر بھی نہیں بتلایا جاتا تو وقت معلوم نہ ہونے کو اس کے نہ آنے کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے اس مضمون کو علم غیب کے بیان سے شروع کیا ہے جس میں ان کے اس شبہ کا بھی فی الجملہ جواب ہو گیا قل لا یعلم قیامت ما مبین

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین (یعنی عالم) میں موجود

الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ ۚ

ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے

یعنی یہ لوگ جو قیامت کا وقت نہ بتلانے سے اس کے واقع نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس کا جواب یہ دیجئے کہ یہ استدلال غلط ہے کیونکہ بہت سے بہت اس سے اتنا لازم آیا کہ مجھے اور تمہیں اس کا خاص وقت معلوم نہیں سوا اس میں اسی کی کیا خصوصیت ہے غیب کی نسبت قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ غیب کی بات بدوں خدا کے ابتداء کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ کو بے تملائے سب معلوم ہے مگر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے امور جن کا علم پہلے سے نہیں ہوتا واقع ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا معلوم نہ ہونا واقع نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بعض علوم کا مخفی رکھنا ہی منظور ہے اور قیامت کی تعیین بھی ان ہی میں سے ہے اس لئے کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں دیا مگر اس سے واقع نہ ہونا کیسے لازم آ گیا۔

وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿۸۲﴾ بَلْ

اور (اسی وجہ سے) ان (مخلوقات) کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے

أَذْرَكَ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرَةِ قَفْ

جاویں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم (بالوقوع ہی) نیست ہو گیا

یعنی اتنی بات تو سب میں مشترک ہے کہ کسی کو قیامت کی تعیین کا علم نہیں مگر ان کفار میں اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ خود اس کے واقع ہونے کا بھی علم نہیں رکھتے۔

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا قَفْ

بلکہ یہ لوگ اس سے شک میں ہیں

کہ تاخیر کو غنیمت سمجھیں اور اس مہلت میں حق کو طلب اور اس کو قبول کر لیں کہ عذاب سے نجات ابدی حاصل ہو بلکہ بالعکس انکار اور تمسخر کے طور پر اس کا جلدی آنا چاہتے ہیں۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ

اور آپ کے رب کو سب خبر ہے جو کچھ ان کے دلوں میں مخفی ہے

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۴۷﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي

اور جس کو وہ علانیہ کرتے ہیں اور آسمان اور زمین میں

السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۴۸﴾

ایسی کوئی چیز مخفی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو

یعنی یہ تاخیر چونکہ بمصلحت ہے اس لئے یوں نہ سمجھیں کہ ان افعال کی کبھی سزا ہی نہ ہوگی کیونکہ علاوہ حق تعالیٰ کو خبر ہونے کے ظاہری طور پر باضابطہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے دفتر میں درج ہیں اور وہ دفتر لوح محفوظ ہے۔ غرض ان کے اعمال کی خدا کو بھی خبر ہے دفتر میں بھی محفوظ ہیں اور وہ اعمال خود سزا کے قابل ہیں اور سزا واقع ہونے پر صحیح خبریں متفق ہیں پھر اس سمجھنے کی کیا گنجائش ہے کہ سزا نہ ہوگی البتہ دیر ہونا ممکن ہے چنانچہ بعضی سزائیں ان کافروں کو دنیا میں بھی ہوئیں جیسے قتل اور بعض قبر میں ہوں گی کہ یہ تو سب قریب ہیں اور کچھ آخرت میں ہوں گی۔

رابطہ: چونکہ قیامت کا امکان عقل سے ثابت ہے اور واقع ہونا نقل سے اور اوپر اس کے واقع ہونے کی خبر دی گئی ہے تو یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن جس میں یہ خبر مذکور ہے سچا ہے اس لئے آگے قرآن کا مخبر صادق ہونا ایک خاص طریقہ سے علاوہ معجزہ ہونے کے ثابت فرماتے ہیں مع اس کی برکتوں کے بیان کے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَى بَنِي

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان

إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ

باتوں (کی حقیقت) کو ظاہر کرتا ہے جن میں وہ

يَخْتَلِفُونَ ﴿۴۹﴾

اختلاف کرتے ہیں

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ بحر میں کیا انجام کیا ہوا

یعنی جب قیامت کے ممکن ہونے پر عقلی دلائل اور واقع ہونے پر نقلی دلائل جا بجا بار بار تم کو بتلا دیئے گئے تو تم کو تکذیب سے باز آنا چاہئے ورنہ جو حال اور تکذیب کرنے والوں کا ہوا کہ قہر سے ہلاک ہوئے وہی تمہارا حال ہوگا اگر کچھ شبہ ہو تو آنکھوں سے دیکھ لو چنانچہ ان کے عذاب سے ہلاک ہونے کے آثار اس وقت بھی موجود تھے۔

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْجَائِمِينَ ﴿۵۰﴾

اور (اگر باوجود ان مواظپ بلیغ کے پھر بھی مخالفت پر کمر بستہ

وَلَا تَحْزَنُ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ

رہیں تو) آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں

مِمَّا يَنْكَرُونَ ﴿۵۱﴾

اس سے تنگ نہ ہو جائیے

یعنی اگر ان موثر نصائح کے بعد پھر بھی وہ مخالفت پر تلے رہیں تو غم نہ کیجئے کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ

اور یہ لوگ (پیباکانہ) یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب و قہر کا) کب ہوگا اگر

صَادِقِينَ ﴿۵۲﴾ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ

تم سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی

رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۵۳﴾

مچا رہے ہو اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہی آگیا ہو اور (اب تک جو دیر ہو

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب لوگوں پر (اپنا) بڑا فضل رکھتا ہے

اس رحمت عامہ کی وجہ سے قدرے مہلت دے رکھی ہے۔

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۵۴﴾

لیکن اکثر آدمی (اس بات پر) شکر نہیں کرتے

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿۷۸﴾

اور وہ زبردست اور علم والا ہے

پس بدوں اس کی مشیت کے کوئی کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اس سے کسی کی تدبیر چھپی ہوئی نہیں وہ سب کو جانتا ہے اور اپنی قدرت سے سب کو دفع کر سکتا ہے پس آپ ان کی مخالفت سے بھی فکر نہ کیجئے۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ

سو (جب وہ ایسا ہے تو) آپ اللہ پر توکل رکھیے یقیناً

الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿۷۹﴾

آپ صریح حق (طریقہ) پر ہیں

اور اہل حق اہل باطل کے مقابلہ میں غالب ہوا کرتے ہیں پس خوف اور فکر کچھ نہ کیجئے اور چونکہ یہ نسبت خوف اور فکر کے آپ کو غم زیادہ ہوتا تھا اس لئے اس کے متعلق دوبارہ دوسرے عنوان سے تسلی فرماتے ہیں۔

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ

آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا

الصُّمَّ الدَّاعَاءِ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿۸۰﴾

سکتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں

وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُصْبَىٰ عَنْ ضَلٰٓئِلِهِمْ ۚ

اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (بچا کر) راستہ

إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

دکھلانے والے ہیں آپ تو صرف ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا

فَهُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿۸۱﴾

یقین رکھتے ہیں (اور) پھر وہ مانتے (بھی) ہیں

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ تو مردوں اور بہروں اور اندھوں کے مشابہ ہیں پھر ان سے ہدایت پانے اور سمجھنے کی توقع بیکار ہے اور جب توقع نہ ہوگی تو غم بھی نہ ہوگا ف: اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنا کرتے اور اگرچہ یہاں مردوں سے کفار مراد ہیں لیکن تشبیہ جہمی درست ہوگی جب کہ مردے نہ سنتے ہوں لیکن چونکہ بعض احادیث

اور ظاہر بھی ایسے طور پر کرتا ہے کہ علماء بنی اسرائیل کو بھی جو کہ ان میں کسی قدر منصف ہیں کلام نہیں رہتا اور علماء کے اختلاف کا فیصلہ کرنے والا ان سے زیادہ عالم ہونا چاہئے اور زیادہ عالم ہوتے کے دو طریقے ہیں یا تو حق تعالیٰ سے علوم حاصل کرے یا مخلوق سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسری صورت ہرگز نہ تھی چنانچہ یہ احتمال کسی مخالف نے بھی نہیں نکالا تھا پس لامحالہ پہلی ہی صورت متعین ہوگئی پس آپ کا صاحب وحی ہونا اور قرآن کا وحی ہونا ثابت ہو گیا اور وحی کا سچا ہونا ضروری ہے پس قرآن کا سچا ہونا ثابت ہو گیا جو کہ قیامت کی خبر دے رہا ہے اور یہی مقصود تھا اور گو اس آیت سے رسالت کا اثبات بھی صاف ہے لیکن طرز کلام سے قرآن کا صدق اور اس کی صحت ثابت کرنا مقصود ہے اور بنی اسرائیل کے اختلافات کے فیصلہ کی مثالیں اس مقام پر تفسیر حقانی میں متعدد نقل کی ہیں ملاحظہ کر لی جائیں احقر کو پہلی کتابوں سے واقفیت نہیں اور جتنے اختلافات کا فیصلہ قرآن میں مذکور ہے اگر بنی اسرائیل میں ان کے علاوہ اختلافات تھے تب تو لفظ اکثر اپنے ظاہری معنی پر ہے ورنہ اکثر کے یہ معنی ہوں گے کہ بہت سے اختلافات کا فیصلہ کر دیا ہے گو ان کے علاوہ اور بھی بہت ہوں۔

وَإِنَّهُ لَهَادِي لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۲﴾

اور بالیقین وہ ایمانداروں کے لئے (خاص) رحمت ہے

یعنی اس کی ظاہری برکت تو موافق و مخالف سب کے لئے عام ہے لیکن اس کو باطنی برکتیں دیکھنی ہوں تو ایمان لا کر کوئی دیکھے اور قرآن کی ہدایت طاعت کے اعتبار سے ہے۔

رابطہ: اوپر قرآن کا صحیح ہونا مذکور تھا جو کہ قیامت کی دلیل اور اس کا ثابت کرنے والا ہے جس کا مقتضایہ تھا کہ کفار انکار سے باز آجاتے اور پھر بھی ان کے باز نہ آنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی ہے۔ ان ربک تا مسلمون۔

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ

بالیقین آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے (عملی) فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا

اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ دین حق کیا تھا اور غلط راستہ کیا تھا تو ایسے لوگوں پر کیا افسوس کیا جائے پس نہ آپ ان کی مخالفت کی فکر کیجئے نہ ان کی حالت پر افسوس کیجئے کیونکہ ان کی حالت سمجھانے کے دور سے گزر گئی ہے اب یہ عقلی اور شرعی فیصلہ کو نہ مانیں گے بلکہ عملی فیصلہ کی ضرورت ہے جو خدا کا کام ہے۔

سے مردوں کا قریب جگہ سے سننا نہ کہ دور سے معلوم ہوتا ہے اس لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو سننے سنانے سے نفع نہیں ہوتا چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی مردوں کو نصیحت کرے تو بیکار ہے کیونکہ وہ جگہ عمل کی نہیں اور ثواب سے ان کو نفع ہونا یا تلاوت قرآن سے انس ہونا یہ دوسری بات ہے اس آیت سے اس کی نفی نہیں ہوتی اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ کفار کا بالکل نہ سننا تو مشاہدہ کے خلاف ہے پس یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ بالکل نہیں سنتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ کفار کو حق بات سننے سے نفع نہیں ہو سکتا پس یہی مردوں کے نہ سننے سے بھی مراد ہے کہ ان کو سننے سنانے سے نفع نہیں ہوتا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مردے بالکل نہیں سنتے اس کے علاوہ حدیث اور قرآن کے تعارض کا رفع کرنا بھی ضروری ہے اور تعارض اس تقریر سے دفع ہوتا ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ حقیقی مردہ تو بدن ہے وہ نہیں سن سکتا مگر اس سے روح کا بھی نہ سننا لازم نہیں آتا۔

رابطہ: اوپر قیامت کا ذکر تھا آگے پھر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعض علامتیں قیامت کی مذکور ہیں پھر حشر کا واقع ہونا پھر ایک دلیل قیامت کے ممکن ہونے کی پھر بعض واقعات عین قیامت کے مذکور ہیں پھر جزا و سزا کا طریقہ بتلایا ہے و اذا وقع تا عملون

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ

اور جب وعدہ (قیامت کا) ان پر پورا ہونے کو ہوگا

یعنی قیامت کا دن قریب آ پہنچے گا۔

أَخْرَجْنَاهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ

تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک (عجیب) جانور نکالیں گے کہ وہ ان سے

تُكَلِّمُهُمْ لَا أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا

باتیں کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر

يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

یقین نہ لاتے تھے

خاص کر ان آیتوں پر جو قیامت کے متعلق ہیں سواب قیامت قریب آ پہنچی چنانچہ اس کی ایک علامت میرا ظاہر ہونا ہے اور مقصود اس سے کفار پر حجت قائم کرنا اور ان کو دھمکانا ہے اور چونکہ یہ معجزہ بہت بڑا ہوگا اس لئے مجبوراً اس کی تصدیق کریں گے تو اس میں کفار پر زیادہ طعن ہوا کہ انبیاء کو تو جھٹلاتے رہے اب جانور کی کیوں تصدیق کی اور چونکہ یہ جانور مغرب سے

آفتاب طلوع ہونے کے ذرا پہلے یا ذرا پیچھے ہوگا جیسا کہ خازن میں مسلم سے نقل کیا ہے اس لئے اس وقت کا اقرار مقبول نہ ہوگا اور درمنثور و روح میں اس کے متعلق کثرت سے روایات نقل کی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عجیب الخلق جانور ہے جو قیامت کے قریب مکہ کی زمین سے نکلے گا اور انسان کی طرح باتیں کرے گا اور من الارض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی جانور کے پیٹ سے پیدا نہ ہوگا بلکہ زمین سے خود بخود پیدا ہوگا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ

اور جس دن (قبروں سے زندہ کرنے کے بعد) ہم ہر امت میں سے

یعنی پہلی امتوں میں سے بھی اور اس امت سے بھی۔

فَوْجًا مِّمَّنْ يُكْذِبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ

ایک ایک گروہ ان لوگوں کا (حساب کے لئے) جمع کریں گے جو ہماری

يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان کو روکا جائے گا

یعنی پھر ان کو حساب کے لئے میدان حشر کی طرف روانہ کیا جاوے گا اور چونکہ آدمی کثرت سے ہوں گے اس لئے ان کو چلتے ہوئے پچھلوں کے آملنے کے واسطے روکا جاوے گا تاکہ آگے پیچھے نہ رہیں سب شامل ہو کر چلیں اور جب آدمیوں کی کثرت ہوتی ہے تو ایسا کیا جاتا ہے خواہ روک ٹوک ہو یا نہ ہو پس مقصود اس سے ان کی کثرت کا بیان کرنا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي

یہاں تک کہ جب (موقف میں) حاضر ہو جاویں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ

وَلَمْ تَحِيطُوا بِهَا عِلْمًا

کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہیں لائے

بلکہ سنتے ہی بدوں سوچے انکار کر دیا اچھی طرح سنا بھی نہیں کہ اس کے بعد غور و فکر کا موقع ملتا۔

أَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾

بلکہ اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے

یعنی صرف انکار ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ اور بھی حرکتیں کیں مثلاً انبیاء اور مسلمانوں کو تکلیف دی جو انکار سے بھی بڑھ کر ہے اسی طرح اور کفر یہ عقائد و اعمال میں مبتلا رہے۔

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

سو جتنے آسمان اور زمین میں ہیں سب گھبرا جاویں گے
پھر مرجائیں گے اور جو مر چکے ہیں ان کی روئیں بے ہوش ہو جاویں
گی اور یہ بیان پہلے فقہ کا ہے۔

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ط

مگر جس کو خدا چاہے

تو وہ اس گھبراہٹ اور موت سے محفوظ رہے گا مراد ان سے حدیث
مرفوعہ کے موافق جبریل و میکائیل و اسرافیل اور ملک الموت اور عرش کو
اٹھانے والے فرشتے ہیں پھر بعد میں بدوں صور کے اثر کے ان سب کی
بھی وفات ہو جائے گی کذا فی الدر المنثور

وَكُلُّ أُنُوفٍ ذَخِيرٍ ۝۸۵

(وہ اس گھبراہٹ سے اور موت سے محفوظ رہے گا) اور سب
کے سب اسی کے سامنے (دبے جھکے حاضر رہیں گے)

یعنی جس طرح دنیا میں عادت ہے کہ جس سے گھبراہٹ اور خوف ہوتا
ہے اس سے بھاگ جاتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہ سکیں گے یہاں
تک کہ زندہ مردہ اور مردے بیہوش ہو جاویں گے یہ تو صور پھکنے کی تاثیر
جانداروں میں ہوگی آگے بے جان چیزوں میں اس کی تاثیر بتلاتے ہیں۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ

اور تو پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے (اور) ان کو خیال کر رہا ہے کہ یہ (اپنی جگہ سے)

تَمْرُمَرٌ السَّحَابُ ط

جنینش نہ کریں گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے
یعنی ہلکے پھلکے ہو جائیں گے اور روئی کی طرح اڑ جائیں گے۔

صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط

یہ خدا کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو (مناسب انداز پر) مضبوط بنا رکھا ہے

پس اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ ایسی بھاری اور سخت چیز کا یہ حال
کیسے ہو جائے گا بات یہ ہے کہ پہلے پہل تو کسی چیز میں مضبوطی نہ تھی کیونکہ
خود کوئی چیز ہی نہ تھی سو جیسے اس نے تاجید سے پیدا کیا اور کمزور سے قوی بنایا
اسی طرح اس کا الٹا بھی کر سکتا ہے یہ تو پہلی بار صور پھکنے کا یہ حال ہوا اس
کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے تمام روئیں ہوش میں آ کر

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ

اور (اب وہ وقت ہے کہ) ان پر وعدہ (عذاب کا) پورا ہو گیا کہ بوجہ اس کے کہ (دنیا

لَا يَنْطِقُونَ ۝۸۶

میں) انہوں نے (بڑی بڑی) زیادتیاں کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے
کیونکہ ثبوت قوی ہے اس لئے عذر نہ بیان کر سکیں گے اور بعض
آیتوں میں جو ان کا عذر کرنا مذکور ہے اور ابتداء میں ہوگا پھر حجت قائم
ہونے کے بعد کچھ نہ بول سکیں گے۔

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لَيْسَكُنُوا

کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کیا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں
آرام کریں (اور یہ آرام مشابہ موت کے ہے) اور دن بنایا جس میں دیکھیں

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۝۸۷

بھالیں (اور یہ مشابہ حیات بعد الموت کے ہے پس) بلاشبہ اس میں بڑی

ذَلِكَ لَا يَتْلُوَنَّ الْقَوْمِ يُؤْمِنُونَ ۝۸۸

دلیلیں ہیں ان (ہی) لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں

کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ روح کا تعلق بدن سے جدا ہو جائے
اور دوبارہ زندہ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ تعلق پھر لوٹ آئے اور نیند میں
بھی وہ تعلق کسی درجہ میں زائل ہو جاتا ہے اور بیداری میں پھر وہ تعلق جو کمزور
ہو کر فی الجملہ زائل ہو گیا تھا لوٹ آتا ہے پس نیند اور موت میں اور بیداری
اور دوبارہ زندہ ہونے پوری مشابہت ہے اور یہ تعلق خدا ہی نے پیدا کیا ہے
تو وہ پھر دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے اس کا محال ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں
پس اول تو دوسری حیات کا ممکن ہونا خود بدیہی ہے پھر اس کی ایک نظیر رات
دن تمہارے ساتھ ہے اس سے اس کا بدیہی ہونا اور زیادہ پختہ ہو گیا پھر
دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق خدا کی قدرت سے کیا انکار ہو سکتا ہے اور یہ
چونکہ عقلی دلیل ہے اس لئے ہر شخص کے لئے عام ہے مگر اس سے نفع ایمان
والے ہی حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ غور کرتے ہیں اور دوسرے غور نہیں
کرتے اور ایک واقعہ ہولناک حشر سے پہلے ہوگا جس کا آگے ذکر ہے۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ

اور جس دن صور میں پھونک ماری جاوے گی

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ

مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کیا

الَّذِي حَرَّمَهَا

کروں جس نے اس (شہر) کو محترم بنایا ہے

اور اسی احترام کی وجہ سے اس کو حرم بنادیا اور حرم کے احکام چوتھے پارہ کے شروع میں اور کچھ ماندہ کے شروع میں مذکور ہو چکے ہیں مطلب یہ کہ عبادت میں شریک کرنے سے علیحدہ ہوں جیسا کہ اب تک رہا ہوں۔

وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ

اور (اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ ایسا ہے کہ) (سب چیزیں اسی کی ملک ہیں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور) (مجھ کو) یہ

الْمُسْلِمِينَ ۚ وَأَنْ أَتْلُوا الْقُرْآنَ ۚ

(مجھ کو حکم ملا ہے) کہ میں قرآن (کریم) پڑھ کر سناؤں

یعنی تبلیغ احکام کروں جو کہ نبوت کے لوازم سے ہے۔

فَمِنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ

سو (میری تبلیغ کے بعد) جو شخص راہ پر آویگا سو وہ اپنے ہی فائدہ کیلئے راہ پر آویگا

یعنی اس کو اجر و ثواب و نجات ہوگی میں اس سے کسی مالی یا جانی نفع کا خواہاں نہیں ہوں۔

وَمَنْ ضَلَّ فَلْإِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ۚ

اور جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے کہ (میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ)

میں تو صرف ڈرائیوا لے پیغمبروں میں سے ہوں

یعنی میرا کام صرف حکم پہنچانا ہے سو پہنچا کر سبکدوش ہو جاؤں گا آگے نہ ماننے کا وبال تم کو وہاں بھگتنا پڑے گا یہ رسالت کا مسئلہ ہوا اور اکون من المسلمین تک تو حید کا بیان تھا آگے قیامت کا ذکر آتا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرُكُمْ إِلَيْهِ

اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی قیامت کے واقعات) دکھلاوے گا

یعنی تم جو انکار اس وجہ سے کر رہے کہ اب تک واقع نہیں ہوئی یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ اب واقع نہ ہونے سے کبھی واقع نہ ہونا کیسے لازم آ

اپنے اپنے بدن سے مل جائیں گی اور عالم نئے طرز سے درست ہو جائے گا اور اوپر جو حشر کا بیان تھا وہ اس کے بعد ہوگا آگے جزا و سزا کا بیان ہے جو قیامت سے اصل مقصود ہے۔

إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ۝۸۸

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب افعال کی پوری خبر ہے

یہ جزا و سزا کے بیان کی تمہید ہے کیونکہ جزا و سزا کی بڑی شرط یہی ہے کہ اعمال کی اطلاع بھی ہو اور قدرت وغیرہ اور بھی شرطیں ہیں جو مستقل دلائل سے ثابت ہیں پس اس کا ممکن ہونا تو اسی سے ثابت ہو گیا پھر حکمت خداوندی چاہتی ہے کہ اس کا وقوع بھی ہو اس سے اس کا واقع ہونا ثابت ہو گیا آگے جزا و سزا کا قانون اور طریقہ بتلاتے ہیں۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ

جو شخص نیکی (یعنی ایمان) لاوے گا سو اس شخص کو اس (نیکی کے اجر) سے

وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ أَمِنُونَ ۝۸۹

بہتر (اجر ملے گا) اور وہ لوگ بڑی گھبراہٹ سے اس روز امن میں رہیں گے

یہاں بظاہر یہ شبہ ہوگا کہ اوپر تو فرمایا تھا کہ آسمان اور زمین والے سب گھبرا جائیں گے اور یہاں فرمایا کہ ایمان والے اس گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے جواب یہ ہے کہ اوپر پہلی بار صور پھٹنے کی گھبراہٹ کا ذکر تھا جس کا اثر موت ہے اس سے کوئی نہ بچے گا نہ مومن نہ کافر اور اس جگہ دائمی عذاب جہنم کی گھبراہٹ کا ذکر ہے جس سے ہر مومن بچار ہے گا گو تھوڑے سے عذاب کی گھبراہٹ کسی کسی کو ہوگی مگر وہ بڑی گھبراہٹ نہ ہوگی کیونکہ اس کے ساتھ ہی نجات کا یقین بھی ہوگا۔

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي

اور جو شخص بدی (یعنی کفر و شرک) لاوے گا تو وہ اوندھے منہ آگ میں ڈال

النَّارِ هَلْ تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۹۰

دیئے جاویں گے اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے

بے وجہ تو عذاب نہیں ہو رہا

رابطہ: اوپر سورت میں جو مضامین تفصیل سے مذکور ہوئے ہیں نبوت و توحید و قیامت ہیں آگے خاتمہ میں ان کا خلاصہ ہے قل انما امرت تا عملون۔

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳﴾

نازل کر کے) سناتے ہیں ان لوگوں کے (نفع کے) لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم طسم تا اکثرہم لا یعلمون۔
کیونکہ ان قصوں سے جو مقصود ہے یعنی عبرت حاصل کرنا اور نبوت پر استدلال کرنا وغیرہ وہ مومنین ہی کے ساتھ خاص ہے خواہ وہ کچھ کچھ مومن ہوں یا آئندہ ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ

فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے

أَهْلَهَا شَيْعًا

باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا

قبیلوں کو معزز بنا رکھا تھا اور سہیلیوں یعنی بنی اسرائیل کو پست اور ذلیل کر رکھا تھا جس کا آگے بیان ہے۔

يَسْتَضَعِفُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ

کہ ان (باشندوں) میں سے ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کا زور گھٹا رکھا تھا (اس طرح سے) کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی

أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ

عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا

تاکہ ان سے خدمت لی جائے اور نیز ان سے اندیشہ بھی نہ تھا۔

إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْفٰسِدِیْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيدُ أَنْ

واقعی وہ بڑا مفسد تھا (غرض فرعون تو اس خیال میں تھا) اور ہم کو یہ منظور تھا کہ

نَهْنِ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا فِي الْأَرْضِ

جن لوگوں کا زمین (مصر) میں زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر (دنیوی و دینی)

وَنَجْعَلُهُمْ آيَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِیْنَ ﴿۵﴾

احسان کریں اور (وہ احسان یہ کہ) ان کو (دینی) پیشوا بنادیں اور (دنیا میں)

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ

ان کو (ملک کا) مالک بنائیں اور (ملک ہونے کے ساتھ) ان کو زمین میں

گیا اور مجھ سے یہ درخواست کرنا کہ اگر قیامت کچھ ہے تو واقع کرو محض بے کار ہے کیونکہ میں نے کبھی دعویٰ قدرت کا نہیں کیا بلکہ سب خوبیاں قدرت بھی علم بھی حکمت بھی خالص خدا کے لئے ہیں سو وہ اپنے علم کے موافق اپنی قدرت سے جب حکمت کا تقاضا ہوگا قیامت قائم کر دے گا البتہ اتنا جمالا مجھ کو معلوم ہے کہ بہت زیادہ مدت نہیں ہے۔

فَتَعْرِفُونَهَا ط

سو تم (دعویٰ کے وقت) ان کو پہچانو گے

گو اب انکار کر رہے ہو صرف دکھلانے پر ہی کفایت نہ ہوگی بلکہ اپنی کړتوت کو بھگتنا بھی پڑے گا۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۶﴾

اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب لوگ کر رہے ہو

پس رسول اور مومنین کو جزا اور کفار کو سزا دے گا یہ قیامت کا بیان ہو گیا پس خاتمہ میں تمام مضامین سورت کے بالا جمال آگئے سورة القصص مكية و قيل الا قوله الذين اتينهم الكتاب الى قوله الجاهلين و هي ثمان و ثمانون آية كذا في البضاوى

رابط: اول حقانیت قرآن سے سورت شروع کر کے نصف سورت میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ اور ختم سورت کے قریب قارون کے ساتھ مذکور ہے اور پہلی سورة کے ختم پر فرمایا تھا ومن ضل فقل انما انا من المنذرين کہ جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں ہوں ان قصوں سے اس جملہ کے مضمون پر فی الجملہ استدلال ہے جس سے دونوں سورتوں میں ربط بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

(۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۲۹)

سورة قصص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور نو (۹) رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں

طسم ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰیَاتُ الْكِتٰبِ الْهٰیثِ ﴿۲﴾

طسم یہ (مضامین جو آپ پر وحی کئے جاتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی

نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُّوْسٰی وَفِرْعَوْنَ

آیتیں ہیں ہم آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر (یعنی

وَهَامُنَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان (بنی اسرائیل) کی

يَحْذَرُونَ ﴿٥﴾

جانب سے وہ (ناگوار) واقعات دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے

مراد اس سے سلطنت کا زوال اور ان کی ہلاکت ہے کہ اسی سے بچاؤ کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا بوجہ ایک خواب کے جس کی تعبیر نجومیوں نے یہی دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا وہ تیری سلطنت کو زائل کرے گا پس ہمارے قضا و قدر کے سامنے ان لوگوں کی تدبیر کچھ کام نہ آئی یہ تو قصہ کا اجمال ہوا آگے اس کی شروع سے تفصیل ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام اسی مصیبت کے زمانہ میں پیدا ہوئے

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ

اور (جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو) ہم نے موسیٰ کی والدہ کو اہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ

جب تک کہ ان کا چھپانا ممکن ہو۔

فَإِذَا خَفَتْ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ

پھر جب تم کو ان کی نسبت (جاسوسوں کے مطلع ہونے کا) اندیشہ ہو تو (بے خوف و خطر) ان کو دریا (نیل) میں ڈال دینا

اس طرح پر کہ پہلے ان کو ایک صندوق میں رکھ دینا۔

وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَادُّوهُ

اور نہ تو (غرق سے) اندیشہ کرنا اور نہ (مفارقت پر) غم کرنا (کیونکہ) ہم ضرور ان کو پھر

إِلَيْكَ وَجَاءَ عُلُوهُ مِنَ الْهَرَسِلِينَ ﴿٦﴾

تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) ان کو پیغمبر بنادیں گے

غرض وہ اسی طرح دودھ پلاتی رہیں پھر جب افشاراز کا خوف ہوا تو صندوق میں بند کر کے اللہ کے نام پر دریائے نیل میں چھوڑ دیا اس کی کوئی شاخ فرعون کے محل میں جاتی تھی یا تفریحا فرعون کے متعلقین دریا کی سیر کو نکلے تھے غرض وہ صندوق کنارے پر لگا۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ

تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو (یعنی مع صندوق کے) اٹھالیا تاکہ وہ ان

عَدُوًّا وَحَزَنًا ۚ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامُنَ

لوگوں کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنیں بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان کے

وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَطِئِينَ ﴿٧﴾

تابعین (اس بارے میں) بہت چوکے

کہ اپنے دشمن کو اپنی بغل میں پالا۔

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ عَيْنٍ

اور فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) نے (فرعون سے) کہا کہ یہ (بچہ) میری

لِي وَلَكَّ

اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک

یعنی جب موسیٰ علیہ السلام صندوق سے نکال کر فرعون کے سامنے لائے گئے تو اس کی بیوی نے کہا کہ ہم اس کو پرورش کریں گے اس کو دیکھ کر میرا اور تیرا جی خوش ہوا کرے گا۔

لَا تَقْتُلُوهُ ۖ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ

اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ (بڑا ہو کر) ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے ہم اس کو

وَلَدًا ۚ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٨﴾

(اپنا) بیٹا ہی بنالیں اور ان لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی

کہ یہ وہی بچہ ہے جس سے فرعون کی سلطنت غارت ہوگی اور موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کرنا باوجودیکہ سب بچوں کے قتل کا قانون تھا اس کی وجہ سورہ طہ میں گزر چکی ہے والقیبت علیک محبة منی کہ جو ان کو دیکھتا تھا اس کو بے اختیار پیار آتا تھا اور جس اندیشہ سے یہ قانون تھا اس کی نسبت اول تو بچہ کا بنی اسرائیل سے ہونا معلوم نہ تھا دوسرے اپنے جی کو یہ سمجھا لیا ہوگا کہ جب ہمارا پالا ہوا ہوگا تو ہمارا مخالف کیوں ہوگا یہ کیا خبر تھی کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کا موافق ہوگا جس کے ہم تاحق مخالف ہیں۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فِرْعَا ۖ

اور (ادھر یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰ کی والدہ کا دل (خیالات مختلفہ کے ہجوم سے) بے قرار ہو گیا

اور بے قراری بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ سخت بیقراری تھی۔

إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَّنَا

قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال (سب پر) ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو اس

سے اپنے گھر لے آئیں کبھی کبھی لے جا کر ان کو دکھلا آتیں۔

فَرَدَّدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾

غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس (اپنے وعدہ کے موافق) واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تاکہ (فراق کے غم میں نہ رہیں

اور تاکہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے لیکن (افسوس

کے کفار پر طعن ہے اور درمنثور میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دودھ

پلانے پر اجرت لینا منقول ہے جس پر شبہ ہوتا ہے کہ واجب کام پر اجرت لینا کب جائز ہے ان کے ذمہ تو دودھ پلانا واجب تھا جواب اس کا ایک یہ

ہے کہ شاید اس شریعت کا یہ حکم نہ ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ کافر حر بی کا مال

اس کی رضامندی سے لینا خواہ کسی طریق سے ہو جائز ہے تیسرا جواب احقر

کے نزدیک یہ ہے کہ اس وقت کسی شریعت کا موجود ہونا ہی ثابت نہیں تو

انہوں نے اپنی رائے سے ایسا کیا ہوگا جو کہ شریعت آنے سے پہلے موجب

ملامت نہیں ولما بلغ اشدہ تا من القوم الظلمین۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا

اور جب (پرورش پا کر) اپنی بھری جوانی (کی عمر) کو پہنچے اور (قوت جسمانی

وَعِلْمًا ط

عقلیہ سے) بادرست ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا

یعنی نبوت سے پہلے ہی فہم سلیم و عقل مستقیم عطا فرمائی جس سے اچھے

برے میں امتیاز کر سکیں۔

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾

اور ہم نیکوکاروں کو یونہی صلہ دیا کرتے ہیں

اس میں اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سے نیکو کار تھے آپ نے

فرعون کا طریقہ کبھی اختیار نہ کیا تھا بلکہ اس سے نفرت تھی۔

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ

(یعنی نمل صالح سے فیضان علم میں ترقی ہوتی ہے) اور موسیٰ شہر میں (یعنی

مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ

غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس (اپنے وعدہ کے موافق) واپس

پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تاکہ (فراق کے غم میں نہ رہیں

اور تاکہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے لیکن (افسوس

کے کفار پر طعن ہے اور درمنثور میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دودھ

پلانے پر اجرت لینا منقول ہے جس پر شبہ ہوتا ہے کہ واجب کام پر اجرت

لینا کب جائز ہے ان کے ذمہ تو دودھ پلانا واجب تھا جواب اس کا ایک یہ

ہے کہ شاید اس شریعت کا یہ حکم نہ ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ کافر حر بی کا مال

اس کی رضامندی سے لینا خواہ کسی طریق سے ہو جائز ہے تیسرا جواب احقر

کے نزدیک یہ ہے کہ اس وقت کسی شریعت کا موجود ہونا ہی ثابت نہیں تو

انہوں نے اپنی رائے سے ایسا کیا ہوگا جو کہ شریعت آنے سے پہلے موجب

ملامت نہیں ولما بلغ اشدہ تا من القوم الظلمین۔

عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾

غرض سے مضبوط نہ کئے رہیں کہ یہ (ہمارے وعدہ پر) یقین کئے (بیٹھی) رہیں

غرض بمشکل انہوں نے دل کو سنبھالا اور تدبیر شروع کی جس کا آگے بیان ہے۔

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ ذَبَّرْتُ لَهُ

انہوں نے موسیٰ کی بہن (یعنی اپنی بیٹی) سے کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو

اگسا انہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا

اور یہ معلوم کر کے کہ صندوق محل میں کھلا ہے محل میں پہنچیں یا تو ان کی

دہاں آمد و رفت ہوگی یا کسی حیلہ سے پہنچیں۔

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٦﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ

اور ان لوگوں کو (یہ) خبر نہ تھی (کہ یہ ان کی بہن ہیں اور اسی فکر میں آئی ہیں)

الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ

اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے کی بندش کر رکھی تھی

یعنی جب سے صندوق سے نکلے تھے کسی کا دودھ نہ لیتے تھے۔

فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ

سو وہ (اس موقع کو دیکھ کر) کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں

يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَصِحُونَ ﴿١٧﴾

جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ (دل سے) اس کی خیر خواہی کریں

درمنثور میں ابن جریج سے روایت ہے کہ اس بات سے فرعونوں کو شبہ

ہوا کہ یہ عورت اس بچہ کو پہنچاتی ہے تو انہوں نے مجبور کیا کہ بتلاؤ یہ بچہ کس کا

ہے ورنہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس کی خیر خواہی کریں گے انہوں نے فوراً

ذہانت سے جواب دیا کہ ہم لہ نصحون اس میں لہ کی ضمیر سے بادشاہ

مراد ہے یعنی وہ لوگ سرکاری خیر خواہ ہیں اور دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

وہ اپنی طبیعت سے ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اس لئے اس بچہ کے بھی خیر خواہ

ہوں گے پس ان لوگوں نے ایسے وقت میں کہ دودھ پلانے کی مشکل پڑ رہی

تھی اس مشورہ کو غنیمت سمجھا اور اس گھرانے کا پتہ پوچھا انہوں نے اپنی

والدہ کا پتہ بتلایا چنانچہ وہ بلائی گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ان کی گود میں دیئے

گئے جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین

گئے جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین

گئے جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین

گئے جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین

گئے جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین

گئے جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین

أَهْلَهَا فَوَجَدَ فِيهَا

وہاں کے (اکثر) باشندے بے خبر (پڑے سو رہے) تھے

اکثر روایات سے یہ وقت دوپہر کا معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے کچھ رات گئے کا وقت معلوم ہوتا ہے کذا فی الدر المنثور۔

رَجُلَيْنِ يَقْتُلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا

تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کی برادری میں کا تھا

مِنْ عَدُوِّهِ

اور دوسرا مخالفین میں سے تھا

یعنی فرعون کے متعلقین اور ملازمین سے تھا دونوں کسی بات پر الجھ رہے تھے اور زیادتی فرعون والے کی تھی۔

فَاسْتَعَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي

سو وہ جوان کی برادری میں کا تھا اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین

مِنْ عَدُوِّهِ لَا فَوْكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ

میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اس کو (ایک) گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کر دیا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اول اس کو سمجھایا جب اس پر بھی وہ باز نہ آیا تو آپ نے تنبیہ کے طور پر ظلم دفع کرنے کے لئے اس کے ایک گھونسا مارا جس سے وہ اتفاقاً مر ہی گیا موسیٰ علیہ السلام اس کے خلاف توقع مرجانے سے بہت ہچکچھتائے۔

قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ

موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت ہوئی بیشک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا

مُبِينٌ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي

دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہو گیا

یہ فرعون کی چونکہ کافر حربی تھا اس لئے اس کا قتل فی نفسہ جائز تھا اور قتل العمد نہ تھا جیسا کہ سورہ نمل میں گزر چکا اور نیز خطا و غلطی سے قتل ہو گیا تھا مقصود تنبیہ کے طور پر مارنا تھا لیکن کمال خوف کی وجہ سے خلاف اولیٰ کو بھی گناہ سمجھا اور انبیاء پر شیطان کا تصرف ہونا نہ ہونا سورہ کہف میں اس کی تحقیق گزر چکی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علاوہ معصیت کے اور کام انبیاء سے شیطان کے تصرف سے صادر ہو سکتے ہیں اور یہ کام بھی معصیت نہ تھا اس لئے اشکال نہیں۔

فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

آپ معاف کر دیجئے سوائد تعالیٰ نے معاف فرمایا بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے

اور موسیٰ علیہ السلام کو اس معافی کا علم یقینی طور پر نبوت عطا ہونے کے بعد ہوا جیسا کہ سورہ نمل میں ہے۔ الامن ظلم ثم بدل حسنا الخ اور اس وقت خواہ البہام سے معلوم ہو گیا ہو یا بالکل نہ معلوم ہوا ہو پھر موسیٰ علیہ السلام نے گزشتہ گناہ سے توبہ کے ساتھ آئندہ کے لئے بھی احتیاط کا عہد کیا۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ

موسیٰ نے (یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ

ظَهِيرًا لِلْبُحْرَيْنِ ۝

پر بڑے بڑے (انعامات فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا

یہاں مجرموں سے مراد وہ ہیں جو دوسروں سے گناہ کراتے ہیں کیونکہ کسی سے گناہ کرانا یہ بھی جرم ہے پس اس میں شیطان بھی داخل ہو گیا وہ گناہ کراتا ہے اور گناہ کرنے والا خواہ قصداً یا خطا اس کی مدد کرتا ہے مطلب یہ ہوا کہ میں شیطان کا کہنا کبھی نہ مانوں گا یعنی جن مواقع میں غلطی کا احتمال بھی ہوگا وہاں احتیاط اور ہوشیاری سے کام لوں گا غرض اس درمیان میں اس قبلی کے قتل کا چرچا ہو گیا مگر چونکہ اسرائیل کے سوا کوئی اس راز سے واقف نہ تھا اور اسی کی حمایت میں یہ واقعہ ہوا تھا اس نے ظاہر نہ کیا اس وجہ سے کسی کو اطلاع نہ ہوئی مگر موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ رہا یہاں تک کہ رات گزری۔

فَاصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا

پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں کدچا تک (دیکھتے کیا ہیں کہ وہی

الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ

شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے مدد چاہی تھی وہ پھر ان کو (مدد کے لئے) پکار رہا ہے

آج وہ کسی اور سے الجھ پڑا تھا موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر اور کل کے واقعہ کو یاد کر کے اس پر ناخوش ہوئے کہ ہر روز ہی لوگوں سے الجھتا ہے۔

قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ۝

موسیٰ اس سے فرمانے لگے بیشک تو صریح بدراہ (آدمی) ہے

کہ روز لوگوں سے لڑتا پھرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کو قرآن سے معلوم ہوا ہوگا کہ اس کی طرف سے بھی کوئی قصہ ہوا ہے لیکن فرعون کی زیادتی دیکھ کر اس کو روکنا چاہا۔

فَلَمَّا أَنْ أَمَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي

سو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو

هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا لَا

دونوں کا مخالف تھا

مراد فرعون کا آدمی ہے جو اسرائیلی کا بھی مخالف تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں اور وہ لوگ سب بنی اسرائیل کے مخالف تھے گو خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام کو اس نے اسرائیلی نہ سمجھا ہو یا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے طریقہ سے نفرت مشہور ہو گئی ہو اس لئے فرعون والے ان کے مخالف ہو گئے ہوں بہر حال جب موسیٰ علیہ السلام نے اس فرعون پر ہاتھ بڑھایا اور اس سے پہلے اسرائیلی پر خفا ہو چکے تھے تو اس سے اسرائیلی کو شبہ ہوا کہ شاید آج میری خبر لیں گے۔

قَالَ يٰمُوسٰى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلْنِيْ كَمَا

وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا (آج) مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا

قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۚ اِنْ تُرِيْدُ

کل ایک (آدمی) قتل کر چکے ہو (معلوم ہوتا ہے کہ)

اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا

بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھانا چاہتے ہو

تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝۱۹

اور صلح (اور ملاپ) کروانا نہیں چاہتے

یہ بات فرعون کے اس آدمی نے سنی قاتل کی تلاش ہو رہی تھی اتنا پتہ لگ جانا بہت تھا فوراً اس نے فرعون کو خبر کر دی فرعون اپنے آدمی کے قتل ہو جانے سے براہم تھا یہ سن کر جھلا اٹھا اور شاید اس سے اس کو اپنے خواب کا اندیشہ قوی ہو گیا ہو کہ کہیں وہ شخص یہی نہ ہو خصوصاً اگر موسیٰ علیہ السلام کا فرعونى طریقہ سے نفرت کرنا بھی اس کو معلوم ہو تو کچھ عداوت اس سبب سے ہوگی اس پر یہ واقعہ زیادہ ہوا بہر حال اس نے اپنے درباریوں کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور اخیر رائے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی قرار پائی۔

وَجَاءَ رَجُلٌ

اور (اس مجمع میں) ایک شخص

جو موسیٰ علیہ السلام کے محبت اور خیر خواہ تھے۔

مِّنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز

شہر کے (اس) کنارہ سے (جہاں یہ مشورہ ہو رہا تھا) دوڑے ہوئے آئے

اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس نزدیک کی گلیوں سے پہنچے۔

قَالَ يٰمُوسٰى اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يٰتِيْرُوْنَ بِكَ

(اور) کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر

لِيَقْتُلُوْكَ فَاَخْرِجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النَّصِيْحِيْنَ ۝۲۰

دیں سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں پس (یہ سن کر) موسیٰ

فَخَرَجَ مِنْهَا خَافًا يَتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ

وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں (اور چونکہ راستہ معلوم نہ

نَجِّىْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝۲۱

تھا دعا کے طور پر) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے

اور امن کی جگہ پہنچا دیجئے ولما توجه تا وکیل

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ

اور جب موسیٰ مدین کی طرف ہوئے

یعنی جب دعا کر کے خدا پر بھروسہ کر کے ایک طرف چلے تو نبی الہام سے مدین کو ہوئے۔

قَالَ عَلَى رَبِّىْ اَنْ يَّهْدِيْنِىْ سَوَاءً

کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (کسی مقام امن کا) سیدھا

السَّبِيْلَ ۝۲۲

راستہ چلاوے گا

چونکہ راستہ معلوم نہ تھا اس لئے دل کو تسلی اور قرار دینے کے لئے آپ ہی آپ یہ بات کہنے لگے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً

(چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مدین جا پہنچے اور جب مدین کے پانی (یعنی کنویں) پر

مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۚ

پہنچے تو اس پر (مختلف) آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے

یعنی کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے جانوروں کو پلا رہے تھے۔

وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ

اور ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی ہیں موسیٰ نے (ان سے) پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے وہ دونوں

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى

بولیں کہ (ہمارا معمول یہ ہے) کہ ہم (اپنے جانوروں کو) اس وقت تک پانی

يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَابْنَا

نہیں پلاتے جب تک کہ یہ چرواہے پانی پلا کر (جانوروں کو ہٹانے لے جاویں

اور اس معمول کا ایک سبب تو حیا تھا دوسرے کمزور عورتوں سے مردوں کے بیچ میں گھٹنا کب ممکن ہے اس لئے وہ اپنے جانوروں کو سب کے بعد پانی پلاتی تھیں۔

شَيْخُ كَبِيرٌ

اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں

یعنی اس حالت میں تو ہم آتے بھی نہیں مگر گھر پر اور کوئی کام کرنے والا ہے نہیں اور کام ضروری ہے اس مجبوری سے ہم کو آنا پڑتا ہے پس اس قصہ سے بے پردگی کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ ضرورت کے لئے عورت کو ٹکنا جائز ہے جبکہ سارا بدن چھپا لیا جائے۔

فَسَقَى لَهُمَا

پس (یہ سن کر) موسیٰ نے ان کے لئے پانی (کھینچ کر ان کے جانوروں کو) پلایا

اور ان کو انتظار اور پانی کھینچنے کی زحمت سے بچایا۔

ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا

پھر (وہاں) سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر (جناب باری میں) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (اس وقت) جو (نعمت) بھی آپ

أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ

مجھ کو بھیج دیں میں اس کا (سخت) حاجت مند ہوں

کیونکہ اس سفر میں کچھ کھانے کو نہ ملا تھا حق تعالیٰ نے اس کا یہ سامان کیا کہ جب وہ بیٹیاں اپنے گھر لوٹ کر گئیں تو باپ نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پانی پلانے کا سارا قصہ بیان کیا انہوں نے ایک لڑکی کو بھیجا کہ ان کو بلاؤ۔

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ

سو موسیٰ کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی جو کہ شرفاء کی طبعی حالت ہے۔

قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ

(اور آ کر کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تاکہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم

مَا سَقَيْتَ لَنَا

نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلا دیا تھا

یہ ان صاحبزادی کو اپنے والد کی عادت سے معلوم ہوا ہوگا کہ احسان کا بدلہ ضرور دیا کرتے ہیں موسیٰ علیہ السلام ساتھ ہوئے گو بالیقین موسیٰ علیہ السلام کا مقصود عوض لینا نہ تھا لیکن امن کی جگہ اور کسی رفیق شفیق کی تلاش میں ضرور تھے اور اگر بھوک کی شدت بھی اس جانے کا ایک سبب ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو اجرت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ کسی کا خود مہمان بن جانا خاص کر ضرورت کے وقت بالخصوص غنی اور شریف آدمی کا مہمان بن جانا اس میں کچھ ذلت نہیں ہے چہ جائیکہ دوسرے کی درخواست پر ضیافت قبول کر لینا موسیٰ علیہ السلام نے راستہ میں ان بی بی سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے ہو جاؤ میں اولاد ابراہیم سے ہوں اجنبی عورت کو بے وجہ بے قصد دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا غرض اسی طرح ان بزرگ کے پاس پہنچے۔

فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا

سو جب ان کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا تو انہوں نے (تسلی

تَخَفَ وَفَقَّ نَجْوَتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

کی اور) کہا کہ (اب) اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے

کیونکہ اس مقام پر فرعون کی عملداری نہ تھی کذا فی الروح۔

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ

(پھر) ایک لڑکی نے کہا ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے

آپ کو آدمی کی ضرورت ہے اور ہم سیانی ہو گئیں ہمارا اب گھر میں رہنا مناسب ہے۔

إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ

کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو

وَكَيْلٌ ۙ

اور ہم جو (معاملہ کی) بات چیت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا گواہ (کافی) ہے

اس کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد پورا کرنا چاہیے یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہے نکاح کے لئے کسی اور گواہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس معاہدہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اسی وقت نکاح ہو گیا ہو بلکہ کسی دوسرے وقت گواہوں کے سامنے ہوا ہوگا درمنثور میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دس ہی برس پورے کئے تھے فلما قضیٰ تا الغلبون۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ

غرض جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور (باجازت شعبیہ کے) اپنی بی بی کو لے کر (مصر یا شام) کو روانہ ہوئے تو ان کو گواہ

النَّاسُ مِنْ جَانِبِ الظُّورِ نَارًا

طور کی طرف سے ایک (روشنی بشکل) آگ دکھائی دی

اور وہ رات کا وقت تھا جس میں سردی بھی تھی اور وہ راہ بھی بھول گئے تھے۔

قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا

انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں ہی) ٹھہرے رہو میں نے

لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ

ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں تمہارے پاس وہاں

النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا

سے (راستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کا (دیکھتا ہوں) انگارے آؤں تاکہ

نُودِي مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ

تم سینک لے سو وہ جب اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اس میدان کی دہنی

فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ

جانب سے (جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی دہنی جانب تھا) اس مبارک مقام میں

يُؤْتِي إِيَّيَّيْنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۰﴾

ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں اور یہ

وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ط

(بھی آواز آئی) کہ تم اپنا عصا ڈال دو

اور ان میں دونوں صفتیں ہیں چنانچہ ان کی قوت پانی کھینچنے سے اور امانت ان کے برتاؤ سے خصوصاً راہ میں عورت کو پیچھے کر دینے سے معلوم ہوئی تھی اور اپنے باپ سے بھی بیان کیا تھا۔

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نُكَحَّكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ

وہ (بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں

هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَبْجَ

میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری نوکری کرو

اور اس نوکری کا معاوضہ وہی نکاح ہے حاصل یہ کہ آٹھ سال کی خدمت اس نکاح کا مہر ہے اور مدت معینہ تک جانور چرانا ہماری شریعت میں بھی جائز ہے کذا فی الدر المختار اور اگر یہ بکریاں ان صاحبزادی کی تھیں تب تو مہر کا ان کو ادا کیا جانا ظاہر ہے اور اگر باپ کی تھیں تو بالغ لڑکی کی رضامندی سے ایسا معاملہ اس شریعت میں بھی جائز ہے اور بزرگ حضرت شعبیہ علیہ السلام ہیں اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا اولاد ابراہیم علیہ السلام سے ہونا ان کو معلوم ہو گیا تھا اس لئے یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے کفایت کی تحقیق کیوں نہ کی۔

فَإِنْ أَتَيْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ

پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہے

یعنی میری طرف سے شرط نہیں۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكَ عَلَيْكَ ط

اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا

یعنی کام لینے میں اور وقت کی پابندی میں اسی طرح معاملہ کی اور جزئیات میں آسانی برتوں گا۔

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۱﴾

تم مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے موسیٰ (علیہ السلام رضامند ہو گئے

قَالَ ذَلِكْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ط أَيُّهَا الْأَجَلَيْنِ

اور) کہنے لگے کہ (بس تو) یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ط وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ

ان دونوں مدتوں میں سے جس (مدت) کو بھی پورا کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا

چنانچہ انہوں نے ڈال دیا اور وہ سانپ بن کر چلنے لگا۔

فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى

سو انہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ (تیز) ہوتا ہے تو

مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَمُوسَى أَقْبَلْ

پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (حکم ہوا کہ)

وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْأَمِينِينَ ﴿۳۱﴾

اے موسیٰ (علیہ السلام) آگے آؤ اور ڈر و مت تم (ہر طرح) امن میں ہو

اور یہ کوئی ڈر کی بات نہیں بلکہ تمہارا تجزہ ہے اور دوسرا تجزہ اور عنایت ہوتا ہے۔

أَسْلَكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ

تم اپنا ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو (اور پھر نکالو) وہ ہلکا سی مرض کے نہایت

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ زَوَّاصِمٌ إِلَيْكَ جَنَاحُكَ

روشن ہو کر نکلے گا اور خوف (رفع کرنے) کے واسطے اپنا (وہ) ہاتھ (پھر)

مِنَ الرَّهْبِ

اپنے (گریبان اور بغل) سے (بدستور سابق) ملا لینا

یعنی جس طرح عصا کے بدل جانے سے خوف ہوا تھا اگر اس معجزہ سے بھی طبعاً خوف اور حیرت پیدا ہو تو اس ہاتھ کو پھر گریبان میں داخل کر لیجیو وہ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا اور طبعی خوف بھی نہ ہوگا۔

فَذَنِكَ بُرْهَانِنِ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

سو یہ (تمہاری نبوت کی) دوسندیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون

وَمَلَأَ بِهِ أَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ﴿۳۲﴾

اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے واسطے (جس کا تم کو حکم کیا جاتا ہے

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا

کیونکہ) وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ (کہیں

فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۳۳﴾

اول ہی وہلے میں) وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں

اور احکام بھی پہنچانے نہ پاؤں اس لئے میں جانے کے لئے حاضر ہوں مگر آپ کی خاص امداد کی ضرورت ہے اور یہ عذر بظاہر آپ نے اس لئے کیا کہ زمانہ دراز گزر جانے کی وجہ سے مصر میں چھپ جانے کی تو امید تھی لیکن فرعون کے پاس جا کر اخفا کی توقع نہ تھی اور اگر اس وقت ملک شام کو جاؤں تو کچھ اشکال نہیں دوسرا یہ عذر کیا کہ میری زبان بھی زیادہ رواں نہیں ہے۔

وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا

اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر

فَارْسَلَهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۚ إِنِّي

میرے ساتھ رسالت دیدیتے کہ وہ میری (تقریر کی تائید اور) تصدیق کریں گے

أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿۳۴﴾

کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کے درباری میری تکذیب کریں

کیونکہ اس وقت مناظرہ کی ضرورت ہوگی اور زبانی مناظرہ کے لئے عاودہ خوب چلنے والی زبان زیادہ مفید ہے۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ

ارشاد ہوا کہ (بہتر ہے) ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں

ایک درخواست تو یہ منظور ہوئی آگے دوسری درخواست کی منظوری بھی بیان فرماتے ہیں۔

وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ

(ایک درخواست تو یہ منظور ہوئی) اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت (دوبیت) عطا کرتے

إِلَيْكُمَا ۖ بِأَيِّتِنَا ۖ أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی (پس) ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں

الْغٰلِبُونَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ

اور جو تمہارے پیروکار ہوگا (ان لوگوں پر) غالب رہو گے غرض جب ان لوگوں کے پاس

بِأَيِّتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ

موسیٰ (علیہ السلام) ہماری صریح دلیلیں لے کر آئے تو ان لوگوں نے (معجزات دیکھ کر)

مُفْتَرًى

کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے کہ (خواہ مخواہ) خدا تعالیٰ پر افترا کیا جاتا ہے

فلما جاء موسىٰ قاتل من المقبوحين کہ یہ خدا کی طرف سے
معجزات ہیں اور رسالت کی دلیل ہیں

وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۳۷﴾

اور ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّيٰ أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ

بھی ہوئی ہو اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا

بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ

پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو صحیح دین اس کے پاس سے لے کر آیا

عَاقِبَةُ الدَّارِ

ہے اور جس کا انجام اس عالم سے اچھا ہونے والا ہے

یعنی جب باوجود صحیح دلائل قائم ہونے کے اور ان میں کوئی معقول شبہ
نہ نکال سکنے کے بھی نہیں مانتے تو یہ ہٹ دھرمی ہے جس کا اخیر جواب یہی
ہے کہ اچھا بھائی تم نہیں مانتے ہو نہ مانو خدا خوب جانتا ہے۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۸﴾

(اور) بالیقین ظالم لوگ کبھی فلاح نہ پاویں گے

یعنی جو لوگ ہدایت اور دین صحیح پر نہ ہوں ان کا انجام اچھا نہ ہوگا
مطلب یہ کہ خدا کو خوب معلوم ہے کہ ہم میں اور تم میں کون ظالم ہے اور کس
کا انجام اچھا ہے اور کون فلاح سے محروم ہے پس ہر ایک کی حالت اور نتیجہ کا
ظہور جلدی ہی مرنے کے ساتھ ہو جائے گا اب نہیں مانتے تو تم جانو۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ

اور (دلائل موسویہ دیکھ کر) فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا

مِّنَ إِلَهِ غَيْرِي ۚ

اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا

فرعون کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے معتقدین موسیٰ علیہ السلام کی طرف
مائل نہ ہو جائیں تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے یہ بات کہی اور اس کے بعد
فریب دینے کے واسطے اپنے وزیر سے کہا کہ ان لوگوں کا اس سے اطمینان
نہ ہو تو میرے واسطے ایک اونچا محل بنواؤ۔

فَأَوْقَدْ لِي يَهَامُنْ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ

تو اے ہامان تم ہمارے لئے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر ان) کو آگ میں (پرادہ

لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطْلِعُ إِلَى إِلَهِ مُوسَىٰ لَا

لگا کر) پکواؤ پھر ان پختہ اینٹوں سے (میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ

تاکہ میں) (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں

فرعون کا مقصود محل بنوانے سے لوگوں کو دھوکہ دینا تھا کہ اگر کوئی بڑا خدا
ہوتا اور بڑے ہونے کے سبب اس کا مکان بہت اونچا ہوتا تو میں تحقیق کر
کے آتا ہوں تاکہ لوگ اس کو بڑا محقق سمجھیں اور اس محل کا بننا یا نہ بننا کسی صحیح
روایت میں نہیں آیا شاید دفع الوقتی مقصود ہو اور نہ بنوایا ہو۔

وَأِنِّي لَا ظَنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۳۹﴾

اور میں تو (اس دعویٰ میں کہ میرے سوا کوئی اور خدا ہے)

وَأَسْتَكْبِرُ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ

موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور فرعون اور اس کے تابعین نے ناحق دینا

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُم إِلَٰهَانَا لَا

میں سر اٹھا رکھا تھا اور یوں سمجھ رہے تھے کہ ان کو ہمارے پاس لوٹ کر

يَرْجِعُونَ ﴿۴۰﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ

آنا نہیں ہے تو ہم نے (تکبر کی سزا میں) اس کو اور

فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اس کے تابعین کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) سو دیکھئے

عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾

ظالموں کا کیا انجام ہوا

جس سے موسیٰ علیہ السلام کے قول کا ظہور ہو گیا کہ ظالم لوگ کبھی
فلاح نہ پاویں گے اور معلوم ہو گیا کہ انجام کس کا اچھا ہے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ

اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا نہیں بنایا تھا جو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف

بلا تے رہے اور (اسی واسطے) قیامت کے روز ایسے یکس رہ جاویں گے کہ

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يَنْصَرُونَ ﴿٣١﴾

کوئی ان کا ساتھ نہ دے گا اور (یہ لوگ دونوں عالم میں مبتلائے خسران

وَأَتَّبَعُهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةُ ج

ہوئے چنانچہ) دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی

لعنت پیچھے لگا دینے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کوئی ظالموں اور کافروں پر لعنت کرتا ہے وہ ان پر بھی پڑتی ہے کیونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی تھے۔
رابطہ: موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ختم ہوا آگے اس قصہ سے جو بڑا مقصود ہے یعنی رسالت محمدیہ کا اثبات اس کا بیان فرماتے ہیں مع جواب بعض شبہات کفار اور تمہید کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا صراحتاً ذکر فرماتے ہیں۔ ولقد اتینا تايتذکرون

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ هُمْ مِنَ الْقَبُوحِينَ ﴿٣٢﴾

اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اگلی امتوں (یعنی قوم نوح و عاد و ثمود)

بَعْدَ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى

کے ہلاک کے پیچھے کتاب (یعنی توریت) دی تھی

جب کہ پہلے زمانوں کے انبیاء کی تعلیم ناپید ہو گئی تھی اور لوگ ہدایت کے تحت محتاج تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا سلسلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔

بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

جو لوگوں کے (یعنی بنی اسرائیل کے) لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت

يَتَذَكَّرُونَ ﴿٣٣﴾

اور رحمت تھی تاکہ وہ (اس سے) نصیحت حاصل کریں

طالب حق کی اول فہم درست ہوتی ہے یہ بصیرت ہے پھر احکام قبول کرتا ہے یہ ہدایت ہے پھر ہدایت کا ثمرہ یعنی قرب و قبول عنایت ہوتا ہے یہ رحمت ہے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا

اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے

إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ

موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام دیئے تھے

یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کا دورہ بھی ختم ہو چکا اور لوگ پھر کسی نئی ہدایت کے محتاج ہوئے تو اپنی دائمی عادت کے موافق ہم نے آپ کو رسول بنایا جس کے دلائل میں سے ایک یہی موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یقینی خبر دینا ہے کیونکہ بغیر وحی کے یہ یقینی خبر آپ کو معلوم نہ ہو سکتی تھی اس لئے کہ یقینی خبر حاصل ہونے کے چار طریقے ہیں ایک تو عقل سو یہ واقعہ عقلی باتوں میں سے نہیں ہے جو کہ عقل سے معلوم ہو سکتا ہو دوسرے اہل علم سے سنا سوا آپ نے کسی سے پڑھا نہ اہل علم سے اختلاط کیا تیسرے اپنا مشاہدہ اور آپ میں اس کا نہ ہونا بھی ثابت ہے ظاہر ہے کیونکہ آپ اس واقعہ کے وقت وہاں کب تھے۔

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٣٤﴾

اور (وہاں خاص تو کیا موجود ہوتے) آپ (تو) ان لوگوں

میں سے (بھی) نہ تھے جو (اس زمانہ میں) موجود تھے

سو مشاہدہ کا احتمال بھی نہ رہا۔

وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ج

(لیکن بات یہ ہے کہ) ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت سی نسلیں پیدا کیں

پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا

جس سے پھر صحیح علوم نایاب ہو گئے اور لوگ پھر ہدایت کے محتاج ہوئے اور گورمیان و رمیان میں انبیاء علیہم السلام آیا کئے مگر ان کے علوم بھی اسی طرح ناپید ہو گئے تو ہم نے اپنی رحمت سے آپ کو وحی اور نبوت سے مشرف کیا جس کے ذریعہ سے یہ یقینی خبریں آپ کو معلوم ہوئیں خلاصہ یہ کہ یقینی علم حاصل ہونے کے چار طریقے ہیں تین طریقے تو آپ میں موجود نہیں ہیں پس چوتھا ہی طریقہ ہو سکتا ہے یعنی وحی اور یہی مقصود ہے۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا

اور آپ اہل مدین میں بھی قیام پذیر نہ تھے کہ آپ (وہاں کے حالات دیکھ

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا

کران حالات کے متعلق) ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر ستارہ ہوں

یعنی جس طرح توراۃ دیئے جانے کا آپ نے مشاہدہ نہیں کیا اور محض وحی سے اس کی یقینی اور کچی خبر دے رہے ہیں اسی طرح آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے قیام مدین کا بھی مشاہدہ نہیں کیا چنانچہ ظاہر ہے۔

وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٣٥﴾

(لیکن ہم ہی (آپ کو) رسول بنانے والے ہیں

کہ رسول بنا کر وحی سے یہ واقعات آپ کو بتلا دیئے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا

اور (اسی طرح) آپ طور کی جانب (مغربی مذکور) میں اس وقت (بھی) موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو پکارا تھا

جب ان کو نبوت دی گئی تھی اس وقت پکارا تھا کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں اور اپنا عصا ڈال دو اور ان آیات میں اول آپ کا توراۃ دینے کے وقت حاضر نہ ہونا بتلایا اور یہ واقعہ سب کے بعد ہوا پھر قیام مدین کے وقت موجود نہ ہونا بتلایا اور یہ سب سے پہلے کا واقعہ ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کو پکارنے کے وقت آپ کا موجود ہونا بیان فرمایا جو کہ درمیان کا واقعہ ہے پس ترتیب کے بدلنے میں یہ نکتہ ہے کہ ہر موقع میں آپ کا تشریف نہ رکھنا آپ کے صاحب وحی ہونے کی مستقل دلیل ہو جائے کہ یہ سب واقعات آپ کو وحی سے معلوم ہوئے خود آپ نے کچھ نہیں معلوم کیا اور اگر سب کو ترتیب وار ذکر فرماتے تو سب کو ملا کر ایک دلیل سمجھا جاتا۔

وَلَكِنْ رَّحِمَهُ مِّنْ رَبِّكَ لِتُذِرَ قَوْمًا

(لیکن اس کا علم بھی اسی طرح حاصل ہوا کہ آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے تاکہ

مَا أَتَاهُمْ مِّنْ تَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا (نبی) نہیں آیا

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ والوں بلکہ ان کے قریب کے باپ دادوں نے بھی کسی نبی کو نہیں دیکھا تھا اگرچہ بعض احکام شریعہ بالخصوص توحید کی ذریعہ سے ان تک بھی پہنچی تھی پس ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً سے اس آیت کو تعارض نہ رہا کیونکہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا ہے خواہ بواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَوْلَا أَن

کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں اور ہم رسول نہ بھی بھیجے اگر یہ بات نہ

تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ

ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب (جو کہ عقلاً قبیح ہیں) کوئی مصیبت

فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَسْرَ سَلَّتْ إِلَيْنَا

(دنیا میں یا آخرت میں) نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار

رَسُولًا فَتَتَّبِعَ آيَتِكَ وَنَكُونُ مِنْ

آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم آپ کے احکام کا اتباع

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾

کرتے اور (ان احکام اور رسول پر) ایمان لانے والوں میں ہوتے

پس یہ لوگ اگر ذرا تامل کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ پیغمبر بھیجنے سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ان ہی لوگوں کا فائدہ ہے کہ یہ لوگ اچھی اور بری بات پر مطلع ہو کر عذاب سے بچ سکتے ہیں ورنہ جن باتوں کی برائی عقل سے دریافت ہو سکتی ہے ان پر بدوں پیغمبر بھیجنے کے بھی عذاب آ سکتا تھا لیکن اس وقت ان لوگوں کو یہ حسرت ہوتی کہ ہائے اگر رسول آ جاتا تو ہم کو زیادہ تنبیہ ہو جاتا اور اس مصیبت میں نہ پڑتے اس لئے رسول بھی بھیج دیا تاکہ اس حسرت سے بچنا ان کو آسان ہو تو اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ رسول کے آنے کو غنیمت سمجھتے اور اس کو قبول کرتے لیکن ان کی حالت اس کے برعکس ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

سو جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق پہنچا (تو اس میں شبہ کرنے کے

لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ

لے یوں) کہنے لگے کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی۔ جیسی موسیٰ (علیہ السلام) کو ملی تھی

یعنی قرآن بھی توراۃ کی طرح ایک دفعہ کیوں نہ نازل ہوا آگے جواب ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ

کیا جو کتاب موسیٰ کو ملی تھی اس کے قبل یہ لوگ اس کے منکر نہیں ہوئے

چنانچہ ظاہر ہے کہ مشرک لوگ توراۃ اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہ مانتے تھے کیونکہ وہ سرے سے نبوت ہی کے منکر تھے۔

قَالُوا سِحْرَانِ

یہ لوگ تو یوں کہتے ہیں کہ دونوں جادوگر ہیں

یعنی قرآن بھی اور توراۃ بھی۔

تَظْهَرُ أَقْفَ

جو ایک دوسرے کے موافق ہیں

کیونکہ اصول شریعت میں دونوں متفق ہیں۔

وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَفْرٍ وَن ﴿۳۸﴾

اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کسی کو نہیں مانتے

ان کا نفس کہتا ہے کہ جس طرح بن پڑے انکار کرنا چاہئے پس گو حق واضح بھی ہو جائے یہ ایسا ہی کریں گے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ

اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں

هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو (اور) اللہ تعالیٰ ایسے

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا

جو حق واضح ہونے کے بعد بھی بدوں کسی صحیح وجہ کے اپنی گمراہی سے باز نہ آویں اور ہدایت نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ خود ہی لوگ گمراہ رہنے کا قصد کرتے ہیں اور خدا کی عادت ہے کہ جیسا کوئی قصد کرتا ہے ویسا ہی کر دیتے ہیں اس لئے ایسا شخص ہمیشہ گمراہ رہتا ہے یہاں تک تو الزامی جواب تھا ان کے اس قول کا کہ قرآن توراة کی طرح دفعہ نازل نہ ہوا آگے تحقیقی جواب ہے جس میں قرآن کے دفعہ نازل نہ ہونے کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کے لئے وقفاً وقفاً کیے

يَتَذَكَّرُونَ ۝

بعد دیگرے بھیجتا کہ یہ لوگ (بار بار تازہ بتا رہے سننے سے) نصیحت مانیں

یعنی ہم تو ایک ہی دفعہ بھیجنے پر بھی قادر ہیں مگر ان ہی کی مصلحت سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں پھر اندھیر ہے کہ اپنی ہی مصلحت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ربط: اوپر موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے رسالت محمدیہ پر استدلال تھا آگے پہلی کتابوں کی پیشینگوئیوں کی بناء پر منصف اہل کتاب کے ایمان لانے سے آپ کی رسالت پر استدلال ہے اور ساتھ میں ان کی مدح بھی ہے جس میں سے بعض کے ناموں کی تصریح بھی آئی ہے۔ البور فاعہ اور ان کے ساتھ نو آدمی سلمان فارسی عبد اللہ بن سلام امین بن یامین اور نجاشی بادشاہ حبشہ اور ان کے ساتھی ان میں بعض پہلے یہودی تھے اور بعض نصرانی اور ان کو مخالفوں سے ایذا بھی پہنچی تھی الذین اتینا ہم تا الجہلین

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ

اور جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتابیں دی ہیں (ان میں جو منصف

قرآن کو جادو کہتا تو قرآن ہی میں مذکور ہے اور توراة کو بھی یا تو صراحۃً جادو کہا ہو یا یہ کہ قرآن کو جادو کہنے سے اس کو بھی جادو کہنا لازم آگیا کیونکہ جب دو چیزیں آپس میں متفق ہوں تو جو صفت ایک کی ہوگی وہی دوسری کی ہوگی اور اسی سے انجیل کا نہ ماننا بھی لازم آگیا اگرچہ اس کا ذکر اس جگہ صراحۃً نہیں مگر حکماً وہ بھی مذکور ہے کیونکہ نہ ماننے کی ایک ہی علت ہے نبوت سے انکار کرنا اور شاید توراة کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ہو کہ وہ مشہور زیادہ تھی غرض اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کا منشا یہ نہیں ہے کہ اگر قرآن توراة کی طرح دفعہ نازل ہوتا تو یہ اس کی مان لیتے مگر محض واویلا اور شرارت مقصود ہے جس کا آگے جواب ہے۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ

آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو (علاوہ توراة و قرآن کے) تم کوئی اور کتاب اللہ

أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعُهُ إِن كُنْتُمْ

کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو میں اسی کی

صِدِّقِينَ ۝

پیروی کرنے لگوں گا اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو

خلاصہ یہ کہ مقصود تو حق کا اتباع ہے پس اگر خدا کی کتابوں کو حق مانتے ہو تو آپ کی پیروی کرو قرآن کی تو ہر ہر بات میں اور توراة کی توحید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات اور تصدیق میں پیروی کرو اور اگر ان کو حق نہیں مانتے تو تم کوئی حق پیش کرو اور اس کا ہدایت ہونا ثابت کر دو کیونکہ حق سے یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس سے ہدایت ہو اگر بالفرض تم یہ بات کر دو گے تو میں اس کا اتباع کر لوں گا غرض یا تو میں حق ثابت کر دوں تم اس کا اتباع کر لو یا تم حق ثابت کر دو تو میں اس کے ماننے کے لئے تیار ہوں اور اس سے آسمانی کتابوں کے سوا دوسری کتاب کا اتباع کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ کلام بطور فرض کے ہے جس سے ان کا عاجز کرنا مقصود ہے۔

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُمَا

پھر (اس احتجاج کے بعد) اگر یہ لوگ آپ کا (یہ) کہنا نہ کر سکیں تو آپ سمجھ

يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۝

لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں

یعنی ان سوالات کا منشاء کوئی شبہ یا تردید یا حق کی تلاش نہیں ہے بلکہ

بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا

ہیں (وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا

أَمْتَابَهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا

ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ حق ہے (جو) ہمارے رب کی طرف

مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿۵۳﴾

سے نازل ہوا ہے (اور) ہم تو اس (کے آنے) سے پہلے بھی مانتے تھے

کیونکہ ہماری کتابوں میں اس کی بشارت موجود ہے اور اب نزول کے بعد نیا عہد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو قرآن کے نزول سے پہلے اس کے شائق اور منتظر تھے اور نزول کے بعد کافر ہو گئے فلما جاء ہم ماعرفوا کفروا ابہ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ پہلی کتابوں کی بشارتیں حضور ہی کے حق میں تھیں اور آپ ہی ان کے مصداق تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہلی کتابوں کے علماء کی تصدیق سے بھی ظاہر ہے یہ بھی نبوت محمدیہ کی ایک دلیل ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے سورہ شعراء میں فرمایا ہے۔ اولم یکن لہم ایتۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل الخ آگے ان ایمان لانے والے علماء اہل کتاب کی فضیلت ہے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرُهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا

ان لوگوں کو ان کی پختگی کی وجہ سے دوہرا

صَبَرُوا

ثواب ملے گا

پختگی سے یہ مراد ہے کہ پہلی کتاب پر ایمان رکھنے کے وقت بھی قرآن پر ایمان رکھتے تھے اور قرآن نازل ہونے کے بعد بھی اس ایمان پر قائم رہے اور اس کو از سر نو تازہ کیا اور یہ مضمون حدیث میں بھی آیا ہے کہ اہل کتاب جو ایمان لائیں ان کو دوہرا ثواب ملتا ہے اور اس کے ساتھ دو شخصوں کے لئے اور بھی دوسرے ثواب کا وعدہ ہے ایک وہ جس کے پاس شرعی باندی ہو اور وہ اس کو علم و ادب سکھا کر آزاد کر کے اس کی رضا مندی سے اپنے آپ اس سے نکاح کرے دوسرے وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی بھی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے آقا کی بھی خدمت گزاری و خیر خواہی کرے اور مشہور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے دو عمل کئے اس لئے دوہرا ثواب ملا اور بعض علماء نے یہ سمجھ کر کہ اس میں ان ہی کی کیا خصوصیت ہے جو شخص بھی دو عمل کرے گا دو ثواب ملیں

گے یہ کہا ہے کہ ان لوگوں کو تمام اعمال میں یا ان ہی دو عملوں میں سے ہر ایک پر بہ نسبت دوسرے عمل کرنے والوں کے دوہرا ثواب ملے گا مثلاً اوروں کو ایک عمل پر کم از کم دس گنا ثواب ہوتا ہے تو ان کو ہر عمل پر کم از کم بیس گنا ثواب ہوگا جیسا کہ قرض کی نسبت اٹھارہ گنا ثواب آیا ہے اور بظاہر یہی دوسری توجیہ صحیح ہے کیونکہ ظاہر ان لوگوں کی خصوصیت مقصود معلوم ہوتی ہے اور پہلی توجیہ سے ان کی کوئی خصوصیت ظاہر نہیں ہوتی لیکن ان کے ساتھ ازواج مطہرات کو بھی شامل کیا جانا چاہئے جن کے لئے نوتھا اجر ہا مرتین آیا ہے ان کو بھی ہر عمل پر دوہرا ثواب ہوتا ہے یہ تو بیان تھا ان کے اعتقاد اور ثواب کا آگے ان کے اعمال و اخلاق کا بیان ہے۔

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

اور وہ لوگ نیکی (اور نیک) سے بدی (اور ایذا) کا دفعیہ کر دیتے ہیں

احقر کے نزدیک اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جب جاہ سے خالی ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۵۴﴾

اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جب مال سے خالی ہیں اور یہی دو امر جب مال اور جب جاہ اکثر ایمان سے مانع ہوتے ہیں پس ایمان کے بعد اس طرف اشارہ ہو گیا کہ ان میں ایمان سے مانع ہونے والی کوئی چیز نہ تھی پھر کیسے ایمان نہ لاتے۔

وَإِذَا سَبَّحُوا اللَّغْوَ اعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا

اور جب (کسی سے اپنی نسبت) کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو (بھی) مال جاتے ہیں اور (سلامت رومی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ

(ہم کچھ جواب نہیں دیتے) ہمارا کیا ہمارے سامنے آوے گا

مطلب یہ کہ جس طرح لوگوں کے ایذا فعلی پر تحمل کرتے ہیں اسی طرح ایذا قولی کا بھی تحمل کرتے ہیں۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾

اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آوے گا (بھائی) ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے

ہم کو جھگڑے سے معاف رکھو

رابطہ: اوپر اہل کتاب کا ایمان لانا اطاعت کرنا مذکور تھا اور اس سے پہلے فلما جانہم الحق میں کفار قریش کا کفر و عناد مذکور تھا اور قریش آپ کے قریب تھے اور اہل کتاب قریب تھے اور غیروں کے ایمان کو دیکھ کر قریب تھے اور ایمان نہ لانے پر طبعاً زیادہ رنج ہوتا ہے اور ان میں سے بعض کے ایمان لانے کے متعلق آپ کو خاص اہتمام اور شوق غالب تھا اس میں کامیاب نہ ہونے سے زیادہ رنج ہوتا تھا اس لئے آگے تسلی کا مضمون ہے کہ کسی کو ایمان کی توفیق ہو جانا یہ خدا کے قبضہ قدرت میں ہے نہ کہ آپ کے پھر رنج کیوں کیا جائے انک تا بالمہتدین۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ

اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ

جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۸﴾

علم (بھی) اسی کو ہے

یعنی ہدایت کرنے کی قدرت تو کسی کو خدا کے سوا کیا ہوتی کسی کو اس کا علم بھی تو نہیں کہ کون کون ہدایت پانے والا ہے اور سورہ شوریٰ کے اخیر میں جو ہے انک لتہدی الخ کہ آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں وہاں ظاہری ہدایت یعنی صرف راستہ بتلا دینا مراد ہے اور یہاں حقیقی ہدایت یعنی مقصود تک پہنچا دینا مراد ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ آپ کا کام صرف رستہ بتلا دینا ہے اور مقصود تک پہنچانا اور راستہ پر ڈال دینا یہ ہمارا کام ہے صحیح مسلم میں اس آیت کا ابوطالب کے بارہ میں نازل ہونا منقول ہے لیکن چونکہ الفاظ عام ہیں لہذا دوسروں کو بھی شامل ہے۔ صاحب روح نے کہا ہے کہ بے ضرورت اس مسئلہ میں کلام کرنا اور ان کو برا کہنا یقیناً حضرت علیؓ کی اولاد کی کلفت کا موجب بھی ہے پس احتیاط بہتر ہے۔

رابطہ: اوپر دور سے کفار کے ایمان نہ لانے کا ذکر چلا آ رہا ہے اور ان کے ایمان لانے میں چند امور مانع تھے ایک وہی شبہ کہ قرآن دفعہ کیوں نہ نازل ہوا جس کا جواب گزر چکا ہے دوسرے ان کو وہی خوف تھا کہ ہم کو ایمان سے دنیوی ضرر پہنچے گا عرب کے لوگ ہمارے دشمن ہو جائیں گے اور مکہ سے باہر نکال دیں گے تیسرے ان کو اپنی خوش عیشی پر ناز تھا چوتھے باوجود کفر کے عذاب نازل نہ ہونے سے شبہ تھا پانچویں یہ کہ ان کو دنیا سے

تعلق تھا اور آخرت سے بے تعلق تھی آگے ان سب موانع کا جواب ہے۔
وَقَالُوا إِن نَّبِيعُ الْهُدَىٰ مَعَكَ نَتَّخِظُكَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر (اس دین کی) ہدایت پر چلتے

مِنْ أَرْضِنَا

لگیں تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیئے جاویں

جس سے بے وطنی کی بھی تکلیف ہو اور معاش کی پریشانی الگ ہو ایک مانع ان لوگوں کو ایمان لانے سے یہ ہے کہ لیکن اس عذر کا باطل ہونا بالکل ہی ظاہر ہے۔ ۱۲۔

أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجَبِّی

کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی وہاں ہر قسم کے پھل کھنے چلے

إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رَّزَقًا مِّنْ لَّدُنَّا

آتے ہیں جو ہمارے پاس (یعنی ہماری قدرت اور رزاقی سے) کھانے کو ملتے ہیں

پس حرم محترم سے جس کا سب احترام کرتے ہیں بے وطن ہونے کا بھی اندیشہ نہیں اور جب یہ اندیشہ نہیں تو رزق فوت ہونے کا بھی احتمال نہیں رہا نو مسلموں کو جو مکہ میں تکلیف پہنچی تو وہ باہر والوں نے نہیں پہنچائی خود اہل مکہ نے حرم کی تعظیم فوت کر کے تکلیف دی دوسرے اس کمزوری کا سبب یہ تھا کہ مسلمان تھوڑے تھے اگر کثرت سے حق قبول کرتے تو یہ لوہے کی دیوار اور یہاں سب ہی کے ایمان کی نسبت گفتگو ہے پس ان کو چاہئے تھا کہ اس حالت کو غنیمت سمجھتے اور اس کو نعمت سمجھ کر قدر کرتے اور ایمان لے آتے۔

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾

لیکن ان میں اکثر لوگ (اس کو) نہیں جانتے

یعنی اس کا خیال نہیں کرتے اور ایک سبب ان کے ایمان نہ لانے کا یہ ہے کہ وہ اپنی دولت پر ناز کرتے ہیں لیکن یہ بھی حماقت ہے جس کا آگے بیان ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا

اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں

فَتِلْكَ مَسْکِنُهُمْ لَمَّا تَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ

تھے (سودیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے) ہیں کہ

وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعُ الْحَيَاةِ

اور جو کچھ تم کو یاد دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے

الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا

کے لئے ہے اور یہیں کی (زیب و زینت) ہے

کہ عمر ختم ہونے کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جاوے گا۔

وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۰﴾

اور جو (اجر و ثواب) اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ

(یعنی ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے سو کیا تم لوگ (اس تفاوت کو نہیں سمجھتے

غرض تمہارے سارے شبہات اور عذر جن کی وجہ سے کفر پر جے ہوئے ہو محض بے بنیاد اور لغو ہیں سمجھو اور مانو

رابطہ: اوپر بہت سی آیتوں میں کفر اور گمراہی پر دھمکی اور ایمان کی ہدایت ترغیب بھی آگے کفر و ایمان کے جو ثمرات قیامت کے دن ظاہر ہونگے ان کا ذکر ہے۔ اَفَمِنْ وَعْدِنَا تَا مِّنَ الْمَفْلُحِينَ۔

أَفَمِنْ وَعْدِنَا وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَا قِيَّةَ

بملاوہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس (وعدہ کی چیز کو)

كَمَنْ مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

پانے والا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ

ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۴۱﴾

دے رکھا ہے پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جاویں گے

پہلے شخص سے مراد مومن ہے جس سے جنت کا وعدہ ہے اور دوسرے سے مراد کافر ہے جو مجرم ہو کر آوے گا اور دونوں کا برابر نہ ہونا اسی اعتبار سے ہے کہ قیامت کے دن دونوں کی حاضری یکساں نہ ہوگی مگر چونکہ ایسے لوگ متاع دنیا ہی پر بھول رہے ہیں اور وہی اس حاضری کی فکر سے مانع بھی ہے اس لئے متاع دنیا کا بھی ذکر فرما دیا آگے اس حاضری کی کیفیت کی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ

اور (وہ دن قابل یاد کرنے کے ہے) جس دن خدا تعالیٰ ان کافروں کو (توبیخا)

الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۴۲﴾

پکار کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے

إِلَّا قَلِيلًا ط

ان کے بعد آبادی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے

کہ کسی آتے جاتے مسافر کا ادھر کو اتفاقاً گزر ہو جاوے اور وہ تھوڑی دیر وہاں سستانے کو یا تماشا دیکھنے کو بیٹھ جائے یا رات کو رہ جاوے اور ان بستیوں سے مراد شہر و عباد کی بستیاں ہیں جو شام کی آمد و رفت میں نظر آتی تھیں۔

وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾

اور آخر کار (ان کے سامانوں کے) ہم ہی مالک رہے

کوئی ظاہری وارث بھی ان کا نہ ہوا۔ ایک شبہ ان کو یہ ہوتا ہے کہ اگر پہلے لوگ کفر کی وجہ سے ہلاک ہوئے تو ہم تو مدت سے کفر کرتے آ رہے ہیں ہم کو کیوں نہ ہلاک کیا گیا آگے اسی شبہ کا جواب ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ

اور آپ کا رب بستیوں کو (اول ہی بار میں) ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ

فِي أَمِّهَا رَسُولًا

ان (بستیوں) کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے

صدر مقام سے عادتہ تمام علاقہ میں خبر پہنچ جاتی ہے دوسرے صدر مقام کے لوگ بہ نسبت دوسرے علاقوں کے فہیم بھی ہوتے ہیں تو پہلے ایسے ہی لوگوں سے خطاب کرنا مناسب ہے۔

يَسْأَلُوا عَلَيْهِمْ أَنِيتَنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ

کہ وہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں

إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾

کرتے مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں

یعنی جب ایک خاص مدت تک بار بار کے سمجھاتے سے بھی نہ مانیں اس وقت ہلاک کر دیتے ہیں سو اسی قانون کے موافق تمہارے ساتھ عملدرآمد ہو رہا ہے نہ تم کو رسول آنے سے پہلے ہلاک کیا نہ رسول آنے کے بعد فوراً ہلاک کیا چند روز گزرنے دو اگر تمہاری یہی سرکشی رہی تو سزا ہوگی چنانچہ بدر و غیرہ میں ہوئی اور ایک سبب ان کے ایمان نہ لانے کا یہ ہے کہ دنیا نقد ہے اس لئے مرغوب ہے اور آخرت کا ادھار ہے اس لئے اس سے رغبت نہیں پس دنیا کی رغبت ہی سے دل خالی نہیں ہوتا کہ اس میں آخرت کی رغبت سماوے آگے اس کا جواب ہے۔

مراد اس سے شیاطین ہیں کہ ان ہی کی اطاعت کے سبب شرک کرتے تھے اس لئے ان کو شریک کہا۔

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ

جن پر بوجہ گمراہ کرنے کے (خدا کا فرمودہ) (یعنی استحقاق عذاب) ثابت ہو چکا ہو گا وہ بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار بیشک یہ وہی لوگ ہیں جن کو

الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَهُمْ كَمَا غَوَيْنَا

ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی (بلا جبر و کراہ) بہکایا جیسا ہم خود بہکے تھے

شیاطین یہ سمجھ کر کہ اب یہ لوگ ہمارا نام لے دیں گے کہ ہم ان کی عبادت کرتے تھے اور خود بری ہونے کی کوشش کریں گے پھر ہم سے دار و گیر شروع ہوگی کہ تم نے کیوں گمراہ کیا پہلے ہی سے عذر کے طور پر یہ جواب دیں گے کہ گو ہم نے ان کو بہکایا ضرور لیکن یہ بھی بالکل بے قصور نہ تھے کیونکہ جس طرح ہمارے اوپر کوئی گمراہ کرنے والا مسلط نہ تھا بلکہ اپنے ہاتھوں گمراہ ہوئے اسی طرح ہم کو ان پر کوئی زور نہ تھا ہمارا کام صرف بہکانا تھا جس کو انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار سے قبول کیا پس گو ہم بھی مجرم ہیں لیکن یہ بھی نہیں کہ یہ لوگ اپنے اوپر کوئی الزام نہ آنے دیں۔

تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۝۶۳

اور ہم آپ کی بیعتی میں ان (کے تعلقات) (سے دستبرداری کرتے ہیں اور یہ لوگ درحقیقت) ہم کو نہ پوجتے تھے

یعنی جب یہ اپنے اختیار سے بہکے ہیں نہ کہ محض ہمارے بہکانے سے تو اس اعتبار سے وہ اپنی خواہش کے بندے تھے ہمارے تابعدار نہ تھے وہ اپنی خواہش سے خود خراب ہوئے مقصود سب اس حکایت سے یہ ہے کہ جن کی شفاعت کے بھروسہ پر یہ بیٹھے ہیں وہ ان سے کانوں پر ہاتھ رکھیں گے اور ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

اور (اس وقت ان مشرکین سے حکماً) کہا جاوے گا کہ (اب) اپنے شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ (فرط حیرت سے بالاضطرار) ان کو پکاریں گے سو وہ جواب بھی نہ

يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ

دیں گے اور (اس وقت) یہ لوگ (اپنی آنکھوں) عذاب کو دیکھ لیں گے اے

كَانُوا يَهْتَدُونَ ۝۶۴ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

کاش یہ لوگ (دنیا میں) راہ راست پر ہوتے (تو یہ مصیبت نہ دیکھتے) اور

فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝۶۵

جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا

چونکہ اس دھمکی میں یہ احتمال تھا کہ وہ کہہ دیتے کہ ہمارے پاس پیغمبر نہیں آئے اس لئے اس سوال سے یہ جملہ دیا کہ پیغمبر تو آئے تھے اور سمجھایا بھی تھا سو یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں کہ کوئی نہیں آیا مگر یہ بات تلاؤ کہ تم نے کیا جواب دیا۔
رابطہ: اوپر شرک پر دھمکاتے ہوئے شرک کی برائی بھی بیان فرمائی ہے آگے توحید کا اور اس کے ضمن میں انعامات و احسانات کا ذکر ہے و ربک یخلق تاتشکرون

فَعَبَّيْتَ عَلَيْهِمُ الْإِنْبَاءَ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ

سو اس روزان (کے ذہن) سے سارے مضامین گم ہو جاویں گے تو وہ (نہ خود سمجھیں گے اور) آپس میں پوچھ پچھ بھی نہ کر سکیں گے البتہ جو شخص (کفر اور

لَا يَتَسَاءَلُونَ ۝۶۶ فَأَصَابَ تَابٍ وَامَنَّ

شرک سے دنیا میں) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے

وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ

لوگ امید ہے کہ (آخرت میں) فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے اور آپ کا

الْمُفْلِحِينَ ۝۶۷ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۝

رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے

یعنی حق تعالیٰ صفات کمال کے ساتھ تنہا موصوف ہے چنانچہ تکوینی اور تشریعی اختیارات سب اسی کو حاصل ہیں جو چاہے پیدا کر دے اور جو حکم چاہے انبیاء کے ذریعہ سے نازل کر دے۔

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۝

ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق (حاصل) نہیں

کہ جو حکم چاہیں تجویز کر لیں جیسے یہ مشرک اپنی طرف سے شرک کو جائز بناتے ہیں۔

سُبْحَنَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۶۸

اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے

کیونکہ جب وہ خالق اور مختار ہوتے ہیں یکتا ہے تو معبود ہونے میں بھی یکتا ہے اس لئے کہ عبادت کا مستحق وہی ہے جو خالق اور مختار ہونے میں کامل ہو۔

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۹۹﴾

اور آپ کا رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو ان کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں

کسی دوسرے کا علم بھی ایسا نہیں اس سے بھی اس کا یکتا ہونا ثابت ہوا آگے اس کو صراحت بیان فرماتے ہیں۔

وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي

اور اللہ وہی (ذات کامل الصفات) ہے اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کے

الْأُولَى وَالْآخِرَةِ ز

قابل) نہیں حمد (وشنا) کے لائق دنیا و آخرت میں وہی ہے

کیونکہ اس کے تصرفات دونوں عالم میں ایسے ہیں جو اس کی صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں اور حمد و ثنا کی قابلیت کا مدار اسی پر ہے آگے اختیارات سلطنت کا بیان ہے۔

وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۰۰﴾

اور حکومت (قیامت میں) بھی اسی کی ہوگی اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے

یہ نہیں کہ بیچ جاؤ یا اور کہیں جا کر پناہ لے لو اس سے اس کی سلطنت کی قوت اور وسعت معلوم ہوئی پس ثابت ہوا کہ معبود ہونے میں وہ اکیلا ہے آگے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ

آپ (ان لوگوں سے) کہیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر

الْأَيُّلَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهُ

ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا

غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿۱۰۱﴾

معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے تو کیا تم (توحید کے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ

ایسے دلائل کو) سنتے نہیں آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم

الْتَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ

پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا

إِلَهُ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بَلِيلٍ تَسْكُنُونَ

معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آوے جس میں تم آرام پاؤ

فِيهِ أَفَلَا تَبْصُرُونَ ﴿۱۰۲﴾

کیا تم (اس شاہد قدرت کو) دیکھتے نہیں

رات ہمیشہ رہنے کی یہ صورت ہو کہ سورج کو افق سے نکلنے نہ دے یا اس کی روشنی زائل کر دے اور دن ہمیشہ ہونا اس طرح ہو کہ سورج کو غروب نہ ہونے دے یا آفتاب کے بغیر ایسی روشنی پیدا کر دے جو کسی وقت زائل نہ ہو پس قدرت میں یکتا ہونا اس کو مقتضی ہے کہ وہ اکیلا معبود ہو۔

وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور (وہ منعم ایسا ہے کہ) اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن

لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

کو بنایا تاکہ تم رات میں آرام کرو اور تاکہ (دن میں) اس کی روزی تلاش

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۰۳﴾

کر دو اور تاکہ (ان دونوں نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر کرو

پس انعام میں یکتا ہونا بھی اسی کو مقتضی ہے کہ وہ اکیلا معبود ہو پس کل صفات کمال جو اس جگہ توحید کے استدلال میں مذکور ہوئے یہ ہیں خالق ہونا مختار مطلق ہونا صاحب علم حکومت قوت و وسعت سلطنت قدرت عطاء نعمت وغیرہ ہونا۔

رابطہ: اور تو حید کے دلائل سے پہلے شرک پر دھمکی دیتے ہوئے اس کی برائی مذکور تھی اب توحید کے دلائل کے بعد پھر اسی طرز سے شرک کی مذمت مذکور ہے اور دونوں میں فرق یہ ہو سکتا ہے کہ پہلی جگہ شرک کی مذمت کا بیان بطور دعویٰ کے تھا اور دلائل توحید سے اس پر استدلال کیا تھا کہ شرک کا برا ہونا ان دلائل سے ثابت ہے اور اس جگہ بطور نتیجہ کے ذکر ہے کہ شرک کا برا ہونا ان دلائل سے ثابت ہو چکا و یوم ینادیہم تا یفترون

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرماوے گا

تاکہ اور لوگ بھی ان کی رسوائی سن لیں۔

فَيَقُولُ أَيُّنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ

کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے اور ہم

یعنی ان سے بدقت اٹھتی تھیں تو جب کنجیاں اس کثرت سے تھیں تو ظاہر ہے کہ خزانے بہت ہی ہوں گے بعض کم عقلوں کو کنجیوں کے مضمون میں اشکال ہوا ہے لیکن اگر تھوڑا غور کیا جائے تو عادتاً بھی یہ بات کچھ بعید نہیں مثلاً اگر کنجیاں اٹھانے والی جماعت دس آدمیوں کی مان لی جائے جیسا کہ بعض اہل لغت نے عصبہ کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور ایک ایک آدمی کے لئے پانچ پانچ سیر کا وزن فرض کیا جاوے تو جس طرح کنجیوں کو لے کر چلنے کا طریقہ ہے کہ ہاتھ میں یا جیب میں یا کمر بند وغیرہ میں رکھی جاتی ہیں یقیناً اتنی وزنی کنجیوں کو لے کر چلنا تکلف کا محتاج ہوگا پھر لوہا وغیرہ ٹھوس چیزیں گو وزن میں کم ہوں اس کا اٹھانا ویسے بھی بہ نسبت دوسری چیزوں کے تکلف کا محتاج ہوتا ہے گو وزن دونوں کا برابر ہو اور ایک ایک کنجی ایک ایک تولہ کی مانی جاوے تو ایک ایک آدمی کے حصہ میں چار سو کنجیاں آتی ہیں اور دس آدمیوں کے مقابلہ میں چار ہزار کنجیاں ہوتی ہیں اگر ایک کنجی ایک ایک صندوق کی سمجھی جائے تو چار ہزار صندوق ہوئے اور ایک امیر کبیر کے پاس چار ہزار صندوق نقد مال سے بھرے ہوئے ہونا کوئی بعید بات نہیں یقیناً اتنے روپے والے اب بھی ہوں گے۔

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا

جبکہ اس کو اس کی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال و شہرت پر) اترا

يُحِبُّ الْفَرَحِينَ ۝ وَأَتْبَعَ فِيمَا أَتَاكَ

مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (یہ بھی کہا کہ) تجھ کو خدا تعالیٰ نے

اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ

جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت

مِنَ الدُّنْيَا وَ أَحْسَنُ كَمَا أَحْسَنَ

میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے

اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ

تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو

یعنی گناہ کرنے سے دنیا میں فساد ہوتا ہے خصوصاً وہ گناہ جن کا اثر دوسروں پر پہنچتا ہو پس خدا کی نافرمانی نہ کر اور واجب حقوق کو ضائع نہ کر۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا

تَزْعُمُونَ ۝ وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے

مراد اس سے انبیاء ہیں کہ وہ ان کے کفر کی گواہی دیں گے اور گو خود ان کے قول سے بھی ان پر جحمت قائم ہو جائے گی لیکن اقرار کے ساتھ گواہی سے بھی ان کا جرم پختہ کر دیا جائے گا۔

فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ

پھر ہم (ان مشرکین سے) کہیں گے کہ (اب) اپنی (کوئی) دلیل (صحت شرک کے دعویٰ پر) پیش کرو سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ سچی

الْحَقُّ لِلَّهِ

بات خدا ہی کی تھی

جو انبیاء کے ذریعہ سے بتلائی گئی تھی اور شرک کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يُفْتَرُونَ ۝

اور (دنیا میں) جو کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے (آج) کسی کا پتہ نہ رہے گا

کیونکہ حق منکشف ہو جانے کے بعد باطل کا غائب ہو جانا لازم ہے۔
رابطہ: اوپر مختلف عنوانوں سے کفر کا عند اللہ براہ ہونا اور موجب ناکامی ہونا اور مال و دولت پر ناز کا بے فائدہ ہونا عذاب و ہلاکت سے اس کا نہ بچا سکتا معلوم ہوتا ہے آگے قارون کے قصہ سے ان سب باتوں کی تائید کی جاتی ہے۔ ان قارون تا لا یفلح الکفرون۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى

قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا

یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا بلکہ ان کا چچا زاد بھائی تھا اس کا حال دیکھ لو کہ کفر و مخالفت سے اس کو کیا ضرر پہنچا اور اس کا مال و دولت کچھ کام نہ آیا بلکہ سب اس کے ساتھ ہی برباد ہو گیا۔

فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَ اتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا

سو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور

إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوزُ أُولَى الْعُصْبَةِ أُولَى الْقُوَّةِ ۖ

(اس کے مال کی کثرت یہ تھی کہ) ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے

کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں

یہ سب نصیحت مسلمانوں کی طرف سے ہوئی اور غالباً یہ مضامین اول موسیٰ علیہ السلام نے فرمائے ہوں گے پھر دوبارہ مسلمانوں نے بھی کہا ہوگا۔

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي

قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے

یعنی میں تلاش کی تدبیریں خوب جانتا ہوں اسی سے میں نے یہ مال جمع کیا ہے پھر میرا فخر کرنا بے جا نہیں اور نہ اس کو غیبی احسان کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کا اس میں حق ہے آگے حق تعالیٰ اس کے قول کا رد فرماتے ہیں۔

أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ

کیا اس (قارون) نے (اخبار متواترہ سے) یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے

مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً

گذشتہ امتوں میں سے ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت (مالی) میں

وَ أَكْثَرُ جَمْعًا

(بھی) اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور جمع (بھی) ان کا اس سے زیادہ تھا

اور صرف یہی نہیں کہ بس ہلاک ہو کر چھوٹ گئے ہوں بلکہ کفر کے جرم کی وجہ سے قیامت میں بھی ان کو عذاب ہوگا جیسا کہ وہاں کا قاعدہ ہے آگے اس قاعدہ کا بیان ہے۔

وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ

اور اہل جرم سے ان کے گناہوں کا (تحقیق کرنے کی غرض سے)

سوال نہ کرنا پڑے گا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے اگرچہ دھمکانے کے طور پر سوال ہوگا اس کے بعد عذاب میں گرفتار کر دیئے جائیں گے مطلب یہ کہ اگر قارون اس مضمون پر نظر کرتا تو ایسی جہالت کی بات نہ کہتا کیونکہ پہلے لوگوں کی دنیوی ہلاکت سے اور آخرت کے مواخذہ سے حقیقی قدرت کے تحت میں سب کا ہونا ظاہر ہے پھر ایسے شخص کی کیا قدرت ہے کہ اپنے کسب اور کمائی کو اور مال و دولت کی علت سمجھے اور ایسے شخص کی کیا رائے جو حقوق واجب کی نفی کرے۔

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ

پھر (ایکبار ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنی آرائش (اور شان) سے اپنی برادری کے سامنے نکلا جو لوگ (اس کی برادری میں) دنیا کے طالب تھے (گو مومن ہوں)

جیسا کہ ان کے اگلے قول ویکان اللہ یسط الخ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومن تھے۔

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملا

يَلْبِثُ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ

ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا

لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ

صاحب نصیب ہے

یہ تمنا حرص کی تھی اس سے کافر ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ اب بھی بعض آدمی باوجود مسلمان ہونے کے رات دن دوسری قوموں کی ترقی دیکھ کر لپچاتے ہیں اور اس کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلَكُمْ

اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ (ان حرصوں سے)

کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو

اس سے مقصود بددعا نہیں بلکہ شفقت یا غلطی پر تنبیہ کرنے کے موقعہ پر ایسا کلمہ ہمارے محاورہ میں بھی بولا جاتا ہے اسی طرح ویلکم عربی کا محاورہ ہے۔

ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنِ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

تم اس دنیا پر کیا لپچاتے ہو (اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس دنیاوی کرور) سے ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل

وَلَا يُلْقِيهَا اِلَّا الصّٰبِرُونَ

کرے اور پھر) وہ (ثواب کامل طور پر) انہی کو دیا جاتا ہے جو (دنیا) کی

وَيَدَارِهُ الْاَرْضُ

حرص و طمع سے) صبر کرنے والے ہیں

پس تم ایمان کامل اور عمل صالح حاصل کرنے میں لگو اور حد شرعی کے اندر رہ کر دنیا حاصل کرو اور اس کی حرص و طمع سے صبر کرو اور ثواب کامل کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ ثواب تو ہر مسلمان کو حاصل ہوتا ہے۔

فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُوْنَهُ مِنْ

پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرائے کو اس کی شرارت (بڑھ جانے) سے زمین میں دھنسا دیا سو ایسی کوئی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ

رابطہ : اوپر قارون کے قصہ میں تکبر اور معصیت اور تراجہٹ کا پراہونا اور ایمان و عمل صالح کا بہتر اور مقصود ہونا مذکور ہوا ہے اور اس سے پہلے بھی یہ مضمون ارشاد ہوا تھا آگے اسی کی تائید اور توضیح کے لئے بیان فرماتے ہیں کہ ثواب آخرت کا حاصل ہونا تکبر و فساد نہ کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے پر موقوف ہے اور آخرت کے ثمرات اعمال صالحہ ہی کی بدولت ملیں گے۔
تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا

يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا

یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا

یعنی نہ تکبر کرتے ہیں جو کہ نفسانی گناہ ہے اور نہ کوئی دوسرا ظاہری گناہ کرتے ہیں خصوصاً وہ گناہ جس کا اثر دوسروں تک پہنچے جیسا کہ فرعون و قارون تکبر و فساد کے مرتکب ہوئے آگے بتلاتے ہیں کہ صرف گناہوں کے چھوڑنے پر اکتفا کر لینا کافی نہیں بلکہ گناہوں کے چھوڑنے کے ساتھ احکام بھی بجالانے چاہئیں۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾

اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے

جو گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ احکام کی بجا آوری بھی کرتے ہیں آگے آخرت میں احکام کی بجا آوری یا مخالفت پر جو نتائج مرتب ہوں گے ان کی کیفیت بتلاتے ہیں۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا

جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے گا اس کو اس سے بہتر (بدلہ) ملے گا

کیونکہ مقتضاً تو صرف اس قدر ہے کہ عمل کی حیثیت کے موافق بدلہ ملے مگر وہاں زیادہ ملے گا جس کا کم از کم درجہ دس حصہ ہے۔

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ

اور جو شخص بدی لے کر آوے گا سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کے

عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾

کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ کرتے تھے

یعنی اس کے مقتضاً سے زیادہ نہ ملے گا اور یہ تکبر اور فساد اگر حد کفر تک ہے تب تو بالکل ثواب سے مانع ہے اور یہ جو فرمایا کہ دنیا میں بڑا بننا نہیں چاہتے اس

دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿۸۱﴾

کے (عذاب) سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بچا سکا

قارون جس شرارت کی وجہ سے دھنسیا گیا اس کی نسبت درمنثور میں حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اس کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ احکام شرعیہ کی وجہ سے خصوصاً زکوٰۃ کے حکم کی وجہ سے عداوت تھی اس نے کسی بدکار عورت کو کچھ روپیہ دینا کر کے بہکایا کہ تو مجمع عام میں موسیٰ علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگانا جب اس کا موقع ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت کی اور اس نے سچا سچا واقعہ بیان کر دیا کہ مجھ کو قارون نے بہکایا تھا اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور بددعا فرمائی جس سے وہ مع اپنے گھریار کے زمین میں غرق ہو گیا اور سب سے بڑھ کر گناہ ایمان نہ لاتا ہے شاید یہ پہلے سے ہی ایمان نہ لایا ہو جیسا کہ سورہ مؤمن کی اس آیت سے بظاہر بھی معلوم ہوتا ہے ولقد ارسلنا موسیٰ بآیتنا و سلطن مبین الی فرعون وهامان وقارون فقالوا سحر کذاب

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَتَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ

اور کل (یعنی پچھلے قریب زمانہ میں) جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج

يَقُولُونَ وَيُكَانُّ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اس کو زمین میں دھنسا دیکھ کر) کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ

میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دے دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی دینے لگتا ہے

رزق کا بدار خوش نصیب اور بد نصیب ہونے پر نہیں بلکہ یہ تو محض خدا کی حکمت ہے اللہ ہی کے قبضہ میں ہے یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کو خوش نصیبی سمجھے تھے ہماری توبہ ہے۔

لَوْ لَا أَنْ مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بَنَاتُ

اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا

کیونکہ حرص اور محبت دنیا کا گناہ ہم سے بھی صادر ہوا تھا۔

وَيُكَانُّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۶﴾

بے ایمان جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی

گو چند روز مزے لوٹ لیں مگر انجام پھرنا کامی ہے بس یقینی کامیابی اہل ایمان ہی کے لئے ہے۔

میں اشارہ ہے کہ گناہ پر ارادہ کرنا بھی گناہ ہے گو اس کے ارتکاب کا موقع نہ ملے۔
 رابطہ: اوپر رسالت اور توحید و قیامت کے مضامین دور سے چلے آ رہے ہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے بھی اگر رسالت محمدیہ کا ثابت کرنا مقصود مانا جاوے اور اس قصہ کو بھی مضمون رسالت کے متعلق کہا جائے تو گویا شروع سورت ہی سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے آگے خاتمہ میں نہایت بلاغت اور اختصار کے ساتھ ان ہی مضامین کو بطور خلاصہ کے مکرر فرماتے ہیں اور مضمون رسالت کے ساتھ آپ کی تسلی اور مضمون توحید کے ساتھ تمام عالم کے وجود کا فانی ہونا اور مضمون قیامت کے ساتھ جزا اور سزا ہونا مذکور ہے پس خاتمہ گویا تمام سورت کے مضامین کا اجمالی طور پر میزانِ کل ہے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے
 ان الذی فرض تا ترجعون جو مجموعی طور پر آپ کی نبوت کی دلیل ہے

لَرَأَدُكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ط

وہ آپ کو (آپ کے) اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچا دے گا

اور اس وقت آپ آزاد اور صاحبِ سلطنت ہوں گے اور ایسی حالت میں اگر دوسری جگہ قیام کے لئے تجویز کی جاتی ہے وہ مصلحت اور اختیار سے ہوتی ہے جس سے رنج نہیں ہوتا پس آپ کے مخالفین نے جو آپ کو پریشان کر کے ترک وطن پر مجبور کیا ہے جس کی اضطرابی مفارقت کا آپ کو صدمہ ہے تو آپ تسلی رکھیں یہ آیہ اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ ہجرت کر کے مدینہ کو چلے اور جحفہ پہنچ کر آپ کو مکہ کا جو آپ کا وطن تھا اشتیاق غالب ہوا وہاں بطور وعدہ کے یہ آیہ نازل ہوئی جس میں پیشینگوئی ہے کہ آپ مکہ میں پھر چین کے ساتھ داخل ہونگے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جس نے آپ کو نبی اور صاحبِ وحی بنایا ہے اور نبی سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً سچا ہوتا ہے کیونکہ وحی دلیل قطعی ہے وہ آپ سے یہ وعدہ کرتا ہے پس بالیقین ایسا ہو گا چنانچہ فتح مکہ کے دن نہایت خوبی و کامیابی کے ساتھ یہ وعدہ پورا ہوا اور اس پیشینگوئی کا واقع ہونا عقلاً آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

قُلْ رَبِّيَ أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ

آپ (ان سے) فرمادیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ (اللہ کی طرف

وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

سے) کون سچا دین لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں (بتلا) ہے

کفار مکہ آپ سے کہا کرتے تھے انک لفی ضلال کہ تم گمراہی میں ہو اس کی بابت ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود آپ کی نبوت ثابت ہونے کے جو یہ لوگ آپ کو غلطی پر اور اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں تو آپ ان سے فرمادیجئے کہ میرے حق پر ہونے اور تمہارے باطل پر ہونے کے لئے قطعی دلائل موجود ہیں مگر جب تم ان سے کام نہیں لیتے تو اخیر جواب یہی ہے کہ خیر خدا کو معلوم ہے وہ بتلا دے گا اور کفار آپ سے کہا کرتے تھے کہ اپنے آباؤ اجداد کا دین اختیار کر لیجئے اس کی بابت ارشاد ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ

اور آپ کو (اپنے نبی ہونے کے قبل) یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل

الْكِتَابَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ

کی جاوے گی مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا

پس آپ کی یہ دولت نبوت محض خدا داد ہے۔

فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ۝

سو آپ ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے

اور ان کی خرافات کی طرف توجہ نہ کیجئے اور جس طرح اب تک ان سے الگ تھلگ رہے ہمیشہ اسی طرح رہئے۔

وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَةِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ

اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکیں تو ایسا نہ ہونے پاوے (جیسا اب تک بھی

أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ سِرِّكَ وَلَا

نہیں ہونے پایا) کہ یہ لوگ آپ کو ان احکام سے روک دیں اور آپ (بدستور) اپنے

تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

رب (کے دین) کی طرف لوگوں کو بلاتے رہئے اور ان مشرکین میں شامل نہ ہو جائیے

اور جیسا کہ اب تک مشرکوں سے کوئی تعلق نہیں رہا اسی طرح ہمیشہ ایسے بے تعلق رہئے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

اور (جس طرح آپ شرک سے معصوم ہیں اسی طرح آئندہ بھی)

اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ پکارنا

یہ قیامت کا مضمون بھی ختم ہو گیا اور شاید رسالت کا مضمون ذرا زیادہ اس لئے بیان ہوا کہ اس کے ماننے سے بقیہ دونوں مسئلے آسانی مان لئے جاتے اس لئے اس کا زیادہ اہتمام ہوا ہو واللہ اعلم سورة العنکبوت مکیہ وھی تسع ایتہ کذا فی البیضاوی الا من اولها الی قوله لیعلمن المنافقین کذا فی الاتقان

رابطہ: اس سورۃ میں زیادہ تر ان امور کے متعلق احکام ہیں جو دین پر قائم رہنے سے مانع ہیں ایک مانع کفار کا مسلمانوں کو عملی و قولی ایذا پہنچانا تھا دوسرا مانع بعض کفار کا مسلمانوں پر زبانی جبر کرنا تھا۔ تیسرا مانع کفار کا مسلمانوں کو بہکانا تھا اور ان میں سے اکثر کفار کا مقصود مسلمانوں کو دین سے ہٹا دینا تھا اور یہی مضمون خاص عنوان سے سورت سابقہ کی اخیر آیت ولا یصدنک الخ میں مذکور ہوا ہے اس سے اس سورت کے شروع کا دوسری کے خاتمہ سے تعلق بھی ظاہر ہو گیا اور چوتھا مانع ہجرت سے تھا یعنی فکر رزق جس کو یا عبادی الذین امنوا الخ میں رفع کیا اور اس سارے مجموعہ کے درمیان میں مسائل توحید و نبوت کے مذکور ہیں جو کفار کی اس تمام مخالفت کا بڑا سبب تھا۔ پھر تسلی کے لئے جو بعض قصے پہلی امتوں کے مذکور ہوئے ہیں اور سب کے بعد والذین جاہدوا میں کفار کی ان ایذاؤں پر صبر کرنے والوں اور دین پر جبر رہنے والوں کو بڑی بشارت دے کر سورت ختم کی گئی اور چونکہ یہ مجاہدہ شروع کی آیت ومن جاہد میں بھی مذکور تھا اس سے سورت کی دونوں طرفیں بھی باہم متناسب ہو گئیں اور اگر اس پر نظر کی جائے کہ پہلی آیت مجاہدہ میں ہیبت کا اثر ہے اور اخیر کی آیت میں انس کا اثر ہے تو اس ترتیب سے تربیت کا جو لطف سمجھا جاتا ہے وہ وجد میں لانے والا ہے۔ واللہ اعلم بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں۔

(۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵)

سورۃ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اہتر ۶۹ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الْمَرْءُ أَحْسَبُ النَّاسِ أَنْ يُتْرَكَ أَنْ يَقُولُوا

التم (بعض مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاویں گے کہ ہم ایمان لے

يَقُولُوا أَمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

آئے اور ان کو (قسم قسم کے مصائب سے) آزمایا نہ جاوے گا

ان آیتوں میں کفار و مشرکین کو ان کی درخواستوں سے ناامید کرنا منظور ہے اور مقصود ان ہی کو سنانا ہے کہ تم جو حضور سے اپنے دین میں موافق ہونے کی درخواست کرتے ہو اس کی کامیابی کا کبھی احتمال نہیں مگر عادت ہے کہ جس پر زیادہ غصہ ہوا کرتا ہے اس سے بات نہیں کیا کرتے اپنے محبوب سے باتیں کر کے اس کو سنایا کرتے ہیں اسی لئے اس کلام کو اس عنوان سے شروع کیا کہ آپ کو خود بھی یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل ہوگی مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے یہ نزول ہوا تا کہ اشارہ ہو جائے کہ جو شخص خدا و طور پر خدا تعالیٰ کی رحمت سے نبوت کے ساتھ نوازا گیا ہو وہ کب کافروں کا موافق ہوگا اور خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل سے کیسے دور ہوگا جب وہ خود دوسروں کو حق کی طرف بلاتا ہے تو خود کیسے مشرک بن جاوے گا اور اس توجیہ کی تائید ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جو معاملہ میں ہے کہ یہ خطاب صرف ظاہر میں آپ کو ہے اور مقصود آپ نہیں ہیں یہاں تک رسالت کے متعلق مضمون قصداً تھا گو توحید کا ذکر بھی ضمناً آ گیا آگے توحید کا مضمون قصداً ذکر ہوتا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَفَّ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ

اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اس لئے کہ) سب چیزیں

إِلَّا وَجْهَهُ ط

فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے

پس معدوم ہو جانا قدیم نہ ہونے کی دلیل ہے اور قدیم نہ ہونے سے یہ لازم آیا کہ انکا وجود ہمیشہ ضروری نہیں اور معبود ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کا وجود ہمیشہ ضروری ہو اور شرط فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے پس اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہ ٹھہرا اور جن روایتوں میں جنت و دوزخ عرش و کرسی کا فنا نہ ہونا آیا ہے اگر وہ صحیح سند سے ثابت ہو جاویں تب بھی اس دلیل کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ فنا ذات و صفات دونوں کو شامل ہے اور صفات بجز ایک ذات منزہ کے سب کے بدلتے ہیں اس سے کوئی خالی نہیں اور جس کے صفات فنا ہو جائیں وہ حادث ہوتا ہے اور حادث کا وجود ہمیشہ ضروری نہیں ہوتا پس اب بھی استدلال نام رہا آگے قیامت کا مضمون ہے۔

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

اسی کی حکومت ہے (جس کا ظہور کامل قیامت میں ہوگا) اور اسی کے پاس (سب کو جانا ہے) پس اس کو ان کے کئے کی جزا دے گا

مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَجَلَ

جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو (اس کو تو ایسے ایسے حوادث سے پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور آنے والا

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(ہے) جس سے سارے غم غلط ہو جائیں گے اور وہ سب سنتا سب کچھ جانتا ہے

اس سے نہ کوئی بات مخفی ہے نہ کوئی فعل پس ملاقات کے وقت تمہاری سب طاعات کا صلہ دے کر سب غم دور کر دے گا۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط

اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لئے محنت کرتا ہے

إِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

(ورنہ) خدا تعالیٰ کو تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں

پس یاد رکھو کہ ہم جو تم کو مشقتیں برداشت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اس میں ظاہر ہے کہ ہماری کوئی منفعت نہیں اس میں بھی مشقتیں برداشت کرنے کی ترغیب ہے کیونکہ اپنے نفع پر متنبہ ہو جانے سے وہ کام زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ

اور (وہ نفع جو طاعت سے پہنچتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ

لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ہم ان کے گناہ ان سے دور کر دیں گے

جن میں سے بعضے گناہ جیسے کفر و شرک تو ایمان سے زائل ہو جاتے ہیں اور بعضے گناہ توبہ سے اور بعضے گناہ صرف اعمال حسنہ سے اور بعضے گناہ محض فضل سے معاف ہو جاویں گے اور کوئی گناہ بعد قدرے سزا کے پس گناہ دور کرنا سب کو شامل ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا

اور ان کو ان کے (ان اعمال (ایمان و اعمال صالحہ) کا (استحقاق سے)

يَعْمَلُونَ ۝

زیادہ اچھا بدلہ دیں گے

احسب الناس تا يعملون یعنی ایسا نہ ہوگا بلکہ اس قسم کے امتحانات بھی پیش آویں گے اور ان لوگوں سے مراد خاص خاص مومن ہیں جو اس وقت مصائب میں مبتلا تھے یا مطلق مسلمان مراد ہیں جس کے صحیح ہونے کے لئے بعض کا مبتلا ہونا کافی ہے۔ سب مسلمان مراد نہیں پس دونوں تقدیر پر شبہ نہ رہا کہ بعض مسلمانوں کو تو کچھ بھی تکلیف نہیں پیش آئی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور ہم تو (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزمائے ہیں

جو ان سے پہلے (مسلمان) ہو گزرے ہیں

یعنی اور امتوں کے مسلمانوں پر بھی یہ معاملے گزرے ہیں اور اس بات کے معلوم کرنے سے تسلی ہو سکتی ہے کہ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کے ساتھ مخالفت کرتے رہے ہیں۔

فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا

کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری علم سے) جان کر رہے گا جو (ایمان کے

وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝

دعویٰ میں) سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا

چنانچہ جو سچے اعتقاد سے مسلمان ہوتے ہیں وہ ان امتحانات میں ثابت قدم رہتے ہیں بلکہ اور زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں اور جو دفع الوقتی کے لئے مسلمان ہو جاتے ہیں وہ ایسے وقت میں اسلام کو چھوڑ بیٹھتے ہیں تو یہ ایک حکمت ہے امتحان کی کیونکہ گہال میل میں بہت سی مضرتیں ہوتی ہیں خاص کر ابتدائی حالت میں اور ظاہری علم کا مطلب شروع پارہ سبقتوں میں گزر چکا ہے یہ مضمون تو مسلمانوں کے متعلق ہوا آگے ان تکلیف دینے والے کفار کی بابت فرماتے ہیں۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ

ہاں کیا جو لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے

يَسْبِقُونَا ط سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

کہیں نکل بھاگیں گے ان کی یہ تجویز نہایت ہی بیہودہ ہے

یہ مضمون سنا کر مسلمانوں کی گونہ تسلی کر دی کہ انجام کار اہل باطل ہی ناکام ہوتے ہیں اور ان سے ان سب ایذاؤں کا بدلہ لیا جاوے گا آگے پھر مسلمانوں کی طرف روئے سخن ہے۔

کی اطاعت سے گناہ ہے۔ ربط: اوپر فرمایا تھا کہ ہم بچوں اور جھوٹوں کو جان کر رہیں گے پھر اس کی تفصیل میں بچوں کا ذکر فرمایا تھا آگے جھوٹوں کا ذکر ہے جو ذرا سی تکلیف سے گھبرا کر دین پر قائم نہیں رہتے اور اس کا نزول بعض خاص لوگوں کے بارے میں ہوا ہے جو ایمان لا کر مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے بعض روستا مکہ ان کو ہٹا کر لے گئے اور تکلیف پہنچائی تو وہ دین پر ثابت قدم نہ رہے ومن الناس قاتل المنفقین

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ

اور بعض آدمی ایسے ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو

فَاِذَا اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةً

راہ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا (عظیم)

النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ

سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب

جس سے آدمی بالکل ہی مجبور ہو جاتا ہے اور اس وقت جو کچھ زبان سے کہے گا وہ دل میں بھی ہوگا پس مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کے تکلیف دینے سے جو یہ کلمہ کفر کہتے ہیں اس میں بلا ضرورت دل کو بھی موافق کر لیتے ہیں اور بلا ضرورت اس لئے ہے کہ جبر کرنے والے کو دل کی تو خبر نہیں ہوتی وہ کوئی خدا تو نہیں جو دل کے بھید سے واقف ہو پھر دل سے کفر کرنے کی کیا وجہ اس لئے زبردستی کے وقت زبان سے کلمہ کفر کہنے کی تو شرعاً اجازت ہے دل سے اجازت نہیں اور ملامت اسی پر ہے کہ دل سے کیوں کفر کیا تھا اور کچھ طبیعت کے لوگ دل ہی سے پھر جاتے ہیں اس خیال سے کہ روزِ روز جھگڑے کون جھیلے لاؤ ان ہی میں شامل رہو۔

وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ

اور اگر (کبھی) کوئی مدد (مسلمانوں کی) آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچتی

اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ

ہے تو (اس وقت) کہتے ہیں کہ ہم تو (دین و عقیدے میں) تمہارے ساتھ تھے

یعنی اگر کبھی مثلاً جہاد ہو اس میں ایسے لوگ بھی ہاتھ آ جائیں تو وہ اس وقت کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے گویا بروقتی کے سبب سے بظاہر کفار کے ساتھ ہو گئے تھے خدا تعالیٰ اس پر رد فرماتے ہیں۔

اَوْ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ

کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں (یعنی ان کے

پس اتنی ترغیہوں کے بعد طاعات اور مجاہدہ پر قائم رہنے کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ ربط: کفار طرح طرح سے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی فکریں کرتے تھے بعض تکالیف پہنچاتے جس کا اوپر بیان تھا اور بعض دوسرے طریقوں سے مجبور کرتے چنانچہ سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ نے ان سے کہا کہ اللہ کا حکم ہے والدین کی اطاعت کا سو میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک تو اسلام کو نہ چھوڑے گا کھانا پانی نہ چکھوں گی اگرچہ میری جان نکل جائے اس پر اگلی آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ ایسی بات میں والدین کی اطاعت نہیں۔ ووصینا الانسان تامين الصالحين

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے

وَ اِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ

اور (اس کو ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے) کی کوئی

لَكَ بِهِ عِلْمٌ

(صحیح) دلیل تیرے پاس نہیں

اور ہر چیز ایسی ہی ہے بلکہ تمام اشیاء کے معبود نہ ہونے پر دلیل قائم ہیں۔

فَلَا تُطِعْهُمَا اِلٰى مَرْجِعِكُمْ فَاَنْبِئُكُمْ

تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۵ وَالَّذِينَ

تمہارے سب کام (نیک ہوں یا بد) جتنا دوں گا اور (تم میں) جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ

ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم ان کو نیک بندوں (کے

فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۶

درجہ) میں (کہ بہشت ہے) داخل کر دیں گے

اور اسی طرح برے اعمال پر ان کے مناسب سزا دیں گے پس جس نے ہماری اطاعت پر والدین کی اطاعت کو مقدم رکھا ہوگا وہ سزا پا دے گا اور جس نے اس کا الٹا کیا ہوگا نیک جزا پائے گا حاصل یہ ہوا کہ واقعہ مذکورہ میں ماں کی نافرمانی سے گناہ کا وسوسہ نہ کیا جاوے بلکہ اس صورت میں اس

الْعَالَمِينَ ۱۰ وَلِيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ

دل ہی میں ایمان نہ تھا) اور (یہ واقعات اس لئے ہوتے رہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ

أَمَنُوا وَلِيَعْلَمَنَّ الْمُنْفِقِينَ ۱۱

ایمان لانے والوں کو معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا

مقصود اس رو کرنے سے یہ نہیں کہ ان کا اسلام اب بھی مقبول نہ ہو بلکہ وہ جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ہمیشہ سے اسلام پر قائم ہیں اس کی تکذیب فرماتے ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں تو یہ مومن نہ رہے تھے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مومن تھے اس اعتبار سے ان کو آیت میں منافق فرمایا ہے واللہ اعلم ربط: اوپر کفار کی ایذا اور بعض دوسرے طریقوں کا ذکر تھا جس سے مسلمانوں کو دین سے ہٹانے کی وہ کوشش کرتے تھے ایک طریق کا آگے بیان ہے وہ یہ کہ کفار قریش نو مسلموں کو کہتے کہ اس دین میں تمام چیزیں جن کے تم عادی تھے حرام ہیں تم اس سے ہٹ جاؤ اگر قیامت ہوئی تو تمہارا گناہ ہمارے ذمہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وقال الذین تا یفترون۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم (دین میں) ہماری راہ

اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ ط

پر چلو اور (قیامت میں) تمہارے گناہ ہمارے ذمہ

یعنی کفر اور معاصی کا سب گناہ ہمارے ذمہ اور تم ہلکے پھلکے رہنا۔

وَمَا هُمْ بِحَمِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِّنْ

حالانکہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں

شَيْءٍ ط

لے سکتے

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک گنہگار کے گناہ دوسرے کے ذمہ اس طرح ہو جائیں کہ وہ بالکل ہلکا ہو جائے بلکہ اس کو اپنے گناہ کا عذاب ہوگا اور بہکانے والے کو اس کے اور اپنے دونوں کے گناہوں کا عذاب ہوگا چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے۔

إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۱۲ وَلِيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ

یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں اور (البتہ یہ ہوگا کہ) یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے

وَأَثْقَالَ مَعَ أَثْقَالِهِمْ ذ

ہوں گے اور اپنے (ان) گناہوں کے ساتھ (نئی) کچھ گناہ اور (بھی لادے ہوں گے)

یہ دوسرے گناہ وہ ہیں جن کے یہ لوگ دوسروں کے بہکانے کی وجہ سے ان کے گناہ کا سبب بنتے تھے مگر ان کا کہنا ماننے والے جب بھی سبکدوش نہ ہوں گے غرض دوسرے تو ہلکے نہ ہوئے البتہ اس بہکانے سے یہ اور زیادہ بھاری ہو گئے اگرچہ بہکانے کا اثر بھی نہ ہوا ہو کیونکہ ان کی طرف سے تو ارادہ پایا گیا تو ان کو بہکانے کا بھی گناہ ہوگا۔

ربط: اوپر کفار کی ایذاؤں اور منافقوں کا بیان تھا جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچتا تھا آگے تسلی کے لئے بعض پہلی امتوں کے قصے مذکور ہیں۔

وَلَيَسْأَلَنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا

اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے باز پرس

يَفْتَرُونَ ۱۳ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا

(اور پھر نوح) ضرور ہوگی اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف

إِلَى قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ

(تین ہزار سال) بھیجا سو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے اور قوم کو

إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ط فَأَخَذَهُمْ

سمجھاتے رہے) پھر (جب اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو) ان کو طوفان نے

الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۱۴

آدبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے

ولقد ارسلنا نوحا تا للعلمین

کہ اتنی مدت دراز کے سمجھانے سے بھی ان پر اثر نہ ہوا۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ

پھر (اس طوفان آنے کے بعد) ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو (اس طوفان سے)

وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۱۵

بچالیا اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لئے موجب عبرت بنایا

کیونکہ دوسروں کو تو اتر کے ساتھ یہ خبر پہنچی تو غور کر کے سمجھ سکتے ہیں کہ حق کی مخالفت کا کیا انجام ہے روح المعانی میں حاکم کی تصحیح سے حضرت ابن عباس

بتلاتے ہیں کہ وہ نقصان کا بھی مالک ہے۔

إِلَيْهِ تَرْجِعُونَ ﴿١٤﴾

اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے

اس وقت تم کو کفر پر سزا دے گا۔

وَإِنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّنْ

اور اگر تم لوگ جھوٹا کھوٹو (میرا کچھ نقصان نہیں کیونکہ) تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور پیغمبروں کا کچھ بھی

قَبْلَكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ

نقصان نہیں ہوا جیسا کہ یہ ہے (کہ پیغمبروں کے ذمہ تو صرف) بات کا)

الْمُبِينُ ﴿١٥﴾

صاف صاف طور پر پہنچا دینا ہے

منوانا پیغمبر کا کام نہیں پس سارے انبیاء تبلیغ کے بعد سبکدوش ہو گئے اسی طرح میں بھی پس ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا البتہ ماننا تمہارے ذمہ تھا اس کے چھوڑنے سے تمہارا نقصان ضرور ہوا یہاں تک تو ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہوا اور کئی آیتوں کے بعد ان کی قوم کا جواب مذکور ہے اور درمیان میں اولہم یروا سے عذاب الیم تک کفار عرب کی طرف قیامت اور جزا و سزا کے مضمون کے متعلق اس مناسبت سے روئے سخن ہے کہ وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کرنے میں قوم ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے اس لئے ان کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھو ابراہیم علیہ السلام کی یہ تعلیم تھی جس میں قیامت کا بھی ذکر ہے جس پر الیہ ترجعون دلالت کرتا ہے پھر تم ان کی اولاد ہو کر قیامت کے کیوں منکر ہو اور اگر اب بھی اس میں شک و شبہ ہو تو اگلا مضمون سنو اس تقریر سے اگلی آیتوں کا رابطہ ظاہر ہو گیا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ

کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى

ہے (کہ عدم محض سے وجود میں لاتا ہے) پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کر دے

اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٦﴾

گاہی اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان ہے

سے نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو چالیس برس میں نبوت ملی اور ساڑھے نو سو برس وعظ فرمایا پھر طوفان کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے اور سو اس حساب سے ان کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی واللہ اعلم و ابراہیم تا المبین

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ

اور ہم نے ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے (جو)

وَاتَّقَوْهُ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے

تَعْلَمُونَ ﴿١٧﴾

لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو

تو خدا سے ڈر کر طریقہ شرک کو جو بالکل برا ہے چھوڑ دو

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ

تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو

جو ہر طرح عاجز اور ناکارہ ہیں۔

أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ط

اور (اس کے متعلق) جھوٹی باتیں تراشتے ہو

کہ ان سے ہماری روزی اور روزگار کے احکام چلتے ہیں اور یہ محض جھوٹ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ

تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے

اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا

کا اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے

عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ

تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو

کیونکہ رزق کا مالک وہی ہے اسی سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو۔

وَأَشْكُرُوا لَهُ ط

اور اسی کا شکر کرو

کیونکہ پچھلا رزق بھی اسی کا دیا ہوا ہے پس ایک سبب تو خدا کی عبادت واجب ہونے کا یہ ہے کہ وہ نفع کا مالک ہے آگے دوسرا سبب

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ

اور تم نہ زمین میں (چھپ کر خدا کو) ہرا سکتے ہو اور نہ

وَلَا فِي السَّمَاءِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ

آسمان میں (اڑ کر) اور خدا کے سوا نہ تمہارا

اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٌ ۝

کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار

پس نہ اپنی تدبیر سے بچ سکو گے نہ دوسرے کی حمایت سے اور اوپر جو قاعدہ کلیہ بتلایا تھا کہ جس کو ہم چاہیں گے عذاب دیں گے آگے اس کا مصداق بتلاتے ہیں کہ وہ عذاب کے مستحق کون لوگ ہیں ربط: آگے پھر ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔ فما كان تالمن الصالحين.

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ

اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی آیتوں کے اور (بالخصوص) اس کے سامنے جانے کے

أُولَئِكَ يَدْعُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَئِكَ

منکر ہیں وہ لوگ (قیامت میں) میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

جن کو عذاب دردناک ہوگا سو (ابراہیم کی اس تقریر و لہجہ کے بعد) ان کی قوم

جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ

کا (آخری) جواب بس یہ تھا کہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو یا تو قتل کر ڈالو

أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۝

یا ان کو جلا دو (چنانچہ جلانے کا سامان کیا) سو اللہ نے ان کو اس آگ سے بچالیا

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

بیشک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں

یعنی یہ واقعہ چند باتوں کی دلیل ہے اللہ کا قادر ہونا ابراہیم علیہ السلام کا نبی ہونا کفر و شرک کا باطل ہونا۔ پس ایک ہی دلیل سے چونکہ چند باتیں مفہوم ہو گئیں اس لئے وہ بجائے کئی دلیلوں کے ہے۔

اولم یروا تا عذاب الیم بلکہ ظاہر نظر میں دوبارہ پیدا کرنا پہلی پیدائش سے بھی زیادہ سہل ہے گو حق تعالیٰ کی قدرت کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں البتہ لوگ پہلی بار کا تواتر کرتے تھے اور دوسری بار پیدا کرنا اس کی مثل ہے اس دلیل سے اس کا بھی قدرت کے تحت میں ہونا معلوم ہو گیا۔ اور زیادہ اہتمام کے لئے پھر یہی مضمون کسی قدر عنوان بدل کر سنانے کا حکم فرماتے ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا

آپ (ان لوگوں سے) کہیے کہ تم لوگ ملک میں

كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ

چلو پھرو اور دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کس طور

النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

پر اول بار پیدا کیا ہے پھر اللہ کچھلی بار بھی پیدا کرے گا

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اد پر کی آیت میں پہلی پیدائش کے عقلی علم سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال کیا تھا اور اس آیت میں اس کے حسی علم سے دوبارہ پیدا کرنے پر دلیل بیان کی جس میں اول سے ترقی ہے کہ اس دعویٰ پر صرف عقلی ہی دلیل نہیں حسی دلیل بھی ہے اور چونکہ فکر کرنے کے لئے ایک چیز کا مشاہدہ کافی ہے اور نظر دوڑانے کے لئے اشیاء کثیرہ کا مشاہدہ ضرور ہے۔ اس لئے فانظروا کے ساتھ سیروا فی الارض بھی آیا کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو یہ تو قیامت کا ثابت کرنا تھا آگے جزا و سزا کا بیان ہے۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ

جس کو چاہے عذاب دے گا (یعنی جو اس کا مستحق ہوگا) اور جس پر چاہے رحمت

يَشَاءُ ۝ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ ۝

فرمادے گا (یعنی جو اس کا اہل ہوگا) اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے

کسی اور کے پاس نہ جاؤ گے تو اس عذاب و رحمت میں کسی دوسرے کا دخل نہ ہوگا آگے بتلاتے ہیں کہ اس کے عذاب سے بچنے کی کوئی تدبیر اس کی اطاعت کے سوا تم نہیں کر سکتے۔

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ

اور ابراہیم (علیہ السلام) نے (عظ میں یہ بھی) فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ

أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ

کرتوں کو (معبود) تجویز کر رکھا ہے بس یہ تمہارے باہمی دنیا کے تعلقات

الدُّنْيَا

کی وجہ سے ہے

چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اکثر آدمی اپنے علاقہ اور دوستی اور رشتہ داروں کے طریق پر رہتا ہے یا تو اس وجہ سے حق میں غور ہی نہیں کرتا اور یا سمجھ کر بھی ڈرتا ہے کہ یہ سب چھٹ جاویں گے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم

پھر قیامت میں (تمہارا یہ حال ہو گا کہ) تم میں ایک دوسرے

بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا

کا مخالف ہو جاوے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا

چنانچہ سورہ اعراف میں ہے لعنت اختہا کہ ہر جماعت دوسری کو لعنت کرے گی اور سورہ سباء میں ہے يرجع بعضهم الى بعض القول کہ ایک دوسرے کے ذمہ بات رکھیں گے اور سورہ بقرہ میں ہے اذتبرا الذين اتبعوا کہ سردار کمزور لوگوں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے۔

وَمَا أُولَئِكَ إِلَّا نَارٌ وَمَا لَكُم مِّن نَّصِيرِينَ ۝۲۵

اور (اگر تم اس بات پرستی سے باز نہ آئے تو) تمہارا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہو گا سو (اتنے وعظ دلپذیر کو بھی ان کی قوم نے نہ مانا اور)

فَأَمِّنْ لَهُ يُوْطَأُ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ

صرف لوط (علیہ السلام) نے ان کی تصدیق فرمائی اور ابراہیم نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی (بتلائی ہوئی جگہ کی) طرف ترک

إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۲۶

وطن کر کے چلا جاؤں گا بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے

وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھ کو ہجرت کا ثمرہ دے گا۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا

اور ہم نے (ہجرت کے بعد) ان کو اسحاق (یہنا) اور یعقوب (پوتا) عنایت

فِي ذُرِّيَّتِهِ النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ

فرمایا اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب (کے سلسلہ) کو قائم رکھا اور

أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ

ہم نے ان کا صلہ ان کو دنیا میں بھی دیا اور آخرت میں بھی (بڑے درجہ کے)

لِّمَنِ الصُّلِحِينَ ۝۲۷

نیک بندوں میں ہوں گے

اس صلہ سے مراد قبولیت اور قرب ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ میں مقبول و مقرب ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ النَّحْثَ وَلَوْ طَأَّتْ يَعْقلُونَ

وَلَوْ طَأَّتْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا

الْفَاحِشَةَ ۖ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا

أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝۲۸ أَيْتَكُمْ لَتَأْتُونَ

جہان والوں میں نہیں کیا کیا تم مردوں سے فعل کرتے ہو (وہ بے حیائی

الرِّجَالِ

کا کام یہی ہے)

اور اسکے علاوہ دوسری نامعلوم حرکتیں بھی کرتے تھے جس کا آگے بیان ہے۔

وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۚ وَتَأْتُونَ فِي

اور تم ڈاکے ڈالتے ہو اور (غضب یہ ہے کہ) اپنی بھری

نَادِيَكُمْ الْمُنْكَرَ ط

مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو

اور گناہ کھلم کھلا کر ناپہلو ایک گناہ اور عقلاً بہت ہی قبیح ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ

سوان کی قوم کا (آخری) جواب بس یہ تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر

قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ

تم (اس بات میں) سچے ہو (کہ یہ افعال موجب عذاب ہیں) لوط

مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي

(علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو ان مفسد

عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِدِينَ ﴿۳۰﴾

لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے

چنانچہ ان کی دعا قبول ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عذاب کی خبر دینے کے لئے فرشتے مقرر فرمائے اور دوسرا کام ان فرشتوں کو یہ بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دیں چنانچہ وہ پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ

اور ہمارے (وہ) بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو (انشاء گفتگو میں)

اور اس گفتگو کا مفصل بیان دوسری جگہ ہے قال فما خطبکم ایہا المرسلون الخ۔

قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ

ان فرشتوں نے (ابراہیم سے) کہا کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں جس میں لوط علیہ السلام رہتے ہیں۔

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ إِنَّ

(کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں ابراہیم نے فرمایا کہ وہاں تو

فِيهَا لُوطٌ

لوط (علیہ السلام) بھی موجود ہیں

وہاں عذاب نہ بھیجا جائے کہ ان کو گزند پہنچے گا۔

قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا وَفَقَّ

فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے) ہیں ہم کو سب معلوم ہیں ہم ان کو اور

لَنُنَجِّيَنَّهُ

ان کے خاص متعلقین کو بچالیں گے

یعنی ان کے خاندان والوں کو اور جو مومن ہوں ان کو اس عذاب سے بچالیں گے اس طرح سے کہ عذاب آنے سے پہلے ان کو بستی سے نکل جانے کی ہدایت کر دیں گے۔

وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ فَبَكَتْ مِنَ

بجز ان کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں

الْغَابِرِينَ ﴿۳۲﴾

میں سے ہوگی

اور اس کا ذکر سورہ ہود اور سورہ حجر میں گزر چکا۔

وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئًا بِهِمْ

(یہ گفتگو ابراہیم سے ہوئی) اور (پھر وہاں سے فارغ ہو کر) جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے تو لوط (علیہ السلام) ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوئے

اس لئے کہ وہ بہت حسین جوانوں کی شکل میں آئے تھے اور لوط علیہ السلام نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال آیا۔

وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ

اور ان کے سبب تنگدل ہوئے اور (فرشتوں نے جو یہ حال دیکھا تو) وہ

وَلَا تَحْزَنْ قَفْ

فرشتے کہنے لگے (کسی بات کا) آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں ہم آدمی نہیں عذاب کے فرشتے ہیں۔

إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ

ہم آپ کو اور آپ کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز آپ کی بی بی کے کہ وہ

مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ

عذاب میں رہ جانے والوں میں ہوگی (اور آپ کو مع متعلقین اس سے بچا

أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ

کر) ہم اس بستی کے (بقیہ) باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں

وَعَادًا وَثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ

اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی (ان کے عناد و خلاف کی وجہ سے) ہلاک کیا اور یہ

مَسْكِينِهِمْ

ہلاک ہونا تم کو ان کے رہنے کے مقامات سے نظر آ رہا ہے

کما آثار ویرانی ویرادی کے ان سے نمایاں ہیں اور یہ مقامات شام کو جاتے ہوئے ملتے تھے۔

وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْبَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

(اور حالت ان کی یہ تھی کہ) شیطان نے ان کے اعمال (بد) کو ان کی نظر میں مستحسن کر رکھا

عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ۝۳۸

تھا اور (اس ذریعہ سے) ان کو راہ (حق) سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ (دیے) ہشیار تھے

یعنی مجنون و بے وقوف نہ تھے مگر اس جگہ انہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لیا۔

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنُ وَهَامَانَ وَلَقَدْ

اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ان کے کفر کے سبب) ہلاک کیا

جَاءَهُمْ مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا

اور ان (تینوں) کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کھلی دلیلیں (حق کی) لے کر

فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ۝۳۹

آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور (ہمارے عذاب سے)

فَكَلَّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا

بھاگ نہ سکے تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو ان

عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ

میں سے بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں بعضوں کو ہولناک

الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۚ

آواز نے آدبا یا اور ان میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا

مراد اس سے قارون ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَقْنَا ۚ

اور ان میں بعضوں کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۴۰

کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں

چنانچہ وہ بستی الٹی گئی اور غیبی پتھروں سے سنگ باری کی گئی۔

وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِثْقَالَ عِلَّةٍ لِّقَوْمٍ

اور ہم نے اس بستی کے کچھ ظاہر نشان (اب تک) رہنے دیئے ہیں ان لوگوں

يَعْقِلُونَ ۝۴۱

(کی عبرت) کے لئے جو عقل رکھتے ہیں

چنانچہ اہل مکہ سفر شام میں ان ویران مکانات کو دیکھتے تھے اور جو اہل عقل تھے

وہ منفع بھی ہوتے تھے کہ ذکر ایمان لے آتے تھے۔ والی صلین تا جہمین

وَالِی مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ

اور مدین والوں کے پاس ہم نے ان (کی برادری) کے بھائی شعیب (علیہ السلام)

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا

کو پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم

الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ

اللہ کی عبادت کرو (اور شرک چھوڑ دو) اور قیامت سے

مُفْسِدِينَ ۝۴۲

ڈرو اور سرزمین میں فساد مت پھیلاؤ

یعنی قیامت کا انکار چھوڑ دو اور حقوق اللہ و حقوق العباد کو ضائع مت

کرو جیسا کہ کفر و شرک کے ساتھ کم ناپنے تو لے کے بھی وہ عادی تھے اور

اس کا فساد ہونا ظاہر ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ۚ

سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا پس زلزلہ نے ان کو آ پکڑا

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَّةٍ ۚ

پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے

سورۃ اعراف و سورۃ ہود میں یہ قصہ مع ضروری فوائد گزر چکا ہے

وعاداً و ثمود تا یظلمون۔

مراد اس سے فرعون و ہامان ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ

اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا

یعنی بلا وجہ سزا دینا جو ظاہر اِمشابہ ظلم کے ہے گو واقع میں بوجہ اپنے ملک میں تصرف کرنے کے یہ بھی ظلم نہ ہوتا۔

وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

لیکن یہی لوگ (شرارتیں کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے

کہ اپنے کو مستحق تعذیب بنایا اور غارت ہوئے تو اپنا ضرر خود کیا۔

رابطہ: شروع سورت سے کفار کے مسلمانوں کو تکلیف دینے کا مضمون یہاں تک چلا آیا ہے آگے تو حید و نبوت کی تحقیق ہے جو اس تکلیف دینے کی بنا تھی اور اس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایذا رسانی ناحق تھی مثل الذین تا للمومنین۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ

جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں

أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۖ اتَّخَذَتْ

ان لوگوں کی مثال مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا

بَيْتًا ۚ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ

اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا

الْعَنْكَبُوتِ ۚ

مکڑی کا گھر ہوتا ہے

پس جیسا کہ اس مکڑی نے اپنے خیال میں ایک پناہ اپنے واسطے بنائی ہے مگر واقع میں وہ پناہ غایت درجہ کمزور ہونے کی وجہ سے بالکل کالعدم ہے اسی طرح یہ مشرک اپنے باطل معبودوں کو اپنے گمان میں اپنی پناہ سمجھتے ہیں مگر واقع میں وہ پناہ کچھ بھی نہیں۔

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اگر وہ (حقیقت حال کو) جانتے تو ایسا نہ کرتے اللہ تعالیٰ (تو) ان سب چیزوں (کی حقیقت اور ضعف) کو جانتا ہے

اگر وہ نہ جانیں تو کیا ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج رہے ہیں (پس وہ چیزیں تو نہایت

مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ضعیف ہیں) اور وہ (اللہ تعالیٰ) زبردست حکمت والا ہے

جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی علمی اور عملی دونوں قوتیں کامل ہیں۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

اور ہم ان (قرآنی) مثالوں کو لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں

کیونکہ ہم ان چیزوں کی حقیقت کو جانتے ہیں جن میں سے ایک مثال اس مکان پر مذکور ہوئی۔

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ

اور ان مثالوں کو بس علم والے لوگ ہی سمجھتے ہیں

یعنی ان مثالوں سے چاہئے تھا کہ ان لوگوں کا جہل علم سے بدل جاتا مگر ان کو وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں خواہ اسی وقت علم والے ہوں یا آئندہ ہو جائیں۔ حاصل یہ کہ علم اور حق کے طالب ہوں اور یہ لوگ طالب بھی نہیں اس لئے جہل میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان کے جہل ہونے سے حق حق ہی رہے گا غلط نہ ہو جائے گا پس خدا کے سوا کسی کا مستحق عبادت نہ ہونا تو ثابت ہوا آگے حق تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل ہے۔

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے ایمان

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

والوں کے لئے اس میں (اس کے) استحقاق عبادت کی (بڑی دلیل ہے

الحمد لله بیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي

اور تم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کرو

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہے تو اسے مسلمانوں رسالت کا انکار کرنے والے جو اہل کتاب ہیں ہم ان سے گفتگو کا طریقہ تم کو بتلاتے ہیں اور اہل کتاب کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اول تو وہ بوجہ اہل علم ہونے کے بات کو سنتے ہیں اور مشرکین تو بات سننے سے پہلے ہی تکلیف پہنچانے کے درپے ہو جاتے تھے۔ دوسرے اہل علم کے ایمان لے آنے سے عام لوگوں کے ایمان لانے کی زیادہ توقع ہو سکتی ہے اور وہ طریقہ یہی ہے کہ ان سے تہذیب کے ساتھ گفتگو کرو

هِيَ أَحْسَنُ صِلَٰةٍ

ہاں جو ان میں زیادتی کریں

تو ان کو جواب ترکی بہ ترکی دینے کا مضائقہ نہیں اگرچہ جب بھی مناسب تو یہی ہے تہذیب کا لحاظ رکھو اور مباحثہ میں تہذیب کا حکم مشرکین کے ساتھ بھی سورہ نحل کے آخر میں آیا ہے اور یہاں پر اہل کتاب کی خصوصیت کی وجہ اور پرند کور ہو چکی ہے آگے اس مہذب طریقہ کا بیان ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي

اور یوں کہو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم

أُنْزِلَ إِلَيْنَا

پر نازل ہوئی

کیونکہ ایمان کا دار و مدار اس پر ہے کہ وہ کتاب اللہ کی طرف نازل ہوئی ہو پس جب ہماری کتاب کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا تمہاری کتابوں سے بھی ثابت ہے پھر تم کو قرآن پر بھی ایمان لانا چاہئے

وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْهِنَّا وَالْهَکْمُ وَاحِدٌ

اور ان کتابوں پر بھی جو تم پر نازل ہوئیں (اور یہ تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ)

ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے

جیسا کہ الی کلمۃ سواء بیننا الخ میں اس کا بیان ہوا ہے تو جب توحید پر سب کا اتفاق ہے اور علماء اور راہبوں کی اطاعت سے نبی پر ایمان لانا توحید کے خلاف ہے تو تم کو ہمارے نبی پر ایمان لانا چاہیے اور اس گفتگو کے ساتھ اپنا مسلمان ہونا بھی بتلا دو

رابطہ: اور توحید کا ذکر تھا جس کے ربط کی وجہ اور پر بیان ہو چکی آگے نبوت کا ذکر ہے کہ پہلے آپ کو زبانی تبلیغ کا حکم ہے پھر عملی تبلیغ کا حکم ہے اس کے بعد اعمال کی فضیلت کا بیان ہے۔ اتل ما اوحی تا تصنعون

أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کو پڑھا کیجئے

یعنی لوگوں کو پڑھ کر سنایا کیجئے اور زبانی تبلیغ کے ساتھ دین کے کاموں کو کر کے بھی دکھائیے۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ

اور نماز کی پابندی رکھیے

تاکہ اور لوگ عمل میں اتباع کریں اسی اتباع کی رغبت دلانے کے لئے نماز کی فضیلت سنائی جاتی ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

بیشک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے

یعنی نماز کی صورت یہ کہتی ہے کہ جس معبود کی تو اتنی تعظیم کرتا ہے بے حیائی کے کاموں کے ارتکاب سے اس کی بے تعظیسی بہت ہی نازیبا ہے۔

وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے

یعنی نماز کے علاوہ بھی جتنے نیک کام ہیں سب پابندی کے قابل ہیں کیونکہ سب میں زبان سے یا فعل سے خدا کی یاد ہوتی ہے اور خدا کی یاد بڑی فضیلت کی چیز ہے اس لئے بڑی پابندی کے قابل ہے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۲۵﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے

جیسا کام کرو گے ویسا بدلہ ملے گا نیک کا نیک اور برے کا برا اس میں ترغیب کے بعد دھمکی کا مضمون بھی عام عنوان سے سنا دیا۔ ربط ولا تجادلوا سے قل کفی باللہ تک رسالت کے انکار کرنے والوں سے کلام ہے۔ پہلے اہل کتاب سے پھر دوسروں سے پھر یستعجلونک سے بعض منکروں کے شبہ کا جواب ہے ولا تجادلوا تا الا الکفرون

پھر بھی نبوت کے لئے کافی دلیل تھا لیکن اب تو اتنا منشا بھی شبہ کرنے کے واسطے نہیں اس لئے اس کتاب میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ

بلکہ یہ کتاب خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں

یعنی اگرچہ یہ ایک کتاب ہے لیکن چونکہ اس کا ہر حصہ معجزہ ہے اور حصے بہت ہیں اس لئے وہ تنہا گویا بہت سی دلیلیں ہیں۔

فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

ان لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے

اہل علم سے مراد مومنین ہیں اور یہ صفت قرآن کی مدح کے لئے بڑھائی کہ وہ مسلمانوں کے ذہن میں قوت حافظہ سے محفوظ ہے اس کی حفاظت لکھنے پر موقوف نہیں اور یہ بات فی نفسہ بہت عجیب ہے دوسرے اس سے پہلی کتابوں کی پیشین گوئی سچی ہو گئی انا جلیلہم فی صدور ہم پہلی کتابوں میں امت محمدیہ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی یعنی وہ اپنی کتاب کے حافظہ ہوا کریں گے چنانچہ اس کا ظہور اچھی طرح ہو گیا کہ ہر زمانہ میں ہزاروں مسلمان قرآن کے حافظہ موجود رہتے ہیں خاص تیسرے اس کتاب کا قوت حافظہ میں محفوظ رہنا خود اس کے لئے تبدل و تغیر اور تحریف سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اس صفت کا قابل مدح ہونا ظاہر ہے۔

وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ

اور ہماری آیتوں سے بس ضدی لوگ انکار کئے جاتے ہیں

ورنہ منصف کو تو ذرا شبہ نہیں رہنا چاہئے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کے پاس سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں

یعنی باوجود معجزہ قرآن عطا ہونے کے محض سرکشی اور عناد سے یوں کہتے ہیں کہ ہماری فرمائش کے موافق معجزے کیوں نہیں نازل ہوتے۔

قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ

آپ یوں کہہ دیجئے کہ وہ نشانیاں تو خدا کے قبضہ میں ہیں اور میں تو صرف

مُبَشِّرٌ

ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

اور ہم تو اس کی اطاعت کرتے ہیں

اس میں عقائد و اعمال سب آگئے یعنی اسی طرح تم کو کرنا چاہیے جیسا کہ پہلے ارشاد فرمایا فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

اور اسی طرح ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی

جیسا کہ پہلے انبیاء پر نازل کیں اور اسی وجہ سے مہذب گفتگو کی تعلیم کی گئی۔

فَالَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يُوْمِنُونَ بِهِ

سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب (کی نافع سمجھ) دی ہے وہ اس (آپ والی) کتاب پر ایمان لے آتے ہیں

اور ان سے مباحثہ کی نوبت بہت کم آتی ہے۔

وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ

اور ان (اہل عرب مشرک) لوگوں میں بھی بعض ایسے (منصف) ہیں کہ اس کتاب پر ایمان

بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ وَمَا كُنْتَ تَشْهَدُ

لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے بجز (ضدی) کافروں کے اور کوئی منکر نہیں ہوتا اور آپ اس

مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطئه بَيِّنَاتٍ

کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے

خواہ خود سمجھ کر یا اہل علم کے ایمان کو دیکھ کر و ما کنت تتلوا تا هم الخسرون او پر مباحثہ کی تقریر نقلی دلیل سے کی تھی جس میں خاص اہل علم کو خطاب تھا اب عقلی دلیل بیان کرتے ہیں جس میں سب کو عام طور پر خطاب ہے یعنی جو لوگ آپ کی نبوت کے منکر ہیں ان کے پاس کوئی منشا بھی تو شبہ کرنے کا نہیں۔

إِذَا لَارْتَابَ الْبَاطِلُونَ

کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے

یعنی اگر آپ لکھے پڑھے ہوتے اس وقت تو شبہ کرنے کا کچھ منشاء بھی ہوتا کہ یہ لکھے پڑھے آدمی ہیں آسمانی کتابیں دیکھ کر ان کی مدد سے مضامین سوچ کر فرصت میں بیٹھ کر لکھ لئے اور ہم کو یاد کر کے سنا دیئے ہوں گے اگرچہ جب بھی یہ شبہ کرنے والے غلطی پر ہوتے کیونکہ قرآن کا اعجاز

وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۳﴾

آچکا ہوتا اور وہ عذاب ان پر دفعۃً آ پینچے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی

یعنی اپنے وقت پر وہ عذاب اچانک آ جائے گا آگے ان لوگوں کی جہالت اور بے وقوفی ظاہر کرنے کے لئے ان کے تقاضے کو دوبارہ بیان کر کے اس میعاد خاص کا اور عذاب کا پتہ بتلاتے ہیں

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ

یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جہنم

لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ

ان کافروں کو گھیر لے گا جس دن کہ ان پر عذاب

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ

ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے گھیر لے گا اور حق تعالیٰ فرما دے گا

ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۵﴾

کہ جو کچھ کرتے رہے ہو (اب اس کا مزہ) چکھو

پس وہ عذاب جہنم کا عذاب اور وہ میعاد قیامت کا دن ہے اور قیامت کے عذاب کا اچانک آنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ قبر میں گو عذاب کا مشاہدہ ہوگا لیکن قیامت کا عذاب اس سے بھی سخت ہوگا اس کا مشاہدہ نہیں ہوا تھا اس لئے اس کا آنا اچانک ہی ہوگا۔ ربط اوپر شروع سورۃ میں مسلمانوں کے ساتھ کفار کی عداوت کا ذکر تھا اور اوپر کی آیتوں میں بھی توحید و رسالت کے انکار کے علاوہ ان کی عداوت کا حال معلوم ہو چکا ہے اور چونکہ یہ عداوت احکام الہی کے ادا کرنے سے مانع ہوتی ہے اس لئے ایسی صورت میں اکثر وطن چھوڑنے یعنی ہجرت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آگے ہجرت کا حکم فرماتے ہیں اور چونکہ ہجرت میں کبھی عزیزوں اور وطن کے چھوٹنے کا خیال اور فقر و فاقہ کا اندیشہ مانع ہوتا ہے اس لئے ان موانع کو بھی باطل فرماتے ہیں اور ساتھ ساتھ صبر و توکل وغیرہ کی ترغیب فرماتے ہیں۔ یعبادی الذین تا العلیم

يَعْبَادِي

اے میرے ایماندار بندو

جب یہ لوگ دشمنی اور عداوت سے تم کو ایمان لاتے اور احکام خداوندی بجالانے پر تکلیفیں پہنچاتے ہیں تو یہاں رہنا کیا ضرور اگر یہاں عبادت نہیں کر سکتے تو اور کہیں چلے جاؤ۔

یعنی فرمائی معجزات میرے اختیار میں نہیں ہیں تو صرف رسول ہوں اور اپنے رسول ہونے پر قطعی اور صحیح دلیلیں رکھتا ہوں جن میں سب سے بڑی دلیل قرآن ہے پھر خاص دلیل کی کیا ضرورت ہے خصوصاً جب کہ فرمائی معجزات کے واقع نہ ہونے میں حکمت بھی ہے۔ آگے قرآن کا بڑی دلیل ہونا بتلاتے ہیں۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ

کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل

عَلَيْهِمْ ط

فرمائی ہے جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے

کہ اگر ایک بار سننے سے اس کا معجزہ ہونا ظاہر نہ ہوا تو دوسری بار میں ہو جائے یا اس کے بعد ہو جائے اور دوسرے معجزات میں تو یہ بات بھی نہ ہوتی کیونکہ وہ ہمیشہ باقی نہ رہتے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ معجزہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ

بلاشبہ اس کتاب میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے

يُؤْمِنُونَ ﴿۵۶﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

بڑی رحمت اور نصیحت ہے آپ یہ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے

شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے اس کو سب چیز کی خبر ہے جو آسمانوں میں ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللّٰهِ لَا

اور زمین میں ہے اور جو لوگ جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کے

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۵۷﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ

مکر ہیں تو وہ لوگ بڑے زیاں کار ہیں اور یہ لوگ آپ سے

بِالْعَذَابِ ط

عذاب کا تقاضا کرتے ہیں

اور عذاب نہ آنے سے آپ کی ثبوت پر شبہ کرتے ہیں

وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ط

اور اگر (علم الہی میں عذاب آنے کی) میعاد معین نہ ہوتی تو ان پر عذاب

الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّايَ

میری زمین فراخ ہے سو خالص

قَاعِدُونَ ﴿۵۶﴾

میری ہی عبادت کرو

اور یہاں چونکہ اہل شرک کا زور ہے تو ایسی عبادت جو خالص خدا کے لئے ہو اور شرک سے پاک ہو یہاں رہ کر مشکل ہے اس لئے ہجرت کرنا ضروری ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ قَفْ

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے

یعنی اگر تم کو ہجرت میں احباب اور وطن کا چھوڑنا دشوار ہو تو یہ سمجھ لو کہ ایک نہ ایک روز تو ایسا ہونا ہی ہے مرتے وقت آخر کبھی چھوٹیں گے۔

ثُمَّ إِلَيْنَا تَرْجِعُونَ ﴿۵۷﴾

پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے

اور نافرمان ہو کر آنے میں سزا کا خوف ہے اور یہ مفارقت اگر ہماری رضا مندی کے واسطے ہو تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہمارے پاس پہنچنے کے بعد تم بڑے ثواب کے مستحق ہو گے آگے اس وعدہ کا ذکر ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے

اور اچھے عمل کرنا بعض دفعہ ہجرت پر موقوف ہوتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایسے وقت میں ہجرت بھی کریں

لَنُبَوِّئَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ

ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں

تَحْتَهَا إِلَّا نُهَرُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعَمَ أَجْرٍ

چلتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کام کرنے

الْعَمِلِينَ ﴿۵۸﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ

والوں کا کیا اچھا اجر ہے جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر

يَتَوَكَّلُونَ ﴿۵۹﴾

توکل کیا کرتے تھے

یعنی جو مصیبتیں پیش آئیں ان پر صبر کیا اور جن تکلیفوں کے پیش آنے کا اندیشہ ہوا جیسے رزق وغیرہ کی کمی کا اندیشہ تو ان میں خدا پر بھروسہ کیا

وَكَايِنَ مَنْ ذَا بَنَةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا فِ

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو

اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ﴿۶۰﴾

(مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی

یعنی اگر ہجرت میں تم کو یہ وسوسہ ہو کہ پردیس میں کھانے کو کہاں سے ملے گا تو یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ جانوروں کو بھی روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی روزی پہنچائے گا خواہ تم کہیں ہو پس ایسا وسوسہ مت لاؤ بلکہ دل قوی کر کے اللہ پر بھروسہ رکھو۔

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶۱﴾

اور وہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے

وَلَيْنِ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لِيَقُولَنَّ اللَّهُ ج

اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے

فَإِنِّي يُوفِّكَوْنَ ﴿۶۲﴾

پھر کہہ کر اٹھ چلے جا رہے ہیں

ای طرح وہ سب صفات میں کامل ہے اور جویا کامل ہو وہ ضرور بھروسہ کے قابل ہے

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور

وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۶۳﴾

جس کیلئے چاہے تنگ کر دیتا ہے بیشک اللہ ہی سب کے حال سے واقف ہے

جیسی مصلحت دیکھتا ہے ویسی ہی روزی دیتا ہے غرض جیسا کہ اللہ ہی خالق ہے وہی رازق بھی ہے پس روزی مانگنے میں بھی شرک کرنا بے ہودہ ٹھہرا۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ

پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ

اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں

کہ اگر خدا ہم کو اس مصیبت سے نجات دے تو ہم موحد ہو جائیں گے جس سے معبود کے ایک ہونے پر اور بھی حجت پوری ہو جاتی ہے۔

فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝۹۵

پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں یعنی یہ حالت دیر تک نہیں رہتی کیونکہ پھر آ کر دنیا میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس حالت کو بھول جاتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوا وَقْفَةً

جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے اس کی ناقدری کرتے ہیں اور یہ لوگ چندے اور حظ حاصل کر لیں

یعنی کچھ دنوں ان کے کفر یہ اعمال و عقائد سے اور نفس کی پیروی سے اور مزے لے لیں اس وقت ان کو دنیا میں منہمک ہونے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آتا۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۹۶

پھر قریب ہی ان سب کو سب خبر ہوئی جاتی ہے

پس توحید قبول کرنے سے ایک مانع تو ان کو دنیا کا انہماک ہے اور دوسرا ایک اور بہانہ نکال رکھا ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم رسول کا اتباع کر لیں گے تو اپنے وطن سے نکال دیئے جائیں گے حالانکہ مشاہدہ سے اس بہانہ کا بیہودہ ہونا ان کو خود معلوم ہو سکتا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِّنَّا وَيُحْتَظَفُ

کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ ہم نے امن والا حرم بنایا ہے اور

النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

ان کے گرد و پیش میں لوگوں کو نکالا جا رہا ہے

بخلاف ان لوگوں کے کہ یہ امن سے بیٹھے ہیں اور یہ بات مشاہدہ میں آرہی ہے کہ دوسرے مقامات میں جو کہ حرم سے باہر ہیں لوگوں پر مار دھاڑ کر کے ان کے گھروں سے نکالا جا رہا ہے اور مکہ پر کوئی حملہ نہیں کرتا کیونکہ

وَلَيْن سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی

فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ

برسایا پھر اس سے زمین کو بعد اس کے کہ خشک پڑی تھی تو تازہ کر دیا تو وہ

اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ

لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہی ہے آپ کہیں کہ الحمد للہ

جس سے توحید پر استدلال کرنا ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے تسلیم کر لیا کہ عالم کا باقی رکھنے والا اور اس کا انتظام کرنے والا بھی ایک ہی ہے اس سے معبود کا ایک ہونا خود معلوم ہو سکتا ہے مگر یہ لوگ نہیں مانتے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝۹۷

بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں

نہ اس وجہ سے کہ ان کو عقل نہیں بلکہ عقل سے کام نہیں لیتے اور غور نہیں کرتے اس لئے کھلی ہوئی بات بھی چھپی رہتی ہے اور غور نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دنیا کے کاموں میں بہت انہماک ہے۔

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ ۝۹۸

اور یہ دنیوی زندگی (فی نفسہ) بجز لہو و لعب کے اور کچھ بھی نہیں

البتہ اگر حیات دنیا دین حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاوے تو پھر وہ لہو و لعب نہیں بلکہ ثواب کے اعتبار سے وہ بھی باقی رہنے والی ہے۔

وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۝۹۹

اور اصل زندگی عالم آخرت ہے

چنانچہ دنیا کے فانی ہونے اور آخرت کے پائیدار ہونے سے یہ دونوں باتیں ظاہر ہیں پس فنا ہونے والی چیز میں اس قدر مشغولی کہ باقی رہنے والی چیز سے غفلت اور محرومی ہو جائے یہ خود بے عقلی کی بات ہے۔

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝۱۰۰

اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے

آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح خالق کے ایک ماننے سے معبود کا ایک ہونا عقلاً لازم آتا ہے اسی طرح کبھی کبھی یہ لوگ زبان سے بھی اس کا اقرار کر لیتے ہیں اور سچی بات ان کے منہ سے خود بخود نکل جاتی ہے

فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھائیں گے

جن سے وہ جنت میں جا پہنچیں گے اور راستے اس لئے کہا کہ جنت میں جانے والے بہت سے ہوں گے تو ایک راستہ کے بہت سے حصے ہو جاویں گے۔

وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْبَحْسَيْنِ ۝۴۹

اور بیشک اللہ تعالیٰ (کی رضا و رحمت) ایسے خلوص عمل والوں کے ساتھ ہے یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

سورة الروم مكية الاقوله فسبحن و هي ستون او تسع و خمسون اية كذا في البيضاوي ربط اس سورت میں اول بعض ایسے واقعات کی پیشین گوئی ہے جو اہل اسلام کے لئے باعث خوشی تھے جن میں نبوت پر بھی دلالت ہے اور پہلی سورت میں کفار کے تکلیف پہنچانے سے جو مسلمانوں کے رنج کا بیان تھا جس پر ان کو صبر و تحمل و مجاہدہ کی تعلیم کی گئی تھی اس خوشخبری سے وہ رنج بھی دور کر دیا اور اس سے دونوں سورتوں میں مناسبت بھی ظاہر ہو گئی اور اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار روم اور فارس میں لڑائی ہوئی اور رومی مغلوب ہو گئے مشرکین مکہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم اور رومی کتاب والے ہو اور ہم اور فارسی کتاب والے نہیں پس فارس کا روم پر غالب آنا اس بات کی فال ہے کہ ہم بھی تم پر غالب رہیں گے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جس میں پیشین گوئی ہے کہ نو سال کے اندر رومی فارسیوں پر غالب آ جاویں گے چنانچہ اس سے ساتویں برس پھر دونوں کا مقابلہ ہوا اور رومی غالب آ گئے اتفاق سے اسی زمانہ میں یہاں مسلمان بدر میں مشرکین مکہ پر غالب آئے تھے۔ بسم الله الرحمن الرحيم . الم

(۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (۸۴)

سورہ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْم ۝۱

الم

اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں غلبت الروم تا لا يعلمون

غَلَبَتِ الرُّوْمُ ۝۲

اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے

وہ حرم میں داخل ہے تو یہ لوگ مشاہدہ کے خلاف بھی بہانے نکالتے ہیں۔

أَقْبَالُ بَاطِلٍ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

پھر کیا یہ لوگ جھوٹے معبود پر تو ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی

يَكْفُرُونَ ۝۵۰

ناشکری کرتے ہیں

یعنی باوجود حق واضح ہو جانے کے اس حماقت اور ضد کا کیا ٹھکانہ ہے کہ جن پر ایمان لانے کی کوئی بھی وجہ نہیں ان کو تو مانتے ہیں اور جس پر ایمان لانے کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں اور واقعی مانع کوئی بھی نہیں اس کی ناشکری کرتے ہیں یعنی خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں کیونکہ شرک سے بڑھ کر کوئی ناشکری نہیں کہ زندگی اور روزی وغیرہ تو حق تعالیٰ عطا فرمادیں اور عبادت دوسرے کے لئے تجویز کی جاوے جو کہ ان نعمتوں کا شکر یہ تھا۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

اور اس شخص سے زیادہ کون نا انصاف ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کر لے اور

أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ط

جب سچی بات اس کے پاس پہنچے تو وہ اس کو جھٹلا دے

بے انصافی ظاہر ہے کہ بلا دلیل بات کو ماننا جاوے اور دلیل والی بات کو جھٹلایا جاوے۔

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۵۱

کیا ایسے کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا

یعنی ضرور ہوگا کیونکہ سزا جرم کے مناسب ہوتی ہے جتنا بڑا جرم ہو ویسی ہی بڑی سزا ہونی چاہئے ربط چونکہ سورت میں تمام مضامین اس قسم کے ہیں جن سے مسلمانوں پر غیبتوں کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہے اس لئے خاتمہ میں دین کے لئے مشقت برداشت کرنے والوں کو ایک بڑی بشارت دے کر سورت کو ختم فرماتے ہیں۔ والذین جاہدوا تا مع المحسنین

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں

یعنی اوپر تو ان لوگوں کا حال تھا جو کفر کرنے والے اور نفس کی خواہش پر چلنے والے ہیں اب ان کے مقابلوں کا بیان ہے۔ (آگے ترجمہ)

جب چاہے مسلمانوں کو غالب کر دے۔

وَعَدَ اللَّهُ ط لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ

اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ⑥

کو خلاف نہیں فرماتا و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

بلکہ صرف ظاہری اسباب کو دیکھ کر ان پر حکم لگا دیتے ہیں اس لئے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کو دشوار سمجھتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ اسباب کا مالک ہے اس کو ان کا بدلنا بھی آسان ہے اس طرح پیشین گوئی سچی ہونے کے بعد خبر دینے والے کی نبوت پر استدلال نہیں کرتے اور یہ نہیں مانتے کہ خدائی وعدہ سچا ہو گیا ربط اوپر پیشین گوئی کے ساتھ کفار کی جہالت کا بیان تھا کہ وہ اس سے نبوت پر استدلال نہیں کرتے آگے آخرت کے بارہ میں ان کی جہالت بیان فرماتے ہیں اور اس کا سبب بھی بتلاتے ہیں جو کہ دنیا میں منہمک ہونا ہے۔ یعلمون قایستہزؤن

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط

یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کے ظاہر کو جانتے ہیں

وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفْلُونَ ⑦

اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں

کہ وہاں کیا ہوگا اس لئے نہ ان کو کفر وغیرہ سے اندیشہ ہے جو عذاب کا سبب ہے اور نہ ایمان و تصدیق کی فکر ہے جو کہ نجات کا ذریعہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ کیا قیامت آنے کے دلائل سن کر بھی ان کی نظر دنیا ہی پر رہی۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ قَفَا خَلَقَ

کیا انہوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین

اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا

کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت ہی سے اور ایک میعاد

بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ط

معین کے لئے پیدا کیا ہے

جیسا کہ اس نے قرآن میں خبر دی ہے کہ ان حکمتوں میں سے ایک حکمت جزا و سزا کا ہونا بھی ہے یہ میعاد معین قیامت ہے اگر اپنے دلوں

یعنی زمین روم کے ایسے مقام میں جو بہ نسبت فارس کے عرب سے زیادہ قریب ہے اور اس سے مراد اذرعات و بصری ہیں جو ملک شام میں دو شہر ہیں اور رومی حکومت میں ہونے سے زمین روم میں داخل ہیں

فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ

اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین

غَلِبَهُمْ سَيَغْلِبُونَ ⑧ فِي بَضْعِ سِنِينَ ط

سال سے لے کر نو سال تک کے اندر اندر غالب آ جاویں گے

لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدِ ط

پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی

یعنی یہ مغلوب اور غالب ہونا سب خدا کی طرف سے ہے پہلے اسی نے اپنے اختیار سے مغلوب کر دیا اور پھر وہی اپنے اختیار سے غالب کر دے گا۔

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ⑨

اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے

اس امداد سے یا تو مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کی بات کو غالب کر دے گا کیونکہ مسلمانوں نے اس پیشین گوئی کو دعویٰ کے طور سے کفار پر ظاہر کیا تھا تو انہوں نے جھٹلایا چنانچہ ترمذی میں مذکور ہے تو اس کے واقع ہونے سے مسلمانوں کی جیت ہو جاوے گی یا یہ مراد ہو کہ مسلمانوں کو لڑائی میں بھی غالب کر دے گا چنانچہ وہی وقت جنگ بدر میں مسلمانوں کے غالب ہونے کا تھا اور ہر حالت میں مسلمانوں ہی کو خوشی ہوگی۔

يَنْصُرِ اللَّهُ ط يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاءُ ط وَهُوَ

وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ

الْعَزِيزُ

زبردست ہے

یعنی مسلمانوں کی ظاہری کمزوری کو دیکھ کر ان کے غالب آنے پر تعجب کیا جائے یا رومیوں کی ظاہری مغلوبیت کو دیکھ کر مسلمانوں کی بات کے غالب ہونے میں شبہ نہ کیا جائے حق تعالیٰ زبردست ہے وہ جب چاہے کفار کو لڑائی میں یا اس پیشین گوئی کے جھٹلانے میں مغلوب کر سکتا ہے۔

الرَّحِيمُ ⑩

رحیم ہے

میں غور کرتے تو ان واقعات کا ممکن ہونا عقل سے اور ان کا واقع ہونا قرآن سے اور قرآن کا سچا ہونا اس کے اعجاز سے منکشف ہو جاتا ہے لہذا آخرت کے منکر نہ ہوتے مگر غور کرنے سے ہی انکار کر رہے ہیں۔

وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ

اور بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں کیا یہ لوگ زمین میں

لَكَفْرُونَ ۝ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن

گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے

قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا

تھے اور انہوں نے زمین کو بھی بویا جوتا تھا اور جتنا انہوں نے اس کو آباد کر

الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا

رکھا ہے اس سے زیادہ انہوں نے اس کو آباد کیا تھا اور ان کے پاس بھی

وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۚ

ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے

جن کو انہوں نے نہیں مانا اور عذاب سے ہلاک ہوئے جن کی ہلاکت

کے نشان ان کی بستیوں سے جو شام کے رستہ میں ملتی ہیں ظاہر ہو رہے ہیں۔

فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا

سو خدا ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ تو خود ہی

أَنفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے

کہ رسولوں کا انکار کر کے ہلاکت کے مستحق ہوئے یہ تو ان کی حالت دنیا

میں ہوئی ربط اور آخرت سے انکار پر دھمکی تھی آگے آخرت کا واقع ہونا مع کفر

و انکار اور تصدیق و ایمان کے انجام کے مذکور ہے اللہ یدور تا محضرون

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السُّوَاىِ

پھر ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے برا کام کیا تھا برا ہی ہوا اس وجہ سے

أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے

يَسْتَهْزِءُونَ ۝ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا

يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وَيَوْمَ

کرے گا پھر اس کے پاس لائے جاؤ گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی

تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ۝

اس روز مجرم لوگ حیرت زدہ رہ جاویں گے

یعنی ان سے کوئی معقول بات بن نہ پڑے گی۔

وَلَمْ يَكُنْ لَهُم مِّنْ شُرَكَائِهِمْ

اور ان شریکوں میں ت

جن کو عبادت میں شریک کرتے تھے۔

شَفَعَاءُ وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كُفْرِينَ ۝

ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے شریکوں سے منکر ہو جاویں گے

کہ واللہ رہنا ما کنا مشرکین خدائے پروردگار کی قسم ہم تو مشرک نہ تھے۔

ربط اور ایمان اور نیک اعمال کی فضیلت یعنی اس پر جنت ملنے کا ذکر تھا

آگے ایک خاص جامع عنوان سے ایمان اور نیک اعمال کی ترغیب ہے کیونکہ

تبیح اور تحمید جن کا آگے ذکر ہے عبادت کی تمام اقسام کو جامع اور شامل ہے

جن میں ایک بڑی چیز نماز ہے جس سے ان اوقات کو خاص تعلق اور مناسبت

ہے جن کا آیت میں ذکر کیا گیا ہے فسبحن الله تا تظهرون

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُؤْمَذُ يَتَفَرَّقُونَ ۝

اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس روز سب آدمی

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جدا جدا ہو جاویں گے یعنی جو لوگ ایمان لائے تھے

فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝ وَأَمَّا

اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو باغ میں سرور ہوں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو

الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُخَضَّرُونَ ﴿۱۷﴾

اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں

فَسُبْحَنَّ اللَّهَ حِينَ

گرفتار ہوں گے سو تم اللہ کی تسبیح کیا کرو

یعنی دل سے اور اعتقاد سے بھی تسبیح کرو جس میں ایمان داخل ہو گیا اور زبان سے اور قول سے بھی جس میں ایمان کا اقرار اور تمام اذکار آ گئے اور ظاہری اعضاء اور عمل سے بھی جس میں عام طور پر سب عبادتیں اور خصوصاً نماز داخل ہو گئی

تُسَبِّحُونَ وَحِينَ تَصْبِحُونَ ﴿۱۸﴾

شام کے وقت اور صبح کے وقت

آگے بتلاتے ہیں کہ تم کو اللہ کی تسبیح کرنے کا جو حکم ہوا ہے تو وہ واقع میں اس کا مستحق بھی ہے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور تمام آسمان و زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے

یعنی آسمان میں تو سب فرشتے اس کی حمد کرتے ہیں اور زمین میں بعض انسان تو اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے ان کی عاجزی اور احتیاج کی حالت سے خدا کی حمد ظاہر ہوتی ہے پس جب وہ ذات و صفات میں ایسا کامل ہے تو تم کو بھی ضرور اس کی تسبیح کرنی چاہئے۔

وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿۱۹﴾

اور بعد زوال اور ظہر کے وقت

کیونکہ ان اوقات میں نئی نعمت حاصل ہوتی ہے اور قدرت کے آثار زیادہ ظاہر ہوتے ہیں اس لئے ان میں مستقل طور پر تسبیح و تحمید کرنا مناسب ہے اس لئے بالخصوص نماز کے لئے بھی یہ اوقات مقرر ہیں چنانچہ شام کے وقت میں مغرب و عشاء داخل ہے اور بعد زوال میں ظہر و عصر دونوں داخل تھے مگر ظہر کا ذکر صراحۃً ہو گیا اس لئے بعد زوال سے صرف عصر مراد رہ گئی اور صبح کا ذکر بھی صراحۃً ہوا ہے ربط تسبیح و تحمید کے ذکر سے پہلے اوپر آخرت کا

ذکر تھا چونکہ کفار مشرکین قیامت کے امکان ہی کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے دلائل قدرت کا بیان کر کے قیامت کا ممکن ہونا اور بالیقین واقع ہونا ثابت کرتے ہیں دلیل کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کا واقع ہونا فی نفسہ ممکن بات ہے کیونکہ اس کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن تو ہے مگر دشوار ہے تو جو کام خدا کی قدرت سے رات دن ہوتے ہیں قیامت ان سے زیادہ دشوار تو نہیں پھر خدا کی قدرت کے سامنے تمام ممکنات برابر ہیں خواہ وہ آسان ہوں یا دشوار جب قیامت کا ممکن ہونا ثابت ہو گیا اور دشواری کا شبہ بھی دفع ہو گیا تو اب منبر صادق (یعنی قرآن اور رسول) اس کے واقع ہونے کی خبر دیتا ہے پس وہ یقیناً آئے گی اگلا رکوع پورا اسی مضمون میں ہے ۱۷ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ

وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ

اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو اس کو

مَوْتِهَا ۖ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ

مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے

آيَتِهِۦٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اسی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا

جیسے نطفہ اور بیضہ سے انسان اور پرندہ کا بچہ اور انسان اور پرندہ سے نطفہ اور بیضہ کو پیدا کرتا ہے جب اس کی ایسی قدرت ہے تو اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

یا تو اس طرح کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے جو اپنی تمام اولاد کے لئے اصل ہیں تو ان کے واسطے سے گویا سب مٹی سے پیدا ہوئے یا اس طرح کہ نطفہ غذا سے بنتا ہے اور غذا عناصر سے بنتی ہے جس میں غالب حصہ مٹی ہے۔

ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ

پھر تھوڑے روزوں بعد تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو

آيَتِهِۦٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمْ الْبَرْقَ

میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھاتا ہے

یعنی بارش کے وقت بجلی چمکتی ہوئی نظر آتی ہے

خَوْفًا وَطَمَعًا

جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے

ڈر کرنے کا ہوتا ہے اور امید بارش کی

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُجْى بِهِ

اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہو

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط

جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے

زمین کے زندہ کرنے کا ذکر اس جگہ مکرر شاید اس لئے ہوا ہو کہ یہاں قیامت میں مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے اور یہ اس کا خاص نمونہ ہے

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۲۱

اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین

بِأَمْرِهِ ط

اس کے حکم سے قائم ہیں

اوپر خلق السموات والارض میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر تھا یہاں ان کے باقی رہنے کا ذکر ہے پس تکرار نہ رہا۔ مقصود یہ ہے کہ ان چیزوں کی پیدائش اور بقا سب خدا تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ سے متعلق ہے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ تمام نظام عالم جو اوپر مذکور ہوا یعنی انسانوں میں سلسلہ توالد و تناسل کا جاری ہونا اور ان میں باہم میاں بیوی کا تعلق ہونا اور آسمان زمین کا اس خاص ہیئت پر موجود اور قائم ہونا اور زبانوں اور رکتوں میں اختلاف ہونا اور لیل و نہار کے انقلاب میں خاص مصلحتوں کا ہونا اور بارش کا نازل ہونا اور اس کے ابتدائی آثار کا ظاہر ہونا یہ سب سلسلہ زمانہ کے باقی رہنے تک ہے اور ایک روز یہ سب کا رخانہ ختم ہو جائے گا۔

لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً

تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام

وَرَحْمَةً ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی ان میں ان لوگوں کے لئے

يَتَفَكَّرُونَ ۝۲۱

نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں

کیونکہ استدلال کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے اور نشانیاں صیغہ جمع کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ ان میں سے ہر چیز متعدد نشانیوں پر مشتمل ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ

اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کا بنانا ہے

وَإِخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوُأْنِكُمْ ط

اور تمہارے لب و لہجہ اور رکتوں کا الگ الگ ہونا ہے

لب و لہجہ کے اختلاف سے مراد یا تو زبانوں کا مختلف ہونا ہے یا آواز و طرز گفتگو کا مختلف ہونا۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝۲۲ وَمِنْ

اس میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے

آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

تمہارا سونا لیٹنا ہے رات میں اور دن میں

گورات کو زیادہ ہو اور دن کو کم

وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ط

اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے

روزی کی تلاش دن کو زیادہ ہوتی ہے اور رات کو کم اسی لئے دوسری آیتوں میں روزی کی تلاش کو دن کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور سونے کو رات کے ساتھ

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝۲۳

اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور اسی کی نشانیوں

یعنی نہ آسمانوں میں کوئی ایسا بڑا ہے اور نہ زمین میں

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور زبردست حکمت والا ہے

چنانچہ مذکورہ بالا تصرفات سے اس کی قدرت اور حکمت دونوں ظاہر ہیں پس وہ اپنی قدرت سے دوبارہ پیدا کر دے گا اور جتنا توقف ہو رہا ہے اس میں حکمت اور مصلحت ہے پس قدرت اور حکمت کے ثابت ہو جانے کے بعد جلدی قیامت نہ آنے سے اس کا انکار کر دینا جہالت ہے۔

رابطہ: اور پر قیامت کا مضمون تھا جس کو ثابت کرنے کے لئے حق تعالیٰ کے افعال اور صفات کمال کا بیان کیا گیا تھا آگے اصل مقصود توحید کا بیان ہے اور یہ مضمون پورے رکوع تک چلا گیا ہے اور چونکہ توحید کے دلائل میں سے رزاقی بھی ہے اس کی مناسبت سے بعض احکام مال خرچ کرنے کے اور اس کی اغراض کے متعلق تبعاً بیان کئے گئے باقی اصل مقصود توحید ہی کا مضمون ہے۔ ضرب لکم من انفسکم تا عما یشرکون

ضَرْبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۝

اللہ تعالیٰ تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں جس سے شرک کی قباحت اور اس کا باطل ہونا ثابت ہوگا پس اس میں غور کرو۔

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ

کیا تمہارے غلاموں میں کوئی شخص تمہارا اس مال میں جو ہنہ

شُرَكَاءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ

تم کو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ اس میں برابر ہوں جن کا

سَوَاءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۝

تم ایسا خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس کا خیال کرتے ہو

کہ ان کی بغیر اجازت کوئی تصرف مال میں نہیں کرتے یا کم از کم یہ اندیشہ تو ضرور رہتا ہے کہ کبھی وہ مخالفت نہ کر بیٹھے اور ظاہر ہے کہ غلام اس طرح (اپنے آقا کے مال میں) شریک نہیں ہوتا پس جب تمہارا غلام جو کہ انسان ہونے میں تمہارا شریک ہے صرف ایک صفت سے اس میں اور تم میں امتیاز ہے کہ تمہارے خاص اختیارات میں شریک نہیں ہو سکتا تو یہ من گھڑت معبود جو کہ حق تعالیٰ کے غلام اور کسی کمال میں اس کے برابر نہیں بلکہ بعض تو ان میں سے خود مخلوق کے بنائے ہوئے ہیں وہ حق تعالیٰ کے

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ ۝

پھر جب تم کو پکار کر زمین میں سے بلاوے گا

اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝

تو یکبارگی نکل پڑو گے

اور دوسرا انتظام شروع ہو جاوے گا جس کا بیان کرنا اس جگہ مقصود ہے۔

وَلَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهِ

اور جتنے آسمان اور زمین میں موجود ہیں

قَدِيْنُوْنَ ۝

سب اسی کے تابع ہیں

جیسا کہ اوپر دلائل قدرت سے معلوم ہو چکا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَاُ الْخَلْقَ

اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے

چنانچہ یہ بات کفار کے نزدیک بھی مسلم ہے اور دلائل قدرت کاملہ سے بھی ثابت ہو چکی ہے

ثُمَّ يُعِيْدُهُ

پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا

جیسا کہ دلائل مذکورہ سے اس کا ممکن ہونا اور دشوار نہ ہونا معلوم ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ جب یہ بات ملالی جائے کہ مخبر صادق کی خبر سے دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہے تو پھر اس کے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۝

اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے

یعنی ظاہر نظر میں انسان کے اعتبار سے دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے آسان ہے چنانچہ انسانی قدرت کے اعتبار سے غالب عادت یہی ہے کہ کسی چیز کا پہلی بار بنانے سے دوسری بار بنانا بہت سہل ہوتا ہے اور قدرت خداوندی کے سامنے دونوں یکساں ہیں

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

اور آسمان اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے

خاص حق عبادت میں کس طرح اس کے شریک ہو سکتے ہیں۔

كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

ہم اسی طرح سمجھ داروں کے لئے دلائل صاف صاف بیان

يَعْقِلُونَ ﴿۲۸﴾

کرتے رہتے ہیں

جس کا مقتضی یہ تھا کہ وہ لوگ حق کا اتباع اختیار کر لیتے اور شرک و کفر کو چھوڑ دیتے مگر وہ حق کا اتباع نہیں کرتے۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ

بلکہ ان ظالموں نے بلادلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے

بِغَيْرِ عِلْمٍ قَبْلُ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ

سو جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کون راہ پر لاوے گا

یعنی جس کو بوجہ اس کی سرکشی اور عناد اور بے جا ہٹ دھرمی کے خدا تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ پر نہیں لا سکتا۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ تَصَرُّيْنَ ﴿۲۹﴾ فَأَقَمَّ وَجْهَكَ

اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہو گا سو تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس

لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ

دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر

النَّاسَ عَلَيْهَا

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

فطرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں یہ پیدائشی استعداد رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سنے اور سمجھنا چاہے تو سمجھ میں آ جاتا ہے اور اس فطرت کی اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اس قابلیت اور استعداد سے کام لے اور حق کو سمجھ کر عمل کرے۔ ف یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جس لڑکے کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس کے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ پیدائشی کافر تھا کیونکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ اس کی قسمت میں یہ تھا کہ وہ بڑا ہوگا تو کافر ہوگا یہ مطلب نہیں کہ اس میں حق کے سمجھنے اور قبول کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی۔

لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمَةُ

اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾

بدلتا نہ چاہئے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تم خدا کی

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ

طرف رجوع ہو کر فطرت الہیہ کا اتباع کرو اور اسی سے ڈرو

یعنی خدا کی مخالفت سے اور مخالفت کے عذاب سے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

اور نماز کی پابندی کرو

جو کہ توحید پر بہت زیادہ دلالت کرتی ہے

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۳۱﴾

اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو جن لوگوں نے

الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ

اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا

یعنی حق تو ایک تھا اور باطل بہت ہیں انہوں نے حق کو چھوڑ کر باطل کی مختلف راہیں اختیار کر لیں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا یہی مطلب ہے کہ ایک نے ایک راستہ لیا دوسرے نے دوسرا

وَكَانُوا شُعَبًا

اور بہت سے گروہ ہو گئے

اور اگر حق پر رہتے تو سب کی ایک ہی جماعت ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ ان حق کے چھوڑنے والوں میں سب کے طریقے غلط ہیں مگر پھر بھی غایت جہالت سے وہ اس میں خوش ہیں

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿۳۲﴾

ہر گروہ اپنے اس طریقہ پر نازاں ہے جو ان کے پاس ہے

آگے فرماتے ہیں کہ جس توحید کی طرف ہم بلا رہے ہیں مصیبت کے وقت عام طور پر مخالف اور منکر لوگوں کی حالت اور زبان سے بھی اس کا اظہار اور اقرار ہونے لگتا ہے جس سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ توحید ایک فطری شے ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع ہو کر

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ

پکارنے لگتے ہیں

اور سب معبودوں کو چھوڑ دیتے ہیں مگر یہ حالت دیر تک نہیں رہتی

ثُمَّ إِذَا آذَاهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ

پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو بس

مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا

ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں جس کا

اتَيْنَهُمْ ط

حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کریں

جو عقلاً بری چیز ہے

فَتَتَّبِعُوا وَقْفَةً فَيُفَسِّدُوا تَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾

سو چند روزہ اور حظ حاصل کر لو پھر جلدی تم معلوم کر لو گے

آگے فرماتے ہیں کہ میں یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں خصوصاً اقرار توحید کے بعد بھی تو ان سے کوئی پوچھے کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

أَمْ أَنْزَلْنَاهُمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا

کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے کہ وہ ان کو

بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾

شرک کرنے کو کہہ رہی ہے

یعنی ان کے پاس کوئی دلیل قطعی بھی نہیں ہے اور شرک کا عقل کے خلاف ہونا ظاہر ہے جو مصیبت کے وقت خود ان کے اقرار سے ظاہر ہو جاتا ہے پس سراسر غلط ٹھہرا۔

وَإِذَا آذَيْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ط

اور ہم جب لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں

یعنی اس طرح خوش ہوتے ہیں کہ غفلت اور انہماک میں پڑ کر شرک کرنے لگتے ہیں پس نعمت پر اس طرح کی خوشی ناجائز ہے اور سورہ یونس میں فلیفرحوا میں نعمت پر خوشی کرنے کا حکم ہے اس سے مراد بطور شکر کے خوش ہونا ہے پس دونوں میں کچھ تعارض نہیں۔

وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَبَاقِدَّ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ

اور اگر ان کے اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں ان پر کوئی

إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۶﴾

مصیبت آ پڑتی ہے تو بس وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں

یہ مضمون آیت اذامس الانسان ضوالخ کے مضمون کا تتمہ ہے اور درمیان میں آیت ام انزلنا علیہم سلطان الخ اس مناسبت سے لائی گئی کہ اوپر معلوم ہوا تھا کہ شرک پر دلیل عقلی کوئی نہیں تو اس کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ نقلی دلیل بھی کوئی نہیں پھر آیت اذا اذقنا الناس الخ میں شرک کا سبب بتلا دیا گیا کہ غفلت اور انہماک ہے اور مصیبت کے وقت کفار کی مایوسی بیان کر کے یہ بتلا دیا کہ ان کا تعلق خدا کے ساتھ بہت کمزور ہے کہ ذرا سی بات میں جاتا رہتا ہے پس اصل مضمون توحید کا ثابت کرنا اور شرک کا باطل کرنا ہے آگے اس کی دوسری دلیل بیان فرماتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس

يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ط

کو چاہے کم کر دیتا ہے

اور یہ بات مشرکین کو بھی مسلم تھی کہ روزی کا گھٹانا بڑھانا اصل میں خدا ہی کا کام ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۷﴾

اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں

یعنی وہ ان دلائل کو خوب سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی اگر سمجھنا چاہیں سمجھ سکتے ہیں کہ جو ایسا قادر ہوگا عبادت کا مستحق بھی یقیناً وہی ہوگا اور جب دلائل توحید سے معلوم ہو گیا کہ رزق کی فراخی اور تنگی اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہوئی کہ بخل کرنا برا ہے کیونکہ بخل کرنے سے تقدیر سے زیادہ نہیں مل سکتا پھر مال کا روکنا بے فائدہ ہے پس آگے ہر مسلمان کو خطاب ہے کہ نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بخل نہ کرنا چاہئے۔

فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَسِيرَ وَالْبَيْنَ

پھر قرابتدار کو اس کا حق دیا کر اور مسکین اور مسافر کو

السَّبِيلُ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ

بھی یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے

وَجْهَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَالِحُونَ ﴿۳۸﴾

طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو بہتری کے لئے یہ قید بڑھائی ہے کہ اللہ کی رضا کے طالب ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مطلق مال کا خرچ کرنا بہتر اور فلاح کا سبب نہیں بلکہ اس کے لئے ایک قانون ہے جو آگے مذکور ہے۔

وَمَا آتَيْتُمْ مِّن رَّبٍّ لَّيْرٍ بَّوْءًا فِیْ أَمْوَالِ

اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر

النَّاسِ

زیادہ ہو جاوے

جیسا کہ رسومِ نو تہ وغیرہ میں اکثر اسی غرض سے روپیہ دیا جاتا ہے کہ یہ شخص ہمارے موقع پر کچھ اور شامل کر کے دے گا

فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ ۚ

تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا

کیونکہ خدا کے پاس پہنچنا اور بڑھنا اسی مال کے لئے مخصوص ہے جو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا جاوے جیسا آگے آتا ہے اور اس میں یہ نیت نہ تھی اس لئے نہ مقبول ہو نہ زیادہ ہوا۔

وَمَا آتَيْتُمْ مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ

اور جو زکوٰۃ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿۳۹﴾

تو ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے

حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ مقبولہ کا ایک چھوڑا احد کے پہاڑ سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے اور یہ آیت اگر کی ہو تو زکوٰۃ کے معنی مطلق صدقہ ہوں گے کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی ہے اور یہ مضمون مال خرچ کرنے کے متعلق سبعا مذکور ہو گیا کیونکہ خدا کی صفت رزاقی سے جو کہ توحید کی دلیل ہے اس کو مناسبت تھی اور اصل مقصود توحید کا مضمون ہے اس لئے آگے پھر اسی کا ذکر ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۚ هَلْ مِنْ شَرِكَا بِكُمْ مَّنْ

تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلانے گا کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی

يَفْعَلُ مِثْلَ ذَٰلِكُمْ مِّن شَيْءٍ ۚ

ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے

اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں پس ثابت ہوا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں پس توحید کا ثبوت اور شرک کا باطل ہونا معلوم ہو گیا رابطہ اور توحید کو ثابت اور شرک کو باطل کیا تھا آگے گناہوں کا دنیا اور آخرت میں شامت اور وبال کا سبب ہوتا جن میں شرک و کفر سب سے بڑا گناہ ہے اور مقابلہ کے طور پر توجہ اور طاعات کا انجام نیک ہونا مذکور ہے ظہر الفساد تا الکفرین

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ

وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے خشکی

الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ

اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں

أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا

تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾

تاکہ وہ باز آ جاویں

بعضے اعمال اس لئے فرمایا کہ اگر سب گناہوں پر سزا دی جائے تو ایک دم کوئی بھی زندہ نہ رہے جیسا کہ ایک آیت میں پہلے فرمایا ہے لَوِیْذًا اخذ الله الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرہا من دابة اور اسی وجہ سے دوسری ایک آیت میں فرمایا ہے۔ وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدکم و یعفو عن کثیر کہ جو کچھ تم پر مصیبت آتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کر تو ت کے سبب آتی ہے اور حق تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف بھی فرمادیتے ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوا کَیْفَ

آپ فرما دیجئے کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ

جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا اخیر کیا ہوا ان

أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۳۷﴾

میں اکثر مشرک ہی تھے

سو دیکھ لو وہ عذاب آسمانی سے کس طرح ہلاک ہوئے جس سے صاف واضح ہے کہ شرک بڑی وبال کی چیز ہے اور یہ جو فرمایا کہ ان میں اکثر مشرک ہی تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعضے علاوہ شرک کے کفر کی دوسری اقسام میں مبتلا تھے جیسے قوم لوط اور قارون اور وہ لوگ جو مسخ ہو کر بندر اور سور ہو گئے تھے کہ انہوں نے آیات کی تکذیب کی اور جن باتوں سے ان کو منع کیا گیا تھا ان کی مخالفت کی اس لئے کفر اور لعنت میں مبتلا ہوئے ف حوادث اور بلیات کے گناہوں کے سبب سے آنے پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعض دفعہ نیک بندوں پر بھی تو بلائیں آتی ہیں کیونکہ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بلا کی علت ہمیشہ گناہ ہی ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو مصیبت سزا کے طور پر ہو اس کی علت گناہ ہوتا ہے اور جو سزا کے طور پر نہ ہو بلکہ درجے بڑھانے اور اخلاق درست کرنے وغیرہ کے لئے ہو اس کی علت گناہ نہیں ہوتا اور دونوں صورتوں میں فرق کی علامت یہ ہے کہ جس مصیبت سے پہلے گناہ اور مصیبت ہوئی ہو اس کی علت گناہ ہے اور جس سے پہلے گناہ نہ ہوا ہو (جیسے انبیاء علیہم السلام میں) تو اس کا سبب گناہ نہ ہوگا۔

فَاقِمُ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلُ أَنْ

سو تم اپنا رخ اس دین راست کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آ جاوے

يَأْتِي يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ

جس کے واسطے پھر خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا

یعنی جیسے دنیا میں کسی خاص عذاب کے وقت کو قیامت کے وعدہ پر ہٹا دیا جاتا ہے قیامت میں ایسا نہ ہوگا۔ اس دن کے آنے کے لئے توقف اور مہلت نہ ہوگی پہلے شرک کا دنیوی وبال بتلایا تھا اس جملہ میں اخروی وبال بتلادیا۔

يَوْمَئِذٍ يَصْدَّ عَنْ

اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جاویں گے

یعنی سب عمل کرنے والے جزا و سزا کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاویں گے جس کا طریقہ آگے مذکور ہے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کر رہا ہے

فَلَا نَفْسِهِمْ يَهْدُونَ ﴿۳۸﴾ لِيَجْزِيَ

سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ

کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا جو ایمان لائے اور انہوں

فَضْلِهِ ط

نے اچھے عمل کئے

اور کفار اس سے محروم رہیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ بوجہ کفر کے ان سے ناخوش ہے اور کفر حقیقت میں ہے بھی ناخوشی کی بات۔ اس لئے وہ اس دولت سے محروم ہیں۔

رابطہ مذکورہ بالا سے اوپر تو حید کا مضمون تھا آگے دوسرے عنوان سے پھر اسی کی طرف رجوع ہے اور دوسرا عنوان یہ ہے کہ پہلے تو حید کو دلائل کے پیرایہ میں ثابت کیا تھا اور یہاں خاص انعامات کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں جو کہ بارش کے نازل ہونے اور اس کے آثار وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں ومن آياته ما مسلمون

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ

أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ

ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہیں

پس ان کے بھیجنے میں ایک نفع تو مخلوق کا جی خوش کرنا ہے اور باقی منافع آگے آتے ہیں۔

وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ

اور تاکہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دے

یعنی ہوا کے بعد بارش ہو اور بارش کے فوائد تم کو حاصل ہوں

وَلِتَجْرِيَ الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ

اور تاکہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں

الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا

کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں

کبھی ان ہواؤں سے پہلے زمین سے بخارات اٹھ کر بادل بن چکے ہیں جن کو ہوائیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں اور کبھی وہ بخارات انہیں ہواؤں سے بلند ہو کر بادل بن جاتے ہیں اس صورت میں ہوائیں بخارات کو زمین سے اٹھاتی ہیں۔

فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ

پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے

كِسْفًا

ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ بادلوں کو اکٹھا کر کے دور تک پھیلا دیتا ہے اور ٹکڑے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ تھوڑی دور تک پھیلتے ہیں اور کچھ دوسری طرف پہنچ جاتے ہیں۔

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خَلِيهِ

پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے

گھرے ہوئے بادل سے مینہ برسنا تو بکثرت ہوتا ہے اور بعض موسموں میں متفرق بدلیوں سے بھی اکثر بارش ہو جاتی ہے۔

فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادَةٍ

پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَإِنْ كَانُوا

پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں اور

مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ

وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے

لِبَلْسَيْنِ ﴿٣٩﴾

ان پر بڑے ناامید تھے

یعنی ابھی ابھی تو ناامید تھے اور ابھی ابھی خوش ہو گئے اور ایسا ہی دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی کیفیت ایسی حالت میں بہت ہی جلدی بدل جاتی ہے۔

پھر اس ہوا سے جب کشتیاں چلیں تو تم ان کے ذریعہ سے سفر کرو۔

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو

غرض کہ کشتی کا چلنا اور اس میں سوار ہو کر سفر بغرض تجارت کرنا یہ دونوں ہوا کے ذریعہ سے ہوتے ہیں۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٤٠﴾

اور تاکہ تم شکر کرو

یعنی روزی حاصل کر کے خدا کی ان تمام نعمتوں کا شکر کرو آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ ان نعمتوں کے بعد بھی جو یہ مشرکین شرک اور رسول کی مخالفت اور مسلمانوں کو ایذا دے کر حق تعالیٰ کی ناشکریاں کرتے ہیں اس سے آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ ہم عنقریب ان سے بدلہ لینے والے ہیں جس میں کفار (مغلوب اور اہل حق غالب ہو جاویں گے جیسا کہ پہلے بھی ہوا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى

اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر ان کی قوموں کے پاس

قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

صحیحہ اور وہ ان کے پاس دلائل لے کر آئے

جس پر بعض ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے

اور وہ جرائم یہ تھے کہ وہ حق کی تکذیب اور اہل حق کی مخالفت کرتے تھے پس انتقام لے کر ہم نے ان کو مغلوب کیا اور اہل حق کو غالب کیا اور انتقام سے مراد عذاب الہی ہے اس میں کفار کا ہلاک ہونا ان کا مغلوب ہونا ہے اور اہل ایمان کا نجات جانا ان کا غالب آنا ہے غرض اسی طرح ان کفار سے بھی انتقام لیا جائے گا خواہ دنیا میں یا بعد موت کے اور یہ مضمون تسلی کا درمیان میں آ گیا تھا۔ آگے ہواؤں کے چھوٹنے کے بعض آثار تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْهُدَىٰ ﴿٤١﴾

اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا اللہ ایسا ہے

فَانْظُرْ اِلَىٰ اَثَرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ

سو رحمت الہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے

اور یہ بات علاوہ نعمت اور دلیل وحدت ہونے کے قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے کی بھی دلیل ہے۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَمَعْرِ الْهُوَ تٰی

کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے

کیونکہ عقلاً ممکن ہونے میں دونوں برابر ہیں خشک زمین کا زندہ کرنا بھی اور مردوں کو زندہ کرنا بھی اور قدرت خداوندی کے سامنے کوئی دشوار نہیں تو جب ایک پر قدرت ثابت ہے دوسرے پر بھی ثابت ہے۔

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

یہ مضمون مردوں کے زندہ کرنے کا درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر تھا آگے پھر بارش اور ہواؤں کے متعلق مضمون ہے جس میں غافلوں کی ناشکری کا بیان ہے۔

وَلٰٓئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاوٰهُ مُصَفَّرًا لَّا يَخْلُوْا مِنْ

اور اگر ہم ان پر اور ہوا چلا دیں پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اس کے

بَعْدِهَا يَكْفُرُوْنَ

بعد ناشکری کرنے لگیں

اور پچھلی نعمتیں سب طاق نسیاں میں رکھ دیں آگے فرماتے ہیں کہ جب ان کی غفلت اور ناشکری کی یہ حالت ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ بالکل ہی بے حس ہیں پس ان کے ایمان نہ لانے اور آیات میں غور نہ کرنے پر غم کرنا بھی بے کار ہے۔

فَاِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْهُوَ تٰی وَلَا تَسْمِعُ الصَّمَّ

سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور رہبروں کو آواز نہیں سنا سکتے

الدُّعَاءِ اِذَا اَوْتُوا مَدْبِرِيْنَ وَمَا اَنْتَ

جبکہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور آپ اندھوں کو

يَهْدِي الْعُصٰی عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ

ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لاسکتے

جو کہ آنکھوں والے کا اتباع کرنا نہیں چاہتے غرض کہ کفار کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کی آنکھ کاں وغیرہ میں فتور ہو

اِنْ تَسْمِعْ اِلَّا مَنْ يُّوْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ

آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں

مُسْلِمُوْنَ

پھر وہ مانتے ہیں

اور جب کفار مردوں اور بہروں اندھوں کے مشابہ ہیں پھر ان سے ایمان کی توقع نہ رکھیے اور غم نہ کیجئے۔ ربط اوپر تو حید کا مضمون ہے آگے پھر قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے کا بیان ہے جو اوپر تو حید کے مضمون میں بھی اجمالاً آچکا ہے اللہ الذی خلقکم تا يستعینون

اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ

اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا

مراد اس سے ابتدائی حالت بچپن کی ہے

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ

پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد

جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً

ضعف اور بڑھاپا کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِيْرُ

اور وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے

یعنی وہ ہر تصرف کو جانتا ہے اور اس کے نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو جو ایسا قادر ہو اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے یہ تو قیامت کے ممکن ہونے کا بیان تھا آگے اس کے واقع ہونے کا بیان ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْبٰجِرْمُوْنَ لَا

اور جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھا بیٹھیں گے کہ وہ لوگ (یعنی ہم

کافر قبر میں بھی کہتا ہے۔ رب لاتقم الساعة الہی قیامت نہ لایو اور مومن کہتا ہے رب اقم الساعة الہی قیامت جلدی قائم کر دے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ

غرض اس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا نفع نہ دے گا

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۵۷﴾

اور نہ ان سے خدا کی ننگی کا تدارک چاہا جاوے گا

یعنی اس کا موقع نہ دیا جائے گا کہ توبہ کر کے خدا کو راضی کر لیں رابطہ اب خاتمہ میں دو مضمون ہیں جو سورۃ کے تمام مضامین کا گویا نتیجہ ہے یعنی سورت کے تمام مضامین کی مدح اور ان کے بیخ ہونے کا اجمالی بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مضامین تاثیر میں بہت کامل ہیں اور باوجود اس کے کفار کے نہ ماننے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے کفار کی سرکشی اور جہالت کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ولقد ضربنا نالایو قنون

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ

اور ہم نے لوگوں کے واسطے اس قرآن میں

كُلِّ مَثَلٍ وَلَيْنَ حِجَّتْهُمْ بَايَةَ لِيَقُولَنَّ

ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں اور اگر

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿۵۸﴾

آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے آویں تب بھی یہ لوگ

كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا

جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب بڑے اہل باطل ہو جو لوگ یقین نہیں کرتے

يَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾

اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر یونہی مہر کر دیتا ہے

جو اپنی بلاغت اور کمال تاثیر کی وجہ سے اس کو مقتضی تھے کہ ان کافروں کو ہدایت ہو جاتی مگر ان لوگوں نے غایت عناد کی وجہ سے ان کو قبول نہ کیا اور ان سے منفعت نہ ہوئے۔

جیسا کہ ان کے دلوں پر ہو رہی ہے کہ باوجود بار بار دلائل اور معجزات ظاہر ہو جانے کے پھر بھی طریق حق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے

مَا لَيْشُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ط

عالم برزخ میں (ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے

یعنی وہاں کی ہول اور ہیبت اور پریشانی کو دیکھ کر قیامت کے آنے کو ناگوار سمجھ کر کہیں گے کہ قیامت بہت جلدی آگئی اور جو میعاد اس کے آنے کی مقرر تھی وہ بھی پوری نہیں ہوئی اس سے پہلے ہی آگئی جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اگر پھانسی والے کی میعاد ایک ماہ مقرر کی جاوے تو مہینہ گزرنے کے بعد اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا مہینہ نہیں گزرا اور مصیبت جلدی آگئی آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿۶۰﴾

اسی طرح یہ لوگ الٹے چلا کرتے تھے

یعنی جس طرح یہاں آخرت میں انہوں نے قیامت کی واقعی حالت کا قسمیں کھا کر انکار کر دیا اور اس کو وقت سے پہلے بتایا اسی طرح دنیا میں وہ سرے سے قیامت کے آنے ہی کا انکار بڑی شد و مد سے کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے

مراد اہل ایمان ہیں جن کو شریعت کی خبروں کا علم حاصل ہے۔

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ذ

وہ کہیں گے کہ تم تو نوشتہ خداوندی کے موافق قیامت کے دن تک رہے ہو

یعنی تم عالم برزخ (یعنی قبر) میں میعاد سے کم ہرگز نہیں رہے جیسا کہ تم غلط دعویٰ کر رہے ہو۔

فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكُمْ كُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۱﴾

سو قیامت کا دن یہی ہے ولیکن تم یقین نہ کرتے تھے

بلکہ تکذیب و انکار کیا کرتے تھے اس انکار کے وبال میں آج تم کو پریشانی کا سامنا ہوا اس وجہ سے گھبرا کر یہ خیال ہوا کہ ابھی تو میعاد بھی پوری نہیں ہوئی حالانکہ وہ ٹھیک وقت پر آئی ہے اور اگر تم تصدیق کرتے اور ایمان لے آتے تو اس کے آنے کو جلدی نہ سمجھتے بلکہ یوں چاہتے کہ اس سے بھی جلدی آ جاتی کیونکہ یہ عادت طبعی ہے کہ انسان راحت کے وقت کی جلدی کیا کرتا ہے اور انتظار کی مدت اس پر گراں گزرتی ہے جیسا کہ مومنین کے اس جواب سے (کہ کم کہاں رہے بہت تو رہے) مترشح ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے مشتاق تھے اور حدیث میں بھی ہے کہ

لِّلْمُحْسِنِينَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

نیکوکاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

زکوٰۃ کی فرضیت گودینہ میں ہوئی مکہ میں جائز اور مستحب ہوگی اس لئے جو سورتیں مکی ہیں ان میں زکوٰۃ کا ذکر آنے سے کوئی اشکال نہیں

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ

اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے رب کے

هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْبَٰرِحُونَ ۝

سیدھے راستہ پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

پس قرآن اس طرح ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا سبب ہو گیا جس کا انجام کامیابی ہے پس بعض آدمی تو ایسے ہیں جیسا بیان کیا گیا اور بعض اس کے برعکس ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ

اور بعض آدمی ایسا (بھی) ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ سے)

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا

غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اس

هٰذَا

کی ہنسی اڑا دے

سوال تو لہو و لعب کا اختیار کرنا جب کہ خدا کی آیتوں سے اعراض کر کے ہو خود ہی کفر اور گمراہی ہے پھر خاص کر جب کہ دوسروں کو گمراہ کرنے اور دین حق کی توجہ کرنے کی غرض سے اختیار کیا جاوے تب تو اور بھی برا ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۖ

ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے

جیسا کہ پہلی قسم کے لوگوں کے لئے فلاح کا ہونا معلوم ہوا ہے فائدہ: ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ نظر بن الحارث ایک رئیس کا فر تھا وہ تجارت کے لئے فارس آتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصے اور تواریخ خرید کر لاتا اور

جس سے حق بات قبول کرنے کی استعداد روزانہ مضطرب اور کمزور ہوتی جاتی ہے اس لئے اطاعت سے انحراف اور سرکشی میں زیادتی ہو رہی ہے آگے حضور کو خطاب ہے کہ جب یہ ایسے سرکش ہیں تو آپ ان کی مخالفت و ایذا رسانی اور بدکلامی وغیرہ سے برداشتہ خاطر نہ ہوں۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے

وہ وعدہ یہ ہے کہ اہل حق کامیاب اور اہل کفر ناکام ہوں گے سو وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا تھوڑے ہی دنوں صبر و تحمل کرنا پڑتا ہے۔

وَلَا يَسْتَخَفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۖ

اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پاویں

یعنی ان کی طرف سے خواہ کیسی ہی بات پیش آوے مگر آپ تحمل و برداشت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں مطلب یہ کہ نفسانی انتقام اگرچہ فی نفسہ جائز ہے مگر پیغمبر کو اپنے نفس کی وجہ سے انتقام لینا مناسب نہیں بلکہ خلاف مصلحت ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ اسلام کی ابتدائی حالت تھی باقی رہا جہاد سو وہ فی نفسہ انتقام نہیں ہے اس لئے اس کی ممانعت بھی نہیں ہے پس اس آیت کو آیات جہاد سے کوئی تعارض نہیں تاکہ ناخ و منسوخ کا قائل ہونا پڑے۔

سورة لقمان مكية قيل الاثنا من قوله ولوان مافي الارض من شجرة اقلام و اياتها اربع و ثلثون و قيل ثلث و ثلثون ربط اس سورت کے شروع میں قرآن کی مدح کی ہے جو پہلی سورت کے ختم پر بھی مذکور ہے اور بقیہ مضامین بھی دونوں سورتوں کے باہم مناسب ہیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہو جائے گا۔ بسم الله الرحمن الرحيم

(۳۱) سُوْرَةُ لُقْمٰنٍ مِّمَّا مَكِّيَّاتُهَا (۵۷)

سورة لقمان مکے میں نازل ہوئی اور اس میں چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْحَمْدُ

الہ

اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ تلک تا العزیز الحکیم

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۖ هُدًى وَرَحْمَةً

یہ آیتیں ہیں اس پر حکمت کتاب کی جو کہ ہدایت اور رحمت ہے

فِي الْأَرْضِ رَوَّاسِي أَنْ تُبِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ

میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈالوا ڈال نہ ہونے لگے

فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَاتٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ

اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے

مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑩

پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اگائے

هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ

یہ تو اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اب تم لوگ مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا

الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ

جو ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں

تاکہ ان کا خدائی میں شریک ہونا اور عبادت کا مستحق ہونا ثابت ہو اس دلیل سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ خدائی کے استحقاق کے لئے ممکنات کا پیدا کرنا لازم ہے کیونکہ خدائی کا استحقاق قدیم ہے (یعنی ہمیشہ سے ہے) اگر ممکنات کا پیدا کرنا اس کے لئے لازم ہوگا تو ممکنات بھی سب قدیم ہو جائیں گے حالانکہ عالم حادث ہے پس مطلب یہ ہے کہ ممکنات کے موجود ہونے کی صورت میں یہ لازم ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا وہی ہو جو خدائی کا مستحق ہے پس اگر یہ باطل معبود تمہارے نزدیک خدائی کے مستحق ہیں تو موجود چیزوں میں سے بتلاؤ کہ ان کی بنائی ہوئی کون چیزیں ہیں اور جب ان کی بنائی ہوئی ایک بھی چیز نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عبادت کے مستحق نہیں ہو سکتے اور اس دلیل کا مقتضایہ تھا کہ وہ لوگ ہدایت پر آ جاتے مگر انہوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ ربط آگے بھی اوپر کی طرح تو حید کا مضمون ہے اور اس کی تقریر و تاکید کے لئے لقمان علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے جن کی وصیت میں تو حید کی بھی تعلیم ہے جو کہ اعتقاد کی تکمیل میں سب سے بڑی چیز ہے پھر عمل کامل کرنے کی تعلیم ہے جس کو اعتقاد کی مناسبت سے ذکر کر دیا گیا اور زیادہ مقصود تو حید کا مضمون معلوم ہوتا ہے۔ ولقد آتينا تا لصوت الحمير

بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ⑪ وَلَقَدْ

بلکہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں اور ہم نے لقمان

آتينا لقمن الحكمة

کو دانشمندی عطا فرمائی

قریش سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاؤثود کے قصے سناتے ہیں میں رستم و اسفندیار اور شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں لوگ اس کے قصوں کو شوق سے سنتے اور قرآن سے اعراض کرتے نیز اس نے ایک گانے والی لونڈی خریدی تھی تو جب کسی کو اسلام کی طرف راغب پاتا اس کو اپنی لونڈی کے پاس لے جاتا اور اس سے کہتا کہ اس کو کھلا پلا اور گانا سنا اور اس شخص سے کہتا کہ یہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو روزہ رکھو اور اپنی جان دو پس شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر آیت کے الفاظ عام ہونے کی وجہ سے حکم عام ہے۔

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلِيٰ مُسْتَكْبِرًا كَانَ

اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا

لَمْ يَسْمَعْهَا كَانَ فِي أذُنَيْهِ وَقَرَأَ فَبِشْرَةٍ

منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں نقل ہے سو

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ⑫

اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے

تو یہ اعراض کرنے والے کی سزا کا بیان ہوا آگے ہدایت والوں کی کامیابی کو تفصیل سے بیان فرماتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے عیش کی

جَنَّتِ النَّعِيمِ ⑬ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ

جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ

حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑭

زبردست حکمت والا ہے

پس کمال قدرت کی وجہ سے وہ اپنے وعدہ و وعید کو واقع کر سکتا ہے اور حکمت سے اس کو وعدہ کے موافق وقت پر واقع کر دے گا۔

ربط: اوپر قرآن کی اور اس کے ماننے والوں کی مدح اور بے رنجی کرنے والوں کی مذمت تھی آگے دور تک تو حید کا مضمون ہے جو قرآن کی بڑی اہم تعلیم ہے۔ خلق السموات تا ضلل مبين

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَآلَقٰی

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلا ستون بنایا تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے

کہ ان کی اطاعت اور خدمت بجالا دے کیونکہ انہوں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں بالخصوص ماں نے

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ

اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا

کیونکہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے حاملہ کا ضعف بڑھتا جاتا ہے

وَفِضْلُهُ فِي عَامَيْنِ

اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے

ان دنوں میں بھی وہ ہر طرح کی خدمت کرتی ہے اسی طرح اپنی حالت کے موافق باپ بھی مشقت اٹھاتا ہے اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم دیا چنانچہ ارشاد فرمایا (آگے ترجمہ)

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ

کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر

حق تعالیٰ کی شکر گزاری تو عبادت اور حقیقی اطاعت کے ساتھ اور ماں باپ کی شکر گزاری خدمت اور شرعی حقوق ادا کرنے کے ساتھ

إِلَى الْبَصِيرِ

میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے

اس وقت میں تمام اعمال کی جزا و سزا دوں گا اس لئے میرے احکام کی بجا آوری ضروری ہے اور اس آیت میں جو دودھ چھڑانے کی مدت دو سال مذکور ہے یہ ان علماء کے نزدیک جو دودھ پلانے کی مدت ڈھائی سال کہتے ہیں غالب عادت پر محمول ہے (کیونکہ اکثر دو ہی سال میں دودھ چھڑا دیا جاتا ہے یہ مطلب نہیں کہ اس سے زیادہ دودھ پلانا حرام ہے) (آگے فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ ماں باپ کا اتنا بڑا حق ہے جیسا ابھی معلوم ہوا لیکن توحید اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے بارے میں ماں باپ کی بھی اطاعت جائز نہیں۔

وَأِنْ جَاهَدَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ

اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ میرے ساتھ ایسی چیز کو

جس کی حقیقت یہ ہے کہ علم مع عمل کے ہو اور حضرت لقمان علیہ السلام کو عکرمہ اور لیث نے نبی کہا ہے لیکن حکیم ترمذی نے تو اور میں حدیث مرفوعہ نقل کی ہے کہ ان کو داؤد علیہ السلام سے پہلے خلافت (یعنی نبوت) دی جانی تھی انہوں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر میری مرضی پر ہے تو میں معافی چاہتا ہوں پھر بعد میں داؤد علیہ السلام کو خلافت دی گئی اس سے معلوم ہوا کہ لقمان علیہ السلام نبی نہ تھے لیکن بہت بڑے ولی تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا زمانہ داؤد علیہ السلام کے قریب تھا۔

أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ

کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو

سب نعمتوں پر عموماً اور نعمت حکمت پر جو تمام نعمتوں سے افضل ہے خصوصاً اور نبی نہ ہونے کی صورت میں یہ حکم یا بطور الہام کے ہوا ہو گا یا اس زمانہ کے نبی کے ذریعہ سے

وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ

اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور

كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ

جو ناشکری کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والا ہے

تو ناشکری کرنے والا اپنا ہی نقصان کرے گا کیونکہ حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کامل ہے اس لئے اس کو کسی کے شکر و ثنا کی احتیاج نہیں اور چونکہ لقمان حکمت یعنی علم و عمل کے ساتھ موصوف تھے اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے شکر کی تعلیم پر خود بھی عمل کیا ہو گا اور شا کر ہونے سے ان کی حکمت میں ترقی بھی ہوئی ہوگی پس وہ اعلیٰ درجہ کے حکیم ہوئے اور ایسے حکیم کی تعلیم ضرور قابل عمل ہونا چاہیے اس لئے ان کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں

وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِبْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنَىٰ

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ

لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

کسی کو شریک مت ٹھہرانا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے

کیونکہ ظلم کہتے ہیں بے موقعہ کام کرنے کو اور ظاہر ہے کہ شرک میں یہ بات سب سے زیادہ ہے پس وہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس قصہ کے درمیان میں توحید کی تاکید کے لئے آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

جو کہ تمام مخلوقات سے بہت دور ہے۔

أَوْفَى الْأَرْضِ يَاتِ بِهَا اللَّهُ

یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا

جہاں بہت ظلمت اور تاریکی رہتی ہے اور کسی چیز کے مخلوق سے پوشیدہ ہونے کی یہی صورتیں ہوتی ہیں کہ کبھی ذرا سی مقدار ہونے کی وجہ سے چھپی رہتی ہے کبھی سخت آڑ ہونے کی وجہ سے کبھی دور ہونے سے کبھی ظلمت اور تاریکی سے لیکن حق تعالیٰ کے علم اور قدرت کی ایسی شان ہے کہ یہ سب صورتیں بھی جمع ہو جاویں تب بھی اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ جس سے علم اور قدرت دونوں ثابت ہوئے

إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝۱۹ یُبْنِیْ اَقِم

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین باخبر ہے بیٹا

الصَّلَاةِ

نماز پڑھا کرو

جو کہ عقائد درست کرنے کے بعد بڑا اعلیٰ درجہ کا عمل ہے۔

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ

اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر

یعنی جس طرح اعمال و عقائد کی درستی سے اپنی اصلاح اور تکمیل کرتے ہو اسی طرح دوسروں کی اصلاح میں بھی کوشش کرنا چاہئے۔

وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ

اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو

إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝۲۰

اس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے

عزم کے معنی واجب اس لئے نہیں کئے کہ اس مقام پر جو امور مذکور ہیں بعضے ان میں سے مستحبات اور آداب ہیں اور عزم کے معنی کاموں میں ہمت اور کوشش کے بھی لکھے ہیں آگے اخلاق اور عادت کے بارہ میں نصیحت ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي

اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر

لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۝۲۱

شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو

اور ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بھی چیز نہیں جس کے شریک خدا کی ہونے پر کوئی دلیل قائم ہو بلکہ اس کے خلاف پر دلیلیں قائم ہیں کہ کوئی چیز خدا کے سوا خدا کی مستحق نہیں پس مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ کسی چیز کو بھی خدا کا شریک ٹھہرانے کے لئے تجھ پر زور دیں۔

فَلَا تُطْعَمُهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفٌ ۝۲۲

تو تو ان کا کھانا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا

کہ ان کی مالی اعانت اور خدمت وغیرہ کرتے رہنا

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۝۲۳

اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو

یعنی میرے احکام کا معتقد اور ان پر عمل کرنے والا ہو

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ

پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو

تَعْمَلُونَ ۝۲۴

جو کچھ تم کرتے تھے

اس لئے کسی امر میں میرے حکم کے خلاف مت کرو آگے پھر لقمان علیہ السلام کی وصیتوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اور بھی نصیحتیں کیں چنانچہ توحید اور اعمال کے بارہ میں ایک نصیحت یہ بھی کی کہ (آگے ترجمہ دیکھو)

يُبْنِیْ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ

بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو

یعنی کیسا ہی چھپا ہوا اور کم مقدار میں ہو

مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ

پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو

جو کہ ایسی آڑ ہے جس کا اٹھانا دشوار ہے اور بدون اٹھائے کسی کو اس کے اندر کی چیز معلوم نہیں ہو سکتی۔

أَوْ فِي السَّمُوتِ

یا وہ آسمانوں کے اندر ہو

مخاطب مسلمان ہی ہوں کیونکہ وہ نعمتیں تو سب پر ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ

اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت

عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ ﴿۲۰﴾

اور بدوں دلیل اور بدوں کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں

یعنی ندان کے پاس کوئی دلیل عقلی ہے نہ نقلی اور نہ شرک ایسی چیز ہے جس کو عقل خود تسلیم کر لے بلکہ محض عناد سے کام لے رہے ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے

یعنی قرآن میں جو دلیلیں توحید کی ہیں ان میں غور کر کے اس کا اتباع کرو۔

قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے

آگے ان کے اس قول کی تردید ہے۔

أَوْ لَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابٍ

کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف

السَّعِيرِ ﴿۲۱﴾

بلا تارہا ہو

یعنی گمراہی کی طرف بلا تارہا ہو جو کہ سبب ہے عذاب دوزخ کا

مطلب یہ کہ ایسے سرکش ہیں کہ باوجودیکہ ان کو دلیل کی طرف بلایا جاتا ہے مگر پھر بھی بلا دلیل اپنے گمراہ باپ دادوں کی راہ پر چلتے ہیں یہ حالت تو گمراہوں کی ہے آگے اہل حق کا حال مذکور ہے۔

وَمَنْ يَسْلَمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ

تب بھی اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے

مراد اسلام اور توحید ہے یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اور اعمال میں بھی

وَهُوَ مُحْسِنٌ

اور وہ مخلص بھی ہو

الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

مت چل بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے فخر کرنے والے کو

فَخُورٍ ﴿۱۸﴾ وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ

پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر

یعنی نہ بہت دوڑ کر چل کہ وقار کے خلاف ہے نیز گر جانے کا بھی احتمال ہے اور نہ بہت گن گن کر قدم رکھ کہ یہ متکبروں کی وضع ہے بلکہ بے تکلف اور درمیانی رفتار تو اضع اور سادگی کے ساتھ اختیار کر

وَأَغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اور اپنی آواز کو پست کر

یعنی بہت غل مت مچا اور یہ مطلب نہیں کہ اتنی پست آواز کر کہ دوسرا سنے بھی نہیں آگے غل مچانے سے نفرت دلاتے ہیں۔

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَبِيرِ ﴿۱۹﴾

بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے

تو آدمی ہو کر گدھوں کی طرح چیخنا چلانا کب مناسب ہے نیز اس سے بعض اوقات دوسروں کو وحشت اور اذیت بھی ہوتی ہے اور کہیں صحیح اور صریح طور پر یہ نہیں دیکھا گیا کہ لقمن کے یہ بیٹے جن کو نصیحت کی گئی ہے ان کا طریقہ کیا تھا آیا پہلے سے موصد تھے یا اس نصیحت کے بعد موصد تھے یا کیا ہوا واللہ اعلم رابطہ اوپر سے توحید کا مضمون چلا آتا تھا اور اسی کی مناسبت سے حضرت لقمن کی وصیتیں مذکور ہوئی تھیں آگے پھر توحید کا مضمون ہے الم تر و اتاختر کفور

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ

کام میں لگا رکھا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے

ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ط

تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں

ظاہری نعمت وہ جو حواس سے معلوم ہو سکے اور باطنی وہ جو عقل سے معلوم ہوتی ہے اور ان نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو آسمان اور زمین کے مسخر کرنے سے حاصل ہوئیں پس یہ لازم نہیں آتا کہ اس آیت کے

محض ظاہری اسلام نہ ہو

فَقَدْ اسْتَهْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا

یعنی وہ اس شخص کے مشابہ ہے جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں تھام کر گرنے سے محفوظ رہتا ہے اسی طرح یہ شخص ہلاکت اور خسارہ سے بچا رہے گا۔

وَالِی اللّٰہِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۲۲﴾

اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا

پس چاہے حق کا اتباع کر دیا یا حق کا سب اعمال اسی کے حضور میں پیش ہوں گے وہ ہر ایک کو مناسب سزا و جزا دے گا۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ ۖ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہئے ان

فَتُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ إِنَّ اللّٰہَ عَلِيمٌ بِذَاتِ

سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم ان کو جتنا دیں گے جو جو کچھ وہ کیا کرتے

الصُّدُورِ ﴿۲۳﴾

تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں

ظاہری باتیں تو کس شمار میں ہیں پس ہم سے کوئی بات مخفی نہیں سب جتنا دیں گے اور مناسب سزا دیں گے اس لئے آپ غم نہ کریں اور اگر یہ لوگ محض چند روزہ عیش پر بھول رہے ہیں تو یہ ان کی بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ ہمیشہ نہ رہے گا۔

نَمَتَّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ

ہم ان کو چند روزہ عیش دیئے ہوئے ہیں پھر ان کو کشاں کشاں ایک سخت

غَلِيظٍ ﴿۲۴﴾

عذاب کی طرف لے آ دیں گے

پس اس پر ناز کرنا محض جہالت ہے آگے فرماتے ہیں کہ جس توحید کی طرف ہم ان کو بلارہے ہیں اس کے مقدمات کو خود یہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ان سے نتیجہ نہیں نکالتے۔

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے

وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۖ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے آپ کہیے کہ الحمد للہ

جو مقدمہ مہتمم بالشان تھا وہ تو تمہارے اقرار سے ثابت ہوا اور دوسرا مقدمہ تو نہایت ہی ظاہر ہے کہ جو خود مخلوق ہو اور دوسروں کا بنایا ہوا ہو وہ خدائی کا مستحق نہیں پس مقصود ثابت ہو گیا کہ خدا کے سوا کوئی معبود بننے کے قابل نہیں مگر یہ لوگ اس نتیجہ کو نہیں مانتے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾

بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے

چنانچہ دوسرے بدیہی مقدمہ کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ خدائی کا مستحق ہونا خالق کے لئے خاص ہے جو خالق نہ ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا آگے اپنی شان بتلاتے ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللّٰہَ

جو کچھ آسمان اور زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا ہے بیشک اللہ تعالیٰ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۶﴾

بے نیاز سب خوبیوں والا ہے

تو جس کی ایسی سلطنت اور ایسی ذات ہے وہی معبود بننے کے لائق ہے۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ

اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جاویں

یعنی جیسے قلم سے عادت لکھا جایا کرتا ہے اس کے برابر درختوں کے قلم بنائے جائیں اور ظاہر ہے کہ اس طرح تو ایک ایک درخت سے ہزاروں قلم تیار ہوں۔

وَالْبَحْرِ يَمْدًا ۖ مِنْ بَعْدِهَا سَبْعَةُ أَبْحُرٍ

اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جاویں

پھر ان قلموں اور اس روشنائی سے حق تعالیٰ کے کمالات لکھنا شروع کریں تو سب قلم اور روشنائی ختم ہو جائیں اور سات سمندر بطور مثال کے فرض کئے گئے ہیں پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ سمندر تو ایک ہی ہے۔

مَا نَفِدَتْ كَلِمَتُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰہَ عَزِيزٌ

تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں بیشک خدا تعالیٰ زبردست

مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ

اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالیشان

الْكَبِيرُ ۙ

اور بڑا ہے

اس لئے یہ سب تصرفات اسی کے ساتھ خاص ہیں ہاں اگر دوسرے موجودات فانی نہ ہوتے بلکہ نعوذ باللہ کوئی اور بھی ایسا ہوتا جس کا فنا ہونا محال اور ہمیشہ موجود رہنا ضروری ہوتا تو پھر یہ تصرفات خدا کے ساتھ خاص نہ ہوتے مگر موجودات میں کوئی بھی اس شان کا نہیں پس تو حید ثابت ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ (دلیل تو حید کی) معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے

اللَّهُ لِيُرِيَكُمْ مِنْ آيَاتِهِ ط

کشتی دریا میں چلتی ہے کہ تم کو اپنی نشانیاں دکھلائے

چنانچہ مخلوقات میں ہر موجود چیز اپنے پیدا کرنے والے کو بتلاتی ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝۴۱

اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک ایسے شخص کے لئے جو صابر و شاکر ہو

مراد اس سے مومن ہے کہ صبر و شکر میں کامل ہونا اسی کی صفت ہے اور اس جگہ ان صفتوں کا بیان کرنا خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے مناسب ہوا کہ کشتی کی حالت کے اعتبار سے موجوں کا اٹھنا صبر کا موقع ہے اور سلامتی سے کنارہ پر جا لگنا شکر کا موقع ہے پس جو لوگ ان واقعات میں فکر کرتے رہتے ہیں تو حید پر استدلال کرنے کی ان ہی کو توفیق ہوتی ہے آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح کفار کو دلیل تو حید کے مقدمات کا اقرار ہے جن کا بیان ولئن سالتہم میں اوپر آچکا ہے اسی طرح بعض اوقات خود تو حید کا اقرار بھی کر لیتے ہیں جس سے تو حید خوب ہی واضح ہوگئی۔

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلِّ دَعَوْا اللَّهَ

اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبان کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ

کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف

حَكِيمٌ ۝۴۲

حکمت والا ہے

کہ وہ قدرت میں بھی کامل ہے اور علم میں بھی اور یہ دونوں صفتیں چونکہ تمام صفات اور اعمال سے تعلق رکھتی ہیں شاید اس لئے ان دونوں کو خاص طور پر بیان کیا گیا اور کمال قدرت کی ایک فرع قیامت بھی ہے جس کو جاہل لوگ دشوار سمجھتے ہیں آگے بیان فرماتے ہیں کہ قیامت خدا کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْثُبُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ط

تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا

پس جو لوگ باوجود ان دلائل کے قیامت کا انکار کر رہے ہیں اور اس جرات پر فسق و فجور کرتے ہیں خدا کو ان کے سب کاموں کی خبر ہے ان کو مزادے گا۔

إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝۴۳

بیشک خدا تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ دیکھتا ہے

آگے پھر تو حید کا ذکر ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ

اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں

النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو

كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَأَنَّ اللَّهَ

کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا

بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۴۴

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے

پس جب خدا کی قدرت اور اس کا علم ایسا کامل ہے تو اس کا مقتضایہ ہے کہ شرک چھوڑ دیا جائے آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ یہ کمال قدرت وغیرہ خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کیوں ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ

یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی

الحسنی کہ اگر میں خدا کے پاس گیا بھی تب بھی میرے لئے خدا کے پاس اچھا ٹھکانہ ہوگا ربط اور پر قیامت کی وعید تھی اور کفار انکار کے قصد سے اس کا وقت پوچھا کرتے تھے اس لئے اگلی آیت میں بطور جواب کے فرماتے ہیں کہ علم غیب خدا ہی کے ساتھ خاص ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے وقت کو نہ جاننا اس کے نہ آنے کی دلیل نہیں ہو سکتی نیز اس آیت میں مخلوقات سے علم غیب کی نفی ہو گئی جن میں باطل معبود بھی داخل ہیں تو اس سے توحید کا اثبات بھی ہو گیا کہ جس کا علم ناقص ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا اور خلاصہ تمام سورت کا یہی دو باتیں ہیں قیامت کا ثابت کرنا اور توحید کا بیان کرنا پس یہ آیت سورۃ کے تمام مضامین کو جامع ہو گئی اس لئے اس پر ختم کرنا عین بلاغت ہوا ان اللہ تاخبر

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ

بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ

الْغَيْثِ

برساتا ہے

پس اس کا علم اور قدرت بھی اسی کے ساتھ خاص ہیں

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي

اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا

نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي

کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ

نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

وہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ سب باتوں کا

خَبِيرٌ

جاننے والا باخبر ہے

کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں

فائدہ: علم غیب کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز کو بلا واسطہ جاننا اور تمام چیزوں کے حالات وغیرہ کو احاطہ کر لینا ایسا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا رہا یہ سوال کہ جب علم غیب مطلقاً خدا کے لئے مخصوص ہے تو ان پانچ چیزوں کی کیا خصوصیت ہے جو ان ہی کو بیان کیا گیا جواب یہ ہے کہ لوگوں نے حضور سے ان ہی پانچ چیزوں کا سوال کیا تھا اس لئے آیت میں ان کو خصوصیت کے

فَبِهِمْ مَّقْتَصِدٌ

لے آتا ہے سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں

یعنی شرک کے ٹیڑھے راستہ کو چھوڑ کر توحید کو اختیار کر لیتے ہیں جو کہ نہایت معتدل راستہ ہے اور بعضے پھر ہماری آیتوں کے منکر ہو جاتے ہیں۔

وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ

اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بد عہد اور ناشکر ہیں کہ کشتی میں توحید عہد تھا اس کو توڑ دیا اور سلامتی سے خشکی میں آنے کا مقتضا شکر کرنا تھا اس کو چھوڑ دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشُوا

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے

يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا

بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے

مَوْلُودٌ هُوَ جَارِعٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا

باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے

ربط اور شرک کو باطل کیا تھا اور نعمتہم قلیلا میں اس پر اجمالی وعید تھی آگے عام نصیحت کے رنگ میں قیامت کو یاد دلانا تفصیلی وعید فرماتے ہیں یا ایہا الناس اتقوا باللہ الغرور

اور یہ دن ضرور آنے والا ہے کیونکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيَاةُ

یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگی دھوکے

الدُّنْيَا وَقَفَّةً

میں نہ ڈالے

کہ اس میں منہمک ہو کر اس دن سے غافل رہو۔

وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ

اور نہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈالے

کہ تم اس کے اس بہکانے میں آ جاؤ کہ اللہ تم کو عذاب نہ دے گا جیسا کہ بعض کافر کہا کرتے تھے۔ ولئن رجعت الی ربی ان لی عنده

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

بلکہ یہ سچی کتاب ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ

مَا أَتَهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے

يَهْتَدُونَ ﴿۳۵﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ

کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ راہ پر آ جاویں اللہ ہی ہے

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ط

درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا

رابطہ: اوپر رسالت کو ثابت کیا گیا تھا آگے تو حید کا اثبات ہے اور ضمناً

قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے اللہ الذی تا تشکرون

یعنی عالم میں احکام اور تصرفات نافذ اور جاری کرنے لگا۔

مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ط

بدوں اس کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا

البتہ اجازت کے بعد شفاعت ہو جائے گی اور مدد کرنے کی اجازت ہی نہ ہوگی۔

أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۶﴾

سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو

کہ ایسی ذات کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

يُدَبِّرُ الْأُمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ

وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر ہر امر اسی کے

يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ

حضور پہنچ جاوے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے

أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۳۷﴾

موافقی ایک ہزار برس کی ہوگی

ساتھ بیان کر دیا گیا دوسرے یہ کہ ان چیزوں کے جاننے کا لوگوں کو بہت اشتیاق ہوتا ہے اور حدیث میں جو وارد ہے مفتاح الغیب خمس کہ غیب کی کنجیاں پانچ چیزیں ہیں پھر آپ نے ان ہی چیزوں کو بیان فرمایا تو اس سے مقصود مثال کے طور پر بیان کرنا ہے یہ مطلب نہیں کہ ان پانچ کے سوا دوسری چیزوں کا علم غیب مخلوق کو ہو سکتا ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعض اوقات علامات سے پیٹ کے بچہ کا حال اور بارش نازل ہونے کا وقت دوسرے لوگ بھی جان لیتے ہیں پھر ان کا جانا خدا کے ساتھ کیونکر مخصوص ہو گا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم غیب کے طریقہ پر جانا خدا کے ساتھ خاص ہے اور علم غیب کے معنی معلوم ہو چکے ہیں کہ بلا واسطہ جاننے کو کہتے ہیں اور دوسرے لوگ علامات کے واسطہ سے جانتے ہیں بلا واسطہ نہیں جان سکتے پس اب کوئی اشکال نہیں رہا۔

سورة السجدة مكية و هي ثلثون آية و قيل تسع و عشرون رابطہ: سورة سابقہ میں توحید و قیامت کے مضامین تھے اس سورت کے شروع میں حقانیت قرآن ثابت کرتے ہوئے رسالت کو ثابت کیا گیا ہے جس کا توحید و معاد کے ساتھ تناسب ظاہر ہے پھر اس کے بعد توحید و آخرت کا بھی ذکر ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ

(۳۲) سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ثَلَاثُونَ آيَةً

سورة سجده مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلَمْ ۙ تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِیْهِ

الہم یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں

مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

یہ رب العالمین کی طرف سے ہے

اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں تنزیل الکتب تا یہتدون جیسا کہ اس کا اعجاز بلاغت وغیرہ خود اس کی دلیل ہے

اَمْ یَقُولُوْنَ افْتَرٰہُ ج

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ اپنے دل سے بنالیا ہے

یہ کہنا محض لغو اور جھوٹ ہے یہ بنایا ہوا ہرگز نہیں۔

عِنْدَ رَبِّهِمْ

سامنے سر جھکائے ہوں گے

غایت ندامت کی وجہ سے

رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَسَمِعْنَا

کہ اے ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے
اور معلوم ہو گیا کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام نے کہا تھا سب حق تھا۔

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۲﴾

سو ہم کو پھر بھیج دیجئے ہم نیک کام کیا کریں گے ہم کو پورا یقین آ گیا
مگر ان کا یہ کہنا محض بے کار ہوگا کیونکہ دنیا میں تو ان کو جب بھیجتے کہ
خواہ مخواہ ان کا راہ پر آنا ہی ہم کو مطلوب ہوتا نیز دوبارہ بھیجتے ہیں ان کا راہ پر
آنا متوقع بھی ہوتا حالانکہ یہ دونوں باتیں نہیں ہیں نہ ان کا راہ پر آنا مطلوب
ہے نہ یہ دوبارہ دنیا میں جا کر راہ پر آویں گے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى

اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کا راستہ عطا فرماتے

یعنی جیسا کہ ان کو راستہ بتلایا گیا تھا اسی طرح ان کو مقصود تک پہنچا بھی دیا جاتا

وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ

و لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳﴾

جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا

اور یہ بات بہت سی حکمتوں کی وجہ سے مقدر ہوئی ہے چنانچہ بعض حکمتوں کا
بیان سورہ ہود کے اخیر میں ایسی ہی آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے پس ان کا راہ پر آنا
تو اس لئے مطلوب نہیں اور دوبارہ جا کر بھی ان کے راہ پر نہ آنے کا بیان سورہ انعام
کے تیسرے رکوع کی اس آیت میں گزر چکا ہے وَلَوْ رَدُّوا لَعَادُوا وَلَمَّا نُهُوا عَنْهُ
الْخ كَآكُرٍ (بالفرض) وہ واپس بھی کر دیئے جائیں تب بھی وہ ان ہی باتوں کی
طرف لوٹیں گے جن سے ان کو منع کیا گیا ہے اور جن باتوں پر ان کا دنیا میں دوبارہ
لوٹنا موقوف تھا جب وہ دونوں نہیں ہو سکتیں تو ان کا لوٹنا بھی نہیں ہو سکتا۔

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا

تو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے

إِنَّا نَسِينُكُمْ

ہم نے تم کو بھلا دیا

یعنی رحمت سے محروم کر دیا اور رحمت سے محروم کرنے کو مجازاً بھلا دینا
کہہ دیا ہے آگے بتلاتے ہیں کہ یہ مزہ چکھنا ایک دو روز کا نہیں ہے

وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

اور اپنے اعمال کی بدولت ابدی عذاب کا مزہ چکھو
یہ تو کفار کا حال اور انجام ہوا آگے مومنین کا حال اور انجام بیان
فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا

بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ

خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ

جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب

لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۵﴾

کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے

جیسا کہ کافر لوگ تکبر کرتے ہیں یہ تو ان کے ایمان اور اخلاق کا حال
ہے آگے اعمال کا حال مذکور ہے

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

ان کے پہلو خوابگا ہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں

خواہ عشاء کے فرض کے لئے یا تہجد کے لئے بھی اور اس عام تفسیر سے
سب روایتیں جمع ہو گئیں آگے فرماتے ہیں کہ ان کے پہلو خواب گا ہوں
سے صرف علیحدہ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ رات کو اٹھ کر اپنے رب کی
عبادت کرتے ہیں۔

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا

اسطور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں

اس میں نماز اور دعاء اور ذکر سب داخل ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۱۶﴾

اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں

غرض کہ ایمان لانے والوں کی یہ صفات ہیں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں جن پر خود ایمان ہی موقوف ہے اور بعض ایسی ہیں جن پر ایمان کا کامل ہونا موقوف ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ

سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے

جزاءً لِّبِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾ أَفَمَن كَانَ

خزانہ غیب میں موجود ہے یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے تو جو شخص مومن

مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ﴿۱۸﴾

ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے

چنانچہ ابھی معلوم ہو چکا ہے اور خاص انجام میں برابر نہ ہونے کی تفصیل تاکید کے لئے آگے پھر بیان فرماتے ہیں

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے سو ان کے لئے ہمیشہ

جَدَّتْ الْمَأْوَىٰ زُفْرًا لِّبِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے بدلے میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں

یعنی جس طرح مہمان کی خاطر تعظیم کے ساتھ کی جاتی ہے اسی طرح اکرام کے ساتھ ان کو یہ چیزیں دی جائیں گی بھیک مانگنے والے عیسا جوں کی طرح بے قدری اور بے وقعتی کے ساتھ نہ دی جاویں گی

وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ كُلَّمَا

اور جو لوگ بے حکم تھے سو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ لوگ

أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا

جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے

اور کنارہ کی طرف بڑھیں گے

أُعِيدُوا فِيهَا

تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے

تکلیف اور مصیبت سے بھاگنا اور نکلنے کا قصد کرنا طبعی حرکت ہے اگرچہ نکلنے کا راستہ کوئی بھی نہ ہو پس کفار بھی اسی طرح نکلنا چاہیں گے گو

بوجہ دروازے بند ہونے اور جہنم کی گہرائی کے وہ نکل نہ سکیں گے

وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي

اور ان کو کہا جاوے گا کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو

كُنْتُمْ بِهِ تَكذِّبُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَنَذِيقَنَّ

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور ہم ان کو قریب

مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ

کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے

الْأَكْبَرِ

پہلے چکھا دیں گے

اس دنیوی عذاب سے مراد بیماریاں اور وباں اور قحط وغیرہ کے مصائب ہیں جو کہ گناہوں کے سبب سے آتی ہیں جیسا کہ آیت وما اصابكم الخ سے معلوم ہو چکا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾

تاکہ یہ لوگ باز آویں

پھر جو اس پر بھی باز نہ آوے اس کے لئے بڑا عذاب ہے ہی آگے فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر عذاب ہونے سے کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔

وَمَن أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اپنے رب کی آیتیں یاد دلانی

أَعْرَضَ عَنْهَا

جاویں پھر وہ ان سے اعراض کرے

پھر اس کے سزا اور عذاب ہونے میں کیا شبہ ہے اس لئے ایسوں کو ضرور عذاب ہونا چاہیے

رابطہ : اوپر کفار کی تکذیب اور مخالفت کا ذکر آیا ہے چونکہ ان امور سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن اور غم ہوتا تھا اور مخالفت کی بعض باتوں سے مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوتی تھی اس لئے آگے آپ کی اور مومنین کی تسلی کا مضمون ہے اور اس مضمون پر کفار کے بعض شبہات تھے ان کا بھی جواب دیا گیا ہے اور اسی پر سورت ختم ہے۔ ولقد اثینا تا منتظرون

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُم يَوْمَ

آپ کا رب قیامت کے روز ان سب کے آپس میں فیصلہ ان

الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۲۵﴾

امور میں کر دے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے

یعنی مومن کو جنت میں اور کافر کو دوزخ میں پہنچا دے گا اور قیامت بھی کچھ دور نہیں اس سے بھی تسلی حاصل کرنا چاہئے اور اس مضمون کو سن کر کفار دوشنبے کر سکتے تھے ایک یہ کہ ہم اسی کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا سترنا پسند ہے دوسرے یہ کہ ہم قیامت ہی کو ناممکن سمجھتے ہیں آگے دونوں کا جواب ہے پہلے کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کو کفر کے برا ہونے میں شبہ ہے تو گزشتہ کافروں کے حال میں غور کر لیں۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر چکے ہیں

کہ ان کی ہلاکت خلاف عادت طریقہ سے ہوئی اور انبیاء کی پیشین گوئی کے بعد ہوئی جس سے خدا کا غضب ٹپکتا تھا اور اس سے کفر کا مغفوض و ناپسند ہونا صاف واضح ہے۔

مَنْ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ ط

جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں ان

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةٍ ط

میں صاف صاف نشانیاں ہیں

کفر کے مغفوض عند اللہ اور ناپسند ہونے کی۔

أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۶﴾

کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں

حالانکہ وہ مشہور ہیں اور مخلوق کی زبانوں پر مذکور ہیں آگے دوسرے شبہ کا جواب ہے کہ وہ لوگ قیامت کو ناممکن سمجھتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ

کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی

الْجُرْزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ

پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے

إِنَّا مِنَ الْبُحْرَيْنِ مُنْتَقِبُونَ ﴿۲۷﴾ وَلَقَدْ

ہم ایسے بحر میں سے بدلہ لیں گے اور

آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی

جس کی تبلیغ اور اشاعت میں ان کو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں اسی طرح آپ کو بھی برداشت کرنا چاہئے یہ ایک تسلی ہوئی اور خصوصیت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر شاید اس لئے کیا گیا کہ آپ میں اور موسیٰ علیہ السلام میں بہت سی وجوہ سے مشابہت تھی

فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ

سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے

یعنی اس کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ نہ کیجئے اور ظاہر ہے کہ آپ کو اس میں شبہ کبھی نہیں ہو سکتا پس مطلب یہ ہے کہ آپ یقیناً صاحب کتاب و صاحب خطاب ہیں اور جب آپ اللہ کے نزدیک ایسے مقبول ہیں پس اگر چند مٹھی بھرا حق آپ کو قبول نہ کریں تو کوئی غم کی بات نہیں یہ دوسری تسلی ہوئی۔

وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿۲۸﴾

اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا

اسی طرح آپ کی کتاب سے بہتوں کو ہدایت ہوگی یہ تیسری تسلی ہوئی۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً يَّهْدُونَ

اور ہم نے ان میں جبکہ انہوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے

بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا قَفَّ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا

جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا

يُوقِنُونَ ﴿۲۹﴾

یقین رکھتے تھے

اس لئے ان کی اشاعت اور مخلوق کی ہدایت میں مشقت گوارا کرتے تھے اس میں مسلمانوں کو تسلی ہے کہ جب تم لوگ بھی صاحب یقین ہو اور یقین کا مقتضا صبر کرنا ہے تو تم کو بھی صبر کرنا ضروری ہے اس وقت ہم تم کو بھی دین کا پیشوا بنا دیں گے یہ تسلی تو دنیا کے اعتبار سے ہے اور آگے آخرت کے اعتبار سے دوسری تسلی مذکور ہے۔

سورة الاحزاب مدنیة و هی ثلث و سبعون آیه

رابطہ: اس سورت کے تمام مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منجانب اللہ منصور ہونا اور خدا کے نزدیک محبوب اور خاص مقرب ہونا بتلایا گیا ہے اور آپ کی تعظیم کو مختلف وجوہ سے واجب اور ایذا رسانی کو حرام بتلایا گیا ہے اور سورۃ سابقہ کے ختم پر حضور کی تسلی کا مضمون تھا کہ وہ بھی محبوب ہونے کی دلیل ہے اس لئے دونوں سورتوں میں پوری مناسبت ہے اور چونکہ رسول کو ایذا پہنچانے کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے ایک ایذا کفار کی طرف سے زبان اور بات کی تھی کہ وہ آپ سے درخواست کرتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ دعوت اسلام سے باز آ جائیں اور ہم آپ کو اتنا مال دیں گے اور بعض نے قتل کی بھی دھمکی دی تھی اس پر آپ کو رنج ہوا اس لئے سورت اسی کے متعلق مضمون سے شروع کی گئی۔ بسم الله الرحمن الرحيم یا ایہا النبی تا و کیلا

(۳۳) سُورَةُ الْاَحْزَابِ الْمَدَنِيَّةُ (۹۰)

سورة احزاب مدینے میں نازل ہوئی اور اس میں تہتر آیتیں اور نور کوغ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہئے

اور کسی سے نہ ڈرے اور ان کی دھمکیوں کی ذرا پرواہ نہ کیجئے

وَلَا تُطِيعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ط

اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے

یعنی جو لوگ کھلم کھلا دین کے خلاف مشورے دیتے ہیں اور جو کہ در پردہ ان کے ساتھی ہیں ان کا کہنا نہ مانئے بلکہ اللہ ہی کا کہنا کیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان احکام پر پہلے ہی سے عمل کرنے والے تھے یہاں زیادہ مقصود منافقین کو سنانا ہے کہ ہمارے نبی تو اس حالت پر ہیں گے تم ناکام ہو کر بیٹھ رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۱

بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے

اس کا ہر حکم فوائد و مصالح پر مشتمل ہوتا ہے آگے اللہ کا کہنا ماننے کا مطلب بیان فرماتے ہیں۔

اَنْعَاْمُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ۲۷

مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو کیا دیکھتے نہیں ہیں

یہ صاف نمونہ ہے مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے کا جیسا کہ اس کی تقریر کئی جگہ گزر چکی ہے پس دونوں شبے دفع ہو گئے۔

وَيَقُولُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ

صٰدِقِیْنَ ۲۸

کب ہوگا

اور ان کی غرض اس سوال سے محض تقاضا اور استہزاء اور انکار ہے آگے جواب ہے کہ تم فضول اس دن کا تقاضا کرتے ہو تمہارے لئے وہ پوری مصیبت کا دن ہے۔ بچاؤ کی یہی ایک صورت تھی جو وہاں نہ ہو سکے گی۔

قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ

آپ فرما دیجئے کہ اس فیصلہ کے دن ان

كَفَرُوْا اٰیْمَانُهُمْ

کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا

جن کے خیال سے غم ہوتا ہے

وَلَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ۲۹ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

اور ان کو مہلت بھی نہ ملے گی سو ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے

اور بچاؤ کی یہی ایک صورت تھی جو وہاں نہ ہو سکے گی۔

وَاَنْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنتَظِرُوْنَ ۳۰

اور آپ منتظر رہیے یہ بھی منتظر ہیں

یعنی اپنے خیال میں اس کے منتظر ہیں کہ خدا انہیں آستہ آپ کو ناکامی یا ضرر ہوگا مگر معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انتظار صحیح ہے اور کس کا غلط اور کون کامیاب ہوتا ہے اور کون ناکام واللہ اعلم

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ

اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلے

اللَّهُ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۲﴾

تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے

پس تم میں جو لوگ ہمارے نبی کی مخالفت کر رہے ہیں ہم سب کو سمجھیں گے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿۳﴾

اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے اور اللہ کافی کارساز ہے

اس کے مقابلہ میں ان کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی اس لئے ان کے ڈرانے دھمکانے کا کچھ اندیشہ نہ کیجئے البتہ اگر اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کی وجہ سے کوئی کلفت آپ کے لئے بھیجے تو وہ سراسر منفعت ہے غرض یہ لوگ خود ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہیں۔ ربط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی زبانی ایذا کے متعلق تسلی دی گئی تھی آگے ایک دوسری زبانی ایذا کے متعلق مضمون ہے جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تھا جن کو حضرت زید بن حارثہ نے طلاق دی تھی اور ان زید بن حارثہ کو حضور نے کسی وقت اپنا متبنی (بیٹا) بنالیا تھا اس لئے زمانہ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد بھی آیت ادعوہم لآباءہم کے نازل ہونے تک یہ زید بن محمد کہلاتے تھے پھر جب اس آیت میں متبنی بنانے کی ممانعت نازل ہوئی تو زید بن حارثہ پکارے جانے لگے غرض جب آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو مخالفین نے طعن کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا آگے اس طعن کا اجمالی جواب دینا مقصود ہے اور تفصیلاً یہ مضمون نصف سورۃ پر آئے گا اور جواب کی تاکید کے لئے دو مضمون اور بیان فرما دیئے کہ ان دونوں مضمونوں میں بھی مسئلہ متبنی کی طرح جاہلیت کے غلط خیالات کی اصلاح کرنا منظور ہے حاصل یہ کہ متبنی کو بیٹا سمجھنا اور اس وجہ سے اس کی مطلقہ بی بی سے نکاح کرنے پر کسی کو طعن کرنا ایسا ہی غلط خیال ہے جیسا کہ بی بی کو زبان سے ماں کہہ دینے پر اس کو ماں کی طرح سمجھ لینا اور اس وجہ سے اس کو نکاح سے باہر سمجھنا یا کسی شخص کو زیادہ ہوشیار ہونے کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ اس کے دودل ہیں تو جس طرح یہ دونوں خیال غلط ہیں ایسے ہی یہ بھی غلط ہے کہ متبنی کی بی بی سے نکاح کرنا طعن کی بات ہے۔ ما جعل اللہ لرجل قارحیما

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور

جَوْفِهِ ۖ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمْ إِلَیَّ تُظْهِرُونَ

تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں

مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ

بنا دیا اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (بچ بچ کا)

أَبْنَاءَكُمْ ۖ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ

بیٹا نہیں بنا دیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے

جو واقع کے مطابق نہیں ہے بلکہ غلط ہے اور غلط بات پر کوئی واقعی حکم نہیں لگایا جاتا پس منہ بولے بیٹے کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح کرنے پر طعن کرنا محض حماقت ہے۔

وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ﴿۴﴾

اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے

چنانچہ ان تینوں غلطیوں کی اصلاح فرمادی جاہلیت میں یہ تینوں غلط باتیں مشہور تھیں کہ ذہن اور عقلمند آدمی کے دودل سمجھا کرتے تھے چنانچہ روح المعانی میں ایک شخص کی حکایت ہے جو دودل والا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا وہ جنگ بدر سے اس حال میں بھاگا کہ ایک جوتا پاؤں میں اور ایک ہاتھ میں تھا ابوسفیان نے اس کو ٹوکا تو اس نے کہا کہ میں دونوں جوتے پاؤں ہی میں سمجھا تھا جس سے اس کے دعویٰ کا جھوٹ ہونا واضح ہو گیا دوسرے بیوی کو ماں کہہ دینے سے ہمیشہ کے لئے اسے حرام سمجھتے تیسرے متبنی کو تمام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے پس یہاں بظاہر تیسری غلطی کا دور کرنا زیادہ مقصود ہے مگر تاکید کے لئے دو غلطیاں اور دور کر دیں اور ان کو پہلے بیان کیا گیا کیونکہ ان کا غلط ہونا زیادہ ظاہر تھا تو ان کی غلطی معلوم ہو جانے کے بعد تیسری بات کا غلط ہونا بھی اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ متبنی کا بیٹا ہونا محض مشہور ہی مشہور ہے اور کسی بات کا مشہور ہونا کوئی تعجب نہیں چنانچہ دیکھو فلاں فلاں باتیں بھی مشہور ہیں حالانکہ محض غلط ہیں اور جب وہ واقع میں تمہارے بیٹے نہیں ہیں تو ان کو متبنی کرنے والوں کا بیٹا نہ کہو

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ فَإِنْ

تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ

نے تمام ضروری مصلحتوں کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ نے ان کی تعلیم فرمائی ہے بہر حال آپ سے نفع ہی نفع ہے پھر ہر قسم کا نفع ہے اس لئے آپ کا اپنی جان سے بھی زیادہ حق ہے اور آپ کی اطاعت مطلقاً اور تعظیم کمال درجہ ہے اور اس میں تمام احکام آ گئے۔

وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط

اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں

کیونکہ جب حضور کو مسلمانوں کے ساتھ تعلق ان کی جان سے بھی زیادہ ہے تو آپ معنی سب مسلمانوں کے باپ ہیں اس تعلق کی فرع یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات باعتبار تعظیم کے ان کی ماں ہیں اور اسی طرح ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے اور ان کی بیبیاں ماں ہیں اور چونکہ ازواج مطہرات کا ماں ہونا تعظیم کے اعتبار سے ہے تو جن احکام کا تعلق تعظیم سے نہ ہوگا ان میں مان ہونے کا اثر ظاہر نہ ہوگا مثلاً پردہ نہ کرنا اور ان کو دیکھنا یا تنہائی میں ان کے پاس بیٹھنا وغیرہ کہ ان امور کو تعظیم سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ازواج مطہرات سے مسلمانوں کو پردہ کرنا واجب اور ان کو دیکھنا اور تنہائی میں ان کے پاس بیٹھنا بدستور حرام رہا البتہ حضور کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام کیا گیا کیونکہ تعظیم کی یہ بھی ایک فرع ہے لیکن تمام انبیاء کی بیویوں سے امتیوں کا نکاح حرام ہونا ثابت نہیں بلکہ روح میں مواہب سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے آگے بتلاتے ہیں کہ چونکہ حضورؐ کا اپنی امت کے لئے باپ ہونا حقیقت نہیں ہے بلکہ معنی ہے اس لئے یہ لازم نہ سمجھا جائے کہ تمام مسلمان آپس میں حقیقی بھائی ہو جائیں کہ ان میں ہر شخص دوسرے کا وارث ہو سکے بلکہ وراثت کا مدار صرف رشتہ داری پر ہے۔

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي

اور رشتہ دار کتاب اللہ میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق

كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے

پس ایمان اور ہجرت کے عداقہ سے اب کوئی کسی کا وارث نہ ہوگا اور شروع اسلام میں جو اس قسم کا حکم تھا کہ ایمان اور ہجرت کے تعلق سے بھی ایک مسلمان دوسرے کا وارث ہوتا تھا وہ بعض مصالح کی وجہ سے تھا اب یہ حکم منسوخ ہے۔

إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَٰكُمْ مَّعْرُوفًا ط

مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو تو وہ جائز ہے

لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ

کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ

وَمَوَالِيكُمْ ط

تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں

پس ان کو اپنا بھائی اور اپنا دوست کہہ کر پکارو اور اس ممانعت میں وہ صورت داخل نہیں جب کہ شفقہ اور مجازاً کسی کو بیٹا کہہ دیا جائے بلکہ خاص جاہلیت کے اعتقاد کے طور پر اپنی حقیقی اولاد کی طرح سمجھ کر بیٹا کہنے کی ممانعت ہے اور اگر کہنے والے کا یہ اعتقاد نہ ہو مگر وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس سے جاہلیت کے اعتقاد کی تائید اور اشاعت ہوگی تب بھی قصداً ممنوع ہے۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ ط

اور تم کو اس میں جو بھوک چوک ہو جاوے تو اس سے تو تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا

مثلاً عادت قدیمہ کے موافق سبقت لسانی یا سہو سے نکل جاوے تو معاف ہے۔

وَلَكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ط وَكَانَ

لیکن ہاں دل سے ارادہ کر کے گرد اور

اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

اگر اس سے بھی استغفار کر لو گے تو پھر معاف ہو جائے گا رابطہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس سورۃ کا خلاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان اور آپ کے حقوق کا بیان کرنا ہے جن میں سے ایک حق آپ کا اتباع اور تعظیم بھی ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں آگے ایک خاص قسم کا بیان ہے جو سب کو شامل ہے یعنی حضور کا مسلمانوں کے ساتھ ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق ہونا اور اسی تعلق معنوی کی مناسبت سے ایک مسئلہ میراث کی تحقیق کا بھی بیان فرما دیا کیونکہ وہ ظاہری تعلق کی ایک فرع ہے النبی اولیٰ تا مسطوراً

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

نبی مؤمنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں

کیونکہ اگر مسلمان کا نفس برا ہے تب تو ظاہر ہے کہ وہ بدخواہ ہے اور حضور خیر خواہ ہیں اور اگر نفس اچھا بھی ہے تب بھی بعض مصالح اور منافع اس سے پوشیدہ رہتے ہیں ان کا مشورہ وہ نہیں دے سکتا اور حضور کو اللہ تعالیٰ

دلا کر اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں وہ یہ کہ مسلمانوں کو دو غزووں میں کامیابی دی اور پریشانی دور کی اور اس کے ضمن میں کفار و منافقین کے افعال و اقوال اور زبان درازی وغیرہ پر ملامت اور تشبیہ بھی ہے جن سے رسول اللہ کو اذیت پہنچی تھی اور اس سورت میں بڑا مقصود رسول کی ایذا رسانی پر ملامت بھی ہے نیز اس قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور من اللہ اور محبوب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی اس سورت کا بڑا مقصود ہے اور خلاصہ اس واقعہ کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی نضیر کو مدینہ سے نکال دیا تھا جس کا قصہ سورہ حشر میں آدے گا انہوں نے سنہ چار یا پانچ ہجری میں قبائل عرب کو بھگایا اور سب ملکر دس بارہ ہزار آدمی مدینہ پر چڑھ آئے آپ نے مدینہ کے گرد جہاں جہاں سے آنے کا موقع تھا خندق کھدوائی اور تین ہزار آدمیوں سے ان کا مقابلہ کیا اور دور دور سے کچھ لڑائی بھی ہوتی رہی قریب ایک ماہ کے یہ محاصرہ رہا آخر اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں ایک آندھی سے اور باطن میں فرشتوں کے لشکر سے سب کفار کو بھگا دیا چونکہ یہود بنی قریظہ نے اپنے معاہدہ کے خلاف ان محاصرہ کرنے والوں کی مدد کی تھی اس لئے آپ غزوہ خندق سے فارغ ہوتے ہی بنو قریظہ کے مقابلہ کے لئے چلے وہ اول قلعہ میں بند ہو گئے اور بیس پچیس روز تک محصور رہے پھر آخر تنگ ہو کر نکلے اور بعضے قتل اور بعضے قید ہوئے اور اس واقعہ میں منافقین کی طرف سے بھی بہت بے مروتی کی باتیں ظاہر ہوئیں یا ایہا الذین تا قدیداً

وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دروناک عذاب تیار کر رکھا ہے اے

الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ

ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم پر

جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ

بہت سے لشکر چڑھ آئے

یعنی عینیہ کا لشکر اور ابوسفیان کا لشکر اور یہود بنی قریظہ کا لشکر

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی

جس نے ان کو پریشان کر دیا اور ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے

وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط

اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی

كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝

یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھی

کہ اخیر حکم شریعت کا یہ ہوگا کہ وراثت کا مدار رشتہ داری پر ہے ایمان اور ہجرت کے تعلق سے کوئی کسی کا وارث نہ ہوگا ربط اوپر شروع سورت میں حضور کو وحی کے اتباع کا حکم ہوا ہے اور مسلمانوں کو صاحب وحی کے اتباع کا آگے ان کی تاکید کے لئے انبیاء سے عہد لئے جانے کا بیان ہے اور یہ کہ جو لوگ انبیاء کے منکر ہیں وہ عذاب کے مستحق ہیں وَاِذَا اخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ عَهْدًا

وَإِذَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

اور جبکہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی

وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ

اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن

مَرْيَمَ

مریم سے بھی

اور وہ عہد یہ تھا کہ احکام کا اتباع کرنا جس میں احکام کا پہنچانا اور ایک نبی کا دوسرے کی تائید و تصدیق کرنا بھی داخل ہے۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ لِّيَسْأَلَ

اور ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا تاکہ

الصَّادِقِينَ

ان سچوں سے

یعنی پیغمبروں سے جو کہ اپنے قول و قرار میں سچے تھے

عَنْ صِدْقِهِمْ ۝

ان کے سچ کی تحقیقات کرے

جس سے انبیاء کی بزرگی ظاہر ہوگی اور نہ ماننے والوں پر حجت قائم ہو گی پس اس سے دونوں باتوں کا واجب ہونا معلوم ہو گیا۔ انبیاء پر اتباع وحی کا واجب ہونا اور ۲۔ دوسروں پر انبیاء کا اتباع واجب ہونا انبیاء کا اپنے عہد کو پورا کرنا تو اسی سے معلوم ہو گیا کہ خدا نے ان کو صادقین فرمایا ہے اب رہ گئے دوسرے لوگ سوان کو انبیاء کا اتباع کرنے پر آگے وعید سناتے ہیں۔ ربط اوپر وعید سنا کر اطاعت کی رغبت دلائی تھی آگے اپنی ایک بڑی نعمت یاد

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ ۖ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض

الْأَعْرُورَ ۝۱۳

دھوکہ دہی کا وعدہ کر رکھا ہے

خندق کھودتے ہوئے ایک پتھر پر کدال لگنے سے کئی بار آگ کی چنگاریاں نکلی تھیں اور حضور نے ہر بار میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو روم اور شام اور فارس کے محل اس کی روشنی میں نظر آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے جب کفار کے ان لشکروں کے جمع ہونے سے پریشانی ہوئی تو معتب بن قشیر اور اس کے ساتھی منافقین کہنے لگے کہ یہ تو حالت ہے اور اس پر شام اور روم کی فتح ہونے کی بشارتیں دی جاتی ہیں یہ محض دھوکہ ہے اور اگرچہ وہ منافقین اس کو اللہ کا وعدہ نہ سمجھتے تھے نہ آپ کو رسول مانتے تھے مگر اس کو اللہ کا اور رسول کا وعدہ استہزاء اور دل لگی کے طور پر کہا ہوگا۔

وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ

اور جبکہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو تمہارے لئے

لَا مَقَامَ لَكُمْ

ٹھہرنے کا موقع نہیں

کیونکہ یہاں میدان میں رہنا موت کے منہ میں جانا ہے۔

فَارْجِعُوا

سولوٹ چلو

یہ بات اوس بن قیطی نے کہی تھی اور بھی کچھ لوگ اس میں شریک تھے

وَيَسْتَأْذِنُ قَرِيقٌ مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُولُونَ

اور بعض لوگ ان میں نبی سے اجازت مانگتے تھے کہتے تھے

إِنَّ بَيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۖ

کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں

صرف عورتیں بچے رہ گئے اور گھر کی دیواریں بھی اطمینان کے قابل نہیں اندیشہ ہے کبھی چور نہ آگھسیں اور یہ بات ابو عرابہ اور بنی حارثہ کے بعض لوگوں نے کہی تھی یعنی ان کو چوری وغیرہ کا اندیشہ ہرگز نہیں اور نہ وہاں جانے سے ان کی یہ نیت ہے کہ ان کا انتظام قابل اطمینان کر کے چلے آویں گے۔

گو بعض صحابہ نے بعض فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا بھی تھا اور وہ صحابہ کفار کے لشکر میں جاسوسی کے لئے گئے تھے وہاں یہ آواز بھی سنی کہ بھاگو بھاگو اور یہ فرشتے لڑے نہ تھے صرف کفار کے دل میں رعب ڈالنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝۹

اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے

جیسے خندق کھودنا اور لڑائی کے لئے ثابت قدم رہنا اور ان کاموں سے خوش ہو کر تمہاری امداد فرما رہے تھے۔

إِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ

جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی یعنی کوئی جماعت مدینہ کے نشیب کی طرف سے آئی اور کوئی بلندی کی

جانب سے۔

وَإِذْ زَاغَتْ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ

اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگتے تھے

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝۱۰

اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے

جیسا کہ پریشانی کے وقت میں مختلف وسوسے اور اپنے غالب یا مغلوب ہونے کے احتمالات آیا کرتے ہیں اور یہ وسوسہ کچھ برا نہیں نہ اس پر مواخذہ ہے آگے جو مسلمانوں کا قول آوے گا ہذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله الخ کہ یہ وہی موقع ہے جس کی خدا نے اور اس کے رسول نے ہم کو خبر دی تھی اور خدا کی اور اس کے رسول کی خبر سچی تھی الخ تو اس سے مراد کفار کے لشکروں کا آنا ہے پس چونکہ اس کی ان کو خبر دے دی گئی تھی اس لئے اس کا پہلے سے یقین تھا لیکن اس واقعہ کا انجام نہیں بتلایا گیا تھا اس لئے انجام کی بابت مختلف خیالات پیدا ہوتے تھے۔

هَذَا لَكَ ابْتِلَى الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زَلَالًا

اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں

شَدِيدًا ۝۱۱ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ

ڈالے گئے اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ۝۱۳

حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں

وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا

اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے ان پر کوئی آگھے

جب کہ یہ اپنے گھروں میں ہوں۔

ثُمَّ سِيلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهَا

پھر ان سے فساد کی درخواست کی جاوے

یعنی مسلمانوں سے لڑنے کی ان منافقین سے درخواست کی جائے۔

وَمَا تَكَلِّبُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ۝۱۴

تو یہ اس کو منظور کر لیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں

یعنی اتنا توقف تو کریں کہ ان سے کوئی اس قسم کی درخواست کرے اور اس کے بعد فوراً ہی مسلمانوں ہی کے مقابلہ میں جا پہنچیں اور اپنے گھروں کا کچھ بھی خیال نہ کریں کہ ہم لڑائی میں جا رہے ہیں ایسا نہ ہو کبھی کوئی ہمارے گھر لوٹ لے اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں ان کو مسلمانوں سے عداوت اور کفار سے محبت ہے اس لئے مسلمانوں کی اتنی امداد بھی گوارا نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ رہ کر شمار ہی بڑھادیں باقی گھروں کا تو بہانہ ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ

حالانکہ یہی لوگ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے

لَا يُؤْتُونَ الْأَدْبَارَ ط

کہ پیٹھ نہ پھیریں گے

یہ عہد اس وقت کیا تھا جب کہ جنگ بدر میں بعض لوگ شرکت سے رہ گئے تھے تو بعض منافقوں نے مفت کا احسان دھرنے کے لئے کہا تھا کہ افسوس! ہم شریک نہ ہوئے ورنہ ایسا کرتے ویسا کرتے جب وقت آیا ساری قلعی کھل گئی۔

وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ يَنْفَعَكُمْ

اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی آپ فرمادیجئے کہ تم کو

الْفِرَارُ إِنْ قَرَّرْتُمْ مِّنَ الْهَوَىٰ أَوِ الْقَتْلِ

بھاگنا کچھ نافع نہیں ہو سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس

وَإِذَا لَا تُمْتَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۶

حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہو سکتے

یعنی تم جو بھاگے بھاگے پھرتے ہو تو اس سے عمر نہیں بڑھ سکتی کیونکہ اس کا وقت مقدر ہے اگر تم نہ بھاگتے جب بھی وقت سے پہلے نہیں مر سکتے تھے مثلاً وہ تم کو ہلاک کرنا چاہے تو کیا تم کو کوئی بچا سکتا ہے جب کہ تم بھاگنے کو نافع سمجھتے ہو مثلاً وہ زندہ رکھنا چاہے (جو کہ دنیوی فضل ہے) تو کیا کوئی خدا کو روک سکتا ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو کہ میدان میں رہنا یقیناً موت کے منہ میں جانا ہے۔

قُلْ مَن ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ إِنْ

یہ بھی فرمادیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خدا سے بچا سکے اگر وہ تمہارے ساتھ

أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا

برائی کرنا چاہے

یعنی نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اب اس تقدیر کے مسئلہ کو بیان کر کے آگے پھر منافقین کی مذمت چلی ہے۔

أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ط وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ

یادہ کون ہے جو خدا کے فضل کو تم سے روک سکے اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے اور

دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ

خدا کے سوانہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار اللہ تعالیٰ تم میں سے

الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ

ان لوگوں کو جانتا ہے جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (نسبی یا وطنی) بھائیوں

هَلُمَّ الْيُنَاجِ

سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ

وہاں جا کر کیوں اپنی جان دیتے ہو یہ بات ایک منافق نے اس وقت کہی تھی جب کہ وہ بھنا ہوا گوشت اور روٹی کھا رہا تھا اس کا حقیقی بھائی مسلمان تھا اس نے کہا افسوس! تو اس چین میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تکلیف میں وہ بولا کہ بھائی تم بھی یہیں چلے آؤ۔

وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۸

اور لڑائی میں بہت ہی کم آتے ہیں

فرماتے ہیں کہ یہ ایسے بزدل ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد بھی ان کے دل سے دہشت دور نہیں ہوئی۔

يَحْسِبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يُذْهِبُوا ۚ وَإِنْ يَأْتِ

ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) لشکر گئے نہیں اور اگر (بالفرض) یہ

الْأَحْزَابُ يُوَدُّوْا لَوْ أَتَاهُمْ بَادُوْنَ فِي

(گئے ہوتے) لشکر (جو لوٹ کر) آجائیں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) یہی

الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ ۖ

پسند کریں کہ کاش ہم دیہاتیوں میں باہر جا رہیں کہ تمہاری خبریں پوچھتے رہیں

اور اپنی آنکھوں سے میدان کا خوف ناک منظر نہ دیکھیں

وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۚ

اور اگر تم ہی میں رہیں تب بھی کچھ یونہی سا لڑیں

یعنی اگر دیہات میں کل یا بعض نہ جاسکیں تو اس وقت کی لے دے سن کر یہ نہ ہوگا کہ لڑائی میں پوری طرح شریک ہوں بلکہ پھر بے غیرت بن کر لڑائی سے بیٹھ رہیں گے ہاں غنیمت میں حق لینے کے خیال سے برائے نام شرکت کر لیں گے آگے فرماتے ہیں کہ استقلال اور ثابت قدمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ایمان کی علامت اور اسلام کا تقاضا ہے جس سے منافقین کو عار دلانا منظور ہے کہ باوجود دعویٰ ایمان کے حضور کے اتباع سے پیچھے ہٹ گئے اور سچے مومنوں کو بشارت ہے کہ وہ البتہ خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز

حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ

آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الہی کرتا ہو

یعنی مومن کامل ہو پس اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرنے میں مبداء و معاد کا اعتقاد داخل ہے اور ذکر اللہ میں سب طاعتیں آگئیں۔

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهُ كَثِيرًا ۖ

رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا

یعنی جب آپ ہی لڑائی میں شریک رہے تو آپ سے زیادہ کون پیارا

یعنی اتنی دیر کو آتے ہیں کہ ذرا نام ہو جائے

أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ

تمہارے حق میں بخلی لئے ہوئے

یعنی آنے میں بڑی نیت یہ ہوتی ہے کہ سب غنیمت مسلمانوں ہی کو نہ مل جائے اس لئے برائے نام ہی شریک ہو جاتے ہیں تاکہ غنیمت کے استحقاق کا دعویٰ تو کر سکیں۔

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ

سو جب خوف پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح

تَدَوَّرُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ

دیکھتے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی

الْمَوْتِ ۚ

طاری ہو

یہ تو بزدلی کی حالت ہے۔

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالسِّنَةِ ۚ جَدَادِ

پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے تو تم کو تیز تیز باتوں سے طعنے دیتے ہیں

أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ

مال پر حرص لئے ہوئے

یعنی مال غنیمت لینے کے لئے دلخراش باتیں کرتے ہیں کہ کیوں ہم شریک نہ تھے ہماری ہی مدد سے تم کو یہ فتح میسر نہیں ہوئی یہ ان کے بخل و حرص کی حالت ہے آگے خدا کے ساتھ جو ان کا معاملہ ہے اس کا ذکر ہے۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَوْمِنُوا ۖ فَاحْبِطْ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۖ

یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے تو ان کے تمام اعمال ٹیک بیک کر رکھے ہیں

کہ آخرت میں کچھ ثواب نہ ملے گا

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۱۹

اور یہ بات اللہ کے نزدیک بالکل آسان ہے

کوئی اس سے مزاحمت نہیں کر سکتا کہ ہم تو اپنے اعمال کا بدلہ ضرور لیں گے یہ حالت تو منافقین کے ان لشکروں کے مجتمع ہونے کے وقت تھی آگے

يَنْتَظِرُ مَا بَدَلُوا بِدِيلًا ۝

مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر تبدیل نہیں کیا

نذر سے مراد عہد ہی ہے جس کا پورا کرنا مثل نذر کے واجب ہے مطلب یہ کہ وہ عہد پورا کر چکے اور شہید ہو گئے اور اخیر دم تک منہ نہیں موزا چنانچہ حضرت انس مدوح احد میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت مصعب بھی اور ابھی شہید نہیں ہوئے یعنی اپنے ارادہ پر بدستور قائم ہیں پس تمام جماعت کی اول دو قسمیں ہوئیں ایک منافق (جس کا اوپر بیان ہوا ہے) دوسرے مومنین پھر مومنین میں دو قسمیں ہوئیں ایک عہد کرنے والے دوسرے عہد نہ کرنے والے (اور ثابت قدم دونوں رہے) پھر عہد کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک شہید دوسرے شہادت کے منتظر پس ان آیتوں میں کل چار قسمیں مذکور ہیں آگے اس واقعہ احزاب کی ایک حکمت بیان فرماتے ہیں

لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ

یہ واقعہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دیوے

الْمُنْفِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۝

اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے

کیونکہ ایسے حوادث میں مخلص اور بناوٹ کرنے والے میں امتیاز ہو جاتا ہے اور کبھی ملامت سے متاثر ہو کر بناوٹ کرنے والے بھی مخلص ہو جاتے ہیں اور بعض اسی حالت میں رہتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

اس توبہ کا قبول ہو جانا کچھ مستبعد نہیں اس میں توبہ کی ترغیب ہے یہاں تک مجمع اسلام کے مختلف لوگوں کے حالات مذکور ہوئے آگے کفار منافقین کی حالت مذکور ہے۔

وَسَاءَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَيْثِهِمْ لَمْ

اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کی کچھ بھی

يَنَالُوا خَيْرًا ۝

مراد پوری نہ ہوئی

اور اسی کا غصہ ان میں بھرا ہوا تھا

ہے کہ وہ اپنی جان بچائے پھرے۔

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ لَا قَالُوا هَذَا

اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس

مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

کی ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے خبر دی تھی

چنانچہ سورۃ بقرہ کی اس آیت ام حسبکم ان تدخلوا الجنة تا وذلزلوا حتی يقول الرسول الخ میں اس کی طرف اشارہ قریب صراحت کے ہے کہ پہلے مسلمانوں کو جس طرح مصیبتیں اور سخت پریشانیاں پہنچیں اور زلزلہ میں ڈالے گئے اسی طرح تم کو بھی ان کے لئے آمادہ رہنا چاہئے کیونکہ سورۃ بقرہ احزاب سے پہلے نازل ہوئی ہے کافی الاقان۔

وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۝ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا

اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان

إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۝

اور اطاعت میں اور ترقی ہو گئی

کیونکہ اس سے اس پیشین گوئی کی تصدیق ہو گئی اور یہ وصف تو سب مسلمانوں میں مشترک تھا اور بعض مومنین کے خاص اوصاف بھی تھے جن کا آگے ذکر ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا

ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد

عَاهَدُوا وَاللَّهُ عَلَيْهِ ۝

کیا تھا اس میں سچے اترے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض مسلمانوں نے عہد کیا اور سچے نہیں اترے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نے عہد ہی نہیں کیا تھا اور بلا عہد ہی ثابت قدم رہے اور بعضوں نے عہد بھی کیا تھا اور اسے پورا بھی کر دیا اور ان عہد کرنے والوں سے مراد حضرت انس بن النضر اور ان کے ساتھی ہیں یہ حضرات اتفاق سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے پائے تھے تو ان کو افسوس ہوا اور عہد کیا کہ اگر اب کے کوئی جہاد ہو تو اس میں ہماری جان توڑ کوشش دیکھ لی جاوے گی مطلب یہ تھا کہ منہ نہ موڑیں گے گو مارے جاویں

فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ

پھر بعض تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں اور بعض ان میں

زیادہ خفیف ہے کیونکہ اس میں ان کا مقصد ایذا کا نہ تھا بلکہ دلی محبت اس کے ساتھ ملی ہوئی تھی محض غلطی کی بناء پر ان سے یہ فعل صادر ہوا اور غالباً اس مانگنے کی وجہ یہ ہوئی کہ فتح خیبر وغیرہ سے حضور کو کسی قدر مالی وسعت ہوگئی تھی تو اپنے خیال میں وہ اس کو تکلیف اور ایذا کا سبب نہیں سمجھیں اور یہ قصہ فتح خیبر کے بعد ہوا ہے اگلی آیتیں حضرات امہات المؤمنین کی فہمائش کے لئے نازل ہوئیں اور یہ قصہ حدیثوں میں خوب مفصل آیا ہے یا یہاں النبی تا خیرا

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿۳۷﴾

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اے نبی آپ اپنی

النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ

بیویوں سے فرمادیجئے

کہ تم سے دونوں بات کہی جاتی ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے قصہ ایک طرف ہو

إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا

کہ تم اگر دنیوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ
یعنی لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

فَتَعَالَيْنِ أُمَتِّعْكُنَّ

میں تم کو کچھ مال و متاع (دنیوی) دیدوں

یا تو اس سے وہ جوڑا مراد ہے جو طلاق کے بعد مطلقہ مدخولہ کو دینا
مستحب ہے یا مراد عدت کا نان و نفقہ ہے یا دونوں مراد ہے۔

وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۳۸﴾

اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں

یعنی سنت کے موافق طلاق دے کر تاکہ جہاں چاہو جا کر دنیا حاصل
کرو اور اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی ازواج میں سے اگر کوئی
دنیوی زینت کے لئے طلاق اختیار کرتی تو اس کو دوسرا نکاح جائز ہوتا
کیونکہ اگر یہ مطلب ہو کہ بدون دوسرا نکاح کر کے دنیا حاصل کرو تو یہ تو
حضور کے نکاح میں رہ کر بھی ممکن تھا طلاق کی کیا ضرورت تھی صاحب
روح نے یہ مسئلہ امام سے نقل کیا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ

اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو

وَكُفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ط

اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا

یعنی کفار کو باقاعدہ لڑائی کی نوبت بھی نہ آئی کہ پہلے ہی دفع ہو گئے گو
متفرق طور پر خفیف سی لڑائی ہوئی سو اس کی نفی مراد نہیں آگے فرماتے ہیں
کہ اس طرح کافروں کو دفع کر دینا کچھ عجیب نہ سمجھو۔

وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿۳۹﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے

اسے کچھ دشوار نہیں یہ تو مشرکین کا حال ہوا اور مخالفوں میں دوسری
جماعت یہود بنو قریظہ کی تھی آگے ان کا ذکر ہے۔

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے

الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمْ

نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھلا دیا

الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ

بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا اور

فَرِيقًا ﴿۴۰﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا

وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطُوعُهَا ط

اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا

اس میں بشارت ہے آئندہ ہونے والی فتوحات کی عموماً یا فتح خیبر کی
خصوصاً جو اس واقعہ سے کچھ ہی بعد ہوا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم
ازلی میں تم کو ایسی زمینوں کا بھی مالک بنا رکھا ہے جہاں اب تک تم نہیں پہنچے۔
رابطہ اس سورت کا مقصود پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ایذا سے منع کرنا ہے آگے اس ایذا کا بیان ہے جو ازواج مطہرات کے کچھ زیادہ
دنیوی سامان تقاضے کے ساتھ مانگنے سے آپ کے قلب کو پہنچی تھی جس کو
ازواج مطہرات غلطی سے زیادہ نہ سمجھی تھیں حتیٰ کہ آپ ناخوش ہو کر ایک مہینہ
کے لئے سب سے الگ ہو گئے تھے اور یہ قسم ایذا کی دوسری اقسام سے بہت

یعنی ایسی حالت میں تھوڑی سی روزی پر قناعت کر کے رسول کے نکاح میں رہنا چاہتی ہو

وَرَسُولُهُ وَالذَّارِ الْآخِرَةُ

اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو

جو کہ رسول کی زوجیت کی وجہ سے تم کو ملیں گے۔

فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا

تو تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر

عَظِيمًا ۲۹

عظیم مہیا کر رکھا ہے

یعنی جو تم میں سے حضور کو اختیار کرے گی اس کے لئے خاص ثواب کا وعدہ ہے جو دوسری نیک بیبیوں کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے اور جس سے وہ عورت محروم رہے گی جو حضور کی زوجیت کو اختیار نہ کرے بلکہ دنیوی سامان کو اختیار کرے اگرچہ ایمان اور اعمال صالحہ کا ثواب اس صورت میں بھی حاصل ہوگا جیسا کہ دوسری آیات کے عام الفاظ سے معلوم ہوتا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اپنی بیبیوں کو پڑھ کر سنا دی آپ کی جو نو بیبیاں مشہور ہیں ۱۔ حضرت عائشہؓ ۲۔ حفصہؓ ۳۔ ام حبیبہؓ ۴۔ ام سلمہؓ ۵۔ سودہؓ (یہ پانچوں تو قریش میں سے ہیں) اور ۶۔ صفیہؓ ۷۔ خیرہؓ ۸۔ میمونہ ہلالیہؓ ۹۔ زینب اسدیہ جو یہ یہ مصطلقیہ رضی اللہ عنہن ان سب نے آپ کی زوجیت میں رہنا قبول کیا اور دنیا کی طرف التفات نہیں کیا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک عورت عامریہ حمیریہ نے اس اختیار کے بعد آپ کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہا یہاں تک وہ

مضمون تھا جس کا خطاب حضور کی طرف سے بیبیوں کو ہوگا آگے خود حق تعالیٰ ان کو خطاب کر کے وہ احکام بیان فرماتے ہیں جن کا اہتمام کرنا حضور کے نکاح میں رہنے کے بعد ان پر ضروری ہوگا۔

يُنْسَاءُ النَّبِيُّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ

اے نبیؐ کی بیبیوں جو کوئی تم میں کھلی ہوئی

مُبَيِّنَةٍ

بیہودگی کرے گی

مراد اس سے وہ معاملہ ہے جس سے رسول اللہ تنگ اور پریشان ہوں کیونکہ بے ہودگی کے جو معنی عام طور پر سمجھے جاتے ہیں اس کا احتمال حضور کی بیبیوں میں نہیں ہو سکتا جیسا کہ سورہ نور کی آیت الطیبت للطیبین النخ میں گزر چکا ہے۔

يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط

اس کو دوہری سزا دی جاوے گی

یعنی دوسرے شخص کو اس تمام پر جتنی سزا ملتی اس سے دوہری سزا ہوگی اور سزا بڑھنے کی وجہ آتی ہے۔

وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۳۰

اور یہ بات اللہ کو آسان ہے

یہ نہ سمجھنا کہ جس طرح دنیوی حکام کبھی کسی کی عظمت کی وجہ سے سزا بڑھانے سے رک جاتے ہیں یونہی خدا بھی تمہاری عظمت کے خیال سے رک جاوے گا سو خدا پر کسی کی عظمت کا اثر نہیں ہو سکتا۔

الحمد للہ اکیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرما تہداری کرے گی

یعنی جن امور کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے ان کو ادا کرے گی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی ہونے کے جو حقوق واجب ہیں وہ سب ادا کرے گی کیونکہ رسول ہونے کی حیثیت سے جو حقوق آپ کے ہیں ان کا ادا کرنا خدا ہی کی اطاعت میں داخل ہے۔

وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور نیک کام کرے گی

یعنی واجبات کے علاوہ جو نیک کام ہیں وہ بھی کرے گی

تَوَاتُهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ لَا وَاَعْتَدْنَا

تو ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے ایک

لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿۳۱﴾

عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے

جو جنت میں حضور کی بیبیوں کے لئے خاص ہے اور اس وجہ سے ثواب کے علاوہ ہے اور ازواج مطہرات کو حضور کی اطاعت پر دوہرا ثواب اور نافرمانی پر دوگنی سزا ہونے کی وجہ نبی کی زوجیت کا شرف ہے جیسا کہ یلساء النبی میں اس طرف اشارہ ہے کیونکہ خاص لوگوں کی نافرمانی بھی اوروں کی نافرمانی سے سخت ہوتی ہے اسی طرح ان کی اطاعت بھی دوسروں کی اطاعت سے زیادہ مقبول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ ازواج مطہرات کی خدمت و اطاعت بہ نسبت دوسروں کی اطاعت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زیادہ راحت پہنچانے والی تھی اسی طرح ان کی نافرمانی بھی زیادہ ایذا دینے والی ہوگی اور حضور کی راحت رسانی مطلقاً موجب ثواب ہے تو زیادہ راحت رسانی زیادہ ثواب کو موجب ہے اور آپ کو ایذا رسانی مطلقاً موجب گناہ ہے تو زیادہ ایذا رسانی زیادہ گناہ کا موجب ہے پس اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ من جاء بالسینۃ فلا یجزی الامثلہا سے اس آیت کو تعارض ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کی سزا اس کے برابر ہی ہوگی اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کو حضور کی نافرمانی پر دوگنی سزا ہوگی جواب یہ ہے کہ اس خاص صورت میں دگنی سزا گناہ سے زیادہ ہرگز نہیں بلکہ بالکل اس کے برابر ہے کیونکہ وہ گناہ ہی ایسا ہے کہ دوسروں کے گناہ سے بڑھا ہوا ہے تو سزا بھی دوسروں کی سزا سے زیادہ ہونی چاہیے۔

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لُسْتَنَّ كَاَحَدٍ مِّنْ

اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو

النِّسَاءِ اِنْ اتَّقَيْتُنَّ

اگر تم تقویٰ اختیار کرو

یعنی تم اس بات پر مت پھول جانا کہ ہم نبی کی بیبیاں ہیں اس لئے عام عورتوں سے ممتاز ہیں اور ہمارے لئے یہ نسبت و شرف کافی ہے یہ دوسرے مت کرنا کیونکہ یہ بات اگرچہ واقع میں صحیح ہے کہ تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو مگر اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو تب تو واقعی اس نسبت کی وجہ سے تم کو دوسروں پر شرف ہے حتیٰ کہ ثواب دوگنا ملے گا اور اگر یہ شرط نہ پائی گئی تو اس نسبت کی وجہ سے تم کو گناہ بھی اوروں سے زیادہ ہوگا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ متقی نہ تھیں بلکہ مقصود یہ بتلانا ہے کہ فضیلت کا مدار تقویٰ پر ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح اب متقی ہوا ہی طرح اگر متقی رہو تب اوروں سے افضل رہو گی جب یہ بات ہے کہ تقویٰ کے بغیر نرمی نسبت کچھ نہیں تو تم کو احکام شرعیہ کی پابندی دوسروں سے زیادہ کرنی چاہیے خصوصاً ان احکام کی جو آگے مذکور ہیں۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

تو تم (نا محرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو

مطلب یہ ہے کہ اس انداز کو تکلف اور اہتمام سے ترک کرو

فَيُطَمَعُ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ

(اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے

قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿۳۲﴾

قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو

جس میں روکھا پن ہو کہ یہ انداز عصمت کا محافظ ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ

اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو

مراد یہ ہے کہ پردہ اس طرح کرو کہ بدن مع لباس نظر نہ آئے۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو

جس میں بے پردگی رائج تھی

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتَيْنِ الزَّكَاةَ

اور تم نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو
اگر نصاب کی مالک ہو

وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط

اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو

آگے بتلاتے ہیں کہ اس میں تمہارا ہی نفع ہے

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے

أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝۳۳

اور تم (کو) (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک و صاف رکھے

اس آیت سے اہل بیت کے معصوم ہونے پر استدلال نہیں ہو سکتا
کیونکہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسری آیت میں عام مومنین کو ارشاد
ہے۔ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ

اور تم آیات الہیہ یعنی اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے

آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ط

گھروں میں چرچا رہتا ہے

کیونکہ عمل موقوف ہے احکام کے جاننے اور یاد رکھنے پر

إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝۳۴

بے شک اللہ تعالیٰ رازدان ہے پورا خبردار ہے

کہ دلوں کی حالت کو بھی جانتا ہے اور چھپے ہوئے کاموں کو بھی

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ

بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ

مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے اعمال و عقائد سب طاعت
پر مبنی ہیں ان میں کچھ پس و پیش یا کراہت نہیں کرتے۔

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ

اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں

اس میں بات اور عمل اور نیت سب کی سچائی آگئی یعنی نہ وہ بات میں جھوٹے
ہیں نہ عمل میں کم ہمت اور مست ہیں نہ نیت میں ریاکاری ہیں اور نہ منافق ہیں۔

وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ

اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں

اس میں صبر کے سب اقسام آگئے طاعات پر صبر و استقلال اور
گناہوں سے نفس کو روکنا اور مصائب پر صبر و تحمل

وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ

اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں

اس میں تواضع بھی داخل ہے جو کہ تکبر کی ضد ہے اور نماز و عبادت میں
قلب اور جوارح سے توجہ اور سکون رکھنا بھی داخل ہے۔

وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ

اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں

اس میں زکوٰۃ اور نفلی صدقات سب داخل ہیں

وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ

اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں

اس میں روزہ فرض اور نفل سب آگیا

وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ

اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں

وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالدَّكِرَاتِ ۝۳۵

اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں

یعنی جو کہ فرض اذکار کے علاوہ نفل اذکار بھی ادا کرتے ہیں۔ ربط اوپر
زید بن حارثہ کا قصہ اجمالاً آچکا ہے آگے اسی قصہ کے متعلق دو مضمون مذکور
ہیں ایک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان حق کا بیان ہے دوسرے

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ

اور جو اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح

ضَلَا مُبِیِّنًا ط

گمراہی میں پڑا

چنانچہ حضرت زینب اور ان کے بھائی نے اس نکاح کو منظور کر لیا۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ

اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور

عَلَيْهِ

آپ نے بھی انعام کیا

اللہ کا انعام یہ کہ اسلام کی توفیق دی۔ غلامی سے چھڑایا اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا یہ کہ دین کی تعلیم دی آزاد کیا پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کرایا

أَمْسِكَ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے

اور معمولی باتوں پر نظر نہ کر

وَأَتَّقِ اللَّهَ

اور خدا سے ڈرو

یعنی اس کے حقوق میں کوتاہی نہ کر

وَتُخَفِّى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ

آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ
(آخر میں) ظاہر کرنے والا ہے

کہ اگر زید نے طلاق دی تو میں خود نکاح کر لوں گا

وَتَتَخَشَّى النَّاسَ ج

اور آپ لوگوں (کے طعن) سے اندیشہ کرتے تھے

اس وقت تک اس کی دینی مصلحت ذہن مبارک میں نہ ہوگی۔

وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَتَخَشَّاهُ ط

اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار تھا

میں اس ایذا کی تفصیل ہے جس کا اوپر اجمالاً بیان آچکا ہے کہ منافقین و کفار نے آپ پر طعن کیا تھا کہ اپنے بیٹے کی بہو سے نکاح کر لیا ہے پہلے مضمون کا سبب نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے کرنا چاہا کیونکہ حضرت زید عام لوگوں میں غلام مشہور ہو چکے تھے اس لئے حضرت زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش نے اس نکاح کی منظوری سے عذر کیا اس پر مضمون اول کی آیت وما کان لمؤمن ولا مؤمنة الخ نازل ہوئی اور دوسرے مضمون کا سبب نزول یہ ہے کہ جب پہلی آیت کے نازل ہونے پر نکاح منظور کر لیا گیا تو اتفاق سے باہم مزاجوں میں موافقت نہ ہوئی حضرت زید نے طلاق دینی چاہی اور حضور سے مشورہ کیا آپ نے سمجھایا کہ طلاق مت دو۔ مگر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی تو آخر طلاق کا ارادہ ظاہر کیا اس وقت آپ کو وحی سے معلوم ہوا کہ زید ضرور طلاق دیں گے اور زینب کا نکاح آپ سے ہوگا (روح المعانی میں حکیم ترمذی کی روایت سے امام زین العابدین کے واسطہ سے یہ حدیث مذکور ہے) اور اس وقت بھی مصلحت یہی تھی کہ زینب سے حضور نکاح کر لیں کیونکہ اول تو یہ نکاح خلاف مرضی ہونے سے طبعی رنج کا سبب ہوا تھا پھر اس پر طلاق دینا اور زیادہ دل شکنی کا سبب تھا اس کا تذکرہ اس سے بہتر اور کوئی نہ تھا کہ حضور ان سے نکاح کر کے ان کی دل جوئی اور عزت افزائی فرمائیں مگر ساتھ ہی آپ کو عوام کے طعن کا خیال تھا مگر حکم الہی سے نکاح ہوا جس میں علاوہ مصلحت مذکورہ کے خاص شرعی مصلحت یہ تھی کہ متبنی کی زوجہ سے نکاح کا حلال ہونا حضور کے فعل سے بھی ثابت ہو جائے۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة تا بکل شئی علیما

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اور کسی

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ

ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی

اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان کو ان (مومنین) کے اس کام میں کوئی

مِنْ أَمْرِهِمْ ط

اختیار باقی رہے

کہ چاہے کریں چاہے نہ کریں۔

اللَّهُ لَهُ سُنَّةٌ اللَّهُ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ

تھی اس میں ان پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمولی کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں

اور اسی تجویز کے موافق ان کو حکم ہوتا ہے جس پر وہ عمل کرتے رہے ہیں اسی طرح آپ کے لئے یہ حکم تجویز ہو چکا تھا جس پر آپ نے عمل کیا اور اس مضمون کو مکرر لانے سے شاید اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ ایسے کاموں میں پیغمبر پر اعتراض کرنا جو کہ پہلے ہی سے علم الہی میں ان کے لئے بطور حکم کے تجویز ہو چکے ہیں اللہ پر طعن کرنا ہے کہ خدا نے ایسا حکم کیوں تجویز کیا آگے ان پیغمبروں کی خاص مدح ہے تاکہ آپ کو تسلی ہو۔

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝۳۸

اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے

پس آپ کو بھی معلوم نہ تھا کہ اس نکاح میں ایک شرعی حکم کا مسلمانوں کو عملی طور پر بتلانا مقصود ہے اس وقت تک اندیشہ ہونے کا مضائقہ نہیں تھا لیکن اب جب یہ بات معلوم ہو گئی تو آپ بھی اندیشہ نہ کیجئے جیسا کہ شان رسالت کا مقتضا ہے چنانچہ یہ مصلحت منکشف ہونے کے بعد پھر آپ نے اندیشہ نہیں کیا اور باوجودیکہ حضور کو رسالت کے ادا کرنے میں کبھی خوف نہیں ہوا نہ اس کا احتمال تھا پھر بھی انبیاء علیہم السلام کا قصہ سنانا آپ کے دل کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے ہے آگے آپ کی اور زیادہ تسلی فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ

یہ سب (پیغمبران گذشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کا پیغام پہنچایا کرتے تھے اور (اس)

وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے

حَسْبًا ۝۳۹

اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے

پھر کسی سے کا ہے کا ڈر ہے نیز حق تعالیٰ آپ پر طعن کرنیوالوں کو سزا بھی دینگے تو آپ اس طعن سے منموم نہ ہوئے یہاں تک تو اس نکاح کی خوبی اور مصلحت کا ذکر ہوا آگے اس کے قبیح سمجھنے کا جواب ہے جیسا کہ اعتراض کرنیوالے سمجھتے تھے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

یعنی چونکہ واقع میں اس نکاح میں دینی مصلحت بھی ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آتا ہے اس لئے مخلوق سے اندیشہ نہ کیجئے۔ چنانچہ دینی مصلحت معلوم ہونے کے بعد پھر آپ نے اندیشہ نہیں کیا اور نکاح کے ارادہ میں تو کیا اندیشہ ہوتا خود نکاح کے بعد بھی اندیشہ نہیں کیا جس کا قصہ آگے آتا ہے۔

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا

پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا

یعنی طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی اور اس قصہ کو یاد دلانے سے جو ایک عتاب محبت مترشح ہوتا ہے اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب آپ کو وحی سے آئندہ اپنے ساتھ زینب کا نکاح ہونا معلوم تھا تو زید کو سمجھانا اور فہمائش کرنا مناسب نہ تھا مگر آپ کی فہمائش اس وحی کے خلاف اس لئے نہ تھی کہ آپ کو اپنے نکاح کا وقت معلوم ہوگا اس لئے آپ چاہتے ہوں گے کہ جب تک وہ وقت نہ آئے اس وقت تک زید کے نکاح کا باقی رہنا ہی بہتر ہے۔

وَطَرًا زَوْجِنَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں

حَرَجٌ فِيْ أَرْوَاحٍ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا

کی بیٹیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ (منہ بولے

مِنْهُمْ وَطَرًا

بیٹے) ان سے اپنا جی بھر چکیں

یعنی طلاق دے دیں مطلب یہ کہ اس نکاح سے ہم کو اس حکم شرعی کا ظاہر کرنا مقصود تھا

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝۴۰

اور خدا کا حکم تو ہونے والا تھا ہی

کیونکہ حکمت اسی کو مقصود تھی آگے طعن کا جواب ہے کہ ان کو جس کام کی اجازت ہوتی وہ بے تکلف اس کو کرتے رہے اور محل طعن نہیں ہو سکے ایسے ہی ان پیغمبر پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ

ان پیغمبر کے لئے جو بات (مکونین یا تشریعی) خدا تعالیٰ نے مقرر کر دی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝۳۱

اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝۳۲

(یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہو

دل سے بھی اور اعضاء سے بھی اور زبان سے بھی پس پہلے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام طاعات کو عام طور پر بجالاؤ اور دوسرے جملہ کا حاصل یہ ہے کہ تمام اوقات میں بجالاؤ یعنی نہ تو ایسا کرو کہ کوئی حکم بجالائے اور کوئی نہ بجالائے اور نہ ایسا کرو کہ کسی دن کوئی کام کر لیا کسی دن نہ کیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جیسا اس نے تم پر بہت سے احسان کئے ہیں اور آئندہ بھی کرتا رہتا ہے تو وہ بالضرور ذکر و شکر کا مستحق ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ

وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود بھی) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔

خدا کا رحمت بھیجتا تو یہ ہے کہ وہ رحمت کرتا ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجتا رحمت کی دعا کرنا ہے جیسا کہ آیت الذین یحملون العرش الخ میں ملائکہ کی دعا مذکور ہے۔

لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

تاکہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آوے

تاریکیوں سے مراد جہالت اور گمراہی ہے اور نور سے علم و ہدایت مراد ہے یعنی تم کو جو علم اور ہدایت کی توفیق اور اس پر استقامت حاصل ہے یہ خدا کی رحمت اور فرشتوں کی دعا کی برکت ہے اور یہ نعمت تم پر ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝۳۳

اور مؤمنین پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے

آگے فرماتے ہیں کہ وہ آخرت میں بھی مورد رحمت ہوں گے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ

وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم

یہ روحانی انعام تھا آگے جسمانی انعام کا بیان ہے۔

وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝۳۴

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار رکھا ہے

یعنی جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد ہونے کا علاقہ نہیں رکھتے تھے آپ ان کے ایسے باپ نہیں ہیں کہ ان کی بیبیاں آپ کے لئے قطعاً حرام ہو جائیں ہاں آپ مسلمانوں کے روحانی باپ بیشک ہیں

وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ

لیکن اللہ کے رسول ہیں

اور رسول روحانی مربی ہونے کی وجہ سے روحانی باپ ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ آپ روحانی باپ ہونے کی صفت میں اس درجہ کامل ہیں کہ سب رسولوں سے افضل اور اکمل ہیں۔

وَأَخَاتُ النَّبِيِّ

اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں

اور جو نبی ایسا ہوگا وہ روحانی باپ ہونے میں سب سے بڑھ کر ہوگا کیونکہ دوسرے انبیاء کی تربیت دائمی نہ ہوگی اور ایسے نبی کی تربیت دائمی ہوگی نیز خاتم الانبیاء کی نبوت تمام عالم کے لئے عام ہوگی تو وہ سب کے لئے روحانی باپ ہوگا اور دوسرے انبیاء خاص خاص قوموں کے لئے نبی ہوتے ہیں تمام عالم کے مربی نہیں ہوتے اور حضور کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے خاتم النبیین پر شبہ نہ کیا جائے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت بھی نبی ہوں گے مگر ان کی نبوت پہلے سے ہے حضور کے بعد نہیں ملی دوسرے وہ مستقل ہو کر نہ آئیں گے بلکہ آپ ہی کا اتباع کریں گے غرض آپ مسلمانوں کے جسمانی باپ تو ہیں نہیں جو اعتراض ہو سکے البتہ روحانی باپ ہونے میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور اس سے کوئی اعتراض اس نکاح پر نہیں ہو سکتا۔

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۳۵

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے

یعنی اگر یہ وسوسہ ہو کہ یہ نکاح ناجائز تو اگرچہ نہیں لیکن اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا کہ اعتراض کا موقع ہی نہ ہوتا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی مصلحت کو خوب جانتا ہے پس اس نکاح کے ہونے ہی میں مصلحت تھی اس لئے نبی کے لئے تجویز کیا گیا رابطہ اور نکاح زینب کے متعلق طعن کو دفع کیا تھا اور اس کے ضمن میں آپ کی رسالت اور فضیلت ختم نبوت وغیرہ کا ذکر تھا جس سے عام مسلمانوں کو پورا نفع پہنچا ہے آگے مسلمانوں کو اس احسان عظیم کے شکر یہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر و طاعت کا حکم اور زیادہ ترغیب کے لئے اپنے دوسرے احسانات اور بشارات کا بیان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّوَكَّلُوا

بس ان کے جانے کی دیر ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے
یعنی امت کے مقابلہ میں آپ خود سرکاری گواہ ہوں گے۔

وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿۳۵﴾ وَذَاعِيًّا إِلَى اللَّهِ

اور آپ (مومنین) کے بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں اور

بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿۳۶﴾

(ان کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں

نمونہ ہدایت ہونے میں

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا

اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل

كَبِيرًا ﴿۳۷﴾

ہونے والا ہے

اور اسی طرح کفار کو ڈراتے رہئے

وَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنِ وَالْمُنَافِقِينَ

اور کافروں اور منافقین کا کہنا نہ کیجئے

یعنی تبلیغ کو ترک نہ کیجئے۔

وَدَعُ أَذْهُمُ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَفَى

اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے

بِاللَّهِ وَكَيْلًا ﴿۳۸﴾

اور اللہ کافی کارساز ہے

وہ آپ کو ہر ضرر سے بچا دے گا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ

اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور)

ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ

پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دیدو تو تمہارے

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا

لئے ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو تو

فَتَتَّبِعُوهُنَّ وَسِرَّحُوهُنَّ سِرًّا حَاجِبِيلاً ﴿۳۹﴾

ان کو کچھ (مال) متاع دیدو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کرو

اور مسلمان عورتوں کی مثل کتابی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے مگر مومنات کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ مسلمان مرد کو مسلمان عورت ہی سے نکاح کرنا زیادہ بہتر ہے اور ہاتھ لگانے سے مراد صحبت کرنا ہے خواہ حقیقیہ یا حکماً جیسے خلوت قاعدہ کے موافق تو ان دونوں صورتوں میں عدت واجب ہے اور مال و متاع دینے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس عورت کا مہر مقرر نہیں ہوا تو ایک جوڑا اور مہر مقرر ہوا ہے تو آدھا مہر دیا جائے اور خوبی سے رخصت کرنا یہ ہے کہ ناحق نہ روکے اس کا حق واجب نہ رکھے اور دیا ہوا واپس نہ لے کوئی سخت بات نہ کہے۔ یہ احکام تو عام مسلمانوں کے متعلق ہیں آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ بعض احکام آپ کے لئے مخصوص ہیں جن سے آپ کی خصوصیت اور بزرگی بھی ثابت ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ

اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو

الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ

آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں

یعنی باوجودیکہ وہ عدد میں زیادہ ہیں اور اتنی بیبیوں کی عام مسلمانوں کو اجازت نہیں مگر آپ کے لئے اجازت ہے۔

وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ

اور وہ عورتیں بھی جو خاص طور پر تمہاری مملوکہ ہیں

ترجمہ میں لفظ ”خاص طور پر“ جو بڑھایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ حضور کی خصوصیات کا ذکر ہے پس سیاق کلام سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ باندیوں کے بارہ میں بھی کوئی حکم آپ کے لئے خاص ہے مثلاً غنیمت کی تقسیم سے پہلے آپ کو ایک چیز کے لینے کا اختیار تھا اور وہ صفی کہلاتی تھی چنانچہ غزوہ خیبر میں حضرت صفیہؓ کو آپ نے اسی طرح لیا تھا اور یہ حق دوسروں کے لئے نہیں دوسرے یہ کہ اہل حرب کی طرف سے جو ہدیہ خاص آپ کے لئے آتا تھا وہ آپ ہی کا ہوتا تھا جیسے مقتولس نے ماریہ

مسلمان کی قید سے کافرہ نکل گئی

خَالِصَهُ لَكَ مِنْ دُونِ الْهُؤُمَيْنِ ط

یہ سب آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور مومنین کے لئے

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ

ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

بارے میں مقرر کئے ہیں

اور آیات و احادیث میں دوسروں کو بھی بتلا دیئے ہیں۔

لَكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرْجٌ ط

تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو

اور آپ کی مصالحت فوت نہ ہوں۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

یعنی عام مومنین کے ساتھ بھی رعایت کی گئی ہے۔

تُرْجَىٰ مِنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ

ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں

یعنی اس کو باری نہ دیں۔

وَتُؤْوَىٰ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ ط

اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں

یعنی اس کو باری دیں۔

وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ط

اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں

اس میں ایک ضروری مصلحت کی رعایت ہے جس کا ذکر آگے ہے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ تَقْرَءَ عَيْنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ

اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزر وہ خاطر نہ

وَيَرْضَيْنَ بِمَا اتَيْنَهُنَّ كُلُّهُنَّ ط

ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی

قبطیہ کو دیا تھا اور آپ کے بعد اگر کسی امام یا خلیفہ کو اہل حرب ہدیہ دیں تو وہ عام مسلمانوں کا حق ہوتا ہے اسی طرح جو باندی وفات تک آپ کے پاس ہو جیسے ماریہ قبطیہ وہ دوسروں کے لئے حرام ہے (جیسا کہ روح المعانی میں نقل کیا ہے) اور ممکن ہے کہ کوئی اور خصوصیت ہو جو اس زمانہ کے لوگوں کو معلوم ہو کہ انہی کے جاننے کی ضرورت بھی تھی

مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں

مراد اس سے باپ کے خاندان کی بیٹیاں ہیں کسی خاص چچا یا پھوپھی کی بیٹیاں مراد نہیں۔

وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ اَخِيكَ

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں

وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَلَتِكَ

اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالائوں کی بیٹیاں

مراد ماں کے خاندان کی بیٹیاں ہیں۔

الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ ذ

جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

یعنی یہ خاندان کی عورتیں مطلقاً حلال نہیں بلکہ ان میں سے صرف وہی حلال ہیں جنہوں نے آپ کی طرح ہجرت کی ہو یہ شرط غالباً اس لئے بڑھائی گئی کہ قرابت والیاں زیادہ بے تکلف ہوتی ہیں اور ان کو قرابت کا ناز بھی ہوتا ہے اور زیادہ بے تکلفی بدون اخلاق کی اصلاح کے اکثر کلفت کا سبب ہوتی ہے اور ہجرت سے جو پریشائیاں اکثر پیش آتی ہیں ان سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اجنبی عورتوں میں یہ بات نہیں ہوتی اس لئے ان سے نکاح کرنے میں صرف ایمان ہی کو کافی قرار دیا گیا اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ایک زمانہ میں آپ کی اور ان کی ہجرت واقع ہوئی ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کی طرح انہوں نے بھی یہ فعل کیا ہو۔

وَاَمْرًا مِّنْهُ اِنْ وَّهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے آپ کو پیغمبر کو دے دے

اِنْ ارَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ

بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں

دوسری سے نکاح کا قصد نہ ہو اور کسی کو طلاق دے دیں تو اس کی ممانعت بھی ثابت نہیں کیونکہ اس صورت میں اس شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

اگر چہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو

اس پر کوئی وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ کسی کے حسن کا اچھا ہونا غیر اختیاری بات ہے دوسرے اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو چیز جیسی ہے اس کو ویسا ہی سمجھنا سو یہ تو واقع میں کمال ہے کیونکہ حسین کو بد صورت سمجھنا یہ کوئی کمال نہیں اور جو بات شرعاً مذموم ہے وہ یہ ہے کہ بلا ضرورت اور بدون شرعی اجازت کے قصداً نظر کرنا یا اس کے تصور سے لذت لینا سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منزہ تھے اور قرآن کا لفظ اس پر کسی طرح دلالت نہیں کرتا بلکہ دوسرے دلائل اس کے خلاف پر موجود ہیں

إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ط

مگر جو آپ کی مملوکہ ہوں

یعنی باندیاں ان احکام سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ یہودی اور نصرانی بھی ہوں تو آپ کو ان کا خریدنا جائز ہے اور ایک کی جگہ دوسری کا بدلنا بھی جائز ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ع

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگران ہے

اس لئے ان سب احکام میں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں گو عام لوگوں کو معلوم نہ ہوں اس واسطے کسی کو سوال یا اعتراض کا منصب اور استحقاق نہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بَيْوتَ

اے ایمان والو نبی کے گھر میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر

النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ

جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جاوے

غَيْرِ نَظَرٍ إِنَّهُ لَا وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ

ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا

فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا

جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو

کیونکہ رنجیدگی اکثر دعویٰ استحقاق کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ہمارا یہ حق تھا جو ہم کو نہیں دیا گیا اور جب یہ معلوم ہو جاوے کہ ہمارا کوئی حق نہیں اور جو کچھ توجہ وغیرہ مبذول ہوگی وہ محض احسان ہے تو پھر کوئی شکایت نہ رہے گی اور باندیوں کا باری میں حق نہ ہونا کبھی کے لئے معلوم ہے آگے مسلمانوں کو خطاب ہے کہ یہ خاص خاص احکام سن کر دل میں یہ خیال مت پکالینا کہ یہ احکام سب کے لئے عام کیوں نہ ہوئے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ط

اور خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں

اگر ایسا خیال پکاؤ گے تم کو سزا دے گا کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور رسول پر حسد ہے جو کہ عذاب کا سبب ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا ہے

وہ ان احکام کی مصلحتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

حَلِيمًا ۵

بردبار ہے

اس لئے کبھی دیر میں بھی سزا دیتا ہے پس جلدی سزا نہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو علم نہیں آگے بقیہ احکام مذکور ہیں جو حضور کے ساتھ مخصوص ہیں جن میں بعض نئے احکام ہیں اور بعض پہلے احکام کا تتمہ ہیں۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ

ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں

یعنی اوپر منکوحہ عورتوں میں ہجرت اور ایمان کی قید لگائی گئی ہے پس قرابت والیوں میں سے ہجرت نہ کرنے والی حلال نہیں اور دوسری عورتوں میں سے جو مومنہ نہ ہو وہ حلال نہیں یہ تو پہلے حکم کا تتمہ ہوا آگے ساتواں حکم نیا ہے۔

وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ

اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیویوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں

اس طرح کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے دیں اور اس کی جگہ دوسری کر لیں کیونکہ اس میں کم فہموں کو غرض پرستی کا شبہ ہو سکتا ہے کہ اپنے ایک نفسانی نفع کے لئے نئی بیوی کر لی اور پہلی کو ضرر پہنچایا گیا اور یوں بدون ان کے طلاق دیئے اگر کسی سے نکاح کر لیں تو اس کی ممانعت نہیں اسی طرح اگر ایک کی جگہ

آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح نکاح کرنا حرام ہے ویسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے

إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تَخْفَوْهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۵۲

ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

تو اس کو اس کی بھی خبر ہوگی جس پر تم کو سزا دیں گے آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اوپر امہات المؤمنین کو پردہ کا حکم کیا ہے تو بعض آدمی اس سے مستثنیٰ بھی ہیں جن کے سامنے آنا ان کو جائز ہے اور اگرچہ ان لوگوں سے پردہ نہ کرنے کا ذکر سورۃ توبہ میں آچکا ہے مگر وہاں عام عورتوں کا حکم تھا جس میں یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ چونکہ ازواج مطہرات کے لئے بعض مخصوص احکام بھی ہیں تو شاید ان کو محرموں کے سامنے آنا بھی جائز نہ ہو اس لئے یہاں بھی ان کو ذکر کر دیا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ

پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں

وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا

اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ

أَبْنَاءَ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَاءَ إِبْنَائِهِنَّ وَلَا مَا

اپنے بھتیجیوں کے اور نہ اپنے بھانجیوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے

مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۝۵۳

اور نہ اپنی لونڈیوں کے

یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے آگے حضور کی بیبیوں کو خطاب ہے۔

وَأَتَقِينَ اللَّهَ ۝۵۴

اور خدا سے ڈرتی رہو

یعنی ان احکام کو بجالاتی رہو کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۵۵

بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے

مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۝۵۶ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ

تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھ رہا کرو اس بات سے

يُؤْذِي النَّبِيَّ

نبی کو ناگواری ہوتی ہے

یہ احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہیں۔

فَيَسْتَحْيَ مِنْكُمْ ۝۵۷

سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں

اور اپنے نفس کے حق کو ظاہر نہیں فرماتے

وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيَ مِنَ الْحَقِّ ۝۵۸

اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا

اس لئے صاف صاف تم کو کہہ دیا

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ

اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے

مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۝۵۹

باہر سے مانگا کرو

اگر ضرورت پڑے اور بے ضرورت یہ بھی مناسب نہیں

ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۝۶۰

یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے

آگے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی کا حرام ہونا یہ حکم ہر کام کے لئے عام ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے

وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَرْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ

کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے

أَبَدًا ۝۶۱ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝۶۲

نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے

یعنی اس سے کوئی بات مخفی نہیں پس خلاف میں سزا کا احتمال ہے ربط اور اہمات المؤمنین کا نکاح حضور کے بعد حرام کر کے سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان ظاہر کی گئی تھی آگے درود و سلام کے حکم سے اس کو زیادہ ظاہر فرماتے ہیں ان الله وملكته تسليما

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۶﴾

اور خوب سلام بھیجا کرو

تاکہ آپ کی عظمت کا حق جو تمہارے ذمہ ہے وہ ادا ہو اور اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو یہ ہے کہ وہ رحمت کرتے ہیں مگر اس سے عام رحمت مراد نہیں کیونکہ اس سے کوئی خصوصیت ثابت نہ ہوگی حالانکہ یہاں خصوصیت بیان کرنا مقصود ہے بلکہ خاص رحمت مراد ہے جو آپ کی شان عالی کے مناسب ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت بھیجنے کا ہم کو حکم ہے اس سے مراد اس خاص رحمت کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورہ میں درود کہتے ہیں اور اس دعا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ میں بھی ترقی ہو سکتی ہے کیونکہ ترقی کی کوئی حد نہیں اور خود دعا کرنے والے کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے کہ حکم الہی کو بجالایا اور آپ کی تعظیم کا حق ادا کیا چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہر بار درود بھیجنے سے اس شخص پر حق تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اس آیت میں محققین نے فرمایا ہے کہ صیغہ امر فرضیت کے لئے ہے اس لئے عمر بھر میں ایک بار درود بھیجنا تو فرض ہے جیسا کہ کلمہ توحید کا ایک بار کہنا فرض ہے اور جس مجلس میں آپ کا ذکر مبارک ہو وہاں ایک بار واجب ہے اور زیادہ مستحب ہے یہ تو نماز سے باہر حکم ہے اور نماز کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک سنت ہے۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی ال سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم ربط اور متفرق آیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی مختلف صورتوں سے منع کیا گیا ہے جن میں بعض جو بلا قصد تھیں ان میں صرف فہمائش اور نصیحت کر دی گئی اور بعض ایذا میں جو قصد تھیں جو مخالفین کی طرف سے پیش آتی تھیں ان پر آگے سخت وعید فرماتے ہیں اور تاکید کے

لئے پہلی آیت میں رسول کی ایذا کو مثل خدا کی ایذا کے قرار دیا گیا اور دوسری آیت میں مسلمانوں کی ایذا کو بھی بڑا گناہ فرمایا جس سے رسول کی ایذا کا سبب وعید ہونا زیادہ مؤکد ہو گیا کہ جب مسلمانوں کی ایذا ایسی ہے تو سید المؤمنین کی ایذا کیسی ہوگی۔ ان الذین يؤذون الله تاميننا

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قصد ایذا دیتے ہیں

قصد کی قید اس لئے بڑھائی گئی کہ ایذا پہنچانا اختیاری فعل ہے اور اختیاری فعل کیلئے ارادہ و قصد شرط ہے دوسرے جس فعل سے بلا قصد ایذا ہو جائے وہ حقیقت میں ایذا نہیں بلکہ اس کا مقدمہ ہے اس کو ایذا کہنا مجازاً ہے اور کلام میں اصل معنی حقیقی ہوتے ہیں اور حقیقی ایذا وہی ہے جو قصد سے ہو تیسرے شریعت میں ان کاموں پر وعید نہیں جو بلا قصد ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے رفع عن امتی الخطاء الخ میری امت سے خطا پر مواخذہ نہیں اور یہاں وعید مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایذا قصدی مراد ہے اور ازواج مطہرات کے بارہ میں جو یضاعف لہا العذاب الخ آیا ہے کہ ان میں سے جو کوئی حضور کو ایذا پہنچائے اس کو دو گنا عذاب ہوگا حالانکہ ان کی ایذا ارادہ و قصد سے نہ تھی اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضور کو اس کام سے ایذا ہوتی ہے پھر جو کوئی اس کام کو کرے گی اس کو دو گنا عذاب ہوگا اور جان لینے کے بعد ان میں سے پھر کسی نے ایذا کا کام نہیں کیا اور جو پہلے ہو چکا تھا اس کی بابت ان کو یہ علم نہ تھا کہ آپ کو اس سے ایذا ہوگی اور آیت میں اللہ تعالیٰ کے ناراض کرنے کو مجازاً ایذا کہہ دیا گیا۔

لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ

اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل

عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا اكْتَسَبُوا

ایمان والی عورتوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا

فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۵۸﴾

پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں

یعنی اگر وہ ایذا زبانی ہے تو بہتان ہے اور فعلی ہے تو بڑا گناہ ہے اور جو

جن سے مومنین کی تضحیک منظور ہوتی تھی

لِنُغَرِّبَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ

اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر

یعنی ان کو نکالنے کا حکم کر دیں گے

لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝۹۰

یہ لوگ مدینہ میں آپ کے پاس بہت ہی کم رہنے پاویں گے

جس قدر مدت نکلنے کے سامان میں لگے

مَلْعُونِينَ اَيْنَمَا تَقِفُوا اُخَذُوا وَقَتَلُوا

وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ

تَقْتِيلًا ۝۹۱

کی جاوے گی

یعنی قتل کر بھی امن نصیب نہ ہوگا

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ

اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں

کہ ان کو آسمانی سزائیں دی ہیں

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝۹۲

اور آپ خدا کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے (رد و بدل نہ پاویں گے

کہ خدا کسی بات کو جاری کرنا چاہے اور کوئی اس کو روک دے

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا

یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے

عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ

کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب نہیں کہ

السَّاعَةُ تَكُونُ قَرِيبًا ۝۹۳

قیامت قریب ہی واقع ہو جاوے

کیونکہ جب وقت مقرر نہیں تو قریب ہونے کا بھی احتمال ہے تو اس

احتمال سے ان کو چاہئے تھا کہ ڈرتے اور اس کے لئے تیاری کرتے نہ کہ

یہ فرمایا کہ ”بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو“ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر مسلمان کوئی کام سزا کے لائق کرے تو اس وقت سیاست اور تادیب جائز ہے بشرطیکہ قاعدہ شرعی سے ہو ربط اوپر رسول اور عام مومنین کی ایذا پر وعید فرمائی تھی آگے بعض خاص ایذاؤں کے متعلق بیان ہے اور یہ ایذا منافقین کی طرف سے دو طرح ظاہر ہوئی تھی ایک یہ کہ ان میں سے بعضے شریر بدطینت مسلمانوں کی باندیوں کو رستہ میں چھیڑتے تھے اور بعضے آزاد بیبیوں سے بھی باندیوں کے شبہ میں تعرض کرتے دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے کہ فلاں غنیم چڑھائی کرنا چاہتا ہے ان دونوں سے حضور کو اور عام مسلمانوں کو کلفت ہوتی آگے اس کا انتظام ہے یا ایہا النبی تا تبدیلا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَائِ

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی

الْبُؤْمِنِينَ يُدْرِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِبِهِنَّ ط

بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی

ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِيْنَ ط

اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کرے گی

اس وضع سے آزاد عورتیں ان اشرار سے محفوظ ہو جائیں گی۔ باندیوں

کا انتظام آگے آتا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۹۴

اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

اس معمولی بے احتیاطی کو معاف فرمادیتا ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي

یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے

قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

دلوں میں خرابی ہے

اس لئے باندیوں سے چھیڑ کرتے ہیں

وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ

اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں

یا ایہا الذین امنوا اتقوا عظیما

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا

اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمانوں نے کبھی قصد ایسا کیا ہو بلکہ ہمیشہ احتیاط رکھنے کا حکم ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور حدیثوں میں جو بعض لوگوں کے قصے آئے ہیں یا تو وہ منافقین کے قصے ہیں یا بعض ناواقف بھولے مسلمانوں کو ان باتوں کے موذی ہونے کی طرف التفات نہ ہوا ہوگا

كَالَّذِينَ إِذْ وَاصَّوْا فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا

جنہوں نے (کچھ تمہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے بری ثابت کر دیا

یعنی ان کا تو کچھ ضرر نہ ہوا تہمت لگانے والے ہی جھوٹے اور سزا کے مستحق ٹھہرے اور اس کا قصہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کے طور پر بیان فرمایا ہے بخاری وغیرہ میں اس طرح مذکور ہے کہ بنی اسرائیل غلبہ جہالت سے کھلم کھلا ننگے نہایا کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام حکم شرعی کے موافق بدن چھپا کر کسی آڑ میں غسل فرماتے۔ بنی اسرائیل نے چرچا کیا کہ ان کے بدن میں کوئی عیب اور مرض ضرور ہے اس لئے یہ سب کے سامنے بدن نہیں کھولتے یہ بات ایذا رسانی کی تھی اللہ تعالیٰ کو اس عیب سے آپ کی برأت ظاہر کرنا تھی آپ نے ایک بارتہائی میں کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے اور غسل کرنے لگے خدا کے حکم سے وہ پتھر کپڑوں سمیت وہاں سے چلا آپ کپڑے اٹھانے کے لئے اس کے پیچھے ہو لئے (آپ کا گمان تھا کہ یہاں خالی میدان میں کوئی آدمی نہ ہوگا) اتفاق سے بنی اسرائیل کا ایک مجمع موجود تھا وہ پتھر وہاں جا کر ٹھہرا اور سب نے سر سے پاؤں تک دیکھ لیا کہ کسی قسم کا کوئی عیب آپ کے بدن میں نہیں پھر آپ نے کپڑے پہن لئے اس قصہ میں موسیٰ علیہ السلام پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ پر اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی قانون کے محکوم نہیں اور یہاں تو موسیٰ علیہ السلام کو بری کرنے کی حکمت بھی ظاہر ہے اور خود اس برأت میں یہ حکمت ہے کہ نبی سے کسی کو نفرت نہ ہو جو کہ طبعاً اتباع سے مانع ہو جاتی ہے۔

وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے

الٹا انکار کے طور پر تقاضا اور دل لگی کرتے ہیں اور قیامت کا قریب ہونا ظاہر ہے کیونکہ اول تو دن بدن اس کا وقت قریب ہی آتا جاتا ہے کہ جتنا بعد کل تھا آج اس قدر نہیں رہا دوسرے قیامت کے دن کی پریشانی اور درازی کے سامنے دنیا کی مدت دراز بھی کم معلوم ہوگی اس کے مقابلہ میں یہ مجموعی مدت قریب ہی ہے آگے لعنت اور عذاب کی کیفیت مذکور ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكُفْرَيْنَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا

بیشک کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور رکھا ہے اور ان کے لئے آتش

خُلْدٍ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا

سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے اور

نَصِيرًا ۴۵ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ

نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جاویں گے

یعنی منہ کے بل گھسیٹے جاویں گے کبھی چہرہ کی اس کروٹ کبھی اس کروٹ جیسا کہ اس طرح گھسیٹنے میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا منہ کبھی ایک طرف ہو جاتا ہے کبھی دوسری طرف۔

يَقُولُونَ لِيَلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ

یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا

کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں

فَأَصْلَحْنَا السَّبِيلَ ۴۶ رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا

اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَتُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۴۷

تھا اے ہمارے رب ان کو دو ہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے

ایسا ایک مضمون سورہ اعراف کے چوتھے رکوع میں بھی گزر چکا ہے اور وہاں اس کا جواب بھی مذکور ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ کفار کی اس درخواست سے جو غرض تھی وہ اس میں ناکام رہے اس تفسیر کو دیکھ لیا جائے ربط اوپر کی آیتوں میں اللہ و رسول کی مخالفت کا مہلک ہونا اور اطاعت کا باعث نجات ہونا معلوم ہوا ہے آگے مسلمانوں کو اس مخالفت سے منع اور موافقت کا حکم فرماتے ہیں کیونکہ احکام الہی سے وہی منتفع ہوتے ہیں۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے

عَظِيمًا ۱۱۱ اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ

گاہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمان اور زمین

وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ

اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی

یعنی ان میں کچھ سمجھ اور شعور پیدا کر کے جو کہ اب بھی ہے ان کے سامنے اپنے احکام پیش کئے اور یہ کہہ دیا گیا کہ اگر تم ان احکام کو اپنے ذمہ رکھتے ہو تو ان کے موافق عمل کرنے میں ثواب اور خلاف کرنے کی صورت میں عذاب ہوگا اور اگر ذمہ نہیں لیتے تو مکلف نہ بنائے جاؤ گے۔ اور ثواب و عذاب کے مستحق نہ ہو گئے تم کو دونوں اختیار ہیں

فَأَيُّنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

سوانہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا

یعنی عذاب کے خوف سے وہ ثواب سے بھی دست بردار ہو گئے۔

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا

اور اس سے ڈر گئے

کہ خدا جانے کیا انجام ہو اور اگر وہ اپنے ذمہ رکھ لیتے تو انسان کی طرح ان کو بھی عقل عطا کی جاتی جس پر احکام اور ثواب و عذاب کی تفصیل کا سمجھنا موقوف ہے چونکہ انہوں نے منظور نہیں کیا اس لئے عقل کی بھی ضرورت نہ ہوئی۔

وَحَبَلَهَا الْإِنْسَانُ ۱۱۲

اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا

یعنی جب آسمان و زمین اور پہاڑوں کے بعد انسان کو پیدا کر کے اس سے یہی بات پوچھی گئی تو اس نے بوجہ اس کے کہ علم الہی میں اس کا خلیفہ ہونا مقدر تھا اس امانت کو اپنے ذمہ لے لیا اور احکام کو امانت کے ساتھ تشبیہ دینا اس بناء پر ہے کہ اس کے حقوق کا ادا کرنا واجب ہے اور غالباً یہ پیشی میثاق سے پہلے ہوئی ہے اور کسی خاص انسان سے نہیں ہوئی بلکہ میثاق کی طرح سب انسانوں سے ہوئی ہے۔

إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۱۱۳

وہ ظالم ہے جاہل ہے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت ظاہر فرمادی جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی وجاہت کا تہمتوں سے برأت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ غرض کہ تم رسول کو ان کی مخالفت کر کے ایذا مت دینا کہ وہ اللہ کی مخالفت بھی ہے پھر اس سے تم ہی کو ضرر ہوگا بلکہ ہر امر میں اللہ و رسول کی اطاعت کرنا جس کا آگے حکم کیا جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو

قَوْلًا سَدِيدًا ۱۱۴

اور راستی کی بات کہو

یعنی ہر امر میں خدا کی اطاعت کرو بالخصوص کلام میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ اعتدال اور عدل سے تجاوز نہ ہو اور تقویٰ اور طاعت کی باتوں میں سے اس جگہ راستی کلام کی تخصیص شاید اس لئے ہو کہ اس کو اکثر لوگ سہل سمجھتے ہیں یا اس لئے کہ اس میں ایذا سخت اور صریح ہوتی ہے نیز اس کا وقوع بھی زیادہ ہے۔

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ

اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا

تقویٰ اور راستی کلام سے عمل کا مقبول ہونا ظاہر ہے کیونکہ عمل کا مقبول ہونا جن شرائط پر موقوف ہے وہ تقویٰ کے اجزاء ہیں جب کسی عمل کے مقبول ہونے میں کمی ہوگی ضرورت تقویٰ کا کوئی جزو کم ہوگا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۱۱۵

اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا

کچھ ان اعمال کی برکت سے کچھ توبہ کی برکت سے کہ وہ بھی تقویٰ اور قول سدید میں داخل ہے اور یہ تمام ثمرات طاعت کے ہیں آگے بتلاتے ہیں کہ اطاعت بہت بڑی چیز ہے ربط اوپر کی آیتوں میں اللہ و رسول کی اطاعت کا واجب ہونا اور مخالفت کا حرام ہونا مذکور ہے بلکہ تمام تر سورت اسی مضمون کی شرح ہے آگے اسی کی تاکید کے لئے خاتمہ سورت میں احکام کے ساتھ انسان کا مکلف ہونا اور احکام کو امانت کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کا حق ادا کرنے والوں کا مورد عنایت اور حق ضائع کرنے والوں کا مستحق عذاب ہونا بیان فرماتے ہیں۔ انا عرضنا لہا رحیمًا

یعنی اعمال و عقائد دونوں میں خلاف ورزی کرتا ہے۔

لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ

انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ

اور مشرکین اور مشرکات کو سزا دے گا

کیونکہ یہ لوگ احکام کو ضائع کرنے والے ہیں۔

وَيُؤْتِبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور مؤمنین و مؤمنات پر توجہ (اور رحمت) فرمائے گا

کیونکہ وہ امانت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

(۳۳) سُورَةُ سَبَأٍ مَكِّيَّةٌ (۵۸)

سورہ سبأ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

تمام تر حمد (و ثنا) اس اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۝

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کو حمد (و ثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے

یعنی جس طرح فی الحال اس کا استحقاق حمد بیان کیا گیا ہے

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔

کہ سب اشیاء کو مصالح اور منافع پر مشتمل پیدا کیا

يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ

وہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً) بارش اور جو چیز اس میں

مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا

سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے بارش وغیرہ اور جو چیز

يَعْرُجُ فِيهَا ۝ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝

اس میں چڑھتی ہے (نیک اعمال اور فرشتے) وہ اللہ رحیم (اور) غفور (بھی) ہے

مثلاً ملائکہ اور اعمال عباد پس ابتداء رحمت سے ہوتی ہے اور انتہاء مغفرت پر

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۝

اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی

قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ لَا

آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم اپنے پروردگار عالم الغیب کی

يَعْرُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّهَوَاتِ

وہ ضرور تم پر آوے گی اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ

وَلَا فِي الْأَرْضِ

آسمانوں میں اور نہ زمین میں

بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں

وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي

اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکورہ) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے)

كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں (مرقوم) ہے

قیامت کے متعلق کفار کے کئی شبے تھے ایک یہ کہ اگر وہ آنے والی ہے تو اس کا وقت بتلایا جائے دوسرے یہ کہ ہمارے بدن کے اجزاء کا تو کہیں نشان بھی نہ رہے گا پھر وہ جمع کیسے ہوں گے پس ان آیتوں میں خدا کے لئے علم غیب ثابت کرنے سے پہلے شبہ کا جواب ہو گیا کہ قیامت کے وقت کا علم بعض حکمتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے پس نبی کے نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت واقع ہی نہ ہو اور خدا کے علم کا محیط ہونا ثابت کر کے دوسرے شبہ کا جواب دے دیا کہ وہ اجزاء چاہے زمین میں مل جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں کسی طرح ہمارے علم سے باہر نہ ہوں گے ہم جب چاہیں گے جمع کر لیں گے تیسرا شبہ یہ تھا کہ وہ قیامت کو محال سمجھتے تھے

اس کا جواب آگے آئے گا۔ اب قیامت کی غرض اور غایت بتلاتے ہیں۔

لَيَجْزِي الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے

أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۵﴾

(سو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے۔ اور جن

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ

لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کی تھی ہرانے کے لئے

اگرچہ وہ اس کوشش میں ناکام ہی رہے

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿۶﴾

ایسے لوگوں کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہو گا

اور قرآن کی تکذیب پر یہ سزا ہونا ہی چاہئے کیونکہ اول تو قرآن فی الواقع خدا کی طرف سے اترا ہوا ہے اور ایسے امر حق کو جھٹلانا خود حق تعالیٰ کو جھٹلانا ہے اس پر جتنی سزا ہو تھوڑی ہے۔ دوسرے قرآن راہ راست کی تعلیم کرتا ہے جو خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے تو جو شخص اس کو نہ مانے گا وہ راہ راست سے قصد دور رہے گا کہ نہ اس کو صحیح عقائد کا پتہ لگے گا نہ اعمال صالحہ کا اور یہی طریقہ تھا نجات کا پس نجات کے طریقہ سے قصد دور رہنے پر سزا ہونا بے جا نہیں آگے قرآن کی حقانیت کی ایک سہل دلیل بتلاتے ہیں

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي

اور جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو

أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ ۖ

جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں

وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿۷﴾

کہ وہ حق ہے اور خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ بتلاتا ہے

پس قرآن کی حفاظت کی یہ کھلی دلیل ہے کہ علماء اہل کتاب اس کو حق سمجھتے ہیں اور اس استدلال کی تقریر سورہ شعراء کے اخیر رکوع کے شروع میں گزر چکی ہے اور شاید قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کا اہتمام اس جگہ اس لئے کیا گیا کہ وہ قیامت کی خبر دیتا ہے جس میں یہاں کلام ہو رہا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے دن قرآن کے جھٹلانے پر بھی عذاب ہو گا

آگے پھر قیامت کا ثبوت بیان فرماتے ہیں

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

اور یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو یہ

رَجُلٌ يَنْبِئُكُمْ إِذَا مُرِّقْتُمْ كُلَّ مُمْرِقٍ ۚ

عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد

إِنكُم لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۸﴾ أَفَتَرَىٰ عَلَىٰ

قیامت کو) ضرورت تم ایک نئے جنم میں آؤ گے معلوم نہیں کہ اس شخص نے خدا

اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ حِجَّةٌ ۭ ط

پر (قصداً) جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے

کہ قصداً تو جھوٹ نہیں بولتا مگر جنون کی وجہ سے وہی بتا ہی باتیں کرتا ہے کیونکہ قیامت کا آنا تو محال ہے تو اس کے آنے کا خبر دینا بھی ضرور غلط ہے خواہ قصداً جھوٹ بولا گیا ہو یا حواس میں خلل ہو آگے حق تعالیٰ ان دونوں شقوں کی تردید فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی تو نہ مفتری ہیں نہ مجنون ہیں کچھ بھی نہیں۔

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي

بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (وہی)

الْعَذَابِ وَالصَّلٰى الْبَعِيدِ ﴿۹﴾

عذاب اور دور دراز گمراہی میں (جھٹلا) ہیں

اس گمراہی کا اس وقت تو یہ اثر ہے کہ سچے آدمی بھی مفتری اور مجنون نظر آتے ہیں اور انجام میں یہ اثر ہے کہ عذاب بھگتنا پڑے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ جاہل جو قیامت کو محال سمجھتے ہیں اور مردہ بدن کے اجزاء جمع کرنے اور اس میں جان ڈالنے کو دشوار سمجھتے ہیں خدا کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی

جو کہ قدرت الہی کی بڑی دلیلیں ہیں

وَمَا خَلَقَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط

کہ جو ان کے آگے بھی اور پیچھے (بھی) موجود ہیں

کہ جدھر دیکھو وہ نظر آ رہے ہیں پس ان بڑے بڑے اجسام کا ابتداء پیدا

یعنی جب یہ ذکر میں مشغول ہوں تم بھی ان کا ساتھ دو

وَالطَّيْرُ

اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا

کہ ان کے ساتھ تسبیح کرو شاید اس میں ایک حکمت یہ ہو کہ داؤد علیہ السلام کو ذکر میں نشاط ہو دوسرے یہ کہ آپ کا معجزہ بھی ظاہر ہوگا اور غالباً یہ تسبیح ایسی ہوگی جس کو سب لوگ سمجھتے ہوں گے ورنہ اس میں داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے کی کیا تخصیص ہوگی کیونکہ پہاڑ وغیرہ ایسی تسبیح تو اب بھی کرتے ہیں جس کو لوگ نہیں سمجھتے۔

وَالثَّالِثُ الْحَدِيدُ ۝۱۱۰

اور ہم نے اس کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کر دیا (اور یہ حکم دیا) کہ تم پوری

وَقَدَّرَ فِي السَّيِّدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ط

زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو

یعنی جیسے ہم نے تم کو وہ نعمتیں دی ہیں ان کے شکر میں تم اور تمہارے سب متعلقین نیک کام کرتے رہو۔

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱۱

میں تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہوں

اس لئے حدود و احکام کی رعایت کا پورا ہتمام رکھو

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ غَدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا

اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل

شَهْرٌ ج

ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی

یعنی وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کو اتنی اتنی دور پہنچاتی تھی

وَأَسْلَمْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ط

اور ہم نے (ان کے لئے) تانبے کا چشمہ بہا دیا

یعنی لوہے کو اس کی کان میں پانی کی طرح بہنے والا کر دیا تاکہ اس سے چیزیں بنانے میں بدو ن آلات کے آسانی ہو پھر وہ منجمد ہو جاتا یہ بھی ایک معجزہ ہے اور ایک نعمت یہ دی تھی کہ جنات کو ان کے تابع کر دیا تھا

کرنے والا کیا اس پر قادر نہیں کہ چھوٹے چھوٹے اجسام کو دوبارہ پیدا کر دے۔

إِنْ تَشَاءُ نَخِيفُ بِهِمُ الْأَرْضَ

اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں

یعنی ان واضح دلائل کے بعد بھی قیامت کا انکار کرنا محض عناد اور سرکشی ہے پس یہ لوگ ہیں تو اس قابل کہ انہی آسمان و زمین کو جو کہ بندوں کے لئے بڑی نعمتیں ہیں ان کے عذاب کا آلہ بنا دیا جائے کہ جس نعمت کی ناشکری ہو اسی نعمت کو عذاب کا آلہ بنانے سے سخت حسرت ہوتی ہے لیکن حکمت کی وجہ سے مہلت دے رکھی ہے غرض ان لوگوں کو قیامت کو محال نہ سمجھنا چاہئے اور آسمان و زمین میں قدرت الہی پر نظر کرنا چاہئے۔

أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي

یال ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں اس (دلیل مذکورہ) میں (قدرت الہیہ) کی

ذَلِكَ لَايَةٌ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝۱۱۲

پوری دلیل ہے (مگر) اس بندہ کے لئے جو (خدا کی طرف) متوجہ (بھی) ہو اور حق کی طلب ہو یعنی دلیل کافی ہے مگر ان کی طرف سے طلب نہیں اس لئے محروم ہیں۔

رابطہ: اوپر اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے بندوں کی فضیلت اجمالاً بیان فرمائی ہے آگے اس کی تفصیل کے لئے بعض اعلیٰ درجہ کے حضرات یعنی داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ خدا کی طرف متوجہ ہونا سرمایہ سعادت ہے اور اپنی استعداد کے موافق اس سے حصہ لیں نیز حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو چونکہ دنیوی سامان ایسا دیا گیا تھا جو دنیا پرستوں کے نزدیک بھی بہت عجیب و غریب چیز تھی اس لئے ان کی نبوت میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ تو ان کی نبوت بیان کرنے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ انسان کا نبی ہونا کچھ دشوار نہیں پس کفار جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار اس وجہ سے کرتے تھے کہ رسول آدمی نہیں ہوتا اس شبہ کا جواب بھی اس قصہ سے ہو جاوے گا ولقد آتینا داؤد فی العذاب المہین

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ۚ يَجِبَالُ

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑ و داؤد کے

أَوْبُنِي مَعَهُ

ساتھ بار بار تسبیح کرو

شکر یہ ادا کرتے رہو جس کا طریقہ یہ ہے کہ اعمال صالحہ کرتے رہو اور خاندان والوں کو ان نعمتوں کے شکر کا حکم فرمانا اس لئے ہے کہ ان کا نفع ان کو بھی پہنچتا تھا خواہ ظاہری خواہ باطنی اور کم از کم یہ نفع تو تھا ہی کہ ایسے جلیل القدر انبیاء کے ساتھ ان کو نسبت تھی کیونکہ خاندان میں ایک شخص کو بادشاہت یا نبوت مل جانے سے سارا خاندان دوسروں کی نگاہوں میں معزز ہو جاتا ہے غرض زندگی بھر سلیمان علیہ السلام کے سامنے جنات کا یہ معاملہ رہا۔

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا

اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوتے ہیں پھر جب ہم نے ان پر موت

عَلَيْهِ الْهَوْتَ مَا دَلَّاهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ

کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا

یعنی ایسے طریقہ پر موت واقع ہوئی کہ جنات کو ان کے مرنے کی خبر نہ ہوئی اور وہ طریقہ یہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام موت کے قریب اپنے عصا کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ٹھڈی کے نیچے لگا کر کرسی پر بیٹھ گئے اور اسی حالت میں روح قبض ہو گئی اسی طرح سال بھر تک بیٹھے رہے جنات آپ کو بیٹھا دیکھ کر زندہ سمجھتے رہے اور رب کی وجہ سے کسی کو مجال نہ تھی کہ پاس جا کر خوب گھور کر دیکھ سکے خصوصاً جب کہ کوئی وجہ شبہ کی بھی نہ ہو۔ غرض وہ زندہ سمجھ کر بدستور کام کرتے رہے اور کسی نے ان کی موت کی اطلاع جنوں کو نہ دی۔

إِلَّا دَابَّةَ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَاتِهِ ﴿۱۴﴾

مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا

یہاں تک کہ اس کا ایک حصہ کھا گیا تو عصا گرا اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی گر پڑے۔ حساب کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی وفات کو ایک سال گزرا۔

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ أَن لَّوْكَانُوا

سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی

يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ

کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت

الْمُهَيْنِ ﴿۱۵﴾

میں نہ رہتے

مراد وہ سخت کام ہیں جن پر مامور تھے۔

وَمِنَ الْجِنَّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ

اور جنات میں بعض وہ تھے جو ان کے آگے کام کرتے تھے ان کے رب کے

رَبِّهِ ط

حکم سے

یعنی چونکہ پروردگار نے ان کو مسخر کر دیا تھا اور تسخیر کے ساتھ یہ شرعی حکم بھی دیا تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کرو

وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا

ان میں سے جو شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا

یعنی خوشی سے کام نہ کرے گا گو تسخیر کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام ان سے جبراً کام لینے پر بھی قادر ہوں گے جیسے بیگاریوں سے کام لیا جاتا ہے مگر ان کو یہ حکم تھا کہ خوشی سے کام کریں اور ان کی اطاعت کریں ورنہ آخرت میں عذاب ہوگا۔

نُذِقُهُ مِّنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿۱۶﴾

ہم اس کو (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھادیں گے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اطاعت کرے گا وہ عذاب سے محفوظ رہے گا اور ظاہر ہے کہ ہر نبی اپنے مخلوق کو ایمان کا بھی حکم کرتا ہے تو پوری اطاعت یہ ہے کہ ایمان بھی اختیار کریں پس حاصل یہ ہوا کہ جو جن ایمان اور اطاعت اختیار کرے گا وہ عذاب دوزخ سے بچا رہے گا جیسا کہ ایمان کا مقتضا ہے۔ آگے ان کاموں کا بیان ہے جن پر جنات مامور تھے۔

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبٍ

وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا

بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں

تصویریں بنانا پہلے جائز تھا ہماری شریعت نے اس کو منسوخ کر دیا

وَمَا تَنِيلٌ وَجْفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّسِيتِ ط

اور لگن (ایسے بڑے) اور (بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں)۔ اے

إِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ط

داؤد کے خاندان والو تم سب شکر یہ میں نیک کام کیا کرو

یعنی ہم نے ان کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ تم اور تمہارا سارا خاندان ان نعمتوں کا

ورنہ معمولی خطاؤں پر تو ہم درگزر ہی کرتے رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کفر سے بڑھ کر کیا ناسپاسی ہوگی جس میں وہ مبتلا تھے

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ الْوَادِيَّ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا

اور ہم نے ان کو اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت

قِيَامًا

کر رکھی ہے

اگر اس سے شام کی بستیاں مراد ہوں تو برکت سے دینی برکات مراد ہیں کیونکہ شام انبیاء علیہم السلام کا مسکن رہا ہے اور اگر صنعا کی بستیاں مراد ہوں تو اس سے پیداوار اور نہروں اور پھلوں کی برکت مراد ہے۔

قُرِّيَ ظَاهِرَةً

بہت سے گھوڑوں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے

کہ مسافر کو سفر میں دہشت نہ ہو اور کہیں ٹھہرنا چاہے تو وہاں جانے میں خوف اور تردد بھی نہ ہو

وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ط

اور ہم نے ان کے دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا ایک خاص اندازہ رکھا تھا

یعنی ایک گاؤں سے جب دوسرے گاؤں تک چال کے حساب سے
ایسا مناسب فاصلہ رکھا تھا کہ سفر میں راحت لینے کے موقع پر کوئی نہ کوئی
گاؤں مل جاتا جہاں آدمی کھانی سکے آرام کر سکے

سِيرُوا فِيهَا لِيَالِي وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾

کہ بے خوف و خطر ان میں راتوں کو اور دنوں کو چلو

یعنی پاس پاس گاؤں ہونے سے نہ رہزن کا خطرہ تھا نہ دانی پانی اور زادراہ میسر نہ آنے کا کیونکہ ہر جگہ ہر سامان ملتا تھا مگر جیسا کہ انہوں نے ان نعمتوں کی اصل شکر گزاری نہیں کی جو کہ اطاعت الہی تھی ایسے ہی ظاہری شکر گزاری بھی نہ کی کہ اس نعمت کو غنیمت سمجھتے اور اس کی قدر کرتے۔

فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ يَوْمِئِذٍ لَّنَا

سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے

یعنی بیچ کے دیہات اجاڑ دیئے تاکہ منزلوں میں خوب فاصلہ ہو جائے کیونکہ ایسے پاس پاس دیہات ہونے سے سفر کا لطف نہیں آتا لطف تو اسی میں ہے کہ کہیں زارِ راہ ختم ہو گیا کہیں پیاس پانی نہیں ملتا اس لئے اشتیاق

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ ۖ

سبا (کے لوگوں) کے لئے ان کے وطن (کی مجموعی حالت) میں نشانیاں موجود تھیں
احکام خداوندی کی اطاعت واجب ہونے کے لئے۔

جَنَّتْ عَنْ يَبِينٍ وَشَمَالٍ ۝

ووقتاً پس تھیں باغ کی دائیں اور بائیں

جس سے سایہ اور رونق خوب تھی

كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ط

اپنے رب کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو
یعنی اطاعت کرو

بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ ۖ وَرَبُّ غَفُورٌ ۝۱۵ۖ فَاعْرَضُوا

(کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخشنے والا رب سو انہوں نے سرتابی کی
 شاید یہ لوگ آفتاب پرست بھی تھے جیسا سورہ نمل کی آیات
 وجدتها وقومها يسجدون للشمس سے ثابت ہوتا ہے

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا

جس سے وہ اور ان کے باغات سب غارت ہو گئے

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ

اور ہم نے ان کے ان دو رویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دیدیئے

اُكْلٍ خَبِطٍ وَّ اَنْثٰى وَّ شٰىءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾

جن میں دو چیزیں رہ گئیں بد مزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیریں
وہ بھی شہری نہیں بلکہ جنگلی خود رو جس میں کائے بہت اور پھل میں
اطافت تدارد

ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجْزِي

ان کو یہ مزاج ہم نے ان کی ناسیاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناسیاس

إِلَّا الْكُفُورَ ①

یہی کو دیا کرتے ہیں۔

کہ وہ محفوظ رہا اگر ایمان کامل تھا تو بالکل محفوظ رہا اور اگر ایمان ضعیف تھا تو شرک و کفر میں اتباع نہیں کیا گواور گناہوں میں اتباع کر لیا۔

وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ

اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور اغواء ہے) بجز اس کے اور کسی وجہ سے

مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ

نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں

یعنی ہم کو امتحان اور آزمائش مقصود ہے کہ مومن اور کافر متعین ہو جاویں کیونکہ بعض کو ثواب اور بعض کو عذاب دینا مقتضائے حکمت ہے اور وہ حکمت صفات الہی کا ظاہر ہونا ہے یا اور کچھ ہو جو انسان کو معلوم نہ ہو اور ظاہری طور پر جاننے کا مطلب شروع پارہ سبقتوں میں گزر چکا ہے اور ایمان میں آخرت کی تخصیص کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ آخرت کے اعتقاد کو طلب حق اور درستی دین میں زیادہ دخل ہے۔

وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ

اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے

اور ہر چیز میں ایمان و کفر بھی داخل ہے اس لئے اس کی بھی خبر ہے پس ہر ایک کو مناسب بدلہ ملے گا ربط اوپر شروع سورت میں توحید کا ذکر تھا آگے پھر توحید کی طرف رجوع ہے نیز اہل سبا کے قصہ میں ناشکری کی مذمت تھی اور شرک سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی اس لئے شرک کو باطل کرتے ہیں قل ادعوا الذین زعمتم تا العزیز العلیم

قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

آپ فرمائیے کہ جن کو تم خدا کے سوا (دخیل خدائی) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو

معلوم ہو جائے گا کہ وہ کتنی قدرت اور اختیار رکھتے ہیں آگے ان کی واقعی حالت کا بیان ہے۔

لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ

وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں

وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهَا مِنْ

اور نہ ان کی ان دونوں (کے پیدا کرنے) میں کوئی شرکت ہے

ہے انتظار ہے کہیں چوروں کا خطرہ ہے اگر پہرہ دے رہے ہیں ہتھیار بندھے ہوئے ہیں نیز اس موجودہ حالت میں ہم کو اپنی امارت ظاہر کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا امیر غریب سب یکساں سفر کر سکتے ہیں پس جس طرح بنی اسرائیل من و سلوئی سے اکتا گئے تھے اور ترکاری اور کھیرے کھڑی کی درخواست کرنے لگے یونہی اہل سبا اس راحت کے سامان سے اکتا گئے

وَزَلٰهُمُ اَنْفُسُهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ

اور (علاوہ اس ناشکری کے) انہوں نے (اور بھی تا فرمایاں کر کے) اپنی

وَمَرَقْنٰهُمْ كُلَّ مَرْقٍ

جانوں پر ظلم کیا سو ہم نے ان کو افسانہ بنادیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا

یا تو اس طرح کہ بعض کو ہلاک کر دیا اور ان کے قصہ ہی رہ گئے اور بعض کو پریشان و منتشر کر دیا یا یہ کہ تنعم اور عیش کے اعتبار سے سب ہی افسانہ ہو گئے یا یہ مطلب ہے کہ ان کی حالت کو عبرت بنادیا کہ اب عبرت کے طور پر ان کی حکایات بیان ہوتی ہیں غرض وہ پاس پاس کے دیہات اور خود ان کے باغات اور رہنے کے گھر بھی سب ویران ہو گئے ربط اوپر خدا کی طرف متوجہ ہونے والوں اور نہ متوجہ ہونے والوں میں سے خاص لوگوں کا ذکر تھا آگے دونوں جماعتوں کا عام طور پر ذکر ہے اور ابلیس کے اتباع کرنے اور نہ کرنے سے ان دونوں کی حالت اور انجام میں تفاوت بتلاتے ہیں جس میں خدا کی طرف متوجہ ہونے والوں کی خاص فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ایسے بڑے بہکانے والے سے بچتے ہیں اور نہ متوجہ ہونے والوں کی مذمت ثابت ہوتی ہے کہ ایسے بدخواہ اور دشمن کے ہاتھ میں پھنستے ہیں ولقد صدقنا حفیظ

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

بیشک اس قصہ میں ہر صابر و شاکر (مومن) کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنُّهُ

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارہ میں اپنا گمان صحیح پایا

یعنی اس کا یہ گمان صحیح نکلا لاحتسکن ذریئہ الا قلیلا (کہ میں آدم کی اولاد کو تباہ کر دوں گا مگر تھوڑے سے آدمیوں کو) اور شاید اس نے خاک کے ضعف اور آگ کی قوت سے یہ استدلال کیا ہو۔

فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْهُمٰنِیْنَ

کہ یہ سب اسی کی راہ پر ہو لئے مگر ایمان والوں کا گروہ

شَرِكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿۷۲﴾

اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا (کسی کام میں) مددگار ہے
خلاصہ یہ کہ نہ عالم کی ایجاد میں ان کا کوئی دخل ہے اور نہ عالم کے
موجود ہونے کے بعد اس میں کوئی مستقل اختیار رکھتے ہیں اور نہ خدا کے
نائب ہو کر کچھ اختیار رکھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کوئی
کام نہیں کر سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے کہہ کر بھی کوئی کام نہیں کر سکتے
جس کو شفاعت کہتے ہیں جیسا کہ کفار کا قول تھا هُوَ لَا يَشْفَعُاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ
(کہ یہ معبود خدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں)

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ط

اور خدا کے سامنے (کسی کی) سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے
لئے جس کی نسبت (شفیع کو) وہ اجازت دے دے

اور دلائل سے ثابت ہے کہ یہ اجازت صرف مؤمنین کے حق میں ہوگی
پس اس قانون عام کے موافق کفار کی کوئی سفارش نہ کرے گا آگے بتلاتے
ہیں کہ یہ بت اور شیاطین تو کیا شفاعت کرتے کہ بتوں میں قابلیت ہی نہیں
اور شیاطین میں مقبولیت کی شان نہیں وہاں تو فرشتے بھی باوجود یکہ مقبولان
الہی ہیں بلا اجازت کے سفارش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے ان کا تو خدا کی
عظمت اور ہیبت کی وجہ سے یہ حال ہے کہ جب ان کو حق تعالیٰ کی طرف
سے کوئی حکم ہوتا ہے تو اسی میں ہیبت کے مارے گھبرا اٹھتے ہیں۔

حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا آتَانَا

یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے

قَالَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا الْحَقُّ ط

سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا

یعنی حکم دینے کے وقت شدت ہیبت سے ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ
ان کو اس وقت اپنے سمجھنے اور یاد رکھنے پر پورا بھروسہ نہیں ہوتا تو جیسا کہ
طالب علم استاد کی تقریر کا تکرار کیا کرتے ہیں اس طرح باہم پوچھ پاچھ اور
تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح جب وہ حکم تحقیق ہو جاتا ہے پھر اس پر عمل
کرتے ہیں تو جب حق تعالیٰ کی جانب سے معمولی احکام کے خطاب پر ان
کی یہ حالت ہے تو خود ان کا اپنی طرف سے ایک نئی بات کے متعلق خطاب
کرنا کیا کچھ دشوار نہ ہوگا آگے بتلاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے
فرشتوں کا ایسا حال ہو جانا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۷۳﴾ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنْ

وہ کہتے ہیں کہ (قلانی) حق بت کا حکم فرمایا اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے
آپ (تحقیق توحید کے لئے یہ بھی) پوچھئے (اچھا بتلاؤ) تم کو آسمان اور

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

زمین سے کون روزی دیتا ہے

پانی برسا کر اور نباتات نکال کر چونکہ اس کا جواب ان کے نزدیک بھی
یہی ہے کہ خدا ایسا کرتا ہے اس لئے خود ہی جواب دیتے ہیں

قُلْ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُزِيلُ كُفُّوا يَدَيْكُمْ عَنْ ط

آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ روزی دیتا ہے اور (یہ بھی کہیے کہ اس مسئلہ توحید

ضَلِيلٌ مُّبِينٌ ﴿۷۴﴾

میں) بیشک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں)

یعنی یہ تو نہیں ہو سکتا کہ توحید کے ماننے والے اور نہ ماننے والے
دونوں حق پر یا دونوں غلطی پر ہوں ضرور ایک راہ پر ہے اور دوسرا گمراہ ہے
اب غور کرنے کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ توحید کے دلائل میں غور
کرنے سے نتیجہ اہل اسلام ہی کے موافق نکلتا ہے پس ان ہی کا حق پر ہونا
ثابت ہوگا اور باوجودیکہ واقع میں ہدایت والے اور گمراہ ہونے والے
متعین ہیں مگر اس جگہ نرمی اور لطف کی غرض سے یہ عنوان اختیار کیا گیا کہ
ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں تاکہ مقابل کو اشتعال
نہ ہو جائے جو کہ تامل اور طلب سے مانع ہو جاتا ہے۔

قُلْ لَا تَسْأَلُونَنَا أَجْرَ مَنَّا وَلَا نَسْأَلُكُمْ عَمَّا

آپ یہ بھی فرمادیجئے (اگر ہم مجرم ہیں تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ

تَعْمَلُونَ ﴿۷۵﴾

ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی

یعنی جب تم باوجود حق واضح ہو جانے کے بھی اس کو قبول نہیں کرتے تو بس اخیر
بات یہی ہے کہ تم جانو اور تمہارا کام اور ہم جانیں اور ہمارا کام اور اس جواب میں بھی
غایت درجہ نرمی کی رعایت ہے کہ مقابل کے اعمال کو جرائم سے تعبیر نہیں کیا۔

قُلْ يَجْعَلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

(اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو (ایک جگہ) جمع کرے گا

اس لئے یہ احتمال نہ کیا جائے کہ بالکل باز پرس نہ ہوگی جیسا کہ قیامت کے منکر کہتے تھے بلکہ ایک وقت ضرور آنے والا ہے۔

ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿۲۶﴾

پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ (عملی) کر دے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے

اس سے کسی کا حال پوشیدہ نہیں ہے جس سے غلط فیصلہ کا شبہ ہو سکے اور جب حق تعالیٰ کی شان اور دوسرے معبودوں کی عاجزی ظاہر ہو چکی تو آگے نتیجہ کے طور پر شرک کا باطل ہونا اور توحید کا حق ہونا بتلاتے ہیں ربط اوپر توحید کا ذکر تھا آگے رسالت محمدیہ کا حق ہونا اور اس کا تمام مخلوق کے لئے عام ہونا بتلاتے ہیں کیونکہ کفار اس کے بھی منکر تھے نیز توحید کا حق بدون رسول کے اتباع کے ادا بھی نہیں ہوتا۔ و ہمارا سلسلہ تا لا یعلمون

قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ ادَّعٰى لَهُمْ شُرَكَاءُ كَلَّا ط

آپ (یہ بھی) کہیے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلائیے جن کو تم نے شریک بنا کر خدا

بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز اس کا (کوئی شریک) نہیں بلکہ (واقع میں) وہی

إِلَّا كَافَّةً

ہے اللہ زبردست حکمت والا اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے

خواہ جن ہوں یا انسان عرب ہوں یا نجم اور اس وقت موجود ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں سب کے واسطے

لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا و ثواب کی) خوشخبری سنانے والے اور (ایمان نہ لانے پر ان کو ہمارے غضب و عذاب سے)

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾

ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

بلکہ محض جہالت سے انکار کرتے ہیں گو یقین ہی آ جاوے یا یقین حاصل کر سکیں ربط توحید و رسالت کے بعد قیامت کا اور اس کے بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ کفار اس کے بھی منکر تھے دوسرے قیامت کا اعتقاد نہ ہونے سے بعض دفعہ حق کی طلب اور فکر ہی نہیں ہوتی

و یقولون متی هذا الوعد تا ما كانوا یعملون

وَيَقُولُونَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

اور یہ لوگ (ایسے مضامین سن کر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (یعنی نبی اور

صٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّعَادُ یَوْمٍ لَا

آپ کے اتباع) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص

تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۰﴾

دن کا وعدہ (مقرر ہے) نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو

یعنی تم جو پوچھ رہے ہو اور اس پوچھنے سے تمہارا مقصود انکار کرنا ہے تو سن لو کہ قیامت ضرور آوے گی گو بعض حکمتوں کی وجہ سے ہم اس کا وقت تم کو نہ بتلایں گے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْآنِ

اور یہ کفار (دنیا میں تو خوب باتیں بناتے ہیں اور) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز

اس قرآن پر ایمان نہ لاویں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر

مگر قیامت میں یہ ساری لمبی چوڑی باتیں ختم ہو جاویں گی چنانچہ آگے وہاں کی حالت بتلاتے ہیں۔

وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ط وَکُوْنُ رَیْ اِذِ الظَّٰلِمُوْنَ

اور اگر (ان کی) اس وقت کی حالت دیکھیں (تو ایک ہولناک منظر نظر آوے) جب

مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط

یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات مالتا ہوگا

جیسا کہ کام بگڑ جانے کے وقت عادت ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کو الزام دیا کرتا ہے۔

یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ الْقَوْلُ ج یَقُولُ

چنانچہ ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے (ہم

الَّذِیْنَ اسْتَضَعِفُوْا الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَا

تمہارے سبب برباد ہوئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے

اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا

ہوتے (اس پر) یہ بڑے لوگ ان درجے (ادنیٰ) کے لوگوں سے کہیں گے

وَجَعَلْنَا الْأَغْلَلَ فِي آعْنَاقِ

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے

اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر پھر مشکلیں باندھ کر جہنم میں جھونک دیا جاوے گا ربط اور پراخت کے عذاب کا بیان تھا چونکہ وہ لوگ دنیا میں اپنی خوشحالی دیکھ کر آخرت کے عذاب کو غلط بتاتے تھے اور اس سے طبعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہونے کا احتمال تھا اس لئے آگے کفار کے اس خیال کا رد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں وما ارسلنا قاصحون

الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا

جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا

يَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ

(پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے

خوشحال لوگوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ تکذیب اکثر وہی لوگ پہلے شروع کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا کہ ”جو حکم تم کو دے کر بھیجا گیا ہے“ بطور استہزاء اور دل لگی کے ہے درندہ تو رسالت ہی کے منکر تھے

إِلَّا قَالَ مُتَرْفُوهُمْ لَا إِنَّا بِهَا أُرْسِلْتُمْ

(یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر

بِهِ كُفِرُوكُمْ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ

بھیجا گیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال اور اولاد میں

أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا لَا

تم سے زیادہ ہیں

اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم خدا کے نزدیک بھی مقبول اور معزز ہیں۔

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ﴿۳۴﴾

اور ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا

اور یہی باتیں کفار مکہ کہتے تھے پس آپ ان لوگوں کی جہالت اور گمراہی کی باتوں سے غمگین نہ ہوں کیونکہ یہ معاملہ انوکھا آپ ہی کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ سب رسولوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا آیا ہے البتہ آپ ان کے اس قول کو رد کر دیجئے۔

لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدُكُمْ عَنِ

کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت (پر عمل کرنے) سے (زبردستی) روکا تھا بعد اس

الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿۳۵﴾

کے وہ (ہدایت) تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصور وار ہو اور (اس کے

وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ

جواب میں) یہ کم درجہ کے لوگ ان بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ (ہم زبردستی

اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ

کو مانع) نہیں (کہتے) بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا

تدبیروں سے مراد لپکانا اور دھمکانا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری رات دن کی ان تعلیمات اور تدبیروں کا ہم پر اثر ہو گیا اور تباہ و برباد ہوئے پس ہم کو تم ہی نے خراب کیا اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعض کفار نے تو اپنے ماتحتوں پر زبردستی بھی کی ہے پھر وہ یہ کیسے کہیں گے کہ ہم نے تم کو زبردستی نہیں روکا جواب یہ ہے کہ اصل ایمان اعتقاد ہے اور وہ دل میں ہوتا ہے اور دل پر کسی کی زبردستی نہیں چل سکتی۔ پس ان کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تمہارے دلوں پر تو جبر نہ کیا تھا۔

إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ

جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے

لَهُ أَندَادًا ط

لئے شریک قرار دیں

آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس گفتگو میں تو ہر شخص دوسرے پر الزام دے گا مگر دل میں اپنا اپنا قصور سب سمجھیں گے کہ واقعی ہم نے ان کو گمراہ کیا تھا اور گمراہ ہونے والے سمجھیں گے کہ گو ہم کو دوسروں نے غلط رستہ بتایا تھا لیکن آخر ہم بھی تو اپنا نفع نقصان سمجھ سکتے تھے تو ضرور ہمارا بھی بلکہ زیادہ ہمارا ہی قصور ہے

وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لِلَّهِ أُولَٰئِكَ عَذَابُ ط

اور وہ لوگ (اپنی اس) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے

اور پشیمانی اس لئے چھپاویں گے تاکہ نقصان مایہ کے ساتھ شامت ہمسایہ نہ ہو لیکن آخر میں عذاب کی شدت سے وہ تحمل جاتا رہے گا اور ندامت ظاہر کریں گے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔

بتلا کر کفار کے غلط گمان کو دفع کیا تھا آگے اسی مضمون پر متفرع کر کے مسلمانوں کی ایک اصلاح فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مال کی کمی بیشی کا مدار محض مشیت پر ہے تو مومن کو چاہیے کہ اس کے ساتھ زیادہ دل نہ لگائے اور کفار کی طرح اس کو مقصود نہ سمجھے بلکہ رضا و قرب الہی حاصل ہونے کا اس کو ذریعہ بناوے قل ان ربی تاخیر الرازقین

أُولَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۳۸﴾

ایسے لوگ عذاب میں لائے جاویں گے آپ (مومنین سے)

قُلْ إِنْ سَأَلْتُمْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ

فراخ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دیتا ہے

اس صورت میں بخل سے رزق بڑھ نہیں سکتا اور شریعت کے موافق خرچ کرنے سے گھٹ نہیں سکتا پس مال سے زیادہ تعلق مت رکھو بلکہ جہاں جہاں خدا کے حقوق اور اہل و عیال و فقراء کے حقوق میں خرچ کرنے کا حکم ہے بے دھڑک خرچ کرتے رہو کہ اس سے رزق مقسوم میں تو کمی نہ ہوگی اور آخرت کا نفع ہوگا جس کا آگے بیان ہے۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ

اور جو چیز تم (مواقع حکم الہی میں) خرچ کرو گے سودہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا عوض دے گا

آخرت میں تو ضرور اور کبھی دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ ﴿۳۹﴾

اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے

پس اس خرچ سے تمہاری دنیوی روزی کم نہ کرے گا اور آخرت کی روزی اس کے علاوہ عطا فرمائے گا اور سب سے بہتر روزی دینے والا اس لئے فرمایا کہ جو لوگ ظاہر میں اپنے ہاتھ سے دیتے دلاتے ہیں ان کو مجازاً رازق قرار دے دیا گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی رازق ہیں اس لئے اس کا خیر الرازقین ہونا ظاہر ہے ربط اوپر ویقولون متیٰ هذا الوعد میں قیامت کا بیان تھا آگے پھر اسی کی طرف عود ہے ویوم یحشرهم تا تکذبون

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَكَةِ

اور (وہ دن قابل ذکر ہے) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع

قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ

آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ

وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾

روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں

تو وسعت رزق کا مدار عند اللہ مقبول ہونے پر نہیں ہے بلکہ محض مشیت پر ہے اور اس میں دوسری حکمتیں ہوتی ہیں۔

کہ اس کا مدار دوسری مصلحتوں پر ہے عند اللہ مقبول ہونے پر نہیں آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح اموال و اولاد و قرب عند اللہ کی علامات نہیں ہیں اسی طرح یہ قرب کی علت اور سبب بھی نہیں ہیں

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ

اور تمہارے اموال و اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنا

عِنْدَنَا زُلْفَىٰ

دے (یعنی موثر و علت قرب کی بھی نہیں)

غرض نہ یہ بات ہے کہ اموال و اولاد مقرب اور مقبول ہی کو ملے اور نہ یہ بات ہے کہ جس کے پاس مال و اولاد ہو وہ مقرب اور مقبول ہی ہوا کرے ان چیزوں کو قرب میں کسی درجہ میں بھی دخل نہیں

إِلَّا مَنْ أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ

مگر ہاں جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب

لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا

قرب ہیں) سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) عمل کا دو ناصلا ہے

یعنی عمل سے زیادہ ثواب ملے گا اگرچہ دونوں سے بھی زیادہ ہو۔

وَهُمْ فِي الْعَرْشِ الْأَعْلَى ﴿۴۱﴾ وَالَّذِينَ

اور وہ (بہشت کے) بالا خانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے اور جو لوگ ہماری

يَسْعَوْنَ فِي آلَيْنَا مُعْجِرِينَ

آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے لئے

اور محض اپنے اموال و اولاد وغیرہ پر مغرور ہیں اور ایمان اور عمل صالح کو اختیار نہیں کرتے۔ ربط اوپر رزق کی کمی بیشی کو خدا کی مشیت پر موقوف

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا

(سو کافروں سے کہا جاوے گا) آج تم (مجموع عابدین و معبودین) میں

وَلَا ضَرًّا ط

سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا

یعنی جن سے تم امیدیں رکھتے تھے آج ان کی بیزاری اور عاجزی سے تمہارے گمان کے خلاف یہ حالت ظاہر ہوئی کہ وہ تمہارے کچھ کام نہ آ سکے پس اصل مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے معبود تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے مگر مبالغہ کے لئے اس کو اس طرح بیان فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا تاکہ اس سے دونوں کا برابر ہونا ثابت ہو جاوے کہ جیسے تم عاجز ہو ایسے ہی وہ بھی عاجز ہیں اور وہ تم کو نفع تو کیا پہنچا سکتے نقصان پہنچانے پر بھی قادر نہیں اس سے کلام اور پختہ ہو گیا اور اگرچہ یہ بیزاری اور عجز تمام معبود ظاہر کریں گے مگر فرشتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے ہوا کہ جب سب سے افضل معبودوں کا یہ حال ہوگا تو دوسروں کا نفع نہ دینا بد رجا اولیٰ سمجھ لیا جاوے۔

رہا اوپر و مارا سلنک میں رسالت کا مسئلہ مذکور تھا آگے پھر اس کی طرف رجوع ہے و اذا تتلىٰ تا سمیع قریب

وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ

اور اس وقت ہم ظالموں (یعنی کافروں سے) کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا

الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا تُتْلٰی

کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو (حق اور

عَلَيْهِمْ اٰیٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَا اِلَّا

ہادی ہونے کی مفت میں) صاف صاف ہیں پر بھی جاتی ہیں تو یہ لوگ (پڑھنے والے یعنی نبی

رَجُلٌ يَّرِيْدُ اَنْ يَّصَدَّكُمْ عَمَّا كَانُ يَعْبُدُ

صلعم کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان

اَبَاؤُكُمْ ج

چیزوں کی (کی عبادت) سے باز رکھے جن کو (قدیم سے) تمہارے بڑے پوجتے تھے

مطلب ان کم بختوں کا یہ تھا کہ یہ نبی نہیں اور ان کی دعوت خدا کی طرف سے نہیں بلکہ اس میں خود ان کی ذاتی غرض بڑا بننے کی ہے

اَهْوَلَاءِ اَيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

فرماوے گا پھر فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے

یہ سوال مشرکین کے دھمکانے کے لئے ہوگا جو فرشتوں وغیرہ کو اس لئے پوجتے تھے کہ یہ راضی ہو کر ہماری شفاعت کریں گے تاکہ فرشتوں کے جواب سے ان کی غلطی ظاہر ہو مطلب سوال کا یہ ہے کہ کیا تمہاری رضامندی سے یہ تمہاری عبادت کرتے تھے ملائکہ اس سوال سے گھبرا کر اول حق تعالیٰ کی پاکی ظاہر کریں گے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں

اس سے مشرکین کی غلطی ہر طرح ظاہر ہوگئی کہ آپ تو مطلقاً شریک سے پاک ہیں خواہ وہ فرشتہ ہو یا اور کچھ پھر آگے اس سوال کا جواب دیں گے۔

اَنْتَ وَلِيْنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ج

ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے

اس میں یہ ظاہر کر دیا کہ نہ ہم نے شرک کا ان کو حکم دیا نہ ہم اس سے راضی تھے ہم تو آپ کے تابعدار ہیں جو چیز آپ کو ناپسند ہے جیسے شرک وغیرہ اس سے ہم بھی ناخوش ہیں اور جب شرک میں نہ ہمارا امر ہے نہ رضا ہے تو واقع میں یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ج

بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے

کیونکہ شیاطین ہی شرک کی ترغیب دیتے تھے اور وہ اس سے راضی بھی تھے پس واقع میں ان کے معبود وہ ہوئے کیونکہ عبادت کے واسطے کامل اطاعت لازم ہے اور یہ لوگ اطاعت شیاطین ہی کی کرتے تھے کہ ان ہی کے کہنے پر چلتے تھے تو عبادت بھی ان ہی کی ہوئی گو یہ لوگ اس کا نام کچھ ہی رکھیں خواہ اسے فرشتوں کی عبادت کہیں یا بتوں کی مگر واقع میں وہ شیاطین ہی کی عبادت ہے اور ہماری ہرگز اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ ہم نے شرک کرنے کو ان سے نہ کہا تھا پس ہماری عبادت بھی نہ ہوئی

اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۸﴾

ان میں اکثر لوگ انہیں کے معتقد تھے

یعنی قصد ابھی ان کو پوجتے تھے

وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا أِفْكٌ مُّفْتَرَىٰ ط

اور (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے خدا کی طرف اس کی نسبت کرنا محض تراشی ہوئی بات ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ لَا

اور یہ کافر اس امر حق یعنی (ان) کی نسبت جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا

إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۳۲

یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے

یعنی جب ان کافروں پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر قرآن تراشا ہوا جھوٹ ہے تو پھر بہت سے عاقل اس کا اتباع کیوں کرتے ہیں اور اس میں ایسا اثر کیوں ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے اس لئے اس کو سن کر لوگ فریفتہ اور مغلوب الحقل ہو جاتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو تو قرآن اور نبی کی بڑی قدر کرنا چاہئے تھی کیونکہ ان کے لئے تو یہ دونوں نعمت غیر مترقبہ ہیں۔

وَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا

اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں

جیسے بنی اسرائیل کے پاس کتابیں تھیں تو ان کے حق میں قرآن بالکل ایک نئی چیز تھی اس لئے اس کی قدر کرنا چاہئے تھی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيرٍ ط

اور (اسی طرح) ہم نے آپ سے پہلے ان کے واسطے کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا

تو ان کے حق میں نبی کا آنا بھی ایک نئی دولت تھی اس لئے اس کی بھی قدر کرنا چاہئے تھی خصوصاً جب کہ پہلے سے خود اس کی تمنا بھی تھی مگر ان لوگوں نے پھر بھی قدر نہ کی بلکہ جھٹلایا مگر جھٹلا کر بے فکر نہ بیٹھیں کیونکہ اس کا بڑا سخت وبال ہے جیسا کہ پہلے کافروں نے بھگتا ہے۔

وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ وَمَا

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی اور یہ (شرکین

بَلَّغُوا مَعَشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ

عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے

یعنی ان کی عمریں اور ان کی ثروت ان کو نہیں ملی جو کہ ناز و افتخار کے سامان ہیں۔

فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۳۵

غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی سو (دیکھو) میرا (ان پر) کیسا عذاب ہوا سو یہ بیچارے تو کیا چیز ہیں کہ ان کے پاس تو اتنا سامان بھی نہیں تو یہ کس دھوکہ میں ہیں یہاں تک کفار کو انکار نبوت پر دھمکی تھی مگر آگے نبوت کی تصدیق کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَعْطُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج

آپ کہیے کہ میں (تو) صرف تم کو ایک بات سمجھاتا ہوں

اس سے حق واضح ہو جائے گا بس اس کو کر لو

أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ

وہ یہ کہ تم (محض) خدا کے واسطے کھڑے ہو جاؤ

یعنی نفسانیت اور تعصب نہ ہو

مَثْنَىٰ وَفِرَادَىٰ

دو دو اور ایک ایک

یعنی کسی موقع پر دو دو اور کہیں ایک ایک

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا فَمَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جُنَّةٍ ط

پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو جنون (تو) نہیں ہے

کہ یہ باتیں تو اعلیٰ درجہ ہوشمندی کی ہیں

إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ

وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے

شَدِيدٍ ۝۳۶

ڈرانے والا ہے

اور اس طریق سے نبوت کا ثابت کرنا سلی اور اطمینان کے لئے کافی ہے۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ط

آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا

یعنی اس کو اپنے ہی پاس رکھو یہ محاورہ میں نفی ہے طلب اجر کی بطریق مبالغہ

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ج

میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے

وہ آپ ہی مجھ کو اجردیں گے

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنَّ

اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق بات

رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ

(یعنی ایمان) کو (کفر پر) غالب کر رہا ہے

گفتگو اور دلیل سے بھی

عَلَامُ الْغُيُوبِ ﴿۴۸﴾

(اور) وہ علام الغیوب ہے

اس کو پہلے سے معلوم تھا کہ حق غالب ہوگا۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا

آپ کہہ دیجئے کہ حق (دین) آ گیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ

يُعِيدُ ﴿۴۹﴾

دہرنے کا

محض گیا گزرا ہو گیا

قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً و غرضاً) گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر

وَإِنْ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي

وہاں ہوگی اور اگر میں راہ (راست) پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے

اصل مقصود دوسروں کو سنانا ہے کہ باوجود حق واضح ہو جانے کے اگر تم نے اس کا اتباع نہ کیا تو تم بھگتو گے میرا کیا بگڑے گا اور اگر راہ پر آ گئے تو یہ راہ پر آنا ہی دین کی بدولت ہوگا جو کہ وحی سے ثابت ہے مگر مبالغہ کے لئے اس مضمون کو حضور پر رکھ کر بیان کیا گیا کہ اس دین کا اتباع ایسا ضروری ہے کہ اگر خدا نخواستہ رسول بھی اس کا اتباع چھوڑ دیں تو ان کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑے اگرچہ رسول سے ایسا ہونا محال ہے پھر دوسرے تو کس شمار میں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ کسی کا گمراہ ہونا یا راہ پر آنا خالی نہ ہو جائے گا کہ بے فکر ہو کر بیٹھ جاویں

إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۵۰﴾

وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے

اللہ کو ہر ایک کا حال معلوم ہے وہ سب کو مناسب جزا دے گا ربط مجموعہ سورت میں توحید و رسالت و قیامت کا بیان تھا جس کو مع دیگر اجزاء کے اوپر کی آیت میں دین حق سے تعبیر کیا تھا آگے خاتمہ میں کفار کی سزا اور دائمی حسرت کا ذکر ہے جو کہ ان اصول کا انکار کرتے ہیں و لوتری تا شک مرید

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزَعُوا

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں تو آپ کو حیرت ہو جبکہ گھبرائے پھریں گے

قیامت کے ہول و ہیبت کی وجہ سے

فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۵۱﴾

پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی (یعنی فوراً) پکڑ

وَقَالُوا أَمَنَّا بِهِ

لئے جاویں گے کہ کہیں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لے آئے

اور جتنی باتیں اس میں بتلائی گئی ہیں سب کو مان لیا سو ہماری توبہ قبول کر لیجئے خواہ دنیا میں دوبارہ بھیج دیجئے یا ویسے ہی معاف کر دیجئے آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَأَنِّي لَهُمُ التَّنَافُثُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾

اور اتنی دور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے

یعنی ایمان لانے کی جگہ دار العمل ہونے کی وجہ سے دنیا بھی جو بڑی دور گئی اب آخرت میں جو کہ دارالجزاء ہے ایمان مقبول نہیں اور دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنا شرعاً محال ہے اور آخرت کا ایمان چونکہ معائنہ و مشاہدہ کے بعد ہے وہ ایمان بالغیب نہیں اس لئے بھی مقبول نہیں

وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُونَ

حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے

بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾

اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے

یعنی انکار بھی ایسا تھا جس کا کوئی صحیح منشا نہ تھا بلکہ بے تحقیق ہی انکار کرتے تھے اور دور سے ہانکنے کا یہی مطلب ہے کہ اس کی تحقیق سے دور تھے غرض دنیا میں تو کفر کرتے رہے اب ایمان سوچا ہے اور اس کے قبول ہونے کی آرزو ہے۔

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ

اوران میں اور ان کی (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جاوے گی
یعنی ان کی آرزو پوری نہ ہوگی کیونکہ آخرت ایمان لانے اور عمل
کرنے کی جگہ نہیں

مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فَعَلَ بِأَشْيَاءِهِمْ مِّنْ قَبْلُ

جیسا ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی (برتاؤ) کیا گیا جو ان سے پہلے تھے
یعنی ان کا ایمان بھی آخرت میں مقبول نہ ہوگا اور دونوں کے ساتھ
ایک معاملہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ دونوں کے عمل بھی یکساں تھے

إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مَُّرِيبٍ

کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا
یہاں شک اور تردد یقین کے مقابل ہے جو پختہ انکار کو بھی شامل ہے
کیونکہ کفار کو تو شک نہ تھا وہ تو بڑی پختگی سے انکار کرتے تھے اور لفظ شک
سے تعبیر کرنے میں یہ نکتہ ہو سکتا ہے کہ اگر حق میں شک بھی ہو تب بھی مہلک
ہے چہ جائیکہ پختہ انکار ہو یا یوں کہا جائے کہ حق جب بار بار کان میں پہنچتا
ہے تو طبعی طور پر کچھ نہ کچھ احتمال جانب مخالف کا اکثر ہو ہی جاتا ہے پس
شک اور تردد دونوں اپنے معنی پر ہیں مگر چونکہ حق کا یقین حاصل نہ ہوا
تھا اس لئے باطل کا اتنا دل سے اکھڑ جانا مقبول نہ ہوگا۔ سورۃ الفاطر و
تسمی سورۃ الملائکہ و ہی خمس و اربعون آیہ
رابط: سورۃ سابقہ کے ختم پر انکار تو حید کا وبال مذکور تھا یہ سورۃ توحید
کے بیان سے شروع ہوئی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
الحمد لله تا فانی توفکون

(۳۵) سُورَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ (۳۳)

سورۃ فاطر کے میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تمام تر حمد (اسی) اللہ کو لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنَحَہٗ

فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دود اور تین تین اور چار چار

مَشْنٰی وَثُلُثٌ وَرُبْعٌ

پر دار بازو ہیں

پیغام سے مراد انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی لانا ہے خواہ احکام
شرعیہ ہوں یا بشارات وغیرہ ہوں اور شاید فرشتوں کی رسالت کے ذکر میں
یہ حکمت ہو کہ بعض ان کو بھی معبود قرار دیتے تھے پس اس میں ان کا محکوم اور
ما مور ہونا بتلا دیا تاکہ ان کی خدائی کا ابطال ہو جائے

يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے

حتیٰ کہ بعض فرشتوں کے چھ سو بازو ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نسبت آیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

اور قادر بھی ایسا کہ کوئی اس کی مزاحمت اور مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا

مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِّنْ رَّحْمَہٗ

اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لئے کھول دے

مثلاً بارش اور رزق کے دروازے کھول دے

فَلَا مُمْسِكُ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلُ

سوا اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سوا اس کے (بند کرنے

لَهُ مِنْ بَعْدِہٖ

کے) بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں

البتہ وہی پھر بند کر سکتا ہے اور وہی کھول سکتا ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور وہی غالب حکمت والا ہے

یعنی وہی کشادہ اور بند کرنے پر قادر ہے اور ان میں سے جس صورت
کو وہ اختیار کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے آگے بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کامل قدرت والا ہونے کے علاوہ انعام کرنے میں بھی کامل ہے چنانچہ تم
پر اس نے بے شمار نعمتیں فائز کی ہیں

وہ خود سب سے سمجھ لے گا آپ کیوں فکر میں پڑے اور چونکہ اس مضمون میں قیامت کی خبر ہے اس لئے آگے عام لوگوں کو خطاب ہے کہ قیامت کی خبر سن کر تعجب مت کرنا۔ کہ اس میں منہمک ہو کر اس خاص دن سے غافل رہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا (یہ) وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیاوی زندگی تم کو دھوکے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَقَفَّهٖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿۵﴾

میں ڈالے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکے میں ڈال دے

کہ تم اس کے اس بہکا دے میں آ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب نہ دے گا جیسا کہ کفار کہتے تھے کہ اگر بالفرض قیامت آئی بھی تب بھی ہم آرام میں ہی رہیں گے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا

یہ شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) سمجھتے رہو وہ تو

إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿۶﴾

اپنے گروہ کو محض اس لئے (باطل کی طرف) بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخیوں

الَّذِينَ كَفَرُوا

میں سے ہو جاویں پس جو لوگ کافر ہو گئے

اور شیطان کے بہکائے میں آ کر دھوکے میں پھنس گئے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور

الصَّالِحَاتِ

اچھے کام کئے

اور شیطان کے کہنے میں نہیں آئے نہ اس کے دھوکے میں پھنسے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۷﴾

ان کے لئے (معاصی کی) بخشش اور (ایمان پر) بڑا اجر ہے

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ جب یہ کفار شیطان کے دھوکے میں آ گئے اور اس کے بہکانے سے بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں کہ نیک و بد میں تمیز ہی نہیں کرتے تو ایسی حالت میں ہدایت کرنے والے کو

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ط

اے لوگو! تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو (شکر اور غور کرو کہ)

اور وہ شکر یہ ہے کہ توحید اختیار کرو اور شرک چھوڑو چنانچہ آگے اپنی دو بڑی نعمتوں پر متغلب کرتے ہیں ایک نعمت ایجاد (یعنی پیدا کرنے کی نعمت) دوسرے باقی رکھنے کی نعمت

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ

کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے

وَالْأَرْضِ ط

رزق پہنچاتا ہو

یعنی نہ کوئی پیدا کرنے والا اس کے سوا ہے نہ روزی دینے والا پیدا کرنا نعمت ایجاد ہے اور روزی دینا ابقاء ہے اور یہ دونوں نعمتیں خدا ہی نے عطا کی ہیں تو وہی ہر طرح کامل ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط

اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

کیونکہ معبود کے لئے کامل ہونا ضروری ہے لہذا معبود ہونا اسی کا حق ہے (آگے ترجمہ)

رابطہ اور توحید کا ذکر تھا چونکہ کفار اس کا انکار کرتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غم بھی ہوتا تھا تو آگے انکار پر دھمکی اور آپ کے حزن و ملال پر تسلی کا مضمون ہے۔ اور درمیان میں مقابلہ کے طور پر مؤمنین کے لئے بشارت ہے۔

فَأَنِّي تُوفِّكُونِ ﴿۸﴾ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

سو تم (شرک کر کے) کہاں لائے جا رہے ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو

رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ط

(آپ غم نہ کریں کیونکہ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں وان یکذبوا کہ تا بجا یصنعون (ایک تو اس سے تسلی حاصل کیجئے کہ یہ معاملہ میرے ساتھ انوکھا نہیں دوسری ایک اور بات تسلی کی آگے مذکور ہے)

وَالِی اللہ تَرْجِعُ الْأُمُورُ ﴿۹﴾

اور سب امور اللہ ہی کے رو برو پیش کئے جاویں گے

النُّشُورُ ۹

(قیامت میں) آدمیوں کا جی اٹھنا ہوگا

کہ جس طرح خشک زمین کو پانی سے اس کے مناسب حیات (یعنی ترو تازگی) عطا فرمائی اسی طرح مردوں کو قیامت میں ان کے مناسب حیات عطا ہوگی کہ ان میں جان پڑ جائے گی یہ مضمون قیامت میں زندہ ہونے کا زمین کے زمین کے زندہ کرنے کی مناسبت سے مذکور ہوا پھر قیامت میں زندہ ہونے کی مناسبت سے آگے ایک دوسرا مضمون ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ کہ جب قیامت میں زندہ ہونا ہے تو وہاں کی ذلت و خواری سے بچنا چاہئے اور مشرکین نے شیطان کے بہکانے سے اپنے معبودوں کو حصول عزت کا ذریعہ سمجھ رکھا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے هَلْآءَ شَفَعَا وْنَا عِنْدَ اللّٰهِ یعنی یہ ہمارے ہر حال میں سفارش کرنے والے ہیں دنیوی حوائج میں بھی اور اگر قیامت کوئی چیز ہے تو آخرت کی نجات کے لئے بھی اس کے متعلق آگے ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے

اور یہ چاہنا ضروری ہے کیونکہ قیامت یقیناً آنے والی ہے تو اس کو اللہ سے عزت حاصل کرنا چاہئے

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ط

تو تمام تر عزت خدا ہی کے لئے ہے

اور دوسرے کے لئے جب ہوگی خدا ہی کے واسطے سے ہوگی پس اس میں سب خدا ہی کے محتاج ہیں اور خدا سے اس کا حاصل کرنا اس طرح ہے کہ اقوال میں اعمال میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے کہ خدا کے نزدیک پہنچنے میں یہی باتیں پسندیدہ ہیں چنانچہ آگے بیان فرماتے ہیں

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے

یعنی وہی اس کو قبول کرتا ہے

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط

اور اچھا کام اس کو پہنچتا ہے

یعنی اچھے کاموں کی وجہ سے اچھی باتیں مقبول ہو جاتی ہیں اچھے کلام میں کلمہ تو حید اور خدا کا ذکر وغیرہ داخل ہے اور اچھے کام میں ایمان اور

ان سے مایوس ہو کر غم نہ کرنا چاہئے۔

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ط

تو کیا ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا اس سے مراد کافر ہے جو کہ باطل کو حق اور مضر چیز کو نافع سمجھتا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ

(یعنی کافر) اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے (یعنی مومن) کہیں برابر ہو سکتے ہیں سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے

کہ اس کی عقل ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط

اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے

کہ اس کی سمجھ اور ادراک صحیح رہتا ہے

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرًا ط

سوان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے

یعنی جب ہدایت و گمراہی کا مدار مشیت پر ہے تو ان پر کچھ افسوس نہ کیجئے مگر سے بیٹھے رہئے

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝

اللہ کو ان سب کاموں کی خبر ہے

وقت پر ان سے سمجھ لے گا ربط شروع سورت میں تو حید کا مضمون تھا آگے ختم رکوع تک پھر وہی مضمون ہے اور درمیان میں بعض اور مضامین اسی کی مناسبت سے آگئے ہیں واللہ الذی تا مثل خبیر

وَاللّٰهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا ط

اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں) بادلوں

فَسُقْنَهُ إِلَى بَلَدٍ مَّيِّتٍ ط

کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک خطہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں کہ وہاں بارش ہوتی ہے

فَآحْيَيْنَاهُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط كَذٰلِكَ

پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح

وَمَا يُعْزِرُ مِنْ مُعْتَرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرَةٍ

اور نہ ہی طرح کسی کی عمر زیادہ (مقرر) کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم (مقرر)

إِلَّا فِي كِتَابٍ

کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے

جس کو حق تعالیٰ نے اپنے علم قدیم کے موافق اس میں ضبط کر دیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ تعجب نہ کرو کہ پہلے سے سب واقعات کو کیسے مقدر کر دیا گیا

إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

یہ سب اللہ کو آسان ہے

کیونکہ اس کا علم کامل ہے جس کا تعلق تمام معلومات کے ساتھ واقع ہونے سے پہلے اور واقع ہونے کے بعد یکساں ہے آگے قدرت کے اور دلائل بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو پانی باوجود یکہ ایک مادہ ہے مگر اس میں حق تعالیٰ نے کس طرح دو قسمیں پیدا کر دیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذَبٌ فَرَاتٌ

اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں بلکہ ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا

سَائِعٌ شَرَابُهُ

پینا بھی آسان

کیونکہ طبیعت اس کو قبول کرتی ہے

وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ط

اور ایک شورخ ہے

تو یہ موتی بھی عجائب قدرت میں سے ہے اور ان ہی دریاؤں کے متعلق اور بھی دلائل قدرت کے ہیں جو قدرت کی دلیل ہونے کے علاوہ نعمت پر بھی دلالت کرتے ہیں

وَمِنْ كُلِّ تَاكُوتٍ لِحَبَّاطٍ يَا وَيْلَتَا تَسْتَخْرِجُونَ

اور تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاتے ہو

حَلِيَّةٌ تَلْبَسُونَهَا ج

(نیز) زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو

مشہور یہ ہے کہ موتی صرف دریائے شور سے نکلتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو

تمام ظاہری و باطنی اچھے اعمال داخل ہیں اور اچھے کاموں کے ذریعہ سے اچھی باتوں کا مقبول ہونا اس میں دیگر دلائل شرعیہ نے یہ تفصیل کی ہے کہ ایمان تو اچھی باتوں کے قبول ہونے کے لئے ہر حال میں شرط ہے اس کے بغیر کوئی بات کسی درجہ میں قبول نہیں ہو سکتی اور دوسرے نیک کام بدرجہ کمال مقبول ہونے کی شرط ہیں کیونکہ فاسق اگر کوئی اچھی بات کہے تو وہ بھی قبول ہو سکتی ہے گو بدرجہ کمال قبول نہ ہو پس جب یہ چیزیں عند اللہ پسند ہیں تو جو ان کو اختیار کرے گا وہ معزز ہوگا اور جو لوگ اس کے خلاف طریقہ اختیار کر کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ درحقیقت اللہ ہی کی مخالفت ہے ان کے لئے ذلت کا سامنا ہے۔

وَالَّذِينَ يَكُفِّرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ

اور جو لوگ (اس کے خلاف) بری بری تدبیریں کر رہے ہیں ان کو سخت

شَدِيدٌ ط

عذاب ہوگا

اور ان کے خیالی معبود اس ذلت سے بجا کر ان کو خاک عزت نہ دے سکیں گے بلکہ وہ الٹے ان کے مخالف ہو جائیں گے یہ خسارہ تو آخرت میں ہوگا

وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يُبْورٌ ۝

اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جائے گا

یعنی ان کی تدبیروں میں ان کو کامیابی نہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اسلام کو مٹانا چاہتے تھے خود ہی مٹ گئے یہ درمیانی مضمون تمام ہو کر آگے پھر مضمون توحید کی طرف رجوع ہے

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹھنا مٹی سے پیدا کیا پھر (استقلالاً) نطفہ سے پیدا کیا

ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ط

پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا

یعنی کچھ مذکر کچھ مونث بنائے یہ تو قدرت کا بیان تھا آگے علم کا بیان ہے۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ط

اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنسی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے

یعنی اس کو پہلے ہی سے سب کی خبر ہوتی ہے

کی قوت ہے مگر جیسا کہ کفار کا اعتقاد ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری بات سنتے ہیں یہ غلط ہے اس طرح وہ بھی نہیں سنتے

وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ

اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے

کیونکہ بتوں میں تو اس کی قابلیت ہی نہیں اور فرشتے جو کہ عند اللہ مقبول ہیں وہ ان سے راضی اور خوش نہیں اور شیاطین جو کہ مردود ہیں ان کی قدرت سے بعض باتیں جن کی کفار دعا کرتے ہیں خارج ہیں اور جن کی قدرت بھی ہے ان میں بھی وہ خدا کے محتاج ہیں خود کچھ نہیں کر سکتے پس یہ حالت تو ان کے معبودوں کی دنیا میں ہے

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرِكُمْ

اور قیامت کے روز وہ (خود) تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے

چنانچہ صاف کہہ دیں گے ماکانوا ایانا یعبدون کہ یہ لوگ ہماری عبادت نہ کرتے تھے

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ

اور تجھ کو خبر رکھنے والے کی برابر کوئی نہیں بتلاوے گا

یعنی جو کچھ ہم نے فرمایا ہے اس کے سچ ہونے میں ذرا شک و شبہ نہیں کیونکہ ہم واقعی حال کی پوری خبر رکھتے ہیں پس ہمارا بتلانا سب سے زیادہ صحیح ہے ربط اور توحید کا ذکر تھا چونکہ کفار اس کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ اس کے انکار اور تسلیم سے خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر یا نفع نہیں بلکہ تمہارا ہی نفع یا ضرر ہے نیز چونکہ حضور گوان کے انکار سے رنج ہوتا تھا اس لئے بعد میں آپ کو تسلی بھی دی گئی ہے۔ یا ایہا الناس تا کیف کان نکیر

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ

اے لوگو! تم (بھی) خدا کے محتاج ہو۔ اور اللہ (تو)

وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

بے نیاز (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے

پس تمہاری احتیاج دیکھ کر تمہارے ہی فائدہ کے لئے توحید وغیرہ کی تعلیم کی گئی ہے اگر تم نہیں مانو گے تو اپنا ہی ضرر کرو گے باقی حق تعالیٰ کو تو بے نیازی اور ذاتی کمال کی وجہ سے تمہاری یا تمہارے عمل کی کوئی حاجت نہیں کہ اس کے ضرر کا احتمال ہو آگے فرماتے ہیں کہ کفر سے جو ضرر ہونے

موتی نکالنے کا مضمون صرف دریائے شور کے متعلق ہو گا یعنی مچھلی کا تازہ گوشت کھانا یہ نعمت تو دونوں میں مشترک ہے اور بعضے منافع دریائے شور کے ساتھ خاص ہیں جیسے موتی نکالنا

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاجِرَ لَتَبْتَغُوا مِنْ

اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم (ان)

فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

(کے ذریعہ سے) اس کی روزی ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو

آگے بعض اور نعمتوں کا بیان ہے جو قدرت کے دلائل بھی ہیں

يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے

جس سے رات اور دن کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں

وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (مثلاً یہ کہ) اس نے سورج اور چاند کو

وَالْقَمَرَ كُلًّا يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى

کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت مقرر تک چلتے ہیں۔ یہی اللہ (جس کی یہ

اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ

شان ہے) تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے اور اس کے موا جن کو تم

مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ

پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے جھلکے کی برابر بھی اختیار نہیں رکھتے

چنانچہ بتوں کو اختیار نہ ہونا تو ظاہر ہے اور جو معبودان کے جاندار ہیں جیسے ملائکہ و شیاطین وغیرہ وہ بھی خود کچھ اختیار نہیں رکھتے بلکہ خدا تعالیٰ ہی کے واسطے سے کچھ کر سکتے ہیں اسی کے محتاج ہیں

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ

اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار (اول) کو نہیں گے نہیں

بتوں میں سننے کی طاقت ہی نہیں اور ملائکہ و شیاطین وغیرہ میں گوسننے

والا ہے خدا تعالیٰ اس کو اس وقت بھی واقع کر سکتے ہیں۔

إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۶

اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے

جو کہ تمہاری طرح کفر اور انکار نہ کریں

وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ ۝۱۷

اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں

لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے مہلت دے رکھی ہے غرض کفر سے دنیا میں بھی ضرر پہنچنے کا احتمال ہے اور قیامت میں تو یقیناً ضرر ہوگا اس وقت وہ حالت ہوگی جس کا آگے بیان ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَإِنْ تَدْعُ

اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا اور اگر کوئی بوجھ کا الداد ہوا (یعنی

مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِهَلًا لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ ۚ

کوئی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا (بھی) تب اس میں

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ

سے کچھ بھی بوجھ نہ بنایا جاوے گا اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی (کیوں نہ) ہو

پس اس وقت کفر اور بد عملی کا پورا ضرر خود ہی بھگتنا پڑے گا یہ تو کفار کو دھمکی تھی آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ ان کے انکار پر جس کی سزا یہ ایک دن ضرور بھگتیں گے اس قدر غم اور افسوس کیوں کرتے ہیں

إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

تو آپ تو صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے

بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ

ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں

اس سے مراد ایمان والے ہیں یعنی آپ کے ڈرانے سے صرف مومنین منتفع ہوتے ہیں خواہ وہ اس وقت مومن ہوں یا آئندہ ایمان لانے والے ہوں کیونکہ ان کو حق کی طلب ہے خلاصہ یہ کہ طالب حق کو نفع ہوا کرتا ہے اور یہ لوگ طالب حق ہی نہیں پس ان سے امید ہی نہ رکھئے۔

وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ

اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے

اور جو ایمان نہیں لاتا وہ وہاں بھگتے گا پھر آپ ان کے ایمان نہ لانے سے فکر کیوں کرتے ہیں

وَالِلَّهِ الْمَصِيرُ ۝۱۸

اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

آگے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے کیا توقع کی جائے کہ ان کی سمجھ بھی مسلمانوں کی فہم جیسی ہو اور اس فہم سے کام لے کر مومنین کی طرح یہ بھی طریق حق کو قبول کر لیں اور راہ حق قبول کرنے کے جو ثمرات ہیں ان میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جائیں کیونکہ مسلمانوں کی مثال حق بات سمجھنے کی وجہ سے سوا نکمے جیسی ہے اور جس راستہ کو وہ اختیار کرتے ہیں اس کی مثال نور کیسی ہے اور اس پر جو ثمرہ ان کو ملے گا (یعنی جنت وغیرہ) اس کی مثال ٹھنڈے سایہ جیسی ہے اور کافروں کی مثال اندھوں جیسی اور ان کے گمراہی کے رستہ کی مثال ظلمت اور اندھیری جیسی اور گمراہی پر جو ثمرہ ملے گا اس کی مثال جلتی دھوپ کی سی ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ وَلَا

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں

الظُّلُمُتُ وَلَا النُّورُ ۚ وَلَا الظُّلُمُتُ وَلَا

اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور

الْحَرُورُ ۚ

دھوپ

یعنی دوزخ کی جلتی ہوئی آگ اس کی جلتی دھوپ کی سی ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ

اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے

پس نہ ان کی اور مسلمانوں کی فہم برابر ہے نہ طریقہ اور نہ اس طریقہ کا ثمرہ

إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ

اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے

بِسْمِیْعٍ مَّنْ فِی الْقُبُورِ ۲۱

جو قبروں میں (مدفون) ہیں

اور جب یہ مردے ہیں تو مردوں کو زندہ کرنا خدا کی قدرت میں تو ہے
بندہ کی قدرت میں نہیں پس خدا ہی ان کو ہدایت کر دے تو اور بات ہے

إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۲۲

آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں

باقی آپ کی کوشش سے یہ لوگ حق کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان کی
مثال مردوں کی سی آپ نے سن لی

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ط

ہم نے ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے

پس اگر یہ نہ مانیں تو آپ غم میں نہ پڑیے کیونکہ آپ کے ذمہ یہ نہیں
کہ وہ ڈر کر مان بھی جاویں آگے فرماتے ہیں کہ آپ کا ڈرانا اپنی طرف
سے نہیں ہے جیسا کہ کفار کہتے ہیں بلکہ ہماری طرف سے ہے۔

وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۲۳

اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو
آگے فرماتے ہیں کہ آپ کو رسول بنا کر بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں
جیسا کہ کفار کہتے تھے۔

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاویں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ ط

انہوں نے بھی جھٹلایا تھا

تو آپ بھی گزشتہ پیغمبروں کے ساتھ کافروں کا معاملہ یاد کر کے اپنے
دل کو سمجھالیجئے۔

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ

(اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے

وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۲۴ ثُمَّ أَخَذْتُ

اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے پھر میں نے

الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۲۵

ان کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا کیسا عذاب ہوا

اسی طرح ان کے وقت پر ان کو بھی سزا دوں گا ربط اوپر بیان فرمایا تھا
کہ مومن اور کافر میں سوا نکھے اور اندھے کا تفاوت ہے آگے فرماتے ہیں
کہ کچھ ان ہی کی تخصیص نہیں ہم نے اور مخلوقات میں بھی بمقتضائے حکمت
بہت سی باتوں میں اختلافات رکھے ہیں الم تر قاتل عزیز غفور

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

(اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی

مَاءً ط فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ط

اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے

کہ کوئی کسی قسم کا ہے اور کوئی دوسری قسم کا ہے پھر ایک قسم میں بھی کوئی
کیسا ہے کوئی کیسا

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعض) سفید (بعض)
سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں

کہ بعض بہت سفید اور بہت سرخ ہیں اور بعض ہلکے سفید اور ہلکے سرخ ہیں

أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۲۶ وَمِنَ

اور (بعض نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح

النَّاسِ وَالِدَّاءِ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ

آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ

أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ط

ان کی رنگتیں مختلف ہیں

پس جیسا کہ آدمیوں کی رنگتوں میں اختلاف ہے اسی طرح ان کے
اوصاف بھی مختلف ہیں کہ کوئی کافر ہے کوئی مومن ہے پس آپ کافروں
کے ایمان نہ لانے سے افسوس نہ کریں کیونکہ سارے آدمی یکساں نہیں ہو
سکتے آگے فرماتے ہیں کہ آپ کے ڈرانے سے صرف ان ہی لوگوں میں
خدا کا خوف اور خوف سے اطاعت پیدا ہو سکتی ہے جو ان مضامین میں غور کر
کے حق تعالیٰ کی عظمت کا علم حاصل کرتے ہیں۔

کیونکہ اس سودے کا خریدار کوئی مخلوقات میں سے نہیں ہے جو کبھی تو سودے کی قدر کرتا ہے کبھی نہیں کرتا بلکہ اس کا خریدار حق تعالیٰ ہوگا جو ضرور حسب وعدہ اپنی غرض سے نہیں بلکہ محض ان کی نفع رسانی کے لئے اس کی قدر کرے گا۔

لِيُوقِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّنْ

تاکہ ان کو ان کی (اجر تیں) (بھی) پوری (پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل

فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۰﴾

سے اور زیادہ (بھی) دیں بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے

کہ ان کے اعمال میں جو کچھ کوتاہی اور کمی رہ گئی تھی اس کو معاف کر کے جس قدر تھوڑی بہت خوبی رہ گئی تھی اس کی ایسی قدر کی اجرت کے علاوہ انعام بھی دیا آگے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید پر عمل کرنے کی برکت سے جو ان کو اجر و انعام ملا سو واقعی قرآن مجید ایسی ہی چیز ہے

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ

اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۚ

ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی (بایں معنی) تصدیق کرتی ہے

یعنی یہ بتلاتی ہے کہ وہ کتابیں اصل میں حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں گو بعد میں جاہلوں نے ان میں تحریف کر دی غرض یہ کتاب ہر طرح کامل ہے

إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۳۱﴾

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی (حالت کی) پوری خبر رکھنے والا دیکھنے والا ہے

اس لئے اس وقت ایسی ہی کامل کتاب کا نازل کرنا قرین حکمت تھا اور ظاہر ہے کہ کامل کتاب پر عمل کرنے والا بھی کامل اجر کا مستحق ہوگا اس لئے ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا

پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے

مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ

(تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ

اور خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا)

الْعُلَمَاءُ

علم رکھتے ہیں

اگر عظمت کا علم محض اعتقادی ہے تو خوف بھی اعتقادی ہوگا اور اگر عظمت کا علم حال کے درجہ میں ہے تو خوف بھی حال کے درجہ میں ہوگا اس تقریر پر اس شبہ کی گنجائش نہ رہی کہ بعض اہل علم کو خشیت سے خالی دیکھا جاتا ہے کہ وہ بہت پیباک ہوتے ہیں جواب ظاہر ہے کہ ان کا علم محض اعتقاد کے درجہ میں ہے حال کے درجہ میں نہیں اس لئے خوف بھی اعتقادی کے درجہ میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۲۸﴾

واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے

تو اس سے ضرور ڈرنا چاہئے کیونکہ ایک تو وہ زبردست ہے سب کچھ کر سکتا ہے دوسرے وہ ڈرنے والوں کے گناہوں کا بخشنے والا بھی ہے پس اس سے ڈرنے میں عزت بھی حاصل ہوتی ہے اور مغفرت بھی ربط اوپر کئی جگہ آخرت اور جزا و سزا کا ذکر ہوا ہے اور مضمون سابق کے ختم پر عزیز غفور سے بھی اس کی طرف اشارہ ہوا ہے آگے اس کی تفصیل ہے ان الذین قاموا نصیر

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت (مع العمل) کرتے رہتے ہیں

اس سے اتنا ثابت ہوا کہ تلاوت قرآن کو بھی دخول جنت میں دخل ہے باقی یہ لازم نہیں آتا کہ تلاوت پر دخول جنت موقوف ہو اور عمل کی قید اس لئے بڑھائی کہ بدون عمل کے محض تلاوت کافی نہیں گو کسی قدر ثواب مل جاتا ہے مگر کامل نجات تلاوت اور عمل دونوں کے ملنے سے ہوتی ہے

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا مِمَّا

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا

رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ

اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی

تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿۲۹﴾

تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج

کرنیوالے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں

مراد اہل اسلام ہیں جو کہ ایمان کی وجہ سے تمام دنیا والوں میں عند اللہ مقبول ہیں گو ان میں کوئی دوسری وجہ موجب ملامت بھی ہو مثلاً بعضوں میں گناہ اور اعمال بد ہوں مگر ایمان کی وجہ سے وہ بھی مقبول ہیں اگرچہ نیک کام کرنے والوں سے کم درجہ میں ہوں خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں وہ کتاب پہنچائی جن میں تین قسم کے لوگ ہیں اور مقبول ہونے میں تینوں شریک ہیں۔

جو نہ گناہ کرتے ہیں اور نہ ضروری طاعات سے زیادہ کرتے ہیں

وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُأْذِنُ اللَّهُ ط

اور بعض ان میں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں

کہ گناہوں سے بھی بچتے ہیں اور فرائض کے ساتھ نوافل کی بھی ہمت کرتے ہیں غرض ہم نے تینوں قسم کے مسلمانوں کو اس کتاب کا وارث بنایا

ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ط

یہ بڑا فضل ہے

یعنی ایسی کامل کتاب کا مسلمانوں کے ہاتھوں میں پہنچا دینا خدا کا بڑا فضل ہے کیونکہ اس پر عمل کرنے کی بدولت وہ کیسے ثواب و انعام کے مستحق ہو گئے آگے اس انعام کا بیان ہے۔

جَدْتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا

وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے (اور)

مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ

ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی

فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

وہاں ریشم کی ہوگی اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم

أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۝ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ

سے (رنج و غم دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا

شَكُورٌ ۝ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ

قد روان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں

فَضْلِهِ ۚ لَا يَسُنُّا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَسُنُّا

لا اتارا ہے جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو خشکی پہنچے گی اور

فِيهَا لُغُوبٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ

جو لوگ (برخلاف ان کے) کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ

نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا

ہے نہ تو ان کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی

وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَلِكَ

ان سے ہلکا کیا جاوے گا ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ

نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۝ وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ

اس (دوزخ) میں چلا دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں

فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ

سے) نکال لیجئے ہم (اب خوب) اچھے (اچھے) کام کریں گے برخلاف

الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نَعْبُدْكُمْ مَّا

ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی

يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرُ

کہ جس کو سمجھتا ہوتا وہ سمجھ سکتا

مراد اس سے بلوغ کی عمر ہے کہ بقدر ضرورت اس میں فہم کامل حاصل ہو جاتی ہے اسی لئے اس عمر میں انسان مکلف ہو جاتا ہے قتادہ سے درمنثور میں یہی تفسیر منقول ہے قال اعلموا ان طول العمر حجة نزلة و ان فيهم لابن ثمان عشر سنة الخ قتادہ نے کہا کہ عمر کا بڑھنا بھی انسان پر خدا کی حجت ہے چنانچہ یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے حالانکہ ان میں اٹھارہ سال کی عمر کے بھی ہوں گے اور اٹھارہ سال کی عمر سے مراد بلوغ ہے جیسا کہ امام صاحب نے بلوغ کی اکثر مدت یہی ٹھہرائی ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس عمر کی تفسیر ساٹھ برس آئی ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ساٹھ برس سے کم عمر سے حجت نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ساٹھ برس کی عمر سے اور زیادہ حجت قائم ہوگی

وَجَاءَكُمْ التَّنْذِيرُ ط

اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا

کسی کے پاس بلا واسطہ اور کسی کے پاس بواسطہ مگر تم نے اس کی ایک نہ سنی

فَذُوقُوا فِتْنًا لِلظَّالِمِينَ مِنْ تَصِيرٍ ع

سو (اس نہ ماننے کا) مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں

خدا تو ناراض ہونے کی وجہ سے مددگار نہیں اور دوسرے قدرت نہ ہونے کے سبب سے مدد نہیں کر سکتے ربط اور پر اکثر آیات میں توحید مذکور ہوئی ہے آگے پھر توحید کو ثابت اور شرک کو باطل کرتے ہیں اور درمیان میں کفر کی برائی بھی مذکور ہے۔ ان اللہ عالم قاحلیم غفوراً

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

بیشک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ع

بیشک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا

پس اس کا علم تو ایسا کامل ہے آگے قدرت کا کمال بیان فرماتے ہیں جس سے اس کی نعمت بھی معلوم ہوتی ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ط

وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا

جس سے خدا کی قدرت اور نعمت دونوں ظاہر ہیں اور اس کا مقتضایہ تھا کہ ان دلیلوں اور نعمتوں میں غور کرتے اور شکر کرتے اور توحید و اطاعت اختیار کرتے مگر بعض اس کے خلاف کفر پر جے ہوئے ہیں

فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ط

سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا

کسی دوسرے کا کیا بگڑ جائے گا آگے اس وبال کی تفصیل ہے۔

وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا

اور کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی

مَقْتًا ج

بڑھنے کا باعث ہوتا ہے

اور وہ ناراضی دنیا ہی میں ہو جاتی ہے

وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ع

اور (نیز) کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ (بھی) بڑھنے کا باعث ہوتا ہے

اور خسارہ یہ ہے کہ وہ جنت سے محروم رہیں گے اور جہنم کا کندہ بنیں گے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ

آپ کہیے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم خدا کے

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا

سوا پوجا کرتے ہو۔ یعنی مجھ کو یہ بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون

مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ ج

سا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان (بنانے میں) کچھ ساجھا ہے

تاکہ عقلی دلیل سے ان کا مستحق عبادت ہونا ثابت ہو کیونکہ معبود وہی ہو سکتا ہے جو عالم کا پیدا کرنے والا ہو

أَمْ آتَيْنَهُم كِتَابًا

یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے

جس میں شرک و کفر کے اعتقاد کا نسخ ہونا لکھا ہو

فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ ج

کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں

تو ذرا اس نقلی دلیل ہی سے اپنے دعویٰ کو ثابت کر دیں اصل یہ ہے کہ ان کے پاس نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی

بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ

إِلَّا غُرُورًا ع

کرتے آئے ہیں

کہ ان کے بڑوں نے ان کو ایک غلط اور بے سند بات بتلا دی کہ یہ معبود خدا کے یہاں ہمارے کام بنادیں گے حالانکہ واقع میں وہ محض بے اختیار ہیں پس وہ عبادت کے مستحق بھی نہیں البتہ حق تعالیٰ قادر و مختار ہے تو وہی عبادت کے قابل بھی ہے چنانچہ آگے اللہ تعالیٰ کے باختیار اور دوسروں کے بے اختیار

ہونے کے دلائل میں سے نمونہ کے طور پر ایک مختصر سی بات بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

یعنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ

أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أُمْسِكْهُمَا

موجودہ حالت کو نہ چھوڑیں اور اگر (بالفرض) وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی

مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ط

دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام نہیں سکتا

جب دوسروں سے عالم کی حفاظت بھی نہیں ہو سکتی تو کسی چیز کا پیدا کرنا تو بہت دور ہے جس میں بندوں کی حوائج بھی داخل ہیں کہ ان کو بھی کوئی پور نہیں کر سکتا پھر وہ عبادت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں

إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝۳۱

وہ حلیم غفور ہے

یعنی باوجود شرک و کفر کے باطل ہونے کے بعد پھر اس کو اختیار کرنا مقتضی اس کو ہے کہ ان کو ابھی سزا دے دی جائے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں اس لئے مہلت دے رکھی ہے اور اگر اس مہلت میں یہ لوگ حق کی طرف آجاویں تو حق تعالیٰ مغفرت کرنے والے بھی ہیں ان کی سب پہلی شرائط معاف کر دی جائیں گی ربط اور تو حید و رسالت و قیامت کے ذکر میں ضمناً کفار کی تکذیب اور انکار کا چند جگہ بیان ہوا ہے آگے اس انکار و تکذیب پر ملامت اور تشنیع اور اس پر دھمکی دیتے ہوئے سورۃ ختم کرتے ہیں۔ واقسموا باللہ تا بعبادہ بصیراً

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ

اور ان کفار (قریش) نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر

جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ

ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آوے تو وہ ہر ہر امت سے

أَحَدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا

زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں پھر جب ان کے پاس پیغمبر

زَادَهُمْ إِلَّا نَفُورًا ۝۳۲

آپہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی

یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہ کی طرح ہم رسول کی تکذیب نہ کریں چنانچہ درمنثور میں ابن ابی حاتم کے واسطہ سے ابو ہلال سے یہ روایت منقول ہے کہ قریش کے لوگ آپ کی نبوت سے پہلے کہتے تھے کہ اگر حق تعالیٰ ہمارے میں سے کوئی نبی بھیجیں تو ہم سے زیادہ کوئی امت خدا کی تابعدار اور نبی کی بات کو ماننے والی اور کتاب خداوندی کو مضبوطی کے ساتھ لینے والی نہ ہوگی اس پر یہ آیت اور اس قسم کی چند اور آیتیں نازل ہوئیں یعنی تکبر کی وجہ سے آپ کے اتباع سے تو عار ہوئی ہی تھی مگر یہ بھی نہ کیا کہ اگر اتباع کی توفیق نہ ہوئی تھی تو آپ کو ایذا ہی نہ پہنچاتے مگر وہ تو اور الٹے ایذا رسانی کی فکر میں لگ گئے چنانچہ ان کا ہر وقت اسی میں لگا رہنا معلوم اور مشہور ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہمارے رسول کے لئے بری بری تدبیریں کر رہے ہیں خود اپنا ہی ضرر کر رہے ہیں۔

إِسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ط

دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ط

بری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیروں والوں ہی پر پڑتا ہے

گو ظاہر میں کبھی اس شخص کو بھی کچھ ضرر پہنچ جاوے جس کو ضرر پہنچانا چاہا ہے مگر وہ محض دنیوی ضرر ہے اور ظالم ضرر پہنچانے والے پر آخرت میں ضرر و وبال پڑے گا اور دنیوی ضرر و خردی ضرر کے سامنے کچھ بھی نہیں

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ج

سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ه

سو آپ خدا کے (اس) دستور کو بھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے

کہ ان پر بجائے عذاب کے عنایت و رحمت ہونے لگے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۝۳۳

اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے

کہ ان کی جگہ دوسروں کو عذاب ہونے لگے جو کافر نہ ہوں مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کافروں کو عذاب ہوگا خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے پس نہ یہ احتمال ہے کہ ان کو عذاب نہ ہو نہ یہ احتمال ہے کہ دوسروں کو ہونے لگے بعض

سے اس کو نافذ کر سکتا ہے اور دوسرا کوئی ایسا نہیں ہے پھر اس کو کون چیز ہر اسکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اس دھوکہ میں ہوں کہ ہم کو عذاب ہونا ہوتا تو ہو چکتا دیر کیوں ہو رہی ہے اور اس سے وہ کفر کے برانہ ہونے پر استدلال کریں تو یہ بھی ان کی غلطی ہے کیونکہ حکمت کی وجہ سے ان کیلئے سزا جلدی تجویز نہیں کی گئی

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا

اور اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (نوراً)

مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرهَا مِنْ دَابَّةٍ

داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک تنفس کو نہ چھوڑتا

کیونکہ کفار تو کفر سے ہلاک ہوتے اور اہل ایمان کم ہونے کی وجہ سے دنیا میں نہ رکھے جاتے کیونکہ بمقتضائے حکمت نظام عالم دونوں کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ ضرور نہیں کہ مسلمان بھی اسی عذاب سے ہلاک ہوتے بلکہ وہ اور کسی طریقہ سے ہلاک کر دیئے جاتے اور دوسری مخلوقات اس لئے ہلاک کر دی جاتیں کہ ان کے پیدا کرنے سے مقصود بنی آدم کا انتفاع ہے جب یہ نہ ہوتے وہ بھی نہ رہتے۔

وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى

لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین (یعنی قیامت) تک مہلت

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

دے رہا ہے سو جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی (اس وقت)

بِعِبَادِهِ بِصِيرًا

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا

یعنی ان میں جو کفار ہوں گے ان کو سزا دے لے گا۔

تعلیم یافتہ لوگ اس آیت سے معجزات کے انکار میں استدلال کرتے ہیں کہ معجزات قانون قدرت کے خلاف ہیں اور قانون قدرت کا بدلنا محال ہے اور دلیل میں یہ آیت پیش کر دیتے ہیں پس وہ لوگ آیت کی اس تفسیر میں غور کریں تو ان کے شبہ میں اس کی اصلاً گنجائش نہ رہے گی کیونکہ اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ سنت اللہ سے مراد قانون نظام عالم نہیں بلکہ وعدہ خداوندی مراد ہے (اور اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ سنت اللہ سے قانون قدرت اور نظام عالم ہی مراد ہے تب بھی ان کا استدلال غلط ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا کے طریقہ کو کوئی دوسرا بدل نہیں سکتا اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ خدا خود بھی نہیں بدل سکتا اور ظاہر ہے کہ معجزات میں قانون قدرت کے خلاف خدا تعالیٰ خود کر دیتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ کفار جو یوں سمجھتے ہیں کہ کفر کرنا عذاب کا سبب نہیں تو یہ ان کی بڑی غلطی ہے۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا

اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا

کہ ان پر عذاب نازل ہوا چنانچہ شام اور یمن کے سفر میں قوم ثمود اور سبا کی بستیاں مکہ والے خود دیکھتے ہیں کہ عذاب الہی سے کس طرح ویران پڑی ہوئی ہیں اور ان کے عذاب کے قصے بھی لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں

وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ

حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور خدا ایسا نہیں ہے

اللَّهُ لِيُعْجزَهُ مِنْ شَيْءٍ

کہ کوئی چیز (قوت والی) اس کو ہرادے

خواہ کسی میں کیسی ہی قوت ہو مگر خدا کو کوئی نہیں ہر اسکتا

فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ

نہ آسمان میں اور نہ زمین میں (کیونکہ) وہ بڑے علم والا

كَانَ عَلَيْهِمْ قَدِيرًا

(اور) بڑی قدرت والا ہے

پس علم سے وہ اپنے ارادہ کے نافذ کرنے کا طریقہ جانتا ہے اور قدرت

لَتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ

تاکہ آپ (اولاً) ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نے نہیں ڈرائے گئے تھے یعنی کسی قریب آنے والے پیغمبر کے ذریعہ سے نہیں ڈرائے گئے گو پہلے رسولوں کی شریعتوں کے بعض مضامین ان کے کانوں تک پہنچے تھے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ ام جاء هم مالم یات اباؤهم الاولین

فَهُمْ غَفِلُونَ ۝۶

سو اسی سے یہ بے خبر ہیں

کیونکہ عرب میں اگرچہ پہلے رسولوں کی بعض باتیں منقول ہوتی چلی آتی تھیں مگر پھر بھی نبی کے آنے سے جس قدر تنبیہ ہوتا ہے محض احکام کے منقول ہونے سے بالخصوص جب کہ وہ نام تمام اور بدلے ہوئے بھی ہوں ویسا تنبیہ نہیں ہوتا اور آپ کا ڈرانا اولاً قریش کو تھا پھر عام لوگوں کو بھی آپ نے دعوت فرمائی کیونکہ آپ کی نبوت عام ہے (اور چونکہ آپ کی شریعت کے محفوظ رکھنے کا وعدہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اس لئے آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی) آگے فرماتے ہیں کہ باوجود آپ کی رسالت کے صحیح ہونے اور قرآن کے سچا ہونے کے پھر جو یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ اس کا غم نہ کیجئے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ

ان میں سے اکثر لوگوں پر بات (تقدیری) ثابت ہو چکی ہے

اور وہ بات یہ ہے لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین کہ میں جہنم کو بعض جنوں اور آدمیوں سے بھروں گا آہ تو بعض آدمی جہنمی بھی ہوں گے جن میں سے یہ لوگ بھی ہیں جو آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۷

سو یہ لوگ (ہرگز) ایمان نہ لاویں گے

البتہ بعض کی قسمت میں ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آئے آگے ایمان سے دور ہونے میں کفار کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فَبُهِتُوا إِلَىٰ

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ)

الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ۝۸

گئے) ہیں جس سے ان کے سراپہ پر کوا مل گئے

سورة یس مکیة و ایہا ثلث و ثمانون

رابطہ: یہ سورۃ اثبات رسالت سے شروع ہوئی ہے اور سورۃ گذشتہ کے خاتمہ میں اسی رسالت کے انکار پر کفار کو دھمکی دی گئی تھی جس سے دونوں کے آغاز و انجام میں مناسبت ظاہر ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم یس

(۳۶) سُورَةُ یَس مَکِّيَّةٌ (۴۱)

سورۃ یسین کے میں نازل ہوئی اور اس میں تراوی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

یَس ۝۱

یس

اس کی مراد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ والقرآن الحکیم تا امام مبین

وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ۝۲

قسم ہے قرآن با حکمت کی

قرآن کی قسم اگر کلام نفسی کے اعتبار سے ہے تب تو غیر مخلوق کی قسم ہے کیونکہ کلام نفسی کے مرتبہ میں وہ خدا کی صفت ہے اور اگر کلام لفظی کے اعتبار سے ہے تو مخلوق کی قسم ہے اور مخلوقات کے ساتھ قسم کھانے کی توجیہ سورۃ حجر آیت لعمرک انهم لفی سکر تهم الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝۳ عَلَىٰ صِرَاطٍ

کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں (اور) سیدھے

مُسْتَقِیْمٌ ۝۴

راستہ پر ہیں

کہ اس میں جو کوئی آپ کی پیروی کرے خدا تک پہنچ جاوے گا اور کفار جو آپ کی رسالت کا انکار اور قرآن کو آپ کی تصنیف بتاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝۵

یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

تاکہ اسکے اعجاز سے آپ کی رسالت ثابت ہو نیز ہدایت سب کیلئے عام ہو

قَدْ صُومُوا وَانْشَرَهُمْ

لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑے جاتے ہیں

جو کام آگے بھیجتے ہیں اس سے مراد وہ کام ہیں جو خود اپنے ہاتھ سے کئے اور جو پیچھے چھوڑتے ہیں اس سے مراد وہ اثر ہے جو ان کاموں کی وجہ سے پیدا ہوا اور موت کے بعد بھی باقی رہا مثلاً کسی نے کوئی نیک کام کیا اور وہ دوسروں کی ہدایت کا سبب ہو گیا یا کسی نے کوئی برا کام کیا اور وہ دوسروں کی گمراہی کا سبب ہو گیا یہ سب لکھے جا رہے ہیں اور وہاں پر اس کے متعلق سزا و جزا ہو جائے گی آگے فرماتے ہیں کہ ہمارا علم تو ایسا وسیع ہے کہ ہم کو لوگوں کے عمل کرنے کے بعد لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قیامت تک جو کچھ ہوگا وہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا تھا محض بعض حکمتوں کی وجہ سے عمل کرنے کے بعد بھی لکھا جاتا ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ

اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا

پس جب وقوع سے پہلے ہم کو سب چیزوں کا علم ہے تو واقع ہونے کے بعد کیوں نہ ہوتا پس کسی عمل سے مکر نے یا چھپائے رکھنے کی ذرا گنجائش نہیں سزا ضرور ہوگی اور لوح محفوظ میں چونکہ تمام اشیاء کی تفصیل ہے اس لئے اس کو واضح کتاب کہا گیا۔

ربط اوپر رسالت کا مسئلہ مذکور تھا آگے رسالت کی تائید اور تکذیب کرنے والوں کی دھمکی کے لئے ایک قصہ مذکور ہے۔ واضرب لہم قلوبنا محضرون

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت بیان کیجئے

إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ

جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے

اکثر مفسرین نے اس بستی کو انطاکیہ کہا ہے اور ابن کثیر نے اس پر چند اعتراض کئے ہیں اور بعضوں نے ان کے جواب بھی دیئے ہیں لیکن آیت کی تفسیر تعین پر موقوف نہیں۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس کو مبہم رکھا جاوے اور قصہ میں اختلاف کی بناء پر ان رسولوں میں دو احتمال ہیں کہ یا تو وہ بلا واسطہ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے جس کو پیغمبر کہتے ہیں یا کسی پیغمبر کے واسطہ سے خدا

یعنی اوپر کو اٹھے رہ گئے نیچے کو نہیں ہو سکتے سو جیسا کہ اس حالت میں آدمی راستہ نہیں دیکھ سکتا اسی طرح یہ لوگ سیدھا راستہ دیکھنے سے محروم ہو گئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے)

وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے اور ان کے حق میں آپ کا

تَنْذِيرُهُمْ لَا يَوْمِنُونَ

ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ

پس ان سے مایوس ہو کر راحت حاصل کیجئے اور فکر میں نہ پڑیئے

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ

بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور

الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ

خدا سے بے دیکھے ڈرے

کہ ڈرنے ہی سے حق کی طلب ہوتی ہے اور طلب سے حق تک رسائی ہوتی ہے اور یہ لوگ ڈرتے ہی نہیں ہاں جن کو خدا کا خوف ہے ان کو بے شک آپ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ

سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے

مغفرت سے گناہوں کی معافی اور عمدہ عوض سے اطاعت کا ثواب مراد ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص گمراہی اور بے رخی میں گرفتار ہے وہ مغفرت اور ثواب سے محروم ہے آگے فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگرچہ جزا و سزا کا ظاہر ہونا لازم نہیں مگر ایک دن ضرور اس کا ظہور ہوگا۔

إِنَّا نَحْنُ نَحْيُ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا

بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو یہ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ⑮

اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر حکم کا پہنچا دینا تھا

اور ظاہر ہے کہ واضح طور پر حکم کا پہنچانا دلیل سے ثابت کرنے پر موقوف ہے اس سے معلوم ہوا کہ اول دلائل قائم کر چکے تھے اگر وہ پیغمبر تھے تب تو معجزات ظاہر کئے ہوں گے اور اگر نائب پیغمبر تھے تو اول عقلی دلائل سے اصل پیغمبر کی رسالت ثابت کی ہوگی پھر اس کے معجزات کو ثابت کیا ہوگا غرض آخر میں یہ فرمایا کہ ہم اپنا کام کر چکے تم نہ مانو تو ہم مجبور ہیں

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ⑯

وہ یوں کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منخوس سمجھتے ہیں

یہ بات یا تو اس لئے کہی کہ ان پر قحط پڑا تھا جیسا کہ معاملہ میں ہے یا اس لئے کہی کہ جب کوئی نئی بات سنی جاتی ہے تو اس کا چرچا ضرور ہوتا ہے اور اکثر عام لوگوں میں اس کی وجہ سے گفتگو اور اختلاف اور کبھی لڑائی جھگڑے اور نا اتفاقی کی بھی نوبت پہنچ جاتی ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ تم نے لوگوں میں ایک فتنہ ڈال دیا جس سے نقصان پہنچ رہا ہے یہ نحوست ہے جس کا سبب تم ہو۔

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجِمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمُ

اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے

مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑰

اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی

یعنی اول طرح طرح سے ستاویں گے نہیں مانو گے تو آخر میں پتھروں سے کام تمام کر دیں گے۔

قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ ⑱

ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے

یعنی جس کو تم فتنہ اور نقصان کہتے ہو اس کا سبب حق کا قبول نہ کرنا ہے اگر حق کو سب مل کر قبول کر لیتے تو نہ آپس میں اختلاف ہوتا نہ قحط کے عذاب میں مبتلا ہوتے باقی پہلا اتفاق اور پہلی آسائش وہ اس لئے قابل

کے بھیجے ہوئے تھے جس کو نائب پیغمبر کہتے ہیں۔

پس ترجمہ میں لفظ رسول سے عام معنی مراد ہیں جو نائب رسول پر بھی صادق آتے ہیں۔

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا

یعنی جبکہ ہم نے ان کے پاس (اول) دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول)

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ

دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی

یعنی تائید کے لئے پھر تیسرے کو وہاں جانے کا حکم دیا

فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ ⑲

سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں

تاکہ تم کو ہدایت کریں کہ تو حید اختیار کرو اور بت پرستی چھوڑ دو کیونکہ وہ لوگ بت پرست تھے جیسا کہ ومالی لا عبد الذی فطرنی اور اتخذ من دونه الهة الخ سے معلوم ہوتا ہے

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا لَا

ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح محض معمولی آدمی ہو

یعنی تم کو رسول ہونے کا امتیاز حاصل نہیں اور تمہاری کیا تخصیص ہے رسالت کا مسئلہ ہی خود بے اصل ہے

وَمَا أُنْزِلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا إِنْ

اور خدائے رحمن نے (تو) کوئی چیز نازل (ہی) نہیں کی

أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ⑳

تم نرا جھوٹ بولتے ہو ان رسولوں نے کہا ہمارا

يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ㉑

پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں

اور قسم کھانے سے یہ مقصود نہیں کہ اسی سے رسالت کو ثابت کرتے تھے بلکہ دلائل قائم کرنے کے بعد بھی جب انہوں نے نہ مانا تب آخری جواب کے طور پر مجبور ہو کر قسم کھائی چنانچہ آگے خود ان کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔

یعنی اس گفتگو کی خبر جو شائع ہوئی تو ایک شخص یہ خبر سن کر اپنی قوم کی خیر خواہی کے لئے یا رسولوں کی طرفداری کے لئے مبادیہ لوگ رسولوں کو قتل کر دیں جیسا کہ سنگسار کرنے کی وہ دھمکی دے رہے تھے یہاں آیا

قَالَ يُقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۰﴾

(اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ

چلو ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ

مُهْتَدُونَ ﴿۲۱﴾

خود راہ راست پر بھی ہیں

یعنی اتباع سے روکنے والی خود غرضی ہوتی ہے سو وہ یہاں موجود نہیں اور اتباع کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس کا اتباع کیا جاوے راہ راست پر ہو سو یہ بات یہاں موجود ہے پھر اتباع کیوں نہ کیا جاوے۔

قد نہیں کہ اس وقت تم سب غلط بات پر متفق تھے۔ جس کا زائل کرنا ضروری تھا اور وہ آسائش نعمت نہ تھی بلکہ آخرت میں وبال جان ہوتی

أَيْنُ ذِكْرُكُمْ ط

کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے

تو یہ واقع میں نحوست نہیں بلکہ سعادت کا سبب ہے

بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿۱۹﴾

بلکہ تم (خود) حد (عقل و شرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو

پس شریعت کی مخالفت سے تم پر یہ نحوست آئی جو خود تمہارا فعل ہے اور عقل کی مخالفت کر کے تم نے اس نحوست کا سبب غلط سمجھا

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى

اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا

الحمد للہ بایسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



کہ پھر ان میں رسولوں کا کیا قصہ ہوا جب وہ شہید ہو گیا تو اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری دی گئی جس کا آگے بیان ہے۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ط

ارشاد ہوا کہ جنت میں داخل ہو

اگر مراد یہ ہے کہ فی الفور اسی وقت داخل ہو تو جنت سے مراد کوئی خاص جگہ ہے جو جنت کے متصل ہوگی کیونکہ جنت میں جانے کے بعد پھر اس سے نکلنا نہیں ہو سکتا اور حشر و نشر یقیناً جنت سے باہر ہے جس میں تمام مخلوق حاضر ہوگی اور اگر اس سے مقصود محض بشارت سنانا ہے کہ تو وقت معین پر جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہے تو خود جنت بھی مراد لینا صحیح ہے

قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي

کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے

وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ ﴿٢٧﴾

مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا

اس وقت بھی اس کو اپنی قوم کی فکر ہوئی کہ میری اس حالت کو معلوم کر کے وہ بھی ایمان لے آتے تو اسی طرح ان کی بھی مغفرت اور عزت ہوتی

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ

اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر (فرشتوں کا) آسمان

مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿٢٨﴾

سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت تھی

کیونکہ ان کا ہلاک کرنا زیادہ جمعیت پر موقوف نہ تھا اس سے جنگ بدر میں کفار کے مقابلہ کے لئے ملائکہ کے نازل ہونے پر شبہ نہ کیا جائے کیونکہ اس آیت میں احتیاج کی نفی کرنا مقصود ہے یہ مطلب نہیں کہ دوسری حکمتوں سے بھی فرشتوں کا نزول نہ ہوگا سو ممکن ہے کہ اس قصہ میں نزول ملائکہ کے لئے کوئی حکمت مقتضی نہ ہو اور جنگ بدر میں حکمت ہو اور احتیاج تو کسی وقت بھی نہ تھی۔

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

وہ مزا بس ایک آواز سخت تھی

جو جبرائیل علیہ السلام یا اور کسی فرشتہ نے کر دی تھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ صیحہ سے آواز مراد نہ ہو بلکہ مطلق عذاب مراد ہو جس کی کیفیت نہیں بتلائی گئی

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي

اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا

جو کہ استحقاق عبادت کی ایک دلیل ہے اور اپنے اوپر رکھ کر اس لئے کہا تا کہ مخاطب کو اشتعال نہ ہو اور اصل مطلب یہی ہے کہ تم کو کون سا عذر ہے جیسا کہ آگے کے قول سے معلوم ہوتا ہے

وَالْيَهُ تَرْجِعُونَ ﴿٢٩﴾

اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے

پس ایسی حالت میں اتباع حق نہایت ضروری ہے یہاں تک تو اس کا بیان تھا کہ حق تعالیٰ عبادت کے مستحق ہیں آگے اس کا بیان ہے کہ یہ من گھڑت معبود عبادت کے مستحق نہیں

ءَاتَاخُذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ

کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں کہ اگر خداے رحمن

بِضَرٍّ لَا تَغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا

مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کام آوے

يُنْقِذُونِ ﴿٣٠﴾

اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں

یعنی نہ وہ خود قادر ہیں نہ خدا تعالیٰ سے کچھ کہہ کر کرا سکتے ہیں کیونکہ اول تو بتوں میں شفاعت کی قابلیت ہی نہیں دوسرے شفاعت بدون اجازت کے نہیں ہو سکتی اور کفار کے واسطے شفاعت کی اجازت نہ ہوگی

إِنِّي إِذَا نَفِیْ صَلِّیْ مُبِیْنٍ ﴿٣١﴾

اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا

یہ بھی اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنانا ہے

إِنِّي أَمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ط

میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم (بھی) میری بات سن لو

اور ایمان لے آؤ مگر ان لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس کو پتھروں سے یا آگ میں ڈال کر یا گلا گھونٹ کر شہید کر ڈالا اور قرآن میں اس کا ذکر نہیں

فَإِذَا هُمْ خَبِدُونَ ﴿۲۹﴾

اور وہ سب اسی دم (اس سے) بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے

آگے اس قصہ کی مناسبت سے قصہ کے مکذبین کی مذمت فرماتے ہیں

يَحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ

افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر بھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس

إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۰﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ

کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم ان

أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا

سے پہلے بہت سی امتیں غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں)

يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾

لوٹ کر نہیں آتے

اگر اس بات میں غور کرتے تو استہزاء اور تکذیب سے بچتے اور یہ سزا تو تکذیب کرنے والوں کو دنیا میں ہوگی۔

وَأَن كُلُّ لَّهَّاجٍ جَمِيعٍ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾

اور ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے

پس وہاں پھر سزا ہوگی اور وہ سزا بھی ختم نہ ہوگی۔

رابطہ: اوپر رسالت کا مضمون تھا جس میں توحید کا مضمون بھی تبعاً آ گیا ہے آگے توحید کو قصداً بیان کیا جاتا ہے اور ایسے دلائل سے اس کو ثابت کیا جاتا ہے جو نعمتوں اور احسانات کی یاد دہانی پر مشتمل ہیں۔ وایہ لہم

الارض تا الی حین

وَأَيُّ لَّهْمُ الْأَرْضِ الْمَيْتَةِ ۚ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش سے)

مِنْهَا حَبًّا قَبْلَهُ يَأْكُلُونَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَدَّتٍ

زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو میں سے لوگ کھاتے ہیں اور

مِّن تَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ ۚ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مَيْنَ

(نیز) ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور (نیز) اس

الْعُيُونِ ﴿۳۴﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ۚ وَمَا عَمِلَتْهُ

میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس (پھل

أَيِّدِيهِمْ ط

اور غلہ) کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا

گو ختم ریزی اور آپاشی بظاہر انہی کے ہاتھوں ہوئی ہو مگر پھل اور غلہ کی خاص صورت کا پیدا کرنا خاص خدائی کا کام ہے

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾

سو کیا شکر نہیں کرتے

جس کا پہلا زینہ توحید ہے یہ تو زمین کی خاص نشانیوں سے استدلال تھا آگے زمین کی عام نشانیوں سے اور انسان کی ذات میں جو نشانیاں ہیں ان سے استدلال ہے۔

سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ

وہ پاک ذات ہے جس نے تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے

الْأَرْضِ

قبیل سے بھی

آدمیوں کی مقابل قسمیں مرد اور عورت ہیں اور نباتات کی مقابل قسمیں جیسے گیہوں اور جو اور بیٹھا پھل اور کھٹا پھل یا اس سے بھی زیادہ اختلاف ہو

وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾

اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی

جن کو (عام لوگ) نہیں جانتے

کیونکہ جو چیزیں مخفی ہیں ان میں بھی کوئی شے مقابل سے خالی نہیں آگے آسمان کی بعض نشانیوں اور ان کے بعض آثار سے استدلال ہے۔

وَأَيُّ لَّهْمُ اللَّيْلِ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں

چونکہ روشنی کرنے والے اجسام بعد میں پیدا ہوئے اس لئے پہلے ظلمت ہی ظلمت تھی اور گویا اصلی وقت رات ہی کا تھا پھر آفتاب کی عارضی روشنی سے دن نے اس کو چھپا لیا تھا جیسے بکری کے گوشت کو کھال چھپا لیتی ہے تو اس کی عارضی روشنی کو زائل کرنا گویا رات پر سے دن کو اتار لینا ہے

جس سے رات پھر آ جاتی ہے۔

فَإِذَا هُمْ مُظْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي

سو یکا یک (وہ لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب

لَبَسَتْ لَهَا

(ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے

ٹھکانے سے مراد عام ہے یہ شامل ہے اس نقطہ کو بھی جہاں سے آفتاب چل کر سال بھر کا دورہ پورا کر کے پھر اسی نقطہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس نقطہ کو بھی جہاں روزانہ حرکت میں پہنچ کر غروب ہو جاتا ہے اور اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آفتاب کا مستقر (یعنی ٹھکانا) عرش کے نیچے ہے اور وہ غروب کے وقت سجدہ کر کے حکم دریافت کرتا ہے تو اس کو معمول کے موافق طلوع ہونے کا حکم ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک دن اس کو واپس لوٹنے کا حکم ہوگا تو مغرب سے طلوع ہوگا اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں جو قابل تحقیق ہیں ایک یہ کہ ٹھکانے سے مراد وہ نقطہ ہے جہاں روزانہ حرکت ختم کر کے غروب ہو جاتا ہے لیکن جو تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے چونکہ وہ اس کو بھی شامل ہے اس لئے دونوں میں کوئی منافات نہیں دوسرے یہ کہ وہ ٹھکانا عرش کے نیچے ہے سو ظاہر ہے کہ جس نقطہ پر پہنچ کر اس کا دورہ ختم ہوتا ہے یا جس نقطہ پر پہنچ کر غروب ہوتا ہے وہ دونوں عرش ہی کے نیچے ہیں اس لئے حدیث میں اور ہماری تفسیر میں کوئی منافات نہیں تیسرے یہ کہ سجدہ کرنے کا کیا مطلب ہے جواب یہ ہے کہ بظاہر آیات و روایات سے ان مخلوقات میں بھی تھوڑا بہت شعور ہونا ثابت ہے سو ممکن ہے کہ اسی شعور کی وجہ سے حق تعالیٰ کے حضور میں آفتاب خشوع و خضوع اور عرض معروض کرتا ہو پوچھتے یہ کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کے وقت آفتاب کو سکون ہو جاتا ہو حالانکہ دلائل رصدیہ اور نظام شمسی سے آفتاب کی حرکت کا منقطع نہ ہونا ثابت ہے جواب یہ ہے کہ سجدہ کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں اول تو اس کے لئے حرکت کا منقطع ہونا ضروری نہیں دوسرے ممکن ہے کہ یہ سکون ایک آن میں ہوتا ہو اور حرکت زمانی ہو اس لئے نظام شمسی میں خلل نہ ہوتا ہو اور اس سکون کا اور اک نہ ہوتا ہو یا پنجویں یہ کہ حقیقی غروب تو کبھی نہیں ہوتا کیونکہ جب ایک جگہ غروب ہوتا ہے دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے پھر غروب کے وقت حکم دریافت کرنے کے کیا معنی۔ جواب ممکن ہے کہ اکثر حصہ آبادی کا غروب مراد ہو یا خاص افق مدینہ کا غروب مراد ہو یا خط استوا کا غروب مراد ہو بہر حال یہ مخبر صادق کی خبر ہے اور عقلی اشکال کوئی ہے

نہیں اس لئے تسلیم کرنا واجب ہے۔

ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۸﴾

یہ اندازہ باندھا ہوا ہے (اس خدا) کا جو زبردست علم والا ہے

کہ اپنے علم سے ان انتظامات کی مصلحت و حکمت کو جانتا ہے اور اپنی قدرت سے ان کو نافذ کرتا ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ

اور چاند کے لئے منزلیں مقرر ہیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی

الْقَدِيرِ ﴿۳۹﴾

پرانی ٹہنی

یعنی وہ ہر روز منزل قطع کرتا رہتا ہے اور آخر میں پتلا ہوتا ہوتا کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے جو کہ پتلی اور خم دار ہوتی ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا

نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ

الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط

رات دن سے پہلے آ سکتی ہے

یعنی سورج اور چاند کی چال اور رات و دن کی آمد و رفت ایسے انداز اور انتظام سے رکھی گئی ہے کہ نہ آفتاب چاند کی روشنی کے وقت میں طلوع ہو سکتا ہے نہ رات کے وقت دن ہو جائے نہ چاند آفتاب کے وقت میں روشن ہو سکتا ہے نہ دن میں رات ہو جاوے غرض کہ دن کی مقدار ختم ہونے سے پہلے رات نہیں آ سکتی اور رات کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے دن نہیں آ سکتا۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۴۰﴾

اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں

یعنی اس طرح چل رہے ہیں کہ گویا تیر رہے ہیں اور حساب سے باہر نہیں ہو سکتے کہ رات دن کے حساب میں خلل واقع ہو جائے آگے زمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی خاص سواری اور سفر کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

وَأَيُّهُمْ أَنَا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمُ فِي الْفَلَكِ

اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی

الشَّحُونُ ۴۱

کشتی میں سوار کیا

اپنی اولاد کو اکثر لوگ تجارت کے لئے سفر میں بھیجتے تھے پس اس عنوان میں تین نعمتوں کی طرف اشارہ ہو گیا ایک یہ کہ بھری ہوئی کشتی اپنے بوجھ کی وجہ سے غرق ہونے کو مقتضی ہے اس کو پانی کی سطح پر رواں کر دیا دوسرے ان لوگوں کو اولاد عطا فرمائی تیسرے رزق اور سامان دیا کہ یہ خود گھر بیٹھے رہے اور اولاد کو کارندہ بنا کر بھیجتے ہیں۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۴۲

اور ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں مراد اس سے اونٹ وغیرہ ہیں۔

وَأِنْ نَّشَاءُ نَغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ

اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ یہ غلامی دیے

يُنْقَذُونَ ۴۳ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۴۴

جاویں مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے اس لئے مہلت دے رکھی ہے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے یعنی دنیا میں آسکتا ہے جیسے غرق کر دینا یا زمین میں دھنسا دینا

وَمَا خَلَفَكُمْ

اور جو تمہارے (مرے) پیچھے ہے

جو آخرت میں یقیناً آنے والا ہے

لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ۴۵

تاکہ تم پر رحمت کی جاوے تو وہ اصلاً پرواہ نہیں کرتے

آگے ان کا اور ہدایت سے دور ہونا بیان کرتے ہیں

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا

اور ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس نہیں آتی

كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۴۶

جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں

اسی طرح ترغیب سے بھی ان کو نفع نہیں ہوتا

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا ۴۷

کر دو یہ کفار (ان) مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو

تَوْشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ قَدْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ

کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو (بہتیرا کچھ) کھانے کو دے دے تم نری

مُبِينٍ ۴۸

صریح غلطی میں (پڑے) ہو

اور وہ یہ جواب صرف شرارت سے دیتے تھے

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ

اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا

صَادِقِينَ ۴۹

اگر تم سچے ہو

تو اس کا وقت بتلاؤ

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ

یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں جو ان کو آ پکڑے گی

سخت آواز سے مراد پہلی بار صور پھونکنا ہے

وَهُمْ يَخِصِّصُونَ ۵۰

اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے

اور اس سے آواز کے ساتھ دفعہ فنا ہو جاویں گے

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ

سو نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر

يَرْجِعُونَ ﴿٥٦﴾

جائیں گے

بلکہ جو جس حال میں ہوگا وہیں مکررہ جاوے گا

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ

اور (پھر دوبارہ صور) پھونکا جاوے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل

رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥٧﴾

(نکل) اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلے لگیں گے

اور ایک جگہ ارشاد ہے فاذا هم قيام ينظرون (کہ دوسری بار صور پھنکنے کے وقت) وہ اچانک حیرت زدہ کھڑے رہ جاویں گے سو ممکن ہے کہ اول وہلہ میں حیرت زدہ کھڑے رہیں پھر فرشتوں کے ہانکنے سے دوڑنا شروع کریں۔

قَالُوا يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ بَعْثُنَا مِن مَّرْقَدِنَا سَيِّئَةً

کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ہم کو قبروں سے کس نے اٹھادیا

کہ یہاں کی بہ نسبت تو وہاں ہی راحت میں تھے

هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٨﴾

یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر جج کہتے تھے مگر تم نے نہ مانا تھا آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

وہ بس ایک زور کی آواز ہوگی

جس طرح پہلا نوح صور ایک آواز تھا اسی طرح یہ بھی ایک ہی آواز ہوگی

فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٩﴾

جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دئے جاویں گے

پہلے میدان حساب کی طرف چلنا مذکور تھا اور یہاں پہنچ جانا مذکور ہے اور یہ چلنا اور پہنچنا جبراً ہوگا

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا

پھر اس دن کسی شخص پر ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾

جو تم کیا کرتے تھے

یہ تو دوزخ والوں کا حال ہوا آگے جنتیوں کا حال مذکور ہے

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهُِونَ ﴿٦١﴾

اہل جنت بے شک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ

وہ اور ان کی بیویاں

اس سے حوریں اور دنیا کی مسلمان بیبیاں دونوں مراد ہو سکتی ہیں خواہ ان میں سے ایک قسم مراد ہو یا دونوں کا مجموعہ مراد ہو

فِي ظِلٍّ عَلَى الْأَشْرَافِ مُتَّكِئُونَ ﴿٦٢﴾ لَهُمْ فِيهَا

سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لئے وہاں ہر طرح

فَاكِهَةٍ وَلَهُمْ مَّا يَدْعُونَ ﴿٦٣﴾

کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا

اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ جب اہل جنت کو مانگنے سے ملے گا تو جنت میں بھی ایک گونہ کلفت باقی رہی جواب یہ ہے کہ اپنے محبوب سے مانگنا یہ خود ایک قسم کی لذت ہے بالخصوص جب کہ مانگتے ہی مل جائے ذرا بھی دیر نہ لگے اور بعض علماء نے یدعون کی تفسیر تمنا سے کی ہے کہ وہ جو کچھ تمنا کریں گے پوری کی جائے گی اس تفسیر سے اور بھی سہولت ہوگئی

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ﴿٦٤﴾

ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جاوے گا

یعنی حق تعالیٰ خود فرماویں گے السلام علیکم یا اهل الجنة رواہ ابن ماجہ اور جنت میں سلام سے مقصود یا تو محض اکرام و اعزاز ہے یا ہمیشہ کی سلامتی کی بشارت اور خبر سنانا ہے آگے پھر دوزخ والوں کا بقیہ حال مذکور ہے۔

وَأَمَّا زَوْجُ الْيَوْمَ أَيُّهَا الْبَجْرُمُونَ ﴿٦٥﴾

اور اے بجرموا آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ

کیونکہ ان کو جنت میں بھیجنا ہے تم کو دوزخ میں اور اس وقت ان کو مذمت کے طور پر یہ بات کہی جائے گی جس کا آگے ذکر ہے۔

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَىٰ أَدْمًا أَنْ لَا تَعْبُدُوا

اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ

الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝۹۰ وَأَنْ

تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ

اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۹۱

کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے

عبادت سے مراد کامل اطاعت ہے اور یہ خطاب جنات سے بھی ہوگا
چنانچہ دوسری آیت میں یَمْعِشِرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ الخ ہے

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۝

اور وہ (شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے

جن کی گمراہی کا وبال بھی تم کو بتلادیا گیا تھا جیسا کہ پہلے کفار کے قصے
اور ان کی سزائیں قرآن میں مذکور ہیں

أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ۝۹۲

سو کیا تم نہیں سمجھتے

کہ اگر ہم اس کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہو جاویں گے تو ہم بھی اسی
طرح عذاب کے مستحق ہوں گے اور یہ خطاب سب کفار کو نہیں بلکہ اکثر کو
ہے کیونکہ جو لوگ سب سے پہلے کافر ہوئے ہیں انہوں نے دوسرے کفار کا
گمراہ ہونا اور ان پر وبال نازل ہونا نہیں دیکھا اور نہ سنا تو یہ خطاب ان کو
شامل نہیں مگر الزام ان پر بھی قائم ہے کیونکہ ان کے حق میں اس ایک تنبیہ
کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی طرح بھی ان کو تنبیہ نہ کی گئی ہو

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝۹۳

یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا

إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۹۴ الْيَوْمَ

آج اپنے کفر کے بدلہ میں اس میں داخل ہو آج ہم

نُخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ

ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے

جس سے وہ یہودہ عذر نہ کر سکیں گے جیسا کہ شروع میں کہیں گے
واللہ ربنا ما کنا مشرکین پروردگار کی قسم ہم تو مشرک نہ تھے۔

وَتَكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا

اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ

يَكْسِبُونَ ۝۹۵ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ

کیا کرتے تھے اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیتے

جیسا کہ قوم لوط کے لئے ایسا ہو چکا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے
فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ کہ ہم نے ان کی آنکھیں ملیا میٹ کر دیں

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصَرُونَ ۝۹۶ وَلَوْ

پھر یہ رستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سوان کو کہاں نظر آتا اور اگر ہم چاہتے تو

نَشَاءُ لَبَسَخْنَاهُمْ

ان کی صورتیں بدل ڈالتے

جیسا کہ پہلے بعض لوگ بندر اور سور ہو گئے۔

عَلَىٰ مَكَاتِرِهِمْ

اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے

یعنی صورتیں مسخ کرنے کے ساتھ اپنا ج بھی بنا دیتے جس کا حاصل یہ
ہے کہ ان کو جانور بنا دیتے اور جانور بھی اپنا ج

فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝۹۷

جس سے یہ لوگ نہ آگے چل سکتے اور نہ پیچھے کی طرف لوٹ سکتے

آگے فرماتے ہیں کہ اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ یہ مسخ وغیرہ کیسے ہو
جاتا دیکھو اس کی ایک نظیر پر ہمارا قادر ہونا شب و روز مشاہدہ میں آتا ہے۔

وَمَنْ نَعْبُرُهُ

اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں

یعنی بہت بوڑھا کر دیتے ہیں

نُنَكِّسُهُ فِي الْخَلْقِ ط

تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں

طبعی حالت سے مراد سمجھنے اور سننے اور دیکھنے اور نشوونما پانے غذا وغیرہ
ہضم کرنے کی قوتیں اور رنگ و روغن اور حسن و جمال وغیرہ ہیں اور الٹا
کرنے سے مراد ان کو بدل دینا اور قوت کے بعد ضعیف اور حسن کے بعد
بد صورت کر دینا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں انسان کی تمام قوتیں
پستی کی طرف مائل ہو جاتی ہیں اسی پر مسخ وغیرہ کو قیاس کرنا چاہئے کیونکہ وہ
بھی ایک قسم کا تغیر ہے کامل سے ناقص کی طرف

أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۹۸﴾

سو کیا وہ نہیں سمجھتے

کہ جب خدا کو ایک تغیر پر قدرت ہے تو وہ دوسری طرح بھی تغیر کر سکتا ہے کیونکہ قدرت الہی کو تمام ممکنات کے ساتھ یکساں نسبت ہے سو اس پر نظر کر کے ان لوگوں کو ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ربط اور پر بعث و جزا کا ذکر تھا آگے رسالت اور اس کی بڑی دلیل یعنی قرآن کی حقانیت کا مضمون ہے وما علمنا تا علی الکفرین

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا

یعنی یہ کفار جو آپ کی نبوت باطل کرنے کے لئے آپ کو شاعر اور خیالی مضامین باندھنے والا کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ہم نے آپ کو خیالی مضامین مرتب کرنے کا علم نہیں دیا اور نہ آپ نے کسی سے یہ فن سیکھا ہے اور بدون تعلیم کے کوئی علم حاصل نہیں ہوتا اور تعلیم کی وہی صورتیں ہیں یا تو خدا سکھا دے (جس کو وہی کہتے ہیں) یا بندے سکھا دیں اور شاعری کا فن آپ کو کسی نے نہیں سکھایا پس آپ اس سے بالکل پاک ہیں اور شعر کا اطلاق نظم و نثر دونوں پر ہوتا ہے کیونکہ شعر خیالی مضمون کو کہتے ہیں خواہ موزوں ہو یا نہ ہو

وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

اور وہ آپ کے لئے شایان بھی نہیں

کیونکہ آپ اعلیٰ درجہ کے محقق ہیں مضامین صحیح اور حق بیان کرتے ہیں اور شاعری کی بنا محض تخیل پر ہوتی ہے اور ان دونوں میں منافات ہے اس لئے آپ کی باتیں شاعرانہ خیالات نہیں ہیں پھر شاعری پر آپ کی قدرت نہ ہونا یہ اعلیٰ درجہ کی نزاہت اور پاکی ہے حتیٰ کہ آپ کو نظم میں مہارت نہیں دی کیونکہ نظم میں اکثر خیالی مضامین ہوتے ہیں اور یوں کبھی کسی شعر کا نقل کر دینا کسی صحیح غرض سے یا بلا قصد کوئی کلام موزوں منہ سے نکل جانا یا اس آیت کے خلاف نہیں۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿۹۹﴾ لِيُنذِرَ مَنْ

وہ تو محض نصیحت (کا مضمون) اور ایک آسمانی کتاب سے جو احکام کی ظاہر

كَانَ حَيًّا

کرنے والی ہے تاکہ ایسے شخص کو ڈرا دے جو زندہ ہے

یعنی ان احکام کے بیان کرنے سے نفع اور اثر اسی شخص کو ہوتا ہے جس کا دل زندہ ہو

وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۰﴾

اور تاکہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے

کہ ان سے کہا جاوے گا کہ تم نے باوجود احکام سننے کے انکار کیا تو اس کی سزا چکھو ربط اور پر آیۃ لہم الارض الخ میں ایسے دلائل سے توحید کو ثابت کیا تھا جو نعمتوں کو بھی شامل ہیں آگے پھر اسی مضمون کی طرف ایسے ہی دلائل سے رجوع ہے۔ اولم یروا تا جند محضرون

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا

کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کیا کہ ہم نے ان کے (نفع کے لئے) اپنے ہاتھ کی ساخت چیزوں میں سے مویشی پیدا کئے

اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کی پیدائش میں کسی اور کو دخل نہیں ہے آگے مویشی کے منافع کی کچھ تفصیل ہے۔

فَهُمْ لَهَا مِلْكُونَ ﴿۱۰۱﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ

پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے اور ہم نے ان مویشی کو ان کا تابع بنا دیا کہ وہ ان کے کام میں لانے سے کام دیتے ہیں۔

فَبِئْسَ رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿۱۰۲﴾

سوان میں بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں

اگر انعام سے خاص مویشی مراد ہیں جو کہ حلال ہیں تو بعض کے کھانے کا یہ مطلب ہے کہ ان کے بعض اجزاء کھاتے ہیں بعض پھینک بھی دیئے جاتے ہیں اور اگر لفظ انعام حلال و حرام سب جانوروں کو عام ہو تو ظاہر ہے کہ ان میں سے وہی کھائے جاتے ہیں جو حلال ہیں اس صورت میں بعض کا لفظ بے تکلف درست ہے۔

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ

اور ان میں ان لوگوں کے لئے اور بھی نفع ہیں

جیسے بال کھال ہڈی وغیرہ مختلف طریقوں سے استعمال میں آتے ہیں

وَمَشَارِبٌ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۱۰۳﴾

اور پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ) سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے

جس میں سب سے مقدم اور مہتمم بالشان توحید کا قبول کرنا ہے آگے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے بجائے توحید اور شکر کے شرک اور کفر کو اختیار کر رکھا ہے۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ

اور انہوں نے خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو

يَنْصُرُونَهُ ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ

مدد ملے (لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان لوگوں کے حق میں

جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ ﴿۵۰﴾

ایک فریق (مخالف) ہو جاویں گے جو حاضر کئے جاویں گے

اور وہاں حاضر ہو کر ان کی مخالفت ظاہر کریں گے ربط اور پر مشرکین کا باوجود حق واضح ہو جانے کے توحید قبول نہ کرنا اور باوجود بتوں کی عاجزی ظاہر ہو جانے کے شرک اختیار کرنا مذکور تھا جس سے ان کا غایت درجہ احمق یا نہایت درجہ سرکش ہونا لازم آتا ہے آگے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ ایسی صاف صاف باتوں میں مخالفت کرتے ہیں تو آپ ان کی حالت پر غم نہ کریں۔

فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ

تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزر دگی کا باعث نہ ہونا چاہئے

کیونکہ آزر دگی ہوتی ہے امید سے اور امید ہوتی ہے مخاطب کی عقل و انصاف سے اور یہاں بجائے عقل کے غیبات اور بجائے انصاف کے عناد ہے پھر کیا امید پھر غم کیوں آگے دوسرے طور پر تسلی کی تاکید فرماتے ہیں۔

إِنَّا نَعْلَمُ مَا يَسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۵۱﴾

بیشک ہم سب جانتے ہیں جو کچھ وہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں

پس وقت پر ان کو کافی سزا ملے گی۔

ربط: خاتمہ سورت میں پھر قیامت کے مضمون کی طرف عود ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ اوپر قیامت کے واقعات کا زیادہ ذکر تھا اور آگے دلیل کا پہلو زیادہ ہے کیونکہ وہاں قیامت کے وقت سے سوال ہوا تھا اور یہاں اس کے ممکن ہونے پر اعتراض ہوا تھا چنانچہ شان نزول یہ ہے کہ عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو چٹکی میں مل کر کہنے لگا کہ کیا ایسی حالت کے بعد یہ پھر زندہ ہوگی آپ نے فرمایا ہاں اور تو دوزخ میں جائے گا۔ اگلی آیتیں اسی قصہ میں نازل ہوئیں۔ اولم یرا الانسان قاتلہ ترجعون

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا

جس کا مقتضا تو یہ تھا کہ اپنی اس حالت کو یاد کر کے اول تو اپنی حقارت اور خالق کی عظمت کی وجہ سے انکار کی جرات اور اعتراض کی گستاخی سے طبعاً شرماتا دوسرے خود اس حالت ہی سے دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال کرتا کہ جس نے بے جان نطفہ سے جاندار آدمی بنا دیا ہے وہ بے جان ہڈی میں بھی جان ڈال سکتا ہے مگر اس نے ایسا نہ کیا۔

فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۵۲﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا

سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا

عجیب اس لئے کہا کہ اس سے قدرت کا انکار لازم آتا ہے

وَأَنسَىٰ خَلْقَهُ

اور اپنی اصل کو بھول گیا

کہ نطفہ ایک حقیر چیز ہے جس سے ہم نے اس کو انسان بنایا ہے اگر اپنی اصل کو نہ بھولتا تو ایسی بات نہ کہتا

قَالَ مَنْ يَحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۵۳﴾ قُلْ

کہتا ہے کہ ہڈیوں کو (خصوصاً) جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں کون زندہ کرے گا آپ

يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ

جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے

جب کہ وہ حیات سے بہت ہی دور تھیں اور اب تو وہ ایک بار حیات کو قبول بھی کر چکی ہیں اب ان کا زندہ کرنا کیا دشوار ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے

ابتداء پیدا کرنا بھی اور دوبارہ پیدا کرنا بھی اسے کچھ مشکل نہیں

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا

وہ ایسا قادر ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ

فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقَدُونَ ﴿۵۵﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي

پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ لگا لیتے ہو

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ

اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے

يَخْلُقُ مِثْلَهُمْ ط

آدمیوں کو دوبارہ پیدا کر دے

چنانچہ عرب میں ایک درخت تھا مرغ اور ایک عقار ان سے چمقاق کا کام لیتے تھے پس جب پانی میں وہ آگ پیدا کر دیتے ہیں حالانکہ پانی کا اثر ہی سرسبزی اور ہراپن ہے تو جماد میں حیات پیدا کرنا کیا مشکل ہے کیونکہ وہاں تو آگ کے ساتھ پانی بھی رہتا ہے اور یہاں حیات کے بعد وہ جماد رہے گا تو وہ اس سے زیادہ عجیب ہے

یہ کلام ایسا ہے جیسا کہ ہمارے مجاورہ میں بولتے ہیں کہ میں تم جیسوں کو کیا سمجھتا ہوں یعنی تم کو بھی اور تم جیسوں کو بھی میں کچھ نہیں سمجھتا

بَلٰی قَ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝۸۱ اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا

ضرور قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ

اَرَادَ شَيْْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فِیْکُوْنُ ۝۸۲

کرتا ہے تو بس اس کا تو یہ معمول ہے کہ اس چیز کو کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

پھر اس کو کیا بات مشکل ہو سکتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ یَبْدِیْہٖ مَلٰکُوْتَ کُلِّ شَیْءٍ

تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے

یعنی وہ عاجزی وغیرہ کے نقص سے پاک ہے

وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۳

اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے

یعنی اب یہ دعوے تمام شبہات سے سالم ہو گیا

(۳۷) سُوْرَةُ الصّٰفَّٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۶)

سورہ صافات کے میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں

وَالصّٰفَّٰتِ صَفًّا ۝۱

قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں

عبادت میں

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲

پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں

شیاطین کی آسمانی خبریں لانے سے

فَاللّٰیْلِ ذِکْرًا ۝۳

پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے

یعنی خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں

اِنَّ الْهَکْمَ لَوٰ اَحَدٌ ۝۴

کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے

یعنی خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ

وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور

الْمَشْرِقِ ۝۵

پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا

مغرب بھی اس لفظ مشرق سے خود مفہوم ہو گیا اس لئے اظہار کی حاجت نہیں

اِنَّا زَیْنًا السَّمٰءِ الدُّنْیَا بِزَیْنَةِ الْکَوٰکِبِ ۝۶

ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ

اس آیت سے ستاروں کا اسی آسمان پر ہونا بظاہر معلوم ہوتا ہے

بہر کیف ستاروں سے اس آسمان کی زینت ہونے میں تو کلام نہیں

وَحِفْظًا مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا یَسْمَعُوْنَ

اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے ۔ وہ شیاطین عالم بالا کی

میں دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت کرتے ہیں جس کے ممکن ہونے پر توحید کی دلیل کے بعض اجزاء سے استدلال بھی ہو چکا ہے جیسا کہ فاسفتہم میں داخل کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا یعنی جب دلائل توحید میں حق تعالیٰ کے اور تصرفات پر قدرت اور مخلوقات کا اس کی قدرت کے تحت میں ہونا معلوم ہو گیا (آگے ترجمہ) فاسفتہم تا عباد اللہ الصالحین

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهْمُ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا

تو آپ ان سے پوچھیے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں جن کا ابھی ذکر ہوا ہے سو واقع میں یہی چیزیں سخت ہیں

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۝۱۱

کیونکہ ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے

یعنی آدم علیہ السلام کو اسی معمولی مٹی سے پیدا کیا ہے جس میں نہ کچھ قوت ہے نہ سختی اور انسان جو اس سے بنا ہے وہ بھی زیادہ قوی اور سخت نہیں پس جب ہم مضبوط اور سخت چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہیں تو کمزور اور نرم چیز کے دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں نہ قدرت ہوگی مگر باوجود ایسی واضح دلیل کے بھی یہ لوگ قیامت کے قائل نہیں ہوتے

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝۱۲

بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں

یعنی آپ کو تو اس پر تعجب ہے کہ یہ ایک قیامت کو غیر ممکن سمجھ کر خدا کی قدرت کا انکار کیسے کرتے ہیں اور یہ لوگ انکار سے بڑھ کر اس دعوائے بعث سے تمسخر کرتے ہیں

وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝۱۳ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً

اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھتے اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں

جو آپ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے دکھلایا جاتا ہے جس سے قیامت کا واقع ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ جب آپ کا نبی ہونا ثابت ہو جاوے گا تو یہ بھی ثابت ہو جاوے گا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے۔

يَسْتَسْخَرُونَ ۝۱۴ وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۱۵

تو (خود) اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے

کیونکہ اگر یہ معجزہ ہو تو اس سے نبوت کا ثبوت اور مدعی نبوت کے اس دعویٰ

إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى

طرف کان بھی نہیں لگا سکتے

یعنی فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے کیونکہ اکثر تو مار کے خوف سے دور ہی دور رہتے ہیں اور اگر کبھی اتفاقاً آنے کی کوشش کرتے بھی ہیں تو بری طرح خبر لی جاتی ہے جس کا آگے بیان ہے۔

وَيَقْدَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۱۶

اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں

شیاطین کی اس حالت کے بیان کرنے سے شرک کا ابطال ہو گیا کہ جن شیطانوں کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو وہ اس درجہ ذلیل و خوار ہیں کہ عالم بالائیک ان کو رسائی تو میسر ہے نہیں اس سے زیادہ قدر و منزلت ان کی کیا ہوگی پھر وہ خدائی کے مستحق کب ہو سکتے ہیں نیز اس سے رسالت محمدیہ کے صحیح ہونے پر بھی اشارہ ہو گیا کہ اس قرآن میں کہانت کا احتمال نہیں کیونکہ اب شیاطین آسمان کی خبریں نہیں سن سکتے اور یہ بات کاہنوں کی زبانی بھی عام لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی کاہن خود اقرار کرتے تھے کہ اب شیاطین پہلے کی طرح ہمارے پاس آسانی خبریں نہیں لاتے

دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝۱۷

اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا

یہ دائمی عذاب کفر کی وجہ سے ہوگا

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ

مگر جو شیاطین کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دھمکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ

ثَاقِبٌ ۝۱۸

لپٹتا ہے

کہ اس کو جلا پھونک کر ہلاک کر دیتا ہے پس خبر سننے کے بعد کسی کو پہنچا نہیں سکتا غرض کہ شیاطین خبر سننے کا قصد کر کے ناکام رہتے ہیں اور سننے سے پہلے ہی مار کر بھگا دئے جاتے ہیں اور شہاب ثاقب سے شیاطین کے رجم کی تحقیق سورہ حجر میں گزر چکی ہے پس یہ تمام تر انتظامات و تصرفات توحید پر دلالت کرتے ہیں اور اگرچہ اس دلیل کے بعض مقدمات صرف قرآن ہی کے بیان سے معلوم ہوئے ہیں لیکن خود قرآن کی صحت دلیل عقلی سے ثابت ہے اس لئے توحید پر یہ استدلال عقلی ہی رہا ربط اور توحید کا بیان تھا آگے قیامت

تَنَاصَرُونَ ﴿۲۵﴾

مدد نہیں کرتے

یعنی جو پیشوا اور سردار ہیں خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے وہ اب عذاب کی خبر سن کر ماتحت لوگوں کی کیوں مدد نہیں کرتے جیسا کہ دنیا میں گمراہ کرتے وقت ان کو دھوکے دیتے تھے کہ تم طریقہ شرک اختیار کرو کچھ ضرر نہ ہوگا مگر اس سوال کے بعد بھی کوئی کسی کی مدد نہ کرے گا۔

بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾

بلکہ وہ سب کے سب اسی روز سرفاقدہ (کھڑے) ہوں گے

اور بجائے مدد و اعانت کے آپس میں نفرت اور نزاع کی باتیں شروع ہوں گی

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں

قَالُوا إِنَّا كُنْتُمْ تَاوُنُنَا عَنْ الْيُسُيْنِ ﴿۲۸﴾

گے (چنانچہ) تابعین کہیں گے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی

یعنی ہم پر خوب زور ڈال کر ہمارے گمراہ کرنے کی کوشش اور اہتمام کرتے تھے۔

قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا

مقبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی

عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ ﴿۳۰﴾

زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے۔ سو ہم سب ہی پر ہمارے

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذٰٓئِقُونَ ﴿۳۱﴾

رب کی یہ (ازلی) بات محقق ہو چکی تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے

یعنی جب کفر کا ارتکاب ہم نے بھی کیا ہے اور تم نے بھی تو اس سے معلوم ہوا کہ ہم سب کی قسمت میں عذاب بھگتنا لکھا ہوا تھا

فَاَعْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِينَ ﴿۳۲﴾

تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود بھی گمراہ تھے

یعنی اس تقدیر کے پورا ہونے کا یہ سامان ہو گیا کہ ہم نے تم کو بہکایا جس سے تم با اختیار خود بدو نہ ہماری زبردستی کے گمراہ ہوئے ادھر ہم خود بھی

کا سچا ہونا لازم آتا ہے کہ ہم مر کر دوبارہ زندہ ہوں گے حالانکہ یہ محال ہے۔

ءَاِذَا امْتَنَّا وَاَكْثَرُ اٰبَاۡوَعِظَمَاءِ اِنَّا لَبَعُوْثُونَ ﴿۳۳﴾

(کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا

اَوْ اٰبَاۡوَنَا الْاَوَّلُونَ ﴿۳۴﴾ قُلْ نَعْمَ وَاَنْتُمْ دٰخِرُونَ ﴿۳۵﴾

ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔

آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے

جو شخص دلیل کے بعد بھی عناد اور ہٹ دھرمی سے انکار کرے اس کے لئے ایسا ہی جواب مناسب ہے قیامت کو دلیل سے ثابت کرنے کے بعد آگے اس کے واقعات بیان فرماتے ہیں۔

فَاِنْبَاهِيَ زَجْرَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ﴿۳۶﴾

پس قیامت تو بس ایک لٹکار ہوگی (یعنی نچرے) سو سب کا ایک دیکھنے بھاگنے لگیں

وَقَالُوا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ

گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے (ارشاد ہوگا کہ

الفصل الذی کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُونَ ﴿۳۸﴾

ہاں یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے جمع کر لو ظالموں کو

یعنی جو شرک اور کفر کے بانی اور پیشوا تھے

اُحْشَرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجُهُمْ

اور ان کے ہم مشربوں کو

یعنی جو ان کے تابع تھے۔

وَمَا كَانُوْا عٰبِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے

یعنی شیاطین اور بت وغیرہ

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاَهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ الْجَحِيْمِ ﴿۴۰﴾

پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتاؤ اور (اچھا) ان کو (ذرا)

وَقَفُّوْهُمْ اِنَّهُمْ مُّسْئِلُونَ ﴿۴۱﴾ مَا لَكُمْ لَا

تھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا تو اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی

اللّٰهُ الْخَالِصُ ۝۳۰

جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں

اس سے مراد اہل ایمان ہیں کہ انہوں نے حق کا اتباع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبول و برگزیدہ بنالیا

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۝۳۱ فَوَاكِهُ وَهُمْ

ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری صورتوں میں) معلوم

مُكْرَمُونَ ۝۳۲ فِی جَنَّتِ النَّعِیمِ ۝۳۳ عَلٰی سُرُرٍ

ہو چکا ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں

مُتَقَبِّلِينَ ۝۳۴ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ

پراگندہ سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ایسا جام (شراب) لایا جاوے

مَّعِينٍ ۝۳۵

گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا

جن کا ذکر سورہ یس میں اور جن کی صفت سورہ واقعہ میں اس سے پہلے معلوم ہو چکی ہے کیونکہ یہ دونوں سورتیں نزول میں سورہ صافات میں مقدم ہیں کذا فی الاقان جس سے اس کی کثرت اور لطافت معلوم ہوئی

يُضَآءُ لَدَّةٍ لِّلشَّرِبِیْنَ ۝۳۶ لَا فِیْهَا غَوْلٌ

سفید ہوگی پینے والوں کو لذت معلوم ہوگی اور نہ اس میں درد ہوگا

جیسا دنیا کی شراب میں ہوتا ہے جس کو خمار کہتے ہیں

وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۝۳۷ وَعِنْدَهُمْ قُصِرَتْ

اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی

الطَّرْفِ عِیْنٌ ۝۳۸ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْتُونٌ ۝۳۹

آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں

کہ گرد و غبار وغیرہ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں اور یہ تشبیہ محض صفائی میں ہے کیونکہ اہل عرب عورتوں کے لئے اس تشبیہ کو استعمال کیا کرتے ہیں اور خاص رنگت میں انڈے سے تشبیہ دینا مقصود نہیں چنانچہ سورہ الرحمن میں ان کے رنگ کو یاقوت اور مونگے سے تشبیہ دی گئی ہے تو یہ مختلف رنگتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں یا یوں کہا جائے کہ سب الوان کچھ دکتے ہوں گے۔

اپنے اختیار سے گمراہ تھے پس دونوں کی گمراہی کے اسباب مجتمع ہو گئے اور تمہاری گمراہی میں تمہارے اختیار کو بھی دخل تھا پھر اپنے کو بری کرنا کیسے چاہتے ہو آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝۳۳

وہ تو سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک ہوں گے

کیونکہ دونوں فریق کا کفر میں شریک ہونا ثابت ہے جب جرم میں سب شریک ہیں تو سزا بھی سبھی بھگتیں گے

إِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْجٰرِمِیْنَ ۝۳۴ إِنَّهُمْ كَانُوا

(اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ لوگ ایسے تھے کہ

إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝۳۵

جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے

آگے ان کے کفر و جرم کا بیان ہے کہ وہ توحید کے بھی منکر تھے اور رسالت کے بھی

وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَرٰكُمَا الْهٰتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝۳۶

اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے

پس اس قول میں توحید اور رسالت دونوں کا انکار ہو گیا آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ پیغمبر نہ شاعر ہیں نہ مجنون۔

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۳۷

بلکہ یہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں

یعنی ایسے اصول بتلاتے ہیں جن میں سب رسول متفق ہیں پس وہ اصول حق ہیں کیونکہ ان کے حق ہونے پر بہت دلائل قائم ہیں ان کو خیال بندی کہنا غلط ہے اور حق بات کا بیان کرنا جنوں بھی نہیں ہو سکتا

إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ۝۳۸

تم سب کو عذاب چکھنا پڑے گا

اور اس حکم میں تم پر کوئی ظلم نہیں ہوا

وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۳۹ إِلَّا عِبَادٌ

اور تم سب کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ ہاں مگر

یعنی مجھ کو بھی قیامت کا منکر بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي

وہاں اگر میرے رب کا مجھ پر فضل نہ ہوتا

کہ مجھ کو خدا نے صحیح اعتقاد پر قائم رکھا

لَكُنْتُ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۵۷﴾ أَفَبَا نَحْنُ

تو میں بھی مایوس لوگوں میں ہوتا کیا ہم بجز پہلی بار کے

بِمِيتَتَيْنِ ﴿۵۸﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَى وَمَا

مر چکنے کے اب نہیں مریں گے اور نہ

نَحْنُ بِعَذَابَيْنِ ﴿۵۹﴾

ہم کو عذاب ہوگا

یہ بات اہل جنت سے اور اسی طرح پہلی بات اس کافر ملاقاتی کے متعلق اور اس کو جھانکنا اور دیکھنا اس سے باتیں کرنا یہ سب خوشی کے جوش میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو سب آفات اور کلفتوں سے بچالیا اور ہمیشہ کے لئے بے فکر کر دیا آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! یہ جو کچھ جنت کی روحانی و جسمانی نعمت مذکور ہوئی ہے بڑی دولت ہے۔

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۶۰﴾ لِيُثَلِّ

یہ بیشک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کے لئے

هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿۶۱﴾

عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے

یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہئے۔ آگے دونوں کے عذاب و ثواب کا مقابلہ کر کے اہل ایمان کو رغبت دلاتے اور کفار کو ڈراتے ہیں

أَذَلَّكَ خَيْرٌ نَزَّلَا

بھلا یہ دعوت بہتر ہے

جو اہل ایمان کے لئے جنت کی نعمتوں سے ہوگی

أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿۶۲﴾

یا زقوم کا درخت

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۵۶﴾

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿۵۷﴾

کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا وہ کہا کرتا تھا کہ کیا

يَقُولُ ءَإِنَّكَ لَبِئْسَ الْبَصِيدِ قَيْنٌ ﴿۵۸﴾ ءَإِذَا

تو بعثت کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مر جاویں گے اور مٹی

مِثْنًا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَاءً إِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿۵۹﴾

اور ہڈیاں ہو جاویں گے تو کیا ہم جزا سزا دیئے جاویں گے

یعنی وہ قیامت کا منکر تھا پس ضرور دوزخ میں گیا ہوگا اور جس جنتی کا یہ قصہ یہاں مذکور ہے اس کا نام اور پتہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری جنت میں ایسا شخص ایک ہی ہو

قَالَ هَلْ أُنْتُمْ مُّطْلَعُونَ ﴿۶۰﴾

ارشاد ہوگا کہ کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو

اگر دیکھنا چاہو تو تم کو اجازت ہے اور احقر نے اس کو حق تعالیٰ کا قول قرار دیا ہے اور بعض مفسرین کی طرح اس جنتی آدمی کا قول قرار نہیں دیا کیونکہ حق تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اہل جنت کا ایسا کہنا اور کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔

فَاطَّلَعَ

سو وہ شخص جھانکے گا

خواہ اور لوگ بھی جھانکیں یا نہ جھانکیں اور پہلی صورت میں اسی کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا گیا کہ اس کو اشتیاق زیادہ تھا اور جھانکنے کی اجازت بھی اسی کے سبب ملی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ میں نیچے ہے اور اس وقت باہم ان میں ایسی نسبت ہوگی کہ جھانکنے سے دوزخ نظر آ جاوے گی۔

فَرَأَاهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ﴿۶۱﴾

تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا

وسط سے حقیقی وسط (یعنی بالکل بیچوں بیچ) مراد ہونا ضروری نہیں

قَالَ تَاللّٰهِ إِنْ كِدْتُ لَأُتْرِدِينَ ﴿۶۲﴾

کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا

الْبَطُونُ ۶۶ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ

بھریں گے پھر ان کو کھوتا ہوا پانی (پیپ میں)

حَيْمٍ ۶۷ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَىٰ

ملا کر دیا جاوے گا پھر اخیر ٹھکانا ان کا دوزخ

الْجَحِيمِ ۶۸

ہی طرف ہوگا

یعنی اسی پر مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد بھی پھر ہمیشہ کے لئے دوزخ ہی میں رہنا ہوگا آگے اس سزا کی وجہ بتلاتے ہیں۔

إِنَّهُمْ أَلَفُوا أِبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۶۹ فَهُمْ عَلَىٰ

کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی میں پایا تھا پھر یہ بھی انہیں کے قدم

اَثَرِهِمْ يَهْرَعُونَ ۷۰

بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے

یعنی انہوں نے ہدایت خداوندی کا اتباع نہیں کیا تھا بلکہ شوق اور رغبت کے ساتھ اپنے بڑوں کی بے راہی پر چلتے تھے اور یہ حکم اکثر کفار کے اعتبار سے ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۷۱

اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں اور ہم نے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِينَ ۷۲ فَانْظُرْ

ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے۔ سو دیکھ لیجئے کہ ان

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُتَذَرِّينَ ۷۳

لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا

کہ انہوں نے رسولوں کا کہنا نہ مانا تھا تو ان پر دنیا ہی میں کیا کیا عذاب نازل ہوا۔

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۷۴

ہاں مگر جو خدا کے خاص کئے ہوئے بندے تھے

یعنی ایمان والے کہ وہ اس دنیوی عذاب سے بھی محفوظ رہے اور

جو کفار کے لئے ہے بیضاوی نے لکھا ہے کہ زقوم ایک درخت کا نام ہے جس کے چھوٹے چھوٹے پتے ہوتے ہیں اور بدبودار اور تلخ ہوتا ہے تھامہ میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اہ ہندوستان میں اس کے قریب تھوہر اور سینڈھ کا درخت ہوتا ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۷۵

ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے

یعنی وہ درخت آخرت میں تو ان کے لئے عذاب ہے ہی دنیا میں بھی امتحان کا سبب ہے کہ دیکھیں اس کو سن کر تصدیق کرتے ہیں یا جھٹلاتے اور دل لگی کرتے ہیں چنانچہ کفار تکذیب اور دل لگی سے پیش آئے کہنے لگے کہ زقوم تو مسکہ اور چھوڑے کو کہتے ہیں وہ تو خوب مزیدار اور لذیذ چیز ہے لغت عرب میں زقوم کے ایک معنی یہ بھی ہیں مگر جب اس کے ساتھ شجر کا لفظ بڑھا دیا گیا اور بتلادیا گیا کہ یہاں زقوم سے درخت مراد ہے تو اب اس احتمال کی بالکل گنجائش نہ رہی تھی مگر کفار کو تو محض شرارت مقصود تھی اور یہ بھی کہنے لگے کہ زقوم اگر درخت ہے تو دوزخ کی آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۷۶

وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے

یعنی مسکہ اور چھوڑے نہیں اور وہ خود آگ ہی میں پیدا ہوتا ہے اس لئے وہاں اس کا رہنا کچھ بعید نہیں جیسے سمندر جانور کہ آگ ہی میں پیدا ہوتا ہے اور آگ ہی میں رہتا ہے اس سے دونوں باتوں کا جواب ہو گیا آگے اس کی کیفیت مذکور ہے۔

طَلَعَهَا كَأَنَّهٗ رُءُوسُ الشَّيْطَانِ ۷۷

اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن

بدنمائی اور بد صورتی میں اس کو سانپ کے پھن سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے ہندوستان میں ایک خاردار درخت کوناگ پھن کہتے ہیں اور سانپوں کو ایذا رسانی و خباثت کی وجہ سے شیاطین کہتے ہیں غرض ایسے درخت سے ظالموں کی دعوت ہوگی۔

فَإِنَّهُمْ لَا يَكُونُونَ مِنْهَا فَمَا يَكُونُونَ مِنْهَا ۷۸

تو وہ لوگ اس سے کھاویں گے اور اسی سے پیٹ

فِي الْعَالَمِينَ ۵۹

سلام ہو عالم والوں میں

یعنی خدا کرے ان پر تمام جہان والے جن اور انسان اور فرشتے سلام بھیجا کریں چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے لئے علیہ السلام کہنا اسی عبارت کے حکم میں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ تمام جہان کا سلام ان کو پہنچے۔

إِنَّا كَذَلِكَ تَجْزِي الْحَسَنِينَ ۶۰

ہم تخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام تخلصین کو یکساں صلہ دیا کرتے ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ تخلصین کو اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں اب جس مرتبہ کا اخلاص ہوگا اسی مرتبہ کا بدلہ ہوگا پس انبیاء اور غیر انبیاء کی برابری لازم نہیں آتی۔ و ان من شیعته لابرہیم تا لنفسه مبین

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْهَؤُمَتِينَ ۶۱ ثُمَّ أَعْرَقْنَا

پیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو

الْآخِرِينَ ۶۲ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ۶۳

(یعنی کافروں کو) غرق کر دیا اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے یعنی وہ بھی نوح علیہ السلام کے ساتھ اصول شریعت میں متفق تھے۔

إِذْ جَاءَ رَبُّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۶۴

جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے

صاف دل کا مطلب یہ ہے کہ برے عقائد اور ریا وغیرہ سے ان کا دل پاک تھا جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی توحید اور اخلاص کامل تھا۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۶۵

جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس و اہیات چیز کی

أَيْفَاكَ إِلَهَةً دُونَ اللَّهِ تَرِيدُونَ ۶۶ فَمَا

عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو

طَنُكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۶۷

تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے

یعنی تم نے اس کی عبادت ترک کر رکھی ہے تو کیا اس کے معبود ہونے

آخری عذاب سے ان کے محفوظ رہنے کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ربط اوپر توحید اور آخرت کا مضمون تھا اور ختم پر لفظ ارسلنا الخ میں اجمالاً مسئلہ رسالت کو ثابت کیا تھا کہ ہم پہلے بھی پیغمبر بھیج چکے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں آگے اس اجمال کی تفصیل کے لئے انبیاء علیہم السلام کے قصے مذکور ہوتے ہیں اور چونکہ سب انبیاء توحید کی دعوت دیتے تھے اس سے توحید کی بھی تائید ہوگئی۔ ولقد نادانا تا اغرقنا الاخرین

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلْنِعْمَ الْهَاجِيُونَ ۶۸

اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے

وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۶۹

ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی

غم وہ جو کفار کی تکذیب و ایذا سے پیش آیا تھا اور نجات اس طرح دی کہ طوفان سے کفار کو غرق کر دیا اور ان کو اور ان کے تابعین کو بچا لیا

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۷۰

اور ہم نے باقی ان ہی کی اولاد کو رہنے دیا

اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ ان ہی کی اولاد کی سل چلی کیونکہ کفار تو غرق ہو گئے اور باقی کشتی والوں سے بھی کسی کی نسل نہیں چلی پس اب جس قدر آدمی دنیا میں ہیں سب کا نسب نوح علیہ السلام پر پہنچتا ہے جیسا کہ ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں نقل کی ہیں اول یہ کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے ہیں۔ سام، حام، یافث اور دوسری یہ کہ سام اہل عرب کے باپ ہیں اور حام اہل حبش کے اور یافث اہل روم کے اور بظاہر قرآن کی آیات سے طوفان کا تمام روئے زمین کے لئے عام ہونا معلوم ہوتا ہے اور ترمذی کی مذکورہ روایتوں سے بھی ظاہر اسی کی تائید ہوتی ہے اور جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس صورت میں نوح علیہ السلام کی نبوت کے عام ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس کا جواب سورہ آل عمران کی آیت فلما احس عیسیٰ الخ کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور ممکن ہے کہ اس وقت دنیا کی آبادی خاص اسی مقام تک محدود ہو جہاں نوح علیہ السلام تشریف رکھتے تھے اور اس سے نبوت کا عام ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ نبوت کا عام ہونا یہ ہے کہ جب زمین مختلف قوموں سے بکثرت آباد ہو ان سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہو ورنہ نبوت کا بھی عام ہونا لازم آئے گا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۷۱ سَلَامٌ عَلَى نُوْحٍ

اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح پر

فَرَاغَ إِلَىٰ إِلَهِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾

تو یہ ان کے بتوں میں جا گئے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾

کیا ہو تم تو بولتے بھی نہیں ہو

بتوں سے یہ سب باتیں تحقیر اور استہزاء کے طور پر فرمائیں۔

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾

پھر ان قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے

اور گھبراہٹ وغیرہ سے ان کو توڑ پھوڑ دیا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے
فَجَلَعَهُمْ جَذَا ذَا الْنَخِ اس کی اطلاع ان کی قوم کو بھی ہوئی

فَاقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ ﴿٩٤﴾

سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے

گھبرائے ہوئے غصہ میں آئے اور گفتگو شروع ہوئی

قَالَ اتَّعِبِدُونَ مَا نَحْنُونَ ﴿٩٥﴾

ابراہیم نے فرمایا کہ کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو

یعنی اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو تو جو تمہارا محتاج ہوگا وہ کیا خدا ہوگا

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾

حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے

سو عبادت اس کی کرنا چاہئے جب وہ لوگ مناظرہ میں مغلوب ہوئے
اور کچھ جواب نہ بن پڑا تو جھلا کر ایذا رسانی کے درپے ہوئے

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُيُوتًا فَأَنْفُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے آتش خانہ تعمیر کرو اور ان کو دھکی دے آگ میں ڈال

فَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾

وہ غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنی چاہی سو ہم نے ان ہی کو نیچا دکھایا

جس کا قصہ سورۃ انبیاء میں گزر چکا ہے اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ
ابراہیمؑ کا ستاروں کو دیکھنا قوم کو وہم میں ڈالنے کے لئے تھا اس کی وجہ یہ
ہے کہ علم نجوم شرعاً مذموم ہے خواہ اس لئے کہ وہ اصل ہی سے باطل ہے اور
ستاروں میں سعادت و نحوست کچھ نہیں یا اس وجہ سے کہ ستاروں میں

میں کوئی شبہ ہے سوا اول تو ایسا نہ ہونا چاہئے اور اگر شبہ ہے تو اس کو رفع کرنا
چاہئے غرض یوں ہی بحث و مباحثہ ہوتا رہتا تھا ایک بار کا واقعہ ہے کہ ان کا
کوئی تیو ہار آیا تو م نے ان سے بھی درخواست کی کہ ہمارے میلہ میں چلو
اور شاید ان کی یہ غرض ہو کہ ہماری شان و شوکت دیکھ کر ہمارے طریقہ کی
کچھ وقعت ان کے دل میں پیدا ہو جائے اور ابراہیم علیہ السلام کو یہ منظور تھا
کہ میں اکیلا رہ جاؤں تو یہاں ان کے بتوں کی مرمت کروں اس لئے
آپ نے ایک بہانہ سے ان کو ٹال دیا

فَنَظَرْنَاهُ فِي النَّجْمِ ﴿٩٩﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿١٠٠﴾

سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں

ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کو دیکھنا قوم کو وہم میں ڈالنے کے لئے تھا
کہ وہ چونکہ ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے اس لئے یہ سمجھے کہ ان کو نجوم کا کوئی
قاعدہ آتا ہوگا جس سے ستارہ کی رفتار دیکھ کر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں تھوڑی
دیر میں بیمار ہو جاؤں گا اور چونکہ وہ لوگ نجوم کے معتقد تھے اس لئے ان پر
کچھ اصرار نہیں کیا اور ابراہیمؑ کی غرض ستاروں کے دیکھنے سے وہی تھی جو
شریعت میں محمود ہے یعنی آسمان کو دیکھ کر حق تعالیٰ کے کمال اور عظمت پر نظر
کرنا (جس سے اشارۃً ان کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ میں تمہارے بتوں کا قائل
نہیں بلکہ اس خدا کو ماننا ہوں جس نے یہ آسمان اور ستارے پیدا کئے ہیں)
اور بیمار ہونے کا یہ مطلب تھا (کہ مجھ کو میلہ میں جا کر تمہاری حرکتوں سے
سخت کلفت ہوگی یا یہ) کہ میں آئندہ کبھی تو بیمار ہوں گا کیونکہ موت کا آنا
یقینی ہے اور موت سے پہلے آدمی بیمار ہوا ہی کرتا ہے شبہ نہ کیا جائے کہ اس
طرح ستاروں کو دیکھ کر جواب دینا ان لوگوں کی گمراہی کا سبب تھا کہ وہ
ابراہیمؑ کو بھی نجوم کا معتقد سمجھنے لگے ہوں گے جواب یہ ہے کہ وہ لوگ تو پہلے
ہی سے گمراہ تھے سو تھوڑی دیر ان کا اور گمراہ رہنا اس لئے مضرت نہیں تھا کہ آپ
اس طریقہ سے آئندہ موقع پا کر ان سے صاف صاف مناظرہ کرنے
والے تھے دوسرے آپ پہلے بھی ان سے بہت مناظرے کر چکے تھے جن
سے وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ آپ نجوم کے معتقد نہیں تو ان صاف اور صریح
باتوں کے ہوتے ہوئے اس وہم کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ تیسرے آپ کا اصل
مقصود اپنی جان چھڑانا تھا تا کہ آئندہ ان سے مناظرہ کر کے ان کی جت قطع
کر دیں تو ایسی ضرورت میں ایسا وہی ضرر قابل اعتبار نہیں ہوتا

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿١٠١﴾

غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے

کہ ناحق بیماری میں ان کو بھی اور ان کی وجہ سے اوروں کو بھی تکلیف ہوگی۔

آیت سے بھی ہوتی ہے۔ فبشرناھا باسحق و من وراء اسحق یعقوب (کہ ہم نے سارہ علیہا السلام کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی) تو جب اسحاق کی بشارت کے ساتھ یہ بشارت بھی دی گئی بھی کہ وہ صاحب اولاد ہوں گے تو ان کے ذبح کے حکم میں عظیم الشان امتحان نہ ہو گا کیونکہ پہلی بشارت سے یہ معلوم ہی ہو چکا تھا کہ یہ زندہ رہیں گے اور ذبح نہ ہوں گے غرض وہ فرزند پیدا ہوا اور ہوشیار ہوا۔

قَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ قَالَ يَبْنِيَّ إِنِّي أَرَىٰ

سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا

فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَدْبَحُكَ

کہ بر خوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو بامر الہی ذبح کر رہا ہوں

آپ نے ایک خواب میں دیکھا کہ میں اس فرزند کو ذبح کر رہا ہوں اور یہ ثابت نہیں کہ گلا کٹا ہوا بھی دیکھا یا نہیں غرض آنکھ کھلی تو اس وجہ سے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے اس کو خدا کا حکم سمجھ اور اس کی تعمیل کیلئے آمادہ ہوئے پھر اس خیال سے کہ یہ کام بیٹے کے متعلق بھی ہے خدا جانے اس کی کیا رائے ہو اس کو اطلاع کرنا ضروری سمجھا کہ اگر وہ بھی آمادہ ہو گیا تب تو بے فکری ہے اور اگر آمادہ نہ ہوا تو اس کو سمجھائیں گے اس لئے اس کو بھی اطلاع کر دی

فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۖ قَالَ يَآبَتِ افْعَلْ مَا

سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ

تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنْ

(بلا تامل) کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔

الصَّبْرَيْنِ ۚ قَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ

غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے

لِلْجَبِينِ ۚ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهِيمُ ۚ قَدْ

کیلئے) کروٹ پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں اس وقت ہم نے ان کو آواز

صَدَقْتَ الرَّءْيَا ج

دی کہ اے ابراہیم (شاہد ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا

یعنی خواب میں جو تم کو حکم ہوا تھا اپنی طرف سے تم نے اس پر پورا عمل کیا اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں بس ان کو چھوڑ دو اور خواب میں حکم

سعادت و نحوست نہ ہونے کا گو ثبوت نہ ہو مگر ہونے کا بھی ثبوت نہیں اور اس کے قواعد کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں پھر اس پر بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں اعتقاد کا خراب ہونا شرک صریح میں مبتلا ہونا خدا پر توکل کمزور ہو جانا اور علوم نافعہ سے محروم رہنا وغیرہ وغیرہ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابراہیم نے علم نجوم سے یہ خبر دی تھی اور قرآن میں جو بعض ایام کی نسبت نحوست کا ذکر ہے جیسے ایام نحسات و یوم نحس مستمر تو اس سے یہ شبہ کرنا محض غلط ہے کیونکہ وہاں عذاب کی نحوست مراد ہے جو انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھی جن پر عذاب نازل ہوا تھا مطلقاً ایام کی نحوست مراد نہیں ورنہ پہلی آیت کے موافق پورا ہفتہ منخوس ہونا چاہئے کیونکہ ایام نحسات کی تفسیر خود قرآن میں سبع لیل و ثمانیۃ ایام یعنی سات راتیں اور آٹھ دن آئی ہے حالانکہ نجومی پورے ہفتہ کو منخوس نہیں کہتے اور دوسری آیت کی تفسیر میں چار شنبہ کا دن مذکور ہوا ہے حالانکہ نجومی چار شنبہ کو منخوس نہیں کہتے اور بعض واقعات کا اہل نجوم کے قول کے موافق ہونا اگر اس کے سچے ہونے کی دلیل ہے تو ان سے زیادہ واقعات کا خلاف ہونا اس کے غلط ہونے کی بدرجہ اولیٰ دلیل ہوگی اور یہ جو منقول ہے کہ فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے ہاتھ سے اس کی سلطنت تباہ ہونے کی خبر نجوم سے دی گئی تھی سو ممکن ہے کہ وہ خبر کہانت سے دی گئی ہو کیونکہ پہلے کچھ آسمانی خبریں شیاطین کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتی تھیں

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۙ

اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں

وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا

چنانچہ ملک شام میں جا پہنچے

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ فَبَشَّرْنَاهُ

اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک نیک فرزند

بِعِزِّ حَلِيمٍ ۙ

کی بشارت دی

اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ فرزند جن کے ذبح کرنے کا حکم ہوا اسماعیل ہیں یا اسحق بظاہر آیت کے سیاق سے اسماعیل معلوم ہوتے ہیں کیونکہ یہاں فرزند کی بشارت کے بعد ذبح کا قصہ مذکور ہوا ہے پھر قصہ ذبح کے بعد اسحاق کی بشارت مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کا قصہ اسحاق علیہ السلام کی بشارت سے پہلے ہوا ہے اور ان سے پہلے فرزند اسماعیل ہی تھے اور اس کی تائید دوسری

عِبَادِنَا الْهُؤُمَيْنِ ۝ وَبَشِّرْهُمْ بِإِسْحَاقَ

میں سے تھے اور ہم نے (ایک انعام ان پر یہ کیا) کہ ان کو اسحاق کی بشارت

نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَبُرَكْنَا عَلَيْهِ

دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر

وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ط

برکتیں نازل کیں

ایک یہ کہ ان کی نسل بہت ہوئی دوسرے یہ کہ ان کی اولاد میں انبیاء بہت ہوئے وغیرہ وغیرہ

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ

اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعض اچھے بھی ہیں اور بعض ایسے بھی جو

مُيِّنٌ ۝

(بدیاں کر کے صریح) اپنا نقصان کر رہے ہیں

اس میں یہ بات ظاہر کر دی کہ باپ دادوں کا نیک ہونا اولاد کے کام نہیں آ سکتا جب کہ وہ خود ایمان سے محروم ہوں اس میں علماء یہود کا فخر توڑ دیا گیا کہ وہ نبی زادے ہونے پر ناز کرتے تھے۔ ولقد مننا تا عبادنا المؤمنین

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا

کہ ان کو نبوت اور دیگر کمالات سے مشرف فرمایا

وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ۝

اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی

وہ غم یہ تھا کہ فرعون کی طرف سے ان کو تکلیف پہنچتی تھی

وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝

اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے

کہ فرعون کو غرق کر دیا گیا اور یہ لوگ صاحب حکومت ہوئے

وَاتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۝

اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی

ہونے کی شاید یہ حکمت ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کی فرمانبرداری زیادہ ظاہر ہو کہ خواب کو خیال نہیں سمجھا اور اتنے بڑے کام پر آمادہ ہو گئے غرض ان کو چھوڑ دیا جان کی جان بچ گئی اور بلند مرتبہ جدا عطا ہوئے۔

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْحَسَنِينَ ۝

(وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

کہ دونوں جہاں کی راحت ان کو عطا کرتے ہیں

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝

حقیقت میں یہ تھا بڑا امتحان

جس کو کامل مخلص کے سوا کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا تو ایسے امتحان میں پورا اترنے پر ہم نے ان کو بدلہ بھی بڑا بھاری دیا اور اس میں جیسا ابراہیم علیہ السلام کا امتحان تھا اسماعیل علیہ السلام کا بھی تھا تو جزا وصلہ میں وہ بھی شریک ہوں گے۔

وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۝

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحان کے عوض میں دیا

کہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ وہ ذبح کرایا گیا بعض نے کہا ہے کہ معمولی ذبیحہ تھا قربان اور تیار ہونے کی وجہ سے اس کو بڑا ذبیحہ فرمایا اور بعض نے کہا ہے کہ جنت سے بھیجا گیا تھا اور بڑا ذبیحہ اس لئے فرمایا کہ جنت سے آنے کی وجہ سے وہ مرتبہ میں بڑا تھا اور جب حجر اسود وغیرہ کا جنت سے آنا ثابت ہے تو ایک حیوان کا آنا کیا بعید ہے اور یہاں آ کر اس میں یہاں کی خاصیت پیدا ہو گئی کہ ذبح کرنے سے اس کی جان نکل گئی پس یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ جنت کی چیز فنا کیسے ہو گئی جواب ظاہر ہے کہ جنت کی چیزیں جنت میں رہ کر فنا نہیں ہو سکتیں باقی دنیا میں آ کر ان میں یہاں کی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ

عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝

ابراہیم پر سلام ہو

چنانچہ ان کے نام کے ساتھ اب تک علیہ السلام کہا جا رہا ہے

كَذَلِكَ نَجْزِي الْحَسَنِينَ ۝ إِنَّهُ مِّنْ

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں

وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَلْقِينَ ﴿۱۲۵﴾

اور اس کو چھوڑے بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنائے والا ہے

کیونکہ اور لوگ تو صرف بعض چیزوں کے جوڑ توڑ پر قدرت رکھتے ہیں اور وہ بھی عارضی قدرت اور خدا تعالیٰ تمام چیزوں کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور قدرت بھی ذاتی اور کامل پھر دوسرا کوئی جان نہیں ڈال سکتا ہے اور وہ جان ڈالتا ہے۔

اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۲۶﴾

(اور وہ) معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا

فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِلَّا عِبَادَ

بھی رب ہے سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے مگر

اللَّهُ الْمُخْلِصِينَ ﴿۱۲۸﴾

جو اللہ کے خاص بندے تھے

وہ ثواب اور راحت میں ہوں گے

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَامٌ عَلَى

اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ

إِلَٰهَ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾

الیاسین پر سلام ہو

لفظ الیاس میں ایک لغت الیاسین بھی ہے اور روح میں کشاف سے نقل کیا ہے کہ شاید لغت سریانی میں اس یا ونون کے کچھ معنی ہوں گے اور یہاں اس لغت کے اختیار کرنے میں آیت کے اخیر کلمات کے ہم وزن ہونے کی بھی رعایت ہے وان لوطاً تا افلا تعقلون

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے (کامل)

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ وَإِنَّ لُوطًا

ایماندار بندوں میں سے تھے اور بے شک لوط (علیہ السلام) بھی

لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ

پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین سب کو

مراد تورات ہے کہ اس میں احکام واضح طور پر مذکور تھے جو اصالہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اور ہارون علیہ السلام کو تبعاً

وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۱۱۸﴾

اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے پر قائم رکھا

جس کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ معصوم تھے کیونکہ نبوت کیلئے عصمت لازم ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ سَلَامٌ عَلَى

اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی

مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۰﴾

کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو

چنانچہ دونوں حضرات کے لئے علیہ السلام برابر کہا جاتا ہے۔

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۱﴾

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں

کہ ان کو دعا اور ثناء کا مستحق بنا دیتے ہیں

إِنَّهُمْ مِمَّنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾

بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے

اس لئے ان کو صلہ بھی کامل عطا ہوا وان الیاس تا عبادنا المؤمنین

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾

اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے

روح میں طبری سے نقل کیا ہے کہ الیاس حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾

جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے

یہ لوگ بت پرستی کرتے تھے۔

أَتَدْعُونَ بَعْلًا

کیا تم بعل کو پوجتے ہو

بعل ایک بت کا نام ہے اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بعلبک جو شام میں ایک مشہور شہر ہے وہ اسی بت کے نام پر ہے۔

طوفان آیا کشتی والے کہنے لگے کہ ہم میں کوئی نیا قصور وار معلوم ہوتا ہے اس کو کشتی سے علیحدہ کر دینا چاہئے تعین کے لئے قرعہ ڈالنے پر اتفاق ہوا

فَسَاهُمْ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۳۱﴾

سو یونس بھی شریک قرعہ ہوئے اور یہی طرم ٹھہرے

یعنی قرعہ میں ان ہی کا نام نکلا پس انہوں نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا اور شاید کنارہ نزدیک ہوگا تیر کر کنارہ پر پہنچنے کا ارادہ کیا ہوگا پس خود کشتی کا شبہ لازم نہیں آتا اور یہ قرعہ کسی کا حق ثابت کرنے کے واسطے نہ تھا جس میں علماء کا اختلاف ہے بلکہ کشتی کے مالکوں کو بدون قرعہ کے بھی کسی سوار کو کشتی سے اتار دینے کا مجاز تھا محض تطہیب خاطر کے لئے قرعہ ڈالا گیا تھا اور خود یونس علیہ السلام بھی اپنی خوشی سے کشتی سے علیحدہ ہو گئے تھے

فَالْتَقَاهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۳۲﴾

پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے

یعنی اپنی اجتہادی غلطی پر نادم تھے کہ میں خدا کی صریح اجازت کے بغیر قوم سے کیوں بھاگ گیا یہ تو دل سے توبہ ہوئی اور زبان سے بھی توحید و تسبیح و استغفار کر رہے تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ وہ لا الہ انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہہ رہے تھے۔

فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ السَّبِّحِينَ ﴿۱۳۳﴾

سو اگر وہ (اس وقت) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔

لَلْبَيْتِ فِي بَطْنِهِ اِلٰی يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿۱۳۴﴾

تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے

اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ مچھلی اور اس کا پیٹ قیامت تک باقی رہتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ پیٹ سے باہر نکلنا میسر نہ ہوتا بلکہ وہیں ہضم ہو کر اس کی غذا بنادینے جاتے خلاصہ یہ کہ اس اجتہادی غلطی پر جسمانی تکلیف ان کو دی جاتی کیونکہ مقرباں را بیش بود حیرانی و رشہ انبیاء علیہم السلام حقیقی گناہ اور حقیقی سزا سے تو پاک ہی ہوتے ہیں۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ

سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا

یعنی چونکہ انہوں نے توبہ و تسبیح کی اس لئے ہم نے اس کلفت سے ان کو محفوظ رکھا اور مچھلی کو حکم دیا کہ کنارہ پر ان کو اگل دے۔

اَجْمَعِينَ ﴿۱۳۵﴾ اِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۱۳۶﴾

نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ کے کہ وہ رہ جانے والوں میں

ثُمَّ دَمَرْنَا الْاٰخَرِينَ ﴿۱۳۷﴾

رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا

جو کہ لوط علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال کے سوا تھے جن کا قصہ کئی جگہ آچکا ہے۔

وَإِنَّكُمْ لَتَبَرُّونَ عَلَيْهِمْ مُّصِحِّينَ ﴿۱۳۸﴾

اور تم تو ان (کے دیار و مسکن) پر صبح ہوتے اور رات میں گزرا کرتے ہو

اور ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہو اور صبح اور رات کا ذکر اس لئے کیا کہ عرب میں اکثر عادت رات کو صبح تک چلنے کی ہے پس اگر قوم لوط کے مسکن کے قریب سے منزل شروع ہوئی تو وہاں رات کو گزر ہوگا اور اگر وہاں منزل ختم ہوئی تو صبح کو گزر ہوگا۔

وَبِالْبَيْلِ أَفْلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۳۹﴾

تو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو

کہ کفر کا انجام کیا ہوا اور جو کفر کرے گا اس پر بھی اندیشہ ہے۔ و ان

یونس تا الی حین

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۰﴾ اِذَا ابْقٰ

اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے جب کہ

اِلٰی الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ﴿۱۴۱﴾

بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے

یعنی انہوں نے اپنی قوم سے ایمان نہ لانے پر بحکم الہی عذاب آنے کا وعدہ کیا اور خود وہاں سے چلے گئے وعدہ کے موافق جب عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو قوم کو یونس کی تلاش ہوئی تاکہ ان پر ایمان لے آئیں جب وہ نہ ملے تو سب نے متفق ہو کر حق تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری کی اور اجمالی طور پر ایمان لے آئے اور عذاب ٹل گیا اور اس سے وعدہ کا خلاف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ عذاب کا نافذ نہ ہونا ایمان نہ لانے پر موقوف تھا جب وہ ایمان لے آئے عذاب بھی نافذ نہ ہوا یونس نے عذاب ٹل جانے کی خبر کسی ذریعہ سے معلوم کر کے طبعی شرمندگی کی وجہ سے بغیر حق تعالیٰ کی صریح اجازت کے محض اپنی رائے سے کہیں دور چلے جانے کا ارادہ کیا راستہ میں دریا تھا اس میں مسافروں سے بھری ہوئی کشتی کھڑی تھی آپ بھی سوار ہو گئے کشتی چلی تو

ہونا بیان فرماتے ہیں۔ فاستفتہم تا لنحن المسبحون

فَاسْتَفْتِهِمْ

سوان لوگوں سے پوچھیے

جو ملائکہ اور جنات کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں کہ نعوذ باللہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور سرداران جن کی بیٹیوں کو ان فرشتوں کی مائیں قرار دیتے ہیں جس سے نعوذ باللہ فرشتوں سے خدا کا علاقہ نسب اور جنات سے زوجیت اور سرکاری علاقہ لازم آتا ہے۔

اَلرَّبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ

کہ خدا کے لئے تو بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے

یعنی جب اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو تو خدا کے لئے بیٹیاں کیسے تجویز کرتے ہو کہ یہ تو عرفاً بھی ظاہر قباحت ہے۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ اِنَاثًا وَهُمْ شُهَدَاؤُنَّ

ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ ان کے (بننے کے وقت) کو دیکھ رہے تھے

یعنی اس عقیدہ میں دوسری قباحت یہ ہے کہ فرشتوں پر عورت ہونے کی تہمت بلا دلیل رکھتے ہیں کیونکہ دلیل یا عقلی ہے یا نقلی اور اگر دونوں نہ ہوں تو مشاہدہ ہونا چاہئے تو کیا کسی نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ عورتیں ہیں۔

اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكِهَمْ لَيَقُولُوْنَ

خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ

وَلَدَ اللّٰهُ لَا وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ

صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں

پس تیسری قباحت اس عقیدہ میں یہ ہوئی خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت لازم آتی ہے اور ان تینوں قباحتوں میں پہلی قباحت کی برائی عرف سے بھی ثابت ہے اور دوسری کی نقل سے اور تیسری کی عقل سے ثابت ہے مگر جاہلوں پر عرفی قباحت کا الزام زیادہ حجت ہوتا ہے اس لئے پہلی قباحت کو دوسرے عنوان سے پھر مکرر بیان فرماتے ہیں۔

اَصْطَفٰی الْبَنَاتِ عَلٰی الْبَنِيْنَ ط مَا لَكُمْ قَفْ

کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا

كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ

(بیہودہ) حکم لگاتے ہو

وَهُوَ سَقِيمٌ

اور وہ اس وقت مضحل تھے

کیونکہ مچھلی کے پیٹ میں کافی ہوا اور غذائہ پہنچی تھی

وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقُطِيْنَ

اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت بھی اگا دیا تھا

تاکہ دھوپ سے حفاظت رہے اور کوئی پہاڑی ہرنی ان کو دودھ پلا جایا کرتی اور اس بیلدار درخت کی بابت بعض روایات میں آیا ہے کہ کدو کی نیل تھی اور شاید اس میدان کوئی تنادر درخت ہوگا جس کے پتے سایہ دار نہ ہوں گے اس پر کدو کی نیل پھیل گئی ہوگی اب یہ شبہ نہیں رہا کہ زمین پر پھیلنے والے درخت کا سایہ ان پر کیسے ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ خلاف عادت معجزہ کے طور پر وہ کدو ہی تنہا رہا تھا واللہ اعلم

وَاَرْسَلْنَاهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ

اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا

یعنی ان کی قوم شمار میں بہت زیادہ تھی جو نینوی میں قریب موصل کے آباد تھی اور یہ جو کہا کہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ تو اس میں شک ظاہر کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسر کا اعتبار نہ کرو تو ایک لاکھ کہو اور کسر کا اعتبار کرو تو زیادہ کہو اور ترمذی میں مرفوعاً آیا ہے کہ ایک لاکھ سے بیس ہزار زیادہ تھے۔

فَاٰمَنُوْا

پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے

یعنی عذاب کے آثار دیکھ کر اجمالاً ایمان لے آئے اور جب یونس علیہ السلام مچھلی کے قصہ سے فارغ ہو کر وہاں دوبارہ تشریف لے گئے تو اس وقت تفصیلاً ایمان لائے۔

فَتَعْنَهُمْ اِلٰی حِيْنٍ ط

تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا

یعنی ایمان کی برکت سے مدت دراز تک خیر و خوبی کی زندگی عطا کی ربط اوپر کے قصوں سے ان سب انبیاء علیہم السلام کا جن کی ثبوت دلائل سے عقلاً ثابت ہے مومن و موحّد و مخلص اور توحید و ایمان کی طرف داعی ہونا ثابت ہوتا ہے اس سے پہلے شروع سورت میں تو حید کے عقلی دلائل مذکور ہو چکے ہیں آگے ان سب عقلی و نقلی دلائل پر تفریع کر کے شرک و کفر کا باطل

جس کو تم عرفاً بھی مذموم سمجھتے ہو

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۵﴾

پھر کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو

کیونکہ یہ عقیدہ تو عرف کے علاوہ خود عقل کے بھی خلاف ہے چند وجہ سے اول تو اس سے حق تعالیٰ کا صاحب اولاد ہونا لازم آتا ہے دوسرے ذات و صفات کے مرتبہ میں ایک ناقص بات کی نسبت اس کی طرف لازم آتی ہے کیونکہ اولاد ہونے کا اثر ذات و صفات تک پہنچے گا آگے بتلاتے ہیں کہ اس عقیدہ پر تمہارے پاس کوئی نقلی دلیل بھی نہیں

أَمْ لَكُمْ سُلْطَنٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵۶﴾

ہاں کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے

مراد نقلی دلیل ہے کیونکہ وہ مدعا کے ثابت کرنے میں زیادہ واضح ہوتی ہے اور آگے اس کو کتاب سے تعبیر کرنا بھی خود اس کا قرینہ ہے پس مطلب یہ ہوا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نقلی دلیل موجود ہے۔

فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۵۷﴾

تم اگر اس میں سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو

خلاصہ یہ کہ جس عقیدہ کا تم دعویٰ کرتے ہو اس میں تین تو قباحتیں ہیں عربی بھی نقلی بھی عقلی بھی اور دلیل ایک بھی نہیں نہ مشاہدہ نہ نقل نہ عقل پس ملائکہ کو خدا کی اولاد بتلانا سراسر بہتان اور افتراء پر دازی ہے۔

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا

ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے

جس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے کیونکہ بی بی جس کام کے لئے ہوتی ہے اس سے حق تعالیٰ پاک ہیں اور جب بی بی ہونا محال ہے تو سسرالی رشتہ ہونا بھی محال ہے کیونکہ وہ تو اسی کی فرع ہے

وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾

اور (جس) جس کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ ان میں جو

سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۱۵۹﴾

جنات ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے

اور عذاب میں کیوں نہ گرفتار ہوں جب کہ حق تعالیٰ کی نسبت بری

باتیں بیان کرتے ہیں۔

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۰﴾

اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں مگر

جو اللہ کے خاص (ایمان والے) بندے ہیں

کفار عرب کے معبودوں میں سے بھی بعضے جن اسلام لے آئے تھے خلاصہ یہ کہ جنات بیچارے تو خود ہی اپنے آپ کو بندہ سمجھتے اور بندگی کا اقرار کرتے ہیں پھر ان کو خدا کا شریک ٹھہرانا بڑی حماقت ہے اور فرشتوں کا ذکر آگے آوے گا درمیان میں مخلصین کی مناسبت سے یہ مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ اللہ کے خالص بندے عذاب سے بچے ہوئے ہیں اسی طرح گمراہ ہونے سے بھی بچے ہوئے ہیں اور کفار جو ان کے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ناکام رہیں گے۔

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿۱۶۱﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ

سو تم اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں

بِفَتْنَيْنِ ﴿۱۶۲﴾

پھیر سکتے

جیسی تم کوششیں کیا کرتے ہو

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿۱۶۳﴾

مگر اسی کو جو کہ (علم الہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے

آگے فرشتوں کا ذکر ہے کہ ان کو جو کفار نے معبود سمجھا ہے وہ بھی اپنے آپ کو بندہ ہی سمجھتے ہیں

وَمَا مِمَّا آتَا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿۱۶۴﴾

اور ہم میں ہر ایک کا ایک معین درجہ ہے

یعنی ہر ایک کے ایک خدمت سپرد ہے

وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿۱۶۵﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ

اور (خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں

الْمُسَبِّحُونَ ﴿۱۶۶﴾

اور ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں

غرض وہ ہر طرح محکوم اور غلام ہیں

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ۖ لَا لَوْ أَنَّ عِندَنَا

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب)

ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ

پہلے لوگوں (کی کتابوں کے) طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص

الْمُخْلِصِينَ ۖ

بندے ہوتے

یہ حضور کی بعثت سے قبل کا کفار عرب کا مقولہ ہے۔

فَكَفَرُوا بِهِ

پھر یہ لوگ اس کا انکار کرتے لگے

اور وہ عہد توڑ دیا

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۖ

سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے

چنانچہ مرتے ہی کفر کا انجام منکشف ہو گیا

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْهِرْسَلِينَ ۖ

اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے سے ہی مقرر

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ۖ

ہو چکا ہے کہ بے شک وہی غالب کئے جاویں گے

چنانچہ آخر میں غلبہ ہمیشہ انبیاء کو ہوتا ہے۔

وَإِنْ جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۖ

اور (ہمارا تو فائدہ عام ہے) کہ ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے

یعنی اصل منشاء یہی ہے

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصَرَهُمْ فَسَوْفَ

تو آپ (تسلیم رکھیے) اور تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذا

يُبْصِرُونَ ۖ

رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا) ان کو دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے

اور آپ کو تو ابھی سے یقین ہے

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۖ فَإِذَا نَزَلَ

کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں سو وہ (عذاب) جب ان کے

بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۖ

رودر و نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصَرَفَسَوْفَ

اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہیے سو عنقریب یہ

يُبْصِرُونَ ۖ

بھی دیکھ لیں گے

یہاں بھی وہی مطلب ہے کہ آپ کو تو ہمارے کہنے سے یقین ہے ہی مشاہدہ کے بعد ان کو بھی اپنے مغلوب ہونے کا یقین آ جاوے گا اور بظاہر یہ آیت مکرر معلوم ہوتی ہے مگر معنی کے اعتبار سے تکرار نہیں ہے کیونکہ وہاں یہ مضمون اہل حق کے غلبہ کے متعلق تھا اور یہاں کفار کے مغلوب ہونے کے متعلق ہے۔ ربط: سورت میں اصل مقصود تین مضمون تھے تو حید و رسالت اور اثبات قیامت پھر قیامت کا اعتقاد چونکہ نقل پر موقوف ہے اور اس کے ثبوت کے لئے عقلی دلائل کافی نہیں ہیں اس لئے واقع میں وہ اعتقاد رسالت کی فرع ہے اس لحاظ سے اصل مقصود تو حید و رسالت کے مضمون رہ گئے سورۃ کو انہی پر اجمالاً ختم کیا جاتا ہے۔ سبحان ربک تارب العلمین

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں

پس خدا کو پاک و منزہ سمجھو۔

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ

اور سلام ہو پیغمبروں پر

یعنی پیغمبروں کا اتباع واجب سمجھو کیونکہ ان کی ایسی شان ہے کہ ہم ان پر سلام بھیجتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ خدا کو عیبوں سے پاک سمجھنے کے ساتھ کمالات سے موصوف بھی سمجھو

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ

اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ۝

بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں ہیں

اور اس تعصب و مخالفت کا وبال ایک روز ان پر پڑنے والا ہے

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَُوا

ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں

وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ۝

نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا

تو اس وقت شور و غل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ ۝

اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس

ان (ہی) میں سے ایک پیغمبر ڈرانے والا آ گیا

جو کہ ان ہی کے مثل انسان ہے اور تعجب کی وجہ ان کی جہالت تھی کہ وہ

بشریت اور نبوت میں منافات سمجھتے تھے اور اس منافات کے یہاں تک

معتقد ہوئے کہ دعویٰ نبوت اور معجزات کی نسبت جن میں سب سے بڑا

معجزہ قرآن ہے کچھ سے کچھ کہنے لگے۔

وَقَالَ الْكُفَرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ ۝

اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خارق میں) ساحر (اور دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا

أَجْعَلُ الْاِلٰهَةَ الْهٰٓؤُلَآءِ ۝ اِنْ هٰذَا شَيْءٌ

(یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود پر بنو دیا تو اسی

عَجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْبَلَاءُ مِنْهُمْ اَنْ اَمْشُوا

بہت ہی عجیب بات ہے اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے

وَاصْبِرُوا عَلٰی الْهٰتِكُمْ ۝

ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو

یعنی وہ یہ کہتے تھے کہ انسان ہونے کی وجہ سے آپ کا نبی ہونا محال

ہے اور قرآن کے معجزہ ہونے سے نبوت کا ثبوت لازم آتا ہے مگر جب

انسان کا نبی ہونا ہی ممکن نہیں تو قرآن کا معجزہ ہونا بھی صحیح نہیں مگر ہے عجیب

کلام پس لامحالہ جادو ہوگا

سبحان اللہ! کیا اچھا خاتمہ ہے کہ اجمالاً شریعت کے تمام اصول و فروع کو

جامع ہے کیونکہ اعتقاد رسالت پر مرتب ہونے سے کوئی مسئلہ خالی نہیں اور اس

خاتمہ کی عمدگی اور عظمت کی وجہ سے احادیث میں نماز کے بعد اور مجلس سے

اٹھنے کے وقت اس کا پڑھنا منقول ہے اس لئے تبرکاً میرا بھی جی چاہتا کہ

خلاصہ تفسیر کی اس جلد کو اسی پر ختم کروں سبحان ربک رب العزۃ عما

یصفون و سلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین۔ سورۃ

ص مکیہ و ہی ست او ثمان و ثمانون آیۃ کذا فی البیضاوی ربط

اس سورت میں زیادہ مضمون رسالت کے متعلق ہے اور بعض آیات میں خاص

توحید و جزا و سزا کے انکار پر ملامت ہے اور بعض آیات میں ان دونوں کی مجمل

دلیل اور بعض میں ان دونوں کے واقعات کی قدرے تفصیل ہے اور مسئلہ

رسالت کی مناسبت سے بعض آیات میں قرآن کی مدح ہے اور پہلی سورت کو

انہی مضامین میں اس سورت سے مناسبت ہے اور شروع کی آیتوں کا سبب

نزول یہ ہے کہ ابوطالب کے مرض میں قریش کے لوگ ان کے پاس آئے اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم و سلم بھی تشریف لائے تو قریش نے آپ کی شکایت کی

ابوطالب نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنی قوم سے کیا بات چاہتے ہیں آپ

نے فرمایا کہ صرف ایک بات چاہتا ہوں جس سے تمام عرب ان کے مطیع ہو

جاویں گے اور اہل عجم ان کو جزیہ دینے لگیں گے انہوں نے پوچھا وہ ایک بات

کیا ہے آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ قریش کہنے لگے کہ سب معبودوں کو باطل کر

کے ایک ہی معبود قرار دے دیا عجیب بات ہے اور ایک روایت میں ہے کہ

ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اس پر ص سے بل لما یدوقوا عذاب تک

آیتیں نازل ہوئیں بسم اللہ الرحمن الرحیم ص

(۳۸) سُورَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ (۳۸)

سورۃ ص کے میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ص

ص

ان کے معنی اللہ کو معلوم ہیں و القرآن تا یوم الحساب

وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ۝

قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے

کہ کفار رسالت کے انکار میں جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں

أَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ

کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے

الْوَهَّابِ ۹

خزانے ہیں (جن میں نبوت بھی داخل ہے)

کہ جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں مطلب یہ کہ نبوت بہت بڑی چیز ہے اس کو عطا کرنے والے کو خزانوں کا مالک اور سخت غلبہ والا اور بہت بخشش والا ہونا چاہئے تو اگر یہ لوگ ایسے ہوتے تو ان کو اس کہنے کی گنجائش تھی کہ ہم نے انسان کو نبوت نہیں دی پھر وہ کیسے نبی ہو گیا یا ہم نے فلاں انسان کو نبوت دی ہے فلاں کو نہیں دی اور اگر کل خزانے قبضہ میں نہ ہوں تو کم از کم آسمان و زمین ہی کی چیزیں ان کے قبضہ میں ہوتیں تب ان کو یہ بات کہنا زیادتی تھی کیونکہ نبوت سے خدا کے احکام معلوم ہوتے ہیں جن پر عمل کرنا بقاء عالم کا سبب ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مومن نہ رہے گا قیامت آ جاوے گی پس نبوت کو عالم کے نظام اور بقاء میں بڑا دخل ہے تو نبوت دینے والا ایسا شخص ہونا چاہئے جو تمام عالم کے مصالح کو جانتا ہو ان کے نافذ کرنے پر قادر ہوتا کہ ایسے مناسب احکام مقرر کرے جن سے نظام عالم قائم رہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو نبوت میں دخل دیتے ہیں تو کیا آسمان و زمین کی چیزیں ان کے قبضہ میں ہیں

أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا قَدْ

یا کیا ان کو آسمان اور زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل

فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۱۰

ہے (اگر اختیار ہے) تو ان کو چاہیے کہ نہریں اٹکا کر (آسمان پر) چڑھ جائیں

اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس پر قادر نہیں تو جب آسمان پر پہنچنے کی بھی ان کو قدرت نہیں جو کہ ان کا حال معلوم کرنے کا اصل طریقہ ہے تو اور طریقوں یا سخت کاموں پر تو کیا قدرت ہوگی پھر وہ ان کے نظام کی کیا رعایت کر سکتے ہیں تو کسی کو نبوت عطا کرنے کی ان میں کیا صلاحیت ہو سکتی ہے پھر ان کو ایسی بے سرو پا بے تکی باتیں کہنے کا کیا حق ہے مگر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کی مخالفت سے فکر نہ کریں

جُنْدٌ مَّا هُنَّ أَلَكُ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ۱۱

اس مقام پر ان لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے منجملہ (مخالفتین رسل کے)

گردوہوں کے جو شکست دیے جائیں گے

إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ يُرَادُّ ۱۲

یہ کوئی مطلب کی بات ہے

یعنی تو حید کی طرف بلا کر اس بہانہ سے یہ پیغمبر ریاست اور سرداری کے خواہاں معلوم ہوتے ہیں دوسرے خود ان کا دعویٰ بھی فی نفسہ باطل اور عجیب ہے۔

مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ ۱۳

ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں سنی نہیں ہو نہ

هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ ۱۴

ہو یہ (اس شخص کی) گھڑت ہے

پچھلے مذہب کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے طریقہ کے لوگ ہیں سب سے پیچھے ہم موجود ہیں اور ہم حق پر ہیں سو ہم نے اپنے طریقہ کے بزرگوں سے کبھی یہ بات نہیں سنی اور یہ شخص جو نبوت کا مدعی ہے اور تو حید کو خدا کی تعلیم بتلاتا ہے سوا اول تو انسان نبی ہو ہی نہیں سکتا دوسرے اگر اس سے قطع نظر کی جاوے تو ان میں کوئی فضیلت اور فوقیت تھی کہ انہی کو نبوت ملی

ءَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِن بَيْنِنَا ۱۵

کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الہی نازل کیا گیا

کسی رئیس پر نازل ہوتا تو خیر کچھ مضائقہ نہ تھا آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ قرآن ان پر کیوں نازل ہوا کسی رئیس پر نازل ہونا چاہئے تھا اس سبب سے نہیں کہ اگر کسی رئیس پر نازل ہوتا تو اس وقت یہ اس کا اتباع کرتے۔

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي ۱۶

بلکہ یہ لوگ خود (میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں

یعنی یہ دوسرے سے مسئلہ نبوت ہی کے منکر ہیں خاص کر بشر کی نبوت کے اور یہ انکار بھی اس سبب سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل ہے۔

بَلْ لَّيْسَ يَدُوقُوا عَذَابَ ۱۷

بلکہ (اصل وجہ یہ ہے) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا

ورنہ سب عقل ٹھکانے آ جاتی اس تقریر سے ان کے دونوں شبہوں کا جواب ہو گیا آگے دوسرے طرز پر جواب ہے۔

چنانچہ بدر میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ

ان سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس (کی سلطنت)

ذُو الْأَوْتَادِ ۱۲

کے کھونٹے لڑ گئے تھے

یعنی اس کی سلطنت وسیع اور مضبوط تھی اور ایک تفسیر ذوالاوتاد کی سورۃ

نجر میں آوے گی

وَتَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ أُولَئِكَ

اور تمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی (اور) وہ گروہ

الْأَحْزَابِ ۱۳ إِنَّ كُلَّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

یہی لوگ ہیں ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا

اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے تکذیب کے سوا اور کچھ نہ کیا تھا بلکہ اس

میں اس زمانہ کے کفار کا یہ وہم دور کرنا چاہتے ہیں کہ شاید ان کی ہلاکت کا سبب

کفر نہ ہوا ہو کوئی دوسرا امر ہوا ہو پس مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب

کفر اور تکذیب کے سوا اور کوئی نہ تھا کیونکہ ان کی دوسری ناشائستہ حرکتیں بھی

رسولوں کی تکذیب ہی کے سبب پیدا ہوئی تھیں پس ہلاکت کا بڑا سبب یہی تھا

فَحَقَّ عِقَابِ ۱۴

میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا

تو جب جرم میں سب شریک ہیں تو عذاب میں شریک ہونے سے یہ

لوگ کیوں مطمئن ہیں۔

وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صِيحَةً وَاحِدَةً مَّا

اور یہ لوگ بس ایک روز کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی

لَهَا مِنْ فَوَاقِ ۱۵

گنجائش نہ تھی (مراد اس سے قیامت ہے)

مراد اس سے قیامت کا دن ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جو مخالفت

اور تکذیب پر جے ہوئے ہیں تو بس قیامت کے منتظر معلوم ہوتے ہیں کہ

اس کو دیکھ کر ایمان لائیں

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَا قَبْلَ يَوْمِ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو روز

الْحِسَابِ ۱۶

حساب سے پہلے دے دے

یعنی قیامت کی وعید سن کر رسول کو جھٹلانے اور ان سے استہزاء کرنے

کے طور پر کہتے ہیں کہ الہی آخرت میں جو کافروں کو عذاب ہوگا اس میں

سے ہمارے حصہ کا عذاب ابھی بھیج دیجئے کیونکہ اول تو قیامت کچھ ہے

نہیں اور اگر ہے تو ہم کو اسی وقت عذاب مطلوب ہے اور جب اس وقت

عذاب نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ قیامت نہ آوے گی خدا ایسے جہل سے پناہ

میں رکھے ربط اور کفار کی مخالفت اور ان کے بعض کفریہ اقوال کا ذکر تھا

چونکہ ان امور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوتا تھا اس لئے آگے آپ کو

صبر کا حکم ہے اور تسلی کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصے مذکور ہیں کہ وہ

بھی صابر تھے اور تسلی کے علاوہ ان قصوں میں نبوت کی بھی تائید ہے۔

اصبر علی ما یقولون تا یوم الحساب

إِصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا

آپ لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے

دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ۱۷ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۱۸

جو بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے وہ (خدا کی طرف)

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعُشِيِّ

رجوع ہونے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ

وَالْإِشْرَاقِ ۱۹

شام اور صبح تسبیح کیا کریں

کہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے یہی اوقات تھے۔

وَالظِّيرُ مُحْشُورَةٌ كُلُّ لَّهُ أَوَّابٌ ۱۹ وَشَدَدْنَا

اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی جو (تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو

مُلْكُهُ وَآتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخُطَابِ ۲۰

جاتے تھے سب ان کی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت

وَهَلْ أَمَّتْكَ نَبُوءُ الْخَصْمِ

کو بڑی قوت دی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کر دینے والی تقریر عطا فرمائی تھی

جو نہایت واضح اور جامع ہوتی تھی اور باوجود اتنی بڑی سلطنت کے جو کہ اکثر احوال میں آدمی کو نازک مزاج اور بے فکر کر دیتی ہے وہ نبوت کی برکت سے نہایت ضابطہ اور صابر تھے چنانچہ ان کے حالات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

إِذْ تَسَوَّرُوا الْبِحَرَابِ ۝۲۱

اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر پہنچی ہے

جو داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لائے تھے

إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَقَزَعَ مِنْهُمْ

جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان کے اس طرح آنے سے) گھبرا گئے

کیونکہ دروازے کی طرف سے پہرہ داروں نے اس وجہ سے نہیں آنے دیا تھا کہ وہ وقت خاص آپ کی عبادت کا تھا مقدمات فیصلہ کرنے کا نہ تھا۔ کہ کہیں یہ لوگ دشمن نہ ہوں کہ قتل کے ارادہ سے تنہائی میں اس طرح آ گئے ہوں۔

قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمِينَ بَغْيٍ بَعْضُنَا عَلَى

وہ لوگ کہنے لگے کہ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر

بَعْضٍ

(کچھ) زیادتی کی ہے

اس کے فیصلے کے لئے ہم آئے ہیں چونکہ پہرہ داروں نے دروازہ سے نہیں آنے دیا اس لئے اس طرح بے قاعدہ آنے پر مجبور ہوئے۔

فَأَحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى

سو آپ ہم میں انصاف کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی

سَوَاءٍ الصِّرَاطِ ۝۲۲ إِنَّ هَذَا أَخِي ۝۲۳

راہ بتا دیجئے (پھر ایک شخص بولا کہ صورت مقدمہ کی یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے

دین کے اعتبار سے یا ملاقات کے اعتبار سے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں باہم شرکت ہوگی اور جو قصہ آگے مذکور ہے ممکن ہے کہ ان دونوں میں یہ قصہ واقع ہوا ہو یا ویسے ہی بات بتائی ہو یا فرشتے ہوں جو کہ امتحان کے لئے بھیجے گئے ہوں اور فرضی طور پر انہوں نے یہ سوال کیا ہو اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

لَهُ تَسْعُ وَتَسْعُونَ نَعْجَةً وَلِي نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۲۴

اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے سو وہ

فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝۲۵

کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے

کہ میری بات کو اپنی منہ زوری سے چلے نہیں دیتا

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجِكَ إِلَى نَعَاجِهِ ۝۲۶

داؤد نے کہا یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا

وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ

ہے اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں۔

عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں

یہ مضمون مظلوم کی تسلی کے لئے فرمایا

وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّهُ قَاتِلُهُ

داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے

کہ دیکھیں یہ کیسے صابر و متحمل ہیں کیونکہ ایسے بڑی جلیل القدر بادشاہ کے خاص خلوت خانہ میں کسی کا بے اجازت آگھسنا پھر اس بے ڈھنگے پن سے آنا پھر بات چیت اس طرز سے کرنا کہ اول تو یہ کہا کہ ڈر مت جس سے متکلم کا بڑا اور مخاطب کا چھوٹا ہونا مترشح ہوتا ہے پھر یہ کہا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا بے انصافی نہ کرنا جس سے وہم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے بے انصافی کا بھی احتمال ہے غرض ان کے اقوال و افعال میں نہایت درجہ گستاخی تھی تو اس میں داؤد علیہ السلام کے صبر و تحمل کا امتحان ہو گیا کہ آیا سلطنت کے زور میں ان گستاخیوں پر درادریہ کرتے ہیں اور اس مقدمہ کو ملتوی کر کے ان پر دوسرا مقدمہ توہین حاکم کا قائم کرتے ہیں یا نور نبوت کے غلبہ سے ان کو معاف کرتے ہیں اور اس مقدمہ کو پورے انصاف سے بدون غیظ و غضب کے شائبہ کے فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ وہ امتحان میں صابر و متحمل ثابت ہوئے کہ مقدمہ کو نہایت ٹھنڈے دل سے سنا اور فیصلہ فرمایا لیکن انبیاء کی شان انصاف جس اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے اس کے اعتبار سے بظاہر ایک خفیف سی بات یہ پیش آگئی کہ شرعی طور پر مقدمہ ثابت ہو جانے کے بعد

شَدِيدًا بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶

اس وجہ سے کہ وہ روز حساب سے بھولے رہے
یہ بات دسروں کو سنانے کے لئے فرمائی

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ

اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو چیزیں ان کے درمیان
موجود ہیں خالی از حکمت پیدا نہیں کیا

بلکہ ان میں بہت سی حکمتیں ہیں

وَمَا يَذِّكُّهُمْ بِآيَاتِنَا ۚ ذَلِكُمْ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ

یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں
کیونکہ توحید کے انکار سے ایک زبردست حکمت کا انکار ظاہر ہے

قَوْلِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۝۲۷

سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ
بوجہ انکار توحید کے

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کی

كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ أَمْ نَجْعَلُ

برابر کر دیں گے جو (کفر و غیرہ کر کے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم

الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸

پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے

یعنی جس حکمت کے واقع کرنے کا ہم نے قصد کیا تھا قیامت کے
انکار سے وہ باطل ہوئی جاتی ہے پس قیامت کا انکار ہی خود باطل ہے اور
اس آیت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جزا و سزا کا ہونا عقلی طور پر واجب ہے یہ تو
معتزلہ کا مذہب ہے اہل سنت کے نزدیک عقلاً خدا تعالیٰ کے ذمہ کچھ
واجب نہیں اور نہایت تعجب ہے کہ کشاف نے جو اس مقام کی تقریر کر دی
ہے تمام پچھلے مفسرین اسی کو نقل کرتے چلے گئے اور کسی نے معتزلہ کی اس
چال پر نظر نہیں کیا الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے بندہ پر فضل فرمایا اور آیت کی تفسیر
اہل سنت کے اصول کے موافق قلب پر وارد فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ
جزا و سزا کا ہونا خود واجب نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی خبر دینے کے بعد اس کا واقع

بجائے اس کے کہ صرف ظالم سے فرماتے کہ تو نے ظلم کیا آپ نے مظلوم
سے خطاب فرمایا کہ تجھ پر ظلم کیا گیا جس میں ایک گونہ طرفداری کا وہم ہوتا
ہے اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرفداری بھی عبادت ہے خاص کر
مقدمہ ختم ہو چکنے کے بعد لیکن چونکہ وہ مظلوم فریق مقدمہ تھا اور فیصلہ کی مجلس
ابھی تک بدلی نہ تھی اس لحاظ سے یہ وہی طرفداری بھی اگر نہ ہوتی تو بہت ہی
زیادہ انصاف اور کامل عدل ہوتا اس لئے داؤد علیہ السلام غایت تقویٰ کی وجہ
سے اتنی بات کو بھی صبر و تحمل اور کامل عدل و انصاف کے خلاف سمجھے

فَاسْتَغْفِرُ رَبِّي ۚ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝۲۹ فَغَفَرْنَا

سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدے میں گر پڑے اور رجوع

لَهُ ذَلِكُمْ ط

ہوئے سو ہم نے ان کو وہ (امر) معاف کر دیا

اور اس سے جو کئی ثواب کامل میں ہوتی نہ ہوئی۔

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝۳۰

اور ہمارے یہاں ان کے لئے (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے
اور مقربین کی یہی شان ہوتی ہے۔

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا

جیسا کہ اب کرتے رہے ہو

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ

اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا

جیسا کہ اب تک نہیں کی

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ

(اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی

يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ

جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا

جو جہاد وغیرہ کی غرض سے رکھے جاتے تھے اور ان کے ملاحظہ کرنے میں اس قدر دیر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اور ہیبت و عظمت کی وجہ سے کسی خادم کو جرات نہ ہوئی کہ آپ کو تنبیہ کرے پھر خود ہی تنبیہ ہوا۔

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ

تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی

رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۖ رَدُّوْهَا عَلَيَّ ط

یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا (پھر

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْتَاقِ ۝۳۲

حشم و خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ سوانہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تکوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کیا

یعنی ان کو قربانی کے طور پر ذبح کر ڈالا

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ

اور ہم نے سلیمان کو (ایک اور طرح بھی) امتحان میں ڈالا

کہ آپ نے سرداران لشکر پر جہاد میں کسی کوتاہی سے خفا ہو کر یہ فرمایا تھا کہ میں آج اپنی ستر ازواج سے ہم بستر ہوں گا اور ستر مجاہد پیدا ہوں گے تو مجھ کو تمہاری پرواہ نہ رہے گی اور انشاء اللہ کہنایا و نہ رہا تو صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ادھورا بچہ ہوا جس کے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا۔

وَالْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَداً

اور ہم نے ان کے تخت پر (ایک ادھورا) دھڑ لا ڈالا

یعنی دایہ نے لا کر تخت پر رکھا کہ یہ پیدا ہوا ہے

ثُمَّ أَنَابَ ۝۳۳

پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا

اور انشاء اللہ کے چھوٹ جانے سے توبہ کی

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُدْغالا يَنْبَغِي

دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے)

لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۚ

مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو

ہونا واجب ہو گیا اگر یہ کہا جائے کہ قیامت کا واقع نہ ہونا حکمت کے خلاف ہے اور حکمت کے خلاف ہونا محال ہے تو پھر اس کا واقع ہونا عقلاً واجب ہو گیا جواب یہ ہے کہ خود اس حکمت کا واقع ہونا ہی واجب نہیں بلکہ جائز ہے اور اگر قیامت واقع نہ ہوتی تو اس وقت اسی میں حکمت ہوتی مگر چونکہ اس جائز حکمت کا واقع ہونا دلیل قطعی سے معلوم ہو چکا ہے اب اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس آیت میں دوسرا عنوان اختیار کرنے کی وجہ شاید یہ ہو کہ پہلا عنوان کفار کے نزدیک اس قدر واضح نہ تھا کیونکہ وہ ایمان کو ایمان ہی نہ سمجھتے تھے اور اپنے کفر کو فساد ہی نہ جانتے تھے اور دوسرا عنوان نہایت واضح ہے کیونکہ بہت سی باتیں عقلاً قبیح ہیں جن سے مسلمانوں کا بچنا اور کفار کا ان میں مبتلا ہونا خود کفار بھی سمجھتے اور دیکھتے تھے تو اس مضمون کو وہ بہت آسانی کے ساتھ مان سکتے تھے کہ پرہیزگار اور بدکار برابر نہیں ہو سکتے آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح توحید و قیامت دلیل سے ثابت ہے اسی طرح رسالت بھی دلیل سے ثابت ہے جس کے لئے بڑا معجزہ قرآن ہے۔

كِتَبٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبْرَكٌ لِّدَّبَرُوا آيَاتِهِ

یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں

یعنی ان کے اعجاز کو بھی دیکھیں کہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ان کے نافع مضامین میں بھی غور کریں

وَلِيَتَذَكَّرُوا لِلْبَّابِ ۝۳۹

اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں

یعنی غور سے اس کی حقیقت معلوم کر کے اس پر عمل کریں جس میں رسالت کا اعتقاد بھی آگیا اور بقیہ احکام بھی آگئے ربط اوپر کا مضمون قصوں کے درمیان میں آگیا تھا آگے پھر قصوں کی طرف رجوع ہے و وہبنا لداؤد تا حسن ماب

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف)

أَوَّابٌ ۝۴۰ إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُفُ

بہت رجوع ہونے والے تھے (چنانچہ وہ قصہ انکا یاد کرنے کے قابل ہے)

الْجِيَادُ ۝۴۱

جبکہ شام کے وقت ان کے روبرو اخیل (اور) عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے

خواہ کوئی بھی سامان عطا کر دیجئے

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۵۰

آپ بڑے دینے والے ہیں

آپ کو اس دعا کا قبول کر لینا دشوار نہیں پس ان کی دعا قبول ہوئی

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً ۝

ہم نے ان کی دعا قبول کی اور (نیز) ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا اور وہ

حَيْثُ أَصَابَ ۝۳۶

ان کے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتے تھے نرمی سے چلتی

کہ اس کے بعد ان کو گھوڑوں کی ضرورت نہ رہی

وَالشَّيْطَانُ كُلُّ يَتَاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝۳۷ وَآخِرِينَ ۝

اور جنات کو بھی ان کا تابع بنادیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور غوطہ خوروں کو

مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝۳۸

بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں

غالباً خدمات سے گریز پر یہ سزا مقرر ہوگی

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ

(اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے خواہ (کسی کو)

حِسَابٍ ۝۳۹

دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں

یعنی جتنا سامان ہم نے آپ کو دیا ہے اس کا مالک بنادیا ہے خزانچی اور نگہبان نہیں بنایا جیسا کہ دوسرے بادشاہ ملکی خزانوں کے مالک نہیں ہوتے بلکہ منتظم ہوتے ہیں پس تم مالکانہ تصرفات کے مختار ہو مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو حقوق واجبہ کے چھوڑنے کا بھی اختیار ہو واذکر عبدنا ایوب تاذہ اواب

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ ۝۴۰

اور (علاوہ اس کے) ان کے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور نیک

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لَّأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي

انجامی ہے اور آپ ہمارے بندے (ایوبؑ کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے

مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۝۴۱

رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے

اس رنج و آزار کا بیان یہ ہے کہ احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایک بار شیطان طبیب کی شکل میں ایوب علیہ السلام کی بی بی کو راستہ میں ملا انہوں نے طبیب سمجھ کر ایوب علیہ السلام کے علاج کی اس سے درخواست کی اس نے کہا کہ اس شرط سے علاج کروں گا کہ اگر ان کی شفا ہو جائے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا انہوں نے ایوب علیہ السلام سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ بھلی مانس وہ تو شیطان تھا میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دے دے تو میں تجھ کو سونچیاں ماروں گا۔ کذا فی الدر۔ پس آپ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بی بی سے ایسی بات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہر میں موجب شرک ہے گو تاویل کے بعد شرک نہ ہو۔ آپ مرض زائل ہونے کی دعا پہلے بھی کرتے تھے مگر اس واقعہ سے اور زیادہ تضرع و زاری سے دعا کی کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی

أَرْكُضْ بِرَجُلِكَ ۝

اپنا پاؤں مارو

چنانچہ انہوں نے پاؤں مارا تو وہاں ایک چشمہ پیدا ہو گیا

هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝۴۲

یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا

یعنی اس میں غسل کرو اور پیو بھی چنانچہ نہانے اور پیا اور بالکل اچھے ہو گئے

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً

اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی (دیے)

مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِلْأُولَى الْأَنْبَابِ ۝۴۳

اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے

یعنی اہل عقل یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں اس کے بعد ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پورا کرنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ ان کی بی بی نے خدمت بہت کی تھی اور کوئی گناہ بھی ان سے سرزد نہ ہوا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے لئے ایک تخفیف کر دی۔

یعنی منتخب لوگوں میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ انبیاء تمام اولیاء و صلحاء سے افضل ہوتے ہیں۔

وَإِذْ كَرَّاسُوعِيلُ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ط

اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے

حضرت ذوالکفل کا قصہ سورہ انبیاء میں گزر چکا ہے اور الیسع علیہ السلام کو اول الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر اپنا نائب مقرر کیا تھا پھر ان کو نبوت عطا ہو گئی کذافی الروح ربط او پران قصوں سے پہلے تو حید و جزا و سزا و رسالت کے متعلق مجمل مضمون تھا آگے جزا و سزا کی کسی قدر تفصیل ہے۔ ہذا ذکر تا اہل النار

وَكُلٌّ مِّنَ الْاٰخِیَارِ ط هٰذَا ذِكْرٌ ط

اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا مراد انبیاء علیہم السلام کے قصے ہیں جن میں کافروں کے لئے مسئلہ رسالت ثابت کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے لئے عمدہ اعمال اور اخلاق جیلہ کی تعلیم ہے اب دوسرا مضمون جزا و سزا کے متعلق شروع ہوتا ہے

وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَّآبٍ ط جَنَّتِ

اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے

عَدْنٍ مَّفْتَحَةٍ لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ط

کے باغات جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے

بظاہر مراد یہ ہے کہ پہلے سے کھلے ہوں گے۔

مُتَّكِنِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ

وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں (جنت)

كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ط وَعِنْدَهُمْ قُصِرَاتُ

کے خادموں سے (بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان

الْظَّرْفِ اَنْرَابٍ ط

کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی

دنیا میں ہم عمر عورتوں کا بعض طبائع کا محبوب نہ ہونا بلکہ اپنے سے کم عمر کا محبوب ہونا اس لئے ہے کہ کم سن عورت میں حسن و جمال اور ناز و انداز

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِعْثًا

اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھاسینگلوں کا لو

جس میں سویتکیں ہوں

فَاَضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُطْ ط

اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس طرح سے قسم کا پورا ہو جانا ایوب علیہ السلام کے لئے مخصوص تھا اب اگر کوئی ایسی قسم کھائے تو بدون معنی عرفی کے واقع ہوئے پوری نہ ہوگی البتہ جہاں سزا دینا واجب نہ ہو وہاں قسم توڑ دینا جائز اور جہاں سزا دینا جائز نہ ہو وہاں قسم توڑ دینا واجب ہوگا اور اس قصہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ احکام میں ہر جگہ جیلہ جائز ہے بلکہ اس میں تو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جیلہ سے کسی شرعی حکمت اور غرض کا باطل کرنا مقصود ہو وہ حرام ہے اور جس میں یہ نہ ہو بلکہ کسی شرعی مطلوب کا حاصل کرنا مقصود ہو وہ جائز ہے آگے ایوب علیہ السلام کی تعریف ہے۔ واذکر عبدنا ابراہیم تا من الاخيار

اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ط نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ

بیشک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے

اَوَّابٌ ط وَاِذْ كُرِّعِدْنَا اِبْرٰهِيْمَ ط وَاِسْحٰقَ

اور ہمارے بندے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے

وَيَعْقُوْبَ اُولٰٓئِیْ اَلْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ط

جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے

یعنی ان میں عمل کی قوت بھی تھی اور علم کی بھی

اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرٰی الدَّارِیْ ط

ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یاد آخرت کی ہے

چنانچہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ صفت سب سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور شاید یہ اس لئے بڑھایا ہوتا کہ غفلوں کے کان ہوں کہ جب انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے تو ہم کس شمار میں ہیں۔

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفٰیْنَ الْاَخِیَارِ ط

اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں

ہوتی اور اس کی آؤ بھگت بھی کرتے یہ تو خود جہنمی ہے ان سے کیا امید اور ان کے آنے کی کیا خوشی اور اور کیا آؤ بھگت

قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ قَفَا لَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ

وہ (اتباع ان مقبوعین سے) کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (کیونکہ)

قَدْ مَثُوهٌ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے سو (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے

کیونکہ تم ہی نے ہم کو بہکایا تھا جو تمہاری بدولت ہمارے آگے آیا اس کے بعد جب ان میں ہر شخص دوسرے پر الزام رکھنے لگے گا تو اس وقت ماتحت لوگ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر حق تعالیٰ سے عرض معروض کریں گے

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فِرْدَوْهُ عَذَابًا

دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو ہمارے آگے

ضَعُفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى

لایا ہوا اس کو دوزخ میں دو ناعذاب دیکھ اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان

رَجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے

یعنی مسلمان لوگ جن کو ہم برا اور حقیر سمجھتے تھے جہنم میں کیوں نظر نہیں آتے

أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ

کیا ہم نے ان لوگوں کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں

الْأَبْصَارُ ﴿۶۳﴾

چکرار ہی ہیں

یعنی کیا وہ واقع میں برے نہ تھے اس لئے دوزخ میں نہیں آئے یا جہنم میں موجود ہیں مگر ہماری نظر ان پر نہیں جمی غرضکہ عذاب کے ساتھ ایک اور حسرت ان کو ہوگی ربط اور جزا و سزا کی تفصیل مذکور ہوئی ہے آگے نبوت اور توحید کا مضمون ہے اور چونکہ توحید کی تحقیق رسالت سے خوب ہوتی ہے اس لئے زیادہ کلام رسالت ہی کے متعلق ہے۔ قل انما انا منذر تا لذلیر مبین

إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقُّ تَخَاصُّمِ أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے آپ کہہ

زیادہ ہوتا ہے اور چونکہ حوروں میں یہ صفات کامل درجہ میں ہوں گی اس لئے ان کا ہم عمر ہونا محبوبیت سے مانع نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ موانست کا ذریعہ ہوگا اور یہ ہم عمری زمانہ کے اعتبار سے نہ ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ شکل و شمائل اور ظاہری صورت میں سب ہم عمر معلوم ہوں گی

هَٰذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۶۵﴾ إِنَّ هَٰذَا

(اے مسلمانو!) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا

لِرِزْقِنَا مَالَهُ مِنْ تَفَادٍ ﴿۶۶﴾ هَٰذَا ط

جاتا ہے بے شک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم بھی نہیں یہ بات تو ہو چکی جو نیک بندوں کے متعلق تھی آگے بد بختوں کے متعلق مضمون ہے۔

وَإِنَّ لِلظَّالِمِينَ لَشَرَّ مَا بٍ ﴿۶۷﴾

اور سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے

سرکشوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر میں سردار تھے۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْبِهَادُ ﴿۶۸﴾ هَٰذَا ط

یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی

فَلِيدٌ وَقُوَّةٌ حَبِيمٌ ﴿۶۹﴾ وَغَسَاقٌ ﴿۷۰﴾ وَآخِرُ مِّنْ

اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں گے اور (اس کے علاوہ) اور بھی اسی قسم

شَكْلُهُ أَرْوَاجٌ ﴿۷۱﴾ ط

کی (ناگوار) طرح طرح کی چیزیں ہیں

اور جو لوگ ان سرداروں کے تابع تھے ان کے لئے بھی یہی چیزیں ہیں گو مقدم و موخر اور کم زیادہ ہونے کا تفاوت ہو مگر عذاب میں سب شریک ہوں گے چنانچہ سرداروں کے داخل ہونے کے بعد جب ان کے ماتحت لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو ان میں حسب ذیل گفتگو ہوگی (ترجمہ دیکھو)

هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهُمْ ط

یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ (عذاب میں شریک ہونے کے لئے)

إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۷۲﴾

دوزخ میں گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آرہے ہیں

یعنی کوئی ایسا آتا جو مستحق عذاب نہ ہوتا تو اس کے آنے سے خوشی بھی

جھگڑے سے پاک ہیں خلاصہ یہ کہ مجھ کو عالم بالا کی باتوں کا کسی ذریعہ سے بھی علم نہ تھا کیونکہ اطلاع کا ذریعہ یا مشاہدہ ہوتا ہے سو مشاہدہ مجھے حاصل نہیں یا کسی سے سنا سنا ہوتا ہے سو اہل کتاب سے میرا اختلاط نہیں جو ان سے اس قسم کی باتیں سن لیتا پس ایک یہی صورت متعین ہے کہ حق تعالیٰ میرے پاس وحی بھیجتے ہیں جس سے مجھ کو عالم بالا کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

إِنْ يُوْحَىٰ إِلَىٰ إِلَّا أَنبَأَ أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٥﴾

میرے پاس (جو وحی آتی ہے تو محض) اس سبب سے آتی ہے کہ میں (مخائب اللہ) صاف صاف ڈرانے والا (کر کے بھیجا گیا) ہوں

یعنی مجھ کو پیغمبری ملی ہے اس لئے مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے پس واجب ہے کہ تم میری رسالت کی تصدیق کرو ربط اوپر ملاء اعلیٰ کی گفتگو بذریعہ وحی معلوم ہونے سے رسالت پر استدلال کیا گیا تھا آگے آدم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے جس میں فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض معروض کی تھی اور گو اس قصہ میں وہ گفتگو مذکور نہیں لیکن اسی گفتگو کے زمانہ کے واقعات مذکور ہیں اذ قال تا منهم اجمعین

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا

جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان

مِّنْ طِينٍ ﴿٤٦﴾

(یعنی انسان کے پتلے کو) بنانے والا ہوں

تو اس وقت ملائکہ نے حق تعالیٰ سے وہ گفتگو کی تھی ف آدم علیہ السلام کی پیدائش کا مادہ کہیں گار اٹھایا گیا ہے کہیں مٹی کہیں کھنکھاتی پختہ مٹی تو اس میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ وہ پہلے مٹی ہی تھی پھر اس کا گار بنایا گیا پھر وہ پختہ ہو گئی تھی تو کہیں پہلی حالت بتلا دی کہیں پچھلی

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي

سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب

فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ﴿٤٧﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ

اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے) اس کو بنالیا تو سارے کے سارے

أَجْمَعُونَ ﴿٤٨﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ

فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ صٰٓلِحٌ

دیکھئے کہ میں تو تم کو (عذاب خداوندی سے) ڈرانے والا ہوں

پس تم جو رسالت اور توحید کے مسئلہ میں مخالفت اور انکار کرتے ہو تو تمہارا ہی نقصان ہے میرا کچھ ضرر نہیں آگے بتلاتے ہیں کہ جیسا میرا رسول اور ڈرانے والا ہونا واقعی ہے اسی طرح توحید بھی حق ہے۔

وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٤٩﴾

اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ)

الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٥٠﴾

زبردست بڑا بخشنے والا ہے

اور چونکہ توحید کو وہ لوگ کسی درجہ میں مانتے بھی تھے اور رسالت کے بالکل ہی منکر تھے اس لئے آگے رسالت کی زیادہ کی تحقیق فرماتے ہیں

قُلْ هُوَ نَبُوًّا عَظِيمٌ ﴿٥١﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ

آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے جس سے

مُعْرِضُونَ ﴿٥٢﴾

تم (بالکل) ہی بے پروا ہو رہے ہو

یعنی حق تعالیٰ کا مجھے توحید وغیرہ کی تعلیم کے لئے رسول بنانا ایک عظیم الشان بات ہے جس کا تم کو بڑا اہتمام چاہئے تھا مگر افسوس کہ تم اس کی پرواہ نہیں کرتے اور اس کے عظیم الشان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی سعادت کا حاصل ہونا بدون اس کے اعتقاد کے محال ہے آگے رسالت ثابت کرنے کے لئے ایک دلیل بیان فرماتے ہیں

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِذْ يُخْتَصِمُونَ ﴿٥٣﴾

مجھ کو عالم بالا (کی بحث و گفتگو) کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ (تخلیق آدم کے بارے میں) جھگڑا کر رہے تھے

یعنی آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارہ میں حق تعالیٰ سے اپنی تسلی کے لئے گفتگو کر رہے جیسے شاگرد استاد سے سوال کیا کرتا ہے اس گفتگو کو مجازاً جھگڑنا کہہ دیا کیونکہ ظاہر صورت اسی کے مشابہ تھی ورنہ حقیقت میں ملائکہ

مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۴۷﴾ قَالَ لَا يَلِيْسُ مَا مَنَعَكَ

ہو گیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے بلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا

یعنی جس کے پیدا کرنے کی طرف عنایت ربانی خاص طور پر متوجہ ہوئی یہ تو اس کی فی نفسہ بزرگی ہے پھر اس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا یہ اس کی مزید کرامت ہے۔

أَنْ تَسْجُدَ لَهَا خَلَقْتُ يَدَيَّ ط أَسْتَكَبَرْتَ

اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع

أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿۴۸﴾

میں بڑا نہیں ہے) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے) بڑے درجہ والوں میں ہے

جس کی وجہ سے تجھ کو سجدہ کا حکم کرنا ہی زیبا نہ تھا

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ط خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ

کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ

مِنْ طِينٍ ﴿۴۹﴾

نے مجھ کو نار سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا ہے

پس مجھ کو یہ حکم دینا کہ اس کے سامنے سجدہ کروں حکمت کے خلاف ہے

قَالَ فَأَخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَاجِمٌ ط

ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود

وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۵۰﴾

ہو گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک

اور اس کے بعد رحمت ہونے کا احتمال ہی نہیں۔

رابطہ: اوپر سورت کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس سورت کا حاصل

رسالت کا اثبات ہے جس پر مناظرانہ طرز سے کلام ہو چکا ہے اب ناصحانہ

طریق سے اسی پر سورت کا خاتمہ فرماتے ہیں۔ قل ما اسئلكم تا بعد حين

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿۵۱﴾

کہنے لگا کہ پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا (کہ جب تو

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۵۲﴾ إِلَى

مہلت مانگتا ہے) تو (جا) تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک مہلت دی گئی ہے۔

يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۵۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ

کہنے لگا (جب مجھ کو مہلت مل گئی تو (مجھ کو بھی) تیری عزت کی قسم کہ میں ان

لَا غُورِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۲﴾

سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿۵۳﴾ قَالَ

ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہا

فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿۵۴﴾ لَا مَلَأَنَّ جَهَنَّمَ

کرنا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے

مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۵﴾

ان سے سب سے دوزخ کو بھر دوں گا آپ کہہ دیجئے کہ میں

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا

تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں

مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۵۶﴾

بناوٹ کرنے والوں میں ہوں

یعنی آپ نے ان کو میرے اثر سے محفوظ رکھا ہے۔

کہ بناوٹ کی راہ سے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور کسی دوسرے کے کلام کو

خدا کا کلام کہہ دیا ہو ایسا ہرگز نہیں کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اس کا منشا یا

کوئی ذاتی نفع ہوتا جس کو اجر کہا گیا ہے یا کوئی طبعی عادت ہوتی جس کو

تکلف کہا گیا ہے سو مجھ میں یہ دونوں باتیں نہیں

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۵۷﴾

یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) بس دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے

جس کے پہنچانے کے لئے مجھ کو نبوت ملی ہے اور اس میں سراسر تمہارا

ہی نفع ہے اور اگر حق واضح ہو جانے کے بعد بھی نہیں مانتے تو خود بھگتو گے

وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿۵۸﴾

اور تمہوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی مرنے کے

ساتھ ہی) حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا

اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ

نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ

ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بناویں

یعنی ہماری حاجات و عبادات کو خدا کے حضور میں پیش کریں جیسا کہ دنیا میں سلاطین کے دربار میں وزراء اسی کام کے ہوتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ

تو ان کے (اور ان کے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت

يَخْتَلِفُونَ ۚ

کے روز) اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا

کہ اہل توحید کو جنت میں اور اہل شرک کو دوزخ میں داخل کر دے گا مطلب یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کے نہ ماننے پر غم نہ کریں ان کا فیصلہ وہاں ہوگا اور اس پر بھی تعجب نہ کریں کہ باوجود دلائل قائم ہونے کے یہ لوگ راہ حق پر کیوں نہیں آتے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفَّارٌ ۝

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولا) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو

یعنی منہ سے اقوال کفریہ بکتا ہو اور دل سے کفریہ عقائد پر جما ہوا ہو اس سے باز آنے اور حق طلب کرنے کا قصد ہی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا اور چونکہ مشرکین میں بعضے خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے جیسے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے تو آگے ان کا رد کرتے ہیں۔

لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ

اگر (بالقرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی

مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ لَا

مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا

یعنی اگر خدا کسی کو اپنی اولاد بناتا تو وہ مخلوق ہی میں سے کوئی ہوتا کیونکہ خدا کے سوا سب مخلوق ہیں اور ظاہر ہے کہ مخلوق خالق کی جنس نہیں

اور اس کا انکار کرنا غلط تھا مگر اس وقت معلوم ہونے سے کچھ نفع نہیں ہوگا ف اس سورت میں قرآن کی تین جگہ مدح ہے اور تینوں جگہ اس کو ذکر (یعنی نصیحت) فرمایا ہے ایک تو شروع میں والقرآن ذی الذکر دوسرے وسط میں لیتذکر اولوالالباب تیسرے آخر میں ذکر للعلمین

سورة الزمر مكية الا قوله تعالى قل يعبادي الالية

وايها خمس او اثنان و سبعون كذا في البيضاوي

رابط: جیسے پہلی سورت میں زیادہ مضامین رسالت کے متعلق تھے اس سورت میں زیادہ توحید کے متعلق ہیں اور بقیہ مضامین اس کے تابع ہیں جیسے قرآن کی حقانیت جس سے یہ سورت شروع ہوئی ہے اور پہلی سورت اسی مضمون پر ختم ہوئی تھی پس دونوں کا آغاز و انجام بھی مناسب ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم . تنزيل الكتاب تا فاني تصرفون

(۳۹) سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹)

سورة زمر کے میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم کرنے والے ہیں

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ①

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے

غالب ہونے کا مقتضایہ تھا کہ جو اس کی تکذیب کرے اس کو سزا دی جائے مگر چونکہ وہ حکیم بھی ہے اور مہلت دینے میں مصلحت تھی اس لئے سزا میں مہلت دے رکھی ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ

ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ (قرآن

اللَّهُ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ②

کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے

جیسا کہ اب تک کرتے رہے اور جب آپ پر بھی عبادت اور خالص اعتقاد واجب ہے تو اوروں پر کیوں نہیں واجب ہوگا۔

أَلِلِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ③

یاد رکھو عبادت جو کہ (شرک سے) خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے

یعنی توحید کا اعتقاد سب پر واجب ہے

یعنی اول آدم علیہ السلام کو تنہا پیدا کیا پھر ان کے کسی عضو سے حوا کو پیدا کیا جس کی تفصیل سورہ نساء کے شروع میں گزر چکی ہے پھر ان سے تمام آدمی پھیل گئے۔

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَّةً أَزْوَاجًا ط

اور (بعد اس حدیث کے) تمہارے (نفع بقا کیلئے) آٹھ نر مادہ چار پایوں کے پیدا کئے

جن کی تفصیل آٹھویں پارہ کے ربع پر گزر چکی ہے اور ان آٹھ نر مادہ کو خصوصیت سے شاید اس لئے بیان کیا کہ یہ زیادہ کام آتے ہیں آگے نسل انسانی کے پیدا ہونے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ

وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت

بَعْدَ خَلْقٍ

پر بناتا ہے

یعنی یکے بعد دیگرے مختلف کیفیات پر بناتا ہے کہ اول نطفہ ہوتا ہے پھر علقہ پھر مضغہ لے آخرہ

فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ط

تین تاریکیوں

ایک تاریکی پیٹ کی دوسری رحم کی تیسری اس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے پس ان مختلف کیفیتوں پر پیدا کرنا کمال قدرت کی دلیل ہے

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط لَا إِلَهَ إِلَّا

میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت

هُوَ فَآتَىٰ تَصَرُّفُونَ ۝

نہیں سو (ان دلائل کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو

بلکہ واجب ہے کہ توحید کو قبول کرو اور شرک کو چھوڑو ربط اور پر توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا آگے کفر و شرک کی قباحت اور کفار کی مذمت اور کفر پر دھمکی اور ایمان کا پسندیدہ ہونا اور مخلص مسلمانوں کی مدح اور ان کے لئے زائد لطف کا وعدہ مذکور ہے ان تکفروا تا بغیر حساب

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قَف

اگر تم کفر کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا (تمہاری عبادت کا) حاجت مند نہیں

سُبْحَنَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے

اور اولاد کا غیر جنس ہونا بڑا عیب ہے اس لئے مخلوق میں سے کسی کا خدا کی اولاد ہونا محال ہے پس شرک کی یہ صورت بھی باطل ہوگئی اور توحید ثابت ہوگئی یعنی نہ اس وقت کوئی اس کا شریک ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے کیونکہ شریک ہونے کی صلاحیت کسی میں جب ہوتی جب کوئی ویسا ہی زبردست ہوتا حالانکہ ایسا کوئی نہیں آگے توحید کے دلائل بیان فرماتے ہیں

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ط يُكْوِّرُ

اس نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات (کی ظلمت) کو دن

الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ

(کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے

جس سے دن غائب اور رات موجود ہو جاتی ہے

وَيُكْوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الْيَلِ

اور دن (کی روشنی) کو رات پر لپیٹتا ہے

جس سے رات غائب اور دن موجود ہو جاتا ہے

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ

اور اس نے ایک سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ (ان میں سے) ہر ایک

مُسَمًّى ط ۝

وقت مقرر تک چلتا رہے گا یاد رکھو کہ وہ زبردست بڑا بخشنے والا (بھی) ہے

یعنی دلائل کے بعد توحید کے انکار سے عذاب کا اندیشہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر بھی ہے کیونکہ وہ زبردست ہے لیکن اگر انکار کے بعد کوئی پھر توحید کو مان لے تو پہلے انکار پر عذاب نہ دے گا کیونکہ وہ بخشنے والا بھی ہے اس میں توحید کی رغبت دلائی اور شرک سے ڈرایا آگے دوسرے دلائل سے توحید کو ثابت کرتے ہیں۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ط ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا

اس نے تم لوگوں کو تن واحد (یعنی آدم) سے پیدا کیا پھر اسی سے

زَوْجَهَا

اس کا جوڑا بنایا

یعنی تم نے شرک و کفر کا باطل ہونا تو سن لیا اس کے بعد بھی اگر کفر و شرک کرو گے تو خدا تعالیٰ کا تمہاری عبادت اور توحید اختیار نہ کرنے سے کوئی ضرر نہیں۔

وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا

کیونکہ کفر سے بندوں کو ضرر پہنچتا ہے

وَأِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ

اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے

کیونکہ اس میں تمہارا نفع ہے باقی اس کا کوئی نفع نہیں اور شکر کی بڑی فرد ایمان ہے کہ اسی پر شکر کی تمام صورتیں موقوف ہیں پس تم کو ایمان لانا چاہیے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ کوئی شخص کفر کر کے یوں نہ سمجھے کہ میرا کفر دوسرے کے نامہ اعمال میں کسی وجہ سے درج ہو جائے گا اور میں بری ہو جاؤں گا یا تو اس وجہ سے کہ میں دوسروں کا متبع ہوں خواہ اپنے زمانہ والوں کا یا پہلے باپ دادوں کا یا اس وجہ سے کہ دوسرے میرا بوجھ اٹھانے کا وعدہ کر رہے ہیں جیسا کہ بعض کفار کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے گناہ اپنے سر دھریں گے غرض یہ نہ ہوگا بلکہ تمہارا کفر تمہارے ہی نامہ اعمال میں لکھا جاوے گا۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ

اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھاتا پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو

مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

لوٹ کر جانا ہے سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال بتلا دے گا

اور سزا دے گا پس یہ گمان بھی غلط ہے کہ ان اعمال کی پیشی کا وقت نہ آئے گا۔

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے

پس یہ گمان بھی مت کرنا کہ ہمارے کفر کی شاید اس کو اطلاع نہ ہو جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ بعض لوگوں میں گفتگو ہوئی کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہے یا نہیں کسی نے کچھ جواب دیا اور کسی نے کچھ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وما کنتم تشعرون ان يشهد الخ

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ عَارِبَهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ

اور مشرک آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف

رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے

اور اس کے سوا سب معبودوں کو بھول جاتا ہے

ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے پاس سے نعمت دامن و آرائش عطا فرمادیتا ہے تو

يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا

جس کے لئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک

لَيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ

بنانے لگتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے

اور اگر اس مصیبت کو پیش نظر رکھتا تو خالص توحید جو اس سے پیدا ہوگئی تھی باقی رہتی یہ تو شرک کی مذمت ہوگئی آگے دھمکی ہے۔

قُلْ تَتَّبِعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ

آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ

أَصْحَابِ النَّارِ

لے (پھر آخر کار) تو دوزخیوں سے ہونے والا ہے

آگے توحید والوں کی مدح اور بشارت ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا

بجلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ و قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو

حالانکہ رات کا وقت عموماً غفلت کا ہوتا ہے۔

يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ

آخرت سے ڈرتا رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو

مشرک مذکور کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ عبادت اور سجدہ و قیام کرنے والا اچھا ہے اور مشرک جو مطلب نکال لینے کے بعد توحید کو چھوڑ دیتا ہے برا ہے اور چونکہ ان عبادات کے چھوڑنے کو کفار برا نہ سمجھتے تھے اس لئے اس تفاوت کی بناء پر اپنے برے ہونے اور مسلمانوں کے اچھے ہونے میں ان کو کلام ہو سکتا تھا اس لئے آگے زیادہ واضح عنوان سے اس حکم کو ثابت فرماتے ہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں

رابطہ: اوپر کفر و شرک کا ناپسندیدہ اور موجب عذاب ہونا مذکور تھا
آگے صراحتاً ایمان کا حکم فرماتے ہیں اور کفر و شرک سے اشارۃً منع فرماتے
ہیں قل انی امرت تا الميعاد

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (مجاہد اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح

الدِّیْنِ ۱۱

عبادت کروں کہ عبادت کو ان کے لئے خاص رکھوں

یعنی اس میں شرک کا شائبہ نہ ہو

وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ۱۲

اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اس) امت کو (لوگوں میں) سب
مسلمانوں سے اول میں ہوں

اور ظاہر ہے کہ نبی کا احکام قبول کرنے میں سب سے اول ہونا ضروری ہے۔

قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ عَذَابَ

(آپ یہ بھی کہہ دیجئے) اگر (باقرض محال میں) اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو

یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۱۳

میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں

مطلب یہ کہ توحید خالص کا واجب ہونا اور اس کے چھوڑنے پر عذاب
کا مستحق ہونا ایسا ہے کہ اس قاعدہ سے نبی معصوم بھی مستثنیٰ نہیں حالانکہ اس
میں معصیت کا احتمال ہی نہیں تو غیر معصوم تو کس شمار میں ہیں

قُلْ اللّٰهُ اَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِیْنِیْ ۱۴

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں
کہ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھتا ہوں

یعنی جس بات کا مجھ کو حکم ہوا ہے جس کا ذکر ابھی ہوا ہے میں تو اسی پر
کار بند ہوں کہ میری عبادت میں شرک کا شائبہ بھی نہیں پس تم کو بھی ایسی
ہی خالص عبادت اختیار کرنا چاہئے لیکن اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ ط

سو خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی عبادت کرو

قیامت کے دن اس کا نقصان معلوم ہو جائے گا۔

چونکہ جہل کو ہر شخص برا سمجھتا ہے اس کے جواب میں ان کی طرف سے
بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ جہل والے برے ہیں اب یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ
جاہل کون ہے سو یہ بات ذرا سے تامل سے معلوم ہو سکتی ہے کہ صاحب علم
وہ ہے جو عمل بھی کرتا ہے اور جو عمل سے اعراض کرے وہ جاہل ہے۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَكَّرْ اُولُوْا

وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں

الْاَلْبَابِ ۱۵ قُلْ یَعْبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

(آپ) مومنین کو میری طرف سے کہیے کہ اے ایمان والے بندو تم اپنے

اتَّقُوا رَبَّکُمْ ط

پروردگار سے ڈرتے رہو

یعنی ہر چند کہ اس بیان سے کفر اور اہل کفر کا برا ہونا اور ایمان اور اہل
ایمان کا اچھا ہونا ثابت ہو گیا لیکن پھر بھی ہر شخص اس سے متنبہ نہیں ہوتا بلکہ
جن کی عقل سلیم ہے وہی اس سے نصیحت لیتے ہیں اور جب ایمان و اطاعت
والوں کا عند اللہ اچھا ہونا معلوم ہو گیا تو آگے اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں
یعنی طاعت پر دوام اور گناہوں سے پرہیز کرو کہ یہ سب تقویٰ کی
شاخیں ہیں آگے اس کا ثمرہ مذکور ہے۔

لِّلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ہٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَہٗ ط

جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے
آخرت میں تو ضرور ہی اور دنیا میں دل کی راحت ضرور حاصل ہوتی ہے۔
اور کبھی ظاہر میں بھی راحت میسر ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر تم کو وطن میں
رہ کر نیک کام کرنے سے کوئی روکے تو ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ۔

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاَسْعَہٗ ط

اور اللہ کی زمین فراخ ہے

آگے فرماتے ہیں کہ اگر وطن چھوڑنے میں کچھ تکلیف پہنچے تو اس میں
استقلال سے کام لو۔

اِنَّمَا یُوْفِی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَہُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۱۶

مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا

بے شمار کا مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ ملے گا کیونکہ اشیاء کا متناہی ہونا ثابت ہے۔

قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں

وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

سے اور اپنے متعلقین سے قطعاً قیامت کے روز خسارہ میں پڑے

یعنی نہ اپنی جان سے ان کو نفع حاصل ہوا کہ رحمت اور نجات نصیب ہوتی اور نہ اپنے متعلقین سے نفع حاصل ہوا کیونکہ اگر متعلقین نجات پانے والے ہوئے تب تو وہ ان سے دور ہی رہیں گے اور اگر ان کے گمراہ کرنے سے وہ بھی نجات سے محروم ہوئے تب بھی دوزخ میں ساتھ ہونا کچھ نفع نہیں دے سکتا۔

أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ

یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہی ہے

جو قیامت کے دن واقع ہو جو کہ فیصلہ کا آخری دن ہے آگے اس خسارہ کی کیفیت ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن

ان کے لئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی

تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَهُ

آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے

اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتلاتا ہے کہ وہ دین حق پر عمل کرنا ہے۔

يُعْبَادُ فَاتَّقُوا

اے میرے بندو مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو

اور دین حق پر عمل کرو یہ تو کفار و مشرکین کا حال ہوا آگے مسلمانوں کا حال مذکور ہے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ

اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے)

اور غیر اللہ کی عبادت کو شیطان کی عبادت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں شیطان کی کامل اطاعت کی جاتی ہے اور یہی حقیقت ہے عبادت کی

أَنْ يَّعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ

اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوش خبری سنانے کے ہیں

فَبَشِّرْ عِبَادِ

سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے

جو شیطان کی عبادت سے بچتے اور خدا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے صفات سے بھی موصوف ہیں جن کا آگے ذکر ہے۔

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ

جو اس کلام (الہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں اور قرآن کے تمام احکام اچھے ہی ہیں چنانچہ آگے احسن الحمدیث فرمایا ہے پس مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کی سب باتوں پر عمل کرتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْوَلَا

یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو

الْأَلْبَابِ

اہل عقل ہیں

سوان کو بشارت سنا دیجئے اور جس بات کی بشارت ان کے لئے ہے اس کا ذکر لیکن الذی اتقوا میں آگے آتا ہے اور درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے کفار و مشرکین کے ایمان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار سے باہر ہونا بیان فرماتے ہیں۔

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ

بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے

تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ

شخص کو جسے (علم الہی میں) دوزخ ہی میں جانا ہے چھڑا سکتے ہیں

یعنی جو دوزخ میں جانے والے ہیں وہ آپ کی کوشش سے بھی گمراہی سے نہ نکلیں گے تو افسوس و غم بے فائدہ ہے۔

لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے

اس لئے ان پر عذاب کی بات محقق نہیں ہوئی اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی اور بھی بہت سی صفات اوپر گزر چکی ہیں۔

لَهُمْ عَرْفٌ مِّنْ فَوْقِهَا عَرْفٌ مَّبْنِيَّةٌ لَا تَجْرِي

ان کے لئے (جنت کے) بالا خانے (ہیں) جن کے اوپر اور بالا خانے ہیں

رابطہ : اوپر حق کا اثبات اور باطل کا ابطال نہایت شافی کافی بلیغ طرز سے مذکور ہو چکا ہے آگے ان بیانات سے بعض کا متاثر ہونا اور بعض کا متاثر نہ ہونا بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا بیان اگرچہ نہایت بلیغ اور موثر ہے مگر پھر بھی سننے والوں میں باہم بہت تفاوت ہے سب یکساں نہیں ہیں افمن شرح تا من ہاد

أَفَمِنْ شَرَحِ اللَّهِ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا
یعنے اسلام کے حق ہونے کا اسے یقین آ گیا۔

قَهُوْ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَّيِّهِ ط

اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے

یعنی یقین لاکر اسی کے موافق عمل کر رہا ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ

کیا وہ شخص اور اہل فساد ویرا ہیں

اہل قساوت کا ذکر آگے آتا ہے

قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ

سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے

یعنی خدا کے وعدوں اور احکام پر ایمان نہیں لاتے۔

أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾

ان کے لئے بڑی خرابی ہے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں

یعنی آخرت میں ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور دنیا میں کھلی گمراہی میں گرفتار ہیں آگے اس نور اور ذکر کا بیان ہے۔

اللَّهُ نَزَلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا

اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ

مَشَانِي صَلَّ

باہم ملتی جلتی ہے

یعنی اس کی عبادت کا اعجاز اور بلاغت اول سے آخر تک یکساں ہے کسی جگہ کلام کی شوکت اور بلاغت و فصاحت کم نہیں ہوئی اسی طرح اس کے معانی بھی صحت و خوبی میں سب برابر ہیں اس میں کوئی مضمون کمزور نہیں۔

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ

جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ

الْبَيْعَادَ (٢٠)

کیا ہے اور اللہ وعدہ میں خلاق نہیں کرتا

پس ضرور ان کو یہ سب کچھ ملے گا ربط اور ان چیزوں کا بیان تھا جو ایمان پر آمادہ کرنے والی ہیں یعنی آخرت کا لازوال ثواب و عذاب آگے ایمان سے روکنے والی چیزوں کو رفع کرتے ہیں یعنی دنیا کا جلدی فنا ہو جانا بتلا کر اس میں انہماک سے منع فرماتے ہیں۔ الم تر تا اولی الالباب

الْمُتَرَّانَ اللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ

(اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان

يَنَابِيعُ فِي الْأَرْضِ

سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیتا ہے

یعنی زمین کے اس حصہ میں پہنچا دیتا ہے جہاں سے پانی ابل کر کنوؤں اور چشموں کی صورت میں نکلتا ہے اور چشموں اور کنوؤں میں پانی کا جمع ہونا دو سبب سے ہوتا ہے ایک یہ کہ زمین کی سردی سے بخارات پانی بن جاتے ہیں دوسرے بارش کا پانی زمین کے مسامات میں پیوست ہو کر سمٹ کر جمع ہو جاتا ہے اس آیت میں ایک کا ذکر ہے اور دوسرے کا انکار نہیں پس آیت کو فلسفی مسئلہ سے کوئی تعارض نہیں

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ

پھر (جب وہ ابلتا ہے) اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف

يَهِيْجُ فِتْرَتَهُ مُصَفَّرًا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ط

قسمیں ہیں پھر وہ کہیتی خشک ہو جاتی ہے سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ)

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لَأُولَى الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾

اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے

کہ بعینہ یہی حالت انسان کی دنیوی زندگی کی ہے کہ آخر کار سب کو فنا ہونا ہے پھر اس میں منہمک ہو کر ہمیشہ کی راحت سے محروم رہنا اور دائمی مصیبت سریر لینا نہایت حماقت ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ

بار بار دہرائی گئی ہے

جس میں علاوہ اس فائدہ کے کہ مخاطب کے دل میں بار بار بیان کرنے سے مضمون پختہ ہو کر جم جاتا ہے ہر جگہ خاص خاص باریکیاں اور لطائف بھی ملحوظ ہوتے ہیں جس سے تکرار محض نہیں رہتا اور قرآن میں بعض مضامین کا بار بار دہرانا دلیل ہے اس کے کمال ہدایت پر مشتمل ہونے کی اور غایت درجہ بلیغ ہونے کی کیونکہ ایک بات کے بار بار دہرانے سے انسان کا کلام فصیح و بلیغ و شیریں نہیں رہتا اور اس سے طبیعت اکٹا جاتی ہے پس یہ قرآن کا کھلا معجزہ ہے کہ تکرار مضامین سے اس کی بلاغت و شوکت میں کچھ بھی تفاوت نہیں ہوا اور اس کے ساتھ اس کی حلاوت زیادہ ہی ہو گئی۔

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں

مطلب یہ ہے کہ ڈر جاتے ہیں خواہ وہ خوف دل ہی میں رہے بدن پر اس کا اثر نہ آوے اور اگرچہ وہ خوف عقلی و ایمانی ہو یا طبعی اور روحانی

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

ان کے دل پھر نرم اور (منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں

یعنی ذکر ان اعمال کو توجہ سے بجالاتے ہیں جو کہ اعضاء اور دل کے متعلق ہیں۔

ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ

یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے

جیسا کہ ڈرنے والوں کا حال ابھی سنایا گیا۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ

اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں

جیسا کہ سنگ دلوں کا حال ابھی سنایا گیا ربط اوپر ڈرنے والوں اور سنگ دلوں کی حالت میں باعتبار اثر قبول کرنے اور نہ کرنے کے تفاوت مذکور تھا۔ آگے انجام کے اعتبار سے دونوں میں تفاوت بتلاتے ہیں۔

افمن يتقى تا لو كانوا يعلمون

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ

بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی

الْقِيَامَةِ

پہر بنائے گا

پہر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی عادت ہے کہ جب کوئی اس پر وار کرتا ہے تو وہ ہاتھ پر روکتا ہے مگر وہاں ہاتھ پاؤں تو جکڑے ہوں گے اس لئے سارا عذاب منہ ہی پر لے گا نعوذ باللہ من غضب اللہ

وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ

اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔ تو کیا

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَهُمُ الْعَذَابُ

یہ (مغذب) اور جوابیہ نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ

انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سوال پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان

الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

کو خیال بھی نہ تھا سوال اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا

کہ زمین میں دھنس کر یا مسخ ہو کر یا آسمانی پتھروں کی مار کھا کر تمام عالم میں بدنام ہوئے پس کفار ان عذابوں کو سنکر انکار نہ کریں کیونکہ انکار اور اس کا انجام پہلے بہت کچھ ہو چکا ہے۔ ربط اوپر قرآن سے بعض کا متاثر ہونا اور بعض کا متاثر نہ ہونا بتلا چکے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ قرآن تو فی نفسہ اسی قابل ہے کہ اس کا اثر قبول کیا جائے حاصل یہ ہے کہ تفاوت باعتبار مخاطب کی استعداد کے ہے ورنہ قرآن کے موثر ہونے میں کچھ کمی نہیں۔ ولقد ضربنا تا يتقون

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ مَلَوْكَانُوا

اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا (اور سخت) ہے کاش یہ لوگ سمجھ

يَعْلَمُونَ

جانتے اور ہم نے لوگوں کو (ہدایت) کے لئے اس قرآن میں ہر قسم

هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

کے (ضروری) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں

يَتَذَكَّرُونَ

جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں

شخص سے تعلق ہے پس پہلی مثال مشرک کی ہے کہ ہمیشہ ڈانواں ڈول رہتا ہے کبھی غیر اللہ کی طرف دوڑتا ہے کبھی خدا کی طرف پھر کبھی غیر اللہ میں بھی کسی ایک پر اطمینان نہیں ہوتا کبھی کسی طرف رجوع کرتا ہے کبھی کسی کی طرف

الْحَمْدُ لِلَّهِ ج

الحمد لله

چونکہ وہ لوگ بھی اس کے سوا کچھ جواب نہیں دے سکتے تھے جس سے حجت کا لازم ہونا ثابت ہو گیا اس لئے خود ہی فرماتے ہیں کہ الحمد للہ حق ثابت ہو گیا مگر پھر بھی یہ لوگ قبول نہیں کرتے۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۲۹

بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں

کیونکہ سمجھنے کا قصد ہی نہیں کرتے ربط اور جب ہر پہلو سے بحث کا فیصلہ ہو گیا اور سرکشوں نے اس فیصلہ کو قبول نہ کیا تو آگے قیامت کا فیصلہ بیان فرماتے ہیں جو کہ آخری فیصلہ ہوگا جس سے کوئی سرتابی نہ کر سکے گا۔

انک میت تا تختصمون

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۳۰ ثُمَّ إِنَّكُمْ

آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدّمات اپنے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ۳۱

رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جاوے گا) پس اگر دنیا میں یہ لوگ اس عقلی فیصلہ کو نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں۔

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۲۸

(اور) تاکہ یہ لوگ ڈریں

یعنی قرآن میں یہ مضامین اس لئے لائے گئے ہیں تاکہ ان سچے اور بلند مضامین کو سن کر خدا کا خوف کریں غرض کتاب ہدایت ہونے کے لئے جن صفات کمال کی ضرورت تھی قرآن میں وہ سب جمع ہیں چنانچہ عمدہ مضامین ہونا پھر عربی ہونا جس کو اہل عرب بلا واسطہ سمجھ سکتے تھے کیونکہ وہ پہلے مخاطب ہیں پھر ان کے ذریعہ سے دوسروں کو سمجھ لینا آسان ہے پھر کسی مضمون میں کسی قسم کا خلل نہیں لیکن اگر ان ہی کی استعداد فاسد تو کیا کیا جاوے ربط اور پر مومن و مشرک میں ہدایت و گمراہی کا تفاوت معلوم ہوا ہے آگے ایک مثال سے اس تفاوت کو واضح کر کے توحید کو ثابت کرتے اور شرک سے عار دلاتے ہیں۔ ضرب اللہ تا لا یعلمون

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ

اللہ تعالیٰ نے (موجد و مشرک کے بارے میں) ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص

مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۝ هَلْ

(غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم خدا ضدی بھی ہے اور ایک اور شخص

يَسْتَوِينَ مَثَلًا ۝

ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے (تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں (ہو سکتی) ہے

اور ظاہر ہے کہ دونوں برابر نہیں بلکہ پہلا شخص تکلیف میں ہے کہ ہمیشہ متحیر رہتا ہے کہ کس کا کہنا مانوں کس کا نہ مانوں دوسرا شخص آرام میں ہے کہ ایک ہی

الحمد للہ تنیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



باندھنا بھی کافی ہے اور قرآن کا جھٹلانا بھی۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْبَاقُونَ ﴿۳۲﴾ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ

تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں (ان کا فیصلہ یہ ہوگا) وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْحَسَنِينَ ﴿۳۳﴾

ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ صلہ ہے

لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا

نیکو کاروں کا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے

وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي

عملوں کو دور کر دے اور ان کے نیک کاموں کے

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۵﴾

عوض ان کو ان کا ثواب دے

چونکہ برے عملوں کو دور کرنا اور نیک کاموں کا ثواب دینا مقصود تھا اس لئے ان سے وعدہ کیا گیا کہ وہ جو کچھ چاہیں گے وہی ان کو ملے گا تاکہ وہ برے عملوں کی معافی اور نیک اعمال کے ثواب کی خواہش کریں تو حسب وعدہ ان کی یہ خواہش پوری کر دی جائے اور مسلمانوں کو ایسی خواہش ہونا ظاہری ہے۔ ربط اوپر کئی آیتوں میں توحید کو ثابت اور شرک کو باطل کیا گیا ہے ایسے مضامین کو سن کر کفار مشرکین آپ سے کہتے کہ ہمارے معبودوں سے گستاخی نہ کیجئے ورنہ ہم ان سے درخواست کر کے آپ کو مجنون کرادیں گے اس پر اگلی آیت ویخوفونک الخ نازل ہوئی اسی طرح وہ اور بھی عناد و مخالفت کی باتیں کیا کرتے تھے جن سے آپ مغموم ہوئے اس لئے آگے آپ کی تسلی کا مضمون ہے۔ الیس اللہ بکاف تا بوکیل

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ

بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ

آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں

یعنی وہ سب ہی کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ خصوص اپنے محبوب خاص بندہ کے لئے کیوں نہ کافی ہوگا۔ یعنی یہ ایسے احمق ہیں کہ خدا کی حفاظت سے انجان بن کر آپ کو ایسے کمزور اور جھوٹے معبودوں سے

ربط اور پر قیامت میں مقدمات پیش ہونے کا ذکر تھا آگے اس کا ظہور اور نتیجہ مذکور ہے کہ اس دن یہ فیصلہ ہوگا کہ ناحق پرستوں کو دوزخ کا عذاب اور حق پرستوں کو اجر عظیم نصیب ہوگا۔ فمن اظلم تا كانوا يعملون

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ

سو اس شخص سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے

یعنی خدا کی نسبت یوں کہے کہ اس کا کوئی شریک ہے

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ط

اور سچی بات کو (یعنی قرآن کو) جبکہ وہ اس کے پاس (رسول کے ذریعہ سے) پہنچی جھٹلاوے

سوائے شخص کا زیادہ نا انصاف ہونا اور آدمی کا سخت عذاب کے لائق ہونا بھی ظاہر ہے اور سخت عذاب جہنم ہے۔

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿۳۶﴾

(قیامت کے دن) جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا ہوگا

ضرور ہوگا یہ تو ناحق پرستوں کا فیصلہ ہوا آگے حق پرستوں کا فیصلہ مذکور ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ

اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے

یا تو خدا کی طرف سے یا رسول کی طرف سے پس اس عام مضمون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام جو کہ خدا کی طرف سے حق لے کر آئے اور ان کے وہ متبعین جو رسول کی طرف سے حق بات لوگوں کو پہنچاتے ہیں سب داخل ہیں۔

وَصَدَّقَ بِهِ

اور خود بھی اس کو سچ جانا

یعنی وہ سچے بھی ہیں اور تصدیق کرنے والے بھی ہیں جیسے پہلے لوگ یعنی بے انصاف اور ناحق پرست جھوٹے بھی تھے اور جھٹلانے والے بھی تھے اور اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جہنم میں جانا خدا پر جھوٹ باندھنے اور قرآن کو جھٹلانے دونوں پر موقوف ہے اسی طرح جنت میں جانا سچ بولنے اور تصدیق کرنے دونوں پر موقوف ہے بلکہ مقصود زیادہ مدح اور زیادہ مذمت ہے۔ چونکہ دونوں میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں یا موجود نہیں اس لئے ہر ایک کی دونوں صفتیں بیان کر دی گئیں ورنہ درحقیقت جنت میں جانا صرف تصدیق پر موقوف ہے اور جہنم میں جانے کے لئے خدا پر جھوٹ

ڈراتے ہیں جو خود ہی بے حس و حرکت اور عاجز ہیں اور اگر قادر بھی ہوتے تو پھر بھی خدا کی حفاظت کے سامنے عاجز ہی ہوتے۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ

اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جس

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۚ أَلَيْسَ

کو ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا خدا تعالیٰ زبردست

اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

انتقام لینے والا نہیں اور اگر (آپ) ان سے پوچھیں کہ آسمان اور

مَنْ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ

زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ (ان

اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ

سے) کہیے کہ بھلا پھر تو یہ بتاؤ کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے

دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ

ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی

هُنَّ كُشِفَتْ ضُرُّهُ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ

تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی رحمت کرنا چاہے کیا یہ

هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتٌ رَحْمَتِهِ ۚ

معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں

یعنی اللہ تعالیٰ کو تنہا خالق ماننے کے بعد جس کو کمال قدرت لازم ہے کیا تم اس کے قائل ہو سکتے ہو کہ اس کا کوئی مقابلہ اور مزاحمت بھی کر سکتا ہے۔ ہرگز قائل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس سے خدا کے کمال قدرت کی نفی لازم آئے گی حالانکہ تم اس کو پہلے تسلیم کر چکے ہو اور کفار کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ کیا یہ معبود خدا کی عنایت کو مجھ سے روک سکتے ہیں لیکن چونکہ ان کے قول سے یہ بھی لازم آتا تھا کہ اگر آپ ان کے معبودوں کو کچھ نہ کہیں گے تو وہ آپ کو مضرت نہ پہنچنے دیں گے اس لئے جواب میں اتنا اور بڑھا دیا کہ اگر خدا مجھ کو کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا یہ معبود اس کو دور کر سکتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر دے سکتے ہیں۔

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ

آپ کہہ دیجئے کہ (اس سے ثابت ہو گیا کہ) میرے لئے خدا کافی ہے

الْمُتَوَكِّلُونَ ۝۳۸

توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں

کیونکہ وہ قادر اور مددگار ہے پس میں بھی اسی پر توکل کرتا ہوں اور تمہاری مخالفت و عناد کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور چونکہ وہ لوگ ان روشن دلائل اور قطعی براہین کے بعد بھی اپنی اسی جہالت و گمراہی پر جسے ہوئے تھے اس لئے آگے آخری جواب تعلیم فرماتے ہیں

قُلْ يُقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ

یعنی اس پر بھی اگر نہیں مانتے تو تم جانو

إِنِّي عَامِلٌ ۚ

میں بھی عمل کر رہا ہوں

یعنی جیسے تم اپنا طریقہ نہیں چھوڑتے میں اپنا طریقہ نہیں چھوڑتا

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۳۹ مَنْ يَأْتِيهِ

سواب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا

عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَجْلِسُ عَلَيْهِ عَذَابٌ

عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو سزا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی

مُقِيمٌ ۝۴۰

عذاب نازل ہوگا

چنانچہ دنیا میں جنگ بدر میں ان کو سزا ہوئی اور آخرت کا عذاب مرنے کے بعد بھگتنا ہوگا جو سخت ہوگا یہاں تک تو مخالفین کا خوف دور کر کے آپ کو تسلی دی گئی تھی آگے رنج و غم زائل کر کے تسلی دیتے ہیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ

ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے

بِالْحَقِّ ۚ

ہوئے ہے

اور آپ کا کام اس کو پہنچا دینا ہے

فَمِنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ

سو جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ

فَاتَّبَعَ يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال اس پر پڑے گا اور آپ ان پر

بُوكِيلٌ ۝۴۱

(کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کئے گئے

کہ آپ سے ان کی بے راہی کی باز پرس ہونے لگے پھر آپ ان کی گمراہی سے کیوں غمگین ہوتے ہیں ربط جیسے اوپر چند جگہ توحید کا ذکر تھا آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے اللہ یتوفی الانفس تا يستبشرون

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا

اللہ ہی قبض یعنی (معطل) کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت

یعنی جن کی موت کا وقت آ جاتا ہے ان کی جانوں کو پوری طرح قبض کر لیتا ہے کہ حیات بالکل باقی نہیں رہتی۔

وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ

اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت

کیونکہ سونے کے وقت حیات کے بعض آثار کم ہو جاتے ہیں مثلاً ادراک باقی نہیں رہتا اور موت کے وقت نہ جان رہتی ہے نہ ادراک رہتا ہے۔

فِيهِمْ سَكُّ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ

پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے

وَيُرْسِلُ الْأَخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ

اور باقی جانوں کو ایک ميعاد معين تک کے لئے رہا کر دیتا ہے

کہ وہ جاگ کر پھر بدستور اجسام میں تصرف کرنے لگتی ہیں کیونکہ ابھی ان کی موت کا وقت نہ آیا تھا۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝۴۲

اس میں ان کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں

جن سے وہ توحید پر استدلال کرتے ہیں

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ

ہاں کیا ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے

قُلْ أَوْلُوا كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا

رکھا ہے جو (ان کی) سفارش کریں گے آپ کہہ دیجئے کہ اگرچہ یہ کچھ بھی

يَعْقِلُونَ ۝۴۳

قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں

یعنی شفاعت کے لئے کم از کم علم و قدرت تو درکار ہے جو ان میں نہیں ہے کیونکہ یہ تو خود بے حس و حرکت جماد ہیں اور چونکہ یہاں یہ احتمال تھا کہ کوئی مشرک کہے کہ یہ بت اگرچہ جماد ہیں اور خود شفاعت نہیں کر سکتے مگر جن کی یہ تصویریں ہیں وہ تو جاندار ہیں اور ان میں علم و قدرت دونوں ہیں وہی شفاعت بھی کریں گے اس لئے آگے اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں۔

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ

آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے

کہ بدوں اس کی اجازت کے کسی کی مجال نہیں کہ شفاعت کر سکے اور اجازت کے لئے دو شرطیں ہیں ایک شفاعت کرنے والے کا مقبول ہونا دوسرے جس کی کچھ شفاعت کی جائے اس کا مغفرت کے قابل ہونا پس جن ارواح کو یہ لوگ معبود قرار دیتے ہیں اگر وہ شیاطین ہیں تب تو دونوں شرطیں مفقود ہیں اور اگر ملائکہ وغیرہ ہیں تو دوسری شرط موجود نہیں حق تعالیٰ بہر حال کفار کی شفاعت کی اجازت نہیں دے سکتے پس شفاعت بھی نہیں ہو سکتی اور ان کو اسی لئے معبود قرار دیا تھا تو ان کا معبود ہونا بھی باطل ہو گیا اور حق تعالیٰ کی توحید ثابت ہو گئی۔

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ

تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے پھر تم اسی کی طرف

تُرْجَعُونَ ۝۴۴

لوٹ کر جاؤ گے

جب یہ عالم ختم ہو جائے گا پس سب کو چھوڑ کر اسی سے ڈر اسی کی عبادت کرو آگے بتلاتے ہیں کہ باوجود توحید کے دلائل قائم ہو جانے کے ان مشرکین کا یہ حال ہے کہ توحید سے نفرت ہی کرتے ہیں۔

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْبَهَتْ قُلُوبُ

اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے

کیونکہ ان کو توحید سے نفرت ہے

وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ

اور جب ان کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۵﴾

اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں

کیونکہ شرک ان کو محبوب ہے اور کفار کو دنیوی حوائج میں تو اپنے معبودوں کی سفارش کا اعتقاد تھا ہی اور آخرت میں بطور فرض کے تھا کہ اگر بفرض محال آخرت کوئی چیز ہے تو ہمارے معبود وہاں بھی سفارش کریں گے۔

رابطہ: اوپر توحید کے ضمن میں کفار کی ہٹ دھرمی کا بھی ذکر ہوا ہے چونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و غم ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی کے لئے آگے ایک دعا تعلیم فرماتے ہیں اور کفار کی سزا بیان کر کے مضمون دعا کو کامل کرتے ہیں۔ قل اللہم تا یستہزون

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آپ کہیے کہ اے اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے باطن ظاہر کے جاننے

عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

والے آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں

بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۳۶﴾

فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے

مطلب یہ کہ آپ ان کی ہٹ دھرمی سے غم نہ کیجئے نہ ان کی فکر میں پڑیے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے وہ خود عملی فیصلہ کر دیں گے آگے اس فیصلہ کے وقت کی حالت بتلاتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ

اور اگر ظلم (یعنی شرک و کفر) کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں

جَمِیْعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَا فُتْدَ وَاِيْهِ مِنْ

ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے

سُوْءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط

دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تامل) ان کو دیئے لگیں

اگرچہ مقبول نہ ہو جیسا کہ سورہ مائدہ میں گزر چکا ہے ماتقبل منهم اور اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ قیامت کے دن عذاب سے چھوٹنے کے لئے ایسا کریں گے بلکہ مقصود صرف مثال بیان کرنا ہے کہ اس وقت ان کی ایسی حالت ہوگی کہ وہ یہ چاہیں گے کہ کسی طرح ہم عذاب سے بچ جائیں مگر ان کے لئے عذاب ایسا لازم ہوگا کہ اگر بفرض محال وہ دنیا بھر کی دولت بھی اس کے معاوضہ میں دیئے لگیں جب بھی اس سے نہ بچ سکیں گے۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا

اور خدا کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آدے گا جن کا

یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۳۷﴾

ان کو گمان بھی نہ تھا

کیونکہ اول تو وہ آخرت کے منکر تھے پھر اس میں بھی وہ اپنے لئے راحت کے مدعی تھے۔

رابطہ: اوپر مشرکین کی ہٹ دھرمی اور ذکر توحید سے نفرت اور غیر اللہ کے ذکر سے مسرت کا حال مذکور ہوا ہے آگے اسی پر متفرع کر کے ان کی ایک دوسری حالت بیان فرماتے ہیں فاذا مسم تا یؤمنون

وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ

اور (اس وقت) ان کو تمام اپنے برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۸﴾

(عذاب) کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا

اور یوں تو یہ لوگ غیر اللہ کے ذکر سے خوشی اور اللہ کے ذکر سے نفرت کرتے ہیں

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَازِ

پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے

حالانکہ پہلے ہم سے نفرت تھی اور جن معبودوں کے ذکر سے خوش ہوا کرتا تھا ان سب کو اس وقت چھوڑ دیتا ہے جس سے توحید کا حق ہونا خود

جو محنت سے حاصل ہوتی اس کو ہنر اور تدبیر کا نتیجہ بتلاتے تھے۔

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۵۰﴾

(جیسے قارون نے کہا ہے) سو ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی

اور جس تدبیر پر ان کو گھمنڈ تھا وہ خدا کے عذاب کو نہ روک سکی

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ

پھر ان کی تمام بد اعمالیاں ان پر آ پڑیں (اور سزایاب ہوئے)

ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيَصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ

اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بد اعمالیاں ابھی

مَا كَسَبُوا لَا

پڑنے والی ہیں

پس اس زمانہ کے کافر یہ خیال نہ کریں کہ جو کچھ ہونا تھا اگلوں کے ساتھ ہو چکا

وَمَا هُمْ بِبُعْجِزِينَ ﴿۵۱﴾

اور یہ خدا تعالیٰ کو ہر انہیں سکتے

چنانچہ بدر میں خوب سزا ہوئی

أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

کیا ان لوگوں کو (احوال میں غور کرنے سے) یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی جس کو

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ ہی (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کرویتا ہے

يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾

اس (بسط و قدر) میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں

جن سے مخلوق کا عجز ثابت ہو کر خالق کا وجود اور قوت ثابت ہوتی ہے

قُلْ يُعْبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ط

اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو

اس کے اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے اور یہ صریح تناقض ہے اقوال و احوال میں جس سے شرک کی صاف حماقت و جہالت ظاہر ہوئے کے علاوہ اس کا مذہب بھی باطل قرار پاتا ہے۔

ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا لَا قَالَ إِنَّمَا

پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو

أَوْتِيْتَهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ط

مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے

یعنی اس نعمت کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اپنی تدبیر کا نتیجہ سمجھتا ہے اور جس تو حید کا حق ہونا خود ان کے اقرار سے ثابت ہو چکا تھا اس پر قائم نہیں رہتا بلکہ اپنے قدیمی شرک کی طرف لوٹ کر غیر خدا کی عبادت میں لگ جاتا ہے آگے حق تعالیٰ اس کی بات کو رد فرماتے ہیں کہ وہ نعمت اسکی عبادت کا نتیجہ ہرگز نہیں۔

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر

يَعْلَمُونَ ﴿۵۳﴾

لوگ سمجھتے نہیں

یعنی وہ نعمت خدا کی دی ہوئی ہے جس سے انسان کی آزمائش مقصود ہے کہ دیکھیں نعمت ملنے پر ہم کو بھول جاتا ہے اور کفر کرتا ہے یا کہ یاد رکھتا اور شکر کرتا ہے اور اسی آزمائش کے لئے نعمتوں میں ظاہری اسباب اور کسب کا واسطہ بھی رکھ دیا ہے کہ اس سے اور زیادہ آزمائش ہوگئی کہ دیکھیں انسان اس ظاہری سبب پر نظر کرتا ہے یا حقیقی سبب پر۔

اس لئے اس کو اپنی تدبیر کا نتیجہ بتلا کر شرک میں مبتلا رہتے ہیں آگے اس پر دھمکی ہے۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں

جیسے قارون نے کہا تھا انما اوتیتہ علی علم عندی کہ یہ مال و دولت مجھ کو اپنے علم اور تدبیر سے ملا ہے اسی طرح جو لوگ خدا کے منکر تھے جیسے نمرود و فرعون وغیرہ وہ بھی کسی نعمت کی خدا کی طرف نسبت نہ کرتے تھے بلکہ جو نعمت بدوں محنت کے حاصل ہوتی اس کو نصیب اور اتفاق کی طرف منسوب کرتے اور

کہ ایمان لانے کے بعد گزشتہ کفر و شرک پر مواخذہ ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

بالحقین خدا تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرماوے گا

اگرچہ وہ کفر و شرک ہی کیوں نہ ہو۔

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۵۳﴾

واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے

اور چونکہ اس معافی کی شرط اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کفر سے توبہ کی جائے اور اسلام قبول کیا جائے اس لئے آگے یہ طریقہ بتلاتے ہیں

وَأَنذِبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلُمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ

اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور (اسلام قبول کرنے میں) اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب (الہی) واقع ہونے لگے (اور)

أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ﴿۵۴﴾

پھر (اس وقت کسی کی طرف سے) تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے

یعنی جیسا کہ اسلام لانے کی صورت میں سب کفر و شرک معاف ہو جائے گا اسی طرح اسلام نہ لانے کی صورت میں اس کفر و شرک پر عذاب بھی ہوگا جس کا کوئی دفعیہ نہیں اور جب اسلام نہ لانے کا انجام یہ ہے کہ تو تم کو ضرور اسلام لانا چاہئے۔

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ

اور تم (کو چاہیے کہ) اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے

رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

اچھے اچھے حکموں پر چلو۔ قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب

بَعَثَهُ ۖ أَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۵﴾

آپڑے اور تم کو اس کا خیال بھی نہ ہو

مراد اس سے آخرت کا عذاب ہے اور اس کو اچانک اس لئے کہا کہ پہلی بار صور پھونکنے کے وقت سب رو میں مدہوش ہو جاویں گی پھر دوسری بار صور پھونکنے کے وقت دفعۃً عذاب کا احساس ہونے لگے گا اور یا اس لئے کہا کہ آخرت کا عذاب جیسا سخت ہوگا پہلے اس کی حقیقت معلوم نہ تھی اور ویسا گمان نہ تھا۔

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرُنِي عَلَىٰ مَا قَرَرْتُ

کبھی (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو

فِي جَنَبِ اللَّهِ

میں نے خدا کی جناب میں کی

یعنی اس کی اطاعت میں جو مجھ سے کوتاہی ہوئی اس پر افسوس ہے

وَأِنْ كُنْتُ لِنِ السَّخِرِينَ ﴿۵۶﴾ أَوْ تَقُولَ

اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا یا یوں کہنے لگے

لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ

کہ اگر خدا تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی

الْمُتَّقِينَ ﴿۵۷﴾

پرہیزگاروں میں سے ہوتا

مگر ہدایت ہی سے محروم رہا اس لئے یہ تمام تر تقصیر و کوتاہی ہوئی

أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ

یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دنیا میں)

لِي كَرَّةٌ فَأَكُونُ مِنَ الْحَسَنِينَ ﴿۵۸﴾

پھر جانا ہووے۔ پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں

یہاں عذاب دیکھنے کی قید بڑھانے سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے دو قول

عذاب دیکھنے سے پہلے ہوں گے پس غالباً اول میدان حساب میں جب اپنے

اعمال کی تقصیر کی اطلاع ہوگی اس وقت پہلی بات کہیں گے پھر بطور عذر اور بہانہ

کے دوسری بات کہیں گے جس میں اپنی تقصیر کا سبب خدا کی طرف سے ہدایت نہ

ہونے کو بتلا دیں گے پھر جب اس عذر کو نافع نہ پاویں گے اور عذاب ہی کا

معائنہ ہو جاوے گا اس وقت دنیا میں لوٹنے کی تمنا کریں گے پس تینوں قول یکے

بعد دیگرے ترتیب وار ہیں اب خواہ تو ہر کافر سے تینوں باتیں صادر ہوں یا کوئی

ایک بات کہے کوئی دوسری اور چونکہ ان میں سے دوسرا قول بظاہر موجب تلمییس

ہے اس لئے اس کا جو جواب دیا جائے گا اس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

بَلَىٰ قَدْ جَاءَ تَكَ إِلَيَّ فَكَذَّبَتْ بِهَا

ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور جھٹلاتا

وَاسْتَكْبَرَتْ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۵۹﴾

کسی شبہ سے نہ تھا بلکہ تو نے تکبر کیا اور کافروں میں (ہمیشہ) شامل رہا
یعنی کسی دوسرے وقت بھی تیرا دماغ درست نہ ہوا حاصل جواب کا یہ ہے
کہ جبر یہ ہدایت تو آزمائش کے خلاف ہے اس لئے جبر یہ ہدایت اگر نہیں کی گئی
تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہو سکتا اور اختیاری ہدایت کا انکار کرنا غلط ہے کیونکہ
رسولوں اور آیتوں کا آنا بھی ہدایت ہے جس سے اگر تو چاہتا ہدایت حاصل کر سکتا
تھا پس خدا کی طرف سے تو تجھ کو ہدایت ہوئی تھی مگر تو نے خود اپنے اختیار سے
ایمان و تقویٰ کو چھوڑا پس تیرا یہ عذر محض باطل ہے آگے کفر پر جسے رہنے والوں
اور توبہ کرنے والوں کی جزا و سزا کا مختصر طور پر ذکر فرماتے ہیں۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ

اور آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے

اللَّهُ وَجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ۖ

جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا

اس میں دو باتیں آئیں ایک یہ کہ جو بات خدا نے نہیں کہی اس کی بابت
یہ کہنا کہ خدا نے کہی ہے جیسے شرک وغیرہ کی نسبت کفار کہتے تھے دوسرے یہ کہ
جو بات خدا نے کہی ہے جیسے قرآن اس کی بابت یہ کہنا کہ خدا نے نہیں کہی۔

الْإِسِّ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۶۰﴾

کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے

جو کہ عناد اور تکبر سے خدا کی بات کو جھٹلاتے ہیں ضرور ہے ربط اور توحید کا
حکم اور اس پر مزید لطف کا وعدہ اور شرک سے ممانعت اور اس پر سخت عذاب کی
وعید مذکور تھی آگے بعض آیات میں حق تعالیٰ کی بعض صفات بیان کر کے توحید
اور وعدہ و وعید کی تائید فرماتے ہیں اور درمیان میں شرک کی مذمت فرماتے ہیں
نیز ممانعت شرک کی تائید کرتے ہیں اور الارض جمیعاً الخ سے قیامت
کے بعض احوال کی تفصیل ہے۔ اللہ خالق کل شیء تا عما یشر کون

وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۖ

اور جو لوگ (شرک و کفر سے) بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے

لَا يَسْأَلُهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۱﴾

ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا ان کو ذرا تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

ہوں گے (کیونکہ جنت میں غم نہیں) اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے

شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۶۲﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ

ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اور اسی کو اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں

وَالْأَرْضِ ط

اور زمین کی

یعنی پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور زمین و آسمان کے خزانوں میں
تصرف کرنے والا بھی وہی ہے پس ایسے اوصاف رکھنے والا شریک سے بھی
یقیناً پاک ہوگا کیونکہ شرکت بہت بڑا عیب ہے جس کو خود انسان بھی اپنے
لئے گوارا نہیں کرتا تو ایسے عیب کو اپنے خالق کے لئے کیونکر گوارا کرتا ہے اور
جو خدا ایسا ہے وہ جزا و سزا کا بھی مالک ہوگا پس اوپر کے دونوں مضمون یعنی
توحید اور وعدہ و وعید کی اس تقریر سے تائید ہوگئی اور چونکہ خدا کا خالق و محافظ
اور خزانوں کی کنجیوں کا مالک ہونا کفار کو بھی مسلم تھا تو مقدمات کے مان لینے
سے مقصود (یعنی توحید و جزا و سزا) کا تسلیم کر لینا اور زیادہ مؤکد ہو گیا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

اور جو لوگ (اس پر بھی) اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے

هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۶۳﴾

وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے

آگے فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر یہ لوگ خود تو کفر و شرک میں مبتلا تھے ہی
مگر ان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو بھی اپنے طریقہ پر
لانے کی فرمائش کرتے ہیں اس لئے ان کے حوصلے پست کرنے کو آئندہ
مضمون ہم آپ کو تعلیم کرتے ہیں وہ ان کو سنا دیجئے۔

قُلْ أَفَعَدَّ اللَّهُ تَأْمِرُؤَنِي أَعْبُدُ إِلَٰهًا

آپ (ان کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر

الْجَهْلُونَ ﴿۶۴﴾

اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو

حالانکہ توحید ثابت ہو چکی اور شرک باطل ہو چکا آگے فرماتے ہیں کہ
اے پیغمبر بھلا آپ میں کفر و شرک کرنے کا کب احتمال ہو سکتا ہے جس کی

یہ احق توقع کرتے ہیں کیونکہ آپ تو نبی معصوم ہیں اور دنیا بھر کے آدمیوں کو شرک سے بچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ

اور آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی طرف

قَبْلِكَ لَنْ أَشْرَكَتَ لِيَحْبُطَنَّ عَمَلُكَ

بھی یہ (بات) وحی میں بھی جا چکی ہے کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا

وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۹۵﴾ بَلِ اللَّهِ

کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑے گا تو اے مخاطب کبھی

فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۹۶﴾

شرک مت کرنا بلکہ (ہمیشہ) اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ کا) شکر گزار رہنا

اس میں شرک کی قباحت پر دلیل بیان کر دی کہ وہ سخت درجہ کی ناشکری ہے پس جب انبیاء علیہم السلام کو شرک کی قباحت وحی سے معلوم ہے اور دوسروں تک اس کے پہنچا دینے کا ان کو حکم ہے اور آپ بھی انبیاء میں سے ہیں تو آپ سے شرک کا صادر ہونا کب ممکن ہے پس کفار کا ایسی ہوس رکھنا ان کا خلل دماغ ہے

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ

اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی

خدا کی عظمت کا حق توحید ہے اور اس حق کی بے قدری شرک ہے اور توحید کو خدا کی عظمت کا حق عقائد کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ اس کی عظمت کے حقوق اور بھی بہت سے ہیں کچھ اسی میں منحصر نہیں اور ان کو عظمت کا حق کہنا بندہ کی وسعت کے اعتبار سے ہے ورنہ اس کی ذات کا حق کون ادا کر سکتا ہے۔

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

حالانکہ اس کی وہ شان ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے

وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِ ۖ

دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں

خدا کے لئے مٹھی اور داہنے ہاتھ کا ثبوت متشابہات میں سے ہے جس کا

مطلب خدائی کو معلوم ہے پس بلا کیفیت دریافت کئے ایمان لانا واجب ہے۔
رابطہ: اور توحید کو ثابت کرنے اور شرک کو باطل کرنے کے ضمن میں
جزا و سزا کے مضمون کی تمہید تھی اور اس سے پہلے بھی بعض آیتوں میں اجمالاً
اس کا ذکر ہوا ہے آگے ختم سورت تک تفصیل کے ساتھ یہی مضمون ہے
ونفخ فی الصور تا رب العالمین

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۹۷﴾

وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے اور (قیامت کے روز)

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

صور میں پھونک مار دی جاوے گی سو تمام آسمان و زمین

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

والوں کے ہوش اڑ جاویں گے

پھر زندہ تو مر جاویں گے اور مردوں کی روحیں بے ہوش ہو جاویں گی

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۖ

مگر جس کو خدا چاہے

وہ اس بیہوشی اور موت سے محفوظ رہے گا

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ

پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جاوے گی تو

وقتاً سب کے سب کھڑے ہو جاویں گے

یعنی دوسری بار صور پھونکنے سے سب ہوش میں آ جاویں گے اور

روحوں کا تعلق اجسام سے ہو جاوے گا

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿۹۸﴾

اور (چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے

جیسا کہ نیا حادثہ ہونے کے وقت چاروں طرف دیکھنا طبعی عادت

ہے پھر حق تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب زمین پر نزول اور

جلی فرمائیں گے۔

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ

اور زمین اپنے رب کے نور (بے کیف) سے روشن ہو جاوے گی اور (سب کا) نامہ

وَجَاءَ بِالتَّبَيِّنِ وَالشَّهَادَةِ

اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جاوے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جاویں گے

گواہ میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں اور فرشتے بھی اور امت محمدیہ بھی اور انسان کے اعضاء و جوارح بھی

وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۹۹﴾

اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا

کہ کوئی نیک کام چھپا لیا جائے (جو کہ شرعی قاعدہ کے موافق ہو) یا کوئی برا کام بڑھا دیا جائے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جاوے گا

نیک کاموں میں بدلہ پورا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کمی نہ کی جائے گی اور برے اعمال میں بدلہ پورا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ زیادتی نہ کی جاوے گی۔

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۱۰۰﴾

اور وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے

پس اس کو ہر ایک کے موافق بدلہ دے دینا کچھ مشکل نہیں آگے اس بدلہ کا بیان ہے جو کہ فیصلہ کا نتیجہ ہے

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ

اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہائے جاویں گے

دھکے دے کر ذلت و خواری کے ساتھ اور گروہ گروہ اس لئے کہا کہ کفر کے درجے اور قسمیں مختلف ہیں پس ایک ایک طرح کے کافروں کی ایک ایک جماعت ہوگی

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ فَفَتَحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو (اس وقت) اس کے دروازے کھول دیئے جاویں گے اور ان سے دوزخ کے مختلف (فرشتے بطور ملامت کے)

لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ

کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہیں لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے

کہ ان سے فیض لینا اس صورت میں بہت آسان تھا

يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ

جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس

لِقَاءِ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا بَلَىٰ

دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ کافر کہیں گے کہ ہاں

رسول بھی آئے تھے اور انہوں نے ڈرایا بھی تھا

وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَىٰ

لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر

الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۱﴾

پورا ہو کر رہا

یہ بات عذر خواہی کے طور پر نہ کہیں گے بلکہ جرم کا اقرار ہے کہ باوجود رسولوں کے پہنچانے کے ہم نے کفر کیا اور کافروں کے لئے جس عذاب کا وعدہ تھا وہ ہمارے سامنے آیا واقعی ہماری نالائقی ہے۔

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ

(پھر ان سے) کہا جاوے گا (یعنی وہ فرشتے کہیں گے) کہ جہنم کے

دروازوں میں داخل ہو (اور) ہمیشہ اس میں رہا کرو

پھر اس کے بعد وہ جہنم میں داخل کر دیئے جاویں گے اور دروازے بند کر دیئے جاویں گے یہ تو کفار کا حال ہوا آگے مومنین کا حال ہے۔

فَبِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَسِيقَ

(غرض خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے

الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے

جس کا پہلا مرتبہ ایمان ہے پھر اس کے بعد مختلف مراتب ہیں

إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ

وہ گروہ گروہ ہو کر جنت کی طرف روانہ کئے جاویں گے

کہ جس مرتبہ کا تقویٰ ہوگا اس مرتبہ کے متقی ایک جگہ کر دیئے جائیں گے اور شوق و لادلا کر جلدی جلدی روانہ کئے جاویں گے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا

یہاں تک کہ جب اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے

وَقَالَ لَهُمْ

(پہلے سے) کھلے ہوئے ہونگے (تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے)

اور معزز لوگوں کے لئے ایسا ہی کیا جاتا ہے چنانچہ عادت ہے کہ مہمان کے لئے دروازہ پہلے سے کھول دیا جاتا ہے۔

خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا

اور ہائے محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہے سو اس

خَلِيدِينَ ﴿۴۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

(جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور (داخل ہو کر) کہیں گے

صَدَقْنَا وَعُدَّةٌ وَأَوْسَرْنَا الْأَرْضَ

کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس

نَتَّبِعُوا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ

سرزمین کا مالک بنادیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں

یعنی ہر شخص کو خوب فراغت کی جگہ ملے گی کہ خوب کھل کھل کر چلیں پھریں بیٹھیں انھیں قیام کے طور پر تو اپنی ہی جگہ میں اور سیر کے طور پر تمام جنت میں جہاں چاہیں پھریں۔

فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۴۴﴾

غرض (نیک) عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے

یا تو یہ بھی جنتیوں کا کلام ہو یا حق تعالیٰ کا ارشاد ہو آگے شروع اجلاس سے اخیر فیصلہ تک کے اسی مضمون کو مختصر اور شوکت بھرے الفاظ میں خلاصہ کے طور پر بیان فرماتے ہیں

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ

اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (حساب کے اجلاس کے وقت) عرش کے گرد اگر دھلقہ باندھے ہوں گے (اور) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہوں

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ

گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاوے گا اور کہا جاوے گا

اور اس فیصلہ کے ٹھیک ہونے پر ہر طرف سے جوش کے ساتھ نعرہ تحسین بلند ہوگا

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾

کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

جس لئے ایسا عمدہ فیصلہ کیا پھر اس نعرہ تحسین پر دربار برخواست ہو جائیگا۔

سورة المؤمن مکیة وایہا خمس او ثمان وثمانون

رابط: سورہ سابقہ کے ختم پر مومنین اور کفار کی حالت میں تفاوت آخرت

کے اعتبار سے مذکور تھا کہ ایک نجات پانے والے اور دوسرے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اس سورت میں فریقین کی حالت کا تفاوت دنیا کے اعتبار سے مذکور ہے کہ ایک مومن فرمانبردار ہے اور دوسرا کفرانی اور ضد میں گرفتار ہے اور اس مضمون سے پہلے جو قرآن کی حقانیت اور رسول کی بعض صفات کا ذکر مع توحید کے مذکور ہوا ہے وہ بطور تمہید کے ہے جس سے مومنین اور کفار کے محل اختلاف کو متعین کرنا مقصود ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَكِّيَّةٌ (۶۰)

سورہ مومن کے میں نازل ہوئی اور اس میں پچاسی آیتیں اور نور کوغ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حَمْدٌ

حم (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں)

اور یہاں سے سورہ احقاف تک متصل سات سورتیں حم سے شروع ہوئی ہیں اور عجیب لطیفہ یہ ہے کہ ساتوں سورتوں کے شروع میں قرآن مجید کے منجانب اللہ نازل ہونے کا مضمون ہے۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱﴾

یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ

ہر چیز کا جاننے والا اور بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے

الْعِقَابِ ۚ ذِي الطَّلُوْلِ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

إِلَيْهِ الْبَصِيرُ ﴿۳﴾

اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے

پس قرآن مجید اور توحید کی حقانیت کا مقتضایہ ہے کہ اس میں انکار اور جھگڑا نہ کیا جاوے۔

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں (یعنی قرآن میں) وہی لوگ (ناحق کے) جھگڑے نکالتے ہیں جو (اس کے) منکر ہیں سوان لوگوں کا شہروں میں

فَلَا يَغْرُرُكَ تَقْلُبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾

(امن و امان سے) چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے

یعنی اس سے یہ نہ سمجھ لیا جاوے کہ یہ ہمیشہ کے لئے سزا سے بچے رہیں گے اور آپ کو خطاب کر کے دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ ان پر کسی نہ کسی وقت دار و گیر ضرور ہوگی۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے جو ان کے بعد ہوئے (جیسے

مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَبَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

عاد و ثمود وغیرہم) نے دین حق کو جھٹلایا تھا اور ہر امت (میں سے جو لوگ

لِيَأْخُذُوهُ

ایمان نہ لائے تھے انہوں نے) اپنے پیغمبر کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا

تاکہ ان کو پکڑ کر قتل کر دیا جائے

وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ

اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کر دیں سو میں نے (آخر)

فَأَخَذْتَهُمْ قَفًّا كَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾

ان پر دار و گیر کی سو (دیکھا) میری طرف سے (ان کو) کیسی سزا ہوئی اور اس

وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ

طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت

كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۶﴾

ہو چکا ہے کہ وہ لوگ آخرت میں دوزخی ہوں گے

یعنی یہاں بھی سزا ہوئی اور وہاں بھی ہوگی اسی طرح کفر کی وجہ سے اس زمانہ کے کافروں کو بھی دار و گیر اور سزا ہوئی ہے خواہ دونوں عالم میں یا صرف آخرت میں یہ تو ان انکار کرنے والوں کا حال ہوا کہ وہ ذلت اور عذاب کے مستحق ہیں آگے مومن و موحد لوگوں کا حال مذکور ہے

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ

جو فرشتے کہ عرش (الہی) کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرد گرد

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ

ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں

بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا

اور ایمان والوں کے لئے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا

پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے

پس اہل ایمان پر بدرجہ اولیٰ رحمت ہوگی اور آپ کو ان کے ایمان کا علم بھی ہے۔

فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ

سوان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۷﴾

آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیں

کہ مغفرت کا مقتضایہ یہی ہے کیونکہ عذاب کا سبب گناہ ہیں جب ان کے گناہ بخش دیئے گئے تو عذاب بھی دور ہو جاوے گا۔

رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي

اے ہمارے پروردگار اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے

وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ

ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیٹیوں اور اولاد

وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ط

میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں

گو اس درجہ کے نہ ہوں جس درجہ کے یہ لوگ جن کے اوصاف اوپر مذکور ہوئے۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ان کو بھی داخل کر دیجئے بلا شک آپ زبردست حکمت والے ہیں

کہ مغفرت کرنے پر قادر ہیں اور ہر ایک کے مناسب اس کو درجہ عطا فرماتے ہیں۔

وَقِيمُ السَّيِّئَاتِ ط

اور ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچائیے

یعنی جس طرح دوزخ کے بڑے عذاب سے بچانے کی آپ سے دعا ہے اسی طرح یہ بھی دعا ہے کہ ان کو ہر طرح کی تکالیف سے نجات دیجئے گو وہ جہنم کی تکالیف سے ہلکی ہی ہوں جیسے میدان قیامت کی پریشانیاں وغیرہ

وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ط

اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر

وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے

جس کا اوپر ذکر ہوا ہے یعنی مغفرت اور چھوٹے بڑے عذاب سے حفاظت اور جنت میں داخل ہونا پس اپنے مومن بندوں کو اس کامیابی سے محروم نہ رکھئے خلاصہ یہ کہ مومنین ایسے مکرم و معزز ہیں کہ مقرب فرشتے جس طرح ایمان و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اسی طرح ان کے لئے دعا و استغفار کرنے میں بھی مشغول رہتے ہیں پھر یفعلون مایومرون سے معلوم ہو چکا ہے کہ فرشتے بدون خدا کے حکم کے کوئی کام نہیں کرتے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کو مومنین کے لئے استغفار کرنے کا خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے جس سے مسلمانوں کو عند اللہ محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے ایک آیت میں جو يستغفرون لمن فی الارض آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے سب زمین والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں تو اس میں یا تو زمین والوں سے مراد مسلمان ہی ہیں اور اگر سب مراد ہوں تو استغفار کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمین والوں پر جلدی عذاب نازل نہ کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ ربط اوپر کفار کا دوزخ میں داخل ہونا مذکور تھا آگے دخول نار کے بعد کا حال

مذکور ہے۔ ان الذین کفرو تا للہ العلیٰ الکبیر

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ

جو لوگ کافر ہوئے (اس وقت) ان کو پکارا جاوے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے

وہ لوگ دوزخ میں جا کر اپنے کفر و شرک اختیار کرنے پر حسرت و افسوس کریں گے اور خود ان کو اپنے سے سخت نفرت ہوگی حتیٰ کہ غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھا دیں گے کذا فی الدرر عن الحسن

لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ

اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں)

إِذْ تَدْعُونَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝

ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تم پھر نہیں مانا کرتے تھے

اس کہنے سے مقصود زیادہ حسرت اور ندامت دلانا ہے

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ

وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دو بار مردہ رکھا

ہم جو آخرت کی زندگی کا انکار کیا کرتے تھے اور اس کے انکار سے کفر و شرک اور تمام گناہوں پر دلیر تھے اب ہم کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی ایک بار پیدائش سے پہلے جبکہ بالکل جماد اور بے حس و حرکت تھے کہ اس حالت میں جان نہ پڑی تھی اور دوسری بار وہ موت جس کو سب لوگ موت کہتے ہیں

وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ

اور دو بار زندگی دی

ایک دنیا کی زندگی دوسری آخرت کی یہ سب چار حالتیں ہوئیں اور اگرچہ ان میں سے انکار ایک ہی کا تھا (یعنی آخرت کی زندگی کا) اور اس وقت اسی کا اقرار کرنا مقصود ہے لیکن بقیہ تین حالتیں اس لئے ذکر کر دیں کہ جس طرح وہ تین حالتیں یقینی تھیں یہ چوتھی حالت بھی انہی کی طرح یقینی ہے

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا

سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں

جن میں اصل خطا قیامت کا انکار ہے اور باقی اس کے فروع ہیں

فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ۝

تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ

گو کافروں کو ناگوار (ہی) کیوں نہ ہو وہ رفیع الدرجات ہے

رفیع الدرجات کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک رفیع الدرجات یعنی درجے بلند کرنے والا اس صورت میں رسالت اور قیامت کے مضمون سے اس کو مناسبت ہوگی کہ وہ کسی کا مرتبہ رسالت اور نبوت تک بڑھاتا ہے جیسا کہ آگے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے اور اسی طرح قیامت میں نیک کام کرنے والوں کو مختلف درجے عطا فرماوے گا اور دوسرے معنی ہیں مرتفع الدرجات یعنی وہ خود بلند درجوں والا ہے اس صورت میں درجات سے مراد خدا تعالیٰ کی صفات ہیں کہ اس کی شان بہت بلند اور عظیم الشان ہیں

ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهُ عَلَى

وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ

بھیجتا ہے تاکہ (وہ صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن (یعنی قیامت کے

التَّلَاقِ ﴿١٥﴾

دن سے) ڈرائے

قیامت کے دن کو اجتماع کا دن کہنا ظاہر ہے کہ سب خلایق اس میں مجتمع ہوں گی۔

يَوْمَ هُمْ بَرْزُورُونَ ۚ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ

جس دن سب لوگ (خدا کے سامنے) آ موجود ہوں گے) کہ ان کی بات

مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لَّيْسَ لِلْمَلِكِ الْيَوْمَ ط

خدا سے مخفی نہ رہے گی آج کے روز کس کی حکومت ہوگی

درمنثور کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ لمن الملک الیوم دو بار فرمادیں گے ایک پہلی بار صور پھونکنے کے بعد جبکہ سب فنا ہو جاویں گے دوسرے نچھٹانے کے بعد حساب شروع ہونے سے پہلے لیکن اس آیت کی تفسیر ان روایات پر موقوف نہیں اور ظاہری مدلول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس وقت کی نداء کا نقل کرنا مقصود نہیں بلکہ آیت میں مبالغہ کے طور پر اس دن کو موجود اور حاضر فرض کر کے استفہام تقریری کے طریقہ پر سوال کر کے خود ہی جواب ارشاد فرماتے ہیں پس آیت کو نہ ان روایات کی ضرورت ہے اور نہ اس میں ان کی نفی ہے۔

کہ دنیا میں پھر جا کر ان سب خطاؤں کا تذکرہ کر لیں جواب ارشاد ہوگا کہ اب تمہارے نکلنے کی کوئی صورت نہیں بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا

ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ

وہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر

وَإِنْ يُشْرَكَ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ

اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سو (اس پر) یہ فیصلہ

الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٦﴾

اللہ کا ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبے والا ہے

یعنی چونکہ حق تعالیٰ کی بڑائی اور بلند مرتبہ کے اعتبار سے تمہارا جرم بہت بڑا تھا اس لئے فیصلہ میں سزا بھی بہت بڑی تجویز ہوئی یعنی ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ربط اوپر شروع کی آیتوں میں توحید اور ہمکنی کا مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے۔ هو الذی نا شدید العقاب

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے

تاکہ ان سے توحید پر استدلال کرو

وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ط

اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے

یعنی بارش کرتا ہے جس سے رزق پیدا ہوتا ہے کہ یہ بھی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ﴿١٧﴾

اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) (رجوع کرنے

کا ارادہ) کرتا ہے

کیونکہ وہ رجوع کے ارادہ سے غور و تامل کرتا ہے اور تامل سے حق تک پہنچ جاتا ہے۔

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

سو تم لوگ خدا کو خالص اعتقاد کر کے پکارو

یعنی جب توحید پر دلائل قائم ہیں تو کفر و شرک کو چھوڑ کر توحید اختیار کرو اور مسلمان ہو جاؤ

بِسْمِ اللَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۱۳ أَلْيَوْمَ تُجْزَىٰ

بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے آج ہر شخص کو

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط

اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے گا آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۱۴

اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے

آگے فرماتے ہیں کہ جیسا سب پیغمبروں کو اس دن سے ڈرانے کا حکم ہے اسی طرح آپ کو بھی حکم ہے۔

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَرْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ

اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے والے مصیبت کے دن سے (کہ روز قیامت ہے)

قیامت کے دن کو قریب آنے والا اس لئے فرمایا کہ وہ دن بدن قریب ہوتا جاتا ہے۔

لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ ط مَا لِلظَّالِمِينَ

ڈرائیے جس وقت کلیجے منہ کو آجائیں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے (اس)

مِنْ حَيْمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ۝۱۵ يَعْلَمُ

(روز) ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہنا مانا جاوے وہ (ایسا)

خَائِنَةٌ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝۱۶

(ہے) کتا نکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں

جن کو کوئی دوسرا نہیں جانتا مطلب یہ کہ بندوں کے تمام کاموں کو اس کا علم احاطہ کئے ہوئے ہے اور اسی پر سزا و جزا موقوف ہے۔

وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ط

اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا

کیونکہ اس کا علم اور تمام صفات کامل ہیں۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ

اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر

بِسْمِ اللَّهِ ۝۱۳ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝۱۴

سکتے (کیونکہ) اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے

اسی طرح اس میں اور بھی بہت صفات کمال ہیں اور دوسرے معبودان صفات کمال سے خالی اور بالکل کورے ہیں اس لئے خدا کے سوا کوئی فیصلہ بھی نہیں کر سکتا اس مضمون سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ جن کو کفار معبود سمجھتے ہیں وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو ایسے مضامین جزا و سزا اور فیصلہ کے سن کر کفر و شرک پر سزا ہونے سے انکار کرتے ہیں تو کیا ان کو پہلے کافروں کی حالت معلوم نہیں ہوئی

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا

کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ

ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا وہ لوگ قوت اور

قَبِيلِهِمْ ط كَانُوا أَهْمَ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

نشانوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے بہت زیادہ تھے

وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ

سوان کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے ان پر دار و گیر فرمائی اور ان کا

بَذَلْنَاهُمْ ط وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ

کوئی خدا (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوا۔ یہ (مواخذہ)

مِنْ وَاقٍ ۝۱۷ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ

اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاكْفَرُوا فَآخَذَهُمُ

آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ

اللَّهُ ط إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱۸

فرمایا بے شک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے

پس جب مواخذہ کا سبب کفر و شرک ہے جو کہ ان میں بھی موجود ہے پھر یہ اس سے مامون اور بے فکر کیسے ہیں کفر پر ان سے مواخذہ ضرور ہوگا خواہ

وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ط

اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو

غرضکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ روکنے کے لئے یہ تدبیر کی تھی

وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۲۵

اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی

چنانچہ آخر میں موسیٰ علیہ السلام ہی غالب رہے اور اس کے متعلق کوئی روایت دیکھنے میں نہیں آئی کہ یہ تدبیر لڑکوں کے قتل کی عمل میں لائی گئی یا نہیں اور یہ قتل اس قتل کے علاوہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہوا تھا پھر اس کے بعد خود موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ

اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں

وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ج

اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے

فرعون کا یہ کہنا کہ مجھ کو چھوڑ دیا تو اس وجہ سے تھا کہ اہل دربار نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی رائے اس لئے نہ دی ہوگی کہ اس کو مصلحت ملے گی کے خلاف سمجھا ہوگا کہ عام لوگوں میں چرچا ہوگا کہ ایک بے سرو سامان شخص سے ڈر گئے یا فرعون نے دھوکہ دینے کے لئے یہ بات کہی ہوتا کہ عام سننے والے یہ سمجھیں کہ اب تک موسیٰ علیہ السلام کے قتل میں توقف مشیروں کے روکنے کی وجہ سے ہو رہا ہے گو حقیقت میں اس پر جرات نہ کرنے کا سبب بلائے آسمانی کے نازل ہونے کا خوف ہو (یا موسیٰ علیہ السلام کی خداداد ہیبت ہو) کیونکہ دل میں تو ان کو معجزات کی وجہ سے نبوت کا یقین ہو ہی گیا تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وجحد و ابھا و استیقتھا انفسہم کہ ظاہر میں وہ لوگ معجزات کے منکر تھے مگر ان کے دلوں کو ان کا یقین آ گیا تھا اور ایک جگہ ارشاد ہے ویجعل لکما سلطنا النخ کہ ہم تم دونوں کو غلبہ اور رعب عطا کریں گے اسی طرح ممکن ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ موسیٰ کو چاہئے کہ اپنے رب کو مدد کے لئے پکارے محض بہادری ظاہر کرنے کے لئے ہو گو دل اندر سے تھرا رہا ہو۔ الغرض یہ بات موسیٰ علیہ السلام نے بھی سنی خواہ بالمشافہ (رو در رو) سنی ہو یا کسی ذریعہ سے سنی ہو آگے ان کا جواب مذکور ہے۔

دونوں جہان میں یا صرف آخرت میں۔

رابطہ: اوپر جا بجا توحید و رسالت کے منکروں کو دھمکی دیتے ہوئے ان کی عناد و مخالفت کا بھی ذکر ہوا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا آگے آپ کی تسلی کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ مذکور ہے جس میں منکرین رسالت کی دھمکی کا مضمون بھی موکد ہو گیا ہے۔ ولقد ارسلنا تا اشد العذاب

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی

مُبَيِّنٍ ۝۲۶

دلیل کے ساتھ

یعنی معجزہ جو کہ دعویٰ نبوت کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا

فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے یہ کہا کہ

سِحْرٌ كَذَّابٌ ۝۲۷

یہ جادو گر (اور) جھوٹا ہے

معجزہ میں جادو گر کہا اور دعویٰ نبوت میں جھوٹا کہا اور قارون چونکہ بنی اسرائیل میں سے تھا اس لئے اس کی بابت دونوں احتمال ہیں کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہا ہو یا نہ کہا ہو اگر اس نے نہ کہا ہو تو قارون میں تغلیب ہوگی یعنی چونکہ اکثر نے یہ بات کہی تھی اس لئے مجموعہ کی طرف نسبت کر دی گئی

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا

پھر (اس کے بعد) جب وہ (عام) لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا لے کر آئے

جس پر بعض لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔

قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

تو ان (مذکور) لوگوں نے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ

ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو

تاکہ ان کی جمعیت اور قوت نہ بڑھ جائے جس سے زوال سلطنت کا اندیشہ ہے اور چونکہ عورتوں سے ایسا اندیشہ نہ تھا دوسرے گھروں میں کار و خدمت کے لئے ان کی ضرورت سمجھی اس لئے ان کے قتل کا مشورہ نہ ہوا

إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ

اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے۔

أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ ﴿۲۶﴾

یا ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلا دے۔ اور موسیٰ نے (جب یہ بات سنی تو)

وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ

کہا کہ میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی

مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ

پناہ لیتا ہوں ہر خردماغ شخص (کے شر) سے جو روزِ حساب پر

الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

یقین نہیں رکھتا

اسی لئے حق کا مقابلہ کرتا ہے اگر یہ جواب فرعون کے سامنے دیا تو ربکم کا خطاب فرعون وغیرہ کو ہوگا اور خردماغ سے بھی وہی مراد ہے اور دوسری صورت میں یہ خطاب خبر پہنچانے والوں کو ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ تم مطمئن رہو انشاء اللہ مجھ پر کسی متکبر خردماغ کا ہاتھ نہیں پہنچ سکے گا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ

اور (اس مجلس مشورہ میں) ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے

فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ

تھے (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے کہا کیا تم ایک شخص کو (محض)

رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ

اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے

بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ

رب کی طرف سے (اس دعویٰ پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا

یعنی معجزات بھی دکھاتا ہے جو کہ دعویٰ نبوت کے سچ ہونے کی دلیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص خدا کی طرف سے توحید کی تعلیم دینے کا مامور ہے اور دلیل کے ہوتے ہوئے دلیل والے کی مخالفت کرنا اور مخالفت بھی اس درجہ کہ اس کے قتل کا قصد کیا جاوے نہایت نازیبا ہے۔

وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ج

ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا

یعنی خدا تعالیٰ خود اس کو ذلیل کر دیئے قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

وَإِنْ يَكُ صَادِقًا

اور اگر وہ سچا ہو تو وہ جو پیشین گوئی کر رہا ہے

کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ایسا ایسا عذاب ہوگا

يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ط

اس میں سے کچھ تو تم پر (ضروری) آ پڑے گا

تو اس صورت میں قتل کرنے سے اور زیادہ بلا اپنے اوپر لینا ہے غرض ان کے جھوٹے ہونے کی صورت میں تو قتل فضول ہے کیونکہ خود ہی منجانب اللہ ذلیل ہو جائیں گے اور سچے ہونے کی صورت میں قتل کرنا مضر ہے پھر ایسا کام کیوں کیا جاوے اور گو اس مومن کو موسیٰ علیہ السلام کے سچا ہونے کا پورا یقین تھا مگر اس نے دعوت میں ترمی اختیار کرنے کو ترجیح دی اور قوم کو آہستہ آہستہ ہدایت کی طرف گفتگو کی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گزر جانے والا

كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

بہت جھوٹ بولنے والا ہو

یعنی چھوٹے آدمی کی بات کو چند روز کے لئے چل جاوے مگر اس کا انجام ناکامی اور ذلت ہے پس اس قاعدہ سے اگر موسیٰ علیہ السلام بالفرض جھوٹے ہوں تو چونکہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا حد سے بڑا گناہ اور بڑا بھاری جھوٹ ہے۔ اس لئے یہ ضرور مغلوب اور ذلیل ہونگے کیونکہ ایسے جھوٹے پر اگر خدا کا قہر نازل نہ ہو تو اس سے مخلوق کو شبہ میں ڈالنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً حق تعالیٰ سے محال ہے پھر ان کے قتل کی کیا ضرورت ہے اور اگر یہ سچے ہیں تو تم بالیقین جھوٹے ہو اور جھوٹ میں بھی حد سے گزرنے والے ہو کہ فرعون کی خدا کی دعویٰ کرتے ہو اور حد سے گزرنے والے جھوٹے کو کامیابی نہیں ہوتی پس تم لوگ ان کے قتل میں کامیاب نہ ہو گے یا تو قدرت ہی نہ ہوگی یا اس کا انجام برا ہوگا بہر حال دونوں صورتوں کا متقضا یہی ہے کہ ان کو قتل نہ کیا جاوے اور یہ شبہ نہ ہو کہ اس تقریر سے یہ لازم آتا

وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ

کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر

يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾

کسی طرح ظلم نہیں چاہتا

لیکن جب تم حرکتیں ہی ایسی کرو گے تو ضرور اپنی سزا کو پہنچو گے یہ تو دنیا کے عذاب کی دھمکی تھی آگے آخرت کے عذاب کی دھمکی ہے۔

وَيَقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ

اور صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے

التَّنَادِ ﴿۳۲﴾

ندائیں ہوں گی

چنانچہ سب سے اول پکار صور پھونکنے والے کی ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے ایک ندا حساب کے لئے ہوگی اور ایک ندا جنتی اور جہنمی لوگوں میں باہم ہوگی کہ ایک دوسرے کو باہم پکاریں گے اور ایک ندا موت کو ذبح کرنے کے وقت ہوگی کہ سب کو پکا کر موت کے مینڈھے کی صورت میں سب کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے جنت والو ہمیشہ رہو اب موت نہیں اور اے جہنم والو ہمیشہ رہو اب مرنا بھی نصیب نہ ہو گا حاصل یہ ہے کہ اس دن بڑے بڑے واقعات ہوں گے کیونکہ کثرت سے ندائیں بڑے واقعات ہی میں ہوتی ہیں آگے اس دن کی ایک اور حالت مذکور ہے۔

يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهِ

جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دور رخ کی طرف) لوٹو گے

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ

(اور اس وقت) تم کو خدا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو خدا ہی گمراہ

مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

کرے اس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں

آگے اس پر دھمکی ہے کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور پیغمبروں کو بھی جھٹلایا ہے۔

ہے کہ کسی مفسد کو بھی قتل نہ کیا جائے کیونکہ ہر جگہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو خدا اسے خود ذلیل کر دے گا اور اگر سچا ہے تو سچے کا قتل کرنا برا ہے جواب یہ ہے کہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جہاں کسی کے صادق و کاذب ہونے میں شبہ ہوا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے (اگر کسی کو یقین بھی نہ ہوا ہو تو) کم از کم سچے ہونے کا احتمال تو ضرور تھا اور جہاں قطعی دلائل سے کسی کا جھوٹا ہونا متیقن ہو گیا ہو اس موقعہ کے لئے یہ تقریر نہیں آگے بھی اسی قتل سے روکنے کے متعلق مضمون ہے۔

يَقَوْمِ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَهَرْنَا فِي

اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سر زمین میں تم حاکم

الْاَرْضِ ۚ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنَ بَاسِ اللّٰهِ

ہو۔ سو خدا کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا اگر (ان کے قتل کرنے

اِنْ جَاءَنَا ط

سے) وہ ہم پر آ پڑا

جیسا کہ ان کے سچے ہونے کی صورت میں اس کا احتمال ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا اُرِيكُمْ اِلَّا مَا اَرٰى

فرعون نے (یہ تقریریں کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو خود کچھ

وَمَا اَهْدِيكُمْ اِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿۳۹﴾

رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتاتا ہوں

جب اس مومن نے دیکھا کہ نصیحت میں نرمی کرنے اور گفتگو میں مخاطب کے خیال کی رعایت کرنے سے کام نہیں چلتا تو اب اس نے ڈرانے دھمکانے سے کام لیا۔

وَقَالَ الَّذِيْ اٰمَنَ يَقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اور اس مومن نے کہا صاحبو! مجھ کو تمہاری نسبت

عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۴۰﴾ مِّثْلَ

اور امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے جیسا

دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ)

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ

اور اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آ چکے ہیں

یعنی وہ بھی اسی قوم قبط میں آئے تھے جن میں سے تم بھی ہو اور اپنے باپ دادوں سے تم متواتر طریقہ سے ان کی خبر معلوم کر چکے ہو

فَبَارِئُكُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ط حَتَّىٰ إِذَا

سو تم ان امور میں برابر شک ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے

هَلَكَ قُلُوبُكُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ

تھے حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بس اب

رَسُولًا ط

کسی رسول کو نہ بھیجے گا

یہ قول شرارت کے طور پر تھا مطلب یہ تھا کہ اول تو یوسف بھی رسول نہ تھے اور اگر بالفرض تھے بھی تو جب ہم نے ایک رسول کو نہ مانا تو اللہ میاں کہیں گے کہ دوسرے کو بھیجنا اب کیا ضرور ہے تو ہمیشہ کے لئے رسالت کا جھگڑا پاک ہو گیا اور اس کلام کا اصل مقصود رسالت کا انکار کرنا تھا۔

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر جانے والوں (اور) شبہات میں گرفتار

مُرْتَابٍ ۝۳۲ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ

رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس

اللَّهُ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَهُمْ ط كِبْرٌ مَقْتًا عِنْدَ

موجود ہو۔ خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اس (کج بحثی) سے

اللَّهُ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا ط كَذَلِكَ يَطْبَعُ

خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مومنین کو بھی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر

اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٌ ۝۳۵

مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے

کہ اس میں حق سمجھنے کی اصلاً گنجائش نہیں رہتی یہ تقریر بھی ان مومن

بزرگ کی اور اس تقریر سے ان بزرگ کا ایمان ظاہر ہو گیا اور پہلے جو وہ اخفا کرتے تھے اب اخفا نہ رہا فرعون نے جو یہ لا جواب تقریر سنی تو اس مومن کو تو کچھ جواب نہ دے سکا بلکہ اپنی قدیمی جہالت پر اپنے زعم میں ایک حجت قائم کرنے کے لئے ہامان سے خطاب کرنے لگا

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهَامُنُ ابْنُ بِنِي صَرَخًا لَعَلِّي

اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بناؤ شاید میں

أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝۳۶ أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَاتَّطَلَّعَ

آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے خدا

إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ط

کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہی ہوں

پھر نہ معلوم وہ محل بنایا نہیں بنا۔ آگے خلاصہ کے طور پر فرعون کی مجموعی حالت کی مذمت بیان فرماتے ہیں کہ اس کی ایک یہی جہالت نہ تھی بلکہ وہ بہت سی جہالتوں میں گرفتار تھا۔

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ

اور اسی طرح فرعون کی (اور) بد کرداریاں (بھی) اس کو مستحق معلوم ہوتی

وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ ط

تھیں اور وہ (سیدھے) رستہ سے رک گیا

اور موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اس نے بڑی بڑی تدبیریں کیں

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝۳۷

اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی

کسی تدبیر میں کامیاب نہ ہوا جب اس مومن نے دیکھا کہ فرعون سے کوئی معقول جواب نہ بن سکا تو پھر مکرر تقریر کی جس کا آگے بیان ہے۔

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يِقُومُ اتَّبِعُونَ أَهْدِيكُمْ

اور اس مومن نے کہا کہ اے میرے بھائیوں تم میری راہ پر چلو میں تم کو

سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝۳۸

ٹھیک ٹھیک رستہ بتلاتا ہوں

یعنی ٹھیک رستہ میرا بتلایا ہوا ہے نہ کہ فرعون کا جیسا کہ اس نے دعویٰ کیا

تھا کہ میں تم کو ٹھیک رستہ بتلاتا ہوں

يَقُومُ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ز

اے میرے بھائیو! یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے

وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹

اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے (جہاں جزا کا یہ قانون ہے

عَمَلٍ سَيِّئَةٍ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ

کے) کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا

خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے (اور)

بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۴۰

وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا

اور اس مومن کو قوم کی حالت یا ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ میری

باتوں پر تعجب کرتے ہیں اور خود مجھی کو اپنے کفر کے طریقہ کی طرف بلانا

چاہتے ہیں اس لئے اس نے عملی بات میں ان کا رد کیا۔

وَيَقُومُ مَالِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَةِ

اور میرے بھائیو! کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا

وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ۚ تَدْعُونَنِي

ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف

لَا كُفْرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكُ بِهِ مَا لَيْسَ

بلانے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا سا جی بناؤں جس

لِي بِهِ عِلْمٌ ز

(کے سا جی ہونے) کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں

بلکہ واقع میں بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف پر دلیلیں قائم ہیں

وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ۝۴۱

اور میں تم کو خدا از بردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں یعنی بات یہ ہے کہ تم

لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ

جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے

دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا

جانے لائق ہے

کہ کسی کی دنیوی حاجت بھی پوری کر سکے

وَلَا فِي الْآخِرَةِ

اور نہ آخرت ہی میں

یعنی آخرت میں بھی مصیبت کو دفع نہیں کر سکتے اور معبود ہونے کے لئے علم

کامل اور قدرت کامل ضروری ہے اور یہ شرط ان جھوٹے معبودوں میں موجود نہیں۔

وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ

اور (یعنی بات ہے) کہ ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور جو لوگ دائرہ

هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝۴۲ فَسَتَذْكُرُونَ

(عبودیت) سے نکل رہے ہیں وہ سب دوزخی ہوں گے سو آگے چل کر تم

مَا أَقُولُ لَكُمْ

میری بات کو یاد کرو گے

اور اس مومن کو آثار سے یا قوم کی باتوں سے کچھ دھمکی وغیرہ معلوم

ہوئی ہوگی (جیسا کہ معاملہ میں ہے) اور کم از کم شبہ تو ضروری تھا اس لئے

اس نے یہ بھی کہا کہ میں تم سے اصلاً نہیں ڈرتا

وَأَفِوضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سب بندوں

بِالْعِبَادِ ۝۴۳ فَوَقَّهٗ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا

کا نگران ہے پھر خدا تعالیٰ نے اس (مومن) کو ان لوگوں کی مضرت دہروں

مَكْرُوا

سے محفوظ رکھا

تفصیل تو نظر سے نہیں گزری کہ فرعونوں نے اس کے واسطے کیا تدبیر سوچی ہوگی بہر حال وہ محفوظ رہا چنانچہ قتادہ کے قول کے موافق موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کو بھی غرق سے نجات ہوئی کذا فی الدر

وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿۳۵﴾

اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) موذی عذاب نازل ہوا (جس کا آگے

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۚ

بیان ہے کہ) وہ لوگ (برزخ میں) صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں

اور ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز اس آگ میں داخل ہو گے

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ قَفَّ أَذْخُلُوا آلَ

اور جس روز قیامت ہو گی حکم ہو گا (کہ) فرعون والوں کو

فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۳۶﴾

(مع فرعون کے) نہایت سخت آگ میں داخل کرو

چنانچہ وہ سخت عذاب میں داخل ہوں گے اور مراد اس سے دوزخ ہے اور پھر دوزخ کا بھی سخت طبقہ اور قبر میں صرف اس آگ کا مشاہدہ ہوتا ہے اور کچھ اثر بھی پہنچتا ہے اور قبر میں جس آگ سے عذاب ہوتا ہے وہ برزخی آگ ہے خواہ اس کی حقیقت کچھ جدا ہو یا وہ جہنم ہی کی آگ کا اثر ہو اور ان آیتوں سے قبر کا عذاب ثابت ہوتا ہے اس پر ابن کثیر نے ایک سوال لکھا ہے کہ یہ آیتیں کی ہیں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں حضرت عائشہ نے کسی یہودی عورت کو کچھ دیا تو اس نے دعا دی کہ خداتم کو عذاب قبر سے بچا دے حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے اس کی نفی فرمائی اس کے بعد فرمایا کہ ہاں مجھ کو وحی سے معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے پس جب ان آیتوں سے جو مکہ میں نازل ہو چکی تھیں قبر میں عذاب ہونا معلوم ہو گیا تھا تو پھر آپ نے نفی کیسے فرمائی اس کے جواب کئی دیئے ہیں احقر کے نزدیک سہل جواب یہ ہے کہ اس آیت سے صرف آل فرعون کے لئے قبر کا عذاب ثابت ہوتا ہے اس لئے آپ نے دوسروں کی بابت نفی فرمادی تھی پھر وحی سے دوسروں کے لئے بھی معلوم ہو گیا۔

رابطہ: اور چند جگہ کفار کو وعید سنائی گئی ہے آگے جہنمیوں کی جہنم میں داخل ہونے کے بعد کی کچھ حالت مذکور ہوئی ہے اور ان جہنمیوں میں آل فرعون بھی داخل ہیں جن کا قصہ ابھی مذکور ہوا ہے واذیتحاجون تا الافی ضلل

وَإِذْ يَتَحَاوُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ

اور جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے

الضَّعْفُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا

تو ادنیٰ درجہ کے لوگ (یعنی تابعین) بڑے

لَكُمْ تَبَعًا فَمَا لَكُمْ تَبَعًا فَمَا لَكُمْ تَبَعًا

درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو

نَصِيبًا مِنَ النَّارِ ﴿۳۷﴾

کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزو ہٹا سکتے ہو

یعنی جب تم ہم سے اپنا اتباع کراتے تھے تو اب تم کو ہماری مدد کرنا چاہئے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا ۖ

وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سبھی دوزخ میں ہیں

یعنی جب تم دوزخ میں ہو ہم بھی دوزخ میں ہیں سو اگر ہم کو کچھ

قدرت مدد کرنے کی ہوتی تو اول اپنی ہی فکر کرتے جب ہم اپنے ہی سے

عذاب دفع نہیں کر سکتے تو تم سے کیا دفع کریں گے۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۳۸﴾

اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا

اور اس فیصلہ میں ہم سب جہنمی ٹھہرے اب کیا ہوتا ہے اب اس کے

خلاف کا احتمال ہی نہیں

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ

اور (اس کے بعد) جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے موکل فرشتوں

جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ

مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۳۹﴾

کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے

یعنی اس کی تو کیا امید کریں کہ عذاب بالکل ہٹ جاوے یا ہمیشہ کے

لئے ہلکا ہو جاوے مگر خیر ایک ہی دن کے لئے ہلکا ہو جائے۔

قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلُكُمْ

فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

زندگانی میں بھی مدد کرتے تھے

جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہو چکا ہے اور دنیا میں مدد کرنے کی تحقیق سورہ مائدہ کے آٹھویں رکوع میں گزر چکی ہے یہاں اس سے زیادہ اتنی بات تفسیر ابن کثیر میں اور نظر سے گزری کہ نصرت اور امداد کی ایک صورت بدلہ اور انتقام لینا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہم رسولوں اور ایمان والوں کا بدلہ کفار سے لیا کرتے ہیں چنانچہ جب کبھی کفار نے رسولوں اور مومنوں پر غلبہ پا کر ان کو قتل و ہلاک کیا ہے تو گو اس وقت اہل حق مغلوب ہو گئے ہوں مگر منجانب اللہ کسی وقت ان سے بھی بدلہ لیا گیا چنانچہ قرآن و حدیث و توارخ سب اس پر شاہد ہیں اور یہ جواب احقر کو بہت پسند آیا

وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝۱۰

اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے) کھڑے ہوں گے

مراد قیامت کا دن ہے فرشتے اس دن گواہی دیں گے کہ رسولوں نے احکام پہنچائے تھے اور کفار نے ان کو جھٹلایا تھا اور وہاں رسولوں کی امداد کرنے کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کفار کو جہنم کا عذاب ہو گا آگے اس دن کا بیان ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ

جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی

یعنی اول تو وہ کچھ معقول عذر نہ کر سکیں گے اور اگر حرکت مذہبی کی طرح کچھ معذرت بھی کی تو وہ نافع نہ ہوگی۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝۱۱

اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی

پس اسی طرح آپ اور آپ کے متبعین بھی منصور ہوں گے اور مخالفین ذلیل و خوار ہوں گے تو آپ تسلی رکھئے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى وَأَوْرَثْنَا

اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں

بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ ۝۱۲ هُدًى

اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ

بِالْبَيِّنَاتِ ط

نہیں آتے رہے

اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے رہے تھے

قَالُوا بَلَى ط

دو زخمی کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے

مگر ہم نے ان کا کہنا نہ مانا تھا

قَالُوا

فرشتے کہیں گے

کہ پھر ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ کافروں کے لئے دعا کرنے کی ہم کو اجازت نہیں ہے۔

فَادْعُوا ج

کہ پھر تم ہی دعا کرو

اگر تمہارا جی چاہے مگر تمہاری دعا کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوگا

وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝۱۳

اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے

گو وہ حق تعالیٰ ہی سے دعا کریں کیونکہ اس دعا کا موقع دنیا ہی میں تھا اور اس کے قبول ہونے کی جو شرط ہے یعنی ایمان اس کا موقع بھی دنیا ہی میں تھا کہ وہ عمل کی جگہ ہے باقی آخرت تو جزا و سزا کی جگہ ہے یہاں عمل بیکار ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ گو وہ حق تعالیٰ ہی سے دعا کریں اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر خدا سے دعا کرنا تو دنیا میں بھی بے اثر ہے اور ترجمہ میں جو آخرت کی قید بڑھائی ہے اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ دنیا میں کافر کی دعا قبول ہو سکتی ہے (اگر وہ خدا سے دعا کرے) جیسا کہ ابلیس نے اپنی عمر دراز ہونے کی دعا کی تھی اور منظور کی گئی ربط اوپر چاہا کفار کی مخالفت اور خصومت کا ذکر ہوا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوتا تھا آگے آپ کی تسلی کے لئے امداد الہی کی خبر سناتے ہیں جس کی موسیٰ کے واقعہ سے بھی تائید کی گئی ہے نیز بنی اسرائیل کی حالت سنا کر بھی تسلی فرماتے ہیں جس سے مسئلہ رسالت کی تائید بھی ہے۔ انا لننصر رسولنا تا داخرین

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي

ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی

وَذِكْرَىٰ لَأُولَى الْأَلْبَابِ ۝۵۳

ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کے لئے

بخلاف بے عقلوں کے کہ وہ اس سے متفع نہ ہوئے پس موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی صاحب رسالت اور صاحب وحی ہیں اور بنی اسرائیل کی طرح آپ کے متبعین بھی آپ کی کتاب کی خدمت کریں گے اور جس طرح ان میں اہل عقل نے اتباع اختیار کیا اور بے عقلوں نے انکار مخالفت اختیار کی تھی اسی طرح آپ کی امت میں بھی دونوں طرح کے لوگ ہیں اس سے بھی تسلی حاصل کیجئے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے

جس کا اوپر لنصرہ رسلنا الخ میں ذکر ہوا ہے پس وہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا آگے فرماتے ہیں کہ اگر کبھی کمال صبر میں کچھ کمی ہو جائے جو کہ شرعی قاعدہ کے موافق واقع میں تو گناہ نہیں مگر آپ کے رتبہ عالی کے اعتبار سے وہ گناہ ہی کے زمرہ میں شامل ہے اس کا تذکرہ کر لیا کیجئے جس کا طریقہ آگے مذکور ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

اور اپنے (اس) گناہ (جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا) معافی مانگیے

رَبِّكَ بِالْعُشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝۵۴

اور شام و صبح اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے

یعنی ایسے کاموں میں مشغول رہئے کہ رنج دینے والی باتوں کی طرف التفات ہی نہ ہو اور وہ شغل یہ ہے کہ خدا کی یاد میں لگے رہئے یہ مضمون تو تسلی کے متعلق تھا آگے کفار پر دھمکی اور ان کی باتوں کا جواب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ

(اور) جو لوگ بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو خدائی آیتوں میں

بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَهُمُ لَأَن فِي صُدُورِهِمْ

جھگڑے نکالا کرتے ہیں ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے

إِلَّا كِبَرُ مَا هُمْ بِالْغِيَةِ ۚ

کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں

یعنی ان کو کسی وجہ سے اشتباہ نہیں ہے کہ وہ جھگڑانے کا منشاء ہو بلکہ اس کا سبب محض بڑائی ہے کہ وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اس لئے اتباع سے عار آتا ہے وہ خود اوروں ہی کو اپنا تابع بنانے کی ہوس رکھتے ہیں لیکن ان کو یہ بڑائی نصیب نہ ہوگی بلکہ جلدی ہی ذلیل و خوار ہوں گے چنانچہ مختلف غزوات میں مسلمانوں سے مغلوب ہوئے آگے بتلاتے ہیں کہ جب یہ خود بڑائی چاہتے ہیں تو آپ سے ضد و عناد و سب کچھ کریں گے مگر آپ اندیشہ نہ کیجئے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے بیشک وہی ہے سب کچھ سننے

الْبَصِيرُ ۝۵۵

والا سب کچھ دیکھنے والا

تو وہ اپنی صفت کمال کی وجہ سے اپنی پناہ میں آئے ہوئے کو محفوظ رکھے گا اب تک گفتگو ان کی رسول کے ماننے میں تھی آگے قیامت کے بارہ میں ان کی گفتگو مع رد کے مذکور ہے کہ یہ لوگ جو آدمیوں کے دوبارہ پیدا ہونے کے منکر ہیں بڑے ہی کم عقل ہیں

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ

بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداء پیدا کرنا آدمیوں کے

مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

(دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے

تو جب بڑے کام پر قدرت ثابت ہوگئی تو چھوٹے پر بدرجہ اولیٰ ثابت ہے اور یہ دلیل ثبوت قدرت کے لئے کافی شافی ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۶

لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے

کیونکہ غور نہیں کرتے اور بعض جو غور کرتے ہیں وہ سمجھتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں اور اسی سمجھنے اور ماننے میں تفاوت ہونے کی وجہ سے دو طرح کے لوگ ہو گئے ایک وہ جو کہ بصیرت اور ایمان کے ساتھ موصوف ہیں دوسرے وہ جو کہ اندھے پن اور بدکاری کے ساتھ موصوف ہیں کیونکہ سمجھنا بصیرت ہے اور ماننا ایمان ہے اور نہ سمجھنا اندھا پن ہے اور نہ ماننا بدکاری ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰی وَالْبَصِيرُ ۚ

اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے)

وَالْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾

بدکار باہم برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو

اس مضمون میں حضور کی تسلی بھی ہے کہ آدمی ہر قسم کے ہوا کرتے ہیں سب کیسے سمجھ سکتے ہیں اور کفار کو عذاب نہایت کی دھمکی بھی ہے کہ ہم سب کو برابر نہ رکھیں گے۔ ورنہ اندھے اور بدکار نہ رہتے یہ ان ہی مخالفین کو خطاب ہے جو کہ اندھے اور بدکار تھے اور پر قیامت کے متعلق جواب دے کر آگے اس کے واقعہ ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا

قیامت تو ضرور ہی آ کر رہے گی۔ اس (کے آنے) میں

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾

کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں۔ مگر اکثر لوگ نہیں مانتے

کیونکہ دلائل میں غور نہیں کرتے اور ایک گفتگو لوگوں کو توحید میں بھی کہ خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے آگے اس کے متعلق کلام ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي

اور تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو

اور اپنی حاجات کے لئے غیروں کو مت پکارو

أَسْتَجِبْ لَكُمْ ط

میں تمہاری درخواست قبول کروں گا

بجز اس درخواست کے جو کہ نامناسب ہو

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي

جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں

اور غیروں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں پس عبادت میں دعا مانگنا بھی داخل ہے حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ توحید سے اعراض کر کے شرک اختیار کرتے ہیں (آگے ترجمہ) ربط اوپر کی آیتوں میں توحید کا ذکر تھا آگے بھی یہی مضمون ہے۔ اللہ الذی تا کن فیكون

سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذَخِيرِينَ ﴿۶۰﴾ اللَّهُ

وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے اللہ ہی ہے جس

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ

نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط

نے دن کو (دیکھنے کے لئے) روشن بنایا

تاکہ اس میں بے تکلف معاش حاصل کرو

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے

کہ ان کی مصلحتوں کی کیسی رعایت فرمائی

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۱﴾

لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے

بلکہ اور الٹا شرک کرتے ہیں

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ

یہ اللہ ہے تمہارا رب

جس کا اوپر ذکر ہوا نہ کہ وہ جن کو تم نے تراش رکھا ہے

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ

وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (بعد

فَأَنِّي تُوفِّكُونُ ﴿۶۲﴾

اثبات توحید کے) تم لوگ شرک کر کے کہاں الٹے جا رہے ہو

آگے فرماتے ہیں کہ الٹا چلنے میں کچھ ان ہی لوگوں کی تخصیص نہیں بلکہ پہلے بھی ایسے لوگ گزرے ہیں

كَذَلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ

اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی الٹے چلا کرتے تھے جو

اللَّهُ يَجْحَدُونَ ﴿۶۳﴾

اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے

یہ مضمون ایسا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے تشابہت قلوبہم کہ ان سب کافروں کے دل (گمراہی میں) باہم ملتے جلتے ہیں اس میں ایک گونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی ہے کہ ہر زمانہ میں کفار کی یہی حالت رہی ہے

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا

اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرار گاہ بنایا

وَالسَّمَاءَ بَنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ

اور آسمان کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ بنایا

صُورَكُمْ

سو عمدہ نقشہ بنایا

چنانچہ انسان کے اعضاء کے برابر کسی حیوان کے اعضاء میں تناسب نہیں اور یہ مشاہدہ مسلم ہے۔

وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ذِكْرُ اللَّهِ

اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب۔ سو بڑا

رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۳﴾

عالی شان ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے وہی (ازلی وابدی)

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ

(رہنے والا ہے) اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط

سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارو

اور شریک نہ کیا کرو

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۵﴾ قُلْ

تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔ آپ (ان شرکین کو سنانے

إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ

کے لئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان (شرکاء) کی عبادت

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَهَا جَاءَنِي الْبَيْتُ

کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آچکی ہیں

مراد تو حید کی عقلی اور نقلی دلیلیں ہیں مطلب یہ کہ مجھ کو شرک سے ممانعت ہوئی ہے

مِنْ رَبِّي ز وَأَمَرْتُ أَنْ أُسْلِمَ

اور مجھ کو حکم یہ ہوا ہے کہ میں (صرف)

لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۶﴾

رب العالمین کے سامنے گردن جھکا لوں

مطلب یہ کہ مجھ کو تو حید کا حکم ہوا ہے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون

نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ

کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے)

طِفْلًا ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا

نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔

شَيْوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ

پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے

یعنی جوانی اور بڑھاپے کی عمروں سے پہلے کہ کوئی جوان ہو کوئی نہ ہو کوئی بوڑھا ہو کوئی نہ ہو

وَلَتَبْلُغُوا أَجَلَ مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۶۷﴾

اور تاکہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقررہ (مقدر) تک پہنچ جاؤ

اور (یہ سب کچھ) اس لئے کیا گیا تاکہ تم سمجھو

یعنی ان امور میں غور کر کے حق تعالیٰ کی توحید کو سمجھو

هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ

وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا (دفعہ) پورا کرنا چاہتا

أَمْرًا فَإِنَّهَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۶۸﴾

ہے سو بس اس کی نسبت (اتنا) فرما دیتا ہے کہ ہو جاؤ سو وہ ہو جاتا ہے

اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ تدریجاً کوئی چیز پیدا نہیں کی جاتی بلکہ

مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ اگر کسی چیز کو دفعہ پیدا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے پس تدریجاً پیدا کرنے پر تو بد زجہ اولیٰ قادر ہوگا اور ایک جواب اس شبہ کا سورہ یاسین میں گزر چکا ہے ربط اوپر انا لنصر رسولنا الخ میں جس طرح کفار پر دھمکی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی اسی طرح آگے بھی یہی مضمون ہے مگر وہاں کفر کی سزا اجمالاً مذکور تھی آگے کسی قدر تفصیل سے ہے اور وہاں تسلی میں صرف موسیٰ کا خاص طور پر ذکر تھا یہاں عام طور پر تمام رسولوں کا ذکر ہے الم تر الی الذین قاتلناک المبطون

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیٰتِ

کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں

اللّٰهُ اَنْیٰ یُصْرَفُوْنَ ۙ (۹۹) الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا

جھگڑے نکالتے ہیں (حق سے) کہاں پھرے جارہے ہیں جن لوگوں نے اس

بِالْکِتٰبِ وَبِمَا اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا قَت

کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا

اس میں کتابیں اور احکام اور معجزات سب داخل ہو گئے کیونکہ مشرکین عرب اور کسی دوسرے پیغمبر کو بھی نہیں مانتے تھے اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ عذاب کا مدار سب کے جھٹلانے پر ہے کیونکہ یقیناً ان میں سے ایک کا جھٹلانا بھی دائمی عذاب کو موجب ہے بلکہ مقصود مشرکین کی حالت بیان کرنا ہے کہ وہ سب ہی کو جھٹلاتے تھے۔

فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۙ اِذَا الْاَغْلٰلُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ

سوان کو ابھی (یعنی قیامت میں جو قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں

یعنی ان طوقوں میں زنجیریں پروٹی ہوئی ہوں گی جن کا دوسرا سرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا جس سے وہ ان کو گھسیٹیں گے

وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ۙ فِی الْحَمِیْمِ ۙ

ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لے جاویں گے

ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۙ

پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جاویں گے

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف جہنم میں

جھونکنے سے پہلے لے جایا جاوے گا خذوه فاعتلوه الی سواء الجحیم ثم صبوا افوق راسه من عذاب الحمیم سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں جھونکنے کے بعد کھولتے ہوئے پانی کا عذاب دیا جائے گا تو بات یہ ہے کہ اس میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ دوزخ میں قسم قسم کا عذاب ہوگا کبھی نار کے آگ کا کبھی کھولتے ہوئے پانی کا پس کبھی پانی کی طرف لاویں گے اور کبھی آگ کی طرف تو بہر نوع ایک فرد کے اعتبار سے دوسری نوع سے مقدم بھی ہے اور دوسری فرد کے اعتبار سے موخر بھی ہے اور دوزخ کبھی صرف آگ کو کہہ دیتے ہیں کبھی آگ اور پانی کے مجموعہ کو کہہ دیتے ہیں کیونکہ پانی کا کھولتا ہوا ہونا یہ بھی تو آگ ہی کے اثر سے ہے پس پانی کی طرف جانا بھی دوزخ ہی میں جانا ہے پس اس تقریر پر اگر پانی کو جہنم سے باہر بھی مانا جائے جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے تو یہ اشکال لازم نہ آئے گا کہ پانی پر جانے کے وقت کفار کا جہنم سے باہر نکلنا لازم آتا ہے حالانکہ ماہم بخارجین من النار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہنم سے کبھی نہ نکلیں گے کیونکہ ہم کہیں گے کہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف جانا یہ بھی جہنم ہی میں رہنا ہے وہ بھی دوزخ ہی کا ایک عذاب ہے اس تقریر پر تمام آیتیں جمع ہو گئیں اور اس تقریر کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے ہذہ جہنم النہی یکذب بها المجرمون یطوفون بینہا و بین حمیم ان یہ وہ جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے اب وہ اس کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھومتے رہیں گے ابن کثیر مفسر نے اس مقام پر لکھا ہے کہ وہ چہروں کے بل کبھی کھولتے ہوئے پانی کی طرف گھسیٹے جاویں گے کبھی آگ کی طرف واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

ثُمَّ قِیلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۙ

پھر ان سے پوچھا جاوے گا کہ وہ (معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

(خدائی) ٹھہراتے تھے وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہی ہم سے غائب ہو گئے

اب وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے اس پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ دوسری آیتوں سے خود بتوں اور شیطانوں کا بھی دوزخ میں ہونا معلوم ہوتا ہے قال تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم الخ پھر اس کے کیا معنی کہ وہ تو غائب ہو گئے جواب یہ ہے کہ یا تو اس وقت وہ ان کی نظر سے پوشیدہ ہوں یا مطلب یہ ہے کہ ملن کی مدد ہم سے غائب ہو گئی۔

بَلْ لَّمْ تَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا

بلکہ ہم اس سے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے

یعنی جن کو ہم پوجتے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ لاشے محض تھے کسی قابل بھی نہ تھے اور یہ بات ایسی ہے جیسے کسی شخص کو تجارت میں خسارہ ہو جائے اور اس سے کوئی پوچھے کہ تم کس مال کی تجارت کیا کرتے ہو اور وہ جھلا کر کہے کہ میں تو کسی مال کی بھی تجارت نہیں کرتا یعنی جب اس سے فائدہ حاصل نہ ہو تو یوں سمجھنا چاہئے کہ میں کسی چیز کی بھی تجارت نہیں کرتا اسی طرح کفار کہیں گے کہ جب ان معبودوں کی عبادت ہمارے کام نہ آئی تو یوں سمجھنا چاہئے کہ ہم کسی کو بھی نہ پوجتے تھے آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۴۰﴾

اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے کہ جس چیز کے بے حقیقت ہونے کا وہاں خود اقرار کریں گے آج یہاں اس کی عبادت میں مشغول ہیں

ذَلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ

یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۴۱﴾

اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے

خوشی منانا دل کے متعلق ہے اور اترانا بدن کے متعلق ہے حاصل یہ ہے کہ تم نے دنیوی عیش کو اصل مقصود سمجھ کر اس کے حاصل کرنے میں کوشش کی اور اس پر ایسے خوش ہوتے تھے کہ خوشی کے آثار بدن پر بھی نمودار ہوتے تھے جیسے چال وغیرہ میں

ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو۔

فِيئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۴۲﴾

سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانا ہے

یہ حکم گزشتہ گفتگو سے پہلے ہوگا کذا فی الروح عن ابن عطیہ

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرَبِّكَ

(اور جب ان سے اس طرح انتقام لیا جاوے گا) تو آپ (چندے) صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے

بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

ہیں انہیں سے کچھ تھوڑا سا عذاب اگر ہم آپ کو دکھلا دیں

یعنی آپ کی زندگی میں ان پر وہ عذاب نازل ہو جاوے

أَوْ تَوَفِّيَنَّكَ

یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات فرماویں

پھر خواہ آپ کے بعد میں نازل ہو دونوں احتمال ہیں کوئی شق ضروری نہیں

فَالَيْنَا يَرْجِعُونَ ﴿۴۳﴾

سو ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا

اس وقت یقیناً ان پر عذاب واقع ہوگا خلاصہ یہ کہ ان سے مواخذہ ضرور ہوگا خواہ آپ کی زندگی میں ہو جائے یا آپ کے بعد ہو یا دنیا میں نہ ہو تو آخرت میں ضرور ہی ہوگا پس آپ مطمئن رہیں یہاں یہ شبہ ہوگا کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ باوجود ایسے رحیم و شفیق ہونے کے ان کے لئے عذاب چاہتے تھے جواب یہ ہے کہ ان کے ایمان سے مایوس ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے (جن کو وہ ظالم ستاتے تھے) کفار کے لئے عذاب کا چاہنا رحمت و شفقت کے خلاف نہیں کیا ظالم کو اگر مظلوم کی ہمدردی میں سزا دی جائے تو کوئی اس کو رحمت و شفقت کے خلاف کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں اور اسی حکمت کے لئے جہاد بھی ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ

اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعض تو وہ ہیں کہ ان کا

مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ

قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کا ہم نے قصہ آپ کو

نَقُصُّصُ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ

بیان (ہی) نہیں کیا اور (اتنا امر سب میں مشترک ہے کہ) کسی رسول سے

يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

اتنا نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بدون اذن الہی کے ظاہر کر سکے

اور امت کی ہر فرمائش پوری کر سکے سو بعض لوگ اس لئے بھی رسولوں کی تکذیب کرتے تھے کہ وہ ان کی ہر فرمائش پوری نہ کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں سو آپ پہلے انبیاء کی حالت سے تسلی

حاصل کیجئے اور صبر کیجئے۔

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ

پھر جس وقت اللہ کا حکم (نزول عذاب کے لئے) آوے گا

خواہ دنیا میں یا آخرت میں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔

رابطہ: اور اللہ الذی جعل لکم اللیل الخ میں توحید کا مضمون تھا۔ آگے اسی پر سورت ختم کی ہے پھر اس کے انکار پر دھمکی دی ہے پھر پہلی امتوں کا حال یاد دلانے کے لئے ہیں اور اسی سلسلہ میں عذاب کا معائنہ ہو جانے کے بعد شرک سے توبہ قبول نہ ہونے کا بیان ہے۔ اللہ الذی تا الکفرون

قَضَىٰ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَا لَكَ الْبُطْلَانُ ۝۴۸

ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ

گے اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تاکہ ان میں بعض سے

لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝۴۹

سواری لو اور ان میں بعض (ایسے ہیں کہ ان) کو کھاتے بھی ہو اور تمہارے

وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ

لئے ان میں اور بھی فائدے ہیں

کہ ان کے بال اور اون کام آتی ہے

وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ

اور (اس لئے بنائے) تاکہ تم اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے

جیسے کسی سے ملنے کے لئے جانا وغیرہ وغیرہ اور سواری کو خود ایک نفع کہا تھا یہاں اسکے منافع بتلا دیئے آگے فرماتے ہیں کہ سواری کے لئے کچھ جانوروں ہی کی تخصیص نہیں

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝۵۰

اور ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور (ان کے

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۝۵۱

علاوہ) تم کو اپنی اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے

چنانچہ ہر مخلوق خدا کی قدرت اور صفت کی نشانی ہے

فَإِنَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ۝۵۱

سو تم اللہ کی کون کون سی نشانیاں کا انکار کرو گے

آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو باوجود دلائل قائم ہونے کے توحید سے منکر ہیں تو کیا ان کو شرک کے وبال کی خبر نہیں

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا

کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۝۵۲

سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا حال ہوا (حالانکہ) وہ لوگ

كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا

ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانیاں میں (بھی) جو کہ

فِي الْأَرْضِ

زمین پر چھوڑ گئے ہیں

جیسے عمارات وغیرہ

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۵۳

بڑھے ہوئے تھے سوان کی (یہ تمام تر) کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی

اور عذاب الہی سے نہ بچ سکے۔

فَلَمَّا جَاءَ تَهُمُّ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَحُوا

غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے

بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

(اس) علم (معاش) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا

یعنی دنیوی معاش کو مقصود سمجھ کر اس میں جو ان کو لیاقت اور سلیقہ حاصل تھا اس پر خوش ہوئے اور آخرت کا انکار کر کے اس کی طلب کو دیوانگی ٹھہرایا اور انکار آخرت پر جب عذاب کی دھمکی دی گئی تو اس سے تمسخر کرنے لگے۔

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۵۴

اور ان پر وہ عذاب آ پڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے پھر جب انہوں نے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں تنزیل کتاب کا غیر معنوں

تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲۱ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ

یہ کلام رحمن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں

اِیْتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا

صاف صاف بیان کی جاتی ہیں یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی (زبان میں) ہے

تاکہ جن لوگوں میں یہ کتاب نازل ہوئی ہے وہ آسانی سے سمجھ لیں
پھر دوسرے لوگ ان کے ذریعے سے سمجھ سکتے ہیں

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝۲۲

ایسے لوگوں کے لئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں

یعنی گو مکلف و مخاطب سب ہی ہیں مگر منتفع صرف اہل دانش ہی ہوتے ہیں۔

بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۝۲۳ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ

بشارت دینے والا ہے (ماننے والوں کے لئے) ڈرانے والا ہے

اکثر لوگوں نے (اس سے) روگردانی کی

حالانکہ قرآن کی صفات کمال کا مقتضاء یہ تھا کہ اس پر سب ایمان لاتے۔

فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝۲۴ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِیْ اَكِنَّةٍ

پھر وہ (بوجہ اعراض کے) سنتے ہی نہیں اور وہ لوگ کہتے کہ جس بات کی طرف

مِمَّا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ

آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں

یعنی ہماری سمجھ میں آپ کی بات نہیں آتی۔

وَفِیْ اِذْنَانَا وَقَدْ وَّصَّیْنَا بِیْنِنَا وَبَیِّنٰتِكَ

اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان

حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝۲۵

میں ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جائیے ہم اپنا کام کر رہے ہیں

یعنی ہم سے کچھ امید سوال نہ رکھئے اور پھر بھی کہنے کو جی چاہے تو کہے
جائیے ہم اپنا طریقہ نہیں چھوڑیں گے اور یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ
کہ اس جگہ حق تعالیٰ نے کفار کا یہ قول کہ ”ہمارے دل پردوں میں ہیں اور

فَلَمَّا رَاَوْا یَاسَنًا قَالُوْا اَمَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ

ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب

وَکَفَرْنَا بِمَا کُتِّیَابِهٖ مُّشْرِکِیْنَ ۝۲۶ فَلَمْ

چیزوں سے ہم منکر ہوئے جس کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو ان

یٰکُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا یَاسَنًا

کو ان کا ایمان لانا نافع نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا

کیونکہ وہ ایمان اضطراری تھا یعنی مجبوری کی حالت میں تھا اور بندہ اختیاری
ایمان کا مکلف ہے۔ مسئلہ جب آخرت کا عذاب اور عذاب کے فرشتے نظر
آجائیں پھر اس وقت ایمان قبول نہیں ہوتا اور اس کو ایمان یاس کہتے ہیں اور اس
کی تحقیق سورہ نساء کے تیسرے رکوع میں گزری ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سُئْتَ اللّٰهُ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهِ ۝۲۷

اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْکَافِرُوْنَ ۝۲۸

سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے

جب کہ ایمان نافع نہ ہوا پس ان مشرکین کو بھی یہ سب مضامین سمجھ کر
ڈرنا چاہئے کہ ان کے لئے بھی یہی ہوگا پھر کچھ تلافی نہ ہو سکے گی۔سورۃ حم السجدة مکیہ وایتھا ثلث اورابع و خمسون
رابطہ: یہ سورت کسی قدر تمہید کے بعد مضمون توحید سے شروع ہوئی
ہے جس پر پہلی سورت ختم ہوئی تھی اور توحید سے پہلے رسالت کا مضمون
ہے جو اسی کی تمہید ہے پھر توحید و رسالت کے انکار پر زجر اور وعید ہے
اور اسی کی مناسبت سے قیامت کے واقع ہونے کی تحقیق ہے اور مقابلہ کے
طور پر چند جگہ اہل ایمان کے لئے بشارات بھی مذکور ہیں۔

(۲۱) سُورَةُ حَمِّ السَّجْدَةِ مِکَّتِیْنَا (۶۱)

سورۃ حم سجدہ کے میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

حَمَّ ۝۱

حم

الزَّكَاةُ

زکوٰۃ نہیں دیتے

یعنی نبوت کی حقانیت اور اس کے اتباع کے واجب ہونے کا مضمون سن کر بھی اپنا طریقہ نہیں چھوڑتے اور یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کفار کو زکوٰۃ نہ دینے پر یہ وعید کیسی اور اس کے کیا معنی ہیں کیونکہ وہ تو صرف ایمان کے مکلف ہیں اور کفر کی حالت میں وہ نماز زکوٰۃ وغیرہ کے مکلف نہیں ہیں جو اب یہ ہے کہ کفار کا زکوٰۃ نہ دینا چونکہ ایمان نہ لانے کی علامت ہے اس لئے یہ عنوان اختیار کیا گیا پس اصل مقصود کفر ہی پر مذمت اور وعید سنانا ہے اور ایمان نہ لانے کی اگرچہ اور بھی علامتیں ہیں مگر زکوٰۃ نہ دینے کو خاص طور پر شاید اس لئے ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ مال کی محبت ان لوگوں کو ایمان سے روک رہی ہے دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ زکوٰۃ تو دینے میں فرض ہوئی تھی اور یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے تو یہاں زکوٰۃ سے کیا مراد ہے جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا لفظ مطلق نیک کام میں خرچ کرنے کے معنی میں پہلے سے بھی عرب میں مشہور تھا اور نیک کاموں میں خرچ کرنا بعض مواقع پر مکہ میں بھی واجب تھا البتہ زکوٰۃ کی خاص مقدار اور خاص شرائط کے ساتھ فرضیت مدینہ میں ہوئی ہے ربط اور تمہید کے طور پر رسالت کا مضمون تھا آگے تو حید کا مضمون ہے قل ۱۱ انکم تا العزیز العلیم

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ۱۱ إِنَّ الَّذِينَ

اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں (اور برخلاف ان کے) جو لوگ ایمان لے

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ

آئے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو

مَنْوُونَ ۱۲ قُلْ أَنتُمْ تَكْفُرُونَ ۱۲ بِالَّذِي

(کبھی) موقوف ہونے والا نہیں آپ فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کی

خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ

توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو (باوجود اتنی وسعت کے) دو روز میں

أَنْدَادًا ۱۳ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۱۳

پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو یہی سارے جہان کا رب ہے

جس کی قدرت ابھی معلوم ہوئی پس معبود بھی وہی ہے

ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے "مذمت کے طور پر نقل فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ قول غلط اور جھوٹ تھا حالانکہ بعض آیتوں میں حق تعالیٰ نے خود ان چیزوں کو کفار کے لئے ثابت کیا ہے۔ وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقیہوہ و فی اذانہم وقرأ الخ جواب یہ ہے کہ کفار کا مطلب ان باتوں سے یہ تھا کہ ہمارے اندر قرآن کے سننے اور سمجھنے کی مطلق استعداد نہیں اور یہ غلط ہے اور حق تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں میں استعداد قریب نہیں جس سے حق کو جلدی سمجھ لیں اور اس کو اختیار کر لیں اور یہ صحیح ہے دوسرے یہ کہ ان کی غرض اس کلام سے یہ بتلانا تھا کہ ہم نے کفر پر جسے رہنے کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ غرض یقیناً بری ہے اور اس اعتبار سے اس کا رد کیا گیا ہے کیونکہ کسی کلام کا رد بھی صرف غرض کے اعتبار سے ہی ہوا کرتا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا

آپ فرمادیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ

کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے

یعنی میں تم کو ایمان پر مجبور کرنے کی تو قدرت نہیں رکھتا جو قبول کر اسکوں کیونکہ میں بھی تم ہی جیسا انسان ہوں لیکن خدا تعالیٰ نے مجھ کو یہ امتیاز دیا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور میں صاحب نبوت ہوں جس کی تصدیق معجزات سے ہو چکی ہے جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے اور نبی ہونے کا مقتضی یہ ہے کہ اگر اس کی کوئی بات عقل سے بھی ثابت نہ ہو اس کو بھی ماننا چاہئے چہ جائیکہ مجھ پر جو وحی آتی ہے وہ عقلاً بھی قابل قبول ہے اس حالت میں تمہارے قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تم کو ضرور قبول کرنا چاہئے

فَاسْتَقِمْ وَآلِیْہِ

سو اس (معبود برحق) کی طرف سیدھ باندھ لو

یعنی اور کسی کی عبادت کی طرف توجہ مت کرو

وَأَسْتَغْفِرُ ۱۴

اور اس سے معافی مانگو

یعنی اب تک جو غیر اللہ کی عبادت کی ہے خدا سے اس کی معافی مانگو توحید اختیار کرو اور گزشتہ کفر و شرک سے توبہ کرو

وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۱۵ الَّذِينَ لَا يُوْتُونَ

اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو

وَجَعَلَ فِيهَا رِوَاسِي مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ

اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنادیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی

فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا

چیزیں رکھ دیں اور اس میں (اس کے رہنے والوں کی) غذائیں تجویز کر دیں

چنانچہ مشاہد ہے کہ ہر حصہ زمین کے رہنے والوں کے مناسب الگ الگ غذائیں ہیں یعنی زمین میں ہر قسم کے غلے میوے پیدا کر دیئے کہیں کچھ کہیں کچھ جن کا سلسلہ اب تک چلا آتا ہے۔

فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلْسَّائِلِينَ ⑩

یہ سب چار دن میں ہوا جو شمار میں (پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے

یہود نے آسمان و زمین کی پیدائش کے متعلق حضور سے سوال کیا تھا اس لئے فرمایا کہ یہ چار دن پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے یعنی زمین کا اور اس کی سب چیزوں کا چار دن میں پیدا ہونا ان کے ذہن میں جلدی آ سکتا ہے بہ نسبت آسمان کے دو دن میں بننے کے کیونکہ وہاں مدت کم ہے اور کم مدت میں زمین سے بڑی چیز بنائی گئی اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ زمین کو دو دن میں پیدا کرنے کے بعد اس کے علاوہ چار دن میں پہاڑ وغیرہ پیدا کئے کیونکہ اس طرح مجموعہ آٹھ دن ہو جاویں گے حالانکہ تمام آسمان و زمین کا چھ دن میں بنانا چند جگہ صراحت مذکور ہوا ہے بلکہ یہ چار دن پہلے دونوں کو ملا کر ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے محاورات میں بولا جاتا ہے کہ دو سال میں تو اس لڑکے کا دودھ چھڑایا اور چار سال میں مکتب میں بٹھایا ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان دو سال کے علاوہ چار سال ہیں اور یہ جو فرمایا کہ چار دن شمار میں پورے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جن دونوں میں آسمان بنایا گیا ہے وہ دو روز پورے نہیں تھے بلکہ ان کی اخیر اساعت میں عصر کے بعد آدم علیہ السلام بنائے گئے (رواہ مسلم) اس لئے یہاں فرمادیا کہ یہ چار دن پورے ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ

پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور وہ (اس وقت) دھواں سا تھا

یعنی اس کا مادہ دھویں کی شکل میں تھا اور آسمان کا مادہ زمین کے مادہ کے بعد اور اس کی موجودہ صورت سے پہلے بن چکا تھا جس کے متعلق سورہ بقرہ کے شروع میں تحقیق گزر چکی ہے

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ط

سواس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے

یعنی تم دونوں کو ہمارے حکم کی طرف آنا تو ضرور پڑے گا اور ہمارے نکلوتی احکام تمہارے اندر جاری ہوا کریں گے چنانچہ آسمان میں اس کے بعد ہی تغیر ہونے والا تھا کہ اس کے ایک مادہ سے سات آسمان بننے والے تھے اور زمین میں تو بے انتہا تغیرات قیامت تک چلے جاویں گے تو انکاری ہونا تمہارے اختیار سے باہر ہے لیکن جس قدر شعور و ادراک تم کو عطا ہوا ہے اس سے اپنی حالت کے مناسب تم خوشی یا ناخوشی ظاہر کر سکتے ہو جیسے انسان کے لئے مرض یا موت باوجود یکہ غیر اختیاری ہے مگر کوئی اس پر راضی ہے کوئی ناراض سو تم دیکھ لو کہ ہمارے ان احکام پر راضی رہو گے یا کراہت رکھو گے۔

قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ⑪ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ

دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں سو دو روز میں اس کے سات

سَبْعَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ

آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو)

أَمْرَهَا ط

بھیج دیا

چونکہ سب آسمان فرشتوں سے آباد کر دیئے گئے تھے اس لئے بعض فرشتوں سے جو کام لینا تھا وہ ان کو بتلادیا۔

وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ۖ وَحِفْظًا ط

اور ہم نے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (استراق شیطین سے) اس کی حفاظت کی

اور جب یہ آسمان شیطان سے محفوظ ہے تو دوسرے آسمان بدرجہ اولیٰ محفوظ ہیں اور اس حفاظت کی تحقیق سورہ حجر کے دوسرے رکوع میں گزر چکی ہے

ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ⑫

یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکلی کی

پس عبادت کے لائق یہ ذات ہے جو کہ صفات کمال سے موصوف ہے یا وہ چیزیں جو ذات و صفات دونوں میں ناقص ہیں ربط او پر تو حید کو ثابت اور شرک کو باطل کیا تھا آگے منکران تو حید کو دنیوی عذاب کی دھمکی اور اخروی عذاب کی وعید سناتے ہیں اور ایک قصہ کے ضمن میں رسالت کے انکار پر بھی ملامت ہے۔ فان اعرضوا تا کانوا خاسرین

یہاں تک سب کا مشترک قول بیان فرما کر آگے ہر ایک کے حال کی الگ الگ تفصیل ہے۔

فَمَا عَادُوا فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

پھر وہ جو لوگ عاد کے تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ

وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً

وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے

یعنی عذاب کی وعید سن کر کہنے لگے کہ ہم پر ایسا حادثہ کون واقع کر سکتا ہے جس کو ہم دفع نہ کر سکیں گے آگے جواب ہے

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ

(آگے جواب ہے کہ) کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا وہ

مِنْهُمْ قُوَّةً

ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے

اور وہ ان پر عذاب واقع کر سکتا ہے مگر اس کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔

وَكَاؤُوا بِالْآيَاتِ يَجْحَدُونَ ۝۱۵ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تو ہم نے ان پر ایک ہوائے

رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ

تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے

یعنی چونکہ ان دنوں میں ان پر عذاب نازل ہوا تھا اس لئے ان کے حق میں وہ دن منحوس تھے اور نحوست ایام کے متعلق ضروری تحقیق سورۃ صافات آیت فنظر نظرة فی النجوم کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

لِنُنْذِرَهُمْ عَذَابَ الْآخِرَةِ فِي الْحَيَاةِ

تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور

الدُّنْيَا وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهَمًّا لَا

آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی اور وہ جو

يُنْصَرُونَ ۝۱۶ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

ثمود تھے تو ہم نے ان کو (پیغمبر کے ذریعہ سے) رستہ بتلایا سوانہوں نے

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ ضِعْفَةً

پھر اگر (دلائل تو حید سن کر بھی) یہ لوگ توحید سے اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ

مِثْلَ ضِعْفَةٍ عَادٍ وَثَمُودَ ۝۱۷

میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر (شرک و کفر کی بدولت) آئی تھی

مراد ہلاکت کا عذاب ہے چنانچہ مکہ والے بھی بدر میں ہلاک کئے گئے اور عاد و ثمود کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ یمن اور شام کے سفر میں اہل عرب ان کے مساکن پر گزرتے تھے اور ان قوموں کو یہ لوگ جانتے بھی خوب تھے۔

إِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ

جب کہ ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے

وَمِنْ خَلْفِهِمْ

سے بھی پیغمبر آئے

یعنی جو پیغمبران کی طرف مبعوث ہوئے تھے انہوں نے بڑی کوشش سے بار بار سمجھایا جیسے کوئی شخص کسی کو کبھی سامنے سے آ کر سمجھاوے کبھی پیچھے سے آ کر سمجھاوے اور یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ مشہور تو یہ ہے کہ قوم عاد میں ہود علیہ السلام اور ثمود میں صالح علیہ السلام آئے تھے اور یہاں جمع کا صیغہ لایا گیا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کے سوا ان میں اور بھی پیغمبر آئے تھے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اور بھی کوئی رسول آئے ہوں اور وہ ان انبیاء میں داخل ہوں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہوا یا ہود اور صالح علیہما السلام ہی کو تعظیماً صیغہ جمع سے بیان فرمادیا ہو کہ ہر ایک نے گویا کئی کئی رسولوں کا کام کیا یا یہ مطلب ہو کہ ان دونوں کے ذریعہ سے رسولوں کی خبر اور سب کا توحید میں متفق ہونا ان لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا آگے پیغمبروں کا قول مذکور ہے۔

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا

کہ بجز اللہ کے کسی کو مت پوجو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پروردگار

لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً

کو یہ منظور ہوتا (کہ کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے) تو فرشتوں کو بھیجتا

یعنی تم جو کہتے ہو کہ خدا نے ہم کو پیغمبر بنا کر اس لئے بھیجا ہے تاکہ توحید کی دعوت دیں خود یہی غلط ہے کیونکہ اس کام کے لئے فرشتوں کو آنا چاہئے تھا۔

فَاتَّبَعْنَا مَا أَرْسَلْنَا بِهِ كُفْرُونَ ۝۱۸

سو ہم اس (توحید) سے بھی منکر ہیں جس کو دیکر (بزم خودم) بھیجے گئے ہو

وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوا

دیں گے اور (اس وقت) وہ لوگ (متعجب ہو کر) اپنے اعضاء سے

لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ط

کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں کی

ہم تو دنیا میں تمہارے ہی لئے سب کچھ کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کافر اپنے اعضاء سے کہے گا فعنکم کنت اناضل کہ میں تو تمہارے اوپر سے (بلاؤں کو) دفع کیا کرتا تھا رواہ مسلم

قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ

وہ (اعضاء) جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر

شَيْءٍ

(گویا) چیز کو گویائی دی

جس سے ہم نے خود اپنے اندر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کر لیا

وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تَرْجَعُونَ ﴿۲۱﴾

اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو

مگر تم دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے پس جو خدا ایسا قادر اور عظیم الشان ہو اس کے سامنے اس کو پوچھنے پر ہم حق بات کو کیسے چھپا سکتے تھے اس کی عظمت ہم کو اس سے روکتی تھی اس لئے ہم نے گواہی دیدی اس کے بعد حق تعالیٰ ان منکروں کو خطاب فرما دیں گے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ أَنْ يَشْهَدَ

اور (تم) دنیا میں اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ

عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا

سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف

جُلُودُكُمْ

میں گواہی دیں

یعنی تم اس سے کسی طرح بچ نہیں سکتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ کا اعضاء کو گویائی عطا کرنے پر قادر ہونا اور تمام اعمال کا جاننا واقع میں ثابت ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ تم ناشائستہ افعال سے بچتے۔

الْعَيْنِ عَلَى الْهُدَى فَآخَذَتْهُمْ سَعِيقَةُ

گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت

الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۲۲﴾ وَنَجَّيْنَا

نے بکڑ لیا ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے اور ہم نے (اس عذاب سے) ان

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۲۳﴾

لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ہم سے ڈرتے تھے

یہاں تک دنیوی عذاب کا ذکر تھا آگے آخرت کے عذاب کا ذکر ہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ

اور (ان کو وہ دن بھی یاد دلانے) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف (جمع کرانے) کے (لیے موقف حساب) میں لائے جائیں گے

بعض تفاسیر میں لکھا ہے اور اچھا لکھا ہے کہ اس آیت میں اللہ کے دشمنوں سے خاص کفار یعنی اہل مکہ مراد ہیں سب مراد نہیں کیونکہ ان کے بارے میں آگے آیا ہے کہ ان کے حق میں اللہ کا قول ان لوگوں کے ساتھ پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن و انسان کافر گزرے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب صفت کفار میں نہیں پائی جاتی کیونکہ بعض کفر ایسے بھی ہیں کہ ان سے پہلے کوئی کافر نہ تھا۔

فَهُمْ يُؤْمَرُونَ ﴿۲۴﴾

پھر وہ روکے جائیں گے (تاکہ بقیہ بھی آجائیں

یعنی جمع چونکہ زیادہ ہوگا اس لئے سب کو ایک ساتھ جمع کرنے کے لئے راستے میں ٹھہرا ٹھہرا کر لے جایا جائے گا۔

حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا

یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجائیں گے

دوزخ کے قریب سے مراد حساب کا میدان ہے کیونکہ دوزخ وہاں قریب ہی نظر آئے گی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ دوزخ کو میدان حساب میں قریب کریں گے اور یہ بھی آیا ہے کہ کافر اپنے چاروں طرف آگ ہی آگ دیکھے گا غرض جب میدان حساب میں سب جمع ہو کر آجائیں گے اس وقت حساب شروع ہوگا۔

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ

توان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی

وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا

ولیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال

مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۲﴾

کی خبر بھی نہیں

اس لئے تم ایسے افعال سے نہ بچے اور یہاں علم و خبر سے عام معنی مراد ہیں کیونکہ بعضے احمق تو خود علم ہی کے معتقد نہ تھے وہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو ہمارے افعال کی اطلاع ہی نہ ہوتی ہوگی جیسا کہ اس کی شان نزول میں روایت ہے اور بعض یہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو ہمارے افعال پر التفات نہیں یعنی وہ اس کے نزدیک سزا کے قابل نہیں کیونکہ سزا ہوتی ہے برے کام پر اور وہ افعال کفریہ کو برائی نہ سمجھتے تھے اور قیامت کے انکار کی وجہ سے جزا و سزا کے تو سب ہی منکر تھے پس لفظ علم مجازی طور پر اس جگہ اطلاع و التفات و جزا سب کو شامل ہے اور بہت سے اعمال کی قید اس لئے بڑھائی کہ ہر عمل کی بابت وہ خدا کے علم کا انکار کرتے تھے چنانچہ جو اعمال کھلم کھلا کئے جاتے ہیں ان میں اطلاع کے سب معتقد تھے اور بعض اعمال کو برا بھی سمجھتے تھے اور ان پر دنیوی سزا کے بھی قائل تھے چنانچہ قسامت میں جھوٹی قسم کھانے سے تباہ ہو جانے کا خوف کرتے تھے۔

وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ

اور تمہارے اس گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا

أَرْدَكُمْ

تم کو برباد کیا

کیونکہ اس گمان کی وجہ سے افعال کفریہ کے مرتکب ہوئے اور وہ تباہی و بربادی کا سبب ہے۔

فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۲۳﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا

پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑ گئے سو (اس حالت میں) اگر یہ لوگ صبر کریں

فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ

تب بھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے

یعنی اگر وہ اس بربادی اور خسارہ پر تنہا بتقدیر رہ کر عذر وغیرہ کچھ نہ کریں تو یہ نہ ہوگا کہ ان کی خاموشی اور صبرِ رحم کا سبب ہو جائے جیسا کہ کبھی دنیا میں ایسا ہو جاتا ہے بلکہ ہر حالت میں ان کو عذاب بھگتنا ضرور پڑے گا

وَأِنْ يَسْتَغِيثُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿۲۴﴾

اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا اور ہم نے (دنیا میں) ان

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا

کے لئے کچھ ساتھ رہنے والے (شیاطین) مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے

اس لئے ان کاموں پر جیسے رہے اور کفر پر اصرار کرنے ہی کی وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہوئے ربط اوپر شروع سورت میں قرآن و رسالت کے متعلق مضمون تھا آگے اس کے انکار کرنے والوں پر ملامت اور دھمکی ہے وقال الذين كفروا تا من الاسفلين

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّ قَدُ

اور ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدہ عذاب)

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ ج

پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن و انس (کفار) ہو گزرے ہیں

إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ع وَقَالَ

بیشک وہ (سب) بھی خسارہ میں رہے اور یہ کافر (باہم) یہ کہتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ

کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو)

وَالْغَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۵﴾

اس کے بچ میں غل مچا دیا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم ہی غالب رہو

اور پیغمبر ہار کر چپ ہو جاویں گے اس نالائق حرکت پر اور اس کے ارادہ پر عذاب کی دھمکی ہے۔

فَلَنَذِقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا

سو ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور

شَدِيدًا لا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشْوَأَ الَّذِي

ان کو ان کے (ایسے) برے کاموں کی سزا دیں گے

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾ ذَلِكَ جزاء أعداء

یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ ان کے لئے وہاں

اللَّهُ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ط

بیٹھنے کا مقام ہوگا اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا

جزاء بما كانوا ياتينا بجحدون ﴿۲۸﴾

انکار کرتے تھے اور (جب بتلائے عذاب ہوں گے تو) وہ کفار

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرْنَا الَّذِينَ

کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیاطین اور

أَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُمَا

انسان دکھا دیجئے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہم ان کو اپنے

تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۲۹﴾

پیروں کے تلے میں ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں

یعنی اس وقت ان لوگوں پر غصہ آوے گا جنہوں نے بہکایا تھا خواہ وہ آدمی ہوں یا شیطان ہوں اور ایک ایک ہو یا کئی کئی ہوں اور اس درخواست کا منظور ہونا ضروری نہیں اور یوں تو وہ گمراہ کرنے والے بھی جہنم ہی میں ہوں گے مگر شاید اس درخواست کے وقت نظر نہ آویں ربط اور کفار کی بد حالی اور برا انجام مذکور تھا آگے مسلمانوں کی خوشحالی اور اچھا انجام مذکور ہے اور ساتھ ہی ان کو اخلاق حمیدہ و افعال حسہ کا حکم اور ترغیب ہے جس سے ان کی خوشحالی میں ترقی ہو دوسرے ایسے اخلاق کی ضرورت ایسے لوگوں کے مقابلہ میں بھی واقع ہوگی جو یہ کہتے تھے کہ قرآن کو نہ سنو اور غل و شور مچا دیا کرو ان الذین تا العلیم۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ

جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے

مطلب یہ کہ شرک سے بیزار ہو کر توحید اختیار کر لی

ثُمَّ اسْتَقَامُوا

پھر (اس پر) مستقیم رہے

یعنی توحید کو چھوڑا نہیں

تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَكُ

ان پر فرشتے اتریں گے

یعنی ان پر اللہ کی طرف سے رحمت اور خوشخبری لے کر فرشتے اتریں گے اول مرتے وقت پھر قبر میں پھر قیامت میں۔

أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا

کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو

یعنی آخرت کے آنے والے مصائب سے نہ ڈرو اور دنیا کے چھوڑنے پر رنج نہ کرو کیونکہ آگے تمہارے لئے امن چین اور اچھا بدلہ ہے

وَأَبَشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾

اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبر کی معرفت) وعدہ کیا

نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں

الْآخِرَةِ

بھی رہیں گے

چنانچہ دنیا میں نیک کاموں کا دل میں آنا اور حوادث و مصائب میں صبر و اطمینان ہونا یہ ملائکہ ہی کا فیض ہے۔ حدیث کے بیان کے موافق وہ دنیا میں انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور آخرت میں ساتھ رہتا خود آیات میں وارد ہے تتلقاهم الملكة اور يدخلون عليهم من كل باب مسلمانوں سے فرشتے ملیں گے اور ہر دروازے سے ان کے پاس پہنچیں گے

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ

اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور تمہارے

فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿۳۱﴾ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿۳۲﴾

لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے

یعنی یہ نعمتیں اکرام و اعزاز کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمانوں کو ملتی ہیں مسلمانوں کی اچھی حالت بتلا کر آگے ان کے اچھے اعمال بتلاتے ہیں۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے

الشَّيْطَانِ نَزَعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ

شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو (فورا) اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے

الْعَلِيمُ ۳۶ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

بلاشبہ وہ خوب جاننے والا ہے خوب سننے والا ہے اور منجملہ اس کی (قدرت و

توحید کی) نشانیوں کے رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے پس تم

وَلَا لِلْقَمَرِ

لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو

ومن ايه تا قديره جیسا کہ صائین وغیرہ بعض فرقے ستاروں کی عبادت کرتے تھے

وَاسْجُدْ وَابْتَغِ الْوَالِدِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ

اور صرف اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) نشانیوں کو پیدا کیا

إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۳۷

اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے

یعنی مشرکین بھی عبادت خداوندی ہی کے مدعی ہیں تو جس عبادت میں شرک ہو وہ حقیقتہً خدا کی عبادت نہیں ہے اور وہ دعویٰ غلط ہے اگر خدا کی عبادت کرنا ہے تو شرک کو چھوڑ کر عبادت کرو

فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا

پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں

یعنی توحید کے ساتھ عبادت کرنے سے عار کریں جس میں باپ دادوں کا طریقہ چھوڑنا اور نبی کا اتباع کرنا پڑتا ہے۔

فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں

اور عظمت و شان میں ان سے ہزار درجے زیادہ ہیں

يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا

وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے ذرا نہیں اکتاتے

صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۳۸

اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں

یعنی بندگی کو فخر سمجھے متکبرین کی طرح اس سے عار نہ کرے اور چونکہ اللہ کی طرف بلانے میں جہلاء کی طرف سے اکثر ایذا اور ضرر رسانی کا سامنا ہوتا ہے آگے اس کے متعلق خصوصاً اور دوسرے حالات کے لئے عموماً اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت کے ساتھ اور آپ کے متبعین کو عموماً

وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے

یعنی اول مقدمہ کے طور پر اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ نیکی اور بدی ہر ایک کا اثر جدا ہے

إِذْ فَعُ بِآلَتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ

تو (اب) آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) نال دیا کیجئے پھر کیا یک آپ

وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۳۹

میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسے کوئی دلی دوست ہوتا ہے

یعنی بدی کا بدلہ بدی سے کرنے میں تو عداوت بڑھتی ہے اور نیکی اور بھلائی کرنے سے عداوت گھٹتی ہے بشرطیکہ دشمن کی طبیعت میں سلامتی ہو حتیٰ کہ اکثر عداوت بالکل جاتی رہتی ہے اور اس بات میں وہ دوست کے مشابہ ہو جاتا ہے گودل سے دوست نہ ہو اور سلامت طبع کی قید دلیل عقلی سے بڑھائی گئی ہے اب یہ خدشہ نہ رہا کہ بعض دفعہ اس کے خلاف مشاہدہ ہوتا ہے ربط اوپر دوسرے رکوع میں توحید کا مضمون تھا آگے پھر اس کی طرف رجوع ہے اور اس کے ختم پر زمین کو زندہ کرنے کا بیان ہے اس کی مناسبت سے مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر فرمایا جس سے عذاب قیامت کی تاکید بھی ہوگئی جس کا اس سورت میں کفار کے لئے جا بجا ذکر ہوا ہے۔

وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وََمَا يُلْقِيهَا

اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل (مزانج) ہیں اور یہ بات اسی

إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۴۰ وَإِنَّمَا يَنْزِعُكَ مِنْ

کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہے اور اگر (ایسے وقت میں) آپ کو

يَسْمَعُونَ (۳۸) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَرَى

اور مجملہ اس کی (قدرت و توحید کی) نشانیوں کے ایک یہ ہے کہ (اے

الْأَرْضُ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی و بائی (پڑی) ہے کہ جب ہم اس پر پانی

الْبَاءُ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے

اور اس سے علاوہ توحید پر دلالت ہونے کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا بھی ممکن ہے۔

إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَهُ يَحْيِي الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى

(اس سے ثابت ہوا کہ) جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۳۹)

زندہ کر دے گا بیشک ہر چیز پر قادر ہے

اور یہ دونوں باتیں ممکن ہونے پر برابر ہیں تو دونوں پر خدا کی قدرت بھی یکساں ہوگی اور ان میں سے ایک کا سہل ہونا مشاہدہ سے معلوم ہے تو دوسری صورت بھی سہل ہوگی پھر اس کو دشوار سمجھنا محض جہالت ہے ربط اوپر ویل للمشرکین وغیرہ آیتوں میں توحید و رسالت کے منکروں کے لئے عذاب کی وعید مذکور ہوئی ہے آگے پھر اسی کی طرف عود ہے ان الذین تا بصیر

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں

یعنی ان آیتوں میں توحید کا مضمون مذکور ہے جس کا مقتضایہ تھا کہ یہ لوگ توحید کو اختیار کرتے اور ایمان لے آتے مگر وہ اس کو چھوڑ کر جھٹلانے کے درپے ہیں۔

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا

وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں ہیں

ہم کو ان سب کا حال معلوم ہے اور ہم ان کو جہنم کی سزا دیں گے۔

أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا

سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز

يَوْمَ الْقِيَامَةِ

امن و امان سے (جنت میں) آئے

آگے دھمکی کے طور پر خطاب ہے

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۴۰)

جو جی چاہے کر لو وہ سب تمہارا کیا ہوا دیکھ رہا ہے

ایک دفعہ ہی پوری سزا دے دے گا۔

ربط: اوپر شروع سورت میں اور وقال الذین کفرو الا تسمعون لهذا القرآن الخ میں رسالت اور قرآن کے متعلق گفتگو ہوئی تھی آگے پھر یہی گفتگو ہے اور اسی سلسلے میں منکرین کے بعض اقوال کا جواب اور بعض مضامین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی ہے ان الذین تا للعبید

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ

جو لوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں (ان

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ (۴۱) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

میں خود تیر کی کمی ہے) اور یہ (قرآن) بڑی با وقعت کتاب ہے جس میں غیر

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ

واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آ سکتی ہے اور نہ پیچھے کی طرف سے

یعنی اس میں کسی پہلو اور کسی جہت سے یہ احتمال نہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نازل نہ ہوا ہو اور خلاف واقع اس کو خدا کی طرف سے نازل شدہ کہا جاتا ہو جیسا کہ کفار آپ پر بھی شبہ کرتے تھے اور اس احتمال کے نہ ہو سکنے کی وجہ قرآن کا اعجاز ہے کہ قرآن کی عبادات ایک ایسی ممتاز ہے جو تمام مخلوق کی عبادات سے الگ نظر آتی ہے ایسا کلام کوئی انسان نہیں کر سکتا۔

تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (۴۲)

یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

آگے فرماتے ہیں کہ اگر اس پر بھی یہ لوگ جھٹلائیں تو آپ دوسرے رسولوں کی حالت سے تسلی حاصل کیجئے۔

مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ

آپ کو وہی باتیں (تکذیب و ایذا کی) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے

قَبْلِكَ

رسولوں کو کہی گئی ہیں

انہوں نے بھی صبر کیا تھا آپ بھی صبر کیجئے

إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿۴۳﴾

آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے

پس اگر یہ مخالف لوگ مخالفت سے باز آ کر مغفرت کے مستحق نہ بنے تو میں ان کو سزا بھی دوں گا پھر آپ کا ہے کہ لئے پریشان ہوں آگے کفار کے اس شبہ کا جواب ہے کہ وہ کہتے تھے کہ قرآن کا کچھ حصہ عجمی زبان میں بھی ہونا چاہئے تھا تا کہ اس کا اعجاز خوب ظاہر ہو جاتا کہ جو عجمی زبان نہیں جانتے وہ عجمی میں کلام کرتے ہیں

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا

اور اگر ہم اس کو عجمی (زبان کا) قرآن بناتے تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں

فَصَلَّتْ إِلَيْهِ ط

صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں

کہ ہم بھی سمجھ لیتے یعنی عربی میں کیوں نہیں آیا اور اگر کچھ حصہ عجمی میں ہوتا تو یوں کہتے کہ یہ حصہ بھی عربی کیوں نہ ہوا غرض عجمی ہونے کی صورت میں بھی یہ ہرگز نہ ہوتا کہ اس کو مان لیتے بلکہ اس میں ایک اور حجت نکالتے کیونکہ جب ماننے اور سمجھنے کا ارادہ نہیں ہوتا تو ہر صورت میں کچھ نہ کچھ شاخ نکال لی جاتی ہے۔

ءَاَعْجَبِيٍّ وَعَزَلِيٍّ ط

یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول

خلاصہ یہ کہ اب جو قرآن عربی ہے تو کہتے ہیں کہ عجمی کیوں نہ ہوا اگر عجمی ہوتا تو کہتے عربی کیوں نہ ہوا کسی حال پر بھی ان کو قرا نہیں ہے پھر عجمی ہونے ہی سے کیا فائدہ ہوتا۔ رہا قرآن کا اعجاز سودہ عربی ہونے کی صورت میں بھی موجود ہے بلکہ اس حالت میں اس کا اعجاز اہل عرب پر زیادہ حجت ہے کیونکہ وہ فن عربی میں ماہر ہیں اور اس کے باوجود

قرآن کے مثل کلام لانے سے عاجز ہیں اس وقت قرآن کا اعجاز تفصیل کے ساتھ ان کی سمجھ میں آ سکتا ہے اور عجمی ہونے کی صورت میں اجمالاً سمجھتے اور اگر چہ اعجاز کا اجمالاً سمجھ لینا بھی کافی حجت ہے جیسا کہ اہل عجم قرآن کے اعجاز کو اجمالاً ہی سمجھ سکتے ہیں اور ان کے حق میں یہی کافی حجت ہے مگر ظاہر ہے کہ تفصیلاً سمجھنا زیادہ موثر اور بہت بڑی حجت ہے الغرض یہ شبہات محض لغو ہیں اصل مدار اعجاز پر ہے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے پس معلوم ہوا کہ قرآن کے حق ہونے میں تو کوئی کمی نہیں اگر کوئی شخص نہ مانے تو اسی میں انصاف وغیرہ کی کمی ہے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے جواب کا حکم ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْصَرَكُمْ وَشَفَاءُ ط

آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تورہنا اور شفا ہے

یعنی نیک کاموں کا رستہ بتلاتا ہے اور برے کاموں سے روگ دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں قرآن کی تعمیل پر عمل کرنا ان روگوں سے شفا بخشتا ہے پس چونکہ ایمان والوں میں تدبر اور طلب حق کی کمی نہ تھی اس لئے ان کے حق میں قرآن اپنی حقانیت کی وجہ سے نافع ہوا۔

وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُرْ

اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے

جس سے حق بات کو انصاف اور تدبر کے ساتھ نہیں سنتے اور یہی ان میں کمی ہے۔

وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط

اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے

کیونکہ تدبر اور انصاف کی کمی سے تعصب کو قوت ہوتی ہے اور تعصب ہدایت سے مانع لہذا وہ گمراہی کا باعث ہو جاتا ہے پس ان کے حق میں نابینائی کا سبب ہونا ایسا ہے جیسا کہ آفتاب عالم کو روشنی دیتا ہے مگر خفاش کو اندھا کر دیتا ہے مگر یہ آفتاب کا قصور نہیں بلکہ خود اسی کی آنکھ کا قصور ہے اس کی نگاہ کمزور ہے۔

أُولَٰئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ع

یہ لوگ (بوجہ عدم انتفاع کے ایسے ہیں کہ گویا) کسی بڑی دور جگہ سے بلائے جا رہے ہیں (کہ آواز سنتے ہیں مگر سمجھتے نہ ہوں)

جیسا کہ او پر صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اجمالاً رسولوں کا ذکر ہوا ہے۔ آگے خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہیں

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ط

اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا

کہ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا پس آپ ہی کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہوئی اس لئے آپ مغموم نہ ہوں

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ

اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہری چکی ہے (کہ

بَيْنَهُمْ ط وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۴۵

پورا عذاب آخرت میں ملے گا) تو ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے

یعنی باوجود دلائل قائم ہو جانے کے ابھی تک ان کو عذاب کا یقین ہی

نہیں آتا حالانکہ فیصلہ ضرور ہوگا آگے اس فیصلہ کا حاصل بیان فرماتے ہیں

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ج

جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے

یعنی وہاں اس کا نفع اور ثواب پاوے گا

وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ط

اور جو برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا

یعنی ضرور عذاب بھگتے گا

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۴۶

اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

کہ کوئی نیکی جو کہ قاعدہ کے موافق عمل میں لائی گئی

اس کو شمار نہ کرے یا کسی گناہ کو زائد شمار کر لے۔

الحمد للہ چوبیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ

اور جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے

یا تو یہ مطلب ہے کہ حق واضح ہو جانے کی وجہ سے ان کے معبود ہونے کا اعتقاد سب کے ذہن سے غائب ہو جائے گا یا یہ مراد ہے کہ وہ مدد نہ کر سکیں گے اور بعض آیات میں جو آیا ہے کہ کفار سے کہا جائے گا کہ اپنے معبودوں کو پکارو اور وہ پکاریں گے فلدعوهم فلم يستجيبو الهم الخ تو وہ اس آیت کے معارض نہیں کیونکہ وہ پکارنا بدحواسی اور فرط حیرت سے ہوگا اعتقاد سے نہ ہوگا۔

وَقُضُوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ ۝۳۸

اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں

یعنی اس وقت جھوٹے معبودوں کا باطل ہونا اور خدائے وحدہ کا برحق ہونا معلوم ہو جائے گا آگے شرک و کفر کا ایک بڑا اثر جو طبیعت انسانی پر ہوتا ہے اس کو بیان فرماتے ہیں

لَا يَسْمُرُ إِلَّا نَسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ذِ

ہر آدمی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا

یعنی توحید و ایمان سے جو شخص بے بہرہ ہوتا ہے اس کے اخلاق و اعمال و عقائد ایسے برے ہوتے ہیں کہ ایک تو وہ ہر وقت دنیوی ترقی کی دھن میں رہتا ہے جو کہ غایت درجہ کی حرص ہے دوسرے خاص تنگی کی حالت میں اس کی وہ کیفیت ہوتی ہے جو آگے مذکور ہے

وَأِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ

اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے

اور یہ غایت درجہ کی ناشکری کی علامت ہے

فَيُؤَسُّ قَنُوطٌ ۝۳۹ وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً

تو ناامید ہر اسماں ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر

مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ

واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے

هَذَا لِي لَا

ہونا ہی چاہئے تھا

اور یہ بھی غایت ناشکری و تکبر ہے

رابطہ: اور تو حید و رسالت اور قرآن کے منکروں کو عذاب قیامت کی دھمک

دی گئی ہے آگے ان تینوں کے متعلق مخلوط طور پر کلام ہے الیہ یرد تا محیط

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ط

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے

یعنی کفار جو بطور انکار کے قیامت کا وقت دریافت کرتے ہیں تو اس کے جواب میں کہ قیامت کب آوے گی یہی کہا جاوے گا کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے سے اس کا واقع نہ ہونا لازم نہیں آتا اور قیامت ہی کی کیا تخصیص ہے اس کا علم تو ہر چیز کو محیط ہے۔

وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ مِنْ أَكْبَامِهَا وَمَا

اور کوئی پھل اپنے غول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے

تَحْمِلُ مِنْ أَنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْبِهِ ط

اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے

اور اس اطلاع کی وجہ یہ ہے کہ علم خدا کی ذاتی صفت ہے جو بوجہ اعلیٰ درجہ کا کمال ہونے کے توحید کی بھی دلیل ہے اور چونکہ خدا کے علم کا تعلق تمام چیزوں کے ساتھ برابر ہے تو یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ خدا کو قیامت کا علم ہے آگے قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس سے توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال بھی ہوتا ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي لَا

اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (شرکین) کو پکارے گا (اور کہے گا)

کہ میرے شریک اب کہاں ہیں

یعنی جن کو تم نے میرا شریک بنا رکھا تھا اب ان کو بلاؤ تاکہ تم کو اس

مصیبت سے بچاویں

قَالُوا أَذُنُكَ لَمَّا مَتَّامِنْ شَهِيدٍ ج

وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ

ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں

یعنی ہم سب اپنی غلطی کے مقرر ہیں کیونکہ وہاں سب عقیدوں کی حقیقتیں منکشف ہو جائیں گی پس یہ اقرار یا تو بے اختیار ہو کر کریں گے یا اس سے نجات کی کچھ توقع ہو

وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۝

اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا

یعنی اس نعمت میں یہاں تک پھولتا ہے

وَلَكِنْ رَّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي ۝

اور اگر میں اپنے رب کے پہنچایا بھی گیا

جیسا کہ نبی کہتے ہیں

إِنِّي لِيُ عِنْدَهُ لَلْحَسَنَىٰ ۝

تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے

کیونکہ میں حق پر اور اس کا مستحق ہوں

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۝

سو ہم ان منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلا دیں گے

لَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝

اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے

جو ناشکری کی سزا ہے

وَإِذَا أُنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ ۝

اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے)

وَنَآيِبَانِيهِ ۝

منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے

اور یہ غایت درجہ کا تکبر اور اترانا ہے۔

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَوَدَّ عَاءً عَرِيضًا ۝

اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے

نہ بطور التجا بلکہ صرف جزع و فزع کے طور پر

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ ثَمَرٌ ۝

آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو اور پھر تم

كَفَرْتُمْ بِهِ مِنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي ۝

اس کا انکار تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی

شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

دور دراز مخالفت میں پڑا ہو

یعنی قرآن کے حق ہونے پر جو دلائل قائم ہیں مثلاً اس کا اعجاز بلاغت اور غیب کی خبریں اور پیشین گوئیاں بیان کرنا وغیرہ اگر تم تدبر و غور نہ کرنے کی وجہ سے ان کو یقین حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں سمجھتے تو کم از کم ان دلائل سے قرآن کے حق ہونے کا احتمال تو ضرور ہوگا کیونکہ تمہارے پاس ایسی کوئی دلیل تو ہے نہیں جس سے تم قرآن کا منجانب اللہ نہ ہونا ثابت کر دو اور جب اس میں حق ہونے کا احتمال ہے تو انکار اور تکذیب کی صورت میں تمہارے گمراہ ہونے کا بھی احتمال ہے اور عقلاً گمراہی کے احتمال سے بھی بچنا واجب ہے اور وہ اس پر موقوف ہے کہ تم قرآن میں تدبر و تامل کرو پس انکار میں جلدی نہ کرو بلکہ سوچ سمجھ سے کام لو تا کہ حق تم پر واضح اور متعین ہو جاوے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ ۝

ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے

یعنی ان لوگوں سے تو کیا امید ہے کہ یہ سوچ سمجھ سے کام لیں گے مگر ہم خود ہی قرآن کے سچے ہونے کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں عنقریب دکھائیں گے کہ قرآن کی پیشین گوئی کے موافق عرب کے اطراف و جوانب سب فتح ہو جاویں گے۔

وَفِي أَنْفُسِهِمْ ۝

اور خود ان کی ذات میں بھی

یعنی خود ان کی ذات میں بھی حقانیت قرآن کی نشانیاں دکھائیں گے کہ یہ بدر میں مارے جاویں گے اور ان کا وطن مکہ بھی فتح ہو جاوے گا

حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۝

یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے

یعنی ان پیشین گوئیوں کے سچ ہونے سے وہ مجبور ہو کر قرآن کا حق ہونا تسلیم کریں گے اور اگرچہ یہ اضطراری علم بدون اختیاری تصدیق کے معتبر نہیں مگر اس سے حجت تمام کرنے میں تو زیادہ قوت ہو جاوے گی غرض اس کی حقانیت ایک روز ضرور ظاہر ہو کر رہے گی باقی اس وقت جو یہ لوگ آپ کی رسالت و وحی کا انکار کر رہے ہیں اس سے آپ مغموم نہ ہوں۔

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

تو کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لئے) کافی

شَهِيدٌ ۝۵۳

نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے

پس اگر یہ لوگ آپ کی رسالت کی گواہی نہ دیں تو حق تعالیٰ اس پر گواہ ہے اور اس نے جا بجا آپ کی حقانیت کی گواہی دی ہے قول سے بھی اور عمل سے بھی کہ آپ کی رسالت کی دلیل میں بہت سے معجزات ظاہر کئے ہیں پس اس کی گواہی کافی ہے آگے ان لوگوں کے انکار کی اصل وجہ بتلاتے ہیں جس سے آپ کو تسلی بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔

أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِئَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ط

یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں

پس ان کے دل میں خوف نہیں جس سے طلب حق کی فکر ہو

أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝۵۴

یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے

پس وہ ان کے شک اور انکار کو بھی جانتا ہے اور اس پر سزا دے گا۔

سورة الشورى مكية و هي ثلث و خمسون آية

رابطہ: پہلی سورت توحید و رسالت اور قیامت اور قرآن کی حقانیت کے بیان پر ختم ہوئی تھی اور یہ سورت انہی مضامین سے شروع ہوئی ہے پس دونوں میں تناسب ظاہر ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم . حم . عسق۔

(۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰی مَكِّيَّةٌ (۶۲)

سورة سوزے مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تریپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حَمْدٌ ۝۱ عَسَقٌ ۝۲

حم عسق

اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ کذلک یوحی الیک تا

علی کلی شی قدیر

كَذٰلِكَ یُوحِیْ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَا

اسی طرح آپ پر اور جو (پیغمبر) آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو

اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۵۵ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

زبردست حکمت والا ہے (دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا رہا ہے اسی کا ہے

وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝۵۶

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَقَّرْنَ مِنْ فَوْقِہِنَّ ۝۵۷

ہے کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر (کہا دھرتی سے بوجھ پڑتا ہے) پھٹ پڑیں

یعنی خدا کی عظمت کو اگرچہ بعض زمین والے نہ جانیں اور نہ مانیں مگر آسمانوں میں اس کی عظمت جاننے والے یعنی فرشتے اس کثرت سے ہیں کہ ان کے بوجھ کی وجہ سے اگر آسمان پھٹ پڑیں تو کچھ بعید نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آسمان چرچہ کرتا ہے اور کیوں نہ کرے اس میں چار انگشت کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے خدا کے سامنے سجدہ نہ کر رہا ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں میں ثقل اور بوجھ بھی ہے اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ فرشتوں کا اجسام ہونا تو قطعی دلائل سے ثابت ہے اور اجسام میں ثقل ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ غرض آسمانوں میں فرشتے اس کثرت سے ہیں کہ تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔

وَاللّٰیكۡہُ یَسۡبَحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمۡ وَ یَسْتَغۡفِرُوْنَ

اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اہل

لَمَنۡ فِی الْاَرْضِ ط

زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں

یعنی زمین والوں میں جو لوگ خدا کی عظمت کا حق ادا نہیں کرتے مثلاً شرک و کفر کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ فوری عذاب کے مستحق ہیں تو فرشتے ان کے لئے ایک خاص وقت تک کے واسطے معافی مانگتے ہیں یعنی حق تعالیٰ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ دنیا میں کفار پر ایسا عذاب نازل نہ کیا جائے جو ان کا استیصال ہی کر دے بلکہ چندے ان کو مہلت دی جائے پس معمولی واقعات سے سزائیں ہونا یا آخرت میں اصلی عذاب ہونا اس استغفار سے خارج ہے اس سے معافی کی دعا وہ نہیں کرتے اور

وَاحِدَةً

طریقہ کا بنادینا

یعنی سب کو ایمان نصیب کر دیتا مگر بہت سی حکمتوں کی وجہ سے اس کو یہ منظور نہ ہوا۔

وَلَكِنْ يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ط

لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شرک و کفر میں مبتلا رکھ کر رحمت سے خارج کر دیتا ہے۔

وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۸

اور (ان) ظالموں کا قیامت کے روز کوئی حامی (مددگار) نہیں اور پر شرک پر دھمکی بھی آگے شرک کا ابطال ہے

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ فَاللَّهُ

کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں

هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۹

چیز پر قدرت رکھتا ہے

تو کارساز بنانے کے لائق وہی ہے جس کی قدرت عام طور سے ہر چیز پر ہے اور مردوں کے زندہ کرنے پر خصوصیت کے ساتھ اس کی قدرت ثابت ہے اور اس خاص قدرت کا بیان اس لئے فرمایا کہ اس وقت دوسروں کی قدرت جواب برائے نام ہے وہ بھی بالکل بے نام و نشان ہو جائے گی تو اس وقت خدا تعالیٰ کی قدرت کامل طور پر ظاہر ہوگی ربط اور تین مضمونوں میں جو توحید کا مضمون تھا آگے بھی اسی کی تاکید ہے وما اختلافتم فیہ تا بکل شیء علیم

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ

اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ

إِلَى اللَّهِ ط

اللہ ہی کے سپرد ہے

یعنی اے مشرک تم جو توحید وغیرہ میں اختلاف کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا

اللہ تعالیٰ فرشتوں کی اس درخواست کو منظور فرما کر مشرکین و کفار پر دنیا میں ایسا عذاب نازل نہیں فرماتے جس سے ان کا استیصال ہو۔

إِنَّا اللَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝۱۰

خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے

گو کفار کے لئے وہ معافی اور رحمت دنیا ہی میں ہوتی ہے آگے حضور کو ارشاد ہے کہ دنیا میں کفار پر عذاب نازل نہ ہونے سے آپ مغموم نہ ہوں

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهُ

اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں

حَفِیْظٌ عَلَيْهِمْ ۝۱۱

اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے

وہ آپ ہی مناسب وقت پر مزا دے دے گا

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۲

اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا

کہ آپ جب چاہیں ان پر عذاب نازل کرادیں آگے ارشاد ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے سے بھی محزون نہ ہوں کیونکہ آپ کا کام صرف احکام کا پہنچانا ہے اس سے زیادہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ

اور ہم نے اسی طرح آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا

أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجُمُعِ

ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں

بس آپ کا کام محض ایسے دن سے ڈرانا ہے باقی ان کے ایمان لانے یا نہ لانے سے آپ کو کیا بحث وہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی

جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں ایک گروہ جنت میں (داخل) ہوگا اور ایک

السَّعِیْرِ ۝۱۳ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً

دوزخ میں ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی

میں صحیح دلائل سے اور آخرت میں اس فیصلہ سے کہ ایک جماعت جنتی اور ایک جہنمی ہوگی فیصلہ کر دے گا۔

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف

أُنِيبُ ۝۱۰

رجوع کرتا ہوں

یعنی ان اختلافات کے جو آثار ہیں مثلاً تم میری ایذا اور ضرر رسانی کا قصد کرتے ہو ان کے بارے میں میں خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور دنیا و دین کے تمام کاموں میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں پس نہ ان مضرتوں سے ڈرتا ہوں اور نہ توحید میں کوئی شبہ کرتا ہوں جس کو خدا نے حق کہہ دیا ہے اس سے توحید کا مضمون خوب پہنتے ہو گیا آگے دوسری صفات کمال بیان فرما کر اس کی تاکید کی جاتی ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلْ لَّكُمْ

وہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس

مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ

کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) مواشی کے جوڑے بنائے (اور) اس

اَزْوَاجًا يَذُرُّكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ

کے (جوڑے ملانے کے) ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے کوئی چیز اس

شَيْءٌ ؕ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝۱۱

کی مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے

بخلاف دوسروں کے کہ وہ کسی بات کو تو سنتے دیکھتے ہیں اور کسی کو نہیں سنتے دیکھتے پس اس صفت میں بھی کوئی اس کے مثل نہیں

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی

یعنی وہی آسمان و زمین میں ہر قسم کا تصرف کرنے والا ہے چنانچہ ایک تصرف کا آگے بیان ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ

جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے بے شک

يَكُلُّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۲

وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے

کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے پس ہر اک کو اس کے مناسب رزق عطا فرماتا ہے ربط اور فحکمہ الی اللہ میں فرمایا ہے کہ تمام اختلافات کا فیصلہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے کہ جو فیصلہ دنیوی و اخروی دونوں کو شامل ہے آگے دنیوی فیصلہ بیان فرماتے ہیں اور اسی مضمون سے رسالت کی بھی تاکید ہوگی شرع لکم تا الیہ المصیر

شَرَعَ لَّكُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَا وَصَّىٰ بِهِ

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم

نُوحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا

دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا

بِهِ اِبْرٰهٖمَ وَمُوسٰی وَعِیْسٰی اَنْ اَقِیْمُوْا

ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا

الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ۚ

تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرق نہ ڈالنا

اس جگہ دین لیس مراد اصول دین ہیں جیسے توحید و رسالت و قیامت وغیرہ کا اعتقاد جو کہ تمام شریعتوں میں مشترک ہیں اور قائم رکھنے سے یہ مراد ہے کہ اس کو تبدیل نہ کرنا اور ترک مت کرنا اور تفرقہ ڈالنا یہ ہے کہ کسی بات پر ایمان لائیں کسی پر نہ لائیں یا کوئی شخص ایمان لاوے کوئی نہ لاوے حاصل یہ کہ توحید وغیرہ کی تعلیم قدیم ہے کہ اول سے اس وقت تک تمام شریعتیں اس میں متفق رہی ہیں اور اس سے نبوت کی بھی تائید ہو گئی پس چاہیے تھا کہ اس کے قبول کرنے میں لوگوں کو ذرا پس و پیش نہ ہوتا

كَبُرَ عَلٰی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ۚ

مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو

اَللّٰهُ یَجْتَبِیْ اِلَیْهِ مَن یَّشَاءُ

بلاتا ہے ہیں اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے

یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔

عذاب آیا ہے لیکن وہ کفار پر آیا مومنین میں سے جنہوں نے تفرقہ ڈالا ان پر ایمان کی برکت سے ایسا عذاب نہیں آیا جس سے استیصال ہو جائے اور اگر مسلمانوں میں سے کسی پر ایسا عذاب آنا ثابت ہو جاوے تو سب پر یقیناً نہیں آیا یہ قصہ تو پہلی امتوں کا ہوا۔

وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكُتُبَ مِنْ بَعْدِهِمْ

اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں) وہ اس کی طرف سے ایسے (قوی) شکست میں پڑے ہیں جس

لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٌ ۝۱۳

نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے

مطلب یہ کہ جیسے پہلی امتوں میں سے بعض نے انکار کیا تھا اسی طرح اب ان کی ٹوہنت آئی۔

فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۚ

سو آپ اسی طرف (ان کو برابر) بلائے جائیے

یعنی آپ کسی کے انکار سے دل شکستہ نہ ہو جائے بلکہ جس توحید کی طرف آپ ان کو پہلے سے بلا رہے ہیں اسی کی طرف بلاتے رہئے

وَأَسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتُ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۚ

جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے

یعنی وہ لوگ مخالفت کر کے یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کو کہنا چھوڑ دیں تو آپ چھوڑ دیتے نہیں۔

وَقُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۚ

اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں

جن میں قرآن بھی داخل ہے اور توحید کے مضمون پر ان سب کتابوں کا اتفاق ہے میں اس پر بھی ایمان لاتا ہوں خلاصہ یہ کہ جس بات کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں خود بھی اس پر عمل کرتا ہوں۔

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۚ

اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور تمہارے درمیان میں عدل رکھوں)

کہ جس چیز کو تم پر واجب اور لازم کہوں اپنے اوپر بھی اس کو لازم سمجھوں یہ نہیں کہ تم کو کلفت میں ڈالوں اور خود آزاد رہوں اور ایسے مضامین

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝۱۴

اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے

خلاصہ یہ کہ مشیت الہی کے بعد ایمان کی توفیق ہوتی ہے اور اس توفیق کے بعد اگر خدا کی طرف رجوع اور اطاعت بھی ہو تو اس پر قرب الہی اور ثواب غیر متناہی عطا ہوتا ہے غرض مشرکین تو اعتراض اور بے رخی کرتے ہیں اور مومنین کو خدا نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو جو ہم نے یہ حکم کیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ مت ڈالو تو بہت لوگ اس پر قائم نہ رہے اور متفرق ہو گئے لیکن اس تفرقہ کا منشا یہ نہ تھا کہ وہ کسی اشتباہ میں پڑ گئے ہوں جس سے ان کے معذور ہونے کا احتمال ہو بلکہ جان بوجھ کر انہوں نے ایسا کیا۔

وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ

اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد اخمدی

الْعِلْمُ بَعْثًا بَيْنَهُمْ ۚ

سے باہم متفرق ہو گئے

اس طرح کہ اول مال و دولت کی طلب اور جاہ و ریاست کی خواہش سے اغراض مختلف ہوئیں پھر فرقے بن گئے اور ایسے وقت میں ایک دوسرے کی تنقیص و تحقیر کے لئے دین کو آڑ بنایا کرتے ہیں شدہ شدہ مذہب اور طریقہ مختلف ہو جاتا ہے پھر فروع سے گزر کر اصول میں بھی اختلاف کرنے لگتے ہیں آگے بتلاتے ہیں کہ یہ لوگ اس جرم عظیم کی وجہ سے کہ جان بوجھ کر اختلاف میں پڑے سخت عذاب کے مستحق ہو گئے تھے۔

وَلَوْ لَا كَلِمَةُ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ

اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے)

مُسْتَسَىٰ

مہلت دینے کی) ایک بات پہلے قرار نہ پاچکتی

وہ یہ کہ ان کو اصلی عذاب آخرت میں ہوگا

لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ۚ

تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا

یعنی عذاب سے ان کا استیصال کر دیا جاتا اور گو پہلی امتوں پر ایسا

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب (یعنی قرآن) کو اور انصاف کو نازل فرمایا

انصاف سے مراد حقوق العباد ہیں اور اگرچہ وہ بھی قرآن میں داخل ہیں مگر ان کو جدا بیان کرنا اہتمام شان کے لئے ہے اور شاید اس لئے بھی اس کو علیحدہ بیان فرمایا ہوتا کہ اس سے قرآن کی تصدیق میں زیادہ رغبت ہو کہ اس کتاب کے ماننے سے تو ہماری دنیوی مصالح کی بھی حفاظت رہے گی غرض جب قرآن اللہ کی کتاب ہے تو اللہ کو ماننا بدوین اس کے مانے ہوئے معتبر نہیں ہو سکتا اور بدوین اللہ کے مانے ہوئے عذاب و غضب سے نجات نہیں ہو سکتی پس نجات موقوف ہے قرآن کے ماننے پر تو اہل اسلام کے سوا جو لوگ اپنے زعم میں خدا کو مانتے تھے وہ ماننا نجات کے لئے کافی نہیں آگے ان لوگوں کا جواب ہے جو قیامت کے واقعات سن کر آپ سے اس کا وقت پوچھتے تھے۔

وَالْمِيزَانَ ط وَمَا يَدْرِيكَ

اور آپ کو (اس کی) کیا خبر

لیکن خبر نہ ہونے سے یا خبر نہ دینے سے قیامت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس کا واقع ہونا دلائل سے ثابت ہے پھر خواہ مخواہ یہ لوگ آپ سے اس کا وقت دریافت کرتے ہیں۔

لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝۱۴

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو

یعنی تعین وقت کی نسبت سب کو اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی کہ شاید قیامت جلدی ہی آ جاوے۔

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ

مگر جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضا کرتے ہیں اور

وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۚ

جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں

جس خوف کا یہاں بیان ہے اس سے اعتقادی خوف مراد ہے جو دو باتوں کے اعتقاد سے پیدا ہوا ہے ایک قیامت کے واقع ہونے کا اعتقاد دوسرے اپنے اعمال کی نسبت یہ اعتقاد کہ ان کے مردود ہونے کا بھی احتمال ہے پس یہ خوف اعتقادی ہر مسلمان کو ہوتا ہے اور اگر کسی کو غلبہ حال کی وجہ سے موت یا قیامت کا اشتیاق عارض ہو جاوے تو وہ شوق طبعی اور اضطراری ہوتا ہے اس

اور ایسے معاملہ سے انصاف پسند طبیعتوں کو اتباع کی رغبت ہوا کرتی ہے اور اس پر بھی اگر کوئی نرم نہ ہو تو اس کے لئے آگے خیر بات کہی جاتی ہے۔

اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ط لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے

أَعْمَالُكُمْ ط لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ط

اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع

اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝۱۵

کرے گا اور اس میں شک بھی نہیں کہ اسی کے پاس جانا ہے

اس وقت وہ سب کا فیصلہ اعمال کے موافق کر دے گا اس وقت تم سے بحث فضول ہے۔ ہاں احکام کی تبلیغ کئے جائیں گے ربط اور پر قیامت میں زندہ ہونے اور جزا و سزا ملنے کا ذکر تھا آگے بھی اس کے متعلق مضمون ہے جس میں منکرین توحید کے عذاب کی بھی خبر دی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے

مَا اسْتَجِيبَ

نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا

یعنی بہت سے عقلمند اور سمجھ دار آدمی مسلمان ہو کر اس کو مان چکے جس سے حجت زیادہ ظاہر ہو گئی اور ظاہر ہے کہ حجت واضح ہو جانے کے بعد انکار اور جھگڑا کرنا زیادہ برا ہے۔

لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةً عِنْدَ رَبِّهِمْ

ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے

یعنی خدا کے پاس جا کر اس کا باطل ہونا خوب ظاہر ہو جاوے گا۔

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝۱۶

اور ان پر غضب (واقع ہونے والا) ہے اور ان کیلئے (قیامت کو) سخت

عذاب (ہونے والا) ہے

جس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کو اور اس کے دین کو مانو اور اس کا ماننا یہ کہ قرآن کو حق اور واجب العمل جانو جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب بیان کئے گئے ہیں۔

ان کی تمام تر خرابی کی وجہ دنیا میں انتہاک ہے سولوگوں کو اس پر مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ آخرت کو طلب کریں۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو

نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ

ہم اس کو اس کھیتی میں ترقی دیں گے

کھیتی سے مراد ثواب آخرت ہے جو کہ اعمال کا ثمرہ ہے جیسا کہ کھیتی ختم کا ثمرہ ہے مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے اعمال پر ثواب دیں گے اور اس ثواب کو مضاعف کر دیں گے۔

وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا

اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو

یعنی متاع دنیا ہی کے لئے سعی اور تدبیر کرے اور دنیا ہی اس کا سرمایہ ہو اور آخرت کے لئے کچھ سعی نہ کرے حتیٰ کہ ایمان بھی نہ لاوے۔

نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَمَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے اور آخرت میں

نَصِيبٌ ۝

اس کا کچھ حصہ نہیں

کیونکہ اس کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ اس کے پاس ہے نہیں غرض اس حالت میں طلب کے قابل آخرت ہی ہے نہ کہ دنیا کیونکہ وہ تمنا کے موافق نصیب نہیں ہوتی اور اس میں پڑ کر آخرت سے محروم رہ جاتا ہے۔ ربط اوپر شرع لکم میں دین حق کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہونا بیان فرمایا تھا جو کہ توحید وغیرہ کو شامل ہے آگے مشرکین و کفار کے دین باطل کا کسی صحیح دلیل سے ثابت نہ ہونا بیان فرماتے ہیں ام لہم شرکاء تا غفور شکور

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ

کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر

مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ۚ

کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی

وقت اعتقادی خوف بھی باقی رہتا ہے کیونکہ دونوں میں کچھ منافات نہیں اور یہ خوف دنیا میں ہوتا ہے پس قبر میں کسی مردہ کا یہ کہنا کہ اے اللہ قیامت جلدی قائم کر دے محل اشکال نہیں کیونکہ وہاں یقینی بشارتیں سن کر اپنے اعمال کے مردود ہونے کا احتمال نہیں رہتا اس لئے خوف بھی زائل ہو جاتا ہے۔

ربط: اوپر ان لوگوں کی گمراہی کا ذکر تھا جو قیامت کے بارہ میں جھگڑے نکالتے ہیں آگے اس انکار و خصومت کی علت فرماتے ہیں جو کہ دنیا سے دھوکہ کھانا اور آپس میں انتہاک کرنا ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی طلب کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ لطیف تا من نصیب

وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۚ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ

اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں

يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝

جھگڑتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں (بتلا) ہیں اللہ تعالیٰ (دنیا میں) اپنے

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ

بندوں پر مہربان ہے

اور اسی عام رحمت کی وجہ سے دنیا میں سب کو روزی دیتا ہے پس یہ لوگ جو دنیا کی ناز و نعمت پر پھولے ہیں اور اس میں منہمک ہو کر آخرت کو بھولے ہیں اور اپنی اس ناز و نعمت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر ہمارا طریقہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتا تو وہ ہم کو یہ عیش و عشرت کیوں دیتے سو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ یہ رضامندی کی دلیل نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سب پر عام ہے وہ سب کو روزی دیتا ہے گو حسب مصلحت اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ

جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے

آگے فرماتے ہیں کہ دنیا میں اس لطف و مہربانی سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا طریقہ حق ہو اور آخرت میں بھی ان پر لطف ہو اور عذاب نہ ہو بلکہ وہاں بوجہ گمراہی کے ضرور معذب ہونگے اور ان کو عذاب دینا کوئی بعید بات نہیں۔

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

اور وہ قوت والا اور زبردست ہے

اس کو سب قدرت ہے وہ تو کیا وہ ان سب کو سزا دے سکتا ہے غرض

مقصود اس سوال سے یہ ہے کہ کوئی شخص اس قابل نہیں کہ خدا کے خلاف اس کا مقرر کیا ہوادین معتبر ہو سکے۔

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ظہر اہوا) نہ ہوتا تو (دنیا ہی میں)

وَأَنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۱﴾

ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہو

تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا

گاہ (اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر

وَهُوَ وَاَقَعُ بِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے

الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَتِ الْجَنَّةِ ج

اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے

وہ قول یہ ہے کہ اصل عذاب ان پر موت کے بعد ہوگا۔

بہشت کو جمع اس لئے لائے کہ بہشت کے مختلف طبقات اور درجات

ہیں ہر طبقہ ایک بہشت ہے اور ہر طبقہ میں متعدد باغات ہیں اپنے اپنے

رتبہ کے موافق کوئی کہیں ہوگا کوئی کہیں ہوگا۔

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ

وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۲۲﴾

کو ملے گی یہی بڑا انعام ہے

نہ کہ وہ عیش و عشرت جو دنیا میں موجود ہے۔

ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهَ عِبَادَهُ الَّذِينَ

یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے

چونکہ کفار کی عادت تھی کہ وہ پورا مضمون سننے سے پہلے ہی جھٹلانے لگتے تھے اس لئے بشارت کا مضمون پورا کرنے سے پہلے ہی درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر کفار کو تکذیب میں جلدی کرنے سے روکنے کے لئے حضور کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ایک دل گداز مضمون سنا دیں

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ

آپ (ان سے) یوں کہیے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری

فِي الْقُرْبَىٰ ط

کی محبت کے

یعنی اتنا چاہتا ہوں کہ میرے تمہارے درمیان جو تعلقات رشتہ داری کے ہیں جو کہ تمام قریش میں بلکہ تمام عرب میں پھیلے ہوئے تھے دور یا نزدیک جیسا برادری میں ہوا کرتا ہے ان کے حقوق کا تو خیال رکھو کیا رشتہ داری کا یہی حق ہے کہ ع منہ نہ کھولا تھا کہ پر باندھنے صیاد آیا کیا اس کا یہ حق نہیں کہ مجھ سے عداوت میں جلدی نہ کرو بلکہ سادہ دل سے سہولت و اطمینان کے ساتھ میری پوری بات تو سن لو اور میزان و عقل و دلیل صحیح سے جانچو اگر معقول ہو تو قبول کر دو اور اگر کچھ شبہ ہو تو صاف کر لو اور بفرض محال باطل ہو تو مجھ کو سمجھا دو راہ پر لے آؤ غرض جو بات ہو خیر خواہی سے ہو یہ نہیں کہ فوراً ہی بھڑک اٹھو بلکہ سمجھائے سے بھی خلاف سے باز نہ آؤ۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے

یعنی استحقاق سے زیادہ دیں گے

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۳﴾

بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے

کہ غفور مانتا اور انعام بخشتا ہے

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ج

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے

کہ نعوذ باللہ نبوت اور وحی کا دعویٰ خلاف واقع کیا

فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يُخْتِمْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ ط

سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے

عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ

ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر بحالت موجودہ سب بندوں کے لئے

لِعِبَادِهِ لَبَغَوَا فِي الْأَرْضِ

روزی بالعموم فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے

ترجمہ میں حالت موجودہ کی قید اس لئے بڑھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ موجودہ طبع کو بدل دیں تو پھر روزی فراخ ہونے سے شرارت پیدا نہ ہوگی جیسا کہ جنت میں تمام طبائع سلیم ہوں گی یا مہدی علیہ السلام کے مبارک زمانے کے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ اس وقت ہر شخص غنی ہوگا کوئی کسی کا صدقہ قبول نہ کرے گا اس کے بعد ایک قید بالعموم کی اور لگائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بندوں سے مراد عام لوگ ہیں خواص اور مقبولین یعنی انبیاء و اولیاء مراد نہیں کیونکہ ان میں سرکشی اور شرارت سے ایک امر مانع موجود ہے کہ مجاہدہ و ریاضات سے ان کے اخلاق مہذب ہو چکے ہیں خلاصہ یہ کہ عام طبائع کے اعتبار سے اس وقت اکثر لوگوں کے دبے رہنے کی زیادہ درجہ احتیاج ہے کہ امیروں کو غریبوں سے کام میں مدد لینے کی احتیاج ہے تو وہ ان سے دبتے رہیں اس لئے جب مزدور اتفاق کر لیتے ہیں تو آخر بڑے بڑے کارخانہ والوں کو ان سے مغلوب ہونا پڑتا ہے اور غریبوں کو امیروں سے روپیہ پیسہ لینے کی احتیاج ہے اس لئے وہ ان سے دبتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر سب لوگ غنی ہو جائیں تو مال کی ضرورت تو کسی کو کسی سے باقی نہ رہے اور کوئی کسی کا کام بھی نہ کرے تو جائین میں سے ایک دوسرے کی احتیاج باقی نہ رہتی تو پھر کوئی کسی سے کیوں دبتا اور ظاہر ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے پاس نہیں ہوا کرتی اور ہر چیز میں ہر اک کو رغبت ہونے کا بھی احتمال ہے تو اس صورت میں اگر کسی کو کسی کا گھوڑا یا کسی کی عورت یا اور کوئی چیز پسند آگئی اور وہ چیز ایک ہی ہے اور اس کے طلبگار دو ہیں تو ضرور ان میں جھگڑا ہوگا اور ایک دوسرے سے جھینٹے پر آمادہ ہوگا اور کوئی کسی کی اعانت اور حفاظت اس لئے نہ کرے گا کہ ہر شخص دوسرے سے مستغنی ہے کسی کو کسی کی احتیاج ہی نہیں تو وہ دونوں خود ہی آپس میں لڑیں مریں گے اسی طرح ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی چیز ایسی ضرور ہوگی جس میں دوسرے کو رغبت ہو اور یہی قصہ ہر شخص میں پیدا ہوگا تو سرکشی اور شرارت کا عام ہو جانا ظاہر ہے اس مضرت کی وجہ سے بندوں کے لئے روزی فراخ نہیں کی گئی اور یہ بھی نہیں کیا کہ بالکل ہی کسی کو کچھ نہ دیا ہو

وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ

لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب ہے) (ہر ایک کے لئے) اتارتا ہے

حاصل یہ کہ خدا کو پہلے بھی قدرت حاصل تھی اور اب بھی ہے

وَيَمَحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ

اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے

یعنی اس کے ہاتھ سے معجزہ ظاہر نہیں ہوتا

وَيُحَقِّقُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ

اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے

یعنی قانون عادت سے

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۷﴾

وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے

جن پر ان کو سزا دی جائے گی

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ

اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

بشرطیکہ وہ توبہ حسب قاعدہ ہو

وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۸﴾

اور وہ تمام گناہ (گزشتہ) معاف فرمادیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس (سب) کو جانتا ہے

تو تم کو خالص توبہ کرنا چاہئے

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا

اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے

بشرطیکہ اس میں ریاء نہ ہو

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور انہوں نے نیک عمل کئے

یعنی ان کو ثواب دیتا ہے ربط اور شروع و سرور میں تو حید کا مضمون تھا پھر چند آیتوں میں اس کی تاکید اور تائید تھی آگے اپنی بعض صفات اور افعال کو بیان کر کے پھر اسی کی زیادہ تفصیل فرماتے ہیں۔ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ قَامَنَ مَحِيصٌ

وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ

اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں

اس سے منتقم اور عفو اور عزیز ہونا بھی ثابت ہوا۔

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا

اور تم زمین میں (پناہ لے کر) اس کو ہرا نہیں سکتے

لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۳۱﴾

اور خدا کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں

یعنی سمندر میں جہازوں کا چلنا بھی آثار قدرت میں سے ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۳۲﴾

اور منجملہ اس کی نشانیوں کے جہاز میں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ

یہ بیان ہے اس اثر قدرت کا جو جہازوں میں ہے۔

إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلُنَ رَوَاكِدَ

اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے

عَلَى ظَهْرِهِ ط

کھڑے رہ جاویں

غرض اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر کے جہازوں کو کھڑا کر دے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۳۳﴾

بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر (یعنی مومن) کے لئے

یعنی اگر وہ چاہے تو زور کی ہوا چلا کر جہازوں کو مجمع سواروں کے غرق کر دے۔

أَوْ يُوقِنَنَّ فِيهَا كِشْبًا

یا ان جہازوں کو ان کے اعمال (بدکفر وغیرہ) کے سبب تباہ کر دے

درگزر کر جاوے کہ وہ اس وقت غرق نہ ہوں گوا آخرت میں سزا یاب ہوں۔

وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴿۳۴﴾

اور (ان میں) بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاوے

کیونکہ ایسے وقت میں اپنے من گھڑت معبودوں کا عاجز ہونا وہ خود بھی جانتے تھے پس اس سے اوپر کی گیارہ صفات کے ساتھ حق تعالیٰ کا تمام افعال میں مستقل طور پر قادر متصرف ہونا ثابت ہو گیا ربط اوپر دنیا سے مغرور ہونے کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب بیان فرمائی تھی آگے

خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾

اود اپنے بندوں (کے مصالح) کو جاننے والا اور (ان کا حال دیکھنے والا ہے

اس میں علاوہ حکیم ہونے کے خبیر و بصیر دو صفتیں اور ثابت ہوئیں۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا

اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بسا

قَنَطُورًا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ط

اوقات میں برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے

بسا اوقات کی قید اس لئے بڑھائی کہ بسا اوقات ناامیدی سے پہلے بھی بارش ہوتی ہے اور بعض اوقات ناامیدی کے بعد بھی نہیں ہوتی اور آیت میں کوئی قرینہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ناامیدی کے بعد بارش ہمیشہ ہو جاتی ہے۔

رحمت کے آثار سے مراد نباتات اور ثمرات ہیں

وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾

اور وہ (سب کا) کارساز قابل حمد ہے

یعنی اس کارسازی پر وہ حمد و ثنا کے لائق ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ

اور منجملہ اس (کی قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور

وَمَا بَتْ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ط

زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمان و زمین میں پھیلا رکھے ہیں

اس میں اوپر کی چھ صفات کے ساتھ خالق ہونا بھی ثابت ہے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے۔

وَهُوَ عَلَى جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾

اور وہ ان (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ (جمع کرنا) چاہے قادر ہے

خواہ دونوں جہان میں یا صرف دنیا میں درگزر کر دیتا ہے

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ

اور تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے

أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴿۳۰﴾

ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر رہی کر دیتا ہے

كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ وَإِذَا مَا

رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی

غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ

کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور

اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام

وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ

(جس میں بالعمین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے

مہتمم بالشان کی قید اس لئے بڑھائی کہ معمولی کاموں میں جیسے دو وقت کا کھانا وغیرہ مشورہ کرنا منقول نہیں اور نص نہ ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ جن کاموں کے لئے بالعمین نص موجود ہے ان میں بھی مشورہ نہیں جیسے یہ مشورہ کہ پانچ وقت نماز پڑھا کروں یا نہ پڑھا کروں۔

وَمِمَّا زَكَّاهُمْ يَنْفِقُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ إِذَا

اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ

أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۳۹﴾

جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں

یعنی اگر بدلہ لیتے ہیں تو زیادتی نہیں کرتے۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ج

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی

یعنی برابر کا بدلہ لینے کے لئے ہم نے یہ اجازت دے رکھی ہے کہ برائی کے بدلہ میں ویسی ہی برائی کی جاوے بشرطیکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہ ہو کیونکہ ایسے کاموں میں ویسا ہی بدلہ لینا جائز نہیں مثلاً کسی نے ایک شخص سے حرام کاری کی تو اس سے حرام کاری جائز نہیں ہوگی۔

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے

جس سے عداوت رہتی جاتی اور دوستی ہو جائے کہ یہ معافی سے بھی بڑھ کر ہے۔

اس مذمت کی تائید کے لئے دنیا کی تحقیر مذکور ہے اور ترغیب آخرت کی تاکید کے لئے آخرت کی فضیلت اور اعمال حسنة کے ذکر سے اس کے طلب کا طریقہ بیان فرماتے ہیں فما اوتيتم تا عزم الامور

وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا

اور (اس تباہی کے وقت) ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے

لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿۴۰﴾

ہیں معلوم ہو جاوے کہ (اب) ان کے لئے کہیں بچاؤ نہیں

عمر کے خاتمہ کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جاوے گا اور تم اوپر سن چکے ہو کہ طالب دنیا کی دنیاوی تمنا پوری نہیں ہوتی اور دنیا میں انہماک کرنے سے وہ آخرت سے محروم ہو جاتا ہے اور طالب آخرت کو ہر دم ترقی ہوتی ہے اور یہ بھی سن چکے ہو کہ زیادہ دنیا کا انجام اچھا نہیں اس سے اکثر برے اعمال پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ مطلوب بنانے کے قابل دنیا نہیں ہے بلکہ آخرت ہی اس قابل ہے۔

فَمَا أُوتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمِتَاءُ الْحَيَاةِ

سو جو کچھ تم کو یاد دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیاوی زندگی کے برتنے

الدُّنْيَا

کے لئے ہے

یعنی وہ کیفیت بھی دنیا سے بہتر ہے اور مقدار میں بھی اس سے زیادہ ہے کہ ہمیشہ رہنے والا ہے پس دنیا کی طلب چھوڑ کر آخرت کی طلب کرو مگر آخرت میں ادنیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے سب سے بڑی طاقت یعنی ایمان کا اختیار کرنا اور سب سے بڑے گناہ یعنی کفر کا چھوڑنا ضروری شرط ہے اور بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لئے تمام ضروری طاعات کا اختیار کرنا اور تمام گناہوں کا ترک کرنا شرط اکثری ہے اور بہت زیادہ قرب حاصل کرنے طاعات ناقلاً کا اختیار کرنا اور مباحات غیر ادنیٰ کو ترک کرنا چاہئے۔

وَمَاعِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ اصْتَوُوا

اور (اجر و ثواب آخرت میں) جو اللہ کے یہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر

وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ

اور زیادہ پائیدار وہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے

هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿٣٧﴾

کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے

تاکہ پھر اچھے عمل کر کے آویں غرض نہایت حسرت سے دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے۔

وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ مِّنَ

اور (نیز) ان کو اس حالت میں دیکھیں گے جس وقت کہ وہ دوزخ کے دروازے

الذَّلَّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ

جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے ست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے

جیسا کہ خوف زدہ آدمی اسی طرح دیکھا کرتا ہے

وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخُسِرَانَ الَّذِينَ

اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارے والے وہ لوگ ہیں جو

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے

یعنی وہ اپنے بچنے پر شکر کریں گے اور کفار پر ملامت کریں گے

أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ﴿٣٨﴾ وَمَا

یاد رکھو کہ ظالم (یعنی مشرک و کافر) لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے اور (وہاں)

كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءٍ يَتَصَرَّوْنَهُمْ مِّنْ دُونِ

ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ ہو کر ان کی مدد کریں اور جس

اللَّهُ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ﴿٣٩﴾

کو خدا گمراہ کر دے اس (کی نجات) کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں

یعنی نہ معذرت کر سکیں گے نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے نہ اور

کچھ تدبیر کر سکیں گے ربط اور ایمان نہ لانے پر عذاب قیامت کی وعید سنائی

تھی آگے تفریع کے طور پر اس وعید کے آنے سے پہلے ایمان لانے کا حکم

فرماتے ہیں اور ان کے ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون سناتے ہیں استجیبوا الربکم تا کفور

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَلَكِنْ انْتَصَرَ

تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو

بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ

پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے

سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ

سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے

يَظْلِمُونَ النَّاسَ

جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں

خواہ ابتداء یا انتقام کے وقت

وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط

اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں

اور تکبر اور سرکشی ہمیشہ ناحق ہی ہوتی ہے کیونکہ تکبر کرنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں پس ناحق کی قید واقعی ہے احترازی نہیں آگے اس الزام کا بیان ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَكِنْ

ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص

صَبْرٌ وَغَفْرٌ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿٤٣﴾

صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے

یعنی ایسا کرنا بہتر اور اولوالعزمی ہے۔

رابط : اوپر مسلمانوں کا جو طالب آخرت ہیں اچھا انجام بیان فرمایا ہے۔ آگے کفار کا جو کہ طالب دنیا ہیں برا انجام مذکور ہے۔ ومن یضلل

اللہ تا فعالہ من سبیل

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ﴿٤٤﴾

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا (دنیا میں بھی) کوئی چارہ ساز نہیں

جو اس کو راہ پر لے آوے اور قیامت میں بھی اس کا برا حال ہوگا

وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَبَّاءُ أَوَّاعًا يَقُولُونَ

اور آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا

الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ۝۳۸

چلے ہیں کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے

اور گناہوں سے توبہ کر کے حق تعالیٰ کی طرف التجاء اور دعاء وغیرہ سے رجوع نہیں کرتا اور یہ دونوں حالتیں اس کی دلیل ہیں کہ ان لوگوں کو نفسانی لذات سے سخت تعلق ہے اور حق تعالیٰ سے بے تعلقی ہے اور یہ حالت ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے پس ان سے آپ ایمان کی توقع کیوں رکھیں جو غم کا سبب ہو رہا ہو اور چند جگہ توحید کا ذکر ہوا ہے اور قریب کی آیتوں میں بھی عذاب کے وقت کسی کا مشرکین کے کام نہ آنا مذکور ہے جس سے شرک کو باطل کیا گیا ہے آگے بھی توحید کا ذکر ہے للہ ملک السموات تا علیم قدیر

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۝

اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَآثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ

جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

الذَّكَوْرَ ۝۳۹ أَوْ يَزْوِجُهُمْ ذَكَرًا وَإِنَآثًا

بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو

وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْبًا ۝ إِنَّهُ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۴۰

چاہے بے اولاد رکھتا ہے بیشک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے

اللہ کی سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہوتا تصرفات کو عام ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے اور ان میں سے ایک خاص تصرف بیٹے اور بیٹیاں دینے کے متعلق شاید اس لئے خاص طور پر بیان فرمادیا کہ اس کا ہر وقت مشاہدہ ہے اور اس سے استدلال خدا کی قدرت پر آسان ہے۔ ربط اوپر چند جگہ رسالت کا ذکر ہوا ہے اور متصل کی آیتوں میں بھی ان علیک الا بلوغ فرمایا ہے چونکہ کفار کو نبوت کے متعلق ایک شبہ یہ بھی تھا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ یا فرشتے رودر رو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ رسول ہیں اس لئے آئندہ آیات میں اس کا جواب ہے اور اسی کے سلسلہ میں آپ کی نبوت کا ثبوت اور اس پر احسان جتلاتے ہیں اور قرآن کی عظمت شان اور اس کا عام و خاص فیضان بتلاتے ہیں اور اس کی اتباع واجب ہونے کی تاکید کے لئے خدا تعالیٰ کی عظمت کو صراحت اور جزا و سزا کا ذکر اشارۃً فرما کر سورت کو ختم فرماتے ہیں۔ وما کان لبشر ان تصیر الامور

اِسْتَجِیْبُوا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّآتِیَ یَوْمٌ لَا

تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آچنچے جس کے لئے خدا کی

مَرَدَّدٌ مِّنَ اللّٰهِ

طرف سے ہٹانا نہ ہوگا

یعنی دنیا میں جس طرح عذاب ہٹا جاتا ہے وہاں توقف اور مہلت نہ ہوگی۔

مَا لَکُمْ مِّنْ مَّلْجَا یُوَصِّدُکُمْ وَمَا لَکُمْ مِّنْ

نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا) سے روک

تَکْرِیْرٌ ۝۴۱

ٹوک کرنے والا ہے

کہ اتنا ہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں بنایا گیا آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کا مضمون سناتے ہیں

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنَاکَ عَلَیْہُمْ حَفِیْظًا

پھر اگر یہ لوگ (بے بن کر بھی) اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا (جس سے آپ کو اپنی باز پرس کا احتمال ہو) آپ کے ذمہ تو

اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ

صرف حکم کا (پہنچا دینا ہے)

جس کو آپ کر رہے ہیں پھر آپ اس سے زیادہ فکر کیوں کریں آگے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے حق سے اعراض کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق بہت کم ہے جو حالت مذکورہ آئندہ کے مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَإِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِتَارِحَةً فَرِحَ بِهَا ۝

اور ہم جب (اس قسم کے) آدمی کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں

تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے

اور منعم حقیقی پر نظر کر کے شکر نہیں کرتا۔

وَ اِنْ تُصِیْبْہُمْ سَیِّئَةٌ یَّبَاقُ دَمَتْ اَیْدِیْہُمْ فَاِنْ

اور ایسے لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا

اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے (مگر تین طریق سے یا تو الہام فرماوے

کہ دل میں کوئی اچھی بات بلا واسطہ حواس طبعی کے ڈال دے خواہ بیداری میں یا خواب میں اور وہ الہام خواہ قطعی ہو جیسے انبیاء کا الہام خواہ قطعی نہ ہو جیسے انبیاء کے سوا دوسروں کا الہام

أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ

یا حجاب کے باہر سے

کچھ کلام سناوے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کا کلام حجاب کے باہر سے سنا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجلی صفاتی کے حجاب کے ساتھ حق تعالیٰ نے بلا واسطہ یہ ارشاد فرمایا تھا فیم یختصم الملاء الاعلیٰ کہ فرشتوں کی معزز جماعت کس بات میں جھگڑا کر رہی ہے الخ رواہ الترمذی اور یہ حجاب کوئی جسم نہیں جو کہ بندہ اور خدا کے درمیان حائل ہو اور نہ یہ حجاب حق تعالیٰ کی ذات اور نور کو پوشیدہ کر سکتا ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا ادراک ضعیف ہے جس سے باوجود نور ذات کے کمال درجہ ظاہر ہونے کے یہ ادراک سے عاجز ہے اور یہی وہ حجاب تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو دیدار سے مانع ہوا تھا اور جنت میں مانع دور ہو جائے گا اور بعض اکابر اس کے قائل ہیں کہ معراج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ نے کھلم کھلا کلام فرمایا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحمل دیدار کی قوت عطا ہو گئی ہوگی پس ترجمہ میں حالت موجودہ کی قید بڑھانے سے ان سب صورتوں سے احتراز ہو گیا اور مشکوٰۃ میں جو ایک حدیث ہے قسم اللہ رویتہ و و کلامہ بین موسیٰ و محمد علیہما السلام او فحوہ کہ حق تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی اور دیدار کو موسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تقسیم فرمایا جس سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے تو بات یہ ہے کہ اس حدیث میں خاص طور پر کلام کرنا مراد ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھا۔ چنانچہ کلم اللہ موسیٰ تکلیما میں لفظ تکلیما کا بڑھانا اس پر قرینہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک خاص طور پر ہم کلامی ہوئی تھی اور ان ہی کے ساتھ مخصوص تھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ نے بلا واسطہ کلام نہیں فرمایا پھر یہ بلا واسطہ کلام حجاب کے باہر سے اگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو تو جو بات سنی جائے وہ قطعی ہوگی اور اگر اولیاء کے لئے بھی

اس طرح کلام ہونا ثابت ہو جائے جیسا کہ روح المعانی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے عبد الوہاب شعرانی کے واسطہ سے ثابت کیا ہے اور کسی نص سے اس کی نفی نہیں ہوتی تو اس صورت میں جو بات سنی جائے وہ قطعی نہ ہوگی۔

أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذَنِهِ مَا يَشَاءُ

یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے

اگر انبیاء کے سوا دوسروں کے لئے اس کا ثبوت ہو جاوے جیسا کہ بعض کتابوں میں شیخ اکبر سے نقل کیا ہے اور مریم علیہا السلام کے ساتھ فرشتوں کی بات چیت سے اس کی تائید ہوتی ہے تو اس صورت میں بھی دو قسمیں نکلیں گی ایک قطعی جو کہ انبیاء کے لئے مخصوص ہیں دوسرے ظنی جو غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے اور اولیاء کے ساتھ جو کلام ملائکہ کا ہو اس کو وحی کہنا جائز نہیں غرض انسان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہم کلامی کے یہ تین طریقہ ہیں اور کھلم کھلا رو در رو کسی سے کلام کرنا عادت الہی کے اس لئے خلاف ہے کہ حالت موجودہ میں خود دیدار الہی کے تحمل کی قوت انسان کو حاصل نہیں۔

إِنَّهُ عَلَىٰ

وہ بڑا عالیشان ہے

پس جب تک وہ خود تحمل کی طاقت نہ دے اس سے کوئی ہم کلام نہیں ہو سکتا

حَكِيمٌ ۝۵۱

بڑی حکمت والا ہے

اس لئے اس نے تین طریقے کلام کے مقرر فرمادئے۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا

اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے

اور آپ کو نبی بنایا ہے

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا انتہائی

وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا

کمال) کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا

گو نفس ایمان نبی کو نبوت سے پہلے بھی حاصل ہوتا ہے

تَهْدِي بِهِ مَنْ تَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا

جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں
پس اس کے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۲

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں
آگے اس راستہ کا بیان ہے

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا

یعنی اس خدا کے راستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

فِي الْأَرْضِ

زمین میں ہے

آگے ان احکام کے ماننے اور نہ ماننے والوں کی جزاء و سزا کی طرف اشارہ ہے۔

أَلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝۵۳

یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے

(۴۳) سُورَةُ الزَّخْرَفِ ۝۵۳

سورہ زخرف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں نو اسی آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حَمْدٌ ۝۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝۲

حکم قسم ہے اس کتاب واضح کی

یہاں جو قرآن کی قسم ہے وہ علاوہ تاکید کلام کے خود جواب قسم کی دلیل بھی ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۳

کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عرب) تم (آسانی سے)

وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلَّ حَكِيمٌ ۝۴

کچھ لو اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑی رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے

ایسی کتاب کو ضرور ماننا چاہئے۔

أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ

کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت)

قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝۵

سے گزرنے والے ہو

اور اس کو نہیں مانتے غرض خواہ تم مانو یا نہ مانو نصیحت برابر کی جائے گی اور
یہ فیض کامل ہو کر رہے گا کیونکہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں مسلمانوں کو نفع
ہونا اور تم پر حجت تمام ہونا وغیرہ اور قرآن کا واضح ہونا ان معانی کے
اعتبار سے ہے جو اولاً اس سے مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح جو مضامین اصول
دین کے یا ترغیب و ترہیب کے متعلق ہیں وہ بھی آسان ہیں مگر اس سے یہ
لازم نہیں آتا کہ جو معانی اس سے استنباط کئے جاتے ہیں وہ بھی ایسے سہل ہیں
کہ ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت ہو جاوے اور قرآن کے عربی ہونے سے اس
کی دعوت عام ہونے پر اشکال نہ کیا جاوے کیونکہ اس تخصیص کی یہ حکمت ہے
کہ عرب قرآن کے اول مخاطب ہیں اور ان کے بعد تمام عالم اس کا مخاطب
ہے جن کو اہل عرب کے واسطے سے اس کا سمجھنا آسان ہے چنانچہ مشاہد ہے۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝۶

اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں

باوجودیکہ وہ لوگ جھٹلاتے بھی رہے مگر یہ نہیں ہوا کہ ان کی تکذیب کی
وجہ سے سلسلہ بند ہو جاتا آگے فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
جیسے ہم نے ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہیں کی اسی طرح آپ بھی کچھ پروا
اور غم نہ کیجئے کیونکہ پہلے لوگوں کا بھی یہی حال تھا۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء

يَسْتَهْزِءُونَ ۝۷ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ

نہ کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان سے زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا

بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝۸

اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (ہلاکت و غارت کی) ہو چکی ہے

پس نہ آپ غم کریں کیونکہ ان کا بھی ایسا ہی حال ہونے والا ہے چنانچہ
بدر وغیرہ میں ہوا اور نہ یہ بے فکر ہوں کیونکہ نمونہ موجود ہے ربط اوپر رسالت کا

هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقَرَّنِينَ ۝۱۳

ہمارے پس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے

کیونکہ ہم میں جانور سے زیادہ زور نہیں اور بدون اس کے کہ خدا تعالیٰ دل میں ڈالے کشتی چلانے کی تدبیر سے ہم واقف نہیں تھے تو دونوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے تدبیر بتلائی۔

وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝۱۴

اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اس لئے ہم اس پر سوار ہو کر شکر سے غفلت یا بڑائی اور تفاخر نہیں کرتے کیونکہ شکر اور ناشکری دونوں کا بدلہ وہاں ملے گا اور لوٹ کر جانے کا مضمون اس لئے بڑھا دیا کہ اس کا یاد کرنا شکر کے لئے محرک بن جاتا ہے اور اس آیت سے ظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ یہ کلمات کشتی میں سوار ہو کر بھی پڑھے اور گو حدیث میں صرف جانور کی سواری میں ان کا پڑھنا منقول ہے مگر کشتی کے لئے لینی بھی نہیں اور شاید منقول اس لئے نہ ہوا ہو کہ اس وقت اس کا اتفاق کم ہو

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادَةٍ جُزْءًا ۝۱۵

اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے (جو مخلوق ہوتے ہیں) جزو ٹھہرایا

اور خدا کے لئے جزو ہونا عقلاً محال اور قبیح ہے پس ایک خرابی تو یہ ہوئی کہ باوجود توحید پر دلائل قائم ہونے کے شرک اختیار کیا اور شرک بھی کیسا برا کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَفُورٍ مَّبِينٍ ۝۱۶

واقعی انسان صریح ناشکر ہے

کہ خدا کے ساتھ اتنا بڑا کفر کرتا ہے کہ اس کو صاحب اولاد مانتا ہے اور اولاد جزو ہوتی ہے اور جس چیز میں سے اجزا نکل سکیں وہ حادث ہوتی ہے حالانکہ خدا قدیم ہے اور دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ لڑکی کو خود ناقص سمجھتے ہیں اور پھر خدا کے لئے بیٹیاں مانتے ہیں

أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفُكُمْ

کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص

بِالْبَنِينَ ۝۱۷ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ

کیا حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو

مضمون تھا جس کی بڑی دعوت توحید ہے آگے توحید کو ایسے دلائل سے ثابت کرتے ہیں جو انعام کو بھی متضمن ہیں ولئن سألتهم لآ عاقبة المکذبین

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور

لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝۱۸

یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے

اور پیدا کرنے میں تنہا ہونا اس کو مستلزم ہے کہ وہ معبود ہونے میں بھی تنہا ہے پس توحید ان کے اقرار سے ثابت ہو گئی آگے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے اپنے دوسرے افعال بیان فرماتے ہیں جو کہ توحید پر دلالت کرتے ہیں تاکہ توحید کی رغبت ہو کیونکہ نعمت کا شکر یہی ہے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ

جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اس

لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝۱۹

پر آرام کرتے ہو اور اس میں اس نے تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا

منزل مقصود تک پہنچا سکوا اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا

بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ۝۲۰ وَالَّذِي

پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو (اس کے مناسب) زندہ کیا اسی طرح تم

خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ

(بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور

وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۝۲۱ لَتَسْتَؤُوا عَلَىٰ

تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ ان کی پیٹھ

ظُهُورُهُ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ

پر جم کر بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد اور

عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا

(زبان سے استعجاباً) یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو

لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ

(خدا) رحمن کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو اس قدر ناراض ہو

كَظِيمٌ ۱۷

(کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہا اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے

تو حیرت ہے کہ خدا کی طرف ناقص کی نسبت کرتے ہو اور یہ تقریر تو الزامی جواب کے طور پر تھی آگے اسی کے متعلق ایک تحقیقی جواب مذکور ہے یعنی گولڑی ہونانی نفسہ عار اور ذلت کا سبب نہیں جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو لیکن عوارض سے قطع نظر کر کے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی وضع اور فطرت کے اعتبار سے ناقص العقل اور ضعیف الرائے ضرور ہے جب یہ بات ہے تو کیا خدا اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کرتا ہے۔

أَوْ مَنْ يَنْشُو فِي الْحَلِيَةِ

کیا جو کہ (عادتاً) آرائش میں نشوونما پائے

جو کہ زیور کی طرف رغبت ہونے کی علامت بھی ہے اور سبب بھی اور زینت و آرائش کی طرف زیادہ رغبت ہونے کے لئے عادتاً عقل اور رائے کا کمزور ہونا لازم ہے۔

وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۱۸

اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے

چنانچہ عورتوں کی تقریروں میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ وہ اپنے دعویٰ کو کافی بیان سے ثابت کر سکیں نہ دوسرے کے دعویٰ کو باطل کر سکیں ہمیشہ ادھوری بات کہیں گی یا فضول باتیں اس میں لاویں گی جن کو مقصود میں کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی مقصود کے بیان کرنے میں خلل پڑ جاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس وجہ سے کی کہ اس میں چونکہ قوت بیانیہ کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس میں ان کا عاجز ہونا زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

وَجَعَلُوا الْبَلٰیكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمٰنِ

اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں

اور اس لئے ان کی پوری حالت اور صفت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور چونکہ وہ عام طور پر محسوس نہیں ہیں اس لئے جب تک خدا تعالیٰ کسی کو ان کی حالت نہ بتلاوے اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی۔

اِنَّا نَاطُ

بلا دلیل عورت قرار دے رکھا ہے

بلا دلیل اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کا عورت ہونا کسی کو نہیں بتلایا اور اس پر کوئی دلیل عقلی اور نقلی بھی یقیناً نہیں ہے پس مشاہدہ ہونا چاہئے۔

اَشْهَدُ وَاَخْلَقَهُمْ ط

کیا یہ ان کی پیدائش کے منت موجود تھے

اور ہر چند کہ مشاہدہ کا نہ ہوتا بھی یقینی تھا مگر ان کو صراحۃً احمق بنانا منظور ہے۔

سَتَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَيُسْأَلُونَ ۱۹

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور قیامت میں ان سے باز پرس ہوگی

کیونکہ دعویٰ بلا دلیل جھوٹ ہے بالخصوص عقائد کے بارہ میں پھر بالخصوص جب کہ اس کے ساتھ اور بھی خرابیاں شامل ہوں یہ گفتگو تو فرشتوں کے عورت ہونے اور خدا کی اولاد ہونے کے متعلق تھی آگے ان کے معبود ہونے کے متعلق کلام ہے۔

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ط

اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے

یعنی اگر خدا فرشتوں کی عبادت سے ناخوش ہوتا تو وہ ہم کو کرنے ہی نہ دیتا بلکہ جبراً روک دیتا نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ وہ ان کی عبادت نہ کرنے سے ناخوش نہیں بلکہ عبادت کرنے سے خوش ہے آگے ان کا رد ہے۔

مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا

ان کو اسکی کچھ تحقیق نہیں محض بے تحقیق بات کر

يَخْرُصُونَ ط

رہے ہیں

کیونکہ کسی بات پر قادر کر دینا رضامندی کیدلیل نہیں خدا نے انسان کو ہر کھالینے کی قدرت دی ہے تو کیا اسی دلیل سے مشرکین زہر کھالینے پر پیش قدمی کر سکتے ہیں اور کیا زہر کھانے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر خدا کو میرا زہر کھانا پسند نہ ہوتا تو وہ مجھ کو روک دیتا مگر جب نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ اس کو یہی پسند ہے اس کا جواب ہر شخص یہی دے گا کہ خدا نے تو تم کو روکا تھا کیونکہ اس نے تم کو عقل دی تھی مگر تم نے خدا کے کہنے کو نہیں مانا اور حماقت سے کام لیا پس معلوم ہوا کہ زہر کھالینے پر انسان کو

قادر کر دینا خدا کی رضامندی پر دلیل نہیں ہو سکتا اسی طرح یہاں سمجھو۔

أَمْ آتَيْنَهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ

کیا ہم نے ان کو اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ

مُسْتَهْسِكُونَ ﴿۲۱﴾

یہ اس سے استدلال کرتے ہیں

یعنی مشیت خداوندی سے جو ان لوگوں نے عقلی طور پر استدلال کیا تھا وہ تو لغو اور مہمل ٹھہرا تو اب یہ بتلا دیں کہ ان کے پاس فرشتوں کی عبادت جائز ہونے پر کوئی دلیل نقلی ہے سو حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس نہ دلیل عقلی ہے نہ نقلی محض انگوں کی رسم کا اتباع کرتے ہیں

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ

بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے

وَإِنَّا عَلَىٰ أَثَرِهِمْ مُهْتَدُونَ ﴿۲۲﴾ وَكَذَٰلِكَ

اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ چل رہے ہیں اور اسی طرح ہم نے

مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ

آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال

إِلَّا قَالُوا مُتْرَفُوهُمْ لَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے

عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ أَثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ﴿۲۳﴾

اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں

غرض جس طرح یہ لوگ بلا دلیل بلکہ دلیل کے خلاف اپنی پرانی رسم کو سند بناتے ہیں اسی طرح پہلے لوگ بھی کرتے تھے۔

قُلْ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ

(اس پر) ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے)

اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچانے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں

عَلَيْهِ آبَاءُكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ

جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے (براہ عناد) وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس

كَفَرُونَ ﴿۲۴﴾ فَأَنْتَقِمْنَا مِنْهُمْ

دین کو ماننے نہیں جس کو دیکر تم کو بھیجا گیا ہے سو ہم نے ان سے انتقام لیا

جب کہ ان کا عناد حد سے بڑھ گیا ربط اور پرتو حید کا مضمون تھا آگے اس کی تاکید کے لئے یہ بتلاتے ہیں کہ تو حید کا مضمون حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی منقول ہے جن کو اہل عرب بھی بزرگ اور معظّم مانتے تھے اور وہ ان کے جد امجد بھی ہیں اس سے ان کے اس دعویٰ کی بھی تردید ہوگئی کہ ہم تو اپنے باپ دادوں کا اتباع کرتے ہیں کیونکہ دوسروں سے یہ جد امجد یقیناً زیادہ لائق اتباع ہیں نیز بتلاتے ہیں کہ ابراہیمؑ کے بعد ان کی اولاد میں بھی تو حید منقول چلی آتی رہی اور اب آخر زمانہ میں پیغمبر آخر الزمان کی معرفت اس کی تجدید کی گئی ہے اور اس کے ساتھ حضور کی نبوت کے متعلق ان کے ایک اعتراض کا جواب بھی مذکور ہے۔ واذ قال تا للمتقين۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۵﴾

سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا برا انجام ہوا اور (وہ وقت بھی قابل ذکر

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي

ہے) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں

بِرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي

(کی عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے

فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿۲۷﴾

مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے

یعنی دین و دنیا کی مصالحتیں مجھ کو بتلاتا ہے بس اس خدا سے میں تعلق رکھتا ہوں مطلب یہ کہ ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا حال یاد کرنا چاہئے کہ وہ خود بھی تو حید کے معتقد تھے۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ

اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں (بھی) ایک قائم رہنے والی بات کر گئے

یعنی اپنی اولاد کو بھی تو حید کی وصیت کی جیسا کہ ووصی بہا ابراہیم بنیہ الخ سے معلوم ہوا ہے جس کا کچھ کچھ اثر حضورؐ کی نبوت تک بھی برابر رہا یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت میں بھی عرب کے بعض لوگ شرک سے متنفر تھے تاریخ اس پر شاہد ہے آگے اس وصیت کی وجہ بتلاتے ہیں۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾

تاکہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں
یعنی موحدین سے توحید کا مضمون سن سن کر شرک سے بچتے رہیں مگر یہ
لوگ پھر بھی باز نہیں آتے اور اس طرف توجہ نہیں کرتے۔

بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ

بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا ہے
پس اس میں منہمک اور مشغول ہو کر یہ لوگ حق سے غافل ہو رہے ہیں

حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۲۹﴾

یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتانے والا رسول آیا
اور قرآن بوجہ اپنے اعجاز کے اپنے سچا ہونے کی آپ ہی دلیل ہے
اور معجزات کے ذریعہ سے اس رسول کا بھی اللہ کی طرف سے ہونا ان کو
معلوم ہو چکا ہے مگر پھر بھی اپنے خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔

وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا

اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو
بہ کفرؤن ﴿۳۰﴾ وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ

نہیں مانتے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ

عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿۳۱﴾

اور طائف کے رہنے والوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا

یعنی رسول کے لئے عظیم الشان ہونا ضروری ہے اور یہ رسول مال اور
ریاست نہیں رکھتے تو یہ پیغمبر نہیں ہو سکتے مقصود اس شبہ کی آڑ میں رسالت کا
انکار کرنا تھا اور ان دیہاتوں کی تخصیص اس لئے کی کہ ان کے آس پاس
کوئی شہر نہ تھا اور دیہات والوں کو تو اس قابل نہیں سمجھا کرتے کیونکہ ان
میں علاوہ سلیقہ کم ہونے کے اکثر مال و جاہ بھی شہر والوں سے کم ہوتا ہے اور
یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ لوگ تو نبوت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے پھر
انہوں نے یہ کیسے کہا کہ ان دو بستیوں میں سے بڑے آدمی پر قرآن کیوں
نہ اترا جواب یہ ہے کہ پہلا قول تو ان کا اصلی عقیدہ تھا اور یہ دوسرا قول
بطریق تنزل تھا کہ خیر اگر آدمی نبی ہو سکتا ہے تو کوئی بڑا رئیس ہونا چاہئے تھا
آگے اس شبہ کا رد فرماتے ہیں۔

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں
یعنی یہ چاہتے ہیں کہ ہماری رائے کے موافق نبوت ملنی چاہئے گویا
اس کی ہوس کرنا ہے کہ یہ تقسیم ہمارے سپرد ہو سو یہ ہوس محض نادانی ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ

دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے

الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے

دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سَخِرَ لَّيَا

(اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۳۲﴾

(دنیوی مال و متاع) سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں

پس جب دنیوی معاش کی تقسیم ان کی رائے پر نہیں رکھی حالانکہ وہ ادنیٰ
درجہ کی چیز ہے بلکہ اس کی تقسیم بھی خدا نے اپنی حکمت اور مشیت پر رکھی ہے تو
نبوت کیوں کر ان کی رائے پر تقسیم کی جاسکتی ہے جو کہ خود بھی اعلیٰ درجہ کی چیز
ہے اور اس کی مصلحتیں بھی بڑے درجہ کی ہیں۔ رہی یہ بات کہ نبوت کے لئے
صلاحیت ہونا تو ضروری ہے اور صلاحیت مال و ریاست پر موقوف ہے اس کا
جواب یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی چیز کو کسی اعلیٰ درجہ کی چیز پر موقوف ہونا چاہئے اور
دنیا کی دولت و جاہ ہمارے نزدیک کوئی چیز نہیں وہ نہایت درجہ حقیر و ذلیل ہے
اس لئے اس پر نبوت کا موقوف ہونا غلط ہے آگے دنیا کی ذلت کا بیان ہے۔

وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً

اور اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے

یعنی کافر بن جاویں گے

لَجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ

تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی

سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿۳۳﴾

کی کر دیئے اور (نیز) زینے بھی جن پر سے چڑھا (اترا) کرتے ہیں اور ان کے

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ

اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن) سے اندھا بن جاوے

اور جان بوجھ کر اس سے آنکھیں بند کر لے جیسے یہ کفار ہیں کہ شافی کافی دلائل کے ہوتے ہوئے ان سے جاہل اور غافل بنتے ہیں جیسا فرعون کا حال تھا۔ و جحدوا بها واستيقنتها انفسهم کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے رہے حالانکہ دل سے یقین کر چکے تھے۔

نُقِضَ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿۳۷﴾

ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اسکے ساتھ رہتا ہے

اگر یہ شبہ ہو کہ احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر ایک ایک شیطان مقرر ہے پھر قرآن سے اندھا بننے والوں ہی کیا تخصیص رہی۔ جواب یہ ہے کہ یہاں صرف مقرر کرنا مراد نہیں بلکہ خاص طور پر مسلط کرنا مراد ہے جس سے گمراہی ضرور پیدا ہو جاوے سو ہر شخص پر شیطان کو اس طرح مسلط نہیں کیا جاتا دوسرے یہاں ساتھ رہنے سے ہر وقت ساتھ رہنا مراد ہے سو یہ بھی کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مومن جب ذکر اللہ کرتا ہے شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے۔

وَأَنَّهُمْ لَيَصَدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ

اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں

أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿۳۸﴾

کہ وہ (راہ راست) پر ہیں

اگر یہ شبہ ہو کہ اوپر من یعش الخ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق اور باطل تو جانتے تھے اور جان بوجھ کر اندھے بنتے تھے اور یہاں یحسبون الخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلط راستہ کو سیدھا راستہ سمجھتے تھے جواب یہ ہے کہ اضطرابی طور پر تو وہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتے تھے مگر اختیاری طور پر باطل کو حق سمجھتے تھے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ

یہاں تک کہ ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا تو (اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿۳۹﴾

اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کی برابر فاصلہ ہوتا کہ (تو تو) برا ساتھی تھا

کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا

وَلْيُؤْتِكُمْ آبُؤَابَا وَسُرَرًا عَلَيْهَا يَتَكُونُونَ ﴿۴۰﴾

گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں سونے کی

وَزُخْرَفًا وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ

بھی اور یہ سب (ساز و سامان) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۱﴾

ہے (پھر فنا و خرفنا) اور آخرت آپ کے دے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے

مگر یہ سب سامان کفار کو اس لئے نہیں دیا کہ اکثر طبائع میں مال و متاع کی حرص غالب ہے اور اس صورت میں مال و متاع کفر کے ذریعہ سے خوب ملتا تو بجز تھوڑے سے آدمیوں کے قریب قریب سبھی کفر اختیار کر لیتے اس وجہ سے عام طور پر کفار کو مال و متاع نہیں دیا گیا بلکہ بعضوں کو دیا اور بعض کو نہیں دیا اور بعض کو کم دیا اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو ہم سب کو بڑا مال دار کر دیتے اور ظاہر ہے کہ دشمن کو عمدہ چیز نہیں دیا کرتے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا واقع میں وقعت کی چیز نہیں پس نبوت کی صلاحیت اس پر موقوف نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا مدار ان خاص کمالات پر ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پورے طور پر موجود ہیں پس نبوت ان ہی کے لئے زیبا تھی نہ کہ مکہ اور طائف کے رئیسوں کے لئے اور اس جواب سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ انبیاء میں دنیوی وقعت کا لحاظ بالکل نہیں ہوتا کیونکہ حدیث بخاری قصہ ہر قل میں خود آیا ہے کذلک الرسل تبعث فی نسب قومها الخ کہ رسول اپنی قوم کے اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وقعت بقدر ضرورت کافی ہے تاکہ وہ عام نظروں میں حقیر نہ سمجھا جاوے جس سے اتباع میں عار ہوتا ہے باقی اس سے زیادہ محض ترفع ہے اور جس جاہ کی مذمت آئی ہے اس سے یہی دوسرا مرتبہ مراد ہے جو قدر ضرورت سے زیادہ ہو پہلا مرتبہ مراد نہیں کہ اس کا حاصل کرنا تو ضروری اور مقصود ہے۔

پس جو چیز فانی ہو وہ نہ قابل قدر ہے نہ قابل طلب ہے البتہ آخرت جو کہ باقی رہنے والی ہے وہ بیشک قابل قدر ہے اور اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ اعمال اور طاعات اور باطنی کمالات ہیں اور نبوت کی صلاحیت کا مدار بھی ان ہی پر ہے کیونکہ وہ آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کمالات سے پوری طرح متصف ہیں۔

رابطہ: اوپر تو حید و رسالت کے منکروں کی گمراہی اور کفر و شرک کا بیان تھا آگے اس گمراہی اور کفر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غم ہوتا تھا اس کو دور کرنے اور تسلی کے لئے اس گمراہی کی علت بتلاتے ہیں ومن یعش نا یعدون

کہ اس کے ذریعہ سے احکم الحاکمین کے خطاب کا شرف حاصل ہوا

وَسَوْفَ تَسْأَلُونَ ﴿۳۴﴾

اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے

پس آپ سے صرف تبلیغ کے متعلق سوال ہوگا نہ ان کے اعمال کا

وَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا

اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے

یعنی ان کی کتابوں اور صحیفوں سے جن کا بقیہ اب بھی موجود ہے

أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا

کیا ہم نے خدائے رحمن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے ان کی

يُعْبَدُونَ ﴿۳۵﴾

عبادت کی جاوے

اور یہ حقیقت اوروں کو سنانا منظور ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کر لے
ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کیا ضرورت تھی۔

رابطہ: اوپر تسلی کا مضمون ہے آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے اس کی
تائید فرماتے ہیں نیز اوپر تو حید و رسالت اور کفار کی دھمکی کے مضامین مذکور
ہوئے ہیں اس سے ان کی بھی تائید ہوتی ہے ولقد ارسلنا قانا للآخرین

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے پاس بھیجا سوا نہ ہوں

وَمَلَايِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾

نے (ان لوگوں کے پاس آ کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہو کر آیا ہوں

تاکہ تم لوگوں کو ہدایت کروں مگر فرعون اور اس کے قبیحین نے نہیں مانا
تو ہم نے دوسرے معجزات عذاب کے رنگ میں ظاہر کئے تاکہ ان سے
موسیٰ کی نبوت ثابت کی جائے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا

پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے

یہ تو نشانیاں ہیں جو آیات تسعہ کہلاتی ہیں۔

إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿۳۷﴾

تو وہ یکا یک ان پر ہنسنے لگے

وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ فِي

اور (ان سے) کہا جاوے گا کہ (جہنم تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ

الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۸﴾

بات تمہارے کام نہ آئے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو
دوسروں کو بھی مصیبت میں مبتلا دیکھ کر کچھ تسلی نہ ہوگی کیونکہ بوجہ سختی
عذاب کے ہر ایک اپنے عذاب کو زیادہ سمجھے گا

أَفَأَنْتَ تَسْمِعُ الصَّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىٰ

سو کیا آپ (ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں یا (ایسے) اندھوں کو

وَمَنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۹﴾

اور ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں

ان کی بے راہی پر آپ رنج نہ کریں

فَمَا نَذَرُكَ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ﴿۴۰﴾

پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں

أَوْ نُرِيكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ

یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھا دیں

مُقْتَدِرُونَ ﴿۴۱﴾

تب بھی (کچھ بعید نہیں) کیونکہ ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے

آپ اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہئے

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ

تو آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے

عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۴۲﴾

آپ بے شک سیدھے راستہ پر ہیں

دوسروں کا غم نہ کیجئے

وَأِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ

اور یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کیلئے بیشک بڑے شرف کی چیز ہے

اور مابعد کے واقعات پر عاجزی کا اظہار کیا ہو اور یا سب پر ہنسی اڑائی ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں ہنستے رہے ہوں پھر جب وہ واقعہ مدت تک رہا اور سخت تکلیف ہوئی اس وقت خوشامد شروع کی ہو۔

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی

عالمًا اس خیال سے منادی کرائی کہ کہیں یہ زبردست معجزات دیکھ کر عام لوگ مسلمان ہو جاویں۔

قَالَ يَقَوْمِ الْيُسُ إِلَىٰ مُلْكِ مِصْرَ وَهَذِهِ

یہ بات کہی کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں

الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

میرے (محل کے) پائیں میں بہہ رہی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو

اور موسیٰ کے پاس کچھ بھی سامان نہیں تو بتلاؤ کہ میں افضل اور قابل اتباع ہوں یا موسیٰ ہیں۔

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مِثْلُ ۚ وَلَا

بلکہ میں ہی افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے

يَكَادُ يُبِينُ ۝

اور قوت بیان یہ بھی نہیں رکھتا

یا تو فرعون کی یہ بات جھوٹ ہے یا ممکن ہے کہ کچھ رکاوٹ آپ کی زبان میں رہ گئی ہو یا رکاوٹ بالکل نہ ہو مگر بہت تیزی اور روانی بھی نہ ہو جیسا کہ خود موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ واخی ہرون هو افصح من لسانا الخ کہ میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔

فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ

تو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے

جیسا کہ شاہان دنیا کی عادت ہے کہ جب کسی پر خاص عنایت کرتے ہیں تو اس کو عام دربار میں سونے کے کنگن پہناتے ہیں چنانچہ راجاؤں میں اب بھی دستور ہے مطلب یہ کہ اس شخص کو نبوت عطا ہوتی تو خدا کی طرف سے اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہوتے۔

کہ یہ کیا اچھے معجزے ہیں یہ تو محض معمولی واقعات ہیں کیونکہ قحط وغیرہ ویسے بھی ہو جاتا ہے مگر یہ ان کی حماقت تھی کیونکہ قرآن کے مل جانے سے ان واقعات کا عجیب اور خلاف عادت ہونا ان کو معلوم تھا چنانچہ ان کا ان واقعات کو جادو کہنا خود اس کی دلیل ہے جیسا کہ سورہ اعراف میں ان کا قول آیا ہے لیسحرنا بها الخ آگے ان نشانوں کی کیفیت بتلاتے ہیں

وَمَا نُرِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا ۚ

اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی

مطلب یہ کہ سب نشانیاں بڑی ہی تھیں اور یہ مطلب نہیں کہ ہر نشانی ہر نشانی سے بڑی تھی یہ ایک محاورہ ہے جب کئی چیزوں کا کمال بیان کرنا چاہتے ہیں تو یوں ہی بولتے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔

وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا تاکہ وہ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں

یعنی وہ نشانیاں نبوت کے لئے دلائل بھی تھیں اور ان کے لئے سزا بھی تھیں مگر وہ لوگ باز نہ آئے باوجودیکہ ہر نشانی کے واقع ہونے پر چند بار اس کا عہد بھی کیا۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّحَرِ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِهَٰذَا

اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا

عَهْدًا عِنْدَكَ ۚ

کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے

وہ بات یہ تھی کہ اگر یہ لوگ نافرمانی سے باز آ جاویں گے تو قہر دور ہو جاویگا۔

إِنَّا لَهُمْ عٰدُونَ ۝

ہم ضرور راہ پر آ جاویں گے

یعنی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ اس عذاب کو دور کرادیں تو ہم ایمان لے آویں گے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝

پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا

ان نو نشانوں کا بیان سورہ اعراف میں گزر چکا ہے جن میں بعض واقعات تو ظاہر میں بھی معمولی نہیں ہیں پس یا تو ان پر فرعونوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو محض بعض واقعات پر ہنسی اڑائی ہو جیسے قحط اور پھل وغیرہ کا نقصان

کے مقبول بندے ہیں وہ بھلائی سے خالی نہیں ہو سکتے دوسرے انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کیا ہے اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے منع کیا ہے پس ان کی ممانعت کے باوجود اگر کسی نے ان کی عبادت کی ہو تو اس سے ان پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔ ولما ضرب ابن مریم تایوم الیم

وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا

اور جب عیسیٰ بن مریم کے متعلق ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا

اس مضمون کی تقریر اوپر گزر چکی اور اس اعتراض کو عجیب اس لئے فرمایا کہ اس کا غلط ہونا سرسری نظر سے خود معلوم ہو سکتا تھا پس عقل رکھ کر ایسا اعتراض کرنا بہت عجیب ہے۔

إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا آلِهَتُنَا

تو کیا ایک آپ کی قوم کے لوگ اس سے (مارے خوشی کے) چلانے لگے اور

خَيْرٌ أَمْ هُوَ

(اس معترض کے ساتھ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ)

جن کو پیغمبر اور ان میں خیر کا ہونا آپ بھی مانتے ہیں

مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۖ

ان لوگوں نے جو یہ (مضمون عجیب) بیان کیا ہے تو محض جھگڑے کی وجہ سے

اور طلب حق ان کو مقصود نہیں۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصَصُونَ ۝

بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو

کہ ہمیشہ ان باتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا

عیسیٰ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو نبی

لَبَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ

اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا

تاکہ لوگ خدا کی قدرت پر استدلال کریں

وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي

اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ

أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ۝

یا فرشتے اس کے جلو میں پر باندھ کر آئے ہوتے

جیسا کہ خاص امراء شاہی کا جلوس اسی طرح نکلا کرتا ہے مطلب یہ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام خدا کے خاص بھیجے ہوئے ہیں تو خصوصیت کی علامات تو ظاہر ہوتیں حالانکہ یہ محض فرعون کی حماقت تھی کیونکہ نبوت جس قسم کا کمال ہے اور اس میں جو خصوصیت ہے اسی قسم کے علامات اور دلائل اس کے ساتھ ہونے چاہئیں سو وہ موسیٰ علیہ السلام میں پورے طور پر موجود تھے۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا

غرض اس نے (ایسی باتیں کر کر کے) اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے

قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝ فَلَمَّا أَصْفَوْنَا اتَّقَبْنَا مِنْهُمْ

میں آگئے وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت سے بھرے تھے پھر جب ان

فَاغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا

لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے

وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ۖ

ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور پر متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنادیا

نمونہ عبرت بنانا یہ سلفا کی تفسیر کے طور پر ہے یعنی خاص طور کے متقدمین بنانے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ان کے قصے یاد کر کے ایک دوسرے کو عبرت دلاتے ہیں کہ دیکھو پہلے لوگوں میں ایسے ایسے ہوئے ہیں اور ان کا ایسا ایسا حال ہوا ربط اوپر آیت واسئل من ارسلنا الخ میں شرک کو باطل کیا ہے اور اس سے پہلے بھی جا بجا توحید کو ثابت اور شرک کو باطل کیا ہے آگے اس مضمون کے متعلق کفار کے ایک معاندانہ اعتراض کا جواب ہے اعتراض کا بیان یہ ہے کہ ایک بار شرک کو باطل کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ خدا کے سوا جس کسی کی عبادت کی جاتی ہے اس میں خیر نہیں آہ اس پر بعض نے کہا کہ اس میں تو عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں وہ بھی ہمارے معبودوں کی طرح ہوئے کیونکہ نصاریٰ نے ان کی عبادت کی ہے حالانکہ آپ ان کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نبی اور صالح تھے اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں حاصل جواب کا یہ ہے کہ جن معبودوں کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ ان میں خیر نہیں اس سے مراد وہ ہیں جن میں بھلائی کی کوئی وجہ موجود نہیں نیز وہ جو کہ اپنی عبادت سے لوگوں کو منع نہیں کرتے بلکہ خود معبود بننا چاہتے ہیں جیسا کہ شیاطین وغیرہ ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی ہیں اور خدا

یعنی جب میں معجزات لے کر ان مقاصد کے لئے آیا ہوں تو میری نبوت کا انکار نہ کرو کہ یہ خدا کی مخالفت ہے۔

وَاطِيعُونَ ﴿٩٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

اور میرا کہنا انو بیشک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی سوا کسی کی عبادت

قَاعِبِدُوهُ ط هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٩٤﴾ فَاخْتَلَفَ

کر وہی (توحید) سیدھا راستہ ہے سو مختلف گروہوں نے (اس بارے

الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ج

میں) باہم اختلاف ڈال لیا

یعنی توحید کے خلاف طرح طرح کے مذاہب ایجاد کر لئے چنانچہ نصاریٰ وغیرہ کا اختلاف توحید میں معلوم ہے۔

قَوْلٍ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ يَوْمٍ

سو ان ظالموں کے لئے ایک پروردگار کے عذاب سے

أَلِيمٌ ﴿٩٥﴾

بڑی خرابی ہے

پس عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعوت سے خود توحید کی تائید ہو گئی پھر ان کی عبادت کرنے والوں کے فعل سے شرک کے صحیح ہونے پر معترض کا استدلال کرنا اس مثل کا مصداق ہے مدعی ست گواہ چست ربط اوپر قیامت کے دن سے مشرکین کو دھمکی تھی آگے بھی اسی کا مضمون ہے اور کفار و مؤمنین کے لئے وعید اور وعدہ مذکور ہے ہل بنظرون تا ما کثرون

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

بس یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں

کیونکہ باوجود حق واضح ہو جانے کے باطل پر جہار ہنا یہی بتلاتا ہے اور چونکہ وہ لوگ قیامت کے منکر تھے اس لئے انتظار سے مراد یہ ہے کہ ان کا دلائل کو نہ ماننا ایسا ہے جیسے کوئی شخص مشاہدہ کا منتظر ہو کہ دیکھنے کے بعد مانوں گا۔

أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩٦﴾

کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو

خبر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں اگرچہ قیامت کا یقین ہو جائے گا مگر زیادہ انکشاف اور عین یقین قیامت ہی میں ہوگا آگے اس دن کے واقعات ہیں

الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿٩٧﴾

وہ زمین پر کیے بعد دیگرے رہا کرتے

ہم ہر شے پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں

وَإِنَّهُ لَعِلْمُ السَّاعَةِ

اور وہ (یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں

آگے بطور جملہ معترضہ کے قیامت کا صحیح ہونا بیان فرماتے ہیں

فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ط

تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو

تمہارے لئے فلاح اسی میں ہے

هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٩٨﴾ وَلَا يَصُدُّكُمْ

یہ سیدھا راستہ ہے اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے

الشَّيْطَانُ ج إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٩٩﴾

وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے

آگے عیسیٰ کی دعوت کے مضمون سے توحید کا ثبوت اور شرک کا ابطال ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ

اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں

جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں

تا کہ تمہارے عقائد کی اصلاح کروں۔

وَلَا بَيِّنَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ج

اور تا کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں

جس سے وہ اختلاف اور اشتباہ دور ہو جائے اور چونکہ بنی اسرائیل میں سرکشی کا غلبہ تھا تو عجب نہیں کہ کسی نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر لیا ہو اور چونکہ بعضی باتیں اصلی حالت پر بھی ہوں گی اس لئے عیسیٰ نے لفظ بعض فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ

تو تم لوگ اللہ سے ڈرو

الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا

تمام (دنیوی) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا

الْمُتَّقِينَ ۙ

سے ڈرنے والوں کے

یعنی ایمان والوں کے کیونکہ اس دن حق کی دوستی کا نفع اور ثواب محسوس ہوگا اس لئے ایسی دوستی باقی رہے گی اور بری دوستی کا ضرر محسوس ہوگا تو لامحالہ اس سے کراہت اور ایسے دوستوں سے نفرت ہوگی کہ یہ لوگ نقصان کا سبب ہوئے۔

يُعْبَادُ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا

(اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج

أَنْتُمْ تَخْزَنُونَ ۙ

کوئی خوف نہیں اور نہ تم عملکین ہو گے

ایمان والوں کو خوف اور غم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگاروں کو سزا نہ ہو کیونکہ ایمان کے مختلف درجے ہیں کامل ایمان سے جنت میں فوراً داخل ہونا نصیب ہوگا اور ناقص ایمان سے کسی وقت داخل ہونا نصیب ہو جائے گا۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۙ

یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور ہمارے

أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ

فرما تیرا دار تھے تم اور تمہاری (ایماندار) بیویاں خوش

تُجَبَّرُونَ ۙ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ

بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ ان کے پاس سونے کی رکابیاں

ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۚ

اور گلاس لائے جاویں گے

یعنی رکابیاں کھانوں سے بھری ہوئی اور سونے چاندی کے گلاس شربتوں وغیرہ سے لبریز غلمان ان کے پاس لا دیں گے۔

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ

(یعنی غلمان لا دیں گے) اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن

وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۙ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ

سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور ان سے کہا جاوے گا کہ

الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۙ

یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنادیئے گئے اپنے (نیک) اعمال کے عوض میں

لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ۙ

اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو

یہ تو ایمان والوں کا حال ہوا آگے کفار کا ذکر ہے۔

إِنَّ الْبُجْرَمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۙ

بے شک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

لَا يُفْتَرَعُنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۙ

وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ۙ

گے اور ہم نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے

کہ ناحق عذاب دیا ہو کہ کفر و شرک کر کے اپنا نقصان کر لیا آگے ان کا بقیہ حال مذکور ہے کہ نجات سے بالکل مایوس ہو جاویں گے اس وقت موت کی تمنا کریں گے۔

وَنَادُوا إِلَيْنَا لِنُقِضَ عَلَيْكَ ۙ قَالَ

اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام

إِنَّكُمْ مَكِثُونَ ۙ

ہی تمام کر دے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے

نہ نکلو گے نہ مرو گے ربط اور کفار و مشرکین کے عذاب کا تفصیلاً ذکر تھا اور جرم کا اجمالاً آگے خاتمہ سورت میں جرم کا تفصیلاً ذکر ہے اور عذاب کا اجمالاً لقد جنتکم تا تعملون

لَقَدْ جُنَّكُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ

ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے

چونکہ اولاد کا غیر جنس ہونا عیب ہے اس لئے خدا کی اولاد بھی خدا ہی ہونا چاہئے اور خدا عبادت کا مستحق ہے اس لئے میں اس کی اولاد کی بھی عبادت کروں گا مگر چونکہ یہ بات محض غلط ہے اور درحقیقت خدا اس سے پاک ہے اس لئے نہ میں مانوں اور نہ خدا کے سوا کسی کی عبادت کروں گا شرک سے خدا کی پاکی بیان فرماتے ہیں

سُبْحَنَ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ

آسمان اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے ان باتوں سے مبرا ہے جو یہ

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۸۲﴾ قَدْ رَهُمُ يَحْضُوا

(شرک) لوگ بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے

وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿۸۳﴾

یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

اس وقت سب حقیقت معلوم ہو جائے گی اور رہنے دینے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو احکام نہ سنائیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی مخالفت کی طرف التفات نہ کیجئے اور ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ جئے آگے جرم شرک کو موکد کرنے کے لئے توحید کی تاکید ہے کہ یہ لوگ ایسی پختہ بات کی مخالفت کرتے ہیں جو ایسے مضبوط دلائل سے ثابت ہے۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌُ وَفِي الْأَرْضِ

اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل

إِلَهٌُ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾

عبادت ہے اور وہی بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے

اور علم و حکمت میں کوئی اس کا شریک نہیں پس معبود بھی وہی اکیلا ہے یہ گویا سابق کی دلیل ہے۔

وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور وہ ذات بڑی عالیشان ہے جس کے لئے آسمان اور زمین کی اور جو مخلوق اس کے

وَمَا يَنْتَهِيانِ ۖ وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ

درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے اور اس کو قیامت کی (بھی) خبر ہے

جس پر کسی مخلوق کو بھی اطلاع نہیں تو اس کا علم ایسا کامل ہے۔

لِلْحَقِّ كَرِهُونَ ﴿۸۵﴾

دین سے نفرت رکھتے ہیں

اکثر کی قید یا تو اس واسطے بڑھائی کہ بعض لوگ خدا کے علم میں آئندہ ایمان لانے والے تھے یا اس لئے کہ نفرت بعض کو تھی اور بعض محض دوسروں کے دیکھا دیکھی حق کو چھوڑے ہوئے تھے اور سچے دین سے نفرت کرنے میں شرک بھی داخل ہے اور رسول کے ساتھ مخالفت بھی

أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿۸۶﴾

ہاں کیا انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے

اور ظاہر ہے کہ خدائی انتظام کے سامنے ان کا انتظام نہیں چل سکتا چنانچہ آپ محفوظ رہے اور وہ لوگ آخر بدر میں ہلاک ہوئے

أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ

ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم اس کی چکی چکی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے

ورنہ اگر ہم کو سننے والا سمجھتے تو آپ کی ضرر رسانی کے لئے خفیہ تدبیریں کرنے پر ایسی جرات کیوں کرتے اور ممکن ہے کہ بعض احمق حقیقت ایسا ہی سمجھتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ سنتا نہیں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے

بَلَىٰ ۖ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿۸۷﴾

ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں

گو اس کی ضرورت نہ ہو مگر اس میں مصلحت ہے وہ یہ کہ عام لوگوں کی عادت کے موافق خود حاکم کے معائنہ سے پولیس کی رپورٹ مجرم پر زیادہ حجت ہوتی ہے یہ تو بیان تھار سولوں کی مخالفت کا آگے خدا کے ساتھ شریک کرنے پر مذمت ہے۔

قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا أَوَّلُ

آپ کہئے کہ اگر خدائے رحمان کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت

الْعَبِيدِينَ ﴿۸۸﴾

کرنے والا میں ہوں

مطلب یہ کہ مجھ کو تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے انکار اور عار نہیں تم اگر ثابت کردو کہ خدا کے اولاد ہے یا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں تو سب سے پہلے میں اس کو مانوں گا اور جب اس کو خدا کی اولاد مان لوں گا تو

ہوگا آگے اسی پر تفریع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں

فَاَصْفَحْ عَنْهُمْ

تو آپ ان سے بے رخ رہیے

یعنی جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ انجام ہونے والا ہے تو ان کے ایمان کی فکر اور اس کی امید نہ کیجئے کیونکہ جب ان کی تقدیر میں یہ انجام ہے تو یہ کیا خاک ایمان لاویں گے

وَقُلْ سَلَامٌ

اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں

یعنی اگر وہ آپ سے مخالفت اور جہالت کی بات کریں تو رفع شر کے لئے ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو کچھ نہیں کہتا اور نہ تم سے کچھ واسطہ رکھتا ہوں مجھے ان باتوں سے معاف کرو آگے اس مضمون کی تاکید کے لئے بطور علت کے فرماتے ہیں کہ آپ چندے صبر کیجئے (آگے ترجمہ)

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ

سوان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا

سورة الدخان مكية الاقوله انا كاشفوا العذاب الآية

وهي سبع وتسع وخمسون آية

رابطہ: یہ سورت رسالت اور توحید سے شروع ہوئی ہے اور پچھلی سورت

اسی پر ختم ہوئی تھی۔ بسم الله الرحمن الرحيم . حم تا يلعون

(۴۴) سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴)

سورة دخان مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حَمْدٌ ۝۱ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ

حم قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں

فِي لَيْلَةٍ مُّبَرَّكَهٖ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝۳

ایک برکت والی رات یعنی شب قدر میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے

یعنی ہم کو منظور ہوا کہ ان کو مضرتوں سے بچالینے کے لئے خیر و شر کی اطلاع کر دیں یہ علت ہوئی تنزیل قرآن کی آگے اس شب قدر کے برکات و منافع بیان فرماتے ہیں۔

وَالَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۵

اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے

اور اس کو حساب دو گے تو جزا و سزا کا مالک بھی وہی ہے

وَلَا يَسْئَلُكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

وہ خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۶

ہاں جن لوگوں نے حق بات (یعنی کلمہ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے

وہ البتہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے اہل ایمان کی سفارش کریں گے مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو اوپر توحید کا مضمون بیان کیا ہے جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں سو اس کے مقدمات کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے

پس ایک مقدمہ تو خود ان کے اقرار سے ثابت ہوا اور دوسرا مقدمہ بدیہی طور پر عقل سے ثابت ہے کہ عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو حقیقت پیدا کرنے پر قادر ہو کیونکہ عبادت غایت تعظیم کا نام ہے تو اس کا مستحق وہی ہوگا جو غایت درجہ عظیم ہو اور جو لوگ خود ہی خالق کے محتاج ہیں وہ غایت درجہ عظیم نہیں ہو سکتے۔

فَاَنِي يُوَفِّكُوْنَ ۝۷

سو یہ لوگ کدھرا لئے چلے جاتے ہیں

کہ مقدمات کو تو مانتے ہیں اور نتیجہ کو نہیں مانتے اس سے اور بھی جرم پختہ ہو گیا کہ ان کا یہ اختلاف محض عناد سے ہے اور ظاہر ہے کہ ہٹ دھرم زیادہ مجرم ہوتا ہے آگے عذاب کی تاکید کے لئے ایک اور بات بیان فرماتے ہیں۔

وَقِيلَ لَهُ رَبِّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۸

اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ

ہیں کہ ایمان نہیں لاتے

اس سے عذاب کی تاکید اور بڑھ گئی کہ ان کے جرائم کے ساتھ رسول کی ناش بھی موجود ہے پس ایسی حالت میں سمجھ لینا چاہئے کہ کیسا سخت عذاب

فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝

اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے

أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط

حکم صادر ہو کر ہو کر طے کیا جاتا ہے

یعنی سال بھر کے معاملات کہ وہ سب بلی رحمت کے موافق ہوتے ہیں جس طور پر اللہ تعالیٰ کو کرنا منظور ہوتا ہے اس طریقہ کو متعین کر کے اور ان کی اطلاع فرشتوں کو کر کے ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں چونکہ وہ رات ایسی ہے اور قرآن سب سے زیادہ حکمت کی چیز ہے اس لئے اس کو بھی اسی رات میں نازل کیا گیا اور اس رات کی تفسیر اکثر نے شب قدر سے کی ہے اور اس کے بارہ میں آثار بھی ہیں چنانچہ سعید بن جبیرؓ نے فرمایا ہے کہ پورا قرآن اوپر کے آسمان سے آسمان دنیا پر شب قدر میں آ گیا تھا پھر تھوڑا تھوڑا کئی سال میں نازل ہوتا رہا اور ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے رزق اور موت و حیات و بارش وغیرہ وہ سب شب قدر میں لوح محفوظ سے نقل کر لیا جاتا ہے (کذا فی الدرر) پہلی روایت سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ قرآن تو تھوڑا تھوڑا تیس سال میں آیا ہے پھر شب قدر میں نازل ہونے کے کیا معنی جواب ظاہر ہے کہ شب قدر میں آسمان دنیا پر نازل ہونا مراد ہے اور بعض نے لیلۃ مبارکۃ کی تفسیر شب برات سے کی ہے کیونکہ اس کی نسبت بھی یہ آیا ہے کہ اس میں سالانہ واقعات کا فیصلہ ہوتا ہے لیکن چونکہ کسی روایت سے قرآن کا اس میں نازل ہونا معلوم نہیں ہوا اور شب قدر میں نازل ہونا خود قرآن میں مذکور ہے۔ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر اس لئے یہ تفسیر صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝

ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے

تاکہ آپ کی معرفت اپنے بندوں کو آگاہ کر دیں

رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

بے شک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے

اس لئے بندوں کی مصلحت کی رعایت کرتا ہے

رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ

جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان

كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝

میں ہے اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو

تو یہ تو حید کے دلائل یقین لانے کے لئے کافی موجود ہیں آگے تو حید کا صراحتہ بیان ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ

اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے

أَبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝

وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے اور اس واضح بیان کا مقتضا تو یہ تھا کہ وہ لوگ مان لیتے مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝

بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں

آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اس میں غور سے کام لیں ربط اوپر تو حید و رسالت اور قرآن کا حق ہونا مذکور تھا آگے ان حق باتوں کا انکار کرنے والوں کے لئے وعید مذکور ہے فار تقب تا منتقمون

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝

سو آپ (ان کے لئے) اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا

يَغْشَى النَّاسَ ۚ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر عام ہو جاوے یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے

مراد اس سے غلہ کا قحط ہے جس میں اہل مکہ مبتلا ہوئے تھے جس کا حقیقی سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا تھی جبکہ وہ سرکشی میں بڑھنے لگے اور یہ بددعا ایک بار مکہ میں ہوئی تھی ایک بار مدینہ میں اور ظاہری سبب اس کا یہ تھا کہ جب ثمامہ بن اثال خنیف رئیس یمامہ مسلمان ہو گئے اور کفار مکہ نے ان پر ملامت کی تو انہوں نے یمامہ سے غلہ آنا بند کر دیا اور مکہ میں غلہ کی آمد وہیں سے تھی اور بارش بھی بند ہو گئی تو اہل مکہ بھوکے مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ سخت بھوک اور خشکی کی حالت میں آسمان زمین کے درمیان آنکھوں کے سامنے دھواں سا نظر آیا کرتا ہے اسی کو دخان فرمایا غرض اہل مکہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور لگے عاجزی کرنے چنانچہ آگے بطور پیشینگوئی کے فرماتے ہیں۔

يَوْمَ نُبْطِشُ الْبُطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿١٧﴾

جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے (اس روز ہم) (پورا) بدلہ لیں گے
یعنی آخرت میں بڑی سزا ہوگی اور یہ روایتیں جو تفسیر کی تقریر میں لکھی گئی
ہیں روح المعانی اور درمنثور اور بخاری سے لکھی ہیں اور بعض روایات میں آیا
ہے کہ ایک دھواں قیامت کے قریب آوے گا مگر ابن مسعودؓ نے اس آیت کی
تفسیر اس سے کرنا پسند نہیں کی اور کسی صحیح سند سے بھی یہ ثابت نہیں کہ قیامت
کے قریب ظاہر ہونے والے دھواں کو اس آیت کی تفسیر کے طور پر فرمایا گیا
ہو اور جو تفسیر پہلے اختیار کی ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ قیامت کے زمانہ میں جو
دھواں سا نظر آتا ہے وہ تو خیالی ہوتا ہے پھر اس کو دھواں مبین (صاف نظر
آنے والا دھواں) کیسے فرمایا اصل یہ ہے کہ وہ خیالی نہیں ہوتا بلکہ واقعی ہوتا
ہے کیونکہ حقیقت میں وہ بخارات ہوتے ہیں۔ رابطہ: اوپر منکرین کی وعید تھی
آگے عذاب فرعون کے قصہ سے اس وعید کی تاکید ہے۔ ولقد فتنا قاتل مبین

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور وہ آزمائش یہ تھی کہ ان
کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے

یعنی موسیٰ اور پیغمبر کے آنے سے یہ آزمائش ہوتی ہے کہ کون ایمان
لاتا ہے اور کون نہیں لاتا

أَنۢ أَذُّوآلِیَّ عِبَادَ اللّٰهِ

کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو
جن کو تم نے طرح طرح کی تکالیف میں پھنسا رکھا ہے ان سے دست بردار
ہو جاؤ کہ میں جہاں اور جس طرح مناسب سمجھوں ان کو آزاد کر کے رکھوں۔

إِنِّیۡ لَکُمْ رَسُولٌۭ أَمِیۡنٌ ﴿١٨﴾

میں تمہاری طرف (خدا کا) فرستادہ ہو کر آیا ہوں دیا نثار ہوں
کوئی بات وحی سے کم یا زیادہ نہیں کرتا ہوں جو حکم ہوتا ہے پہنچاتا ہوں
پس تم کو ماننا چاہئے۔

وَأَنۢ لَا تَعْلُوا عَلَی اللّٰهِ

اور یہ بھی فرمایا کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو

رَبَّنَا کُشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا صُومُونَ ﴿١٩﴾

اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے
چنانچہ یہ پیشینگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابوسفیان اور قریش کے
دوسرے لوگوں نے حضور کو لکھا بھی اور مدینہ آئے بھی کہ آپ دعا کریں
اور ثمامہ کو سمجھادیں اور روح المعانی میں ابوسفیان کا وعدہ ایمان بھی نقل کیا
ہے آگے اس وعدہ کا سچے دل سے نہ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

أَنِّیۡ لَهُمُ الذِّکْرٰی وَقَدْ جَاءَهُمُ رَسُولٌ

ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ (اس کے قبل) ان کے پاس
مبینؑ

ظاہر شان کا پیغمبر آیا
جس کی نبوت کی شان ظاہر تھی

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنۡہٗ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿٢٠﴾

پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی
دوسرے بشر کا سکھایا ہوا) دیوانہ ہے

تو جب اتنے بڑے رسول کے آنے پر یہ لوگ ایمان نہیں لائے جس
کے دلائل اور معجزات میں کوئی تاویل ہی نہیں ہو سکتی تو قیامت ہونے پر کب
ایمان لانے کی امید ہے جس میں بے انصاف آدمی یہ احتمال بھی نکال سکتا
ہے کہ یہ ایک معمولی اور اتفاقی واقعہ ہے کفر کی سزا نہیں ہے۔ پس یہ ان کا
وعدہ محض دفع الوقتی ہے کہ کسی طرح کام نکل جائے اور مصیبت ٹل جائے

إِنَّا کَا شَفُّوْا الْعَذَابَ قَلِیۡلاً اِنَّکُمْ عَاِیۡدُونَ ﴿٢١﴾

ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے تم پھر اسی حالت پر آ جاؤ گے
کہ پھر تکبر اور کفر پر اصرار کرنے لگو گے اور اس عاجزی اور بیچارگی کو
بھول جاؤ گے چنانچہ یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ آپ نے دعا
فرمائی اور بارش ہوئی اور ثمامہ کو بھی خط لکھا کہ غلہ آنے دیں بند نہ کریں اور
مکہ والوں کو فارغ البالی میسر ہوئی مگر ایمان تو کیا لاتے وہ نرمی اور عاجزی
بھی جاتی رہی پھر وہی زور و شور شروع ہو گیا اور یہ جو فرمایا کہ ہم چندے اس
عذاب کو ہٹا دیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عذاب کے دفع ہونے کی حد
محض دنیوی زندگی تک ہے اور دنیا کی راحت قلیل ہی ہے پھر مرنے کے
بعد جو مصیبت آوے گی اس کا کہیں خاتمہ نہیں چنانچہ آگے اس کا بیان ہے۔

جب اس میں آ جاویں گے تو چاروں طرف سے پانی آ ملے گا چنانچہ اسی طرح واقع ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پار ہو گئے اور فرعون غرق ہوئے۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَلْدٍ وَعَيُْونٍ ۚ وَزُرُوعٍ

وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور

وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۚ وَنَعْبَةٍ كَانُوا فِيهَا

آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے (یہ قصہ)

فَكِهَيْنَ ۚ كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۚ

اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنادیا

حسن بھری اس کے قائل ہیں کہ بنی اسرائیل فرعونوں کے غرق ہونے کے بعد مصر میں آئے تھے اور قنادہ نے اس کا اس لئے انکار کیا کہ مشہور تواریخ اس کے خلاف ہیں اس صورت میں مالک بنانے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کو تصرف پر قادر کر دیا کہ وہ فرعونوں کے سامان کو جو چاہتے کر سکتے تھے اور یہ واپسی ہی پر موقوف نہیں اور بعض نے حسن کے قول کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ وہ بظاہر قرآن کے موافق ہے اور کہا ہے کہ توریخ کا اور یہودی کتابوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا

نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ

كَانُوا مُنْظَرِينَ ۚ

ان کو مہلت دی گئی

یعنی خدا کو ان سے نفرت تھی اس لئے آسمان و زمین کو بھی ان پر رونا نہ آیا اور خدا کا قہر و غضب ان پر بہت تھا اس لئے عذاب سے کچھ مہلت بھی نہ ملی ورنہ اگر کچھ دنوں اور جیتے تو جہنم کے عذاب سے اور بچے رہتے اور مومن کے واسطے آسمان و زمین کا رونا حدیث میں آیا ہے ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب مرتا ہے تو آسمان کا ایک دروازہ جس میں کو اس کا عمل اوپر جاتا تھا اور ایک دروازہ جس میں سے اس کا رزق نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں اور آپ نے فیہ آیت پڑھی اور روح میں بیہوشی نے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین مومن کے مرنے پر چالیس دن تک روتی ہے اور ابن المنذر نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جب مومن مرجاتا ہے تو زمین میں اس کی نماز پڑھنے کی

اور حق العباد کا حکم تھا اور یہاں حق اللہ کا حکم ہے۔

إِنِّي أَنَا رَبُّكُمْ بَسُطْنِ مُبِينٍ ۚ

میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی پیش کرتا ہوں

مراد اس سے عصا اور ید بیضا ہے جب فرعون اور اس کی قوم نے نہ مانا بلکہ آپ میں آپ کے قتل کا مشورہ ہوا اس وقت آپ نے سن کر فرمایا کہ میری ایذا اور ضرر رسانی کے درپے مت ہو

وَأَنِّي عَذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجَبُونِ ۚ

اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر

وَأَن لَّمْ تَأْتُوا مَنَآلِي فَأَعِزَّنِي ۚ

(یا غیر پتھر) سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو۔

کیونکہ مجھ کو تو کوئی ضرر نہ ہوگا مجھ سے خدا کا وعدہ ہے کہ تم میرا کچھ نہ بنا سکو گے لیکن مجھ کو ایذا دینے سے تمہارا جرم اور زیادہ سخت ہو جائے گا اس لئے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ ایسا مت کرو مگر وہ کب باز آتے تھے۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۚ

تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں

کہ جرائم سے باز نہیں آتے تو ان کا فیصلہ کر دیجئے ارشاد ہوا کہ ہم نے تمہاری دعا قبول کی اور ان کے فیصلہ کا وقت آ گیا۔

فَأَسْرِ بِعَبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۚ

تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا

یعنی فرعون تمہارا پیچھا کرے گا اس لئے رات میں نکل جانے سے اتنی دور تو نکل جاؤ گے کہ وہ تعاقب کر کے تم کو پا نہ سکے

وَأَتْرَكَ الْبَحْرَ رَهَوًّا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۚ

اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان کا سارا لشکر ڈوب دیا جاوے گا

یعنی اول دریا پر عصا مارنا کہ وہ خشک ہو کر رستہ دے دے گا پھر تم پار ہونے کے بعد جب اس کو اسی حالت پر دیکھو تو یہ فکر نہ کرنا کہ شاید فرعون بھی اسی طرح پار ہو جائے گا بلکہ تم بے فکر رہنا۔

یعنی تمہارے پار ہو جانے کے بعد دریا کے اسی حالت پر رہنے میں یہ حکمت ہے کہ فرعون اور اس کے ساتھ والے بھی اس میں آ گھسیں گے اور

جگہ اور آسمان میں اس کے عمل جانے کی جگہ اس پر روتی ہے پس آیت میں تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ جب حقیقی معنی بن سکیں مجاز نہ لینا چاہئے اور حقیقی معنی کے لئے کوئی امر مانع نہیں بلکہ روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ان چیزوں میں بقدر ضرورت شعور ہونا ثابت ہے۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم و ستم)

الْمُهِينِ ۝۳۰ مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا

سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش (اور) (حد عبودیت) سے نکل جانے

مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۝۳۱ وَلَقَدْ اخْتَرْنَا لَهُمْ عَلَى

والوں میں سے تھا اور (اس کے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی بدو

عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۳۲

سے (بعض امور میں تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی

مطلب یہ کہ ہمارے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے

وَاتَيْنَهُمْ مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝۳۳

اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا

یعنی نعمتیں بھی تھیں اور دلائل قدرت بھی۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۝۳۴ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا

الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ۝۳۵

کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے

بلکہ دنیا کی موت ہی اخیر حالت ہے

فَاتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳۶

سوائے مسلمانوں اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو زندہ کرا کے (لاموجود کرو

آگے ان کی ایسی کفریات پر دھمکی ہے

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۚ

یہ لوگ (قوت و شوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم

تبع شاہ یمن کا لقب ہوتا تھا جس تبع کا یہاں ذکر ہے اس کا نام اسعد تھا

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

اور جو تو میں ان سے پہلے ہو گزری ہیں

جیسے عاد و ثمود وغیرہ

أَهْلَكْتَهُمْ ۝۳۷ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝۳۸

ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے

سو یہ لوگ بھی اگر نافرمانی سے باز نہ آئے اسی طرح ہلاک ہوں گے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا

لِعَيْنٍ ۝۳۹ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے

کہ ان سے اس کی قدرت کا ملہ ظاہر ہوتی ہے

وَلَكِنَّا أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۴۰

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

کہ وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝۴۱

بے شک فیصلہ کا دن (یعنی قیامت کا دن) ان سب کا وقت مقرر ہے

جو اپنے موقع پر ضرور آدے گا

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَّوْلَىٰ شَيْئًا وَلَا

جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقے والے کے ذرا کام نہ آدے گا اور نہ

هُمْ يَنْصُرُونَ ۝۴۲ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللَّهُ ط

ان کی کچھ حمایت کی جاوے گی ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمائے

کہ رحمت سے اس کے حق میں اجازت کے بعد شفاعت کام آوے

گی اور اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہوگا

إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۴۳

اور اللہ بزدست ہے مہربان ہے

أَمِينٌ ۝ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ

میں (اور) وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے

مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝

ہوں گے (اور) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کا گوری گوری بڑی

كَذَلِكَ فَوَرَوْجُهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝

بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے

حوروں سے بیاہ ہوتا یا تو متعارف طریقہ کے موافق ہو یا اس سے معنی لغوی مراد ہوں یعنی جوڑا ملا دینا تو جس طرح کسی کو باندی بہہ کر دیا کرتے ہیں اسی طرح جنتیوں کو حوریں دے دی جائیں گی اور پہلی صورت پر شبہ نہ کیا جائے کہ جنت میں تو احکام کے مکلف نہ ہوں گے پھر نکاح کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوگا تو طبیعت کی رغبت خود اسی کی طرف ہو جاوے گی کہ وہ لوگ خود ہی نکاح کرنا چاہیں گے اس صورت میں آزمائش اور تکلیف کے معنی باقی نہ رہیں گے ربط سورت میں مہتمم بالشان مضامین بیان فرما کر ختم سورت میں اجمالاً بطور خلاصہ کے انہی کا اعادہ ہے اور کفار کا ان مضامین کو نہ ماننا چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج کا سبب تھا اس لئے تسلی کا مضمون بھی ارشاد ہے فانما يسرناه تا مرتقبون

يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝ لَا

(اور) وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے (اور) وہاں

يَذُقُونَ فِيهَا الْهَوَاتِ إِلَّا الْهَوَاتِ الْأُولَى ۝

بجز اس موت کے جو دنیا میں آپکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے

وَوَقَّعَهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضَلًا مِّنْ

(یعنی مرنے کے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا یہ سب کچھ

رَّبِّكَ ۝ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ فَإِنَّمَا

آپ کے رب کے فضل سے ہوگا بڑی کامیابی یہی ہے سو ہم نے اس قرآن کو

يَسِّرْنَاهُ بِلسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝

آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں تو

کافروں سے انتقام لے گا اور مسلمانوں پر رحمت فرما دے گا اس میں سب واقعات غضب اور رحمت کے داخل ہو گئے اور یہ پانچواں مضمون ہے ربط اور واقعات قیامت کا اجمالی بیان تھا آگے ان کی کسی قدر تفصیل ہے ان شجرة الزقوم تا هو الفوز العظيم

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝

بیشک زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا

جس کی تحقیق سورہ صفت میں گزر چکی ہے حکایت مفیدہ ایک مجلس میں احقر اور دو عالم جو اصل میں ہندی ہیں اور سکونت مکہ میں ہے مجمع کثیر کے ساتھ موجود تھے ایک شخص نے ان دونوں صاحبوں سے کہا کہ مکہ میں زقوم کا پھل کھایا جاتا ہے جس کو برشومی کہتے ہیں اور قرآن سے وہ جہنمیوں کا کھانا معلوم ہوتا ہے سو ایسی لذیذ چیز سے کیا وعید ہوئی میں نے کہا کہ قرآن شریف میں شجرة الزقوم (زقوم کا درخت) آیا ہے زقوم کا پھل نہیں آیا اور درخت نہیں کھایا جاتا اس جواب کو ان دونوں صاحبوں نے اور دوسرے اہل مجلس نے بہت پسند کیا اور اس جواب کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ برشومی اسی زقوم کا پھل ہو جس کا ذکر قرآن میں ہے اور اگر کوئی دوسری قسم ہے تو سوال ہی واقع نہیں ہوتا۔

طَعَامُ الْأَثِيمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي

جو (کر یہ صورت ہونے میں) تیل کی ٹمھن جیسا ہوگا (اور) اور وہ

الْبُطُونِ ۝ كَغَلِيِّ الْحَمِيمِ ۝ خَذُوهُ

پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے (اور فرشتوں کو حکم ہوگا

فَاعْتَلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ صَبُّوا

کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے پتھوں بیچ تک لے جاؤ پھر

فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۝

اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو لے چکھو تو بڑا معزز

ذُقْ ۝ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝ إِنَّ هَٰذَا

مکرم ہے یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے بے شک خدا سے

مَا كُنْتُمْ بِهِ تَهْتَرُونَ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ

ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے باغوں میں اور نہروں

نہیں پھر جو یہ فرمایا کہ ان میں اہل ایمان و اہل یقین کے لئے دلائل ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے منفعہ وہی لوگ ہوں گے جو اس وقت ایمان والے ہیں ان میں ایمان کی صلاحیت اور طلب ہے کیونکہ عقلی دلیل میں بھی نظر و فکر اور طلب حق کی ضرورت ہوتی ہے

وَ اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا انْزَلَ اللَّهُ مِنْ

اور (اسی طرح) یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس

السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ

(مادہ) رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا

مراد بارش ہے

فَاحْيَاهُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ

پھر اس (بارش) سے زمین کو تروتازہ کیا اس کے خشک ہونے پیچھے اور (اسی

الرَّيْحِ

طرح) ہواؤں کے بدلنے میں

باعتبار سمت اور کیفیت کے کہ کبھی پروا ہے کبھی پچھوا۔ کبھی گرم ہے کبھی سرد۔

أَيُّ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ

دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں اور یہ اللہ کی آیتیں

تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ

ہیں جو صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں

جس سے ثبوت ثابت ہوتی ہے لیکن باوجود اتنی بڑی دلیل معجزہ کے

بھی اگر یہ لوگ نہیں مانتے (آگے ترجمہ)

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝

تو پھر اس کی آیتوں کے بعد اور کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لا دیں گے

اور تیسرا مضمون معاد کا ہے جس میں ان مخالفین حق کو سزا بھی ہوگی

جس کا بیان آگے ہے

وَيُلْ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۚ

بڑی خرابی ہوگی ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہونا فرمان ہو

فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ۝

(اگر یہ لوگ نہ مائیں تو) آپ منتظر رہیے یہ لوگ بھی منتظر ہیں

یعنی یہ لوگ آپ پر مصیبت نازل ہونے کے منتظر ہیں آپ ان پر مصیبت نازل ہونے کا انتظار کیجئے پس آپ تبلیغ سے زیادہ فکر میں نہ پڑیئے نہ ان کی مخالفت پر رنج کیجئے معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کیجئے اور صبر کیجئے وہ خود سمجھ لے گا۔

سورة الجاثیہ مکیہ و ہی سبع او ست و ثلاثون آیۃ
رابط : سورة سابقہ کے ختم پر بطور خلاصہ کے اور اس سورت کے شروع میں بطور تمہید کے قرآن کا ذکر ہے جس میں دونوں میں باہمی مناسبت حاصل ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حم تا عذاب الیم

(۲۵) سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۲۵)

سورة جاثیہ کے میں نازل ہوئی اور اس میں ستائیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حَمْدٌ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ

حم یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے

الْحَكِيمِ ۝

کی طرف سے

جب یہ ایسی کتاب ہے تو اس کے مضامین کو خوب غور سے سننا چاہئے چنانچہ اس مقام پر ایک مضمون توحید کا ہے جس کا بیان آگے ہے۔

إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال کے) لئے بہت سے

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ

دلائل ہیں اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں

لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝

جن کو زمین میں پھیلا رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں

باوجودیکہ یہ سب دلائل عقلی ہیں جن کا سمجھنا ایمان و یقین پر موقوف

یعنی عقائد کے متعلق باتوں میں جھوٹا اور اعمال میں نافرمان

يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يَصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کے اوپر بڑھی جاتی ہیں (اور) پھر بھی وہ

كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرُهُ بِعَذَابِ الْيَمِّ ۝۸

تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان کو سنائی نہیں ہو

وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَ هَٰهُنَا

ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے اور جب وہ کسی آیت کی خبر پاتا

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۹

ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں ذلت کا عذاب ہے

مطلب یہ کہ جن آیتوں کو تلاوت میں سنتا ہے ان کو بھی جھٹلاتا ہے اور جن آیتوں کی ویسی ہی خبر سن لیتا ہے ان کو بھی جھٹلاتا ہے غرض آیتوں کی تکذیب میں بہت بڑھا ہوا ہے آگے اس عذاب کی تعیین ہے۔

مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا

ان کے آگے جہنم (آ رہا) ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا

كَسَبُوا شَيْئًا

کام آویں گی جو دنیا میں کما گئے تھے

اس میں مال و اعمال سب داخل ہیں۔

رابطہ: اوپر تین مضامین میں توحید کا بھی مضمون تھا آگے بیان نعمت کے ضمن میں پھر اسی کی طرف عود ہے۔ اللہ الذی تباہت فکرون ربط اوپر ویل لکل افاکب الخ میں کفار کے جھوٹ اور نافرمانی اور تکبر وغیرہ کا ذکر تھا چونکہ ان کی ان شرارتوں پر مسلمانوں کو غصہ آ جایا کرتا تھا اس لئے آگے مسلمانوں کو درگزر کرنے کا حکم ہے اور ان کی تسلی کے لئے قیامت میں کفار سے انتقام لینے کا ذکر ہے قل للذین امنوا انما ترجعون

وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۚ

اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز (اور معبود) بنا رکھا تھا اور ان

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۰ هَٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِينَ

کے لئے بڑا عذاب ہوگا یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے

كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزِ الْيَمِّ ۝۱۱

رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لَتَجْرِي الْفُلُكُ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس

فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور

تَشْكُرُونَ ۝۱۲ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمُوتِ

(اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں

وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنا دیا ہے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے

لَايَةٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝۱۳ قُلْ لِلَّذِينَ

لئے دلائل ہیں جو غور کرتے ہیں آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان

أَمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ

لوگوں سے درگزر کریں جو خدا کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے

یعنی آخرت کے منکر ہیں جس میں خدا کے دوستوں پر انعام اور دشمنوں کو سزا ہوگی۔

لَيَجْزِيَنَّ قَوْمًا يَبَاكُونَ ۚ أَيْ كَسْبُونَ ۝۱۴ مِّنْ عَمَلٍ

تاکہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) ان کے قتل کا صلہ دے جو شخص

صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ

نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کے لئے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اسکا

إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝۱۵

وہاں اسی پر پڑتا ہے پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے

پس وہاں تم کو اخلاق و اعمال حسنہ کا نعم البدل اور ان تمہارے مخالفین کو برا بدل دیا جائے گا سو تم کو یہاں درگزر ہی مناسب ہے ربط اوپر تین مضامین میں نبوت کا بھی مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے ولقد اثينا تا يؤمنون

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو (کتاب آسمانی) اور حکمت (یعنی علم احکام) اور

وَالنَّبُوَّةَ

نبوت دی تھی

بنی اسرائیل کو نبوت دینا یہ ہے کہ ان میں انبیاء پیدا کئے خلاصہ یہ کہ نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جاوے۔

وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ

اور ہم نے ان کو نیک نیک چیزیں کھانے کو دی تھیں۔

اس طرح سے کہ وادی تہ میں من و سلویٰ دیا پھر ان کو ملک شام کا مالک بنایا جو زمین کی برکتوں کا معدن ہے۔

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ

اور ہم نے ان کو دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی

جیسے دریائے کو ان کے لئے پھاڑ دیا اور ان پر بادلوں کا سایہ کیا وغیرہ

وَأَتَيْنَاهُمُ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ

اور ہم نے ان کو دین کے بارہ میں کھلی کھلی دلیلیں دیں

یعنی ان کو بڑے صریح معجزات دکھائے غرض ظاہری اور باطنی اور علمی سب طرح کی نعمتیں ان کو دیں جن کا مقتضایہ تھا کہ وہ خوب اطاعت کرتے

فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ

سو انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا

الْعِلْمُ لَا بَغْيًا بَيْنَهُمْ

بوجہ آپس کی ضد اضدی کے

یعنی جو چیز اختلاف کو زائل کرنے والی تھی (یعنی علم) انہوں نے اس کو محض نفسا نفسی سے اختلاف کا سبب بنالیا یہ نہیں کہ دلائل و احکام میں ان کو کچھ شک و شبہ تھا

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا

آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے

اس مضمون سے دو باتیں حاصل ہوئیں ایک بنی اسرائیل کو کتاب اور احکام اور نبوت ملنے سے آپ کی نبوت کی تائید دوسرے آپ کو تسلی دی گئی کہ جو وجہ اختلاف کی بنی اسرائیل کو پیش آئی تھی وہی وجہ آپ کی قوم کو آپ سے اختلاف کرنے میں پیش آئی یعنی حب دنیا اور حسد اور نفسانیت یہ نہیں کہ آپ کے دلائل یا احکام کے واضح ہونے میں کچھ کمی ہے پس آپ غم نہ کریں یہ قصہ یاد کیا کریں کہ بنی اسرائیل کے کیا کیا واقعات ہوئے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

اسی طریقہ پر چلے جائیے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلے

کہ ان کی خواہش تو یہ ہے کہ آپ احکام بیان کرنا چھوڑ دیں اور اسی لئے یہ طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں سو آپ سے اگرچہ یہ احتمال نہیں مگر اہتمام اور تاکید کے طور پر آپ کو پھر اس کا حکم ہوتا ہے

إِنَّهُمْ لَن يَغْنَوْا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آ سکتے

پس ان کا اتباع نہ ہونے پاوے

وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ دوست ہے اہل

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ

تقویٰ کا یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ

وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ

ہے اور یقین (یعنی ایمان) لانے والوں کے لئے بڑی رحمت کا (سبب)

اور اہل تقویٰ اس کا کہنا مانا کرتے ہیں سو جب آپ ظالم نہیں ہیں بلکہ متقیوں کے سردار ہیں تو آپ کو ان کے اتباع سے کیا نسبت البتہ حکم الہی کے اتباع سے آپ کو خاص مناسبت ہے۔

جاویں وخلق تا لا یظلمون

وَلَقَدْ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا

جس میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان کے پیدا کرنے پر خدا کی قدرت دیکھ کر قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے پر اس کا قادر ہونا سمجھا جائے۔

وَلَيُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے

اور دنیا میں پورا بدلہ ملتا نہیں پس ضرور آخرت ہونے والی ہے وہاں بدلہ ملے گا اور اوپر کی آیت میں جو حکمت مذکور ہے اور جو حکمت اس آیت میں مذکور ہے اصل حاصل دونوں کا ایک ہے یعنی اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کا بدلہ ملنا اور مخالفین کو مخالفت کی سزا ملنا لیکن اس آیت میں تو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ عمل فی نفسہ جزا کو چاہتا ہے اور اطاعت اور مخالفت یہ دونوں عمل برابر نہیں ہیں اس لئے ہر ایک کی جزا الگ الگ ہونی چاہئے اور پہلی آیت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ قیامت واقع نہ ہونے کی صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ نیک کام کرنے والے اور برے کام کرنے والے برابر ہو جائیں اور یہ طبعاً خود ایک مستقل خرابی ہے چنانچہ عادت دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک ہی نوکر ہو اور وہ ہر طرح سے اطاعت کرتا ہو مگر اس کو کوئی انعام نہ دیا جائے تو اس کو اس قدر شکایت نہیں ہوتی جیسے اس صورت میں ہوتی ہے کہ ایک دوسرا شریرو نوکر آ جاوے اور وہ طرح طرح کی شرارتیں کرے اور اس کو شرارت پر بھی کوئی سزا نہ دی جائے اس وقت تا بعد از نوکر کے دل میں خیال ہوگا کہ میرے اطاعت کرنے سے کیا فائدہ ہوا اگر اس شریرو کو سزا ملتی تو میں یہی سمجھتا کہ خیر اطاعت میں اگر انعام نہیں تو یہی فائدہ سہی کہ سزا سے حفاظت رہتی ہے اور جبکہ اس کو سزا بھی نہیں تو میری اطاعت بیکار رہی ہو گئی خوب سمجھ لو افرایت من اتخذ تا افلاتہ کروں

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۲﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ

اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی

إِلَهَهُ هُوَ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ

جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے

اور ظاہر ہے کہ قرآن سے علم اور ہدایت کا فیض تو عام ہے کہ وہ سب کو حق کا رستہ بتلاتا ہے لیکن رحمت جو کہ عمل کا نتیجہ ہے وہ صرف ایمان والوں کے لئے خاص ہے۔

رابطہ: اوپر تین مضامین میں آخرت کا بھی ذکر تھا آگے پھر اسی کی طرف عود ہے جس میں اول آخرت کی حکمت بتلاتے ہیں پھر اس کا ممکن ہونا مع دوسری حکمت کے پھر اس کے منکرین کی مذمت پھر ان کے قول کی ایک حکایت پھر اس کا جواب پھر اس جواب کی تائید پھر قیامت کے بعض واقعات مذکور ہیں ام حسب تا ما یحکمون

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ

اور یہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو

نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا

ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ

سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ

ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے

یعنی مسلمان کا مرنا جینا تو اس طرح برابر ہو جاوے کہ جیسے زندگی میں انہوں نے لذات سے فائدہ نہیں اٹھایا اسی طرح مرنے کے بعد بھی محروم رہیں اور کافروں کا مرنا جینا اس طرح برابر ہو جاوے کہ جیسے زندگی میں وہ عذاب سے بچے رہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس سے مامون رہیں۔ خلاصہ یہ کہ قیامت کے انکار سے یہ لازم آتا ہے کہ اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کا ثمرہ کہیں نہ ملے اور سرکشوں پر سرکشی کا زیان کبھی نہ پڑے اور یہ بات فی نفسہ اگرچہ ممکن ہے مگر چونکہ دلائل شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ حکمت کا مقتضایہ ہے کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کے مناسب ثمرہ ملے لہذا اس حکمت کا واقع ہونا ضروری ہو گیا اور دنیا میں اس کا وقوع ہوا نہیں پس لامحالہ آخرت کا موجود ہونا ضروری ہو گیا

سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۲۱﴾

یہ برا حکم لگاتے ہو

کیونکہ صحیح دلائل سے اس کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے پس آخرت کے وجود میں یہ حکمت ہوئی کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے ثمرات مل

یعنی حیات آخرت کے انکار پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور جو دلیل ذکر کی ہے وہ خود دلیل کی محتاج ہے کیونکہ وہ بدیہی تو ہے نہیں جس کو بے دلیل مان لیا جائے بلکہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہے چنانچہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل مختار ہیں اور افعال طبعیہ پر کسی چیز کا مدار نہیں پس نہ تو ان کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ اہل حق کی دلیل کا وہ کچھ جواب دے سکتے ہیں۔

وَإِذَا تَنَلَّى عَلَيْهِمُ الْيَتَامَىٰ

اور جس وقت (اس بارہ میں) ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں

جس کے صحیح ہونے پر خود قرآن کا اعجاز ہی دلیل ہے جو کہ اس کی ذاتی صفت ہے۔

مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتُّوَا

تو ان کا (اس پر) بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے

بِأَبَائِنَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۲۵

باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو

اور اس کے سوا کوئی اور جواب نہیں دے سکتے مثلاً کسی عقلی دلیل سے قیامت کا محال ہونا ثابت کر دیتے یا قرآن کا مثل لے آتے تاکہ اس کے اعجاز کا جواب ہو جاتا مگر ان میں سے تو کوئی جواب نہ بن پڑا اور جو جواب دیا وہ محض نامعقول کیونکہ دنیا میں مردوں کے زندہ نہ ہونے سے یہ کیونکر لازم آ گیا کہ وہ کسی وقت بھی زندہ نہ ہو سکیں گے چنانچہ آگے اسی جواب کے لئے حضور گوارشاد ہے۔

قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ

دے گا پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا

پس دعویٰ قیامت میں زندہ کرنے کا ہے اور دنیا میں زندہ نہ کرنے سے اس کی نفی لازم نہیں آتی۔

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝۲۶

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

کہ علم اور عمل کے اعتبار سے جو جی میں آتا ہے اس کا اتباع کرتا ہے

وَّخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ

اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود کچھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے

کہ حق کو سنا اور سمجھا بھی مگر اتباع نہ ہونے سے گمراہ ہو گیا

وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاةً

اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے

کہ خواہش نفسانی کے اتباع کی بدولت حق بات قبول کرنے کی استعداد نہایت کمزور ہو گئی۔

فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ

اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سوائے شخص کو بعد خدا کے

(گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے

اس میں حضور گواہی بھی ہے آگے ان منکروں کو دھمکی کے طور پر خطاب ہے

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝۲۷

کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے

یعنی ایسا سمجھنا جو کہ نافع ہو گو عام طور پر تو وہ سمجھتے ہی تھے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ

اور (بعثت کے منکر) یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں

وَنَحْيَا وَمَا يُهْدِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ

ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آ جاتی ہے

وقالوا تا لا يعلمون مطلب یہ کہ زمانہ گزرتے سے بدن کی قوتیں تحلیل ہو جاتی ہیں اس وجہ سے موت آ جاتی ہے اسی طرح حیات کا سبب بھی طبعی اسباب ہیں تو جب موت و حیات کا مدار طبعی اسباب پر ہے اور دوسری زندگی کو طبعی اسباب مقتضی نہیں تو دوسری حیات نہ ہوگی اور کفار کے اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا کے منکر ہوں لیکن فلاسفہ یونان کی طرح وہ اسباب طبعیہ کو فاعل اور مؤثر مانتے تھے آگے حق تعالیٰ ان کی جہالت ظاہر کرتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝۲۸

اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں محض انکل سے ہانک رہے ہیں

إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَأَمَّا

اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے سو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ

جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے (ان کو) ان کا رب

رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۳۰﴾

اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کافر تھے

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ أَلَيْتَ

(ان سے کہا جاوے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو

تُثَلَّىٰ عَلَيْكُمْ فَأَسْتَكْبِرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا

تم نے (ان کو قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور تم (اس وجہ سے) بڑے مجرم

مُجْرِمِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

تھے اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں

وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي

کوئی شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے

مَا السَّاعَةُ لَإِنْ تُظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ

محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں اور (اس وقت)

بِاسْتِيقْنِينَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا

ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۳﴾

ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا اور (ان سے) کہا

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسِفُكُمْ

جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں

یعنی رحمت سے دور کئے دیتے ہیں جس کو بھلانا مجازاً کہہ دیا۔

کہ نہ خود کوئی دلیل قائم کرتے ہیں نہ مخالف کی دلیل کا جواب دیتے ہیں خواہ مخواہ حق کا انکار کرتے ہیں واللہ ملک السموات تا لاہم يستعجبون

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں (اور زمین میں)

پس وہ جو چاہے تصرف کرے ہر چیز پر قادر ہے آگے قیامت کے واقعات کا ذکر ہے

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُوصِّدُ يَخْسِرُ

اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز بل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور (اس)

الْمُبْطِلُونَ ﴿۳۴﴾ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً قَف

روز (آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ) (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے

اگر یہ آیت سب کے لئے عام ہو تو اس سے بظاہر مقبول بندوں کے لئے بھی قیامت کا ہول ثابت ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ ان کے لئے یہ حالت بہت تھوڑی دیر کے لئے ہو اسی لئے قابل اعتبار نہ ہو پس جن آیتوں میں نیک بندوں کے لئے قیامت میں خوف نہ ہونا مذکور ہے ان سے تعارض نہ ہوگا اور اگر دوسرے مفسرین کی طرح اس کے معنی یہ کہے جاویں کہ حساب کے وقت ادب کی وجہ سے دوزانو بیٹھے ہوں گے تو پھر کچھ اشکال ہی نہیں رہتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آیت سب کے لئے عام نہ ہو صرف کفار و فاسق کے لئے ہو۔

كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا ۚ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جاوے گا آج تم کو

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۵﴾ هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ

تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا (اور کہا جاوے گا کہ) یہ (نامہ اعمال) ہمارا دفتر

عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط

ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے

یعنی تمہارے اعمال کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کر رہا ہے۔

نبوت سے رحمت و حکمت اور قیامت کے ذکر سے لطف و ہیبت ضمناً معلوم ہو چکی ہے آگے خاتمہ میں اس مضمون کو صراحتاً بیان فرماتے ہیں۔ **فلله الحمد تا هو العزیز الحکیم**

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ

سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا

الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۳۶

اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار تمام عالم کا

یعنی اوپر کے مضامین سن لینے کے بعد حق تعالیٰ کی یہ صفات خود بخود سمجھ میں آگئی ہوں گی چنانچہ زمین و آسمان اور تمام عالم کا پروردگار ہونے سے اس کی رحمت معلوم ہوئی کیونکہ پیدا کرنا اور باقی رکھنا یہ اصل رحمت ہے۔

وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں

وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝۳۷

اور وہی زبردست حکمت والا ہے

اس سے باقی صفات کا معلوم ہونا ظاہر ہے۔

کَلَّا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا وَمَا وُکُمْ

جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور (آج) تمہارا

النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نَّصْرِیْنَ ۝۳۸

ٹھکانہ جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ تم نے

بِآتِکُمْ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّکُمْ

خدائے تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے

الْحَیْوةُ الدُّنْیَا ۝

دھوکے میں ڈال رکھا تھا

کہ اس میں مشغول ہو کر آخرت سے بالکل غافل بلکہ منکر ہو گئے تھے

فَالْیَوْمَ لَا یُخْرِجُوْنَ مِنْهَا وَّلَا لَهُمْ یَسْتَعْتَبُوْنَ ۝۳۹

سو آج نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے

(خدا کی خفگی کا تذکرہ چاہا جاوے گا)

یعنی اس کا موقع نہ دیا جائے گا کہ توبہ کر کے خدا کو راضی کر لیں ربط

اور پر سورت کے مضامین میں توحید سے خدا تعالیٰ کی عظمت و عزت اور

الحمد للہ پچیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



أُرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ

بُحْبُوحٌ مِمَّا يَخْلُقُونَ فِي الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

فِي السَّمَوَاتِ

(کرنے) میں کچھ سا جھا ہے

اور ظاہر ہے کہ تم بھی ان کو خالق نہیں مانتے جو کہ معبود کی شان کے خلاف ہے پس تمہارے پاس عقلی دلیل تو کوئی نہیں بلکہ خود ان کے معبود نہ ہونے پر عقلی دلیل قائم ہو گئی اور اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل ہے تو اس کو پیش کرو۔

أَيُّونِي بِكُتُبٍ

میرے پاس کوئی (صحیح) کتاب لاؤ

جس میں شرک کا حکم ہو۔

مَنْ قَبْلُ هَذَا

جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو

کیونکہ قرآن میں شرک کا باطل ہونا تم بھی جانتے تو کسی اور ہی کتاب کی ضرورت ہوگی۔

أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ

یا اگر وہ کتاب نہ ہو تو کوئی اور (معتبر) مضمون منقول لاؤ

جو زبانی نقل ہوتا چلا آتا ہو اور کتاب میں لکھا ہوا نہ ہو کیونکہ نقلی دلیل کے لئے ضروری ہے کہ اس کی اصل جہاں سے وہ منقول ہو رہا ہے صحیح اور قابل تصدیق ہو خواہ وہ اصل کسی نبی کی کتاب ہو یا ان کا زبانی قول ہو جس کی صحیح سند موجود ہو۔

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۴

اگر تم سچے ہو

اور ظاہر ہے کہ ایسی دلیل کوئی پیش نہیں کر سکا مگر اپنی غلطی سے پھر بھی باز نہ آئے آگے ایسے شخص کی نسبت ارشاد ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو خدا کو چھوڑ کر

سورۃ الاحقاف مکہ وایہا اربع او خمس وثلثون کذا فی البیضاوی ربط: پچھلی سورت میں اور اس میں توحید اور آخرت کا بیان مشترک ہے پس دونوں میں مناسبت ظاہر ہے مگر پہلی سورت میں آخرت کا بیان تفصیلی اور توحید کا اجمالی تھا اور اس میں اس کے برعکس ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں تنزیل الكتاب تا کفرین

(۳۶) سُورَةُ الْاِحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶)

سورۃ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حَمْدٌ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ

حم یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے

الْحَكِيمِ ۝

بھیجی گئی ہے

پس اس کے مضامین غور کے قابل ہیں آگے توحید اور آخرت کا بیان ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

ہم نے آسمان و زمین اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت

إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۝

کے ساتھ ایک میعاد معین (تک) کے لئے پیدا کیا ہے

حکمت یہ ہے کہ ان سے توحید پر اور جزا و سزا ہونے پر دلالت ہوتی ہے جس کی تقریر بار بار گزر چکی ہے اور وہ میعاد قیامت ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ۝۳

اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے اور وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں

یعنی جب ان سے یہ کہا جائے کہ توحید کے انکار پر تم کو قیامت میں عذاب ہوگا تو اس سے بے التفاتی کرتے ہیں اور توحید کو قبول نہیں کرتے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

آپ کہیے کہ یہ تو بتاؤ جن چیزوں کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو

ان کے معبود ہونے کی کیا دلیل ہے اگر کوئی عقلی دلیل ہے تو بیان کرو

کا محال ہونا اس قول کے غلط ہونے کی صریح دلیل ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ط قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ

فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط

اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہوگا تو پھر تم لوگ مجھ کو خدا سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے

کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دھوکہ سے پوری طرح بچاتا ہے تو اگر میں نے یہ قرآن اپنے آپ بنا کر خدا کے ذمہ لگایا ہوگا تو وہ مجھ کو نبوت کے جھوٹے دعویٰ پر جلدی ہلاک کر دے گا اور نبوت کے جھوٹے دعویٰ پر سزا ہونا ایسی ضروری ہے کہ میرا کوئی حامی و مددگار بھی اس کو ہٹا نہیں سکتا سوا ب دیکھ لو میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور زندگی بھر کرتا رہوں گا اور اب تک بھی خدا کے قہر سے محفوظ ہوں اور آئندہ بھی بچا رہوں گا معلوم ہوا کہ میرا دعویٰ غلط نہیں اور یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور حق تعالیٰ میرے ہاتھ سے معجزے بھی ظاہر فرما رہے ہیں جس سے خود شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر حق تعالیٰ معجزے ظاہر نہیں فرمایا کرتے۔

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ط كَفَى

وہ خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے

بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ط

ہو میرے اور تمہارے درمیان میں وہ کافی گواہ ہے

یعنی حق تعالیٰ کو میرا اور تمہارا سچا اور جھوٹا ہونا خوب معلوم ہے وہ خود فیصلہ کر دے گا اگر میں جھوٹا ہوں گا تو مجھ کو جلدی ہلاک کر دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو گے تو تم کو سزا دے گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں اور یہ نہ سمجھا جاوے کہ مسئلہ نبوت کا مدار اسی مضمون پر ہے بلکہ اصلی مدار تو معجزہ ظاہر کرنے پر ہے جو کہ ہو چکا تھا یہ تو صرف ان کی ہٹ دھرمی کا آخری جواب ہے اور اگر کفار کو یہ شبہ ہو کہ جس طرح نبوت کے مدعی پر عذاب نہ آنا اس کی حقانیت کی دلیل ہے اسی طرح ہم منکروں پر عذاب نہ آنا ہمارے سچے ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو آگے اس کا جواب ہے۔

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

اور وہ بڑی مغفرت والا رحمت والا ہے

مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے

کیونکہ بتوں میں تو سننے ہی کی قابلیت نہیں اور جو معبود جاندار ہیں ان میں کامل قدرت نہیں اور فرشتے وغیرہ ان کے افعال سے راضی نہیں تو جو شخص دلیل سے عاجز ہو کر بلکہ شرک کے باطل ہونے پر دلیل سن کر بھی اس سے باز نہ آوے اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں۔

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفُلُونَ ۝

اور ان کو ان کے پکارنے تک کی بھی خبر نہ ہو

کیونکہ بے جان معبودوں میں تو سننے ہی کی قوت نہیں اور جانداروں کو بھی ویسی خبر نہیں جیسی کفار کے اعتقاد میں ہے کہ وہ ہمیشہ سنتے ہیں اور ضرور سنتے ہیں اور ان سے ان کو فائدہ پہنچے گا سو یہ کچھ بھی نہیں۔

وَإِذَا احْتَرَسَ النَّاسُ أَنْ يَكُونُوا لَهُمْ عَدَاءٌ وَكَانُوا

اور پھر جب (قیامت) میں سب آدمی جمع کئے جاویں تو وہ (معبود) ان کے

بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

دشمن ہو جاویں اور ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں

جیسا کہ سورہ یونس میں ہے قال شرکاء ہم ما کنتم ایانا تعبدون ان کے معبود کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہ کرتے تھے پس ایسے معبودوں کی عبادت کرنا اس سے بڑھ کر کیا غلطی ہو سکتی ہے کہ ان کی عبادت کی صحیح وجہ ایک بھی نہیں اور ان کے معبود نہ ہونے پر دلائل بہت سے موجود ہیں۔ ربط اور توحید اور آخرت کا ثبوت تھا آگے نبوت کا مضمون ہے۔ واذ اتلنا الظالمین

وَإِذَا تَلَّيْ عَلَيْهِمُ الْآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ

اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ منکر

الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ لَنَا جَاءَهُمْ هَذَا

لوگ اس سچی بات کی نسبت جبکہ وہ ان تک پہنچتی ہے یوں کہتے ہیں کہ یہ

سِحْرٌ مُبِينٌ ط

صریح جادو ہے

حالانکہ جادو کا مقابلہ اور جواب ہو سکتا ہے پس قرآن کے مقابلہ

پس اگر تم اس کو نہیں مانتے تو میرا کوئی نقصان نہیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے

بِہِ وَشَهِدَ شَهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِیْلِ

منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر

عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمِّنْ

ایمان لے آؤ

تو تم سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا کہ وہ تو عالم ہو کر اس کتاب پر ایمان لاویں اور تم باوجود بے علم ہونے کے اس سے عار کرتے ہو خلاصہ یہ کہ اول تو میں دلائل قائم کر کے اور شبہات کا جواب دے کر ثابت کر چکا ہوں کہ یہ کتاب میری گھڑی ہوئی نہیں پھر اگر اس کی تائید کسی معتبر اسرائیلی عالم کی زبانی ہو جاوے جو دیانت اور علم میں مسلم ہو خواہ ایک ہو یا کئی ہوں اور وہ اس کی منجانب اللہ ہونا تسلیم کر لیں تب تو تم کو اپنی فکر کرنا چاہئے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبوت کا ثابت ہونا اس گواہی پر موقوف ہے بلکہ زیادہ تاکید کے لئے اس کو بڑھا دیا ہے اور اس آیت میں گواہ سے مراد کوئی خاص شخص نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے تمام معتبر علماء کو شامل ہے خواہ وہ اس آیت سے پہلے ایمان لائے ہوں یا بعد میں اور بعض روایات سے جو اس آیت کے عبد اللہ بن سلام کے بارہ میں نازل ہونا آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس میں داخل ہیں پس یہ آیت خواہ کی ہو خواہ مدنی اب اس پر کوئی اشکال نہیں۔

وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۴

اور تم تکبر ہی میں رہو بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا

بلکہ ہمیشہ گمراہی میں رہتے ہیں اور گمراہی کا انجام دوزخ ہے

رابطہ: اوپر نبوت کی تحقیق میں جو مضامین مذکور تھے آگے ان میں سے بعض کا اجمالی اور بعض کا تفصیلی بیان ہے جس سے پہلے مضامین کی تاکید ہو جائے گی۔ وقال تا للمحسنین۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن

جس پر یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔

پس ایک قسم کی مغفرت و رحمت کفار پر بھی ہوتی ہے کہ دنیا میں بعض دفعہ ان کو عذاب نہیں ہوتا پس کفر و انکار پر دنیا میں عذاب نہ ہونا ان کے سچے ہونے کی دلیل نہیں ہے اور یہ احتمال نبوت کے مدعی میں نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے جھوٹے دعوے پر دنیا میں عذاب نازل ہونا عادتاً لازم ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ حق اور باطل کی تحقیق کا اخیر ذریعہ نبوت ہے اور جس پر حق اور باطل کی پہچان کا اخیر دار و مدار ہو اس کو نہایت واضح ہونا چاہئے اس لئے نبوت میں ذرا سے دھوکہ کو بھی گوارا نہیں کیا گیا اس کے جھوٹے دعویٰ پر عذاب نازل ہو جاتا ہے اور جب عذاب نہ آنے سے نبوت میں دھوکہ نہ رہا تو پھر کفار کی حالت میں بھی دھوکہ نہیں رہ سکتا کیونکہ دو مخالف باتوں میں سے ایک کے سچے ہو جانے سے دوسرے کا جھوٹا ہونا خود لازم آ جاوے گا اس لئے کفار کے انکار پر عذاب نازل ہونا لازم نہیں ہوا بلکہ اکثر ڈھیل دینے کے لئے ان پر جلدی عذاب نہیں بھیجا جاتا آگے پھر نبوت کی تاکید ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاءِ مِنَ الرُّسُلِ

آپ کہہ دیجئے کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں

کہ انوکھا ہونے سے تعجب کیا جائے کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں جن کی صد ہا خبریں تم نے بھی سنی ہیں۔

وَمَا أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا

یعنی میں کسی عجیب بات کا بھی دعویٰ نہیں کرتا جیسے علم غیب کا دعویٰ چنانچہ میں خود کہتا ہوں کہ سوا ان غیبی باتوں کے جو وحی سے مجھ کو معلوم ہوتی ہیں اور مجھے کسی بات کی بھی خبر نہیں حتیٰ کہ خود اپنے اور تمہارے حالات بھی آئندہ کے میں نہیں جانتا حالانکہ ان حالات سے تعلق بھی بہت زیادہ ہے تو جو اور غیبی باتیں دور کی ہیں ان کی نسبت تو میں کیا دعویٰ کرتا البتہ جن باتوں کا علم وحی سے ہو گیا ہے خواہ وہ اپنے متعلق ہوں یا غیروں کے اور دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت کے ان کا علم بے شک کامل ہے۔

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ

اور (نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میں تو صاف صاف

مُبِينٌ ۝۹

ڈرانے والا ہوں

لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ

کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کر سکتے تھے اور

يَهْتَدُوا بِهِ

جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی

یعنی ہم بڑے عاقل ہیں بوجہ غایت تکبر اور سرکشی کے یا پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

فَسَيَقُولُونَ هَذَا افْكٌ قَدِيمٌ ۝۱۱

تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ (مضمون) ہے

موسیٰ کی تمام امت کے لئے

وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبْتُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۝

اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو رہنما اور رحمت تھی

حاصل یہ کہ نزول قرآن کوئی اجنبی کام نہیں

وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ

اور یہ ایک کتاب ہے جو اس (کی پیشینگوئی) کو سچا کرتی ہے عربی زبان میں

الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝۱۲

ہے ظالموں کے ڈرانے کے لئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کے لئے

یعنی حسب تعلیم رسول توحید کو قبول کیا۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ

جن لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے

یعنی اس کو چھوڑا نہیں۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوا

پھر مستقیم رہے

یعنی ایسے ایمان کا مقتضا یہی ہے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱۳

سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے

جو مذکور ہوئے۔

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ

یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۴

بعض ان (نیک) کاموں کے جو وہ کرتے تھے

غرض اس قدر مصائب اٹھاتی ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے (اس کی

أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ

ماں نے) بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو

ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۝

تین ماہ اور اس کو پیٹ میں رکھتا اور اس کا دودھ چھوڑنا اکثر تین مہینے میں پورا ہوتا ہے

اگر ماں باپ مسلمان ہیں تب تو دین کی نعمت بھی ورنہ دنیوی نعمت تو ظاہر ہے اور ماں باپ کی نعمت کا اثر اولاد پر بھی پہنچتا ہے چنانچہ ان کے وجود اور زندگی کی بدولت تو خود اولاد کا وجود ہی ہوتا ہے اور دینی نعمت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کی قوی اور فعلی تعلیم اولاد کے لئے علم و عمل کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً لَا

یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو (یعنی بلوغ کو) پہنچ جاتا ہے اور (پھر بلوغ کے

قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

بعد) چالیس برس کو پہنچتا ہے (تو جو نیک بخت ہوتا ہے) وہ کہتا ہے کہ اے

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ

میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا

صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۝۱۵

کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں نیک کام کیا کروں

إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ

جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے

معاف ہونا وعدہ ہی پر موقوف نہیں ہے بدوں وعدہ کے بھی معافی ہو سکتی ہے۔

فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا

اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے (یہ سب) اس وعدہ صادق کی وجہ سے

يُوعَدُونَ ۝ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ

(ہو) جس کا ان سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا

اس آیت کو جو مروان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کی شان میں بتلایا ہے صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے اس کی تفسیر منقول ہے مروان نے محض عداوت سے کہہ دیا تھا

أَفِي لَكُمْ أَتَعْدِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلْتُ

کہ تفسیر ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ یعنی خبر دیتے ہو کہ میں (قیامت میں دوبارہ

الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي ج

زندہ ہو کر) قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر گئیں

جن سے ہر زمانہ میں ان کے پیغمبر یوں ہی وعدہ کرتے چلے آئے مگر آج تک کسی وعدہ کا ظہور نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔

وَهُمَا يَسْتَغِيثُ اللّٰهُ وَيُكَفِّرُ عَنْهُ

اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لائے شک

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا

اللہ کا وعدہ سچا ہے تو (وہ اس پر بھی) یہ کہتا ہے کہ یہ بے

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝

سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں

مطلب یہ کہ ایسا شقی اور بد بخت ہے کہ اس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کیا اور حقوق العباد میں بھی والدین کا حق جو بہت ضروری ہے خصوصاً جب کہ وہ مسلمان بھی ہو اور خاص کر جب کہ وہ اس کو بھی اسلام کی تعلیم کرتے ہوں مگر وہ بد بخت پھر بھی کفر اور والدین کی نافرمانی کرتا ہے اور نافرمانی بھی اس درجہ کی کہ ماں باپ کی مخالفت کے ساتھ بات چیت میں بھی بدتمیزی اور سختی کرتا ہے آگے ان اعمال کا انجام بیان فرماتے ہیں۔

اولاد کی صلاحیت سے دنیوی نفع تو یہ ہوتا ہے کہ ان کو دیکھ دیکھ کر راحت ہوتی ہے اور آخرت کا نفع یہ کہ ثواب ہوتا ہے۔

وَأَنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں

مقصود اس سے غلامی کا اقرار ہے دعویٰ مقصود نہیں حاصل یہ ہوا کہ جو شخص نیک بخت ہوتا ہے وہ اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور والدین کے حقوق بھی جو کہ حقوق العباد میں سے ہیں کیونکہ والدین کے ذریعہ سے جو نعمت اس پر ہوئی ہے وہ بھی خدا کی نعمت ہے اور اس کا پورا شکر والدین کی خدمت پر موقوف ہے اور اس کے ہمیشہ ادا ہوتے رہنے کی دعا کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کو اس کی رغبت ہے اور اس کا ارادہ ہے اور رغبت و ارادہ سے عادت ہر کام کی توفیق ہو جاتی ہے ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ ایسا شخص والدین کے حقوق ادا کرتا رہتا ہے اور چالیس سال کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے کم میں ایسا نہ ہونا چاہئے بلکہ مقصود یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد پھر غفلت نہ ہونی چاہئے کیونکہ جوانی میں عقل مغلوب ہوتی ہے اور چالیس سال پر عقل کامل اور غالب ہوتی ہے تو اس وقت خدا کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے اور اگر آیت کا شان نزول کوئی خاص قصہ ہے جیسا کہ درمنثور میں ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق کی شان میں نازل ہوئی اور انہوں نے چالیس سال کی عمر میں یہ بات کہی تھی تب تو چالیس سال کی خصوصیت کی وجہ ظاہر ہے اور یہ دعا اس طرح پوری ہوئی ہے کہ حضرت صدیق خود تو مع اولاد کے پہلے ہی اسلام لے آئے تھے اور فتح مکہ کے بعد ان کے والد ابو قحافہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور ان کی والدہ ام الخیر بھی مسلمان ہو گئی تھیں آگے ان اعمال کا انجام بیان فرماتے ہیں۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا

یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کا قبول کر لیں گے اور

عَمِلُوا وَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ

ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے

اوپر بت البک میں توبہ کا ذکر آیا ہے اس کے بعد گناہوں سے درگزر کرنے کا وعدہ بیان ہوا ہے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ بدوں توبہ کے گناہ معاف نہیں ہوتے کیونکہ محض فضل سے بھی معافی ہو جاتی ہے اصل یہ ہے کہ یہاں یہ مقصود نہیں کہ توبہ پر معافی موقوف ہے بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ توبہ پر معافی کا وعدہ موقوف ہے بدوں توبہ کے معافی کا وعدہ نہیں لیکن گناہوں کا

الْحَقِّ

کرتے تھے

فی الارض کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ زمین پر رہ کر تکبر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور ناحق کی قید واقعی ہے کیونکہ مخلوق سے تکبر کا ظاہر ہونا ہمیشہ ناحق ہی ہوگا اور تکبر سے مراد ایمان سے تکبر کرنا ہے کہ ہمیشہ کا عذاب اسی کی خاصیت ہے۔

وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٢٠﴾ وَادْكُرْ أَخَا

اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے اور آپ قوم عاد کے بھائی (یعنی ہود) کا (ان سے) ذکر کیجئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے

عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ

مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل خمدار تودے تھے

اس میں تمام کفر اور فسق کی باتیں اور ظلم کے تمام طریقے داخل ہو گئے۔ رابطہ: اوپر مکہ والوں کو سنانے کے لئے کفر کی اور دنیا میں منہمک ہونے کی مذمت اور قباحت مذکور ہے۔ آگے قصہ عاد یاد دلاتے ہیں کہ وہ بھی عرب تھے جس سے اوپر کے مضمون کی تاکید مقصود ہے واذکر اخا عادنا يستهزون اس سے سامعین کے ذہن میں اس موقع کا حاضر کرنا مقصود ہے اور ان لوگوں کی سکونت (بقول اکثر) یمن کے شہروں میں تھی اور وہاں ریت کے ٹیلے تھے عرب کے لوگ تجارت کے لئے اکثر سفر کرتے تو ان مقامات پر گزرتے تھے۔

وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اس پر ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ان سے پہلے اور ان

خَلْفَهُ

سے پیچھے بہت ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گزر چکے ہیں

ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا یعنی یہ بات ایسی ضروری اور صحیح ہے کہ ہود علیہ السلام کے پہلے اور ان کے بعد بہت سے پیغمبر اسی بات کی تعلیم کرتے آئے ہیں پس اس جملہ کے بڑھانے سے توحید کے مضمون کی تاکید مقصود ہے اور عجب نہیں کہ ہود علیہ السلام نے تمام انبیاء کا توحید کی تعلیم میں متفق ہونا ان کے سامنے بیان کیا ہو

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

مجھ کو تم پر ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے وہ کہنے لگے کیا تم

أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ

أَمْرٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ

اللہ کا قول (یعنی وعدہ عذاب) پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن

وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ﴿٢١﴾

اور انسان (کافر) ہو گزرے ہیں بے شک یہ (سب خسارہ میں رہے

آگے اس تفصیلی مضمون کو بطور خلاصہ کے بیان فرماتے ہیں۔

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا

اور ہر ایک (فریق) کے لئے ان کے (مختلف) اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے

کسی کو جنت کے درجے ملیں گے کسی کو دوزخ کے۔

وَلِيُوقِيَهُمْ أَعْيَابَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

اور تاکہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال (کی جزا) پوری کر دے

اور ان پر (کسی طرح کا) ظلم نہ ہوگا

اوپر ان ظالموں کا عذاب معین طور پر نہیں بتلایا تھا صرف اشارہ کر دیا کہ ان پر خدا کا قول پورا ہو کر رہا اور یہ لوگ خسارہ میں رہے اور نیک بختوں کی جزا میں جنت کا بیان صاف طور پر ہوا تھا اس لئے آگے عذاب کو صاف طور پر معین فرماتے ہیں۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ

اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا)

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب

وَأَسْتَعْتَمِبُهَا ۖ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ

برت چکے (کہ ہم کو بھی بھول گئے) سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی

چنانچہ سزا کے لئے جہنم اور ذلت کے لئے یہ ملامت اور پھٹکار ہے۔

بِمَا كُنْتُمْ تُسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ

اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَأْكُلَ

ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو سو

عَنِ إِلَهِتِنَا فَأْتِنَا بِتَعْدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ

ہم پھرنے والے نہیں اگر تم سچے ہو تو جس (عذاب) کا تم ہم سے وعدہ کرتے

الصّٰدِقِينَ ﴿۲۲﴾ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

ہو اس کو ہم پر واقع کر دو ہونے کا پورا علم تو خدا ہی کو ہے (کہ عذاب کب تک آوے

اللّٰهُ ذِ وَأَبْلَغُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ

گا) اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں

چنانچہ مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم پر عذاب آوے گا جس کی میں نے تم کو اطلاع کر دی اس سے زیادہ نہ مجھ کو علم ہے نہ قدرت۔

وَلٰكِنِّيۡ اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو

کہ ایک تو تو حید کو نہیں قبول کرتے پھر اپنے منہ سے بلا مانگتے ہو پھر مجھ پر اس کا تقاضا کرتے ہو البتہ میں اپنے سچے ہونے کا مدعی ہوں جس پر دلیل قائم کر چکا ہوں اور عذاب کا وقت مجھ کو نہیں بتلایا گیا ہاں جب آئے گا تو اس وقت اللہ چاہے دیکھ لینا غرض جب کسی طرح انہوں نے حق کو قبول نہ کیا تو عذاب کا اس طرح سامان شروع ہوا کہ اول ایک بادل اٹھا۔

فَلَمَّا سَآءَ اَوْهٖ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اُوْدِيَّتِهِمْ لَا

سوان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّهْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا

لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے (کہ عذاب لاؤ اس میں) ایک آندھی ہے جس میں دردناک

اَسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾

عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی چنانچہ

وہ آندھی چھوٹی اور آدمیوں اور جانوروں کو اٹھا اٹھا کر پٹک دیتی تھی درمنثور میں آدمیوں اور مویشی کا اس ہوا میں اڑے اڑے پھرنا حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا

وہ (ایسے) تباہ ہو گئے کہ بحر ان کے مکانات کے

لَا يُرٰی اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِی

اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا ہم مجرموں کو سزا دیا کرتے تھے

الْقَوْمَ الْجٰرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِیْهَا

اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو

اِنْ مَّكَّنَّكُمْ فِیْہِ

ان باتوں میں قدرت نہیں دی

مراد ان باتوں سے وہ کام ہیں جو جسمانی اور مالی قوت پر موقوف ہیں

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً ۚ

اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل (کبھی کبھی) دیے تھے

فَمَا اَغْنٰی عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا اَبْصَارُهُمْ

سو چونکہ وہ لوگ آیات الہیہ کا انکار کرتے تھے

وَلَا اَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا

اس لئے (جب عذاب آیا) تو نہ ان کے کان ان کے ذرا کام آئے

یَجْحَدُوْنَ لَا یٰۤاٰتِیَ اللّٰہَ وَحَاقَ بِہُمْ مَّا

اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس (عذاب) کی

كَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾

وہ ہنسی کیا کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیرا

یعنی نہ ان کے حواس ان کو عذاب سے بچا سکے اور نہ ان کی تدبیریں جو

دل سے نکالا کرتے تھے اور نہ ان کی قوت پھر تمہاری تو کیا حقیقت ہے ربط

اور عادی کا قصہ تفصیلاً مذکور ہوا ہے آگے دوسری ہلاک شدہ امتوں کا اجمالی قصہ

ہے کہ مکہ والے ان کے مقامات پر بھی گزر تھے۔ ولقد اھلکنا تا یفترون

وَلَقَدْ اَھْلَكْنَا مَا حَوْلَکُمْ مِنَ الْقُرٰی

اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی (شرک و کفر کے سبب) غارت کی ہیں

جیسے شہود اور قوم لوط کہ شام کو جاتے ہوئے ان کے مقامات پر گزرتے تھے اور چونکہ مکہ سے ایک طرف یمن ہے اور دوسری طرف میں شام ہے اس لئے آس پاس فرمادیا۔

وَصَرَفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں (ان کو) بتلا دی تھیں تاکہ وہ شرک (و کفر سے) باز آجائیں مگر وہ باز نہ آئے اور ہلاک ہوئے۔

قُلْ لَا نَصْرَ لَكُمْ مِنَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ

سوغدا کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا

دُونِ اللَّهِ

معبود بنا رکھا ہے

کہ یہ مصیبت میں ہمارے کام آئیں گے۔

قُرْبَانًا إِلَهًا ط بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَلِكَ

انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ سب ان سے غائب ہو گئے

إِفْكَهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۸﴾

اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے

کہیں واقع میں وہ سفارش کرنے والے یا معبود تھوڑا ہی تھے ربط اوپر کفار مکہ کو سنانے کے لئے کفر اور تکبر کی مذمت مذکور ہے آگے اسی کی تاکید کے لئے عار دلانے کو بعض جنات کے اسلام لانے کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے جس کا حاصل مقصود یہ ہے کہ جنات جو تکبر میں انسان سے زیادہ ہوتے ہیں وہ تکبر کو چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم کہ انسان ہو تکبر اور کفر سے باز نہیں آتے اور جن جنات کے ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر ہے ان کا قصہ حدیثوں میں اس طرح آیا ہے کہ جب حضور کی ابتدائی نبوت کے وقت جنات کو آسمانی خبریں سننے سے شہاب ثاقب کے ذریعہ سے روک دیا گیا تو جنات میں تذکرہ ہوا کہ اس کا سبب تحقیق کرنا چاہئے کہ کون سا نیا واقعہ دنیا میں ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ بات پیش آئی ہے جنات مختلف اطراف میں تحقیق کے واسطے روانہ ہوئے بعضے حجاز کی طرف بھی چلے اس روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطن محلہ میں کہ ایک مقام کا نام ہے تشریف رکھتے تھے اور بازار عکاظ کی طرف (عالمیاً بغرض دعوت اسلام) تشریف لے جانے کا قصد تھا آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے جو وہ جنات یہاں پہنچے قرآن سن کر کہنے لگے بس وہ نئی بات یہی ہے جس کی وجہ سے ہم

آسمانی خبروں سے روک دیئے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ جب یہاں آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو کر قرآن سنو جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوئے تو وہ معتقد اور مومن ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کو ایمان کی ترغیب دی اور آپ کو ان کے آنے جانے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ سورہ جن کے نازل ہونے سے آپ کو خبر دی گئی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ شخص تھے جب انہوں نے اپنی قوم کو خبر پہنچائی تو ان میں سے پھر تین سوا شخص اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور دوسری حدیثوں میں جنات کے آنے کی دوسرے طور پر بھی روایتیں آئی ہیں مگر چونکہ یہ واقعات متعدد مرتبہ ہوئے ہیں اس لئے تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے تھا جی نے فرمایا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات آپ کی خدمت میں چھ مرتبہ آئے ہیں۔ واذا صرفنا تا ضلل مبین۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو (یہاں

يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۚ

پہنچ کر) قرآن سننے لگے تھے غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آ پہنچے

یعنی اس موقع پر پہنچے جہاں قرآن پڑھا جا رہا تھا۔

فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۚ

کہنے لگے کہ خاموش رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا

یعنی جتنا اس وقت حضور ﷺ کو نماز میں پڑھنا تھا ختم ہو چکا۔

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿۲۹﴾

تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس (اس کی) خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے

قَالُوا يَاقَوْمُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ

کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک (عجیب) کتاب سن کر آئے ہیں جو

بَعْدَ مُوسَىٰ

موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے

موسیٰ علیہ السلام کے بعد کہنے سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ وہ جن یہودی تھے لیکن اس کی کوئی نقلی دلیل نہیں اور اس سے استدلال کرنا کافی ہے کیونکہ اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انجیل اکثر احکام میں توریت کے تابع ہے اور قرآن تورات کی طرح مستقل ہے پس مقصود یہ ہے کہ جیسی مستقل کتاب

نہ جن نے تو اگر جنات کے چھونے کا احتمال ہی نہ تھا تو ان کے ذکر کی اس جگہ کیا ضرورت تھی معلوم ہوا کہ جنات بھی حوروں کو چھوڑ سکتے ہیں دوسرے سورہ انعام میں انسان اور جنات کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لکل درجات مما عملوا کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کے سبب درجے ملیں گے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے غایت احتیاط کی وجہ سے چونکہ اس بارہ میں کوئی صاف اور صریح نص موجود نہ تھی اس میں توقف فرمایا ہے اور یہ جو امام صاحب کا قول مشہور ہو گیا ہے کہ وہ جنات کے جنت میں نہ جانے کے قائل ہیں تو غالباً اسی توقف کے بیان میں ناقصین کو غلطی ہوئی ہے واللہ اعلم

وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ

اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین (کے کسی حصہ)

فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ

میں (بھاگ کر خدا) کو ہر انہیں سکتا اور خدا کے سوا کوئی اس کا حامی ہی نہ ہوگا یعنی جیسا وہ خود نہیں بچ سکتا کوئی اس کو بچا بھی نہیں سکتا۔

أُولَٰئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۶﴾

(اور) ایسے لوگ صریح گمراہی میں (بتلا) ہیں

کہ باوجودیکہ داعی کے حق ہونے پر دلائل قائم ہیں پھر بھی اس کا کہنا نہیں مانتے ربط اور پر قیامت کی جزا و سزا کا بیان تھا اور متصل کی آیتوں میں بھی اس طرف اشارہ تھا چونکہ بعض خود قیامت کے امکان ہی کے منکر تھے اس لئے آگے پہلے اس کا امکان پھر اس کا واقع ہونا بیان فرماتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کی تعلیم ہے۔ اولم یروا تا الفسقون۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کو جو پیدا کیا اور ان

وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَعْصِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدْرِ عَلَىٰ

کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر (بدرجہ اولیٰ) قدرت رکھتا ہے کہ

أَنْ يُعْصِيَ الْهَوٰی بَلٰی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

مردوں کو (قیامت میں) زندہ کر دے اور وہ اس پر قادر (کیوں نہ ہو) ہے

قَدِیْرٌ ﴿۳۷﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

شک وہ (تو) ہر چیز پر قادر ہے اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے

موسیٰ پر آئی تھی اس شان کی کتاب موسیٰ کے بعد یہ آئی اور یہ بات ان کو تھوڑا سا قرآن سن کر اس کے طرز بیان اور جلالت شان سے معلوم ہو گئی ہوگی۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ

جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (اور دین) حق

وَالِیٰ طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۸﴾

اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے

یہاں تک تو اسلام کی حقانیت کا اظہار ہے آگے اس کے قبول کرنے کا حکم ہے اول ترغیب سے پھر خوف دلا کر۔

لِقَوْمٍ اٰجِبُوْا دَاعِيَ اللَّهِ وَاٰمِنُوْا بِهِ

اے بھائیو اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ

اس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ وہ ایمان لانے کی طرف بلاتا ہے کسی دنیوی غرض کی طرف نہیں بلاتا اور داعی سے مراد یا تو قرآن ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا

بعض علماء نے من ذنوبکم سے بعض گناہ مراد لئے ہیں کیونکہ اسلام سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے اور بعض نے کہا ہے کہ اسلام سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس پر حقوق العباد معاف نہ ہونے سے اشکال نہیں پڑتا کیونکہ جو حقوق گناہ ہیں جیسے قتل وغیرہ ان کے معاف ہو جانے پر تو سب کا اتفاق ہے اور جو حقوق گناہ نہیں جیسے قرض وغیرہ تو وہ من ذنوبکم میں داخل ہی نہیں پھر بعض گناہ مراد لینے کی کوئی حاجت نہیں

وَيُجِزُّكُمْ مِّنْ عَذَابِ اَلِیْمٍ ﴿۳۹﴾

اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا

جنات کو کفر اور معصیت سے عذاب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور ایمان و اعمال صالحہ پر ان کو جنت اور ثواب ملنے میں اختلاف ہے اکثر علماء تو اس کے نکل ہیں کہ ایمان اور نیک اعمال سے ان کو جنت اور ثواب ملے گا کیونکہ شریعت کی عام نصوص اور حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے بالخصوص لم یطمئنہن انس قبلہم ولا جان سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ حوروں کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ان کو نہ اس سے پہلے کسی انسان نے چھوا

عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ

جائیں گے (اور ان سے پوچھا جائے گا کہ) کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے

جیسا کہ دنیا میں اس کی واقعیت کا انکار کیا کرتے تھے۔ مانحن بمعذبین کہ ہم کو عذاب نہ ہوگا۔

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا (اچھا)

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۳﴾

تو اپنے کفر کے بدلے میں اس (دوزخ) کا عذاب چکھو

جس میں دوزخ کا انکار بھی داخل ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعِزْمِ

تو آپ (ویسا ہی) صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا

آگے حضور کی تسلی ہے اولوا العزم سے پیغمبر مراد ہیں۔

مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ

اور ان لوگوں کے لئے (انتقام الہی کی) جلدی نہ کیجئے

جو مسلمانوں کے غلبہ کے لئے چاہتے تھے۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوْعَدُونَ لَا لَمْ يَلْبَثُوا

اور جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

(یعنی عذاب) تو گویا یہ لوگ (دنیا میں) دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں

آگے کفار کو دھمکی ہے

بَلِّغْ قَهْلٌ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۵﴾

یہ (خدا کی طرف) سے پہنچا دینا ہے (جس سے حجت تمام ہوگئی) سو (اس

کے بعد) وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے

کیونکہ تبلیغ کے بعد کوئی عذر نہیں رہا

(۳۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّكَرٍ مِّنْهُ (۹۵)

سورہ محمد مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اکتیس (۳۸) آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکا

أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

خدا نے ان کے عمل کا عدم کر دیے

جیسا کہ رؤساء کفار کی عادت تھی اور ایمان کے غارت ہونے کے لئے صرف کفر بھی کافی ہے دوسروں کو روکنا بھی اس کے لئے شرط نہیں لیکن ان کی واقعی حالت بیان فرمادی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا

اور (برخلاف اس کے) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ

اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے

بِأَنزِلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ لَا

پاس سے (آیا ہوا) امر واقعی (بھی) ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾

اتار دے گا اور (دونوں جہان میں) ان کی حالت درست رکھے گا

دنیا میں تو اس طرح کہ نیک اعمال کی توفیق بڑھتی جاوے گی اور آخرت میں اس طرح کہ ان کو نجات ہوگی۔

ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاتَّبَعُوا الْبَاطِلَ

یہ اسی وجہ سے کہ کافر تو غلط رستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح رستہ

وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ط

پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے (آیا) ہے

یعنی مسلمانوں کی اچھی حالت اور کفار کی بری حالت۔

اور غلط رستہ سے ناکامی ہونا اور صحیح رستہ سے کامیابی ہونا ظاہر ہے اس لئے وہ ناکام ہوئے اور اگر اسلام کے صحیح ہونے میں شبہ ہو تو اس کا جواب

صلح کر کے رعیت بننا قبول کریں تو اب نہ قتل جائز ہے اور نہ قید جائز ہے۔ رابطہ اوپر مسلمانوں کو کفار سے جہاد کرنے کا حکم تھا آگے اس حکم کی تاکید اور اس کی حکمت اور جہاد میں مسلمانوں کے قتل ہونے کے متعلق بشارت اور جہاد کی ترغیب اور کفار کی مذمت اور وعید وغیرہ مذکور ہے۔ ذلک تا لا مولیٰ لہم

ذَلِكَ ظَلُّهُ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَا تُنْصَرُ مِنْهُمْ

یہ حکم (جہاد کا جو مذکور ہوا) بجالانا اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے (خود ہی) انتقام لے لیتا

یعنی ہم نے جو بعض صورتوں میں کفار سے بدلہ لینے کا طریقہ جہاد کا مقرر کیا ہے اس میں حکمت ہے ورنہ اگر ہم چاہتے تو دوسرے طریقہ سے مثلاً زمین میں دھنسا کر یا غرق کر کے یا زلزلہ بھیج کر پہلی امتوں کی طرح ان کو تباہ کر دیتے کہ تم کو جہاد وغیرہ نہ کرنا پڑتا۔

وَلَكِنْ لِّيَبْلُوْا بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

لیکن (تم کو جہاد کا حکم اس لیے دیا) تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے

مسلمانوں کا امتحان یہ ہے کہ حکم الہی کو جان پر کون ترجیح دیتا ہے اور کفار کا امتحان یہ ہے کہ اس سزا سے متنبہ ہو کر کون حق کو قبول کرتا ہے پس جہاد میں یہ بھی حکمت ہے آگے بتلاتے ہیں کہ جہاد میں جیسے کفار کو قتل کرنا کامیابی ہے اسی طرح خود مارا جانا بھی ناکامی نہیں

وَالَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع

أَعْمَالَهُمْ ۝

نہ کرے گا

جن میں وہ عمل بھی آگیا جس کی بدولت وہ مارے گئے یعنی جہاد غرض ظاہر میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ جب مارا گیا تو اس کے جہاد پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوا اور اس کا جہاد ضائع کیا سو واقع میں وہ ضائع نہیں ہوا کیونکہ اس پر دوسرا نتیجہ جو ظاہری نتیجہ سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے مرتب ہوا جس کا آگے بیان ہے۔

سَيَهْدِيَهُمْ

اللہ تعالیٰ ان کو (منزل) مقصود تک پہنچا دے گا

منزل مقصود کا بیان آگے آتا ہے۔

وَيُصْلِحْ بِأَلْهِمُ ۝

اور ان کی حالت درست رکھے گا

من رہم سے ہو گیا کہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے اور من جانب اللہ ہونا معجزات سے خاص کر قرآنی معجزہ سے ثابت ہے رابطہ اوپر مسلمانوں کا مصلح ہونا اور کفار کا مفسد ہونا سمجھایا گیا ہے آگے مصلحین کے ہاتھ سے مفسدوں کا فساد دبانے کے لئے بعض احکام جہاد کے متعلق ارشاد ہوتے ہیں فاذا لقيتم تا اوزارہا۔

كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۝

اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے (نفع و ہدایت کے) لئے ان کے حالات بیان

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۝

فرماتا ہے سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یعنی جب کفار ایسے مفسد میں تو ہم تو ان کا فساد دفع کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ ان کو قتل کرو۔

حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتَهُمْ

یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خونریزی کر چکو

جس کی حد یہ ہے کہ اب اگر قتل موقوف کر دیا جائے اور قید کرنے پر اکتفا کیا جائے تو مسلمانوں کی مضرت اور کفار کے غالب آنے کا احتمال نہ ہو۔

فَشُدُّوا الرِّبَاطَ ۝ فَإِمَّا مِمَّا بَعْدُ

تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا

یعنی ان دو باتوں میں ایک بات کا اختیار ہے پس دونوں کو جمع نہ کیا جائے ہاں یہ جائز ہے کہ سرے سے چھوڑ ہی نہ جائے بلکہ غلام بنالیا جائے یا قتل کر دیا جائے اور حنفیہ کے نزدیک یہ آیت سورۃ براءۃ سے منسوخ ہے کیونکہ وہ اس کے بعد نازل ہوئی اب چھوڑنا کسی طرح جائز نہیں بہر حال اس آیت سے بعض ہوا پرستوں کا مسئلہ غلامی کے غلط ہونے پر استدلال کرنا محض باطل ہے کیونکہ اول تو یہ آیت منسوخ ہے دوسرے اس کا یہ مطلب کیونکر سمجھ لیا گیا کہ چھوڑنا معاوضہ لے کر یا بلا معاوضہ ضروری ہے اور بچے اور عورتیں قتل کے حکم سے مستثنیٰ ہیں ان کا قتل ناجائز ہے اور اس مقام کی تحقیق سورۃ انفال میں ملاحظہ ہو۔

وَأِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۝

اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے (دشمن) اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں

یعنی یہ قید اور قتل کا حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ مخالف اسلام یا صلح میں سے کسی کو قبول نہ کرے پس اگر قتل اور قید سے پہلے اسلام لے آویں یا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا

یعنی یہ تباہی اور اعمال کی بربادی اس لئے ہے کہ انہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں طرح سے احکام الہی کو ناپسند کیا حاصل یہ کہ کفر کیا۔

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو (پہلے ہی سے) اکارت کر دیا

کیونکہ کفر کا یہی اثر ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے اور یہ مراد نہیں کہ وہ اعمال پہلے صحیح تھے پھر اکارت ہو گئے کیونکہ جب وہ اول ہی سے کافر ہیں تو ان کے اعمال کسی وقت صحیح ہوئے ہی نہیں اسی لئے ترجمہ میں لفظ ”پہلے ہی سے“ بڑھا دیا گیا۔

اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا

کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو (کافر)

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے

دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ذٰ

ان پر کیسی تباہی ڈالی

یعنی یہ لوگ جوان وعیدوں کے واقع ہونے کو بعید سمجھتے ہیں اس کا منشا یہ ہے کہ یہ لوگ کفر کا عند اللہ مغضوب (ونا گوار) ہونا تسلیم نہیں کرتے مگر اس کا انکار کرنا ایک کھلی ہوئی بدیہی بات کا انکار ہے کیونکہ پہلے کفار کی تباہی کے آثار ان کے دیار ومکانات سے نظر آ رہے ہیں یہ صاف دلیل ہے کفر کے برے ہونے پر اور جب کفر کا عند اللہ مغضوب ہونا ثابت ہو گیا تو ان کو بھی بے فکر رہنا اور عذاب کے واقع ہونے کو بعید سمجھنا نہ چاہئے کیونکہ جب کفر دونوں میں مشترک ہے تو عذاب بھی دونوں کو ہونا چاہئے خواہ دنیا میں بھی ہو یا صرف آخرت میں ہو۔

وَاللّٰكْفِرَيْنِ امْثَالُهَا ۝

اور ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں

اسی قسم سے مراد مطلق سزا ہے بالکل ویسی ہی سزا مراد نہیں چنانچہ کفار مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں دنیا میں بھی سزا ہوئی قال تعالیٰ فَاَقْلَوْهُم يَعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ بِاَيِّدِيكُمْ تم ان سے جہاد کرو خدا تعالیٰ تمہارے ہاتھوں

یعنی قبر میں اور قیامت میں اور پل صراط پر اور تمام مواقع آخرت میں کہیں کوئی خرابی اور نقصان نہ پہنچے گا آگے منزل مقصود تک پہنچنے کا بیان ہے۔

وَيَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةُ عَرَفَهَا لَهُمْ ۝

اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کر اے گا

خواہ خود بخود یا کسی فرشتہ کے ذریعہ سے ہر جنتی کو اپنے اپنے درجہ اور مکان کا ایسا علم ہو جاوے گا کہ بدون پہلے سے دیکھے بھالے ہوئے وہاں بے تکلف جا پہنچے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ تَنْصَرُوا لِلّٰهِ

اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری

يَنْصُرْكُمْ

مدد کرے گا

جس کا نتیجہ دنیا میں بھی مجموعی طور پر مسلمانوں کا کفار پر غالب آنا ہے خواہ شروع ہی میں یا آخر میں اور بعض مسلمانوں کا مارا جانا یا کسی معرکہ میں مسلمانوں کی جماعت کا مغلوب ہونا اس کے منافی نہیں۔

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝

اور اسی طرح تمہارے قدم جماوے گا

اسی طرح کا مطلب یہ ہے کہ سارے مسلمان مجموعی طور پر تمام کفار کے مقابلہ میں خواہ شروع ہی سے یا آخر میں ثابت قدم رہ کر کفار پر غالب آ جاویں گے چنانچہ مشاہد ہے یہ تو مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَاَصْلَ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے اور آخرت میں ان کے اعمال کو

اَعْمَالَهُمْ ۝

خدا تعالیٰ کا عدم کر دے گا

یعنی دنیا میں جب کہ وہ مسلمانوں سے مقابلہ کریں مغلوب ہوں گے اسی تفصیل کے موافق جو اوپر مسلمانوں کے غالب آنے میں مذکور ہوئی۔

غرض کفار دونوں جہان میں ناکام رہے اور اوپر بھی اعمال کے کا لعدم کرنے کا بیان ہوا ہے وہاں خود اسی کا بتلانا مقصود تھا اور یہاں اس حیثیت سے بیان کیا گیا ہے کہ دونوں جہان کے خسارہ کا وہ بھی ایک جزو ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ جس عیش کا ذکر ہوا ہے آپ کے ان مخالفوں کو اس پر مغرور نہ ہونا چاہئے اور نہ ان کی اس غفلت پر جو کہ مخالفت کا سبب ہو گئی ہے حتیٰ کہ آپ کو تنگ کر کے مکہ میں بھی نہ رہنے دیا اس پر آپ کو کچھ افسوس و غم نہ ہونا چاہئے۔

وَكَايْنٍ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ

اور بہت سی بستیوں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی

قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتَكَ أَهْلَكْنَهُمْ فَلَا

تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو

نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳

(عذاب سے) ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا

تو یہ بے چارے تو کیا چیز ہیں ایسی حالت میں نہ ان کو مغرور ہونا چاہئے کیونکہ ہم جب چاہیں ان کی بھی صفائی کر سکتے ہیں اور نہ آپ غمگین ہوں کیونکہ ہم ان کو بھی وقت پر سزا دینے والے ہیں۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيْتَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَهِنٌ

تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے

زَيْنَ لَهُ سُوءٌ عَلَيْهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝۱۴

ہیں جن کی بد عملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں

یعنی یہ لوگ باطل پر ہیں تو آپ کے اور تمام اہل حق کے مقابلہ میں کیونکر سزا کے قابل نہ ہونگے جب کہ یہ محض نفس کی راہ پر ہیں اور اہل حق خدا کی راہ پر ہیں تو جب اعمال میں تفاوت ہے انجام میں بھی تفاوت ہوگا پس جس طرح اہل حق ثواب کے مستحق ہیں اہل باطل عذاب کے مستحق ہیں چنانچہ اس ثواب و عذاب کا کچھ بیان آگے آتا ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں

أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۖ

بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہ ہوگا

سے ان کو عذاب دے گا اور آخرت میں تو ظاہر ہے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ صَوَّلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے

اس لئے دونوں جہاں میں ان کو کامیاب فرماتا ہے۔

وَأَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا صَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۵

اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں

جو خدا کے مقابلہ میں ان کے کام بنائے اس لئے وہ دونوں جہاں میں ناکام رہتے ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کبھی مسلمانوں کو بظاہر ناکامی ہو جاوے اور کفار کو بظاہر کامیابی ہو جاوے لیکن اعتبار حقیقت اور انجام کا ہے سو اس کے اعتبار سے مسلمان ہمیشہ کامیاب اور کافر ہمیشہ ناکام رہتا ہے اور لفظ مولیٰ کے دو معنی ہیں کارساز و مددگار اور مالک پس حق تعالیٰ پہلے معنی کے اعتبار سے کفار کے مولیٰ نہیں ہیں اور دوسرے معنی کے اعتبار سے وہ ان کے بھی مولیٰ ہیں کیونکہ مالک تو وہ سب کے ہیں پس دوسری جگہ جو فرمایا ہے ثم ردوا الی اللہ مولا ہم الحق کہ پھر سب کفار حق تعالیٰ اپنے مولیٰ حقیقی کی طرف لے جائیں گے سو وہاں کے معنی مالک کے ہیں اور یہاں جو فرمایا ہے کہ کفار کے لئے کوئی مولیٰ نہیں یہاں مددگار اور کارساز کے معنی ہیں۔

رابطہ: اوپر مسلمانوں کی کامیابی اور کفار کی ناکامیابی آخرت کے متعلق اجمالاً مذکور تھی آگے اس کی تفصیل ہے۔ ان اللہ تامل معاء ہم

إِنَّ اللّٰهَ يَدْخُلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (جنت

الصّٰلِحٰتِ جَنَّتْ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۖ

کے) ایسے بانوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا

لوگ کافر ہیں وہ (دنیا میں) عیش کر رہے ہیں اور اس طرح (آخرت سے بے فکر ہو

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالتّٰرِمْثُ وَاٰلُھُمْ ۝۱۶

کر) کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے

کہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم کو کیوں کھلایا پلایا جاتا ہے اور ہمارے ذمہ اس کا کیا حق واجب ہے۔

نہ بومیں نہ رنگ میں نہ مزہ میں

وَأَنْهَرُمْ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَرُمْ مِّنْ

اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذرا ذائقہ نہ بدلا ہوا ہوگا اور بہت سی

خَمِرٍ لَّدَٰئِهِ لِّلشَّرِبِ ۖ وَأَنْهَرُمْ مِّنْ عَسَلٍ

نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی

مُصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

نہریں ہیں شہد کی جو بالکل (میل سے پاک) صاف ہوگا اور ان کے لئے

وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ

وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخش

غرض یہ کہ جب ان کے اعمال میں تفاوت ہے تو انجام میں یہ تفاوت ہو گا جس کا اب بیان ہوا اور چونکہ دنیا کا پانی کبھی رنگ کبھی مزہ کبھی بومیں متغیر ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا کا دودھ بگڑ جاتا ہے اور دنیا کی شراب اکثر بد مزہ اور کڑوی ہوتی ہے صرف بعض منافع خاص کے خیال سے پی جاتی ہے پھر عادت پڑ جاتی ہے اسی طرح دنیا کے شہد میں میل کچیل موم وغیرہ سے مل جاتا ہے اس لئے وہاں کی نہروں میں ان باتوں کا نہ ہونا بیان فرمادیا۔

كُنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيْمًا

کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا

فَقُطِّعَ أَمْعَاءُهُمْ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

پانی ان کو پینے کے لئے دیا جائے گا سو وہ ان کی انتڑیاؤں کو ٹکڑے ٹکڑے کر

إِلَيْكَ ۚ

ڈالے گا اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں

اور دل سے متوجہ نہیں ہوتے

حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ

یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم

أَوْثُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنْفَاكَ

(صحابہ) سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی

گویا اشارہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے ارشاد کو قابل توجہ نہیں سمجھا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے

پس ہدایت سے دور ہو گئے

وَاتَّبِعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا

اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو

زَادَهُمْ هُدًى

زیادہ ہدایت دیتا ہے

اس میں طبع اللہ الخ کا مقابلہ ہے

وَأَتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۖ

اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے

اور یہ اتبعوا اہواہم کا مقابلہ ہے

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

(سو کیا یہ لوگ بس) قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعہ آ پڑے

اس سے مجازاً ادھم کا مقصود ہے۔

أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ

سو اس کی (متعدد) علامتیں تو آچکی ہیں

چنانچہ قرب قیامت کی علامت حضور کی پیدائش بھی ہے۔

فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ

تو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا

یعنی نصیحت قبول کرنے میں توقف کرنا یہ ان کی رائے کی غلطی ہے جب اب نہیں سمجھتے کہ سمجھنے کا وقت ہے تو اس وقت کیا سمجھیں گے اور سمجھنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا۔

رابطہ: شروع سورت سے یہاں تک مومنین اور کافرین اور منافقین کے احوال مع انجام کے مذکور ہوئے ہیں آگے دوسروں کو سنانے کے لئے آپ کو دین پر مستقیم رہنے اور جن باتوں سے دین ناقص ہوتا ہے استغفار وغیرہ سے ان کی تلافی کرنے کا خطاب ہے اور آپ کو بظاہر مخاطب بنانے کا یہ فائدہ ہے کہ مبالغہ کے ساتھ اس حکم کا مہم بالشان ہونا معلوم ہو جائے کہ

وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط

اور سب مسلمان مردوں اور سب عورتوں کے لئے بھی

یعنی ایسی باتیں کمال دین میں خلل ڈالنے والی آپ کی امت سے بھی صادر ہو سکتی ہیں اور ان کی خطائیں واقع میں بھی گناہ ہو سکتی ہیں اس لئے آپ امت کے واسطے بھی بخشش مانگتے رہے تاکہ جو درجہ کمال دین کا آپ کی شان کے مناسب ہے اور جو ان کی شان کے مناسب ہے وہ محفوظ رہے اور جو چیزیں اس میں خلل پیدا کریں ان کا تدارک ہوتا رہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَقَلِّبِكُمْ وَمَثْوَكُمْ ع

اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے کی خبر رکھتا ہے یعنی سب احوال و اعمال کی اس کو اطلاع ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ج

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (تو) کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی یعنی اگر نازل ہو تو تمنا پوری ہو۔

فَإِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا

سو جس وقت کوئی کوئی صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے)

الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

اس میں جہاد کا بھی (صاف صاف) ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں

يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْبَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ط

بیماری (نفاق کی) ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو

یعنی بھیا نک نگاہوں سے دیکھتے ہو۔

فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ ج

سواصل یہ ہے کہ عنقریب ان کی کجی آئے والی ہے

خواہ دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہے۔

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ق

ان کی اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے

اگرچہ یہ لوگ خوب خوشامد کی باتیں بنایا کرتے ہیں۔

جب معصوم کو بھی اس کا حکم ہے تو دوسرے کس شمار میں ہیں اور دوسروں کو سنانے کا قرینہ متقلبکم و مشوثکم کی ضمیر ہے کہ اس میں سب کو خطاب ہے اور ماقبل سے اس کا ربط یہ ہے کہ جب دین کی جزا اور کفر و نافرمانی کی سزا سن لی تو سامعین کو چاہیے کہ دین و ایمان پر قائم رہیں اور جو چیزیں کہ ایمان کو ناقص بھی کرتی ہوں چاہے زائل نہ کریں جیسے تمام گناہ اولاً ان سے بچیں اور اگر کبھی ہو جائیں تو فوراً استغفار سے تلافی کریں فالعلم انہ یتاسو کم۔

فَإِنِّي لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ١٨

تو آپ اس کا (کامل طور پر) یقین رکھیے کہ بجز

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں

یعنی جب تابعدار اور نافرمان کا انجام سن چکے تو پہلے کی طرح آئندہ بھی خدا کی عبادت پر اچھی طرح جے رہے اس میں دین کے تمام احکام اصول و فروع آگئے کیونکہ علم سے علم کامل مراد ہے اور کامل علم کے لئے تمام احکام پر عمل کرنا لازم ہے اور یہ عنوان اس لئے اختیار کیا گیا کہ توحید تمام احکام کی اصل بنیاد ہے حاصل یہ کہ تمام احکام کی بجا آوری پر مداورت رکھو اور ہر چند کہ آپ میں بوجہ معصوم ہونے کے اس کے خلاف کا احتمال نہیں ہو سکتا لیکن احکام سنانا معصوم ہونے کے منافی نہیں معصوم کو بھی احکام سنانے جاتے ہیں جس سے کبھی محض بتلانا مقصود ہوتا ہے اور اگر آپ کو پہلے سے وہ حکم معلوم ہو تو بغرض اہتمام دوسروں کو سنانا مقصود ہوتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِدَنِّكَ

اور آپ اپنی (ظاہری) خطاؤں پر معافی مانگتے رہئے

یعنی اگر کبھی خطا ہو جائے اگرچہ آپ سے صادر ہونے کے وقت وہ واقع میں خطا نہ ہوگی بلکہ جائز ہوگی بلکہ بعض اوقات کسی درجہ میں عبادت ہوگی دوسرے بوجہ معصوم ہونے کے وہ خطا اجتہاد سے ہوگی جو خود عبادت اور ثواب کا سبب ہے لیکن اس اعتبار سے کہ اس کام میں مشغول ہونے سے دوسرے افضل کام میں خلل آ گیا اور افضل کو چھوڑنا آپ کی شان رفیع کے خلاف ہے اس لئے وہ سورۃ خطا ہوگی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ گناہ سے مجازی گناہ مراد ہیں اور ایسے گناہ کی ایک مثال سورۃ عبس میں آئے گی ایسی ہی باتوں کو سورۃ انافتنا کے شروع میں گناہ سے تعبیر کر کے مغفرت کی بشارت دی گئی ہے خوب سمجھ لو۔

دلائل عقلیہ سے بھی جیسے قرآن کا اعجاز اور نقلی دلائل سے بھی جیسے پہلی کتابوں کی پیشین گوئی کیونکہ اکثر منافقین یہودی تھے۔

الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ۝۲۵

شیطان نے ان کو پھم دیا ہے اور ان کو دور دور کی سوچھائی ہے

کہ ایمان لانے سے فلاں فلاں مصلحتیں فوت ہو جائیں گی یہ تو دور کی بھجائی اس لئے ایمان نہ لانا ہی بہتر ہے یہ پھم ہے حاصل یہ ہوا کہ غور نہ کرنے کی وجہ عناد ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ

یہ اس سبب سے ہوا

یعنی ہدایت کا رستہ دیکھ کر پیٹھ موڑ کر اس لئے ہٹ گئے۔

قَالُوا الَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَطِيعَهُمْ

کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو (حسد سے) ناپسند کرتے ہیں

مراد اس سے یہودیوں کے روستاء ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے اور باوجود حق پہنچان لینے کے اتباع سے عار کرتے تھے

فِي بَعْضِ الْأُمَرْجِ

یہ کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے

یعنی تم جو ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے منع کرتے ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظاہر میں بھی اتباع نہ کریں دوسرے یہ کہ باطن میں اتباع نہ کریں سو پہلی صورت میں تو بوجہ مصلحت کے ہم تمہارا کہنا نہیں مان سکتے لیکن دوسری صورت میں مان لیں گے کیونکہ عقائد میں ہم تمہارے ساتھ ہیں مطلب یہ ہے کہ حق سے پھرتے کا سبب قومی تعصب اور اندھی تقلید ہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ۝۲۶

اور اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو خوب جانتا ہے

یعنی اگرچہ اس قسم کی باتیں یہ منافقین خفیہ کرتے ہیں مگر ہم سب کو جانتے ہیں اور بعض امور پر وحی سے آپ کو مطلع کر دیتے ہیں آگے وعید ہے کہ یہ لوگ جو ایسی حرکتیں کر رہے ہیں انجام سے بے خبر ہیں۔

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ

سوان کا کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے مونہوں پر

فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ

پھر جب سارا کام (لڑائی کا) تیار ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے

خَيْرًا لَهُمْ ۝۲۷

رہتے تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا

اگر ایمان کے مقتضائے عمل کرتے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي

سوا اگر تم (جہاد سے) کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ (اس

الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝۲۸

صورت میں) تم دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا

پس جہاد میں دنیوی فائدہ بھی بہت بڑا ہے اس لئے ان کو توفیق ہی نہیں ہوتی

أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ

پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی (باطنی) آنکھوں

وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۝۲۹

کو اندھا کر دیا

کہ راہ حق نہیں پہچان سکتے

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ

تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے

کہ انکار ہی پر تلے رہتے ہیں

أَمْرًا عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝۳۰

(یا غور کرتے ہیں مگر) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں

کہ غور ہی نہیں کر سکتے۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ

جو لوگ پشت پھیر کے ہٹ گئے بعد اس کے کہ سیدھا رستہ

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ

ان کو صاف معلوم ہو گیا

وَجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۝ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا

اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے اور یہ (سزا) اس سبب سے (ہوگی) کہ جو طریقہ

مَا أَسْخَطَ اللَّهُ وَكَرَهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ

خدا کی ناراضی کا موجب تھا یا اسی پر چلے اور اس کی رضا (کے کاموں) سے نفرت کیا

أَعْمَالَهُمْ ۝ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ

کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال (نیک اول ہی سے) کا عدم کر دیے

پس اس سزا کے مستحق ہو گئے اور اگر کسی کے پاس کوئی عمل مقبول ہو تو اس کی برکت سے کچھ تو سزا میں کمی ہو بھی جاتی ہے۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

جن لوگوں کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے

اور وہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

أَنْ لَّنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝

کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عادتوں کو ظاہر نہ کرے گا

یعنی ان کو یہ اطمینان کیسے ہو گیا جب کہ حق تعالیٰ کا عالم الغیب ہوتا ثابت اور مسلم ہے اس میں واللہ یعلم اسرار ہم کی شرح ہوگی۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسَبِيلِهِمْ ط

اور ہم (تو) اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتلا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے

پورے پتہ کا یہی مطلب ہے کہ ہر ایک کا پورا حلیہ بتلا دیتے اور حلیہ کا مفہوم اگرچہ عام ہوتا ہے مگر جس عام مفہوم کا مصداق ایک ہی شخص ہو اس کا بتلا دینا بمنزلہ اشارہ کے ہوتا ہے اس شخص کی طرف

وَلَعَرَفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ط

اور آپ ان کو طرز کلام سے (اب بھی) ضرور پہچان لیں گے

یعنی اگرچہ مصلحت کی وجہ سے ہم نے اس طرح نہیں بتلایا لیکن طرز کلام سے آپ ان کو پہچان لیں گے کیونکہ ان کا کلام سچائی سے پیدا نہیں ہوتا اور آپ کو حق تعالیٰ نے نور فراست سے سچ اور جھوٹ کی پہچان دی ہے کہ سچ کا اثر دل پر اور ہوتا ہے اور جھوٹ کا اور جیسا کہ حدیث میں ہے الصدق طمانینۃ والكذب ریبۃ کہ سچ (کا اثر) اطمینان (ہوتا) ہے اور جھوٹ (سے سننے

والے کے دل میں) کھٹک ہوتی ہے اور درمنثور میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پھر حق تعالیٰ نے حضور کو منافقین کا پتہ بتلا دیا پھر آپ منافقین کا نام تک بتلا دیا کرتے تھے سو یہ روایت آیت کے منافی نہیں کیونکہ یہ پتہ طرز کلام سے بھی چل سکتا ہے اور روح میں حضرت انسؓ سے بلا سند روایت ہے کہ حضور منافقین کو علامت سے پہچان لیتے تھے اگر یہ روایت ثابت ہو تو بظاہر منافی ہے لیکن لو نشاء ماضی کے معنی میں ہے اس سے آئندہ بتلا دینے کی نفی لازم نہیں آتی سو ممکن ہے کہ اس آیت کے بعد علامت کے ساتھ بھی پہچان بتلا دی گئی ہو اور حضرت حدیفہؓ کا منافقین کو بتلا دینا جو بعض روایات سے سمجھا جاتا ہے اس میں آپ کی پہچان کے متعلق دونوں احتمال ہیں آگے منافقین اور مومنین سب کو خطاب ہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝

اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے

پس مسلمانوں کو ان کے اخلاص پر جزا اور منافقین کو ان کے نفاق اور فریب پر سزا دے گا اور آگے جہاد وغیرہ کی ایک حاکمانہ حکمت بیان ہوتی ہے جیسا کہ اوپر فہل عسیتم میں حکیمانہ حکمت بیان ہوئی تھی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ

اور (دشوار کاموں سے) ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم (ظاہری

وَالصَّابِرِينَ لَا وَنَبْلُوَنَّكُمْ أَخْبَارَكُمْ ۝

طور پر بھی) ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو

ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں

ظاہری طور پر جان لینے کا مطلب پارہ سبقتول لنعلم من يتبع الرسول کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور یہ اس لئے بڑھا دیا تاکہ حکم جہاد کے علاوہ احکام بھی داخل ہو جائیں اور علاوہ مجاہدہ اور صبر کی حالت کے دوسرے حالات بھی داخل ہو جائیں رابطہ اوپر شروع سورت سے مسلمانوں کی تعریف اور کفار کی مذمت اور درمیان میں کفار سے جہاد کا حکم مذکور ہوا ہے آگے خاتمہ میں ان مضامین کا کچھ خلاصہ اور کچھ تہمت اور کچھ تاکید ہے۔ ان الذین تا امثالکم

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے (اوروں کو بھی) اللہ کے رستہ (یعنی

وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

دین) سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو (دین کا) رستہ نظر

الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرَّوَاللَّهُ شَيْئًا ط

آچکا تھا یہ لوگ اللہ (کے دین) کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے

بلکہ دین ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا چنانچہ ہوا

وَسَيَحِطُّ أَعْمَالُهُمْ ۝۳۲

اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دے گا

جو دین حق کے مٹانے کے لئے عمل میں لا رہے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی (بھی)

الرَّسُولَ

اطاعت کرو

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ ہی کا حکم بتلاتے ہیں خواہ وہی خاص حکم وحی سے معلوم ہوا ہو یا یہ کہ وحی سے ایک عام حکم معلوم ہو گیا ہو جس سے خاص خاص واقعات کا حکم آپ نے خود سمجھ کر بیان فرما دیا ہو۔

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝۳۳

کفار کی طرح اللہ و رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد مت کرو

اگر وہ مخالفت اعتقاد کے درجہ میں ہے اور پہلے ہی سے کافر ہے تب تو اعمال کا برباد ہونا اس لئے ہے کہ کفر کے ساتھ عمل صحیح ہی نہیں ہوتا اور اگر بعد میں کافر ہوا تو اس لئے برباد ہوئے کہ مرتد ہونے سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور اگر مخالفت اعتقاد میں نہیں بلکہ صرف عمل کے درجہ میں ہے جیسے گناہ گار مسلمانوں کی مخالفت تب برباد ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس عمل کے صحیح ہونے یا باقی رہنے کی جو شرط ہے اس میں خلل ڈالا جائے اور چونکہ مخالفت خواہ کسی وجہ کی ہو یہ کام اصل میں کافروں کا ہے اس لئے دھمکی کے موقع میں یہ کہنا کہ کفار کی طرح مخالفت کر کے اعمال کو برباد نہ کرو جیسا کہ ترجمہ میں کہا گیا ہے صحیح ہے اگرچہ مسلمانوں کی مخالفت اس درجہ کی نہیں ہوتی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے واقعی اللہ کے رستہ سے روکا پھر وہ

اللَّهُ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ

کافر ہی رہ کر مرے (بھی) گئے سو خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا

مغفرت نہ ہونے کے لئے کفر کے ساتھ دوسروں کو بھی دین سے روکنا بلکہ موت تک صرف کافر رہنے کا بھی یہی اثر ہے لیکن زیادہ ملامت کے لئے واقعی کی قید بڑھادی ہے کیونکہ اس وقت کے بڑے بڑے کافروں میں یہ بات بھی تھی کہ وہ دوسروں کو بھی روکتے تھے آگے مومنین کی تعریف اور کفار کی برائی بیان فرماتے ہیں۔

فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝۳۴ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا

تو (اے مسلمانو!) تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف

إِلَى السَّلَامِ ۝ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۝۳۵

مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے

یعنی ہمت ہار کر ان سے صلح مت کرو وہ مغلوب ہوں گے کیونکہ تم محبوب ہو اور وہ مبغوض ہیں پس اس جگہ ہر صلح کی ممانعت نہیں بلکہ صرف وہ صلح جس کا منشا پست ہمتی ہو ممنوع ہے۔

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرِكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝۳۶

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال (کے ثواب) میں ہرگز کمی نہ کریگا

اور دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرما دے گا۔

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌّ وَلَهْوٌ

دنوی زندگی تو محض ایک لہو و لعب ہے

دنیا کی راحت ہی کیا اور پھر نہ اس کا کچھ نتیجہ۔

وَإِنْ تَوَصَّوْا وَتَتَّقُوا يُوْتِكُمْ أَجُورَكُمْ

اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا۔

غرض تم کو اپنے پاس سے نفع پہنچائے گا

وَلَا يَسْأَلُكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝۳۷

اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا کہ پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے

بطور امتحان کے

إِنْ يَسْأَلُكُمْ فِي حِفْظِكُمْ تَبْخُلُوا وَيُخْرِجْ

گو تم (یعنی اکثر) بخل کرنے لگو اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری

أَضْغَانَكُمْ ۝۳۸

ظاہر کر دے

تاکہ دل کی حالت کھل جائے

هَانَتْكُمْ هَوْلًا تَدْعُونَ

ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں (تھوڑا سا مال)

شریعت میں تمام مال دینا واجب نہیں کیا گیا

لَتَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَنْ

خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے سو (اس پر بھی) بعض تم میں سے وہ ہیں جو

يَبْخُلُ ۚ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلْ عَنْ

بخل کرتے ہیں اور جو شخص (ایسی جگہ خرچ کرنے سے) بخل کرتا ہے تو وہ

نَفْسِهِ ط

(در حقیقت) اپنے سے بخل کرتا ہے

اگر چہ ایسے لوگ تھوڑے سہی مگر اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اگر سارا مال خرچ کرنے کا حکم ہوتا تو جیسے اب تھوڑے بخل کرتے ہیں اس وقت اکثر لوگ بخل کرتے جیسا کہ طبیعتوں کے انداز سے صاف ظاہر ہے آگے تھوڑا مال خرچ کرنے میں بخل کی مذمت ہے۔

یعنی اپنے ہی کو اس کے دائمی نفع سے محروم رکھتا ہے۔

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ

(اور نہیں تو) اللہ تو کسی کا محتاج نہیں

کہ اس کے ضرر کا احتمال ہو۔

وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ

اور تم سب محتاج ہو

تمہاری ہی ضرورت کی رعایت سے تم کو خرچ کرنے کا حکم کیا گیا ہے کیونکہ آخرت میں تم کو ثواب کی حاجت ہوگی اور ثواب لینے کا طریقہ یہی اعمال ہیں اب تم اپنا نفع نقصان دیکھ لو۔

وَأِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَا تُمْ

اور اگر تم (ہمارے احکام سے) روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری

لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ع

قوم پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے

یعنی اول تو ہمیں کسی کے عمل ہی کی حاجت نہیں اور اگر بعض حکمتوں کی وجہ سے دنیا میں ایسے لوگوں کو رکھنا ہی ہوگا جو نیک کام کریں تو ہم ایسی قوم پیدا کر دیں گے جو نہایت فرمانبردار ہوں گے اور دین کا کام ان سے لیا جاوے گا اور اس طرح وہ حکمت پوری ہوگی اور بظاہر اس پوری آیت کے مخاطب مسلمان ہیں کیونکہ ان تتلوا کے متعلق ترمذی کی ایک حدیث میں صحابہ کا یہ سوال مروی ہے من هولاء الذین اذا تولینا استبدلوا بنا یہ کون لوگ ہیں کہ اگر ہم بے رخی کرنے لگیں تو وہ ہماری جگہ پیدا کئے جائیں گے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمانان اہل فارس ہوں گے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان تتلوا میں مسلمانوں کو خطاب ہے اور ظاہر ہے کہ سب ضمیروں کا مخاطب ایک ہی ہونا مناسب ہے تو شروع آیت میں بخل کے متعلق بھی مسلمانوں ہی کو مخاطب کہنا مناسب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بخل کے متعلق منافقین سے خطاب ہے کیونکہ مسلمانوں سے بخل کا صادر ہونا بعید ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم بجز انبیاء اور ملائکہ کے کسی کو معصوم نہیں کہتے دوسرے یہ کیا ضرور ہے کہ مسلمانوں سے بخل صادر نہ ہوا ہو ممکن ہے کہ خرچ کرنے میں انقباض اور دل تنگی پیدا ہوئی ہو اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے اگر اس کے مقتضایہ عمل نہ کیا جائے لیکن یہ انقباض چونکہ کسی وقت بخل کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے اس لئے اس پر عتاب ہوا ہو کہ اس کا زائل کرنا ضروری ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ صحابہ سے احکام الہی میں بے رخی صادر نہیں ہوئی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسری قوم پیدا نہ کی گئی ہو البتہ یہ یقینی ہے کہ وہ صحابہ کی جگہ پیدا نہیں ہوئی پس حدیث میں جو اس قوم کی تفسیر اہل فارس سے آئی ہے جو کہ پیدا کئے گئے اس میں کوئی اشکال نہیں سورۃ الفتح مدینۃ وایہا تسع و عشرون کذا فی البیضاوی ربط پہلی سورت کے ختم میں اللہ کے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب تھی اور اس تمام سورت میں اس کے چند مواقع مذکور ہیں اور اس سورت میں چند واقعات کی طرف اشارہ ہے سہولت کے لئے ان کو لکھ دینا مناسب ہے واقعہ اول حضورؐ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن و امان کے ساتھ گئے اور عمرہ کیا آپؐ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا اگرچہ آپؐ نے مدت کی تعیین نہ فرمائی تھی مگر اکثر لوگ یہ خیال ہوا کہ ہم کو اسی سال عمرہ پیمبر ہوگا اور اتفاقاً آپؐ کا قصد بھی ہو گیا تو آپؐ مع ڈیڑھ ہزار صحابہ اور قربانی کے جانوروں کے مکہ روانہ ہوئے واقعہ ۲ آپؐ نے حدیبیہ میں قیام فرما کر قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے عمرہ کر کے چلے جائیں گے جواب نہ ملنے پر حضرت عثمان کو بھیجا ان کو قریش نے روک لیا یہاں دیر ہونے سے مشہور ہو گیا کہ عثمان قتل ہو گئے تو آپؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جہاد کی بیعت لی قریش نے ڈر کر حضرت عثمان کو واپس بھیج دیا واقعہ ۳ مکہ کے

وَيُنْصِرْكُ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

اور آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو

اور آپ کو کبھی نہ دینا پڑے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا

اور جوش کو فرو کیا۔

فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِدُوا إِيمَانًا

تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا

مَعَ إِيمَانِهِمْ ط

ایمان اور زیادہ ہو

کہ موافق حکم و رضائے رسول تھا

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا لشکر ہے

پس جہاد کے وقت کفار کی تعداد کا بھی خیال نہ کرنا

وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهَا حَكِيمًا ۝

اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے

پس جو حکم دیا جائے اس کی تعمیل کرو

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ

تاکہ اللہ تعالیٰ (اس اطاعت کی بدولت مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں

وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ط وَكَانَ ذَلِكَ

ہمیشہ کور ہیں گے اور تاکہ (اطاعت ہی کی بدولت) ان کے گناہ دور کر دے

عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

اور یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے

چند روئے صالح کی غرض سے حاضر ہوئے اور بعد ايسے امور کے جن پر مسلمانوں کو جوش آتا تھا مگر حضور کے علم کی وجہ سے نہ بول سکتے تھے صلح نامہ مرتب ہوا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ سال آئندہ آ کر عمرہ کریں اور اس سال چلے جائیں اور یہ کہ دس سال تک لڑائی نہ ہوگی چنانچہ آپ نے حدیبیہ ہی میں قربانی کی اور مدینہ واپس ہوئے واقعہ ۴ صلح سے قبل مکہ والوں کی ایک مسلح جماعت حضور کی نسبت بد ارادہ کر کے خفیہ طور پر حدیبیہ آئی جو گرفتار کر لی گئی مگر حضور نے ان کو رہا فرما دیا واقعہ ۵ مکہ سے روانگی کے وقت لڑائی کے شبہ پر دیہات والوں میں بھی حضور نے چلنے کا حکم بھیج دیا تھا مگر وہ بوجہ نفاق کے نہیں آئے واپسی کے وقت حاضر ہو کر جھوٹے عذر کرنے لگے واقعہ ۶ حدیبیہ سے مدینہ کو واپسی کے وقت یہ سورۃ یا اس کا اکثر حصہ نازل ہوا واقعہ ۷ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر خیبر فتح کیا جو یہود کا شہر تھا مدینہ سے چار منزل پر اس میں حدیبیہ والوں کے سوا کوئی شریک نہ تھا واقعہ ۸ سال آئندہ میں آپ نے امن کے ساتھ عمرہ فرمایا واقعہ ۹ صلح نامہ میں دس سال تک لڑائی موقوف رہنے کا معاہدہ قریش نے توڑ دیا آپ نے مکہ پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کیا۔

(۳۸) سُورَةُ الْفَتْحِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۱)

سورۃ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۝

بے شک ہم نے آپ کو (صلح حدیبیہ سے) ایک کھلم کھلا فتح دی

یہ صلح ہی فتح کا سبب ہو گیا۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی (ظاہری) خطائیں معاف فرمادے

یعنی آپ کی تبلیغ و اشاعت کا نتیجہ ظاہر ہو۔

وَمَا تَأْخُذُكَ وَیُتِمَّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ

اور آپ پر اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کی (اور زیادہ) تکمیل کر دے

کہ بہت سے آدمی آپ کے ہاتھ پر ایمان لاویں۔

وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے

یعنی کفار کو مغلوب کر کے رکاوٹیں دور کر دے۔

وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ

غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ

مَصِيرًا ⑤

تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے

چنانچہ مشرکین چند ہی روز میں قتل و قید ہوئے اور منافقین کی تمام عمر حسرت اور پریشانی میں کٹی کیونکہ اسلام بڑھتا تھا اور وہ گھٹتے جاتے تھے۔

وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ

اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور

اللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمًا ⑥

اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے

یعنی پوری قدرت والا ہے اگر چاہتا کسی لشکر سے ایک دم میں ان سب کی صفائی کر دیتا کیونکہ یہ اس کے مستحق ہیں لیکن چونکہ وہ حکمت والا بھی ہے اس لئے مصلحت سے اس میں توقف فرماتا ہے اور یہ مضمون اوپر بھی آچکا ہے مگر وہاں مقصود یہ تھا کہ ہم مسلمانوں کے غالب کرنے پر قادر ہیں جس میں تسلی تھی اور یہاں مقصود یہ ہے کہ ہم کفار کے مقہور کرنے پر قادر ہیں جس میں دھمکی ہے اسی لئے یہاں حکیم کے ساتھ عزیزا فرمایا جو قہر پر دلالت کرتا ہے وہاں یہ نہ تھا بس تکرار کچھ نہیں ربط اوپر مسلمانوں پر انعامات کا ذکر تھا چونکہ وہ انعامات حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا ہوئے ہیں اس لئے آگے اللہ و رسول کے حقوق کا اور ان کے بجالانے والوں کی فضیلت اور نہ ماننے والوں کی مذمت کا بیان ہے۔ انا ارسلناک تا اجرا عظیمًا۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَٰہِدًا وَّ مَّبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ⑦

ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور (مسلمانوں کو) بشارت دینے والا اور کافروں کو ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے

قیامت کے دن تمام امت کے اعمال پر آپ گواہ ہوں گے آگے مسلمانوں کو خطاب ہے کہ ہم نے ان کو اس واسطے رسول بنا کر بھیجا ہے کہ تم خدا کی اطاعت کرو۔

لَتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّزُوْهُ

تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین

یہ بھی اسی سکینہ اور تحمل کا ثمرہ ہے کیونکہ وہ سکینہ اطاعت کا سبب ہوا اور اطاعت سبب ہے جنت میں جانے کا اور اس بشارت میں عورتوں کے شامل کرنے پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ تو حدیبیہ میں شریک نہ تھیں بات یہ ہے کہ فضیلت کا مدار اطاعت پر ہے خواہ کسی خاص کام میں ہو یا دوسرے کاموں میں ہو تو اس میں مسلمان عورتیں بھی شریک ہیں دوسرے اس کے بڑھادیئے سے ایک گونہ عورتوں کی تسلی بھی ہے کہ حدیبیہ والوں کے فضائل سن کر شاید ان کو یہ خیال ہوتا کہ ہم ان فضائل سے محروم ہیں اس لئے بتلادیا کہ مدار اطاعت پر ہے تو جو احکام تمہارے متعلق ہیں تم ان میں اطاعت کرو تو تم بھی ان کے مستحق ہوگی تیسرے یہ کہ مسلمانوں کے غلبہ سے ان کی عورتیں بھی دل سے خوش ہوتی اور دعا کرتی تھیں تو وہ بھی اس ثواب میں شریک ہیں اور چونکہ اس جگہ سکینہ نازل کر نیک بیان مسلمانوں کی مدح میں ہوا ہے اور مدح اکثر ایسی چیز کے ساتھ کی جاتی ہے جو ممدوح کے ساتھ خاص ہو اس لئے اس آیت سے یہ بھی سمجھا گیا کہ کفار کے قلب پر سکینہ نازل نہیں کیا گیا آگے اس کا انجام بیان فرماتے ہیں کہ کافروں کے دل پر سکینہ بالکل نازل نہیں کیا گیا کیونکہ ان کو ایمان کی بھی توفیق نہ ہوئی اور وہ ایمان ہی کا نتیجہ تھا۔

وَيُعَذِّبُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقَتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک

وَالْمُشْرِكَةِ الظَّالِمِيْنَ بِاللّٰهِ ط ظَنُّ السَّوْءِ ط

عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں

برے گمان میں کفر اور شرک کے عقائد اور رسول کی نبوت کا انکار اور غلبہ اسلام کے وعدہ کو جھوٹا سمجھنا سب داخل ہے اس میں کفار مکہ کی طرف بھی اشارہ ہے جنہوں نے اس واقعہ میں آپ سے ضد باندھی اور منافقین مدینہ پر بھی اشارہ ہے کہ وہ بوجہ عداوت کے تمنا کرتے تھے کہ مسلمان بچ کر نہ آئیں اور غلبہ اسلام کے وعدہ کو جھوٹا سمجھنا سب داخل ہے اس میں کفار مکہ کی طرف بھی اشارہ ہے جنہوں نے اس واقعہ میں آپ سے ضد باندھی اور منافقین مدینہ پر بھی اشارہ ہے کہ وہ بوجہ عداوت کے تمنا کرتے تھے کہ مسلمان بچ کر نہ آئیں اور غلبہ اسلام کی نسبت خدا کے وعدوں کو غلط سمجھتے تھے اور چونکہ عذاب کا مدار کفر پر ہے اس لئے منافق اور کافر عورتوں کو بھی شامل کر لیا نیز اس واقعہ میں بالخصوص آپ کی مخالفت میں یہ عورتیں بھی شریک نہیں گوئیں ہی سے سہی آگے ان سب کفار کے لئے وعید ہے۔

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ط وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

دنیا میں ان پر برا وقت پڑنے والا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان پر

حدیبیہ والوں کے مدائح تھے آگے اس سے پیچھے رہنے والوں کی فضاخ ہیں جس کا قصہ واقعہ پنجم میں ذکر ہو چکا ہے۔ سيقول لك تارحیما

سَيَقُولُ لَكَ الْخَلْفُونَ

(جو) دیہاتی حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے وہ عنقریب

یعنی جب کہ آپ مدینہ پہنچیں گے کیونکہ یہ سورت راستہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ہے

مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا

آپ سے (بات بنا کر) کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے فرصت نہ لینے دی یعنی ہم جو آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہم ان کی ضروریات میں مشغول رہے ورنہ شرکت کا ارادہ تھا۔

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ

سو ہمارے لئے (اس کوتاہی کی) معافی کی دعا کر دیجئے

صحیح عذر کے ہوتے ہوئے استغفار کی درخواست اگر غیر مخلص کرے تو وہ اخلاص میں ریاء ہے اور اگر مخلص کرے تو اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ عذر کا عذر ہونا اکثر اپنی رائے سے سمجھا جاتا ہے جس میں بعض اوقات نفس اور شیطان کے دھوکہ سے تامل میں یا اس کے موافق عمل کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے لہذا استغفار کی حاجت ہوتی ہے آگے حق تعالیٰ ان کی تکذیب فرماتے ہیں۔

يَا لَسْنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ

یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں

مطلب یہ کہ ان کے عذر میں کئی مضمون ہیں ایک یہ کہ ہم کو فرصت نہ تھی دوسرے یہ کہ ہمارا ارادہ شریک ہونے کا تھا تیسرے ہم آپ کے استغفار کو مفید سمجھتے ہیں حالانکہ خود اپنے دل میں صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ پہلی دو باتیں تو واقع کے خلاف ہیں اور تیسری بات میں اس لئے جھوٹے ہیں کہ ان کو نبوت کا اعتقاد نہیں آگے آپ کو جواب تعلیم فرماتے ہیں۔

قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ

آپ کہہ دیجئے کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا (کچھ

أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا

بھی) اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے

وَتُوقَرُّوهُ ط وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝۹

کی مدد کرو اس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہو عقیدہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کمالات کے ساتھ موصوف اور عیوب سے پاک سمجھو اور اعمال میں بھی اطاعت کرو۔

تسبیح کی تفسیر نماز سے کی جاوے تو صبح اور شام کی فرض نمازیں مراد ہوں گی ورنہ مطلق ذکر اگرچہ مستحب ہی ہو مراد ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں

یعنی حدیبیہ کدن اس بات پر بیعت کر چکے ہیں کہ جہاد سے بھاگیں گے نہیں

إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط

تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں

کیونکہ آپ سے بیعت کرنے کا یہی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاویں گے۔

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَنْ تَكْتَفِ

خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو

فَأَنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا

اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا

عَهْدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۰

(جس پر) بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس پر بڑا اجر دے گا

یہ پہلے ہی مضمون کی تاکید ہے کیونکہ اس سے مراد بھی بیعت ہے۔

اس بیعت کا ذکر واقعہ میں گزر چکا ہے اور چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے جس جہد کا پورا کرنا شرعاً واجب ہو اس کے توڑنے پر یہی وعید ہے اور پیری مریدی کی بیعت توڑنے کو یہ وعید شامل نہیں کیونکہ اگر ایک پیر سے قطع تعلق کر دیا لیکن احکام الہی میں اعتقادی یا عملی خلل واقع نہیں کیا ذرہ برابر گناہ نہیں البتہ بلا شرعی ضرورت کے ایسا کرنا بے برکتی کا سبب ضرور ہے اور ممکن ہے کہ یہ بالواسطہ گناہ تک بھی پہنچا دے اور شرعی ضرورت سے قطع تعلق واجب ہے مثلاً کسی غیر متشرع سے بیعت ہو گیا ہو اور ید اللہ کے حقیقی معنی متشابہات میں سے ہیں اس میں زیادہ تفتیش نہ کریں ربط اوپر

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ

وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے

چنانچہ مومن کے لئے مغفرت اور کافر کے لئے عذاب چاہا اور اسی طرح قانون ٹھہرا دیا۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۳

اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے

کہ کافر اگرچہ سزا کا مستحق ہوتا ہے لیکن وہ بھی اگر ایمان لے آوے اس کو بھی بخش دیتا ہے اور بعض تفاسیر میں ہے کہ ان منافقوں میں سے بہت سے تائب اور مخلص ہو گئے تھے ربط اوپر ان پیچھے رہنے والوں سے واقعہ حدیبیہ کے متعلق حکم تھا آگے اور دو واقعوں کے متعلق ان سے گفتگو کا حکم ہے سيقول المخلفون تا الیما

سَيَقُولُ الْخُلَفَاءُ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ غنقریب جب تم (خیبر کی) غیمتیں لینے چلو گے

مطلب یہ کہ جب خیبر فتح کرنے چلو گے جہاں غنیمت ملنے والی ہے پس وہ گویا غنیمت کے لئے جانا ہے

لِتَأْخُذُوا هَٰذَا زُرُونَا نَتَّبِعْكُمْ

کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ (خیبر کو) چلیں

اور وجہ اس درخواست کی غنیمت کا لالچ تھا جس کے وہاں حاصل ہونے کی قرآن سے ان کو امید تھی بخلاف حدیبیہ کے کہ وہاں رحمت بلکہ ہلاکت کا اندیشہ تھا۔

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ

وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو (جو خیبر کے متعلق ہوا ہے) بدل ڈالیں

اور وہ حکم یہ ہے کہ حدیبیہ والوں کے سوا خیبر اور کوئی نہ جائے بالخصوص پیچھے رہ جانے والے تو مسلمانوں سے اس کی درخواست کرنا گویا یہ درخواست ہے کہ مسلمان خدا کے حکم کے خلاف کریں جو شرعاً ان کے لئے ممنوع ہے اور اس تبدیلی کے واقع ہونے سے افعال و صفات خداوندی میں کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ وہ حکم شرعی تھا لیکن مسلمانوں کا گناہ گار ہونا لازم آتا ہے حاصل یہ

اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں اس سے ثابت ہوا کہ کوئی عذر قضا و قدر کو دفع نہیں کر سکتا پس تم اپنے اہل و عیال میں رہ کر کسی تقدیری امر کو دفع نہیں کر سکتے تھے تو اگر یہ عذر صحیح بھی ہوتا تب بھی قطعی حکم کے سامنے محض بے ہودہ ہے ہاں بعض جگہ شریعت نے مصلحت سمجھ کر نفس کی تسلی وغیرہ کے لئے واقعی عذر کو قبول کر کے اس پر سہولت اور رخصت کا مدار بھی رکھا ہے لیکن جہاں شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور قطعی طور پر ایک حکم دے دیا جیسا کہ اس جگہ ہوا وہاں واقعی عذر بھی قبول نہیں ہوگا دوسرے یہ عذر خود واقعی بھی نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے اور یہ مت سمجھنا کہ مجھ کو اس عذر کی حقیقت کی خبر نہیں۔

بَلْ كَانِ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝۱۴

بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ

ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ

تم نے یوں سمجھا کہ رسول اور (ہمراہی) مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی

إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا

لوٹ کر نہ آویں گے

اور اس نے بذریعہ وحی کے مجھ کو اطلاع کر دی ہے کہ تمہارے پیچھے رہنے کی وجہ وہ نہیں ہے جو تم نے بیان کی ہے۔ بلکہ مشرکین سب کی صفائی کر دیں گے۔

وَزَيْنَٰ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ

اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی ہی معلوم ہوتی تھی

یعنی بوجہ عداوت کے تم کو اسی بات کی تمنا بھی تھی۔

وَلظَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۵

اور تم نے برے برے گمان کئے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے

یعنی تم ان بڑے گناہوں کی وجہ سے جو کہ خیالات کفریہ میں عذاب کے مستحق ہو گئے۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا

اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ

لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۶ وَلِلَّهِ مُلْكُ

لاوے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے

عَذَابًا أَلِيمًا ۱۶

(حدیبیہ وغیرہ) میں روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا

آگے ارشاد ہے کہ جہاد سے معذور لوگ مستثنیٰ بھی ہیں۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ

نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار

حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْهَرِیْضِ حَرْجٌ ط

پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے

آگے فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ وعید ہر مطیع و نافرمان کے لئے عام ہے۔

وَمَنْ يُّطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور کلیہ یہ ہے کہ (جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (حکم سے)

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَْعَذِّبْهُ

روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ

عَذَابًا أَلِيمًا ۱۷ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ

ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے

إِذْ يَبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا

جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کر رہے تھے

مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ

اور اس وقت (اللہ تعالیٰ نے ان (کے قلب) میں اطمینان پیدا کر دیا

آگے ظاہری نعمتوں کا بیان ہے۔

وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۱۸ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً

اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دیدی اور (اس فتح میں) بہت سی شہمتیں بھی

يَا خُذْ زُنُهَا ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۱۹

(دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے

ہوا کہ وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم گناہ کے مرتکب ہو کر ہم کو بھی ساتھ لے چلو۔

قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا

آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے

یعنی ہم اس درخواست کو منظور نہ کریں گے اور تم کو ساتھ لے جا کر گناہ گار نہ ہوں گے۔

كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ه

خدا تعالیٰ نے پہلے ہی یوں فرما دیا ہے

یعنی یہی حکم دے دیا ہے کہ اوروں کو مت لے جانا اور پہلے سے اس لئے کہا کہ حدیبیہ سے واپسی میں یہ حکم ہو گیا تھا۔

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ط

تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ حسد کرتے ہو

یہ بطور پیشین گوئی ان کے جواب کی اطلاع ہے۔

بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۱۵

بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں

اس لئے مسلمانوں کے جواب کو حسد پر محمول کرتے ہیں۔

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ

آپ بھیجے رہنے والے دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ

إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ

ایسے لوگوں سے لڑنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں

أَوْ يُسْلِمُونَ ه

گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں

مرا و فارس و روم کے غزوات ہیں۔

یعنی مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا قبول کر لیں۔

فَإِنْ طَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ج

سو اس وقت اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض (یعنی جنت)

وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ

دے گا اور اگر تم (اس وقت) بھی روگردانی کرو گے جیسا کہ اس کے قبل

خدا پر بھروسہ رکھو۔

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا

اور ایک فتح اور بھی (ہونے والی) ہے جو (اس وقت تک) تمہارے قابو میں نہیں آئی

مراد اس سے فتح مکہ ہے جس کا اب تک وقوع نہ ہوا تھا۔

قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا

خدا تعالیٰ اس کو احاطہ (قدرت) میں لیے ہوئے ہے

جب چاہے گا تم کو عطا فرما دے گا۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝۲۱

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

اسی کی کیا تخصیص ہے چنانچہ جب مصلحت ہوئی مکہ بھی فتح ہو گیا جس کا ذکر واقعہ ۹ میں لکھا گیا ہے۔ رابطہ اوپر مکہ کا اس وقت تک فتح نہ ہونا اور آئندہ فتح ہونے کا وعدہ مذکور ہے آگے بتلاتے ہیں کہ اگرچہ بعض باتیں اس کو متقاضی تھیں کہ مکہ اسی وقت فتح ہو جاتا مگر بعض دوسری حکمتوں کی وجہ سے ایسا نہ ہوا چنانچہ ان حکمتوں کو بیان فرماتے ہیں۔ وَلَوْ قَاتَلُوا كَم تَا عَلِيمًا۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَدْبَارَ ثُمَّ

اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے

لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۲۲

پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار

یعنی چونکہ کفار کے مغلوب ہونے کے اسباب موجود تھے جن کا آگے بیان ہوگا اس لئے اگر وہ مقابلہ کرتے مغلوب ہو جاتے۔

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۝۲۳

اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے (یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے

کہ مقابلہ کے وقت اہل حق غالب اور باطل والے مغلوب ہوتے رہے ہیں اور کبھی کسی حکمت سے اس میں توقف ہو جانا غلبہ کے منافی نہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝۲۴

اور آپ خدا کے دستور میں (کسی شخص کی طرف) سے رد و بدل نہ پائیں گے

کہ خدا تعالیٰ کوئی کام کرنا بھی چاہے اور کوئی اس کو نہ ہونے دے۔

کہ اپنی قدرت اور حکمت سے جس کو چاہے اور جب مناسب ہو فتح دے دیتا ہے اور مراد اس سے فتح خیبر ہے اور یہ غزوہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد ہوا پس اگر یہ آیتیں بھی رستہ ہی میں نازل ہوئی ہیں تب تو اس آیت میں پیشین گوئی ہے فتح کی جس کو مجازاً صیغہ ماضی کے ساتھ بیان فرمایا اور اگر یہ آیتیں فتح خیبر کے بعد نازل ہوئی ہیں تو اس سورت کا حدیبیہ سے واپسی مدینہ کے وقت نازل ہونا اکثر اجزاء کے اعتبار سے ہے چنانچہ تمہید میں بذیل واقعہ ۶ اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا

اللہ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگ

اس میں جتنی غنیمتیں بھی آیت کے نزول کے بعد حاصل ہوئیں سب داخل ہیں اور ان میں اگرچہ فتح مکہ بھی داخل ہے مگر اس کا ذکر خاص طور پر و اخروی لم تقدروا میں کیا گیا کیونکہ وہ صحابہ کو خصوصیت کے ساتھ مطلوب تھی تو اس کا خاص اہتمام سے بیان ہوا

فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ

سو سردست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے

عَنْكُمْ ۝۲۵

روک دیے اور تاکہ یہ (واقعہ اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے

یعنی خیبر والوں کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا کہ ان کو زیادہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوتی اور اس سے تمہارا دنیوی نفع بھی مقصود تھا تاکہ آرام اور فراغت ہو اور دینی نفع بھی مقصود تھا جس کا آگے بیان ہے۔

دوسرے وعدوں کے سچے ہونے کا یعنی خدا کے وعدوں کے سچا ہونے پر اور زیادہ پختہ ایمان ہو جائے۔

وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا

اور تاکہ تم کو (ہر امر میں) ایک سیدھی سڑک پر

مُسْتَقِيمًا ۝۲۶

ڈال دے

سیدھی سڑک سے مراد تو کل اور خدا پھر بھروسہ ہے یعنی ہمیشہ اس واقعہ کو سوچ کر اللہ پر اعتماد سے کام لیا کرو پس اس میں دینی منافع دو ہوئے ایک اعتقادی کہ خدا کے وعدوں کو ہمیشہ سچا سمجھو دوسرا عملی و اخلاقی کہ ہمیشہ

یہ اشارہ ہے آپ کے حدیبیہ میں قیام کرنے کی طرف کہ قریش نے مکہ میں داخل ہونے سے آپ کو روک دیا تھا غرض ان باتوں کا مقتضایہ تھا کہ مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لڑا کر کافروں کو مغلوب کر دیا جاتا لیکن بعض حکمتیں اس سے مانع ہو گئیں جن میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ اس وقت وہاں بہت سے مسلمان تھے جو کفار کے ہاتھ میں قیدی اور مظلوم تھے تو لڑائی کا اثر ان تک بھی ضرور پہنچتا جس سے ان کو ظاہری مضرت اور لڑنے والے مسلمانوں کو باطنی مضرت پہنچی اس لئے لڑائی نہ ہوئی اسی کا آگے بیان ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ

اور اگر (مکہ میں اس وقت) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں

لَمْ تَعْلَبُوهُمْ أَنْ تَطَّوُّوهُمْ فَتَضَيَّبَكُمْ

نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس

مِنْهُمْ مَّعَرَّةٌ

پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا

گناہ بھی ہوتا اور جی بھی برا ہوتا اگر یہ شبہ ہو کہ بے خبری میں گناہ کیوں ہوتا جواب یہ ہے کہ جہاں بے خبری دور کرنے پر قدرت ہو اور اس میں کوشش نہ کی جائے تو اس کا گناہ ہوگا اگر کہا جائے کہ صحابہ میں یہ احتمال کب ہے کہ وہ کوشش میں کوتاہی کرتے جواب یہ ہے کہ بعض اوقات اس طرف التفات نہیں ہوتا کہ ہم سے کوتاہی ہوئی اور صحابہ سے بے التفاتی ہو جانے میں کوئی اشکال نہیں

بَغَيْرِ عِلْمٍ

تو بھی سب قصہ طے کر دیا جاتا

یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی تو کفار کی شرارتوں کا مقتضایہ تھا کہ مکہ ابھی فتح ہو جاتا۔

لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ

لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے

چنانچہ ان مظلوم مسلمانوں کی جان بچالی اور تمہارا دین بچا لیا۔

لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

اگر یہ مظلوم مسلمان مکہ سے کہیں) ٹل گئے ہوتے

عَذَابًا أَلِيمًا ۵ اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا

تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔ جبکہ ان کافروں نے

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور

عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے

یعنی باوجودیکہ لڑائی میں تم ہی کو غلبہ ہوتا لیکن بعض حکمتوں ہی کی وجہ سے جن کا بیان آگے آتا ہے تم سے لڑائی کو روک دیا اور قرب مکہ سے مراد حدیبیہ ہے جس کو غایہ قرب کی وجہ سے بطن مکہ بمعنی عین مکہ فرما دیا اور اس سے بظاہر حنفیہ کے قول کی تائید ہو سکتی ہے جو حدیبیہ کا ایک حصہ حرم میں داخل مانتے ہیں اور معکوفہ ان يبلغ محلہ سے جو معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانور اپنے اصلی موقع پر نہیں پہنچتے تھے کہ اصلی موقع سے مراد مطلق حرم نہیں کیونکہ حدیبیہ میں جانوروں کا پہنچنا یقینی ہے اور حدیبیہ کا ایک حصہ حنفیہ کے نزدیک حرم ہے بلکہ اس سے مراد منیٰ یا مکہ ہو سکتا ہے جہاں قربانی کرنے کی اکثر عادت ہے۔

مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط

بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا

یہ اشارہ ہے واقعہ کی طرف کہ ایک مسلح جماعت خفیہ آئی تھی اور صحابہ نے ان کو پکڑ لیا تھا یعنی اس میں خدا کی طرف سے حکمت اور احسان تھا کفار کے ہاتھ روک دینے میں تو احسان ظاہر ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ روک دینے میں احسان یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو لڑائی شروع ہو جاتی اور جو حکمتیں لڑائی نہ ہونے میں تھیں وہ فوت ہو جاتیں۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۶

اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو (اس وقت) دیکھ رہا تھا

اور ان کاموں کے اثر کو جانتا تھا اس لئے ایسا کام نہیں ہونے دیا۔ جس سے لڑائی ہو جاوے آگے کفار کے مغلوب ہونے کے اسباب بیان فرماتے ہیں

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے (خدا کے ساتھ) کفر کیا اور تم کو (عمرہ پور

کرنے میں) مسجد حرام سے روکا اور (نیز) قربانی کے جانور کو

الْحَرَامِ وَالْهُدًى مَعَكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحَلَّهُ ط

جو (حدیبیہ میں) رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع (خاص) میں پہنچنے سے روکا

اس سے مراد عمرہ کرنا ہے

لَا تَخَافُونَ ط

تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا

چنانچہ سال آئندہ اسی طرح ہوا

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا

سواللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں

یعنی اس تاخیر میں حکمتیں تھیں

فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝

پھر اس سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی

یعنی اس تاخیر سے جو رنج ہوا تھا اس کی اشک شونی کے لئے خواب کی تعبیر ظاہر ہونے سے پہلے خیبر کی فتح عنایت کی اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خیبر کا فتح ہو جانا بھی اس تاخیر کی ایک حکمت ہے کیونکہ اگر اسی سال عمرہ ہوتا تو لڑائی ضرور ہوتی اور صلح نہ ہوتی اور اس میں علاوہ دوسری حکمتیں فوت ہونے کے ایک حکمت یہ بھی فوت ہوتی کہ خیبر کی غنیمتیں ہاتھ نہ آتیں کیونکہ اول تو مکہ والوں کی لڑائی سے تعب اور مشقت پہنچتی تو دو ہی مہینہ کے بعد دوسری معرکہ آرائی مشکل تھی دوسرے خیبر کے سفر میں مکہ والوں کی طرف سے اندیشہ لگا رہتا کہ کہیں وہ مدینہ پر نہ آ چڑھیں تو سفر کرنا دشوار ہوتا پس تعبیر خواب کی تاخیر میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ اہل مکہ سے صلح ہو کر خیبر کی فتح جلدی نصیب ہوگئی اور یہاں لفظ انشاء اللہ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے تعلیق اور شرط کے لئے نہیں واللہ اعلم ربط اوپر جو وعدے فتوحات کے اور بشارتیں اور فضائل حدیبیہ والوں کو خصوصاً اور صحابہ کو عموماً سنائے گئے ہیں آگے خاتمہ میں ان مضامین کی تاکید اور خلاصہ ہے اور وعدوں کا عام ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اوپر وعدہ کم اللہ مغانم الخ میں جن غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے اسی طرح و آخری لم تقدر و اعلیہا میں جو فتح مکہ کا وعدہ کیا ہے ان میں حدیبیہ والوں کے سوا اور صحابہ بھی شریک تھے اسی طرح اگلی آیات میں والذین معہ عام عنوان ہے جو سب صحابہ پر صادق آتا ہے اور چونکہ یہ سب نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی بدولت عطا ہوئی ہیں اس لئے اس پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کے لئے نیز صلح کے وقت لفظ رسول اللہ لکھنے پر کفار کی ضد سے رسالت کا انکار معلوم ہوتا ہے اس کے رد کرنے کے لئے رسالت محمدیہ کی حقانیت صاف طور پر بیان کرتے ہیں۔ هو الذی ارسلنا ارجاء عظیماً

فِي قُلُوبِهِمُ الْحَبِيَّةَ حَبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ

اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی

اس عار سے مراد وہ ضد ہے جو بسم اللہ اور لفظ رسول اللہ لکھنے میں انہوں نے مسلمانوں سے کی تھی اسی لئے اس کو جاہلیت کی عار فرمایا ورنہ ہر حییت اور عار بری نہیں پس اس بے جا ضد کا بھی مقتضایہ تھا کہ مسلمان جوش میں آ کر لڑ پڑتے اور اسی وقت فیصلہ ہو جاتا۔

فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ

سواللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا کیا

جس سے انہوں نے جوش کو ضبط کیا۔

وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا

اس سے مراد تو حید و رسالت کا اقرار ہے۔

وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ

اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں

کیونکہ ان کو طلب حق ہے۔

وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ

اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

ہر چیز کو خوب جانتا ہے

اس لئے ان حکمتوں کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کر دیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُلَ بِالْحَقِّ ۚ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا ہے جو (بالکل) مطابق

لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ

واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے

اللَّهُ أَمِينٌ لِّمُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا

امن و امان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سرمٹا نہ ہوگا اور کوئی بال کتراتا ہوگا

یہ آثار خشوع و خضوع کے انوار ہیں۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ مِثْلُ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ

یہ (جو) ان کے اوصاف (مذکور ہوئے) تورات میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف

الْاِنْجِيلِ مِثْلُ كَوْكَبٍ فِي السَّمَاءِ

(مذکور) ہے کہ جیسے کھیتی اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو توئی کیا پھر وہ اور سوئی ہوئی

فَاَسْتَعْلَظَ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزَّراِعَ

پھر اپنے تن پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ (اپنے نشوونما سے) کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی

اسی طرح صحابہ میں اول ضعف تھا پھر قوت بڑھتی گئی۔

لِيُعْظِظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

تا کہ ان (کی اس حالت) سے کافروں کو جلا دے اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

اس میں سب صحابہ داخل ہیں۔

سورة الحجرات مدنية وايها ثمانى عشرة كذا فى البيضاوى

رابطہ: اوپر کی سورت میں جہاد کے ذریعہ سے عالم کی اصلاح کا بیان

ہے اس میں ارشاد و ہدایت سے اصلاح نفس کا بیان ہے اور مجموعہ سورت میں

حضرت سید المرسلینؐ اور عامہ مومنین کے حقوق کا بیان ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها الذين آمنوا

(۳۹) سُوْرَةُ الْحَجْرَاتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶)

سورة حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِرُوا بَيْنَ يَدَيِ

اے ایمان والو! اللہ اور رسول (کی اجازت) سے پہلے (کسی قول یا فعل

میں) تم سبقت مت کیا کرو

قصہ ان آیتوں کے نزول کا یہ ہے کہ ایک بار بنو نضیم کے کچھ لوگ آپ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں آپ کے

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام)

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے

حجت اور دلیل سے تو ہمیشہ اور شوکت و سلطنت اہل اسلام سے اس شرط کے ساتھ

کہ مسلمان اپنی حالت کو درست رکھیں اور چونکہ یہ شرط صحابہ میں پائی جاتی تھی جیسا کہ

آئندہ آیات میں ان کی مدح سے معلوم ہوتا ہے اس لئے یہ آیت صحابہ کے لئے عام

فتوحات کی بشارت بھی ہو گئی چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا جیسا کہ تاریخ سے ظاہر ہے۔

وَكُفِيَ بِاللَّهِ شَهِيدًا

اور اللہ کافی گواہ ہے

یعنی یہ جاہل لوگ جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں آپ مغموم نہ ہوں

کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے اور اس کا یہ مطلب

نہیں کہ دلائل کی ضرورت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ انکار انکار مضرت نہیں اور

اللہ تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ اس نے آپ کی رسالت پر دیگر معجزات اور

اعجاز قرآن سے دلائل قائم فرمائے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

محمد اللہ کے رسول ہیں

یعنی یہ ہی بات دلائل سے ثابت ہو گئی۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ

اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں

اس میں سب صحابہ آ گئے۔

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا

(عموماً) وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے

سُجَّدًا يُبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا

گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو

سَيَبْهَاتُهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ

میں لگے ہیں ان (کی عبادت) کے آثار عبادت تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں

طرف سے بہ تکلیف جواب دینے کی حاجت اور چونکہ بعض دفعہ متکلم کو سامع کی کلفت وغیرہ کا علم نہیں ہوتا تو ممکن ہے کہ آپ کو تکلیف ہو اور بات کرنے والے کو یہی گمان رہے کہ تکلیف نہیں ہوئی پس اعمال کے برباد ہونے کی خبر بھی نہ ہو لاشعرون کے یہی معنی ہیں اسی وجہ سے مطلقاً آواز بلند کرنے اور کھل کر بولنے کو منع فرمادیا آگے پست آواز سے کہنے کی ترغیب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولٍ

بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے

اللَّهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ

پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے

لِلتَّقْوَىٰ

خالص کر دیا ہے

یعنی ان کے قلوب میں تقویٰ کے سوا کچھ نہیں مطلب یہ ہے کہ کامل متقی ہیں ان آیتوں کے نزول کے بعد حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا کہ جیسے کوئی کان میں بات کیا کرتا ہے اور حضرت عمر اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض دفعہ دوبارہ پوچھنا پڑتا۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۳ إِنَّ الَّذِينَ

ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے

يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو

لَا يَعْقِلُونَ ۝۴

عقل نہیں ہے

ورنہ آپ کا ادب کرتے اور ایسی جرات نہ کرتے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ

اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس

خَيْرٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۵

آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ غفور رحیم ہے

سامنے باہم یہ گفتگو ہوئی کہ ان لوگوں پر حاکم کس کو بنایا جائے حضرت ابو بکر نے قنقار بن معبد کی نسبت رائے دی اور حضرت عمر نے اقرع بن حابس کی نسبت رائے دی اور گفتگو بڑھ کر دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں اس پر یہ حکم نازل ہوا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک قوی قرآن سے یا صراحتہ گفتگو کی اجازت نہ ہو گفتگو مت کرو جیسا کہ اس موقع پر انتظار چاہئے تھا کہ یا تو آپ خود کچھ فرماتے یا پوچھتے کیونکہ بدون انتظار کے سبقت کرنے میں احتمال تھا کہ شاید یہ جلدی آپ کی مرضی کے خلاف ہو تو جائز نہ ہوگا۔

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱ يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ۝۲

(تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو)

تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

جاننے والا ہے اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ

مت کیا کرو اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو

یعنی جب آپ کے سامنے آپس میں بات کرنا ہو تو بلند آواز سے نہ بولا اور جب خود آپ سے بات کرنا ہو تو برابر کی آواز سے نہ بولو۔

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ

جیسے تم آپس میں کھل کر ایک دوسرے سے بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال

وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۲

برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو

مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات آواز بلند کرنا جو کہ بظاہر بے باکی ہے یا کھل کر بولنا کہ طبعاً گستاخی ہے آپ کی ناگواری اور کلفت کا سبب ہو سکتا ہے کیونکہ تم تابع ہو اور حضور متبوع ہیں اور تابع کو ادب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور اس میں ادب کا التزام چھوٹ جاتا ہے اور حضور کی کلفت سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اگرچہ دوسرے گناہوں سے برباد نہیں ہوتے لیکن رسول کی شان بہت بڑی ہے ان کو تکلیف پہنچانے کا اثر یہی ہے پس اس تقریر سے معتزلہ اور خوارج کو اپنے مذہب پر استدلال کرنے کی گنجائش نہ رہی اور نہ اہل حق کی

اگر یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں تو گناہ معاف ہو جائے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ

اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے (جس میں کسی

فَتَبَيَّنُوا

کی شکایت ہو) تو خوب تحقیق کر لیا کرو

جیسا کہ حضورؐ نے ولید بن عقبہ کی خبر پر عمل کرنے میں جلدی نہیں کی۔

أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتا نا پڑے

اس سے معلوم ہوا کہ مطلب یہ نہیں ہے کہ اس خبر کی ضرور تحقیق کی جائے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی کی پرانی سن کر بالکل التفات نہ کریں تو جائز ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس پر بلا تحقیق عمل نہ کیا جائے بس عمل کرنے کے لئے تحقیق ضروری ہے اور اگر عمل ہی نہ کرنا ہو تو تحقیق بھی ضروری نہیں اور یہ مسئلہ مستقل ہے کہ تحقیق کہاں واجب ہے کہاں جائز اور کہاں ممنوع اس میں اجمالی قول یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے واجب فوت نہ ہوتا ہو اور تحقیق کرنے سے اس شخص کا بھی ضرر نہیں ہوتا جس کی شکایت سنی ہے وہاں جائز ہے اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی نقصان نہیں اور تحقیق کرنے سے اس دوسرے کو ناگواری ہو تو وہاں تحقیق حرام ہے جیسے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا تو کوئی نقصان نہیں اور تحقیق کرنے سے وہ رسوا ہوتا ہے خوب سمجھ لو ربط اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادب یہ بتلایا گیا ہے کہ کسی امر میں آپ کے حکم سے سبقت نہ کی جاوے اور بعض امور ایسے ہیں جو دینی نہیں بلکہ دنیوی امور ہیں جیسے آپ نے حضرت زینب اور ان کے بھائی کو فرمایا تھا کہ زید بن حارثہ سے زینب کا نکاح کر دیا جاوے تو ایسے امور میں بوجہ دنیوی ہونے کے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ان میں سبقت جائز ہو اور اطاعت واجب نہ ہو بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ یہ امور رائے اور تدبیر کے متعلق ہیں ان میں خود حضور کو ہماری رائے کی موافقت مناسب ہے آگے اس کے متعلق ارشاد ہے۔ واعلموا تا حکیم

فَتَصْبَحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿۵﴾

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ (تشریف فرما) ہیں

یہ الفاظ بظاہر اس کا قرینہ ہیں کہ ایسے امر کا بیان کرنا مقصود ہے جو حضورؐ کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھا اور وہ احقر کے نزدیک دنیوی امور میں اطاعت کرنا ہے کہ حضورؐ کی زندگی میں دنیوی کام میں بھی آپ کی اطاعت کرنا چاہیے اور حیات کی تخصیص کی یہ وجہ نہیں کہ اگر آپ اپنے بعد کے لئے ایسا احکام فرما جاتے تو اطاعت واجب نہ ہوتی بلکہ تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ ایسے واقعات خاص ہوتے ہیں اور آپ نے جو شریعت چھوڑی ہے وہ قانون کلی کے طور پر عام احکام ہیں ان میں خاص خاص واقعات کے متعلق آپ نے صراحۃً احکام بیان نہیں فرمائے تو اب بعض احکام ایسے بھی ہیں جن کو شریعت نے ہماری رائے پر چھوڑ دیا ہے مثلاً یہ کہ بیٹی کا نکاح کس شخص سے کیا جائے زید سے یا عمرو سے اس کو ہماری رائے پر چھوڑ دیا گیا البتہ عام حکم یہ فرما دیا ہے کہ دین داری اور کفر ہونے کا خیال رکھا جائے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ

بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنَتُمْ

تو تم کو بڑی مصرت پہنچے

کیونکہ بہت سی باتیں مصلحت کے خلاف ہوتی ہیں

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ

اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان (کامل) کی محبت دی اور اس کو تمہارے

فِي قُلُوبِكُمْ وَكَذَّاهُ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق (گناہ کبیرہ) اور عصیان (گناہ صغیرہ)

وَالْعُصْيَانَ

سے تم کو نفرت دے دی

اس طرح پر تم کو مصیبت سے بچالیا۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشْدُونَ ﴿۶﴾ فَضَلًا مِّنَ اللَّهِ

ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں

وَنِعْمَةً ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۷﴾

اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے

ان احکام کی مصالح کو وہ جانتا ہے۔

وَاِنْ طَائِفَتْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اُقْتَتَلُوْا

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو

فَاَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَا

ان کے درمیان اصلاح کرو

یعنی وجہ نزاع کو دور کر کے لڑائی موقوف کرا دو۔

فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى

پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے

اور لڑنا موقوف نہ کرے۔

فَقَاتِلُوْا الَّتٰى تَبْغٰى حَتّٰى تَفِىْءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ

تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے

حکم خدا سے مراد لڑائی کا بند کرنا ہے۔

فَاِنْ فَاَتْ

پھر اگر وہ زیادتی کرنے والا رجوع ہو جائے

اور لڑنا موقوف کر دے۔

فَاَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ

تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کرو

یعنی شرعی قوانین کے موافق معاملہ کو طے کر دو۔

وَاَقْسِطُوْا

اور انصاف کا خیال رکھو

یعنی غرض نفسانی کو غالب نہ ہونے دو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۱۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے مسلمان تو

اِخْوَةٌ

سب بھائی ہیں

دین میں متفق ہونے کی وجہ سے

فَاَصْلَحُوْا بَيْنَ اَخْوِيْكُمْ

سواپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو

یعنی شرعی حدود کی رعایت رکھا کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

تاکہ تم پر رحمت کی جائے اے ایمان والو نہ تو مردوں کو

اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا

مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں)

خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ عَسٰى

وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں

اَنْ يَّكُوْنَنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۝۲۱

پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں

پھر کس لئے ایک دوسرے کی تحقیر کرتا ہے کیونکہ دوسرا شخص اگرچہ اس وقت کیسا ہی ہو مگر خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کس کا اچھا ہوگا کس کا برا اس لئے ہر حال میں ممکن ہے کہ دوسرا اپنے سے اچھا ہو اور تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل آزاری ہو یہ حرام ہے اور جس سے دوسرے کا جی خوش ہو وہ مزاح کہلاتا ہے وہ جائز ہے اور اگر مرد عورت سے یا عورت مرد سے ہنسی کرے اس کا بھی یہی حکم ہے مگر تمسخر چونکہ اکثر ہم جنسوں ہی میں ہوا کرتا ہے شاید اس لئے یہ صورت بیان نہ کی گئی ہو دوسرے اس کا حکم خود اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں تمسخر کے علاوہ بے غیرتی اور بے حیائی بھی ہے۔

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ

اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو

کیونکہ یہ سب باتیں گناہ کی ہیں برے لقب سے ذکر کرنا اگر بدون کسی صحیح غرض کے ہے حرام ہے اور کوئی غرض صحیح ہو جیسے ایک شخص لتکڑا ہے اور اسی پتہ سے پہچانا جاتا ہے تو اس لقب کے ذکر کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے

یعنی یہ گناہ کر کے تمہاری شان میں یہ کہا جاسکے کہ فلاں مسلمان گناہ

یعنی خدا کی نافرمانی کرتا ہے نفرت کی بات ہے تو اس سے بچو

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ

اور جو ان حرکتوں سے باز نہ آوے

لَمْ يَتَّبِعْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾

گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں

یعنی بندوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں تو جو سزا ظالموں کو ملے گی وہی ان کو ملے گی یا ایہا الذین امنوا اتوا رحمیم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا

الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں

ظن اور گمان کی کئی قسمیں ہیں ایک واجب جیسے خدا کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک حرام جیسے ذات و صفات خدا اور نبوت میں بدون قطعی دلیل کے گمان کرنا یا جس شخص میں فسق و فجور کی علامات قوی نہ ہوں بلکہ ظاہر میں نیکی کے آثار نمودار ہوں اس کے ساتھ بدگمانی کرنا یہ حرام ہے اور ایک مباح ہے جیسے امور معاش میں گمان کرنا یا ایسے شخص سے بدگمانی کرنا جس میں فسق کی علامتیں علانیہ پائی جاتی ہوں جیسے کسی کا فاحشہ عورتوں کے مکانوں پر آمد و رفت کرنا اور اس کے متعلق فسق کا گمان ہو جانا مگر یقین نہ کرے اسی طرح جو بدگمانی بلا اختیار پیدا ہو جائے اس میں بھی گناہ نہیں بشرطیکہ حتی الامکان اس کو دفع کرے چونکہ سب قسمیں گمان کی حرام نہیں اس لئے فرمایا کہ بہت سی بدگمانیوں سے بچا کرو کیونکہ جن گمانوں میں لوگ زیادہ تر مبتلا ہیں وہ حرام ہی ہیں اور یہ جو مشہور ہے الحرم سوء الظن کہ ہوشیاری بدگمانی کا نام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ آدمی سے اپنی احتیاط رکھے باقی محض بدگمانی سے اس کی تحقیر و تنقیص کرنا اس کو ضرر پہنچانا یہ حرام ہے۔

وَلَا تَجَسَّسُوا

اور (کسی کے عیب کا) سراغ مت لگاؤ

اوپر ان جہاں کم فاسق بننا فتینوں کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے کہ سنی ہوئی بات کی تحقیق کہاں واجب ہے کہاں جائز اور کہاں حرام چھپ کر باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سن لینا یہ سب تجسس میں داخل ہے

البتہ اگر کسی سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے اس شخص کی تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کر لے تو یہ جائز ہے۔

وَلَا يَغْتَابَ بَعْضُكُم بَعْضًا

اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے

غیبت یہ ہے کہ کسی کے پیچھے اس کی ایسی برائی کرنا کہ اس کے سامنے کی جائے تو رنج دہ ہو۔

أَيُّحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا

مِيتًا فَاكِرْهُتَوَهُ ط

گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو

پس غیبت بھی اسی کے مشابہ ہے کہ وہ قلبی ایذا کا سبب ہے

وَاتَّقُوا اللَّهَ

اور اللہ سے ڈرتے رہو

اور غیبت چھوڑ کر دو اور توبہ کر لو۔

إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا

بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے

خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا

پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو

مثلاً اگر ایک نام کے دو شخص ہوں تو خاندان کے فرق سے امتیاز ہو سکتا ہے۔

وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ

اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے

أَتْقٰكُمْ ط

زیادہ پرہیزگار ہو

اور یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون زیادہ متقی ہے پھر کسی کو تفاخر نہیں کرنا چاہئے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾

اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے

پس اپنے کو مقدس مت سمجھو۔

رابطہ: اور نسب پر تفاخر سے منع فرماتے ہوئے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم میں تقدس کے دعویٰ سے منع کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے آگے ایک ایسی ہی خاص جماعت کی قیامت مذکور ہے جنہوں نے دکھاوے کے طور پر تقدس کا اظہار اور دعویٰ کیا تھا اور چونکہ وہ جھوٹے تھے اس لئے زیادہ مذمت کی گئی اور اس میں علاوہ ریا اور جھوٹ ہونے کے حضور کے ساتھ گستاخی بھی ہے کیونکہ ان کا یہ دعویٰ احسان جملانے کے طور پر تھا پس اس آیت کو شروع سورت سے بھی ربط ہے جس میں حضور صلی اللہ کے آداب مذکور ہیں اور سورت کا آپ کے آداب سے شروع ہونا اور اسی پر ختم ہونا آپ کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے۔ قالت الاعراب تا بما تعملون

قَالَتِ الْأَعْرَابُ امَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے

قُولُوا اسَلَمْنَا

لیکن یوں کہو کہ ہم (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے

یعنی بنی اسد کے بعض گنوار آپ کے پاس آ کر جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اس میں انہوں نے کئی قباحتوں کا ارتکاب کیا ایک تو جھوٹ کا کہ محض زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ایمان دل کی تصدیق پر موقوف ہے اور ان کے دل میں تصدیق نہیں ہاں ان کو یہ کہنا چاہیے کہ ہم مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے اور اطاعت ظاہری موافقت سے بھی محقق ہو جاتی ہے اور اس جگہ ایمان و اسلام کے لغوی معنی مراد ہیں شرعی معنی مراد نہیں کیونکہ شرعاً دونوں ایک چیز ہیں۔

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ

اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے

تَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ

رسول کا (سب باتوں میں) کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے

أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ط

ذرا بھی کم نہ کرے گا

یعنی اگرچہ اب تک تم ایمان نہیں لائے لیکن اب بھی اگر سب باتوں میں خدا اور رسول کا کہنا مان لو جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دل سے

ایمان لے آؤ تم کو سب اعمال کا پورا پورا ثواب ملے گا اور اس وقت کے کفر اور جھوٹ کی وجہ سے اس میں کمی نہ کی جائے گی کیونکہ سچے ایمان سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۱۴

(کیونکہ) بے شک اللہ غفور و رحیم ہے

آگے بتلاتے ہیں کہ ہم سے سنو کہ پورے مومن کون ہوتے ہیں تاکہ اگر تم کو مومن بننا ہے تو ویسے بنو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر

وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

ایمان لائے پھر (عمر بھر کبھی) شک نہیں کیا

وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور اپنے مال اور جان سے خدا کے رستہ میں محنت اٹھائی

الصَّادِقُونَ ۱۵

یہ لوگ ہیں پورے سچے

اور یوں اگر صرف تصدیق ہی ہو تب بھی ایمان ہو جائے گا اور تمہارے میں ایمان کا ادنیٰ درجہ بھی نہیں اور دعویٰ کرتے ہو کامل ایمان کا

قُلْ أَعْلَمُونِ اللَّهُ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا

آپ فرمادیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو حالانکہ (یہ محال

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

ہے کیونکہ) اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے

اگر تمہارے دل میں واقعی ایمان ہوتا تو خدا کو ضرور اس کی خبر ہوتی مگر حق تعالیٰ جانتے ہیں کہ تم نے ایمان قبول نہیں کیا تو اس کے خلاف تمہارا دعویٰ کرنا گویا خدا تعالیٰ کو ایک بات بتلانا ہے تو جھوٹ کے علاوہ یہ دوسرا جرم ہوا کہ خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو آگے تیسرا جرم بتلاتے ہیں۔

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۱۶ يٰمُؤْمِنُونَ عَلَيْكَ

اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا جاننے والا ہے یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ

أَنْ أَسْأَلُوهَا

پراحسان رکھتے ہیں

کہ دیکھئے ہم لڑے نہ بھڑے اور مسلمان ہو گئے اور دوسرے لوگ پریشان کر کر کے مسلمان ہوئے ہیں۔

قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو

کیونکہ اول تو یہ نہایت درجہ گستاخی ہے دوسرے اگر تم اس دعوے میں سچے ہوتے تو تمہارا ہی آخرت کا نفع ہوتا اور جھوٹے ہونے میں بھی تمہارا ہی دنیا کا نفع ہے کہ قتل و قید سے بچ گئے تمہارے اسلام لانے سے میرا کیا نفع اور نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہو گیا مجھ پر احسان رکھنا محض جہالت ہے۔

بَلِ اللّٰهُ يَسُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان ایمان کی

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۷

ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو

یعنی اگر بالفرض تمہارا یہ دعویٰ سچا ہو تو خدا کا احسان ماننا چاہئے کہ ایسی بڑی نعمت عطا فرمائی کیونکہ ایمان بدون خدا کی توفیق کے نصیب نہیں ہوتا پس جھوٹ اور فریب اور احسان جتلانے سے باز آؤ۔

إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

بے شک اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے

وَاللّٰهُ بِصِيْرٍ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸

اور تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے

اور ان ہی کے موافق تم کو جزا دے گا پھر اسکے سامنے باتیں بنانے سے کیا فائدہ۔

سورة ق مکیہ وھی خمس و اربعون ایه

رابطہ پہلی سورت کے ختم پر واللہ بصیر بما تعملون میں جزا و جزا واقع ہونے کی طرف اشارہ تھا اور اس سورت میں تمام تر یہی مضمون ہے کہ قیامت کا امکان اور اس کا وقوع اور اس کے واقعات اور اسی کے مناسب مضامین مذکور ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ق تا لبس جدید

(۵۰) سُوْرَةُ الْقٰیٰ مِکِیَّتُہَا (۳۲)

سورہ ق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قَاف وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ ۝۱

ق قسم ہے قرآن مجید کی

کہ ہم نے آپ کو قیامت کے عذاب سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے مگر ان لوگوں نے نہ مانا

بَلْ عَجَبُوْا اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ

بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی (کی جنس) میں سے (کہ بشر ہیں) ایک ڈرانے والا پیغمبر آ گیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ

الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝۲

(اول تو خود) یہ (ایک) عجیب بات ہے

کہ انسان پیغمبر ہو دوسرے پھر دعویٰ بھی عجیب بات کا کرے کہ ہم دوبارہ زندہ ہوں گے۔

عَازِدًا مِّتْنًا وَکُنَّا تُرَآیَا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ۝۳

(بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے دوبارہ (زندہ ہونا امکان سے) بہت ہی بعید بات ہے

اس دعویٰ محال سے تو رسالت اور بھی غلط ہوئی جاتی ہے حق تعالیٰ آگے دوسری زندگی کا ممکن ہونا ثابت فرماتے ہیں کہ دوبارہ زندہ ہونا آخر کس وجہ سے دشوار اور بعید ہے کیا یہ وجہ ہے کہ جسم میں زندگی کی قابلیت نہیں یہ تو مشاہدہ سے باطل ہے کیونکہ جسم میں اس وقت خود حیات موجود ہے تو یقیناً حیات کی اس میں قابلیت سے یا یہ سمجھتے ہو کہ جسم کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد معاذ اللہ خدا کو اس کے اجزاء کا علم نہیں رہے گا یا ان میں

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝

اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی

تَبْصِرَةً وَذِكْرَى لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝

کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے

یعنی ایسے شخص کے لئے جو اسی غرض سے مخلوقات میں فکر کرے کہ ان کی طرف متوجہ ہونا عین خدا کی طرف توجہ کرنا ہے۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا

اور ہم نے آسمان سے برکت (یعنی نفع) والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ

بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ

اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے

بُسْفَتٍ لِّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝ رَزَقًا لِلْعِبَادِ ۝

ہوتے ہیں بندوں کے رزق دینے کے لئے اور ہم نے اس (پاش) کے ذریعہ

وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ۝

سے مردہ زمین کو زندہ کیا (پس اسی طرح) سمجھ لو کہ مردوں کا زمین سے نکالا ہوا

کیونکہ خدا کی ذاتی قدرت کے سامنے تو تمام چیزیں برابر ہیں مگر تمہاری نظر میں آسمان و زمین بہت بڑے ہیں تو بڑی چیزوں پر قدرت ہونے سے چھوٹی چیزوں پر قدرت ہونا زیادہ ظاہر ہے پھر تعجب یا تکذیب کے کیا معنی آگے ان منکروں کے ڈرانے کی وعید ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ

ان سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور

وَشُعُوبٌ ۝ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝

فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع

وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۝ كُلٌّ كَذَّبَ

(تکذیب کر چکے) یعنی سب نے (اپنے اپنے) پیغمبروں کو جھٹلایا

الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝

سو میری وعید (ان پر) محقق ہو گئی

تصرف کرنے کی اس کو قدرت نہ ہوگی تو ہمارے علم کی شان سن لو۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ۝

ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھاتی اور) کم کرتی ہے

اور یہی نہیں کہ ہم آج سے جانتے ہیں بلکہ ہمارا علم قدیم ہے ہم نے عالم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی تمام چیزوں کے حالات ایک کتاب میں جو لوح محفوظ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے۔

وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ۝

اور اب تک ہمارے پاس (وہ) کتاب (یعنی لوح محفوظ) موجود ہے

جس میں ان ریزوں کی جگہ اور ہیئت و حالت سب کچھ ہے پس اگر علم قدیم کو نہیں سمجھ سکتے تو یوں ہی سمجھ لیں کہ وہ دفتر جس میں سب کچھ ہے ہمارے سامنے حاضر ہے مگر یہ لوگ پھر بھی بلاوجہ تعجب ہی میں ہیں۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ

بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک منزل

مَرِيجٍ ۝

حالت میں ہیں

کہ کبھی تعجب کرتے ہیں کبھی انکار آگے قدرت کا بیان ہے۔

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا (اونچا

وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝

اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخسہ تک نہیں

جیسا کہ اکثر عمارتوں میں زمانہ دراز کے بعد رخسہ پڑ جاتا ہے غرض بہت مستحکم ہے اور دوسری آیت میں جو آسمان کے دروازے آئے ہیں وہ رخسے نہیں ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان نظر آتا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ نیلا رنگ جو نظر آتا ہے یہ کمرہ ہوا ہے تو ممکن ہے کہ اس کے رنگ میں آسمان کا رنگ بھی ملا ہوا ہو اور اس کے اندر آسمان بھی نظر آتا ہو یہ تو خدا کی قدرت آسمان میں ہوئی۔

وَالْأَرْضُ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ

اور زمین کو ہم نے پھیلا یا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا

قَعِيدٌ ۱۷

کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے رہتے تھے

جس کے کٹ جانے سے انسان مرجاتا ہے اور اس کی روح نکل جاتی ہے مطلب یہ ہوا کہ ہم علم کے اعتبار سے اس کی روح اور نفس سے بھی زیادہ نزدیک ہیں کہ جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو خود اس سے زیادہ علم ہے مگر چونکہ جان نکالنے کا طریقہ عاذۃً گردن کاٹنے سے ہے اس لئے یہ عنوان اختیار کیا گیا اور گردن کی رگ سے وہ رگ مراد لینا مناسب ہے جس کو روح میں زیادہ دخل ہو اور وہ شریانیں ہے جو دل سے لگی ہوئی ہے کیونکہ اس میں روح غالب اور خون مغلوب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سورہ حاقہ میں وقین فرمایا ہے جو دل کی رگ ہے آگے بتلاتے ہیں کہ اس کے علاوہ وہ اعمال ہمارے پاس ظاہری طور پر بھی محفوظ اور منضبط ہیں جو عادت کے موافق زیادہ واضح اور پختہ حجت ہے۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان بیٹھتا ہے تو وہ فرشتے بیٹھ جاتے ہیں اور جب چلتا ہے تو ایک فرشتہ آگے اور ایک پیچھے ہو جاتا ہے اور جب لیٹتا ہے تو ایک سرہانے ایک پیروں کی طرف ہوتا ہیا اور پانچاخانہ وغیرہ کے وقت جدا ہو جاتے ہیں مگر خدا نے ان کو اعمال کی کوئی ایسی پہچان دی ہے کہ اس وقت جو آدمی نے کام کئے ہیں ان کو معلوم کر لیتے ہیں۔

مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۱۸

یہاں تک کہ (وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار موجود ہوتا) ہے

اگر وہ نیکی کی بات ہوئی تو داہنے والا اور بدی کی بات ہوئی تو بائیں والا لکھتا ہے جب بات تک لکھی جاتی ہے جو اور کاموں سے آسان اور ہلکی ہے تو بڑے کام کیوں نہ لکھے جائیں گے آگے اصل مقصود تو قیامت اور جزا و سزا کے واقع ہونے کا بتلانا ہے مگر اول موت کو بتلاتے ہیں اگرچہ اس کا کسی کو انکار نہیں مگر اکثر قیامت کا انکار موت ہی کے بھولنے سے ہوتا ہے موت کا نصب العین ہونا انسان کو فکر اور طلب حق کی طرف متوجہ کر دیتا ہے جس کے بعد صحیح دلائل میں غور کر کے قیامت کا قائل ہو سکتا ہے پس ارشاد ہے کہ لو ہوشیار ہو جاؤ۔

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۱۹

اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی

یعنی ہر شخص کی موت قریب ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

ان سب پر عذاب آیا اسی طرح ان لوگوں پر عذاب آوے گا خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں آگے پھر پہلے مضمون کی طرف دوسرے طور پر رجوع فرماتے ہیں۔

أَفَعَيَيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لُبْسٍ

کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ دوبارہ زندہ نہ کر سکیں)

مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۲۰

بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے (محض بے دلیل) شبہ میں ہیں

کہ دوبارہ زندہ نہ کر سکیں یعنی ایک مانع یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باوجود جسم کی قابلیت اور خدا کے علم و قدرت کے عارضی تھکن کی وجہ سے قدرت کو نافذ نہ کر سکے اس لئے اس کو بھی باطل کر دیا کہ تعب اور تھکن قدرت کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کامل قدرت والے میں اس کا احتمال نہیں ہو سکتا پس دوبارہ زندہ ہونا دلائل سے ثابت ہو گیا اور یہ لوگ جو انکار کر رہے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

جو دلائل کے سامنے کسی طرح قابل التفات ہیں ربط قیامت کا امکان ثابت ہو چکا آگے اس کا وقوع بتلاتے ہیں اور چونکہ دوبارہ زندہ کرنے سے غرض جزا و سزا دینا ہے اور یہ اس پر موقوف ہے کہ جزا و سزا دینے والے کو اعمال کا علم ہو اور عمل کرنے والے پر قدرت اس لئے اول اس کا بیان ہے۔ وَالْقَدْ خَلَقْنَا تَاللَّعِيدِ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ

اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم

بِهِ نَفْسُهُ ۲۱

ان کو بھی جانتے ہیں

تو جو اعمال اس کی زبان اور اعضاء سے صادر ہوں ان کو تو بدرجہ اولیٰ جانتے ہیں بلکہ ہم کو اس کے احوال کا ایسا علم ہے کہ خود اس کو بھی اپنے احوال کا ویسا علم نہیں۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۲۲

اور ہم (باعتبار علم کے) انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن

يَتَلَقَّى السَّالِقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

سے بھی زیادہ جب وہ اخذ کرنے والے فرشتے (اعمال کو) اخذ کرتے ہیں جو

جب کفار کو معلوم ہوگا کہ اب ہمیشہ کے لئے خسارہ میں پڑنے والے ہیں اس وقت اپنے اپنے بچاؤ کے لئے گمراہ کرنے والوں کے ذمہ الزام رکھیں گے جن میں شیاطین بھی ہوں گے آگے ان کا جواب مذکور ہے

كُلُّ كَافِرٍ عِنْدِي ۙ مَتَّاعٌ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مَّرِيْبٌ ۙ

جو کفر کرنے والا ہو اور (حق سے) ضد رکھتا ہو اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد (عبدیت) سے باہر ہو جانے والا ہو اور (دین میں) شہید کرنے والا ہو جس نے خدا کے ساتھ

الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَأَلْقِيْهِ

دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو اور وہ شیطان جو اس کے

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۙ قَالَ قَرِئْنُهُ رَبَّنَا

مَّا أَطْغَيْتُهُ

ساتھ رہتا تھا کہے گا کدے میرے پروردگار میں نے اس کو (جبراً) گمراہ نہیں کیا تھا

جیسا کہ اس نے الزام رکھنے سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ گمراہی میں اس کے فعل کو بالکل دخل نہ تھا حدیث مسلم میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو قرین ہیں ایک فرشتہ ایک شیطان اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ فرشتہ نیک باتیں بتلاتا ہے اور شیطان بری باتیں

وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۙ

لیکن یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا

اگرچہ بہکایا میں نے بھی لیکن وہ مجبور تو نہ ہو گیا تھا اس لئے اس کی گمراہی کا اثر مجھ پر نہ ہونا چاہئے۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا

ارشاد ہوا میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو

کیونکہ جو کفر کرے گا چاہے خود یا کسی کے بہکانے سے اسی طرح جو کفر کا امر کرے گا خواہ جبر سے بلا جبر کے سب کو جہنم کی سزا دوں گا اگرچہ ہر ایک کا درجہ مختلف ہوگا۔

لَدٰى وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعْدِ ۙ

(کہ بے سود ہیں) اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعیدیں بھیج چکا تھا

کہ تم سب دوزخ میں جھونکے جاؤ گے۔

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدٌ ۙ

یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکنتا تھا

بدکار تو دنیا کی محبت کی وجہ سے اور نیک آدمی طبعی خوف کی وجہ سے ہاں طبعی خوف پر کبھی شوق غالب ہو جاوے تو وہ عارضی بات ہے اور یہاں اس کا ذاتی اثر بیان کرنا مقصود ہے اب موت کے بیان کے بعد قیامت کے واقع ہونے کا بیان ہے جو کہ اصل مقصود تھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ ۙ

اور (قیامت کے دن دوبارہ) صور پھونکا جائیگا

(تو سب زندہ ہو جائیں گے) یہی دن ہوگا وعید کا

جس سے لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا آگے واقعات قیامت کا ذکر ہے۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاقِبٌ ۙ وَشَهِيدٌ ۙ

اور ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آوے گا کہ اس کے ساتھ (دفرشتے ہوں گے جن میں سے ایک اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا اور ایک (اس کے اعمال کا) گواہ ہوگا

حدیث مرفوع میں ہے کہ یہ وہی دو فرشتے نیکیاں اور گناہ لکھنے والے ہیں اگر یہ حدیث قوی نہ ہو تو احتمال ہے کہ کوئی اور دو فرشتے ہوں جیسا کہ بعض ہ قول ہے اس وقت جو کافر ہوگا اس سے کہا جاوے گا کہ (آگے ترجمہ)

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ

تو اس دن سے بے خبر تھا سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ

غَطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۙ

(غفلت کا) ہٹا دیا آج (تو) تیری نگاہ بڑی تیز ہے

کہ قیامت کے معائنہ سے کوئی چیز مافع نہیں کاش دنیا میں بھی تو غفلت کے پردہ کو دور کر دیتا تو تیرے دن بھلے ہوتے۔

وَقَالَ قَرِئْنُهُ هٰذَا مَا لَدٰى عَتِيْدٌ ۙ

اور اس کے بعد فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا عرض کرے گا کہ یہ (وہ روز نامچہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے

ابن جریج نے اس قرین کی تفسیر میں فرشتہ اور آئندہ قرین کی تفسیر میں شیطان کہا ہے رواہ فی الدر

الْقِيَا فِي جَهَنَّمَ

(حکم ہوگا کہ ہر) ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو

جنت کے قریب کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کی جگہ سے منتقل کر کے میدان قیامت میں لے آویں اور اللہ کو سب قدرت ہے اس صورت میں ادخلوہا کے معنی یہ نہیں کہ ابھی چلے جاؤ بلکہ بشارت اور وعدہ ہے کہ تم بعد حساب و کتاب وغیرہ کے اس میں جانا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حساب سے فراغت کے بعد ان لوگوں کو جنت کے قریب پہنچا کر باہر ہی سے کہا جاوے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا پھر اور قریب کر کے کہا جاوے گا کہ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو۔

هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝۳۲

اور ان سے کہا جاوے گا کہ (یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو جو شخص خدا سے

خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۝۳۳

بے دیکھے ڈرتا ہوگا اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے گا (اس کو حکم ہوگا کہ)

إِذْ خُلُوْهُمَا بِسَلَامٍ ۖ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴

اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا ان کو بہشت

لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝۳۵

میں سب کچھ ملے گا جو چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ (نعمت) ہے

کہ وہاں تک جنتی کا ذہن بھی نہ پہنچے گا ان میں سے ایک باری تعالیٰ کی تجلی ہے اور بعض حوریں ہوں گی وہ کہیں گی کہ میں مزید نعمتوں میں سے ہوں۔ ربط چونکہ عذاب ہونا کفر کے مبغوض اور برا ہونے پر موقوف ہے اور کفار اس کے بھی منکر تھے اس لئے آگے کفر کی برائی پہلے کافروں کے بذریعہ عذاب کے ہلاک ہونے سے ثابت کرتے ہیں اور اس پر بھی ان لوگوں کا انکار چونکہ حضور کے لئے باعث رنج تھا اس لئے فاصبر میں آپ کی تسلی ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ

اور ہم ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی امتوں کو (ان کی کفر کی شامت سے) ہلاک

بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ ط

کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھے اور تمام شہروں کو جانتے تھے

یعنی قوت کے ساتھ اسباب معاش میں بھی بہت ترقی کی تھی

مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۳۶

میرے ہاں (وہ) بات (وعدیدہ کور کی) نہیں بدلی جاوے گی اور میں (اس تجویز میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں)

بلکہ بندوں نے خود ایسے ناشائستہ کام کئے جن کی سزا آج بھگت رہے ہیں فائدہ ان آیتوں میں پہلی آیتیں مومن و کافر دونوں میں مشترک ہیں اور اخیر کی آیتیں کافر کے لئے خاص ہیں اس کے بعد جہنم کا بقیہ حال بیان کر کے ازلفت الخ میں مومن کا ذکر ہے پس مجموعہ میں اجمال کے بعد تفصیل ہوگئی یوم نقول تا مزید۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاَتْ وَتَقُولُ

جس دن کہ ہم دوزخ سے (کفار کو داخل کرنے کے بعد) کہیں گے کہ تو بھر

هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۷

بھی گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے

یہاں سے بقیہ واقعات کا بیان ہے اور جہنم سے یہ سوال شاید کفار کے ڈرانے کے لئے ہو کہ جواب سن کر ان کے دل میں دوزخ کی اور ہول پیدا ہو جائے کہ ہم کیسے غضب کے ٹھکانے پہنچے ہیں اور اس جواب کے بعد حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے اور وہ دب جاوے گی اور سمٹ جاوے گی اور عرض کرے گی کہ بس بس بھر گئی رواہ الشیخان اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لا ملین جہنم من الجنة والناس اجمعین کہ جہنم کو آدمیوں اور جنات سے بھر دوں گا اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھرے گی نہیں جواب یہ ہے کہ اخیر میں تو بھر جاوے گی پس یہ وعدہ انتہا کے اعتبار سے ہے اگرچہ پہلے پہل نہ بھرے اگر یہ کہا جائے کہ یہ بھرنا تو قدم سے ہوگا آدمیوں اور جنوں سے نہ ہوگا جواب یہ ہے کہ بھرے گی آدمیوں اور جنات ہی سے قدم کا صرف تصرف ہوگا جیسے گیلی مٹی کے برتن میں کنکر وغیرہ تھوڑے سے بھرے جاویں کہ وہ اوچھا رہے پھر اس کو ہاتھ سے دبا دیا جاوے کہ وہ چاروں طرف سے دب دبا کر اندر سے اتار دیا جاوے کہ وہ کنکر منہ تک آ جاویں اور قدم کے معنی مشابہات میں سے ہیں اس کی تفتیش نہ چاہئے یہ تو دوزخ کا بیان ہوا آگے جنت کا بیان ہے۔

وَاَزْلَفَتْ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۸

اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی

رابطہ: اور قیامت کا ممکن ہونا مکرر بیان کیا گیا تھا آگے قیامت کے آنے کا تاکید کے لئے مکرر ذکر ہے اور اس کے بعد پھر مکرر تسلی ہے اور تسلی پر سورت ختم ہے۔ واستمع تا وعید

وَأَسْتَبْعُ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝۳۱

اور سن رکھو کہ جس دن ایک پکارنے والا (فرشتہ یعنی اسرائیل) پاس ہی سے پکارے گا۔ پاس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آواز سب کو بے تکلف پہنچے گی اور جیسے اکثر دور کی آواز کسی کو پہنچتی ہے کسی کو نہیں پہنچتی ایسا نہ ہوگا۔

يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ

جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے یہ دن ہوگا (قبروں سے نکلنے کا

الْخُرُوجُ ۝۳۲ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا

ہم ہی (اب بھی) جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف پھر

الْهَاصِرُ ۝۳۳

لوٹ کر آنا ہے

اس میں بھی اشارہ کر دیا کہ ہم دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاجًا ۚ ذَٰلِكَ

جس روز زمین ان (مردوں) پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ (میدان قیامت

حَشَرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝۳۴

کی طرف) دوڑتے ہوں گے یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے

غرض بار بار قیامت کا ممکن ہونا اور واقع ہونا سب ثابت ہو چکا اس پر بھی جو لوگ نہ مانیں تو اب کچھ غم نہ کیجئے۔

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر (منجانب اللہ) جبر کرنے والے (کر کے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں تو آپ قرآن کے

بِجَبَارٍ فَفَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۝۳۵

ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو

اس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ آپ اگرچہ نصیحت عام فرماتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے لیکن پھر بھی وعید سے ڈرنے والا کوئی کوئی ہوتا ہے

هَلْ مِنْ قَحِيصٍ ۝۳۶ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ

لیکن جب ہمارا عذاب نازل ہوا تو ان کو (کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس

لَيْسَ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ

میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ (کم از کم

شَهِيدٌ ۝۳۷

دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو

اور سن کر اجمالاً حقانیت کا معتقد ہو کر اہل فہم کا اتباع کر کے حق بات کو قبول کر لیتا ہو حاصل عبرت کا یہ ہے کہ ان لوگوں کی ہلاکت سے کفر کا عند اللہ مبغوض ہونا معلوم ہو گیا پس عذاب کا انکار اس بناء پر تو باطل ٹھہرا جو کفار کا خیال ہے کہ کفر بری چیز نہیں اور اگر اس وجہ سے انکار ہے کہ خدا کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں سمجھتے تو وہ باطل ہے کیونکہ قدرت کا حال بھی سن لو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝۳۸

اس سب و چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو مکان نے چھو تک نہیں

پھر آدمی کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے چونکہ قیامت کے امکان میں بہت شور و شغب تھا اس لئے امکان کو دوبارہ تاکید کے لئے ثابت کر دیا اور باوجود ان قطعی جوابوں کے یہ لوگ پھر بھی انکار پر اڑے ہوئے ہیں

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

سوان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے (اور اس میں نماز بھی داخل

قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝۳۹

ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً صبح کی نماز) اور چھپنے سے پہلے (مثلاً ظہر و عصر) اور رات

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝۴۰

میں بھی ان کی تسبیح کیا کیجئے (اس میں مغرب و عشاء گئی) اور فرض نمازوں کے بعد بھی

اس میں نوافل اور اذکار آگئے حاصل یہ ہوا کہ ذکر اللہ میں اور اس کی فکر میں لگے رہیے تاکہ ان کے اقوال کفریہ کی طرف توجہ نہ ہو۔

مُخْتَلِفٌ ۸

(سب) لوگ (قیامت کے بارے میں مختلف گفتگو میں ہو

کوئی تصدیق کرتا ہے کوئی جھٹلاتا ہے اور آسمان کی قسم سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جنت آسمان میں ہے اور آسمان میں رستہ بھی ہے مگر جو حق میں اختلاف کرے گا اس کے لئے رستہ بند ہو جاوے گا

يُؤْفِكُ عَنْهُ مَنْ أَفَكَ ۹

اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے

یعنی قیامت کے آنے سے اور جزا و سزا کے اعتقاد سے وہی پھرتا ہے جو خیر اور سعادت سے بالکل پھرنا چاہتا ہے یہ مضمون ایسا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے من حرمہ فقد حرم الخیر کلہ جو شب قدر سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور دوسری جماعت کا حال اسی کے مقابلہ سے معلوم ہو گیا کہ وہ خیر و سعادت سے پھرے ہوئے نہیں ہیں آگے ان پھرنے والوں کی مذمت ہے۔

قِيلَ الْخَرْصُونَ ۱۰

غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں

یعنی جو قیامت کا بلا و دلیل انکار کرتے ہیں اور بھولنے سے مراد اختیاری غفلت ہے۔

الَّذِينَ هُمْ فِي غُرَّةٍ سَاهُونَ ۱۱ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ

اور وہ لوگ پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا (وہ اس دن ہوگا)

يَوْمَ الدِّينِ ۱۲ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۱۳

جس دن وہ لوگ آگ پر رکھے جائیں گے (اور کہا جائے گا)

ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۱۴ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ

اپنی اس سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم

تَسْتَعْجِلُونَ ۱۵

جلدی مچایا کرتے تھے

یہ جواب ایسا ہے جیسے کسی مجرم کو پھانسی کا حکم سنایا جائے مگر وہ احمق محض اس وجہ سے کہ اس کو تاریخ نہیں بتلائی گئی جھٹلائے ہی جائے اور کہے کہ اچھا وہ دن کب آوے گا چونکہ یہ سوال محض سرکشی کے طور پر ہے اس

پس ثابت ہوا کہ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ سب نصیحت قبول کر لیں جب آپ کے اختیار میں نہیں تو بے اختیار بات کی فکر ہی کیا۔

سورة والذریۃ مکیہ وایہا ستون کذا فی البیضاوی رابطہ: اور پر کی سورت میں قیامت کا ذکر تھا اس سورت کا زیادہ حصہ بھی اسی مضمون میں ہے چنانچہ اسی سے سورت شروع بھی ہوئی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم والذاریات تاتنطقون الخ

(۵۱) سُوْرَةُ الذَّرِيَّةِ مَكِّيَّةٌ (۶۷)

سورة ذریۃ مکہ میں نازل ہوئی اس کی ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

وَالذَّرِيَّةِ ذُرُّوْا ۱۱ فَالْحَمَلِیۡتِ وَقُرْا ۱۲

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار و غیرہ اڑاتی ہوں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ (یعنی

فَالْجَرِیۡتِ یُسْرًا ۱۳ فَالْهَقَسَیۡتِ اُمْرًا ۱۴ اِنَّمَا

بارش) کو اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو زمی سے چلتی ہیں پھر ان فرشتوں کی جو

تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۱۵ وَاِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ ۱۶

(حکم کے موافق اہل ارض میں چیزیں تقسیم کرتے ہیں تم سے جس (قیامت) کا

وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (سزا) ضرور ہونے والی ہے

مثلاً جہاں جس قدر بارش کا حکم ہوتا ہے جو رزق کا وسیلہ ہے وہاں بادلوں کے ذریعہ سے اس کی قدر پہنچاتے ہیں اسی طرح رحم میں بچہ کی صورت لڑکا یا لڑکی حق تعالیٰ سے پوچھ کر بناتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے اور اطمینان اور رعب بھی تقسیم کرتے ہیں آگے قسم کا جواب ہے۔

مخلوق کی قسم کھانے کی توجیہ سورہ والصفات کے شروع میں گزر چکی ہے اور ان قسموں میں اشارہ ہے دلیل کی طرف یعنی یہ سب عجیب تصرفات قدرت خداوندی سے ہوتے ہیں تو یہ خدا کی عظیم الشان قدرت کے دلائل ہیں پھر ایسی بڑی قدرت والے کو قیامت کا لانا کیا مشکل ہے اور جیسے یہاں آسمان کی چیزوں کی قسم تھی اسی طرح قیامت کے ایک مضمون کے متعلق خود آسمان کی قسم ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۱۷ اِنَّكُمْ لَفِیۡ قَوْلٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے چلنے کے) رستے ہیں کہ تم (یعنی

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي

اور یقین لانے کے لئے زمین (کی کائنات) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور

أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾

خود تمہاری ذات میں بھی پس کیا تم کو (پھر بھی) دکھائی نہیں دیتا

یعنی تمہارے ظاہری اور باطنی مختلف حالات اور اسی طرح تمام عالم کے احوال یقیناً قدرت کے تحت میں داخل ہیں پس یہ ان کے ممکن ہونے کی دلیل ہے اور چونکہ قیامت کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں اس لئے وہ بھی ممکنات سے ہے اور حق تعالیٰ کی ذاتی قدرت کو تمام ممکنات کے ساتھ یکساں نسبت ہے پس وہ بھی قدرت میں داخل ہے رہا یہ کہ اس کا خاص وقت نہ معلوم ہونے سے اس کے واقع نہ ہونے پر جو استدلال کیا جاتا ہے اس کی نسبت آگے ارشاد ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾

اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے

(ان) سب (کا معین وقت) آسمان میں ہے

یعنی لوح محفوظ میں درج ہے اور زمین والوں کو کسی مصلحت سے اس کا یقینی علم نہیں دیا گیا چنانچہ مشاہدہ ہے کہ یقینی تعین کسی کو معلوم نہیں کہ رزق کب اور کتنا ملے گا لیکن باوجود وقت معین نہ معلوم ہونے کے رزق کے وجود کا یقین ہے پھر وقت معین معلوم نہ ہونے سے قیامت کا نہ ہونا کیسے لازم آ گیا اور اسی دلیل کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں رزق کا بیان بڑھا دیا گیا ورنہ اس کا ذکر یہاں خود مقصود نہ تھا آگے نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور ممکن ہونے کی دلیل موجود ہے (آگے ترجمہ)

قَوْرَبِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلُ

تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ (قیامت کا دن) برحق ہے

مَا أَنْتُمْ تَنْطِقُونَ ﴿٢٣﴾

(اور ایسا یقینی جیسا تم باتیں کر رہے ہو

کہ اس میں شک نہیں ہوتا اسی طرح قیامت کو یقینی سمجھو اور اس مثال میں ایک نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ زبان مثل زمین کے ہے اور اس سے ایک حرف کا پیدا ہونا انسان کی پہلی پیدائش کے مثل ہے اور اس حرف کا ختم ہو کر فنا ہو جانا موت انسانی کے مشابہ ہے پھر اس حرف کا دوبارہ پیدا ہو جانا انسان

لئے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ دن اس وقت آوے گا جب تم پھانسی میں لٹکا دیئے جاؤ گے آگے دوسرے فریق کا ذکر ہے جو پھرنے والے نہیں ہیں۔

إِنَّ الْيَقِينَ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٥﴾ اخْذِينَ

بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے (اور) ان کے رب

مَا أَنْتُمْ رَبُّهُمْ رِئُوسًا إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ

نے ان کو جو (ثواب) عطا کیا ہوگا وہ اس کو (خوشی خوشی) لئے رہے ہوں گے

مُحْسِنِينَ ﴿١٦﴾

(اور کیوں نہ ہو) وہ لوگ اس کے قبل (دنیا میں) نیکو کار تھے

پس حسب وعدہ بل جزاء الاحسان الا الاحسان نیکی کا بدلہ بھلائی کے سوا کچھ نہیں ان کے ساتھ اچھا معاملہ کیا گیا آگے کسی قدر ان کے نیک کاموں کی تفصیل ہے۔

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿١٧﴾

وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے

وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿١٨﴾

اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے

یعنی وہ لوگ فرائض و واجبات سے ترقی کر کے نوافل کا بھی ایسا التزام کرتے تھے کہ رات کا زیادہ حصہ عبادت میں صرف کرتے تھے پھر باوجود اس محنت و مشقت کے اپنی عبادت پر نظر نہ کرتے بلکہ اپنے آپ کو عبادت میں ناقص سمجھ کر اخیر شب میں استغفار کرتے تھے اور ایک روایت میں اس کی تفسیر یہ آئی ہے کہ بدون عشاء پڑھے نہ سوتے تھے تو مطلب یہ ہوگا کہ ساری رات نہیں سوتے رہتے تھے جیسا کہ کفار سوتے ہیں پس اس تفسیر پر تہجد مراد نہ ہوگا یہ تو جسمانی عبادت میں ان کی حالت تھی آگے مالی عبادت کی کیفیت ہے۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿١٩﴾

اور ان کے مال میں سوائی اور غیر سوائی (سب) کا حق تھا

یعنی ایسے التزام سے دیا کرتے تھے جیسے ان کے ذمہ کسی کا کچھ آتا ہو اور یہ مطلب نہیں کہ جنت کا ملنا ان نوافل پر موقوف ہے بلکہ یہاں بڑے درجے والوں کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ کفار قیامت کے ممکن ہونے کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے اس کی دلیل کی طرف اشارہ ہے۔

چونکہ وہ فرشتے تھے کیوں کھاتے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو شبہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں مخالف اور دشمن نہ ہوں۔

فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ

تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے انہوں نے کہا تم ڈرو مت کیونکہ ہم آدمی نہیں فرشتے ہیں۔

وَبَشِّرُوهُ ۖ يٰغُلَامُ عَلِيمٌ ۝۲۸

اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا

کیونکہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم انبیاء کو ہوتا ہے اور مراد اس سے اسحاق علیہ السلام ہیں۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَٰةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

آگے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں پھر (یہ خبر سن کر تعجب سے) ماتھے پر

وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝۲۹

ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اول تو) بڑھیا (پھر) بانجھ

اس وقت بچہ پیدا ہونا بھی عجیب بات ہے۔

قَالُوا كَذٰلِكَ ۙ قَالَ رَبُّكَ ۖ اِنَّهُ هُوَ الْحَكِيْمُ

فرشتے کہنے لگے کہ (تعجب مت کرو) تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا

الْعَلِيْمُ ۝۳۰

ہے کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے

یعنی گوئی نفسہ یہ بات تعجب کی ہے مگر تم تو خاندان نبوت میں ہو اور علم و فہم سے مشرف ہو تم کو یہ معلوم کر کے کہ خدا کا ارشاد ہے جس کا علم و حکمت اور قدرت مسلم بھی ہے تعجب نہ رہنا چاہئے پھر ابراہیم کو نبوت کی فراست سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بشارت کے علاوہ ان کے آنے سے کچھ اور بھی مقصود ہے۔

کے دوبارہ زندہ ہونے کے مشابہ ہے پس اس میں قیامت کی ایک نظیر کی طرف اشارہ ہو گیا۔

رابطہ: اوپر کافروں کی مذمت کے ساتھ مومنوں کی مدح بھی تھی آگے ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ حق ماننے والوں کو فلاح آخرت کے ساتھ دنیوی فلاح بھی عطا ہوتی ہے پھر کفار کے لئے سزا ثابت کرنے کے لئے پہلی ہلاک شدہ امتوں کے چند قصے بیان فرماتے ہیں ہل اتک تا قوم فسقین۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْبٰكِرِ مِيْن ۝۳۱

کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے

معزز یا تو اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ تھے جن کی شان میں ہے بل عباد مکرمون یا اس لئے کہ ابراہیم نے اپنی عادت کے موافق ان کا اکرام کیا تھا اور مہمان کہنا ظاہر کی بنا پر ہے کیونکہ وہ انسانی شکل میں آئے تھے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ ۚ

اور یہ قصہ اس وقت میں تھا جبکہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا ابراہیم

قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۳۲ فَرٰغَ اِلٰى اَهْلِهٖ

نے بھی (جواب میں) کہا سلام اور کہنے لگے کہ (انجان لوگ) (معلوم ہوتے) ہیں

بظاہر یہ بات دل میں کہی کیونکہ آگے فرشتوں کا جواب مذکور نہیں اور بعید احتمال یہ بھی ہے کہ پوچھنے کے طور پر ان ہی سے کہہ دیا ہو کہ آپ لوگوں کو پہچانا نہیں اور انہوں نے جواب نہ دیا ہو اور ابراہیم علیہ السلام نے جواب کا انتظار نہ کیا ہو۔

فَجَآءَ بِعَجَلٍ سَمِيْنٍ ۝۳۳ فَقَرَّبَهُ اِلَيْهِمْ ۖ قَالَ

پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فریبہ بچھڑہ تلا ہوا (لائے اور اس کو ان

اَلَا تَأْكُلُوْنَ ۝۳۴

کے پاس) (یعنی سامنے) لا کر رکھا کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں

الحمد للہ چھبیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۱﴾

ابراہیم کہنے لگے (کہ) اچھا تو (یہ بتاؤ کہ) تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اسے

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾

فرشتوں فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن طِينٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً

ہیں تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب پاس (یعنی عالم

عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۳۴﴾ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ

غیب میں) خاص نشانیاں بھی ہیں (اور وہ) حد سے گزرنے والوں کے لئے

فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا

(ہیں) اور ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے نکال کر علیحدہ کر دیا سو بجز

غَيْرِ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾

مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر مسلمانوں کا ہم نے نہیں پایا

مطلب یہ کہ وہاں کوئی مسلمان تھا ہی نہیں اگر ہوتا تو خدا کو ضرور معلوم ہوتا جب خدا کے علم میں وہاں کوئی مسلمان ایک گھر کے سوا نہ تھا تو واقع میں بھی کوئی نہ تھا آخر جنان من کان فیہا سے حق تعالیٰ کا ارشاد شروع ہوا ہے فرشتوں کا کلام ختم ہو گیا

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ

اور ہم نے اس واقعہ میں (ہمیشہ کے واسطے) ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے

الْأَلِيمِ ﴿۳۷﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب

بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ

کہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا سو

سِحْرًا أَوْ مَجْنُونٍ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ

اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون

فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِي

ہے ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) اور

عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿۴۱﴾

اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْنَاهُ

پر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی (یعنی اشیاء میں سے کہ جن کی ہلاکت کا

كَالْزَمِيمِ ﴿۴۲﴾ وَفِي ثُودٍ إِذْ قِيلَ لَهُمْ

حکم تھا) اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور ثمود

تَمْتَعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۴۳﴾

کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں میں چین کر لو

یعنی کفر سے باز نہیں آؤ گے تو چند دن کے بعد ہلاک ہو جاؤ گے اور یہ کہنے والے پیغمبر صالح علیہ السلام تھے اور یہاں جس چین و آرام کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ نہیں ہے جس کے ساتھ تین دن کی قید تھی تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام کیونکہ یہاں تمتعوا کے بعد فتوا عن امر ربہم بھی فرمایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے اس کہنے کے بعد ان لوگوں نے سرکشی کی اور تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام یقیناً سرکشی کے بعد کہا گیا ہے پس یہاں جس چین و آرام کے لئے کہا گیا وہ سرکشی کے پہلے تھا اور وہاں جس چین و آرام کے لئے کہا گیا وہ سرکشی کے بعد تھا۔

رابطہ: اوپر شروع سورت میں قیامت کی تحقیق اور اس کے ساتھ ماننے اور نہ ماننے والوں کی جزا و سزا اور تکذیب کی مناسبت سے پہلی امتوں کا ذکر آ گیا تھا آگے توحید و رسالت کی تحقیق ہے اور رسالت کے ساتھ تسلی کا مضمون ہے۔ والسماء بنینہا تا تنفع المومنین

فَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ

سو اس سے ڈرانے پر بھی ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو

وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ

ان کو عذاب نے آ لیا اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) کو دیکھ رہے تھے سو نہ تو

قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ

وہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ ہم سے بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا

مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝۴

یہی حال ہو چکا تھا (یعنی) اس سبب سے کہ وہ بڑے نافرمان لوگ تھے اور

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝۵

ہم نے آسمانوں کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں اور ہم

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْهَدُودُ ۝۶

نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنایا سو ہم (کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں

یعنی اس میں کیسے کیسے منافع رکھے ہیں

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا ہے

ظاہر ہے کہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی ایسی صفت اعتبار کی جاتی ہے جس میں دوسری چیز اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے جیسے آسمان و زمین گرمی سردی چھوٹی بڑی خوشنما بدنما سفیدی سیاہی روشنی تاریکی جو ہر عرض یعنی مستقل اور غیر مستقل وغیرہ پس دو دو قسم بنانے سے یہی مراد ہے کہ ہر چیز ایک دوسری کے مقابل ہے

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝۷ فِقِرُوا إِلَى اللَّهِ ط

تا کہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو تو تم اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو

إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۸

میں تمہارے (سمجھانے کے لئے) اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہو کر آیا ہوں

یعنی اول تو ان دلائل کی وجہ سے خود عقل ہی توحید کے اعتقاد کو ضروری بتلا رہی ہے پھر اوپر سے میں سمجھانے کے واسطے آیا ہوں کہ توحید سے انکار کرنے والے کو عذاب ہوگا پس عذاب کے خوف سے توحید کا اعتقاد اور بھی ضروری ہو گیا۔

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ط

اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو

اوپر فقرو الی اللہ میں توحید کی طرف دوڑنے کا امر تھا جس سے شر کی ممانعت لازم آگئی اس آیت میں صراحتہ شرک کی ممانعت ہے اور چونکہ توحید کا عنوان اس آیت میں بدل گیا اس لئے ڈرانے کا مضمون پھر تاکید کے واسطے لایا گیا

إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝۹

میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں

آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ واقع میں صاف صاف ڈرانے والے ہیں لیکن یہ مخالفین کیسے جاہل ہیں کہ نعوذ باللہ کبھی آپ کو جادوگر کبھی مجنون بتلاتے ہیں سو آپ صبر کیجئے

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ مِّنْ

اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس کوئی

رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ۝۱۰

پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو

یعنی ساری قوم نے یا بعض نے ایسا ضرور کہا اب یہ شبہ جاتا رہا کہ جن رسولوں کو لوگوں نے جھٹلایا ہے بعض نے ان کی تصدیق بھی کی ہے پھر قالوا میں سب کی طرف نسبت کیسے کی گئی جواب ظاہر ہے آگے اس قول پر تمام کفار کے متفق ہونے سے تعجب دلاتے ہیں۔

أَتَوَاصُوا بِهِ ۝۱۱

کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے

یعنی یہ اتفاق تو ایسا ہو گیا جیسے ایک دوسرے سے کہتے چلے آتے ہیں کہ دیکھو جو رسول آوے تم بھی ہماری طرح کہنا آگے فرماتے ہیں کہ وصیت تو نہیں کی کیونکہ بعض قومیں بعض قوموں سے ملیں بھی نہیں۔

بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَآغُونَ ۝۱۲

بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں

یعنی اس قول کا سبب سرکشی ہے اور وہ چونکہ سب میں مشترک ہے اس لئے سب باتیں بھی ایک ہی کرتے ہیں۔

فَقُولْ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ۝۱۳

سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے

کیونکہ جب پہلے لوگ بھی ایسے گزرے ہیں اور معلوم ہو گیا کہ اس کا سبب ان ہی کی سرکشی ہے تو آپ ان کی تکذیب کی پروا اور غم نہ کیجئے۔

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ

کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں اور سمجھاتے رہئے

یعنی اطمینان کے ساتھ اپنے منصبی کام میں لگے رہے۔

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۵۵

کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا

یعنی سمجھانے میں عام فائدے اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں جن کی قسمت میں ایمان نہیں ان پر حجت تمام ہو جائے گی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لے آئیں گے اور جو ایمان لاپچھے ہیں ان کو بھی نفع ہوگا پس نصیحت کئے جائیں اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجئے ربط اوپر زیادہ تر قیامت اور توحید و رسالت اور بعض آیات میں نیک کاموں کا ذکر تھا اور یہ سب اعتقادی اور عملی عبادات ہیں آگے ختم سورت میں ایک جامع عنوان سے عبادت کا مطلوب ہونا بیان فرماتے ہیں اور رغبت اور خوف دلا کر اس کی تاکید فرماتے ہیں پھر جو عبادت فرض ہے اس کو موکد ہونا تو ظاہر ہے اور جو نفل ہے اس کے شرعاً مقرر ہونے کا اعتقاد واجب ہے وما خلقت تابوعدون۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۵۶

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں

اور جمعاً عبادت کی تکمیل کے لئے جن و انسان کی پیدائش پر دوسرے منافع کا مرتب ہونا اس کے منافی نہیں اسی طرح بعض جن و انسان کا عبادت نہ کرنا بھی اس کے منافی نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے تو سب کو اس کا مکلف بنادیا ہے اب آگے وہ عبادت کریں یا نہ کریں یہ ان کا کام ہے اور جن و انسان کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس جگہ عبادت سے مراد وہ عبادت ہے جو اختیار کے ساتھ کی جائے اور اس سے آزمائش مقصود ہو اور ملائکہ میں امتحان مقصود نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار کی صفت نہیں۔

مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ

میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا ہوں

اگر اس پر یہ شبہ ہو کہ اہل و عیال کو رزق پہنچانا تو واجب کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم ان سے ایسا رزق کموانا نہیں چاہتے جو عبادت سے مانع ہو دوسرے یہ کہ اہل و عیال کے واسطے صرف کمانا اور خرچ کرنا واجب ہے اور اس کو رزق پہنچانا نہیں کہہ سکتے رازق پھر بھی اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اگر کمانے سے رزق حاصل نہ ہو تو کیا کر سکتا ہے یا حصول کے بعد اگر پہنچانے پر قادر نہ ہو تو کیا کر سکتا ہے یا پہنچانے کے بعد غذا کا حلق سے اترنا یا پھر اس سے قوت حاصل کرنا جو کہ رزق سے مقصود ہے یہ تو کسی کی قدرت میں نہیں پس حقیقت میں بندہ کسی طرح رازق نہیں

اور اس کے کمانے اور خرچ کرنے سے کچھ خدا کا تو نفع نہیں نہ اس کو کچھ سہارا لگتا ہے کہ اس نے اپنے ذمہ جو مخلوق کو رزق پہنچانا رکھا ہے بندہ کے خرچ کرنے سے کچھ اس کو مدد مل گئی ہو بلکہ اس کا نفع خود خرچ کرنے والے کو ہوتا ہے کہ ثواب ملتا ہے اور ما ارید منہم من رزق سے مقصود یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے کمانے اور خرچ کرنے سے نفع نہیں پہنچتا۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونِ ۵۷ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا تو ہم کو اسکی ضرورت ہی کیا تھی کہ ہم مخلوقات کی روزی رسانی انکے متعلق کرتے۔

ذُو الْقُوَّةِ الْبَتِّينِ ۵۸

قوت والا نہایت قوت والا ہے

اس میں عجز اور کمزوری اور کسی قسم کی احتیاج کا احتمال بھی نہیں تو اپنے آپ کو کھلانے کی درخواست کرنا تو ممکن ہی نہیں حاصل یہ کہ عبادت کے مقرر کرنے سے ہماری خود کوئی غرض نہیں بلکہ صرف بندوں ہی کا نفع ہے تو ان کو اس میں پس و پیش نہ کرنا چاہیے یہ تو ترغیب ہو گئی آگے ڈراتے ہیں۔

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ

تو ان ظالموں کی سزا کی بھی باری (علم الہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گذشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی

یعنی وقت مقرر پر ان پر بھی عذاب آنے والا ہے خواہ دنیا میں یا صرف آخرت میں

فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۵۹

سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں

جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ وعیدیں سن کر جھٹلانے کے لئے تقاضا کرنے لگتے ہیں۔

قَوْلٍ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي

غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان

يُوعَدُونَ ۶۰

سے وعدہ کیا جاتا ہے

جن میں سب سے سخت قیامت کا دن ہے اور سورت کو اسی وعدہ سے شروع بھی کیا گیا ہے انما توعدون لصادق اور اس سے سورت کے آغاز و انجام کی خوبی ظاہر ہے۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝

کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو نال نہیں سکتا (اور یہ اس

یَوْمَ تَبُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝

روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جاویں گے

آسمان کے تھرانے سے یا تو مشہور معنی مراد ہیں یا پھٹ جانا مراد ہے اور یہاں پہاڑوں کا ہٹنا مذکور ہے۔ اور دوسری آیتوں میں ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جانا بھی آیا ہے اور مراد اس سے قیامت کا دن ہے۔

فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي

تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بے ہودگی

خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝ يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَىٰ تَارِجِهِمْ

کیساتھ لگ رہے ہیں ان کی اس روز کم بختی آئے گی جس روز کہ ان کو آتش دوزخ

دَعَا ۝ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝

کی طرف دھکے دے کر لادیں گے یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے

أَفَسِحْرُ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝

تو کیا یہ بھی سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا

یعنی جن آیتوں میں اس کی خبر تھی ان کو تم جھٹلاتے اور جادو بتاتے تھے خیر وہ تو تمہارے نزدیک جادو تھا تو کیا اس کا بھی انکار کرو گے جیسا کہ دنیا میں نظر نہ آنے کی وجہ سے منکر ہو گئے تھے۔

إِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ ۝

اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہارت نہ کرنا تمہارے حق میں

عَلَيْكُمْ ط

دونوں برابر ہیں

نہ یہی ہوگا کہ تمہارے ہائے واویلا سے نجات ہو جاوے نہ یہی ہوگا کہ تمہارے خاموشی اور اطاعت پر رحم کھا کر نکال دیا جائے بلکہ ہمیشہ اس میں رہنا ہوگا

إِنَّمَا تَجَزُّونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی تم کو بدلادیا جائے گا

سورة الطور مكية وايتها ثمان اوتسع واربعون

رابط: پہلی سورت قیامت کی وعید پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورت اسی سے شروع ہوئی ہے پھر وعید کے بعد قرآن کی عادت کے موافق مومنین کے لئے وعدہ مذکور ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم والطور تا الرحيم

(۵۲) سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ (۷۶)

سورة طور پر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

وَالطُّورِ ۝ وَكُتِبَ مَسْطُورٍ ۝ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝

قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے

اس سے مراد نامہ اعمال ہے اور جس چیز میں وہ لکھا ہے اس کو کاغذ سے تشبیہ دی۔

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۝

اور قسم ہے بیت المعمور کی

کہ ساتویں آسمان میں فرشتوں کی عبادت کا گھر ہے۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝

اور قسم ہے اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور (قسم ہے) دریائے

شور کی جو پانی سے پر ہے

اور ان قسموں کی خصوصیت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قیامت کی اصل غرض جزا و سزا ہے اور جزا و سزا کی اصل احکام شرعیہ ہیں پس طور کی قسم کھانے میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام اور احکام نازل کئے ہیں پھر جزا و سزا احکام کی مخالفت و موافقت پر موقوف ہے نامہ اعمال کی قسم سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ تمہارے سب کام محفوظ ہیں پھر جزا و سزا اس پر بھی موقوف ہے کہ عبادت ضروری ہو بیت المعمور کی قسم سے اشارہ ہو گیا کہ عبادت ایسی ضروری ہے کہ فرشتوں کو بھی اس سے چھوڑا نہیں گیا حالانکہ ان کے لئے جزا و سزا بھی نہیں پھر جزا و سزا کے دو نتیجے ہیں جنت اور دوزخ آسمان کی قسم میں جنت کی طرف اشارہ ہو گیا کہ وہ بھی ایسی ہی بلند جگہ ہے اور دریائے شور کی قسم میں دوزخ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بھی ایسی ہی خوفناک چیز ہے۔

پس تم کفر کیا کرتے تھے جو کہ سخت نافرمانی اور خدا تعالیٰ کے بے انتہا کمالات کی بے قدری ہے اس کے بدلہ میں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا ہوگا جو کہ سخت اور ختم نہ ہونے والی سزا ہے آگے ان کے مقابل لوگوں کا بیان ہے۔

إِنَّ الْبَاقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ۝۱۷ فَرَكِهِنَّ

مقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے اور ان کو

بِأَاتِهِمْ رَبُّهُمْ ۝۱۸ وَوَقِهِمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

جو چیزیں ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے اور

الْجَحِيمِ ۝۱۹ كَلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے

تَعْمَلُونَ ۝۱۹

ساتھ اپنے عملوں کے بدلہ میں

وہ نیک عمل جو دنیا میں کیا کرتے تھے

مُتَكِبِينَ عَلَىٰ سُرٍّ مَّصْفُوفَةٍ ۝۲۰ وَزَوَّجْنَاهُمْ

تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری

بِحُورٍ عِينٍ ۝۲۰

گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں سے بیاہ کر دیں گے

یہ تو عام مسلمانوں کا ذکر ہوا آگے خاص ان مومنوں کا ذکر ہے جن کی اولاد بھی مومن تھی مگر اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہنچتے جس کا قرنیہ یہ ہے کہ اس جگہ اولاد کے اعمال کا ذکر نہیں اور احادیث میں تو صراحت یہ مضمون موجود ہے پس اگرچہ ان کے اعمال کم ہونے کا مقتضایہ تھا کہ ان کا درجہ بھی کم ہوتا لیکن ان کے مسلمان آباء کی خاطر ان کو بھی بلند درجوں میں پہنچا دیا جائے گا اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذریت سے ہر ماتحت اور تابع مراد ہے جیسے ازواج احباب شاگرد مرید اور محبت کرنے والے کیونکہ حدیث میں اولاد کا ذکر ذریت کے بعد کیا گیا ہے باقی جو شخص کسی درجہ میں دوسرے کا تابع ہو کر پہنچ جائے گا پھر اس کے تابع ہو کر اور کوئی اس درجہ میں نہ جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ سارے مسلمان ایک ہی درجہ میں پہنچ جائیں کیونکہ اس تابع کے بھی تابع ہوں گے پھر ان کے بھی تابع ہوں گے پھر تو کوئی انتہا ہی نہ رہے گی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کے اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا

بِإِيمَانٍ الْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ وَمَا آتَاهُمْ

ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ان کے

مِّنْ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۝۲۱

عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے

یعنی یہ صورت نہ ہوگی کہ بڑوں کے کچھ اعمال لے کر چھوٹوں کو دے کر دونوں کو برابر کر دیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بڑے کو اس کے درجہ سے کچھ نیچے لائیں اور چھوٹے کو کچھ اوپر لے جائیں اور دونوں ایک درمیانی درجہ میں رکھے جائیں بلکہ کریموں کی شان کے لائق یہ ہے کہ بڑے لوگوں کو اپنے بلند درجوں میں بدستور رکھیں گے اور چھوٹوں کو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔

كُلُّ أَمْرٍ إِيمًا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱

ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں مجبوس (فی النار) رہے گا

یعنی کافر اولاد اپنے مسلمان باپ دادوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی کیونکہ کفر سے نجات کی کوئی صورت نہیں اس لئے اولاد کو باپ دادوں سے ملانے کے لئے ایمان شرط ہے آگے پھر سب مسلمانوں اور جنتیوں کا بیان ہے۔

وَأَمَّا ذُنُوبُهُمْ بِفَاكِهَةٍ ۝۲۲ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝۲۲

اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے

رہیں گے اور وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی) کے جام شراب میں چھینا

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا

جھڑپ بھی کریں گے اس میں نہ بک بک لگے گی کیونکہ تشہ نہ ہوگا اور نہ کوئی

تَأْتِيْمٌ ۝۲۳ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ تَحْتَهُمْ

بیہودہ بات ہوگی ان کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے جو خالص انہی

كَانَتْهُمْ لَوْلَوْ مَكْنُونٌ ۝۲۳

کے لئے ہوں گے گویا حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں

کہ ان پر ذرا گرد وغبار نہیں ہوتا اور آب و تاب اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے آگے ان کی روحانی مسرت کا بیان ہے۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝۲۵

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے یہ بھی کہیں گے

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝۲۶

کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت

فَبِئْسَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَعْنَا عَذَابَ السَّوْمِ ۝۲۷

ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب و دوزخ سے بچا

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۝۲۸

لیا ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے

کہ ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جاوے سو اللہ نے دعا قبول کر لی۔

إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝۲۹

واقعی وہ بڑا احسن اور مہربان ہے

اور اس مضمون سے خوشی ہونا ظاہر ہے اور چونکہ جنت میں پہنچانا دو حیثیت سے انعام تھا ایک تو فی نفسہ عذاب کی مصیبت سے بچانا دوسرے ہم ناکاروں کی ناچیز دعا قبول کر لینا اس لئے دو عنوانوں کو بیان کیا گیا ربط اور پر تکذیب کی سزا مذکور تھی آگے جھٹلانے والوں کا رد ہے اور جن امور کی وہ تکذیب کرتے تھے ان میں اصل تین چیزیں تھیں تو حید و رسالت اور دوبارہ قیامت میں زندہ ہونا ان آیتوں میں تینوں کی بابت ان کے اعتقادات و اقوال و خیالات کا رد ہے اور ختم سورت پر آپ کی تسلی ہے۔ فذکرنا ادبار النجوم

فَذَكَرْنَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا

تو آپ سمجھاتے رہے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون

مَجْنُونٍ ۝۳۰ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُّ

ہیں (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں) ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ

بِهِ رَبِّبُ الْهِنُونَ ۝۳۱

شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں

جیسا کہ درمنثور میں ہے کہ قریش دارالندوہ میں مجتمع ہوئے اور آپ کے بارہ میں یہ مشورہ قرار پایا کہ جیسے اور شعراء مر مرا گئے آپ بھی ان ہی میں سے ایک ہیں اسی طرح آپ بھی ہلاک ہو جاویں گے۔

قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْهَاتِرِينَ ۝۳۱

آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

یعنی تم میرا انجام دیکھو میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں اس میں اشارۃ پیشین گوئی ہے کہ میرا انجام فلاح و کامیابی ہے اور تمہارا انجام خسارہ اور ناکامی ہے اور یہ مقصود نہیں کہ تم مرو گے میں نہ مروں گا بلکہ ان لوگوں کا جو اس سے مقصود تھا کہ ان کا دین چلے گا نہیں یہ مرجائیں گے اور دین مٹ جائے گا اس کا رد مقصود ہے چنانچہ یوں ہی ہوا۔

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ

کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہے یا یہ ہے کہ یہ

طَاغُونَ ۝۳۲

شریر لوگ ہیں

وہ لوگ خود بھی عقل کا دعویٰ رکھتے تھے چنانچہ سورۃ احقاف میں ان کا قول گزر چکا ہے لو کان خیرا مآ سبقونا الخ کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ غریب مسلمان ہم سے پہلے اس پر سبقت نہ کر جاتے بلکہ ہم ہی اول قبول کرتے کیونکہ ہم عاقل ہیں دوسرے سرداران لوگوں میں بھی عقلاء مانے جاتے تھے یہاں ان کی عقل کی نارسائی دکھائی گئی ہے کہ پس یہی عقل ہے جو ایسی تعلیم دیتی ہے اور اگر یہ عقل کی تعلیم نہیں تو فقط شرارت اور خبط ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مضمون ان کے تینوں اقوال کا رد ہے کاہن اور مجنون اور شاعر کہنے کا پس ہر قول کا جدا جدا جواب بھی ہے اور عام جواب بھی ہے

أَمْ يَقُولُونَ تَقُولُهُ ۝۳۳

ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے

سو تحقیقی جواب تو اس کا یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ بات صرف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ بوجہ عناد کے اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۳۴

بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے

اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی آدمی تصدیق نہیں کرتا ہزار وہ حق ہو مگر وہ اس کی ہمیشہ نفی ہی کیا کرتا ہے اور دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ اچھا اگر یہ ان کا بنایا ہوا ہے (آگے ترجمہ)۔

فَلْيَا تُؤْبَحِدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝۳۳

تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام بنا کر لے آئیں اگر یہ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں کیونکہ آخر یہ بھی عربی دان اور بڑے فصیح و بلیغ اور زبان پر پورے قادر ہیں تو اس دعویٰ کے بھی دو جواب ہو گئے ایک تحقیقی اور واقعی اور دوسرا الزامی اور یہ سب مضامین رسالت کے متعلق ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخُلُقُونَ ۝۳۴

(آگے توحید کے متعلق گفتگو ہے کہ) کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود

أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ

پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا

حاصل یہ کہ توحید کا انکار وہ شخص کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے تنہا خالق ہونے یا اپنے مخلوق ہونے کا منکر ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے کو کسی خالق کا محتاج نہ سمجھے یہ صورت ام خلقوا من غیر شئی میں مذکور ہے دوسرے یہ کہ اپنے کو خالق کا محتاج جانے مگر خالق اپنے ہی کو مانے یہ صورت ام هم الخلقون میں مذکور ہے تیسرے یہ کہ اپنے کو خالق کا محتاج سمجھے مگر حق تعالیٰ کو تنہا خالق نہ مانے بلکہ کسی دوسرے کو بھی خالق ہونے میں شریک کرے خواہ اپنے ہی کو یا کسی اور کو اپنے آپ کو خالق سمجھنے کا رد ام خلقوا السموات میں ہو گیا اور کسی دوسرے کو شریک ماننے کا رد دوسری آیتوں میں مذکور ہے اور چونکہ وہ اپنے خالق نہ ہونے کو جلد ہی مان لیں گے اس لئے اس جگہ اسی کا رد کیا گیا پھر جو دلیل ان کے خود خالق نہ ہونے کی ہے وہی دوسروں کے خالق نہ ہونے کی ہے تو دوسروں کا خالق نہ ہونا اس کے بعد آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا اور چونکہ ان تینوں صورتوں کا باطل ہونا ظاہر تھا اس لئے یہاں تفصیل کے ساتھ رد نہیں کیا گیا صرف استفہام انکاری پر اکتفا کیا گیا چنانچہ پہلی صورت تو اس لئے باطل ہے کہ تمام عالم ممکن ہے جس میں خود یہ لوگ بھی داخل ہیں اور ممکن کا وجود اور عدم برابر ہوتا ہے تو وجود کی ترجیح کے لئے وہ یقیناً کسی مرتجح کا محتاج ہو گا اس لئے ہر شخص خالق کا ضرور محتاج ہے اور دوسری صورت اس لئے باطل ہے کہ ایک ہی چیز علت اور معلول اپنی ذات کے واسطے نہیں ہو سکتی اس لئے ہر شخص خود ہی خالق اور خود ہی مخلوق نہیں ہو سکتا اور تیسری صورت اس لئے باطل ہے کہ صانع عالم کا متعدد ہونا عقلی دلائل سے محال ہو چکا ہے چنانچہ پارہ سیمقول ان فی خلق السموات میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے اور دلائل کے علاوہ عرب والے خدا تعالیٰ کو تنہا خالق اور اپنے کو خالق کا محتاج مانتے تھے۔ لیکن غور نہ کرنے کی وجہ سے یہ نہ سمجھتے تھے کہ اس اعتقاد سے توحید لازم آگئی اس کو بھی ماننا چاہئے۔

بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۝۳۵

بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا) یقین نہیں لاتے آگے رسالت کے متعلق ان کے دوسرے خیالات کا رد ہے۔

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ

کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں خدا کی نعمت دے دیں۔

أَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ۝۳۶

یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے) حاکم ہیں

کہ جسے چاہیں نبوت دلوادیں۔

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَبْعُونَ فِيهِ ۚ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں اور کوئی دلیل تو ان کے پاس ہے نہیں۔

فَلْيَا تُمْسِتْهُمْ بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ۝۳۷

تو ان میں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہو وہ (اس دعویٰ پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے جس سے ثابت ہو کہ یہ شخص وحی سے مشرف ہوا ہے

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝۳۸

کیا خدا کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے تجویز ہوئے ہیں

اسی سے تمہارا خیالات کی حقیقت کھل گئی

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝۳۹

کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تبلیغ کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے سو یہ بات بھی نہیں

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝۴۰

کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کیا یہ لکھ لیا کرتے ہیں

کیونکہ جس دعویٰ پر کوئی دلیل قائم نہ ہو وہ غیب ہی کا دعویٰ ہو سکتا ہے

أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ

کیا یہ لوگ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں سو یہ کافر خود ہی (اس) برائی

اور ان کے لئے خدائی انتقام کی جلدی نہ کیجئے جس کو آپ مسلمانوں کے غلبہ کے واسطے چاہتے تھے۔

فَاتَّكَ بِأَعْيُنِنَا

کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں

پس اس خیال سے بھی جلدی نہ کیجئے کہ یہ لوگ اس مہلت کی بات میں کوئی ضرر آپ کو پہنچادیں گے خدا آپ کا محافظ ہے پھر کاہے کا ڈر۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝۲۸

اور اٹھتے وقت (مجلس سے یا سونے سے) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝۲۹

اور رات میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشاء) اور ستاروں سے پیچھے بھی

حاصل یہ ہوا کہ اگر ان کے کفر کا غم دل پر آوے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے دل کو خدا کی طرف مشغول رکھئے پھر فکر اور غم کا غلبہ نہ ہوگا اور ان اوقات کی تخصیص اہتمام ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ان اوقات میں زیادہ توجہ خدا کی طرف کی جائے مثلاً نماز پڑھی جائے اور مطلق ذکر بھی اس میں آگیا۔

سورة النجم مکیة و ایہا احدی او اثنتان و ستون اية ربط: او پر کی سورت میں توحید و رسالت و قیامت کا بیان تھا اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔ بسم الله الرحمن الرحيم والنجم تا الکبری

(۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ اَمْكِتَتْهَا (۲۳)

سورة نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝۱

قسم ہے (مطلق ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے

اس قسم کو آئندہ مضمون سے یہ مناسبت ہے کہ جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک تمام مسافت میں اپنی باقاعدہ رفتار سے ادھر ادھر نہیں ہوتا اسی طرح آپ بھی عمر بھر کو گمراہی سے محفوظ ہیں نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسے ستارہ سے رستہ کا پتہ چلتا ہے اسی طرح آپ سے بھی راہ حق کی ہدایت ہوتی ہے اور ستارہ سے ہدایت جیسی ہوتی ہے جب کہ وہ افق سے نزدیک ہو کیونکہ بیچ آسمان میں ہونے کے وقت سمت کا پتہ نہیں چلتا اور

الْهٰکِیْدُوْنَ ۝۳۲

میں گرفتار ہوں گے

چنانچہ انہوں نے حضور کی نسبت بد ارادے کئے اور بدر میں خود ہی مارے گئے۔

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝۳۳

کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے

آگے پھر رسالت کے متعلق ایک کلام ہے۔

وَ اِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا

اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ

سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ ۝۳۴

تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے

حاصل یہ کہ ان کو عناد کی وجہ سے کوئی بات حق نظر نہیں آتی پھر ان کے فرماشی معجزات پر کیوں توجہ کی جائے۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰی یَلْقَوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ

تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو

یُصْعَقُوْنَ ۝۳۵ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ

جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے جس دن ان کی تدبیریں ان کے کچھ

کِیْدُهُمْ شَیْئًا

بھی کام نہ آویں گے

جو دنیا میں اپنی کامیابی اور اسلام کی مخالفت کے بارہ میں کیا کرتے تھے۔

وَلَا هُمْ یُنصَرُوْنَ ۝۳۶ وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی اور ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب)

عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ وَلٰکِنْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۳۷

کے بھی عذاب ہونے والا ہے (جیسے قتل و قتل بدر) لیکن ان میں اکثر کو معلوم

وَاَصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ

نہیں اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے

زبان سے بعینہ ادا کرادیں گے اور دل میں محفوظ کر دیں گے۔ ان علینا جمعہ و قوائمه اور ایک روایت میں جبریل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب لے جا کر چھوڑ دیا آگے اس شبہ کا جواب ہے کہ وحی لانے والے کافر شتہ ہونا اور جبریل ہونا اس وقت معلوم ہو سکتا ہے جب آپ ان کو پہچانتے ہوں اور پوری پہچان اصلی صورت میں دیکھنے پر موقوف ہے تو کیا آپ نے ان کو اصلی صورت میں دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ ایسا بھی ہوا ہے۔

ذُومِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۖ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝

پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصل صورت پر آپ کے رو برو نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا

قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک بار حضور نے جبریل علیہ السلام سے درخواست کی کہ مجھ کو اپنی اصلی صورت دکھلا دو انہوں نے حراء کے پاس اور ایک روایت میں ہے کہ جباد میں وعدہ ٹھہرا آپ وہاں تشریف لے گئے تو مشرقی جانب میں دیکھا کہ ان کے چہ سو بازو ہیں اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ مغربی جانب تک گھیر رکھا ہے آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اس وقت جبریل علیہ السلام بصورت بشریہ آپ کی تسلی کے واسطے اتر آئے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ۖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ ۝

پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سود و کمائوں کے برابر

أَوْ أَدْنَىٰ ۖ

فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم

یعنی بہت کم فاصلہ رہ گیا اور یہ واقعہ آپ کے بیہوش ہونے کے بعد ہوا اور دو کمائوں کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب دو شخص باہم غایت درجہ کا اتفاق کرنا چاہتے تو دونوں اپنی اپنی کمائیں لے کر ان کے تانٹ کو باہم ملا دیتے اور اس ملانے میں بھی بعض اجزاء کے اعتبار سے کچھ فصل ضرور ہی رہتا ہے اور چونکہ یہ محض ظاہری اتفاق کی علامت تھی تو اگر روحانی اور قلبی اتفاق بھی ہو تو وہاں اور بھی کم فاصلہ ہوگا تو او ادنیٰ کہنے سے اشارہ ہو گیا کہ ظاہری قرب کے علاوہ آپ میں اور جبریل میں روحانی مناسبت بھی تھی غرض ان کی تسلی سے آپ کو تسکین ہوئی اور افاقہ ہوا۔

فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ ۝

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بند سے پرہیز نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی

افق کے قریب طلوع کے وقت بھی ہوتا ہے۔ لیکن غروب میں یہ بات زیادہ ہے کہ رستہ ڈھونڈنے والے اس وقت اس کو غیبت سمجھتے ہیں کہ اگر رستہ معلوم کرنے میں ذرا توقف کیا تو پھر غائب ہو جائے گا اور طلوع کے وقت بے فکری ہوتی ہے پس اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کرنے کو غیبت سمجھو اور شوق سے دوڑو

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ

یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق)

پیغمبر جن کے تمام احوال و افعال تم کو معلوم ہیں جن سے بشرط انصاف ان کی حقانیت پر استدلال کر سکتے ہو

وَمَا غَوَىٰ ۖ

سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہوئے

ضلال یہ ہے کہ بالکل رستہ بھول کر کھڑا رہ جائے اور غوایت یہ ہے کہ غلط راستہ کو راستہ سمجھ کر چلتا رہے یعنی جیسے تم ان کو دعویٰ نبوت وغیرہ میں بے راہ سمجھتے ہو یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ نبی برحق ہیں

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ

اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بنانے والے ہیں

جیسا تم لوگ کہتے ہو کہ قرآن خود گھڑ لیا ہے

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ

ان کا ارشاد وحی وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے

خواہ الفاظ وحی کیے گئے ہوں جو قرآن کہلاتا ہے یا صرف معانی کی وحی ہو جو سنت کہلاتی ہے اور خواہ وحی کسی خاص مسئلہ کی ہو یا قاعدہ کلیہ کی ہو جس سے آپ دوسرے واقعات کے لئے اجتہاد کرتے ہوں پس اس سے اجتہاد اور قیاس کی نفی نہیں ہوتی خلاصہ یہ کہ خدا کی طرف غلط بات کی نسبت نہیں کرتے۔

عَلَيْهِ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۖ

ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقت ور ہے پیدا کئی طاقتور ہے

مطلب یہ کہ یہ کلام کسی شیطان کے واسطے سے آپ تک نہیں پہنچتا کہ کاہن ہونے کا احتمال ہو بلکہ فرشتہ کے ذریعے سے آیا ہے اور فرشتہ بھی ایسا قوی کہ شیطان کی مجال نہیں کہ اس کے پاس بھی پھٹک سکے اس لئے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ فرشتہ وحی لے کر چلا ہو اور راستہ میں کوئی شیطانی تصرف ہو گیا ہو اور نازل ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے وعدہ کر لیا ہے کہ آپ کی

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝۱۷

نگاہ تو نہ ہٹی اور نہ بڑھی

بلکہ نہایت مستقل رہی۔

لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝۱۸

انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے مگر آپ کی وہی شان رہی۔

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝۱۹ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ

بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے

الْأُخْرَىٰ ۝۲۰

حال میں غور بھی کیا ہے

کہ وہ قابل پرستش ہیں

الَّذِينَ ذَكَرُوا لَهُ الْآلُتْنَىٰ ۝۲۱

کیا تمہارے لیے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں

جن کو اپنے لئے تم پسند نہیں کرتے

تِلْكَ إِذْ أَوَّسَيْتُهُنَّ أَنْ يَصْنَعْنَ

اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی

یہ عرف کی بناء پر فرمایا اور نہ خدا کے لئے بیٹا تجویز کرنا بھی ایسا ہی ہے

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَبَّحْتَ بِهَا

یہ (معبودات مذکور) نرے نام ہی نام ہیں

یعنی خیالی باتیں ہیں

أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ

جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان

سُلْطٰنٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَىٰ

(کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل بھیجی نہیں (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل

الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ

خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان

جس کی تعین خاص طور پر معلوم نہیں اور نہ معلوم ہونے کی ضرورت اور شاید اس وقت وحی نازل ہونا اس لئے ہوتا کہ اس سے معرفت میں اور زیادہ قوت ہو کیونکہ جب آپ اس وقت کی وحی کو جو جبریل علیہ السلام کی اصلی صورت دیکھنے کے بعد ہوئی اور دوسرے اوقات کی وحی کو جب کہ جبریل انسانی شکل میں آتے تھے ایک شان پر دیکھیں گے تو یقین میں اور زیادہ قوت ہوگی کہ دونوں حالتوں میں وحی لانے والا ایک ہی شخص ہے جیسا کہ ہم کسی آدمی کے لہجہ اور طرز کلام سے خوب آگاہ ہوں تو اگر وہ کبھی صورت بدل کر بھی بولتا ہے۔ تو صاف پہچانا جاتا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝۱۱

قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی

یہ ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ پوری پہچان اس پر موقوف ہے کہ قلب ادراک کرنے میں غلطی سے محفوظ ہو ورنہ اگر قلب کے ادراک میں خطا ہوگی تو ظاہری حواس میں بھی خطا ہوگی پس اس شبہ کا جواب دے دیا گیا کہ آپ کا دیکھنا صحیح طور پر تھا۔

أَفَتَضَرُّوْنَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝۱۲

تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو

اور اگر شناخت کے لئے مکرر دیکھنے کی ضرورت ہو تو سنو۔

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ

اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ

الْمُنْتَهَىٰ ۝۱۴

میں) دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

بس اب تو وہ وہم بھی زائل ہو گیا۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝۱۵

اس کے قریب جنت الماویٰ ہے

یعنی سدرۃ المنتہیٰ ایسی ممتاز جگہ ہے۔

إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝۱۶

جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھی جو چیزیں لپیٹ رہی تھیں

جو کہ ملائکہ تھے سونے کے پروانوں کی صورت۔

رکھنے والے کو اپنی نجات کی ضرورت فکر ہوتی ہے اور جب ملائکہ کو خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا کفر ہے تو بتوں کو بدرجہ اولیٰ شریک ٹھہرانا کفر ہے اسی لئے صرف اس پر اکتفا کیا گیا آگے اس عقیدہ کا بے دلیل ہونا بیان فرماتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا

حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں صرف بے اصل خیالات پر چل

الظن ج

رہے ہیں

یہ مضمون پہلے بھی آیا ہے مگر دونوں جگہ میں فرق یہ ہے کہ اوپر نقلی دلیل کا نہ ہونا بیان فرمایا تھا اور یہاں نقلی اور عقلی دونوں یا مقابلہ کی وجہ سے صرف عقلی دلیل کا نہ ہونا مراد ہے پس تکرار نہ رہا اور فرشتوں کا ذکر مکرر لانا شاید اس لئے ہو کہ ان کے مقبول و مقرب ہونے کی وجہ سے ان میں خدا کا شریک اور سفارش کرنے والا ہونے کا احتمال زیادہ ہو سکتا ہے۔

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ

اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے

فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ هَٰ عَن ذِكْرِنَا

تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور

وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۚ

بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطلب) مقصود نہ ہو

اس آیت کے ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ قیاس اور اجتہاد شرعی کے باطل ہونے پر اس سے استدلال کرتے ہیں بالکل غلط ہے کیونکہ قیاس شرعی کو بے اصل خیالات ہرگز نہیں کہہ سکتے اس کا ماخذ آیات و احادیث ہوتی ہیں ربط اوپر تو حید و رسالت کا اور کفار کے نہ ماننے کا ذکر تھا آگے اس ماننے نہ ماننے کی جزا و سزا کا ذکر ہے اور چونکہ اس کے نہ ماننے سے حضور کو رنج ہوتا تھا اس لئے تسلی سے اس مضمون کو شروع فرمایا ہے۔ فاعرض عن تا بمن اتقى

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ

ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے

کیونکہ اوپر ان کا ہٹ دھرم ہونا معلوم ہو چکا کہ باوجود ہدایت اور قرآن آ جانے کے پھر بھی یہ اپنے گمان اور خواہش پر چلتے ہیں اور ہٹ

الْهُدٰى ط

کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسول) ہدایت آ چکی ہے

آگے بت پرستی کی غایت کو باطل فرماتے ہیں

أَمْرٌ لِلنَّاسِ مَا تَمَنَّى ۖ فَلِلّٰهِ الْآخِرَةُ

کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے سو خدا ہی کے اختیار میں ہے

وَالْأُولٰٓئِ ۚ

آخرت اور دنیا

پس وہ جس کو چاہیں پورا فرمادیں۔

وَكَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِی

اور بہت سے فرشتے آسمان میں موجود ہیں ان کی

شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا

سفارش ذرا بھی کام نہیں آ سکتی

بلکہ خود شفاعت ہی نہیں پائی جاسکتی اور آسمان میں ہونے سے شاید ان کی بلندی شان کی طرف اشارہ کر دیا۔

إِلَّا مَنۢ بَعَدَ ۖ اِنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِهٰٓئِ يَشَآءُ

مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دیں اور (اس کے

وَيَرْضٰی ۚ

لئے شفاعت کرنے سے) راضی ہوں

یہ اس لئے بڑھادیا کہ بعض دفعہ انسان بلا رضامندی کے بھی کسی دباؤ یا مصلحت سے اجازت دے دیا کرتا ہے سو خدا پر کسی کا دباؤ نہیں۔

إِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَیَسْتَوُونَ

یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی)

الْبَلٰئِکَ تَسْبِیۡةً ۚ اَلَا نُنشِ ۚ

بٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں

اور ان کے کفر کے بیان میں آخرت کا ذکر شاید اس لئے کیا گیا ہو کہ یہ سب گمراہیاں آخرت کی بے فکری سے پیدا ہوئی ہیں ورنہ آخرت پر اعتقاد

دھرم سے قبول حق کی امید نہیں ہوتی۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ لَا

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے

جب کہ بے وقوفی اور بے فکری کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے تو ان کی فکر نہ کیجئے اور ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ کیجئے۔

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى ۝۳۰ وَ لِلَّهِ مَا فِي

اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ

ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان

أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا

کے (برے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) سزا دے گا نیک کام کرنے والوں کو

بِالْحُسْنَى ۝۳۱ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ

ان کے نیک کام کے عوض میں جزا دے گا وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور

الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ إِلَّا اللَّيْمَ ط

(ان میں) بے حیائی کی باتوں سے بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں مگر ہلکے ہلکے گناہ

یعنی اس جگہ جن نیک لوگوں کا محبوب ہونا مذکور ہوا ہے اس محبوبیت کے لئے اور نیک کہلانے کے لئے بڑے گناہوں سے بچنا تو شرط ہے اور صغیرہ گناہ اگر کبھی کبھی ہو جائیں ان سے نیکی میں خلل نہیں آتا البتہ ان پر اصرار نہ کرنا شرط ہے پس اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صفائے کی اجازت ہے اور نہ یہ سمجھا جاوے کہ نیک کام پر ثواب ملنا کبار سے بچنے پر موقوف ہے کیونکہ کبیرہ گناہ کرنے والا بھی جو نیکی کرے گا اس کی جزا پادے گا بلکہ کبار سے بچنا متقی اور محبوب بننے کے لئے شرط ہے اور اوپر کی آیت سے بدکاروں کو مایوسی کا وہم ہو سکتا ہے جس سے ایمان اور توبہ ہی کی ہمت ہار دیں اور اس آیت سے نیک لوگوں کو اپنے اچھے ہونے کا وہم ہو سکتا ہے آگے دونوں وہموں کو دور کرتے ہیں

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ

بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے

پس بدکاروں کو توبہ وغیرہ سے ہمت نہ ہارنا چاہئے وہ اگر چاہے تو شرک

و کفر کے سوا تمام گناہوں کو محض فضل سے معاف کر دے تو توبہ سے تو کیوں نہ معاف کرے گا اسی طرح نیک لوگوں کو عجب نہ کرنا چاہئے کیونکہ نیک کاموں میں بعض دفعہ ایسی مخفی آمیزش نفس وغیرہ کی ہو جاتی ہے جس سے وہ قابل قبول نہیں رہتے اور نیکی کا مدار قبول ہی پر تھا جب وہ قبول ہی نہ ہوئے پھر اپنے کو اچھا سمجھنا کیسا اور اس آمیزش کی خبر بعض دفعہ کرنے والے کو نہیں ہوتی مگر خدا کو تو معلوم ہے اور تم کو کسی بات کا معلوم نہ ہونا اور خدا کو معلوم ہونا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ پہلے سے ہی ایسا ہوتا آرہا ہے۔

هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ

وہ تم کو اور احوال کو (اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے

أَجْنَتْهُ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۝

پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے

اور ان دونوں وقتوں میں تم کو اپنا علم بالکل ہی نہ تھا اور ہم کو تھا پس اسی طرح اب بھی کسی حالت کو تمہارا نہ جاننا اور ہمارا جاننا عجیب نہیں اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ اس وقت تو ہم کو شعور نہ تھا اور اب شعور ہے اس وقت کی حالت کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے انکشاف کے لئے صرف شعور ہونا کافی نہیں بلکہ معلومات کے ساتھ شعور کا متعلق ہونا بھی شرط ہے اور ممکن ہے کہ کسی حالت کے ساتھ شعور متعلق نہ ہو چنانچہ بہت حالات میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے اور مقصود آیت کا صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا علم ذاتی ہونے کے سبب کامل اور ہر حالت میں برابر ہے اور تمہارا علم حادث ہونے کی وجہ سے ناقص ہے اور کسی وقت نہیں بھی تھا پس مخفی خرابیوں کا اعمال حسنہ میں تم سے پوشیدہ رہ جانا عجیب نہیں اور اس مقام کی یہ تقریر بھی ہو سکتی ہے کہ نیک ہونے کا مدار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ کا حال تم کو معلوم نہیں جیسا کہ ابتدا کی حالت معلوم نہیں اور اللہ کو معلوم ہے پھر تعجب کیوں کیا جائے اور ایک حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ حضورؐ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ماں کے پیٹ میں نیک بخت اور بد بخت کر دیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَلَا تَزْكُوا أَنفُسَكُمْ ۝ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۝۳۲

تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو پس (تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے

کہ کون متقی ہے اور کون نہیں گو تقویٰ کے افعال ظاہر میں دونوں سے صادر ہوتے ہیں۔

رابطہ: اوپر بدکاروں اور نیک کاروں کا مجملہ بیان تھا پھر نیک کاروں

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝

اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی کمائی ملے گی

یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آوے گا پس اگر ملامت کرنے والے کے پاس ایمان ہوتا بھی جب بھی اس شخص کے کام نہ آتا چہ جائیکہ وہاں بھی ندارد ہے اور اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ثواب پہنچانے سے ثواب پہنچنے کی اس آیت سے نفی نہیں ہوتی۔

وَأَنْ سَعْيُهُ سَوْفَ يَرَى ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ

اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا

الْجَزَاءِ الْأَوْفَى ۝

بدلہ دیا جائے گا

پھر باوجود اس کے یہ شخص اپنی فلاح سے کیسے غافل ہو گیا

وَأَنْ إِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى ۝ وَأَنَّهُ هُوَ

اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے

أَصْحَاكُ وَأَبْكِي ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝

اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رولاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى ۝

اور جلاتا ہے اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب

مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَى ۝

(رحم میں) ڈالا جاتا ہے

یعنی تمام تصرفات کا مالک خدا ہی ہے پھر وہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ قیامت کے روز مجھ کو عذاب سے بچانا کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو جاوے گا

وَأَنْ عَلَيْهِ النَّشْأَةُ الْآخِرَى ۝

اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے

یعنی ایسا ضروری ہونے والا ہے جیسے کسی کے ذمہ ہو تو اس شخص کے نڈر ہونے کی یہ وجہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ قیامت نہ آوے گی

وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ

اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ (دے کر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے اور یہ کہ

کی نیکی کی کچھ وضاحت تھی آگے بدکاروں کی برائی کی کچھ وضاحت فرماتے ہیں اور شان نزول اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص اسلام لے آیا تھا کسی نے اس کو ملامت کی اس نے کہا کہ میں عذاب سے ڈرتا ہوں تو وہ بولا کہ مجھ کو کچھ دے دے میں تیری طرف سے عذاب اپنے سر رکھوں گا چنانچہ کچھ دے دیا اس نے اور مانگا نہایت کشاکشی سے اس نے اور بھی کچھ دیا اور بقیہ کی دستاویز مع گواہوں کے لکھ دی اور روح المعانی وغیرہ میں اس شخص کا نام لکھا ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ تھا اس کا کچھ میلان اسلام کی طرف ہو چلا تھا اور ظاہر ہے کہ جس کسی شخص کی ایسی حالت ہو آیت سب کو شامل ہے افریت الذی تا تماری۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۝ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے دین حق سے (روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور

وَأَكْذَى ۝ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى ۝

پھر بند کر دیا کیا اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ سے) علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے

یعنی جس نے اپنے مطلب کے واسطے مال دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا نہ دیا اور اسی سے سمجھ لو کہ دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے تو وہ کیا خرچ کرے گا جب اپنے ہی مطلب کے لئے پورا خرچ نہ کر سکا پس اس سے بخل کی مذمت مقصود ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص میری طرف سے عذاب اپنے سر دھر لے گا۔

أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِأَنِّي صُحُفٌ مُّوسَىٰ ۝

آیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے

درمنثور کی روایت کے موافق یہ دس صحیفے تورات کے علاوہ ہیں۔

وَأَبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۝ أَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی اور وہ مضمون یہ ہے

وَوَزَّرَ آخَرَىٰ ۝

کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا

یعنی ایسے طور پر نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بالکل بری ہو جاوے پھر یہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ میرا سارا گناہ یہ ملامت کرنے والا اپنے سر رکھ لے گا اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ گمراہ کرنے والے کو گناہ نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ کرنے کا عذاب بھگتے گا۔

پس کسی کے بھروسہ پر بے فکری کی گنجائش نہیں۔

أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝

سو کیا (ایسی خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الہی) سے تعجب

وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝ وَأَنْتُمْ سِيدُونَ ۝

کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝

اور تم تکبر کرتے ہو سو اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کی بلا شرکت) عبادت کرو

تا کہ تم کو نجات ہو اور تینوں مضامین کا یہاں مذکور ہونا ترجمہ سے ظاہر ہے

سورة القمر مکیة و ایہا خمس و خمسون کذا فی البیضاوی

رابط: سورت سابقہ کے ختم پر ازفت الازفة میں قیامت کے قریب ہونے کا مضمون تھا اسی مضمون سے یہ سورت شروع ہوئی ہے اس کے بعد شق القمر کا ذکر ہے کہ قرب قیامت کا موکد ہے اس کے ساتھ تکذیب کرنے والوں کی حالت پر آپ کی تسلی اور قیامت کے واقعات سے منکروں کو دھمکی

ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم اقتربت الساعة تا يوم عسر

(۵۴) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۳۷)

سورہ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچپن آیتیں ہیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۝ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا

جو کہ قیامت کے قرب ہونے کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ شق القمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جس سے نبوت ثابت ہوتی ہے اور نبی کا ہر قول سچا ہے پس آپ کا قیامت کے نزدیک آنے کی خبر دینا بھی صحیح ہے اس سے ڈرانے والی چیز کا پایا جانا یقینی ہو گیا

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعَرِّضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَسِيرٌ ۝

اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو

ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے

مطلب یہ ہے کہ یہ باطل ہے اس کا اثر باقی نہ رہے گا تو جس چیز پر

الشَّعْرَى ۝

وہی مالک ہے ستارہ شعری کا بھی

شاید اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جن چیزوں کو اپنا معین و مددگار سمجھتے ہیں جیسے مال اور وہ ستارے جن کی پرستش لوگ کرتے ہیں ان کے مالک بھی ہم ہی ہیں پھر قیامت میں دوسرے شخص کو کیا اختیار پہنچ سکتا ہے۔

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى ۝ وَثَمُودًا ۝

اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور ثمود کو

فَمَا أَبْقَى ۝ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۝ إِنَّهُمْ

بھی کہ (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک

كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَى ۝

کیا بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے

کہ ساڑھے نو سو برس کی ہدایت میں بھی راہ پر نہ آئے

وَالْهُوَ تَفَكَّهُ أَهْوَى ۝ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّى ۝

اور اٹھی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے گھیر لیا

یعنی اوپر سے پتھر برسا شروع ہوئے پس یہ شخص اگر ان قصوں میں غور کرتا تو کفر کی مصیبت سے ڈرتا اور بے فکر نہ ہوتا آگے بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ کو ایسے ایسے مضامین سے آگاہ کیا جاتا ہے جن میں سے ہر مضمون ہدایت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ایک مستقل نعمت ہے۔ ربط اوپر تو حیدور رسالت و جزا و سزا کی تفصیل تھی آگے خاتمہ میں بھی یہی تینوں مضامین اجمالی طور پر ملے جلے بیان فرمائے گئے ہیں ہذا نذیر تا و اعبدوا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تُتْمَارَى ۝ هَذَا نَذِيرٌ ۝

سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک (و انکار) کرتا رہے گا یہ پیغمبر بھی

مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَى ۝ أَزِفَتِ الْأَزِفَةُ ۝

پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی آنے

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝

والی چیز قریب آ پہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ

کیفیت یہ ہے کہ خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتیں تو آپ

عَنْهُمْ م

ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے

اس میں آپ کی تسلی ہے کہ جب وہ وقت قیامت اور عذاب کا آوے گا جس سے ان کو ڈرایا جاتا ہے اس وقت ان کو خود معلوم ہو جاوے گا آگے اس دن کا بیان ہے۔

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ نَّكِرٍ ۝ خُشَعًا

جس روز ایک بلانے والا فرشتہ (ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلاوے گا ان

أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

کی آنکھیں مارے ذلت کے جھکی ہوں گی اور قبروں سے اس طرح نکل رہے

كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مَّهْطَعِينَ

ہوں گے جیسے نڈی پھیل جاتی ہے اور پھر نکل کر (بلانے والے کی طرف یعنی میدان حساب کی طرف جہاں جمع ہونے کیلئے بلانے والے نے پکا ہے۔

إِلَى الدَّاعِ ط

دوڑے چلے جا رہے ہوں گے

اور ایک آیت میں مقنعی رؤسہم لا یرتد الیہم طرفہم کہ سر جھکاتے ہوئے جائیں گے آنکھیں جھپکتی بھی نہ ہوں گی بلکہ پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی سودوئوں میں مطابقت اس طرح ہے کہ وہاں مختلف حالتیں ہوں گی کبھی حیرت کے آثار کا غلبہ ہوگا کبھی ہیبت اور ذلت کے آثار کا غلبہ ہوگا۔
رابطہ: اوپر بیان ہوا ہے کہ لوگوں کے پاس عبرت آمیز خبریں آچکی ہیں آگے بعض عبرت کی خبروں کا بیان ہے کذب قبلہم تا من مدکر

يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ كَذَّبَتْ

کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے ان لوگوں سے پہلے قوم نوح نے

قَبْلَهُمْ قَوْمٌ نُوحٍ فكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا

تکذیب کی یعنی ہمارے بندہ (خاص نوح) کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون

قیامت سے ڈرنا موقوف ہے یعنی نبوت کا اعتقاد یہ لوگ خود اس کی دلیل ہی میں تامل نہیں کرتے اور اس کو باطل سمجھتے ہیں پھر کیا ڈریں گے اور شق القمر کا معجزہ ہونا اور واقع ہو چکنا صحیحین وغیرہ میں بہت سے مختلف طریقوں سے بہت سے صحابہ سے مروی ہے صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور ایک اس سے ہٹا ہوا تھا اور حضور نے یہ بھی فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ اور بھٹی کی روایت میں ہے کہ چاروں طرف کے آنے والے مسافروں سے پوچھا انہوں نے بھی اپنا دیکھنا بیان کیا اور بعض لوگوں نے بلادلیل محض وہم سے بعید سمجھ کر اور تاریخ میں منقول نہ ہونے کی بناء پر اس میں تاویل کی ہے کہ قیامت میں ایسا ہوگا لیکن معجزہ تو ہمیشہ عادت سے بعید ہوتا ہے اس سے مکان کی نفی تو نہیں ہوتی اور تاریخ میں منقول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بعض جگہ تو اختلاف مطالع کی وجہ سے چاند غائب ہوگا اور تھوڑی دیر کا قصہ تھا کوئی شخص ہر وقت چاند کو ٹکا نہیں کرتا اور اس وقت تاریخ کا اس قدر اہتمام بھی نہ تھا رہا بعید ہونا یہ تو قیامت میں بھی مشترک ہے پھر وہاں ماننا یہاں نہ ماننا زبردستی ہے اور صیغہ ماضی سے معلوم ہوتا ہے کہ شق القمر ہو چکا اور اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔ وان یروایہ یعرضوا الخ کیونکہ اگر قیامت میں شق القمر ہوا تو اس وقت کوئی اس کو جادو نہ کہے گا اس وقت سب کو قدرت الہی کا پورا یقین ہوگا۔

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ

اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی

یعنی ان کا انکار کسی صحیح دلیل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا سبب خواہش کا اتباع اور ہٹ دھرمی سے حق کا جھٹلانا ہے

وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝

اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے

یعنی اگرچہ حق اس وقت بھی متعین ہے مگر کم فہموں کی سمجھ میں اگر اب نہیں آتا تو چند دنوں کے بعد ان کو بھی معلوم ہو جائے گا بشرطیکہ وہ غور سے کام لیں کہ یہ ختم ہونے والا جادو ہے یا باقی رہنے والا سچا طریقہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہر بات کو اپنی اصلی حالت پر آ کر قرار آ جاتا ہے اور حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا علامات و آثار سے عام طور پر متعین ہو جاتا ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝

اور ان لوگوں کے پاس (تو اہم ماضی کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں کافی عبرت ہو (یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی حاصل ہو سکتی ہے سوان کی

یعنی جس چیز سے ڈرایا تھا وہ کیسا پورا پورا ہو کر رہا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے

اور لوگوں کے لئے بوجہ بیان واضح ہونے کے عموماً اور اہل عرب کے لئے بوجہ عربی زبان ہونے کے خصوصاً یہ قرآن آسان ہے بعض لوگوں کو اس آیت پر سرسری نظر کرنے سے مجتہد بننے کی ہوس ہوئی لیکن عبرت و نصیحت کے لئے آسان کر دینے سے یہ لازم نہیں آیا کہ اس سے احکام کا استنباط کرنا بھی آسان ہے اس کا تو سیدھا مطلب یہ ہے کہ ترغیب و ترہیب کے متعلق جو مضامین قرآن میں ہیں وہ نہایت واضح ہیں اور استنباط کے طریقوں کا دقیق ہونا تو خود ظاہر ہے و کذب عاد قادمہ کر۔

فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝۱۴ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ

سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے عادی نے بھی اپنے پیغمبر کی تکذیب کی

عَذَابِي وَنُذُرِ ۝۱۵ اِنَّا ارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

سو (اس کا قصہ سنو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک تند ہوا

فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَبِرٍّ ۝۱۶

جس جی ایک دوامی نحوست کے دن میں

یعنی وہ زمانہ ان کے حق میں ہمیشہ کے لئے اس لئے منحوس رہا کہ اس روز جو عذاب آیا وہ عذاب قبر سے متصل ہو گیا پھر کفار سے عذاب کبھی منقطع نہ ہوگا اور یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے پس دوسری جگہ جو ایام یعنی چند دن مذکور ہوئے ہیں اس سے تعارض نہیں اور نحوست کی تحقیق سورہ صافات میں گزر چکی ہے۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَانَهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۱۷

وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑا کھاڑ کر پھینکی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں

اس تشبیہ میں ان کے طویل القامت و عظیم الجثہ ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝۱۸ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

سو دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہولناک ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت

الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۹

حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا

مَجْنُونٌ ۝۲۰ وَازْدَجَرَ ۝۲۱ فَاَرَبُّهُ اِنِّي مُغْلُوبٌ

ہے اور نوح کو دھمکی دی گئی تو نوح نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درمائدہ

فَانْتَصِرُ ۝۲۲

ہوں سو آپ ان سے انتقام لے لیجئے

یعنی میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا آپ ان کو ہلاک کر دیجئے

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۲۳

پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى

دیئے اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا پانی اس کام

أَمْرٍ قَدِيرٍ ۝۲۴

کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علم الہی میں) تجویز ہو چکا تھا

مراد اس کام سے کفار کی ہلاکت ہے یعنی دونوں پانی مل کر طوفان بڑھا جس میں سب غرق ہو گئے۔

وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاجِحِ وَدُسِّرُ ۝۲۵ تَجَرَّى

ہم نے نوح کو تختوں اور میٹھوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین

بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرًا ۝۲۶

کے) سوار کیا یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی تھی

تا کہ وہ اور ان کے ساتھی طوفان سے محفوظ رہیں

مراد نوح علیہ السلام ہیں اور رسول کی بے قدری سے خدا کے ساتھ بھی کفر لازم آ گیا پس یہ شبہ نہ رہا کہ یہ غرق کرنا کفر باللہ کے عوض میں نہ ہوا تھا۔

وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۲۷

اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا

یعنی حکایات اور تذکروں میں اس واقعہ کو باقی رکھا

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝۲۸

کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝۲۳

ہے ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی

کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب سے سب پیغمبروں کی تکذیب لازم آتی ہے۔

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّمَّا وَاحِدًا تَتَّبِعُهُ لَا

اور کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے

یعنی یا تو فرشتہ ہوتا تو ہم دین میں اس کا اتباع کرتے یا حشم و خدم والا ہوتا تو دنیوی امور میں اس کو بڑا بناتے لیکن جب کہ وہ بشر ہے اور حشم و خدم سے اکیلا ہے تو نہ دنیوی امور میں بڑا بننے کے قابل ہے نہ دینی امور میں اتباع کے قابل ہے۔

إِنَّا إِذَا أَلْفَىٰ ضَلِيلٌ وَسُعِيرٌ ۝۲۴ أُلْقَىٰ الذِّكْرُ

اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور بلکہ جنون میں پڑ جائیں کیا ہم سب میں سے (منتخب

عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝۲۵

ہو کر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور بڑا شیخی باز ہے

شیخی کے مارے ایسی باتیں بڑائی کی کرتا ہے کہ لوگ مجھ کو سردار بنالیں حق تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان کو بکنے دورِ نَجْمِ مت کرو

سَيَعْلَبُونَ غَدًا مِّنَ الْكَذَّابِ الْأَشِرِّ ۝۲۶

ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا

یعنی یہی لوگ شیخی باز تھے کہ نبوت کے انکار میں جھوٹے تھے اور نبی کے اتباع سے بوجہ شیخی کے عار کرتے تھے۔

إِنَّا مُرْسَلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے سوان کو دیکھتے بھالتے

وَاصْطَبِرْ ۝۲۷ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ

رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) ان

بَيْنَهُمْ ۝۲۸

میں بانٹ دیا گیا ہے

یعنی جب اونٹنی پیدا ہو تو ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ تمہارے مواشی کی اور اونٹنی کی باری مقرر ہو گئی ہے

كُلُّ شَرِبٍ مُحْتَظَرٌ ۝۲۸ فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ

ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا سوانہوں نے اپنے رفیق (قدار)

فَتَعَاظَىٰ فَعَقَرَ ۝۲۹ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

کو بلایا سواں نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مار ڈالا سو (دیکھو) میرا عذاب اور

وَنُذِرُ ۝۳۰ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً

ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے)

فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظَرِ ۝۳۱

ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی بگاڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا

یعنی اونٹنی اپنی باری میں پانی پیوے اور مواشی اپنی باری میں چنانچہ اونٹنی پیدا ہوئی اور صالح علیہ السلام نے اسی طرح فرما دیا یعنی کھیت یا مواشی وغیرہ کی حفاظت کے لئے جیسے کانٹوں وغیرہ کی باڑ لگا دیتے ہیں اور چند روز بعد سب چورا چورا ہو جاتا ہے اسی طرح وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے عرب کے لوگ اس صورت کو رات دن دیکھتے تھے تو وہ اس تشبیہ کو خوب سمجھتے تھے کذب قوم لوط مدکرہ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیئے سو کیا کوئی

مَذْكِرٌ ۝۳۲ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ۝۳۳

نصیحت حاصل کرنے والا ہے قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی ہم

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ط

نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ

نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ۝۳۴

ان کو اخیر شب میں بچالیا

ان کو عذاب سے پہلے بستی کے باہر کر دیا۔

نِعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا ط كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ

اپنی جانب سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اسے ایسا ہی صلہ

شَكَرَ ۝۳۵

دیا کرتے ہیں

یعنی ایمان والوں کو قہر سے بچا لیتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَبَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝۳۶

اور قبل عذاب آنے کے (لوط نے ان کو ہماری واروگیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے

یعنی یقین نہ لائے اور جب لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے مہمان بن کر آئے اور ان لوگوں کو حسین لڑکوں کا آنا معلوم ہوا تو ان کی قوم نے بڑا سراٹھایا۔

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ

اور ان لوگوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا

جس سے لوط علیہ السلام اول گھبرائے مگر فرشتوں نے تسلی کی کہ ہم آدمی نہیں ہیں خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ

سو ہم نے ان کی آنکھیں

یعنی جبریل علیہ السلام نے اپنا پران کی آنکھوں پر پھیر دیا جس سے اندھے بھٹ ہو گئے۔

فَذُوقُوا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۳۷

چو پٹ کر دیں کہ لومیرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو

پہلے اندھے ہونے کے عذاب پر یہ کہا گیا ہے اور یہاں ہلاکت کے عذاب پر پس تکرار نہیں ہوا ولقد جاء تا عزیز مقتدر

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ ۝۳۸

(یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ان پر عذاب دائمی

فَذُوقُوا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۳۹

آپہنچا اور ارشاد ہوا کہ لومیرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور ہم نے

الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ ۝۴۰

قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے

جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝۴۱

والا ہے اور فرعون اور فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں

مراد موسیٰ علیہ السلام کے اقوال اور معجزات ہیں

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذْبًا فَآخَذْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزٌ

ان لوگوں نے ہماری (ان تمام نشانیوں کو جھٹلایا سو ہم نے ان کو زبردست

مُقْتَدِرٌ ۝۴۲

قدرت کا پکڑنا پکڑا

یعنی ان سے جو مقصود تھا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توحید کو ثابت کرنا اس کو جھٹلایا ورنہ واقعات کے پائے جانے کی تکذیب تو ہو نہیں سکتی زبردست قوت والے سے حق تعالیٰ مراد ہیں یعنی جب ہم نے ان کو قہر سے پکڑا تو اس پکڑ کو کوئی نہیں دفع نہیں کر سکا ربط اور عذاب سے ہلاک ہونے والوں کے قصے مذکور تھے آگے کفار مکہ کا مستحق عذاب ہونا بتلاتے ہیں کیونکہ کفر جو عذاب کی علت ہے ان میں بھی موجود تھا اور اخیر میں مقابلہ کے طور پر متعین کو بشارت بھی دی گئی ہے حاصل یہ کہ یہ قصے پہلے کفار کے اور کفر کی وجہ سے ان پر عذاب آنے کے تم نے سن لئے اب جب کہ تم بھی اسی جرم کفر میں مبتلا ہو تو تم پر عذاب نہ آنے کی کیا وجہ اکفار کم تا مقتدر

أَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَئِكَ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ ۝۴۳

کیا تم میں جو کافر ہیں ان میں ان (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا

فِي الذُّبُرِ ۝۴۴ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَبِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝۴۵

تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے

جس کی وجہ سے یہ لوگ باوجود کفر کا جرم کرنے کے سزا نہ پائیں یعنی ان کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عذاب دفع کرنے کی کوئی قوت ہے تو کیا عذاب سے بچنے رہنے کی یہ علت ہے مگر پہلی دو باتوں کا غلط ہونا تو ظاہر ہے اور تیسری بات اگرچہ فی نفسہ ممکن ہے مگر دلائل سے ثابت ہے کہ وہ یقیناً مغلوب ہوں گے اور اس وقت ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جاوے گا۔

سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدَّبْرَ ۝۴۵

عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے

اور یہ پیشین گوئی غزوہ بدر و احزاب وغیرہ میں واقع ہوئی اور یہی نہیں کہ اس دنیوی عذاب پر بس ہو کر رہ جاوے گا۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى

بلکہ قیامت ان کا اصل وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت

وَأَمْرٌ

اور ناگوار چیز ہے

اس کو کوئی ہلکی چیز نہ سمجھیں اور وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔

إِنَّ الْبُحْرَيْنِ فِي ضَلٍّ وَسُعْرٍ

یہ بحرین (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں

اور وہ غلطی عنقریب ان کو کھلی آنکھوں ظاہر ہو جاوے گی۔

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ

جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے (تو ان سے

ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ

کہا جاوے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو

اور اگر ان کو اس سے شبہ پیدا ہو کہ قیامت ابھی کیوں نہیں آ جاتی

تو اس کی وجہ آ گئے آتی ہے۔

إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے

جو ہمارے علم میں ہے یعنی ہر چیز کا وقت وغیرہ اپنے علم میں مقرر کیا ہے اسی طرح قیامت کے آنے کا بھی ایک وقت معین ہے پس اس وقت واقع نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا اس سے یہ کیونکر سمجھ گئے کہ کبھی نہ آوے گی۔

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ

اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکنا

اور اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ ہمارا طریقہ خدا کو ناپسند نہیں ہے تو اگر قیامت آئی بھی تب بھی ہم کو ضرر نہیں اس کی بابت سن رکھو۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاءَكُمْ

اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں

جو اس طریقہ کے عند اللہ ناپسند ہونے کی دلیل ہے اور وہی طریقہ تمہارا ہے پس لامحالہ خدا کو تمہارا طریقہ ناپسند ہے اور یہ دلیل بہت صاف ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے اعمال خدا کے علم سے غائب رہ جاویں تاکہ باوجود کفر کے ناپسند ہونے کے پھر بھی سزا سے بچنے کا احتمال ہو۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزَّيْرِ

اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمال ناموں میں مندرج ہے

اور حق تعالیٰ کو بھی معلوم ہیں اعمال ناموں میں حجت پوری کرنے کے لئے درج کئے گئے اور یہ نہیں کہ ان میں کچھ لکھا گیا ہو کچھ رہ گیا ہو بلکہ (آگے ترجمہ)

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌّ

اور چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے

پس ان پر عذاب واقع ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا یہ تو کفار کا حال ہوا

إِنَّ الْتَّقِيْنَ فِي جَدَّتٍ وَنَهْرٍ فِي مَقْعَدٍ

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں

صَدَقَ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْدِرٍ

قدرت والے بادشاہ کے پاس

یعنی جنت کے علاوہ ان کو قرب بھی ہوگا واللہ اعلم

سورة الرحمن مكية او مدنية او متبعضة وايها ست

و سبعون كذا في البيضاوي

رابط: سورت گذشتہ میں زیادہ مضمون عذاب کا تھا اور کچھ اول و آخر میں نعمتوں کا مضمون بھی تھا اور اس سورت میں زیادہ مضمون نعمتوں کا ہے کچھ دنیوی اور کچھ اخروی اور درمیان میں کچھ مضمون عذاب کا بھی ہے اگرچہ اس حیثیت سے کہ وہ ہدایت کا سبب ہو جاتا ہے وہ بھی نعمتوں میں داخل ہے اسی وجہ سے نعمتوں کی طرح اس کے بعد بھی فبای الاء ربکما تکذبان فرمایا ہے اور یہ آیت اس سورت میں اکتیس جگہ آئی ہے اور چونکہ ہر جگہ جدا نعمتیں مراد ہیں اس لئے معنوی تکرار نہیں ہے صرف لفظی تکرار معلوم ہوتا ہے اور ظاہری تکرار سے تاکید کا فائدہ بھی ہے اور اس قسم کا تکرار جو کہ قد مکرر سے بھی زیادہ شیریں ہے عرب و عجم کے کلام نثر و نظم میں بکثرت بلا انکار کے مستعمل ہے چنانچہ اپنے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے تمام

الشَّهْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ

سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنے کے درخت اور

وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝

تنے دار درخت دونوں اللہ کے مطیع ہیں

سورج اور چاند کا چلنا تو اس لئے نعمت ہے کہ اس پر رات اور دن جاڑا اور گرمی اور دنوں اور مہینوں کی شمار وغیرہ مرتب ہوتی ہیں اور درختوں کی اطاعت اس لئے نعمت ہے کہ حق تعالیٰ ان میں بہت سے منافع پیدا فرماتے ہیں اور وہ تابعدار ہو کر ان منافع کی پیدائش کو قبول کرتے ہیں پھر وہ منافع استعمال میں آتے ہیں اور درختوں کے سجدہ سے مراد بھی اطاعت اور تابعداری ہے۔

وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا

اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا

جس میں دوسرے منافع کے علاوہ جو کہ آسمان سے متعلق ہیں بڑی منفعت یہ ہے کہ صانع عالم پر اس سے استدلال ہوتا ہے۔

وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝

اور اسی نے دنیا میں (ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو

یعنی جب یہ اتنی بڑی منفعت کے لئے مقرر کی گئی ہے کہ حقوق کے ادا کرنے اور وصول کرنے کا ذریعہ ہے جس سے ہزاروں ظاہری اور باطنی خرابیاں دفع ہوتی ہیں تو تم اس نعمت کا خاص طور پر شکر کرو اور اسی شکر یہ میں سے یہ بھی ہے کہ وزن کو ٹھیک رکھو۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا

اور انصاف (اور حق رسانی) کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت

الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝

اور اسی نے خلقت کے واسطے زمین کو اس جگہ رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں

فِيهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝

اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے اور (اس میں)

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝

غلہ ہے جن میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور اس میں غذا کی چیز بھی ہے

اہل زبان اس طرح گفتگو کرتے ہیں۔ الم احسن الیک بان خولتک فی الاموال الم احسن الیک بان فعلت بک کذا و کذا کیا میں نے تجھ پر یہ احسان نہیں کیا کہ بہت سامان تجھ کو دیا گیا کیا میں نے تجھ پر یہ احسان نہیں کیا کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کئے اس موقع پر یہ لفظ بار بار کہا جاتا ہے کہ کیا میں نے تجھ پر یہ احسان نہیں کیا اور مہمل شاعر کلیب کے مرثیہ میں علی ان لیس عدلا من کلیب اس مصرعہ کو سات جگہ مکرر لایا ہے اور فارسی اور اردو کی نظموں میں اس کی کثرت کسی پر مخفی نہیں علاوہ ازیں یہ کہ اگر اس آیت کے مکرر ہونے سے فصاحت و بلاغت میں ذرا بھی کمی آتی تو سب سے پہلے وہ کفار عرب جو ہر وقت قرآن میں عیب نکالنے کے لئے تیار رہتے تھے جن کو غیرت دلا دلا کر یہ کہا گیا تھا کہ قرآن کی مثل ایک ہی آیت بنا کر لے آؤ وہ ضرور اس جگہ کلام کرتے مگر کسی نے اس سورت پر کچھ بھی اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ کھلی آنکھوں دیکھتے تھے کہ جس جگہ فباى الاء ربکما تکذبان لایا گیا ہے اگر اس کو وہاں سے حذف کر دیا جائے تو کلام کی شیرینی باقی نہ رہے گی بلکہ یہ آیت ہر جگہ قد مکرر سے بھی زیادہ شیریں ہے جس کو اہل زبان ہی خوب سمجھتے ہیں ۱۲ ملخص

بسم الله الرحمن الرحيم الرحمن تا کالاعلام

(۵۵) سُورَةُ الرَّحْمَنِ بِمَكْرَنِيَّتِهَا (۹۷)

سورہ رحمن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی

یعنی خدا کی بے شمار نعمتیں ہیں ان میں سے ایک روحانی نعمت یہ ہے کہ اس نے قرآن کو نازل کیا کہ اس کے بندے اس پر ایمان لا کر اس کا علم حاصل کر کے اس سے منتفع ہوں آگے ایک جسمانی نعمت کا ذکر ہے جس پر یہ روحانی نعمت موقوف ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَيْهِ الْبَيَانُ ۝

اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو گویائی سکھلائی

جس پر ہزاروں منافع مرتب ہوتے ہیں جن میں سے ایک قرآن کا دوسرے کی زبان سے پہنچنا اور دوسروں کو پہنچانا بھی ہے آگے ایک آفاقی نعمت کا ذکر ہے۔

جیسے بہت سی ترکاریاں وغیرہ۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿١٣﴾

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے
یعنی باوجود نعمتوں کی اس کثرت اور عظمت کے جن میں یہ نعمتیں بھی
داخل ہیں منکر ہونا بڑی ہٹ دھرمی بلکہ بدیہی اور حسی نعمتوں کا انکار ہے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾

اسی نے انسان کی اصل اول یعنی (آدم) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾

بجٹی تھی پیدا کیا اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا سوائے جن و انس

اور پھر دونوں کی نسل تو والد اور تناسل کے ذریعہ سے چلی

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾

وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا

مراد اس سے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کی جگہ ہے اس میں
بھی نعمت کی وجہ ظاہر ہے کہ رات اور دن کے شروع اور ختم ہونے کے
ساتھ بہت سے اغراض متعلق ہیں

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

مالک ہے سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ
گے اسی نے دو دریاؤں کو ملا دیا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں اور حقیقت

يَلْتَقِينَ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنِ ﴿٢٠﴾

ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی ہے) کہ دونوں بڑھ نہیں سکے
جس کی شرح سورہ فرقان کے ختم سے کچھ پہلے گزر چکی ہے اور آب
شور اور آب شیریں کے منافع بھی ظاہر ہیں اور دونوں کے ملنے میں یہ نعمت
بھی ہے کہ اس سے خدا کی قدرت پر استدلال ہوتا ہے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان

الطُّلُوءِ وَالْمَرْجَانِ ﴿٢٢﴾

دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے

موتی مونگے کے منافع اور ان کا نعمت ہونا ظاہر ہے اور جو لوگ موتی
مونگے کے ٹکٹے کو دریائے شور کے ساتھ خاص کہتے ہیں ان کے نزدیک
دونوں سے برآمد ہونے کا یہ مطلب ہوگا کہ دونوں کے مجموعہ سے برآمد
ہوتا ہے کیونکہ مل جانے کی وجہ سے وہ دونوں گویا ایک ہی ہو گئے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی کے

الْمُنَشَّطُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٢٤﴾

(اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے نظر آتے ہیں

جن کی منفعت ظاہر بلکہ بہت ظاہر ہے ربط اور پردیوی نعمتوں کا ذکر تھا جن
کا مقتضا شکر و اطاعت و ایمان کا واجب اور ضروری ہونا ہے اور کفر و معصیت و
سرکشی کا حرام ہونا اور اس مقتضا پر بعضے عمل کرتے ہیں بعضے عمل نہیں کرتے اس
لئے آگے دونوں فرقوں کا انجام کہ جہنم اور جنت ہے بیان فرماتے ہیں چنانچہ
لمن خاف تک عذاب کا اور اس کے بعد ختم سورت تک ثواب کا ذکر ہے
خلاصہ یہ کہ جتنی نعمتیں تم لوگوں نے سنی ہیں تم کو تو حید و اطاعت بجالا کر ان کا شکر
ادا کرنا چاہئے اور کفر و معصیت سے ناشکری نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس عالم کے فنا
ہونے کے بعد ایک دوسرا عالم آنے والا ہے جہاں ایمان و کفر پر جزا و سزا واقع
ہوگی جس کا بیان آیات آئندہ میں ہے کل من علیہا فان تا حمیم ان

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے جتنے

عَلَيْهَا فَإِنَّ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَى وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَلِ

(جن و انس) روئے زمین پر موجود ہیں فنا ہو جائیں گے اور (صرف) آپ

وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جاوے گی
آگے خاص طور پر حق تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی سے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

(اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں

سب اس کی رحمت کے محتاج ہیں۔

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ

وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے

یعنی عالم کے جملہ تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۰ سَنَفَعُ لَكُمْ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے جن و

أَيُّهُ الثَّقَلَيْنِ ۚ

انس ہم عنقریب تمہارے (حساب کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں

یہ نہ سمجھنا کہ فنا ہو کر زندہ نہ ہوں گے بس حساب و کتاب سے بچ گئے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۱ يَمْشُرُ الْجِنَّ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے

وَالْإِنْسِ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ

گروہ جن وانس کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے

أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَأَنْفُذُوا وَلَا

کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو (مگر) بدوں زور کے نہیں نکل

تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۚ

سکتے (اور زور ہے) نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں

اور یہی حالت قیامت میں ہوگی بلکہ وہاں تو یہاں سے بھی زیادہ
ضعف اور عجز ہوگا پس حساب و کتاب میں یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ کوئی کہیں
بچ کر نکل جائے پس اس سے حساب ہونے کی تاکید مقصود ہے اور یہ بات
بتلا دینا ہی ہدایت کا سبب اور نعمت عظمیٰ ہے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۲ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے تم دونوں پر

شَوَاطِيرَ مِنْ نَارٍ ۚ وَنَحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ ۝۳۵

(قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم (اس کو) ہٹانہ سکو گے

جیسا کہ اوپر حساب کے وقت عاجز ہونے کا بیان ہے اور اس کا ہٹانا بھی
بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ایک نعمت عظمیٰ ہے جب حساب کا ہونا اور
بندوں کا اس وقت عاجز ہونا معلوم ہو گیا تو اس سے قیامت کے دن حساب و
عذاب کا واقع ہونا ثابت ہو گیا فاذا انشقت السماء میں اسی کا بیان ہے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۶ فَإِذَا انْشَقَّتْ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے غرض

السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝۳۷

جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جائے گا اور ایسا سرخ ہو
جائے گا جیسے سرخ زری (یعنی چمڑا)

یہ پھٹنا وہ ہے جو دوسری بار صور پھونکنے کے بعد فرشتوں کے اترنے
کے لئے آسمان کھلے گا اس وقت فرشتے اتریں گے اور بادل میں حق تعالیٰ
کی تجلی ہوگی اور حساب و کتاب شروع ہو جاوے گا جس کا بیان سورہ فرقان
کی اس آیت میں ہوا ہے۔ یوم تشقق السماء بالغمام الخ
شاید یہ رنگ اس واسطے ہو کہ یہ غصہ کی علامت ہے کہ غصہ میں چہرہ
سرخ ہو جاتا ہے اس روز آسمان کی سرخی حق تعالیٰ کے غضب کی علامت ہو
گی اور یہ خبر دینا بھی نعمت ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۸ فَيَوْمَئِذٍ لَا

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے تو اس روز (اللہ تعالیٰ کے

يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ ۝۳۹

معلوم کرنے کے لئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے مطلب یہ ہے کہ حساب اس غرض
سے نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کو معلوم ہو بلکہ خود مخلوق کو معلوم کراتے اور جتانے
کے لئے سوال اور حساب ہوگا اور یہ خبر دینا بھی ایک نعمت ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۴۰ يَعْرِفُ

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے مجرم

الْمُجْرِمُونَ يَسْتَبْشِرُونَ

لوگ اپنے حلیہ سے (کہ سیاہی چہرہ اور نیلگوں چشم ہے) پہچانے جائیں گے
یعنی اللہ تعالیٰ کو تو مجرم لوگوں کی خبر ہے اس لئے ان کو تحقیق کی
ضرورت نہ ہوگی لیکن فرشتوں کو مجرموں کا پتہ ان کے حلیہ سے یعنی چہرہ کی
سیاہی اور آنکھوں کی نیل گوئی سے معلوم ہوگا۔

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝۴۱

(سوان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے

اور ان کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا کسی کا سر پکڑیں گے کسی
کی ٹانگ جیسے جس کے اعمال ہوں گے یا کبھی ایک ہی شخص کا سر پکڑیں
گے کبھی ٹانگ تاکہ قسم قسم کا عذاب دیا جائے اور اگرچہ اس کی پہچان
مجرموں کی تعیین موقوف نہیں مگر حق تعالیٰ کسی مصلحت سے ایسا ہی کر دیں
گے اور یہ خبر دینا بھی ہدایت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ایک نعمت ہے۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۴۲

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے یہ

الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝۴۳

یہ وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے وہ لوگ دوزخ کے ارد گرد کھولتے

بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ ۝۴۴

ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے

اس میں اصلی عذاب بیان فرما دیا اگرچہ شعلہ کا چھوڑنا بھی ایک عذاب
تھا یعنی کبھی اس طرح عذاب ہوگا کبھی اس طرح اور یہ خبر دینا بھی نعمت ہے
رابطہ اوپر کی تقریر ربط میں لکھ چکا ہوں اور ان آیتوں میں دو باغوں کا ذکر
ولمن خاف سے شروع ہوا ہے اور مزید دو باغوں کا من دونہما سے اور
پہلے دو باغ خاص مقربین کے لئے ہیں اور پچھلے دو باغ عام مومنین کے لئے
اور اس تقسیم کے دلائل آگے معلوم ہو جاویں گے غرض کہ مجرموں کا حال تو یہ
تھا اور جنتیوں کا حال یہ ہے ولمن خاف تا والا کرام۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۴۵

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور جو

مَقَامَ رَبِّهِ

شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت ڈرتا رہتا ہے)

اور ڈر کر شہوات اور گناہوں سے بچتا رہتا ہو مطلب یہ کہ خاص لوگوں
میں ہو کیونکہ یہ شان خواص ہی کی ہے عوام پر تو کبھی کبھی خوف طاری ہو جاتا
ہے اور ان سے گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں گو تو بہ کر لیں پس جنتیوں میں دو
قسم کے لوگ ہوئے خواص اور عوام۔ خواص کا حال اس جگہ بیان ہو رہا ہے۔

جَنَّتٍ ۝۴۶

اس کے لئے دو باغ ہوں گے

یعنی ہر متقی کے لئے دو دو باغ ہوں گے اور غالباً دو دو ہونے میں حکمت
یہ ہے کہ ان کا اکرام ظاہر ہو اور صاحب دولت ہونا معلوم ہو جیسا کہ دنیا
میں دولت والوں کے پاس اکثر چیزیں ایک قسم کی کٹی ہوئی کرتی ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۴۷

سوائے جن و انس تم اپنے رب کے کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

(اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخ والے ہوں گے

اس میں سایہ کی گنجائی اور پھلوں کی کثرت کی طرف اشارہ ہے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۴۸

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں

تَجْرِينَ ۝۴۹

میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جائیں گے سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَيْنِ ۝۵۰

کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی

اس میں زیادہ لذت حاصل ہوگی کہ کبھی ایک قسم کا مزہ لے لیا کبھی دوسری قسم کا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۱

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ لوگ

فَرُشٍ بَطَاطِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۝۵۲

تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٥١﴾ وَمِنْ دُونِهِمَا

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور ان

جَنَّتَنِ ﴿٥٢﴾

دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں

جو عام مسلمانوں کے لئے ہیں اور یہ ایک شخص کو دو دہلیس گے۔

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٥٣﴾ مَدْهَامَتْنِ ﴿٥٤﴾

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

وہ دونوں باغ گہرے سبز رنگ کے ہوں گے

یہاں ذوانا افنان نہیں فرمایا جس سے اشارہ ہے کہ یہ دونوں باغ اس صفت میں پہلے باغوں سے کم ہیں یعنی ان کا پھل اور سایہ اتنا نہ ہوگا اور پہلے باغوں کی صفت میں گہرے سبز نہ فرمانے سے یہ وہم نہ ہونا چاہئے کہ وہ کچھ کم سبز ہوں گے کیونکہ یہ صفت قرنیہ مقام سے دونوں میں مشترک ہے نیز وہاں ان باغ والوں کی صفت میں خوف بہ معنی تقویٰ کامل اور جزائے احسان بمعنی اخلاص ذکر فرمانا اور یہاں کوئی صفت بیان نہ فرمانا بھی اس کا قرنیہ ہے کہ یہ عام مومنین کے لئے ہے اس لئے کسی خاص صفت کی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِمَا

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان

عَيْنِنِ نَضَّاخَتْنِ ﴿٥٦﴾

دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے

جوش مارنا چونکہ چشموں کے لئے لازم ہے اس لئے یہ صفت اوپر کے چشموں میں بھی مشترک ہے اور وہاں جاری ہونا بھی بیان فرمایا ہے اور یہاں نہیں یہ اس کا قرنیہ ہے کہ یہ چشمے جاری ہونے کی صفت میں ان سے کم ہیں اور یہ باغ ان باغوں سے کم درجہ میں ہیں۔

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٥٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کے کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان

وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٥٨﴾

دونوں باغوں میں میوے کھجوریں اور انار ہوں گے

اور قاعدہ ہے کہ ابرہہ بہ نسبت استر کے زیادہ نفیس ہوتا ہے پس جب استر دبیز ریشم کا ہوگا تو ابرہہ کیسا کچھ ہوگا

وَجَنَّا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٩﴾

اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا

کہ کھڑے بیٹھے لیئے ہر طرح بلا مشقت ہاتھ آ سکتا ہے

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٦٠﴾ فِيْهِنَّ قَصِرَتْ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر

الطَّرْفِ لَمْ يَطْبُخُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ﴿٦١﴾

ہو جاؤ گے ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی کہ ان (جنتی)

لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے

بلکہ ہر طرح محفوظ و غیر مستعمل ہوں گی۔

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٦٢﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے گویا وہ

وَالْهَرَجَانُ ﴿٦٣﴾

یا قوت اور مرجان ہیں

یعنی رنگت ان کی بہت صاف و شفاف ہوگی اور ممکن ہے کہ سرخی میں بھی تشبیہ دینا منظور ہو اور چند تشبیہیں دینا غالباً اہتمام کے لئے ہے۔

فَبَايَ الْاِثْمِ رَبِّكَمَا تُكَذِّبُنِ ﴿٦٤﴾ هَلْ جَزَاءُ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے بھلا

الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٥﴾

غایت اطاعت (کا بدلہ جز غایت عنایت کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے

یہ مضمون سابق کی تاکید ہے کہ انہوں نے غایت درجہ اطاعت کی تو اس کے صلہ میں غایت درجہ مورد عنایت ہوئے اور اس کو بدلہ فرمانا اور استقبہام کی صورت میں اس کے ضروری ہونے کی طرف اشارہ فرمانا یہ سب بطور فضل و احسان کے ہے ورنہ عقلاً خدا کے ذمہ کچھ واجب نہیں یہ تو خاص لوگوں کے باغوں کا ذکر ہوا آگے عام مومنین کے باغوں کا ذکر ہے۔

چھو اور انسان کے چھونے کا احتمال ہی نہیں۔

قَبَائِیْ الْاِیِّ رَبِّکُمْ تَکْذِبُ ۝ مُتَّکِنٍ عَلٰی رُفْرِیْ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گی وہ لوگ

خَصْرٍ وَ عِبْقَرِیْ ۝ حَسَانٍ ۝

سبز اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے

یہ بھی تامل کے بعد پہلے جنتیوں کے فرش سے کم درجہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہاں ریشمی ہونے کی تصریح ہے اور پھر دوہرا ہونے کی اور یہاں نہیں ہے یہ تو لفظی قرآن تھے پہلے باغوں کے افضل ہونے کے اب دلائل لکھتا ہوں درمنثور میں ولمن خاف و من دونہما کی تفسیر میں مرفوعاً روایت ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم جنتان من ذهب للمقربین و جنتان من ورق لاصحاب الیمین کہ پہلے دو باغ سونے کے ہیں مقربین کے لئے اور پچھلے دو باغ چاندی کے ہیں عام مومنین کے لئے اور براء بن عازب سے موقوفاً روایت ہے قال العینان اللتان تجریان خیر من النضاختین کہ جن باغوں کی صفت میں عینان تجریان ہے وہ ان سے بہتر ہیں جن کی صفت میں عینان نضاختان ہے آگے خاتمہ میں حق تعالیٰ کی ثناء و صفت ہے۔

قَبَائِیْ الْاِیِّ رَبِّکُمْ تَکْذِبُ ۝ تَبَرَّکَ اِسْمُ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے بڑا

رَبِّکَ ذِی الْجَلْلِ وَالْاِکْرَامِ ۝

برکت والا ہے نام آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے

یعنی یہ بے شمار نعمتیں جو اس سورت میں مذکور ہوئی حق تعالیٰ کی عظمت اور احسان کی دلیل ہیں اور نام سے مراد صفات ہیں جو کہ ذات کی غیر نہیں اور شاید نام کے بڑھانے سے مقصود مبالغہ ہو کہ وہ خود تو کیسا کچھ کامل اور بابرکت ہوگا اس کا تو نام ہی مبارک اور کامل ہے پس حاصل جملہ کا حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے کامل ہونے کی ثناء ہے واللہ اعلم

یہاں مطلق میوہ کا ذکر ہے پھر اس کی تفصیل میں کھجور و انار پر اکتفا فرمایا اور وہاں کل فاکھہ کا لفظ ہر قسم کے میوہ کو صراحۃً شامل ہے پھر ذوجان فرمانے سے ہر میوہ کی متعدد قسمیں ہونا اور بھی زیادہ کثرت پر دلالت کرتا ہے یہ بھی اس کا قرنیہ ہے کہ پہلے باغ پچھلوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

قَبَائِیْ الْاِیِّ رَبِّکُمْ تَکْذِبُ ۝ فِیْہِنَّ خِیْرٌ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن و

حَسَانٍ ۝ قَبَائِیْ الْاِیِّ رَبِّکُمْ تَکْذِبُ ۝ حُورٌ

انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ عورتیں گوری

مَقْصُورَاتٌ فِی الْخِیَامِ ۝

رنگت کی ہوں گی اور خیموں میں محفوظ ہوں گی

وہاں یا قوت و مرجان سے تشبیہ دینا جو کہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے اور یہاں صرف خوبصورت کہنے پر اکتفا کرنا یہ بھی اس کا قرنیہ ہے کہ پہلی حوریں پچھلیوں سے افضل ہیں اور جتنی باقی صفات یہاں مذکور ہیں وہ سب وہاں بھی صراحۃً یا اشارۃً مذکور ہیں مثلاً خوش سیرت ہونا قاصرات الطرف سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ نیچی نگاہ والی باحیا اور باعفت ہوگی جس کے لئے خوش سیرت ہونا لازم ہے اور مقصورات (خیمہ میں محفوظ) سے زیادہ قاصرات الطرف کا لفظ (نیچی نگاہ والیاں) عفت اور حیا پر دلالت کرتا ہے کہ جو ایسی ہوگی وہ ضرور ہی گھر میں رہے گی اور حور ہونا قرینہ مقام سے سب میں مشترک ہے۔

قَبَائِیْ الْاِیِّ رَبِّکُمْ تَکْذِبُ ۝ لَمْ یُطْمِثْہُنَّ

سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور ان

اِنْسٌ قَبْلَہُمْ وَاِلْجَانٌ ۝

(جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ جن نے

بظاہر ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن و انس دونوں جنت میں جائیں گے اور حوریں بھی دونوں کو ملیں گی اور لم یطمثھن کی تفسیر یہ ہوگی کہ جو حوریں انسان کے لئے خاص ہیں ان کو کسی انسان نے پہلے سے نہیں چھوا اور جن کے چھونے کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ وہ انسان کے لئے خاص ہیں اور جو حوریں جنوں کے لئے خاص ہیں ان کو کسی جن نے پہلے سے نہیں

فَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝

سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں

اصحاب الیمین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور یہ صفت اگرچہ مقررین میں بھی مشترک ہے لیکن ان کے ذکر میں صرف اسی پر اکتفا کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ اصحاب الیمین ہونے سے زیادہ ان میں اور کوئی صفت خاص قرب کی نہیں پائی جاتی اس لئے اس سے مراد عوام مومنین ہوئے اور یہاں اجمالاً ان کی حالت کا اچھا ہونا بتلادیا آگے فی صدر مخضود سے اس کی تفصیل کی گئی ہے۔

وَأَصْحَابُ الشُّعْبَةِ ۖ مَا أَصْحَابُ الشُّعْبَةِ ۝

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے یعنی کفار اور اس میں اجمالاً ان کی حالت کا برا ہونا بتلایا آگے فی سموم سے اس کی تفصیل کی گئی ہے

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۖ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝

اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں (اور) وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ (خاص قرب رکھنے والے ہیں

اس میں تمام اعلیٰ درجہ کے بندے داخل ہیں انبیاء اور اولیاء اور صدیقین اور کامل متقی اور اس میں اجمالاً ان کی حالت کا عالی ہونا بتلادیا آگے فی جنت النعیم سے اس کی تفصیل ہے۔

فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۖ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأُولَىٰ ۖ

یہ (مقرب) لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے

وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝

لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے

اگلوں سے مراد آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اور پچھلوں سے مراد حضور کے وقت سے لے کر قیامت تک اور اگلوں میں مقررین کی کثرت اور پچھلوں میں کمی کی یہ وجہ ہے کہ خواص ہر زمانہ میں کم ہوتے ہیں اور اگلوں کا زمانہ امت محمدیہ کے زمانہ سے جو کہ قیامت کے قریب پیدا ہوئے ہیں زیادہ طویل ہے پس جس قدر خواص اس زمانہ دراز میں ہوئے ہیں جن میں لاکھ یا دو لاکھ یا کم و بیش انبیاء بھی ہیں اس تھوڑے

سورۃ الواقعة مکیہ و ایہا تسع و تسعون کذا فی البیضاوی رابطہ: یہ سورت باعتبار مضامین کے سورت سابقہ کے قریب قریب مشابہ ہی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا وقعت الواقعة تا فرلہم یوم الدین

(۵۶) سُورَةُ الْوَاقِعَةِ ۖ

سورہ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیا نوے آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا

جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی

كَاذِبَةٌ ۖ

خلاف نہیں ہے

بلکہ اس کا واقع ہونا بالکل صحیح اور برحق ہے۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۖ

تو وہ (بعض کو) پست کر دے گی اور بعض کو بلند کر دے گی

یعنی اس دن کفار کی ذلت کا اور مومنین کی رفعت کا ظہور ہوگا۔

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۖ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ

جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آدے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ

بَسًا ۖ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًّا ۖ وَكُنْتُمْ

ہو جائیں گے پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم

أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۖ

تین قسم کے ہو جاؤ گے

یعنی تمام مکلفین پہلے اور پچھلے تین قسم ہو جاویں گے۔ ۱۔ خواص مومنین ۲۔ عوام مومنین اور ۳ کفار کہ سورہ رحمن میں بھی یہی تین قسمیں مذکور ہیں اور آئندہ آیات میں خواص کو مقررین اور سابقین کہا گیا ہے اور عوام مومنین کو اصحاب الیمین اور کفار کو اصحاب الشمال آگے ان تینوں قسموں کے احکام جدا جدا مذکور ہیں اول اجمالاً پھر تفصیلاً

زمانہ میں عادیہ ان سے کم ہی ہوں گے۔ آگے اس آرام کی تفصیل ہے۔

عَلَى سُرٍّ مَّوْضُونَةٍ ۱۵ مَّتَكِّينَ عَلَيْهَا

وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آسنے سانسے

مُتَقَبِّلِينَ ۱۶ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۱۷

بیٹھے ہوں گے ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے

غلمان کے بارہ میں راجح قول جس کو خازن نے صحیح اور ظنی طور پر حق کو اس میں منحصر کیا ہے یہ ہے کہ وہ حور کی طرح ایک مستقل مخلوق ہے اور ولدان میں ولادت کے معنی ماخوذ نہیں جس سے یہ شبہ ہو کہ وہ بطور ولادت کے پیدا ہوئے ہیں اور حکمت ان کے خادم بنانے میں محض فرحت ہے بلا شہوت کے۔

بَاكُوبٍ وَأَبَارِقٍ ۱۸ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۱۹

آنخوڑے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا نہ ان

لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ۲۰ وَفَاكِهَةٍ

کو اس سے درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور ہوگا اور میوے جن کو وہ پسند کریں

مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۲۱ ذَلْحَمٍ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۲۲

گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا اور ان کے لئے گوری گوری بڑی بڑی

وَحُورٌ عِينٌ ۲۳ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الّٰهِيَّ كُنُونَ ۲۴

آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا ہے

یعنی ان کی رنگت ایسی صاف شفاف ہوگی۔

جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۲۵ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا

یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا (اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے

لَعُوقًا وَلَا تَأْتِيهِمْ

اور نہ کوئی بیہودہ بات

یعنی شراب پی کر یا ویسے بھی یہ باتیں عیش کو مکدر کر نیوالی نہ پائی جائیں گی۔

إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۲۶

بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آوے گی

جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے والملائكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم و قوله تعالى تحيتهم فيها سلام اور ہر طرف سے سلام کی آواز آنا اکرام و تعظیم کی دلیل ہے غرض روحانی جسمانی ہر طرح کی لذت و مسرت اعلیٰ درجہ کی ہوگی یہ تو مقربین کی جزا کا بیان کیا گیا آگے اصحاب الیمین کی جزا کا بیان ہے۔

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۲۷ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۲۸

اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے کیسے اچھے ہیں

یہ اجمالی مضمون پہلے بھی آچکا ہے چونکہ اس کو فصل ہو گیا تھا اس لئے دوبارہ لایا گیا۔

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۲۹ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۳۰ وَظِلٍّ

وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بنجار بیریاں ہوں گی اور تہہ بستہ کیلے ہوں

قَمْدُودٍ ۳۱ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۳۲ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۳۳

گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے

لَا مَقْطُوعَةٍ

جو نہ ختم ہوں گے

جیسے دنیا کے میوے فصل تمام ہونے سے تمام ہو جاتے ہیں۔

وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۳۴

اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی

جیسے دنیا میں باغ والے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔

وَفَرَشٍ مَّرْقُوعَةٍ ۳۵

اور اونچے اونچے فرش ہوں گے

کیونکہ جن درجوں میں وہ بچھے ہوں گے وہ درجے بلند ہوں گے اور چونکہ اس مقام پر عیش و آرام کا ذکر ہے اور عیش و آرام بدون عورتوں کے کامل نہیں ہوتا اس وجہ سے ان اسباب عیش کے ذکر سے عورتوں کا وہاں ہونا بھی معلوم ہو گیا پس آگے بہشتی عورتوں کی طرف ضمیر راجع کر کے ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔

إِنَّا أَنْشَأْنَهُنَّ إِنْشَاءً ۳۶

ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے

وَلَا كَرِيمٌ ۳۳

جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا

یعنی سایہ سے ایک تو جسمانی نفع ہوتا ہے راحت اور ٹھنڈک اور ایک روحانی نفع ہوتا ہے لذت و فرحت وہاں دونوں نہ ہوں گے آگے اس عذاب کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ۳۴ وَكَانُوا

وہ لوگ ان کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بڑے

يُصْرَفُونَ عَلَى الْجَنَّتِ الْعَظِيمِ ۳۵

بھاری گناہ (یعنی شرک و کفر) پر اصرار کیا کرتے تھے

یعنی اس خوشحالی کے غرہ میں ایمان نہ لاتے تھے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا مِثْنَا وَكُنَّا ثَرَابًا

اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی ہڈیاں (ہو کر) رہ گئے تو کیا

وَعِظَامًا إِنَّا لَبَعُوثُونَ ۳۶ أَوِ آبَاؤُنَا

(اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا

الْأَوَّلُونَ ۳۷

بھی (زندہ کئے جاویں گے)

غرض کہ قیامت کے انکار کو کفر میں زیادہ دخل تھا۔

رابطہ: اوپر عذاب کی علت بیان فرماتے ہوئے کفار کا شرک و کفر اور انکار قیامت نقل فرمایا ہے آگے خدا کے بعض تصرفات یاد دلا کر اس کفر و انکار کو اس طرح باطل فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ تصرفات نعمت بھی ہیں پھر شرک و کفر کیسے کرتے ہو اور قدرت کے دلائل بھی ہیں پھر قیامت کے ممکن ہونے کے کیسے منکر ہوتے ہو نحن خلقکم تارکبک العظیم

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَبَعُوثُونَ ۳۸

آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جاویں گے

إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۳۹ ثُمَّ إِنَّكُمْ إِلَيْهَا

ایک معین تاریخ کے وقت پھر (جمع ہونے کے بعد)

یہ عام ہے حوروں کو بھی اور دنیا کی عورتوں کو بھی جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں مرفوعاً روایت ہے ان المنشآت التي كن في الدنيا عجانز عمشار مصا کہ خاص طور پر بنائی ہوئی عورتیں وہ بھی ہیں جو دنیا میں بوڑھی چونڈھی بد صورت تھیں۔

فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا ۴۰

یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں

یعنی بعد مجامعت کے پھر کنواری ہو جائیں گی کذا فی الدرر المنیہ ابی سعید مرفوعاً۔

عُرَبًا

محبوبہ ہیں

یعنی حرکات و شمائل و ناز و انداز و حسن و جمال سب چیزیں ان کی دلکش ہیں۔

أَتْرَابًا ۴۱ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۴۲ ثَلَاثَةٌ ۴۳ مِّنَ

ہم عمر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا

الْأَوَّلِينَ ۴۴ وَثَلَاثَةٌ ۴۵ مِّنَ الْآخِرِينَ ۴۶

ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں

بلکہ پچھلوں میں اصحاب الیمین کی تعداد اگلوں سے زیادہ ہوگی کیونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ اس امت کے مومنین پہلی امتوں کے مجموعہ مومنین سے زیادہ ہوں گے اور اس کی یہی صورت ہے کہ اصحاب الیمین اس امت میں ان سے زیادہ ہوں کیونکہ مقررین کا اگلوں میں زیادہ ہونا تو اوپر کی آیت سے معلوم ہو چکا ہے اور جب اصحاب الیمین مرتبہ میں مقررین سے کم ہیں تو ان کی جزا بھی کم ہوگی چنانچہ مقررین کی جزا میں زیادہ تر وہ سامان عیش بیان کیا گیا ہے جو شہر والوں کو زیادہ مرغوب ہوتا ہے اور اصحاب الیمین کی جزا میں زیادہ تر وہ سامان عیش مذکور ہوا ہے جو گاؤں والوں کو زیادہ مرغوب ہے پس اس طرف اشارہ ہو گیا کہ ان میں ایسا تفاوت ہوگا جیسا کہ شہر والوں اور دیہات والوں میں کذا فی الروح آگے کفار کا اور ان کے عذاب کا ذکر ہے۔

وَأَصْحَابُ الشَّامِلِ ۴۷ مَا أَصْحَابُ الشَّامِلِ ۴۸ فِي

میں ہوگا اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ

سَوْمٌ وَحَمِيمٌ ۴۹ وَظِلٌّ مِّنْ يَّحْمُومٍ ۵۰ لَا بَارِدُ

آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں

الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَا يَكُونُ مِنْ

تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو درخت زقوم سے

شَجَرٍ مِنْ زَقْوِمٍ ﴿٥٢﴾ فَمَا لِيُونِ مِنْهَا

کھانا ہو گا پھر اس سے پیٹ بھرنا ہو گا پھر اس پر کھولنا

الْبُطُونِ ﴿٥٣﴾ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾

ہوا پانی پینا ہو گا پھر پینا بھی پیا سے اونٹوں کا سا (غرض) ان لوگوں کی

فَشَرِبُونَ شُرْبَ الْهَلِيمِ ﴿٥٥﴾ هَذَا نُزْلُهُمْ يَوْمَ

قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے

الْيَدَيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنَكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ﴿٥٧﴾

(جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدق کیوں نہیں کرتے

یعنی اس کے نعمت ہونے کی وجہ سے توحید کو کیوں نہیں مانتے اور دلیل

قدرت ہونے کی وجہ سے دوبارہ زندہ ہونے کی کیوں نہیں تصدیق کرتے۔

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ

اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحم میں منی پہنچاتے ہو اس کو

أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾

تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں

اور ظاہر ہے کہ ہم ہی بتاتے ہیں۔

نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ

ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے

مطلب یہ کہ بنانا اور اس بنائے ہوئے کو ایک خاص وقت تک باقی رکھنا یہ

سب ہمارا ہی کام ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ جس طرح ذات کا پیدا کرنا اور

باقی رکھنا ہمارا کام ہے اسی طرح تمہاری صورت کا باقی رکھنا جس پر راحت و

آرام اور ذات سے منفعت حاصل کرنے کا مدار ہے یہ بھی ہمارا ہی کام ہے۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ

اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ اور تم

أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

جیسے آدمی پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں جن کو تم جانتے بھی نہیں

یعنی مثلاً آدمی سے جانور کی صورت میں مسخ کر دیں جس کا گمان بھی

نہ ہو آگے تنبیہ ہے کہ ان باتوں سے قدرت پر استدلال کرنا چاہئے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے

کہ سمجھ کر اس نعمت کا شکر کرو یعنی توحید کو مانو اور قیامت پر بھی

استدلال کرو آگے ایک دوسری تنبیہ ہے۔

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ ختم وغیرہ) بوتے ہو اس

أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾

کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں

یعنی بیج ڈالنے میں تو تم کو کچھ دخل ہے بھی لیکن اس کو زمین سے نکالنا

یہ کس کا کام ہے آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح اس کا پیدا ہونا قدرت پر

موقوف ہے اس سے منفعہ ہونا بھی قدرت پر موقوف ہے۔

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا

اور اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چوراچورا کر دیں

یعنی دانہ کچھ نہ پڑے حتیٰ خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

فَظَلِمْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَبُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾

پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا

یعنی سرمایہ میں نقصان آ گیا۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْبَاءَ

بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گزرا)

الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو

مِنَ الْمَزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿٦٩﴾

بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں

آگے پھر اس کی بابت بھی بتلاتے ہیں کہ اس سے منتفع ہونا بھی قدرت پر موقوف ہے۔

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۵۰﴾

اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿۵۱﴾ ءَأَنْتُمْ

اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے

أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا

درخت کو تم نے پیدا کیا ہے

جس میں سے یہ جھڑتی ہے جس کا بیان سورہ یس کے اخیر میں آچکا ہے اور اسی طرح جن ذرائع سے یہ پیدا ہوتی ہے ان ذرائع کو کس نے پیدا کیا ہے۔

أَمْ نَحْنُ الْمُنِشُّونَ ﴿۵۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اس کو یاد دہانی

تَذِكْرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ﴿۵۳﴾

کی چیز اور مسافروں کے فائدے کی چیز بنایا ہے

کہ اس سے دوزخ کی آگ کا نمونہ معلوم ہوتا ہے یہ دینی فائدہ ہے اور سفر وغیرہ میں اس سے کام نکلتے ہیں یہ دنیوی فائدہ ہے اور مسافر کی تخصیص اس لئے کی کہ سفر میں آگ کیاب ہونے سے بڑی عجیب چیز معلوم ہوتی ہے اور سفر میں اس کی بہت قدر ہوتی ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۴﴾

سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے

کیونکہ ذات و صفات کا کامل ہونا اس کو مقتضی ہے کہ ایسا خدا حمد و ثنا کا ضرور مستحق ہے اور یہ سب نعمتیں تو حید کو بھی ثابت کرتی ہیں اور قیامت کے ممکن ہونے کے بھی دلائل ہیں۔ ربط اوپر تو حید اور قیامت پر دلائل عقلیہ بیان کئے گئے ہیں چونکہ ان لوگوں کو قرآن میں بھی کلام تھا جس میں یہ سب دلائل بیان ہوئے ہیں اس لئے آگے قرآن کی حقانیت ثابت کرتے ہیں اس طرح عقلی دلائل کے ساتھ نقلی دلیل بھی قائم ہو جائے گی جس سے قیامت کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہے اس کے بعد پھر قیامت اور جزا و سزا کا واقع ہونا اور کسی قدر اس کی مختصر تفصیل ارشاد ہے اور اس مضمون سے تو حید بھی ثابت ہوتی ہے فلا أقسم تا ربك العظيم

فَلَا أَقْسَمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ﴿۵۵﴾ وَإِنَّهُ

سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی

لَقَسْمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿۵۶﴾

اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے

یہاں ستاروں کے چھپنے کی قسم کھانا ویسا ہی ہے جیسے سورہ والنجم کے شروع میں جس میں اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنما ہونے کی طرف جیسا کہ ستاروں سے راستہ معلوم کیا کرتے ہیں اور قسمیں جتنی قرآن میں ہیں بوجہ مقصود پر دلالت کرنے کے سب ہی بڑی ہیں لیکن کہیں کہیں مقصود کے اہتمام کے لئے اور اس پر زیادہ تنبیہ کرنے کے واسطے بڑے ہونے کی تصریح بھی کر دی۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿۵۷﴾ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿۵۸﴾

کہ یہ ایک کرم قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں درج

لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿۵۹﴾

ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا

جب ہاتھ نہیں لگا سکتا تو اس کے مضامین پر مطلع ہونا تو کہاں ممکن ہے پھر وہاں سے یہاں خاص طور پر آنا فرشتہ ہی کے ذریعہ سے ہے اور یہی ثبوت ہے اور خاص طور پر کی قید اس لئے بڑھائی کہ لوح محفوظ پر بواسطہ کشف کے یا فرشتے کے خبر دینے کے ذریعہ مطلق اطلاع ہونے سے نبوت لازم نہیں آتی اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نبی کے سوا کسی کے لئے ایسا ہو بھی سکتا ہے ورنہ اس قید ہی کی ضرورت نہیں اور شیاطین لوح محفوظ کے مضامین کو نہیں لاسکتے تاکہ کہانت وغیرہ کا احتمال نبوت میں ہو سکے اس سے ثابت ہوا کہ قرآن خدا کی طرف سے ہے۔

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۰﴾ أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ

یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے سو کیا تم لوگ

أَنْتُمْ مَّدْهُونُونَ ﴿۶۱﴾

اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو

کہ اس کی تصدیق کو واجب نہیں جانتے۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكْذِبُونَ ﴿۶۲﴾

اور تمکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو

اس لئے توحید کا اور قیامت کے آنے کا بھی انکار کرتے ہو۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ۙ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ

سو جس وقت روح حلق تک پہنچتی ہے اور تم اس وقت تک کرتے ہو اور ہم

تَنْظُرُونَ ۙ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ

(اس وقت) اس مرنے والے (فحش کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں

یعنی تم سے بھی زیادہ اس کے حال سے واقف ہوتے ہیں کیونکہ تم تو صرف ظاہری حالت دیکھتے ہو اور ہم اس کی باطنی حالت پر بھی مطلع ہوتے ہیں۔

وَلَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ ۙ

لیکن تم سمجھتے نہیں ہو

یعنی علم کا اعتبار سے تم ہمارے نزدیک ہونے کو بوجہ جہل اور کفر کے نہیں سمجھتے ہو۔

فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۙ تَرْجِعُونَهَا

(فی الواقع) اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو

(بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹاتے ہو

جس کی اس وقت تم کو تمنا بھی ہو کر رہی ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۙ

اگر تم سچے ہو

حاصل یہ کہ قرآن سچا ہے اور وہ قیامت کا آنا بتلاتا ہے پس دلیل موجود ہے اور مانع کوئی ہے نہیں تو قیامت کا آنا ثابت ہو گیا اور اس پر بھی تمہارا انکار کئے چلا جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا تم روح کو اپنے بس میں سمجھتے ہو کہ اگرچہ خدا تعالیٰ قیامت میں دوبارہ روح ڈالنا چاہیں مگر ہم نہ ڈالنے دیں گے اور قیامت نہ ہونے دیں گے جب ہی تو ایسے زور سے انکار کرتے ہو ورنہ جو اپنے کو عاجز جانے وہ دلائل کے بعد ایسے زور کی بات کیوں کہے سو اگر تم روح کو اپنے بس میں سمجھتے ہو تو ذرا اپنا زور اسی وقت دکھلا دو جب کہ موت کے قریب مرنے والے کو زندہ رہنے کی تم کو تمنا بھی ہوتی ہے اور دیکھ دیکھ کر رحم بھی آتا ہے جب اس پر بس نہیں کہ روح کو نکلنے نہ دو تو قیامت کے روکنے پر بھی تمہارا بس نہیں جو روح کو اندر سے باہر نکالتا ہے وہ باہر سے اندر بھی دوبارہ داخل کر سکتا ہے پھر ایسے بیہودہ دعوے کیوں کرتے ہو اور اس تقریر سے چونکہ قدرت کا ثبوت بھی ہو گیا اس لئے قیامت کے ساتھ یہ توحید کی بھی دلیل ہے آگے جزا و سزا کی کیفیت ارشاد فرماتے ہیں۔

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۙ فَرَوْحٌ

پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے

وَرَيْحَانٌ ۙ وَجَدَتْ نَعِيمٌ ۙ وَأَمَّا إِنْ كَانَ

راحت ہے اور (فراغت کی) غذا میں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص

مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۙ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ

دائیں والوں میں سے ہوگا (تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے امن و امان ہے

أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۙ

کہ دائیں والوں میں سے ہے

اور یہ بات یا تو شروع ہی میں کہی جاوے گی اگر فضل و رحمت یا توبہ کے سبب اول ہی مغفرت ہو جائے یا بعد میں کہی جائیگی اگر سزا کے بعد مغفرت ہو اور یہاں راحت و آرام کے ذکر نہ فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے لئے راحت و آرام نہ ہوگا بلکہ اشارہ اس طرف ہے کہ مقربین سے ان باتوں میں یہ لوگ کم ہوں گے۔

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۙ

اور جو شخص جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہوگا

فَنَزْلُ ۙ مَنْ حَبِيمٌ ۙ وَتَصْلِيَةٌ جَحِيمٌ ۙ

تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا

إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۙ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

ہوگا بے شک (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے سو اپنے اس عظیم

رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۙ

الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے

سورة الحديد مدنية الا صدرها الى قوله مستخلفين الآية فمكي كما في الروح و هي تسع و عشرون آية رابط: سورت سابقہ کے ختم پر اور اس کے شروع میں تسبیح ہے وہاں حکم تھا اور یہاں خبر ہے اور مقصود اس خبر سے اور دوسرے افعال و صفات کی خبر سے توحید ثابت کرنا ہے بسم الله الرحمن الرحيم سبح لله تا بلذات الصلور

(۵۷) سُورَةُ الْحَدِيدِ مَكِّيَّةٌ (۹۲)

سورہ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

زبردست اور حکمت والا ہے اس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی

وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب

قَدِيرٌ ۲) هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ

مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے

یعنی سب کے فنا کے بعد وہی رہے گا نہ اس پر پہلے عدم طاری ہوا جیسے سب مخلوق پر طاری ہوا ہے اور نہ آئندہ اس پر عدم پہنچ سکتا ہے جیسا کہ عالم فنا ہونے کے وقت مخلوق پر پہنچے گا اور نہ اس پر ظاہر میں عدم آ سکتا ہے نہ ذات کے مرتبہ میں جیسا کہ جنت اور دوزخ والے جنت اور دوزخ میں جانے کے بعد باوجود ہمیشہ زندہ رہنے کے پھر بھی ذات کے مرتبہ میں معدوم ہیں کیونکہ مخلوق ہر حال میں ممکن ہے خواہ وہ ہمیشہ ہی کیلئے زندہ رہے اور ممکن اپنی ذات کے درجہ میں وجود سے خالی ہے اور جو کچھ اس کا ظاہری وجود ہے وہ اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا کا دیا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کی ذات کے لئے وجود ہمیشہ ضروری ہے کیونکہ وہ اس کا ذاتی وجود ہے پس اسی وجہ سے سب سے آخر وہی ہے۔

وَالظَّاهِرُ

اور وہی ظاہر ہے

یعنی دلائل سے اس کا مطلق وجود بہت ظاہر ہے۔

وَالْبَاطِنُ ۳

اور وہی مخفی

یعنی حقیقت کے اعتبار سے نہایت پوشیدہ ہے کوئی اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۴

اور وہی ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے

یعنی مخلوق کو تو اس کا علم کسی قدر ہے اور کسی قدر نہیں لیکن اس کو مخلوق کا پوری طرح علم ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

وہ ایسا ہے کہ جس نے آسمان اور زمین کو چھ روز

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۵

(کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا

مراد احکام کا نافذ کرنا ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا

وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس سے

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۶

نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے

مثلاً فرشتے اترتے چڑھتے ہیں اور مثلاً احکام نازل ہوتے ہیں اور اعمال آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور جس طرح ان چیزوں کا اس کو علم ہے اسی طرح تمہارے احوال کا بھی اس کو علم ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو

یعنی علم کے اعتبار سے وہ تمہارے ساتھ ہے تم کسی جگہ اس سے چھپ نہیں سکتے۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۷ لَهُ مُلْكُ

اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۸

زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جائیں گے

یعنی قیامت میں سب پیش ہو جائیں گے اس میں توحید کے ساتھ ضمناً قیامت کا ثبوت بھی ہو گیا اور سلطنت کا ذکر اوپر اس بات کے ثابت کرنے کے لئے ہے کہ خدا ہی جلاتا اور مارتا ہے اور یہاں قیامت کے ثابت کرنے کے لئے ہے بس تکرار نہیں ربط اوپر توحید کو ثابت کیا تھا آگے

توحید کے قبول کرنے کا حکم اور اس کے ساتھ رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے کیونکہ بدون اس کے رسول کی سننے والوں کو صرف توحید سے نجات نہیں ہو سکتی اور اس کے ساتھ اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں خرچ کرنے کا بھی حکم ہے جو کہ کمال ایمان کی علامت ہے اور اشاعت اسلام میں معین ہے جو کہ جہاد سے اصل مقصود ہے پس حال یہ ہوگا کہ خود بھی ایمان لاؤ اور دوسروں کے ایمان لانے کے واسطے بھی کوشش کرو امنوا باللہ تا اجر کریم

يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي

وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور وہی دن کو رات

الَّيْلَ ۖ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دل کی باتوں (نک) کو

امِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا

جانتا ہے تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (ایمان لا کر) جس مال میں تم

جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ

کو اس کے قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو

قائم مقام بنانے کے عنوان میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ مال تم سے پہلے کسی اور کے پاس تھا اور اسی طرح تمہارے بعد اور کسی کے ہاتھ میں چلا جائے گا پس جب سدا رہنے والی چیز نہیں تو اس کو اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھنا کہ ضروری جگہ بھی خرچ نہ کیا جائے محض حماقت ہے

فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ

سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا

كَبِيرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ

اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ

يَدْعُوَكُمْ لِيُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ

رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر

مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

ایمان لاؤ اور خود خدا نے تم سے عہد لیا اگر تم کو ایمان لانا ہو

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت دلائل سے ثابت ہے پس

ایمان لانے کا ایک قوی داعی تو یہ موجود ہے۔

یعنی میثاق الست میں جس کا کسی قدر اثر تمہاری فطرت میں اب بھی موجود ہے اور رسول نے اس کی یاد دہانی بھی کی جن کی معجزات سے تائید کی گئی ہے۔

تب تو یہ اسباب کافی ہیں ورنہ پھر ایمان لانے کے لئے کس داعی کا انتظار ہے آگے رسول کے بلانے کی اور شرح فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدٍ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

اور (رحیم) ایسا ہے کہ اپنے بندے (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف

لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ

صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے روشنی کی

اللَّهُ بِكُمْ لَرَّءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

طرف لاوے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے

کہ اس نے ایسا رسول جہل کی تاریکیوں سے نکالنے والا اور علم و حقائق کی روشنی کی طرف لانے والا تمہارے پاس بھیجا اور اس مضمون میں تو ایمان نہ لانے پر سوال تھا آگے خرچ نہ کرنے پر سوال ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ

اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

مِيزَاتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ

حالانکہ سب آسمان زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا

جب کہ سب مالک مر جاویں گے اور وہی رہ جاوے گا پس جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں نہ دیا جائے کہ ثواب بھی ہو اور آسمان کا ذکر کرنا باوجودیکہ کوئی مخلوق اس کی مالک نہیں شاید یہ بتلانے کے لئے ہو کہ جیسے آسمان بلا کسی کی شرکت کے اسی کی ملک ہے اسی طرح زمین بھی بلا کسی کی شرکت کے اسی کی ملک ہے آگے خرچ کرنے والوں کے درجوں کا تفاوت بتلاتے ہیں کہ اگرچہ خرچ کرنے کا سب کو ثواب ملے گا لیکن پھر بھی بعض وجوہ سے درجوں میں تفاوت ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ

جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے اور جو اس کے

الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَٰئِكَ أَعْطُوا دَرَجَةً مِّنْ

بعد لڑے اور خرچ کیا (دونوں) برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے

الَّذِينَ انْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلَّا

ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ

وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے

خَيْرٌ ۝۱۰

سب اعمال کی پوری خبر ہے

اس لئے ثواب دونوں وقت کے عمل پر دیں گے اور فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں خرچ کرنے میں تفاوت کی وجہ روح میں یہ لکھی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جان و مال سے مدد کرنے کی زیادہ حاجت تھی کیونکہ مسلمان کم تھے اور دشمن زیادہ تھے اور غنیمت وغیرہ کی بھی امید نہ تھی اس لئے اس وقت خرچ کرنا اور لڑنا زیادہ نافع اور نفس پر گراں بھی زیادہ تھا۔ فتح مکہ کے بعد ان باتوں میں تفاوت ہو گیا آگے ان لوگوں کو خرچ کرنے کی رغبت دلاتے ہیں جن کو فتح سے پہلے خرچ کا موقع نہیں ملا۔

رابطہ: اوپر ایمان کا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم تھا آگے بتلاتے ہیں کہ ایمان مطلوب ہے جو کامل ہو یعنی اس میں اقرار کے ساتھ دل سے بھی تصدیق ہو اس لئے منافقین کی جن کو دل سے ایمان نصیب نہ تھا محرومی اور ناکامی کا ذکر کیا گیا اس کے بعد خشوع کے چھوڑنے پر عتاب ہے جس سے اعمال میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس کے بعد ایمان کامل کی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت اور اس پر بشارت ذکر کرنا مقصود ہے اگرچہ اوپر بھی اجمالاً اس کی فضیلت مذکور ہے مگر وہاں حکم کے مضبوط کرنے کے لئے تھی اور یہاں مستقل طور پر بھی مقصود ہے پھر عنوان بھی جدا ہے اس لئے تکرار نہ رہا۔ یوم تری المومنین تا اصحاب الجحیم۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ

فِيْضِعْهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝۱۱ يَوْمَ تَرَى

اس (دیئے ہوئے ثواب) کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ

لئے اجر پسندیدہ ہے جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو

أَيُّدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا

یہ نور پل صراط سے گزرنے کے لئے مومن کے ساتھ ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ بائیں طرف بھی ہوگا تو شاید داہنی طرف کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے بیان فرمایا ہو کہ اس طرف زیادہ قوی نور ہو اور شاید یہ علامت ہو ان کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جانے کی اور سامنے نور ہونا ایسے موقع پر عادت کے موافق ہے۔

بَشَرِكُمْ الْيَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ

الْعَظِيمُ ۝۱۲

بڑی کامیابی ہے

یا تو یہ بات بھی اسی وقت کہی جاوے یا اس وقت خبر دینے کے طور پر کہی جا رہی ہے اور یہ بشارت دینے والے غالباً فرشتے ہیں یا حق تعالیٰ اس خطاب سے مشرف فرمائیں۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ

اور یہ وہ دن ہوگا جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط) پر

أَمِنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۝۱۳

کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں

یہ اس وقت ہوگا کہ مسلمان اپنے ایمان اور اعمال کی برکت سے بہت آگے بڑھ جائیں گے اور منافقین جو کہ پل صراط پر مسلمانوں کے ساتھ چڑھائے جاویں گے پیچھے اندھیرے میں رہ جاویں گے خواہ ان کے پاس پہلے ہی سے نور نہ ہو یا ان کے پاس بھی کسی قدر نور ہو جو پھر گل ہو جاوے گا۔ جیسا ایک روایت میں ہے اور شاید ان کو نور دینے میں یہ حکمت ہو کہ یہ ان کا نفاق اور فریب کی مزا ہے کہ پہلے ان کو نور مل گیا پھر خلاف امید گم ہو گیا جیسا کہ وہ دنیا میں زبان سے ایمان کا اقرار اور ظاہر میں کچھ اعمال کرتے تھے مگر دل میں کفر چھپائے ہوئے تھے۔ غرض کہ وہ مسلمانوں سے ٹھہرنے کو کہیں گے۔

قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ط

ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو

یہ جواب دینے والے خواہ فرشتے ہوں یا مومنین ہوں اور پیچھے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پل صراط پر چڑھنے کے وقت بوجہ سخت اندھیرے کے نور تقسیم ہوا تھا چنانچہ وہ ادھر جاویں گے اور جب وہاں بھی کچھ نہ ملے گا پھر ادھر ہی آویں گے اور اب مسلمانوں کے پاس نہ پہنچ سکیں گے۔

فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ بِسُورَةٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنَةٌ ط

پھر ان (فریقین کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں

فِيهِ الرَّحْبَةُ وَظَاهِرَةٌ مِنْ قَبْلِهِ الْعَذَابُ ط

ایک دروازہ بھی ہوگا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا

یہ دیوار اعراف ہے اور اندر کی جانب سے مراد مسلمانوں کی جانب ہے اور باہر کی جانب سے مراد کافروں کی جانب ہے اور رحمت سے مراد جنت اور عذاب سے مراد دوزخ ہے اور شاید یہ دروازہ بات چیت کے لئے ہو یا اسی دروازہ میں سے جنت میں جانے کا راستہ ہو۔

يُنَادُوهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ط

یہ منافق ان کو پکاریں گے کہ کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے

یعنی اعمال اور طاعات میں تمہارے ساتھ شریک رہا کرتے تھے تو آج بھی رفاقت کرنا چاہتے۔

قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمُ الْأَنْفُسَ ط

وہ مسلمان کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو کسی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا

آگے اس گمراہی کا بیان ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے اور ان پر حوادث اور مصائب واقع ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے۔

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُكُمْ وَغَرَّتْكُمْ الْأَمَانِي ط

اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور اسلام کے حق میں تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری

حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ ط

یہودہ تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا

بے ہودہ تمنائیں یہ تھیں کہ اسلام مٹ جاوے گا اور ہمارا مذہب حق ہے اور نجات دینے والا ہے اور حکم خدا سے مراد موت ہے یعنی تم عمر بھر ان ہی کفریات پر جے رہے تو بے بھی نہ کی تو ایسا ساتھ ہونا کس کام کا کہ محض ظاہر میں ساتھ تھے اور باطنی حالت یہ تھی۔

وَعَزَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ط

اور تم کو دھوکہ دینے والے شیطان نے اللہ کے ساتھ دھوکے میں ڈال رکھا تھا

کہ حق تعالیٰ کفر کی وجہ سے تم پر مواخذہ نہ کریں گے حاصل یہ کہ ان کفریات کی وجہ سے تمہارا ظاہر میں ہمارے ساتھ ہونا نجات کے لئے کافی نہیں۔

قَالِيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ ط

غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا

الَّذِينَ كَفَرُوا ط

اور نہ کافروں سے

یعنی اول تو معاوضہ دینے کے واسطے تمہارے پاس کوئی چیز نہیں لیکن بالفرض اگر ہوتی بھی تو مقبول نہ ہوتی کیونکہ یہ جزا کا مقام ہے عمل کی جگہ نہیں۔

مَاؤُكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ط

تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے اور (واقعی) برا ٹھکانا ہے

اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ جس ایمان میں تصدیق نہ ہو وہ کالعدم ہے آگے بتلاتے ہیں کہ جس ایمان میں ضروری طاعات کی کمی ہو وہ اگرچہ کالعدم نہیں لیکن کامل بھی نہیں اس لئے اس کی تکمیل کا حکم عتاب کی صورت میں مسلمانوں کو فرماتے ہیں۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ ط

کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت

لِيذْكُرُوا اللَّهَ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ط

کے اور جو دین حق منجانب اللہ نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں

یعنی جو لوگ ضروری طاعات میں کوتاہی کرتے ہیں جیسے گنہگار مسلمانوں کی حالت ہوتی ہے کیا ان کے لئے ابھی اس بات کا وقت نہیں آیا کہ دل سے ضروری طاعات کی پابندی اور گناہوں کے چھوڑنے کا پختہ عزم کر لیں اور اس کو خشوع اس لئے کہا کہ اس حالت پر رہنا جو کہ اصلی حالت کے مشابہ ہے سکون ہے اور گناہوں کی طرف جانا حرکت کے مشابہ ہے۔

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاویں جن کو ان کے قبل کتاب آسمانی ملی تھی کہ انہوں نے بھی اپنی کتابوں کے خلاف شہوات اور گناہوں میں انہماک شروع کر دیا۔

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ط

(یعنی یہود و نصاریٰ) پھر (اسی حالت میں) ان پر زمانہ دراز گزر گیا اور توبہ نہ کی پھر ان کے دل (خوب ہی) سخت ہو گئے

کہ ندامت اور اضطراری ملامت بھی دل میں پیدا نہ ہوتی تھی۔

وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَيَسْقُون ۱۶

اور بہت سے آدمی ان میں کے (آج) کافر ہیں

کیونکہ گناہوں سے قساوت پیدا ہو کر پھر ان کی عادت ہو جاتی ہے اور ان پر اصرار کرنے سے پھر ان کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں جس سے حق بات قبول کرنے سے عار اور نبی ناصح سے عداوت پیدا ہو کر کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگوں کے دلوں میں گناہوں سے کوئی خرابی کسی قدر پیدا ہوگئی ہو تو اس وہم سے توبہ سے نہ روکو کہ اب توبہ سے کیا اصلاح ہوگی۔

إِغْلُظُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط

یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے جب اس کی ایسی شان ہے تو اسی طرح توبہ کرنے پر اپنی رحمت سے مردوں کو زندہ اور درست کر سکتا ہے پس مایوس نہ ہونا چاہئے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۱۷

ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیئے ہیں تاکہ تم سمجھو نمونہ سے مراد یہی زمین کا زندہ کرنا ہے اور شاید جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہو کہ یہ نظیر بار بار پیش آتی رہتی ہے اس لئے بمنزلہ نظائر کی ہوگئی آگے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت ارشاد ہے۔

إِنَّ الْمَصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا

بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور (یہ صدقہ دینے

اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعْفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ ط

والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ (باعتبار ثواب

كَرِيمٌ ۱۸ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

کے) ان کے لئے بڑھاد یا جاوے گا اور ان کے لئے اجر پسندیدہ ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں

جس کا ضروری ہونا اوپر معلوم ہوا ہے کہ اس میں تصدیق اور پابندی طاعات کی کامل طریقہ پر ہو

أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ط وَالشَّهَدَاءُ ط

ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق

عِنْدَ رَبِّهِمْ ط

اور شہید ہیں

یعنی یہ کمال کے مرتبے ایمان کامل ہی کی بدولت حاصل ہوتے ہیں اور شہید کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جان اللہ کے راستہ میں دے دے اگرچہ قتل ہونا اختیار سے باہر ہے۔

لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

ان کے لئے (جنت میں) ان کا اجر (خاص) اور صراط پر (ان کا نور) (خاص)

بِأَيْتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۱۹ ط

ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں

اور پل صراط پر کافروں کا حال اس لئے نہیں بیان کیا کہ وہ ادخلوا ابواب جہنم کے ظاہر معنی کے موافق پل صراط پر نہ چڑھیں گے بلکہ دروازہ سے داخل ہوں گے شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور درمنثور کے بعض تصریحات بھی اس مقام پر ان کے موید ہیں۔ ربط اوپر آخرت کے عذاب و ثواب کا ذکر تھا آگے آخرت کا باقی ہونا اور اس کا اہتمام واجب ہونا اور دنیا کا ناقابل التفات اور فانی ہونا بتلاتے ہیں کہ دنیا کی مشغولی ہی آخرت کے اہتمام سے روکتی ہے۔ اعملوا النما تا العظیم

إِغْلُظُوا أَنَّهَا الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ط

تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو و لعب اور

وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ ط

(ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد

وَالْأَوْلَادُ

میں ایک دوسرے سے زیادہ تملانا ہے

یعنی دنیا کے مقاصد یہ ہیں کہ بچپن میں لہو و لعب کا غلبہ رہتا ہے اور جوانی میں زینت اور فخر کا اور بڑھاپے میں مال و دولت و اولاد کی شمار کا اور یہ سب مقاصد فانی اور محض خواب و خیال ہیں جس کی آگے ایک مثال بیان ہوتی ہے۔

كَمْثَلٍ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكَفَّارَ تَبَاتُهُ ثُمَّ يَهْجُ

جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کا شکاروں کو اچھی معلوم ہوتی

فَتَرَهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا

ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اسی طرح دنیا چند روزہ بہار ہے پھر زوال اور فنا ہے یہ تو دنیا کی حالت ہوگئی۔

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ

اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور یہ خدا کی

اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَمْتَاعٌ

طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا

الْغُرُورُ ۝ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ

اسباب ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور (نیز) ایسی جنت

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ

کی طرف جن کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے وہ ان

أَعَدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ ذَٰلِكَ

لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے

فَضْلُ اللَّهِ

ہیں یہ اللہ کا فضل ہے

اس میں اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر کوئی مغرور نہ ہو اور اپنے اعمال پر جنت کے استحقاق کا دعویٰ نہ کرے یہ محض فضل و انعام ہے جس کا مدار مشیت پر ہے مگر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان اعمال کے بجالانے والوں کے ساتھ اپنی مشیت متعلق کر دی ہے اگر چاہتے نہ بھی کرتے کیونکہ قدرت دو

جانبوں کے ساتھ متعلق ہوا کرتی ہے۔ ربط دنیا کی دو حالتیں ہیں راحت اور تکلیف اور یہ دونوں مختلف حیثیتوں سے آخرت کی فکر سے مانع ہو جاتی ہیں اور پر راحت و نعمت کا ذکر تھا کہ ان کے فنا کو پیش رکھ کر آخرت سے غفلت نہ چاہئے آگے تکلیف اور مصیبت کا ذکر ہے کہ ان کے مقدر ہونے کو پیش نظر رکھ کر آخرت سے بے رنجی نہ کرنا چاہئے اور چونکہ نعمت سے فخر و بخل وغیرہ بری بری صفات پیدا ہو جاتی ہیں جن سے کبھی حق سے اعراض کی نوبت آ جاتی ہے اس لئے ان پر وعید بھی فرماتے ہیں ما اصاب تا الحمید

يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں اور اللہ بڑے فضل والا ہے

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک

أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلُ أَنْ تُبْرَاهَا ۚ

کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں

یعنی تمام مصیبتیں ظاہری اور باطنی وہ سب مقدر ہیں۔

إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے

کہ واقع ہونے سے پہلے ہی سب کو لکھ دیا کیونکہ اس کو علم غیب حاصل ہے۔

لِيَكِيلَ تَأْسُؤًا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ

اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتر او نہیں

اس کی نسبت بھی یہی سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ان چیزوں کا عطا فرمانا ہمارے لئے تجویز کر دیا تھا اور اسی نے ہم کو دی ہے پس اتر اوے وہ جس کا ذاتی استحقاق ہو اور جب دوسرے کی مشیت اور حکم سے ایک چیز ملی ہے اس پر اترانے کا کیا حق ہے۔

وَلَا تَفْرَحُوا بِهَا أَنْتُمْ

تمہیں یہ بات اس واسطے بتلا دی تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو

کہ آخرت کے کاموں اور خدا کی رضا حاصل کرنے سے مانع ہو جائے اور طبعی رنج کا مضائقہ نہیں۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝۲۳

اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیئی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ (حب دنیا کی وجہ

يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ط

سے) خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں

یعنی جن حقوق میں صرف کرنا خدا کو پسند ہے ان میں صرف نہیں کرتے اگرچہ اپنی شہوات اور گناہوں میں کتنا ہی اسراف اور فضول خرچی کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وعید ان افعال کے مجموعہ کے ساتھ متعلق ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر بری عادت پر وعید ہے بلکہ مقصود یہ بتلانا ہے کہ دنیا کی محبت ایسی چیز ہے جس سے اکثر بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں تکبر اور افتخار بھی اور بخل وغیرہ بھی اور یہی محبت دنیا کبھی حق سے بے رخی کرنے کا سبب ہو جاتی ہے جس پر آگے وعید ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ

اور جو شخص اعراض کرے گا (دین حق سے)

جس کی ایک فرع اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا بھی ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝۲۴

تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں

یعنی خدا کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ وہ سب کی عبادت اور مال وغیرہ سے بے نیاز ہے اور اپنی ذات و صفات میں کامل ہے اس لئے دوسروں کا محتاج ہونا اس کی ذات کے لئے محال ہے۔ ربط اوپر دنیا کا ناقابل التفات ہونا اور آخرت کا مہتمم بالشان ہونا بتلایا ہے آگے بھی آخرت کے مہتمم بالشان ہونے کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ اصل میں ہم نے آخرت کے درست کرنے ہی کے لئے رسولوں کو بھیجا اور احکام مقرر کئے اور دین کی امداد کے لئے بالخصوص لوہے کو پیدا کیا اور ان چیزوں میں تبعاً تمہارے دنیوی منافع بھی رکھ دیئے پس اصل مقصود آخرت ہے اور دنیا تبعاً مقصود ہے۔ لَقَدْ ارسلنا رسلنا تا عزیز۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا

ہم نے (اسی اصلاح آخرت کے لئے) اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر

مَعَهُمُ الْكِتَابَ

بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا

جس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے۔

وَالْهَيْزَانُ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ط

تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں

یعنی خدا تعالیٰ اور بندوں کے حقوق میں کمی نہ کریں نہ حد سے بڑھیں اس میں ساری شریعت آگئی جو کہ افراط و تفریط سے پاک ہے۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ

اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیت ہے

تاکہ اس کے ذریعہ سے عالم کا انتظام رہے کیونکہ ڈر سے بہت سی بے انتظامیاں دور ہو جاتی ہیں۔

بِأَسْسٍ شَدِيدٍ وَمَنْافِعٍ لِلنَّاسِ

(اس کے علاوہ) لوگوں کو اور بھی طرح طرح کے فوائد

چنانچہ اکثر اوزاروں میں لوہے کا خرچ ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ

اور (اس لئے پیدا کیا) تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے

بِالْغَيْبِ ط

رسولوں کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے

کیونکہ لوہا جہاد میں بھی کام آتا ہے تو یہ بھی آخرت کا نفع ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۲۵

اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے

پس جہاد کا حکم اس لئے نہیں ہے کہ خدا کو اس کی احتیاج ہے بلکہ تمہارے ثواب کے لئے ہے۔ ربط اوپر رسولوں کا مخلوق کی اصلاح کی غرض سے بھیجنا اجمالاً مذکور تھا آگے بعض خاص رسولوں کا امتوں کی اصلاح کے لئے بھیجنا اور ان امتوں میں سے بعض کا اصلاح قبول کرنا اور بعض کا نہ کرنا بیان فرماتے ہیں اور ساتھ میں موجودہ آدمیوں کو اصلاح قبول کرنے کا حکم ہے۔ وَلَقَدْ ارسلنا نوحاً تا ذوالفضل العظیم۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان

جو کہ اخلاق حمیدہ میں سے ہے جیسا کہ صحابہ کی شان میں فرمایا ہے
رحماء بینہم آپس میں مہربان ہیں اور شاید اس وجہ سے کہ عیسیٰ علیہ السلام
کی شریعت میں جہاد نہ تھا دوسری صفت اس کے مقابل یعنی کفار کے حق میں
سخت ہونا ذکر نہیں فرمائی غرض کہ غالب ان لوگوں میں شفقت اور رحمت تھی

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا

اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا

بلکہ ہماری طرف سے تو ان کو صرف احکام کے اتباع کا حکم ہوا تھا
لیکن ان میں سے بعضوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے رہبانیت
خود اختیار کر لی اور رہبانیت کا حاصل یہ ہے میل جول نہ کرنا اور نکاح
اور لذات کا چھوڑ دینا اور اس ایجاد کا سبب یہ ہوا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام
کے بعد جب لوگوں نے احکام کو چھوڑنا شروع کیا تو بعض اہل حق بھی
تھے۔ وہ حق ظاہر کرتے رہتے تھے یہ بات دوسروں کو ناگوار ہوئی اور
انہوں نے اپنے پادشاہوں سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو مجبور کیا
جائے کہ ہمارے ہم مشرب ہو کر رہیں جب ان کو مجبور کیا گیا تو انہوں
نے درخواست کی کہ ہم کو اجازت دی جائے کہ تم لوگوں سے کوئی تعلق
اور غرض نہ رکھیں اور آزادانہ زندگی بسر کریں خواہ گوشہ میں بیٹھ کر یا سفر و
سیاحت میں عمر گزار کر چنانچہ وہ اسی پر چھوڑ دیئے گئے۔

مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ

لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

سو انہوں نے اس رہبانیت کی پوری رعایت نہ کی

یعنی جس غرض سے اس کو کیا تھا کہ خدا کی رضامندی حاصل ہو اس کا
اہتمام نہ کیا چنانچہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ان کے
لئے رہبانیت کی پوری رعایت کی شرط یہ تھی کہ حضور پر ایمان لاویں پس جو
حضور پر ایمان لائے وہ تو رہبانیت کا حق ادا کرنے والے تھے اور جو ایمان
نہیں لائے وہ اس کی پوری رعایت نہ کرنے والے تھے۔

فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ

سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر

ذَرَّيْنَهَا النَّبُوءَةَ وَالْكِتَابَ

کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی

یعنی انکی اولاد میں بھی بعض پیغمبر اور ان میں بعض صاحب
کتاب بھی ہوئے۔

فِيهِمْ مَّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٢٩﴾

سو ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے

اور یہ پیغمبر تو مستقل شریعت والے تھے خواہ وہ صاحب کتاب بھی
ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام جو حضرت نوح و ابراہیم علیہم السلام دونوں کی
اولاد میں تھے یا صاحب کتاب نہ ہوں جیسے حضرت ہود اور صالح علیہما
السلام کہ ان کی شریعت مستقل تھی مگر ان کا صاحب کتاب ہونا منقول نہیں
اور اگر صاحب کتاب ہوں تب بھی آیت کے خلاف نہیں غرض بہت سے
نبی تو مستقل شریعت والے بھیجے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا

پھر ان کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحب شریعت مستقلہ تھے)

یکے بعد دیگرے بھیجے رہے

جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد توریت کا اتباع کرتے والے بہت سے پیغمبر آئے۔

وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ

اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو

الْإِنْجِيلَ ۚ

انجیل دی

اور ان کی امت میں دو قسم کے لوگ ہوئے ایک ان کا اتباع کرنے
والے یعنی ان پر ایمان لانے والے اور دوسرے انکار کرنے والے۔

وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً

اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور

وَرَحْمَةً ۖ

ترحم پیدا کر دیا

جو پل صراط تک ہر وقت رفیق رہے گا۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۲۸﴾

اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے (اور یہ دوتیس تم کو اس لئے عنایت

لے لایا یَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا يَقْدِرُونَ

کرے گا) تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے

عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ

فضل کے سوا کسی جزو پر بھی دسترس نہیں

اور بدون ایمان کے خدا کی رحمت کا کوئی حصہ ان کو نہیں مل سکتا۔

وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ط

اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دے دے

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾

اور اللہ بڑے فضل والا ہے

چنانچہ اس نے یہ فضل مسلمانوں کو دینا چاہا تو ان کو عنایت فرما دیا۔

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۳۰﴾

(و موعود) دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں

کہ آپ پر ایمان نہیں لائے اور چونکہ جو حکم اکثر کا ہوتا ہے وہی حکم کل کا ہوتا ہے اور زیادہ وہی تھے جنہوں نے اس کی رعایت نہیں کی اس لئے عام طور پر فحار عوہا فرما دیا کہ انہوں نے اس کی پوری رعایت نہیں کی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا

اے (میں) پر ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان

بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِّنْ مَّرْحَمَتِهِ

لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے دو حصے دے گا

کیونکہ جب کافر مسلمان ہوتا ہے تو اس کی پہلی نیکیوں پر بھی ثواب ملتا ہے۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ

اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس کو لیے ہوئے چلتے پھرتے ہو گے

الحمد لله ستائیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



سورة المجادلة مدینة و عن عطاء العشر الاول

مدنی و باقیها مکی و هی ثنتان و عشرون آیه

رابط: سورہ سابقہ کے ختم پر رسالت کا مضمون اور اس سورت کے شروع میں حق تعالیٰ کا تمام باتوں کو سننا جو کہ مسائل توحید سے ہے مذکور ہے اور نیز پہلی سورت کے ختم پر مسلمانوں کے اوپر فضل اخروی کا بیان تھا اور اس کے شروع میں دنیوی فضل و احسان کا ذکر ہے کہ مسئلہ ظہار میں جو پہلے سختی تھی اس کو دور کر دیا اور شان نزول اول کی آیت کا یہ ہے کہ اوس بن الصامت نے غصہ میں ایک بار اپنی بی بی خولہ کو یوں کہہ دیا انت علی کظہرامی کہ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ یعنی مجھ پر حرام ہے۔ اور حضور کی نبوت سے پہلے اس لفظ سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام طلاق سے بھی بڑھ کر سمجھی جاتی تھی خولہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے اس وجہ سے کہ ابھی تک اس مشہور قول کے خلاف وحی نازل نہ ہوئی تھی اس قول کو قابل عمل خیال کر کے فرما دیا کہ میری رائے میں تو حرام ہو گئی وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ پھر میرا اور میرے بچوں کا گزر کیسے ہوگا اس لئے ان آیات میں ظہار کا حکم نازل ہوا۔

(۵۸) سُورَةُ الْمُجَادِلَةِ لِمَا كُنْتُمْ تَسْأَلُونَ (۱۰۵)

سورہ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی

بسم الله الرحمن الرحيم قد سمع الله تا شهيد

مثلاً وہ یہ کہتی تھی کہ میرے شوہر نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا پھر حرمت کیسے ہو گئی اور بات سن لینے سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اس کی مصیبت دور کر دی اور اس کی تضرع و زاری کو قبول کر لیا

وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ

اور (اپنے رنج و غم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی

مثلاً اس نے یہ کہا تھا اللھم انی اشکو الیک اے اللہ میں آپ سے (اپنی حالت کی) شکایت کرتی ہوں

وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ

اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ تو سب کچھ سننے والا سب

بَصِيرٌ ①

کچھ دیکھنے والا ہے

تو اس کی بات کیسے نہ سنتا آگے ظہار کا حکم ہے جس میں اس شکایت کرنے والی کی تضرع و زاری کے قبول کرنے کا بیان ہے۔

الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مَنْ نِسَائِهِمْ

تم میں جو لوگ اپنی بیبیوں سے اظہار کرتے ہیں (مثلاً یوں کہہ دیتے ہیں

مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِلَّا إِلَى

انت علی کظہرامی) وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو بس وہی ہیں

وَلَدْنَهُمْ

جنہوں نے ان کو جنا ہے

اور ان عورتوں کا ان کو نہ جتنا ظاہر ہے پس یہ ان کی مائیں نہ ہوں گی تاکہ ماں کی طرح ہمیشہ کے لئے حرمت ثابت ہو اور کوئی سبب بھی ہمیشہ کو حرمت ثابت کر نہ سکا کسی دلیل سے ثابت نہیں پس ہمیشہ کے لئے ثابت نہ ہوئی۔ مسئلہ ظہار کے معنی میں اپنی بی بی کو کسی ایسی عورت کے (جو اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہ) کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف بلا ضرورت نظر کرنا حرام ہے جیسے پیٹ پیٹھ اور ران وغیرہ۔ مسئلہ کافر اور نابالغ کا ظہار معتبر نہیں۔ مسئلہ نساہم سے مراد منکوحہ بیبیاں ہیں پس اپنی باندی سے ظہار معتبر نہیں مسئلہ ظہار کرنے سے گنہگار ہوگا بلکہ بعض نے اس کو گناہ کبیرہ کہا ہے۔ مسئلہ بدون کفارہ ادا کئے صحبت اور اس کے مقدمات جائز نہیں ۱۲

وَأَنَّهُمْ لَيَقُولُنَّ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا

اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور (چونکہ) جھوٹ بات کہتے ہیں اس لئے گناہ ضرور ہوگا

اور اگر اس گناہ کا تدارک توبہ وغیرہ سے کر لیا جائے تو وہ گناہ معاف بھی ہو جائے گا

وَأَنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ② وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ

اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دینے والے بخش دینے والے ہیں اور جو لوگ

کے متعلق ہیں وہ بھی حاصل ہوں۔

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ

اور یہ اللہ کی حدیں (باندھی ہوئی) ہیں اور کافروں کے لئے سخت دردناک

الْعَذَابُ ۵

عذاب ہوگا

کیونکہ وہ ان احکام کی تصدیق نہیں کرتے اور تھوڑا بہت عذاب اس شخص کو بھی ہو سکتا ہے جو عمل میں کوتاہی کرے مسئلہ اگر صحبت وغیرہ کا کسی وجہ سے ارادہ نہ ہو مثلاً اس بی بی کو طلاق ہی دیدی یا وہ مرگئی تو اس گناہ کی معافی کے لئے صرف توبہ کافی ہے کیونکہ کفارہ واجب ہونے کے لئے صحبت وغیرہ کا ارادہ کرنا شرط ہے۔ مسئلہ اگر بدون صحبت کے ارادہ کے بھی کفارہ ادا کر دے تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور صحبت حلال ہے البتہ بدون ارادہ صحبت وغیرہ کے واجب نہیں ہوتا پس قرآن میں ثم تعودون لما قالوا کا مطلب یہ ہے کہ بدون کفارہ کے صحبت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ بدون ارادہ صحبت کے کفارہ ادا بھی نہ ہوگا۔ مسئلہ اگر غلام آزاد کرنے یا روزے رکھنے کے درمیان میں صحبت کر لی تو کفارہ پھر سے ادا کرنا ہوگا اور آزاد کرنے کے بیچ میں صحبت کرنے کی یہ صورت ہے کہ پہلے آدھا آزاد کر دیا اور صحبت کر لی پھر باقی آدھا بعد میں آزاد کر دیا اور کھانا کھلانے کے بیچ میں صحبت کر لی تو صرف گناہ ہوگا کفارہ پھر سے ادا کرنا واجب نہ ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كَبِتُوا

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ (دنیا میں بھی) ایسے ذلیل

كَبَا كَبَتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے

چنانچہ کئی غزوات میں اس کا ظہور ہوا

وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں

جن کا صحیح ہونا قرآن کے اعجاز سے ثابت ہے تو ان کا انکار لامحالہ سزا کو موجب ہوگا اور یہ سزا دنیا میں ہوگی۔

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۵ يَوْمَ يُعَذِّبُهُمْ

اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ

مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ

اپنی بیٹیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی بات کی طعنی کرنی چاہتے ہیں

یعنی ظہار کی وجہ سے صحبت وغیرہ جو حرام ہو گئی ہے تواب وہ اس سے متع ہونا چاہتے ہیں۔

لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَنْ

تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں میاں

يَتَنَاسَا ذَلِكُمْ تَوْعُظُونَ بِهِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا

بیوی باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو

تَعْمَلُونَ خَيْرٌ ۳

تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے

کہ کفارہ کے متعلق احکامات کی پوری بجا آوری کرتے ہو یا نہیں پس کفارہ میں دو حکمتیں ہوئیں ایک گناہ کا معاف ہونا جس کی طرف لعفو غفور میں اشارہ ہے دوسرے آئندہ ایسی حرکت سے رک جانا جس کا بیان تو عظون میں ہے۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

پھر جس کو (غلام لونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیارے یعنی لگا تار دو مہینے

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَنَاسَا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامُ

کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی

سِتِّينَ مِسْكِينًا

نہ ہو سکیں تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھانا ہے

آگے دوسرے احکام کی طرح اس حکم کی تصدیق کا واجب ہونا اس لئے بیان فرماتے ہیں کہ اس میں جاہلیت کی پرانی رسم کو توڑا گیا ہے اس لئے اہتمام مناسب ہوا۔

ذَلِكَ لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا ہے) کہ تم اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ

یعنی علاوہ ان مصلحتوں کے حاصل کرنے کے جو عمل کے ساتھ متعلق ہیں ان احکام میں خدا اور رسول کی تصدیق بھی کرو تا کہ جو مصلحتیں ایمان

اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۖ أَحْصَاهُ

کرے گا پھر ان سب کا کیا ہوا ان کو بتلا دے گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے وہ

اللَّهُ وَنَسُوهُ

محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے

یا وہ واقعی بھول گئے یا بے فکری اور بے التفاتی کے اعتبار سے ہو۔ ربط
اور پر ان الذین یہادون میں اللہ ورسول کے خلاف کرنے والوں کے لئے
وعید ہے اور یہ خلاف کرنے والے دو قسم کے ہیں ایک کھلے کافر دوسرے
منافی اور پر کھلے کافروں کا بیان تھا آگے منافقوں کی اور کھلے کافروں میں
سے بالخصوص یہود کی مذمت مذکور ہے کہ منافق بھی ان ہی میں سے تھے۔
الم تر تا بما تعقلون اور شان نزول ان آیات کا یہ ہے کہ یہود اور
مسلمانوں میں صلح تھی لیکن یہود جب کسی مسلمان کو دیکھتے تو اس کے
خیالات پریشان کرنے کو آپس میں کھس پھس کرنے لگتے اور مسلمان سمجھتا
کہ مجھ کو ضرر پہنچانے کے لئے یہ باتیں ہو رہی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہود کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے دوسرے منافقین بھی آپس میں
سرگوشیاں کیا کرتے تھے تیسرے یہود جب آپ کی حضور میں آتے تو
بجائے السلام علیکم کے السام علیکم کہتے جو موت کے معنی میں ہے اور منافقین
بھی اسی طرح کہتے اور اس طرح سلام کر کے چپکے سے کہتے لولا یعذبنا
الله بما نقول کہ خدا تعالیٰ ہم کو اس بات پر عذاب کیوں نہیں کرتے۔

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی

مطلب دوسروں کو سنانا ہے جو ممانعت کے بعد سرگوشی سے باز نہ آتے تھے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّهْوِ وَمَا

کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے

فِي الْأَرْضِ

اور جو زمین میں ہے

اور اسی میں ان کی سرگوشی بھی داخل ہے۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُمْ رَاِعُهُمْ وَلَا

کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس کا چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو اور پانچ

خَمْسَةٍ إِلَّا هُمْ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ

کی سرگوشی نہیں ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس (عدد سے کم میں ہوتی ہے

وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُمْ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ

جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں

يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ

کے ساتھ ہوتا ہے (خواہ) وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے روز

شَيْءٍ عَلِيمٌ

ان کے کئے ہوئے کام بتلا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے

اس آیت کا عام مضمون اگلے خاص خاص مضامین کی تمہید ہے یعنی یہ
ناحق سرگوشی کرنے والے خدا سے ڈرتے نہیں کہ خدا کو سب خبر ہے اور وہ
ان کو سزا دے گا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَهَوْنَا عَنِ النَّجْوَى

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا

ثُمَّ يَعُودُونَ لَهَا ۖ نَهَوْنَا عَنْهُ وَيَتَنَجَوْنَ بِاللَّيْلِ

(مگر) پھر (بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور گناہ

وَالْعُدْوَانَ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ

اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں

یعنی ایسی سرگوشی کرتے ہیں جس میں بوجہ ممانعت گناہ بھی ہے اور بوجہ
مسلمانوں کو رنج پہنچانے کے عدوان یعنی ظلم اور زیادتی بھی ہے اور بوجہ
اس کے کہ حضور منع فرما چکے تھے رسول کی نافرمانی بھی ہے۔

وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوكَ بِهَالِكٍ يُحْيِكَ بِهِ اللَّهُ لَا

اور وہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے

ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا

یعنی اللہ تعالیٰ کے تو یہ الفاظ ہیں۔ سلام علی المرسلین (رسولوں پر

سلام ہو) سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ (خدا کے برگزیدہ بندوں پر

سلام ہو) صلوا علیہ وسلموا تسلیما (رسول پر درود اور سلام بھیجا کرو)

اور وہ کہتے ہیں السام علیک (جس کے معنی موت کے ہیں)

اللَّهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾

کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے
کوئی ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا

اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم

فِي الْمَجْلِسِ

جگہ کھول دیا کرو

یعنی حضور فرمائیں یا دیگر اکابر۔ جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جائے۔

فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ

اللہ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور جب کسی ضرورت سے کہا جائے کہ

انْشَرَوْا فَانْشَرُوا

(مجلس سے اٹھ کھڑے ہو) تو اٹھ کھڑے ہوا کرو

ہاں آنے والے کو نہ چاہئے کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے
(شیخین) یعنی اس حکم کے ماننے والے تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو بے
ایمان جیسے منافقین وغیرہ جو کسی دنیوی مصلحت سے مان لیں وہ اس وعدہ
سے خارج ہیں دوسرے مسلمان بے علم ان کے لئے مطلقاً درجے بلند
ہونے کا وعدہ ہے تیسرے مسلمان اہل علم ان کے لئے زیادہ درجے بلند
ہونے کا وعدہ ہے کیونکہ ان کو علم و معرفت حاصل ہے وہ زیادہ خلوص اور زیادہ
خوف سے حکم کو مانتے ہیں جس سے علم کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور اس کی
دلیل یہ ہے کہ اہل علم کو عام مسلمانوں کے بعد خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ

اللہ تعالیٰ اس حکم کی (اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان
والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے (آخری) درجے

أَوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾

بلند کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے

کہ کس کا عمل ایمان کے ساتھ ملا ہوا ہے اور کس میں ایمان نہیں پھر
مومنین میں کس کے عمل میں خلوص زیادہ ہے کس میں کم اس لئے ہر ایک
کے ثواب میں تفاوت رکھا آگے پھر سرگوشی کے متعلق ایک حکم ہے شان

وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا

اور اپنے جی میں (یا اپنے آپس میں) کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہیں تو

نَقُولُ حَسْبُهُمْ

اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے پر سزا (فورا) کیوں نہیں دیتا

کیونکہ اس میں سراسر آپ کے ساتھ بے ادبی ہے آگے ان کے اس
نفل پر وعید اور اس بات کا جواب ہے کہ بعض حکمتوں کے سبب جلدی
عذاب نہ آنے سے مطلقاً عذاب نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْهَاصِرُ ﴿٨﴾

ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ (ضرور) داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانہ ہے

آگے ایمان والوں کو خطاب فرما کر منافقین کے تشبہ سے ان کو بھی
ممانعت ہے اور منافقین کو بھی سنانا منظور ہے کہ تم تو ایمان کے مدعی ہو پس
ایمان کے مقتضا پر کیوں نہیں عمل کرتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَا

اے ایمان والو جب تم (کسی ضرورت سے) سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی

جُوا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ

اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی

وَتَنَاجُوا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَى ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

باتوں کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ

جاؤ گے ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے)

الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا

ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے

آگے مسلمانوں کو تسلی ہے کہ ان کی سرگوشیوں سے رنجیدہ نہ ہوا کریں

وَلَيْسَ بِضَارٍّ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ طَوْعًا

اور وہ شیطان بدوں خدا کے ارادے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مسلمانوں

دیتے تو بدون صدقہ دینے کے اپنے لئے اجازت بھی نہ سمجھ سکے اور آپ سے سرگوشی کرنا کوئی عبادت نہ تھی جس کے چھوڑنے پر ملامت ہو سکے اس لئے یہ حضرات ضروری بات کرنے سے بھی رک گئے۔

ءَاشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوَاكُمْ

کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو (خیر) جب تم (اس

صدقہٗ ط فَاذْلَمْتُمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

(کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی

کہ اس حکم کو منسوخ کر کے صدقہ معاف کر دیا جس کی حکمت ظاہر ہے کہ جس مصلحت کے واسطے یہ حکم واجب ہوا تھا وہ مصلحت حاصل ہو گئی تھی کیونکہ مقصود سرگوشی کا دروازہ بند کرنا تھا یہ مصلحت صدقہ منسوخ ہونے کے بعد بھی باقی رہی کیونکہ منافقین اور متکبرین اگر پھر سرگوشی کرتے تو ان پر تکبر اور بڑائی کا صریح اعتراض لازم آتا کہ جب تک صدقہ کا حکم تھا اس وقت تک تو کبھی سرگوشی نہ کی صدقہ دینے میں عار اور بخل کرتے رہے صدقہ معاف ہونے کے بعد پھر سرگوشیاں کرنے چلے اس وجہ سے آئندہ ان کو جرات نہ ہو سکتی تھی۔

فَاقْبِلُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا

تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ و

اللَّهُ وَرَسُولُهُ ط

رسول کا کہنا مانا کرو

مطلب یہ کہ یہ صدقہ منسوخ ہونے کے بعد تمہارے قرب اور مقبولیت اور نجات کے لئے باقی کام پر جمار ہنا کافی ہے۔ ربط آگے منافقین اور یہود اور دوسرے کفار کی مذمت ہے جس کو مسلمانوں کی مدح پر ختم فرمایا ہے۔

وَاللَّهُ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر

تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ط مَا هُمْ مِنْكُمْ

فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے یہ

وَلَا مِنْهُمْ ۚ

منافق لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں

نزول اس کا یہ ہے کہ بعض امیر لوگ حضور میں حاضر ہو کر آپس میں بڑی دیر تک سرگوشی کرتے جس سے غریبوں کو بات سننے کا موقع کم ملتا آپ کو ان لوگوں کا دیر تک سرگوشی کرنا ناگوار گزرتا اور ایک روایت میں بلا سند یہ ہے کہ منافقین اور یہود بلا ضرورت آپ سے سرگوشیاں کرتے مسلمانوں کو یہ ناگوار گزرتا اس پر ان کو منع کیا گیا جب باز نہ آئے تو یہ حکم نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ

اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی

فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ط

اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو

جس کی مقدار متعین نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ کچھ متعین بھی نہ تھی مگر کوئی معقول مقدار ضرور ہے۔

ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ط

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور (گناہوں سے) پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے

کیونکہ طاعت سے گناہ معاف ہوتے ہیں یہ مصلحت غنی مسلمانوں کے اعتبار سے ہے اور غریب مسلمانوں کے اعتبار سے یہ ہے کہ ان کو مالی نفع پہنچے گا کیونکہ وہ صدقہ غریبوں ہی کو ملتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے یہ مصلحت ہے کہ اس میں عظمت شان ظاہر ہوتی ہے اور منافقین اور متکبروں کی سرگوشی سے جو آپ کو تکلیف ہوتی تھی اس سے نجات اور راحت ہو جائے گی کیونکہ ان کو سرگوشی کی تو ضرورت نہ تھی اور بے ضرورت محض محبت سے خرچ کرنا ان کو بے حد گراں تھا اور غالباً یہ صدقہ کھلم کھلا دینے کا حکم تھا اور نہ ہر شخص صدقہ ادا کر دینے کا دعویٰ کر سکتا

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۲

پھر اگر تم کو (صدقہ دینے کی مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے

اس صورت میں اس نے معاف کر دیا اور اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقہ کا حکم واجب تھا جب یہ حکم نازل ہوا تو بہت سے آدمی ضروری بات کرنے سے بھی رک گئے اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اگرچہ اس حکم میں ناداروں کے لئے اجازت تھی کہ بدون صدقہ دیئے سرگوشی کر لیں مگر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نہ تو بالکل نادار ہوتے ہیں نہ پورے صاحب ثروت غالباً ایسوں کو تنگی آئی ہوگی کہ وسعت کم ہونے کی وجہ سے تو خرچ کرنا گراں ہو اور اپنے نادار ہونے میں بھی شبہ ہوا اس لئے نہ صدقہ

جیسا کہ مشرکین کا قیامت کے دن جھوٹی قسم کھانا اس آیت میں مذکور ہے واللہ ربنا تا کنا مشرکین خدائے پروردگار کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔

وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ط

اور یوں خیال کریں گے کہ کسی اچھی حالت میں ہیں

اس جھوٹی قسم کی بدولت بچ جاویں گے۔

إِلَّا أَنَّهُمْ هُمُ الْكَذِبُونَ ۝۱۸

خوب سن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں

کہ خدا کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے نہ چو کے آگے ان حرکتوں کی وجہ بتلاتے ہیں۔

اِسْتَحْذِرْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَاِنتَسَهُمْ ذِكْرُ اللَّهِ ط

ان پر شیطان نے پورا پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد

أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ط إِلَّا اِنْ حِزْبَ

بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے خوب سن لو کہ یہ شیطان کا

الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝۱۹ إِنَّ الَّذِيْنَ

گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی

يُحَادُّوْنَ اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ اُولَٰئِكَ فِي الْاٰذِلٰتِ ۝۲۰

مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں

جب یہ اللہ و رسول کے مخالف ہیں تو پھر ان کی یہ حالت کیوں نہ ہو یہ ضرور برباد ہوں گے آخرت میں تو یقیناً اور کبھی دنیا میں بھی آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت تجویز کر رکھی ہے اسی طرح اطاعت کرنے والوں کے لئے عزت ہے کیونکہ وہ لوگ اللہ و رسول کے تابعدار ہیں۔

كَتَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَنَّ اَنَا وَرَسُلِي ط

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے

پیغمبر غالب رہیں گے

جو کہ عزت کی حقیقت ہے اور جب رسول عزت والے ہیں تو ان کا اتباع کرنے والے بھی صاحب عزت ہیں اور مقصود اس جگہ رسولوں کا غلبہ بیان کرنا ہے اپنا ذکر حق تعالیٰ نے انبیاء کو مشرف کرنے کے لئے فرما دیا اور غلبہ کے معنی

الم تر تا ہم المفلحون پہلے لوگوں سے مراد منافقین ہیں دوسرے لوگوں سے مراد یہود اور تمام کھلے کافر ہیں منافقین چونکہ یہودی تھے اس لئے ان کی یہود سے دوستی اور اسی طرح کفار سے بھی تعلقات مشہور و معلوم ہیں۔ بلکہ ظاہر میں تم سے ملے ہوئے ہیں اور دل سے اور عقیدہ سے کفار کے ساتھ ہیں۔

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكُذِبِ

اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں

اور وہ جھوٹی بات یہی ہے کہ ہم مسلمانوں میں شامل ہیں۔

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۲۱ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ط

اور وہ خود بھی جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب مہیا

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۲۲

کر رکھا ہے (کیونکہ) بیشک وہ برے کام کیا کرتے تھے

چنانچہ کفر اور نفاق سے بدتر کون کام ہوگا اور ان ہی برے کاموں میں سے ایک برے کام کا آگے بیان ہے۔

اِتَّخَذُوا اٰيٰتِنَا هُمُ حُجَّةً فَصَدُّوا عَنِ

انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ

سَبِيْلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۲۳ لَنْ تَغْنِيَ

سے روکتے رہتے ہیں سو (اس وجہ سے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ

والا ہے ان کے اموال اور اولاد اللہ (کے عذاب) سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں

شَيْءًا ط اُولَٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا

گے (اور) یہ لوگ دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جس

خٰلِدُوْنَ ۝۲۴ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ط

روز اللہ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے رو برو بھی (جھوٹی)

فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ط

قسمیں کھا جاویں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں

جس سے مسلمان انکو مسلمان سمجھ کر انکی جان و مال سے بری طرح پیش نہ آئیں ۱۲

اللَّهُ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۲﴾

اللہ ہی کا کروہ فلاح پانے والا ہے

کفار سے دوستی رکھنے کی تحقیق سورہ آل عمران آیت لا یتخذ المؤمنین الخ میں گزر چکی ہے سورہ الحشر مدینہ وایہا اربع و عشرون کذا فی البیضاوی ربط اوپر کی سورۃ کے اخیر حصہ میں زیادہ تر منافقین کی مذمت اور ان کا یہود کے ساتھ دوستی رکھنا مذکور تھا اس سورت کے ابتدائی حصہ میں زیادہ تر یہود کی سزا یعنی جلا وطنی کا اور منافقین کی دوستی ان کے کام نہ آنے کا ذکر ہے اور جلا وطنی کی مناسبت سے بعض احکام غنیمت کے بیان کر دیئے ہیں اور قصہ ان یہود کا یہ ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود سے صلح کا معاہدہ ہو گیا منجملہ ان کے ایک قبیلہ بنی نضیر تھا ان سے بھی صلح تھی اور یہ لوگ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر رہتے تھے ایک مرتبہ عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ سے دو خون ہو گئے اس میں آپ کو خون بہا ادا کرنا تھا آپ بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے اگر یہ لوگ بھی چندہ میں شریک ہونا چاہئے تو ہو جائیں انہوں نے آپ کو ایک جگہ بٹھلا دیا کہ ہم اس کا انتظام کئے دیتے ہیں اور آپس میں خفیہ مشورہ کر کے ایک شخص کو اونچے پر چڑھا دیا کہ وہاں سے چکی کا پتھر آپ پر چھوڑ دے کہ معاذ اللہ آپ کا کام تمام ہو جائے آپ کو فوراً وحی سے معلوم ہو گیا آپ وہاں سے اٹھ آئے اور کہلا بھیجا کہ تم نے عہد توڑ دیا ہے دس روز کی تم کو مہلت ہے اس مدت میں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ورنہ جو شخص اس مدت کے بعد نظر آوے گا اس کی گردن ماردی جائے گی انہوں نے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی منافق وغیرہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ تم کہیں مت جاؤ میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں اپنی جان دے دیں گے اور تم پر آنچ نہ آنے دیں گے وہ لوگ ان کے کہنے میں آ گئے اور آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جاتے جو آپ سے ہو سکے کر لیجئے۔ آپ فوج کو لے کر چلے وہ لوگ قلعہ میں بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ رہے آپ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ان کے باغوں کے درخت جلوادئے کٹوا دیئے آخر تک آن کر انہوں نے نکل جانا منظور کیا آپ نے فرمایا کہ ہتھیاروں کے سوا جتنا اسباب لے جا سکو لے جانے کی اجازت ہے غرض وہ لوگ کچھ شام کو کچھ خیبر کو نکل گئے اور مارے حسد و حرص کے اپنے گھروں کی چوکھٹ بازو کڑیاں تختے تک لاد کر لے گئے اور یہ قصہ بدر کے بعد ۴ ہجری میں ہوا امیر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان کو مع دیگر یہود کے ملک شام کی طرف نکال دیا یہ دونوں جلا وطنی حشر اول و حشر ثانی کہلاتی ہیں۔

سورہ مائدہ آیت الا ان حزب الله هم الغلبون میں گزر چکے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۲۱﴾

بیشک اللہ قوت والا غلبہ والا ہے

اس لئے وہ جس کو چاہے غالب کر دے آگے کفار کی دوستی کے بارہ میں منافقوں کے خلاف سچے مسلمانوں کی حالت بیان فرماتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو

يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا

نزدیک ہیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ و رسول کے

أَبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ

برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ و بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں

عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا اور ان (قلوب) کو اپنے فیض

وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

سے قوت دی ہے فیض سے مراد نور ہدایت ہے

یعنی ہدایت کے مقتضا پر ظاہر عمل کرتے ہیں اور دل میں سکون و اطمینان ہے۔ فہو علی نور من ربہ میں بھی اسی فیض کا ذکر ہے چونکہ اس سے باطنی حیات زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو روح فرمایا یہ تو ان کو دنیا میں دولت ملی۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ

عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ

اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ

(۵۹) سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۱)

سورہ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات)

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ

ہیں (خواہ زبان حال سے یا قال سے) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا

كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ

ہے وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب (یعنی بنی نضیر) کو ان کے

لأَوَّلِ الْحَشْرِ

گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم سبوح لله تا سنجزی الفسقین
کیونکہ بقول زہری کے اس سے پہلے ان پر یہ مصیبت واقع نہ ہوئی تھی
جلاوطنی کی مصیبت ان پر اول ہی بار آئی جو ان کی یہودہ حرکتوں کا نتیجہ ہے
اور اس میں لطیف اشارہ ہے ان کے دوبارہ جلاوطن کئے جانے کی طرف
چنانچہ دوبارہ حضرت عمرؓ نے تمام یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔

مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ

تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ (کبھی اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور (خود)

حَصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ

انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے

یعنی ان کو اپنے قلعوں کی مضبوطی پر ایسا ناز تھا کہ غیبی انتقام کا خطرہ بھی
ان کے دل میں نہ آتا تھا پس ان کی حالت ایسے شخص کے مشابہ تھی جس کا
یہ گمان ہو کہ قلعے اللہ کے قہر سے بچالیں گے مراد اس جگہ سے یہ ہے کہ
مسلمانوں کے ہاتھوں نکالے گئے جن کی بے سروسامانی پر نظر کر کے اس کا
احتمال بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ بے سامان ان سامان والوں کو نکال دیں گے۔
اور ان پر غالب آ جاویں گے۔

فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ

سوان پر خدا (کا عقاب) ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان

فِي قُلُوبِهِمُ الرَّعْبُ

کے دلوں میں رعب ڈال دیا

کہ اس رعب کی وجہ سے نکلنے کا قصد کیا۔

يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ②

کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے

یعنی خود ہی کڑی سختی نکالنے کے لئے اپنے مکانوں کو گرا رہے تھے اور
مسلمان بھی ان کے قلب کو صدمہ پہنچانے کے لئے منہدم کرتے تھے اور
مسلمانوں کے منہدم کرنے کو ان کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ اس کا اصل
سبب ان کا عہد توڑنا ہے جو خود ان کا فعل تھا تو یہ مصیبت انہوں نے خود اپنے سر لی

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ③

سوائے دانشمند (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو

کہ خدا اور رسول کی مخالفت کا انجام بعض دفعہ دنیا میں بھی بہت برا ہوتا ہے۔

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلََاءَ

اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو

لَعَذَابُهُمْ فِي الدُّنْيَا

دنیا ہی میں (قتل کی سزا دیتا)

تو جس طرح ان کے بعد بنی قریظہ کے ساتھ معاملہ کیا گیا۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ④

اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب (تیار) ہے

اگرچہ دنیا میں قتل کے عذاب سے بچ گئے آگے دنیا میں جلاوطنی کی سزا
اور آخرت میں جہنم کی سزا کی وجہ بتلاتے ہیں۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ⑤ وَمَنْ

یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی

يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ⑥

ہے اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے

یہ مخالفت دو طرح سے ہوئی ایک عہد توڑنے سے جس کی سزا جلا وطنی ہوئی دوسرے ایمان نہ لانے سے جس سے جہنم کا عذاب ہوگا آگے یہود کے ایک طعن کا جواب ہے جب مسلمانوں نے ان کے درخت کاٹ دیئے اور جلا دیئے تو انہوں نے کہا کہ یہ فساد ہے اور فساد بری چیز ہے اور بعض مسلمانوں نے بھی باوجود اجازت کے یہ سمجھ کر کے کہ درختوں کا چھوڑ دینا بھی جائز ہے اور آخر میں یہ مسلمانوں ہی کے کام آئیں گے تو ان کا رہنا ہی بہتر ہے نہیں کاٹے اور بعض نے یہ سمجھ کر کہ یہود کا دل دکھے گا کاٹ دیئے جواب کے ساتھ ان دونوں فعلوں کا درست ہونا بتلاتے ہیں ۱۲۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً

جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو

عَلَىٰ أَصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْرِجَ الْفَاسِقِينَ ﴿۵﴾

دونوں باتیں (خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ

کرے اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلویا تم نے اس پر نہ گھوڑے

عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ

دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ اپنے رسولوں کو جس پر

يُسَلِّطْ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ

چاہے (خاص طور پر) مسلط فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۶﴾ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ

ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر)

مِنَ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ

لوگوں سے دلوادے (جیسے فداک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میں مالکانہ تصرف کرنے کا آپ کو اعتبار دے دیا ہے۔

وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ

اور رسول کا اور آپ کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور

السَّبِيلِ لَا

مسافروں کا

یعنی یہ سب اسی کے مصرف ہیں جیسا کہ اور بھی مصرف ہیں جن میں حضورؐ اپنی رائے سے خرچ کر دیا کریں گے اور ان مصارف میں سے یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں میں تو یہ حکم مطلقاً باقی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور آپ کی قرابت کا جو حصہ آپ کی نصرت و حمایت کی وجہ سے تھا وہ بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اب نہیں رہا۔ البتہ اگر ان میں کوئی غریب مسکین ہو اس کا حق بوجہ مسکنت کے ہوگا۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ

تاکہ وہ (مال) تمہارے تو گروں کے قبضے میں نہ آ جائے

جیسا کہ جاہلیت میں لڑائی کی سب آمدنی اور غنیمت با اختیار لوگ کھا جاتے تھے اور فقراء بالکل محروم رہ جاتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر رکھا اور اس کے مصارف بھی بتلا دیئے کہ آپ باوجود مالک ہونے کے پھر بھی محتاجوں میں مصلحت عامہ کے موقعوں میں خرچ فرما دیں گے اس سے معلوم ہو گیا کہ حضور کی رائے پر ہونے میں حکمت ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ

اور رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو روک

عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

دیں تم رک جایا کرو (اور باعوم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) اور اللہ سے ڈرو

الْعِقَابِ ﴿۷﴾ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ

پیشک اللہ تعالیٰ مخالفت کرنے پر سخت سزا دینے والا ہے اور حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص)

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ

حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً ظلماً) جدا کر دیئے گئے

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا

وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی جنت) اور رضا مندی کے طالب ہیں

یعنی کسی دنیوی غرض سے ہجرت نہیں کی

وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور وہ اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ

الصَّادِقُونَ ﴿۸﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ

(ایمان) کے سچے ہیں اور نیز ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی

وَالْإِيمَانُ مِنْ قَبْلِهِمْ

مدینہ میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پڑے ہوئے ہیں اور اس صفت کو فضیلت میں دخل یہ ہے کہ اپنے وطن میں علوم و کمالات حاصل کرنا خصوصاً اطاعت اور تابعداری کرنا کمال کی بات ہے کیونکہ وطن میں ان امور سے اکثر موانع پیش آ جاتے ہیں نیز اپنی ریاست اور وجاہت کی وجہ سے عار بھی آتی ہے۔

يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ

جوان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور

فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ

مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے (اس سے یہ انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں

عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو

یعنی خود بسا اوقات فاقہ سے بیٹھ رہتے اور مہاجرین کو کھلا دیتے ہیں ۱۲

وَمَنْ يُؤَقِّ شَحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ

الْمُفْلِحُونَ ۙ

فلاح پانے والے ہیں

جیسا کہ خدا نے ان لوگوں کو حرص سے اور اس کے مقتضا پر عمل کرنے سے بچا رکھا ہے مسئلہ طبعی اور پیدائشی حرص پر ملامت نہیں البتہ اس کے ناجائز مقتضا پر عمل کرنا گناہ ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ

اور ان لوگوں کا بھی اس مال نے میں حق ہے (جوان کے بعد آئے

یعنی مہاجرین و انصار کے بعد اسلام میں یا مدینہ میں یا دنیا میں آئے یا آویگئے۔

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ

جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو

سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے

غُلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا

ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے

یہ دعا اپنے زمانہ والوں کو بھی عام ہے حاصل یہ ہوا کہ پہلے بزرگوں کی فضیلت کے معتقد رہیں اور اپنے معاصرین سے بھی محبت رکھیں۔

رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۙ

اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں

ہماری دعا قبول فرما لیجئے اور ان اوصاف کے بیان کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ مال نے کا حقدار نہیں بلکہ مقصود ان کے بیان سے محض رغبت دلانا ہے کہ بعد کے لوگوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ بدون اس کے کامل مستحق اور پورے مصرف نہیں ہوں گے پس مجموعاً آیات و روایات سے ان لوگوں کا مصارف ہونا اور خرچ کا اختیار آپ کی رائے پر ہونا معلوم ہوا چونکہ بعد حیات کے آپ کی رائے پر رہنا ممکن نہیں لہذا اوقات نبوی سے یہ اختیار خلفاء اسلام کو حاصل ہوا مگر اتنا فرق ہے کہ امام کا مالکانہ تصرف نہ ہوگا بلکہ حاکمانہ اختیار قانون شرعی کی پابندی کے ساتھ حاصل ہوگا۔

الْمُتَرَالِي الَّذِينَ تَأَقَّبُوا يَقُولُونَ

کیا آپ نے ان منافقین (یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے

لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

(ہم مذہب) بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں (یعنی بنی نصیر سے) کہتے ہیں

الم ترالی تا جزاء الظلمین یعنی کہتے تھے کیونکہ نزول سورت کا واقعہ کے بعد ہوا ہے جیسا کہ خود اس کے الفاظ سے نیز روح المعانی میں اہل سیر و محدثین کا قول نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

لَئِنْ أَخْرَجْتُمْ لَنُخْرِجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا

کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے

نُطِيعُ فَبِكُمْ أَحَدًا أَبَدًا لَا

اور تمہارے معاملہ میں کبھی کہنا نہ مانیں گے

یعنی ہم کو کوئی کیسا ہی سمجھائے کہ جلا وطنی یا لڑائی میں تمہارا ساتھ نہ دیں مگر ہم نہ مانیں گے ۱۴۔

وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ط وَاللَّهُ يَشْهَدُ

اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے

إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا

کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین (ان

يُخْرِجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُوهُمْ ۚ

کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں

وَلَئِنْ تَصَرُّوهُمْ لَيُوَلِّنَنَّ الْأَدْيَارَ فَتَمَّ لَا

گے اور اگر (بفرض محال) ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان

يُنْصَرُونَ ۝

کی کوئی مدد نہ ہوگی

کیونکہ جو مددگار تھے جب وہی بھاگ گئے اور دوسرا کوئی مددگار ہے نہیں پس لامحالہ مغلوب ہونگے مطلب یہ کہ منافقین کی جو غرض ہے کہ اپنے ان بھائیوں پر کوئی آفت نہ آنے دیں اس میں ہر طرح ناکامی رہے گی چنانچہ ایسے ہی ہوا اور حق تعالیٰ کے یہ فرما دینے کے بعد کہ وہ مدد نہ کریں گے مدد کرنے کا احتمال نہیں ہو سکتا مگر فرض محال کے طور پر اس صورت کا بھی ذکر فرمادیا تاکہ فرضی اور واقعی تمام صورتوں پر مقصود ثابت ہو جائے کہ منافقین کسی طرح ان کے کام نہیں آ سکتے اگر اس صورت کا نزول واقعہ سے پہلے ہوا ہے تب تو ان آیتوں پر کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر واقعہ کے بعد نزول ہوا ہے تو اس طرح کلام فرمایا کہ اگر وہ نکالے جائیں گے تو منافقین ساتھ میں نہ نکلیں گے الخ گذشتہ صورت کو ذہن میں حاضر کرنے کے لئے ہے تاکہ ان کا وعدہ خلافی کرنا اور یہود کا بے یار و مددگار ہو جانا خوب پیش نظر ہو جائے۔

لَا تَمُّ أَسَدُ رَهْبَةٍ فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ

بے شک تم لوگوں کا خوف ان (منافقین) کے دلوں میں اللہ سے

اللَّهُ ط

بھی زیادہ ہے

یعنی ایمان کا دعویٰ کر کے جو یہ اپنا خدا سے ڈرنا بیان کرتے ہیں وہ تو غلط ہے ورنہ دل میں کفر ہی کیوں چھپاتے ہاں تمہارا واقعی خوف ہے اسی وجہ سے یہ لوگ بنی نصیر کا ساتھ نہیں دے سکتے پس خدا سے نہ ڈرنے کا مطلب ایمان نہ لانا ہے اور اسی پر ملامت ہے ورنہ طبعی طور پر مخلوق کا خوف خدا کے خوف سے زیادہ ہونا گناہ کا سبب نہیں عقلی طور پر خدا کا خوف سب سے زیادہ ہونا چاہئے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ لَا

اور یہ (ان کا تم سے ڈرنا خدا سے نہ ڈرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ

يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا

ہیں کہ سمجھتے نہیں یہ لوگ (تو) سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے

الگ الگ تو تمہارے مقابلہ کا کیا حوصلہ کرتے

إِلَّا فِي قَرْيٍ مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ط

مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار (قلعہ و شہر پناہ) کی آڑ میں

حفاظت سے مراد عام ہے خندق وغیرہ سے ہو یا قلعہ وغیرہ سے مطلب یہ کہ اگر کبھی یہود یا منافقین الگ الگ یا اکٹھے ہو کر تمہارے مقابلہ میں آئے بھی تو قلعہ یا شہر پناہ کی آڑ میں رہ کر مقابلہ کریں گے چنانچہ بنو قریظہ اور خیبر کے یہودیوں نے اسی طرح مقابلہ کیا اور منافقین کا کبھی اتنا حوصلہ ہی نہ ہوا پس اس میں مسلمانوں کو جوش دلانا بھی ہے کہ ان سے کچھ اندیشہ نہ رکھیں آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان کی آپس کی خانہ جنگیوں کے واقعات دیکھ کر یہ اندیشہ نہ کیا جائے کہ شاید اسی طرح اہل اسلام کے مقابلہ میں یہ لوگ کار نمایاں کر سکیں۔

بِأَسْهَمٍ بَيْنَهُمْ شَدِيدًا ط

ان کی لڑائی آپس ہی میں بڑی تیز ہے

مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہیں اسی طرح یہ احتمال نہ کیا جائے کہ اگرچہ مسلمانوں کے مقابلہ میں یہ ضعیف ہوں مگر بہت سے کمزور ہو کر قوی ہو جاتے ہیں تو شاید اس طرح یہ مسلمانوں سے پازی لے جائیں آگے اس کا جواب ہے۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ط

اے مخاطب تو ان کو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں

یعنی خود ان میں عقائد کے اختلاف کی وجہ سے فرقہ بندی اور عداوت ہے پس وہ احتمال اجتماعی قوت کا نہ رہا اور اس احتمال کا دفع کرنا محض تاکید کے لئے ہے ورنہ جب حق تعالیٰ کی مشیت میں انکا مغلوب ہونا ہے تو اگر اتفاق بھی ہوتا تو کیا کام آتا آگے نا اتفاقی کی وجہ بتلاتے ہیں۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی) عقل نہیں رکھتے

دیتا اور دونوں خسارہ میں پڑتے ہیں اسی طرح ان منافقوں نے اول بنی نضیر کو برا مشورہ دیا کہ تم کہیں مت جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں پھر عین وقت پر ان کو دغادی اور دونوں بلا میں پھنسے بنو نضیر تو جلا وطنی میں اور منافقین ناکامی میں۔
رابطہ: آگے مسلمانوں کو کفار کے ایسے افعال سے نفرت اور خوف دلانے کی غرض سے آخرت کی تیاری کرنے اور احکام الہی کی مخالفت سے بچنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس حکم کی مضبوطی کے لئے اپنے جلال و جمال کی صفات بیان فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

(قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ تا هو العزیز الحکیم یعنی نیک اعمال میں کوشش کرو جو کہ آخرت کا ذخیرہ ہیں۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۱۸

اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے

پس گناہوں کے ارتکاب سے عذاب کا اندیشہ ہے تو جس طرح نیک اعمال میں خدا سے ڈرنے کا حکم ہے گناہوں سے بچنے کے بارہ میں بھی تقویٰ کا حکم ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی

أَنْفُسَهُمْ ۚ

کی سوا اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا دینا دیا

یعنی ان لوگوں نے احکام پر عمل ترک کیا جس بات کا ان کو حکم دیا گیا اس کو پورا نہ کیا اور جس سے منع کیا گیا اس کا ارتکاب کیا تو ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ خود اپنے نفع کو نہ سمجھے نہ اسے حاصل کیا۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۱۹

یہی لوگ نافرمان ہیں

جو اس نافرمانی کی سزا بھگتیں گے اور اوپر دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے مشقیوں اور نافرمانوں کا ان میں ایک جنت والے ہیں ایک دوزخ والے۔

اس لئے پریشان خیالات کا اتباع کرتے ہیں اور متفرق خیالات سے دلوں کا اختلاف لازمی ہے اور اس جگہ قاعدہ کلیہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ خاص ان میں جو نا اتفاقی تھی اس کا سبب بتلانا مقصود ہے پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بے دینوں میں بسا اوقات قلبی اتفاق دیکھا جاتا ہے آگے بنو نضیر کی اور ان منافقوں کی جنتوں نے امداد کا وعدہ کر کے ان کو دھوکہ میں ڈالا اور عین موقعہ پر دغادی مثال بیان فرماتے ہیں۔

كَمْثِلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا

ان کی مثال ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو دنیا میں بھی اپنے

وَبَالَ أَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۰

کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہونے والا ہے

مراد ان لوگوں سے یہود بنی قینقار ہیں جن کا قصہ یہ ہوا کہ واقعہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں انہوں نے عہد توڑ کر آپ سے مقابلہ کیا پھر مغلوب ہوئے اور قلعہ سے آپ کے فیصلہ پر باہر نکلے اور سب کی مشکیں باندھی گئیں پھر عبداللہ بن ابی کے الحاح سے اس شرط پر ان کی جان بخشی کی گئی کہ مدینہ سے چلے جائیں چنانچہ وہ شام کی طرف نکل گئے اور ان کے اموال میں غنیمت کی طرح عمل ہوا۔

كَمْثِلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ

ان کی شیطان کی سی مثال ہے کہ (اول تو) انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ عَمَّكَ إِنِّي ۚ

پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو (اس وقت صاف) کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے

أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝۲۱ فَكَانَ

کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں سو آخری (انجام

عَاقِبَتُهُمْ أَنَّهُمْ فِي النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ

دونوں کا یہ ہوا) کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے (ایک گمراہ

وَذَٰلِكَ جَزَاُ الظَّالِمِينَ ۝۲۲

کرنے کی وجہ سے دوسرے ہونے کی وجہ سے) اور ظالموں کی یہی سزا ہے

پس جس طرح شیطان اول انسان کو بہکاتا ہے پھر وقت پر ساتھ نہیں

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ط

اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو جو اہل جنت ہیں

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۲۰

وہ کامیاب لوگ ہیں اور (اہل نار ناکام ہیں

پس تم کو جنت والوں میں سے ہونا چاہئے آگے قرآن کی مدح ہے جس کے ذریعہ سے تم کو یہ مفید نصائح سنائی جاتی ہیں۔

لَوْ أَنزَلْنَاهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے

اور اس میں سمجھنے کا مادہ رکھ دیتے اور شہوت کا مادہ نہ رکھتے۔

لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةٍ

تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور

اللَّهُ ط

پھٹ جاتا

یعنی قرآن فی نفسہ ایسا موثر ہے مگر انسان میں بوجہ شہوات غلبہ کے قابلیت خراب ہوگئی جس کے سبب اثر نہیں ہوتا پس انسان کو چاہیے کہ طاعت کی بجائے آوری اور گناہوں کے چھوڑنے سے اپنی شہوت کو مغلوب کرے تاکہ قرآن کی نصائح سے اس کو اثر ہو اور احکام میں پختگی اور استقامت اور ذکر و فکر نصیب ہو جس کا حکم اوپر ہوا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ

اور ان مضامین عجیبہ کو ہم (ان لوگوں کے) نفع کے لئے بیان

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۲۱

کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں

اور نفع حاصل کریں آگے حق کی صفات کمال بیان کئے جاتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی عظمت دل پر نقش ہو کر احکام بجالانے میں معین ہو۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے کے لائق نہیں

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ

وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان

الرَّحِيمُ ۲۲

رحم والا ہے

اور چونکہ تو حید نہایت مہتمم بالشان چیز ہے اس لئے تاکید کیلئے اس کو بار بار بیان فرمایا ۱۲

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں

الْقُدُّوسُ

سے) پاک ہے

یعنی زمانہ ماضی میں بھی اس میں کوئی عیب نہیں ہوا

السَّلَامُ

سالم ہے

یعنی آئندہ بھی اس میں کسی عیب کا احتمال نہیں

الْمُؤْمِنُ الْبَهِيمُ

امن دینے والا نگہبانی کرنے والا ہے

یعنی آفت آنے بھی نہیں دیتا اور آئی ہوئی بلا کو دور بھی کر دیتا ہے

الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحَنَ

زبردست ہے خرابی کا درست کر دینے والا ہے بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جس

اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۲۳) هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ

کی شان یہ ہے کہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود (برحق) ہے پیدا کرنے

الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ط

والا ہے ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے نام ہیں

جو اچھی اچھی صفتوں پر دلالت کرتے ہیں

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٣﴾

ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے

پس ایسے عظمت والے خدا کے احکام کا بجالانا ضروری اور نہایت ضروری ہے ۱۲

(۶۰) سُورَةُ الْمُتَحَنِّنِ مَكِّيَّةٌ (۵۱)

سورہ متحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي

اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست

وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْهُودَةِ

مت بناؤ کہ ان سے دوستی کرنے لگو

سورة المنحنة مدنية و ايها ثلث عشر كذا في البيضاوي

رابط: سورة گذشته میں منافقین کی یہود سے دوستی کرنے کی مذمت تھی

اس سورت کے اول و آخر میں مسلمانوں کو کفار سے دوستی کے تعلقات رکھنے

اور بالخصوص مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے اور مشرک اور

مومن عورتوں میں امتیاز کے لئے صرف ظاہری امتیاز پر کفایت کرنے کا حکم

ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها الذين امنوا لا تتخذوا

هم الظلمون اور یہ آیتیں ایک قصہ کے متعلق ہیں وہ یہ کہ جب آپ نے

فتح مکہ کے لئے جہاد کا ارادہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے جو کہ بدر والوں

میں سے ہیں اور اصل میں یمن کے رہنے والے ہیں مکہ میں جا رہے تھے

اور ان کے بھائی اور والدہ اور اہل و عیال اور مال باپ بھی مکہ میں تھے مکہ

والوں کے نام ایک خط لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کرنے

والے ہیں اور یہ خط ایک عورت کو دیدیا کہ مکہ والوں کو پہنچادے آپ کو وحی

سے یہ بات معلوم ہو گئی آپ نے حضرت علی اور چند صحابہ کو حکم دیا کہ فلاں

جگہ ایک عورت ملے گی اس سے وہ خط لے آؤ یہ گئے تو وہ عورت ملی اور ان

کے دھمکانے سے اس نے خط دیدیا وہ خط لے کر آئے تو آپ نے حاطب

سے پوچھا انہوں نے کہا کہ واقعی خط میرا لکھا ہوا ہے لیکن خدا نہ کرے میں

نے اسلام کی مخالفت کے سبب یہ خط نہیں لکھا بلکہ میں جانتا تھا کہ اسلام کو تو

اس سے کوئی ضرر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو غالب کرنے والا ہے آپ

کو ضرور فتح ہوگی اور میرا نفع ہو جاوے گا کہ مکہ والے اس کا احسان مان کر

میرے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کریں گے اور انکو تکلیف یا ضرر نہ پہنچاویں گے کیونکہ ان سے میری کوئی اور قربت نہیں ہے جس سے وہ میری رعایت کرتے بلکہ میں بالکل اجنبی اور پردیسی آدمی ہوں اس پر حضرت عمر کو غصہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی گردن مارنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ یہ بدر والوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے سب گناہ معاف فرمادیئے ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

یعنی اگر چہ دل سے دوستی نہ ہو مگر ایسا دوستانہ برتاؤ بھی مست کرو۔

وَقَدْ كَفَرُوا بِهَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ

حالانکہ تمہارے پاس جو دین آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں

یہ بیان ہے ان کے دشمن خدا ہونے کا۔

يُخْرِجُونَ الرِّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ

رسول کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر

رَبِّكُمْ

چکے ہیں

یہ بیان ہے مسلمانوں کے ساتھ اور خدا اور رسول کے ساتھ ان کی دشمنی کا غرض ایسے لوگوں سے دوستی مت کرو۔

إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ

اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضا مندی ڈھونڈھنے

مَرْضَاتِي

کی غرض (اپنے گھروں سے) نکلے ہو

کیونکہ کفار کی دوستی جس کا حاصل کفار کو راضی کرنے کی فکر کرنا ہے خدا کی رضا مندی طلب کرنے کے منافی ہے۔

تَسْرُونَ إِلَيْهِمْ بِالْهُودَةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ

تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا

وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر

سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

وعدید ہے) کہ جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا

یعنی اس بارہ میں کفار سے ایسا برتاؤ رکھنا چاہئے جیسا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین نے کیا۔

إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ مِمَّنْ إِنَّا بَرَاءٌ وَأَمْ مِنْكُمْ وَمِمَّا

جب کہ ان سب نے مختلف اوقات میں اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں

مختلف اوقات اس لئے کہا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس وقت اول یہ بات اپنی قوم سے کہی تھی اس وقت وہ بالکل تنہا تھے پھر جو آپ کے ساتھ ہوتے گئے کفار سے قطع تعلق کرتے چلے گئے آگے اس بیزاری کا بیان ہے۔

كَفَرْنَا بِكُمْ

ہم تمہارے منکر ہیں

یعنی ہم تمہارے عقائد کے اور تمہارے معبودوں کی عبادت کے منکر ہیں یہ تو عقیدہ کے اعتبار سے بیزاری ہوئی اور آگے معاملہ اور برتاؤ کے اعتبار سے بیزاری کا بیان ہے۔

وَبَدَأْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ أَبَدًا

اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض زیادہ ظاہر ہو گیا کیونکہ عبادت کی بناء عقائد کا اختلاف ہے اور اب اس کا خوب کھلم کھلا اعلان ہو گیا تو عداوت بھی خوب ظاہر ہو گئی۔

حَتَّى تُوْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ

جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ

غرض ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین نے کفار سے صاف قطع تعلق کر دیا۔

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا اسْتَغْفِرَنَّ لَكَ

لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا اس سے زیادہ مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں

وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط رَبَّنَا

اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف

یعنی اول تو دوستی ہی بری چیز ہے پھر خفیہ پیغام بھیجنا جس سے خصوصیت اور زیادہ تعلق کا وہم ہو اور زیادہ برا ہے۔ اور گمراہوں کا انجام معلوم ہی ہے آگے کفار کی سخت دشمنی کا ذکر ہے۔

إِنْ يَتَّقُواكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَسْطُوا

اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو (فوراً) اظہار عداوت کرنے لگیں اور (وہ) ظہار عداوت یہ کہ تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی

إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَالسِّنَنُومُ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا

کرنے لگیں (یہ دنیوی اصرار ہے) اور (دینی اصرار یہ ہے) وہ اس بات

لَوْ تَكْفُرُونَ ط

کے متمنی ہیں کہ تم کافر (ہی) ہو جاؤ

پس ایسے لوگ کب دوستی کے قابل ہیں اور اگر تم کو دوستی کا خیال اپنے خیال و اہل کی وجہ سے ہو تو خوب سمجھ لو (آگے ترجمہ)

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ

تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہارے کام نہ آویں گے خدا

الْقِيَمَةِ ط يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو خوب

بَصِيرٌ ۳

دیکھتا ہے

پس ہر عمل کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک ہو جائے گا پس اگر تمہارے اعمال سزا کے قابل ہوں گے تو اس عتاب سے رشتہ دار اور اولاد بچانہ سکیں گے پھر ان کی رعایت میں خدا کے حکم کے خلاف کرنا بہت بری بات ہے اور اس سے اموال کا قابل رعایت نہ ہونا اچھی طرح ظاہر ہو گیا آگے اس حکم پر ترغیب کے لئے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ارشاد ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ

تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو کہ (ایمان و اطاعت میں ان

وَالَّذِينَ مَعَهُ ط

کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ⑤

رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے

جس سے ظاہر میں تعلق کا وہم ہو سکتا ہے کیونکہ بعض لوگ اس سے مطلق استغفار کرنا سمجھ گئے حالانکہ یہاں استغفار کے دوسرے معنی ہیں یعنی ہدایت کی دعا کرنا جس کی سب کو اجازت ہے اور واقع میں ہدایت کی دعا کرنا قطع تعلق کے خلاف بھی نہیں اور اس استغفار کی تحقیق سورہ برات کے آخر میں گزری ہے۔

کہ دعا قبول ہی کرالوں یا تم کو عذاب سے بچالوں یہ گفتگو تو ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم سے ہوئی آگے ان کی دعا کا مضمون ہے کہ انہوں نے کفار سے قطع تعلق کر کے اس بارہ میں اس طرح عرض کیا (آگے ترجمہ)۔

پس اس اعتقاد کی وجہ سے ہم نے جو کچھ بیزاری وغیرہ ظاہر کی ہے محض خلوص سے کی ہے اس میں کوئی دنیوی غرض نہیں ہے اور اسی سبب سے جو کچھ ہم دعا میں عرض کر رہے ہیں یہ تفاخر کے طور پر نہیں بلکہ عرض حال بغرض سوال ہے ۱۲۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا

اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا

یعنی اس بیزاری اور قطع تعلق سے یہ لوگ ہم پر ظلم نہ کرنے پاویں

وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑥

اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں

اور ہر طرح کی قدرت آپ کو حاصل ہے آگے دوسرے عنوان سے اہتمام کی غرض سے اسی ترغیب کی تاکید فرماتے ہیں

لَقَدْ كَانَ

بے شک ان لوگوں میں

یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیغمبرین میں

لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ

تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے سامنے جانے

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ

کا اور قیامت کے دن (کے آنے) کا اعتقاد رکھتا ہو اور جو شخص (اس حکم سے) روگردانی کرے گا سو (اسی کا ضرر ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ (تو) بالکل بے

الْعَنَى الْحَبِيدُ ④

نیاز اور سزاوار احمد ہے

پس اس میں یہ احتمال ہی نہیں کہ دوسروں کی عبادت سے اس کا کچھ نفع ہو اور چونکہ کچھ ان کی عداوت سن کر مسلمانوں کو فکر ہو سکتی تھی کچھ قطع قرابت سے طبعاً رنج ہو سکتا تھا اس لئے بطور خوشخبری کے ایک پیشین گوئی فرماتے ہیں ۱۲

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ سے امید ہے (یعنی ادھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں

عَادِيَتُمْ مِنْهُمْ مَّوَدَّةً ط

جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے

گو بعض ہی سے سہمی یعنی ان کو مسلمان کر دے جس سے عداوت دوستی کے ساتھ بدل جاوے اور اس کو کچھ بعید نہ سمجھو ۱۲

وَاللَّهُ قَدِيرٌ ط

اور اللہ کو بڑی قدرت ہے

چنانچہ فتح مکہ کے دن بہت سے آدمی خوشی سے مسلمان ہو گئے مطلب یہ کہ اگر مکہ والوں سے قطع تعلق ہمیشہ کے لئے ہوتا تب بھی بوجہ حکم کے اس پر عمل واجب تھا خاص کر جب کہ تھوڑی ہی مدت کے واسطے کرنا پڑے پھر بعد میں ان کے ایمان لے آنے سے دوستی اور تعلق بدستور لوٹ آوے گا آگے فرماتے ہیں کہ اب تک جو کسی سے اس حکم کے خلاف خطا ہو گئی ہو جس سے وہ اب تائب ہو چکا ہو تو اس کی خطا معاف کر دی جائے گی۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ④

اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

یہاں تک تو دوستانہ تعلقات کی نسبت حکم فرمایا تھا کہ ان کا قطع تعلق کرنا واجب ہے آگے محسانہ تعلقات کے حکم کی تفصیل فرماتے ہیں۔

لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع

فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَن

نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں

تَبَرُّوهُمْ

سے نہیں نکالا

مراد ان سے وہ کافر ہیں جو ذمی یا صلح کرنے والے ہوں کہ ان کے ساتھ احسان کا یہ برتاؤ جائز ہے اور اسی کو منصفانہ برتاؤ فرما دیا پس انصاف سے مراد خاص انصاف ہے کہ ان کے ذمی ہونے یا صلح کرنے کے اعتبار سے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ احسان سے دروغ نہ کیا جائے ورنہ مطلق انصاف تو ہر کافر بلکہ جانور کے ساتھ بھی واجب ہے آگے اس برتاؤ کی ترغیب ہے۔

وَتَقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْبَقِصِينَ ①

اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں صرف ان لوگوں

إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي

کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے

الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا

میں لڑے ہوں (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور

عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ②

(اگر نکالا بھی نہ ہو لیکن تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو

یعنی ان کے ساتھ اس وقت شریک ہوں یا آئندہ ارادہ ہو اس میں سب حربی کافر جن سے مصالحت نہ ہو داخل ہیں ان سے محسانہ برتاؤ کرنا جائز نہیں پس اس آیت میں دوستی کرنے سے مراد محسانہ برتاؤ کرنا ہے اس کو دوستی کہنا اس معنی کر ہے کہ یہ دشمنی نہیں ہے پس دوستی کے ایک تو اصلی معنی ہیں دل سے محبت والفت کرنا یہ تو ہر کافر سے ناجائز ہے اور ایک عدی معنی ہیں یعنی دشمنی نہ کرنا یہ ان کافروں سے جائز ہے جو ذمی ہوں یا جن سے مصالحت ہو اور حربی کافروں سے دشمنی نہ کرنا بھی جائز نہیں بلکہ دشمنی رکھنا واجب ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات تا غفور الرحیم یہ آیتیں صلح حدیبیہ کے متعلق ہیں منجملہ ان شرطوں کے جو صلحنامہ میں لکھی گئی تھیں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کافروں کی طرف چلا آوے وہ واپس نہ دیا جاوے اور جو شخص کافروں میں سے مسلمانوں کی طرف چلا جاوے وہ واپس دے دیا جاوے چنانچہ بعض مسلمان مرد آئے اور وہ واپس کر دیئے گئے پھر بعض عورتیں مسلمان ہو کر آئیں ان کے اقارب نے ان کی واپسی کی درخواست کی اس پر یہ آیتیں حدیبیہ ہی میں نازل ہوئیں جس میں

عورتوں کے واپس کرنے کی ممانعت کی گئی پس صلح نامہ کا وہ عام مضمون اس حکم سے خاص ہو گیا اور اس کی ساتھ کچھ احکام ایسی عورتوں کے بابت مقرر ہوئے جو پہلے مسلمانوں کے نکاح میں تھیں مگر اسلام نہ لائیں اور مکہ ہی میں رہ گئیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ اس عام مضمون کو خاص کر دینے سے معاہدہ کا توڑ نالازم آتا ہے اور معاہدہ کا توڑ ناجائز نہیں تو جواب یہ ہے کہ معاہدہ کا توڑ ناعذر اور دھوکہ سے جائز نہیں اور بدون عذر کے خود صلح ہی کا توڑ ناجائز ہے اور کسی خاص دفعہ کا توڑ نا تو اس سے بھی آسان ہے اور فریق ثانی کو اس میں مجبور نہیں کیا گیا وہ اگر نہ مانتے تو بہت سے بہت صلح باقی نہ رہتی پھر اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی لیکن جب فریق ثانی نے بھی اس کو مان لیا تو اتفاق کے ساتھ صلح ہو گئی اور چونکہ ان احکام کا مدار آنے والی عورتوں کے مسلمان ہونے پر ہے اس لئے طریقہ امتحان بھی بتلایا گیا۔

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ③

اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ گنہگار ہوں گے اے ایمان والو

الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں

خواہ مدینہ میں آویں جو کہ دارالاسلام ہے یا حدیبیہ میں کیونکہ اسلامی لشکر کی قیام گاہ بھی دارالاسلام کے حکم میں ہے۔

فَامْتَحِنُوهُنَّ ④

تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو

جس کا طریقہ آگے آتا ہے اور اس امتحان میں ظاہری ایمان پر کفایت کیا کرو زیادہ کھود کرید نہ کرو۔

اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ⑤

ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے

تم کو تحقیق ہو ہی نہیں سکتا ۱۲

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ

پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف

إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ

واپس مت کرو کیونکہ نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ

لَهُنَّ ط

کافران عورتوں کے لئے حلال ہیں

کیونکہ مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے بالکل نہیں رہتا

وَأَتَوْهُمْ مَّا أَنْفَقُوا ط

اور ان کافروں نے جو خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو

یعنی کافر شوہر نے اس مسلمان ہونے والی عورت کو جو کچھ مہر دیا ہو وہ اس کو ادا کر دو خلاصہ ان احکام کا یہ ہے۔ ۱۔ جو عورت دارالحرب سے مسلمان ہو کر آوے اس کا نکاح کافر شوہر سے ٹوٹ جائے گا اسی طرح جس کافر عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے اس کا نکاح بھی فوراً ٹوٹ جائے گا۔ ۲۔ جو عورت مسلمان ہو کر آوے اس کا نکاح مسلمان مرد سے جائز ہے اگر حاملہ ہے تو بچہ جننے کے بعد بالاتفاق اور اگر حاملہ نہیں ہے تو امام صاحب کے نزدیک بدون عدت کے اور صاحبین کے نزدیک عدت کے بعد اور جس کافر عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے اس پر کسی کے نزدیک عدت نہیں حتیٰ کہ شوہر کو فوراً اس کی بہن وغیرہ سے جن کا نکاح عدت وغیرہ میں جائز نہیں ہوتا نکاح کرنا جائز ہے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ ۳۔ مسلمان ہونے والی عورت کو کافر شوہر نے جس قدر مہر دیا ہو مسلمان وہ مہر اس شوہر کو واپس کر دیں اگر کوئی خاص شخص نکاح کرے تو وہ واپس کرے ورنہ بیت المال سے واپس دیا جائے یہ حکم صلح کی وجہ سے اسی وقت کے لئے خاص تھا تا کہ کافروں کو اشتغال نہ ہو جس سے صلح ٹوٹ جاوے اب یہ حکم باقی نہیں۔ ۴۔ اسی طرح جس کافر عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو کفار اس کا مہر مسلمان شوہر کو ادا کریں یہ حکم بھی اسی واقعہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ ۵۔ اگر کفار ایسی عورتوں کا مہر ان کے مسلمان شوہروں کو واپس نہ کریں تو جو مہر کفار کا مسلمانوں کی طرف آتا ہو وہ ان کفار کی جگہ ان مسلمان شوہروں کو دیا جائے برابری کی صورت میں تو کچھ تکلیف ہی نہیں اور کی بیشی کی صورت میں یہ حکم تھا کہ جو کفار کا بچہ وہ کفار کو دے دیا جائے اور جو اپنا رہے اس کا مطالبہ ان سے کیا جائے اور یہ حکم بھی اسی واقعہ کے لئے مخصوص تھا اور ان احکام کے اس واقعہ کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل اجماع ہے دوسرے یہ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جگہ یہ برتاؤ نہیں کیا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ ط

اور تم کو عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ تم ان کے مہر ان

أَجُورَهُنَّ ط

کو دے دو

خواہ ادا کر دیا اپنے ذمہ لازم کر لو مطلب یہ ہے کہ مہر نکاح کے لئے لازم ہے یہ مطلب نہیں کہ نکاح کا صحیح ہونا مہر ادا کرنے پر موقوف ہے نکاح بدون مہر مقرر کئے بھی صحیح ہو سکتا ہے مگر لازم ہر صورت میں ہوگا۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفِرِ ط

اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو

یعنی تمہاری جو بیبیاں دارالحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ان کا نکاح تم سے زائل ہو گیا ان کے تعلقات کا کوئی اثر باقی نہ سمجھو

وَسْأَلُوا مَّا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ مَّا أَنْفَقُوا ط

اور (اس صورت میں) جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (ان کافروں سے) مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ تم سے مانگ لیں

جیسا کہ اوپر ارشاد ہوا ہے۔ اتوہم تا انفقوا کہ جو مہر کافروں نے خرچ کیا ہے وہ ان کو دیدو اور شاید دوبارہ اس کو اس لئے بیان فرمایا ہو کہ جو حق دوسروں کا تمہارے ذمہ ہو اس کو زیادہ ضروری سمجھو۔

ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ ط

یہ اللہ کا حکم ہے (اس کا اتباع کرو) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ

حَكِيمٌ ط ۱۰ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ ط

بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں

إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ ط

رہ جانے سے (بالکل ہی) تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے

یعنی نہ وہ ملے اور نہ اس کا معاوضہ یعنی مہر ملے جو موافق چوتھے حکم کے کافروں پر تمہارا حق تھا۔ یعنی تیسرے حکم کے موافق تمہارے ذمہ کسی کافر کا مہر ادا کرنا واجب ہو۔

فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ ط

تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا (مہر) انہوں نے (ان بیبیوں) پر

مَّا أَنْفَقُوا ط

خرچ کیا تھا اس کے برابر ان کو دے دو اور

حکم حضور کو فرمانا یا تو اس لئے ہے کہ مغفرت کے آثار کامل طور پر مرتب ہوں یا مطلب اس کا یہ ہے کہ ان کے ایمان قبول ہونے کی دعا کیجئے جس پر مغفرت موقوف ہے۔

رابطہ: اوپر مطلقاً کفار سے تعلقات رکھنے کا بیان تھا جس میں زیادہ مضامین مشرکوں کے متعلق تھے آگے یہودیوں سے تعلق رکھنے کے بارہ میں ارشاد ہے کہ وہ مدینہ میں بکثرت تھے۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲﴾ يَأَيُّهَا الَّذِينَ

بے شک اللہ غفور رحیم ہے اے ایمان والو ان لوگوں سے (بھی)

أٰمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ

قَدْ يَكْسِبُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَكْسِبُ الْكُفَّارُ

آخرت (کے خیر و ثواب سے) ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسے کفار جو قبروں

مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿۱۳﴾

میں (مدفون) ہیں ناامید ہیں

یایہا الذین امنوا تا اصحاب القبور چونکہ کافر کو مرنے کے بعد آخرت کا معائنہ ہو جاتا ہے اس لئے وہ حقیقت پر یقین کے ساتھ مطلع ہو کر جان لیتا ہے کہ اب میری ہرگز بخشش نہ ہوگی اور یہود چونکہ آپ کی نبوت کو اسی طرح مخالف رسول کے کافر ہونے اور نجات نہ پانے کو خوب جانتے تھے گو حسد اور ریا کی وجہ سے اتباع نہ کرتے تھے جیسا کہ آیت یعرفونہ کما یعرفون ابناء ہم میں مذکور ہے اس لئے ان کو دل سے یقین تھا کہ ہماری نجات نہ ہوگی اگرچہ شیخی کے مارے بظاہر اس کے خلاف کہتے تھے تو جن کی گمراہی ایسی مسلم ہے کہ وہ خود بھی دل سے اس کو تسلیم کرتے ہیں ایسے گمراہوں سے تعلق رکھنا کیا ضرور اور دوستی کا تعلق اگرچہ ہر کافر کے ساتھ ناجائز ہے گو اس درجہ کا گمراہ نہ ہو مگر ایسوں کے ساتھ دوستی کرنا اور بھی سخت بات ہے اور یہودی تخصیص اس جگہ شاید اس لئے ہو کہ وہ مدینہ میں زیادہ آباد تھے دوسرے وہ مفسد بھی بہت تھے ۱۲

یعنی اگر تمہاری طرف کافروں کا کچھ مہر آتا ہو تو وہ ان کو مت دو بلکہ اس میں سے ان مسلمان شہروں کا مہر ادا کر دو جن کی یہ بیاں کفار کے پاس رہ گئی ہیں اور کفار نے ان کا مہر ان مسلمانوں کو نہیں دیا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾

اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو

آگے حضور کو خطاب فرما کر ایمان کے امتحان کا طریقہ بتلاتے ہیں ۱۲

يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ

اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ

عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ

آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں

وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْ لَدِهِنَّ وَلَا

گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں

يَأْتِينَ بِهَتَّانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ

گی اور نہ بہتان کی اولاد دلاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان

وَأَرْجُلِهِنَّ

نطفہ شوہر سے جتنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنا لویں

جیسا کہ جاہلیت میں بعض عورتوں کا دستور تھا کہ غیر کا بچہ اٹھا لائیں اور کہہ دیا کہ میرے خاوند کا ہے یا کسی سے بدکاری کی اور اس نطفہ حرام کو اپنے خاوند کا بتلا دیا کہ اس میں گناہ کے علاوہ ایسے شخص کے ساتھ بچہ کو لاحق کرنا ہے کہ جس کا وہ بچہ نہیں ہے جس پر حدیث میں بھی وعید آئی ہے

وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ قَبَائِعُهُنَّ

اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا

وَأَسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ط

کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے

مطلب یہ کہ اگر شرطوں کو قبول کر لیں جن کا اعتقاد کرنا ایمان کی شرط ہے اور عمل کے التزام سے ایمان کامل ہوتا ہے تو آپ ان کو مسلمان سمجھئے اور گزشتہ گناہوں کی مغفرت اگرچہ اسلام ہی سے ہو جاتی ہے مگر استغفار کا

بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۴

جس میں سبسہ پایا گیا ہے

یعنی ایسی عمارت مضبوط ہوتی ہے اسی طرح وہ مجاہدین دشمن کے مقابلہ سے ہٹتے نہیں مطلب یہ ہوا کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم کو خدا کے نزدیک جو کام محبوب ہو وہ معلوم ہو جائے سو خدا کے نزدیک تو جہاد محبوب ہے پھر اس کا حکم نازل ہونے کے وقت گرانی کیوں ہوئی تھی اور احد میں کیوں بھاگ گئے تھے ان تمام باتوں کے پیش نظر ہوتے ہوئے ایسے دعویٰ کی باتیں کرنا نہایت نازیبا اور خدا کو ناپسند ہیں پس یہاں دعویٰ کرنے پر دھمکی ہے اس سے وعظ بلا عمل کی ممانعت لازم نہیں آتی آگے بتلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور مخالفت اور ایذا کی وجہ سے کفار قتل و قتال کے مستحق ہیں اور اسی مناسبت سے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں ۱۲

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّوَنِي

اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو

وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ط

کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں

وہ ایذا کیسے مختلف طور پر تھیں جن میں سے بعض بعض قرآن مجید میں بھی خصوص سورہ بقرہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان سب کا عصیان اور مخالفت ہے۔

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ط

پھر جب اس فہمائش پر بھی (وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا

یعنی مخالفت اور نافرمانی کا مادہ اور زیادہ بڑھ گیا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ گناہ کرنے سے روزانہ اطاعت سے بعد ہوتا جاتا ہے۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۵

اور اللہ (کا معمول ہے) کہ وہ اپنے نافرمانوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا

اسی طرح یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انواع مخالفت سے ایذا کیں پہنچاتے ہیں اس لئے یہ ان کا زلیغ اور فسق متزاہد ہو جاتا ہے کہ امید اصلاح نہیں رہی پس ان کے فساد مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي

اور اسی طرح (وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جبکہ عیسیٰ بن

سورۃ الصف مدنیہ وایہا اربع عشر کذا فی البیضاوی
رابطہ: اوپر کی سورت میں کفار سے دوستی نہ رکھنے کا ذکر تھا اس سورت
میں کفار سے لڑائی کا ذکر ہے اور کچھ مضمون اس کے تابع ہو کر بیان ہوا ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سبح اللہ تا ظاہرین

(۶۱) سُورَةُ الصَّفِّ مَكِّيَّةٌ (۱۰۹)

سورۃ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالا یا حالاً) جو کچھ آسمانوں میں

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۱

ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے

پس جو ایسا با عظمت و شان ہو اس کی اطاعت ہر حکم میں ضرور ہے جن
میں سے ایک حکم جہاد کا ہے جو اس سورت میں مذکور ہے جس کے نزول کا
سبب موافق روایات درمنثور یہ ہے کہ ایک بار بعض مسلمانوں نے باہم
تذکرہ کیا کہ اگر ہم کو کوئی ایسا عمل معلوم ہو جو حق تعالیٰ کے نزدیک نہایت
محبوب ہو تو ہم اس کو عمل میں لادیں اور اس کے قبل جنگ احد میں بعض جہاد
سے بھاگ چکے تھے جس کا قصہ سورہ آل عمران میں ہے اور نیز وقت نزول
حکم جہاد کے بعض کو وہ حکم گھٹل گزرا تھا جس کا قصہ سورہ نساء میں ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو

تَفْعَلُوْنَ ۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ اَنْ

خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ

تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۳ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَآلَهُمْ

جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے کہ

رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ

مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں

مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ

کہ مجھ سے جو پہلے توراۃ آچکی ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور
میرے بعد جو ایک رسول آنے والا ہے جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا میں

بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ ط

ان کی بشارت دینے والا ہوں

احقر کے نزدیک مطلب اس سے اپنی شریعت کے احکام اور اس کے
باقی رہنے کی مدت بتلانا ہے یعنی میری شریعت تو توریت کے احکام ہیں بجز
بعض احکام کے جو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے منسوخ ہو گئے تھے جیسا
کہ واحل لکم بعض الذی حرم علیکم سے معلوم ہوتا ہے اور حضور
کی بشارت دینے سے اپنی شریعت کے بقاء کی غایت بتلا دی کہ جو رسول
میرے بعد آویں گے ان کے آنے تک میری شریعت رہے گی اور چونکہ وہ
رسول مستقل ہیں جیسا کہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے الفاظ سے معلوم
ہوتا ہے اس لئے ان کا پہلی شریعتوں کو منسوخ کر دینا بھی ضروری ہے اور
مقصود اس کے بتلانے سے اپنی امت کی ہدایت مکمل کرنا ہے کہ کبھی ایسا نہ
ہو کہ اس وقت مجھ پر ایمان لا کر پھر اس رسول کا انکار کر کے کافر ہو جاویں اور
عیسیٰ علیہ السلام سے اس بشارت کا منقول ہونا حدیثوں میں خود اہل کتاب
کے ایمان سے ثابت ہے ابو داؤد کی روایت میں نجاشی بادشاہ حبشہ کا قول
مذکور ہے کہ واقعی آپ ہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی
ترمذی میں عبد اللہ بن سلام کا قول آیا ہے جو کہ علماء یہود سے تھے کہ توریت
میں حضور کی صفت لکھی ہے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون
ہو گئے اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اظہار الحق میں خود توریت کے
موجودہ نسخوں سے چند بشارتیں نقل کی ہیں اور موجودہ انجیلوں میں ان
مضامین کا نہ ہونا اس لئے مضرب نہ ہوا کہ محققین کے نزدیک انجیلوں کے نسخے
محفوظ نہیں رہے تاہم جو کچھ موجود ہیں ان میں بھی اس قسم کا مضمون موجود
ہے چنانچہ یوحنا کی انجیل مترجمہ عربی مطبوعہ لندن ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۳ء کے
چودھویں باب میں ہے کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ
جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے پس اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے
پاس بھیج دوں گا فارقلیط احمد کا ترجمہ ہے یعنی بہت سراہا گیا یا بہت حمد کرنے
والا۔ اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں اور
بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام مبارک احمد موجود ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

پھر وہ جب ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ (ان دلائل یعنی
معجزات کی نسبت) کہنے لگے یہ صرف جادو ہے

اور جادو بتا کر نبوت کی تکذیب کی اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں اس وقت کے کافروں نے آپ کی مخالفت کی
اور یہ بڑا ظلم ہے پس اس ظلم کے روکنے کے لئے جہاد کا حکم دینا مصلحت ہوا۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

اور (واقعی) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے

وَهُوَ يَدْعِي إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالم لوگوں

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیا کرتا

اللہ پر جھوٹ باندھنا یہ کہ نبوت کو جھٹلایا کیونکہ ثابت شدہ بات کی نفی کرنا اور
جو ثابت نہ ہو اس کو ثابت کرنا دونوں میں خدا پر جھوٹ باندھنا ہے اور وہو یُدعی
اس لئے بڑھایا تا کہ زیادہ قباح ظاہر ہو کہ نہ تو خود متنبہ ہوا نہ دوسرے کی تنبیہ
کرنے سے متنبہ ہوا اور واللہ لایہدی اس لئے بڑھایا کہ جس کو اسلام کی خبر
نہ پہنچی ہو اول اس کو اسلام کی طرف دعوت کرنا چاہیے جب اس سے انکار کرے
جو بظاہر ناامیدی کی علامت ہے تب جہاد جائز ہے آگے جہاد کی ترغیب کے
لئے نصرت اور غلبہ حق اور باطل کے مغلوب ہونے کا وعدہ ہے ۱۲۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ط

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (بھونک مار کر)

وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

بجھاد میں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں

الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

(چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہی ہے جس نے (اس تمام نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا)

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

سامان (یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین کو بقیہ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ

دینوں پر غالب کروے (کہ یہی اتمام ہے) گو شرک کیسے ہی ناخوش ہوں اے ایمان

تُجِّعِيَكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۱۰ تَوَصُّوْنَ

والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے اور وہ یہ کہ

يَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے

بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن

جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھو کہتے ہو جب ایسا کرو گے تو اللہ

كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا

وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں داخل کرے گا جو ہمیشہ رہنے

وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ

کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے (اور اس ثمرہ اخرویہ) کے علاوہ

الْعَظِيمُ ۝۱۲ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا

ایک اور ثمرہ دنیویہ) بھی ہے کہ تم ان کو بھی خاص طور پر پسند کرتے ہو

یعنی تدبیر عملی کے ساتھ منہ سے بھی رودر رواج اعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو اور بعض اوقات قوی شبہات موثر تر ہوتے ہیں یا یہ تمثیل ہے کہ ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی منہ سے نور الہی کو بجھانا چاہتا ہو یعنی ایسے طریقہ سے بجھاوے جس میں ناکام رہے ۱۲۔

اور اس کا خاص طور پر محبوب ہونا اس لئے ہے کہ انسان طبعاً ثمرہ عاجلہ بھی چاہتا ہے۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۝۱۳ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۴

(یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی لہذا اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے

چنانچہ فتح و نصرت کی پیشین گوئی کا ظہور اظہر من الشمس ہے آگے اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر نصرت دین کی ترغیب دیتے ہیں ۱۲ منہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللّٰهِ

اے ایمان والو تم اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ

اس طریقہ سے جو کہ تمہارے لئے مقرر ہے یعنی جہاد

كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ

جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے (ان) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے

مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ

واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے

اس وقت لوگ کثرت سے عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن اور مخالف تھے تو حواریین اپنی شریعت کے طریقہ کے موافق دین کے حامی ہوئے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ

وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں

چنانچہ ان حواریوں نے دین کی بیدمدگی کہ اس کی اشاعت میں کوشش کی۔

اللّٰهُ فَاَمَنْتَ طَائِفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَآءِيلَ

اس کوشش کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے

وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ

اور کچھ لوگ منکر ہوئے

پھر عیسائیوں میں باہم اختلاف مذہبی سے عداوت اور خانہ جنگیاں ہوئیں یا مذہبی گفتگو ہوئی۔

فَإِذْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ

سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی

فَاصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝۱۴

سو وہ غالب ہو گئے

اسی طرح تم دین محمدی کے لئے کوشش اور جہاد کرو اور اگر ابتدا ان خانہ جنگیوں کی کفار کی طرف سے ہو تو دین عیسوی میں جہاد کا ہونا لازم نہیں آتا۔

وَأَخْرَيْنَ مِنْهُمْ لَبَأَ لُحَقْوَاهُمْ

وہ علاوہ ان موجودین کے (دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ہوزان میں شامل نہیں ہوئے

خواہ بوجہ اس کے کہ موجود ہیں مگر اسلام نہیں لائے یا بوجہ اس کے کہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اس میں تمام امت قیامت تک عربی و عجمی سب آ گئے اور ان کو منہم باعتبار اسلام کے فرمایا کیونکہ مسلمان سب متحد ہیں کذا فی الحازن ۱۲

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَلِكُ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ

وہ زبردست حکمت والا ہے یہ رسول کے ذریعہ سے گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف

مَنْ يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

آنا) خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

کہ اپنی قدرت و حکمت سے ایسا نبی بھیجا اور اوپر ان صفات کا فی نفسہ حق تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا مقصود تھا اور یہاں خاص رسول کے بھیجنے میں قدرت و حکمت کا ثابت کرنا مقصود ہے پس تکرار نہ رہا ۲

اگر سب کو بھی عنایت کرے تو وسعت ہے مگر وہ اپنی حکمت سے جس کو چاہے اس کی تخصیص فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے بہرہ رکھتا ہے جیسا کہ اوپر امیین کے ایمان لانے سے اور آئندہ کی آیت میں علماء یہود کے ایمان نہ لانے سے یہ امر ظاہر ہے آگے بعض مکذبین رسالت کی تیج کی ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا

جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان

كَمَثَلِ الْجِبَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا طِبْسُ

کی حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے

مگر ان کتب کے نفع سے محروم رہے اسی طرح اصل مقصود اور نفع علم کا عمل ہے جب یہ نہ ہوا تو صرف تحصیل و حفظ علم میں تعب ہی تعب ہے تو بالکل ایسی ہی مثال ہو گئی اور گدھے کی تخصیص اس لئے کی کہ وہ جانوروں میں بے وقوف مشہور ہے تو اس میں زیادہ تنفیر ہو گئی۔

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۝ وَاللَّهُ

غرض ان لوگوں کی بری حالت ہے جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا (جیسے

سورة الجمعة مدينة وايها احدى عشره كذا في البيضاوي رابط: اوپر کی سورت میں توحید و رسالت کا اثبات اور مکذبین کا مستحق عقوبت یعنی قتل ہونا مذکور تھا اس سورت کے اول میں توحید و رسالت کا اثبات اور مکذبین میں سے یہود کا جو بعنوان قوم موسیٰ اوپر کی سورت میں مذکور ہوئے ہیں مستحق مذمت و وعید ہونا مذکور ہے اور چونکہ ان یہود کا اصل مرض حب دنیا تھا اس لئے مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لئے دوسرے رکوع میں تضمن احکام جمعہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا امر اور عکس سے نبی ارشاد ہے پس دونوں سورتوں کے اخیر میں تجارت کا ذکر ہے اول میں دیدیہ کا دوسری میں دنیویہ کا۔

(۶۲) سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۰)

سورہ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالا یا حالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیہوں) سے پاک ہے

الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ هُوَ الَّذِي بَعَثَ

زبردست حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (عرب کے ناخواندہ لوگوں میں

فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے ایک پیغمبر بھیجا) (جوان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو عقائد باطلہ و اخلاق ذمیرہ سے)

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۝

پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں

بسم الله الرحمن الرحيم. يسبح لله تا بما كنتم تعملون جس میں سب علوم دیدیہ ضروریہ آ گئے

وَأِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت) کے پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے

کہ وہ شرک و کفر ہے مراد اکثر ہیں کیونکہ جاہلیت میں بھی بعضے موحّد تھے مگر تاہم تکمیل ہدایت کے وہ بھی محتاج تھے۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ⑤

یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا

کیونکہ جان کر عناد کرتے رہے اور اگر ہدایت ہوگی تو عناد چھوڑنے کے بعد ہوگی اور تورات پر عمل کرنے کے لئے آپ پر ایمان لانا لازم ہے جیسا کہ اس میں حکم ہے پس آپ پر ایمان نہ لانا تورات پر عمل نہ کرنے کو مستلزم ہے آگے اس کا جواب ہے کہ وہ لوگ باوجود اس حالت کے بھی اپنے کو اللہ کے نزدیک مقبول بتلاتے ہیں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ

(اور اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے یہود یو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلا شرکت

بِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمْنُوا الْهُوتَ إِنْ

غیر اللہ کے مقبول (و محبوب) ہو تو تم (اس کی تصدیق کے لئے) موت

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا أَبَدًا

کی تمنا کر (کے دکھلا دو) اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف و سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سے

قَدْ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ⑤

ہیں اور اللہ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے) حال کی

جب تاریخ مقدمہ کی آوے گی فرد قرار داد جرم سنا کر سزا کا حکم کر دیا جائے گا۔ ربط تمہید سورت میں گزر چکا اور سبب نزول ان آیات میں سے آخر آیت کا یہ ہے کہ ایک بار آپ جمعہ کا خطبہ پڑھتے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ غلہ لے کر آیا اور اس کے ساتھ اعلان کے لئے دف بجتا تھا بہت سے آدمی خطبہ چھوڑ کر غلہ خریدنے چلے گئے اور بارہ آدمی رہ گئے اس پر یہ آیت آئی کذافی الصراح اور درمنثور وغیرہ میں مرا سیل ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ اس وقت خطبہ بعد نماز کے ہوا کرتا تھا لوگ یوں سمجھے کہ نماز اصل مقصود ہے وہ ہونہی چکی ہے خطبہ اگر نہ سنا جاوے کچھ حرج نہیں اور اگر ثابت ہو جاوے کہ خطبہ مقدم تھا تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا ارادہ فوراً واپس آ جانے کا ہوگا۔

قُلْ إِنَّ الْهُوتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ

آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت

مُلَقِيكُمْ ثُمَّ تَرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ

ایک روز) تم کو آ پکڑے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے (خدا کے پاس

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑧

لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے سب کچھ کے کام بتلا دے گا اور (سزا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ

بھی دے گا) اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہے

مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو اور

وَذُرُوا الْبَيْعَ ط

خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑ دیا

یا ایہا الذین امنوا تاخیر الرازقین اور بیع کی تخصیص زیادہ اہتمام کی وجہ سے ہے کیونکہ اس کے چھوڑنے کو نفع فوت ہونے کا سبب سمجھتے ہیں۔

ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ⑨ فَإِذَا

کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی

قُضِيَ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ

ہے) اور بیع وغیرہ کا فانی) پھر جب نماز جمعہ پوری ہو چکے تو (اس وقت تم کو

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ

اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو

یعنی اس وقت نماز ادا کر کے کاموں میں چلنا پھرنا جائز ہے اور اگر اس وقت خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا تو نماز پوری ہونے سے مراد یہ ہے کہ اپنے تمام متعلقات کے ساتھ پوری ہو جائے جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز اور خطبہ دونوں ہو چکیں۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو

یعنی دنیوی مشاغل میں ایسے منہمک مت ہو جاؤ کہ احکام اور ضروری عبادات سے غافل ہو جاؤ۔ یا ایہا الذین امنوا میں خطاب ان لوگوں کو ہے

سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کہی آپ نے ابن ابی اور اس کے رفقاء کو بلا کر پوچھا وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھا گیا زید بن ارقم کو بڑا رنج ہوا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کذا فی الصحاح اور جن لوگوں کو اس کا کہنا معلوم تھا انہوں نے اس سے کہا کہ تو جا کر حضرت کے سامنے توبہ کر لے اس نے انکار کر دیا کذا فی الدر المنثور اور چونکہ سب منافقین اس قول کے پسند کرنے میں شریک اور ہمراہی تھے لہذا سب کی طرف نسبت کر دی ۱۲

بسم الله الرحمن الرحيم اذا جاءك المنافقون تالايعلمون

(۶۳) سُورَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۰۴)

سورہ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان ہیں نہایت رحم والے

اِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لِرَسُوْلٍ

جب آپ کے پاس یہ منافقین آئے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ

اللّٰهُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لِرَسُوْلِهِ ط وَاللّٰهُ

اللہ کے رسول ہیں اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی اور (باوجود

یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ج

اس کے) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں

کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کیونکہ وہ گواہی محض زبانی ہے دل سے نہیں

اِتَّخَذُوْا اٰیٰتِنَاھُمْ جَنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو اپنی جان و مال بچانے کے لئے سپر بنا رکھا ہے

کیونکہ انہار کفر سے ان کی حالت بھی مثل دوسرے کفار کے ہوتی کہ

جہاد کیا جاتا اور قتل و غارت ہوتا۔

اِنَّھُمْ سَآءُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاِنَّھُمْ

پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک ان کے یہ اعمال برے ہیں (اور ہمارا یہ کہنا کہ ان کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے ہے

اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

کہ یہ لوگ (اول ظاہر میں ایمان لائے پھر) کلمات کفریہ کہہ کر) کافر ہو گئے

جن پر جمعہ فرض ہے کیونکہ بعض پر بالا جماع جمعہ فرض نہیں اور سعی سے مراد دوڑ نا نہیں صرف چلنا مراد ہے مبالغہ اور اہتمام کے لئے سعی فرمادیا اور اذان سے مراد وہ اذان ہے جو آیت نازل ہونے کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ پہلی اذان صحابہ کے اجماع سے بعد میں مقرر ہوئی ہے لیکن بیع وغیرہ کے حرام ہونے میں اس کا حکم بھی دوسری اذان کے مثل ہے البتہ دوسری اذان میں یہ حکم قطعی ہے اور پہلی اذان میں ظنی ہے اس سے تمام علمی اشکالات رفع ہو گئے اور جو صحابہ اٹھ کر چلے گئے ان کی ابتدائی حالت تھی پھر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قحط اور بھوک کا تھا پھر بڑے صحابہ سے اس کا صدور نہ ہوا تھا پھر غلطی اجتہادی تھی اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ وَاْتِجَارَةً اَوْ

تا کہ تم کو فلاح ہو اور بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی

لَهُوَ اِنْ فَضُّوْا اِلَیْھَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ط قُلْ

چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا

مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللّٰھِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ط

چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از تم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ

وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّزٰقِیْنَ ع

ایسے مشغلے اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے

یعنی اگر تجارت وغیرہ سے رزق زیادہ ہونے کی جمع ہو تو سمجھ لو کہ خدا کی ضروری طاعات میں مشغول رہنے سے یہ رزق مقدر بھی ملتا ہے پھر اس کے احکام کو کیوں ترک کیا جائے۔

سورة المنفقین مدنیة و ایہا احدی عشر

رابطہ: اوپر کی سورت میں یہود کا ذکر تھا اس سورت میں منافقین کا ذکر ہے اور پہلی سورت میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا حکم تھا وہی اس سورۃ کے اخیر میں ہے اور منافقین اپنے مال اور خدم و حشم پر گھمنڈ کرتے تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اس لئے مال و اولاد کے ساتھ زیادہ دل لگانے سے منع فرمایا ہے اور شان نزول ان آیتوں کا جن میں منافقین کا ذکر ہے یہ ہے کہ کسی غزوہ میں انصار و مہاجرین میں تکرار ہو گیا اس پر عبد اللہ بن ابی بکرؓ نے ان پر دیسیوں کو روٹیاں کھلا کھلا کر بگاڑ دیا اب کے مدینہ پہنچ کر ان لوگوں کو خرچ دینا بند کر دو خود ہی چلے جائیں گے اور یہ بھی کہا کہ ہم عزت والے ہیں ان ذلت والوں کو نکال دیں گے یہ بات زید بن ارقم صحابیؓ نے

أَنْ يُوَفَّكَونَ ④

خدا ان کو غارت کریں (دین حق سے) کہاں پھرے جاتے ہیں
یعنی روزانہ دور ہی ہوتے جاتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُم تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (رسول اللہ کے پاس) آؤ تمہارے لئے رسول
اللہ استغفار کر دیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ (اس

اللَّهُ لَوْوَارٍ وَسَهُمُ وَإِيتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ

نصیحت اور تحصیل استغفار سے) تکبر کرتے ہیں بے رخی کرتے ہیں (جب ان

مُسْتَكْبِرُونَ ⑤ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ

کے کفر کی یہ حالت ہے تو) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ ان کے

أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ

لئے آپ استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا

مطلب یہ کہ اگر وہ آپ کے پاس آتے بھی اور آپ ان کی ظاہری حالت
کے اعتبار سے استغفار بھی فرماتے تب بھی ان کو کچھ نفع نہ ہوتا یہ تو ان کی حالت
زمانہ گذشتہ کے اعتبار سے ہوئی آئندہ حالت کے متعلق آگے ارشاد ہے ۱۲۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ⑥ هُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیتا یہ وہ

الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تَنْفِقُوا عَلَيَّ مَنْ عِنْدَ

ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جمع) ہیں ان

رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يُنْفِضُوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ

پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور (ان کا یہ کہنا

السَّهْوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا

جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے

يَفْقَهُونَ ⑦ يَقُولُونَ لَيْنِ رَجَعْنَا إِلَى

ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں (اور) یہ (لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں

مطلب یہ کہ ہمارا یہ کہنا کہ ان کے اعمال بہت ہی برے ہیں ان کے
نفاق کے سبب سے ہے کہ وہ بدترین اعمال میں سے ہے ۱۲

فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ③

سوان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو یہ (حق بات کو) نہیں سمجھتے اور جب آپ

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ

ان کو دیکھیں تو) (شان و شوکت کی وجہ سے) ان کے قد و قامت آپ کو

يَقُولُوا تَسْبَعُ لِقَوْلِهِمْ

خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتیں سن لیں

کیونکہ ظاہر میں بڑے چمکے چمکے اور باتوں میں بڑے فصیح و بلیغ
ہیں لیکن اندر خاک بھی نہیں اس لئے آگے ظاہری قد و قامت کے ساتھ
اندر سے خالی ہونے میں ان کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

كَانَ هُمْ خَشَبٌ مُسْتَدَّةٌ يُحْسَبُونَ كَلًّا

گویا یہ لکڑیاں ہیں جو (دیوار کے) سہارے سے لگائی ہوئی (کھڑی) ہیں

کہ جثہ میں تو لمبی چوڑی موٹی موٹی مگر بے جان محض اور تیز بنا بر اس
عادت کے کہ اکثر جو لکڑی کام میں فی الحال نہیں آتی وہ اس طرح رکھ دی
جاتی ہے ایسی لکڑی بے نفع محض بھی ہے اسی طرح یہ لوگ ظاہری دیکھنے میں
تو شاندار لیکن اندر سے محض بے کار۔

صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ

ہر غل پکار کو (خواہ کسی وجہ سے ہو) اپنے اوپر پڑنے والی (خیال کرنے لگتے ہیں

کیونکہ ایمان و اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت ان کو اندیشہ رہتا
ہے کہ کبھی مسلمانوں کو ہمارے حال کی اطلاع قرینہ سے یا وحی کے ذریعہ
سے نہ ہو جائے اور دوسرے کفار کی طرح ہم پر بھی جہاد وغیرہ نہ ہونے
لگے اس لئے ہر بات سے ڈرتے ہیں جب کوئی شور غل ہوتا ہے یہی
سمجھتے ہیں کہ کہیں ہمارے اوپر ہی کوئی مصیبت نہ آنے والی ہو۔

قَاتِلْهُمْ اللَّهُ ز

یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیے

یعنی ان کی کسی بات پر اعتماد نہ کیجئے۔

الْهَدْيُ نِيَّةٌ لِيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ط

لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا
یعنی ہم ان مسافر پر دیسیوں کو نکال باہر کریں گے

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْهُمُومِينَ وَلَكِنَّ

اور (یہ کہنا جہل محض ہے بلکہ) اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ اور

الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝۸

رسول کے) لیکن منافقین جانتے نہیں

کہ عزت کا مدار مال اور خدام و حشم وغیرہ کو سمجھتے ہیں جو کہ فانی چیزیں ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ

أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ج

کی یاد اور اطاعت سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پاویں

یا ایہا الذین امنوا تاخیر بما تعملون یعنی دنیا میں ایسے منہمک مت ہو جانا کہ دین میں خلل پڑنے لگے

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝۹

اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں
کیونکہ نفع دنیوی تو ختم ہو جاوے گا اور ضرر اخروی ممتد یا دائم رہ جاوے گا۔

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ

اور منجملہ طاعت کے ایک طاعت مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ (ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے) (حقوق واجبہ) کے اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں

أَحَدُكُمْ الْهَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ

سے کسی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ (بطور تمنا و حسرت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات

أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصْدَقَ وَأَكْنَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۱۰

دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جبکہ

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ط وَاللَّهُ

اس کی میعاد (عمر کے ختم ہونے پر) آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ

خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۱۱

کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (وہی ہی جزاء کے مستحق ہو گے)

سورہ تغابن مختلف فیہا وایہا ثمان عشرہ کذا فی البیضاوی

رابط: سورہ سابقہ کے اخیر میں آخرت کی ترغیب اور اس کے فکر نہ کرنے سے ڈرایا تھا اس سورت میں آخرت کی فکر کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کی جزا کی تفصیل ہے جس سے ترغیب اور ترہیب دونوں کامل ہو گئیں

(۶۴) سُورَةُ التَّغَابُنِ مِائَتِي ثَمَانِيَّةٌ (۱۰۸)

سورہ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ج

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ز وَهُوَ عَلَىٰ

(قالا یا حالاً) بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱

اور وہ ہر شے پر قادر ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. يسبح لله تا العزيز الحكيم

یہ تمہید ہوئی اگلے بیان کی کہ جب وہ ایسی صفات کمال کے ساتھ متصف ہے تو اس کی اطاعت واجب اور معصیت قبیح ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ

وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا

جو مقتضی اس کو تھا کہ سب ایمان لاتے۔

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط وَاللَّهُ

باوجود اس کے بھی) تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن اور اللہ تمہارے

یعنی بشر کہیں پیغمبر ہادی ہو سکتا ہے۔

فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُ وَنُنَازِفُكْفَرُوا وَتَوَلَّوْا

غرض انہوں نے کفر کیا اور خدا نے (بھی ان کی کچھ) پرواہ نہ کی

وَاسْتَغْنَى اللَّهُ ط وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ⑥

اور اللہ سب سے بے نیاز ہے اور (ستودہ صفات ہے

اس کو نہ کسی کی معصیت سے ضرر اور نہ کسی کی اطاعت سے نفع خود مطیع اور عاصی کا نفع اور ضرر ہے۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ط

یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کو سن کر) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز دوبارہ

قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبُّونَ بِمَا

زندہ نہ کئے جاویں گے آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے

عَمِلْتُمْ ط وَذَلِكْ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑦

جاویں گے پھر جو جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتنا دیا جائے گا اور اس پر سزا دی

فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي

پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر (یعنی قرآن پر) کہ ہم نے نازل کیا ہے

أَنْزَلْنَاهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ⑧

ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے اور اس دن کو یاد کرو کہ جس

يَوْمٍ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط

دن تم سب کو ایک جمع ہونے کے دن جمع کرے گا یہی دن ہے سود و زیاں کا

یعنی مسلمانوں کو نفع اور کافروں کا نقصان اس روز عملاً ظاہر ہو جائے گا ۱۳

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ

اور بیان اس کا یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور

عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيَدْخُلْهُ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ

نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو (جنت کے)

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ⑨

اعمال (ایمانیہ) و کفریہ کو دیکھ رہا ہے

پس ہر ایک کے مناسب جزا دے گا۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا

فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ج

اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا

کیونکہ اعضاء انسانی کے برابر کسی حیوان کے اعضاء میں تناسب نہیں۔

وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ⑩ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

اور اسی کے پاس (سب کو) لوٹنا ہے (اور) وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو

وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرَوْنَ وَمَا

آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو

تُعْلِنُونَ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑪

اور جو علانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے

اور یہ تمام امور اس کو مقتضی ہیں کہ تم اس کی اطاعت کیا کرو

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُوءُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا پھر انہوں

قَبْلُ فَقَدْ أَقْوَا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ

نے اپنے (ان) اعمال کا وبال (دنیا میں بھی چکھا اور اس کے علاوہ آخرت

عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑫

میں بھی) ان کے لئے عذاب دردناک ہونے والا ہے

تو یہ خبر پہنچانا بھی اطاعت کے لازم ہونے کو چاہتا ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے

تو ان لوگوں نے (ان رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے

جس کو وہ باحسن وجوہ کر چکے پس ان کا تو کوئی ضرر نہیں تمہارا ہی ضرر ہوگا اور چونکہ اللہ کو ضرر ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے اس لئے اس کو یہاں بیان نہیں کیا۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَى اللَّهِ قَلْبُكَ كُلِّ

اللہ کے سوا کوئی معبود بننے کے قابل نہیں) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾

(مصابغ وغیرہ میں توکل رکھنا چاہئے)

پس اسی کو معبود سمجھنا چاہئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اے ایمان والو

اس میں ایمان کا مضمون جو اوپر مذکور تھا اور جس کا مضمون جو کہ بعد میں مذکور تھا دونوں آگئے۔

إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ

تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے دین کی دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار

فَا حْذَرُواهُمْ ج

رہو (اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو)

جیسے مصیبت میں تم کو صبر و رضا کا حکم کیا گیا ہے تاکہ وہ آخرت سے مانع نہ ہو اسی طرح نعمت کے بارہ میں تم کو حکم کیا جاتا ہے کہ اس میں منہمک نہ ہوتا کہ وہ بھی آخرت سے مانع نہ ہو پس نعمت کے بارے میں آگے ایک مضمون کی تعلیم کی جاتی ہے کہ تم کو یوں سمجھنا چاہئے۔

وَإِنْ تَعَفُّوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا

اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو

جب کہ وہ اپنے نفع دنیوی کے واسطے تم کو ایسی بات کا امر کریں جو تمہارے لئے مضرت آخرت ہو ۱۲۔

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴﴾

تو اللہ (تمہارے گناہوں کا) بخشنے والا اور تمہارے حال پر رحم کرنے والا ہے

یعنی اگر تم کو ان کی فرمائشوں پر غصہ آ جاوے تو تم اس وقت ان پر سختی نہ کرنے لگو اور وہ معذرت اور توبہ کرنے لگیں تو ان کی خطا معاف کردو یعنی سزا نہ دو اور درگزر کر جاؤ یعنی زیادہ ملامت نہ کرو اور بخش دو یعنی اس کو دل اور زبان سے بھلا دو۔

تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خِلْدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ

ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر

بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خِلْدِينَ

کیا ہو گا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہو گا یہ لوگ دوزخی ہیں

فِيهَا ط وَيَسَّسُ الْهَٰصِرُ ﴿۱۶﴾

اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے

اور جس طرح کفر آخرت کی فلاح سے بالکل روکتا ہے اسی طرح مصیبت میں پڑ کر یا اولاد و ازواج کی محبت میں مشغول ہو کر خدا کے احکام میں کوتاہی کرنا بھی آخرت کی فلاح سے کسی قدر روکتا ہے پس پہلے مصیبت کے لئے ایک تعلیم فرماتے ہیں کہ اس مصیبت کے وقت مضمون کو سمجھ لینا چاہئے ۱۳

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ

کوئی مصیبت بدوں حکم خدا کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر و رضا کی) راہ دکھا دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو

عَلِيمٌ ﴿۱۷﴾

خوب جانتا ہے

پس یہ سمجھ کر صبر و رضا اختیار کرنا چاہئے ۱۴ کہ کس نے صبر و رضا اختیار کیا کس نے نہیں کیا اور ہر ایک کو حکمت کے موافق جزا دیتا ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں (اللہ کا کہنا

مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم (اطاعت سے) اعراض کرو گے

فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ ﴿۱۸﴾

تو (یاد رکھو) کہ ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے

سورة الطلاق مدنیة و ایہا اثنتا عشرة كذا في البيضاوی
رابط: سورت سابقہ کے اخیر میں بعض بیسیوں اور اولاد کا دشمن ہونا
مذکور تھا چونکہ بعض دفعہ یہ دشمنی کا خیال ان کے واجب حقوق ادا کرنے بھی
مانع ہو جاتا ہے خصوصاً جب کہ طلاق وغیرہ سے ظاہراً جدائی بھی ہو جاوے
اس لئے اس سورت میں بعض احکام مطلقہ عورتوں اور شیر خوار بچوں کے
بیان کرنے سے اس کی اصلاح ہو گئی کہ جب مفارقت میں بھی حقوق کی
رعایت واجب ہے تو موافقت میں بدرجہ اولیٰ واجب ہوگی اور چونکہ ان
احکام کے درمیان میں چار جگہ تقویٰ کا حکم اور ترغیب ہے اس لئے
دوسرے رکوع میں تقویٰ کی تاکید ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ
دنیوی معاملات میں بھی احکام شرعیہ کی رعایت واجب ہے بخلاف بعض
جاہلوں کے خیال کے کہ وہ دنیوی معاملات کو شریعت سے خارج سمجھتے ہیں

(۶۵) سُورَةُ الطَّلَاقِ مَكِّيَّةٌ (۹۹)

سورة طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ

اے پیغمبر (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے) کہ جب تم لوگ اپنی (مدخول بہا)

بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها النبي تا يسراً
ایسی عورتیں جن سے صحبت یا تنہائی ہو چکی ہو کیونکہ تنہائی سے بھی
عدت واجب ہو جاتی ہے چاہے صحبت نہ کی ہو۔

النِّسَاءِ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ

عورتوں کو طلاق دیئے لگو تو ان کو (زمانہ) عدت (یعنی حیض سے پہلے یعنی طہر میں) طلاق دو

اور یہ احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت نہ ہو اور یہ
تفسیر مذہب حنفی پر ہے کہ ان کے نزدیک عدت حیض سے ہے اور شافعیہ
کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ ان کو شروع عدت میں طلاق دو یعنی طہر ہی
سے عدت ہے طہر ہی میں طلاق دو

وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ

اور تم عدت کو یاد رکھو

یعنی مرد و عورت سب یاد رکھیں خاص کر مردوں کو اس لئے خطاب فرمایا کہ
عورتوں میں غفلت زیادہ ہوتی ہے تو مردوں کو بھی اس کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

تمہارے اموال اور اولادیں تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے

اس میں ترغیب ہے عقو کی اور یہ بعض اوقات واجب ہے جب کہ
عقوبت سے احتمال غالب ہے باقی کا ہو اور بعض اوقات مندوب ہے
آگے اولاد کے ساتھ اموال کے متعلق بھی اسی قسم کا مضمون ہے۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۱۵ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا

اور جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو اللہ کے پاس اس کے لئے بڑا اجر

اَسْتَطَعْتُمْ وَاَسْمَعُوا وَاَطِيعُوا وَاَنْفَقُوا

ہے تو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو (اور اس کے احکام کو سنو اور مانو

خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ ۝۱۶

اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ بھی کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا

کہ دیکھیں ان میں پڑ کر خدا کے احکام کو کون بھول جاتا ہے اور کون
یاد رکھتا ہے۔

وَمَنْ يُؤَقِّ شَخْخَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰلِحُونَ ۝۱۷

اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں
غالباً خرچ کرنے کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے بیان کیا کہ یہ نفس پر
زیادہ گراں ہے۔

إِنْ تَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعِفْهُ لَكُمْ

اور اگر تم اللہ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اس کو
تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۝۱۸ وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝۱۹

قدر دان ہے کہ عمل صالح کو قبول فرماتا ہے اور بڑا بردبار ہے

آگے اس کے بہتر ہونے اور موجب فلاح ہونے کا بیان ہے ۱۲۔

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۲۰

پوشیدہ اور ظاہر اعمال کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے اور (حکمت والا ہے)

کہ گناہ کے کام پر فوراً مواخذہ نہیں فرماتا ۱۳

یعنی عدت ختم ہونے تک رجعت نہ کرو مطلب یہ کہ تیسری بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو مگر عدت بڑھانے کے لئے رجعت کر لو۔

وَاقْبُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ط

آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لو

یہ مستحب ہے کذا فی الہدایہ والعنایہ رجعت میں تو اس لئے کہ بعد افتضائے عدت کبھی عورت اختلاف نہ کرنے لگے اور مفارقت میں اس لئے کہ کبھی اپنا نفس شرارت نہ کرنے لگے کہ جھوٹا دعویٰ کر لے کہ میں رجعت کر چکا تھا۔

ذَلِكُمْ يُوعِظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ ط

اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑے تو ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے بلا رو رعایت گواہی دو اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور

وَالْيَوْمِ الْآخِرَةِ ط

یوم قیامت پر یقین رکھتا ہو

مطلب یہ کہ ایماندار ہی نصائح سے منع ہوتے ہیں اور یوں تو نصائح سب کے لئے عام ہیں۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ط وَيَرْزُقْهُ ط

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور

مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط

اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص

فَهُوَ حَسْبُهُ ط

اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح مہمات کے لئے کافی ہے

اگر نفع اور نقصان اور رزق آخرت کا مراد لیا جائے تب تو یہ معنی ہوں گے کہ عذاب سے نجات دے گا اور جنت کا رزق دے گا کہ اس تک کسی کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا اور اگر نفع نقصان اور رزق دنیا کا مراد ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک ظاہری جو اکثر ہوتی ہے کہ بلا میں مل جاویں اور رزق وغیرہ میں فراغت ہو جائے دوسرے ماضی جو تقویٰ سے ہمیشہ حاصل ہوتی ہے کہ اس پر بلا صبر و رضا نصیب ہو جائے کہ یہ بھی اس کی گرفت سے نجات ہے اور تھوڑے رزق پر قناعت ہو جائے کہ اس سے بھی اطمینان و سکون ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بہت رزق سے اور چونکہ نفس کے اطمینان کا طریقہ طعام رزق کی فراخی ہے تو قناعت سے سکون و اطمینان بیگماں ہوا

وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ط

اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے

یعنی اس کے بارہ میں جو اس کے احکام ہیں ان کے خلاف نہ کرو مثلاً تین طلاق ایک دفعہ مت دو اور حیض میں طلاق مت دو اور بعض احکام آگے آتے ہیں۔

لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ ط

ان عورتوں کو (ان کے رہنے کے) گھروں سے مت نکالو (کیونکہ کئی مطلقہ کا مثل منکوحہ کے) واجب ہے

کیونکہ رات شوہر کے گھر گزارنا یہ صرف عورت یا مرد کا حق نہیں ہے کہ اس کی رضا مندی سے ساقط ہو جائے بلکہ شرعی حق ہے۔

وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ط

اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کریں تو اور بات ہے مثلاً مرتکب بدکاری یا سرقت کی ہوں تو سزا کے لئے نکالی جاویں یا بقول بعض علماء زبان درازی اور ہر وقت کا رنج و تکرار رکھتی ہوں تو ان کو نکال دینا جائز ہے۔

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ط وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ ط

اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط

تجاوز کرے (مثلاً اس عورت کو گھر سے نکال دے تو) اس نے اپنی اوپر ظلم کیا یعنی گنہگار ہوا آگے طلاق دینے والے کو ترغیب دیتے ہیں کہ طلاق میں رجعی بہتر ہے۔

لَا تَذَرْنِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثْ بَعْدَ ذَلِكَ ط

تجھ کو خیر نہیں شاید اللہ بعد اس (طلاق دینے) کے کوئی نئی بات تیرے دل میں پیدا

أَمْرًا ۱ فَاذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ ط

کر دے (مثلاً طلاق پر ندامت ہو تو رجعی میں اس کا تدارک ہو سکتا ہے پھر جب وہ

بِعُرُوفٍ أَوْ فَرَاقٍ هُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهُدُوا ط

(مطلقہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو ان کو

ذَوِي عَدَالٍ مِّنْكُمْ ط

قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو

آخرت کی یاد دنیا کی ظاہر میں یا باطن میں آگے پھر احکام بجالانے کی تاکید ہے۔

ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ

یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص

اللَّهُ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝

(ان معاملات میں اور دوسرے امور میں بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا وہ اس

کے گناہ دور کر دے گا (کہ معصرت غلطیہ کا سبب ہے اور اس کو بڑا اجر دے گا

آگے پھر مطلقات کے احکام کا بیان ہے یعنی علاوہ گھر میں رکھنے کے اور عدت لمبی نہ کرنے کے ان کے اور بھی کچھ حقوق ہیں۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ

ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو

یعنی عدت میں سکنی بھی مطلقہ کا واجب ہے البتہ طلاق بائن میں ایک مکان میں خلوت کے ساتھ رہنا جائز نہیں بلکہ حائل ہونا ضرور ہے۔

وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ط

ان کو تنگ کرنے کے لئے (اس کے بارے میں) تکلیف مت پہنچاؤ

مثلاً کوئی ایسی بات کرنے لگو جس سے وہ پریشان ہو کر نکل جائیں۔

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ ط

اور اگر وہ مطلقہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو

بخلاف غیر حمل والیوں کے کہ ان پر خرچ کرنے میں انتہا تین حیض یا تین مہینے ہیں غرض یہاں مقصود خرچ کی غایت بتلانا ہے کہ حمل والیوں کا نفقہ حمل جننے تک واجب ہے مگر خرچ کرنے کا حکم بھی خاص طور پر اس لئے کر دیا کہ ممکن ہے شروع حمل میں طلاق دی ہو تو بچہ جننے تک کی مدت تین حیض یا غالباً تین ماہ سے زیادہ ہوگی اور اتنے دنوں تک نفقہ دینا نفس پر گراں ہوتا ہے اس لئے اس کو صراحتہ فرما دیا اور طلاق والی عورتوں کے لئے مطلقاً نفقہ اور گھر عدت تک دینا یہ حنفیہ کا مذہب ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک جس کو طلاق بائن دی گئی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو اس کے لئے نہ گھر دینا واجب ہے نہ نفقہ یہ احکام تو عدت کے متعلق تھے۔

حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاتُّوهُنَّ ط

پھر اگر وہ (مطلقہ) عورتیں (جبکہ پہلے ہی سے بچے والیاں ہوں یا بچہ ہی پیدا

ہونے سے ان کی عدت ختم ہوئی ہے) تمہارے لئے بچہ کو (اجرت پر)

اس لئے من حیث لا یحتسب اس کو بھی شامل ہے ۱۲

یعنی اس کی شکلیں آسان کرنے میں اپنی کفایت کا خاص اثر ظاہر فرماتا ہے ورنہ خدا کی کفایت تو تمام عالم کے لئے ہے وہ سب ہی کو کافی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بِأَلْعِ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ

اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہے) پورا کر کے رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر

قَدَرًا ۝

شے کا اندازہ (اپنے علم میں) مقرر کر رکھا ہے

اور اسی کے موافق اس کا واقع ہونا مصلحت ہوتا ہے آگے پھر احکام کی طرف رجوع ہے۔

وَالَّذِي يُدْسِنُ مِنَ الْحَيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ

(اوپر عدت کا اجمالاً ذکر تھا) اور تفصیل یہ کہ (تمہاری مطلقہ بیویوں میں جو

عورتیں بوجہ (زیادت سن کے) حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو ان

ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

کی عدت کی تعیین میں شبہ ہو

جیسا کہ واقع میں صحابہ کوشبہ ہوا تھا اور اسی لئے پوچھا تھا

ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحْضِ ط

تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو

(اب تک بسبب کم عمری کے) حیض نہیں آیا

ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط

اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا حمل کا پیدا ہو جانا ہے

خواہ وہ کامل ہوں یا ناقص بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو گو ایک انگلی ہی سہی اور چونکہ تقویٰ خود بھی مہتمم بالشان ہے اور احکام مذکورہ میں جو کہ متعلق بمعاملات دنیا ہیں عام طبائع میں خیال ہو سکتا ہے کہ ان دنیوی معاملات کا دین سے کیا تعلق ہم جس طرح چاہیں کر لیں اس لئے آگے پھر تقویٰ کا مضمون ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک کام میں آسانی کر دے گا

أَجُورُهُنَّ ج وَاتَّبِعُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ج

دودھ پلا دیں تو تم ان کو (مقررہ) اجرت دو اور (اجرت کے بارے میں) باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو

یعنی نہ تو عورت اس قدر زیادہ مانگے کہ مرد کو دوسری آنا ڈھونڈنی پڑے اور نہ مرد اس قدر کم دینا چاہے کہ عورت اپنا کام نہ چلا سکے بلکہ حتی الامکان دونوں اس کا خیال رکھیں کہ ماں ہی دودھ پلاوے کہ بچہ کی اس میں زیادہ مصلحت ہے۔

وَإِنْ تَعَاَسَرْتُم فَسْتَرْضِعْ لَهُ أُخْرَى ط

اور اگر تم ٹکٹش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی

مقصود اس خبر سے امر ہے یعنی اور کسی انا کو تلاش کر لیا جاوے نہ ماں کو مجبور کیا جاوے نہ باپ کو اور صورتِ خبر میں یہ نکتہ ہے کہ مرد کو کم اجرت تجویز کرنے پر عتاب ہے کہ آخر کوئی اور پلاوے گی تو وہ بھی غالباً بہت کم نہ لے گی پھر یہ کمی ماں ہی کے لئے کیوں تجویز کی جائے اور عورت کو زیادہ اجرت مانگنے پر عتاب ہے کہ تو نہ پلاوے گی تو اور کوئی میسر ہو جاوے گی کیا دنیا میں ایک تو ہی ہے جو اس قدر گراں بنتی ہے آگے بچہ کے نفقہ کے بارے میں ارشاد ہے۔

لِيَنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ط وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ ط

آگے بچہ کے نفقہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ وسعت والے کو موافق اپنی وسعت کے بچہ پر خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ

رِزْقُهُ فَلْيَنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ط لَا يَكْلِفُ اللَّهُ ط

اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے خدا کسی شخص کو اس سے

نَفْسًا إِلَّا مَّا آتَاهَا ط

زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو اللہ نے دیا

یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ اٹھاوے اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق۔

اور تنگ دست آدمی خرچ کرتا ہوا اس سے نہ ڈرے کہ خرچ کرنے سے بالکل ہی نہ رہے گا جیسا بعض آدمی اس خوف سے اولاد کو قتل کر ڈالتے تھے ۱۲۔

سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ج وَكَالَيْنَ مِّنْ

ہے خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلدی فراغت دے گا گو بقدر ضرورت و حاجت روانی سہی

قَرِيَّةٍ عَنَّتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرَسُولِهِ فَحَاسِبْنَهَا

اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم ماننے سے اور اس کے

حَسَابًا شَدِيدًا لا

رسولوں سے سرتابی کی سوہم نے ان (کے اعمال کا) سخت حساب کیا

مطلب یہ کہ ان کے اعمال کفریہ میں سے کسی عمل کو معاف نہیں کیا بلکہ سب پر سزا تجویز کی اور پرش کے طور پر حساب مراو نہیں۔

وَعَذَّبْنَهَا عَذَابًا تُكْرَأُ ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ

اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سزا دی (کہ وہ سزا ہلاک بالعداب ہے) غرض

أَمْرَهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ

انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے اور

اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ

جب انجامِ نافرمانی کا یہ ہے تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو

کیونکہ ایمان بھی اس کو مقتضی ہے اور ڈرنا یہ کہ اطاعت کرو

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنزَلَ

خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا اور وہ نصیحت نامہ دے کر ایک

اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ

ایسا رسول (بھیجا) جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ

اللَّهُ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں (کفر و جہل کی) تاریکیوں

الصَّلَاحِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط

سے (ایمان و علم و عمل کے نور کی طرف لے آویں)

مطلب یہ کہ جو نصیحت اس رسول کے ذریعہ سے پہنچے اس پر عمل کرنا بھی اطاعت ہے۔

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ

اور آگے ایمان و غیرہ طاعت پر وعدہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاوے گا اور اچھے عمل کرے گا خدا اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا

سے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے بلا شک اللہ نے

أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝۱۱۱ اللَّهُ الَّذِي

(ان کو بہت) اچھی روزی دی (آگے اللہ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے

خَلَقَ سَبْعَ سَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ

(یعنی اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی

یعنی زمینیں بھی سات پیدا کیں جیسا ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ایک زمین کے نیچے دوسری زمین ہے اس کے نیچے تیسری زمین ہے اسی طرح سات زمینیں ہیں اور ان میں یہ بھی احتمال ہے کہ نظر آتی نہ ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں اور لوگ ان کو ستارے سمجھتے ہوں جیسا کہ مرتج کی نسبت بعض کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ اور نہریں اور آبادی ہے اور حدیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے نیچے ہونا وارد ہے ممکن ہے کہ وہ بعض حالات کے اعتبار سے ہو کبھی زمینیں اس سے اوپر ہو جاتی ہوں۔

مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ

اور ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں

احکام نازل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں بھی انسان وغیرہ مکلفین آباد ہوں کیونکہ تکوینی احکام بدون مکلفین کے بھی نازل ہو سکتے ہیں چنانچہ آسمانوں میں فرشتوں پر احکام کا نازل ہونا ظاہر ہے حالانکہ وہ مکلف نہیں ہیں اور اس کے متعلق عجائب میں سے وہ حدیث ہے جس کو درمنثور میں ابن عباس سے موقوفات میں بیان فرمائی ہے نہی نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ سبع ارضین فی کل الارض نبی کنیکم و ادم کا دمکم و نوح کنو حکم و ابراہیم کا براہیمکم و عیسیٰ کعیساکم سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں ایک نبی ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ایک آدم ہیں تمہارے آدم کی طرح اور نوح ہیں نوح کی طرح اور ابراہیم ہیں ابراہیم کی طرح اور عیسیٰ ہیں عیسیٰ کی طرح اور ظاہر میں یہ حدیث مشکل ہے مگر عام فہم کے موافق سب سے اچھی اور سہل تفسیر اس کی وہ ہے جو روح المعانی میں ہے کہ ہر زمین میں ایسی مخلوق ہے جو اصل کی طرف لوٹتے ہیں جیسا کہ ہماری زمین میں سب انسان آدم علیہ السلام کی طرف لوٹتے ہیں اسی طرح ان زمینوں میں بھی کچھ افراد ایسے ہیں جو دوسروں سے ممتاز ہیں

جیسا کہ ہمارے اندر نوح و ابراہیم و عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ ہیں چونکہ یہ حدیث ہمارے زمانہ میں شائع ہو گئی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کی سہل تفسیر بھی لکھی جائے اس سے زیادہ کا عام لوگوں کی عقلیں تحمل نہیں کر سکتیں اس لئے وہ اس بحث میں نہ پڑیں علماء پر بدزبانی و بدگمانی نہ کریں اور بعض نے اس حدیث کو موضوع بھی کہا ہے جیسا کہ روح میں ابی حبان سے نقل کیا ہے لہذا علماء بھی اس کے منوانے میں عوام پر زور نہ دیں۔

يُنْهَنَّا لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر

قَدِيرٌ ۝۱۱۲ اللَّهُ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝۱۱۲

قادر ہے اور اللہ ہر شے کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے

اور اسی سے اللہ کا واجب الاطاعت ہونا ظاہر ہے۔

سورة التحريم مدنية وايها اثنتا عشرة كذا في البيضاوي رابط: كچھلی سورة کی طرح اس میں بھی عورتوں کے متعلق مضامین ہیں مگر اس میں عام عورتوں کے متعلق تھے اس میں خاص ازواج مطہرات کے متعلق اور وہاں طلاق کے احکام تھے یہاں ازواج مطہرات کو طلاق کی دھمکی ہے اور جیسا اس سورة کے اخیر میں اطاعت کی عام تاکید تھی اسی طرح ازواج مطہرات کو خطاب کرنے کے بعد عام طور پر سب کو رجوع الی اللہ کی تاکید ہے اور سب نزول اول کی آیتوں کا حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ بعد عصر کھڑے کھڑے بیبیوں کے پاس تشریف لاتے ایک بار حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا میں نے حصہ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغایر نوش فرمایا ہے یہ ایک گوند ہے جو کہ یہ کر یہ الرائحہ ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے فرمایا میں نے تو شہد پیا ہے ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی اس کے درخت پر بیٹھ گئی ہوگی اور اس کا عرق چوس لیا ہوگا آپ نے بقسم فرمایا کہ میں پھر شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کا جی برا نہ ہو اس کے اخفا کی تاکید فرمائی مگر ان بی بی نے دوسری سے کہہ دیا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حصہ شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ صلاح کرنے والی ہیں اور بعض روایات میں اور طرح بھی قصہ آیا ہے ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں ۱۲

وہ بات یہی تھی کہ میں پھر شہد نہ پیوں گا مگر کسی سے کہنا نہیں اور حلال کو حرام کرنے کے اقسام اور ان کے احکام سورہ مائدہ میں گزر چکے ہیں اور آپ نے جو حلال کو اپنے اوپر حرام فرمایا یہ تحریم ممنوع نہ تھی بلکہ قسم تھی جو ایک زوجہ کی وجہ سے کی گئی تھی مگر خلاف اولیٰ ہوئی جس سے حق تعالیٰ نے قسم توڑنے کا حکم فرمایا اور پہلی صورتوں میں یہ صورت خلاف اولیٰ بھی نہ تھی جیسا کہ حضرت یعقوب کا اپنے اوپر اونٹ کے گوشت کو حرام کر لینا تھا لن تناولوا آية كل الطعام كان حلالا الخ میں گزر چکا ہے۔

فَلَمَّا نَبَّاتُ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ

پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی) کو بتلا دی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے (اس ظاہر کر دینے والی بی بی کو

بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ

تھوڑی سی بات تو جتلا دی اور تھوڑی سی بات کو نال گئے

یعنی آپ کا کرم اس غایت تک ہے کہ اپنے حکم کے خلاف کرنے پر جو بی بی کی شکایت کرنے بیٹھے تو شکایت کے وقت بھی پوری بات نہیں فرمائی کہ تم نے میری یہ بات کہہ دی اور یہ بھی کہہ دی کہ اس سے ان کو شرمندگی زیادہ ہوتی بلکہ کچھ اجزاء کا ذکر فرمایا تا کہ ان کو یہ گمان ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بس اتنی ہی بات کہنے کی خبر ہوئی ہے زیادہ کی نہیں ہوئی تو شرمندگی کم ہو۔

فَلَمَّا نَبَّاهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا

سو جب پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی کس نے خبر دی

قَالَ تَبَايَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ

آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے (خبر رکھنے والے) (یعنی خدا) نے خبر کر دی

یہ شاید اس لئے سنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے راز پر مطلع ہونا سن کر آپ کے تکریم سے اپنی کارروائی پر زیادہ شرمندہ ہوں اور توبہ کریں چنانچہ آگے خود بیبیوں کو توبہ وغیرہ کے لئے خطاب ہے۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا

اے (پیغمبر کی دونوں بیبیوں) اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارا بدل مائل ہو رہے ہیں

(۶۶) سُوْرَةُ التَّحْرِیْمِ (۱۰۷)

سورہ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے

لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ

اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا ایہا النبی! تا ابکارا یعنی گوئی مباح کا ترک کر دینا مباح ہے اور اس ترک کا موکلہ بالقسم کر لینا بھی کسی مصلحت سے مباح ہے لیکن تاہم خلاف اولیٰ ہے خصوص جب کہ سبب بھی ضعیف ہے یعنی بیبیوں کی خوشنودی ایسے امر میں کہ جس میں ان کا راضی کرنا ضروری نہ تھا

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

کہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور آپ سے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوا اس لئے یہ عتاب نہیں بلکہ شفقت و رافت آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ نے ایک تمتع مباح کو ترک کر کے کیوں تکلیف اٹھائی اور چونکہ آپ نے قسم کھائی تھی اس لئے عام خطاب سے قسم کا کفارہ دینے کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں

قَدْ قَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسم کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا

وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

طریقہ) مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے

اس لئے وہ اپنے علم و حکمت سے تمہاری مصلحتوں اور ضرورتوں کو جان کر تمہاری بہت سی دشواریوں کو آسان کر دینے کے طریقے مقرر فرمادیتا ہے چنانچہ کفارہ سے پابندی قسم کی کلفت کا علاج کر دیا

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا

اور جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی

کیونکہ تم حضور کی دوسری بیبیوں سے ہٹا کر اپنا ہی بنا لینا چاہتے ہو چونکہ اس کا منشا محبت رسول ہے اس لئے فی نفسہ یہ بات بری نہ تھی مگر اس سے دوسروں کے حقوق کا ضائع کرنا اور دل توڑنا لازم آتا ہے اس وجہ سے بری ہے اور توبہ کے لائق ہے۔

وَإِنْ تَظْهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ

اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کا رد وائیاں کرتی رہیں تو

وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ

(یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ اور جبریل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے

بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ﴿۵﴾

علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں

مطلب یہ کہ تمہاری ان سازشوں سے آپ کا کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ جس شخص کے ایسے حامی ہوں اس کے خلاف مزاج کا رد وائیاں کا انجام ظاہر ہے کہ برا ہی برا ہے اور چونکہ بعضے اسباب نزول میں حضرت عائشہ و حفصہ کے علاوہ اور بیبیاں بھی شریک تھیں جیسے حضرت سودہ و صفیہ اس لئے آگے جمع سے عام خطاب فرماتے ہیں کہ تم یہ دوسوہ دل میں مت لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے ناچار ان سے ہماری سب باتیں سہی جاویں گی ۱۲

عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقْتُ أَنْ يَبْدِلَهُ

اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے

أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُمْ مُّسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ

بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا جو اسلام والیاں ایمان

قَنَاتٍ تَبَتَّ عِدَاتٍ سَبِيحَتٍ تَبَّتْ

والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں

وَأَبْكَارًا ﴿۵﴾

عبادت کرنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ گنواریاں

بعض مصالح سے بیوہ بھی مرغوب ہوتی ہے جیسے تجربہ سلیقہ ہم عمری

وغیرہ اس لئے اس کو بھی اوصاف مرغوبہ میں فرمایا ۱۲ ف یہ جو فرمایا کہ تم سے اچھی بیبیاں دے گا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت ان بیبیوں سے بہتر کوئی بی بی موجود تھی بلکہ اگر حق تعالیٰ بدلنا چاہتے تو ان بیبیوں سے بہتر بنانے پر قادر تھے۔ اور ان اللہ ہو مولاہ میں جو سب کو رفیق فرمایا تو ہر ایک کی رفاقت جدا ہے حق تعالیٰ تو حقیقی رفیق اور مددگار ہیں اور جبرائیل کی رفاقت یہ ہے کہ وہ فیوض و برکات میں واسطہ ہیں اور فرشتوں کی رفاقت یہ کہ وہ سکینہ اور رحمت نازل کرتے ہیں اور مومنین کی رفاقت یہ کہ وہ خادم اور تابع ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ

اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے

نَاصِرًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں

عَلَيْهَا مَلَكَةٌ غُلَظٌ شَدِيدٌ

جس پر تند خواہر مضبوط فرشتے متعین ہیں

یا ایہا الذین امنوا تا من القانتین کیونکہ جب رسول کی بیبیوں کو بھی حمل اور طاعت سے چارہ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کو نصیحت کرنا واجب ہے تو تم پر تو بدرجہ اولیٰ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی اصلاح کا اہتمام واجب ہوگا اس لئے تم کو بھی حکم کیا جاتا ہے۔

اپنے کو بچانا اور خود اطاعت کرنا اور گھر والوں کو بچانا ان کو احکام الہیہ سکھانا اور ان پر عمل کرانے کے لئے زبان سے ہاتھ سے بقدر امکان کوشش کرنا ۱۲

کہ نہ وہ خود رحم کریں اور نہ کوئی ان کا مقابلہ کر کے بچ سکے

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ

جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو

مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۵﴾

کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے (فوراً) بجالاتے ہیں

یہاں عصیان سے مراد عصیان بالقلب ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ

اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرتے وقت ان سے کہا جاوے گا کہ (اے کافرو آج تم عذر (و معذرت) مت کرو کہ بے سود ہے بس تم کو

إِنَّا تَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اسی کی سزا مل رہی ہے جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے

آگے دوزخ سے بچنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔

یعنی دل میں معصیت پر پوری ندامت اور آئندہ کے لئے چھوڑ دینے

کا پختہ ارادہ ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً

اے ایمان والو تم اللہ کے آگے کچی توبہ کرو (توبہ کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) امید

تَصَوُّحًا ۚ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ

(یعنی وعدہ) ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کر

سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

دے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ

جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن کہ اللہ تعالیٰ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۚ

کو اور جو مسلمان (دین کی مدد سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا

مقصود صرف مومنین کا حال بیان کرنا ہے۔

نُورَهُمْ يُسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَيَا يُمَانِهِمْ

ان کا نور ان کے داہنے اور سامنے دوڑتا ہوگا اور یوں دعا کرتے ہوں گے کہ

يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتَيْنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا ۚ

اے ہمارے رب ہمارے لئے اس نور کو خیر تک رکھیے یعنی وہ گل نہ ہو جائے

إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں

اور نور کے باقی رکھنے کی دعا اس لئے کریں گے کہ پل صراط پر منافقوں کا نور بجھ جاوے گا جس کا ذکر سورہ حدید میں گزرا ہے اس وقت مومنین یہ دعا کریں گے غرض رسوائی نہ ہونے کی طرح نور کا باقی رہنا بھی سب مومنین کے لئے عام ہے اور اس سے گنہگار مسلمانوں کا جہنم میں داخل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ باوجود اس نور کے باقی رہنے کے پھر گناہوں کی وجہ سے آگ میں داخل ہوں رہا یہ کہ پھر نور کے باقی رہنے سے کیا فائدہ سو ممکن ہے کہ وہ نور اصل میں ان کے ایمان کی صورت مثالیہ ہو جس کا ایمان کے ساتھ باقی رہنا لازم ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے انس کا حاصل ہونا مقصود ہو جس سے گناہگار مسلمانوں کو جہنم میں کفار کی سی وحشت نہ ہوگی آگے کفار و منافقین کے مردود اور جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار (سے بالسان) اور منافقین (سے بالسان)

وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا أُوهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ

جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور آخرت

الْبَصِيرُ ۝

میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے

اوپر قوا النفسکم و اہلیکم میں مردوں کو اپنے اہل کی اصلاح کا حکم ہوا ہے اس سے دو باتوں کا واجب ہونا معلوم ہوا ایک تو اہل کی اصلاح کا صاحب اہل (یعنی مردوں) پر واجب ہونا دوسرے خود اہل پر اپنی اصلاح کا وجوب۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ

اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح (علیہ السلام) کی بی بی اور لوط علیہ السلام کی

وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ

بی بی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں

عِبَادِنَا صَالِحِينَ

کے نکاح میں تھیں سوان عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا

یعنی دین میں ان کی اطاعت نہ کی

فَخَانَتْهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آ سکے اور ان دونوں

وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِينَ ۝۱۰ وَضَرَبَ

عورتوں کو (بوجہ کافر ہونے کے حکم ہو گیا اور جانے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں

اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَاتِ فِرْعَوْنَ ۖ

جاؤ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی حضرت آسیہ کا حال

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي

بیان کرتا ہے جبکہ ان کی بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت

الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

میں اپنے قرب میں مکان بنائیے اور مجھ کو فرعون کے شر سے اور اس کے عمل (کفر

وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِيْنَ ۝۱۱

کے شر اور اثر) سے محفوظ رکھیے اور مجھ کو تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے محفوظ رکھیے

یعنی کافروں کو کسی سے نفع نہیں ہو سکتا

یہ دعایا تو مطلق احوال میں کی تھی یا اس وقت جبکہ فرعون نے ان کے
مومن ہونے کی خبر سن کر ان کو تکالیف پہنچائیں تو ان کو بہشت میں اپنا
مکان نظر آ گیا جس سے وہ تکلیف خفیف ہو گئی۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَتْ فَرْجَهَا

اور نیز مسلمانوں کی تسلی کے لئے (عمران کی بیٹی) حضرت (مریم) (علیہا السلام)

کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں

فَتَفَخَّنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ

سے) محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے چاک گریبان میں اپنی روح پھونک دی اور

انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی (جوان کو ملائکہ کے ذریعے پہنچے

رَبِّهَا وَكُتِبَ لَهُ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲

تھے) اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں

یہ بیان ہے ان کے اعمال کا اور اوپر ان کی نزاہت کا بیان

ہو چکا ہے۔

الحمد للہ اٹھائیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی



فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۝ ثُمَّ

کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے (یعنی بدلتا مل تو نے بہت بار دیکھا

ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ

ہوگا اب کی بار تامل سے نگاہ کر) پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ

خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝

ذلیل اور در ماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آوے گی

اور کوئی رخنہ نظر نہ آوے گا یعنی وہ جس چیز کو جیسا چاہے بنا سکتا ہے چنانچہ آسمان کو مضبوط بنانا چاہا تو کیسا بنایا کہ باوجود اتنا دراز زمانہ گزرنے کے اس میں کوئی خلل نہیں آیا غرض اس کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ

اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنا دیا ہے اور ہم

وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ

نے ان (شیاطین) کے لئے (آخرت میں بوجہ ان کے کفر کے) دوزخ کا

عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا

عذاب (بھی) تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے رب (کی توحید) کا انکار کرتے

بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْبَصِيرُ ۝

ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں

إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهيقًا وَهِيَ

ڈالے جائیں گے تو اس کی ایک بڑی زور کی آوازیں گے اور وہ اس طرح جوش

تَفُورٌ ۖ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ

مارتی ہوگی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ (ابھی) غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی

یا تو اللہ تعالیٰ اس میں ادراک اور غصہ پیدا کر دے گا کہ مغضوبین حق پر اس کو بھی غیظ آوے گا اور یا مقصود تمثیل ہے یعنی جیسے کوئی غصہ سے جوش میں آتا ہے اسی طرح وہ شدت اشتعال سے جوش میں آوے گی

سورة الملك مكية و ايها ثلثون كذا في البيضاوي
رابطہ: اوپر کی سورت میں رسالت کے حقوق کا بیان تھا اس سورت میں توحید کے حقوق کا بیان ہے اور ان کے پورا کرنے یا نہ کرنے پر جزا و سزا کا بیان ہے۔
بسم الله الرحمن الرحيم تبرک الذي تا بماء معين

(۶۷) سُوْرَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷)

سورہ ملک مکہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان ہیں نہایت رحم والے ہیں

تَبَرُّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى

وہ (خدا) بڑا عالیشان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱ الَّذِي خَلَقَ الْهَوْتَ

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری

وَالْحَيَوَةَ لِيُبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ

آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے

حسن عمل میں موت کا تو دخل یہ ہے کہ موت کے مشاہدہ سے انسان دنیا کو قافی اور بعث کے اعتقاد سے آخرت کو باقی سمجھ کر وہاں کے ثواب حاصل کرنے اور وہاں کے عقاب سے بچنے کے لئے مستعد ہو سکتا ہے اور حیات کا دخل یہ ہے کہ اگر حیات نہ ہو تو عمل کس وقت کرے

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝ ۲

اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے

کہ اعمال غیر حسنہ پر عقاب اور اعمال حسنہ پر مغفرت و ثواب مرتب فرماتا ہے

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَهَوَاتٍ طِبَاقًا ۖ

جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے

جیسے حدیث صحیح میں ہے کہ ایک آسمان سے اوپر بفاصلہ دراز دوسرا آسمان ہے پھر اسی طرح اس سے اوپر تیسرا علیٰ ہذا۔

مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۖ

تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو (اب کی بار) پھر نگاہ ڈال

كَلِمًا اُلْقٰی فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا

اور جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو اس کے محافظان لوگوں

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۵

سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا

جس نے تم کو اس عذاب سے ڈرایا ہو جس کا مقتضایہ تھا کہ اس سے ڈرنے اور بچنے کا سامان کرتے یہ سوال بطور توبیخ یعنی دھمکی کے ہے یعنی پیغمبر تو آئے تھے اور یہ سوال ہر نئے جانے والے گروہ سے ہوگا کیونکہ دوزخ میں حسب تفاوت مراتب کفر سب فرقے کفار کے یکے بعد دیگرے جاویں گے

قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَاۤءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا

وہ کافر (بطور اعتراف کے) کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانے

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۭ صَلِّۤ اِنْ

والا پیغمبر آیا تھا سو (یہ ہماری شامت تھی کہ) ہم نے (اس کو) جھٹلایا اور کہہ دیا کہ خدا

اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِيْرٍ ۝۶

تعالیٰ نے (از قبیل احکام و کتب) کچھ نازل نہیں کیا (اور) تم بڑی غلطی میں پڑے ہو

یعنی ہماری تمام جماعتوں نے تمام انبیاء اور رسولوں کو یوں کہہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر جماعت نے اپنے اپنے رسول سے یوں کہا

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

اور (کافر فرشتوں سے یہ بھی) کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے

یعنی پیغمبروں کے کہنے کو قبول کرتے اور مانتے

مَا كُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۷ فَاَعْتَرَفُوْا

تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے غرض اپنے جرم کا

بَدَّیْهِمْ ۚ فَسَحَقًا لِاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۸

اقرار کریں گے سو اہل دوزخ پر لعنت ہے بیشک جو لوگ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغِیْبِ

اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں

اور ایمان و اطاعت اختیار کرتے ہیں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ۙ وَّ اَجْرٌ کَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا

ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم (مقرر) ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو

قَوْلُكُمْ اَوْ اٰجْهَرُوْا ۙ بِهٖ ۙ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذٰتِ

یا پکار کر کہو (اس کو سب خبر ہے کیونکہ) وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب

الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط

واقف ہے (اور بھلا) کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے

وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴

اور وہ باریک بین (اور) پورا باخبر ہے

حاصل استدلال کا یہ ہے کہ وہ ہر شے کا خالق مختار ہے پس تمہارے افعال احوال و اقوال کا بھی خالق ہے اور اختیار سے پیدا کرنا علم کے بعد ہی ہو سکتا ہے پس خدا کا عالم ہونا ضروری ہوا اور اقوال کی کچھ تخصیص مقصود نہیں بلکہ اس کا علم ہر چیز کو عام ہے اور شاید اقوال کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا گیا ہو کہ باتیں کثرت سے واقع ہوتی ہیں غرض اس کو سب کا علم ہے وہ ہر ایک کو مناسب جزا دے گا۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذُلُوْلًا ۙ

وہ ایسا (منعم) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں

مَشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ط

میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ

وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵

(پہو) اور کھاپی کر اس کو بھی یاد رکھنا کہ (اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے

کہ وہ تمام تصرفات کی قابلیت رکھتی ہے اس میں کھیتی کرنا چلنا پھرنا عمارت بنانا سب آسان ہے۔

پس اس کا مقتضایہ ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر کرو جس کا طریقہ ایمان و اطاعت ہے۔

ءَاَمِنْتُمْ مِّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ

کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جبکہ وہ آسمان میں (بھی) اپنا حکم و تصرف

الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَنُورُ ۱۴

رکھتا ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنساوے پھر وہ زمین تھر تھرا کر الٹ پلٹ ہوتے لگے جس سے تم نیچے ہو جاؤ اور زمین کے اجزاء تمہارے اوپر آ کر مل جاویں

أَمْ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ

یا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں (بھی اپنا حکم و تصرف رکھتا)

عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ط

ہے کہ وہ تم پر (مثل عادی کے) ایک تند ہوا بھیج دے (جس سے تم ہلاک ہو جاؤ)

یعنی مقتضا تمہارے کفر کا یہی ہے

فَسَتَعْلَهُونَ كَيْفَ نَذِيرٌ ۱۵

سو غریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرنا (عذاب سے) کیسا (صحیح) تھا

یعنی اگر کسی مصلحت سے فوری عذاب تم پر نہیں آیا تو کیا ہوا مرتے ہی معلوم ہو جائے گا آگے فرماتے ہیں کہ اگر فوری عذاب کے بدون کفر کا برا ہونا ان کی سمجھ میں نہ آوے تو اس کا نمونہ بھی موجود ہے

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ

اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو ان

كَانَ نَكِيرٌ ۱۸

پر) میرا عذاب کیسا واقع ہوا

جس سے صاف معلوم ہوا کہ کفر مبغوض ہے پس اگر کسی مصلحت سے یہاں عذاب ٹل گیا تو دوسرے عالم میں حسب وعید ضرور واقع ہوگا

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفًّٰتٍ

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے (اڑتے

وَيَقْبِضْنَ ط مَا يُمَسِّكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ ط

پھرتے) ہیں اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں بجز (خدائے رحمن

إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۱۹

کے ان کو کوئی تھا سے ہوئے نہیں ہے بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (اور جس طرح

الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ

چاہے) اس میں تصرف کر رہا ہے (ہاں رحمن کے سوا وہ کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر نکر

الرَّحْمَنِ ط إِنَّ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۲۰

(آفات سے) تمہاری حفاظت کرے (اور) کافر جو اپنے معبودوں کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں (تو وہ) نرے دھوکے میں ہیں اور ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون

أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ

ہے جو تم کو روزی پہنچا دے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کر دے مگر یہ لوگ اس سے

رِزْقَهُ ؕ بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۲۱

بھی متاثر نہیں ہوتے (بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں

خلاصہ یہ کہ تمہارے معبودان باطلہ نہ دفع مضار پر قادر ہیں اور نہ ایصال منافع پر قادر ہیں پھر ان کی عبادت محض سفاہت ہے۔

أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ

سو (جس کا فرکا حال اوپر سنا ہے اس کو سن کر سوچو) کہ کیا جو شخص منہ کے بل

أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ

گرتا ہوا چل رہا ہو وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہوگا) یا وہ جو سیدھا ہموار

مُسْتَقِيمٌ ۲۲

سڑک پر چلا جا رہا ہو

یہی حال ہے مومن و کافر کا کہ مومن کے چلنے کا رستہ یہی دین مستقیم ہے اور چلتا بھی ہے وہ سیدھا ہو کر اور افراط و تفریط سے بچ کر اور کافر کے چلنے کا رستہ بھی زلیغ و ضلالت ہے اور چلنے میں بھی ہر وقت مہالک و مخادف میں گرتا جاتا ہے پس ایسی حالت میں کیا منزل مقصود تک پہنچے گا اور یہ دلائل توحید متعلق آفاق کے تھے آگے متعلق انفس کے ارشاد ہیں۔

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ

آپ (ان سے) کہیئے کہ وہی (ایسا قادر و منعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم

السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ط قَلِيلًا

کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے مگر تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو اور آپ یہ

مَا تَشْكُرُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ

بھی کہیے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس

فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُولُونَ

(قیامت کے روز) اکٹھے کئے جاؤ گے اور یہ لوگ (جب قیامت کا ذکر سنتے

مَتَى هَذَا الْوَعْدُ

ہیں تو) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع مومنین

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۵﴾ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ

سچے ہو تو بتلاؤ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ (یہ تعین کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو محض (علی الاموال مگر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں

عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲۶﴾

پھر جب اس (عذاب موعود) کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے

پاس آتا ہوا دیکھنا یہ کہ اعمال کا محاسبہ ہوگا دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا

جس سے متیقن ہو جاوے گا کہ اب عذاب سر پر آیا

فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ

اس وقت مارے غم کے) کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے

كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ

اور (ان سے) کہا جاوے گا یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے

بِهِ تَدَّعُونَ ﴿۲۷﴾

تھے (عذاب لاؤ عذاب لاؤ)

اور کفار یہ سچے مضامین تو حید اور قیامت کے سن کر کہتے تھے کہ یہ شاعر

ہیں ہم ان پر حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں مرتے ہی سب باتیں ختم ہو

جاویں گی جن کا حاصل آپ کی موت کا انتظار اور نعوذ باللہ آپ کو گمراہی کی

طرف منسوب کرنا تھا آگے اس کا جواب بتلاتے ہیں جس میں کفار کے

عذاب کو ثابت کرتے ہوئے دوسرے مضامین سے اس کو مکمل کر دیا ہے

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ وَمَنْ

آپ (ان سے) کہیے کہ تم یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو

مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا لَفَنَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ

(موافق تمہاری تمنا کے) ہلاک کر دے یا (موافق ہماری امیدوار اپنے وعدہ

مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۸﴾

کے) ہم پر رحمت فرما دے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچالے گا

یعنی ہماری تو جو حالت ہوگی دنیا میں ہوگی اور انجام اس کا ہر حال میں اچھا ہے مگر اپنی کہو کہ تم پر جو مصیبت عظیم آنے والی ہے اس کو کون روکے گا اور ہمارے دنیوی حوادث سے تمہاری وہ مصیبت کیسے ٹل جاوے گی تو اپنی فکر چھوڑ کر ہمارے حوادث کا انتظار ایک فضول حرکت ہے۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمْتَابُهُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا

اور آپ ان سے یہ بھی) کہیے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں

پس ایمان کی برکت سے تو وہ ہم کو عذاب آخرت سے محفوظ رکھے گا

اور توکل کی برکت سے حوادث دنیویہ کو دفع یا سہل کر دے گا

فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۹﴾

سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے

(یعنی تم جیسا کہ ہم کہتے ہیں یا ہم جیسا کہ تم کہتے ہو

آگے اوپر کے مضامین کی تاکید ہے یعنی یہ جو کہا گیا ہے کہ تم کو دردناک عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا تو اگر ان کو اپنے باطل معبودوں پر گھمنڈ ہو کہ وہ بچالیں گے تو اس گمان کے باطل کرنے کے لئے آگے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَنَنْ

آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی جو کنوؤں میں ہے (نیچے

کو اتر کر غائب ہو جائے) سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے

يَأْتِيَكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ ﴿۳۰﴾

آئے (یعنی کنوئیں کی سوت کو جاری کر دے

اور اعماق ارض یعنی تہ میں سے اوپر لے آئے اور اگر کسی کو گھود لینے پر

ناز ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس کو اور نیچے غائب کر دے و علیٰ ہذا پس

جب خدا کے مقابلہ میں کسی کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ معمولی طبعی واقعات

کا متیقن ہوا اور کاتبان اعمال آپ کے مصدقین و منکرین کے اعمال کو لکھ رہے ہیں پس انکار نبوت پر سزا ہوگی اس سے ڈر کر ایمان لانا واجب ہے۔

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝۳

اور بے شک آپ کیلئے (اس تبلیغ احکام پر) ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اس میں بھی مطاعن کو دفع کر کے نبوت کو ثابت کیا اور اس میں تسلی بھی ہے کہ آپ چند روز برداشت کر لیجئے کہ اس کا انجام اجر عظیم ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝۴

اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں یعنی آپ کا ہر فعل اعتدال کے ساتھ موصوف اور حق تعالیٰ کی رضا کے موافق ہے اور مجنون میں اخلاق کا کمال کہاں ہوتا ہے اور یہ بھی طعن مذکور کا جواب ہے آگے تسلی ہے

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝۵ بِأَيِّكُمْ الْهُتُونُ ۝۶

سوان کے خلاف کا غم نہ کیجئے کیونکہ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون تھا کیونکہ جنون کی حقیقت ہے عقل کا زائل ہونا اور عقل کی غایت ہے نفع نقصان کا سمجھنا اور نفع نقصان زیادہ معتبر وہ ہے جو ہمیشہ کے لئے ہو پس قیامت میں ان کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ عاقل اہل حق تھے جنہوں نے دوامی نفع کو اختیار کیا اور پاگل یہ خود تھے کہ اس نفع سے محروم رہ کر ہمیشہ کے لئے نقصان میں مبتلا ہوئے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا **سَبِيلِهِ ۝۷ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝۸**

ہوا ہے اور وہ راہ راست پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اس لئے ہر ایک کو اس کے مناسب جزا و سزا دے گا اور اس جزا و سزا کے مناسب ہونے کو یہ منکرین بھی بوجہ انکشاف و تعین عاقل و مجنون کے سمجھ لیں گے آگے ذم منکرین کا مضمون ہے۔

فَلَا تَطِعِ الْمُنْكَذِبِينَ ۝۹ وَذُو لُؤْدُنَ ۝۱۰

تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانئے (جیسا اب تک بھی نہیں مانا)

میں تصرف کر سکے تو عذاب آخرت سے بچانے کی تو کیا قدرت ہوگی۔ ف ظاہر ماتری فی خلق الرحمن الیٰ قولہ حسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان بلا جہت یا اس سقف نیلگون کے حجاب میں سے اس طرح نظر آتا ہے کہ اگر اس میں کوئی عیب و خلل ہوتا تو نظر آتا اور اگر شبہ ہو کہ دروازے کیوں نظر نہیں آتے تو ممکن ہے کہ دروازے اتنے بڑے نہ ہوں کہ اتنی دور سے نظر آویں اور اگر شبہ ہو کہ شاید وہ شقوق و شکاف بھی چھوٹے ہوں تو جواب یہ ہے کہ عادتاً بڑی عمارت میں شکاف بھی بڑا پڑتا ہے پھر وہ روزانہ بڑھا کرتا ہے آخر اس قدر زمانہ دراز گزرنے پر تو اس میں ایسا تسارع ضرور واقع ہوتا جو مرئی بننے اور دکھائی دینے کے قابل ہوتا۔

سورة ن مکیة وایتھا اثنتان و خمسون کذا فی البیضاوی ربط: پہلی سورة میں منکرین توحید کی طرف زیادہ روئے سخن تھا اور اس سورت میں نبوت میں طعن کرنے والوں کی طرف زیادہ روئے سخن ہے اور چونکہ نبوت کا انکار کفر ہے اس لئے کفار کی اخروی اور دنیوی سزا کا بھی بعض آیتوں میں بیان ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم. ن اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں والقلم تا ذکر للعلمین

سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲)

سورة قلم مکہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

ن وَالْقَلَمِ

ن قسم ہے قلم کی

جس مقادیر خلق لوح محفوظ پر لکھے گئے

وَمَا يَسْطُرُونَ ۝۱ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ

اور قسم ہے ان (فرشتوں) کے لکھنے کی (جو کاتب الاعمال ہیں کہ آپ اپنی

رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝۲

رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں (جیسا منکرین نبوت کہتے ہیں)

مطلب یہ کہ آپ نبی برحق ہیں اور یہ قسمیں اس مدعا کے نہایت مناسب ہیں کیونکہ منجملہ مقادیر کے نزول قرآن بھی ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ نبوت آپ کی علم الہی میں پہلے ہی سے محقق و موکد ہے پس ثبوت اس

بعض میں اور بھی بری خصلتیں تھیں ان کی اطاعت سے خاص طور پر منع فرمایا کیونکہ ظاہر ہے کہ جس میں آیات الہی کو جھٹلانے کے ساتھ اور بھی قبائح ہوں اس کی اطاعت اور زیادہ سخت ممنوع ہوگی لیکن اصل اطاعت سے منع کرنے کی وجہ تکذیب ہی ہے آگے ایسے شخص کی سزا کا بیان ہے۔

سَنَسِمُكَ

ہم عنقریب ان کی ناک پر داغ لگا دیں گے

یعنی قیامت میں اس کے چہرہ اور ناک پر اس کے کفر کی وجہ سے کوئی علامت ذلت اور پہچان کی لگا دیں گے جس سے وہ خوب رسوا ہوگا کذابی مرفوعانی الدرا لمثو ر رابط آگے اہل مکہ کو ایک قصہ سنا کر ان کے کفر کے وبال سے ڈراتے ہیں (آگے ترجمہ)

عَلَى الْخُرُطُومِ ۱۶

ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے

یعنی ہم نے جو ان مکہ والوں کو عیش کا سامان دے رکھا ہے جس پر یہ مغرور ہو رہے ہیں یہ آزمائش کے طور پر ہے کہ دیکھیں یہ لوگ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں یا ناشکری اور بے قدری کر کے کفر کرتے ہیں۔

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا

جیسا ہم نے (ان سے پہلے) ایک باغ والوں کی آزمائش کی تھی

یہ باغ بقول ابن عباس حبشہ میں تھا اور بقول سعید بن جبیر یمن میں تھا کذابی الدرا اور یہ قصہ اہل مکہ میں معلوم تھا اور جن باغ والوں کا یہ قصہ ہے ان کے باپ کا اپنے وقت میں معمول تھا کہ ایک بڑا حصہ اس باغ کے پھل کا مساکین میں صرف کیا کرتا تھا جب وہ مر گیا تو ان لوگوں نے یعنی بعض نے کہا کہ ہمارا باپ احمق تھا کہ اس قدر آمدنی مسکینوں کو دیدیتا تھا اگر یہ سب گھر آوے کس قدر فراغت ہو چنانچہ ان آیتوں میں ان کا بقیہ قصہ مذکور ہے۔

أَصْحَابِ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا

جبکہ ان لوگوں نے (یعنی اکثر یا بعض نے) قسم کھائی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور

مُصْبِحِينَ ۱۷ وَلَا يَسْتَنْوُونَ ۱۸ فَطَافَ

صبح چل کر توڑ لیں گے اور (ایسا وثوق ہوا کہ) انہوں نے انشاء اللہ ہی نہیں کہا سو

عَلَيْهَا طَافٌ مِّن رَّبِّكَ

اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا عذاب پھر گیا

فَيَذْهَبُونَ ۱۹

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے منصبی کام یعنی تبلیغ میں ڈھیلے ہو جائیں آپ کا ڈھیلا ہونا یہ کہ بت پرستی کی مذمت نہ کریں اور ان کا ڈھیلا ہونا یہ کہ آپ کی مخالفت نہ کریں کمافی الدرر۔

وَلَا تَطْعُ كُلَّ حَلَا فِي مَهِينٍ ۲۰

(توبہ) لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ (بالخصوص) کسی ایسی شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہے

اکثر جھوٹے آدمی قسمیں بہت کھایا کرتے ہیں۔

هَبْازٍ مَّشَاءٍ مِّنْ بَنِيكُمْ ۲۱ مِّنْ مَّعَالِ الْخَيْرِ

بے وقت طعنہ دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو حد (اعتدال)

مُعْتَدٍ أَتَيْكُمْ ۲۲ عَثَلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۲۳

سے گزرنے والا ہو سخت مزاج ہو (اور) ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو

مراد حرام زادہ سے یہ ہے کہ اور اخلاق افعال بھی اس کے خبیث ہوں چونکہ غالباً حرام زادہ کے اخلاق و افعال اچھے نہیں ہوتے اس لئے مجازاً اس سے یہ مراد لیا گیا خلاصہ یہ کہ اول تو مطلقاً مکذبین کا پھر خصوص جب کہ وہ مکذبین ان قدامت کے ساتھ بھی متصف ہوں جیسا کہ آپ کے مکذبین میں سے بعض بڑے بڑے ایسے ہی تھے اور اس درخواست میں شریک بلکہ اس کے بانی تھے غرض آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے۔

أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۲۴

اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو

یعنی دنیا میں وجاہت رکھتا ہو سو محض اس وجہ سے اس کا کہنا نہ مانئے آگے اس شخص کی خبیث عادت کا بیان ہے جس کی وجہ سے اس کی اطاعت سے منع کیا جاتا ہے۔

إِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِ اِلْتِنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۲۵

جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں

مطلب یہ کہ آیات کی تکذیب کرتا اور ان کو جھٹلاتا ہے اور اصل وجہ ان کی اطاعت سے منع کرنے کی یہی ہے پھر تکذیب کرنے والوں میں سے

اور وہ ایک آگ تھی خواہ خالص ہو یا ہوا میں ملی ہو جیسے لو

وَهُمْ نَآیِبُونَ ﴿۱۹﴾ فَاصْبَحْتُ كَالصَّرِيمِ ﴿۲۰﴾

اور وہ سور ہے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت کہ خالی زمین رہ جاتی ہے اور بعض جگہ کاٹ کر جلا بھی دیا جاتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

فَتَنَادُوا مُصْبِحِينَ ﴿۲۱﴾ أَنْ ائْتُوا عَلٰی

کہ خالی زمین رہ جاتی ہے (صبح کے وقت) (سو کر جواتھے تو) ایک دوسرے

حَرْثِكُمْ

کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت

کھیت یا تو مجازاً کہہ دیا ہو یا اس میں ایسی چیزیں بھی ہوں جو تنہ دار نہیں ہوتیں جیسے انگور وغیرہ یا کہ اس باغ کے متعلق کھیت بھی ہو۔

إِنْ كُنْتُمْ صَرِمِينَ ﴿۲۲﴾

پر سورے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے

کہ سب پھل گھر لے آ دیں گے اور کسی کو نہ دیں گے کذافی الدر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ﴿۲۳﴾ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا

پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ ﴿۲۴﴾ وَغَدَا عَلٰی

آنے پائے اور (بزعم خود) اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے پھر

حَرْدٍ قَدِيرِينَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّارًا وَهًا قَالُوا إِنَّا

جب (وہاں پہنچے اور) اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ

لَضَالُّونَ ﴿۲۶﴾

بیشک ہم رستہ بھول گئے

اور کہیں نکل آئے کیونکہ یہاں تو باغ و مرغ کچھ بھی نہیں پھر جب موقع و حدود کو دیکھ کر یقین کیا کہ وہی جگہ ہے تو اس وقت کہنے لگے کہ ہم بھولے نہیں۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ

بلکہ (جگہ تو وہی ہے) لیکن ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی (کہ باغ کا یہ حال ہو گیا)

أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ

ان میں جو (کسی قدر) اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا

کہ ایسی نیت مت کرو مساکین کے دینے سے برکت ہوتی ہے اسی لئے اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اچھا کہا اور عملاً یہ شخص بھی باوجود کراہت قلب کے سب کے لحاظ سے شریک حال ہو گیا تھا اسی لئے احقر نے ترجمہ لفظ کسی قدر بڑھا دیا پھر وہ پہلی بات یاد دلا کر اس شخص نے کہا اپنی شامت اعمال تو بھگت لی مگر (آگے ترجمہ)۔

لَوْ لَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾

اب (تو باور ہوا) تسبیح کیوں نہیں کرتے

تاکہ وہ گناہ معاف ہو اور اس سے زیادہ وبال نہ آ جائے۔

قَالُوا سُبْحَنَ رَبِّنَا

سب (توبہ) کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے

یہ خدا کی تازیانہ اور تعریف ہے جو استغفار کی تعلیم ہے۔

إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی

بے شک ہم قصور وار ہیں (یہ استغفار ہے) پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر

بَعْضٍ

باہم الزام دینے لگے

جیسا کام بگڑنے کے وقت اکثر عادت ہے کہ ہر شخص دوسرے کو غلط رائے کا بانی بتلایا کرتا ہے کہ یہ رائے تو نے دی تھی۔

يَتَلَاوُمُونَ ﴿۳۰﴾ قَالُوا يُؤَيِّلُنَا إِنَّا كُنَّا

(پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے بیشک ہم حد سے نکلنے والے تھے (سب مل

طَغِينُ ﴿۳۱﴾

کر توبہ کرلو) شاید (توبہ کی برکت سے)

کسی ایک کی خطا نہ تھی ایک دوسرے پر الزام فصول ہے۔

عَسَى رَبَّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا

ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے (اب) ہم اپنے

إِلَىٰ رَبِّنَا مَرْغَبُونَ ﴿۴۲﴾

رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں

یعنی توبہ کرتے ہیں اور بدلہ ملنا عام ہے خواہ دنیا میں نعم البدل مل جائے خواہ آخرت میں اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مومن تھے مگر تکب معصیت ہوئے تھے اور بسند یہ امر نظر سے نہیں گزرا کہ آیا اس باغ کے عوض ان کو دنیا میں کوئی باغ ملایا نہیں البتہ بلا سند روح المعانی میں ابن مسعود کا قول لکھا ہے کہ اس سے اچھا باغ ان کو عطا کیا گیا تھا واللہ اعلم

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلِلْعَذَابِ الْآخِرَةِ الْكِبَرُ

اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب اس (دنوی عذاب) سے بھی

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۴۳﴾

بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ (اس بات کو) جان لیتے (تاکہ ایمان لے آتے یہ سب ہوا کرتا ہے یعنی اے اہل مکہ تم بھی ایسے ہی عذاب کے مستحق ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ کے کیونکہ عذاب مذکور تو محض معصیت پر تھا اور تم تو کفر کرتے ہو

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَدَّتْ

بیشک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے نزدیک آسائش

النَّعِيمِ ﴿۴۴﴾

کی جنتیں ہیں

آگے ان سزاؤں کو پختہ کرنے کے لئے کفار کا یہ گمان باطل کرتے ہیں جو وہ کہتے تھے کہ اگر قیامت آئی جب بھی ہم آرام میں رہیں گے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿۴۵﴾

کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے

یعنی جنت میں جانے کا سبب تقویٰ ہے اور کفار اس سے خالی ہیں تو انہیں جنت کیسے مل جاوے گی۔

مَا لَكُمْ وَقَفْتُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۴۶﴾

تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو

یعنی اگر کافروں کو نجات ہو تو فرمانبرداروں کو نافرمانوں پر نجات میں فضیلت نہ ہوگی حالانکہ یہ فضیلت ثابت ہے۔

أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿۴۷﴾ إِنَّ لَكُمْ

کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں

فِيهِ لِمَا تَخَيَّرُونَ ﴿۴۸﴾

تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہے جس کو تم پسند کرتے ہو

یعنی اس میں لکھا ہے کہ تم کو آخرت میں جنت ملے گی۔

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بِاللَّغَةِ إِلَىٰ يَوْمِ

کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں

الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ لَكُمْ لِمَا تَحْكُمُونَ ﴿۴۹﴾

اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں (جن کا مضمون یہ ہو) کہ تم کو وہ

سَلَّهْمُ أَيُّهُمْ بِذَلِكَ زَعِيمٌ ﴿۵۰﴾ أَمْ لَهُمْ

چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو (یعنی ثواب و جنت) ان سے پوچھئے کہ ان

شُرَكَاءُ ۚ

میں اس کا کون ذمہ دار ہے کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں

کہ انہوں نے ان کو ثواب دینے کا ذمہ لیا ہے۔

فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۵۱﴾

سو ان کو چاہئے کہ یہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں

غرض جب یہ مضمون کسی آسمانی کتاب میں نہیں ہے ویسے بلا کتاب دوسرے کسی طریق وحی سے ہمارا وعدہ نہیں جو مثل قسم کے ہوتا ہے پھر ایسی حالت میں کوئی شخص ان میں سے یا ان کے شرکاء میں سے اس کی ذمہ داری لے سکتا ہے ہرگز نہیں پھر دعویٰ کس بناء پر ہے آگے ان لوگوں کی قیامت کی رسوائی کا ذکر ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ

وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور

إِلَىٰ السُّجُودِ

سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے گا

اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ

وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۵۵﴾

میری تدبیر بڑی مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس

تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَّغْرَمٍ مُّقْتُلُونَ ﴿۵۶﴾

تاوان سے دبے جاتے ہیں (اس لئے آپ کی طاعت سے نفرت ہے) یا

أَمْرٌ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُوبُونَ ﴿۵۷﴾

ان کے پاس غیب (کا حکم) ہے کہ (اس کو) لکھ لیا کرتے ہیں

یعنی کیا ان کو احکام خداوندی کسی طریقہ سے معلوم ہو جاتے ہیں جس سے وہ اتباع صاحب وحی سے مستغنی ہیں اور ظاہر ہے کہ دونوں امر منفی ہیں پھر انکار نبوت عجیب ہے آگے آپ کی تسلی ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

تو آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے اور (تنگدلی میں) مچھلی

الْحَوْتِ

(کے پیٹ میں جانے والے) (پیغمبر یونس) کی طرح نہ ہو جائے

کہ وہ عذاب نازل نہ ہونے سے تنگدل ہوئے اور کہیں چلے گئے جس کا قصہ تھوڑا تھوڑا آچکا ہے۔

إِذَا نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۵۸﴾ لَوْلَا أَن تَذَرَكَهُ

جبکہ یونس نے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے اگر خداوندی احسان ان کی

نِعْمَةً مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

وہ بھیری نہ کرتا تو وہ (جس) میدان (میں) مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے

مَذْمُومٌ ﴿۵۹﴾

گئے تھے اسی میں بد حالی کے ساتھ

یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا ایک عذاب کے ٹل جانے کا ایک بلا اذن صریح حق تعالیٰ کے وہاں سے چلے آنے کا ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہو جانے کا اور وہ دعا یہ ہے۔ لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین جس سے مقصود استغفار اور طلب نجات عن الحسب ہے چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ہوئی۔

اور بد حالی سے مراد یہ ہے کہ ان کی اجتہادی غلطی پر خدا کی طرف سے

قیامت کے میدان میں اپنی ساق ظاہر فرما دیگا ساق کہتے ہیں پنڈلی کو اور یہ کوئی خاص صفت ہے جس کو کسی مناسبت سے ساق فرمایا جیسا قرآن میں ہاتھ آیا ہے اور ایسے مقہومات تشابہات میں سے کہلاتے ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے مگر جو شخص ریا سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر تختہ سارہ جاوے گی ہذا مافی الحدیث اور سجدہ کی طرف بلائے جانے سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ تودار التکلیف نہیں ہے کیونکہ بلائے جانے سے مراد امر بالسجود نہیں ہے بلکہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب بالاضطرار سجدہ کرنا چاہیں گے جن میں مومن اس پر قادر ہوں گے اور اہل ریا و اتفاق قادر نہ ہوں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے جس کا آگے ذکر ہے یعنی کفار بھی سجدہ کرنا چاہیں گے۔

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿۶۰﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی

تَرْتَهُمُ ذَلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ

کے) جھکی ہوں گی (اور) وہ اس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی

إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِحُونَ ﴿۶۱﴾

طرف بلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر تھے

چنانچہ ظاہر ہے کہ یہاں سجود فعل اختیاری ہے پس دنیا میں امتثال امر نہ کرنے سے آج ان کو یہ رسوائی و ذلت ہوئی اور دوسری آیت میں جو نگاہ کا اوپر اٹھا رہنا آیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ گاہے غلبہ حیرت سے ویسا ہوگا اور گاہے غلبہ ندامت سے ایسا ہوگا۔ ربط آگے کفار کے اس خیال کی تردید ہے کہ وہ عذاب میں ڈھیل ہونے کو اپنے مقبول ہونے کی دلیل سمجھتے تھے اور اس کے ضمن میں آپ کی تسلی بھی ہے۔

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ط

تو مجھ کو اور جو اس کام کو جھٹلاتے ہیں ان کو (اس حال موجود پر) رہنے دیجئے

یعنی عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے اور خدا پر بھروسہ کر کے اس پر سب کام چھوڑ دیجئے کیونکہ جو شخص کسی کو کسی کام کے لئے کافی سمجھتا ہے وہ اس کام کو اس پر چھوڑ دیتا ہے یہ حاصل ہے ذرنی کا۔

سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۶۲﴾

ہم ان کو بتدریج (جہنم) کی طرف لئے جارہے ہیں اس طور پر کہ (ان کو خبر بھی نہیں اور) دنیا میں عذاب کر ڈالنے سے (ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک

ملامت ہوئی حاصل یہ ہے کہ اگر وہ توبہ واستغفار نہ کرتے تب تو پھلی کے پیٹ سے نجات نہ ہوتی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فلو لانه كان من المسبحين للبث في بطنه الى يوم يبعثون اور اگر توبہ واستغفار کرتے مگر اللہ تعالیٰ قبول نہ فرماتا تو اس توبہ واستغفار سے اتنی دنیوی برکت تو ہوتی کہ پھلی کے پیٹ سے نجات ہو جاتی لیکن اب مقبول ہو کر نجات ہوئی ہے کیونکہ توبہ قبول ہونے کے بعد پھر خطا پر ملامت نہیں ہوتی اور اس وقت بدون مقبول ہوئے نجات ہوتی ملامت اور مذمت باقی رہتی۔

فَاجْتَبِهْ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾

ڈالے جاتے (دھگیری سے مراد قبول توبہ ہے) پھر ان کے رب نے ان کو (اور زیادہ) برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا

شاید اس تمکیم قصہ سے یہ بھی مقصود ہو کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ان کو کیسا مسخر ہوتا اور توکل کیسا نافع ہوا اسی طرح عذاب کے بارہ میں آپ بھی اپنی رائے سے استعجال نہ کیجئے بلکہ اللہ پر توکل کیجئے کہ انجام بہتر ہوگا اور آگے آپ کی شان میں کفار کے اس قول کا بطلان جس کا بطلان شروع سورت میں بھی ہے یعنی مجنون کہنے کا بطلان دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہیں۔

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ

اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے

بِأَبْصَارِهِمْ لَبَّاسِعُوا الذِّكْرَ

ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے

یہ ایک محاورہ ہے جیسے بولتے ہیں کہ فلاں شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے کھا جائے گا کمائی روح المعانی من قولہم نظر الی نظراً یکاد یصر منی او یکاد ینکلنی مطلب یہ کہ شدت عداوت سے آپ کو بری بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا

اور اسی عداوت سے آپ کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن

ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

(جس کے ساتھ آپ تکلم فرماتے ہیں) تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے

اور مجنون آدمی کے متعلق ایسے امور اصلاح عام نہیں ہو سکتے اس میں تو جواب طعن جنون ظاہر ہے اور بیان عداوت سے بھی اس طعن کی تزییف

ہوگئی کیونکہ جس قول کا منشا شدت عداوت ہو وہ قابل التفات نہیں۔

سورة الحاقۃ مکیة و ایٹھا احدی و خمسون کذا فی البیضاوی ربط اوپر کی سورت میں اثبات رسالت کے ساتھ کفار کے مجازات کا بیان تھا اس سورت میں مجازاة کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں اور ختم پر حقانیت قرآن کا بیان ہے جس سے مجازاة کی بھی تقریر و تحقیق ہے کیونکہ قرآن اس پر بھی دال ہے اور صدق دلیل سے صدق مدلول لازم ہے و نیز سورت گذشتہ کے مضمون رسالت سے بھی مناسب ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم

(۶۹) سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ بِمَكِّيَّةٍ (۷۸)

سورة الحاقۃ مکہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیتیں اور درود کوغ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان ہیں نہایت رحم والے ہیں

الْحَاقَّةُ ۱ مَا الْحَاقَّةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ

وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور ان کو کچھ خبر ہے کہ کیسی

مَا الْحَاقَّةُ ۳

کچھ ہے وہ ہونے والی چیز

مقصود اس سے قیامت کی شان کا بڑا ظاہر کرنا ہے کہ وہ سخت ہولناک چیز ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۴ فَأَمَّا

ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت کی) تکذیب کی سو

ثَمُودُ فَأَهْلِكُوهُم بِالطَّاغِيَةِ ۵ وَأَمَّا

ثمود ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد جو تھے وہ ایک تیز تند

عَادٌ فَأَهْلِكُوهُم بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۶

ہوا سے ہلاک کئے گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَنِيَةً

متواتر مسلط کر دیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا

أَيَّامٍ لَا حُسُومًا لَّا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۷

تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے

وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا

(اس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اٹھائے جاویں گے پھر دونوں

دَكَّةً وَاحِدَةً ۝۱۳ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ

ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جاویں گے تو اس روز ہونے والی چیز ہو

الْوَاقِعَةُ ۝۱۴ وَانْشَقَّتِ

پڑے گی اور آسمان پھٹ جاوے گا

چنانچہ پھٹ جانا خود بودے ہونے کی دلیل ہے مطلب یہ ہے کہ جیسا اس وقت وہ مضبوط ہے اور اس میں کہیں سوراخ اور شکاف نہیں اس روز اس میں یہ بات نہ رہے گی بلکہ کمزور ہو کر پھٹ جاوے گا۔

السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۝۱۵

(اور وہ آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا اور فرشتے جو آسمان پر پھیلے ہوئے

وَالْمَلَائِكَةُ عَلَىٰ أَرْجَائِهِنَّ وَيُحْمِلُ عَرْشُ

ہیں اس کے کناروں پر آجاویں گے اور آپ کے

رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَةٌ ۝۱۶

پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے

اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان بیچ سے پھٹ کر چاروں طرف سمٹنا شروع ہوگا اس لئے فرشتے بھی بیچ میں سے کناروں پر آ کر رہیں گے پھر ان پر بھی موت مسلط ہو جاوے گی اور یہ سب واقعات تو پہلی بار صورت پھونکنے کے ہیں آگے دوسری بار صورت پھونکنے کے واقعات ہیں اگرچہ بظاہر آیت کے الفاظ سے شبہ ہوتا ہے کہ آئندہ کے واقعات بھی نفع اولیٰ کے وقت ہوں گے مگر بات یہ ہے کہ قیامت ایک وسیع وقت ہے اور اس کے سب اوقات مجموعی طور پر ایک ہی وقت کے حکم میں ہیں اس لئے دوسرے نفع کے واقعات کو بھی مجازاً پہلے نفع کے واقعات کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ سب قیامت ہی کے واقعات ہیں اور قیامت پہلی بار صورت پھونکنے سے شروع ہو جاوے گی۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝۱۸

جس روز خدا کے روبرو (حساب کے واسطے تم پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی پھر (نامہ اعمال) ہاتھ میں دیئے

كَانَهُمْ أَعْجَازُ نَحْلِ خَاوِيَةٍ ۝۱۷

(پڑے) ہیں سو کیا تجھ کو ان میں کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے (یعنی بالکل استیصال

فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝۱۸

ہو گیا اور اسی طرح فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور (قوم لوط کی)

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ

کئی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے (یعنی کفر و شرک اس پر ان کے

بِالْخَاطِئَةِ ۝۱۹ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ

پاس رسول بھیجے گئے سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا نہ مانا

اور کفر و شرک سے باز نہ آئے جس میں تکذیب قیامت بھی داخل ہے

فَاخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً ۝۲۰

تو ان کو اللہ نے بہت سخت پکڑا

جس میں سے عادی و ثمود کا قصہ تو ابھی آچکا ہے اور قوم لوط کی سزا کی طرف بھی موافقات کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ان کی بستیاں الٹ دی گئیں اور فرعون کی سزا بہت سی آیتوں میں آئی ہے اور قوم نوح کی سزا کے ایک احسان کے ضمن میں مذکور ہے۔

إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ

یعنی ہم نے جب کہ نوح کے وقت میں (طغیانی ہوئی تم کو

یعنی تمہارے بزرگوں کو جو کہ مومن تھے اور ان کا نجات پانا تمہارے وجود کا سبب ہوا۔

حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۲۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ

کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کر دیا) تاکہ ہم اس کے معاملہ کو تمہارے

تَذَكُّرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ۝۲۲

لئے یادگار (اور عبرت) بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں

کان کو یاد رکھنے والا مجازاً کہہ دیا حاصل یہ کہ اس کو یاد رکھ کر موجبات عقوبت سے بچیں یہ قصہ تو مگذ بین قیامت کے ہوئے آگے قیامت کے احوال کا بیان ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۲۳

پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جائے گی (مراد نفع اولیٰ ہے) اور

اور دوبارہ زندہ نہ ہوتا جس سے نامہ اعمال ملنے اور حساب ہونے کی نوبت آئی۔

مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيهِ ۚ

افسوس میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا بھاء (بھی) مجھ سے گیا گزرا

یعنی مال و جاہ سب بے سود ٹھہرا۔

هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۚ خَذُوهُ فَغْلُوهُ ۚ

ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہو گا کہ (اس شخص کو پکڑو

ثُمَّ الْجَحِيمِ صَلُّوهُ ۚ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ

اور اس کو طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اس کو داخل کرو

ذُرْعَهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۚ

پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پینائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۚ

یہ شخص خدا کے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا

اس گز کی مقدار خدا کو معلوم ہے کیونکہ یہ گز وہاں کا ہو گا آگے اس عذاب کی وجہ بتلاتے ہیں۔ یعنی جس طرح ایمان لانا حسب تعظیم انبیاء ضروری تھا وہ ایمان نہ رکھتا تھا۔

وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۚ

اور (خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو بھی) غریب آدمی کے کھانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (اس لئے مستحق عذاب ہوا)

یہاں کھانا کھلانے اور ترغیب دینے سے مراد وہ مرتبہ ہے جو کہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان نہ لانے کے سبب ان کو واجب بھی نہ سمجھتا تھا حاصل یہ کہ خدا کی عظمت اور مخلوق کی شفقت جو کہ ان عبادات میں اصل ہیں جن کا تعلق خدا اور بندوں کے ساتھ ہے یہ ان دونوں کو چھوڑنے والا اور انکار کرنے والا تھا۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَمِيمٌ ۚ وَلَا طَعَامٌ

سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست دار ہے اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز

إِلَّا مِنْ غُسْلَيْنِ ۚ

نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ يَمِينَهُ ۖ

جائیں گے تو) جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں (دیا جائے گا وہ

فَيَقُولُ هَٰؤُمَّا أَقْدَرُ ۖ وَأَكْتُبِيهِ ۚ

تو خوشی کے مارے اس پاس والوں سے) کہے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو

ظَنَنْتُ أَنِّي مُلِقٌ حِسَابِيهِ ۚ

میرا تو پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے

حدیث میں ہے کہ اب عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز آٹھ فرشتے اٹھادیں گے غرض غرض آٹھ فرشتے عرش کو اٹھا کر میدان قیامت میں لا دیں گے اور حساب شروع ہو گا جس کا آگے بیان ہے۔

یعنی قیامت و حساب و کتاب کا معتقد تھا مطلب یہ کہ میں ایمان و تصدیق رکھتا تھا خدا تعالیٰ نے اس کی برکت سے آج مجھ کو نوازا۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۚ فِي جَنَّةٍ

غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہو گا جس کے میوے (اس

عَالِيَةٍ ۚ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۚ كُلُوا

قدر) جگھے ہوں گے (کہ جس حالت میں چاہیں گے لے لیں گے اور حکم ہو گا

وَأَشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ

کہ) کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان کے اعمال صلہ میں جو تم نے گزشتہ ایام

الْخَالِيَةِ ۚ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ

(یعنی زمانہ قیام (دنیا) میں کئے ہیں اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں

بِشْمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ

ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ (نہایت حسرت سے) کہے گا کہ اچھا ہوتا کہ مجھ کو

كِتَابِيهِ ۚ وَلَمْ أَذْرَ مَا حِسَابِيهِ ۚ

میرا نامہ عمل ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا

لَيْتَنِيهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ ۚ

ہوتا کہ موت (اولیٰ) ہی خاتمہ کر چکتی

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۝۳۳

اور اگر یہ (جھوٹا) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے
یعنی جو کلام ہمارا نہ ہوتا اس کو ہمارا کلام کہتے اور جھوٹا دعویٰ نبوت کا کرتے۔

لَا خِذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝۳۴ ثُمَّ لَقَطَعْنَا

تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی

مِنْهُ الْوَتِينَ ۝۳۵ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

رگ دل کاٹ ڈالتے پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے

عَنْهُ حِزْزِينَ ۝۳۶

بچانے والا بھی نہ ہوتا

دل کی رگ کاٹنے سے آدمی مر جاتا ہے تو یہ کناہیہ ہے قتل سے اور قاعدہ
ہے کہ قتل کے وقت جلا دیک ہاتھ سے مجرم کا ہاتھ پکڑتا ہے اور دوسرے
ہاتھ سے گردن پر مارتا ہے اور چونکہ داہنے ہاتھ سے قتل کرتا ہے تو مجرم کا
ہاتھ بائیں ہاتھ سے پکڑے گا اور اس کے بائیں ہاتھ کے مقابل مجرم کا
داہنا ہاتھ ہوگا تو وہی مراد ہوگا اور داہنا ہاتھ پکڑنے اور رگ دل کاٹنے سے
فنا کرنا مراد ہے خواہ جان کا یا حجت اور دلیل کا پس مطلب یہ ہے کہ جھوٹے
مدعی نبوت کی تائید حجت سے نہیں ہوتی بلکہ یا ہاک ہوتا ہے یا جھوٹ ظاہر
ہو جانے سے رسوا اور ذلیل ہو کر ایسا ہو جاتا ہے جیسے دل کی رگ کاٹ دی
گئی ہو کمانی الخازن فکان کمن قطع وتینہ

وَإِنَّهُ لَتَذْكُرَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝۳۸ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ

اور بیشک یہ قرآن متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں

أَنَّ مِنْكُمْ مُكْذِبِينَ ۝۳۹ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ

بعض تکذیب کرنے والے بھی ہیں (پس ہم ان کو اس کی سزا دیں گے) اور

عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۴۰

اس اعتبار سے) یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے

کیونکہ ان کے لئے تکذیب کی وجہ سے عذاب کا سبب ہو گیا۔

یعنی ایسی چیز دی جاوے گی جو کراہت اور صورت میں دھوؤں کی طرح
ہوگی اور مقصود یہ ہے کہ مرغوب کھانے نہ ملیں گے یہ مقصود نہیں کہ دھوؤں
کے سوا کچھ نہ ملے گا کیونکہ زقوم وغیرہ کا ملنا خود آیات سے ثابت ہے۔

لَا يَأْكُلُهُ

جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا

آگے قرآن کی حقانیت بیان کی جاتی ہے جو ان سزاؤں کو بیان کرتا
ہے اور اس کی تکذیب بھی عذاب کا سبب ہے۔

إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝۴۱ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا

پھر (بعد بیان مضمون مجازا کے) میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو

تُبْصِرُونَ ۝۴۲ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۝۴۳

تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم نہیں دیکھتے

کیونکہ بعض مخلوقات اس وقت آنکھوں سے نظر آتی ہیں یا نظر آنے
کے قابل ہیں اور بعض مخلوقات اس وقت نظر نہیں آتیں اور نظر آنے کے
قابل بھی نہیں اور اس قسم کو مقصود سے ایک خاص مناسبت ہے کیونکہ قرآن
مجید کالانے والا (فرشتہ) تو نظر نہ آتا تھا اور جن پر قرآن آتا تھا (یعنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم) وہ نظر آتے تھے مطلب یہ کہ تمام مخلوقات کی قسم ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝۴۴ وَمَا هُوَ

کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا (پس جس پر آیہ ضرر رسول ہے)

بِقَوْلٍ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ۝۴۵

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (جیسا کہ کفار آپ کو شاعر کہتے تھے مگر تم بہت کم ایمان لاتے

وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ ۝۴۶

ہو اور نہ یہ کسی کاهن کا کلام ہے (جیسا بعض کفار آپ کو کہتے ہیں) تم بہت کم سمجھتے ہو

یہاں بھی اور پہلے بھی کمی سے مراد بالکل نہ ہونا ہے یعنی نہ تم کو ایمان
ہے نہ سمجھ غرض یہ قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت۔

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۴۷

(بلکہ) رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے

آگے قرآن کی حقانیت کی ایک دلیل ارشاد فرماتے ہیں۔

سورة المعارج مكية و ايتها اربع و اربعون

رابط: اس میں بھی مثل سورة حاقہ کے جزا و سزا کا اور بعض اعمال کا جو کہ سزا و جزا کا موجب ہیں بیان ہے۔

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝۵۱ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

اور یہ قرآن تحقیقی بات ہے سو (جس کا یہ کلام ہے اپنے) (اس) عظیم الشان

رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝۵۲

پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے

بسم الله الرحمن الرحيم سال سائل تا يو عدون

(۴۰) سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹)

سورة معارج مکہ میں نازل ہوئی اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝۱

ایک درخواست کرنے والا (براہ انکار) اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے (اور) جس کا کوئی درفع کرنے والا نہیں

لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝۲ مِّنْ

(اور) جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ بیڑھیوں کا (یعنی آسمان کا) مالک

اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ

ہے (جن بیڑھیوں سے) فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اس کے پاس

وَالرُّوحُ إِلَيْهِ

چڑھ کر جاتی ہیں

خدا کے پاس سے مراد وہ موقع ہے جو عالم بالا میں ان کے چڑھنے کا منتہا قرار دیا گیا ہے اور چونکہ اس چڑھنے کا راستہ آسمان ہیں اس لئے ان کو بیڑھیاں فرما دیا۔

فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ

(اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے پچاس ہزار سال

سَنَةٍ ۝۴

(کی برابر) ہے

مراوقیامت کا دن ہے کہ اپنی درازی اور سختی سے کفار کو اتنا لمبا محسوس ہوگا اور چونکہ کفر کے مراتب میں تفاوت ہونے کی وجہ سے اس دن کی سختی میں بھی تفاوت ہوگا اس لئے ایک آیت میں ہزار سال کی برابر فرمایا تو بعض کافروں کو ہزار سال کی برابر معلوم ہوگا اور کافروں کی تخصیص اس لئے ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مومن کو وہ دن اتنا لمکا معلوم ہوگا جیسے فرض نماز پڑھ لیتا ہے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝۵

تو آپ (ان کی مخالفت پر صبر کیجئے) (اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو

یعنی ان کے خلاف سے ایسے تنگ نہ ہو جائیے کہ شکایت حکایت زبان پر آ جاوے بلکہ یہ سمجھ کر تحمل کیجئے کہ ان کو سزا ہونے والی ہے۔

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝۶ وَتَرَاهُ قَرِيبًا ۝۷

یہ لوگ اس دن کو (بوجہ اعتقاد غلطی کے وقوع سے) بعید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو (وقوع سے) قریب دیکھ رہے ہیں (وہ عذاب اس دن واقع ہوگا)

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَيْحَلِ ۝۸

جس دن (کہ) آسمان رنگ میں (تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جاوے گا

اور ایک آیت میں کالذہان آیا ہے جس کی تفسیر سرخ نری سے کی گئی ہے تو دونوں اس طرح جمع ہو سکتے ہیں کہ سخت سرخی سے سیاہی کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے پس سرخ اور سیاہ دونوں کہنا صحیح ہے یا یہ کہ اول ایک رنگ ہو پھر دوسرا بدل جاوے جیسا کہ ابن کثیر نے سورة رحمان میں حسن سے نقل کیا ہے غرض آسمان سیاہ ہو جاوے گا اور پھٹ بھی جاوے گا۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْأَلُ

اور (اس روز) پہاڑ رنگین اون کی طرح (جو کہ دھنی ہوئی ہو ہو جاویں گے

حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝۱۰

(یعنی دوڑتے پھریں گے)

اور رنگین اون سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ پہاڑ بھی مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔

يُبْصَرُونَ نَهُمْ ۝۱۱ يَوْمَ الْبُجُرْمِ

اور اس روز کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ

ایک دوسرے کو دکھا بھی دیا جائے گا

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝

انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے

آئندہ استثناء کے ملانے کے بعد اس جگہ انسان سے کافر مراد ہے اور پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پیدائش کے وقت سے وہ ایسا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت پر پیدا ہوا ہے کہ وہ اپنے وقت پر پہنچ کر کم ہمت ہو جاتا ہے اور چونکہ اس کم ہمتی میں اس کے اختیار کو بھی دخل ہے اس لئے اس پر مواخذہ ہوگا پس طبعی کم ہمتی مراد نہیں ہے۔ بلکہ جو برے آثار اس کے اختیار سے کم ہمتی پر مرتب ہوتے ہیں وہ مراد ہیں جن کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝

(یعنی) جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (حداباحت سے زیادہ) جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو (حقوق ضروریہ سے)

الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝

بخل کرنے لگتا ہے

اور ظاہر ہے کہ یہ آثار انسان کے اختیار سے پیدا ہوتے ہیں اگرچہ کسی قدر کم ہمتی کو بھی اس میں دخل ہے۔

إِلَّا الْبُصْلَيْنِ ۝

مگر وہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں

ذَآئِمُونَ ۝

(اور) ظاہراً یا باطناً دوسری طرف توجہ نہیں کرتے (اور جن کے

مَعْلُومٌ ۝

مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے

اس کے متعلق سورہ ذاریات میں ایک مضمون گزر چکا ہے۔

وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝

اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور

وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں

یعنی باوجودیکہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے مگر کوئی کسی کی ہمدردی نہ کریگا۔

لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ بَيْنِيهِ ۝

اور اس روز مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے

وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝

چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام

تَّوْبِهِ ۝

اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ (فدیہ دیدینا) اس کو عذاب سے (بچالے

یعنی اس روز ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ ہر شخص کو اپنی فکر پڑ جاوے گی اور جن پر جان دیتا تھا ان کو اپنے عوض میں سپرد کر دینے کو اگر اس کے قابو کی بات ہو گوارا کر لے گا۔

ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝

یہ ہرگز نہ ہوگا

یعنی عذاب سے مطلق نجات نہ ہوگی۔

إِنِّهَا لَظَى ۝

(بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو (کھال) تک (اتار دے گی) (اور)

وہ اس شخص کو (خود) بلا دے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی

مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ۝

اور (اطاعت سے) پیر خنی کی ہوگی اور (مال جمع کیا ہوگا

خواہ دوسروں کا حق مار مار کر یا محض حرص کی وجہ سے۔

وَجَمَعَ فَأَوْعَى ۝

پھر اس کو اٹھا اٹھا رکھا ہوگا

مطلب یہ کہ خدا کے اور بندوں کے حقوق کو تلف کیا ہوگا یا اشارہ ہے عقائد اور اخلاق کے خراب ہونے کی طرف اور جہنم کا بلانا حقیقی معنی پر محمول ہو سکتا ہے خلاصہ یہ کہ ایسی صفات جہنم میں لے جانے والی ہیں اور اس کافر میں یہ صفات پائے جاتے تھے پھر عذاب سے نجات کیونکر ہو سکتی ہے آگے دوسرے برے افعال کا جو عذاب کا سبب ہیں بیان ہے اور اہل ایمان کو ان سے مستثنیٰ کر کے ان کا ثواب بتلاتے ہیں۔

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِّينَ ﴿۳۷﴾

طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے آ رہے ہیں

یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ ان مضامین کی تصدیق کرتے لیکن یہ لوگ متفق ہو کر آپ کے پاس اس غرض سے آتے ہیں کہ ان مضامین کی تکذیب اور ان کے ساتھ استہزاء کریں جیسا کہ کفار عرب نبوت کی خبریں سن سن کر اسی غرض سے آتے تھے اور اسلام کو باطل سمجھنے کے ساتھ اپنے کو حق پر سمجھتے تھے اور حق پر ہونے کا ثمرہ جنت میں جانا ہے پس اس بناء پر وہ اپنے کو مستحق جنت بھی سمجھتے تھے اس لئے اس کے متعلق بطور انکار کے فرماتے ہیں۔

أَيُّطَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ

کیا ان میں ہر شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی

جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ط

جنت میں داخل کر لیا جاوے گا یہ ہرگز نہ ہوگا

کیونکہ موجب دوزخ کے ہوتے ہوئے جنت کیسے مل جاوے گی اور ان مضامین کی تکذیب میں نفس قیامت کی بھی تکذیب کرتے اور اس کو مستحیل سمجھتے تھے آگے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کا یہ استبعاد جہالت محض ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾

ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو خبر ہے

پس جب ان کو معلوم ہے کہ نطفہ سے آدمی کو بنایا ہے اور ظاہر ہے کہ نطفہ سے جس میں ابھی تک حیات نہیں آئی آدمی تک جتنا بعد ہے اس قدر اجزاء میت سے کہ جن میں ایک بار حیات آ چکی ہے دوسری بار آدمی بننے تک بعد نہیں ہے تو اس کو مستحیل سمجھنا ان کی سفاہت ہے۔

فَلَا أَقْسَمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

پھر دوسری طور پر وقوع قیامت کے لئے قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں

إِنَّا لَقَدِرُونَ ﴿۴۰﴾ عَلَى أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا

کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ (دنیا ہی میں) ان کی جگہ ان سے بہتر

مِّنْهُمْ لَا وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۴۱﴾

لوگ لے آئیں (یعنی پیدا کر دیں) اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں

مُشْفِقُونَ ﴿۴۲﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ

اور واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی

مَأْمُونٍ ﴿۴۳﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ

چیز نہیں (یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور جو اپنی شرمگاہوں

حُفُظُونَ ﴿۴۴﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا

کو (حرام سے) محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا

مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿۴۵﴾

اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان

فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ

پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا)

هُمُ الْعَادُونَ ﴿۴۶﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهَىٰ

طلب گار ہو ایسے ہی لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی

وَعَهْدِهِمْ رِعْوَونَ ﴿۴۷﴾ وَالَّذِينَ هُمْ

(سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں

بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿۴۸﴾

اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں

یعنی ان میں کمی بیشی نہیں کرتے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۴۹﴾

اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس)

أُولَٰئِكَ فِي جَدِّ مُكَرَّمُونَ ﴿۵۰﴾ ط ع

ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے

آگے کفار کی حالت کا عجیب ہونا اور قیامت کے وقوع کا بعید نہ ہونا بیان فرماتے ہیں

فَبَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿۵۱﴾

تو کافروں کو کیا ہوا کہ (ان مضامین کی تکذیب کرنے کے لئے) آپ کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنَا ارسلنا تا تبارا

(۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّاكِتًا (۷۱)

سورہ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اِنَّا ارسلنا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱

(وہاں کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے

یعنی ان سے کہو کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الیم آوے گا خواہ
دنوی یعنی طوفان یا اخروی یعنی دوزخ۔

قَالَ یَقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۲ اَنْ

انہوں نے (اپنی قوم) سے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف

اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاطِیْعُوْنَ ۝۳

صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار

یَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وِیُوْخِرْكُمْ

کرو) اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا

اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط

اور تم کو وقت مقررہ (یعنی وقت موت) تک (بلا عقوبت) مہلت دے گا

یعنی ایمان نہ لانے پر جس عذاب کا آنے سے پہلے وعدہ کیا جاتا ہے
اگر ایمان لے آئے تو وہ عذاب نہ آوے گا۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُوْخَّرُ ۝۴

(باقی موت کے لئے جو) اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ہے) جب (وہ)

آ جاوے گا تو ٹلے گا نہیں

یعنی موت تو آنا ہر حال میں ضروری ہے ایمان میں بھی کفر میں بھی لیکن
دونوں حالتوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک حالت میں علاوہ عذاب آجل اخروی

پس جب نئی مخلوق اور وہ ایسی کہ جس میں صفات کمال زیادہ ہوں جن
میں زیادہ اشیاء پیدا کرنی پڑیں ہم کو پیدا کرنا آسان ہے تو ہم کو دوبارہ پیدا
کرنا کون مشکل ہے۔ سورہ نوح علیہ السلام مکہ و ایٹھا تسع
او ثمان و عشرون کذا فی البیضاوی ربط سورۃ سابقہ میں عذاب
کے اسباب کا بیان تھا ان میں سے ایک رسول کا جھٹلانا ہے اس سورت میں
نوح علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اس کا بیان ہے اور نیز اخروی عذاب
کے ساتھ جس کا ذکر پہلی سورت میں ہوا ہے اس سورت میں کفر کی وجہ سے
دنوی عذاب کا استحقاق بھی ثابت کیا ہے نیز اس میں حضور کی تسلی بھی کی گئی
ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی رسول کو جھٹلایا تھا۔

فَذَرُّهُمْ یَخُوْضُوْا وِیَلْعَبُوْا حَتّٰی یُلْقُوْا

تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس

یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ۝۵ یَوْمَ یُخْرَجُوْنَ

دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس دن یہ قبروں سے

مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَآءًا کَاْتَهُمُ اِلٰی

نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں

نَصْبٍ یُّوْفُّوْنَ ۝۶ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

اور ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوں گی (اور) ان پر

تَرٰهُمُ ذٰلِکَ ط ذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ

ذلت چھائی ہوگی (بس) یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا

کَاْنُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝۷

جاتا ہے (جو کہ اب واقع ہوا)

مراد اس سے خطاب و وعظ عام ہے جس میں عاۃً آواز بلند ہوتی ہے۔

ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ

پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل

لَهُمْ اَسْرَارًا ۙ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا

خفیہ بھی سمجھایا اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے

رَبِّكُمْ ط

پروردگار سے گناہ بخشواؤ

یعنی جتنے طریقوں سے نفع کا احتمال تھا سب ہی طرح سمجھایا

یعنی ایمان لاؤ تا کہ گناہ بخشے جائیں۔

اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ

بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے

اگر تم ایمان لے آؤ گے تو علاوہ اخروی نعمت کے کہ مغفرت ہے دنیوی نعمتیں بھی تم کو عطا کرے گا۔

يُرْسِلِ السَّيِّءَ عَلَيْكُمْ مَّدْرَارًا ۙ

کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد

وَيُهْدِيْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ

میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا

لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهَارًا ط

اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا

ان نعمتوں کے ذکر سے شاید یہ فائدہ ہو کہ اکثر طبائع میں دنیوی منافع کی طلب زیادہ ہے پس اس کو ترغیب میں زیادہ دخل ہے چنانچہ درمنثور میں قتادہ کا قول ہے کہ وہ لوگ دنیا کے زیادہ حریص تھے اس لئے یہ فرمایا اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بسا اوقات ایمان و استغفار پر یہ دنیوی منافع ظاہر اور مرتب نہیں ہوتے بات یہ ہے کہ یا تو یہ وعدہ خاص ان ہی لوگوں کے لئے ہوگا اور اگر عام بھی ہو تو قاعدہ ہے کہ وعدہ کی چیز سے افضل کوئی چیز مل جانا یہ بھی وعدہ پورا ہونا ہی ہے بلکہ اس صورت میں زیادتی کے ساتھ پورا ہوگا پس ایمان کامل اور استغفار پر روحانی مسرت اور قناعت اور تقدیر پر رضا مندی ضرور عطا ہوتی ہے جو ان دنیوی چیزوں سے بھی افضل و اکمل ہے بلکہ دنیوی منافع سے بھی مقصود

کے عذاب عاجل دنیوی بھی ہوگا اور ایک حالت میں مثل عذاب آجل کے عذاب عاجل سے بھی محفوظ رہو گے اور تخصیص نفی عذاب عاجل میں یہ نکتہ ہے کہ ایمان پر عذاب آجل سے محفوظ رہتا ہی ہے مگر بعض اوقات باوجود ایمان کے بھی دنیوی کفایتیں پیش آ جاتی ہیں پس اس کی نفی سے ایمان لانے پر مزید فضل کا وعدہ ہو گیا اور ان اجل اللہ الخ پر باوجود اس کے ظاہر ہونے کے متنبہ کرنے سے یہ بتلانا ہے کہ موت کے اشتراک سے ان دونوں کے ثمرات یکساں ہونے کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ موت تو بمقتضائے بشریت ضروری چیز ہے اس کا ملنا ثمرات ایمان سے نہیں پس اس کا ترتب ضروری ہے البتہ عقاب کا ارتقاع ثمرات ایمان سے ہے اور اس کا ترتب بھی ضروری ہے۔

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ

کیا خوب ہوتا اگر تم (ان باتوں کو) سمجھتے ہوتے (جب مدتہائے دراز تک ان

اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لِيْلًا وَّنَهَارًا ۙ

نصائح کا اثر قوم پر نہ ہوا تو) نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝

اپنی قوم کو رات کو بھی اور (دن کو بھی) دین حق کی طرف (بلایا سو میرے بلانے

پر) (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور میں نے جب کبھی ان کو (دین حق کی

وَ اِنِّيْ كَلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِّيَتَغَفَّرَ لَهُمْ

طرف) بلایا تا کہ (ان کے ایمان کے سبب) آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں

جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا

نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں بھی نہیں) اور

ثِيَابَهُمْ

(نیز زیادتی کراہت سے) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لیے

تا کہ حق بات کہنے والے کو دیکھیں بھی نہیں اور کہنے والا بھی ان کو نہ دیکھے

وَ اَصْرُوْا وَاَسْتَكْبَرُوْا ۙ اَسْتَكْبَارًا ۙ ثُمَّ اِنِّيْٓ

اور گف پر اصرار کیا اور (میری طاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا پھر (بھی)

دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ

میں نے ان کو بآواز بلند بلایا

بجائے چلنے کے دھنسا کرتے یہ تمام کلام وہ ہے جو حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اس کے بعد وہ کلام ہے جو حضرت نوحؑ نے فریاد کے طور پر حق تعالیٰ سے عرض کیا۔

فَجَا جَاءُ قَالَ نُوحٌ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي

(اور یہ سب حکایات عرض کر کے) نوحؑ نے (یہ) کہا کہ اے میرے پروردگار

وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ

ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی کہ جن کے مال

الْاَخْسَارُ ۝۲۱

اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا

ان شخصوں سے مراد رؤسا ہیں جن کا عام لوگ اتباع کیا کرتے ہیں اور مال و اولاد کا ان رؤسا کو نقصان پہنچانا اس طرح ہے کہ مال و اولاد زیادہ سرکشی کا سبب ہو گیا۔

وَمَكَرُوا مَكْرًا كَبِيرًا ۝۲۲ وَقَالُوا لَا

اور انہوں نے جن کا اتباع کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ (جنہوں نے) (حق میں) بڑی

تَذَرْنَ اِلٰهَتَكُمْ وَلَا تَذَرْنَ وُدًّا وَلَا

بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو

سَوَاءًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝۲۳

ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) دد کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو چھوڑنا

خصوصیت ان کے ذکر کی یہ ہے کہ یہ بت زیادہ مشہور تھے۔

وَقَدْ اَضَلُّوا كَثِيرًا ۝ وَلَا تَزِدْ

اور ان (رئیس) لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کر دیا اور (اب

الظَّالِمِينَ اِلَّا ضَلَالًا ۝۲۴

آپ) ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھاد دیجئے

چونکہ نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ کے ارشاد لَنْ يُوْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اب ایمان نہ لائیں گے اس لئے یہ دعا کی کہ ان کی گمراہی اور بڑھاد دیجئے جس سے حقیقت میں گمراہی کی دعا کرنا

یہی کیفیات حاصل کرنا ہے آگے نوح علیہ السلام کے کلام کا بقیہ ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳

زمین نے ان سے یہ بھی کہا کہ تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴ اَلَمْ تَرَوْا

کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے) حالانکہ

كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَبُوْتٍ طِبَاقًا ۝۱۵

اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا کیا تم کو معلوم نہیں

وَجَعَلَ الْقُبُرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَجَعَلَ

کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور

الشَّمْسِ سِرَاجًا ۝۱۶ وَاللّٰهُ اَنْتَبَتْكُمْ مِّنْ

(کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن) کے) بنایا اور اللہ نے تم کو

الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝۱۷

زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا

چنانچہ نطفہ سے پہلے پانی اور مٹی وغیرہ کا درجہ ہے پھر غذا کا مرتبہ ہے اس سے نطفہ پیدا ہوتا ہے اور نطفہ کے بعد جما ہوا خون پھر گوشت کی بوٹی بنتا ہے یہ تو انسان کی ذات میں دلیل ہے آگے آفاق عالم سے دلیل بیان فرماتے ہیں۔

یا تو اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے اور یا اس طرح کہ انسان نطفہ سے بنا اور نطفہ غذا سے اور غذا عناصر سے بنی اور عناصر میں سے غالب زمین کے اجزاء ہیں۔

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ

پھر تم کو (بعد مرگ) زمین ہی میں لے جاوے گا اور (قیامت میں) پھر اسی

اِخْرَاجًا ۝۱۸ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ

زمین سے) تم کو باہر لے آوے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو

بِسَاطًا ۝۱۹ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا

(مثل) فرش (کے) بنایا تاکہ تم کھلے رستوں میں چلو

کیونکہ زمین میں چلنا اس پر موقوف ہے کہ اس پر قدم جم سکیں ورنہ

مقصود نہیں بلکہ ان کی ہلاکت کی بددعا مقصود ہے کہ گمراہی زیادہ ہونے سے جلدی ہلاکت کے مستحق ہو جائیں گے کیونکہ اب ان کے باقی رہنے میں نفع کچھ نہیں بلکہ نقصان کا اندیشہ ہے اور اس دعا کی تحقیق سورہ یونس میں گزر چکی۔

مِمَّا خَطِيئَتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا ۝

(ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) انہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر

فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝

(بعد غرق) دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کوئی حمایتی بھی

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ

میسرہ ہوئے اور نوح نے (یہ بھی) کہا کہ اے میرے پروردگار ان میں سے

مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝

زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (بلکہ سب کو ہلاک کر دے کیونکہ) اگر

تَذَرُهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا

آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں

إِلَّا فَاِجْرًا كَفَّارًا ۝

گے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی، اولاد پیدا ہوگی

دعاؤں کے بیچ میں ان کے غرق کا حال بیان فرمانا شاید اس لئے ہو کہ جلدی اس دعا کا قبول ہونا معلوم ہو جائے یا ان خطاؤں کا عذاب کے لئے سبب ہو جانا معلوم ہو جائے اور کافروں کے لئے بددعا کرنے کے بعد مومنین کے لئے دعا فرمائی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے

بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط

گھر میں داخل ہیں ان کو (یعنی اہل و عیال با شتاء زوجہ و کتعان) اور تمام مسلمان

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝

مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھائیے

اور چونکہ مقصود مقام میں بددعا ہے کافروں کے لئے اور مومنین کے لئے دعا محض مقابلہ کی مناسبت سے ہوگئی تھی اس لئے پھر مضمون مقصود بددعا کی طرف عود ہے۔ یعنی ان کی نجات کی کوئی صورت نہ رہے ہلاک ہی ہو جائیں اور یہی مقصود تھا دعاء ضلال سے اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نوح کے والدین مومن تھے اور اگر اس کے خلاف ثابت ہو جائے تو والدین سے آبا و اہمات بعیدہ لیں گے اور آبا و اہمات بعیدہ میں مومنین کا تحقق یقینی ہے۔ سورۃ الجن مکئیہ و ایٹھا ثمان و عشرون کذا فی البیضاوی ربط سورۃ سابقہ میں قوم نوح کے کفر اور عذاب کے قصہ سے اس وقت کے کافروں کو ایمان نہ لانے پر ڈرایا تھا اور اس سورۃ میں جنات کے ایمان لانے اور توحید و رسالت و قیامت کے متعلق تقریر کرنے کے قصہ سے ان کافروں کو ایمان کی رغبت دلاتے ہیں کہ جنات جو آگ سے بنے ہوئے ہیں وہ تو باوجود تکبر و غیرہ کے ایمان لائے تو انسان جو مٹی سے بنا ہے یہ باوجود اپنی پستی اور عاجزی کے کیوں نہیں ایمان لاتا اور تفسیر آیات سے پہلے چند واقعات جاننے کے قابل ہیں جن کی آگے ضرورت ہوگی۔

واقعہ اول بعثت محمدیہ سے پہلے شیاطین آسمان تک پہنچ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے بعد بعثت کے ان کو شعلوں کی مار سے روک دیا گیا اور اسی حادثہ کی تحقیق کے ضمن میں یہ جنات آپ تک پہنچے جیسا سورۃ احقاف میں گزرا۔ واقعہ ثانی جاہلیت میں عادت تھی کہ جب کسی وادی میں مقام کرتے تو اس اعتقاد سے کہ جنات کے سردار ہماری حفاظت کریں یوں کہتے اعدو بعزیز هذا الوادی من شر سفهاء قومہ یعنی میں اس جنگل کے سردار سے اس کی قوم کے بیوقوفوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

واقعہ ثالث مکہ میں آپ کی بددعا سے قحط نمودار ہوا تھا اور کئی سال تک رہا۔ واقعہ رابع جب آپ نے دعوت اسلام شروع کی تو کفار مخالفین کا مسلمانوں پر ہجوم اور نرغہ ہوا۔

بسم الله الرحمن الرحيم قل اوحى الى تا عدد ۱۱

(۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۳۰)

سورہ جن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور درود رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

آپ (ان لوگوں سے) کہنے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی کہ جنات میں سے

فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱ يَّهْدِيْٓ اِلٰى

ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے

کہ وہ اس وہم میں مبتلا ہو گئے کہ ہم جنات کے سردار تو پہلے سے تھے اب آدمی بھی ہم کو ایسا بڑا سمجھتے ہیں پس اس سے بددماغی بڑھی اور کفر و عناد پر اور زیادہ مصر ہو گئے یہاں تک مضمون متعلق توحید کے تھا اور آگے بعث کے متعلق ہے۔

وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ

اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ

يَبْعَثُ اللَّهُ أَحَدًا ۚ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ

تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا اور ہم نے آسمان (کی خبروں) کی تلاشی

فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا

(موافق عادت سابقہ کے) لینا چاہی سو ہم نے اس کو سخت پہروں (یعنی

وَشُهَبًا ۚ

محافظ فرشتوں) اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا

یعنی اب پہرہ ہو گیا ہے کہ کوئی جن آسمانی خبر نہ لے جانے پائے اور جو جاوے شہاب ثاقب سے مارا جاوے اور شہاب ثاقب طبعی اسباب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی ٹوٹتے تھے مگر فرشتوں کے ذریعہ سے ہونا اور اس میں یہ خاص اثر یعنی شیطین کو مارنا یہ حضور کی بعثت کے بعد ہوا ہے۔

وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ

اور اس کے قبل) ہم اس آسمان کی خبر سننے کے موقعوں میں (خبر) سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے

اور یہ مواقع خواہ آسمان کے اندر ہوں یا ہوا و نار وغیرہ کے کرہ میں آسمان کے قریب ہوں اور جنات اپنی لطافت کی وجہ سے اس پر ٹھہر سکتے ہوں جیسے بعض پرندے ہوا میں چلتے پھرتے ٹھہر جاتے ہیں۔

فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ سِهَابًا

سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ

رَّصَدًا ۙ

پاتا ہے

مطلب یہ کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے رسالت دی ہے اور شبہ دور کرنے کے لئے کہانت کا دروازہ بند کر دیا ہے تاکہ کوئی جن آسمان سے قرآن کی آیتوں کو سن

الرُّشْدِ فَامْتَابِهِ ط

ایک عجیب قرآن سنانا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے قرآن ہونا تو اس کے مضمون سے معلوم ہوا اور عجیب ہونا اس سے کہ مشابہ کلام بشر کے نہیں۔

وَلَكِنْ تَشْرِكُ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۚ وَأَنَّهُ تَعَلَّى

اور ہم (اب) اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور انہوں نے

جَدُّ سَابِقًا مَّا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۚ

یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی

وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ

بنایا اور نہ اولاد اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی

شَطَطًا ۚ

ہوئی باتیں کہتے تھے

مراد اس سے کفر یہ کلمات ہیں جیسے خدا کی بیوی اور اولاد ہونا وغیرہ

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ تَقُولَ الْإِنْسُ

اور ہمارا پہلے یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات

وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ

خدا کی شان میں جھوٹ نہیں کہیں گے

کیونکہ بڑی بے باکی کی بات ہے اس میں وجہ اپنے مشرک ہونے کی بیان کی کہ چونکہ اکثر جن و انس شرک کرتے تھے ہم سمجھے کہ خدا کی شان میں اتنے لوگوں نے جھوٹ پر اتفاق نہ کیا ہوگا بس ہم نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کر لیا حالانکہ نہ مطلق اتفاق حجت ہے اور نہ ہر اتفاق کا اتباع عذر ہے اور یہ شرک مذکور تو عام شرک تھا اور ایک شرک خاص تھا بعض آدمیوں کے ساتھ جس سے جنات کا کفر اور بڑھ گیا تھا۔

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ

اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں

بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۚ

کی پناہ لیا کرتے تھے سو ان آدمیوں نے ان جنات کی بددماغی اور بڑھادی

يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝۱۳

جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آوے گا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا

کمی یہ کہ اس کی کوئی نیکی لکھنے سے رہ جائے اور زیادتی یہ کہ کوئی گناہ زیادہ لکھ لیا جاوے شاید مقصود اس سے ترغیب ہو۔

وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ط

اور ہم میں بعضے تو مسلمان (ہو گئے) ہیں اور بعضے

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۴

ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ

شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے تو بھلائی کا رستہ ڈھونڈ لیا اور جو بے راہ ہیں

حَطَبًا ۝۱۵

دوزخ کے ایندھن ہیں

یہاں تک جنات کا کلام ختم ہو گیا آگے دوسرے مضامین ہیں جن کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔

وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ

اور (مجھ کو ان مضامین کی بھی وحی ہوئی کہ) اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) رستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے

لَأَسْقِيَنَّهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۝۱۶

سیراب کرتے تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان کریں

کہ نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری و نافرمانی کرتے ہیں یہ غایت لافتنہم میں قید واقعی ہے کیونکہ ہر نعمت پر یہ حکمت مرتب ہوتی ہے مطلب یہ کہ اگر اہل مکہ شرک نہ کرتے جس کی مذمت اوپر بضمین کلام جنات آچکی ہے تو ان پر قحط مسلط نہ ہوتا جیسا واقعہ ثالث میں مذکور ہے مگر انہوں نے بجائے ایمان کے اعراض کیا اس لئے مبتلائے قحط ہوئے۔

لَنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ط وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان و اطاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ

کر کا ہنوں تک نہ پہنچا دے پھر وہ قرآن کے مقابلہ میں اس کو پیش کر دیں اور اس دروازہ کا بند ہونا ہی سبب ہوا ان جنات کے پہنچنے کا آپ کی خدمت میں۔

وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرُّ أَرِيدَ يَسَنُ فِي

اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی

الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝۱۷

تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے

یعنی رسول بھیجنے سے شرعاً تو ہدایت ہی مقصود ہے کیونکہ رسول کے اتباع سے فلاح و ہدایت ہوتی ہے اور مخالفت سے مضرت اور عذاب۔ اور ہم کو معلوم نہیں کہ لوگ آئندہ کیا اختیار کریں گے۔ پس اس کی تعیین بھی ہم کو معلوم نہیں کہ رسول کے آنے سے ہدایت ہوگی یا بوجہ مخالفت کے مخلوق پر عذاب نازل ہوگا۔ شاید اس سے مقصود اپنی قوم کو ڈرانا ہو کہ ایمان نہ لانے سے عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔

وَأَنَا مِنَ الصَّالِحِينَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ ط

اور ہم سے (پہلے سے بھی) بعضے نیک (ہوتے آئے) ہیں اور بعضے اور طرح

كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا ۝۱۸

کے (ہوتے آئے) ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے

اسی طرح ان نبی کی خبریں کہ اب بھی ہم میں دونوں طریقے کے لوگ موجود ہیں۔

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي

اور ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم نے سمجھ لیا ہے ہم زمین (کے کسی حصہ) میں

الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ۝۱۹

(جا کر) اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ (اور کہیں) بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں

یعنی زمین کے سوا بھی اور کہیں پناہ نہیں اور شاید اس سے مقصود بھی ڈرانا ہے کہ اگر کفر کریں گے تو خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتے اور اپنے پہلے مختلف طریقوں کے بیان کرنے سے شاید یہ مقصود ہو کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بعض کا ایمان نہ لانا حق کے حق ہونے میں شبہ نہیں ڈال سکتا کیونکہ یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

وَأَنَّا لَهَا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ امْتَابَهُ ط فَمَنْ

اور ہم نے جب ہدایت کی بات سنی لی تو ہم نے تو اس کا یقین کر لیا سو (ہماری طرح)

ذِكْرُ رَبِّهِ يَسْلُكُهُ عَذَابًا صَعَدًا ۱۷

تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا اور (ان وحی شدہ مضامین سے ایک یہ

وَ اَنَّ الْمَسْجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ

ہے کہ) جتنے مسجد سے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت

اَحَدًا ۱۸ وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

مت کرے اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ ہیں) خدا کی عبادت کرنے

يَدْعُوهُ كَاَدُّ وَاِيْكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۱۹

کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو جمع ہو جاتے ہیں

یعنی یہ جائز نہیں کہ کوئی سجدہ اللہ کو کیا جائے اور کوئی سجدہ غیر اللہ کو جیسا
شرکین کرتے تھے۔

یعنی تعجب و عداوت سے ہر شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے اب حملہ کرنے
کے لئے بھیڑ لگا چاہتی ہے یہ بھی تمہ میں ہے مضمون تو حید کا کیونکہ اس میں
ذمت ہے شرکین کی کہ تو حید سے ان کو عداوت اور نفرت ہے آگے اس تعجب
اور عداوت کے متعلق جواب دینے کے لئے آپ کو ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْٓ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ

آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں

اَحَدًا ۲۰

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا

سو یہ کوئی تعجب و عداوت کی بات نہیں یہ مضمون متعلق تو حید تھا آگے
رسالت کے متعلق مضمون ہے۔

قُلْ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا فَرْصًا ۲۱

آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا

یعنی تم جو ایسی فرمائشیں کرتے ہو کہ اگر آپ رسول ہیں تو ہم پر عذاب لے آؤ جواب
یہ ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں اور اسی طرح جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک طرح ہم آپ کو
رسول مان لیں کہ آپ مضامین تو حید قرآن میں کچھ تغیر و تبدل کر دیں۔

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدًا ۲۲

آپ کہہ دیجئے کہ (اگر خدا نخواستہ میں ایسا کروں تو) مجھ کو خدا (کے غضب)

وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحِدًا ۲۳

سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) پا سکتا ہوں

مطلب یہ کہ نہ تو کوئی میرا بچانے والا ہوگا اور نہ میری تلاش سے کوئی
پناہ دینے والا مل سکے گا اور کفار کے ایسے اقوال استعجاب عذاب و استدلال
قرآن و دین کے قرآن میں جا بجا مذکور ہیں اور اوپر لا املک لکم
ضرراً ولا اشدّاً میں نفی اختیار نفع و ضرر کی فرمائی آگے اثبات منصب
رسالت کا فرماتے ہیں۔

اِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسَالَةً

لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے

باقی نفع اور ضرر میرے قبضہ میں نہیں نہ یہ نبوت کے واسطے لازم ہے
اور بلاغ اور رسالت میں فرق یہ ہے کہ بلاغ کسی ایک حکم کے عام طور پر
پہنچانے کو بولتے ہیں اور رسالت تمام احکام کے متعلق پہنچانے کو کہتے ہیں
چاہے خاص خاص لوگوں کو ہی پہنچا دیا جائے اس لئے دونوں کو جمع کر دیا
کہ نبی کے ذمہ تمام احکام کو عام طور پر پہنچانا واجب ہے آگے تو حید و
رسالت دونوں کے متعلق مضمون ہے۔

وَمَنْ يَّعِصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهُ نَارًا

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش و

جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۲۴ حَتّٰى

دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (لیکن یہ کفار اس حالت سے باز نہ

اِذَا رَاَوْا مَا يُوعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

آویں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقْلُّ عَدَدًا ۲۵

ہے اس وقت جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے

یعنی کافر ہی ایسے ہوں گے جن کے کوئی کام نہ آوے گا۔

قُلْ اِنْ اُدْرِيْٓ اَقْرَبُ مَا تُوْعَدُوْنَ

آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا

جاتا ہے آیا وہ نزدیک (آنے والی) ہے یا میرے پروردگار نے اس کے

اس لئے پہرہ دار ایسے مقرر کئے گئے جو اس کام کے پورے پورے اہل ہیں۔

وَأَحْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝۲۸

اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے

پس وحی کے سب اجزاء ایک ایک کر کے اس کو معلوم ہیں اور وہ سب کی حفاظت کرتا ہے ملائکہ اور انبیاء کے اذہان میں اس کو جمادیتا ہے حاصل یہ کہ قیامت کا علم نبوت کے علوم میں سے نہیں اس لئے اس کا علم نہ ہونے سے نبوت پر اعتراض یا قیامت کا نہ آنا لازم نہیں آتا البتہ رسول کو نبوت کے علوم عطا کئے جاتے ہیں اور وہی مقصود بھی ہیں اور ان میں خطا کا احتمال نہیں ہوتا تو ایسے علوم سے فائدہ حاصل کرو اور زائد باتوں کی تحقیق چھوڑ دو۔

سورة المزمل مكية وايشها تسع عشرة او عشرون كذا في البيضاوي رابط: او پر کی سورت میں کفار کو تو حید و رسالت و قیامت پر ایمان لانے کی ترغیب تھی اس سورت میں ان کے ایمان نہ لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اور تسلی کو پختہ کرنے کے لئے آپ کو کثرت ذکر اور رات میں نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہ سب مضمون اول کی آیتوں کا ہے اور اخیر کی ایک لمبی آیت میں جو کہ اول کی آیتوں سے ایک سال بعد نازل ہوئی تہجد کی فرضیت کو منسوخ فرما دیا خواہ صرف امت کے ذمہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ سے بھی جیسا کہ سورہ اسراء میں و من الليل فتعبد به کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. يا ايها المزمل تا غفور الرحيم

(۷۳) سُوْرَةُ الْمَزْمَلِ مَكِّيَّةٌ (۳)

سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۝۱

اے کپڑوں میں لپٹنے والے

وجہ اس عنوان سے خطاب کرنے کی یہ ہے کہ ابتداء نبوت میں قریش نے دارالندوہ میں جمع ہو کر آپ کے بارہ میں مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کیا جائے کہ اس پر سب متفق رہیں کسی نے کہا کہ کاہن ہیں پھر رائے قرار پائی کہ کاہن نہیں ہیں کسی نے مجنون کہا پھر اس کو بھی سب نے غلط قرار دیا پھر ساحر کہا پھر بعض نے اس کو بھی رد کیا لیکن پھر کہنے لگے کہ ساحر اس لئے ہیں کہ حبیب کو حبیب سے جدا کر دیتے ہیں آپ کو یہ خبر سن کر رنج ہوا اور رنج کی حالت میں کپڑوں میں لپٹ گئے

أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۝۲۹

لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے

لیکن ہر حال میں وہ آدے کی ضرورت رہا علم لعین کا سو وہ محض غیب ہے۔

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝۳۰

اور غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا (جبکہ اس میں مصلحت نہ ہو) ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر

اور علم لعین قیامت ایسا ہی ہے کہ اس پر کسی کو مطلع کرنے میں کوئی مصلحت نہیں کیونکہ وہ علوم متعلقہ بالنبوة سے نہیں جن کو قرب الہی میں دخل ہوتا ہے پس ایسے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ

کو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے

اگر کسی ایسے علم پر مطلع کرنا چاہتا ہے جو کہ علم نبوت سے ہو خواہ مثبت نبوت ہو جیسے پیشینگوئیاں خواہ فروع نبوت سے ہو جیسے علم احکام۔

تاکہ وہاں شیاطین کا گزر نہ ہو جو کہ وحی کے فرشتہ سے سن کر اور کسی سے جا کہیں یا کسی وسوسہ وغیرہ کا القاء کر سکیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے پہرہ دار فرشتے چار تھے۔ کافی الروح عن ابن عباسؓ

فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اور یہ انتظام اس لئے کیا جاتا ہے (تاکہ ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو

خَلْفَهُ رَصَدًا ۝۳۱ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا

معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام (رسول) تک

رَسَلَتْ رَبَّهُمْ

بحفاظت (پہنچا دیے)

اور اس میں کسی اور کا دخل اور تصرف نہیں ہوا اور پہنچانے والا تو صرف وحی

کا فرشتہ ہے لیکن ساتھ ہونے کی وجہ سے دوسروں کو بھی پہنچانے والا کہہ دیا

وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ

اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے

جیسا اکثر سوچ اور رنج میں مغموم آدمی اس طرح کر لیتا ہے پس تائیس و ملاطفت کے لئے اس عنوان سے خطاب فرمایا۔

قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ

رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات کہ اس

مِنْهُ قَلِيلًا ۝

میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو

یعنی نصف سے کم قیام کرو اور نصف سے زیادہ آرام کرو اور اس نصف سے کم کا مصداق ایک تہائی ہے کیونکہ آئندہ حق تعالیٰ نے ثلثہ فرمایا ہے یعنی تہائی رات۔

أَوْزِدْ عَلَيْهِ

یا نصف سے کچھ بڑھا دو

یعنی نصف سے زیادہ قیام کرو اور اس نصف سے زیادہ کا مصداق قریب دو ٹکٹ کے ہے بقریہ قولہ تعالیٰ فیما بعد ادنیٰ من ثلثی اللیل غرض قیام لیل تو امر و جوبی سے فرض ہوا مگر مقدار وقت قیام میں تین صورتوں میں تخیر ہے نصف شب ثلثین شب ثلث شب۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھا کرو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو

یہی حکم غیر صلوة میں بھی ہے اور تخصیص محض مقام کی وجہ سے ہے۔

إِنَّا سُلِقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝

ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں

مراد قرآن مجید ہے نزول کے وقت بھی آپ کی حالت کو متغیر کر دیتا تھا جیسا حدیثوں میں ہے کہ ایک بار آپ کی ران زید بن ثابتؓ کی ران پر رکھی تھی اس وقت وحی نازل ہوئی تو زید بن ثابتؓ کی ران پھٹنے لگے اور جب آپ نزول وحی کے وقت ناقہ پر سوار ہوتے تو گردن ڈال دیتی اور حرکت نہ کر سکتی رواہ فی الدررین احمد وغیرہ اور شدت کے جاڑوں میں آپ عرق عرق ہو جاتے رواہ الشیخان عن عائشہؓ پھر علاوہ اس کے اس کا محفوظ رکھنا اور دوسروں تک پہنچانے میں کفایتیں برداشت کرنا ان اعتبارات سے بھی ثقیل کہا گیا اور اس میں تہجد کی فرضیت کی علت بیان کرنا اور اس کو آسان کر کے بتانا مقصود ہے آسان کرنا تو اس طرح ہے کہ رات کے اٹھنے کو تم گراں نہ سمجھ لو ہم تو اس سے بھاری بھاری کام

تم سے لینے والے ہیں۔ اور علت یہ بیان کی کہ رات کے اٹھنے کا حکم اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ریاضت کے عادی ہو جاویں جس سے نفس کی استعداد کامل اور مضبوط ہو جاوے کیونکہ ہم آپ پر بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں تو اس کے لئے اپنی استعداد کا قوی کرنا ضرور ہے آگے تہجد کی دوسری علت ارشاد ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ

مراد قرآن مجید ہے) بے شک رات کو اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل

قِيلًا ۝

ہوتا ہے اور دعا ہو یا قرأت پر بات خوب نکلتی ہے

ظاہر اتنا اس طرح کی فرصت کا وقت ہوتا ہے الفاظ دعا و قرأت کے خوب اطمینان سے ادا ہوتے ہیں اور باطن اس طرح کہ جی خوب لگتا ہے اور موافقت دل و زبان کا یہی مطلب ہے اور اس کا علت ہونا ظاہر ہے آگے ایک تیسری تعلیل ہے جس میں تخصیص شب کی حکمت کا بیان ہے۔

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝

بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنوی) بھی اور دینی بھی

دنوی بھی جیسی تدبیر مہمات خانہ داری اور دینی بھی جیسے تبلیغ اس لئے ان کاموں کے لئے رات تجویز کی گئی۔

وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝

اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو

یعنی ذکر اور قطع تعلقات یہ ہر وقت کا فرض ہے اور قطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا تعلق اور تعلقات پر غالب رہے آگے توحید کے ساتھ اس مضمون کی تاکید اور تصریح ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا

وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اسی کو

هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا

اپنے کام سپرد کر دینے کے لئے قرار دیے رہو اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں

يَقُولُونَ

ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ

الگ ہونا یہ کہ کوئی تعلق نہ رکھو اور خوبصورتی یہ کہ ان کی شکایت و انتقام کی فکر میں مت پڑو اور آگے ان کے عذاب کی خبر دے کر آپ کی تسلی کی تقویت کرتے ہیں۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۱۰ وَذَرْنِي

اور مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں اور ناز و نعمت میں رہنے والوں کو (حالت

وَالْهٰكِذِبِينَ اُولٰٓئِیْنَ النَّعْمَةِ وَمِهْلَهُمْ

موجودہ پر) چھوڑ دو (یعنی رہنے دو) اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت

قَلِيلًا ۱۱

دے دو

یہ کنایہ ہے صبر و انتظار سے یعنی چند دن اور صبر کر لیجئے عنقریب ان کو سزا ہونے والی ہے

اِنَّ لَدٰیْنَا اَنْكَالًا وَجَحِيْمًا ۱۲ وَطَعَامًا

ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گھلے میں پھنس جانے والا

ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا اَلِيْمًا ۱۳ یَوْمَ تَرْجُفُ

(کھانا ہے) اور دردناک عذاب ہے (اور یہ سزا اس دن ہوگی) جس روز کہ

اَلْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِیْبًا

زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر (ریگ رواں ہو جائیں

مَّهِیْلًا ۱۴ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۱۵

گے (پھراڑے پھریں گے) بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا

شَٰهِدًا عَلَیْكُمْ

ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے

کہ ان لوگوں نے تبلیغ کے بعد کیا برتاؤ کیا۔

كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۱۶ فَعَصٰی

جیسا کہ ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے اس رسول

فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا

کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پڑا سو اگر تم (بھی) بعد بھیجے رسول کے

وَسَبِيْلًا ۱۷

نافرمانی اور (کفر کر دے تو

اسی طرح ایک روز تم کو بھی مصیبت جھیلنا پڑے گی چنانچہ وہ مصیبت کا دن آئیوا ہے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا

اس دن سے کیسے بچو گے جو (غایت درجہ

یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا ۱۸

اشہد ادا امتداد سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا

یہ کنایہ ہے شدت سے مقصود یہ ہے کہ وہ دن بہت سخت ہوگا

اِلَی السَّمَاءِ مُنْفَطِرٌ بِهٖ ط كَانَ وَعْدُهُ

جس میں آسمان پھٹ جائے گا بے شک اس کا وعدہ ضرور

مَفْعُوْلًا ۱۹

ہو کر رہے گا

پس یہ احتمال بھی نہیں کہ وہ وقت ٹل جاوے۔

اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۲۰ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ

(یہ تمام مضمون) ایک (بلغ) نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار

اِلٰی رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۲۱

کی طرف راستہ اختیار کرے

یعنی اس تک پہنچنے کے لئے دین کا رستہ قبول کر لے آگے اس قیام لیل کی فرضیت کا نسخ ہے جو اول سورت میں مذکور تھا۔

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی

آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور اس کے ساتھ رہنے والوں میں سے

مِنْ ثُلٰثِی الْیْلِ وَنِصْفَهٗ وَ ثُلٰثَهٗ

بعض آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور کبھی

وَ طَآیِفَهٗ مِّنَ الذِّیْنَ مَعَكَ ط وَاللّٰہُ

تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا

يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ

پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم اس (تقدیر وقت) کو ضبط

تَحْصُوهُ

نہیں کر سکتے

اور اس وجہ سے تم کو سخت مشقت لاحق ہوتی ہے کیونکہ اندازہ سے تخمینہ کرنے میں شبہ رہتا ہے کی کا اور انداز سے زیادہ کرنے میں تمام رات کے قریب صرف ہو جاتا ہے تاکہ وقت مقرر یقیناً پورا ہو جائے اور ان دونوں امر میں مشقت شدید ہے روحانی یا جسمانی اور آلات معرفت اوقات موجود نہ تھے۔

فَتَابَ عَلَيْكُمْ

تو (ان وجوہ سے) اس نے تمہارے حال پر عنایت کی

اور اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

فَاَقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط

سو (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو

مراد اس قرآن پڑھنے سے تہجد پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ امر مذہب کے لئے ہے مطلب یہ کہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی اب جس قدر وقت آسان ہو بطور مستحب کے اگر چاہو پڑھ لیا کرو۔

عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضًى لَا

اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ بعض آدمی تم میں بیمار ہوں گے

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ

اور بعض تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے

مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۖ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ

اور بعض اللہ کی راہ میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ

جہاد کریں گے

اس لئے بھی اس حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ ان حالتوں میں پابندی تہجد کی اور اوقات کی طرح مشکل تھی

فَاَقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنْهُ لَا

سو (اس لئے بھی) تم کو اجازت ہے کہ (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو

اس کی تفسیر ابھی گزری ہے اور اس حکم کو ہر علت پر چونکہ مستقل طور پر مرتب کیا ہے اس لئے تکرار نہ رہی آگے بتلاتے ہیں کہ تہجد کی فرضیت گو منسوخ ہو گئی مگر یہ احکام جو آگے آتے ہیں اب بھی باقی ہیں۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا

اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک

تُقَدِّرُ مَوَالِئَكُمْ مِنْ خَيْرٍ

عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو

تَجِدْهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ

اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور

وَأَعْظَمَ أَجْرًا ط

ثواب میں بڑا پاؤ گے

یعنی دنیوی اغراض میں خرچ کرنے سے جو عوض اور نفع حاصل ہوتا ہے نیک کاموں میں خرچ کرنے سے اس سے بہتر اور بڑا نفع ملے گا۔

وَأَسْتَغْفِرُكَ وَاللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ غفور

رَحِيمٌ ۚ

رحیم ہے

استغفار بھی انہی باقی احکام میں سے ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی فرضیت عام تھی اور نسخ بھی ظاہر عام معلوم ہوتا ہے۔ حضور کے واسطے بھی اور بظاہر نصف اور دو تہائی رات میں اول اور آخر شب دونوں میں اختیار تھا البتہ ناشئۃ اللیل سے آخر شب کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

جو کہ نبوت کا فرض منجھی ہے اور یہاں بشارت دینے کو اس لئے نہیں فرمایا کہ یہ آیت بالکل شروع زمانہ نبوت کی ہے اس وقت بجز ایک دو کے کوئی مسلمان نہ تھا تو ڈرانا ہی زیادہ مناسب ہے۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳

اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو

کہ اول چیز توحید کی تبلیغ ہے اور آگے بعض ضروری اعمال و عقائد اور اخلاق کی تعلیم ہے جس پر خود بھی عامل رہنا چاہئے کہ تبلیغ کے ساتھ اپنی تہذیب بھی ضروری ہے۔

وَنِيَابِكَ فَطَهِّرْ ۝۴

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے

یہ اعمال میں سے ہے اور چونکہ بالکل ابتداء میں نماز نہ تھی اس لئے اس کا حکم نہیں ہوا۔

وَالرَّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵

اور بتوں سے الگ رہو (جس طرح کہ اب تک الگ ہو)

یہ عقائد میں سے ہے یعنی بدستور سابق توحید پر دوام رکھو اور باوجود دوسری شق کے احتمال نہ ہونے کے یہ امر فرمانا ارشاد ہے اہتمام شان توحید کی طرف کہ ایسی ضروری چیز ہے کہ معصوم کو بھی باوجود احتیاج نہ ہونے کے اس کی تعلیم کی جاتی ہے تو غیر معصوم تو بدرجہ اولیٰ اس کا مکلف ہوگا۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶

اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو

گو اوروں کے لئے یہ امر جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے لیکن حضور کی شان چونکہ ارفع ہے اس لئے آپ کو اس کی ممانعت کی گئی کما فی الروح والاصح ان النبی للتحريم وانه من خواصه علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝۸

اور پھر ایذا میں جو ایذا پیش آئے اس پر اپنے رب کی خوشنودی کے واسطے صبر کیجئے

فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝۹ عَلَىٰ

پھر جس وقت صور پھونکا جاوے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن

سورة المدثر مکیة و ابتها خمس و ثمانون کذا فی البیضاوی رابط: اور کی سورت میں اصل مقصود حضور کی تسلی تھی اور کفار کو طبعاً ڈرایا بھی تھا اور اس سورت میں اصل مقصود ڈرانا ہے اور تبعاً حضور کو تسلی بھی ہے تفسیر سے پہلے بعض واقعات لکھے جاتے ہیں جن کی طرف آیات میں اشارہ ہے۔

واقعہ اول: احادیث میں ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقرء کے شروع کی آیتیں نازل ہو کر بعض حکمتوں سے چندے وحی نازل نہ ہوئی پھر ایک جنگل میں آپ کو ایک آواز سنائی دی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک تخت پر درمیان زمین و آسمان کے بیٹھے ہیں آپ ہیبت سے گھبرا کر لوٹ آئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے اس پر اول کی آیتیں نازل ہوئیں لفظ مدثر اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ آیتیں شروع شروع نبوت کی ہیں اور بقیہ سورۃ کا بعد میں نزول ہوا ہے اور اتقان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ منزل کے بعد نزول ہوا ہے یعنی بقیہ کا

واقعہ ثانی: ولید بن مغیرہ کا فر بڑا مال دار تھا اور اس کے دس بیٹے تھے جو اس کے پاس رہتے تھے اور بوجہ فراغت معاش کے ان کو تلاش معاش کے لئے کہیں جانا نہ پڑتا تھا وہ ایک بار حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا اور وہ کسی قدر متاثر ہوا مگر ابو جہل نے اس کو ورغلا یا اور قریش میں تذکرہ ہوا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی غرض سب جمع ہوئے اور آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی کسی نے کہا آپ شاعر ہیں کسی نے کہا آپ کا بن ہیں ولید نے کہا میں شعر میں خود بڑا ماہر ہوں اور کانہوں کی باتیں بھی سب سنی ہیں قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت لوگوں نے کہا کہ تیری کیا رائے ہے کہا کہ سوچ لوں چنانچہ سوچ ساچ کر کہنے لگا کہ مجھ کو تو ساحر معلوم ہوتا ہے جس کا منہ تفریق بین اللہ ہے جو شروع منزل میں مذکور ہوا اور اس کے قبل یہ بھی کہہ چکا تھا کہ یہ ساحر بھی نہیں اور مجنونانہ کلام بھی نہیں اور یہ کلام اللہ ہے مگر محض اپنی برادری کو خوش کرنے کو اب یہ بات بنائی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا ایہا المدثر الخ

(۷۴) سُورَةُ الْمَدَّثَرِ مَكِّيَّةٌ (۴)

سورہ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

يَا أَيُّهَا الْمَدَّثَرُ ۝۱ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝۲

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو (یعنی اپنی جگہ سے اٹھو) یا یہ کہ مستعد رہو

پھر (کافروں کو ڈراؤ)

یعنی کیسی بے جوڑ بات تجویز کی جس کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ عمر امور عادیہ میں سے ہے اور ایک حد تک اس کی قوت ہے اور اس میں اتنی قوت نہیں کہ جمیع غائبین پر بھی موثر ہو جاوے اور پہلوں اور پچھلوں پر بھی اثر کر جاوے کہ پہلوں کے کلام میں سے کوئی اس کا مثل پیش نہ کر سکے اور پچھلوں کی نسبت بھی دعویٰ کیا جائے کہ کوئی اس کے مثل نہیں بنا سکتا اور کاذب کو ایسے دعویٰ کی اولاً تو جرات کہاں پھر آئندہ چل کر بہت جلد اس کی تکذیب ہو جاتی ہے غرض نہایت مہمل بات تجویز کی۔

ثُمَّ قَتَلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۲۰ ثُمَّ

اور پھر (مکرر) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر (حاضرین کے

نَظَرَ ۲۱

چہروں کو دیکھا)

کہ وہ تجویز کی ہوئی بات ان سے کہوں۔

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۲۲ ثُمَّ أَدْبَرَ

پھر منہ بنایا (تا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ ان کو قرآن سے بہت کراہیت

وَأَسْتَكْبَرَ ۲۳

ہے) اور زیادہ منہ بنایا پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا

جیسا عادت ہے کہ جس چیز کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی گردن پھیر لیتے ہیں۔

فَقَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُوتَرُ ۲۴

پھر بولا کہ بس یہ تو جادو ہے (جو اوروں سے) منقول (ہے) بس یہ تو آدمی کا کلام ہے

مطلب یہ کہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے جس کو آپ کسی جادوگر سے نقل کر دیتے ہیں یا آپ خود مصنف ہیں لیکن مضامین مدعیان نبوت سابقین سے منقول ہیں اور اسلوب عبارت نعوذ باللہ آپ کے سحر کا اثر ہے آگے اس عناد کی سزا تفصیلاً فرماتے ہیں۔

إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۲۵

میں اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۲۶ وَمَا أَدْرَاكَ مَا

ہے (مقصود اس سے تہویل ہے وہ ایسی ہے کہ) نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ

الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۱۰ ذَرْنِي

ہوگا (جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی) (آگے بعض خاص کفار کا ذکر ہے یعنی) مجھ کو

وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۱۱

اور اس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا

جیسا کہ پیدا ہونے کے وقت آدمی کے پاس نہ مال ہوتا ہے اور نہ اولاد اور مراد اس سے ولید ہے جس کا قصہ واقعہ ثانی میں مذکور ہوا ہے۔

وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۱۲ وَبَنِينَ

اور اس کو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے

شُهُودًا ۱۳ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۱۴

(دیے) اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا

ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۱۵ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ

پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ اس کو (اور زیادہ دوں۔ ہرگز) وہ زیادہ

لَا يَتَنَا عَنِدًا ۱۶

دینے کے قابل نہیں) کیونکہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے

اور مخالفت کے ساتھ ناقابل عفو ہونا ظاہر ہے گو ذہیل کے طور پر مہلت دے دی جائے لیکن اتفاقاً اس آیت کے نازل ہونے کے دن سے اس شخص کی ترقی ظاہر ابھی بند ہو گئی پھر نہ کوئی اولاد ہوئی نہ کچھ مال بڑھا۔

سَأَرْهُقُهُ صَعُودًا ۱۷

اس کو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا

حدیث ترمذی میں مرفوعاً ہے کہ صعور دوزخ میں ایک پہاڑ ہے ستر برس میں اس کی چوٹی پر پہنچے گا پھر وہاں سے گر پڑے گا اسی طرح ہمیشہ چڑھے گا اور گرے گا اور جب اس سزا کی وہی عناد ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور آگے بھی اس کی کچھ تفصیل ہے۔

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۱۸ فَقَتَلَ كَيْفَ

اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی

قَدَّرَ ۱۹

بات تجویز کی

ہو سکتی ہے کہ عددان کی کتاب میں نہ ہو لیکن وہ فرشتوں کی قوت کے قائل تھے دوسرے بہت سی باتیں جن کی حکمت خدا ہی کو معلوم ہے ان کی کتابوں میں بھی موجود تھیں تو ان کے پاس کوئی وجہ انکار کی نہیں اور اہل ایمان کے ایمان بڑھنے کی بھی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اہل کتاب کے مان لینے کو دیکھ کر ان کا ایمان قوی ہو کہ آپ باوجود اہل کتاب سے نہ ملنے کی پہلی وحی کے مطابق خبر دیتے ہیں تو ضرور نبی برحق ہیں دوسرے یہ کہ جب کوئی نیا مضمون نازل ہوتا تھا مسلمان اس پر ایمان لاتے تھے تو ایک مضمون ایمان میں اور بڑھ گیا پس ایمان کی مقدار اور بڑھ گئی۔

بِهَذَا امْتَلَأَ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ

اور جس طرح اس خاص باب میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کیا اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے اور

يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ

(یہ انیس فرشتوں کا مقرر ہونا کسی حکمت سے ہے ورنہ تمہارے رب کے

جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ

لشکروں یعنی فرشتوں کی تعداد کو)۔ جزرب کے کوئی نہیں جانتا

اگر وہ چاہتے تو بے انتہا فرشتوں کو خازن بنا دیتے اور اب بھی گو خازن انیس ہیں مگر ان کے اعموان و انصار بہت کثرت سے ہیں چنانچہ حدیث مسلم میں ہے کہ جہنم اس حال میں حاضر کیا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار باکیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے۔

وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ

اور دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے

تاکہ وہاں کے عذاب کو سن کر ڈریں اور ایمان لاویں اور یہ مقصود کسی خاص خصوصیت پر موقوف نہیں پس مقتضاء عقل کا بھی یہی ہے کہ اصل مقصود کو ملحوظ رکھ کر ان بالائی امور کے درپے نہ ہوں آگے جہنم کی عقوبت کا کسی قدر بیان ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ وَاللَّيْلِ إِذَا دْبَرَ

بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جائے گی اور صبح کی جب گردش ہو

وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ

جائے کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا

سَقَرٌ لَا تَبْقَى وَلَا تَذَرُ ۚ لَوْ أَحَ

چھوڑے گی (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی (اور) اس پر

لِّلْبَشَرِ ۚ عَلَيْهَا تِسْعَةُ عَشْرَ

انیس فرشتے (جو اس کے خازن ہیں جن میں ایک مالک ہے مقرر ہوں گے

یعنی نہ تو داخل ہونے والوں کی کوئی چیز جلانے سے باقی رہنے دے گی اور جو کفار اس وقت باہر ہوں گے نہ ان میں سے کسی کو بے اپنے اندر لئے ہوئے چھوڑے گی۔ جو کافروں کو طرح طرح کے عذاب دیں گے حاصل یہ کہ فرشتے جن کی قوت معلوم ہے باوجودیکہ ان میں کا ایک بھی تمام اہل جہنم کی تعذیب کے لئے بس ہے پھر انیس فرشتوں کے مقرر ہونے سے ظاہر ہے کہ عذاب کا بہت ہی اہتمام ہوگا اور نکتہ خاص انیس کے عدد میں اللہ کو معلوم ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً

اور ہم نے دوزخ کے کارکن (آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں

كَفَرُوا لَا يَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اور ہم نے جو ان کی تعداد (ذکر و حکایت میں) صرف ایسی رکھی ہے جو

وَيَزِدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا

کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو تو اس لئے تاکہ اہل کتاب (سننے کے ساتھ)

يُرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْهُؤُمُونُ لَا

یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور اہل کتاب اور

وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

مومنین شک نہ کریں اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں (ریشک کا) مرض ہے

وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ

وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے

جن میں سے ایک ایک فرشتے میں تمام جن والس کے برابر قوت ہے

کذا فی الدرر مرفوعاً۔

اہل کتاب کے یقین کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ان کی کتاب میں بھی یہ عدد لکھا ہو تو وہ فوراً مان لیں گے اور اگر ان کی کتابوں میں یہ عدد نہ ہو تو ممکن ہے کہ کتابوں کے ضائع ہونے سے ضائع ہو گیا ہو اور دوسری توجیہ یہ

الْكِبَرِ ۳۵ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ۳۶ لِمَنْ شَاءَ

ڈراوا ہے یعنی تم میں جو آگے (کی طرف) کو بڑھے ان کے لئے بھی

مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۳۷

یا جو (تیرے) پیچھے کو بٹے اس کے لئے بھی

یعنی تمام انسان اور جنوں کے لئے ڈرانے والا ہے اور چونکہ اس ڈرانے کا نتیجہ قیامت میں ظاہر ہوگا اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی گئی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشوونما کا اور پھر کمزوری اور فنا کا یہاں تک کہ چاند کے مٹنے کی طرح یہ بھی بالکل فنا ہو جائے گا اسی طرح دنیا کو آخرت کے ساتھ حقائق کے پوشیدہ اور ظاہر ہونے میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ پس اس عالم کا ختم ہونا رات گزرنے کے مشابہ ہے اور اس عالم کا ظہور صبح چمکنے کے مشابہ ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينٌ ۳۸ إِلَّا

ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) کے بدلے میں (دوزخ میں)

أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۳۹

محبوس ہوگا مگر داہنے والے

یہاں یہ بائیں والوں یعنی کافروں کے مقابلہ میں کہا گیا ہے تو مقربین بھی اس میں شامل ہیں حاصل یہ کہ مومنین اس قید سے مستثنیٰ رہیں گے۔

فِي جَنَّتٍ قَفٍ يَتَسَاءَلُونَ ۴۰ عَنِ الْجُرُمِينَ ۴۱

کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے (اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود) ان

مَا سَلَّكُمْ فِي سَقَرٍ ۴۲ قَالُوا لَمْ نَكُ

کفار ہی سے (پوچھتے ہوں گے) (یعنی مومن کفار سے پوچھیں گے) کہ تم کو

مِنَ الْمُصَلِّينَ ۴۳ وَلَمْ نَكُ نَطْعُمْ

دوزخ میں کس بات نے داخل کیا وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے

الْمُسْكِينِ ۴۴ وَكُنَّا خَوْضٌ مَعَ الْخَائِضِينَ ۴۵

اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں

وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّينِ ۴۶ حَتَّىٰ أَتَيْنَا

رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ میں رہا کرتے تھے اور قیامت

الْيَقِينِ ۴۷

کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آگئی

اور ہم ان حرکات سے باز نہ آئے یعنی خاتمہ اسی نافرمانی پر ہوا اس وجہ سے ہم دوزخ میں آئے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار فروغی احکام یعنی نماز روزہ وغیرہ کے بھی مکلف ہوں کیونکہ جہنم میں دو چیزیں ہیں ایک مطلق عذاب ایک اس کی زیادتی تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کفار کو نماز روزہ وغیرہ چھوڑنے پر مستقل عذاب نہ ہوگا بلکہ مستقل عذاب تو کفر کی وجہ سے ہوگا اور ان میں زیادتی ان فروغی احکام کے چھوڑنے سے ہو جائے گی کیونکہ اصول کے ضمن میں وہ اخراں فروغ کے بھی مکلف ہیں اور مسلمان چونکہ مستقل طور پر فروعات کے بھی مکلف ہیں ان کو محض ان کے چھوڑ دینے سے بھی عذاب مستقل طور پر ہو سکتا ہے۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۴۸ فَمَا

سو اس حالت میں (ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی) (اور جب کفر و

لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۴۹ كَا تَهُمُ

اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بنتی ہے تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے رو

حَدَّرْهُمْ مِّنْ قَسْوَرَةٍ ۵۰ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۵۱

گردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں

اس تشبیہ میں کئی امر کی رعایت ہے اول تو گدھا بلا مدت و حماقت میں مشہور ہے دوسرے اس کو وحشی فرض کیا جس کو گورخر کہتے ہیں کہ وہ بعضی غیر مخوف چیزوں سے بھی طبعاً بدکتا بھاگتا ہے تیسرے شیر سے اس کا ڈرنا فرض کیا کہ اس صورت میں اس کا بھاگنا انتہا درجہ کا ہوگا۔ اور اس بھاگنے کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اس قرآن کو بزم خود جنت میں کافی نہیں سمجھتے۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ

بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے

يُؤْتَىٰ

جائیں

جیسا کہ درمختور میں قتاوہ سے مروی ہے کہ بعضے کفار نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا اتباع کریں تو خاص ہمارے نام ایسے نوشتے آویں جن میں آپ کے اتباع کا حکم لکھا ہوا ہو اور وہذا کقولہ تعالیٰ حتیٰ تنزل علینا کتباً نقرؤہ اور منشرة کا بڑھانا تو ضیح مقصود کے لئے ہے یعنی جیسے خطوط ہوتے ہیں کہ کھولے جاتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی نوشتے ہمارے پاس آنے چاہئیں

صُحُفًا مِّنْشَرَةٍ ۝۱۵۲ کَلَّا ط

آگے اس بیہودہ درخواست کا رد ہے

کیونکہ اس کی ضرورت نہ لوگوں کو اس کی لیاقت اور درخواست کا سبب یہ نہیں ہے کہ دل میں ان کا ارادہ ہو کہ اگر ایسا ہوگا تو اتباع کر لیں گے۔

بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝۱۵۳ ط

بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے

اس لئے حق کی طلب ہی نہیں ہے اور یہ درخواستیں محض تعنت و عناد سے ہیں حتیٰ کہ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری بھی ہو جاویں تب بھی یہ لوگ اتباع نہ کریں۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذَكُّرَةٌ ۝۱۵۴ فَمَنْ شَاءَ

پس یہ (ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ) قرآن (ہی) نصیحت (کے لئے کافی ہے سو

ذِكْرُهُ ۝۱۵۵ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ

جس کا جی چاہے اس نصیحت سے نصیحت حاصل کرو اور بدون خدا کے

اللَّهُ ۝۱۵۶ ط

چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے

اور جس کا جی چاہے نہ کرے جہنم میں جائے ہم کو کوئی ضرورت نہیں کہ صحیفے نازل کریں

اور اس نہ چاہنے میں بعض حکمتیں ہیں لیکن قرآن فی نفسہ تذکرہ ضرور ہے پس اس سے تذکرہ حاصل کرو اور خدا کی اطاعت کرو

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْبَغْفِرَةِ ۝۱۵۷ ع

وہی ہے جس (نے عذاب) سے ڈرنا چاہئے اور (وہی ہے) جو (بندوں

کے گناہ) معاف کرتا ہے

سورة القیمة مکیة وایتھا تسع وثلثون کذا فی البیضاوی ربط: سورة سابقہ کے ختم پر ارشاد ہے کہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے اور اس سے پہلے کچھ احوال آخرت کے مذکور بھی ہوئے اس سورت میں آخرت کے احوال کی تفصیل ہے اور تبعاً موت کے وقت کا حال بھی مذکور ہے جو کہ آخرت کا مقدمہ ہے اور دوبارہ زندہ ہونے کو ذہن میں قریب کرنے کے لئے ابتدائے پیدائش کا حال بھی بیان کیا ہے اور بیۃ الانسان سے چونکہ حق تعالیٰ کا انسان کے احوال و اعمال کو محفوظ رکھنا باوجود انسان کے یاد نہ رکھنے کے ثابت ہوتا ہے اس کی مناسبت سے لا تحرك به لسانک میں حضور کو وحی کے وقت زبان کو حرکت دینے سے منع فرمایا کہ ہم اس وحی کو آپ کے دل میں محفوظ کر دیں گے آپ اس فکر میں نہ پڑیں اور یہ ارتباط علم و نبی ہے جس کا بیان ترجمہ میں آوے گا

بسم الله الرحمن الرحيم لا اقسام بیوم القیمة تا یحیی الموتی

(۷۵) سُوْرَةُ الْقِيَمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱)

سورة قیمة مکہ میں نازل ہوئی اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝۱ وَلَا أُقْسِمُ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے

بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲

نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے

یعنی نیکی کر کے یہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے اس میں اخلاص نہ تھا اس میں فحاشی خرابی رہ گئی تھی اور گناہ ہو جاوے تو بہت ہی نادم ہو کذا فی الدر المنثور عن ابن عباس والحسن بس اس معنی کے اعتبار سے یہ نفس مطمئنة کو بھی شامل ہے اور قسم محذوف ہے یعنی تم ضرور دوبارہ زندہ ہو گے اور ان دونوں قسموں کا اس مقام کے مناسب ہونا ظاہر ہے قیامت کا تو اس لئے کہ وہ دوبارہ زندہ ہونے کا وقت ہے اور نفس لوامہ کا اس لئے کہ ایسا نفس قیامت کی تصدیق کرتا ہے آگے قیامت کے منکروں پر رد ہے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ ۝۳ ط

آگے منکرین بعث پر رد ہے یعنی کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہ جمع کریں گے

رکھنے کے اس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا۔

يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفْزُ ۝

اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد ہوتا ہے) ہرگز (بھاگنا

کَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ

ممکن) نہیں (کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف آپ ہی کے رب

الْمُسْتَقَرُّ ۝ يَنْبِئُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

کے پاس ٹھکانا (جانے کا) ہے اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا

بِمَا قَدَّمَ وَآخَرَ ۝ بَلِ الْإِنْسَانُ

جسٹا دیا جائے گا (اور) بلکہ انسان خود (جی) اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو

عَلٰى نَفْسِهِ بِصِيرَةٍ ۝

(باتقضاء طبعیت اس وقت بھی (اپنے) حیلے (حوالے) پیش لاوے

جیسے کفار کہیں گے واللہ ربنا ما کننا مشرکین کہ خدا کی قسم ہے ہم مشرک نہ تھے مگر دل میں خود بھی جانیں گے کہ ہم جھوٹے ہیں۔ غرض انسان اپنے سب حال کو خوب جانتا ہے اس لئے جسٹا ناخبر دینے کے واسطے نہ ہوگا بلکہ دھمکانے اور حجت تمام کرنے اور جواب قطع کرنے کے لئے ہوگا اور ان دونوں آیتوں سے دو مضمون حاصل ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے جاننے والے ہیں اور سب کو محیط ہیں چنانچہ قیامت میں انسان کو اس کے کئے ہوئے سب کام بتلا دیں گے دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب حکمت کا تقاضہ ہوتا ہے تو بہت سے غائب علوم کو مخلوق کے ذہن میں حاضر کر دیتا ہے اگرچہ ان غائب باتوں کا حاضر ہو جانا عادت طبعی کے خلاف ہو چنانچہ قیامت میں اس کا ظہور بھی ہوگا کہ جن باتوں کو انسان بھول گیا ہو گا وہ بھی اس کو اس دن یاد آ جاویں گی جب یہ بات ہے تو آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ وحی نازل ہونے کے وقت جیسا کہ اب تک آپ کی عادت ہے اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں کہ سنتے بھی ہیں پڑھتے بھی ہیں دھیان بھی رکھتے ہیں محض اس احتمال سے کہ شاید کچھ مضمون میرے ذہن سے نکل جائے کیونکہ جب ہم نے آپ کو نبی بنایا ہے اور آپ سے جو احکام پہنچانے کا کام لینا ہے تو حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ مضامین آپ کے ذہن میں حاضر رکھے جائیں اور ہمارا سب چیزوں کا محفوظ رکھنا ظاہر ہے اس لئے آپ یہ مشقت برداشت نہ کیا کیجئے۔

انسان سے مراد کافر اور ہڈیوں کو خاص اس لئے بیان کہ بدن کی اصلی قوت انہی پر ہے آگے اس انکار کا جواب ہے۔

بَلٰی قَدَرَيْنَ عَلٰی اَنْ تُسَوِّیَ بَنَانَهُ ۝

ہم ضرور جمع کریں گے (اور یہ جمع کرنا کچھ دشوار نہیں کیونکہ) ہم اس پر

قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کر دیں

پوروں کی تخصیص ذکر میں دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ وہ بدن کے تمام اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر شے کا کامل طور پر بننا اطراف ہی سے ہوتا ہے چنانچہ ہمارے محاورہ میں بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میرے پور پور میں درد ہے یعنی تمام بدن میں دوسرے یہ کہ پوروں میں باوجود چھوٹے ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ ہے اور یہ عادت زیادہ دشوار ہے تو جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا لیکن پھر بھی بعض آدمی خدا کی قدرت میں غور نہیں کرتے۔

بَلٰی يُرِیدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝

بلکہ بعض آدمی (قیامت کا منکر ہو کر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں

بھی (بے خوف و خطر ہو کر) فسق و فجور کرتا رہے (اس لئے بطور انکار کے)

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ۝

پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا

یعنی چونکہ اپنی تمام عمر معاصی و شہوات میں گزارنے کا عزم ہے اس لئے اس کو طلب حق کی نوبت ہی نہیں آتی کہ قیامت کا آنا اس کو ثابت ہو اس لئے انکار پر مصر ہے اور انکار اُپوچھتا ہے کہ کب آئے گی۔

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝

سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی

اور وجہ اس خیرہ ہونے کی یہ ہوگی کہ جن امور کی تکذیب کیا کرتا تھا وہ دفعۃً نظر آ جاویں گے کذابی الجلالین

وَحَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

اور چاند بے نور ہو جائے گا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند

وَالْقَمَرُ ۝

(دونوں) ایک حالت کے (یعنی بے نور) ہو جائیں گے

اور چاند کو جدا بیان کرنا شاید اس لئے ہو کہ عرب کو بوجہ قمری حساب

وارد ہے یہ تو مومنین کا حال ہوا۔

وَوَجَّوْهُ يَوْمَئِذٍ بِأَسْرَةٍ ۝ تَظُنُّ

(یہ تو مومنین کا حال ہے) لیکن بہت سے چہرے اس روز بد رونق ہوں گے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا

أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝

معاملہ کیا جائے گا (یعنی ان کو عذاب شدید ہوگا)

آگے دنیا کی محبت پر دھمکی ہے کہ تم جو دنیا کو محبوب اور آخرت کو چھوڑنے کے قابل سمجھ رہے ہو یہ غلط ہے کیونکہ دنیا سے ایک دن جانا ہے اور آخر کو آخرت میں پہنچنا ہے۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ

ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت

مَنْ سَكَتَ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝

سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے

مراد مطلق معالج ہے چونکہ عرب میں جھاڑ پھونک کا زیادہ چرچا تھا اس لئے راقی سے تغیر کیا

وَالْتَفَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝

اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور شدت سکرات موت سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے

مراد اس سے موت کی سختی کے آثار کا ظاہر ہونا ہے کچھ پنڈلی کا لپٹنا ہی مقصود نہیں اس کا بیان محض مثال کے طور پر ہے

إِلَىٰ سَرَبِكَ يَوْمَئِذٍ الْهَسَاقُ ۝

اور اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے

پس اس حالت میں دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت کس قدر نادانی ہے پھر خدا کے پاس پہنچنے کے بعد اگر وہ کافر ہے تو اس کا برا حال ہوگا۔

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۝ وَلَكِنْ كَذَّبَ

تو اس نے نہ تو (خدا اور رسول کی) تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی اور (لیکن خدا

وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ۝ لَا تُحَرِّكُ

اور اے پیغمبر آپ (قبل وحی کے ختم ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ چلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی یاد کر لیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ (آپ کے

بِهِ لِسَانُكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا

قلب میں) اس کا جمع کر دینا اور (آپ کی زبان سے) اس کا پڑھوا دینا ہے

جَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ

(جب یہ ہمارے ذمہ ہے) تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا

فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝

فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے

یعنی ادھر ہی متوجہ ہو جایا کیجئے اور اس کے دہرانے میں مشغول نہ ہوا کیجئے۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝

پھر اس کا بیان کروادینا بھی ہمارا ذمہ ہے

یعنی آپ کو یاد کرادینا اور آپ کی زبان پر جاری کرادینا پھر تبلیغ کے وقت بھی اس کا یاد رکھنا اور لوگوں کے سامنے پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے یہ مضمون اسطر دادا آگیا آگے پھر منکرین کو خطاب ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝

اے منکر (قیامت کی بابت جیسا تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں بلکہ (صرف

وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝

بات یہ ہے کہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو

پس تمہاری قیامت کا انکار کرنے کی بنا محض فاسد ہے سو قیامت ضرور ہوگی اور ہر ایک کو اس کے اعمال پر مطلع کر کے ان اعمال کی مناسب جزا ملے گی۔

وَجَّوْهُ يَوْمَئِذٍ ثَاخِرَةً ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا

بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے

نَاطِرَةً ۝

ہوں گے

جیسا کہ بہت سی احادیث صحیح میں دیدار الہی ہونے کا بیان صراحۃً

مستحیل سمجھتا ہے یہ بھی اس کی حماقت ہے۔

حالانکہ دوبارہ زندہ کرنا بہ نسبت پہلی پیدائش کے عام طور پر بھی آسان ہے اور خدا کے نزدیک تو دونوں برابر ہیں پس ان دلائل سے قیامت اور جزا و سزا کا ثبوت ہو گیا۔

سورة الانسان مکیہ وایتھا احدی وثلثون کذا فی البیضاوی ربط: سورت گذشتہ میں جزا و سزا کا زیادہ بیان تھا اور کچھ اس کی تفصیل تھی اس سورت میں زیادہ تر اسی جزا و سزا کی تفصیل ہے جس میں شاید ترغیب کے لئے زیادہ بیان ایمان کی جزا کا ہے اور چونکہ کفار کے انکار قیامت سے آپ کو رنج ہوتا تھا اس لئے درمیان میں آپ کو تسلی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. هل اتی علی الانسان تا عذابا الیما

(۷۶) سُوْرَةُ الْاِنْسَانِ مَكِّيَّةٌ (۵۸)

سورہ دہرکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

هَلْ اَتٰی عَلٰی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے

لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْکُورًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنٰ

جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا)

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۝۲

ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا

یعنی مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے کیونکہ عورت کی منی بھی اندر عورت کے رحم میں گرتی ہے پھر کبھی فم رحم سے خارج ہو کر ضائع ہو جاتی ہے اور کبھی اندر رہ جاتی ہے اور مخلوط کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اجزائے مختلفہ سے مرکب ہے چنانچہ ترکیب منی کی اجزائے مختلفہ سے ظاہر ہے غرض ہم نے اس کو ایسے نطفہ سے پیدا کیا

نَبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَبِیْعًا بَصِیْرًا ۝۳

اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اس کو سبتا دیکھا (سمجھتا) پایا

اور چونکہ محاورہ میں سبت و بصیر استعمال مخصوص ہے عاقل کے ساتھ اس لئے عقل دینے کی جو کہ مدار ہے مکلف ہونے کا تصریح نہیں فرمائی گئی مگر مراد ہے مطلب یہ کہ ہم

وَتَوَلّٰی ۝۴ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اٰهْلِهٖ یَتَهَمّٰی ۝۵ ط

(رسول) کی تکذیب کی تھی اور (احکام سے منہ موڑا تھا پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا

مطلب یہ کہ اول تو کفر و عصیان پھر اس پر ندامت نہیں بلکہ اور النافخ کرتا تھا کہ ہم نے اس طرح حق کو رد کیا اور باطل پر جسے رہے اور پھر اس کے بعد طلب حق نہیں بلکہ خدم و حشم میں جا کر اور زیادہ مغرور اور غافل ہو جاتا تھا آگے اس کا فرکی بد حالی کا بیان ہے

اَوَّلٰی لَكَ فَاَوَّلٰی ۝۶

تیری کبجی پر کبجی آنے والی ہے

اور چونکہ وقوع جزاء مذکور موقوف ہے دو امر پر ایک انسان کا مکلف ہونا دوسرے اس کا مبعوث ہونا جس کے امکان میں ان کو کلام تھا اس لئے آگے دو مضمون ہیں۔

ثُمَّ اَوَّلٰی لَكَ فَاَوَّلٰی ۝۷ ط اَیْحَسِبُ

پھر (مکرر سن لے) کہ تیری کبجی پر کبجی آنے والی ہے کیا انسان یہ خیال

الْاِنْسَانُ اَنْ یُّشْرَكَ سُدٰی ۝۸ ط اَلَمْ

کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا کیا یہ شخص (ابتدا میں محض) ایک

یَكَ نُطْفَةٍ مِّنْ مَّنِّیْ یَمْنٰی ۝۹ ط

قطرہ منی نہ تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوٰی ۝۱۰ ط

گیا پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کو انسان) بنایا پھر اعضا درست کئے پھر اس

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنَ الذَّكَرَ

کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت (تو) کیا (جس نے ابتدا میں اپنی

وَالْاُنْثٰی ۝۱۱ ط اَلِیْسَ ذٰلِكَ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ

قدرت سے سب کچھ کیا) اس بات پر قدرت نہیں رکھتا (کہ قیامت

یُحْیِیَ الْهَوٰی ۝۱۲ ط

میں مردوں کو زندہ کر دے

نہ اس پر امر و نہی متوجہ ہوگا اور نہ اس سے حساب و کتاب ہوگا بلکہ مکلف ہونا بھی یقینی ہے اور اس پر باز پرس ہونا بھی یقینی اور یہ جو بعت کو

نے ایسی ہیئت و صفات کے ساتھ پیدا کیا کہ اس میں مکلف بننے کی قابلیت ہو۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا

ہم نے اس کو (بھلائی برائی پر مطلع کر کے) رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب

كَفُورًا ۵

بنایا پھر) یا تو وہ شکر گزار (اور مومن ہو گیا یا ناشکر (اور کافر) ہو گیا

یعنی جس راستہ پر چلنے کو اس کو کہا گیا تھا جو اس پر چلا وہ مومن ہو گیا جو بالکل نہ چلا وہ کافر ہو گیا آگے فریقین کی جزا کا ذکر ہے۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَاقًا وَسَعِيرًا ۶

ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (اور) جو

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ

نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پیوں گے جس میں کافروں کی

مَزَاجُهَا كَافُورًا ۷ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ

آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے (پیوں گے) جس سے خدا کے خاص بندے

اللَّهُ يُفَجِّرُوهَا تَفْجِيرًا ۸

پئیں گے (اور) جس کو وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے

اور یہ بہشتیوں کی ایک کرامت ہوگی کہ جنت کی نہریں ان کی تابع ہوں گی جیسا درمنثور میں ابن شوزب سے مروی ہے کہ جنتیوں کے ہاتھ میں سونے کی چھڑیاں ہوں گی وہ چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کر دیں گے نہریں اس طرف چلنے لگیں گی اور یہ کافروں کا کافور نہیں ہے بلکہ جنت کا کافور ہے جو کہ سفیدی اور خشکی اور تفریح و تقویت دل و دماغ میں اس کا مشارک ہے شراب میں خاص کیفیات حاصل کرنے کے لئے عادت ہے بعض مناسب چیزوں کے ملانے کی پس وہاں اس کا اس میں کافور ملایا جائے گا اور وہ جام شراب ایسے چشمے سے بھرا جاوے گا جس سے مقرب بندے پئیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا ہوگا سو اس سے ابرار کی بشارت میں تقویت ہوگی آگے ان ابرار کی صفات مذکور ہیں۔

يُوقُونَ بِالْأَنْذَرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ

وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں

شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۹

جس کی سختی عام ہوگی

یعنی سب پر کم و بیش اس کی سختی کا اثر ہوگا۔ الا ماشاء اللہ اور اس میں ان کے اخلاص کا بیان ہے کہ مال خرچ کرنے میں اکثر خلوص کم ہوتا ہے اور دیگر دنیوی اغراض زیادہ ہوتی ہیں مگر وہ ایسے مخلص ہیں کہ اس میں بھی کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا

اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو

وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۱۰ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لُوحِجْهُ

کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تم کو محض خدا کی رضامندی

اللَّهُ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۱۱

کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا عملی) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا

إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبَّنَا يَوْمًا عَبُوسًا

قولی) شکریہ (چاہیں) ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا

قَهْطِيرًا ۱۲

اندیشہ رکھتے ہیں

تو امید رکھتے ہیں کہ ان اعمال کی بدولت جن میں خلوص ملا ہوا ہے اس دن کی سختی اور تلخی سے محفوظ رہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ خوف آخرت سے کوئی کام کرنا اخلاص اور طلب رضا کے خلاف نہیں ہے۔

فَوْقَهُمْ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ

سوالند تعالیٰ ان کو (اس اطاعت اور اخلاص کی برکت سے اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرماوے گا) (یعنی چہروں پر تازگی اور

نَضْرَةً وَسُرُورًا ۱۳ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا

قلوب میں خوشی دے گا اور ان کی پختگی) (یعنی استقامت فی الدارين) کے بدلہ میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا اس حالت میں کہ وہ وہاں (جنت

جَنَّةٍ وَحَرِيرًا ۱۴ مُتَكِينِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۱۵

میں) مسہریوں پر آرام و عزت سے تکیہ لگائے ہوں نہ وہاں تپش (اور گرمی)

لَا يَرُونَ فِيهَا شُمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۱۶ وَدَانِيَةً

پاویں گے اور نہ جاڑا (بلکہ فرحت بخش اعتدال ہوگا) اور یہ حالت ہوگی کہ

عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذَلُّلاً ۝۱۴

(وہاں کے یعنی جنت کے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے)

یعنی قریب ہوں گے اور سایہ بھی اسباب عیش میں سے ہے اور اس کا قریب ہونا زیادہ راحت و عیش کا سبب ہے اور سایہ سے وہاں آفتاب کا ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسری روشن چیزوں سے بھی سایہ پیدا ہو سکتا ہے اور غالباً سایہ کا فائدہ وہاں یہ ہوگا کہ مختلف سامان عیش کے موجود رہیں کیونکہ ہر شے میں جدالذات ہے ورنہ کچھ ضرورت سایہ کی وہاں نہ ہوگی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ

اور ان کے موعے ان کے اختیار میں ہوں گے (کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت لے سکیں)

كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝۱۵ قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ

گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آنخورے جو شیشہ کے ہوں

قَدَرٌ وَهَاتِقْدِيرًا ۝۱۶

گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا

یعنی ان میں مشروب ایسے انداز سے بھرا ہوگا کہ اس وقت کی خواہش میں کمی رہے اور نہ اس سے بچے کہ دونوں میں بے لطفی ہوتی ہے اور چاندی کے شیشے کے یہ معنی ہیں کہ سفیدی تو چاندی کی سی ہوگی اور شفاف شیشے کی سی ہوگی اور دنیا کی چاندی میں آرا پار نظر نہیں آتا اور شیشے میں یہاں ایسی سفیدی نہیں ہوتی پس یہ ایک عجیب چیز ہوگی۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَان مَزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝۱۶

اور وہاں ان کو (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جاوے گا

جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی

کہ طبعی حرارت کے بڑھانے اور منہ کا مزہ بدلنے کے لئے شراب میں اس کو ملاتے ہیں۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَبَّى سَلْسَبِيلًا ۝۱۷

یعنی ایسے چشمہ سے (ان کو پلایا جاوے گا) جو وہاں ہوگا جس کا نام

(وہاں) سلسبیل (مشہور) ہوگا

اوپر کے مقام اور اس مقام کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چشمہ کی شراب کے ساتھ کافور ملایا جاوے گا اور اس چشمہ کی شراب میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝۱۷

اور ان کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو

إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝۱۸

ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور اس قدر حسین ہیں اے مخاطب اگر تو ان کو چلتے پھرتے دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں

موتی سے تشبیہ صفائی اور اشراق میں اور بکھرے ہوئے کا وصف ان کے چلتے پھرنے کے لحاظ سے جیسے بکھرے ہوئے موتی منتشر ہو کہ کوئی ادھر جا رہا ہے کوئی ادھر جا رہا ہے اور یہ اعلیٰ درجہ کی تشبیہ ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَرَ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا

اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی

كَبِيرًا ۝۱۹ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ

دے اور ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے

خَصْرٌ وَاسْتَبْرَقٌ زَوْجَانِ ۝۲۰ وَحُلُوءٌ أَسَاوِرٌ مِّنْ

کپڑے بھی (کیونکہ ہر لباس میں جدا لطف ہے) اور ان کو چاندی کے نگین

فِضَّةٍ ۝۲۱

پہنائے جائیں گے

اس سورت میں تین جگہ چاندی کے سامان کا ذکر آیا ہے اور دوسری آیات میں سونے کا مگر دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ دونوں طرح کا سامان ہوگا اور حکمت اس کی وہی تفسیر طبائع و تمنعات کا ہے اور یہ شبہ کہ مردوں کو زیور معیوب ہے اس لئے مندرج ہے کہ ہر مقام کا مقتضا جدا ہے یہاں عیب ہونا وہاں عیب ہونے کو مستلزم نہیں

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝۲۱

اور ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت)

اور تین جگہ جو اس سورت میں شراب کا ذکر آیا ہے ہر جگہ غرض جدا ہے چنانچہ اول میں فرمایا بشرہون کہ وہ خود پیئیں گے دوسری جگہ فرمایا يسقون کہ پلائے جائیں گے جو زیادہ تعظیم و اکرام پر دلالت کرتا ہے تیسری جگہ فرمایا سقاہم ربہم کہ حق تعالیٰ ان کو شراب دے گا جس میں نہایت درجہ تشریف و تکریم ہے پس تکرار کا شائبہ بھی نہ رہا۔

وَرَأَوْهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۲۷

ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں

پس جب دنیا نے اندھا کر رکھا ہے اس لئے حق کہنے والے سے بغض رکھتے ہیں اور یوم ثقیل کا ذکر سن کر چونکہ احتمال ان کے انکار تھا اس لئے آگے اس یوم ثقیل کے استبعاد کو دفع فرماتے ہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۲۸

ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کو جوڑ بند مضبوط کیے (اور

شَدَدْنَا بَدَلًا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا ۲۹)

(نیز) جب (ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں

اور امر اول تو مشاہد ہے اور دوسرا ادنیٰ تنبیہ ہے معلوم ہو سکتا ہے پس دونوں امروں سے قدرت الہی ظاہر ہے پھر بعثت ہی میں کون بات زیادہ دشوار ہے کہ اس پر قدرت نہ ہو۔

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۳۰ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ

یہ سب جو کچھ مذکور ہوا (کافی) نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی

إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۳۱

طرف سے رستہ اختیار کرے

قرآن کے تذکرہ ہونے میں اس سے شبہ نہ کیا جائے کہ بعض کو اس سے تذکرہ نہیں ہوتا بات یہ ہے کہ قرآن فی نفسہ تذکرہ کافی ہے لیکن (آگے ترجمہ)

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۳۲ إِنَّ اللَّهَ

بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے (اور بعض لوگوں کے لئے خدا

كَانَ عَلَيْنَا حَكِيمًا ۳۳ يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ

کے نہ چاہنے میں بعض حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ بڑا علم والا بڑا حکمت والا

فِي رَحْمَتِهِ ۳۴ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ

ہے وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے اور (جس کو چاہے کفر اور ظلم

عَذَابًا أَلِيمًا ۳۵

میں مبتلا رکھتا ہے پھر) ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ

(اور ان سے کہا جاوے گا کہ) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں

مَشْكُورًا ۳۶

کرتے تھے) مقبول ہوئی

اس سے ان کی روحانی مسرت اور بڑھ جائے گی آگے فریقین کی جزا کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی تسلی ہے یعنی ان مخالفین کی سزا آپ نے سن لی پس آپ ان کی مخالفت سے غم نہ کیجئے اور اپنی طاعات میں لگے رہئے کہ علاوہ طاعت ہونے کے ان سے دل کو بھی تقویت حاصل ہوتی ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۳۷

ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے

تاکہ تھوڑا تھوڑا لوگوں کو پہنچاتے رہیں اور ان کو ابتداء میں آسانی ہو

فَا صَبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا

سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر (کہ اس میں تبلیغ بھی داخل ہے) مستقل

أَوْ كَفُورًا ۳۸

رہیے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آئیے

یعنی یہ جو تبلیغ سے منع کرتے ہیں اس کو موافقت نہ کیجئے مقصود اس سے تبلیغ کا مہتمم بالشان ہونا ظاہر کرنا ہے اگرچہ آپ کی ان سے موافقت کا یقیناً احتمال نہیں یہ تو وہ عبادت ہے جس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے

وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۳۹ وَمِنْ

اور آگے عبادت لازمہ کا امر ہے یعنی) اپنے پروردگار (کا صبح و شام نام لیا کیجئے اور کسی

الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۴۰

قدرت کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے (یعنی نماز فرض پڑھا کیجئے) اور رات

کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (مراد اس سے تہجد ہے علاوہ فرائض کے

اور آگے تقویت تسلیہ کے لئے ایک اور مضمون ہے جس میں کفار کی مذمت بھی ہے یعنی ان لوگوں کی مخالفت کی اصل وجہ آپ کے ساتھ یہ ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ

یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے)

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ۝

کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے (مراد قیامت ہے) اور یہ سب قسمیں قیامت کے نہایت مناسب ہیں کیونکہ پہلی بار صور پھونکنے کے بعد جو فنا ہو گا وہ سخت ہوا کے مشابہ ہے اور دوسری بار صور پھونکنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا واقعہ ہوائے نافع کے مشابہ ہے آگے قیامت کے واقعہ ہونے پر جو نتائج مرتب ہوں گے۔ ان کا بیان ہے۔

فَإِذَا النُّجُومُ طُيَسَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ

سو جب ستارے بنے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب

فُرِجَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝

پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کیے جاویں گے اس وقت سب کا فیصلہ ہوگا آگے اس دن کے ہول اور ہیبت کا بیان ہے۔

وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِيتَتْ ۝ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ۝

(کچھ معلوم ہے کہ) کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی (کیا گیا)

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝

ہے) آگے جواب ہے کہ (فیصلہ کے دن کے لئے) (ملتوی رکھا گیا ہے) مطلب اس سوال و جواب کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار جو رسولوں کی تکذیب کرتے آئے ہیں اور اب بھی اس امت کے کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں اور جب اس تکذیب پر عذاب آخرت سے ڈرائے جاتے ہیں تو آخرت کی بھی تکذیب کرتے ہیں اس وقت یہ تکذیب فی نفسہ مقتضی اس کو ہے کہ رسولوں کا جو قصہ کفار سے پیش آ رہا ہے اس کا فیصلہ ابھی ہو جائے اور اس تاخیر سے کفار تقاضے کے طور پر انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی طبعی تقاضا ہوتا ہے اس آیت میں اس تقاضے کا جواب ہے کہ حق تعالیٰ نے بعض حکمتوں سے اس کو موخر کر رکھا ہے لیکن واقع ضرور ہوگا۔

وَمَا أَذْرِكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَبَلْ

اور آگے اس فیصلہ کے دن کی تہویل ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیسا کچھ ہے (یعنی بہت سخت ہے) اس روز حق کے (جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) آگے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ أَلَمْ تَهْلِكْ

عذاب کی تذکیر ہے (یعنی) کیا ہم اگلے کافر لوگوں کو عذاب سے (ہلاک نہیں کر چکے پھر

سورة المرسلت مکیہ و اینها خمسون کذا فی البیضاوی ربط: سورہ سابقہ میں قیامت کا وقوع اور اس کے اسباب کی تفصیل اور جزا و سزا کی کیفیت مذکور تھی اس سورت میں یہی مضمون ہے اتنا فرق ہے کہ وہاں ترغیب کا مضمون زیادہ تھا یہاں ڈرانے کا مضمون ہے اور اسی لئے اس میں دس جگہ ویل یومئذ للمکذبین مکرر آئی ہے اور چونکہ مختلف تکذیبوں پر یہ آیت لائی گئی ہے اس لئے معنی یہ تکرار نہیں اور ظاہری تکرار بھی تاکید کو مفید ہے جیسا کہ سورہ رحمان کی تمہید میں مفصلاً مذکور ہوا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والمرسلت عرفاً تا یؤمنون

(۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلَاتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳)

سورہ مرسلت مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْمُرْسَلَاتُ عُرْفًا ۝ فَالْعَصْفُ عَصْفًا ۝

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہے (جس سے خطرات کا احتمال ہوتا ہے اور ان ہواؤں

وَالنَّشْرُ نَشْرًا ۝

کی جو بادلوں کو اٹھا کر) پھیلاتی ہیں

جس کے بعد بارش ہونے لگتی ہے۔

فَالْفِرْقُ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِيتُ ذِكْرًا ۝

پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں (جیسا بارش کے بعد ہوتا ہے)

عُذْرًا أَوْ نُذْرًا ۝

پھر ان ہواؤں کی جو دل میں (اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القا کرتی ہیں

یعنی یہ ہوائیں مذکورہ بوجہ دال علی القدرة ہونے کے صالح کی طرف متوجہ ہونے کا سبب ہو جاتی ہیں اور وہ توجہ دو طرح سے ہوتی ہے ایک خوف سے جب کہ ہواؤں سے آثار خوف کے نمایاں ہوں اور دوسرا توبہ و معذرت سے اور یہ دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے اگر ہوائیں نفع بخش ہوں تب تو خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر یہ اور اپنی تقصیروں سے عذر کرتے ہیں اور اگر وہ ہوائیں خوفناک ہوں تو خدا کی نعمت سے ڈر کر اپنے معاصی سے توبہ کرتے ہیں آگے جواب قسم ہے۔

الْأَوَّلِينَ ۝ ثُمَّ نُنَبِّئُهُمُ الْآخِرِينَ ۝ ۱۷

پچھلوں کو بھی (عذاب) میں ان (پہلوں) ہی کے ساتھ ساتھ کر دیں گے
یعنی آپ کی امت کے کفار پر بھی وبال ہولناک نازل کریں گے جیسا
بدروغیرہ غزوات میں ہوا۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْجُرْمِيْنَ ۝ ۱۸ وَیْلٌ

ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (یعنی ان کے کفر پر سزا دیتے ہیں) اس

یَوْمَیْذٍ لِّلْكَذِبِیْنَ ۝ ۱۹ اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ

روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے قدرت علی البعث کی

مِّنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ۲۰ فَجَعَلْنٰهُ فِی قَرَارٍ

تقریر ہے یعنی) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی (یعنی نطفہ سے) نہیں بنایا پھر ہم

مَّكِیْنٍ ۝ ۲۱ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ۲۲

نے اس کو ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں رکھا غرض ہم

فَقَدَرْنَا ۝ ۲۳ فَنِعْمَ الْقَدِرُوْنَ ۝ ۲۴

نے (ان تصرفات کا) ایک اندازہ ٹھہرایا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں

اور اس سے دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت ثابت ہوگئی پھر بھی جو لوگ
اس کو جھٹلاتے ہیں وہ اپنا انجام سوچ رکھیں

وَیْلٌ یَّوْمَیْذٍ لِّلْكَذِبِیْنَ ۝ ۲۵ اَلَمْ نَجْعَلِ

اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے اپنی بعض نعمتیں

الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ ۲۶

بیان فرماتے ہیں) کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا

کہ زندگی اسی پر بسر ہوتی ہے اور مر کر بعد دفن کے یا غرق ہونے کے
بعد یا جل جانے کے بعد زمین کے اجزاء بنکر اس میں کھپ جاتے ہیں اور
موت کے بعد کی حالت اس لئے نعمت ہے کہ اگر مردے خاک نہ ہو جایا
کرتے تو زندے پریشان ہو کر مردوں سے بدتر ہو جاتے۔

اَحْيَاءٌ ۝ ۲۷ اَمْوَاتًا ۝ ۲۸ وَجَعَلْنَا فِیْهَا

اور ہم نے اس (زمین) میں اونچے اونچے پہاڑ بنائے ہیں

رَاۤ اِیَّیْ شَیْخٍ وَّاسِقٍ ۝ ۲۹ اَسْقٰیكُمْ مَّاءً

(جن سے بہت سے منافع متعلق ہیں) اور ہم نے تم کو

فَرَاتًا ۝ ۳۰

میٹھا پانی پلایا

اس نعمت کو خواہ مستقل کہا جائے یا زمین ہی کے متعلق کہا جائے کیونکہ
مستقر پانی کا یہی زمین ہی ہے اور ان نعمتوں کا مقتضاء وجوب توحید ہے
پس جو لوگ اس امر حق یعنی وجوب توحید کو جھٹلاتے ہیں سمجھ رکھیں۔

وَیْلٌ یَّوْمَیْذٍ لِّلْكَذِبِیْنَ ۝ ۳۱ اِنۡطَلَقُوْا

اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اس روز کفار سے کہا

اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِہٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ ۳۲ اِنۡطَلَقُوْا

جائے گا تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک

اِلٰی ظِلٍّ ذِی ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ ۳۳ لَا ظِلِّیْ

سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ (ٹھنڈا)

وَلَا یُغْنِیْ مِنَ الْهَبِ ۝ ۳۴ اِنَّهَا تَرْمِیْ

سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے وہ انگارے برساوے گا جیسے بڑے

بِشَرٍّ مِّنۡكَ لِقَصْرِ ۝ ۳۵

بڑے محل بلکہ جیسے کالے کالے اونٹ

مراد اس سائبان سے ایک دھواں ہے جو جہنم سے نکلے گا اور چونکہ کثرت
سے ہوگا اس لئے بلند ہو کر پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جاوے گا حساب سے فارغ
ہونے تک کفار اسی دھوئیں کے احاطہ میں رہیں گے جس طرح مقبولین ظل
عرش میں ہوں گے کذا فی الحازن آگے اس دھوئیں کا اور حال مذکور ہے۔

قاعدہ ہے کہ جب چنگاری آگ سے جھڑتی ہے تو بڑی ہوتی ہے پھر
بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتی ہے پس پہلی تشبیہ
ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے اور دوسری تشبیہ انتہائی حالت کے اعتبار
سے کذا فی الروح۔

كَانَہُ جِہْلًا صَفَرًا ۝ ۳۶ وَیْلٌ یَّوْمَیْذٍ

اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی یہ وہ

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۳۳ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۝۳۴

دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ۝۳۵

(عذر کی) ہوگی سو عذر ہی نہ کر سکیں گے

کیونکہ واقع میں کوئی عذر نہ ہوگا اور جو لوگ اس واقعہ حقہ کو بھی جھٹلاتے ہیں سمجھ رکھیں (آگے ترجمہ)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۳۶ هَذَا يَوْمٌ

اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (ان لوگوں سے کہا جاوے گا

الْفَصْلُ جَمْعُكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ۝۳۷

(کہ) یہ ہے فیصلہ کا دن (جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے) ہم نے آج تم کو اور

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِدُوا ۝۳۸

اگلوں کو (فیصلہ کے لئے) جمع کر لیا سو اگر تمہارے پاس (آج کے فیصلہ سے بچنے کی)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۳۹

کوئی تدبیر ہو تو تدبیر چلاؤ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی

آگے کفار کے مقابلہ میں اہل ایمان کی مٹوت کا بیان ہے یعنی (آگے ترجمہ)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۝۴۰

پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میوؤں میں ہوں گے

وَقُواكِهِمْ مَّا يَشْتَهُونَ ۝۴۱ كَلُوا وَاشْرَبُوا

(اور ان سے کہا جاوے گا کہ) اپنے اعمال کے (نیک) صلہ میں خوب مزے

هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۴۲ إِنَّا كَذَلِكَ

سے کھاؤ پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (اور یہ کفار نعماء جنت

نَجْزِي الْحَسَنِينَ ۝۴۳ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

کی بھی تکذیب کرتے تھے سو سمجھ رکھیں کہ) اس روز (حق کے) جھٹلانے

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۳۵ كَلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا

والوں کی بڑی خرابی ہوگی (اے کافرو) تم (دنیا میں) تھوڑے دنوں اور کھالو

إِنَّكُمْ مَجْرُمُونَ ۝۳۶

برت لو (عنقریب کبھی آنے والی ہے کیونکہ) تم بے شک مجرم ہو

اور مجرم کا یہی حال ہونے والا ہے اور جو لوگ سزائے جرم کو جھٹلاتے ہیں سمجھ رکھیں کہ (آگے ترجمہ)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۴۷ وَإِذَا

اس روز (حق کے) جھٹلانے والے کی بڑی خرابی ہوگی اور (ان کافروں کی سرکشی

قِيلَ لَهُمْ ارْكَعُوا

اور جرم کی یہ حالت ہے کہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (خدا کی طرف) جھکو

یعنی ایمان اور عبدیت اختیار کرو

لَا يَرْكَعُونَ ۝۴۸

تو نہیں جھکتے

اور اس سے زیادہ کیا جرم ہوگا اور یہ لوگ اس کے جرم ہونے کو بھی جھٹلاتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ (آگے ترجمہ)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝۴۹ فَبِأَيِّ

اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی تو پھر اس (قرآن

حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝۵۰

بلغ الالفاظ والالذار) کے بعد اور پھر کوئی بات پر ایمان لاویں گے

یعنی قرآن کو ان دھمکیوں کا مقتضایہ تھا کہ سنتے ہی ڈر کر ایمان لے آتے مگر جب اس پر بھی ان کو اثر نہیں ہوتا تو کوئی نصیحت ان کو کار نہیں ہو سکتی اس میں کفار پر ڈانٹ ہے اور ان کے ایمان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مایوس کرنا ہے۔

أَوْتَادًا ۷۸

میخیں نہیں بنایا

یعنی مثل میخوں کے بنایا کہ جیسا کسی چیز میں میخیں لگا دینے سے وہ چیزیں اپنی جگہ سے نہیں ہلتی اسی طرح زمین کو پہاڑوں سے مستقر کر دیا

وَخَلَقْنَكُمْ أَزْوَاجًا ۷۹ وَجَعَلْنَا نُومَكُمْ

(اور اس کے علاوہ ہم نے اور بھی قدرت اپنی ظاہر فرمائی چنانچہ) ہم ہی نے تم کو

سُبَاتًا ۸۰ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۸۱ وَجَعَلْنَا

جوڑا جوڑا (یعنی مرد و عورت) بنایا اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز

الْيَوْمَ ۸۲ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا

بنایا اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا

شِدَادًا ۸۳ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۸۴

اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ہم ہی نے (آسمان

وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرِ مَاءً ثَجَّاجًا ۸۵

میں) ایک روشن چراغ بنایا (مراد آفتاب ہے) اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں

لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۸۶ وَجَدَّتْ

سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور بڑی اور گنجان

الْفَافَا ۸۷

باغ پیدا کریں

اور ان سب سے ہمارا کمال قدرت ظاہر ہے پھر قیامت پر ہمارے قادر ہونے کا کیوں انکار کیا جاتا ہے یہ بیان تھا امکان کا آگے وقوع کا ذکر ہے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۸۸

بیشک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے یعنی جس دن صور پھونکا جاوے

يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۸۹

گا پھر تم لوگ گردہ گردہ ہو کر آؤ گے

یعنی ہر امت جدا جدا ہوگی پھر مومن جدا کافر جدا پھر برابر جدا اشرار جدا

سورة النبأ مكية وابتها اربعون كذا في البيضاوي
رابط: اس میں بھی پہلی سورت کی طرح قیامت کا ممکن ہونا اور واقع ہونا اور جزا و سزا کے واقعات مذکور ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم عم يتساءلون تا كنت ترابا

(۷۸) سُورَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ (۸۰)

سورة نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۱ عَنِ النَّبَا

یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں اس بڑے واقعہ

الْعَظِيمِ ۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۳

کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اصل حق کے ساتھ) اختلاف کر رہے ہیں

مراد قیامت ہے اور دریافت کرنے سے مراد یہ ہے کہ انکار کے طور پر دریافت کرتے ہیں اور اس سوال و جواب سے اذہان کا ادھر متوجہ کرنا مقصود ہے اور اجمال کے بعد تفصیل کر کے اس کا مہتمم بالشان ہونا جلتا ہے ہیں آگے ان کے اختلاف کی کمزوری ظاہر کر کے اس کو باطل کرتے ہیں کہ جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہ آوے گی یہ غلط ہے

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۴

ہرگز ایسا نہیں (بلکہ قیامت آوے گی اور) ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے

یعنی جب بعد فراق دنیا کے ان پر عذاب واقع ہوگا تب ان پر حقیقت قیامت کی منکشف ہو جائے گی اور ہم (آگے ترجمہ)

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۵

پھر (مکرر کہتے ہیں کہ جیسا یہ لوگ جو سمجھتے ہیں) ہرگز ایسا نہیں (بلکہ آوے گی) ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے

اور چونکہ وہ لوگ قیامت کو محال یا دشوار سمجھتے تھے آگے اس کا ممکن ہونا ثابت کرتے ہیں کہ اس کو محال سمجھنے سے ہماری قدرت کا انکار لازم آتا ہے اور ہماری قدرت کا انکار نہایت عجیب ہے۔

أَلَمْ تَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهْدًا ۶ وَالْجِبَالَ

کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو زمین کی

سب ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر میدان قیامت میں حاضر ہوں گے۔

وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝۱۹

اور آسمان کھل جاوے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے

یعنی اس قدر بہت سا کھل جاوے گا جیسے بہت سے دروازے ملا کر بہت سی جگہ کھلی ہوتی ہے پس کلام مٹی ہے تشبیہ پر اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں پھر اس دن دروازے ہونے کا کیا معنی اور یہ کھلتا نزول ملائکہ کے لئے ہوگا۔

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝۲۰

اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے

اور یہ واقعات فقہ ثانیہ دوسری بار تصور پھونکنے کے وقت ہوں گے البتہ پہاڑوں کا ہٹانا یہاں بھی اور جہاں کہیں بھی واقع ہوا ہے اس میں دونوں احتمال ہیں کہ یا تو فقہ ثانیہ کے بعد ہو کہ اس سے سارا عالم اپنی ہیئت پر لوٹ آوے گا اور جب حساب کا وقت آئے گا پہاڑوں کو زمین کے برابر کر دیا جائے گا تاکہ زمین پر کوئی آڑ پہاڑ کی نہ رہے سب آدمی ایک ہی میدان میں نظر آویں کہ اس کو ہیبت میں زیادہ دخل ہے اور یا فقہ اولیٰ (یعنی پہلی بار تصور پھونکنے) کے وقت ہوگا جس سے خود فتا کر دینا ہی مقصود ہوگا پھر اس تقدیر پر قیامت کے دن میں ان سب واقعات کو بتلانا اس بناء پر ہوگا کہ فقہ اولیٰ سے فقہ ثانیہ تک کا مجموعہ ایک دن قرار دے لیا گیا واللہ اعلم آگے اس دن کے فیصلہ کا بیان ہے۔

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۲۱

(آگے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اس کا بیان ہے یعنی)

بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے

یعنی عذاب کے فرشتے انتظار اور تاک میں ہیں کہ کافر آویں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب کرنے لگیں۔

لِلظَّالِمِينَ مَا بَأْسًا ۝۲۲ لِبِشِينٍ فِيهَا

سرکشوں کا ٹھکانا (ہے) جس میں وہ بے انتہا زامانوں تک (پڑے) رہیں

أَحْقَابًا ۝۲۳ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا

گے (اور) اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا مزہ چکھیں گے

اس سے زہریر یعنی سخت سردی کے عذاب کی نفی نہیں ہوئی لیکن اس سے بھی کچھ راحت نہ ملے گی۔

بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝۲۴ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَاقًا ۝۲۵

اور نہ پینے کی چیز کا (جو کہ مسکن عطش ہو) بجز گرم پانی اور پیپ کے یہ (ان کو) پورا پورا

جَزَاءً وَفَاقًا ۝۲۶ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا

بدلہ ملے گا (اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں کہ) وہ لوگ حساب (قیامت) کا

يَرْجُونَ حِسَابًا ۝۲۷ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے اور ہم نے (ان کے اعمال

كَذَّابًا ۝۲۸ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝۲۹

میں سے) ہر چیز کو (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ کر ضبط کر رکھا ہے سو (ان سے کہا

فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝۳۰

جائے گا کہ اب ان اعمال کا مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے جاویں گے

یہ تو کافروں کا فیصلہ ہوا آگے اہل ایمان کا فیصلہ مذکور ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝۳۱ حَدَائِقَ

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بیشک کامیابی ہے یعنی (کھانے اور سیر کو) باغ

(جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے) اور انگور اور (دل بہلانے کو) نو

وَأَعْنَابًا ۝۳۲ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝۳۳ وَكَاسًا

خواستہ ہم عمر عورتیں اور (پینے کو) لبالب بھرے ہوئے جام شراب (اور) وہاں

دِهَاقًا ۝۳۴ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا

نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (کیونکہ یہ باتیں وہاں محض معدوم

ہیں) یہ (ان کو ان کی نیکیوں کا) بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا ان کے رب کی

كَذِّبًا ۝۳۵ جَزَاءً مِّنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝۳۶

طرف سے جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے

رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

درمیان میں ہیں (اور جو) رحمن ہے (اور) کسی کو اس کی طرف سے

الرَّحْمَنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝۳۷

(مستقل) اختیار نہ ہوگا کہ (اس کے سامنے) عرض معروض کر سکے

اور یہ اس وقت کہے گا جب جانور مٹی کر دئے جائیں گے درمنثور میں ابو ہریرہؓ سے یہی روایت ہے۔

سورة النزعت مکیہ و ایتھا خمس اوست و اربعون کذا فی البیضاوی ربط: اس میں بھی سورت سابقہ کی طرح قیامت کے واقعات اور اس کا ممکن ہونا اور هل اتک میں جھٹلانے والوں کو دھمکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم. والنزعت تا او ضلعها

(۷۹) سُورَةُ النَّازِعَاتِ مَكِّيَّةٌ (۸۱)

سورة نازعت مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۝۱ وَالنَّشِطَاتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو

نَشُطًا ۝۲ وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا ۝۳

(مسلمانوں کی) آسانی سے نکالتے ہیں گویا (ان کا) بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں

یعنی روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح تیزی اور آسانی سے چلتے ہیں جیسے تیر رہے ہوں

فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا ۝۴

پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں

یعنی جب روحوں کو لے کر پہنچتے ہیں تو ان کے بارہ میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کی بجا آوری کے لئے جلدی کرتے ہیں۔

فَالْهَادِيَاتِ يُرْسَاتٍ ۝۵

پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں

یعنی ان روحوں کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عذاب کا اس کو انجام دیتے ہیں۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتَّبِعُهَا

(ان سب کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ) قیامت ضرور آدے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (مراد فتح اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے

یہاں کئی صفتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ ۱۔ آسمان وزمین وغیرہ کا مالک ہونا اس سے قیامت کے دن کے واقعات اور تصرفات پر قادر اور مالک ہونا معلوم ہوا۔ ۲۔ رحمن یہ صفت مومنین کی جزا کے مناسب ہے کہ ان پر رحمت کی جائے گی۔ ۳۔ کسی کو مستقل اختیار نہ ہونا یعنی کفار کو خوف دلانے کے لئے مناسب ہے اور مستقل کی قید کے لئے آگے دلیل آتی ہے کہ جن کو اجازت بولنے کی بھی ہوگی اور وہ محدود ہوگی۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْبَلِيَّةُ صَقًّا ۝۷

جس روز ذی ارواح اور فرشتے (خدا کے روبرو) صف بستہ (خشوع و خضوع

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ

کے ساتھ) کھڑے ہوں گے (اس روز) کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس

وَقَالَ صَوَابًا ۝۸

کو رحمن (بولنے کی) اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے

ٹھیک بات سے مراد وہ بات ہے جس کی اجازت دی گئی ہے یعنی بولنا بھی محدود و مقید ہوگا یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے اور مستقل اختیار سے اوپر یہی مراد ہے آگے اوپر کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے

ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۝۹ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ

یہ (جس کا اوپر ذکر ہوا) یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے (اس کے حالات

إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَآ ۝۱۰

سن کر) اپنے رب کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنارکھے

یعنی نیک عمل کرے تاکہ وہاں اچھا ٹھکانا ملے آگے حجت پوری کرنے کے لئے سب لوگوں کو خطاب ہے

إِنَّا أَنْذَرْنَكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۝۱۱ يَوْمَ

ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے (جو کہ ایسے دن

يَنْظُرُ الْهَرَمُ مَا قَدَّمَ مَتَّ يَدَاهُ وَيَقُولُ

میں واقع ہونے والا ہے) جس دن ہر شخص ان اعمال کو (اپنے سامنے

حاضر) دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے ہوں گے اور کافر

الْكَفَرُ لِيَلْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ۝۱۲

(حسرت سے) کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا (تاکہ عذاب سے بچتا)

الرَّادِفَهُ ۝ قُلُوبٌ يُّؤْمِدُ وَاجِفَةً ۝

آنے والی چیز آوے گی (مراد فتح ثانیہ ہے) بہت سے دل اس روز دھڑک

أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

رہے ہوں گے ان کی آنکھیں (مارے ندامت کے) جھک رہی ہوں گی

مگر یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں

يَقُولُونَ إِنَّا لَنَرُدُّوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝

کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے (پہلی حالت سے مراد

عِزٌّ أَكْتَأَ عِظَامًا تَجْرَةً ۝

حیات قبل از موت ہے) کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں
ہو جاویں گے پھر (حیات کی طرف) واپس ہوں گے

پہلی حالت سے مراد موت سے پہلے کی زندگی ہے یعنی موت کے بعد
پھر دوبارہ زندگی ہوگی مقصود تعجب اور استبعاد ہے

قَالُوا تِلْكَ إِذْ أَكَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝

(اگر ایسا ہوا تو) اس صورت میں یہ واپسی (ہمارے لئے) بڑے خسارہ کی ہوگی

کیونکہ ہم نے تو اس کے لئے کچھ سامان کیا نہیں مقصود اہل حق کے اس
عقیدہ کے ساتھ تمسخر تھا یعنی ان کے عقیدہ پر ہم بڑے خسارہ میں ہوں گے
جیسے کوئی شخص کسی کو خیر خواہی سے ڈرائے کہ اس راستہ کو مت جانا شیر ملے گا
اور مخاطب اس کو جھٹلانے کیلئے کسی سے کہے کہ بھائی ادھر مت جانا شیر کھا
جائے گا مطلب یہ کہ وہاں شیر ویر کچھ بھی نہیں ہے آگے اس تعجب کا رد ہے
کہ یہ لوگ جو قیامت کو دشوار سمجھتے ہیں یہ سمجھ رکھیں کہ ہم کو کچھ مشکل نہیں

فَاتَّبَعْنَاهُ زَجْرَةً وَاحِدَةً ۝ فَإِذَا هُمْ

(تو یہ سمجھ رکھیں کہ ہم کو کچھ مشکل نہیں بلکہ) بس وہ ایک سخت آواز ہوگی جس

بِالسَّاهِرَةِ ۝

سے لوگ فوراً ہی میدان میں آ موجود ہوں گے

آگے مکذبین کی تحریف اور تمکذیب پر آپ کے تسلیہ کے لئے موسیٰ
علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝ إِذْ نَادَاهُ

کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ پہنچا ہے جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک

رَبُّهُ بِالْأَوَادِ الْهَقْدَاسِ طَوًى ۝ إِذْ هَبْ

پاک میدان یعنی طوی میں (یاس کا نام ہے) پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے

إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۝ فَقُلْ هَلْ

بڑی شرارت اختیار کی ہے سو اس سے (جا کر) کہو کہ تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو

لَكَ إِلَى أَنْ تَزَكَّى ۝ وَأَهْدِيكَ إِلَى

درست ہو جائے اور (تیری درستی کی غرض سے) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف (ذات

رَبِّكَ فَتَخْشَى ۝

وصفات کی) رہنمائی کروں تو (تو یہ سن کر) (اس سے) ڈرنے لگے پھر

اور اس ڈر سے درستی ہو جاوے غرض یہ حکم سن کر موسیٰ علیہ السلام اس
کے پاس گئے اور پیغام ادا کیا۔

فَإِنَّهُ الْآيَةُ الْكُبْرَى ۝

(جب اس نے دلیل نبوت طلب کی تو) اس کو بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی

مراد عصا کا معجزہ ہے یا مطلق معجزہ مراد ہو تو عصا اور ید کا مجموعہ مراد ہے۔

فَكَذَّبَ وَعَصَى ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى ۝

تو اس (فرعون) نے (ان کو) جھٹلایا اور (ان کا) کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ سے)

فَحَشَرَ فَنَادَى ۝ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ

جدا ہو کر (ان کے خلاف) کوشش کرنے لگا اور (لوگوں کو) جمع کیا پھر ان

الْأَعْلَى ۝

کے سامنے بآواز بلند تقریر کی اور (کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں)

اس قید سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے سوا کسی اور کو بھی چھوٹا معبود
سمجھتا ہو بلکہ اس کا مقصود یہ تھا کہ میں ہی تمہارا رب ہوں اور اعلیٰ کی قید محض
اپنی مدح کے لئے بڑھادی پس یہ قید واقعی تھی احترازی نہ تھی۔

هو الذی خلقکم الخ کے ذیل میں گزر چکی ہے اور گو نفس استدلال خلق سماء سے تھا مگر زمین کا ذکر شاید اس لئے کر دیا کہ اس کے احوال ہر وقت پیش نظر ہیں اور گو سماء کے برابر نہ سہی لیکن فی نفسہ انسان کے خلق سے اس کی خلقت بھی اشد ہے پس حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ جب ایسی ایسی چیزیں ہم نے بنادیں تو تمہارا بعث کیا مشکل ہے آگے بعث کے جو واقعات مجازاتہ کے متعلق ہوں گے ان کی تفصیل ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۖ يَوْمَ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے

يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۚ وَبُرْزَاتٍ

گا اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی تو (اس روز یہ

الْجَحِيمِ لِبَنِّ يَرَىٰ ۖ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۚ

حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا

وَأَثَرُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ

منکر ہو کر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ

هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ

اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا

رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ

ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا

یعنی اعتقاد کے ساتھ عمل بھی صالح ہوگا

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ يُسْأَلُونَكَ عَنِ

سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا یہ لوگ آپ سے قیامت کے

السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ فِيمَ أَنْتَ

متعلق پوچھتے ہیں اس کا وقوع کب ہوگا (سو اس کے بیان کرنے

مِنْ ذِكْرِهَا ۖ

سے آپ کا کیا تعلق

فَاخْذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ

سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا

دنیوی عذاب تو غرق ہے اور اخروی عذاب حرق ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ۚ

بیشک اس (واقعہ) میں ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے

اس قصہ کی ابتداء ہل اتک سے تسلی مقصود ہے اور اخیر میں کفار کو

دھمکی ہے اور اوپر جو کفار کا قیامت کو دشوار اور مستبعد سمجھنا مذکور تھا اس کا نقلی

جواب بیان کر کے آگے عقلی جواب دیتے ہیں۔

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۖ

بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا (فی نفسہ) زیادہ سخت ہے یا آسمان کا

اور ظاہر ہے کہ آسمان ہی کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے پھر جب اس کو

پیدا کر دیا تو تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور فی نفسہ کی قید اس لئے بڑھا

دی کہ قدرت کے اعتبار سے تو سب برابر ہیں آگے آسمانوں کے پیدا

کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

بَنَاهَا ۖ رَفَعَ سُبُكَهَا فَسَوَّيَهَا ۖ

اللہ نے اس کو بنایا (اس طرح سے کہ) اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا (کہیں

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۖ

اس میں فطوری مشق نہیں) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا

رات اور دن کو آسمان کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ رات اور دن

آفتاب کے طلوع اور غروب سے ہوتے ہیں اور آفتاب آسمان میں ہے۔

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۖ أَخْرَجَ

اور اس کے بعد زمین کو بچھایا (اور بچھا کر) اس سے اس کا

مِنْهَا مَاءٌ هَآؤُمْرُغَاهَا ۖ وَالْجِبَالُ أَرْسَاهَا ۖ

پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کر دیا تمہارے

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۖ

اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ پہنچانے کے لئے

ترتیب خلق سموات وارض کی سورہ بقرہ کے رکوع سوم آیت

تھے کہ اتنے میں عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے اور کچھ پوچھا یہ قطع کلام آپ کو ناگوار ہوا اور آپ نے ان کی طرف التفات نہیں کیا اور بعض روایات میں بعضوں کے نام بھی آئے ہیں ابو جہل بن ہشام و عقبہ بن ربیعہ و ابی بن خلف و امیہ بن خلف و شیبہ اور ناگواری کی وجہ سے آپ چین بجبیں ہوئے جب اس مجلس سے اٹھ کر آپ گھر جانے لگے تو آٹاروی نمودار ہوئے اور یہ آیات عبس و تولی الخ نازل ہوئیں اس کے بعد جب وہ آپ کے پاس آتے آپ بڑی خاطر کرتے۔

(۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۴)

سورہ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع ہے اور آخر تک سورتوں میں ایک ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۱ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۲

(تینغیر صلی اللہ علیہ وسلم) چین بجبیں ہوں گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا

یہاں تو غائبانہ کلام فرمایا جس سے متکلم کی غایت حیاء اور کرم اور مخاطب کی غایت عزت و کرامت معلوم ہوتی ہے کہ رودر رو اس امر کی نسبت نہیں فرمائی آگے خطاب فرمایا تا کہ اعراض کا شبہ نہ ہو

وَمَا يَذْكُرُكَ لَعَلَّهٗ يَذْكُرُ ۳ اَوْ يَذْكُرُ

اور آپ کو کیا خبر تھی کہ یہ نابینا (آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا یا (کسی

فَتَنْفَعُهُ الذِّكْرٰی ۴

خاص امر میں) نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا

مطلب یہ کہ اس کی پوری اصلاح ہوتی یا کچھ اصلاح ہوتی بہر حال نفع ہی ہوتا اور شاید کالفظ مبالغہ کے لئے ہے کہ اگر اس صحابی کی حالت کے سنور نے یا نصیحت قبول کرنے کا گمان یا احتمال بھی ہوتا تب بھی اس سے بے توجہی نہ چاہیے تھی چہ جائیکہ نفع یقینی ہو اور (نابینا) سے تعبیر کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اندھا ہونے کی وجہ سے قابل توجہ اور لائق رحم تھا

اَمَّا مَنْ اَسْتَعْنٰی ۵ فَانْتَ لَهُ تَصَدٰی ۶

تو جس شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے

اور عمل پر جنت میں جانا موقوف نہیں یہ صرف ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے اور چونکہ کفار انکار کے طریقہ پر قیامت کا وقت پوچھا کرتے تھے آگے اس کا جواب ہے۔ کیونکہ بیان کرنا علم پر موقوف ہے اور آپ کو اس کے وقت کا علم ہے نہیں سو آپ کیونکر بیان کر سکتے ہیں۔

اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰی ۷ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ

اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے (اور) آپ تو صرف (اخبار اجمالی سے) ایسے شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا

يَخْشٰہَا ۸ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرُوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا

ہو جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو (ان کو) ایسا معلوم ہوگا کہ گویا (دنیا میں)

اِلَّا عَشِيْرَةً ۹ اَوْ ضُحٰی ۱۰

صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں

یعنی اس وقت دنیا کی مدت دراز بہت کم معلوم ہوگی اور یوں سمجھیں گے کہ عذاب بہت جلدی آگیا جس کی یہ درخواست کرتے ہیں تو حاصل یہ ہے کہ جلدی کیوں مچاتے ہو جب عذاب آئے گا اس وقت تم اس کو جلدی ہی سمجھو گے اور جس دیر کو اب دیر سمجھ رہے ہو یہ دیر معلوم نہ ہوگی اور والنزعت اور والنشطت میں جو کفار کی جان کا سختی سے اور مسلمانوں کی آسانی سے نکالنا معلوم ہوا ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعض اوقات کفار کا نزع آسان اور مومنین کا سخت دیکھا جاتا ہے تو اصل یہ ہے کہ یہ سختی اور سہولت جسمانی اور ظاہری ہوتی ہے اور آیت میں سختی اور آسانی روحانی مراد ہے۔

رابطہ : چونکہ اس سورت کے اخیر میں اور اس سے پہلے قیامت ہی کا مضمون زیادہ ہے اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادہ مقصود اخیر کا مضمون ہے اور چونکہ اس میں کافر کی سخت سزا کا ذکر ہے اس کے ثابت کرنے کیلئے درمیان میں قتل الانسان ما اکفرہ میں یہ بتلا کر کہ شکر کے اسباب موجود ہیں ام اس سے مانع کوئی چیز نہیں ہے اس کفر کا سخت ہونا ظاہر کر دیا اور ایسے سخت کافروں کی ہدایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کاوش اور اہتمام کرنے سے جو کوفت ہوتی تھی حتیٰ کہ ایک بار ایک نابینا صحابی کا ایسا موقع پا کر بولنا اسی وجہ سے موجب کلفت ہوا تھا کہ آپ اس وقت کافروں کی ہدایت کا اہتمام فرما رہے تھے اس لئے شروع سورت میں ایک محبوبانہ انداز کے ساتھ جس کو لوگ عتاب کہتے ہیں کسی قدر اہتمام سے ممانعت اور سچے طالبوں کے حال پر توجہ کرنے کا حکم فرماتے ہیں شان نزول ان آیات کا یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض رؤسا مشرکین کو سمجھا رہے

شیاطین خبیثہ کی وہاں تک رسائی نہیں۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۱۵ كَرَامٍ بَرَرَةٍ ۱۶ ط

جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں میں (رہے) ہیں کہ وہ مکرم (اور) نیک ہیں

یہ سب صفات اس کے منجانب اللہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور ان فرشتوں کو کاتب اس لئے کہا کہ وہ لوح محفوظ سے حکم الہی نقل کرنے والے ہیں حاصل یہ ہوا کہ قرآن منجانب اللہ نصیحت کے لئے ہے آپ نصیحت کر کے اپنے فرض سے ادا ہو جاویں گے خواہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے پس اس قسم کے اہتمام کی ضرورت نہیں یہاں تک نصیحت کرنے کے آداب مذکور ہوئے آگے نصیحت قبول نہ کرنے پر کفار کی مذمت ہے۔

قِيلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۱۷ ط

آدمی پر (جو ایسے تذکرہ سے تذکرہ حاصل نہ کرے) ماروہ ناشکر ہے

جیسے ابو جہل وغیرہ جن کو آپ سمجھاتے تھے اور وہ نہیں سمجھے۔

مِنْ أَمْرِ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۱۸ مِنْ نُطْفَةٍ ط

(وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا (آگے جواب)

خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۱۹ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ ۲۰ ط

یہ ہے کہ (نطفہ سے) پیدا کیا آگے اس کی کیفیت مذکور ہے (اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعضاء) کو انداز سے بنایا پھر اس کو (نکلنے کا) راستہ آسان کر دیا

چنانچہ ظاہر ہے کہ ایسے تنگ موقع سے اچھے خاصے نومند بچہ کا نکلنا صاف دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے قادر اور عبد کے مقدور ہونے کی۔

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۲۱ ط

پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا

خواہ اول ہی سے خاک میں رکھ دیا جائے یا کچھ دنوں کے بعد خاک میں مل جائے۔

ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۲۲ ط

پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا

مطلب یہ کہ یہ سب تصرفات دلیل ہیں انسان کے داخل قدرت الہیہ ہونے کی اور بہت سی نعمتیں دی ہیں بعضی حسی اور بعضی معنوی جس کا مقتضی تھا وجوب اطاعت و ایمان۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۲۳ ط فَلْيَنْظُرِ

ہرگز (شکر) نہیں ادا کیا (اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں

وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا يَذْكُرِي ۲۴ ط وَ أَمَّا مَنْ

ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنوے اور جو شخص آپ کے پاس

جَاءَكَ يَسْعَى ۲۵ وَهُوَ يَخْشَى ۲۶ فَاَنْتَ

دین کے شوق میں (دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس

عَنْهُ تَلْهَى ۲۷ ج

سے بے اعتنائی کرتے ہیں

ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے منشا اس اجتہاد کا یہ تھا کہ یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ مہتمم بالشان کام مقدم ہوتا ہے آپ نے کفر کے علاج کو زیادہ مہتمم بالشان سمجھا کیونکہ کفر سخت مرض ہے جیسے دو بیماروں میں ایک کو ہیضہ ہو اور دوسرے کو زکام تو ہیضہ والے کا علاج مقدم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ سخت مرض کا علاج اس وقت مقدم ہے جبکہ مریض علاج کا مخالف نہ ہو ورنہ جو مریض طالب علاج ہو اگرچہ اس کو خفیف مرض ہو وہ اس مریض سے مقدم ہوگا جو علاج ہی نہ چاہتا ہو بلکہ الٹا علاج کا مخالف ہو گو وہ سخت مرض میں مبتلا ہو

كَلَّا إِنهَا تَذْكِرَةٌ ۲۸ ج فَمَنْ شَاءَ ذَكِّرْهُ ۲۹ ط

آپ (آئندہ) ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے

اور جو قبول نہ کرے وہ خود جانے آپ کا کوئی ضرر نہیں آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے پھر آپ اس قدر اہتمام کیوں فرماتے ہیں آگے قرآن کے اوصاف مذکور ہیں۔

فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۳۰ ط

وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو (عند اللہ) مکرم ہیں

یعنی پسندیدہ اور مقبول ہیں

مَرْفُوعَةٍ

رفیع المکان ہیں

یعنی بلند جگہ میں ہیں کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے کذا فی الدر المنثور۔

مُطَهَّرَةٍ ۳۱ ط

مقدس ہیں

الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَنَا صَبَبْنَا

لایا سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے

الْبَاءِ صَبًّا ۚ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۚ

کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو بھاڑا

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۚ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۚ

پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون

وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۚ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۚ

اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارا پیدا کیا (یعنی بعضی چیزیں

وَفَارَكْهُ ۚ وَأَبَّا ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۚ

تمہارے اور (بعضی چیزیں) تمہارے مویشی کے فائدے کے لئے

اور یہ سب بھی نعمت اور دلیل قدرت ہیں اور اس مجموعہ میں ہر ہر جزو ایمان اور شکر کے واجب ہونے کو مقتضی ہے یہاں تک نصیحت قبول کرنے پر مذمت تھی آگے اُس کی سزا اور نصیحت قبول کرنے کا ثواب مذکور ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ۚ

(اب تو یہ ناشکری اور کفر کرتے ہیں) پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا

اس وقت ساری ناشکری کا مزہ معلوم ہو جائے گا آگے اس دن کا بیان ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۚ وَأُمِّهِ

جس روز ایسا آدمی (جس کا اوپر بیان ہوا) اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے

وَأَبِيهِ ۚ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۚ لِكُلِّ

باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ

أَمْرٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۚ

کرے گا) اس دن ہر شخص کو (اپنا ہی) ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ

وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۚ ضَاحِكَةٌ

ہونے دے گا (یہ تو کفار کا حال ہوا آگے مجموعہ مومنین و کفار کی تفصیل ہے کہ)

مُسْتَبْشِرَةٌ ۚ وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

بہت سے چہرے اس روز ایمان کی وجہ سے روشن (اور مسرت سے) خنداں شاداں

غَبْرَةٌ ۚ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ

ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی (اور اس

الْكَفَرَةُ الْفَجْرَةُ ۚ

ظلمت کے ساتھ) ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی یہی لوگ کافر فاجر ہیں

کافر سے فساد عقائد کی طرف اشارہ ہے اور فاجر سے فساد اعمال کی طرف۔

سورة التکویر مکیہ و ایہا تسع و عشرون کذا فی البیضاوی

رابط: اس میں بھی گذشتہ اور آئندہ سورتوں کی طرح واقعات

قیامت کا بیان کرنا مقصود ہے اور اس کی تقویت کے لئے آخر میں قرآن

کی حقانیت مذکور ہے کہ قیامت کے لئے اس پر عمل کر کے مستعد ہو

جائیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الشَّمْسُ تَارِبُ الْعَلَمِیْنَ

(۸۱) سُورَةُ التَّكْوِيْنِ مَكِّيَّةٌ (۷)

سورة تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۚ وَإِذَا النُّجُومُ

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ

انْكَدَرَتْ ۚ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۚ

کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جاویں گے اور جب

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۚ

دس مہینے کی گا بھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی

بیانے کے قریب اونٹنی بہت عزیز ہوتی ہے بچے کی توقع سے اور دودھ

کی وجہ سے۔

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۚ وَإِذَا الْبِحَارُ

اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) سب جمع ہو جاویں گے اور جب

سُجِّرَتْ ۶

دریا بھڑکائے جاویں گے

یہ چھ واقعات تو نفع اولیٰ کے وقت ہوں گے جب کہ دنیا آباد ہوگی اور اس نفع سے یہ تغیرات و تبدلات ہوں گے اور اس وقت اونٹنیاں وغیرہ بھی اپنی اپنی حالت پر ہوں گی جن میں بعضی وضع حمل کے قریب ہوں گی جو کہ عرب کے نزدیک اعزاموال ہیں مگر اس وقت بل چل میں کسی کو کہیں کا ہوش نہ رہے گا اور وحوش بھی مارے گھبراہٹ کے سب گڈمڈ ہو جائیں گے اور دریاؤں میں اول طغیانی پیا ہوگی اور زمین میں شقوق واقع ہو جائیں گے جس سے سب شیریں اور شور دریا ایک ہو جاویں گے جس کا ذکر آئندہ سورت میں وَاِذَا الْبَحَارُ فَجُوتْ میں فرمایا ہے پھر شدت حرارت سے سب کا پانی تو مستحیل باتش ہو جاوے گا شاید اول ہوا ہو جاوے پھر ہوا آگ بن جاوے اس کے بعد عالم فنا ہو جاوے گا۔

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۷

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے

کافر الگ مسلمان الگ پھر ان میں ایک ایک طریقہ کے الگ الگ ہو جاویں گے اور یہ واقعات نفع ثانی کے بعد ہوں گے یہ بھی چھ واقعات ہیں

وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُيِّلَتْ ۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ

اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ

قُتِلَتْ ۹

پر قتل کی گئی تھی

مقصود اس پوچھنے سے زندہ درگور کرنے والے ظالموں کا اظہار جرم ہے

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۱۰ وَإِذَا السَّمَاءُ

اور جب نامہ اعمال کھولے جاویں گے (تاکہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں) اور جب آسمان کھل جاوے گا (اور اس کے کھلنے سے آسمان کی اوپر کی چیزیں

كُشِطَتْ ۱۱ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۱۲

نظر آنے لگیں گے) اور جب دوزخ (اور زیادہ) دہکائی جاوے گی اور جب جنت نزدیک کر دی جائیگی تو (اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُرْفِيتْ ۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ

لے کر آیا ہے (اور جب ایسا واقعہ ہائیکہ ہونے والا ہے) تو میں قسم کھاتا ہوں

مَّا أَحْضَرْتُ ۱۴ فَلَا أَقْسِمُ بِالْخُنْثَى ۱۵

ان ستاروں کی جو (سیدھے چلتے چلتے) پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی

الْجَوَارِ الْكُنْثَى ۱۶

(کو) چلتے رہتے ہیں (اور اپنے مطالع میں) جا پہنچتے ہیں

ایسا امر پانچ سیاروں کو پیش آتا ہے کہ کبھی سیدھے چلتے ہیں کبھی پیچھے کو چلتے ہیں اور ان کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں (۱) زحل (۲) مشتری (۳) عطارد (۴) مریخ (۵) زہرہ

وَاللَّيْلِ إِذَا عَسَسَ ۱۷ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۱۸

اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے

اور یہ قسمیں مقصود مقام کے نہایت مناسب ہیں چنانچہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے وحی لانے والے فرشتہ کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے کے اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے سبب سے ظلمت کفر رفع ہو جانے اور نور ہدایت ظاہر ہونے کے۔ خلاصہ یہ کہ میں قیامت کی حقیقت بتلاتا ہوں اور ماننے والوں کو اس پر آمادہ کرتا ہوں اور یہ دونوں باتیں قرآن کی تصدیق اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہیں کہ اس میں قیامت کا اثبات اور نجات کا طریقہ مذکور ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۱۹ ذِي قُوَّةٍ

(آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرئیل علیہ السلام) کا لایا ہوا جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک

عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۲۰ مُطَاعٍ ثَمَّ

ذی رتبہ ہے (اور) وہاں (یعنی آسمانوں میں) اس کا کہنا مانا جاتا ہے

یعنی فرشتے اس کا کہنا مانتے ہیں جیسا کہ حدیث معراج سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کہنے سے فرشتوں نے بھی آسمان کے دروازے کھول دئے

أَمِينٍ ۲۱ وَمَا صَاحِبُكُمْ

امانتدار ہیں (کوئی کوئی صحیح پہنچا دیتے ہیں) اور یہ تمہارے ساتھ رہنے والے (محمد صلیم)

إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

اور تم بدون قداے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے
یعنی بعض کے لئے نصیحت مند نہ ہونے سے اس کے نصیحت نامہ
ہونے میں شبہ نہ کیا جائے کیونکہ قرآن فی نفسہ تو نصیحت ہے لیکن اس کی
تاثیر مشیت پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے اور بعض
کے لئے کسی حکمت سے متعلق نہیں ہوتی۔

سورة الانفطار مكية و ايها تسعة عشر كذا في البيضاوي
ربط اس سورت میں بھی پہلی اور پچھلی سورتوں کی طرح قیامت اور جزا
و سزا کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر دھمکی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. اذا السماء انفطرت تا يومئذ لله

(۸۲) سُورَةُ الْإِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲)

سورة انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ

جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ پڑیں گے اور

اُتْتَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝

جب سب دریا (شور اور شیریں) بہہ پڑیں گے

اور بہہ کر ایک ہو جاویں گے جیسا اوپر کی سورت میں مسجوت کی تفسیر میں
بیان ہوا ہے یہ تینوں واقعات تو فتنہ اولیٰ کے ہیں آگے فتنہ ثانیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی (یعنی ان میں کے مردے نکل کھڑے ہوں

وَأَخَّرَتْ ۝ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ

گے اسوقت) ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اے انسان تجھ کو کس

الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّلَكَ

چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو

فَعَدَلَكَ ۝

(انسان) بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو (مناسب) اعتدال پر بنایا

جن کا حال تم کو بخوبی معلوم ہے

بِمَجْنُونٍ ۝

مجنون نہیں ہیں

جیسا کہ منکرین نبوت کہتے تھے

وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْهَبِيِّ ۝

انہوں نے اس فرشتے کو (اصلی صورت میں آسمان کے) صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے

صاف کنارہ سے مراد بلند کنارہ ہے کہ صاف نظر آتا ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝

اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کی) باتوں پر بکل کرنے والے بھی نہیں

جیسا کہ انہوں کی عادت تھی کہ رقم لے کر کوئی بات بتلاتے تھے اس سے
نفی کہانت اور نفی اجر کی بھی ہو گئی

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝

اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے

اس سے نفی کہانت کی اور تاکید ہو گئی حاصل یہ کہ نہ آپ مجنون ہیں نہ
کاہن نہ صاحب غرض اور وحی لانے والے کو پہچانتے بھی ہیں اور وحی
لانے والا ایسا ایسا ہے پس لامحالہ یہ اللہ کا کلام اور آپ اللہ کے رسول ہیں
اور یہ قسمیں مطلوب مقام کے نہایت مناسب ہیں چنانچہ ستاروں کا سیدھا
چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے فرشتہ کے آنے اور واپس جانے اور
عالم ملکوت میں جا چھپنے اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے
سبب ظلمت کفر کے رفع ہو جانے اور نور ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے۔

فَإِنْ تَذَهَبُونَ ۝

(جب یہ بات ثابت ہے) تو تم لوگ (اس بارے میں) کدھر کو چلے جا رہے ہو

کہ نبوت کے منکر ہو رہے ہو۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ

بس یہ تو (بالعموم دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے

مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ

(اور بالخصوص) ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے

کس قسم کے کاموں کی ان کو اطلاع ہوتی ہے اور کس قسم کے کاموں کی نہیں ہوتی سو یہ بات میری نظر سے نہیں گزری اور یہ سب تقریر اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت پر ہے ورنہ استثناء کی ضرورت نہیں ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ

نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (یعنی کافر) لوگ بیشک

لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصَلُّونَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝

دوزخ میں ہوں گے روز جزا (وسزا) کو اس میں داخل ہوں گے اور (پھر

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

داخل ہو کر) اس سے باہر نہ ہوں گے (بلکہ اس میں خلود ہوگا) اور آپ کو کیا

مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا

کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے (اور ہم) پھر (مکرر کہتے ہیں کہ) آپ کو

يَوْمَ الدِّينِ ۝

کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے

بار بار سوال کرنے سے مقصود اس دن کی ہیبت اور ہول کو ظاہر کرنا ہے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝

وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا

وَالْأَمْرُ يَوْمَ لِلَّهِ ۝

اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی

سورة التطهيف مختلف فيها وايها مست و ثلثون كذا في

البضاوى والاقرب كون بعضها مكية و بعضها مدنية

رابط: اس میں بھی اگلی پچھلی سورتوں کی طرح اعمال کی جزا و سزا کا

بیان ہے اور چونکہ یہ مقام عدل کے بیان کا ہے اس مناسبت سے بعض ان

اعمال پر جو کہ حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں اور عدل کے خلاف ہیں جیسے

ناپ تول میں کمی کرنا اس پر خصوصیت کے ساتھ وعید مذکور ہے۔

اور ان واقعات کا مقتضایہ تھا کہ انسان خواب غفلت سے بیدار ہوتا اس لئے آگے خواب غفلت پر تفریع ہے۔
یعنی اعضاء میں تناسب رکھا

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝

(اور) جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا

یعنی پیدا کرنا اور انسان بنانا اور اعضاء میں اعتدال رکھنا تو سب انسانوں میں مشترک ہے اس کے بعد پھر ہر ایک کی صورت الگ الگ طور پر بنائی اور ہاغرک سے پہلے انجام کا ذکر ہے اور اس کے بعد ابتداء کا ذکر ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ غفلت سے روکنے والی دو حالتیں موجود ہیں پھر بھی غفلت سے باز نہیں آتا اور کریم کی صفت اس لئے بڑھائی کہ اس کا کریم ہونا اس کو مقتضی ہے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ کی جائے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّينِ ۝ وَإِنَّ

(اور ان امور کا مقتضایہ ہے کہ تم کو) ہرگز (مغرور) نہیں (ہونا چاہئے مگر تم

باز نہیں آتے) بلکہ تم (اس وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے ہو کہ

عَلَيْكُمْ لَحَفِظِينَ ۝

تم) جزا و سزا (ہی) کو جھٹلاتے ہو

حالانکہ جزا و سزا کا یاد کرنا غفلت سے مائع تھا مگر تمہارا یہ جھٹلانا خالی نہ جاویگا۔

كَرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

اور تم پر (تمہارے سب اعمال) یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے

مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں

اور لکھتے ہیں پس قیامت میں یہ سب اعمال پیش ہوں گے جس میں تمہارا جھٹلانا بھی داخل ہے اور سب پر مناسب سزا ملے گی اور اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں کو بھی جانتے ہیں کیونکہ بظاہر ماتفعلون اس کو بھی عام ہے مگر ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض نیک کام جو دل سے ہوتے ہیں کراما کاتبین سے بھی مخفی رہتے ہیں حق تعالیٰ ہی کو اس کا علم ہے چنانچہ حصین کے حواشی میں مرقاة کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ ذکر خفی جس کو اعمال لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سنتے ستر درجہ فضیلت میں زیادہ ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ فرشتوں کو دل کے افعال کی مطلقاً خبر نہیں ہوتی کیونکہ احادیث میں تصریح ہے کہ نیک کام کے ارادہ پر ثواب لکھا جاتا ہے اب یہ تفصیل باقی رہی کہ

كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سَجِّينٍ ط

ہرگز (ایسا) نہیں ہوگا بدکار (یعنی کافر) لوگوں کا نامہ عمل سجن میں رہے گا

بلکہ جزا و سزا ضرور ہوگی اور جن اعمال پر جزا و سزا ہوگی وہ بھی سب منضبط اور محفوظ ہیں آگے اس مجموعہ کا بیان ہے۔ وہ ایک مقام ہے ساتویں زمین میں جہاں کفار کی روئیں رہتی ہیں اور کفار کے نامہ اعمال کا اس مقام پر رہنا بھی مجاہد و عبد اللہ بن عمرؓ سے درمنثور میں نقل کیا ہے۔

وَمَا اَدْرَاكَ مَا سَجِّينٌ ط ۸ کِتَابٌ مَّرْقُومٌ ط ۹

اور آگے تہویل کے لئے سوال ہے کہ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجن میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے

نشان سے مراد مہر ہے جیسا کہ درمنثور میں کعب احبار سے مروی ہے پس مقصود یہ ہوگا کہ اس میں تغیر و تبدل کا کچھ احتمال نہیں حاصل یہ کہ سب اعمال محفوظ و منضبط ہیں جس سے جزا و سزا کا انصاف کے ساتھ ہونا ثابت ہوا آگے ان اعمال کی جزا کا بیان ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۱۰ الَّذِيْنَ

اس روز (یعنی قیامت کے روز) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو روز

يُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ط ۱۱ وَمَا

جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس (روز جزا) کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد

يُكَذِّبُ بِهٖ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ط ۱۲

(عبودیت) سے گزرنے والا ہو (اور) مجرم ہو (اور) جب

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ الْاِیْتَانَا قَالَ اَسَاطِیْرُ

اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ بے سند باتیں

الْاَوَّلٰیْنَ ط ۱۳

ہیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں

مقصود یہ بتلانا ہے کہ جو شخص قیامت کا منکر ہے وہ بندگی سے گزرنے والا اور مجرم اور قرآن کو جھٹلانے والا ہے آگے قیامت کی تکذیب پر دھمکی ہے۔

كَلَّا بَلْ سَكَنَ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا

ہرگز ایسا نہیں بلکہ (اصلی وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وِیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ تَا مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ

(۸۳) سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَكِّيَّةٌ (۸۶)

سورہ مطففین مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۱ الَّذِیْنَ اِذَا كَتَالُوْا عَلٰی

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ

النَّاسِ یُسْتَوْفَوْنَ ۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ

جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لیں

وَزَنُوْهُمْ یُخْسَرُوْنَ ط ۳

اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں

لوگوں سے اپنا حق پورا لینا اگرچہ برا نہیں مگر یہاں اس کے بیان کرنے سے خود اس کی مذمت کرنا مقصود نہیں بلکہ کم دینے کی مذمت تاکید کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ کم دینا اگرچہ فی نفسہ برا ہے لیکن اس کے ساتھ اگر دوسروں کو ذرا بھی رعایت نہ کی جائے تو یہ بہت زیادہ مذموم ہے بخلاف اس شخص کے جو دوسروں کے ساتھ رعایت بھی کرتا ہے کہ اس میں اگر ایک عیب ہے تو ایک ہنر بھی ہے اس لئے پہلے شخص کا عیب بہت سخت ہے آگے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو دھمکی دیتے ہیں

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۴ لِیَوْمٍ

(آگے مطففین کو تہدید ہے کہ) کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ

عَظِیْمٍ ط ۵ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے جس دن تمام رب

الْعٰلَمِیْنَ ط ۶

العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے

یعنی اس روز سے ڈرنا چاہئے اور کم دینے سے توبہ کرنا چاہئے اس باعث جزا کو من کر جو مومن تھے وہ ڈر گئے اور جو کافر تھے وہ انکار کرنے لگے اس لئے آگے انکار پر رد فرما کر فریقین کی جزا کی تفصیل بیان فرماتے ہیں پس ارشاد ہے کہ جیسا کفار لوگ جزا و سزا کے منکر ہیں (آگے ترجمہ)

دکھلایا جاتا ہے اور آگے ان کی جزاء آخرت کا بیان ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى

(آگے ان کی جزائے آخرت کا بیان ہے کہ) نیک لوگ بڑی

الْآرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي

آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے بہشت کے عجائبات)

وَجُوهُهُمْ نُضْرَةٌ نُّعِيمٍ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ

دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش کی بشارت

مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتْمُهُ مِسْكَ ط

پہچانے گا (اور) ان کے پینے کے لئے شراب خالص سرسبز جس پر مشک کی

وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ ط

مہر ہوگی ملے گی اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے

کہ حرص کے لائق یہ ہے خواہ صرف شراب مراد لی جائے خواہ کل نعماء

جنت یعنی لائق تحصیل یہ نعمتیں ہیں نہ کہ نعماء دنیا اور ان کی تحصیل کا طریقہ

نیک اعمال ہیں پس اس میں کوشش کرنا چاہئے۔

وَمَزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾

اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) کی ہوگی

قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب کی آمیزش

کے لئے تسنیم کا پانی ہوگا آگے تسنیم کی شرح ہے

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾ ط

یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے

یعنی مقربین کو تو خالص پینے کے لئے اس کا پانی ملے گا اور اصحاب

الیمین کو اس کا پانی دوسری شراب میں ملا کر ملے گا (کذا فی الدر) اور یہ مہر

لگنا اکرام و تعظیم کی علامت ہے ورنہ وہاں حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں

اور مشک کی مہر کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح قاعدہ ہے کہ لاکھ وغیرہ لگا کر

اس پر مہر کیا کرتے ہیں وہاں شراب کے برتن کے منہ پر مشک لگا کر اس پر

مہر کر دی جاوے گی یہاں تک فریقین کی جزاء آخرت کا الگ الگ بیان تھا

آگے دونوں کا مجموعی حال دنیا و آخرت کا مذکور ہے۔

يَكْسِبُونَ ﴿٢٩﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

اعمال (بد) کا رنگ بیٹھ گیا ہے ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز (ایک تو) اپنے

لَمَحْجُوبُونَ ﴿٣٠﴾ ط ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا

رب (کا دیدار دیکھنے) سے روک دئے جاویں گے پھر (صرف اسی پر اکتفا نہ ہو)

الْجَحِيمِ ﴿٣١﴾ ط ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ

گا (یہ دوزخ میں داخل ہو گئے پھر) ان سے (کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم

بِهِ تَكْذِبُونَ ﴿٣٢﴾ ط كَلَّا

جھٹلایا کرتے تھے (یہ جو مومنین کے اجر و ثواب کے منکر ہیں) ہرگز ایسا نہیں

جیسا کہ یہ لوگ قیامت کو غلط سمجھ رہے ہیں بلکہ وہ ضرور واقع ہوگی اور

کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ لوگ جو قیامت کے منکر ہیں تو شاید ان کے پاس کوئی

دلیل ہوگی جس سے یہ استدلال کرتے ہوں گے ہرگز نہیں۔

جس سے حق بات قبول کرنے کی استعداد خراب ہوگئی پس محض عناد کی

وجہ سے انکار کرنے لگے آگے پھر اس انکار پر دھمکی ہے۔

بلکہ ان کا اجر و ثواب ضرور ہونے والا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ

(آگے ترجمہ دیکھو)۔

إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿٣٣﴾ ط

نیک لوگوں کا نامہ عمل علیین میں رہے گا

یہ ایک مقام ساتویں آسمان میں ارواح مومنین کا مستقر ہے کذا فی

تفسیر ابن کثیر عن کعب۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿٣٤﴾ ط كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٣٥﴾ ط

اور (آگے) تسنیم کے لئے سوال ہے کہ (آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا

يَشْهَدُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٣٦﴾ ط

نامہ عمل کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے (شوق سے) دیکھتے ہیں

اور یہ مومن کے لئے بڑی عزت کی بات ہے روح المعانی میں حضرت

کعب سے روایت ہے کہ جب ملائکہ مومن کی روح کو قبض کر کے لے

جاتے ہیں تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں

یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچ کر اس روح کو رکھ دیتے ہیں پھر فرشتے

عرض کرتے ہیں کہ ہم اس کا نامہ اعمال دیکھنا چاہتے ہیں جو ان کو کھول کر

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ

(آگے مجموعہ فریقین کا مجموعہ حال دنیا و آخرت مذکور ہے یعنی) جو لوگ مجرم تھے (یعنی کافر) وہ ایمان والوں سے (دنیا میں تحقیراً) ہٹا کرتے تھے اور یہ

أَمْنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ

(ایمان والے) جب ان (کافروں) کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو

يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾

آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے

مطلب یہ کہ ان کے ساتھ استہزاء و تحقیر سے پیش آتے تھے۔

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا

اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو (وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے)

فَكَهَيْنَ ﴿٣١﴾

دل لگیاں کرتے

مطلب یہ کہ غیبت و حضور ہر حالت میں ان کی تحقیر و استہزاء کا مشغلہ رہتا البتہ حضور میں اشارے چلا کرتے اور غیبت میں صراحتہ تذکرہ کرتے۔

وَإِذَا سَأَلُواهُمْ قَالُوا إِنَّا هُمْ لَا

اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں (کیونکہ

لضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿٣٣﴾

کفار اسلام کو غلطی سمجھتے تھے) حالانکہ یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے

یعنی ان کو اپنا فکرنا چاہئے تھا ان کے پیچھے کیوں پڑ گئے پس ان سے دو غلطیاں ہوئیں اول اہل حق کے ساتھ استہزاء پھر اپنی اصلاح سے بے فکری۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ

سو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر

يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ لَا يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾

ہنستے ہوں گے۔ مسہریوں پر (بیٹھے ان کا حال)

هَلْ ثَوَابَ الْكُفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾

دیکھ رہے ہوں گی واقعی کافروں کو ان کے کئے کا ثواب بدلہ ملے گا

سورة الانشقاق مکیہ وایہا خمس و عشرون

رابطہ: اس میں بھی سورت سابقہ کی طرح جزا و سزا کی تفصیل ہے

اذا السماء انشقت تا غیر ممنون

(۸۲) سُورَةُ الْإِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (۸۳)

سورة انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾

جب (نخہ ثانیہ کے وقت) آسمان پھٹ جاوے گا

تاکہ اس میں سے ایک بادل کا اور فرشتوں کا نزول ہو جس کا ذکر انیسویں پارہ آیت یوم تشقق السماء بالغمام میں آیا ہے۔

وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا

تاکہ اس میں سے غلام اور ملائکہ کا نزول ہو (اور اپنے رب کا حکم سن لے گا

یہاں حکم سے نگوینی حکم مراد ہے یعنی اس کو جو پھٹنے کا حکم ہوگا تو وہ اس کو مان لے گا سننے سے مراد حکم ماننا ہے

وَحَقَّتْ لَهَا

اور وہ (آسمان) اسی لائق ہے

کہ جس امر کی مشیت اس کے متعلق ہو اس کا وقوع ضرور ہو جائے

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ﴿٢﴾

اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی

جس طرح چمڑا یا ربر بڑھینچا جاتا ہے پس اس وقت کی مقدار سے اس

وقت مقدار زیادہ ہو جاوے گی تاکہ سب اولین و آخرین اس میں سما جاویں

جیسا درمنثور میں بسند جید حاکم کی روایت سے مرفوعاً وارد ہے۔

وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴿٣﴾ وَأَذِنَتْ

اور وہ زمین اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مردوں کو باہر) اگل دے گی اور خالی

جیسا کہ مصیبت کے وقت موت کو پکارنے کی عام عادت ہے۔

وَيُصَلِّي سَعِيرًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ

اور جہنم میں داخل ہو گا یہ شخص (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش

مَسْرُورًا ۝

خوش رہا کرتا تھا

یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔

إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۝ بَلَىٰ ۚ إِنَّ

(یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرتا تھا) اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اسے خدا کی طرف سے لوٹنا نہیں ہے (آگے رو ہے اس خیال کا کہ

رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝

لوٹنا) کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا

اور اسکے اعمال پر جزا دینے کا ارادہ کر چکا تھا پس جزا و سزا کا ہونا ضروری تھا۔

فَلَا أَقْسَمُ بِالْشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا

سو (اس بنا پر) میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی

وَسَقِّ ۝

جن کو رات سمیٹ (کر جمع کر) لیتی ہے

مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کیلئے اپنے ٹھکانے آ جاتے ہیں۔

وَالْقَهْرِ إِذَا تَسَقَّى ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن

اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد

طَبَقٍ ۝

دوسری حالت پر پہنچنا ہے

یہ تفصیل ہے اس مضمون کی جس کو اوپر اس عنوان سے بیان فرمایا تھا کہ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں لگا ہوا ہے پھر قیامت میں اس کی جزا سے جا ملے گا وہاں جزاء عمل سے ملنے کو اجمالاً بیان فرمایا تھا یہاں اس کی تفصیل ہے اور وہ حالتیں چند ہیں ایک تو موت ہے اس کے بعد برزخ کے احوال پھر قیامت کے احوال پھر ان میں بھی ہر حالت کے ساتھ متعدد حالتیں

لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ ۝

ہو جاوے گی اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے

پس اس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا جیسا آگے ارشاد ہے کہ (آگے ترجمہ)

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ

اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کر رہا ہے

کہ کوئی نیک کام میں لگا ہوا ہے کوئی برے کام میں۔

كَدْحًا قَبْلَقِيهِ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ

پھر (قیامت میں) اس (کام کی جزا) سے جا ملے گا تو (اس روز)

كِتَابُهُ يَبْصُرُهُ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ

جس شخص کا نامہ اعمال اس کے دانے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے

حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ

آسان حساب لیا جاوے گا اور وہ (اس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے

مَسْرُورًا ۝

پاس خوش خوش آئے گا

آسان حساب کے مراتب مختلف ہیں ایک یہ کہ اصلاً اس پر عذاب مرتب نہ ہو بعض کے لئے تو یہ ہو گا دوسرا یہ کہ اس پر عذاب ہمیشہ کا نہ ہو پہلی صورت میں غیر معذبین کے لئے ہوگی اور یہ دوسری عام مومنین کے لئے اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں۔

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابُهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝

اور جس شخص کا نامہ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا

مراد اس سے کفار ہیں اور پشت کی طرف سے ملنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کی مشکلیں کسی ہوئی ہوں گی تو بایاں ہاتھ بھی پشت کی طرف ہو گا دوسری صورت مجاہد کا قول ہے کہ اس کا ہاتھ پشت کی طرف نکال دیا جاوے گا کذا فی الدر المنثور۔

فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۝

سو وہ موت کو پکارے گا

کی دھمکی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والسماء تالوح محفوظ

(۸۵) سُورَةُ الْبُرُوجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷)

سورۃ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بائیس (۲۲) آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ

قسم ہے بروجوں والے آسمان کی (مراد بروجوں سے بڑے بڑے ستارے

الْمَوْعُودِ ۝

ہیں) اور (قسم ہے) وعدے کئے ہوئے دن کی

اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کوئی بادشاہ کافر تھا اس کے پاس ایک کاہن تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو کوئی ہوشیار لڑکا دیا جائے تو اس کو اپنا علم سکھا دوں چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا اس کے راستے میں ایک راہب رہتا تھا کہ دین حق اس وقت عیسوی تھا وہ لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا اور خفیہ مسلمان ہو گیا ایک بار لڑکے نے دیکھا کہ شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلقت پریشان ہے اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کے لگا اور وہ ہلاک ہو گیا لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سنا آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جائیں لڑکے نے کہا کہ بشرطیکہ تو مسلمان ہو جاوے چنانچہ اس نے قبول کیا لڑکے نے دعا کی وہ اچھا ہو گیا اور مسلمان ہو گیا بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو اس راہب کو اور لڑکے کو اور اس اندھے کو گرفتار کر کے بلایا راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ پر سے گرا دیا جائے جب یہ پہاڑ پر لے جایا گیا تو جو لوگ اس کو لے گئے وہ خود ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح و سالم چلا آیا پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم کیا اور اس سے بھی بچ گیا اور جو لوگ اس کو لے گئے تھے وہ سب ڈوب گئے پھر خود لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ بسم اللہ کہہ کر میرے تیر مارو تو مرجاؤں گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا پس اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورہ سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھر کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے پس اس سورت میں اس کے مغضوب ہونے

ہوں گی اور ان قسموں کو اس مقام سے یہ مناسبت ہے کہ رات کو مختلف حالتیں ہوتی ہیں کہ اول شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات آ جاتی ہے پھر لوگ سو رہتے ہیں یہ سب مشابہ ہے بعد موت کے احوال مختلفہ کے کیونکہ موت سے عالم آخرت شروع ہوتا ہے جیسے شفق سے رات شروع ہوتی ہے پھر برزخ (یعنی قبر میں رہنا مشابہ ہے لوگوں کے سو رہنے کے اور چاند کا کمی کے بعد پورا ہونا مشابہ ہے فناء عالم کے بعد قیامت میں دوبارہ حیات ہونے کے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

سو (باوجود ان مقتضیات خوف اور ایمان کے اجتماع کے)

ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے

اور خود تو ایمان کیا لاتے حق کی تلاش کیا کرتے ان کی عناد کی تو یہ حالت ہے کہ دوسروں کے کہنے کو بھی نہیں مانتے۔

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝

اور (ان کے عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب ان کے رو برو قرآن پڑھا جاتا ہے تو (اس وقت بھی خدا کی طرف) نہیں جھکتے بلکہ یہ کافر (اور الٹی) تکذیب

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ۝ وَاللَّهُ

کرتے ہیں اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ (اعمال بد کا ذخیرہ) جمع کر

أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

رہے ہیں سو (ان اعمال کفریہ کے سبب) آپ ان لوگوں کو ایک اور دردناک

أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

عذاب کی خبر دیدیتے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

ان کے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں

عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں ہے کیونکہ مومن اگر گنہگار بھی ہو اس کو بھی ایسا ہی اجر ملے گا جو کبھی منقطع نہ ہو یعنی جنت بلکہ سبب کے طور پر ہے کہ نیک کاموں کی بدولت یہ ثواب جلدی مل جاوے گا ورنہ تھوڑا سا عذاب بھگتنا پڑے گا ہاں خدا تعالیٰ معاف کر دیں تو اور بات ہے۔

سورة البروج مكية و ايها الثنتان و عشرون

رابطہ: اوپر کی سورتوں میں کفار و مومنین کی جزا و سزا کا بیان تھا اس سورت میں کفار کے مخالفانہ معاملات میں مسلمانوں کو تسلی اور اس کے بعد کفار کو عذاب

کو قسم سے بیان فرماتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)۔ مراد قیامت کا دن ہے۔

وَشَٰهِدٍ وَّ مَّشْهُودٍ ۝۳

اور حاضر ہونے والے کی اور (قسم ہے) اس (دن) کی جس میں (لوگوں کی) حاضری ہوتی ہے

حدیث ترمذی میں مرفوعاً ہے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے اور ایک دن کو شاہد اور دوسرے دن کو مشہود شاہد اس لئے فرمایا کہ جمعہ کے دن تو سب اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں تو گویا وہ دن خود آتا ہے اور عرفہ کے دن حجاج اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفہ میں اس روز کے قصد سے جمع ہوتے ہیں تو گویا وہ دن مقصود اور دوسرے لوگ حاضری کا قصد کرنے والے ہیں آگے جواب قسم ہے

قَتَلَ أَصْحَبُ الْأَخْذُودِ ۝۴ النَّارِ

کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے

ذَاتِ الْوُقُودِ ۝۵ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝۶

ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس (آگ) کے

وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ

آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ (ظلم و ستم) کر

شَهِودٌ ۝۷ ط

رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے

ان کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے مؤمنین کی تسلی ظاہر ہے کہ اسی طرح جو کافر مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں وہ بھی گرفتار لعنت ہوں گے۔

وَمَا نَقَبُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ

اور ان کافروں نے مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ

الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝۸ الَّذِي لَهُ مُلْكُ

وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور سزاوار حمد ہے۔ ایسا کہ اس کی

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی

یعنی ایمان لے آنے پر یہ معاملہ کیا اور ایمان لانا کوئی خطا نہیں پس

بے خطا ان پر ظلم کیا اس لئے وہ لوگ ملعون ہوئے۔

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۹

اور آگے ظالموں کے لئے عام وعید ہے اور مظلوموں کے لئے عام وعدہ ہے (اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے

مظلوم کی مظلومیت سے بھی پس اس کی مدد کرے گا اور ظالم کی ظالمت سے بھی پس اس کو سزا دے گا خواہ یہاں خواہ وہاں۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی

ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ

پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور

وَلَهُمْ عَذَابٌ الْحَرِيقِ ۝۱۰ ط

(جہنم میں بالخصوص) ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے

عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے سانپ بچھو طوق زنجیریں گرم پانی لہو پیپ پینا وغیرہ اور ان سب میں جلنے کا عذاب سخت ہے اس لئے اس کو خصوصیت سے بیان فرمایا یہ تو ظالم کے حق میں وعید تھی آگے مؤمنین کے لئے جس میں مظلوم بھی آگے وعدہ ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ

(آگے مؤمنین کے حق میں جن میں مظلومین بھی آگے ارشاد ہے کہ) بیشک

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۱۱ ط

جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے (بہشت

الْفُوزِ الْكَبِيرِ ۝۱۲ ط

کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ بڑی کامیابی ہے

اوپر دو مضمون تھے کفار کے لئے جہنم ہونا اور مؤمنین کے لئے جنت ہونا آگے ان کے مناسب اپنے بعض احوال و صفات ان دونوں مضمونوں کی تقریر کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ (آگے ترجمہ)

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝۱۳ ط

آپ کے رب کی وارو گیر بڑی سخت ہے (پس کفار پر سزائے شدید واقع ہونا

مستبعد نہیں اور نیز) وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (قیامت

جس میں کوئی تغیر و تبدل کا احتمال نہیں وہاں سے نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے پس ایسی حالت میں تکذیب قرآن کی بلا شک جہالت و موجب عقوبت ہے۔

سورة الطارق مكية وایها سبع عشرة

ربط اوپر مومنین کی تسلی کے ساتھ کفار کو وعید بھی تھی اس سورت میں وعید کو ثابت کرنے کے لئے بندوں کے اعمال کا محفوظ رہنا اور بعثت کا ممکن ہونا اور واقع ہونا اور قیامت کی دلیل یعنی قرآن کا حق ہونا مذکور ہے اور پچھلی سورت کے اخیر میں بھی حقانیت قرآن کا مضمون تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم. والسماء والطارق تارويدا

(۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

سورة طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَا أَدْرَاكَ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو

مَا الطَّارِقُ ۝۲ النّٰجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳

کچھ معلوم ہے کہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے وہ روشن ستارہ ہے

کوئی ستارہ ہوا گے جواب قسم ہے۔

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر (اعمال کا) کوئی یاد رکھنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو

مطلب یہ کہ ان اعمال پر محاسبہ ہونے والا ہے اور فرشتے ان کو لکھتے رہتے ہیں اور اس قسم کو مقصود سے یہ مناسبت ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ رہتے ہیں مگر ان کا ظہور خاص رات کے وقت ہوا کرتا ہے اسی طرح سب کام نامہ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ان کا ظہور خاص قیامت کا دن ہوگا۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ

(جب یہ بات ہے) تو انسان کو (قیامت کی فکر چاہئے اور) دیکھنا چاہئے کہ

مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ

وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو

يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝۷ وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝۸

میں بھی پیدا کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا ہے اور بڑی محبت کرنے والا

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝۹

(اور) عرش کا مالک (اور) عظمت والا ہے

پس ایمان والوں کے گناہ معاف کر دے گا اور ان کو اپنا محبوب بنا لے گا۔

فَقَالَ لَهَا يَارِئِدُ ۝۱۰

وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے

آگے مومنین کی تسلی اور کفار کی مزید سرزنش کے لئے بعض خاص مغضوبان کا حال بیان فرماتے ہیں۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝۱۱ فِرْعَوْنُ

کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون

وَتَمُودُ ۝۱۲

اور تمود کا

کہ کس طرح کفر کیا اور کیونکہ گرفتار عذاب ہوئے اس سے مومنین کو تسلی حاصل کرنا چاہئے اور کفار کو ڈرنا چاہئے مگر کفار عذاب سے بالکل نہیں ڈرتے۔

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝۱۳ وَاللّٰهُ

بلکہ یہ کافر (خود قرآن کی) تکذیب میں (گئے) ہیں اور (انجام کار اس کی

مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝۱۴

سزا بھگتیں گے کیونکہ) اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے

اس کے قبضہ قدرت اور عذاب سے بچ نہیں سکتے اور ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے اور ان قسموں کو اس مقام سے یہ مناسبت ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کا تمام مکان و زمان کا مالک ہونا ظاہر ہے اور ایسے مالک الملک کی مخالفت کرنے والا یقیناً لعنت کا مستحق ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝۱۵ فِي نُوحٍ

(قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو) بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن

مَحْفُوظٌ ۝۱۶

ہے جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے

الصُّلْبُ وَالتَّرَائِبُ ⑤

پشت اور سینہ (یعنی تمام بدن) کے درمیان سے نکلتا ہے

مراد اس سے پانی سے منی ہے خواہ صرف مرد کی یا مرد و عورت دونوں کی اور عورت کی منی میں گوا چھلنے کی صفت مرد کی برابر نہیں ہوتی لیکن کچھ اندفاق ضرور ہوتا ہے اور سینہ و پشت چونکہ بدن کی دو طرفیں ہیں اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کو بیان کر کے تمام بدن مراد لیا گیا ہو اور یہ اس لئے کہا گیا کہ منی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر جدا ہوتی ہے اور اس میں پشت اور سینہ کی تخصیص اس لئے ہو سکتی ہے کہ مادہ منویہ کے پیدا ہونے میں اعضاء رکیسہ کو خاص دخل ہے حاصل یہ کہ نقطہ سے انسان بنا دینا زیادہ عجیب ہے بہ نسبت دوبارہ پیدا کرنے کے۔

إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ

تو اس سے ثابت ہوا کہ (وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے

تُبْلَى السَّرَائِرُ ⑨

(اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا) جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی

یعنی سب مخفی باتیں از قبیل عقائد باطلہ و نیات فاسدہ ظاہر ہو جائیں گی اور دنیا میں جس طرح موقعہ پر جرم سے مکر جاتے ہیں اور اس کو چھپا لیتے ہیں یہ بات وہاں ممکن نہ ہوگی۔

فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَاءِ

پھر اس انسان کو نہ تو خود (مدافعت کی) قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا

ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْأَرْضِ ذَاتِ

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو (بیج نکلتے وقت) پھٹ جاتی ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (حق و باطل میں ایک

الصَّدْعِ ⑫ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ⑬

فیصلہ کر دینے والا کلام ہے کوئی لغو چیز نہیں ہے

اور جس طرح وہ اپنی دلالت سے واقعی اور غیر واقعی باتوں میں فیصلہ کرنے والا ہے اسی طرح اپنی صفت اعجاز سے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ منجانب اللہ ہے جب قرآن کی حقانیت ثابت ہوگئی اور اس میں قیامت کے واقع ہونے کا ذکر ہے تو اس سے اس کی واقعیت بھی ثابت ہوگئی

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ

(ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ) یہ لوگ (نفی حق کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی (ان کی ناکامی اور عقوبت کے لئے) طرح

كِيدًا ⑮

طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں

اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آوے گی اور جب میرا تدبیر کرنا سن لیا (آگے ترجمہ)

وَأَكِيدُ كِيدًا ⑯ فَهَلِ الْكَافِرِينَ

تو آپ ان کافروں (کی مخالفت) کو یونہی رہنے دیجئے (اور زیادہ نہیں بلکہ)

أَمْ لَهُمْ رُؤُودٌ ⑰

تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے

پھر میں ان پر عقوبت نازل کروں گا خواہ قبل الموت یا بعد الموت

سورة الاعلیٰ مکیہ و ایہا تسع عشرة

رابطہ: سورہ گذشتہ میں جزاء و آخرت کا ذکر تھا اس سورت میں بھی اصل مقصود فلاح آخرت کا مقصود ہونا اور اس کا طریقہ بتلانا ہے جو کہ تسبیح اور نماز اور تزکیہ اور ذات و صفات الہی کی معرفت ہے اور اس مقصود کو ثابت کرنے کے لئے دنیا کا فانی اور مضلل ہونا اور طریق فلاح بتلانے کے لئے حضور کو قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کی نصیحت کا حکم ہونا مذکور ہے اور قریب قریب اسی غرض سے پہلی سورت میں بھی قرآن کی حقانیت بیان کی گئی تھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سبح اسم ربک الاعلیٰ تا صحف ابراہیم و موسیٰ

(۸۷) سُورَةُ الْأَعْلَى بِمَكِّيَّةٍ (۸)

سورة اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ① الَّذِي خَلَقَ

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں) اپنے پروردگار

فَسُوِّ ②

عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے (ہر شے کو) بنایا پھر اس کو ٹھیک بنایا

الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۖ ثُمَّ لَا يَمُوتُ

سے گریز کرتا ہے جو (آخر کار) بڑی آگ میں (یعنی آتش دوزخ میں)

فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۖ

داخل ہوگا پھر نہ اس میں مر ہی جاوے گا اور نہ (آرام کی زندگی) جنے گا

حاصل یہ کہ نصیحت فی نفسہ نافع چیز ہے اور وجوب کے لئے یہی کافی ہے گو بعض جگہ کسی شرط کے نہ پائے جانے سے اس کا اثر ظاہر نہ ہو پس اول سورت سے یہاں تک کا خلاصہ یہ ہوا کہ آپ اپنی بھی تکمیل کیجئے اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کیجئے آگے نصیحت ماننے والوں کی حالت قدرے تفصیل سے مذکور ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ

بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر خباثت عقائد و اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر اے مکروہم آخرت کا سامان نہیں کرتے) بلکہ تم

فَصَلِّ ۖ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ

دنوی زندگی و متمدنہ رکتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۖ إِنَّ هَذَا لَفِي

(اور یہ ضمنون صرف قرآن کا ہی دعویٰ نہیں بلکہ) یہ ضمنون اگلے صحیفوں میں بھی ہے

الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۖ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۖ

یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں (پس زیادہ تر مؤکد ہوا)

روح المعانی میں حدیث مرفوعہ مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام پر بھی تورات سے پہلے دس نازل ہوئے۔

سورة الغاشية مكية و ايها ست و عشرون

رابط: اوپر کی سورۃ میں آخرت کی تیاری کرنے والے اور نہ کرنے والے کی جزا و سزا کا مقصود اذکر ہے اور قیامت کے ثابت کرنے کے لئے قدرت کا بیان ہے اور کفار اس کا انکار کرتے تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کورنج ہوتا تھا اس پر آپ کو تسلی دی گئی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم هل اتک تا ایاہم

یعنی ہر شے کو مناسب طور پر بنایا

وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۖ

اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی

یعنی جانداروں کے لئے مناسب چیزیں تجویز کیں پھر جانداروں کو ان چیزوں کی طرف راہ بتلائی یعنی ان کی طبیعتوں میں ان چیزوں کا تقاضا پیدا کیا۔

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْهَرَمَىٰ ۖ

اور جس نے (زمین سے) چار انکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا

اول عام تصرفات مذکور ہیں پھر حیوانات کے متعلق پھر نباتات کے متعلق اور مطلب یہ ہے کہ طاعات سے آخرت کا تہیہ چاہئے جہاں جزا و سزا ہونے والی ہے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو اس کی تبلیغ کا امر کیا گیا ہے۔

فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ۖ سُنْقَرٌ لَّكَ فَلَا تَنْسَىٰ ۖ

(اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم (جتنا) قرآن (نازل کرتے جاویں) آپ کو پڑھا دیا کریں گے (یعنی یاد کر دیا کریں گے) پھر

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۖ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا

آپ (اس میں سے کوئی جز) نہیں بھولیں گے مگر جس قدر (بھلانا) اللہ کو

يَخْفَىٰ ۖ

منظور ہو کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے وہ ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے

پس اس سے کسی چیز کی مصلحت پوشیدہ نہیں جب محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے محفوظ رکھتے ہیں جب بھلا دینے میں مصلحت ہوتی ہے بھلا دیتے ہیں۔

وَنِيرُوكَ لِلْيُسْرَىٰ ۖ فَذَكَرْنَا نَفْعَ الذِّكْرِ ۖ

اور (اسی طرح) ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے (یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا) تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو

مگر ظاہر اور معلوم ہے کہ نصیحت فی نفسہ مفید ہی ہوتی ہے پس حاصل یہ ہوا کہ چونکہ نصیحت نفع کی چیز ہے اس لئے آپ نصیحت کیا کیجئے مگر باوجود فی نفسہ نافع ہونے کے یہ نہ سمجھئے کہ سب کو مفید ہوتی ہے اور سب ہی مان لیں گے۔

سَيَذَكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ ۖ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَىٰ ۖ

وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا سے) ڈرتا ہے اور جو شخص بد نصیب ہو وہ اس

(۸۸) سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۸)

سورہ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے (مراد اس واقعہ سے قیامت ہے)

کہ تمام عالم کو اس کا اثر محیط ہوگا اور استفہام سے مقصود شوق دلانا ہے آگے جواب کی صورت میں اس خبر کی تفصیل ہے۔

وَجْوهٌ يُّومِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝

بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) مصیبت جھیلنے اور (مصیبت جھیلنے سے)

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ

خستہ ہو گئے (اور) آتش سوزاں میں داخل ہوں گے (اور) کھولتے ہوئے چشمے سے

اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝

پانی پلائے جائیں گے (اور) ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو

لَا يُسْبِغُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝

نہ تو (کھانے والوں کو) فریہ کرے گا اور نہ (ان کی) بھوک کو دفع کرے گا

یعنی اس میں نہ غذائیت ہے نہ بھوک کا دفعیہ اور مصیبت جھیلنے سے مراد حشر میں پریشان پھرنا اور دوزخ میں سلاسل و اغلال کا لادنا دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھنا ہے اس کے اثر سے خشکی ظاہر ہے یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا آگے اہل جنت کا حال ہے۔ (آگے ترجمہ)

وَجْوهٌ يُّومِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعِيْهَا

بہت سے چہرے اس روز بارونق (اور) اپنے (نیک) کاموں

رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَا تَسْمَعُ

کی بدولت خوش ہوں گے (اور) بہشت بریں میں ہونگے

فِيْهَا لَا عِيَةٌ ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝

جس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے اس بہشت میں بہتے ہوئے چشمے ہونگے

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ لَا اَكْوَابُ ۝

اس (بہشت) میں اونچے اونچے اونچے تخت (بچھے) ہیں اور رکھے ہوئے آنکھورے

مَوْضُوعَةٌ ۝

(موجود) ہیں

یعنی یہ سامان ان کے سامنے ہی موجود ہوگا تاکہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے۔

وَنُبَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزُرَّابِيْ مُبْثُوثَةٌ ۝

اور برابر لگے ہوئے گدے (تکیے) ہیں اور سب طرف قالین (ہی قالین) پھیلے پڑے ہیں

کہ جہاں چاہیں آرام کر لیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بھی نہ پڑے یہ تفصیل ہوگئی جزا کی اور ان مضامین کو سن کر بعض لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس میں یہ سب واقعات ہوں گے (آگے ترجمہ)

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاٰبِلِ كَيْفَ

تو (ان کی غلطی ہے کیونکہ) کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح

خَلِقَتْ ۝ وَقِفَةٌ ۝

(عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے

کہ ہیئت اور خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں

وَالِى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَقِفَةٌ ۝ وَالِى الْجِبَالِ

اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں)

كَيْفَ نَصَبَتْ ۝ وَقِفَةٌ ۝ وَالِى الْاَرْضِ كَيْفَ

دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس

سُطْحَتْ ۝ وَقِفَةٌ ۝

طرح بچھائی گئی ہے

یعنی ان چیزوں کو دیکھ کر قدرت الہیہ پر استدلال نہیں کرتے تاکہ اس کا باعث پر قادر ہونا سمجھ لیتے اور تخصیص ان چار چیزوں کی اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے رہتے تھے اس وقت ان کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ اس لئے ان علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا اور جب

یہ لوگ باوجود قیام دلائل کے غور نہیں کرتے (آگے ترجمہ دیکھو)

فَذَكِّرْهُمْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۚ لَسْتَ

تو آپ (بھی ان کی فکر میں نہ پڑے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ

عَلَيْهِمْ بِصَّيْطِرٍ ۚ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى

آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں (اور) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں

وَكُفَّرَ ۚ فَيَعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ

(جو زیادہ فکر میں پڑیں) مگر ہاں جو روگردانی اور کفر کرے گا تو خدا اس کو

الْأَكْبَرُ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۚ ثُمَّ إِنَّ

(آخرت میں) بڑی سزا دے گا (کیونکہ) ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا

عَلَيْنَا حِسَابُهُمْ ۚ

پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے (آپ زیادہ غم میں نہ پڑے)

سورة الفجر مكية وايتها تسع وعشرون

رابطہ سورۃ سابقہ میں جزا و سزا کا بیان تھا اس سورۃ میں بڑا مقصود مومنین کے ان اعمال کو بیان کرنا ہے جو ثواب کے باعث ہیں اور شروع میں بعض ہلاک شدہ امتوں کا ذکر ہے جن کے اعمال موجب سزا تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. والفجر وليال عشرتا جنتی

(۸۹) سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ بِهَا (۱۰)

سورۃ فجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝

قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی

یعنی دس تاریخوں کی کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝

اور جفت کی اور طاق کی

جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ ہے کذافی

الحديث اور ایک حدیث میں ہے کہ اس سے نماز مراد ہے کہ کسی طاق رکعتیں ہیں کسی کی جفت اور پہلی حدیث کو روایت بھی صحیح کہا ہے کذافی الروح۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِرُّهُ ۚ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ

اور (قسم ہے) رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی گزرنے لگے) کیوں اس

لَيْلَىٰ حِجْرٍ ۚ

(قسم مذکور) میں عقلمند کی واسطے کافی قسم بھی ہے

یہ استفہام تاکید کے لئے ہے یعنی ان قسموں میں سے ہر قسم تاکید کلام کے لئے کافی ہے اور گوسب قسمیں ایسی ہی ہیں مگر اہتمام کے لئے ان کا کافی ہونا صراحتہ بھی بیان فرما دیا اور جواب قسم مقدر ہے کہ منکروں کو ضرور سزا ہوگی جس پر اگلا کلام قرینہ ہے جس میں پہلے زمانہ کے کافروں کی سزا کا ذکر ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۚ إِرْمَ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد (یعنی قوم ارم) سے

ذَاتِ الْعِمَادِ ۚ الَّتِي لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا

کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستونوں جیسے (دراز) تھے (اور) جن کے

فِي الْبِلَادِ ۚ

برابر زور و قوت میں (دنیا بھر کے) شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا

اس قوم کے دو لقب ہیں عاد اور ارم کیونکہ عاد بیٹا ہے عاص کا اور وہ ارم کا اور وہ سام بن نوح علیہ السلام کا پس کبھی ان کو عاد کہتے ہیں باپ کے نام پر اور کبھی ارم دادا کے نام پر اور اس ارم کا ایک بیٹا عابر ہے اور عابر کا بیٹا ثمود جس کے نام سے ایک قوم مشہور ہے پس عاد اور ثمود دونوں ارم میں جا ملتے ہیں عاد بواسطہ عاص کے اور ثمود بواسطہ عابر کے اور یہاں لفظ ارم اس لئے بڑھا دیا کہ اس قوم عاد میں دو طبقے ہیں متقدمین جن کو عاد اولی کہتے ہیں اور متاخرین جن کو عاد ثانی کہتے ہیں اور ذات ارم بڑھا دینے سے اشارہ ہو گیا کہ عاد اولی مراد ہے کذافی الروح۔

وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۚ

اور (آپ کو معلوم ہے کہ) قوم ثمود کے ساتھ (کیا معاملہ کیا گیا) جو وادی قرئی

میں (پہاڑ کے) پتھروں کو تراشا کرتے تھے (اور مکانات بنایا کرتے تھے

وادی القرئی ان کے شہروں کا نام ہے جیسا کہ ایک نام حجر ہے اور یہ

اِبْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۝

اس کو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے
یعنی میں اس کا مقبول ہوں کہ مجھ کو ایسی ایسی نعمتیں دیں۔

جس سے مقصود اس کے صبر و رضا کا دیکھنا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس
کو آزمانے سے تعبیر فرمایا۔

فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِىْ ۝

تو وہ (شکایت) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی

یعنی مجھ کو باوجود استحقاق اکرام کے اپنی نظر سے آج کل گرا رکھا ہے
کہ دنیوی نعمتیں کم ہو گئیں مطلب یہ کہ کافر دنیا ہی کو مقصود بالذات سمجھتا
ہے کہ اس کی فراخی کو دلیل مقبولیت اور اپنے کو اس کا مستحق اور تنگی کو دلیل
عدم مقبولیت اور اپنے کو اس کا غیر مستحق سمجھتا ہے آگے اس پر سرزنش ہے۔

كَلَّا بَلْ لَا تَكْرُمُوْنَ اِلَيْتِيْمَ ۝

ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم (میں اور اعمال بھی موجب عذاب ہیں چنانچہ تم) لوگ
یتیموں کی (کچھ) قدر (و خاطر) نہیں کرتے ہو

یعنی نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ اس کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت
و عدم مقبولیت ہے اور نہ کوئی کسی اکرام کا مستحق ہے اور نہ کوئی صبر و شکر کے
وجوب سے مستحق ہے آگے بطور التفات کے فرماتے ہیں کہ تم لوگوں میں
صرف یہی اعمال موجب عذاب نہیں ہیں (آگے ترجمہ)۔

مطلب یہ کہ یتیم کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو کہ اس کا مال کھا جاتے ہو۔

وَلَا تَحْضُوْنَ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِيْنَ ۝

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور (تم) میراث کا

وَتَاكُلُوْنَ التَّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝

مال (سارا) سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق کھا جاتے ہو)

میراث بہ تفصیل موجود گوکہ میں شروع نہ بھی مگر نفس میراث شرع ابراہیمی
و اسماعیلی سے متوارث چلی آتی تھی چنانچہ جاہلیت میں بچوں اور لڑکیوں کو
میراث کا مستحق نہ جاننا اس کی دلیل ہے کہ میراث کا حکم پہلے سے بھی تھا۔

وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

اور مال سے (تم لوگ) بہت ہی محبت رکھتے ہو (آگے ان افعال کے موجب
العذاب نہ سمجھنے پر سرزنش ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (جیسا تم سمجھتے ہو) جس

سب حجاز و شام کے درمیان میں ہیں اور سب میں نمودار ہوتے تھے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝

اور میخوں والے فرعون کے ساتھ

درمنثور میں ابن مسعود و حسن وغیرہ سے اس کی تفسیر میں یہ منقول ہے
کہ وہ جس کو سزا دیتا تھا اس کے چاروں ہاتھوں پیروں کو چار میخوں سے
باندھ کر سزا دیا کرتا تھا آگے سب کافروں کی مشترک حالت مذکور ہے۔

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝

جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت

فِيْهَا الْفَسَادُ ۝

فساد مچا رکھا تھا سو آپ کے رب نے

رَبُّكَ سَوَّطَ عَذَابٍ ۝

ان پر عذاب کا کوڑا برسایا

یعنی عذاب نازل کیا پس عذاب کو کوڑے سے اور اس کے نازل
کرنے کو برسانے سے تعبیر فرمایا آگے اس عذاب کی علت اور موجودین
کی عبرت کے لئے ارشاد ہے کہ (آگے ترجمہ)

اِنَّ رَبَّكَ لِبِاِلْمِرْصَادٍ ۝

بیشک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں ہے

جن میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو عذاب کر نیا لا ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَابْتَلٰهُ رَبُّهُ

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً)

فَاَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۝

انعام و اکرام دیتا ہے

اس کا مقصد یہ تھا کہ کفار موجودین عبرت پکڑتے اور ان اعمال سے جو موجب
عذاب ہیں بچتے لیکن (آگے ترجمہ)۔ مثل مال و جاہ وغیرہ جس سے مقصود اس کی
شکرگزاری کا دیکھنا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو آزمانے سے تعبیر فرمایا۔

فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَاَكْرَمَنِىْ ۝

تو وہ (بطور فخریہ) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی اور جب

إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۚ وَجَاءَ

وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاوے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق

رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ

در جوق فرشتے (میدان حشر میں) آویں گے

کہ ان اعمال پر عذاب نہ ہوگا ضرور ہوگا آگے مجازاۃ کا وقت بتلاتے ہیں جس میں ان کو عذاب اور اہل طاعت کو اجر و ثواب ہوگا۔

یہ حساب کے وقت ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا آنا متشابہات میں سے ہے۔

وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ لَا يَوْمَئِذٍ

اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا (اور) اس روز انسان کو

يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۚ

سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا

یعنی اب کیا فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ دارالجزا ہے اور دارالعمل نہیں آگے سمجھ آنے کے بعد جو اس کا قول ہوگا اس کا بیان ہے کہ (آگے ترجمہ)

يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۚ

کہے گا کاش میں اس زندگی (آخری) کے لئے کوئی عمل (نیک) آگے بھیج

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۚ

لیتا پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۚ

نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا

یعنی ایسی سخت سزا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی نہ ایسی سخت قید کی ہوگی یہ سزا تو بد اعمالی اور نافرمانی کرنے والوں کو ہوگی اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا کہ (آگے ترجمہ)

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ

(اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا) کہ اے اطمینان والی روح

یعنی جس کو امر حق میں کامل یقین تھا اور کسی طرح کا شک و انکار نہ تھا اور تعبیر روح سے باعتبار جزا و اشرف کے ہے۔

ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ

تو اپنے پروردگار (کے جو ارجمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۚ وَأَدْخُلِي

سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل کر) تو میرے خاص بندوں میں

جَنَّتِي ۚ

شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا

سورة البلد مكية و ايها عشرون

رابط: سورت سابقہ میں جزا و سزا والے کاموں کا بیان تھا اس سورت میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے مگر وہاں اعمال شرکاز زیادہ ذکر تھا یہاں اعمال خیر کا زیادہ ذکر ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لا اقسم تا نار مؤصده

(۹۰) سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ بِهَا (۳۵)

سورة بلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور (بطور جملہ معترضہ تسلی کے لئے پیشینگوئی

الْبَلَدِ ۚ

فرماتے ہیں کہ) آپ کو اس شہر میں لڑائی طحال ہونے والی ہے

چنانچہ فتح مکہ کے روز آپ کے لئے احکام حرم باقی نہیں رہے تھے۔

وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدٌ ۚ

اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی

ساری اولاد کے باپ آدم علیہ السلام ہیں پس آدم اور بنی آدم سب کی قسم ہوئی آگے جواب قسم ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۚ

کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے

چنانچہ عمر بھر کہیں مرض میں کہیں رنج میں کہیں فکر میں اکثر اوقات بتلا ہی رہتا ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اس میں عجز و در ماندگی پیدا ہوتی لیکن

كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَصَّوْا بِالصَّبْرِ

میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو (ایمان کی) پابندی کی فہمائش کی

ایمان تو سب سے مقدم ہے پھر ایمان پر جسے کا حکم کرنا اور کاموں سے افضل ہے پھر ظلم اور ضرر رسانی کا چھوڑنا باقی کاموں سے اہم ہے پھر ان اعمال کا رتبہ ہے جو ان سے پہلے بیان ہوئے ہیں پس یہ لفظ ثم حکم رتبہ کے لئے ہے مطلب یہ کہ تمام اصول اور فروع میں اطاعت کرنا چاہئے تھی آگے اہل ایمان کی جزا کا بیان ہے۔

وَتَوَصَّوْا بِالرَّحْمَةِ ۝ اُولَئِكَ اَصْحَابُ

اور ایک دوسرے کو رحم (علی الخلق) کی (یعنی ترک ظلم کی) فہمائش کی یہی

الْبَيِّنَةُ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ اَصْحَابُ

لوگ دانے والے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں

الْمَشْأَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارُ مُّؤَصَّدَةٍ ۝

والے ہیں ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا

یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگ سے دروازے بند کر دیں گے کیونکہ خلود کی وجہ سے نکلتا تو ملے ہی گا نہیں اور قسم و جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ مکہ میں اس وقت بہترین مخلوق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں تھے جس کے زائل ہونے کی بشارت اس جملہ میں دی گئی ہے کہ آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہوگی پس دوسروں کی مشقت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگئی اور باپ اور اولاد تو خود ہی مشقت کا تحمل ہیں ان کا حال مشاہدہ کر لینا مقصود کی کافی دلیل ہے۔

سورة الشمس مكية و ايها خمس عشرة

رابط: سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ و کفریہ کی جزائے اخروی کا ذکر تھا اس سورت میں اصل مقصود یہ بتلانا ہے کہ اعمال کفریہ پر سزا دنیا کا بھی احتمال ہے جیسا کہ شمود پر عذاب نازل ہوا اور اس کے ضمن میں اعمال کی تقسیم کفر و ایمان کی طرف اور دونوں کی سزا و جزا کا اجمالی ذکر ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. والشمس تا ولا يخاف عقبها.

انسان کافر کی یہ حالت ہے کہ وہ بھول میں پڑا ہے تو (آگے ترجمہ)

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝

کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا

یعنی کیا اپنے کو اللہ کی قدرت سے خارج سمجھتا ہے جو اس قدر بھول میں پڑا ہے

يَقُولُ اَهْلَكْتُ مَا لَا لُبَّاءُ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ

(اور) کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ

لَمْ يَرَءَا اَحَدٌ ۝

اس کو کسی نے دیکھا نہیں

یعنی ایک تو شنی بھگارتا ہے پھر عداوت رسول و مخالفت اسلام و معاصی میں خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے پھر جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو دیکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ گناہ میں خرچ کیا ہے پس اس پر سزا دے گا نیز اس نے مقدار بھی دیکھی ہے جو اس قدر نہیں ہے جس قدر وہ لوگوں کو یقین دلانا چاہتا ہے یہ حال مطلق کافر کا ہے کہ یہ شخص نہ مصائب سے متاثر ہوتا ہے اور نہ نعمتوں سے جن کا آگے بیان ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے اور (پھر) ہم نے

اس کو دو نونوں رستے (خیر و شر) کے بتلا دیئے (وہ یہ کہ طریق مضمر سے بچے اور

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝

نافع پر چلے) سو وہ شخص (دین کی) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا

دین کے کاموں کو اس لئے گھاٹی کہا کہ نفس پر شاق ہیں۔

وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكٌ رَّقِبَةً ۝ اَوْ

اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد ہے) وہ کسی (کی) گردن کا غلامی سے

اِطْعَمُ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا

چھڑا دینا ہے یا کھانا کھانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج

ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ

کو (یعنی ان احکام الہیہ کو بجالانا چاہئے تھا) پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں

(۹۱) سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶)

سورہ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج (کے غروب)

تَلَّهَا ۝

سے پیچھے آدے

مراد اس سے وسط ماہ کی بعض راتوں کا چاند ہے کہ وہ سورج چھپنے کے بعد طلوع ہو جاتا ہے اور یہ قید شاید اس لئے بڑھائی ہو کہ وہ وقت کمال نور کا ہوتا ہے یا اس وقت قدرت کی دو نشانیاں آگے پیچھے متصل طور پر ظاہر ہوتی ہیں ایک آفتاب کا غروب دوسرے چاند کا طلوع۔

وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّهَا ۝

اور (قسم ہے) دن کی جب وہ اس (سورج) کو خوب روشن کرے

دراصل آفتاب دن کو روشن کرتا ہے مگر مجازاً دن کی طرف اسناد کر دی گئی۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ۝

اور (قسم ہے) رات کی جب وہ سورج کو چھپائے

یعنی خوب رات ہو جاوے کہ دن کی روشنی کا کچھ اثر نہ رہے اور یہ بھی اسناد مجازی ہے اور چاروں قسموں میں جو قیدیں بڑھائی گئی ہیں یہ ان کی حالت کمال کے اعتبار سے ہیں۔

وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ۝

(یعنی خوب رات ہو جائے اور یہ بھی اسناد مجازی ہے) اور

(قسم ہے) آسمان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بنایا

مراد اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ماطحہا اور ماسواہا میں بھی خدا کی ذات مراد ہے اور مخلوق کی قسم کو خالق کی قسم پر مقدم کرنا اس لئے ہے کہ اس میں مخلوق سے خالق کی طرف ذہن کا منتقل کرنا مقصود ہے کیونکہ مصنوعات صانع پر دلیل ہوتی ہیں اور دلیل سے مدلول کی طرف انتقال ہوا کرتا ہے پس اس میں توحید پر استدلال کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔

وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ۝ وَنَفْسٍ وَمَا

اور زمین کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بچھایا اور (قسم ہے) انسان

سَوَّيَّهَا ۝ فَالْهَمَّهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝

کی جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (دونوں باتوں کا) اس کو القا کیا

مطلب یہ ہے کہ دل میں جو نیکی کا رجحان ہوتا ہے یا بدی کی طرف میلان دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے گو پہلے کا القاء فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے اور دوسرا شیطان کے واسطے سے پھر وہ رجحان اور میلان کبھی عزم کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو کہ قصد اور اختیار سے صادر ہو جاتا ہے اور کبھی عزم تک نہیں پہنچتا آگے اہل فجور و اہل تقویٰ کا انجام بتلاتے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کر لیا

یعنی نفس کو فجور سے روک کر اس پر تقویٰ کو صدور میں ترجیح دی

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝

اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا

اور فجور سے مغلوب کر دیا اس کے بعد جواب قسم مقدر ہے یعنی اسے کفار مکہ کہ اہل فجور ہوتے ضرور مبتلائے غضب و ہلاک ہو گے جیسا قوم ثمود اس فجور کی وجہ سے مبتلائے غضب و ہلاک ہوئے جن کا قصہ یہ ہے کہ (آگے ترجمہ)۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝ إِذِ انْبَعَثَ

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالح علیہ السلام کی) تکذیب کی (اور یہ اس زمانہ کا قصہ ہے) جبکہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا وہ

أَشْقَاهَا ۝ فَقَالَ لَهُمُ

اوٹنی کے قتل کرنے کیلئے) اٹھ کھڑا ہوا

یعنی آمادہ ہو گیا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک تھے۔

جب کہ ان کو اس ملزم کی اطلاع ہوئی کذا فی الحازن۔

رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝

تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالح) نے فرمایا کہ اللہ کی اس اوٹنی اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا

بِالْحُسْنِ ۙ

ملت اسلام) کو سچا سمجھا

یعنی اسلام کو اختیار کیا۔

فَسَيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ۖ

تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے

راحت کی چیز سے نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ سبب کا سبب محل ہے اسی لئے یسریٰ کہہ دیا گیا ورنہ یسریٰ کے معنی ہیں آسان چیز۔

وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۖ

اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنِ ۙ

سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام) کو جھٹلایا

یعنی اسلام قبول نہ کیا۔

فَسَيَسِّرُكَ لِلْعُسْرَىٰ ۖ

تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے

تکلیف کی چیز بد عمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے کہ عسرا سبب اور محل ہے اس لئے اس کو عسریٰ کہہ دیا گیا اور سامان دینے سے مراد دونوں جگہ یہ ہے کہ اچھے یا برے کام اس سے بے تکلف سرزد ہوں گے اور ایسے ہی اسباب جمع ہو جائیں گے اور پھر نیک اعمال کا سامان جنت ہونا اور بد اعمال کا سامان دوزخ ہونا ظاہر ہی ہے۔

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۖ

اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ

سے مراد جہنم میں جانا ہے) واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلادینا ہے

جس کا بتلانا محض فضل و احسان سے اپنے ذمہ رکھ لیا ہے سو وہ ہم نے پورے طور سے بتلادیا ہے پھر کسی نے ایمان و اطاعت کا راستہ اختیار کیا اور کسی نے کفر و معصیت کا راستہ اختیار کر لیا اور جیسا راستہ کوئی اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے۔

یعنی اس کو قتل مت کرنا چونکہ ارادہ قتل کا اصل سبب یہی پانی کی باری تھی اس لئے اس کی تصریح فرمائی اور اللہ کی اوٹنی اس لئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو دلیل نبوت بنادیا تھا اور اس کے احترام کو واجب فرمایا۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهُمَا ۖ فَمُذَمَّرٌ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ

سوانہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اوٹنی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس (ہلاکت) کو تمام قوم

يَذُنُّهُمْ فَسَوَّبَهُمُ ۖ وَلَا يَخَافُ عِقْبَهَا ۖ

کے لئے عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی (کے نکلنے) کا (کسی سے) اندیشہ نہیں ہوا

جیسے شاہان دنیا کو بعض اوقات کسی قوم کو سزا دینے کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ اس پر کوئی شورش و خلل ملکی مرتب نہ ہو۔

سورة اللیل مکیہ و ایہا احدی و عشرون

رابط : سورت سابقہ میں اعمال اور جزا کا مختلف ہونا مذکور تھا اس

سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

(۹۲) سُورَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹)

سورة لیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۖ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۖ

قسم ہے رات کی جب وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپالے اور (قسم ہے) دن کی

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ

جبکہ روشن ہو جائے اور (قسم ہے) اس (ذات) کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا

مراد اللہ تعالیٰ ہے آگے جواب قسم ہے۔

إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۖ

کہ بیشک تمہاری کوشش (یعنی اعمال) مختلف ہیں

اور اسی طرح ان کے ثمرات بھی مختلف ہیں۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۖ وَصَدَّقَ

سو جس نے اللہ کی راہ میں (مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی

کافروں سے خرید کر لوجہ اللہ زاد کر دیا تھا کذا فی الدر المنثور

سورة والضحیٰ مکیہ وایہا احدی عشرہ

رابطہ: اور سورۃ واللیل کی آیت فاما من اعطیٰ سے للعسریٰ تک میں تمام ضروری اصول و فروع کا اجمالی بیان اور ان کی تصدیق و بجا آوری یا تکذیب و خلل اندازی پر وعدہ اور وعید مذکور ہے جو کہ ماقبل کی سورتوں بلکہ تمام قرآن مجید کے لئے بمنزلہ خلاصہ کے ہے اب سورہ والضحیٰ سے سورہ ناس تک ان ضروری اصول کی بعض جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں تو گویا یہ تمام سورتیں سورۃ واللیل مذکور کی کسی قدر تفصیل ہیں چنانچہ ان مضامین مہمہ میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے مضامین کے اس سورت میں ہوا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض انعامات کا فائز فرمانا اور ان کے شکریہ میں آپ کو احکام کا مخاطب فرمانا وغیرہ وغیرہ اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ربط اور ماقبل کے ساتھ تعلق واضح ہو گیا اب جدا جدا ہر سورت کے لئے ربط بیان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسی تقریر کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا۔ گویا ہم سب سورتوں میں مستقل ربط بھی ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے سورۃ والضحیٰ کا شان نزول یہ ہے کہ آپ ایک بار کسی بیماری کی وجہ سے دو تین رات تہجد میں نہ اٹھے ایک کافر عورت نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی دیر ہو گئی تھی جس پر دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے خدا نے ان کو چھوڑ دیا اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم والضحیٰ تا فحدث۔

(۹۳) سُوْرَةُ الضُّحٰی مَکِّيَّةٌ (۱۱)

سورۃ ضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالضُّحٰی ۱ وَاللَّیْلِ ۱ اِذَا سَجٰی ۲

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جبکہ وہ قرار پکڑے

قرار پکڑنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک حقیقی کہ اس کی تاریکی کامل ہو جاوے دوسرے مجازی کہ جاندار لوگ اس میں سو جائیں اور چلنے پھرنے اور بولنے چالنے کی آوازیں ساکن ہو جائیں۔

مَا وَدَّعٰكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۳

(آگے جواب قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے (دشمنی کی

وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاٰوْلٰی ۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ

اور) جیسی کوئی شخص راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دینگے کیونکہ (ہمارے قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا) (آگے بطور توضیح کے ارشاد ہے کہ) تو میں تم کو

نَا سَرًا تَلٰظٰی ۱۴ لَا یَصْلٰہَا اِلَّا الْاَشْقٰی ۱۵

ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں (ہمیشہ کے لئے) وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے (دین حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) روگردانی کی

الَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلٰی ۱۶ وَسَيَجْزٰیہَا

اور (اس سے) ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے اور جو اپنا مال

الْاَتْقٰی ۱۷ الَّذِیْ یُوْفٰی مٰلَہٗ یَتَزَكٰی ۱۸

(محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جائے

یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے اس لئے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے اور آخرت میں ان کی مخالفت و موافقت پر سزا و جزا دیں گے۔

یعنی محض رضائے حق اس کا مطلوب ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تَجْزٰی ۱۹

اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے کہ (یہی اس کا مقصود ہے) اس

اِلَّا اِبْتِغَاءَ وَجْہِ رَبِّہٖ الْاَعْلٰی ۲۰

کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو

اس میں نہایت ہی مبالغہ کے ساتھ اخلاص کا بیان ہے کیونکہ کسی کے احسان کا بدلہ اتارنا بھی فی نفسہ ثواب اور مطلوب ہے مگر فضیلت میں اس احسان کی برابر نہیں جو کہ ابتداء ہو پس جب اس شخص کا خرچ کرنا اس سے بھی پاک ہے تو ریا وغیرہ کی آمیزش سے تو بدرجہ اولیٰ پاک ہوگا اور یہ کمال اخلاص ہے اوپر ایسے شخص کیلئے صرف جہنم سے بچنا مذکور ہوا تھا آگے نعماء آخرت کا حاصل ہونا بھی بتلاتے ہیں۔

وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۲۱

اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی)

ہر چند کہ الفاظ آیت کے عام ہیں مگر اس کے نزول کا سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے حضرت بلالؓ وغیرہ کو

(۹۳) سُورَةُ الْإِنْشَارِ مَكِّيَّةٌ (۱۲)

سورۃ انشراح مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا
یعنی وسیع علم اور تحمل عطا فرمایا۔

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْ

اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝

آپ کی کمر توڑ رکھی تھی

وزر سے مراد امور مباح ہی جو احیاناً کسی حکمت کی وجہ سے آپ سے صادر ہوتے تھے اور بعد میں ان کا خلاف اولیٰ ہونا ثابت ہوتا تھا تو علوم ربیہ کی وجہ سے آپ کو نہایت صدمہ ہوتا تھا اس میں بشارت ہے مواخذہ نہ فرمانے کی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز بلند کیا

یعنی اکثر جگہ شریعت میں خدا کے نام کے ساتھ آپ کا نام ملایا گیا جیسے خطبہ تشہد اذان اقامت وغیرہ میں۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی ہے)

چونکہ ان مشکلات کی اقسام اور شمار بہت تھی اس لئے اس وعدہ کو مکرر فرمایا۔

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

بیشک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی ہے)

چنانچہ وہ مشکلات ایک ایک کر کے سب دور ہو گئیں جیسا کہ روایات احادیث و سیر و تواریخ متواترہ اس پر متفق ہیں اور اس تفسیر پر یہ شبہ اس آیت پر نہیں ہو سکتا کہ بعض مشکلات کے بعد تو آسانی نہیں ہوتی کیونکہ آیت میں وہ خاص مشکلات مراد ہیں جو حضور کو درپیش تھیں۔

کیونکہ اول تو آپ سے کوئی ایسی بات ہوئی نہیں دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے واسطے یہ امر عادیۃ اللہ میں محال ہے پس آپ کفار کی لغویات سے غمگین نہ ہوں آپ برابر وحی کی نعمت سے مشرف رہیں گے اور یہ شرف تو آپ کے لئے دنیا میں ہے۔

وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ ۝

اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی) اور عتق رب اللہ تعالیٰ آپ کو

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝

(آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے

اور ان قسموں کو اس مقام سے مناسبت ہے کہ وحی کا آنا اور بند ہو جانا رات اور دن کے بدلنے سے مشابہ ہے اور دونوں میں حکمتیں ہیں

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوٰی ۝

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر (آپ کو) ٹھکانا دیا

چنانچہ آپ شکم مادر میں تھے کہ آپ کے والد کی وفات ہو گئی اللہ تعالیٰ نے دادا سے پرورش کرایا پھر جب آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کی بھی وفات ہو گئی۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی ۝

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو) شریعت کا رستہ بتلادیا اور وحی سے پہلے نبی کو شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی نقص نہیں۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی ۝

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا

کہ حضرت خدیجہ کے مال میں آپ مضارب ہوئے اور آپ کو حصہ ملا

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ

تو آپ (اس کے شکر یہ میں) یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکیے (یہ تو

فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

شکر فعلی ہے) اور اپنے رب کے انعامات (مذکورہ) کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے

فَحَدِّثْ ۝

(یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیجئے)

یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیا کیجئے۔

ظاہری الفاظ مطلق ہونے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بوڑھے اور کمزور لوگ ہر حیثیت سے ردی ہیں جس سے آخرت میں بھی ردی ہونے کا وہم ہو سکتا ہے اس لئے اس وہم کو آگے دفع فرماتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو

أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ

ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا پھر کون چیز تجھ کو قیامت

بِالدِّينِ ۖ

کے بارے میں منکر بنا رہی ہے

یعنی وہ کوئی دلیل ہے جس کی بناء پر تو ان دلائل کے ہوتے ہوئے قیامت کا منکر ہو رہا ہے

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَكَمِينَ ۚ

کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے

دنوی تصرفات میں بھی جن میں سے انسان کا پیدا کرنا اور پھر پستی کی طرف لوٹا دینا بھی ہے اور اخروی تصرفات میں بھی جن میں سے قیامت میں دوبارہ زندہ کرنا اور جزا و سزا دینا بھی ہے ف شروع سورت میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے دو درخت جو کثیر النفع ہیں (یعنی بہت نفع دینے والے) اور دو زمینیں بہت برکت والی ہیں کہ ایک مقام ہے موسیٰ سے خدا کے ہم کلام ہونے کا اور دوسرا آپ کا مسکن اور ولادت گاہ اور وحی نازل ہونے کی جگہ ہے سو درختوں کی قسم کو مقصود سے مناسبت ظاہر ہے کہ درخت کو بھی اسی طرح (یعنی انسان کے مانند) نشوونما ہوتا ہے پھر سوکھ کر کٹنے کے قابل ہو جاتا ہے اور چونکہ یہاں اشرف المخلوقات (انسان) کا ذکر تھا اس لئے قسم بھی اشرف الاشجار کی مناسب ہوئی اور کوہ طور اور مکہ معظمہ دونوں وحی کی جگہ ہیں تو آخرت کی جزا سے ان کو زیادہ مناسبت ہوئی کیونکہ وحی سے آخرت کی جزا کا علم ہوتا ہے اور اسی طور سینین کو قرآن میں دوسری جگہ طور سیناء کہا گیا ہے۔

سورة العلق مکية و ایها تسع عشرة

رہبہ منجملہ مہمات شریعت کے ایک عطائی نبوت اور وحی کی تعلیم ہے جو بعد توحید کے تمام مہمات کا مبنی ہے اور اس کے مناسب یہ مضمون بھی ہے کہ صاحب وحی کے مخالف کی مذمت بیان کی جاوے اور اس کو دھمکایا جائے اس سورت میں اس مضمون کا بیان ہے۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۚ

تو آپ جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو (دوسری عبادت) متعلقہ بذات خاص میں (محنت کیا کیجئے)

مراد کثرت عبادت ہے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے۔

وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۚ

اور (جو کچھ مانگنا ہو اس میں) (اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے)

یعنی اس میں اسی سے مانگئے اور اس میں بھی ایک طرح پر دشواری دور ہونے کی بشارت ہے کیونکہ سوال کا حکم فرمانا قبولیت کا وعدہ ہے۔

سورة التین مکية و ایها ثمان و هو الراجح من القولین

کذا فی البیضاوی

رابطہ: منجملہ ضروریات دین کے انسان کا مبداء و معاد ہے اس

سورت میں اسی کا بیان ہے۔ والتین تا احکم الحاکمین

(۹۵) سُوْرَةُ التِّينِ مِکِّيَّةٌ (۲۸)

سورة تین مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا

قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ کی) کہ ہم نے انسان کو بہت

الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي

خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر (ان میں) جو بوڑھا ہو جاتا ہے) ہم اس

أَحْسَنَ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝

کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں

یعنی وہ خوبصورتی اور قوت مبدل بہ فتح ہو جاتی ہے اور بڑے سے بڑا ہو جاتا ہے مقصود اس سے بیان کرنا کمال فتح کا ہے جس سے قدرت علی الاعادة پر کافی استدلال ہوتا ہے اور غور کرنے کے بعد اس سورت سے قیامت پر استدلال کرنا مقصود معلوم ہوتا ہے چنانچہ فلما یکذبک کو اس پر متفرع فرمایا اس کا قرینہ ہے مگر چونکہ رد دناہ اسفل سافلین کے

ہے تو ہم دوسرے ذریعہ سے آپ کو پڑھنے پر اور علوم وحی کے محفوظ رکھنے پر قدرت دے دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا فابتداء نزول وحی کا قصہ حدیث شیعین میں اس طرح ہے کہ نبوت کے قریب زمانہ میں آپ کو از خود خلوت پسند ہو گئی تھی آپ غار حراء میں جا کر کئی کئی رات رہتے تھے ایک روز دفعۃً جبرائیل تشریف لائے اور آپ سے کہا اقرء یعنی پڑھئے آپ نے فرمایا ہا انا بقاری یعنی میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں انہوں نے آپ کو خوب زور سے دیا پھر چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھئے آپ نے پھر وہی جواب دیا اسی طرح تین بار ہوا پھر آخر میں دبانے کے بعد چھوڑ کر کہا اقرء باسم ربک الذی خلقنا مالک یعلم تک اور جبرائیل کے کئی بار اقرء کہنے سے یہ مقصود نہ تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھئے بلکہ مطلب یہ تھا کہ جو آئندہ کو بتلایا جائے گا اس کو پڑھئے جیسا کہ معلم معلّم سے الف با شروع کرانے کے وقت کہتا ہے کہ ہاں پڑھو اور آپ کا عذر فرمانا تو اس وجہ سے تھا کہ آپ کو اس بات کے معنی متعین نہ ہوئے ہوں اور یہ امر کوئی خلاف شان نہیں ہے یا یہ کہ پڑھنے کا استعمال اکثر لکھی ہوئی چیز کے پڑھنے میں آیا کرتا ہے تو آپ نے بوجہ حروف نہ پہچاننے کے عذر فرمایا (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وحی جبرائیل علیہ السلام جنت کے ایک ریشمی کپڑے میں لکھی ہوئی لائے تھے اور اس کو آپ کے سامنے کر کے کہا کہ پڑھئے ۱۲ شخص) اور جبرائیل علیہ السلام کا دبانہ ظن غالب یہ ہے کہ وحی کے تحمل کی استعداد پہنچانے کے لئے تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور اس وقت آپ کو علم ضروری بدیہی سے معلوم ہو گیا کہ یہ قرآن اور وحی ہے اور حدیثوں میں جو آپ کا ذکر جانا اور ورقہ سے بیان کرنا آیا ہے وہ شبہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خوف تو وحی کی عظمت و ہیبت سے اضطرابی طور پر تھا اور ورقہ سے بیان کرنا مزید اطمینان کے لئے تھا اور چونکہ صاحب نبوت کی مخالفت غایت درجہ قبیح سے اس لئے آئندہ آیتوں میں جن کا نزول پہلی آیت سے ایک مدت بعد ہوا ہے آپ کے ایک خاص مخالف یعنی ابو جہل کی مذمت عام الفاظ کے ساتھ مذکور ہے تاکہ یہ وعید ہر مخالف کو شامل ہو جاوے۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنَافٍ ۚ ۱۰۰ اَنْ رَّاۤ اَسْتَغْفِي ۚ ۱۰۱

کج بیک (کافر) آدمی حد (آدمیت) سے نکل جاتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو (ایمان جنس سے) مستغنی دیکھتا ہے

یعنی مالدار ہونے کی وجہ سے اتراتا ہے

اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرَّجْعٰی ۚ ۱۰۲

اے مخاطب (عام) تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہوگا

اور اس وقت بھی مثل حالت حیات کے اس کی قدرت کے احاطہ میں گھرا ہوگا

(۹۶) سُورَةُ الْعَلَقِ بِمَكِّيَّةٍ (۱)

سورۃ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے

یعنی جب پڑھئے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھئے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲

(یعنی جب پڑھئے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے مخلوقات کو پیدا کیا

اور یہ سب نعمتوں میں پہلی نعمت ہے

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ

جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے

اور جہاد محض سے کس درجہ تک ترقی دی پس انسان کو زیادہ شکر اور ذکر کرنا چاہئے۔ یہ مکرر اس لئے فرمایا تاکہ پہلے حکم سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قراءت قرآن خود مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب کبھی اس کو پڑھو تو خدا کے نام سے شروع کرو۔

اَلَا كَرَّمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ

اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے) جس نے (لکھے پڑھوں کو) قلم سے تعلیم دی اور عموماً انسان کو (دوسرے ذرائع سے ان

مَا لَمْ یَعْلَمْ ۙ

چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا

ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عذر کا جواب ہے وہ یہ کہ جب جبرائیل اول مرتبہ آپ کے پاس وحی لے کر آئے اور وہ یہی آیتیں ہیں اقرء سے لے کر مالک یعلم تک تو جبرائیل نے آپ سے کہا یہ پڑھئے آپ نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں جواب کا حاصل یہ ہے کہ اول تو تعلیم کچھ لکھنے پڑھنے ہی میں منحصر نہیں دوسرے اسباب سے بھی تعلیم ہو سکتی ہے پھر اسباب خود موثر حقیقی نہیں ہیں بلکہ درحقیقت علوم عطا کرنے والے ہم ہیں پس گو آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے مگر جب ہم نے آپ کو پڑھنے کا حکم کیا

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ⑩ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ⑪

اے مخاطب (عام) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو (ہمارے) ایک (خاص) بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ (بندہ) نماز پڑھتا ہے

آگے ابوجہل کے نماز سے روکنے پر مذمت آمیز استفہام ہے

أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى ⑪ أَوْ أَمَرَ

(اور اے مخاطب) بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو (جو کہ کمال لازمی

بِالتَّقْوَى ⑫

ہے) یا وہ (دوسروں کو بھی) تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو

شاید کلمہ تردید لانے سے اس طرف اشارہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی ہوتی تب بھی روکنے والے کی مذمت کے لئے کافی تھی چہ جائے کہ دونوں جمع ہوں اور یہ تردید بطور منع خلو کے ہے۔

أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ⑬

اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (ناحق دین کو) جھٹلاتا ہو اور (حق سے) روگردانی کرتا ہو

یعنی نہ عقیدہ رکھتا ہو اور نہ عمل۔

أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ⑭

کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ (اس کے طغیان وغیرہ کو) دیکھ رہا ہے اور اس پر سزا دے گا۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮

ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے اور (اگر یہ شخص باز نہ آوے گا تو ہم اس کو پٹھے پکڑ

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯

کر جو کہ دردغ اور خطا میں آلودہ پٹھے ہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے اور اس کو جو اپنے مجمع پر گھمنڈ ہے اور ہمارے پیغمبر کو دھمکاتا ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ⑰ سَدِّعُ الزَّبَانِيَةِ ⑱

سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے (اگر اس نے ایسا کیا تو) ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے

یہ بلانا اس کے بلانے پر مشروط تھا۔

كَلَّا ① لَا تَطِعُهُ وَأَسْجُدْ

(آگے پھر سرزنش ہے کہ اسکو) ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہئے مگر) آپ ارکا کہنا نہ مانے جیسا کہ اب تک بھی نہیں مانا۔

وَاقْتَرِبْ ②

اور بدستور نماز پڑھتے رہے اور خدا کا قرب حاصل کرتے رہے

اس میں ایک لطیف وعدہ ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔

(۹۷) سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵)

سورہ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①

بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے

پس وہ حق بھی ہے کہ ہمارا ہوا ہے اور خارجی اسباب سے بھی اس میں عظمت ہے کہ محترم زمانہ میں اتارا ہے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ

اور (شوق بڑھانے کے لئے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب

الْقَدْرِ ③ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ④

قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے) کہ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے

یعنی ہزار مہینے کی عبادت کے ثواب سے شب قدر کی عبادت کا ثواب بڑھا ہوا ہے۔

تَنْزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ⑤

(اور وہ شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی

جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی

مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ⑥ سَلَامٌ ⑦

طرف) اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے

جیسا حدیث بیہقی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام و قعود اور ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں اس کے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں اور

فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ ط

جن میں درست مضامین لکھے ہوئے ہوں

مراد قرآن ہے مطلب یہ ہے کہ ان کفار کا کفر ایسا شدید تھا اور ایسے جہل میں مبتلا تھے کہ بدوں رسول عظیم اور وحی عظیم کے ان کے راہ پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی اس لئے اللہ پاک نے آپ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ

اور جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ) وہ اس واضح

بَعْدَ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ط

دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہو گئے

یعنی دین حق سے بھی اختلاف کیا جو باہمی اختلافات پہلے سے تھے ان کو بھی دین حق کا اتباع کر کے دور نہ کیا اور مشرکین کو بدرجہ اولیٰ اس لئے کہا کہ ان کے پاس تو پہلے سے بھی کوئی دین سماوی نہ تھا۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

حالانکہ ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے

لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

خالص رکھیں (ادیان باطلہ شرکیہ سے) یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں

وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ط

اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین (مذکورہ) کا (بتلایا ہوا)

حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ ان اہل کتاب کو پہلی کتابوں میں یہ حکم ہوا تھا کہ عبادت خدا کے لئے خالص کریں اور شرک و کفر سے علیحدہ رہیں جس میں قرآن پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی داخل ہے چنانچہ دوسری آیت میں اس کی تصریح ہے۔ لقد اخذ الله ميثاق بنی اسرائیل انی معکم لنن اقمتم الصلوة واتیمم الزکوة و امنتم اور یہی تعلیم ہے قرآن کی جس کو آیت میں کتب قیمہ (درست مضامین) سے تعبیر کیا گیا ہے پس قرآن کے نہ ماننے سے خود اپنی کتابوں کی بھی مخالفت لازم آتی ہے یہ الزام تو اہل کتاب کو ہوا اور مشرکین کو پہلی کتابوں کو نہ مانتے تھے مگر ابراہیم کا شرک وغیرہ سے پاک ہونا اور ان کے طریقہ کا صحیح ہونا ان کے نزدیک مسلم تھا اور قرآن کا اس طریقہ کے موافق

خازن نے ابن الجوزی سے اسی روایت میں یسلمون بڑھایا ہے یعنی سلامتی کی دعا کرتے ہیں اسی کو قرآن میں سلام فرمایا ہے اور امر خیر سے مراد یہی ہے نیز بعض روایات سے اس میں توبہ کا قبول ہونا آسمانوں کے دروازے کھلنا اور ہر مومن پر فرشتوں کا سلام کرنا آیا ہے کذا فی الدرر اور ان کاموں کا فرشتوں کے ذریعہ سے ہونا اور سلامتی کا سبب ہونا ظاہر ہے۔

هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ع

وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے

یہ نہیں کہ اس کے کسی خاص حصہ میں برکت ہو اور کسی میں نہ ہو قدر کے معنی عظیم کے ہیں چونکہ اس رات میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں اور ہزار مہینوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے بعض عابدوں کا ذکر کیا تھا جنہوں نے ہزار مہینے یا ایک روایت میں اسی برس عبادت کی تھی صحابہ کو تعجب ہوا اس پر یہ سورت نازل ہوئی کذا فی الدرر اور اسی برس کو حذف کر کے تقریباً ہزار مہینے ہی ہوتے ہیں اور یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اختلاف مطالع کے وجہ سے شب قدر کا ہر جگہ جدا ہونا لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں کہ یہ برکتیں کسی کو کسی وقت میں ملیں اور کسی کو دوسرے وقت میں اسی طرح ملائکہ کا نزول ہر جگہ مختلف وقت میں ہو کیونکہ خدا کے خزانہ میں رحمت اور برکت کی کیا کمی ہے۔

سورة البینة مختلف فیہا و ایہا ثمان

رابطہ: منجملہ مہمات شرعیہ کے رسالت کا مسئلہ اور اس کے ماننے والوں اور جھٹلانے والوں کی جزا و سزا کا بتلانا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔ لم یکن الذین کفروا تا خشی ربہ

(۹۸) سُورَةُ الْبَيِّنَاتِ مَلَكْنِيَّتَا (۱۰۰)

سورة بینہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ

وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱

(اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲

دلیل نہ آتی (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو (ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سناوے

ہونا ظاہر ہے اس لئے ان پر بھی یہ حجت قائم ہے اور ان اختلاف کرنے والوں سے مراد بعض وہ کفار ہیں جو ایمان نہ لائے تھے اور اس سے بطور مقابلہ کے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن لوگوں نے اختلاف نہیں کیا وہ اہل ایمان ہیں آگے تصریحاً کفار و مشرکین اور مومنین کی جزا و سزا کا بیان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے

وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

(اور) یہ لوگ بدترین خلائق ہیں بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۖ

اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں

بہترین خلائق اور بدترین خلائق کی تفسیر میں سہل بات یہ ہے کہ اکثر مخلوق سے بہتر اور بدتر ہونا مراد ہے اور اصل مقصود یہ ہے کہ مومنین بہتری میں کامل ہیں اور کفار بدتر ہونے میں کامل ہیں پس اس تقریر کے بعد ان کفار کا ابلیس سے بدتر ہونا تمام مسلمانوں کافرشتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا

جَزَاءُ لَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ

نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) اللہ تعالیٰ ان

عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۖ

سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے

یعنی نہ ان سے کوئی معصیت ہوگی اور نہ ان کو کوئی امر مکروہ پیش آئے گا جس سے احتمال عدم رضا کا جانتین سے ہو۔

ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۖ

یہ (جنت اور رضا) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے

جس کے اوپر ایمان و عمل صالح مرتب ہوتا ہے جو کہ مدار ہے جنت

میں داخل ہونے اور رضائے الہی حاصل ہونے کا۔

سورة الزلزلة مختلف فیہا وایہا تسع کذا فی البیضاوی ربط: منجملہ مہمات شرعیہ کے قیامت اور جزا و سزا واقع ہونے کا اعتقاد بھی ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔ اذالزلزلت قاشراہرہ

(۹۹) سُورَةُ الزَّلْزَلَةِ مَكِّيَّةٌ (۹۳)

سورة زلزال مدینہ میں نازل ہو یا اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ وَأَخْرَجَتِ

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلا دی جائے گی اور زمین

الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۖ

اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی

مراد بوجھ سے دھینے اور مردے ہیں اور گویا بعض روایات سے قبل قیامت بھی دھینے کا زمین سے باہر آ جانا معلوم ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ قیامت سے پہلے دھینے بھی باہر نکل آئے تھے پھر مروز زمان سے ان پر مٹی آ گئی ہو اور وہ قیامت میں پھر نکلیں اور یہاں زلزلہ سے نچھٹانے کے وقت کا زلزلہ مراد ہے اس زلزلہ سے پہاڑ وغیرہ سب گر کر زمین کے برابر ہو جاویں گے تاکہ میدان محشر بالکل ہموار و صاف ہو جاوے اور دفائن کے باہر نکل آنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ ان کی محبت رکھنے والے ان کا بیکار ہونا دیکھ لیں۔

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۖ

اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا

یہ خلاف عادت و خلاف گمان زمین کے دھینے کیسے نکلنے لگے وجہ اس کہنے کی یہ ہے کہ قیامت کا اور اس کے واقعات کا پہلے سے منکر تھا اب ان واقعات کو دیکھ کر حیرت کرنے لگا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۖ بِأَنَّ رَبَّكَ

اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب

أَوْحَىٰ لَهَا ۖ

سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا

ترمذی وغیرہ میں اس کی تفسیر میں حدیث مرفوعہ آئی ہے کہ جس شخص نے رومی زمین پر جیسا عمل کیا ہوگا بھلا یا برا زمین سب کہہ دے گی بطور شہادت عند اللہ کے۔

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا ۝

اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے
یعنی وہاں کے حساب سے فارغ ہو کر جولوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی
اور کچھ دوزخی قرار پا کر جنت دوزخ کی طرف چلے جاویں گے (آگے ترجمہ)

لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۖ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ

تاکہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں سو جو شخص (دنیا میں ذرہ برابر نیکی

ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ

کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا

بشرطیکہ اس وقت وہ خیر اور شر باقی رہی ہو ورنہ اگر کفر سے وہ چیز فنا ہو
چکی یا تو بہ ایمان سے وہ شر زائل ہو چکا ہو تو وہ اس میں داخل ہی نہیں کیونکہ
وہ خیر خیر نہ رہی اور وہ شر شر نہ رہا جب مدار حکم نہ رہا تو حکم بھی ثابت نہ ہوگا۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ

اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا

سورۃ العنیدت مختلف فیہا و ایہا احدی عشرۃ کذا فی البیضاوی
رابط منجملہ مہمات شرعیہ کے برے اعمال سے بچنا بھی ہے اس سورت
میں ان کی ہدمت اور ان پر سزا ہونے کا بیان ہے۔ والعنیدت قال الخبیر

(۱۰۰) سُوْرَةُ الْعَنِيْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۴)

سورۃ عنیدت مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْعَنِيْدَةِ صَبَحًا ۝ فَالْهُورِيْتُ قَدْ حَا ۝

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ناپ مار کر

فَالْبَغِيْرَتِ صَبَحًا ۝ فَاتَرْنُ بِهِ نَقْعًا ۝

آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت

فَوْسَطْنُ بِهِ جَبْعًا ۝

غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں

مراد اس سے لڑائی کے گھوڑے ہیں جہاد ہو یا غیر جہاد اور عرب چونکہ اہل رزم تھے

لہذا ان کو ان قسموں سے نہایت مناسبت ہے ہانپنا دوڑنے کے وقت ظاہر ہے اور نعل
آہنی پتھر ملی زمین پر لگنے سے آگ کا جھڑنا بھی ظاہر ہے اور عرب میں اکثر عادت
دشمنوں پر صبح کے ساتھ تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو
صبح کو دفعہ جا پڑیں اور رات کے وقت حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے اور غبار کا
اڑنا ہر چند کہ ہر وقت ہوتا ہے مگر اسکو مقید کرنا صبح کے ساتھ اشارہ ہے شدت دوز کی طرف
کہ ٹھنڈے وقت گرد و غبار دبا ہوا ہوتا ہے نکلے دوڑنے سے اس وقت بھی غبار اڑتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰی

بیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر

ذٰلِكَ لَشٰهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝

ہے (کبھی اول وہلہ میں کبھی بعد تامل) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے

مال کی محبت گویا اس ناشکری کی علت ہے اور ان قسموں کو مقصود سے
یہ مناسبت ہے کہ جنگ و جدال کا سبب ایک فریق کی ناشکری ہوتی ہے خواہ
عدا ہو یا خطاء آگے اس ناشکری اور محبت مال پر وعید ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعِثَرْمَا فِی الْقُبُوْرِ ۝ وَحٰصِلُ

کیا اس کو وقت معلوم نہیں کہ جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں

مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ

میں ہیں اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے بیشک ان کا پروردگار ان

لَخَبِيْرٌ ۝

کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے

اور مناسب جزا دے گا حاصل یہ کہ اگر اس وقت کی پوری خبر ہوتی
جب کہ ناشکری اور محبت مال پر جزا ملے گی تو اپنے قبائح سے باز آ جاتا۔

سورۃ القارعة مکیہ و ایہا عشرۃ کذا فی البیضاوی
رابط: مہمات شرعیہ میں سے جزا و سزا کا اعتقاد بھی ہے اس سورت
میں اسی کا بیان ہے القارعة تانا و حامیة

(۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰)

سورۃ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

القارعة ۱۰۱ مَا الْقَارِعَةُ ۱

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز

مراد قیامت ہے کہ قلوب کو کھیرا ہٹ سے اور کانوں کو سخت آواز سے کھڑکھڑا دے گی اور اس کا کھڑکھڑانا اس روز ہوگا (آگے ترجمہ)

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۲ يَوْمَ يَكُونُ

اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز جس روز آدمی

النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۳

پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے

کمزوری اور کثرت سے بے تابی میں یہ تشبیہ دی گئی ہے اور بیتابی اگرچہ بعض کو نہ ہوگی مگر ضعف اور کثرت سب کے لئے عام ہے۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۴

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (وجہ تشبیہ متفرق ہو کر اڑ

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۵

جانا ہے) پھر (وزن اعمال کے بعد) جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا

یعنی وہ مومن ہوگا اور پلہ بھاری اور ہلکا ہوئی تحقیق سورہ اعراف میں گزر چکی ہے۔

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۶ وَأَمَّا مَنْ

تو وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی ناجی ہوگا) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا)

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۷ فَأَمَّهُ هَاوِيَةٌ ۸

ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے

وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهٗ ۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۱۱

کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے (وہ) ایک دہکتی ہوئی آگ ہے

سورۃ التکاثر مختلف فیہا وایہا ثمان کذا فی البیضاوی ربط: مہمات شریعہ میں آخرت سے غفلت نہ کرنا بھی ہے اس

سورت میں اسی کا بیان ہے۔ الہکم التکاثر تا عن النعیم

(۱۰۲) سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (۱۶)

سورۃ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الْهَکْمُ التَّکَاثُرُ ۱ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۲

(دنیاوی ساز و سامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت و طلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہرگز نہیں

یعنی مرجاتے ہو کذا فی تفسیر ابن کثیر مرفوعاً۔ یعنی یہ چیزیں قابل فخر و توجہ کے نہیں اور آخرت قابل غفلت و انکار کے نہیں۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ

تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا پھر (دوبارہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز (تمہاری یہ حالت ٹھیک) نہیں بہت

تَعْلَمُونَ ۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ

جلد معلوم ہو جاوے گا ہرگز نہیں (اور) اگر تم یقینی طور پر (دلائل صحیحہ سے اس

الْيَقِينِ ۵

بات کو) جان لیتے

جیسا کہ یہی یقین تم کو بعد مرگ اور بعد حشر حاصل ہوگا تو ابھی اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے آگے اس وعید کی تاکید اور تہدید کی تشدید ہے کہ (آگے ترجمہ)

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ

واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر (مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ)

الْيَقِينِ ۷

واللہ تم لوگ اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے

یعنی وہ دیکھنا مشاہدہ سے ہوگا جس پر یقین فوراً مرتب ہو جاتا ہے استدلالی نہ ہوگا جس پر یقین کبھی دیر میں مرتب ہوتا ہے نیز مشاہدہ میں بہ نسبت استدلال اور بداہت عقل کے انکشاف بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے خود دیکھنے ہی کو یقین فرما دیا باوجودیکہ وہ یقین کا سبب ہے۔

ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۸

پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی

کہ نعمتوں کا حق ایمان و طاعت بجالائے یا نہیں اور پہلے خطابات

مَا لَا وَعَدَدَهُ ۖ لَا يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ

دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب و فرح سے)

أَخْلَدَهُ ۚ

اس کو بار بار گنتا ہو وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا

یعنی مال میں اس درجہ منہمک اور مشغول و مستغرق رہتا ہے جیسے وہ شخص رہا کرتا ہے جس کو ہمیشہ زندہ رہنے کا اعتقاد ہو اور ان صفات و افعال پر یہ خاص وعید اس صورت میں ہے کہ ان کا منشا کفر ہو اگرچہ کسی قدر عذاب ہوتا مسلمانوں کے لئے بھی صفات مذکورہ پر احادیث وغیرہ میں وارد ہے آگے ہمیشہ رہنے کے گمان پر دھمکی ہے۔

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطْبَةِ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ

ہرگز نہیں رہے گا (پھر آگے اس ویل کی تفسیر ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ بڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ

مَا الْحُطْبَةُ ۚ نَارُ اللَّهِ الَّتِي هُوَ قَدْ ۖ الَّتِي

معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑنے والی آگ کیسی ہے (وہ) اللہ کی آگ ہے جو

تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۚ

(اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو (کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی

چونکہ وہ آگ بدن میں بہت جلد سرایت اور نفوذ کرنے والی ہے اور کافر کو جہنم میں موت آوے گی نہیں اس لئے یہ حالت ہوگی کہ بدن کے ساتھ ہی دل کو جلاوے گی اور اگر دیر میں بھی سرایت کرے تب بھی یہ بات ہے کہ دل تک اس کو پہنچنے کی تکلیف جہنمی کو محسوس ہوگی کیونکہ وہاں موت نہیں ہے بخلاف دنیا کی آگ کے کہ بدن سے دل تک پہنچتے پہنچتے بہت دیر لگتی ہے حتیٰ کہ اس سے پہلے ہی روح نکل جاتی ہے اور دل تک پہنچنے کی تکلیف محسوس ہونے کی نوبت نہیں آتی۔

إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۚ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ۚ

(اور) وہ (آگ) ان پر بند کر دی جاوے گی (اس طرح کہ وہ لوگ آگ کے) بڑے بڑے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوں گے)

یعنی آگ کے اتنے بڑے بڑے شعلے ہوں گے جیسے ستون اور وہ لوگ اس آگ میں مقید ہوں گے۔

خاص کفار کے ساتھ ہیں اور لٹسٹن میں خطاب عام ہے۔

سورة العصر مكية او مدنية و ايها ثلث

رابط: والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے مجملہ ان کے اپنی عمر کی تفسیر سے بچانا اور اس کو اعمال و طاعات میں صرف کرنا ہے اس سورت میں اسی کا بیان ہے۔ والعصر تا بالصبر

(۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۳)

سورة عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْعَصْرِ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۚ

قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تصبیح عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

إِلَّا الَّذِينَ اصْبَوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

(کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاداً) حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش

وَتَوَّاصَوْا بِالْحَقِّ ۚ وَتَوَّاصَوْا بِالصَّبْرِ ۚ

کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے

کہ یہ تکمیل ہے پس یہ لوگ البتہ نفع میں ہیں قسم اور جواب میں مناسبت خود صفت عصر سے ظاہر ہے۔

سورة الهمزة مكية و ايها تسع كذا في البيضاوي

رابط: مہمات شرعیہ میں سے اپنے کو عذاب کی خصلتوں سے بچانا بھی ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔ ویل لكل همزة تا عمد ممدہ

(۱۰۴) سُوْرَةُ الْهَمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۲)

سورة همزة مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّهَزَةٍ ۚ الَّذِي جَمَعَ

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) طعن

الفیل ۱

کیا معاملہ کیا

مقصود استفہام سے اس واقعہ کی عظمت ظاہر کرنا ہے کیونکہ وہ قدرت الہیہ پر دلالت کرتا ہے آگے اس معاملہ کا بیان ہے۔

الْمَرِيْعَلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝

کیا ان کی تدبیر کو (جو کہ ویرانی کعبہ کے بارے میں تھی) سرتاپا

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ

غلط نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر

بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ

کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی

مَا كُولٍ ۝

طرح (پامال) کر دیا

حاصل یہ کہ احکام الہیہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو ایسے عقاب سے دنیا میں ہو یا آخرت میں ہو ڈرنا چاہئے اور اگر بعضے بھاگ جانے والوں پر کنکریوں کا نہ پڑنا ثابت ہو تو یہ مضمون اکثر کے اعتبار سے ہوگا۔

سورة القريش مكية و ايها كذا في البيضاوي ربط: بمجملہ مہمات شرعیہ کے نعمت الہیہ کے شکریہ میں عبادت بجالانا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔ بسم الله الرحمن الرحيم لا يلف قريش تا من خوف

(۱۰۶) سُوْرَةُ الْقُرَيْشِ لِمَكِّيَّةٍ (۲۹)

سورة قريش مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ ۝ الْفِهُمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ

چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے

وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝

خوگر ہو گئے ہیں تو (اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہئے

الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جَوْعٍ ۝ وَامْتَنَعَهُمْ مِّنْ

کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے

سورة الفيل مكية و ايها خمس كذا في البيضاوي

ربط: بمجملہ مہمات شرعیہ کے یہ بھی ہے کہ احکام الہی کی بے حرمتی کرنے پر عذاب الہی سے ڈرتا رہے اس سورت میں بیت اللہ کے ترک احترام کے وبال سے اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ قصہ اس واقعہ کا ذکر ابن کثیر و روح میں ملخصاً یہ ہے کہ بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن میں ایک حاکم تھا ابرہہ اس نے ایک کنیسہ بنا رکھا تھا کیونکہ یہ لوگ نصرانی تھے اور اس نے یہ چاہا کہ کعبہ کا حج کرنے والے یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کر دیا عرب کو خصوصاً قریش کو یہ امر بہت ناگوار ہوا اور کسی شخص نے رات کو اس میں جا کر پانچا نہ پھر دیا اور مقاتل نے کہا کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی ہوا سے اس میں آگ جا لگی اور وہ سب جل گیا ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا جب خمس میں پہنچا جو کہ طائف کے راستہ میں ہے تو عبدالمطلب رئیس مکہ کے پاس آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا اس سے البتہ لڑوں گا عبدالمطلب نے جواب دیا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے جس کا یہ گھر ہے وہ آپ حفاظت کر لے گا پھر عبدالمطلب اس کے بلائے ہوئے خود بھی اس کے پاس گئے اور یہی گفتگو زبانی ہوئی وہاں سے واپس آ کر وہ سب قریش کو لے کر پہاڑوں میں جا چھپے تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں اور دعا میں مشغول ہوئے ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا جب وادی محسر میں جو کہ مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا تو سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے پرندے کبوتر سے کچھ چھوٹے آئے اور ان کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور پنے کے برابر کنکریاں تھیں جو لشکر پر چھوڑنا شروع کیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گولی کی طرح لگتی اور ہلاک کر دیتی تھی بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوئے اور بعضے بھاگ گئے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مر گئے اور ابرہہ کے بدن کا گوشت اور دل پھٹ گیا وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پچاس روز قبل ہوا آپ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ محرم کے آخر میں ہوا

الم تر كيف فعل ربك يا كعصف ماکول

(۱۰۵) سُوْرَةُ الْفِيلِ لِمَكِّيَّةٍ (۱۹)

سورة فیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الْمَرْتَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ

خَوْفٍ ۴

کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا

حاصل یہ کہ مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کے لئے دو سفر کرتے جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمی میں شام کی طرف کہ وہ ملک سرد ہے اور لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر ان کی عزت کرتے اور ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کرتا اور خاطر خواہ ان کو نفع ہوتا کہ گھریٹھ کرکھاتے اور کھلاتے اس سورت میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

سورة الماعون مختلف فیہا وایہا سبع کذا فی البیضاوی ربط: منجملہ مہمات شرعیہ کے کفر و نفاق سے بچنا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔ ارایت الذی تا الماعون

(۱۰۷) سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ (۱۷)

سورة ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اَرَأَيْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالْذِّیْنِ ۝۱ فَذَلِکَ

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو (اگر آپ

الَّذِیْ یَدْعُ الْیَتِیْمَ ۝۲ وَلَا یَحْضُ عَلٰی طَعَامِ

اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنئے کہ) وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے

الْمُسْکِیْنِ ۝۳

اور محتاج کو کھانا دینے کی (دوسروں کو بھی) ترغیب نہیں دیتا

یعنی وہ ایسا سنگدل ہے کہ نہ خود احسان کرے اور نہ دوسرے کو احسان پر آمادہ کرے جب بندہ کا حق ضائع کرنا ایسا برا ہے تو خالق کے حق کو ضائع کرنا اور زیادہ برا ہے۔

قَوْلٍ لِّلْمَصْلِیْنَ ۝۴ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ

سو (اس سے ثابت ہوا کہ) ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی

سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝۶ وَیَسْنَعُونَ

نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں) جو ایسے ہیں کہ (جب نماز

الْمَاعُونِ ۴

پڑھتے ہیں تو) ریاکاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے

کیونکہ اس میں ظاہر کرنے کا حکم نہیں اس لئے اس کو بالکل ہی ترک کر دیتے ہیں بخلاف نماز کے کہ اس میں ظاہر کرنے کا حکم ہے اس لئے گاہ گاہ ظاہر کرنے کے لئے پڑھ بھی لیتے ہیں اور جب نگاہ بچی چھوڑ دیتے ہیں ف یہاں ان افعال کی مذمت ہے جن کا منشا دین کی تکذیب ہو خواہ کفر سے خواہ انفاق سے اور اگر بلا تکذیب ہو تو اگرچہ اس وقت بھی ان افعال کا ارتکاب مذموم ہے مگر اس سے دوسرے درجہ میں ہے اور یہاں حقوق اللہ سے حقوق العباد کو اس لئے مقدم کیا کہ وہ زیادہ لازم ہیں کیونکہ بندہ محتاج ہے وہ اپنے حق کو نہ چھوڑے گا ورنہ ظاہر ہے کہ حقوق اللہ کا مرتبہ بڑا ہے اور حقوق العباد بھی اللہ ہی کے حقوق ہیں کہ اسی کے حکم سے مقرر ہوئے ہیں۔

سورة الکونر مکية وایہا ثلث کذا فی البیضاوی

ربط: مہمات شرعیہ میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت اور آپ کے مخالف کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا بھی ہے اس سورت کے اول و آخر کی آیتوں میں اس کے اسباب کا بیان ہے اور درمیان کی آیت میں حضور کو نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم ہوا ہے سبب نزول اس سورت کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سب سے بڑے بیٹے حضرت قاسم تھے ان کا مکہ میں انتقال ہو گیا تو عاص بن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی پس آپ نعوذ باللہ بے نام و نشان ہیں مطلب یہ تھا کہ ان کے دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر یہ سب قصہ پاک ہو جاوے گا اس پر آپ کی تسلی کے لئے یہ سورة نازل ہوئی کذا فی الدر انا اعطینک الکونر تا الابتر

(۱۰۸) سُورَةُ الْكُوْنُرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵)

سورة کونر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اِنَّا اَعْطٰیْکَ الْکُوْنُرَ ۝۱

بیشک ہم نے آپ کو کونر (ایک حوض کا نام ہے اور

ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے

یہ ایک حوض کا نام بھی ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے صحاح میں یہ دونوں تفسیریں اور ایک تفسیر کا دوسری تفسیر میں داخل ہونا آیا ہے اور بعض حدیثوں سے اس نہر کا جنت میں ہونا اور بعض سے میدان حشر میں ہونا معلوم

مَا أَعْبُدُ ۖ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۖ لَا

میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ (آئندہ استقبال میں) میں تمہارے

وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَّا أَعْبُدُ ۖ

معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے

مطلب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا نہ اب آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جاسکتے نہ اب نہ آئندہ یعنی توحید و شرک جمع نہیں ہو سکتے آگے توحید و شرک کا انجام ارشاد ہے (آگے ترجمہ)

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۖ

تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا

اس میں ان کے شرک پر وعید بھی سادی پس سورت مشتمل ہے اظہار خلاف اور وعید پر۔
سورة النصر مدنية و ايها ثلث كذا في البيضاوي
رابط: مہمات شرعیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نعمتوں کا شکر کیا جائے
بالخصوص فیض کامل ہو جانے کی نعمت کا اس سورت میں اس کا بیان ہے جس
کا خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے اور اس کے ضمن میں
آپ کی نبوت کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔ اذ جاءنا تو اب

(۱۱۰) سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴)

سورة نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد (اور کمک) فتح (مع اپنے آثار کے) آپ پہنچے

اور ان پر جو آثار متفرع ہوئی والے ہیں وہ ظاہر ہو جائیں جن کا آگے بیان ہے۔

وَرَأَيْتِ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ

(یعنی واقع ہو جائے) اور آٹار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ

اللّٰهُ اَفْوَاجًا ۝

آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہوتا دیکھ لیں تو

اس وقت سمجھ لیجئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا

ہوتا ہے دونوں میں یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ میدان حشر میں باذن الہی آ جاوے گی دونوں کو کوثر کہہ دیا گیا حاصل یہ کہ ہم نے آپ کو دنیا کی خیر بھی دی ہے کہ آپ کا دین باقی رہے گا اسلام کو ترقی ہوگی اور آخرت کی خیر بھی دی ہے کہ بلند مراتب اور درجات عالیہ ملیں گے پھر اگر ایک بیانات ہو گیا اور اس پر مخالفین خوشیاں مناتے ہیں اس سے غم نہ کیجئے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۚ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۚ

سو (ان نعمتوں کے شکر یہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے
بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے

نماز عبادات بدنہ میں سب سے زیادہ عبادت ہے اور قربانی عبادت مالیہ ہے جیسا کہ جا بجا قرآن میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہوا ہے کہ وہ بھی عبادت مالیہ ہے نیز ان عبادات میں مشرکین کی مخالفت بھی ہے کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کرتے اور بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے
خواہ ظاہری نسل اس دشمن کی چلے یا نہ چلے لیکن دنیا میں اس کا ذکر خیر باقی نہیں رہے گا بخلاف آپ کے کہ قیامت تک آپ کی امت آپ کا دین اور آپ کی یاد نیک نامی اور محبت و اعتقاد کے ساتھ باقی رہے گی پس اگر پسری اولاد کی نسل نہ ہو نہ سہی نسل سے جو مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے حتیٰ کہ دنیا سے گزر کر آخرت میں بھی نیک نامی ہوگی اور دشمن اس سے محروم ہے۔

سورة الکفرون مکیة و ايها ثلث كذا في البيضاوي
رابط: مہمات شرعیہ کے مسئلہ توحید اور شرک سے بیزاری ظاہر کرنا
بھی ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے سبب نزول اس سورت کا یہ ہے کہ
ایک بار چند رؤساء کفار نے آپ سے عرض کیا کہ آئیے ہمارے معبودوں کی
آپ عبادت کیا کیجئے اور آپ کے معبود کی ہم عبادت کیا کریں جس میں ہم
اور آپ طریق دین میں شریک رہیں جو بناطریقہ ٹھیک ہو گا اس سے سب کو
کچھ کچھ حاصل جاوے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی الدر

(۱۰۹) سُوْرَةُ الْكَفْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۸)

سورة کافرون مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ لَا اَعْبُدُ

آپ (ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کافرو) میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو

مَا تَعْبُدُوْنَ ۚ وَلَا اَنْتُمْ عِبَادُوْنَ

سکتا اور نہ (تو فی الحال) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم

اور اس وجہ سے سفر آخرت کا قریب ہے پس اس کے لئے تیاری کیجئے اور (آگے ترجمہ)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط

اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے

یعنی ایسے امور سے جو خلاف اولیٰ واقع ہو گئے ہیں جن کی تحقیق سورہ محمد میں گزر چکی ہے۔

إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ع

وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے

احادیث کثیرہ میں اس سورت کی تفسیر آئی ہے کہ اس میں قرب وفات کی خبر ہے اور لوگوں کو جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے کو فتح مکہ کے آثار میں سے اس لئے کہا گیا کہ عام اہل عرب فتح مکہ کے منتظر تھے اور اب تک ایک ایک دودو مسلمان ہونے تھے فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے اور روح میں سند کے ساتھ قنادہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف دو سال بعد واقع ہوئی اور صحاح میں مذکور ہے کہ آپ آخر عمر میں تسبیح و تحمید و استغفار کے کلمات کی کثرت فرماتے تھے۔

(۱۱۱) سُوْرَةُ الْاٰلِهَبِ مَكِّيَّةٌ (۶)

سورہ لہب مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ ط

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے

چنانچہ واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے طاعون کا دانہ جس کو عدسہ کہتے ہیں نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا مر گیا اور تین روز تک لاش پڑی رہی جب سڑنے لگی تو مزدوروں سے اٹھوا کر ایک گڑھے میں دھکیل دیا گیا اوپر سے پتھر بھر دیئے گئے۔

مَاْ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ط

نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی

مال سے مراد سرمایہ ہے اور کمائی سے مراد اس سرمایہ کا نفع۔

سَيَصْلٰی نَارًا اٰذَاتُ لَهَبٍ ط

(مال سے مراد سرمایہ اور کسب سے مراد اس کا نفع اور آخرت میں) وہ عنقریب (مرنے کے متصل) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا وہ بھی

حَمٰلَةَ الْحَطَبِ ع

اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے

مراد خاردار لکڑیاں ہیں جو حضور کے راستہ میں بچھایا کرتی تھی۔

فِيْ جِدِّهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ع

(مراد خاردار لکڑیاں ہیں جن کا شان نزول میں ذکر ہے اور دوزخ میں پہنچ کر) اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی

مراد دوزخ کی زنجیر اور طوق ہیں۔

(۱۱۲) سُوْرَةُ الْاٰخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

سورہ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ع

آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات و صفات میں) ایک ہے

یعنی ذات و صفات کے کمال میں مکمل ہے۔

اللّٰهُ الصَّمَدُ ط

اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں)

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ع

اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے

اللہ احد میں ہر قسم کے منکرین تو حید کا ابطال ہے اور شرک فی الاستمداد کا اللہ الصمد سے رد کر دیا گیا اور خدا کے اولاد ہونے کو لم یلد سے اور بعض انسان اور جنات کی نسبت دعویٰ خدائی کو لم یولد ہے اور خدا کی ہمسری کو (جیسا کہ مجوس شیطان کو خالق شرماتے ہیں) لم یکن لہ کفو احد سے باطل کیا گیا۔

(۱۱۳) سُوْرَةُ الْفُلُقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰)

سورہ فلق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں پانچ آیتیں ہیں

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ

آپ کہیے (جس طرح کہ فلق میں گزرا) کہ میں آدمیوں کے

النَّاسِ ۝۲ إِلَهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ

مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے

الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴

پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے

پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے وہ ہٹ جاتا ہے اور یہ امر شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الناس میں حسب تقریر کبیر اس طرح سے ہے کہ موسوس اپنے کونا صح مشفق کی صورت میں ظاہر کرتا ہے لیکن اگر اس کو زجر کر دیا جائے تو پھر وسوسہ سے باز آ جاتا ہے اور اگر قبول کر لیا جائے تو اور مبالغہ کرتا ہے آگے وسواس کی تقریر کے لئے صفت ہے یعنی (آگے ترجمہ دیکھو)

الَّذِي يُوسُّوسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝۵

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

وہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی ہو

یعنی شیاطین الناس سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور شیاطین الجن سے بھی اور وسوسہ سے مراد وہ وسوسہ ہے جو گناہ کی طرف مفحی ہو جاوے۔ اور اس کا دینی مضرت ہونا ظاہر ہے اور ایک عجیب لطیفہ اس سورت میں جس سے قرآن کا حسن آغاز و انجام بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے مضامین اور سورہ فاتحہ کے مضامین بہت ہی قریب قریب ہیں کہ دونوں گویا ایک ہی ہیں چنانچہ رب الناس کے مناسب وہاں رب العلمین ہے اور ملک الناس کے مناسب مالک یوم الدین ہے اور اللہ الناس کی مناسب ایاک اللہ کی طرف ضمیر منصوب ہے اور پناہ مانگنے کے مناسب ایاک نستعین ہے اور الوسواس الخناس کے مناسب اهدنا الصراط الخ ہے ۱۲

الحمد للہ تیسویں پارہ کی تفسیر ختم ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ

آپ (اپنے استعاذہ کے لئے) کہیے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات

مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝۳

کے شر سے اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آ جاوے

اور شب میں شرور کا احتمال ظاہر ہے اور شاید اس کی تخصیص کی یہ بھی وجہ ہو کہ سحر کی ترکیب و ترتیب اکثر رات کو کی جاتی ہے اور شان نزول ان دونوں سورتوں کا یہ ہے کہ حضور پر لبید یہودی اور اس کی بیٹی نے سحر کیا تھا جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہو گئی آپ نے دعا کی تو یہ سورتیں نازل ہوئیں اور سحر باطل ہو گیا۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴

(اور شب میں شرور کا احتمال ظاہر ہے) اور (بالخصوص) گندے کی

گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے

گندہ پردہ کرنے والی عورتوں کی مناسبت اس جگہ ظاہر ہے کیونکہ یہ سحر اسی طرح ہوا تھا خواہ مرد نے کیا ہو یا عورت نے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝۵

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے

حسد اس سحر کا اصل منشا تھا پس سحر کے متعلق سب چیزوں سے پناہ مانگی گئی اور بقیہ شرور کی تکمیل کے لئے من شر ما خلق فرما دیا اور شاید صبح کی تخصیص رات کے مقابلہ میں کی گئی ہو اور اس طرف اشارہ ہو کہ جس طرح حق تعالیٰ رات کو صبح کے ذریعہ سے زائل کر دیتے ہیں اسی طرح رات کے اثر یعنی سحر کو بھی زائل کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ سورۃ الناس و فیہا ما فی الفلق قل اعوذ برب الناس تا من الجنة والناس

(۱۱۳) سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۲۱)

سورۃ ناس مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

فَاللّٰهُمَّ بِحَرَمَةِ فَاتِحَةِ الْقُرْآنِ وَخَاتَمَتِهِ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الدِّينِ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ وَاعْزِزْنَا مِنْ جَمِيعِ الشُّرُورِ وَالْفِتَنِ مَظْهَرِ مِنْهَا وَمَاطِنِ وَاجْعَلْ فَاتِحَتَنَا وَخَاتَمَتَنَا مَقْرُونَةً بِكُلِّ خَيْرٍ وَصَوْنَةً عَنْ كُلِّ ضَرٍ وَقَدْ تَمَّتْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ خِلَاصَةً تَفْسِيرِ بَيَانِ الْقُرْآنِ قَبِيلِ الْعِشَاءِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ لَيْلَةَ الثَّانِي وَالْعِشْرِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ الْحَرَامِ سَنَةِ ۱۴۳۹ هـ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِنَا مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بَاحِدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمَنْكَ وَحَدِّكَ لَا شَرِيكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فَاقُولْ شَاكِرًا لِّلنِّعْمَةِ رَاجِيًا لِرَحْمَتِهِ عَانِدًا مِنْ نِقْمَتِهِ.